روشن حقائق

(اور اختلافِ امت)

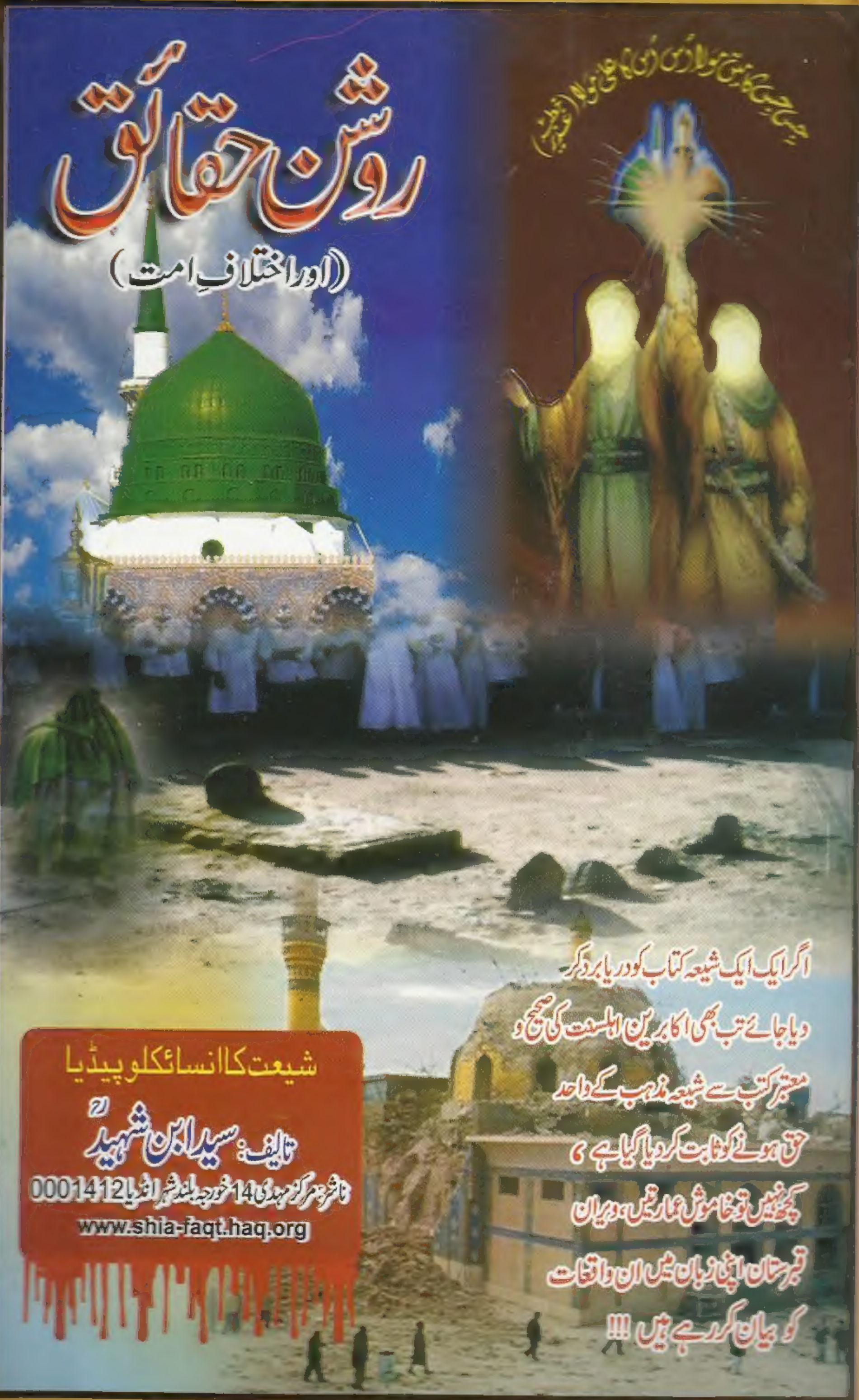

Knowledge for All
-e-Sakina
Pakistan Sindh
Hyderabad

روشن حقائق

(اور اختلافِ امت)

جلد ۱

تالیف: سید ابنِ شہیدؒ

ناشر مرکز مہدی 14 خورجہ بلند شہر انڈیا 0001412
www.shia-faqt.org

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	ہدیہ عقیدت	1
2	وجہ تالیف	2
3	اگر ایک ایک شیعہ کتاب کو دریا برد کر دیا جائے تب بھی اکا جر اہلسنت کی صحیح و معتبر کتب سے شیعہ مذہب واحد حق ہے (جس کو ثابت کر دیا گیا ہے)	5
4	شیعت یعنی تابعین جو قرآن وسنت سے فقط حق ہے	9
5	جملہ انبیاء کی امتوں کو خدا نے شیعہ فرمایا	11
6	مسئلہ خلافت اور مذموم اعتراضات	12
7	نبیؐ اور خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے مگر اہلسنت خود بنا لیتے ہیں	12
8	کیا شیعہ عبداللہ بن سباح یہودی کے پیروکار ہیں؟؟	17
9	آپ نے اعترض کیا، کہ امامت ہمزادِ رسالت ہے؟؟	22
10	کیا رسول اللہ کے زمانے میں شیعہ تھے؟؟	30
11	کیا تشیع سقیفہ کی کاروائی کا ردعمل ہے؟؟	34
12	تو کیا تشیع جنگ جمل کی پیداوار ہے؟؟؟	41
13	وجہ اقلیت شیعہ و کثرت تسنن	48

14	امیر المومنینؑ کے پیش نظر صرف ایک مقصد تھا اور وہ یہ کہ دین سلامت رہے، حق کا سکہ چلے اور باطل فنا ہو جائے	60
15	"آہ مظلوم اثر رکھتی ہے!"	64
16	ڈاکٹر حماد حنیف داود قاہرہ یونیورسٹی کی تصدیق سازش:	75
17	"شیخ محمد جواد کا نظریہ"	81
18	الازہر یونیورسٹی کے مجلّہ "جامع الازہر" میں شائع شدہ اعتراضات کا جواب	84
19	عبداللہ ابن سبا کون ہے؟	92
20	ہم نے ہزاروں کتابیں چھان لیں لیکن عبداللہ بن سبا کے نسب کے بارے میں کوئی نام ونشان نہیں پایا	92
21	کیا عقیدہ امامت کا موجد عبداللہ بن سبا یہودی ہے یہ رجال کشی میں لکھا ہے:	103
22	گزشتہ بحث کا خلاصہ	127
23	اب آیئے دیکھیں تقیہ کے مسئلہ میں اہل سنّت والجماعت کیا کہتے ہیں	128
24	مجبوراً کفر کرنا بھی جائز ہے:	140

25	حنفی مفتیوں کا فتویٰ کہ تقیہ جائز ہے	142
26	رحمت اللعلمینؐ کا شب ہجرت کا واقعہ	143
27	تقیہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام	144
28	توجہ فرمائیں حقیقت یہ ہے	145
29	موارد حرمت تقیہ	145
30	اگر دین میں فساد کا خطرہ ہو تو تقیہ جائز نہیں ہے	146
31	ابن عمر نے تقیہ کیا	153
32	ابن مسعود نے تقیہ کیا	154
33	راوی حدیث رسولؐ نے تقیہ کیا	155
34	ابراہیم نخعی نے تقیہ کیا	155
35	عبداللہ بن عمر کا تقیہ	156
36	حسن بصری نے تقیہ کیا	158
37	محمد بن سیرین نے تقیہ کیا	159
38	ایک بڑے گروہ نے تقیہ کیا	160
39	ابوذر کو تقیہ کا حکم	161
40	انبیاء نے تقیہ کیا	165

41	جناب خلیل اللہ کا دوسرا تقیہ	167
42	تاریخ مذاہب گواہ ہے کہ جتنے مظالم شیعہ مذہب والوں پر ڈھائے گئے	171
43	کیا عقیدہِ امامت شیعت کی اصل بنیاد ہے؟	181
44	خلیفہ کی اطاعت کا وجوب	183
45	ہر زمانہ میں ایک ہی خلیفہ کی ضرورت	190
46	وجود خلیفہ کی ضرورت	191
47	عصمتِ امام کی ضرورت	192
48	عقیدہ امامت خود شیعوں کی نظر میں	197
49	امامت اصولِ دین میں سے ہے یا فروع دین میں سے؟	199
50	امامت کی بحث کب سے شروع ہوئی؟	200
51	اولوالامر سے مراد کون ہیں؟	203
52	آپکے اعتراضات اوران کے جوابات	209
53	شیعہ سُنی کا افتراق عقیدہِ امامت	212
54	ثقیفہ بنی ساعدہ میں تو (سو) مسلمان بھی نہ تھا جبکہ غدیر خم میں (سوالاکھ) کا جم غفیر تھا جو سب راوی بھی ہیں	241

55	اب ہمارے سوالات	244
56	جناب رسولؐ خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی حضرت ابوبکرؓ کو بھی خیال آگیا	244
57	عوام الناس عقیدۂ استخلاف کے خلاف عام طور سے دو اعتراض کیا کرتے ہیں وہ یہ ہیں	252
58	تقرر خلیفہ و جانشین رسولؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروت واہمیت	255
59	رسولؐ خدا کو اپنے خلیفہ و جانشین کے تقرر کی ضرورت و اہمیت کا احساس تھا یا نہیں؟؟؟	257
60	بات یہ ہے کہ آپ تو صرف آگاہ کرنے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے	258
61	اگر امامت کا تعلق اصول سے ہے تو قرآن مجید میں اسے بیان کیوں نہیں کیا گیا	260
62	ا۔آیۂ ولایت:	261
63	قرآن کریم میں آئمہ کے نام	265
64	صاف بتا دیا کہ تم تو فقط ڈرانے والے ہو۔ ہادیان کا سلسلہ برابر جاری رہے گا	267

65	نام لینے سے بھی اختلاف ختم نہیں ہوتا	269
66	امامت ونبوت میں کیا فرق ہے اسی طرح سے امام و نبی میں کیا فرق ہے	272
67	مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند رحیم ہیں	275
68	مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند اولیاے خدا ہیں	277
69	مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند مخلوقات پر گواہ ہیں	280
70	مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند مخلوقات کے اعمال پر گواہ ہیں	283
71	مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند اللہ سبحانہ کا سننے والا کان ہیں	284
72	مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند مظہر کامل خداوند جلیل ہیں	286
73	مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند واجب الاطاعت ہیں	287
74	مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند افضل المرسلین السابقین وخلیفہ رب العالمین ہیں	289
75	حضرت شیخینؓ خلفاے ثلاثہ کا احساسِ جرم	290

76	یہ حضرات بھی وقوع واقعہ خلافت کو دلیل حقیقت و صداقت نہ جانتے تھے	291
77	عظمت اہلبیتؑ کا قرآن کریم سے استدلال اور فقط اہلسنت اور اہلحدیث کی کتب سے اثبات	293
78	کیا قرآن مجید نے اہل بیتؑ کے علاوہ کسی اور کو ہر شئے سے زیادہ عزیز رکھنے کا حکم دیا؟؟؟ آیہ مودت	296
79	کیا اہل بیتؑ ہی خدا کی وہ رسی نہیں ہیں؟	302
80	اگر ان جوابات سے تشفی نہ ہو تو آیئے مباہلہ فی البیت اللہ کر لیتے ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت طلب کرتے ہیں اور اگر پھر بھی آپ کی تشفی نہ ہو تو آیئے آگ لگا کر اس میں ساتھ داخل ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون جل کر مرتا ہے اور کون سرخرو ہوتا ہے؟؟؟	303
81	انبیاء کی دو اقسام ہیں	304
82	آیئے دیکھیں کہ امام کون ہوتا ہے؟	305
83	آئمہ کے علم و آگاہی کا سرچشمہ	306
84	﴿(تم سے قبل بنی اسرائیل میں ایسے لوگ موجود تھے جو نبی نہ تھے لیکن فرشتے ان سے کلام کرتے تھے)﴾	313

85	آئمہ کے لئے بارہ کی تعداد پر ہی اصرار کیوں ہے، یہ تعدا دکم وبیش کیوں نہیں ہوسکتی	314
86	بارہ آئمہ کی امامت پر عقیدہ کا زمانہ کب سے؟	316
87	آئمہ شیعہ اور مسندِ خلافت	317
88	بارہ آئمہ کی حدیث کی توثیق	319
89	بارہ افراد کی امامت اور عہد نامہ قدیم وعہد نامہ جدید	319
90	حضرت علیؑ کی وصایت	320
91	ان ھذا اخی ووصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوہ	322
92	"اولی الامر" سے کون لوگ مراد ہیں؟	324
93	حدیث غدیر میں لفظ مولیٰ کا معنیٰ	328
94	اب ہم اصل سوال کا جواب دیتے ہیں	339
95	اسلامی مصلحتوں کی وجہ سے خلفا سے تعاون کی پالیسی	341
96	نہج البلاغہ اور نصِ امامت	343
97	۱۔حدیث ثقلین، پیروئی اہلبیتؑ کی دلیل	351
98	اہلبیتؑ کی پیروی قرآن جیسی ہے	353

99	ہم یہاں بعض ان علماء اہلسنت کے نام ہدیہ قارئین کررہے ہیں جنہوں نے "ثقلین" کی مذکورہ وجہ تسمیہ بیان کی ہے	356
100	لفظ "اتباع" امامت اہلبیتؑ کی دلیل	364
101	یہ حدیث مہدی آل محمدؑ کے وجود اقدس پر بھی دلالت کرتی ہے	371
102	حدیث ثقلین، عصمت اہلبیتؑ کی دلیل	375
103	حدیث ثقلین سے عصمت اہلبیتؑ کو ثابت کرنے والے علمائے اہلسنت	379
104	حدیث ثقلین اور حدیث ولایت کا بیان ایک ساتھ	393
105	اہلبیتؑ پر سبقت گمراہی ہے	403
106	﴿تنبیہ﴾	404
107	شیعہ سنی افتراق کا آغاز مسئلہ امامتؑ کیوں ہے؟	436
108	اسلامی فرقوں کی تعداد	440
109	سنیوں کی لغزشیں انبیاء کے بارے میں	449
110	اہلسنت والجماعت مذہب کی معتبر و مستند ترین کتب کے عکس ناقابل رد ملاحظہ فرمائیں۔	454

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ھدیہ عقیدت

بندہ گھنگار سید ابن شہید اپنی یہ حقیر کاوش بارگاہِ رسالت مآب فخر موجودات ، سیدِ کونین ، مالکِ ثقلین ، امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمدؐ مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں عید میلاد النبیؐ کے مہینے میں نذرانہ پیش کرتا ھے ۔

نیز یہی ھدیۂ عقیدت سرکار امام جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر کرتا ھوں کہ امروز سعید ۱۷ ربیع الاوّل کو ان سرکار کا یومِ ولادت بھی منایا جاتا ھے ۔

اگر خاکسار کا یہ ادنیٰ تحفہ صادقینؑ کی بارگاہ میں قبول ھو جائے تو اس سے بڑھ کر کوئی عزّو شرف نہیں ھے شاید کے صاحب العصر والزمان مھدی آل محمد علیہ السلام اپنے اجداد کی سفارش سے اپنے مکان پر ادنیٰ خادموں میں شامل فرما لیں اور میرے والدین کو آل عیلین میں جوارِ پنجتنؑ میں جگہ عطاء فرما دیں جن کی تربیت سے آج میں نے یہ ھدیہ پیش کیا ھے ۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

سید ابن شہیدؔ (ربیع النور ۱۴۲۵ھ)

وجہ تالیف

حمدِ الٰہی اور درود وسلام کے بعد گزارش ہے کہ جب کسی قوم کے مخالفین اس کے افراد کو غافل پاتے ہیں تو ایسے سنہرے موقعہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور غلبہ پانے کے لئے کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کرتے۔ مجھے یہ اقرار کرتے ہوئے ندامت بھی محسوس ہو رہی ہے اور افسوس بھی کہ وہ واحد قوم کے جسکا وارث موجود ہے اور حجاب غیبت سے سب ملاحظہ کر رہا ہے وہ قوم خوابِ خرگوش میں محو ہے اور دشمن چوکس و چوبند ہے کہ ہر سمت سے بھرپور وار کرتا چلا جا رہا ہے لیکن ملّت کی دِلّی ابھی دُور ہے اور شدتِ جارحیت کے زلزلہ افگن حملے بھی اس قوم کے سہانے سپنے نہیں توڑ سکے۔ گذشتہ چند سالوں سے مسلسل ہمارے خلاف زہر افشانی ہو رہی ہے۔ اور قوم پر طاری نیند کے باعث معاندین خوب فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ قوم نے تقریری محاذ کی طرف توجہ دینے پر اکتفا کر لیا ہے لیکن تحریری سرحدیں خالی دیکھ کر دشمن کے لشکر غول درغول پیش قدمی کر رہے ہیں۔ ہم جیسے چند ناتجربہ کار سپاہی اس بارڈر کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔

اور غیبی امداد کے توکل پر پُر اعتماد ہیں کہ دشمن ہماری موجودگی میں ایک انچ بھی آگے نہ بڑھ سکے گا لیکن یہ امر مسلمہ ہے کہ سپاہی جلد ہی تھک جایا کرتے ہیں اور اگر کمک رُک جائے تو دل

برداشتہ ہو جاتے ہیں الہٰذا قوموں کی ایسی غفلت یقیناً ان کے تنزل کا سبب بن جایا کرتی ہے۔ لہذا ہم نے صرف اور صرف کتب صحیح و معتبر اہلسنت سے شیعت کے واحد مذہب حق ہونے کو ثابت کر دیا ہے۔ لہذا اس کتاب کی وجہ تالیف نہ ہی کسی کے جذبات کو ٹھیس پہنچانا ہے اور نہ ہی کسی فریق مخالف پر تنقید کرنا مقصود ہے بلکہ اس کا سبب تالیف دفاعِ محض و آشکار حق ہے۔ میری قوم کی خاموشی و مصلحتی سکوت کو کمزوری سمجھتے ہوئے ایک صاحب جن کا اسم جناب یوسف لدھیانوی صاحب تھا دو رسالے موسومہ "بولتے حقائق اور اختلاف امت" تحریر کیئے اور میرے مسلک پر اعتراضات کئے شیعہ قوم نے حسب لیاقت اس رسالہ کا جواب اگرچہ بارہا دیا اور "عبقات الانوار ۳۰ جلد، البلاغ المبین ۰۲ جلد اور الغدیر سے مدلل صورت میں پیش کیا جس کا جواب کوئی صاحب نہیں دے سکے۔ ان لدھیانوی صاحب اور ان انکی جیسی فکر رکھنے والے دوسرے حضرات نے اب ہم پر مزید اعتراضات کئے ہیں۔

اور اس اعتراضات نامہ کو "بولتے حقائق نامی کتاب میں شائع کیا ہے یہ کتاب مکتبِ لدھیانوی بنوری ٹاؤن کراچی نے چھپوائی ہے لدھیانوی صاحب نے دعویٰ کیا کہ ان اعتراضات کے مجموعہ کا مطالعہ طلباء اور علماء کے علمی زوق کو اوجِ ترقی پر پہنچائے گا۔ الہٰذا بندہ طالب علم نے بھی ان کا مطالعہ بغور کیا الہٰذا شوق ہوا کہ پیدا شدہ علمی زوق کی ترقی کی جھلکیاں پیش خدمت کردوں تاکہ قارئین بوقت ضرورت ان سے فائدہ اٹھاسکیں۔ تحقیق و تفہیم کی خاطر میں نے ان کے سوالات کا جواب دینے کی جرأت کی ہے۔ اگر کوئی بھی غیر شیعہ صاحب ان سوالوں کا صحیح و تسلی بخش جواب دیں گے تو ان کی خدمت میں اعلان کردہ انعام مبلغ دس لاکھ روپیہ پیش کیا جائے گا۔ چونکہ یہ کتاب جواباً تحریر کی جارہی

ہے لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ اگر وہ بعض مقامات پر تحریر میں جذباتِ ایمانی کا غلبہ محسوس فرمائیں تو اس کو دیں رگزر کرلیں کیونکہ بحث صفائی کے دوران ایسے مواقع کا پیدا ہو جانا ناگزیر امر ہے۔

البتہ میں کوشش کروں گا کہ طرزِ نگارش میں رواداری کا لحاظ قائم رکھوں اور کسی بھی فرد کی دل آزاری کا سبب نہ پیدا ہونے دوں لیکن آزادانہ صفائی کو بنظرِ حقارت دیکھنا اور اپنے خلاف ہر بات کو ناگوار خیال کرنا جُہلا کا شیوہ ہوتا ہے۔ اور جوابِ جاہلاں ہمارے پاس خاموشی کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ حق و باطل میں امتیاز کرنا پسند کرتے ہیں تو انشاء اللہ یہ کتاب اُفقِ تحقیقات میں روشن ستارہ اور فی الحقیقت "حق الحقیقت" ثابت ہوگی۔ لہٰذا کہتا ہوں اور توفیق منجانب اللہ سبحانہ ہے۔

«اگر دُنیا کی ساری شیعہ کتب دریا برد کردی جائیں تو بھی شیعہ مسلک کے واحد حق ہونے کو مخفی نہیں کیا جاسکتا»

اگر دُنیا کی ساری تاریخ کی کتابیں دریا بُرد ہو جائیں۔ اگر تمام کُتب اکبار و روایات کو جھوٹا سمجھا جائے۔ تب بھی جو باقی رہے گا اس سے اہلِ بیت ختم المرسلین کی مظلومیت اور حکام وقت کے ظلم و جور کی داستان بہت اچھی طرح مرتب ہوسکتی ہے کچھ نہیں تو خاموش عمارتیں، ویران قبرستان ہی اپنی زبان میں اس قصہ کو دہرائیں گے۔

اہل بصیرت کے لئے یہ کتنا عبرت آموز سبق ہے کہ قبر رسولؐ کے پاس انکے کسی خاندان والے کی قبر نہیں ہے ان کی پیاری بیٹی چھ مہینے کے اندر یہ دوہائی دیتی ہوئی دُنیا سے

جاتی ہے کہ میں تم دونوں کی شکایت اپنے باپ سے کروں گی۔ ایک خاموش تنہا جنازہ رات کو علیؑ کے گھر سے نکلتا ہے اور مسلمانوں کے عام قبرستان میں رسولؐ کی پیاری بیٹی دفن کی جاتی ہے جس کی جدائی رسول کو گوارا نہ تھی۔ کسی مہم پر باہر جانا ہوتا تھا تو سب سے آخر خانہ فاطمہؑ پر اپنی بیٹی سے رخصت ہونے آتے تھے۔ اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی کے پاس آتے تھے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی سے ملتے تھے۔ اس بیٹی کو اجازت نہیں ملتی کہ اپنے باپ کے پہلو میں دفن ہو۔

اگر ایک ایک شیعہ کتاب کو خورد برد کر دیا جائے تب بھی اکابر اہلسنت کی صحیح و معتبر کتب سے شیعہ مذہب کے واحد حق ہونے کو ثابت کر دیا گیا ہے

الحمد اللہ ھدانا لھذ و ما کنّا لنھتدی لولان ھدنا اللہ

بے شک جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی راہ بتانے والی روشن تعلیمات اور واضح ہدایت کو چھپاتے ہیں، باوجود اس کے کہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کیلئے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں، ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان

پرلعنت بھیجتے ہیں۔(سورۃ البقر(۲):۔۔۔۔۔ ترجمہ آیت ۱۵۹)

(والسلام سید ابن شہیدؒ ربیع النور ۱۴۲۵ھ)

حصه اول

کشفِ حقائق

"الشیعت"

شیعت یعنی تابعین جو قرآن و سنت سے فقط حق ہے

شیعہ کا معنیٰ تابعین اور اُمّت اور محبّ اور طائفہ یعنی گروہ کے ہیں۔ چنانچہ ہر ایک معنیٰ کا محل قرآن پاک سے مندرجہ ذیل ہے۔ **وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ٥ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ٥ ۔ پ ۲۳ سورۃ الصافات۸۳ ترجمہ :** اور تحقیق اس کے تابعین سے البتہ ابراہیم ہے جبکہ آیا اپنے رب کے پاس ساتھ دل سلامتی والے کے۔ دیکھیں ترجمہ شاہ عبدالقادر بن شاہ ولی اللہ اہل سُنّت والجماعت کی معتبر تفسیر ابن کثیر جلد سوئم ص ۱۲ میں یوں مرقوم ہے۔ **عن ابن عباس رضی الله عنه وان شیعته لابراهیم یقول من اصل دینه** ۔ یعنی حضرت ابن عباس

فرماتے ہیں۔ کہ **ان من شیعتہ لابراھیم** کا معنٰی یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ ،حضرت نوحؑ کے اصلی ذین سے تھے۔ **قال مجاھد وعلی منھاجہ وسنت۔** حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ، حضرت نوحؑ کی سنت اوران کے طریقے پر تھے (ابن کثیر) پس ثابت ہو گیا کہ حضرت ابراہیم شیعہ تھے اور حضرت نوحؑ کے تابعین سے تھے اور چونکہ ہم کو حضرت ابراہیمؑ کی اطاعت اور تابعداری کا حکم ہے۔ پس ضروری ہے کہ ہم بھی مثل خلیل اللہ شیعہ کہلائیں۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ ق۔۱۳۰ **وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ** (سورہ بقرہ)۔ **ترجمہ** :۔سوائے بیوقوف کے ملّت ابراہیمؑ سے کون منہ پھیرتا ہے۔ **قل بل ملت ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین** ۔پ البقرۃ۔

اہل سنت کی باطل کی سازش اور حق پوشی یہ ہے کہ شیعہ کو فرعون کا بنایا ہوا مذہب اور کفار کا گروہ بتلاتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ اپنے خلیل کو جو جدامجد انبیاء ہے۔ شیعہ نوحؑ فرماتا ہے۔ اور موسیٰؑ کلیم اللہ کے امتی کو شیعہ کہہ کر لفظ عدو یعنی دشمن کے لفظ سے مقابلہ کر کے محب کے معنے کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ دیکھو پ۲۰ سورۂ قصص شیعہ معنی محب ق۔۱۵ **وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ** اور داخل ہوا شہر میں وقت غفلت کے۔ پس اس میں دو آدمی لڑتے پائے، یہ اس کے دوستوں سے

تھا۔ اور یہ اس کے دشمنوں سے۔ پس اس سے جو دوستوں سے تھا فریاد کی اوپر اس کے جو دشمنوں سے تھا۔ دیکھو آیت ہذا میں صاف بلا تاویل شیعہ کا معنیٰ محبؔ اور عدوہ کا معنیٰ دشمن ہے۔ مگر باطل کوش اپنی کج روی سے یہاں بھی باز نہیں آئے۔ رسالہ ہذا تفصیل کا محمل نہیں ہے ورنہ ہم اہل باطل کے باطل عذر لکھ کر ان کی پورے طور پر دھجیاں اُڑاتے۔ کیونکہ قرآن کے حکم کے مطابق ابراہیمؑ شیعہ بھی ہیں اور مسلم بھی ہیں لہذا شیعہ ہی صرف مسلمان ہیں۔

جملہ انبیاء کی امتوں کو خدا نے شیعہ فرمایا

ق۔۶۹ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ۝ ق۔۷۰ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ۝ (پ۱۶۔ سورۂ مریم) پھر ہم اہر امت میں سے جدا کر دیں گے اس کو جو رحمٰن پر زیادہ اکڑتا تھا۔ پھر ہم زیادہ جانتے ہیں اس کو جو جہنم میں داخل کرنے کے زیادہ لائق ہے۔

سبحان اللہ! معلوم ہوا ہر نبی کی امت کا نام شیعہ ہے۔ اسی واسطے تمام امتوں کے گہنگار روزِ قیامت علیحدہ کیے جائیں گے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ نے دوسرے مقام پر کُل شیعۃ کا معنیٰ کُل امت فرمایا ہے دیکھے **و ترائی کل امت جاثیہ** اور علامہ

ابن کثیر نے جلد سوئم صہ ۱۳۱ پر کل شیعۃٍ کی تفسیر بقول حضرت مجاہد من کل امتٍ فرمائی ہے اور بقول حجر قتادہ رضی اللہ عنہ **من کل اهل دین** دین یعنی تمام اہل ادیان سے گہنگار جدا کیے جائیں گے۔ جب تمام امتوں کو خدا نے شیعہ کہا ہے تو ہم خلاف قرآن کیوں اہل سنت اور اہل حدیث کہلائیں۔ کہاں ہیں شیعہ بمعنے گروہ کفار کہنے والے شرم کریں اور اپنے اپنے مصنوعی اور جعلی فرقوں کے نام قرآن سے دکھلائیں۔ بصورت دیگر اپنا نام شیعہ رکھائیں جیسا کہ ان کے بزرگ حضرت شاہ عبدالعزیز جیسے مذہب حقہ شیعہ خیر البریہ کے مقابل ہار کر مائیم شیعہ اولیٰ فرما گئے کہ اصلی اور پہلے شیعہ ہم ہی ہیں اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اہل سنت والجماعت اہل حدیث اہل قرآن اہل فقہ۔ حنفی مالکی شافعی حنبلی چشتی قادری احمدی محمدی وہابی، بابی بھائی نیچری صوفی یہ ان کے مصنوعی نام قرآن پاک سے ہر گز ہر گز نہ ملیں گے۔ بلکہ ان کے مذہب اور نام خود ساختہ ہیں اور باہر ہی رہیں گے۔

مسئلہ خلافت اور مذموم اعتراضات

لفظ شیعہ کی تحقیق کے بعد چونکہ مسئلہ خلافت بھی شیعہ اور سنی کا مابہ الامتیاز مسئلہ ہے۔ لہٰذا ہم اس کے اندر اختصاراً شیعہ خیر البریہ کے براہین قاطعہ اور دلائل قویہ اور اہل سنت کے تاویلاتِ باطل دکھاتے ہیں تا کہ حق پسندوں کو باطل پرستوں کا پوچ اور ہذیان نظر آئے۔

نبیؑ اور خلیفہ بنانا خدا کا کام ہے
مگر اہلسنت خود بنا لیتے ہیں

یعنی جانشین اللہ و نبیؐ کے بنائینگے آپ؟؟

ۃ۔۳۰ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

(پ ا۔ ع ۳۔ بقرہ)۔ اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں تو انہوں نے کہا کہ ایسے شخص کو کیوں پیدا کرتا ہے جو زمین میں فساد کرے اور خون بہائے ہم تیری تسبیح اور پاکیزگی بیان کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

اور جب تیرے رب نے فرشتوں سے فرمایا، میں دنیا میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں دیکھئے فرمایا کہ میں بنانے والا ہوں۔ فرشتوں کا اجماع نص کے مقابلہ میں کچھ کام نہ آیا۔

ۃ۔۲۴۶ اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْم بَعْدِ مُوْسٰی اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّھُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِکًا نُّقَاتِلْ

فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ قَالَ هَلۡ عَسَیۡتُمۡ اِنۡ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ
الۡقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوۡا ہ ۃ بـ ۲۴۷ وَ قَالَ لَہُمۡ نَبِیُّہُمۡ اِنَّ اللّٰہَ
قَدۡ بَعَثَ لَکُمۡ طَالُوۡتَ مَلِکًا قَالُوۡا اَنّٰی یَکُوۡنُ لَہُ
الۡمُلۡکُ عَلَیۡنَا وَ نَحۡنُ اَحَقُّ بِالۡمُلۡکِ مِنۡہُ وَ لَمۡ یُؤۡتَ
سَعَۃً مِّنَ الۡمَالِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰہُ عَلَیۡکُمۡ وَزَادَہٗ
بَسۡطَۃً فِی الۡعِلۡمِ وَالۡجِسۡمِ وَ اللّٰہُ یُؤۡتِیۡ مُلۡکَہٗ مَنۡ یَّشَآءُ
وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ ہ

ترجمہ: کیا تو نے نہیں دیکھا طرف سرداروں بنی اسرائیل کے بعد موسیٰ کے جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا۔ ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر۔ ہم اللہ کے راستے میں لڑائی کریں اور ان کے نبی سے فرمایا ان کو کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ بنایا ہے۔ کہا انہوں نے ہم پر اس کی بادشاہی کہاں ہو سکتی ہے ہم اس سے بادشاہی کے زیادہ حقدار ہیں۔ کیونکہ وہ مال کی زیادتی نہیں دیا گیا۔ نبی نے فرمایا: اس کو اللہ تعالیٰ نے تم پر برگزیدہ اور پسند کیا ہے اور اس کو علم اور جسم کی زیادتی عطا فرمائی ہے۔

﴿تشریح﴾

دیکھیں بعد موسیٰ علیہ السلام کے تمام بنی اسرائیل نے نبیِ وقت سے درخواست کی ہے کہ خلیفہ اور امیر مقرر کرے اور نبیؑ نے بھی خود نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے تم پر طالوت کو بادشاہ بنایا ہے۔ مگر یہاں کیا ہوا۔ نہ قرآن پاک کی پرواہ رہی نہ فرمان پیغمبر یاد رہا۔ آیت عشیرہ کو چھوڑا اور حدیث غدیر کے معنے بدلے اور حدیث منزلت کی تاویل کی۔ فضائل مرتضوی فراموش کیے۔ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی بسترِ علالت پر جلوہ افروز ہیں کہ اصحاب نے شوخ چشمیاں شروع کر دیں۔ حضورؐ کی خبر وفات ابھی مشہور نہیں ہوئی کہ اصحاب سقیفہ بنی سائدہ میں پہنچے کہ آج علیؑ مشغول تجہیز و تکفین ہیں ان کی غیر حاضری میں خلیفہ مقرر کرنے کا اچھا موقعہ ہے۔

الـغـرض:۔ مل ملا کر حضرت ابوبکر پنچائتی خلیفہ مقرر ہو گئے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر فرمودہ خلیفہ علی المرتضےٰ کو قتل کی دھمکیاں شروع ہوئیں۔ جناب بی بی پاک کے دروازۂ اقدس کے سامنے کھڑے ہو کر لوگوں نے آگ لگانے کے خوف دلائے۔ چونکہ یہ تمام مضامین اہل سنت والجماعت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ لہٰذا میں مصنوعی اور پنچائتی خلیفوں سے بیزار ہو کر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے خلیفے اور جانشین کو جس کی نسبت غدیر خم پر **من کنت مولاہُ فعلی مولاہ** کا اعلان ہو چکا ہے (مشکوۃ شریف باب مناقب علی) اپنا امامؑ من بعد رسولؐ پاک سمجھتا ہوں اور خدائے تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ روزِ قیامت شیعیان علی علیہ السلام میں اٹھائے۔

تمت بالخیر اللھم صلی علی محمد و آل محمدؐ و عجل فرجھم

﴿لغت میں لفظ شیعہ کے معنی اتباع اور

پیروی کرنے والے کے ہیں»

اس لئے قرآن میں حضرت ابراہیمؑ کو حضرت نوحؑ کا شیعہ کہا گیا ہے جیسا کہ فرمانِ خداوندی ہے، وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۔ (سورۂ الصفت/ ۸۳) یقیناً نوح کے پیروکاروں میں سے ابراہیم تھے۔

عربی محاورات میں کسی شخص کے دوستوں اور پیرکاروں کو شیعہ کہا جاتا ہے (شیعۃ الرجل اتباع وانصارہ)۔ شیعہ کسی شخص کے پیروکاروں اور مددگاروں کو کہا جاتا ہے۔ اس لفظ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا اطلاق مفرد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے یعنی ایک شخص ہو یا دس افراد انہیں شیعہ ہی کہا جاتا ہے۔ تشیع یعنی کسی شخص (منزلت و) مقام کی پیروی کرنے کو کہا جاتا ہے۔ لیکن متکلمین، اور فقہاء اور مؤرخین کی اصطلاح میں شیعہ اسے کہا جاتا ہے جو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد سے محبت رکھے اور انہیں امت کا سیاسی اور علمی رہنما سمجھے اور مسئلہ خلافت کے لئے نفسِ پیغمبر کے حق کا عقیدہ رکھتا ہو اور خلافت کو انتخابی اور شورائی مسئلہ نہ سمجھتا ہو پس قرآن حکیم نے حضرت ابراہمؑ کو شیعہ اور اول مسلم فرمایا اور ایک اور آیت میں ان سے منکران کو احمق کہا ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ یہی اصلی تشیع کا جزوِ اعظم اور اس کی روح ہے۔ جب کہ دوسرے اختلافی اور فقہی مسائل تشیع کے دائرے سے باہر ہیں کیونکہ عین ممکن ہے کہ تمام فرقے ان مسائل میں متفق ہوں یا مختلف نظریات رکھتے ہوں۔ شیعہ بھی اس قاعدے سے خارج نہیں ہیں بہت سے مسائل میں وہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے ہم عقیدہ ہیں۔

اختلافی مسائل میں بھی شیعہ منفرد نہیں ہیں اگر وہ ایک مسئلہ میں کسی گروہ کے مخالف ہیں تو کسی دوسرے مسلمان فرقے سے کاملاً متفق ہیں چنانچہ "خلافیات" کے عنوان پر لکھی گئی کتابوں کے مطالعے سے یہ مطلب اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے۔ (شیخ طوسی کی کتاب خلافت کی طرف رجوع فرمائیں) شیعہ دنیائے اسلام کا بہت بڑا فرقہ ہے جس کی ابتدا عہد نبوت میں ہوئی تھی اور اس نے پیروکار پیدا کیے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی رحلت کے بعد تدریجی طور پر اس کی نشونما ہوتی رہی چنانچہ تشیع نے اسلام کے عظیم تمدن کو منظر عام پر لانے میں اہم کردار ادا کیا اور مدنیت کے تمام مراحل میں تشیع نے قائدانہ کردار ادا کیا۔

اس باب میں ہم تین سوالات کے جواب دیں گے جن میں سے پہلا سوال انتہائی اہم ہے۔

﴿کیا شیعہ عبد اللہ بن سباح یہودی کے پیروکار ہیں؟؟﴾

اس طرح کے سوالات عام طور پر علم الکلام کے ایسے مکاتب فکر اور ایسے مذہبی فرقوں کے متعلق کیے جاتے ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی رحلت کے بعد وجود میں آئے ہوں۔ مثلاً یہ کہا جاتا ہے کہ مذہب الشعری کب اور کیوں وجود میں آیا؟ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ مذہب اشعری علم الکلام کے ایک مکتب فکر نے چوتھی صدی ہجری کے شروع میں جنم لیا تھا۔ اس کے مقابل مذہب معتزلہ ہے وہ بھی علم الکلام کا ایک مکتب فکر ہے جس کا بانی حسن بصری (المتوفی ۱۱۰ھ) کا شاگرد اصل بن عطاء (۸۰۔۱۳۰) تھا۔ اس طرح کے مکاتب فکری کی پیدائش کی تاریخ کو متعین کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کا سوال فقہی مذاہب کے متعلق بھی کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً مذہب حنفی کو ابوحنیفہ (۸۰۔۱۵۰) نے متعارف

کرایا تھا اور مذہب شافعی کی اساس محمد بن ادریس شافعی (۱۵۰۔۲۰۴ھ) نے رکھی تھی۔ اس طرح سے باقی فقہی مذاہب کی تاریخ پیدائش مشخص ہے۔ یاد رہے!!!!! ہمارا امامؑ تو وہ ہے جسکے گھر میں رسولؐ اعظم نے پرورش پائی اور ہمارے امام نے رسولؐ اعظم کے ہاتھوں پر پرورش پائی ہے۔

اگر تشیع کلامی اور فقہی مذہب نہیں ہے جس نے اسلام اور رسول ﷺ اسلام کے بعد جنم لیا ہو کہ ہم اس کی پیدائش کے متعلق درج بالا سوال کر سکتے ہوں۔ تشیع کی تاریخ اسلام کی تاریخ کے ساتھ ہے اور حقیقت میں تشیع اس اسلام کا دوسرا نام ہے جسے رسول خدا ﷺ نے پیش کیا تھا اور اس اسلام کی تعلیمات میں ایک بات یہ بھی شامل تھی کہ انسانی رہبری اور امامت کا سلسلہ ان افراد کے ذریعے سے جاری رہے گا جنہیں خدا نے اس کام کے لئے مقرر کیا اور پیغمبر اکرم ﷺ نے ان کا تعارف کرایا ہے۔ یہ بنیادی اصول اسلام کی بقا کی ضمانت فراہم کرتا ہے اور حقیقت تشیع کو تشکیل دیتا ہے۔ رسول خداؐ نے اپنے عہد مبارک میں اس کا اعلان کیا تھا اور صحابہ کے ایک گروہ نے اسے قبول کیا تھا اور وہ لوگ رحلت پیغمبر کے بعد بھی اس عہد پر باقی رہے تھے۔ چنانچہ رسول خدا ﷺ کے یہ صحابہ زمانہ پیغمبر اور رحلت پیغمبر کے بعد ابتدائی شیعہ تھے۔ اس کے برعکس ایک گروہ نے اس قاعدے کو نظر انداز کیا اور غیر مخصوص رہبری کا عقیدہ اختیار کیا۔ تشیع کا یہ مفہوم اسلامی تاریخ کا ایک حصہ اور آئین اسلام کے واقفیت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے۔ یعنی خدا کی طرف سے رہبری و امام کی تعین تعلیمات اسلام کا ایک جز تھی اور حیات رسولؐ میں اس کا اعلان کیا گیا تھا۔

﴿ھادی کے انتخاب کے لئے عقلی تقاضے﴾

احادیث و تاریخ کی ورق گردانی سے قبل ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ کے

بعد حکومت اسلامی کی باگ ڈور کس کے ذمہ ہونی چاہیے؟ دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر اسلام نے دینی قیادت اسلامی ملک کے معاملات چلانے کے لئے کسی فرد کو معین کیا تھا یا یہ کہ آپؐ نے یہ کام مہاجرین وانصار کی صوابدید پر چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہا تھا؟ اجتماعی مطالعہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے قیادت کے لئے ایک مرد کو معین کیا تھا آپؐ نے حکمِ خداوندی کو انتخابِ امت پر ترجیح دی تھی۔ کیونکہ آنحضرت کی رحلت کے وقت تین مضبوط اور انتہائی طاقتور دشمن اسلامی معاشرے کو چیلنج کر رہے تھے۔ مشرق کی طرف سے آتش پرست مجوسی (اسلامی ریاست کے لئے خطرہ تھے اور) مغرب کی طرف سے عیسائی (اسلام و مسلمین کے لئے شدید خطرہ تھے) اور اندرونی طور پر منافق تھے جن کے پاس اچھے خاصے وسائل موجود تھے۔ منافقین کے وجود پر قرآن کریم کی وہ آیات دلالت کرتی ہیں جو مختلف سورتوں میں ان کے متعلق نازل ہوئی تھیں۔

چنانچہ ان حالات میں اسلامی معاشرے کی مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ رسول اللہؐ ایک صاحبِ قدرت، صاحب اور زاہد و پارسا شخص کو امت کی قیادت کے لئے مقرر کریں تاکہ آپ کی وفات کے بعد مذکورہ چیلنجوں سے نمٹا جا سکے، تمام قوتیں اس کی زیر قیادت اسلام کی حفاظت کے لئے یکجا ہو سکیں اور خطرات کی اس تکون سے نبرد آزما ہو سکیں۔ اگر آنحضرت اس مسئلہ کو نظر انداز کر دیتے اور قیادت و رہبری کو امت کی صوابدید پر چھوڑ دیتے تو مذکورہ مشکلات کے ساتھ ایک اور مشکل کا بھی اضافہ ہو جاتا اور وہ مشکل مسلمانوں میں اختلاف کی صورت میں نمودار ہو سکتی تھی جس سے داخلی جنگ کے امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مذکورہ تاریخی حقائق پر توجہ دینے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انتخاب پر انتصاب کو اولیت حاصل تھی۔ بالفاظ دیگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ حکومت سازی کے متعلق دو ہی نظریات کارفرما ہیں ایک نظریہ نص وانتصاب کا ہے اور دوسرا نظریہ یہ انتخاب کا ہے اور وہ بھی مہاجرین وانصار

کے توسط سے۔

«اس مسئلہ کے لئے ہم پیغمبر اکرم کے موقف کا قریب سے جائزہ لیتے ہیں کیونکہ یہ مسئلہ تین مفروضوں سے باہر نہیں ہے»

۱۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے بعد حکومت سازی کے لئے کچھ نہیں کہا تھا۔

۲۔آنحضرتؐ نے طرز حکومت کے لئے اپنے موقف کا اظہار کیا تھا اور اسے شوریٰ کے سپرد کرکے چلے گئے تھے۔

۳۔اپنے تربیت یافتہ افراد میں سے کسی لائق فرد کا رہبری کے لئے انتخاب کیا تھا۔

چونکہ دین کامل ہے اور اسے روز قیامت تک جاری رہنا ہے لہذا پہلا مفروضہ اکمال دین اور استمرار دین کے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔کیونکہ اسلام انفرادی آئین نہیں ہے اور اس کی تعلیمات شخصی عبارت اور انفرادی دعاؤں تک محدود نہیں ہیں اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو انسان کو ہر طرح کی قانون سازی سے بے نیاز کرتا ہے اور روز قیامت تک انسانی ضروریات کی کفالت کرتا ہے۔ایسے جامع دین کا لانے والا مسائل حکومت سے خاموش اور لاتعلق نہیں رہ سکتا کہ اس بارے میں بولنے سے حیا کریں کیونکہ بقائے دین اس سے وابستہ ہے۔جب کہ دوسرا مفروضہ کچھ حد تک قابل قبول ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ مسائل حکومت سے لاتعلق نہ تھے۔لیکن اگر آپؐ نے حکومت بنانے کا کام شوریٰ کی بنیاد پر چھوڑ دیا ہوتا تو چاہیے تھا کہ آپؐ اپنے ارشادات میں اس طرف اشارہ فرماتے اور شوریٰ کے شرائط وضوابط کو باریکی سے

بیان فرماتے اور اپنی حیاتِ ظاہری کے دوران مسلمانوں کو تعلیم کے لئے اس سلسلے میں کوئی عملی اقدام کرتے کہ آپؐ کے بعد مسلمان کسی حیرت و سرگردانی میں مبتلا نہ ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے کلمات مبارکہ اور احادیث نبوی اور تاریخ پیغمبر میں شورائی نظام حکومت کے لئے کوئی بھی نصِ صریح کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ حد تو یہ ہے کہ خلیفہ اول کے بعد تعیینِ خلافت شورائی بنیاد پر نہ ہوئی بلکہ پچھلے خلیفہ کی نامزدگی پر ہی ایک شخص زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیتا تھا۔ اسلام میں حکومت کوئی معمولی کی بات نہیں ہے جو صرف **"وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ"** (سورۂ الشوریٰ/۳۸) کے ایک جملہ پر ختم ہو جائے۔ بلکہ اس میں بہت سے احکام و امور شامل ہیں جن کے جزئیات و شرائط کی وضاحت کے لئے پیغمبر اکرمؐ کی خصوصی توجہ کی ضرورت تھی۔ تیسرا مفروضہ سابقہ دو مفروضوں سے کہیں زیادہ قابلِ قبول ہے اور اتفاق یہ ہے کہ رسول مقبولؐ کی احادیث اور حیات رسولؐ کی تاریخ سے یہی نظریہ ثابت ہوتا ہے۔ اس اجتماعی تجزیہ کے بعد اب ہم حدیث و تاریخ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

«اعتراض کیا احادیث رسولؐ میں شیعوں کا تذکرہ ہے؟؟»

حضرت رسولؐ کی حیات طیبہ میں ہی علیؑ کے پیروکاروں کو لفظ شیعہ سے یاد کرنے کا آغاز ہوا تھا۔ اور بہت سی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ کے پیروکاروں کو لفظ شیعہ سے یاد کیا تھا چنانچہ محدثین و مفسرین لکھتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔

۵۔۷ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّةِ ط ہ (سورۃ البینہ/۷) ترجمہ: جولوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے وہ بہترین لوگ ہیں۔ تو رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی طرف رخ کرکے فرمایا:

"ھو انت و شیعتک یوم القیامة راضین مرضیین"

یعنی تو اور تیرے شیعوں سے قیامت کے روز خدا راضی ہوگا اور وہ خدا سے راضی ہونگے۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت نے فرمایا:

"انت و شیعتک وموعدی وموعدکم الحوض اذاجاءت الأمم للحساب تُدعون غُراً مُحجلین"

علی! تم اور تمہارے شیعہ اور میری اور تمہاری وعدہ گاہ قیامت کے دن حوض کوثر کے پاس ہے۔ جب امتیں حساب کے لئے پیش ہوں گی تو تم لوگوں کو اس حالت میں بلایا جائے گا کہ تمہارے چہروں اور پیشانیوں سے نور چمک رہا ہوگا۔

اس آیت سے مربوط روایات تفسیر کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں جن میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ رسول اکرم نے حضرت علیؑ کی پیروکاروں کو شیعہ کے نام سے یاد کیا تھا۔ بطور نمونہ حسب ذیل

کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔ (درمنشور جلد ۶ ص ۵۸۹، الصواعق المحرقہ ص ۱۶۱۔ نہایہ ابن اثیر مادہ "قمح" جلد ۴ ص ۱۱۰۔ مناقب ابن المغازلی ص ۲۹۳۔ اور دیگر کتب واضح ہے کہ سیوطی نے درمنشور میں ان احادیث کو تفسیر طبری اور تاریخ ابن عساکر سے نقل کیا ہے۔) اس سے معلوم ہوتا ہے پیروان علیؑ کو رسول اکرم ﷺ نے اپنی زبان پاک سے لفظ شیعہ لقب دیا تھا۔ ان روایات سے پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد حکومت سازی کی تعین کا بھی پتا چلتا ہے۔

آپ نے اعترض کیا،
کہ امامت ہمزاد رسالت ہے؟؟

اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے مقامِ امامت مقامِ نبوت سے علیحدہ ہے۔ بنی وحی کو حاصل کرتا ہے اور دین کی بنیاد رکھنے والا ہوتا ہے جب کہ امام نہ تو وحی لینے والا ہوتا ہے اور نہ ہی دین کی بنیاد رکھنے والا ہوتا ہے۔ بلکہ ایک بیانِ احکام اور ان کے نفاذ کے لئے جو رسول ﷺ پر ذمہ داریاں ہوتی ہیں ان کے بعد وہی ذمہ داریاں ائمؑ پر ہوتی ہیں۔ امام احکام اسلام اور عقائد اسلامی کے بیان کے لئے مرجع کی حیثیت رکھتا ہے اور امورِ مملکت کا مدیر ہوتا ہے۔ روایات کے بموجب جب پیغمبر اکرمؐ نے بنی ہاشم کے سامنے اپنی نبوت کا اعلان کیا تو اسی دن آپ نے حضرت علیؑ کی جانشینی اور رہبری کا بھی اعلان کیا تھا۔ نبوت اور امامت کے بیک وقت اعلان سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت اور امامت ہمزاد ہیں اور یہ دونوں عُہدے خدا کی طرف سے وحی الٰہی کے تحت ملا کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ کتاب تاریخ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

رسول اکرمﷺ نے تین برس تک خفیہ دعوت دی پھر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر "ة۔۲۱۴ وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ ہ" (سورۃ الشعرآء ۲۱۴) (آپؐ اپنے قرابت داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں) کی آیت مجیدہ نازل فرمائی۔ آپؐ نے چالیس افراد کو دعوت دی جو سب بنی ہاشم کے اہم افراد تھے۔ آپؐ نے سب کو کھانا کھلایا۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنی گفتگو کا یوں آغاز کیا" آج تک کوئی شخص اپنے خاندان کے لئے اس سے بہتر نہیں لایا جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔ میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں خدا کی توحید و یکانگت اور اپنی رسالت کی دعوت دوں۔ تم میں سے کون ہے جو اس راہ میں میری مدد کرے وہ میرا بھائی وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہوگا"۔ آپؐ نے یہ جملہ فرما کر کچھ دیر انتظار کیا تا کہ دیکھیں کہ آپؐ کی دعوت پر کون لبیک کہتا ہے۔ اس وقت پوری محفل پر سناٹا چھا گیا تمام حاضرین کے سر جھکے ہوئے تھے اور سب گہری فکر میں ڈوبے ہوئے تھے۔

اس مجمع میں اچانک حضرت علیؑ اٹھے۔ اس وقت آپ کی عمر پندرہ برس سے زیادہ نہ تھی انہوں نے خاموشی کو توڑا اور رسول اکرمﷺ کی طرف منہ کر کے کہا: "یارسول اللہﷺ میں اس کام میں آپ کی مدد کروں گا" پھر حضرت علیؑ نے اپنا ہاتھ آنحضرتؐ کی طرف دراز کیا تا کہ آپ سے فداکاری کا عہد کریں اس موقع پر آنحضرت نے علیؑ کو بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ پیغمبر اکرمﷺ نے اپنی گفتگو کو دُہرایا۔ پھر علیؑ اٹھے اور اپنی آمادگی کا اعلان کیا۔ اس بار بھی رسول اکرمﷺ نے آپ کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے تیسری بار اپنی پیش کش کا اعادہ کیا لیکن اس بار بھی حضرت علیؑ کے علاوہ کوئی کھڑا نہ ہوا۔ تب آنحضرتؐ نے علیؑ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مار کر بزرگان بن ہاشم کے اجتماع میں یہ تاریخی جملے ارشاد فرمائے: "ان ھذا اخی و وصیی وخلیفتی فیکم فاسمعوا لہ واطیعوا"

(ملاحظہ فرمائیں: تاریخ طبری جلد۲ ص ۳۱۹۔۳۲۱ مطبوعہ دارلمعارف مصر، تاریخ کامل ابن اثیر جلد۲ ص ۶۲۔۳۶۔ طبع دارصادر بیروت۔ سیرت حلبی جلد۱ ص ۳۱۱۔ مطبوعہ البھیتہ، مصر۔ تاریخ ابن عسکر جلداول ص ۶۵۔ حدیث ۱۳۹۔۱۴۰۔۱۴۱ طبع بیروت۔ تفسیر خازن، علاء الدین شافعی جلد۳ ص ۳۷۱ طبع مصر کے علاوہ اور بہت سی کتب۔

ترجمہ: بے شک یہ میرا بھائی اور میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہے اس کے فرمان کو سنو اور اطاعت کرو۔ تاریخ تشیع کی روشنی میں یہ حدیث امامت کے ہمزادِ نبوت ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ صرف ایک موقع نہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اپنے بعد مسلمانوں کی رہبری کے لئے اپنا جانشین مقرر کیا ہو۔ اس کے علاوہ بھی آنحضرتؐ نے کئی مواقع پر اس امر کی وضاحت کی تھی۔ جس کے متعلق ہم یہاں سرسری اشارہ کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔

«آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ کی نظر میں امام علیؑ اور انکے شیعان:»

حدیثِ منزلت مشہور احادیث میں سے ہے اس حدیث کو تمام محدثین و مورخین نے نقل کیا ہے۔ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے: جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے رومیوں سے جنگ کے لئے تبوک کا رُخ کیا تو حضرت علیؑ کو ہمراہ نہیں لے گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مدینہ میں منافقین کی فتنہ انگیزی کا مقابلہ کرنے کے لئے آپ کا وجود ضروری تھا۔ منافقین نے افواہ اڑائی اور یہ کہنا شروع کردیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ اور علی ابن ابی طالب کے تعلقات آپس میں کشیدہ ہوچکے ہیں اسی لئے وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر نہیں گئے۔ حضرت علیؑ نے خود کو لشکر اسلام تک پہنچایا اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ) کا اس افواہ

کے بارے میں بتلایا۔ جواب میں حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا:

کذبوا ولکنی خلفتک لما ترکت ورائی، فارجع واخلُف فی اهلی واهلک افلا ترضی یا علی ان تکُون منی بمنزلة هارُون من مُوسیٰ الا انهٗ الانبی بعدی۔ (صحیح بخاری/غزوہ تبوک، جلد۶ ص ۳ سال طباعت ۱۳۱۴ھ۔ صحیح مسلم باب فضائل علی جلد ۷ ص ۲۰۔ سنن ابن ماجہ، (باب فضائل اصحاب پیغمبر) جلد اول ص ۵۵۔ سیرت ابن ہشام جلد۲ ص ۵۱۹۔۵۲۰)۔ انہوں نے جھوٹ کہا ہے میں نے تمہیں اپنے گھر اور خانوادہ کی حفاظت کے لئے اپنا جانشین مقرر کیا ہے۔ لوٹ جاؤ اور میرے اور اپنے خانوادہ میں میرے جانشین بن جاؤ۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ تمہیں مجھ سے وہی نسبت حاصل ہو جو کہ ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت علیؑ حضرت ہارون کی طرح تمام صلاحیتوں اور اختیارات کے حامل تھے سوائے منصبِ نبوت کے۔ حضرت ہارونؑ کا منصب حضرت موسیٰؑ کی وزارت تھا اور اسی منصب کے لئے حضرت موسیٰ نے دعا مانگی تھی:

۲۹ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ۝ ۳۰ هٰرُوْنَ اَخِی ۝

اور میرے لئے میرے خاندان میں سے میرے بھائی ہارون کو وزیر بنا (سورہ طٰہٰ)

رسول خدا ﷺ کی طرف سے منصب نبوت کے استثناء سے یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ہارونؑ کی تمام مسئولیت کے حضرت علیؑ حامل تھے۔ یہ جانشینی صرف غزوہ تبوک تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ غزوہ تبوک اس کے مصادیق میں سے ایک مصداق ہے۔ اگر اس سے صرف غزوہ تبوک کے ایام میں جانشینی مقصود ہوتی تو اس کلی ضابطہ اور استثنائے نبوت کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

«حدیث غدیر کیا ہے؟؟»

رسول اکرم ﷺ کے بعد حضرت علیؑ کی امامت، قیادت و رہبری پر بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں۔ البتہ ہم اس بحث کے لئے صرف تین احادیث پر اکتفا کرتے ہیں۔ آغاز رسالت میں پہلی حدیث "یوم الدار"، حدیث منزلت دورانِ رسالت اور حدیث غدیر، رسول اللہؐ کی عمر شریف کے آخری حصے میں۔ (اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ) حضرت رسول اکرم ﷺ ۱۰ھ میں دس ہزار مسلمانوں کو لے کر فریضہ حج انجام دینے اور انہیں اس کے مناسک کی تعلیم دینے کے لئے روانہ ہوئے۔ آپؐ نے روزِ عرفہ اور منیٰ میں جامع خطبات ارشاد فرمائے۔ مناسک حج کی ادائیگی کے بعد آپؐ نے مکہ چھوڑا اور جب آپؐ پانی کے ایک چشمہ کے قریب پہنچے جسے "غدیر خم" کہا جاتا تھا، اس وقت امینِ وحی تشریف لائے اور آپ کو وہاں ٹھہرنے کا حکم ملا۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر یہ فرمان نازل فرمایا:

یایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من رب وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس (سورۃ المائدہ/۶۷)

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ آپؐ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے لوگوں تک پہنچا دیں۔ اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے خدا کی رسالت کی تبلیغ ہی نہیں کی اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔

چنانچہ اس حکم کے بعد پورے بیابان میں اذان کی آواز گونجی پھر آپؐ نے یہ خطبہ فرمایا:

"تمام تعریفیں خدا کے لئے ہیں، ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اور اسی سے مدد طلب کرتے ہیں اور اسی پر توکل کرتے ہیں اور ہم خدا سے اپنے نفوس کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ گمراہوں کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے۔ خدا جسے ہدایت کردے تو اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمدؐ اس کا بندہ اور اس کا رسول ﷺ ہے۔ لوگو! وہ وقت قریب ہے جب میں دعوت حق پر لبیک کہوں گا اور تمہارے درمیان سے چلا جاؤں گا۔ مجھ سے بھی پوچھا جائے گا اور تم سے بھی پوچھا جائے گا۔ لوگو! جس کا میں مولا اور رہبر ہوں اس کا علیؑ بھی مولا اور رہبر ہے۔ (من کنت مولا فعلی مولاہ) رسول خدا ﷺ نے اس آخری جملے کو تین بار دہرایا اور پھر آپ نے فرمایا: خدایا! جو علیؑ سے دوستی رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔ جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو علیؑ کو تنہا چھوڑ دے تو بھی اسے تنہا چھوڑ۔ جو یہاں موجود ہے وہ میرا یہ پیغام ان تک پہنچادے جو یہاں موجود نہیں ہیں۔ ابھی یہ عظیم الشان اجتماع ختم نہیں ہوا تھا کہ وحی کا فرشتہ نازل ہوا اور اس نے خدا کی طرف سے یہ آیت پہنچائی:

14۔ يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ٥ (المائدہ/۳) آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کردیا ہے اور میں نے تم پر اپنی نعمت تمام کردی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کیا ہے۔ (جب یہ آیات نازل ہوئی تو رسول اکرم ﷺ نے زور سے تکبیر کہی اور فرمایا: میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے اپنے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمت کو مکمل کیا اور میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت سے راضی ہوا۔ اس کے بعد پیغمبر اکرمؐ اپنی جگہ سے نکلے اور آپؐ کے صحابہ نے گروہ در گروہ حضرت علیؑ کو مبارک باد دی اور کہا کہ آپ

ہمارے اور ہر مومن و مومنہ کے مولا بن گئے ۔) حدیث غدیر کا تعلق متواتر احادیث سے ہے۔اس کوتواتر کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ایک سوبیس صحابہ نے اس کی روایت کی ہے اور تابعین میں سے نواسی (۸۹) افراد نے اس حدیث کونقل کیا ہے۔ **مجموعی طور پر چودہ صدیوں میں تین سو ساٹھ علمائے اہل سنت نے اس کی روایت کی ہے** اور اگر ہم اس کے ساتھ شیعہ علماء کو شامل کر دیں تو حدیث تواتر کے اعلیٰ ترین درجہ پر دکھائی دے گی ۔(سنن ترمذی جلد۵ ص ۲۹۷۔ سنن ابن ماجہ جلد اول ص ۴۵ حدیث ۱۲۱ مستدرک حاکم نیشاپوری جلد۳ ص ۱۱۰۔ مسند احمد بن حنبل جلد اول ص ۸۸ حدیث ۹۶۱، مسند احمد بن حنبل جلد۲ ص ۶۷۲۔ خصائص نسائی ص ۹۴۔۹۵۔۵۰)۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱۲ ص ۷۸، حدیث ۱۲۱۹۷۔ مشکوۃ المصابیح جلد۳ ص ۲۴۶، الریاض النضرہ محب الدین طبری جلد۲ ص ۱۶۹ طبع خانجی۔ ہم حدیث غدیر کے لئے فی الحال مندرجہ بالا حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔اس حدیث کی مزید تحقیق کے لیئے جویا حسب ذیل دو کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں ۔

۱۔عبقات الانوار تالیف میر حامد حسین ہندی المتوفی ۱۳۰۶ھ

۲۔الغدیر۔تالیف محقق عالی قدر عبدالحسین امینی (۱۳۲۰۔۱۳۹۰ھ))

«مذکورہ سفارشات کے نتیجہ میں شیعت کی تشکیل»

ہم مذکورہ بالا تین احادیث پر ہی قناعت کر رہے ہیں۔ آنحضرت کی انہی احادیث کے نتیجہ میں حیات پیغمبرؐ میں ایک گروہ حضرت علیؑ کے گرد جمع ہو گیا تھا اور وہ لوگ حضرت علیؑ کی پیروی میں مشہور تھے۔ چنانچہ مشہور محقق جناب محمد کرد علی نے اپنی کتاب "خطط الشام" میں لکھا ہے:

"رسول اسلام کی حیات طیبہ میں بزرگ اصحاب کا ایک گروہ حضرت علیؑ کی دوستی اور محبت میں مشہور ہو گیا تھا۔ جیسا کہ حضرت سلمان فارسیؓ یہ کہا کرتے تھے کہ ہم نے رسول خداﷺ کی بیعت دو چیزوں پر کی تھی۔ پہلی چیز تمام مسلمانوں کی خیر خواہی تھی اور دوسری چیز حضرت علیؑ کی پیروی اور ان کی ولایت تھی۔

ابوسعید خدری کہا کرتے تھے کہ لوگوں کو پانچ چیزوں کی دعوت دی گئی تھی لیکن لوگوں نے چار چیزوں پر عمل کیا اور پانچویں کو چھوڑ دیا۔ پوچھا گیا کہ وہ چار چیزیں کون سی ہیں جنھیں لوگوں نے قبول کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ نماز، زکواۃ، ماہ رمضان کے روزے اور بیت اللہ الحرام کی زیارت۔ پھر ان سے پوچھا گیا کہ لوگوں نے کس بات کو چھوڑ دیا ہے؟ انہوں نے کہا وہ چیز علی بن ابی طالبؑ کی ولایت ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا علیؑ کی ولایت بھی مذکورہ چار چیزوں کی طرح سے فرض ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ ولایت علیؑ نماز، روزہ، حج وزکواۃ کی طرح سے واجب ہے۔ ایسے ہی افراد میں حضرت ابوذر غفاریؓ، عمار یاسرؓ، حذیفہؓ بن یمان، خزیمہؓ بن ثابت ذوالشہادتین، ابوایوبؓ انصاری، خالد بنؓ سعید اور قیسؓ بن سعد بن عبادہ شامل ہیں۔ (محمد علی کردی کی کتاب خطط الشام جلد ۵ ص ۲۵۱)

«کیا رسول اللہ کے زمانے میں شیعہ تھے؟؟»

پیغمبر اسلامﷺ کی کچھ احادیث جن کا نمونہ ہم نے ابھی پیش کیا ہے، ان کے علاوہ دیگر

بیسیوں احادیث جو کہ کتب تفسیر وحدیث میں مرقوم ہیں نے سرزمین اسلام میں شیعت کی تخم ریزی کی۔ پھر یہ بیج آہستہ آہستہ پھلا پھولا اور رسول خداﷺ کی تعلیمات کی وجہ سے صحابہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی جو دل وجان سے حضرت علیؑ کی شیدائی تھیں اور وہ شیعیانِ علیؑ کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس جماعت کے افراد نے رسول خداﷺ کی رحلت کے بعد اپنے عہد و پیمان کی حفاظت کی چنانچہ یہی افراد تاریخ اسلام میں ابتدائی شیعہ کے نام سے مشہور ہوئے۔

اس کے بعد ہر زمانہ میں جیسے جیسے لوگوں کو مسئلہ امامت اور خلافتِ علیؑ کی حقانیت کا علم ہوتا گیا اتنا ہی عقیدہ تشیع کے ماننے والوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ تشیع کا آغاز سرزمین حجاز سے ہوا اور حجاز کی سرزمین ہی تشیع کی جنم بھومی ہے پھر جب امیر المومنینؑ نے دارالخلافہ کو عراق منتقل کیا تو تشیع میں ترقی ہوئی اور دنیا کے مختلف مقامات پر تشیع کا عقیدہ پھیلا۔ یہاں ہم امیر المومنینؑ کے مشہور ترین شیعوں کے نام لکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ ان سب کا تعلق اصحاب پیغمبرؐ سے ہے۔ ان ناموں کو ہم دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں پہلے حصہ میں بنی ہاشم کے افراد کے نام لکھتے ہیں اور دوسرے حصہ میں بنی ہاشم کے علاوہ دوسرے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے افراد کا نام لکھیں گے۔ یہ وہ لوگ تھے جو حضرت علیؑ سے پیوستہ تھے اور اغیار سے کٹے ہوئے تھے۔

بنی ہاشم میں سے حسب ذیل افراد کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن عباس ۲۔ فضل بن عباس
۳۔ عبیداللہ بن عباس ۴۔ قثم بن عباس
۵۔ عبدالرحمٰن بن عباس ۶۔ تمام بن عباس
۷۔ عقیل بن ابی طالب ۸۔ ابوسفیان بن حرث بن عبدالمطلب

۹۔نوفل بن ابی طالب
۱۰۔عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب
۱۱۔عون بن جعفر طیار
۱۲۔محمد بن جعفر طیار
۱۳۔ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب
۱۴۔طفیل بن حرث
۱۵۔مغیرہ بن نوفل بن حارث
۱۶۔عبداللہ بن حرث بن نوفل
۱۷۔عبداللہ بن ابی سفیان بن حرث
۱۸۔عباس بن ربیعہ بن حارث
۱۹۔عباس بن عتبہ بن ابی لہب
۲۰۔عبدالمطلب بن ربعیہ بن حارث
۲۱۔جعفر بن ابی سفیان بن حرج

بنی ہاشم کے علاوہ بطور نمونہ حسب ذیل نام لیے جاسکتے ہیں۔

۲۲۔سلمان محمدی
۲۳۔مقداد بن اسود کندی
۲۴۔ابوذر غفاری
۲۵۔عمار بن یاسر
۲۶۔حذیفہ بن یمان
۲۷۔خزیمہ بن ثابت
۲۸۔ابوایوب انصاری (مدینہ میں میزبان رسول ﷺ)
۲۹۔ابوہیثم مالک بن تیہان
۳۰۔ابی بن کعب
۳۱۔سعد بن عبادہ
۳۲۔قیس بن سعد بن عبادہ
۳۳۔عدی بن خاتم
۳۴۔عبادہ بن صامت
۳۵۔بلال بن رباح حبشی۔
۳۶۔رسول خدا کا آزاد کردہ غلام ابورافع
۳۷۔ہاشم بن عتبہ
۳۸۔عثمان بن حنیف
۳۹۔سہل بن حنیف
۴۰۔حکیم بن جبلہ عبدی
۴۱۔خالد بن سعید بن عاص

۴۲۔ابن حصیب اُسلمی
۴۳۔ہندبن ابی ہالہ تمیمی
۴۴۔جعدہ بن ہبیرہ
۴۵۔حجربن عدی کندی
۴۶۔عمروبن حمق خزاعی
۴۷۔جابربن عبداللہ انصاری
۴۸۔محمد بن ابی بکر
۴۹۔ابان بن سعید بن عاص
۵۰۔زید بن صوحان عبدی

مذکورہ بزرگوں کے حالات سے آگاہی کے لئے اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔خوش قسمتی سے کچھ محققین نے اس موضوع کو اہمیت دی ہے اور اس عنوان پر کتابیں تالیف کی ہیں۔اس عنوان پر مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ انتہائی مفید ہے:

۱۔ سید علی خان مدنی نے اس عنوان پر مکمل کتاب لکھی ہے جس کا نام انہوں نے **"الدرجات الرفیعه فی طبقات الشیعة الامامیه"** رکھا ہے۔اس کتاب میں انہوں نے شیعوں کے طبقہ اولیٰ میں شیعہ صحابہ کا تعارف کرایا ہے۔اس کا پہلا باب شیعان بنی ہاشم اور دوسرا باب غیر بنی ہاشم شیعوں کے حالات زندگی پر مشتمل ہے۔اس کے بعد مولف نے طبقہ دوم میں تابعین کا تعارف کرایا ہے جو حضرت علیؑ کی پیروری میں معروف تھے۔بعد ازاں ہر صدی کے نامور شیعوں کے حالات زندگی کو بیان کیا ہے۔خوش قسمتی سے یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے اور اس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۔علامہ اشرف الدین عاملی (۱۲۹۰۔۱۳۷۷ھ) نے شیعہ صحابہ کے ناموں کی فہرست پیش کی ہے،انہوں نے ان کے حالات زندگی نہیں لکھے لیکن انہوں نے اس تمنا کا اظہار کیا ہے کہ ان کے

بعد آنے والے اہل قلم ان شیعہ صحابہ کے حالات زندگی لکھیں۔ (الفصول المہمہ فی تالیف الامہ ص ۷۹۔۱۹۰)

۳۔شیخ محمد حسین کاشف الغطاء (۱۲۹۴۔۱۳۷۳ھ) نے "فجر الاسلام" کتاب کی رد میں "اصل الشیعۃ واصولھا" نامی کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے شیعہ صحابہ کے نام لکھے اوران کی تشیع کے کچھ نمونے بھی پیش کیے۔انہوں نے مذکورہ بزرگوں کے اثبات تشیع کے لئے ابن عبدربہ کی کتاب "الاستیعاب" اورابن حجر کی کتاب "الاصابہ" سے استفادہ کیاہے۔(اصل الشیعۃ واصولھاص ۵۳۔۵۴)

۴۔مشہور خطیب ڈاکٹر شیخ احمد وائلی نے اپنی گرانقدر کتاب "ہویۃ التشیع" میں ایک سوتیس صحابی شیعوں کے ناموں کی فہرست پیش کی ہے جو کہ حضرت علیؑ کی وصایت و خلافت کے قائل تھے۔موصوف کے بحث کا یہ نتیجہ کلام ہے کہ سرزمین اسلام میں تشیع کی تخم ریزی سب سے پہلے حضرت رسول خداؐ نے کی تھی اورآپ کی تعلیمات بہت سے اصحاب کے تشیع کا ذریعہ ثابت ہوئی تھی۔

«تشیع کی پیدائش کے متعلق بلاثبوت اور غلط نظریات»

ایک گروہ جسے نہ تو تاریخ شیعہ کا علم ہے اور نہ ہی اس کی پیدائش کے متعلق کچھ پتہ ہے، نے کوشش کی ہے کہ تشیع کی پیدائش کے متعلق کچھ خودساختہ نظریات پیش کیے جائیں اوران میں سے کچھ کی طرف ہم اشارہ کرتے ہیں:

«کیا تشیع سقیفہ کی کاروائی کا ردعمل ہے؟؟»

ایک گروہ کا خیال ہے کہ سقیفہ میں ایک گروہ نے حضرت ابوبکر کی خلافت کے حق میں رائے دی تھی جب کہ صحابہ رسولؐ کے ایک گروہ نے انہیں خلیفہ ماننے سے انکار کردیا تھا اور انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم حضرت علیؑ کے علاوہ کسی دوسرے کی بیعت نہیں کریں گے۔ (طبری جلد ۲ ص ۴۴۳۔۴۴۴) چنانچہ اسی دن تشیع، تسنن کے مقابلے پر نمودار ہوئی تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ سقیفہ کی کاروائی عالم اسلام کا انتہائی دردناک واقعہ ہے اور یہاں اس بحث کا پورا حق ادا نہیں کیا جاسکتا۔ اس واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ابھی پیغمبر اکرمؐ کا جسد اطہر دفن نہیں ہوا تھا اور بنی ہاشم اور کچھ دیگر افراد آنحضرتؐ کے غسل وکفن میں مصروف تھے کہ انصار کے دو قبائل اوس وخزرج خلافت کے حصول کے لئے جمع ہوگئے اور جب حضرت ابوبکر وعمر کو ان کی کارروائی کی اطلاع ملی تو انہوں نے رسول خداؐ کے جسد اطہر کو چھوڑ دیا اور اپنے ساتھ اور تین افراد کو لے کر سقیفہ چلے گئے اور وہاں جا کر انہوں نے خلافت اور امت کی رہبری کے متعلق باتیں کیں۔ قبیلہ اوس نہیں چاہتا تھا کہ قبیلہ خزرج کا کوئی شخص خلیفہ بن جائے (اسی رقابت کے پیش نظر) انہوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی۔ جب کہ قبیلہ خزرج کے افراد نے اس کے ردعمل میں یہ نعرہ بلند کیا کہ ہم علیؑ کے علاوہ اور کسی کی بیعت نہیں کریں گے۔

آخر کار پہلا گروہ کامیاب ہوکر سقیفہ سے باہر آیا انہوں نے راستے میں اور مسجد نبوی میں لوگوں کو بیعت کی دعوت دی۔ اسی دوران ایک گروہ حضرت علیؑ کے گھر میں یا کسی اور جگہ اکٹھا ہوا۔ وہ سب حضرت علیؑ کی امامت ورہبری کے خواہش مند تھے۔ چنانچہ اس دن تشیع نے جنم لیا تھا۔

جواب: یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ سقیفائی سیاست سے ناراض افراد نے عصبیت میں آ کر حضرت علیؑ کی خلافت کا نعرہ بلند کیا تھا بلکہ یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ کی احادیث کی وجہ سے خلافتِ علیؑ پر اصرار کر رہے تھے اور ان کی خواہش تھی کہ رسولؐ مقبول کی وصیت پر عمل ہونا چاہیے۔ مسعودی مروج الذہب میں وفات رسولؐ کے بعد کے واقعات کے ضمن میں لکھتے ہیں۔ امام علیؑ اور ان کے پیروکاروں کا ایک گروہ ان کے گھر میں بیٹھ گیا۔ وہ لوگ حضرت ابوبکر کی بیعت کے لئے نہیں گئے کیونکہ وہ حضرت علیؑ کی پیشوائی کے طلبگار تھے۔ (کتاب الوصیۃ ص ۱۲۱) صحابہ کے ایک گروہ نے جب یہ سنا کہ کچھ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی ہے تو انہوں نے ان پر اعتراض کیا۔ مثلاً سلمانؓ فارسی اٹھے اور انہوں نے کہا کہ تم لوگ بوڑھوں کے پیچھے چلے ہو اور تم نے سرچشمہ علم سے منہ موڑ لیا ہے۔ اگر تم لوگ رسول خداؐ کے خاندان میں خلافت کو رہنے دیتے تو دو افراد بھی اس کے متعلق اختلاف نہ کرتے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۶ ص ۴۳۔)

ابوذرؓ وارد مدینہ ہوئے اور انہیں سقیفہ کا علم ہوا تو انہوں نے صحابہ کی طرف رُخ کیا اور ان پر تنقید کی اور کہا کہ تم لوگ پست چیز پر قانع ہو گئے اور تم نے رسول خداؐ کے رشتہ کو نظر انداز کر دیا۔ اگر تم اہل بیت کی پیروی کرتے تو دو شخص بھی تم سے اختلاف نہ کرتے۔ (الامۃ والسیاسۃ۔ ابن قتیبہ دینوری جلد اول ۷۱ ص ۱۲) سقیفہ کی بیعت پر صحابہ کی تنقید کے یہ چند نمونے تھے۔ یہ عظیم القدر صحابہ حضرت علیؑ کی پیشوائی کے خواہش مند تھے اور یہ طرز تفکر سقیفہ کی کاروائی کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوا تھا اس کی بجائے یہ طرز فکر رسول اللہؐ کی سفارش

اورآنجناب کے علیؑ کے پیشوا ہونے کے بارے میں اعلان کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔

«اعتراض تشیع کا بانی عبداللہ بن سبا ہے؟؟»

کچھ متعصب فراد جو کہ تشیع کو داغدار بنانا چاہتے ہیں اور وہ یہود سے درآمد شدہ نظریہ ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں اور وہ اسے ایک یہودی کی کارستانی بتاتے ہیں۔ یہ متعصب افراد اس مفروضہ کو ترویج دے رہے ہیں کہ یمن میں ایک یہودی رہتا تھا جس کا نام عبداللہ بن سبا تھا اور وہ "ابن الامتہ السودا" (سیا فام لونڈی کا بیٹا) کے نام سے مشہور تھا۔ خلیفہ ثالث کے زمانہ میں اس نے اسلام کا ظاہری لبادہ اوڑھا تھا اور اس نے شام، بصرہ، کوفہ اور مصر جیسے اسلامی مراکز میں گشت کی اور وہ لوگوں کو حضرت علیؑ کی امامت کی دعوت دیتا تھا اور وہ یہ پرچار کرتا تھا کہ حضرت علیؑ رسول خداؐ کے وصی ہیں اور وہ خاتم الاوصیاء میں جیسا کہ رسول خدا خاتم الانبیاء ہیں جب کہ عثمان نے مقامِ خلافت غصب کیا ہوا ہے اور اس نے یہ منصب حضرت علیؑ سے چھینا ہوا ہے۔ اس نے ہر جگہ اس نظریہ کی تبلیغ کی اور وہ حضرت ابوذر غفاری، عمار یاسر، محمد بن حذیفہ، محمد بن ابی بکر، صعصمہ بن صوحان عبدی اور مالک اشتر جیسے صحابہ وتابعین کو اپنا ہمنوا بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے بہت بڑے گروہ کو دھوکا دیا اور اپنے گھر میں بیٹھ کر خلیفہ ثالث کے قتل کے محرکات فراہم کیے۔ آخر کار حضرت عثمان کو قتل کرا کے حضرت علیؑ کو خلیفہ بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ (تاریخ طبری: ج ۳ ص ۳۷۸۔

یہ غلط اور بے سند مفروضہ طبری کا پیش کردہ ہے۔ اس کے بعد کچھ مورخین نے طبری کی پیروی کرتے ہوئے اپنی کتابوں میں لکھا۔ لیکن ان لوگوں نے نہ تو اس مفروضہ کی سند پر توجہ کی اور نہ ہی اس کی خود ساختہ مضمون پر دھیان دیا۔

«ابن سباء کے مفروضہ کے متعلق محققین کا نظریہ کیا ہے؟؟»

کیوں طبری کا یہ بیان کئی حیثیتوں سے ناقابل قبول ہے؟؟

ا۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک گمنام یہودی مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی مراکز کے تن تنہا دورے کرے اور صحابہ و تابعین کو اپنا ہمنوا اور ہم خیال بنا لے؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک نومسلم یہودی اتنا طاقت ور بن جائے کہ وہ ہزاروں افراد کو اسلام کے مرکز مدینہ میں بھیج کر صحابہ کی آنکھوں کے سامنے خلیفہ وقت کو قتل کرا دے؟ اور حضرت علیؑ کو وصی رسول کے عنوان سے متعارف کرائے یہ توجیہ تاریخی حقائق سے میل نہیں کھاتی بلکہ چاہئے کہ خلیفہ کے قتل کی وجہ سے مدینہ کے اندر ہی ان کے افعال کا جائزہ لے کر تحقیق کی جائے۔ اگر عوام بیعت خلیفہ کے لیئے آئے تو وہ خلیفہ ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص ذور وزبردستی لوگوں سے بیعت لے تو یہ تو کوئی بھی ثروت مند کر سکتا ہے۔ ذرا دیکھو کس طرح عوام علیؑ کے دروازے پر آئے تھے۔

۲۔ اوراق تاریخ اس بات کے شاہد ہیں کہ حضرت عثمان و معاویہ کسی کو بھی تنقید کرنے کی اجازت

نہیں دیتے تھے اور جس کسی نے بھی ان پر ہلکی سی تنقید کی تو اسے سخت ترین سزاؤں کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت ابوذر غفاریؓ جیسے عظیم صحابی نے دولت جمع کرنے پر تنقید کی تو ان پر خلیفہ کا عتاب نازل ہوا اور انہیں مدینہ سے جلاوطن کر کے "ربذہ" میں بھیج دیا جہاں انہوں نے نہایت ہی بے کسی کی حالت میں وفات پائی تھی۔ حضرت عمار یاسرؓ بھی عثمانی روش پر تنقید کرتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ ان پر ناراض ہو گیا اور اس کے حکم سے اس کے غلاموں نے عمار یاسر کو اتنے تازیانے مارے کہ ان کی پسلی ٹوٹ گئی تھی۔ اس طرح دیگر مخالفین جیسے حضرت عبداللہ مسعود دوران خلافت عثمان تشدد اور توہین کا نشانہ بنائے گئے۔

ایسی سخت گیر پالیسی کی موجودگی میں کیا یہ ممکن ہے کہ خلافتِ اسلامی اتنی طاقت رکھنے کے باوجود (کہ جس میں جلیل القدر صحابیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جاتا تھا) ایک یہودی فرد کو آزاد چھوڑ دیا جائے کہ وہ اسلامی مملکت کے مختلف شہروں میں افراتفری پیدا کر دے اور شام و مصر و کوفہ پر تسلط جما لے اور ایک فوج کے ساتھ مدینہ پہنچے اور خلیفہ کو اقتدار سے ہٹا دے اور ایک دوسرے خلیفہ کو مقرر کر دے؟

۳۔ طبری کے خودساختہ نظریہ کو تسلیم کرنے والے حضرات سے گذارش ہے کہ اگر بفرض محال یہ بات حقیقت ہے تو پھر انہیں عدالت صحابہ کے نظریہ سے دستبرداری اختیار کر لینی چاہیے کیونکہ ایک طرف وہ تقدس صحابہ کے گن گاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ تمام صحابہ عادل تھے اور کسی صحابی کے متعلق بھی جرح و تعدیل درست نہیں ہے اگر واقعی صحابہ عادل تھے تو پھر عمار یاسر، ابوذر غفاری، محمد بن حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود جیسے بزرگ صحابہ اور اکابر تابعین ایک یہودی کے چنگل میں کیسے پھنسے؟

۴۔ مذکورہ تاریخی اور عقلی تجزیہ کے بعد ہم طبری کی بیان کردہ روایت کا سرسری سا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ طبری نے آنکھ بند کر کے جن لوگوں سے اس خودساختہ داستان کو نقل کیا ہے ان

روایوں کی حیثیت خود علمائے اہل سنت کی نظر میں کیا ہے؟ طبری نے اس داستان کو جن لوگوں کی سند سے نقل کیا ہے ان پر کسی بھی صورت اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ لیجیئے طبری کی سند ملاحظہ فرمائیں: سری نے شعیب سے، اس نے سیف سے، اس نے عطیہ سے اور اس نے یزید فقعسی سے روایت کی ہے کہ۔ (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۳۷۸)

«آئیے علم الرجال کی روشنی میں اس داستان کے روایوں کی وثاقت کا جائزہ لیں»

ا۔ سری نام کے دو راوی اہل سنت میں معروف ہیں۔

الف: سری بن عبداللہ ہمدانی: علم الرجال کے مشہور ماہر یحییٰ بن سعید کہتے ہیں کہ یہ شخص کذاب اور ضعیف تھا۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۱۷)

ب۔ سری بن عاصم بن سہل ہمدانی۔ یہ شخص بغداد میں رہتا تھا اس کی وفات ۲۵۸ ھ میں ہوئی۔ تاریخ طبری کے مؤلف نے اس کی زندگی کا کچھ حصہ پایا تھا۔ اس کے متعلق علمائے رجال کا یہ کہنا کافی ہے کہ وہ کذاب اور حدیث کا چور تھا۔ (میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۱۱۷۔ لسان المیزان جلد ۳ ص ۱۴۵)

۲۔ شعیب بن ابراہیم کوئی۔ یہ شخص مجہول الحال تھا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ شخص سیف بن عمر کی کتابوں کا راوی ہے لیکن ہم اسے نہیں پہچانتے۔

۳۔سیف بن عمر۔اس روایت کے ضعف کا مرکزی سبب یہی شخص ہے اس کے متعلق ابن حبان کہتے ہیں کہ سیف بن عمر خود ساختہ احادیث وتاریخ کو مشہور شخصیات کی طرف منسوب کرتا تھا اور احادیث اختراع کرتا تھا۔یہ شخص زندیقی (بے دینی سے متہم تھا۔ابن عدی کہتے ہیں کہ اس کی بیان کردہ تمام روایات مجہول اور نا قابل قبول ہیں (میزان الاعتدال جلد۲ص ۲۷۵۔لسان المیزان جلد۳ ۷ص ۱۴۵۔میزان الاعتدال جلد اول ص ۴۳۸۔

ہم طبری کی بیان کردہ داستان پر صرف اتنی ہی تنقید پر اکتفا کرتے ہیں کہ اگر چہ اس کی سند پر اس سے کہیں زیادہ اعتراضات وارد کیے جاسکتے ہیں۔انہی حقائق کے مدنظر ڈاکٹر طہٰ حسین جیسے مشہور محققین نے ابن سبا کی شخصیت سے انکار کیا ہے اور اسے تاریخی افسانہ قرار دیا ہے۔ڈاکٹر طہٰ حسین کے علاوہ اور بھی بہت سے محققین نے اس کو افسانہ تاریخی سے تعبیر کیا ہے یہاں سب کے بیانات نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔(مزید تفصیل کے لیے ڈاکٹر طہٰ حسین کی کتاب الفتنۃ الکبریٰ ص ۱۳۴ اور اصل الشیعہ ص ۷۳ اور الغدیر جلد ۹ ص ۲۲۰۔۲۲۱ کا مطالعہ فرمائیں۔ ڈاکٹر حسین کی کتاب کا اردو میں بھی ترجمہ ہو چکا ہے جس کو دو جلدوں میں تقسیم کیا گیا ہے پہلی جلد کا نام "حضرت عثمان تاریخ وسیاست کی روشنی میں" اور دوسری جلد نام "حضرت علیؑ تاریخ وسیاست کی روشنی میں" ہے اردو ترجمہ نفیس اکیڈمی کراچی نے شائع کرایا ہے۔) محقق معاصر علامہ مرتضیٰ عسکری رضوان اللہ تعالیٰ نے کتاب عبداللہ بن سبا لکھ کر اس تاریخی افسانے کے چہرے سے پردہ ہٹایا ہے انہوں نے دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے کہ عبداللہ بن سباء کا کوئی حقیقی وجود نہیں تھا۔یہ

سیف بن عمر جیسے کذاب لوگوں کی تراشی ہوئی داستان ہے۔(علامہ مرتضیٰ عسکری کی کتاب عبداللہ بن سبا کا اردو زبان میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے، ہم قارئین سے پرزور درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کا مطالعہ ضرور کریں)

ضحیٰ صالح اپنی کتاب "نظریۃ الامامۃ" میں لکھتے ہیں:

یہ بات بعید نہیں ہے کہ ایک یہودی فتنہ انگیزی کرے۔لیکن یہ بات ہرگز قابل قبول نہیں ہے کہ ایک یہودی مسلمانوں کے عقائد پر اتنا اثر ڈال دے کہ انہیں سنی اور شیعہ دوگروہوں میں تقسیم کردے۔(نظریۃ الامامۃ ص ۳۷۔)شیعی کتاب رجال میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن سباء نے غلو کا اظہار کیا تھا اور امیر المومنینؑ نے اسے غلو کی وجہ سے سزا دی تھی۔(رجال کشی ص ۹۸۔شمارہ ۴۸۔)واضح رہے کہ ایسے شخص کے وجود کا اعتراف اور چیز ہے اور پورے جہانِ اسلام کو متزلزل کرنے والے عبداللہ بن سبا کے وجود کا اعتراف ایک الگ چیز ہے۔

﴿تو کیا تشیع جنگ جمل کی پیداوار ہے؟؟؟﴾

جرمن مستشرق "ولهاوزن" نے "الشیعہ والخوارج" نامی کتاب میں کہا ہے کہ شیعہ جنگ جمل کے ساختہ پرداختہ ہیں۔موصوف نے لکھا ہے کہ قتل عثمان کی وجہ سے مسلمان دوحصوں میں تقسیم ہوگئے ایک حزبِ علیؑ اور دوسرا حزبِ معاویہ تھا۔شیعہ علیؑ،شیعہ معاویہ کے مقابلہ پر آئے اور جب معاویہ نے حکومت پر تسلط حاصل کیا تو اس کے بعد لفظ شیعہ علیؑ کے پیروکاروں کے لئے مخصوص ہوگیا۔(الخوارج و الشعیہ ص ۱۴۶۔)

جواب: (موصوف کو غلط فہمی ہوئی ہے)۔ جنگ جمل سے تشیع کا آغاز نہیں ہوا تھا بلکہ جنگ جمل میں شیعوں کی عسکری اور سیاسی قوت کا ظہور ہوا تھا۔

امیر المومنینؑ خلفائے ثلاثہ کے عہد حکومت میں بر بنائے مصلحت خاموش رہے تھے لیکن اس دوران آپؑ نے ہمیشہ خلفاء کی رہنمائی اور مدد کی تھی۔ حالانکہ آپ اپنے مقام و منزلت سے آگاہ تھے اور خلافت کے لئے اپنی نامزدگی پر یقین رکھتے تھے لیکن اس وقت کے حالات کسی مخالفت کی اجازت نہیں دیتے تھے اور آپ نے اسلام کی بہتری خاموشی ہی میں دیکھی اسی وجہ سے آپؑ اور آپ کے شیعوں کی قوت میدان عمل میں نہ آئی تھی۔ لیکن قتل عثمان کے بعد مدینہ میں موجود صحابہ نے حضرت علیؑ کو خلیفہ منتخب کیا گیا اور لوگوں کی پشت پناہی کی وجہ سے آپ پر حجت تمام ہوگئی۔ طلحہ و زبیر جیسے لوگ معاویہ کے فریب میں پھنس گئے اور بنی امیہ کی مالی امداد کو دیکھ کر انہوں نے عہد شکنی کا ارتکاب کیا۔ یہ دونوں "سادہ لوح" افراد خلافت کی امید میں بصرہ چلے گئے اور انہوں نے حضرتؑ کے گورنر کو مار پیٹ کر بصرہ سے نکال دیا اور وہاں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ حضرت علیؑ نے دیکھا کہ اگر وہ خاموش رہتے ہیں تو اسلامی مملکت میں ہرج و مرج پیدا ہو جائے گا۔ لہذا باغیوں کو دھکیلنے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار باقی نہیں ہے۔ ان حالت میں رسول اللہؐ کے صحابہ بھی حضرت علیؑ کے ہمنوا تھے۔ اس وقت تشیع کو خلافت بلا فصل کے معنی ظاہر کرنے کا موقع نہیں تھا بلکہ مقصود اسلامی نظام کی حفاظت کرنا تھا نہ کہ اس وقت تشیع اور شیعہ کے نام سے مکتب فکر پیدا کرنا مقصود تھا۔ خوش قسمتی سے (جنگِ جمل کا) یہ فتنہ ایک ماہ سے بھی کم تر وقت میں ختم ہو گیا تھا۔

﴿تو کیا تشیع اہل ایران کے ذہن رسا کی پیداوار ہے؟؟﴾

تمام مفروضوں میں سے سب سے زیادہ کمزور مفروضہ جس کا کبھی کبھی اظہار بھی کیا جاتا ہے وہ

یہ ہے: اہل ایران قوم پرست تھے اور وہ اسلام کی توسیع اور عربوں کی حکومت کو ناپسند کرتے تھے: اسی لئے انہوں نے عقیدہ تشیع کا اجرا کیا اور حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کی پیروی کے نام پر ایک مذہب قائم کیا تا کہ عربوں کے تسلط سے نجات مل سکے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس مفروضہ کو تراشنے والا شخص ایران میں تاریخ تشیع سے قطعاً نابلد تھا۔ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ میں تشیع کی تخم ریزی ہوئی تھی۔ تشیع کا بیج مدینہ میں ہی کاشت کیا گیا تھا اور مدینہ میں ہی اس کی نشو نما ہوئی تھی پھر امیر المومنینؑ کے دورِ حکومت میں تشیع کو عراق میں فروغ حاصل ہوا اور جب تشیع کا نظریہ عراق میں پھل پھول رہا تھا تو اس وقت ایران میں کہیں شیعیت کا نام ونشاں تک نہیں تھا۔ پھر جب مسلمانوں نے ایران کو فتح کیا تو کئی صدیوں تک ایران پر بنی امیہ اور بنی عباس کی حکومت قائم رہی اور ان دونوں ادوار میں اہل ایران کی اکثریت اہل تسنن پر مشتمل تھی۔ البتہ کسی کسی جگہ شیعہ بھی دکھائی دیتے تھے۔ ایران میں تشیع کے فروغ کے کچھ علل واسباب ہیں۔ ایران کا تشیع دس صدیوں کے عوامل کا نتیجہ ہے۔ یہاں ہم ایران میں تشیع کے فروغ کے اسباب کا سرسری جائزہ پیش کرتے ہیں:

«الف: اہل ایران، عراق میں ظلم کا نشانہ بنے ہوئے تھے»

جب عربوں نے اہل ایران کے خلاف جنگ قادسیہ لڑی تو اس وقت ایرانی لشکر سے چار ہزار ایرانی سپاہیوں نے ایران فوج کو چھوڑ کر عرب فوج کے ساتھ شمولیت اختیار کی تھی اور انہوں نے دل کی گہرائیوں سے ایمان قبول کیا تھا۔ ایرانی سپاہیوں نے عربوں سے یہ میثاق لیا تھا کہ جنگ کے اختتام کے بعد انہیں آزادی ہوگی وہ جہاں چاہیں جاسکیں گے اور انہیں یہ بھی آزادی ہوگی کہ جس قبیلہ سے چاہیں گے کے حلیف بن سکیں گے اور انہیں بھی باقی مسلمانوں کی طرح سے مالِ غنیمت میں حصہ دیا

جائے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ جب جنگ ختم ہوئی تو ایرانی فوجیوں کے ساتھ ہونے والے وعدوں کو پیروں کے نیچے ڈال دیا گیا اور افسوس ہے کہ ان کی تحقیر کا آغاز کر دیا گیا اور آج کی اصطلاح کے مطابق انہیں دوسرے درجہ کے شہری کا درجہ دیا گیا اور انہیں لفظ "موالی" کے نام سے یاد کیا گیا اور انہیں پس ترین اور کم آمدنی والے کاموں پر لگا دیا گیا۔ (العقد الفرید جلد ۳ ص ۴۱۳) عربوں کے تعصب کی انتہا یہ تھی کہ حضرت عمر طواف میں مصروف تھے انہوں نے دو افراد کو فارسی زبان میں گفتگو کرتے ہوئے سنا تو انہوں نے کہا کہ عربی بولا کرو کیونکہ فارسی بولنے سے انسان کی جواں مردی ختم ہو جاتی ہے۔ (اقتضاء الصراط المستقیم۔ ابن تیمیہ ص ۲۵)

پھر جب امیر المومنینؑ برسر اقتدار آئے تو آپؑ نے ہر ایک سے یکساں برتاؤ کیا جب قوم پرست عربوں نے آپؑ پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی کتاب میں نسل اسماعیل اور دوسری نسل کے لوگوں میں کوئی فرق دکھائی نہیں دیتا۔ (ابن ہلال ثقفی، الغارات: ۴۶) یہ عدالت علیؑ اور اولاد علیؑ کے لئے مائیہ امتیاز تھی بنسبت اس کے کہ امویوں کے دور میں موالیان کی تحقیر عروج پر تھی تاریخ نے اس تمام تحقیر اور ناانصافی کو محفوظ کیا ہوا ہے۔

﴿ب۔ یمنی اشعریوں کی ہجرت قم﴾

سعد بن مالک کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عبداللہ تھا اور دوسرے کا نام احوص تھا یہ دونوں یمن میں رہتے تھے اور علیؑ کے شیعہ تھے۔ یہ بنی امیہ کے مظالم سے تنگ آچکے تھے۔ پھر جب ۱۲۱ھ میں امام زین العابدینؑ کے فرزند زید نے بنی امیہ کے خلاف قیام کیا تو حضرت زید کی فوج کے علم بردار احوص تھے۔ حضرت زید شہید ہو گئے آپ کی فوج مغلوب ہو گئی۔ اس معرکہ میں احوص گرفتار ہوئے اور کئی سالوں تک زندان میں

رہے آخر کار انہیں زندان سے رہائی نصیب ہوئی تو انہوں نے اپنے بھائی عبداللہ کے ساتھ مل کر یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں عراق چھوڑ کر قم چلے جانا چاہیے۔ چنانچہ وہ اپنے خاندان کے افراد کو لے کر قم آئے۔اس وقت قم ایران میں تشیع کے مرکز کے طور پر جانا جانے لگا تھا۔ان کی آمد کے بعد قبیلہ اشعری سے تعلق رکھنے والے افراد آہستہ آہستہ قم آگئے جہاں ایک شیعی مرکزِ علم وحدیث تشکیل پا رہا تھا۔مزید توضیح کے لئے تاریخ قم کا مطالعہ فرمائیں۔(حسن بن محمد بن حسن قمی، تاریخ قم، تحقیق سید جلال الدین تہرانی ص ۲۴۷ رجال نجاشی، شمارہ ۱۹۶) امویانِ عراق کے ستم سے صرف اشعری ہی قم نہیں آئے بلکہ احمد بن محمد بن خالد کا تیسرا پوتا بھی زید شہید کے انقلاب کے بعد قم "برق رود" میں آیا اور یہاں آکر سکونت اختیار کی۔

﴿ج۔ امام علیؑ رضاؑ کی خراسان آمد﴾

امام علی رضاؑ کی ہجرت بھی ایران میں تشیع کے فروغ کا ایک سبب تھی۔نیشاپور کے محدثین کا آپؑ کا باشکوہ استقبال اور حدیث سننے کی خواہش، خراسان کے لوگوں کے دلوں میں اہل بیتؑ کی عظمت کی دلیل ہے۔جس پر آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند پر مشتمل یہ حدیث بیان کی کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ اللہ فرماتا ہے:

"کلمۃُ لا الہ الا اللہُ حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی"

"لا الٰہ اللہ کی گواہی میرا مضبوط قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا"۔

پھر چند لمحات بعد آپؑ نے کجاوہ سے سر نکال کر فرمایا: **"بشروطھا وانا من شرُوطھا"** اکیلا لا الا اللہ کہنا کافی نہیں ہے اس کی بھی کچھ شرائط ہیں اور میری امامت پر اعتقاد رکھنا بھی اس کی شرائط میں سے ہے۔ (صدوق، عیون اخبار الرضاؑ جلد۲ ص ۱۴۸) اس حدیث کے ذریعہ سے ایک ایسے انسان نے تشیع کی تبلیغ کی تھی جو کہ علوم اہل بیت کا وارث تھا اور جس نے پیغمبر اکرمؐ کے فرمان کو ایک صاف ستھرے اور ہر آلودگی سے پاک چشمہ سے نقل کیا تھا۔ جب آپ طوس تشریف لائے اور آپؑ نے مامون الرشید کے دربار میں یہود و نصاریٰ اور محدثین اہل سنت کے علاوہ نیچریوں اور مادہ پرستو سے مناظرے کیے تو ان مناظروں سے ان افراد پر آپ کی علمی فوقیت کا اظہار ہوا (عیون اخبار الرضا، صدوق، جلد۲ ص ۱۳۹۔۱۵۸) جس کی وجہ سے اہل خراسان کے دلوں میں محبت اہل بیتؑ نے گھر کر لیا اور یوں خراسان کے علاقے میں تشیع کے نظریات کو فروغ نصیب ہوا۔ کتاب احتجاج (طبرسی) اور زندگانی امام رضا علیہ السلام اس بارے میں زیادہ تفصیلات پیش کرتی ہیں۔ عوام الناس کو مائل دیکھ کر مامون ڈرا اور ایک مخصوص سازش سے آپؑ کو زہر دیدیا پھر آپ کے سوگ میں مگرمچھ کے آنسو بہائے۔ (ارشاد، جلد۲ ص ۲۶۹)

«آلِ رسولؐ کی ایران آمد کب سے؟؟»

امام رضاؑ کی ہجرت اور ولی عہدی قبول کرنے کے بعد بہت سے علویوں نے حجاز و عراق سے ایران ہجرت کی اہلیانِ ایران اولادِ پیغمبر سمجھ کر ان کا احترام کرتے تھے۔

چنانچہ حسین بن علی شہید فخ کے قیام و شہادت کے بعد عبداللہ بن حسن بن حسین اہل کوفہ کے ایک گروہ کو لے کر دیلم آئے۔ ان کی آمد یہاں تشیع کے فروغ کا سبب ہوئی اس کے علاوہ دیلم، طبرستان اور موجودہ مازندران کے کچھ علاقوں پر ایک لمبے عرصے تک علویوں کا تسلط قائم رہا اور وہاں غالباً زیدی تشیع حکم فرما رہا تھا۔ ایران کے اطراف پر نظر ڈالی جائے تو پورے ایران میں ہمیں امام زادگان دکھائی دیتے ہیں جن کی اکثریت ائمہ اہل بیتؑ کی اولاد ہے۔ جو ایران میں پھیل گئے تھے۔ اور انہوں نے

اپنے اعمال واقوال سے تشیع کی تبلیغ کی تھی۔ چنانچہ طبرستان میں ۷۶ رے میں ۲۲ اور قم میں ۲۴ امام زادوں کے مزارات ہیں۔ سادات کے یہ بکھرے ہوئے مقابر زبانِ حال سے تشیع کے ایران میں پھیلانے کی داستان بیان کر رہے ہیں۔ (طبرستان، دیلمان، وگیلان میں مدفون علویوں سے آگاہی حاصل کرنے کے مستشرق، ویلفر دمادلونگ کی کتاب، اخبار ائمہ الزیدیۃ فی طبرستان و دیلمان، وجیلانؒ، کا مطالعہ کریں۔ علاوہ ازیں، تاریخ تشیع در ایران، کا مطالعہ بھی مفید ہے۔) ایران میں تشیع کی نشو نما بغداد کی عباسی خلافت کی قوت وضعف سے مربوط ہے۔ چوتھی صدی میں حکومت بغداد ہر لحاظ سے کمزور ہو چکی تھی اور ۳۲۵ھ میں عباسی خلافت عملی طور پر صرف بغداد تک محدود ہو گئی۔ (منتظم، ابن جوزی، جلد۶ ص ۲۸۸)

چنانچہ خلافت عباسیہ کی اسی کمزوری سے بنی بویہ نے فائدہ اٹھایا اور انہوں نے اپنی حکومت کو شیراز سے بغداد تک وسعت دے ڈالی۔ اور ایک صدی سے زیادہ عرصہ تک حکومت کی۔ یہ لوگ مائل بہ تشیع تھے اس لئے ان کو دورِ حکومت میں تشیع کی تبلیغ میں اضافہ اور پھر تدریجی طور پر شعیت کا پودا سیستان وبلوچستان سمیت ایران کے اکثر علاقوں میں پھیل گیا۔ ساتویں صدی ہجری میں منگول بادشاہ ہلاکو خان نے عباسی خلافت کو ختم کر دیا پھر اس کی نسل میں سے سلطان محمد خدابندہ نے تشیع کا عقیدہ اختیار کیا اور باقی مذاہب کی طرح سے شیعہ مذہب نے بھی قانونی جواز کا درجہ پایا۔ حالانکہ اس وقت ایران میں اکثریت اہل سنت کی تھی لیکن شیعت کا پودا ایران کے بیشتر مقامات میں مشرق سے مغرب تک پھیلنے پھولنے لگا البتہ مذہب تشیع کا رواج اور دوسرے مذاہب کا زوال صفویوں کے دور میں دسویں صدی کے آغاز میں ہوا۔ ایران میں تشیع کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے اس نظریہ کی بھرپور تردید ہوتی ہے کہ اہل ایران نے سنی عربوں سے انتقام لینے کے لئے تشیع کا عقیدہ اپنایا تھا۔

اقلیت شیعہ و اکثرت تسنن

سوال: اگر مذہب شیعہ حق ہے تو پھر اقلیت میں کیوں ہے اور اکثریت مذہب تسنن کی پیروکار کیوں ہے؟

جواب: اکثریت نہ تو حقانیت کی علامت ہے اور نہ ہی اقلیت باطل ہونے کی نشانی ہے۔ جب ہم انبیائے کرام کی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں یہ دکھائی دیتا ہے کہ حضرت نوحؑ سے لے کر محمد مصطفیٰ ﷺ تک ہمیشہ اہل اقلیت میں رہے ہیں۔ قرآن جس وقت انبیاء کی مستقل مزاجی کی جدوجہد کا تذکرہ کرتا ہے تو مسلسل دہراتا ہے کہ ان پر ایمان لانے والے بہت کم ہوتے تھے۔ قرآن کریم یہ بیان کرتا ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو نوسو پچاس برس تک دین کی تبلیغ کی تھی۔ چنانچہ ارشاد قدرت ہے:

فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا (سورئہ عنکبوت ۱۴)

(وہ ان میں نوسو پچاس برس تک رہے۔) لیکن اس طویل ترین تبلیغ کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟ اس کا جواب قرآن مجید نے ان الفاظ میں دیا ہے:

وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ہ (سورہ ھود ۴۰)

(تھوڑے سے افراد کے علاوہ اس پر اور کوئی ایمان نہ لایا۔)

ایک اور آیت میں اللہ تعالی نے فرمایا:

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ہ (سورئہ سباء ۱۳)

(میرے بندوں میں شکرگزار افراد بہت ہی کم ہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اکثریت کی پیروی کرنے سے خبردار کیا ہے اور فرمایا ہے:

وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِى الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط(سورة الانعام/۱۱۶)

اگر آپؐ نے روئے زمین پر رہنے والی اکثریت کی اطاعت کی تو وہ آپؐ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرم ﷺ سے فرمایا:

ة۱۰۳ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْحَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ٥ (سورة يوسف/۱۰۳)

(آپ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں پھر بھی لوگوں کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی۔)

اہل باطل کی اکثریت ماضی کا قصہ پارینہ نہیں ہے۔ آج بھی دنیا میں اہل باطل کی اکثریت ہے۔ آپ دنیا کے ممالک کا جائزہ لیں تو آپ کو مسلمان کم دکھائی دیں گے اور غیر مسلم اکثریت میں دکھائی دیں گے۔ آپ چین کو دیکھیں جس کی اس وقت آبادی ایک ارب تیس کروڑ سے تجاوز ہے اور ہندوستان پر نظر کریں جس کی آبادی ایک ارب ہے۔ ان ممالک میں لوگوں کی اکثریت مادہ پرستوں اور بت پرستوں پر مشتمل ہے۔ اگر ہم مسلمانوں کی آبادی ایک ارب تیس کروڑ شمار کریں تو دنیا کی چھ ارب کی آبادی کے مقابلہ میں مسلمان اقلیت میں دکھائی دیں گے۔ ہم یہاں امیر المومنینؑ کا ایک قول زرین

پیش کرتے ہیں اس کا پس منظر یہ ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر ایک شخص نے حضرت علیؑ سے عرض کیا: "آپ طلحہ وزبیر سے جنگ کرنا چاہتے ہیں جب کہ ان دونوں کو پیغمبرؐ کے عظیم صحابہ میں سے شمار کیا ہے؟" امامؑ نے جواب میں فرمایا: "تجھے مغالطہ ہوا ہے تو نے حق و باطل کا معیار افراد وشخصیات کو قرار دیا ہے یاد رکھو کہ حق و باطل کا معیار شخصیات نہیں ہوتیں حق کو پہچانو اہل حق کو پہچان لوگے اور باطل کو پہچانو اہل باطل خود بخود سمجھ میں آجائیں گے۔" (شہید مطہری، جاذبہ و دافعہ امام علیؑ۔ بحوالہ "علی و بنوہ" ڈاکٹر طٰہٰ حسین مصری)

یہ درست ہے کہ شیعہ باقی مسلمان آبادی کے مقابلہ میں اقلیت میں دکھائی دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اپنے لئے دنیا میں ایک عظیم جمعیت کو تشکیل دیتے ہیں اور دنیا کے اکثر ممالک میں اثر و نفوذ رکھتے ہیں۔ علاوہ اس کے کہ ممالک ایران، عراق، آزر بائیجان، بحرین اور لبنان میں شیعہ اکثریت میں ہیں ان ممالک کے علاوہ باقی ممالک میں بھی شیعوں کی قابلِ دید آبادی پائی جاتی ہے اور ہر جگہ ان کی مساجد، مدارس اور ادارے موجود ہیں ہم زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتے ہم صرف چند ممالک میں رہنے والے شیعوں کے اعداد وشمار کو پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہم نے یہ اعداد وشمار دائرۃ المعارف مسیحی جہان سے جمع کیے ہیں۔ اور آج جب کہ کئی سال گزر چکے ہیں یقیناً اس دوران شیعہ آبادی میں اضافہ ہوا ہے۔ لہذا ان اعداد وشمار کو تازہ ترین اعداد وشمار نہیں سمجھنا چاہیے۔

مندرجہ ذیل چارٹ ملاحظہ فرمائیں:

ملک کا نام	کل آبادی	مسلمانوں کی تعداد	شیعوں کی تعداد	شیعوں کا تناسب
ایران	۳۸۴۹۲۰۰۰	۳۷۶۹۴۰۰۰	۳۴۰۰۰۰۰۰	۹۸%
عراق	۱۳۱۴۵۰۰۰	۱۲۵۸۹۰۰۰	۷۵۰۰،۰۰۰	۸۸%

بحرین	۲۹۴۰۰۰	۲۷۳۱۰	۱۶۰۰۰۰	۸۰%
لبنان	۳۳۶۰۰۰۰	۲۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰	۵۰%
کویت	۱۴۳۹۰۰۰	۱۳۶۸۶۰۰	۶۷۰۰۰۰	۴۰%
پاکستان	۸۲۹۵۲۰۰۰	۸۰۳۲۰۳۵۰	۱۲۰۰۰۰۰	۲۵%
افغانستان	۲۲۰۳۸۰۰۰	۲۱۸۸۵۳۵۰	۱۳۰۰۰۰۰	۲۰%
ترکی	۴۵۳۶۳۰۰۰	۴۵۰۱۸۰۰۰	۱۵۰۰۰۰۰	۱۸%
سعودی عرب	۱۰۹۰۰۰۰۰	۱۰۷۶۸۰۰۰	۲۵۰۰۰۰	۲۰% فیصد
ہندوستان	۵۴۷۱۲۳۰۰۰	۸۰۵۴۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰۰۰	۳۰%
سابق سویت یونین	۲۶۸۱۱۵۰۰۰	۳۰۲۹۷۰۰۰	۴۰۰۰۰۰۰	۱۸%
سوریہ (شام)	۸۵۳۶۰۰۰	۷۶۴۵۸۵۰	۱۵۰۰۰۰۰	۲۰%
دیگر ایشیائی ممالک			۳۰۰۰۰	
براعظم امریکہ			۱۲۷۰۰۰۰	۱۵%
یورپ			۱۰۰۰۰۰	۱۸%
براعظم افریقہ			۴۰۰۰۰	۵%
آسٹریلیا			۱۰۰۰۰	۴%
کل آبادی	۴۳۷۴۰۰۰۰۰۰	۷۲۳۰۰۰۰۰۰	۴۵۰۰۰۰۰۰۰	

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ قرنِ اول کی طرح سے آج بھی شیعہ جغرافیائی طور پر دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (اٹلس کیمبرج مشرقِ وسطیٰ وشمالِ افریقہ ص ۳۹) شیعیت کے متعلق یہ تاریخی جغرافیہ مسلمان ممالک کے اعداد وشمار کو دیکھ کر مرتب کیا گیا ہے اور مرحوم اسماعیل فاروقی کی مرتب کردہ اطلس

تاریخی ادیان کے عین مطابق ہے۔(متن میں مذکور منابع کے علاوہ عثمان مرقی کی کتاب "الشیعۃ فی المصر" ص ۴۷۔۵۹ پر بھی اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

An Atlas introduction to shia islam moojan Momen, world population History, Colin of Britannica World Everyday.

The cambridge Atlas of the Middle East and of Data world.

World al-Cultural Atlas of Islam, Ismael Ragi Africa, Faruqi

Religions, al-Faruqi and David Hisotrial Atlas of the E.north

Islam, Joseph Schacht and Bosworth Legacy of CE

The Muhammadan world north Africa Middle East and today

Muslim Minorities in and other eds)), S.M Zwemer the, The panguin today, M.Ali Kettani World Dictionary john R, the Worlds living Religions, Robert Hinnells(ed) Hume.

یہاں اس حقیقت پر بھی توجہ دینی چاہیئے کہ شیعہ ہمیشہ اپوزیشن اور حکمرانوں کے نظام کے مخالفت کے طور جانے جاتے رہیں اور سیاسی نظاموں نے شیعوں کو کچلنے اور تباہ کرنے کے لئے انہیں "روافض" کا نام دیا تھا اور ہر دور میں شیعوں کو کچلنے کے اقدامات کیے گئے۔ چنانچہ جب سلطان محمود غزنوی نے مشرق خراسان کو فتح کیا تو اس نے شیعوں اور معتزلہ کو سختی سے کچلا تھا۔ اس نے دونوں مذاہب کے پیروکاروں کا قتل عام کیا اور ان کے کتب خانوں اور علمی و تاریخی آثار کو تباہ کیا تا کہ تشیع اور معتزلہ کا کوئی نشان باقی نہ رہے اور اس کے برعکس اس نے اہل حدیث اور کرامیہ فرقے کو تقویت دی۔ وہ معتزلہ اور شیعوں کو اپنا ذاتی دشمن سمجھتا تھا۔ (خراسان کے ایک شخص عبداللہ بن کرام نے اپنی ریاکاری اور حیلہ و تدبیر سے بہت سے لوگوں کو اپنے مذہب کا گرویدہ بنایا تھا۔ سلطان محمد غزنوی بھی اس کے پیروکاروں میں سے تھا جس نے شیعوں اور اہل کلام پر مظالم کے پہاڑ توڑے تھے۔ (یاداشت ہائے قزوینی، حواشی، جلد ۷ ص ۶۰) بحوالہ لغت نامہ دھخدا) صلاح الدین ایوبی، نے فاطمیوں سے خیانت کے بعد مصر میں شیعوں کے قتل عام کا فیصلہ کیا تھا اور ان کے لاتعداد گروہوں کو قتل کیا تھا۔ (اعیان الشیعہ جلد ۳ ص ۳۰۔ مظفر، تاریخ الشیعہ ص ۱۹۲) حکومت عثمانی کے عہد میں سلطان سلیم نے نوح نامی ایک حنفی فقیہ کے فتویٰ پر ترکی میں چالیس ہزار شیعوں کے سر قلم کیے گئے۔ (**البلاد العربیہ والدلۃ العثمانیہ حصری**۔ ص ۴۰۔ اعیان الشیعہ جلد اول، ص ۳۰۔ ۱۳ وہاں چالیس ہزار کی بجائے ستر ہزار بیان کیا گیا ہے۔ شرف الدین عاملی الفصول المھمۃ ص ۱۴۰، طبع نجف۔)

لبنان میں جزار کی حکومت کے دوران جبل عامل میں خونی حمام وجود میں لائے گئے اور شیعوں کی منظم نسل کشی کی گئی۔ یہاں تک کہ ان کی کتابوں سے کئی عرصہ تک نانبائیوں کے تنور روشن کیے گئے۔ (دائرہ المعارف اللبنانیہ، فواد البستانی، در شرح حال ابراہیم یحییٰ۔) اتنی بار قتل عام کے بعد بھی اگر شیعہ ایک مضبوط ثقافت کے ساتھ موجود ہیں اور اسلام اور سائنس کے علوم میں اعلیٰ ترین قابلیت کے ساتھ دکھائی دیتے ہیں تو اسے خدائی معجزہ ہی کہا جاسکتا ہے اور یہ خدا کی خصوصی عنایت ہے کہ اس نے

اسلام حقیقی کے مظہر مذہب کو کسی تحریف کے بغیر پندرہویں صدی ہجری تک پہنچایا ہے اور خوش قسمتی ہے روز بروز اس کی روشنی میں اضافہ ہو رہا ہے اور زیادہ انسانوں کے دلوں کو منور کر رہا ہے اور تاریخ کے چہرے سے جہالت اور تعصب کے پردے ہٹا رہا ہے۔

اور تمام انسانیت کو یاد دہانی کرا رہا ہے کہ تمہاری مہذہبی بنیادی کتب کے مطابق بھی ہمارا امامؑ موجود رہے اور آنے ہی والا ہے جو تم کو دو جہانوں کی فلاح دے سکتا ہے اسی طرح ہمارے دوسرے امامؑ نے کربلا میں یزیدیت کا پردہ فاش کیا اور اسلام کو جلا بخشی اسی طرح ہمارا آخری امام یزیدیت یعنی ظلم کا قلع قمع کر دے گا اور اسی زمین کو جنت بنا دے گا۔

«حق الحقائق تاریخ آغاز شیعت:»

لہذا، تشیع کوئی نیا مذہب نہیں جہاں سے اسلام شروع ہوتا ہے وہیں سے شیعت کی بھی ابتدا ہوتی ہے۔ چمن آرائے شریعت یعنی سرکار خاتم الانبیاءؐ نے اسلام کے ساتھ ہی ساتھ اپنے ہی ہاتھوں یہ پودا لگایا، آبیاری کی اور خود حضورؐ ہی اس کی نگہداشت فرماتے رہے۔ پودا بڑھ کر ہرا بھرا درخت ہوا، اور رسولِ مقبول کی زندگی ہی میں پھولنے بھی لگا، مگر پھلنے نہ پایا تھا کہ چراغ نبوت گل ہو گیا۔

«حدیث دیگران»

اس دعوے میں ہم منفرد نہیں بلکہ سوادِ اعظم کے بڑے بڑے علماء بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں چنانچہ علامہ سیوطی اپنی مشہور تفسیر "درمنثور" میں بضمن قول باری تعالیٰ **ھو خیر البریۃ** ۔سورہ

بینہ۔پ۳۰۔آیت:۷(وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں) تحریر فرماتے ہیں: "ابن عساکر جابر ابن عبداللہ کی زبانی بیان کرتے ہیں، ہم رسالت مآب کی خدمت میں حاضر تھے، کہ سامنے سے علیؑ نمودار ہوئے۔ پیغمبرؐ نے علیؑ کو دیکھ کر فرمایا۔ "قسم ہے اُس پاک پروردگار کی جو میری جان کا مالک ہے کہ قیامت میں یہ اور" ان کے شیعہ ہی کامیاب رہیں گے"۔(**اخرج ابن عاسکر عن جابر بن عبدالله قال كنا عندالنبی صلی الله علیه واله وسلم فاقبل علی فقل لنبی صلی الله علیه والله وسلم۔ والذی نفسی بیده ان هذا وشیعته لهم الفائزون یوم القیمة**۔ یہ حدیث صواعق محرقہ کے صفحہ ۹۳، اور ابن صباغ مالکی کی الفصول المہمہ کے صفحہ ۱۲۲ پر بھی مرقوم ہے۔) ابن عدی ابن عباس سے ناقل ہیں کہ جب آیہ وافی ہدایہی "**ان الذین امنو و عملو ا الصالحات**" نازل ہوئی تو حضرت ختمی مرتبتؐ نے علی ابن طالب سے ارشاد فرمایا کہ:

"اس سے مُراد تم اور تمھارے شیعہ ہیں، جو قیامت میں خوش و خرم ہوں گے"۔ ابن مردویہ نے خود حضرت علی علیہ السلام کی زبانی اس حدیث کی روایت کی ہے۔ حضرت کا بیان ہے کہ سرورِ عالم نے مجھ سے فرمایا۔ "اے علیؑ! کیا تم نے خداوند عالم کا یہ ارشاد نہیں سُنا: ۶ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ط ہ (جو لوگ ایمان لائے، اور جنہوں نے نیک عمل کیے وہ یقیناً بہترین خلائق ہیں۔ سورہ بینہ پ۳۰۔ آیت:۷) اس سے تم اور تمھارے شیعہ ہی مُراد ہیں۔ میرا اور تم لوگوں کا وعدہ حوضِ کوثر پر پورا ہوگا، اور اس وقت جب کہ تمام اُمتیں حساب پیش کرنے کے لئے حاضر ہوں گی تم لوگ تابندہ جبیں، روشن قدم کہہ کر بُلائے جاؤ گے"۔

یہ سیوطی کی ترقیم کردہ روائتیں تھیں۔

ابن حجر مکی نے بھی ان میں سے بعض احادیث کو دار قطنی کے حوالے سے صواعق محرقہ " میں درج کیا ہے، اور جناب اُم مسلمہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے علیؑ تمھیں اور تمھارے شیعان کو جنت نصیب ہوگی۔(**یا علی انت واصحابک فی الجنة۔**) ابن اثیر نے بسلسلۂ لفظ قمح لکھا کہ رسولِ کریم ﷺ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: " بارگاہ ایزدی میں جب حاضری ہوگی تو تمھارے ساتھ تمھارے شیعہ بھی شاد مان آئیں گے اور دشمنوں کا یہ حشر ہوگا کہ غضب میں مبتلا اور ہاتھ پشت گردن سے بندھے ہوئے ہوں گے اس کے بعد آں حضرتؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو گردن کے پیچھے لے جا کر بتایا کہ دیکھو یوُں بندھے ہوں گے "(**وفی حدیث علی قال له النبی ستقدم علی الله انت و شیعتک راضین مرضیین و یقدم علیه عدک غضابًا "مقمحین" ثم جمع یده الیٰ عنقه یریهم کیف الاقماح "**)۔ غالبًا یہ حدیث ابن حجر نے "صواعق " میں بھی درج کی ہے (صواعق محرقہ، صفحہ ۱۵۹) اور دُوسرے علماء نے بھی اسے مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے، جو اس کی شہرت کا ثبوت ہے۔ زمخشری کی " ربیع الابرار " میں سرکار دو عالمؐ کا یہ ارشاد نظر آتا ہے:

"اے علیؑ قیامت کے دن دامن رحمت باریؑ میرے ہاتھ میں ہوگا، اور میرا دامن تمھارے ہاتھ میں، تمھارا دامن تمھاری اولاد تھامے گی اور تمھاری اولاد کے شیعہ ان کے دامن سے متمسک ہوں گے۔ اس کے بعد دیکھنا ہمارے لئے کیا حکم ہوتا ہے "۔(**قال یا علی ازا کان یوم القیامت اخذت بحجزة الله واخذت انت بحجزتی واخذ ولدک بحجزتک واخذت شیعة ولدک بحجزتهم فتری این یوم بنا**)" مزید اطمینان کے لئے مسند احمد بن حنبل اور خصائص نسائی وغیرہ کا مطالعہ سود مند ہوگا۔ جن میں ایسی حدیثوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

«قابل غور»

مذکورہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ بارہا شیعیان علیؑ کا ذکر کرتے ہیں اور ان کی اس خصوصیت کی جانب بھی اشارے فرماتے ہیں کہ یہ قیامت کے دن محفوظ رہیں گے کامیاب ہوں گے اور خوش خوش نظر آئیں گے۔اب قابل غور بات یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو خاتم المرسلین کو پیکر صداقت اور آیہ **" ومایـنطق عن الهوى ان هو الاوحى يوحى "** کا مصداق سمجھتا ہے۔کم ازکم اس نے تو ان اقوال کو ضرور سرمایہ ایمان تصور کیا ہوگا۔اور اگر کسی وجہ سے اس وقت رسولؐ کی پوری محفل علیؑ کا ساتھ دینے کے لئے نہ تیار ہوئی ہوگی تو کچھ اصحاب کرام تو یقیناً ان اوصاف سے متصف ہونے کیلئے علیؑ کا دم بھرنے لگے ہوں گے۔تاریخی واقعات کی چھان بین کی جائے تو اس مفروضے کی خاصی تائید ہوتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی ہی میں بزرگ اصحاب کا ایک گروہ جناب امیرؑ کے ساتھ وابستہ ہو جاتا ہے۔پھر یہی نہیں بلکہ اس جماعت کا ہر فرد حضرتؑ کو اپنا روحانی پیشوا۔تعلیم رسول علیہ کا حقیقی مبلغ نیز احکام واسرار نبوت کا واقعی شارح ومفسر بھی تسلیم کرتا ہے،اور شیعہ کے نام سے شہرت پاتا ہے۔

ارباب لغت بھی اس حقیقت کے حامی ہیں۔مشہور فرہنگ "نہایہ" اور "لسان العرب" اٹھا کر دیکھئے شیعہ کے معنی ہی یہ ملیں گے کہ یہ اس فرقہ کا اہم خاص ہے، جو علیؑ اور اولاد علی کا چاہنے اور ان کی پیروی کرنے والا ہو۔اب اگر ہمیں یہ سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ شیعہ سے مراد ہر وہ شخص جو علیؑ سے محبت کرے یا آپ کا دشمن نہ ہو تو پھر اس لفظ کا استعمال ہی بے موقع ہو جائے گا کیونکہ صرف چاہنے یا عداوت نہ رکھنے سے ایک شخص دوسرے شخص کا شیعہ نہیں کہلایا جا سکتا، جب تک اس میں التزام کے ساتھ اقتداء اور اتباع کی خصوصیت نہ پائی جائے اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جسے عربی ادب کا معمولی سا ذوق رکھنے والے بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں۔غالباً ان حقائق کے پیش نظر ہر معقول

"حدیث طائر "پروردگار اپنے محبوب ترین بندے کو بھیج دے۔

(**اللھم ائتنی باحب خلقک الیک** (سنن ترمذی۔صفحہ ۲۱۳) کل یہ علم اس مرد کو دُوں گا جو خود بھی اللہ اور رسول کا چاہنے والا ہوگا اور اللہ اور رسول بھی اس کے چاہنے والے۔ (**لاعطین الرایۃ غداً رجلا یحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ و رسولہ** (مسند احمد بن حنبل۔جلد ۵،صفحہ ۳۵۳) علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے ساتھ۔(**علیؑ مع الحق والحق مع علیؑ**)یہ اقوال زیادہ تر صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے ماخوذ ہیں اور ایسی ہی ہزاروں صحیح السند روایتیں موجود ہیں۔اس مختصر سے رسالے میں اتنی گنجائش کہاں جو تفصیل کو جگہ دی جائے۔شوق تحقیق رکھنے والے علامہ سید حامد حسین صاحب لکھنوی کی مشہور کتاب "عبقات الانوار" کا مطالعہ کرسکتے ہیں جو بلحاظ ضخامت وافادیت صحیح بخاری سے بڑی اور ہمارے تحقیقی مساعی کا صرف ایک شاہ کار ہے۔

«آل رسولؐ کے بعد»

لیکن جب نبوت کا چراغ بجھ گیا تو صحابہ کے ایک فریق نے یہ کوششیں شروع کردیں کہ کسی طرح خلافت علیؑ کو نہ ملنے پائے۔اس مخالفت کا سبب خواہ آپ کی صغر سنی ہو یا خاندان قریش کا یہ جذبہ رشک کہ نبوتؐ و امامتؑ بنو ہاشم کے گھر میں نہ جمع ہونے پائے یا کچھ اور اسباب ہوں،جن کے تذکرے کا یہ موقع نہیں!لیکن باتفاق فریقین جب مسلمانوں سے بیعت لی جارہی تھی،اُس وقت علیؑ نے ابوبکر کے اقتدار کو تسلیم نہیں کیا۔اور بقول فاضل بخاری (صحیح باب غزوہ خیبر) آپ نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی جس کا فوری اثر یہ ہوا کہ نبیؐ کے بڑے بڑے صحابی جیسے زبیر،عمار،مقداد وغیرہ نے بھی بیعت سے

انکار کر دیا۔ یہ واقعہ ہے کہ تقریباً ہر شخص اس حقیقت سے آگاہ تھا کہ علیؑ کو نہ ریاست کی ہوس ہے اور نہ سلطنت کی تمنا۔

«امیر المومنینؑ کے پیش نظر صرف ایک مقصد تھا اور وہ یہ کہ دین سلامت رہے حق کا سکہ چلے اور باطل فنا ہو جائے»

صاحب ذوالفقار ان ہی بلند احساسات کے زیر اثر محض احتجاج پر اکتفا کرتے ہیں اور مسند خلافت کو اُلٹنے کی کوئی تدبیر نہیں اختیار فرماتے بلکہ مصالح رشد و ہدایت کے پیش نگاہ بقائے اسلام اور نشر احکام کے سلسلہ میں ہمیشہ حکومت وقت کو اپنے زریں مشوروں سے مستفید کرتے رہے اور اگر علیؑ یہ مسلک اختیار نہ فرماتے تو نہ صرف اسلامی وحدت کا شیرازہ منتشر ہو جاتا بلکہ عوام پھر عوام پھر جاہلیت کی بھول بھلیوں میں گم ہو جاتے۔ شیعہ بھی اپنے امیر کی روش پر چلتے رہے۔ تقاضائے وقت ہی یہ تھا کہ تفریق سے کام نہ لیا جائے، اسی بناء پر خلفائے ثلاثہ کے دور میں اس فرقہ نے بحیثیت فرقہ اُبھرنے کی کوشش نہیں کی۔ البتہ دوستان علیؑ ہر حکمران کے طریق کار اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کا خاموش مطالعہ کرتے رہے یہاں تک کہ قوم نے خود ہی علیؑ کو منتخب کر لیا امیر المومنینؑ تخت امارت پر متمکن ہوئے لیکن امیر معاویہ بغاوت پر آمادہ ہو گئے، اور انہوں نے صفین میں اپنی فوجیں بھر دیں!

«نشر و اشاعت»

صحابہ کی ایک جماعت تو پہلے ہی سے جانشین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی۔ یہ شورش دیکھ کر بقیہ اصحاب نے بھی آپ کی معیت اختیار کر لی۔ عمار یاسر خزیمہ ذوالشہادتین اور ابوایوب انصاری جیسے اس

سلطنت کی تمنا۔

«امیر المومنینؑ کے پیش نظر صرف ایک مقصد تھا اور وہ یہ کہ دین سلامت رہے، حق کا سکہ چلے اور باطل فنا ہوجائے»

صاحب ذوالفقار ان ہی بلند احساسات کے زیر اثر محض احتجاج پر اکتفا کرتے ہیں اور مسند خلافت کو اُلٹنے کی کوئی تدبیر نہیں اختیار فرماتے بلکہ مصالح رشد وہدایت کے پیش نگاہ بقائے اسلام اور نشر احکام کے سلسلہ میں ہمیشہ حکومت وقت کو اپنے زرین مشوروں سے مستفید کرتے رہے اور اگر علیؑ یہ مسلک اختیار نہ فرماتے تو نہ صرف اسلامی وحدت کا شیرازہ منتشر ہوجاتا بلکہ عوام پھر عوام پھر جاہلیت کی بھول بھلیوں میں گم ہوجاتے۔شیعہ بھی اپنے امیر کی روش پر چلتے رہے۔تقاضائے وقت ہی یہ تھا کہ تفریق سے کام نہ لیا جائے، اسی بناء پر خلفائے ثلاثہ کے دور میں اس فرقہ نے بحثیت فرقہ اُبھرنے کی کوشش نہیں کی۔البتہ دوستان علیؑ ہر حکمران کے طریق کار اور زمانے کے بدلتے ہوئے حالات کا خاموش مطالعہ کرتے رہے یہاں تک کہ قوم نے خود ہی علیؑ کو منتخب کرلیا امیر المومنینؑ تخت امارت پر متمکن ہوئے لیکن امیر معاویہ بغاوت پر آمادہ ہوگئے، اور انہوں نے صفین میں اپنی فوجیں بھر دیں!

«نشر و اشاعت»

صحابہ کی ایک جماعت تو پہلے ہی سے جانشین رسولﷺ کے ساتھ تھی۔ یہ شورش دیکھ کر بقیہ اصحاب نے بھی آپ کی معیت اختیار کرلی۔عمار یاسر خزیمہ ذوالشہادتین اور ابوایوب انصاری جیسے اسی

(۸۰) سر برآوردہ صحابی جو تقریباً سب کے سب بدری اور عقبی تھے۔ابوترابؑ کی جماعت میں شامل ہو گئے اور ان میں سے اکثر نے اپنی جانیں امامؑ پر نثار کر دیں۔بہر حال لڑائیاں ہوتی رہیں اور ساتھ ہی معاویہ کی ریشہ دوانیاں بھی بڑھتی گئیں۔نتیجہ علیؑ نے جام شہادت نوش فرمایا۔حاکم دمشق نے اطمینان کی سانس لی، مگر اب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ معاویہ کے شاہی ایوانوں سے اسلام رخصت اور قیصر و کسریٰ کی روایتیں پروان چڑھنے لگیں ایک طرف علیؑ کا مقدس طریق حیات، زاہدانہ اطوار، اعلیٰ کردار اور اس کے مقابلے معایہ کے بگڑے ہوئے رنگ ڈھنگ اور یہ ہوئے اسکے اثرات:

عمرو عاص اور "مصر کی تولیت!"

یزید اور "حادثہ استخلاف!"

زیاد اور "واقعہ استلحاق!"

یہ ایسے غیر آئینی امور تھے جن سے "معاویائی ذہنیت" بری طرح آشکار ہو چکی تھی۔پھر عیش و عشرت کے بڑھتے ہوئے طوفان نے تو گوشہ گوشہ نمایاں کر دیا۔اللہ اللہ! کہاں اسلام کا بتایا ہوا سیدھا سادہ آئین زندگی اور کہاں فرزند ابوسفیان کا بازنطینی طمطراق۔ امیر معاویہ کے شاہانہ ارمان مسلمانوں کی گاڑھی کمائی سے پورے ہو رہے تھے۔اُموی زاج محل کا "سب رس" یعنی وہ پرتکلف دستر خوان جو آج بھی "ضرب المثل" ہے۔شاہ جم جاہ کی لذت پرستی کا جیتا جاگتا ثبوت تھا۔وزیر ابوسعید منصور ابن حسین آبی متوفی ۴۲۲ھ نے اپنی تالیف "نثرالدرر" میں ایک واقعہ لکھا ہے، موصوف تحریر فرماتے ہیں: احنف ابن قیس کہا کرتے ایک دفعہ میں امیر معاویہ کے پاس گیا تو انہوں نے میرے آگے انواع و اقسام کی اتنی غذائیں رکھ دیں جن کا شمار مشکل تھا۔ میں دیکھ دیکھ کر حیران تھا کہ کھاتے کھاتے انہوں نے "خاصے" کی ایک چیز میرے طرف بڑھائی جسے میں پہچان نہ سکا دریافت کیا یہ کیا ہے؟ جواب ملا "یہ بھیجا بھری بطخ کی آنتیں ہیں۔ پہلے انہیں پستے کے تیل میں تل کیا گیا، اور پھر اُوپر سے مختلف

مصالحے چھڑک دیئے گئے" احنف کا بیان ہے کہ میں یہ سُن کر رونے لگا۔ معاویہ نے پوچھا۔ روتے کیوں ہو؟ میں نے جواب دیا، اس وقت مجھے علیؑ یاد آ گئے۔ ایک دن کی بات ہے۔ خدمت اقدس میں حاضر تھا، افطار کا وقت آ گیا۔

حضرتؑ نے ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اتنے میں ایک سر بمہر تھیلی لائی گئی۔ میں نے سوال کیا۔ حضورؑ اس میں کیا ہے؟ ارشاد ہوا، جو کے ستو! عرض کیا، امیر المومنینؑ! چوری کا اندیشہ تھا یا شدت اقتصاد کے باعث تھیلی پر مہر لگائی ہے؟ فرمایا۔ ان میں سے کوئی وجہ نہیں۔ اس احتیاط کا سبب صرف یہ خیال ہے کہ کہیں میرے فرزند حسنؑ اور حُسینؑ ان ستوؤں میں گھی یا روغن زیتون نہ ملا دیں" میں نے پھر استفسار کیا" مولا! کیا گھی یا روغن زیتون کا استعمال ناجائز ہے؟ ارشاد ہوا، ناجائز تو نہیں لیکن آئمہ حق" کے لئے ضروری ہے کہ وہ خستہ حال عوام کی صفوں سے وابستہ رہیں تا کہ عسرت و افلاس اس افلاکت زدہ طبقے کو باغی نہ بنا دے۔ معاویہ نے کہا: احنف! تم نے اس وقت ایسے شخص کی یاد تازہ کر دی جس کے فضائل کا انکار مشکل ہے!" زمخشری کی "ربیع الابرار" وغیرہ میں ایسے اور ابھی واقعات موجود ہیں۔ ہاں! امیر معاویہ کے فساد نفس کو صرف انہی بے ضابطگیوں سے بھلا کہاں قرار مل سکتا تھا، بداعمالیوں کے منتہیٰ تک پہنچنے کی آرزو دل میں چٹکیاں لے رہی تھی، چنانچہ انہوں نے امام حسن علیہ السلام سے جتنے عہد و پیمان کئے تھے، سب کی خلاف ورزی کی، اور بالآخر رسولؐ کے لخت جگر کو زہر دلوا دیا۔ اس روش اور ان حادثات کا ردعمل یہ ہوا کہ اسلامی حلقوں میں "شام" کی سیاست کو نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھا جانے لگا، اور کم از کم ارباب دیانت کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ امیر معاویہ قطعی طور پر صرف ایک مادی کثافت میں ڈوبا ہوا آدمی ہیں!

بلکہ معاویہ خود اس حقیقت کے معترف تھے۔ فاضل زمخشری کی "ربیع الابرار" میں تاجدار دمشق کا یہ قول اب بھی موجود ہے کہ: حضرت ابوبکر نے دنیا سے بچنا چاہا۔ اور دنیا ان سے بچتی

رہی۔ حضرت عمر نے دنیا کو آزمایا، اور دنیا نے ان کی آزمائش کی۔ رہے حضرت عثمان تو انہوں نے دنیا پر خوب قبضہ جمایا۔ مگر دنیا بھی ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑ گئی۔ اور میں تو اسے فرش راحت بنانے کیلئے قدم قدم پر جان بچھاتا رہا پایان کار میں دنیا کا ہو گیا اور دنیا میری ہو گئی'' مختصر یہ کہ ایک طرف تو لوگوں کے رجحانات بدل رہے تھے اور دوسری جانب پیغمبرؐ کے موجود الوقت صحابی جمہور اسلام کو علیؑ اور اولاد علیؑ کے ان فضائل سے واقف کرا رہے تھے۔

جو انہوں نے رسولؐ کی زبان فیض ترجمان سے سُنے تھے۔ اُن خصوصیات کا انکشاف کر رہے تھے جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔ وہ منظر کسے یاد نہ ہوگا کہ حبیبؐ خدا اپنے چہیتے نواسوں کو پشت مبارک پر بٹھائے ہوئے ہیں اور فرماتے جا رہے ہیں: ''کیا کہنا تمھاری سواری کا، بہترین سواری ہے، اور کیا کہنا تمھارا، بہترین سوار ہو'' نیز قالب وحی میں ڈھلے ہوئے یہ الفاظ کہ ''**حسنؑ و حُسینؑ** جوانان جنت کے سردار ہیں'' کیا رہ کر اپنی اپنی اشاعت کا تقاضا نہ کرتے ہوں گے؟ حقیقتیں پھیلنے کا حق رکھتی ہیں، اور احساس حق رکھنے والے انہیں پھیلانے کے آرزو مند تھے۔ اس صورت حال کا یہ اثر ہوا کہ عام کلمہ گو تشیع کی جانب مائل ہونے لگے، اور اس فرقے کیلئے ترقی کی راہیں کُھل گئیں۔

«سب سے بڑا سبب آشکار الحقائق»

لیکن در حقیقت شیعیت کے فروغ کا سب سے بڑا سبب وہ خونی واقعہ ہے جس نے اسلامی دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا۔ ۶۱ ھ کا یہ دردناک سانحہ جسے المیہ کربلا کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اپنی نوعیت کے لحاظ سے تشیع کی نشر و اشاعت میں بہت موثر ثابت ہوا۔ شہادت حُسینؑ کے اثرات نے عمومیت اختیار کر لی۔ زید ابن ارقم، جابر ابن عبد اللہ انصاری، سہل ابن سعد ساعدی اور انس ابن

مالک جیسے صحابہ بھی زندہ تھے، فرط درد سے تڑپ اُٹھے، اور فرض و محبت، فضائل اہل بیتؑ کی تشہیر میں انہوں نے اپنی سرگرمیاں اور تیز کر دیں۔ اموی جفاؤں نے ان کا پیچھا کیا، اور یہ بقیۃ الصحابہ بھی سیف وسم" کا شکار ہو گئے۔ لیکن

"آہ مظلوم اثر رکھتی ہے!"

یہ واقعات ایسے نہیں تھے کہ قوم ان پر غور نہ کرتی، غور کیا اور اچھی طرح جس کا نتیجہ یہ برامد ہوا کہ لوگ جوق در جوق علیؑ اور اولادِ علیؑ کا دم بھرنے لگے، نیز شیعوں کی عددی قوت میں غیر معمولی اضافہ ہونے لگا جس سُرعت سے بنوامیہ کا ظلم بڑھ رہا تھا، اسی رفتار سے عام قلوب میں اہل بیتؑ کی محبت جاگزیں ہوتی جا رہی تھی، آل امیہ نے بہت ستایا، جی بھر کے ستم ڈھائے لیکن ہر عمل کا ردعمل ہوتا ہے۔ اموی مظالم کا بھی ردعمل ہوا اور بڑی شدت سے!

«مشہور محدث، فقیہ اور ادیب عمر ابن عام شعبی متوفی ۱۰۴ھ اپنے لڑکے سے کہتے ہیں:»

"بیٹا! دین نے جن قدروں کو بلند کیا، دنیا ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ مگر دنیا نے جن چیزوں کو بنایا سنوارا، انہوں نے دین مٹا کر رکھ دیا، علیؑ اور اولادِ علیؑ ہی کے حالات پر غور کر لو۔ امیہ زادوں نے کیا کچھ نہیں کیا؟ ان کی فضیلتوں پر پردے ڈالے، حقیقتوں کو چھپانے کی کوشش کی اور اپنے اسلاف کے گن گانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، مگر "اُلٹی ہو گئیں سب تدبیریں" یعنی آل امیہ کی آبرو مٹی میں مل گئی، اور آل محمدؐ کا نام روشن سے روشن تر ہوتا چلا گیا۔" **شعبی باوجود یہ کہ علیؑ کے دشمن کی حیثیت سے**

شہرت رکھتے تھے، مگر یہ کلمہ حق ان کی زبان سے نکلا، اور تاریخوں میں محفوظ ہو گیا۔

﴿مزید اسباب﴾

زمخشری نے "ربیع الابرار" میں شعبی کا یہ بیان بھی درج کیا: "عجیب کشمکش کا عالم تھا۔ علیؑ سے محبت کرتے تو قتل کا اندیشہ تھا، اور عداوت باندھتے تو ہلاکت کا یقین!" الغرض مصائب و آلام کا تانتا بندھا رہا۔ یہاں تک کہ سفیانی تخت مروانی حاکم بعد المالک کے قبضے میں چلا گیا۔ معلوم ہے یہ عبدالملک کون تھا؟ اُف! وہ شقی جس کے حکم سے حجاج نے خانہ کعبہ کو ڈھا کر اس میں آگ لگائی۔ جوارِ حرم میں رہنے والوں کو بے جھجک تہ تیغ کیا۔ عبداللہ ابن زبیر کو مسجد الحرام میں قتل کر کے اس مقدس زمین کی حُرمت کو خاک میں ملایا اپنے چچازاد بھائی سعید ابن اشدق سے عہد و پیمان کر کے اس کی جان لے لی۔

﴿سچ کہنا کلمہ گویو! ایسے سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے والے کو مسلمان بھی کہا جاسکتا ہے"؟﴾

چہ جائیکہ خلیفہ المسلمین؟ الحاصل آلِ مروان کی پوری حکومت اسی ڈگر پر چلتی رہی اور عمر ابن عبدالعزیز کے علاوہ سب کے یہ نقشے رہے۔ اُن کے بعد بنی عباس کا دور شروع ہوتا ہے۔ ان کے دور نے تو ماضی کے عصرِ ستم کو بھی مات دے دی۔ اُس وقت کا ایک شاعر کہتا ہے۔

یالیت جوربنی مروان دام لنا
ولیت عدل بنی العباس فی النار

"کاش! ہم ہمیشہ آل مروان کی جفائیں سہتے رہتے اور کاش! ان عباسیوں کا عدل وانصاف جہنم واصل ہوجاتا۔"

کس بیدردی سے سادات کا خون بہایا گیا، کن کن طریقوں سے انہیں ملیامیٹ کرنے کی کوششیں کی گئیں؟ اس وقت کا ادب دیکھنے سے وہ تصویریں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہیں۔ شعراء نے مختلف پہلوؤں سے ان کے مظالم کو بے نقاب کیا ہے۔ عہد متوکل کے ایک سخنور نے کتنی سچی تصویر کھینچی ہے کہتا ہے۔

تاللہ ان کانت قداتت قتل ابن ننت نبیها مظلوما
فلقد اتته بنوابیه بمثله هذاالعمر ک قبره مهدوما
اسفواعلیٰ ان لا یکونواشار کوافی قتله فتتبعوه رمیما

"خدا گواہ ہے۔ اگر آل امیہ نے رسولؐ کے نواسے کو ظلم سے شہید کرڈالا تو عباسی جو اپنے تئیں عم رسولؐ کی اولاد کہتے ہیں، کسی طرح بھی ستم آرائی میں اُموی خاندان سے پیچھے نہیں رہے۔ دیکھو نا! ان جفا کاروں نے تو مظلوم کی قبر تک مسمار کرڈالی"

"ہاں ہاں! بنی عباسی پچھتاتے ہیں، دست تاسف ملتے ہیں کہ انہوں نے بنوامیہ کے دوش بدوش حسینؑ کا خون ناحق بہانے میں کیوں حصہ نہ لیا، اور اب مظلوم کی لحد مسمار کرکے تلافی مافات کی کوشش کی ہے۔" بنوامیہ۔ آل مروان اور سلاطین عباسیہ کی سیرت کے یہ چند نمونے تھے۔ اب اگر اس کے مقابل آپ علیؑ اور اولاد علیؑ کی پاکیزہ زندگی پر ایک نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ شیعت کیوں پھیلی؟

نیز یہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی کی تشیع ایرانیوں کی جدت طرازی اور سبائیوں کی کرشمہ سازی ہے یا اسلام اور محمدؐ کا بتایا ہوا سیدھا سادہ راستہ ہے۔ **کوئی ہے مادر گیتی جو یہ کہہ سکا ہو کہ علیؑ کی پاکیزہ اولاد نے کسی کو دھوکہ دیا ہو جھوٹ بولا ہو یا دنیا سے محبت کا طلبگار رہا ہو؟؟؟**

«فرزندان علی علیہ السلام»

سید الشہداء حضرات امام حُسین علیہ السلام کے بعد علوی خاندان کے سربراہ امام زین العابدین علیہ اسلام ہوئے۔ دنیا جانتی ہے کہ واقعہ کربلا کے اثر سے آپ بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ زندگی کا بیشتر وقت یا تو عبادت الٰہی میں گزرتا، یا تربیت اخلاق اور تہذیب نفس کا درس دیتے رہتے تھے۔ حسن بصری، طاؤس یمانی، ابن سیرین اور عمرو ابن عبید جیسے مشہور زاھد و عارف اسی مکتب کے فیض یافتہ ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ سید سجادؑ کی اخلاقی درس گاہ سے مسلمانوں کو بروقت اور زبردست مدد ملی، کیوں کہ ابنائے زمانہ حق اور حقیقت کے رستوں سے کوسوں دور پڑ گئے تھے: امامؑ نے مسلمانوں کے ضمیر روشن کر دیئے!

«عہد زریں»

صادق آل محمدؐ کا زمانہ نسبتاً موافق تھا۔ کیونکہ اُموی اور عباسی حکمراں تھک چکے تھے۔ حکومتوں میں اضمحلال پیدا ہو گیا تھا۔ علانیہ ظلم و ستم کے مواقع ذرا کم ہو گئے تھے۔ بنابریں دبی ہوئی صداقتیں، اور چھپی ہوئی حقیقتیں سورج کی طرح اُبھریں اور روشنی کی طرح پھیل گئیں۔ خوف و خطر کے باعث جو لوگ تقیہ میں تھے، وہ بھی کُھل گئے، فضا موافق تھی اور راہیں ہموار۔ امامؑ عالی مقام نے تبلیغ و تلقین میں رات اور دن ایک کر دیئے۔ ہاں! تبلیغ و تلقین کا وہ سلسلہ جس کا تعلق محمدؐ و آل محمدؐ کی تعلیمات سے تھا، قائم فرمایا

درس حق عام ہوا، اس عہد کو تشیع کی نشر و اشاعت کا زریں دور کہا جاتا ہے۔ کیونکہ قبل ازیں عام مسلمان اس کثرت سے اور کھلم کھلا شیعیت کی جانب رجوع نہیں ہوئے تھے۔ دریائے فیض جاری تھا، تشنگان معرفت خود بھی سیراب ہوتے تھے اور دوسروں کی بھی پیاس بجھاتے تھے۔

«بقول ابو الحسن وشاء:»

"میں نے اپنی آنکھوں سے مسجد کوفہ میں چار ہزار علماء کا مجمع دیکھا ہے اور سب کو یہ کہتے سنا ہے کہ حدثنی جعفر ابن محمد "یعنی یہ روایت مجھ سے جعفر صادق علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے" بہرکیف بنوامیہ اور بنو العباس کی بے پناہ جاہ طلبی طوفانی تشدد، حد سے گزری ہوئی دنیا پرستی پھر غیر محدود رنگ رلیاں اور اس کے برعکس فرزندان علیؑ کی علم دوستی عبادت گزاری، حق پسندی اور غلط سیاست سے احتراز یہ ایسے صریح اور قوی عوامل تھے جو تشیع کے دامن کو وسیع سے وسیع تر کرتے چلے گئے۔ دیکھئے! یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ دنیا والے جی بھر کر دنیا پر جان چھڑکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ان کے دلوں میں علوم و معارف اور امور دین کی عظمت کا احساس ہوتا ہے، اور ہم جس زمانے کا تذکرہ کر رہے ہیں وہ تو عہد رسالتؐ سے قریب بھی تھا۔ نیز مسلمانوں کے دل و دماغ ان تاثرات سے مملو تھے کہ اسلامی نظام زندگی بے شمار برکتوں کا حامل ہے۔ قرآنی تعلیم سے انہیں وہ فیوض حاصل ہوئے جن کا تصور بھی قبل ازیں ان کیلئے محال تھا۔ قیصر و کسریٰ کو اسلام ہی نے فتح کیا اسلام ہی کے نام پر وہ شرق و غرب عالم کے مالک بنے۔ علاوہ اس کے وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس مذہب میں کافی حد تک وسعت نظر موجود ہے۔ طریقے جائز ہوں تو یہ دنیوی مال و متاع حاصل کرنے سے بھی کسی کو نہیں روکتا۔ یہ دین کیا ہے سراپا رحمت ہے!

غرضیکہ یہ قلبی احساسات چھپے ہوئے تھے جو عوام کو علوم دین کی جانب متوجہ کرتے

رہے۔ رغبت کامل نہ سہی لیکن قدرے شوق ضرور ہوگا کچھ چاہتے ہونگے کہ ہم اپنی حیات اجتماعی کو احکام شریعت کی روشنی میں سنوارلیں۔ بعضوں کی یہ تمنا ہوگی کہ ہمارا معاشرہ اسلامی رنگ میں رنگ جائے اور کس کا یہ ارمان ہوگا کہ کم از کم ہماری گھریلو زندگی ہی صحیح قوانین کے مطابق ہوجائے مگر یہ معارف حاصل کہاں سے کرتے؟ ان کجکلاہوں کے دربار سے جو خلیفۃ المسلمین کے تمغے لگائے ہوئے تھے اور بس؟ لیکن وہاں تو ان قدروں کا گزر بھی نہ تھا! پھر کدھر جاتے؟ ہاں! جنہوں نے ڈھونڈھا انہوں نے پایا، اوران کی مُراد پوری ہوئی۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ قرآن کا مخزن اور دانش و آگہی کا معدن تھے۔ ان ہی خوبیوں کے باعث عوامی ذہن پر نہ صرف ان کی برتری کے نقوش ثبت ہوگئے۔ بلکہ یہ عقیدہ بھی مسلمانوں کے دلنشیں ہوتا چلا گیا کہ رسول مقبولؐ کے سچے وارث یہی ہیں اور امامت ان ہی کا حق ہے۔

﴿خلوص کامل﴾

پھر یہ عقیدہ اس درجہ مستحکم ہوتا گیا کہ اس جماعت میں شریک ہونے والے دُنیا کے ہر خطرے کو ہیچ سمجھنے لگے۔ اکثر شیعہ تو عملی طور پر اتنے جری، جاں باز اور احساس فدویت سے سرشار نظر آتے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں مثلاً حجر ابن عدی کندی، عمرو ابن حمق خزاعی، رشید ہجری، میثم تمار اور عبداللہ ابن عفیف ازدی وغیرہم یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مختلف مواقع پر باطل پرستوں سے باقاعدہ ٹکر لی۔ اچھا خاصہ مقابلہ کیا۔ اگر چہ کہ مخالف عنصر مادی اعتبار سے کافی مضبوط تھا مگر ان کی اخلاقی قوت نے، وہ کر دکھایا جو بڑے سے بڑے لشکر سے بھی نہ ہوسکتا۔ یعنی ان کی قربانیوں سے ایک طرف تو قصر ستم میں زلزلہ آگیا۔ اور دوسری جانب عوامی ذہن وفکر کے رُخ بدل گئے!

«"اب کوئی بتائے کہ یہ سرفروش کیوں اس طرح موت سے کھیلتے رہے"؟»

آل محمدؐ سے کسی دنیاوی فائدے کی اُمید تھی؟ یا جان و مال کا خوف لاحق تھا؟ تاریخ دونوں سوالوں کا جواب نفی میں دے گی۔ کیونکہ فرزندانِ مرتضٰی تو مادی وسائل کے اعتبار سے خود ہی بے چارگی کے عالم میں تھے لہذا کیا دیتے اور کیا لیتے؟ کچھ نہیں ایمان کی بات تو یہ کہ ان مجاہدوں کے نورانی دل، یقین محکم اور خلوص کامل کے پاکیزہ جذبوں سے معمور تھے، اور یہی جذبے وقت پر بھرے دریا کی طرح اُمنڈنے لگتے تھے علاوہ ازیں پہلی صدی اور دوسری صدی ہجری کے ادباء پر ایک نگاہ ڈال کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ اُمید وبیم کے باوجود شعرائے وقت شاہان عصر اور ان کے بے راہ روی سے بے زاری کا اظہار کرتے دکھائی دیتے ہیں، اور اہلبیتؑ مصطفویؐ کی تعریف میں وجدانی کیفیت میں ہیں۔ حالانکہ شاعر اپنے بنتے بگڑتے کو زیادہ دیکھتا ہے مگر بایں ہمہ اس کے افکار خلفائے زمانہ کے خلاف اور آئمہ حق کے موافق ظاہر ہوتے ہیں، فرزدق، کمیت، سید حمیری، دعبل، دیک اجن اور ابو تمام بحتری سے لے کر ابو فراس حمدانی تک غور کرتے چلے آیئے، سب کے سب عترت طاہرہ کی مدح و ثنا میں ڈوبے ہوئے ملیں گے۔ ابو فراس کے مقبول عام قصیدے کا یہ شعر

الدین مخترم والحق مهتضم وفی ال رسول الله مقتسم

(دین ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ حق نشانہ ستم بن گیا۔ اور آل رسولؐ کا حصہ آپس میں بانٹ لیا گیا)

زبان حال سے واضح کر رہا ہے کہ اس عہد کے ادیبوں پر کیا اثر تھا۔

دعبل کہتے ہیں کہ "چالیس برس سے میں اپنی موت کا سامان (تختہ دار) لئے پھر رہا ہوں، مگر ابھی تک کسی نے قاتل بننا منظور نہیں کیا۔" دعبل نے رشید، امین، مامون اور معتصم کی خُوب خُوب ہجو کی، اور اس کے برعکس امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم اور امام رضا علیہم السلام کی شان میں بڑے بڑے قصیدے نظم کیے۔ جو کافی مشہور ہیں۔ آخر یہ تمام کے تمام بے سبب اپنی جان جوکھوں میں ڈال رہے تھے؟ بے مقصد اپنے عیش و آرام کو مٹی میں ملا رہے تھے؟ کوئی توجہ ہوگی؟ جب ہم اسباب و علل کا جائزہ لیتے ہیں تو آثار اس کے سوا اور کچھ نہیں بتاتے کہ یہ آل رسولؐ کی صداقت تھی جو سوچنے سمجھنے والے دماغوں کو سر بفلک زریں ایوانوں سے متنفر اور آیہ مودت کی جانب مائل کرتی جارہی تھی۔ یہ سلسلہ اور آگے بڑھ سکتا ہے مگر ایضاً مطلب کے لئے مزید خامہ فرسائی کی ضرورت نہیں۔ بس! اس تمہید کا مقصد یہ تھا کہ تشیع کی ابتداء اور ارتقاء کے متعلق چند حقائق معلوم ہو جائیں اور غالباً اس ضمن میں کوئی بات مبہم نہیں رہی ہوگی۔ ایک سچی روداد تھی جسے نہایت اختصار کے ساتھ ہم نے پیش کر دیا، اور پھر اعادہ کئے دیتے ہیں کہ شیعیت کا آغاز خود نبی کریمؐ کے ہاتھوں ہوا، اور اس کی نشر و اشاعت حالات و واقعات کی ایک زنجیر ہے جس کی ہر کڑی دوسری کڑی سے مربوط اور اسباب و علل کا ایک سلسلہ ہے جس کا ہر حلقہ دوسرے حلقہ سے متصل ہے۔

شیعیت کا بانی
عبداللہ بن سباح ہے

ڈاکٹر حماد حنیف داود قاہرہ یونیورسٹی کی تصدیق سازش:

تاریخ اسلام کی چودہ صدیاں اختتام کو پہنچی ان چودہ صدیوں کے دوران ہمارے دانشوروں کے ایک گروہ نے حتی الامکان شیعوں کے خلاف آواز اٹھائی ہے اور حقائق کو اپنی نفسانی خواہشات سے مخلوط کیا ہے اس ناپسندیدہ روش کی وجہ سے اسلامی فرقوں کے درمیان گہرے اختلافات پیدا ہوئے ہیں، نتیجہ کے طور پر شیعہ دانشوروں کے فکرو اندیشہ کے گوہر کو حقیر سمجھا گیا ہے اسی روش کی بنا پر علمی دنیا کو زبردست نقصان اٹھانا پڑا ہے۔شیعہ دانشوروں کے افکار سے علم محروم رہا ہے کیونکہ دشمنوں نے شیعوں کے پاک وصاف دامن کو داغدار بنا کر انہیں ایک تو ہمات وخرافات کے حامل گروہ کے طور پر پہچنوایا ہے۔ بے شک ہم شیعوں کے صاف وشفاف علمی چشمہ نور سے ایک گھونٹ پی سکتے تھے نیز اس مذہب کے سرمایہ سے فائدہ اٹھا سکتے تھے، لیکن افسوس کہ ہمارے گزشتہ دانشوروں نے تعصب سے کام لیا اور علق کو ھواوہوس پر ترجیح نہیں دی، اے کاش کہ وہ لوگ قل کی پیروی کرتے اور جذبات کے کھلونے نہ بنتے!! جو کوئی تعصب کے عینک کو اتار کر فقہی مباحث کیلئے اقدام کرے اور فقہ مذاہب چہارگانہ پر تحقیق کرے۔وہ شیعہ فقہ سے بھی استفادہ کرنے پر مجبور ہے اور بے شک جب فقہ اہل سنت پر تحقیق کرے تو اس وقت شیعہ فقہ کا بھی مطالعہ کرنا چاہیئے اور اس سے آگاہ ہونا چاہیئے۔ہم کب تک خواب غفلت میں

رہیں گے؟!

«کیا فقہ شیعہ کے پرچم دار، امام جعفر صادق علیہ السلام (وفات ۱۴۸ھ) سنی مذہب کے دو اماموں کے استاد نہیں تھے؟»

یہ دو امام اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انہوں نے اس مکتب میں زانوئے ادب تہہ کیا ہے۔

ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت (وفات ۱۵۰ھ) کہتے ہیں:

"لولا السنتان لهلک النعمان"

اگر امام صادق علیہ السلام کے درس میں دو سال شرکت نہ کی ہوتی تو بے شک میں ہلاک ہو جاتا، اور دین سے منحرف ہوتا۔

اس کی مراد وہی دو سال ہیں جس میں انہوں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کے علم کے میٹھے اور لازوال چشمہ سے استفادہ کیا ہے۔

اور یہ مالک بن انس ہیں جو واضح طور پر اعتراف کرتے ہیں:

"ما رایت افقه من جعفر بن محمد"

میں نے جعفرؑ بن محمد سے فقیہ تر کسی کو نہیں دیکھا ہے۔ (وفات ۱۷۹ھ)

انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ علم کے بارے میں صرف دور سے کچھ سننے والوں نے اپنے آپ

کو دانشور سمجھ کر اپنے قلم سے تحقیق کی بنیادوں کو اکھاڑ کر حق و حقیقت کو اپنی نفسانی خواہشات پر قربان کیا ہے، نتیجہ کے طور پر گلستان علم کے دروازے ان پر بند ہوگئے اور اس طرح وہ شمع معرفت کے نور سے محروم ہوگئے ہیں۔ اس مذموم روش نے فتنہ کو آگ کو بھڑ کانے کے علاوہ مسلمانوں میں، دن بدن اختلافات کو بڑھاوا دیا ہے۔ افسوس کہ ہمارے استاد "احمد امین" ("فصل" پیدائش افسانہ دور راویان آن، شمارہ ہفتم، کی طرف رجوع کیا جائے تو وہاں پر احمد امین کی باتوں سے واضح ہو جاتا ہے کہ اس نے جو کچھ لکھا ہے جس کا سبب شیعوں کے ساتھ اس کی دشمنی اور کینہ ہے) یہ بھی انہیں افراد میں سے تھے، جنہوں نے معرفت کے نور سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور ظلمت کے پردوں کے پیچھے زندگی بسر کرتے رہے، یہ وہ کرنیں ہیں جو تشیع کے سورج سے چمکی ہے اور جہالت کی تاریک رات کو نور میں تبدیل کر کے اسلام کے عظیم تمدن کو اس وقت وجود بخشا، جبکہ دوسرے لوگ بہت پیچھے تھے۔ تاریخ نے اس ناپاک رویہ کی بنا پر، احمد امین اور ان جیسے تمام اساتذہ اور دانشوروں کے دامن پر عظیم داغ لگا دیا ہے، جنہوں نے آنکھیں بند کر کے تعصب کی وادی میں قدم رکھا ہے، یہ دانشوروں اور محققین کا طریقہ کار نہیں ہے اور جمود کی بیڑی کو اپنی فکر کے پاؤں سے نہ اتاریں اور بے جا پر تعصب سے کام لے کر آنکھیں بند کر کے کسی مذہب کی پیروی کریں!!

ان کی فکر و قلم سے بہت ساری غلطیاں اور لغزشیں سرزد ہوئی ہیں اور انہیں الجھن اور بدحواسی سے دوچار کیا ہے، شاید مذکورہ داستان اس کی ایک مثال ہو سکتی ہے۔ انہوں نے جھوٹ بول کر بعض مطالب کو شیعوں سے نسبت دیکر ان کے دامن کو داغدار بنا دیا ہے ہم نے ان میں سے بعض کی طرف اپنی کتاب میں اشارہ کیا ہے۔ (ڈاکٹر حامد حفنی داؤد کی کتاب "مع احمد امین" کے مقدمہ کی طرف رجوع کیا جائے) انہوں نے تصور کیا ہے کہ جتنے بھی خرافات اور جعلی چیزیں اسلام کی تاریخ میں موجود ہیں، سب کی سب شیعہ علما کی گڑھی ہوئی ہیں اور انہوں نے اپنے خود ساختہ گمان سے شیعوں پر حملہ کیا

اوران کو برا بھلا کہا ہے۔ جلیل القدر محقق "جناب مرتضی عسکری" نے کتاب "عبداللہ بن سبا" میں کافی دلائل مکمل طور پر ثابت کیا کہ "عبداللہ بن سبا" ایک خیالی اور جالی راوی حدیث موجود ہے۔ (کتاب سہ جلد اُردو میں ہر جگہ دستیاب ہے) تاریخ نویسوں نے جو حکایتیں بیان کی ہیں اوران کی بناء پر اسے (عبداللہ بن سبا) مذہب شیعہ کا مروج (خودغرض مورخین نے اسے شیعہ مذہب کا بانی ومروج خیال کیا ہے) بیان کیا ہے البتہ یہ جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں ہے، مورخین نے ان گڑھی ہوئی داستانون کواس لئے مرتب کیا ہے تاکہ فریب کاری کے جال کو پھیلا کر شیعوں پر حملے کر کے بے جان ان کے خلاف تہمت و افتراء پردازی کریں۔

ہم عصر دانشور، جناب مرتضی عسکری نے اپنی کتاب میں اپنی فکر واندیشہ کے سہارے تاریخ کے سمندر میں غوطہ لگا کر، بہت سی کتابوں کا مطالعہ فرمایا اور انتہائی تلاش وجستجو کے بعد اس سمندر سے کافی مقدار میں موتی لے کر ساحل تک آئے ہیں۔ انہوں نے زیر بحث حقائق کو ثابت کرنے کیلئے نزدیک ترین راستہ طے کیا ہے، شیعوں کے مخالفوں نے بحث کے دوران ان کے ہی بیانات کو مآخذ قرار دیکر ان کی باتوں کو باطل ثابت کرتے ہیں۔ تاریخ اسلام کے آغاز سے عصر حاضر تک "سیف بن عمر" کی روایتوں نے مورخین کو الجھا رکھا ہے جو عام طور پر قابل اعتماد ہیں، اس کتاب میں ان روایتوں کے بارے میں ایک گراں بہا تحقیق کی گئی ہے کہ قارئین بڑی آسانی سے انہیں سمجھ سکتے ہیں۔ خدا کی حکمت اسی میں ہے کہ بعض محققین مردانہ وار قلم ہاتھ میں اٹھا کر حقائق سے پردہ اٹھائیں، اوراس راستہ میں دوسروں کی سرزنش اور ملامت کی پروانہ کریں۔

السید علامہ مرتضی عسکری پہلی شخصیت ہیں جس نے اپنی گہری تحقیقات کے نتیجہ میں اہل سنت محققین کواس امر پر مجبور کیا ہے کہ وہ طبری کی کتاب "تاریخ طبری" کے بارے منصفانہ نظر کریں، نیز

انہیں اس بات پر مجبور کیا ہے کہ اس کتاب اور تاریخ کی دوسری بنیادی کتابوں کے بارے میں از سر نو توجہ سے غور کرتے ہوئے اور خوب وبد کو ایک دوسرے سے جدا کریں، مزید ان تاریخ کے حوادث کے بارے میں بھی نئے سرے سے غور کریں، جنہیں وہ نازل شدہ وحی کے مانند صحیح اور ناقابل تغیر سمجھتے تھے!! علامہ السید مرتضٰی عسکری نے کافی، واضح اور روشن شواہد کی مدد سے ان تاریخی واقعات سے ابہام کے پردے کو ہٹا دیا ہے اور حقیقت کو اس کے متوالوں کیلئے آشکار کیا ہے حتی کہ بعض حقائق انتہائی بھیانک اور حیرت انگیز دکھائی دیتے ہیں کیونکہ ایک عمر کی عادات و رسومات چند صدیوں کی اعتقادی میراث کے مخالف ہیں، لیکن حق کی پیروی کرنا لازم وواجب ہے ہر چند کہ یہ امر دشوار ہو "الحق الحق" ان مذکورہ مطالب سے غا ہی چاہتے تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کتاب کا مطالعہ کریں اور تاریخ کے اختلافی حوادث جیسے، اسامہ کی لشکر کشی، پیغمبر اسلام ﷺ کی رحلت اور سقیفہ کی داستان (جس پر سید نے تنقیدی تجربہ کیا ہے) کا توجہ حق وانصاف کے ساتھ مطالعہ کریں۔

جس وقت رسول خدا ﷺ موت کا شیرین جام نوش فرما رہے تھے، اسامہ کے لشکر سے بعض افراد حکم کی نافرمانی کرتے ہوئے مدینہ لوٹے اور ریاست وخلافت کی امید سے جہاد سے منہ موڑ لیا، سید نے ان افراد کو پہچنوایا ہے۔ رسول خدا ﷺ کے بستر مرگ پر جب وصیت لکھنے کا حکم دیدیا، کچھ لوگوں نے اس حکم پر عمل کرنے میں رکاوٹ ڈالی اور اسے ہذیان سے تعبیر کیا (گویا انہوں نے گمان کیا کہ پیغمبر ہذیان کہہ رہے ہیں) کیونکہ اس امر سے خائف تھے کہ آنحضرت ﷺ اس وصیت میں علی علیہ السلام کی خلافت کی خبر دیں گے اور ان آخری لمحات میں بھی انہیں اپنی وصی کے طور پر تعارف کرائیں گے۔ سید اس حادثہ کی حقیقت وکیفیت کو بھی آشکار کرتے ہیں عمر کے آنحضرت ﷺ کی رحلت سے انکار کرنے کا مقصد کیا تھا؟ کیوں وہ ان افراد کو موت کی دھمکی دیتے تھے جو یہ کہتے تھے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے رحلت

کی ہے؟ جس وقت امام علی علیہ السلام پیغمبر اسلام ﷺ کے چچیرے بھائی اور آنحضرت ﷺ کے چچا عباسؓ اور چند بوڑھے اور سن رسیدہ اصحاب کی مدد سے آنحضرت ﷺ کے بدن نازنین کو غسل دینے میں مشغول تھے، تو اس وقت کس غرض سے عمر اور ابوعبیدہ نے انتہائی عجلت کے ساتھ اپنے آپ کو سقیفہ کے اجتماع میں پہنچا دیا اور لوگوں سے ابوبکر کے حق میں بیعت لے لی؟

بے شک، اگر تھوڑا سا انتظار کرتے تا کہ رسول خدا ﷺ کو سپرد لحد کر کے اور علی علیہ السلام بھی اس اجتماع میں حاضر ہوتے تو علی علیہ السلام خلافت کے مستحق قرار پاتے اور بنی ہاشم ان کے علاوہ کسی اور کو امام المسلمین کے طور پر قبول نہیں کرتے! سید نے مذکورہ تین مباحث میں صحیح کو غلط سے اور برے کو بھلے سے جدا کر کے ان مسلم حقائق تک رسائی حاصل کی ہے اور ان کی اس تحقیق کے نتیجہ میں فریب کاروں کیلئے مکر و فریب کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ کتاب کے دوسرے مباحث بھی مذکورہ بالا تین مباحث کی طرح، انصاف کے ساتھ حقائق کو ایسے آشکار کرتے ہیں کہ بہت جلد ہی تاریخ اسلام کے اندر گہرے اثرات رونما ہوں گے۔ میں اس مقالہ کو ختم کرنے سے پہلے چاہتا ہوں کہ درج ذیل تین سوالات کا جواب دیدوں:

۱۔ کیا پیغمبر خدا کا صحابی غلطی کر سکتا ہے اور لغزش سے دوچار ہو سکتا ہے؟
۲۔ کیا اس کے کام اور کردار پر تنقیدی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے؟
۳۔ کیا پیغمبر خدا ﷺ کے صحابی کو منافق یا کافر کہا جا سکتا ہے؟

سوال نمبر ایک اور دو کا میں مثبت جواب دیتا ہوں، لیکن تیسرے سوال کا جواب منفی ہے۔ اس لئے نہیں کہ میں تعصب سے کام لیتا ہوں اور علم کے اصول کے خلاف کہتا ہوں۔ بلکہ ایک ایسا استدلال

رکھتا ہوں کہ عقل اس کو قبول کرتی ہے اور منطق اسکی تائید کرتی ہے کیونکہ کفر و نفاق کا تعلق قلب و دل سے ہے اور وہاں تک خدا کے سوا کسی کی رسائی نہیں، علمی تجربہ وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہے، صرف خداوند عالم ہے جو انسان کے اندرونی اسرار سے واقف ہے اور پوشیدہ چیزوں کا مکمل طور پر علم رکھتا ہے۔ (ڈاکٹر حامد نے اس خط کو نصف کتاب السید مرتضیٰ عسکری کے شائع ہونے کے پیش نظر مصر میں لکھا ہے)

ایک محترم دانشور

"شیخ محمد جواد کا نظریہ"

مذہب شیعہ کے خلاف لکھنے کے علاوہ دنیا کی تمام چیزوں میں دگرگونی اور تغیرات پیدا ہوئے ہیں۔۔۔شیعوں پر تہمت وافتراء کے علاوہ ہر آغاز کا خاتمہ ہے۔۔۔شیعوں کے خلاف جاری کئے جانے والے احکام کے علاوہ ہر حکم کی ایک دلیل وعلت ہے۔۔۔آخر کیوں؟

«کیا شیعہ شورشی اور فتنہ گر ہیں اور لوگوں کے سکون و اطمینان کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں؟؟؟»

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ:

سیف بن عمر تمیمی (وفات دوسری صدی ہجری) ایک شخص نے گزشتہ دوسری صدی کے دوران دو کتابیں لکھی ہیں، ان کی پہلی کتاب "**الفتوح و الردة**" اور دوسری کتاب "**الجمل و مسیر عائشة و علی**" ہے ان دونوں کتابوں میں درج ذیل مطالب کی ملاوٹ کی گئی ہے:

۱۔ایسے حوادث واتفاقات کی تخلیق کرنا،جن کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

۲۔رونما ہوئے حقیقی حوادث واقعات میں تحریف کر کے مثبت کو منفی اور منفی کو مثبت دکھانا۔

اس بے لگام اور جھوٹے شخص نے رسول خداﷺ کیلئے چند من گھڑت اصحاب جعل کئے جن کے سعیر، ہزہاز، اط، جمیضہ وغیرہ نام رکھے ہیں۔اس نے تابعین اور غیر تابعین کے کچھ اشخاص جعل کئے ہیں اوران کی زبانی اپنی جعلی احادیث نقل کی ہیں۔اس کی انہیں تخلیقات میں سے ایک سورما ہے جس کی شخصیت کو اس نے جعل کیا ہے اور اس کا فرضی نام معین کیا ہے، اور چند داستانوں کو گڑھ کر اس سے نسبت دی ہے۔۔۔یہ خیالی سورما "عبداللہ بن سبا" ہے جس کسی نے بھی شیعوں پر تہمتیں لگائی ہیں اور ان کے بارے میں جہل یا نفاق کے سبب افترا پردازی کی ہے، ان سب نے اسی پر اعتماد کیا اور اس کی باتوں پر تکیہ کیا ہے۔"سیف" کے بعد مورخین کی ایک جماعت نے فریب اور دھوکہ سے بھری ان دو کتابوں کو سند بنا کر کسی قسم کے تفکر وتدبر کے بغیر دشمن اسلام اور چالباز سیف ابن عمر یہودی کے سازشی کرداروں کو نقل کیا ہے۔اس طرح اس کے مذموم تفکر سے استفادہ کیا ہے۔

«"طبری" پہلا شخص تھا جو»

"سیف" کے دام فریب میں پھنس گیا تھا اس کے بعد ابن اثیر، ابن عساکر اور ابن کثیر اور دوسر لوگ "طبری" سے آنکھیں بند کر کے روایت نقل کرنے کے سبب اس گڑھے میں گر گئے ہیں۔اس طرح جھوٹے "سیف" کی تخلیقات کی تاریخی کتابوں اور منابع میں بلاواسطہ طور پر ملاوٹ ہوئی ہے لیکن اختلاف امت کی جڑ اور بنیاد، وہی سیف کی دو کتابیں "الفتوح" اور "الجمل" ہیں۔میں نے مختلف افراد سے بارہا بحث کی ہے، اوران کے اعتراضات اور شبہات کا جواب دیا ہے لیکن اس گفتگو

ہیں میں نے شیخ مفیدؒ، سید مرتضیٰؒ اور علامہ حلیؒ سے آگے قدم نہیں بڑھایا ہے، میری روش صرف یہ تھی کہ میں ان بزرگوں کے طرز بیان کو بدل دیتا تھا اور مخاطب کے لئے مطالب کا آشکار اور واضح تر بیان کرتا تھا، کیونکہ کوئی تازہ اعتراض نہیں تھا کہ میں اس کا تازہ اور نیا جواب دیتا بلکہ اعتراض وہی تھا جو پچھلے لوگوں نے سن رکھا تھا اور اس کا جواب ذہن نشین کر چکے تھے، چونکہ یہ لوگ بھی گزشتہ لوگوں کی طرح اعتراض کرتے ہیں لہذا مجبور ہیں وہی جواب سنیں، میں اپنے علمائے سلف کی باتوں کی تکرار کرتا تھا، کیونکہ میں یہ سمجھتا تھا کہ بے خبر، معترضین علماء کی باتوں پر اعتراض کرتے ہیں لہذا ضروری ہے کہ ان کی ہی باتوں سے آگاہ ہوجائیں۔

بے شک میں علمائے تشیع کی پیروی کرتے ہوئے "عبداللہ بن سبا" کے وجود کا معترف تھا، لیکن اس کی رفتار کو حقیر اور شرم آور سمجھتا اور اس کی باتوں کا انکار کرتا تھا۔ لیکن اب سید علماء نے خصوصاً علامہ علیقدر جناب سید مرتضیٰ عسکری نے اس عمارت کی بنیاد ہی اکھاڑ کر رکھدی اور اپنی گہری تحقیقات سے ثابت کر دیا ہے کہ "عبداللہ بن سبا" کی حقیقت ایک افسانہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے! اور یہ وہ حقیقت ہے جو سید کی کتاب میں بے نقاب ہوئی ہے۔

ہم نے فرمانرواؤں اور ظالم حکام کی طرف سے بد ترین عذاب اور مشکلات برداشت کی ہیں تاکہ اسلام کی یکجہتی کا تحفظ کر کے دشمنی سے پرہیز کریں، لیکن وہ روز بروز اپنی دروغ بیانی میں تشویق ہوتے رہے ہیں اور ان کی پہلی اور آخری سند "ابن سبا" کا افسانہ اور "ابن السوداء" کا خرافہ تھا کہ افسانہ

ساز "سیف" نے انہیں خدا اور اپنے ضمیر کے سامنے کسی ذمہ داری کا احساس کئے بغیر جعل کیا ہے لیکن آج "عبداللہ ابن سبا" نام کی کتاب لکھی جانے کے بعد یہ کاسہ لیس اور چاپلوس لوگ کیا جواب دیں گے؟ جن کی توہمت کی عمارت گر کر چکنا چور ہو چکی ہے۔
والسلام شیخ جواد مغنیہ (لبنان)۔

الازہر یونیورسٹی کے مجلہ "جامع الازہر" میں شائع شدہ اعتراضات کا جواب

مجلّہ "جامع الازہر" مصر میں "عبداللہ بن سبا" کے بارے میں دو مقالے لکھے گئے ہیں (یہ مقالہ مجلّہ کی جلد ۳۳ ج ۱۰، ۱۳۸۰ھ "باب الکتب" کے صفحہ ۱۱۵۰۔۱۱۵۱ میں شائع ہوا ہے۔ دوسرا مقالہ اسی کتاب کے مصر میں طبع شدہ نسخہ پر ایک تنقید ہے اور یہ مقالہ مجلّہ کی جلد ۳۴ ج ۶، ۱۳۸۱ھ کے صفحہ ۶۷۰۔۶۷۱ میں شائع ہوا ہے)۔ اہم ترین مطلب جو ان دو تنقیدی مقالوں میں ملاحظہ کے قابل ہے عبارت ہے: رسول خدا ﷺ کے اصحاب اور ان کے باہمی اختلافات، چودہ صدی پرانی بات ہے اور وہ سب اپنے مالک حقیقی سے جا ملے لہذا چاہئے کہ ان مسائل سے صرف نظر کیا جائے۔ (یہ جملہ پہلے مقالہ کے آخر پر لکھا گیا ہے اور باقی تمام مطالب اسی جملہ کی تفسیر اور تشریح میں لکھے گئے ہیں)

اس بات کے جواب میں ہم کہتے ہیں:

اولاً: ہم سیف کی روایتوں کی تحقیق کی فکر میں تھے۔ جس موضوع پر اس نے روایتیں نقل کی تھیں،

ہم نے مجبور ہو کر ان ہی موضوعات پر بحث و تحقیق کی ہے، چونکہ کتاب "عبداللہ بن سبا" میں عبداللہ بن سبا کے افسانہ اور رسول خداﷺ کے اصحاب کے باہمی اختلافات کے بارے میں سیف ابن عمر کی نقل کی گئی روایتوں پر بحث کی گئی ہے لہذا ہم مجبور ہوئے کہ ہر موضوع کے بارے میں بحث کو جاری رکھتے ہوئے تجزیہ و تحقیق کریں۔ سیف کی روایتوں پر تحقیق نے ہمیں اس بات پر مجبور کیا کہ ایسی بحثوں میں داخل ہو جائیں جنہیں بہت سے دانشوروں نے پردے میں رکھا ہے۔ لہذا ان موضوعات پر بحث و تحقیق نے انہیں بر ہم اور رنجیدہ کیا ہے، البتہ ہم بھی ان کی طرح ایسے وقائع اور روداد کے رونما ہونے سے خوشحال نہیں ہیں اور ان سے پردہ اٹھانے اور ان پر غور و فکر کرنے سے ہمارا رنج و غم بھڑک اٹھتا ہے لیکن کیا کیا جائے کہ خداوند عالم نے پیغمبر خداؐ کے اصحاب کو ملک و فرشتہ خلق نہیں کیا ہے کہ جبلت انسانی سے عاری ہوں بلکہ وہ دوسرے افراد کی طرح انسانی جبلت مین ان کے شریک ہیں، اور ایمان اور اسلام میں استقامت کے مراتب میں بھی ایک دوسرے سے متفاوت ہیں، اس حد تک کہ رسول خداﷺ نے ان میں پر حد جاری کی ہے (کوڑے لگائے ہیں) اور ان میں سے بعض کے بارے میں "**آیات افک**" نازل ہوئی ہیں جن میں ان کی اس بات پر ملامت کی گئی ہے کہ انہوں نے پیغمبر خداؐ کی بیوی کی جانب نازیبا نسبت دی تھی اور ان میں سے بعض کے بارے میں نفاق کی آیات نازل ہوئی ہیں۔

ان تمام مطالب کے باوجود ہم نہیں سمجھتے کہ پیغمبر خداؐ کے اصحاب کو ان اختلافات اور تحولات کے ساتھ کیسے چھوڑ دیں جبکہ وہ رسول خداﷺ کے احکام اور عقائد کو ہم تک پہنچانے کے واسطہ ہیں کیا اس طرح صرف پیغمبرؐ کو درک کرنے کی بنا پر اصحاب رسولﷺ کا عزت و احترام کرنا بحث و تحقیق کیلئے رکاوٹ اور بیداری کے نام پر علم و دانش کے دروازہ کو بند کرنے کے مترادف نہیں ہے؟ چونکہ مسلمانوں کے ایک گروہ نے صدیوں سے اپنے اجتہاد کا دروازہ بند کر رکھا ہے۔ لہذا تحقیق و علم کا دروازہ بھی ان پر بند ہو گیا ہے۔ خدارا! ہم نے اس مطلب کو قبول نہیں کیا ہے اور اسکی تائید نہیں کرتے ہیں بلکہ دین و

اسلام کے نام پر اور اس پر عمل کرنے کیلئے اسلام کی راہ میں بحث و تحقیق کیلئے قدم اٹھاتے ہیں۔ثانیاً: کاش کہ ہم یہ جانتے کہ قدیم و جدید دانشور جو پیغمبر خداؐ کے اصحاب کی عزت و احترام میں جو غیرت و حمیت دکھاتے ہیں، کیا اس میں پیغمبر خداؐ کے تمام اصحاب شامل ہیں خواہ اس کے سزاوار ہوں یا نہ خواہ وہ عیش پرست ہوں یا زاہد و پرہیز گار؟ کیا یہ احترام عام اس لئے ہے کہ انہوں نے رسول خداﷺ کا دیدار کیا ہے؟ یا ان کیلئے مخصوص ہے جو سرمایہ دار قدرتمند تھے اور حکومت تک ان کی رسائی تھی؟ اور ایسا لگتا ہے کہ یہ احترام شعوری یا لاشعوری طور پر صرف ان افراد سے مخصوص ہو کے رہ گیا جو حکومت اور ایوان حکومت سے وابستہ و مربوط ہیں۔ جو کچھ ایک دوررس اور نکتہ شناس محقق کیلئے قابل اہمیت ہے وہ دوسرا مطلب ہے کیونکہ اگر تاریخ طبری میں ۳۰ھ کے حوادث پر غور کیا جائے تو دیکھا جاتا ہے کہ اس نے یوں لکھا ہے:

> اس سال، یعنی ۳۰ھ میں جو کچھ ابوذر اور معاویہ کے درمیان پیش آیا، اور جسکا انجام ابوذر کے شام سے مدینہ جلاوطن کئے جانے پر تمام ہوا، اس سلسلے میں بہت سی روایتیں نقل کی گئی ہیں کہ جنکو میں نقل کرنا پسند نہیں کرتا ہوں، لیکن اس سلسلہ میں معاویہ کیلئے عذر پیش کرنے والوں نے ایک داستان نقل کی ہے، اس داستان میں کہا گیا ہے:
> شعیب نے اپنے سیف سے نقل کیا ہے۔۔۔

اس کے بعد طبری نے ابوذر اور معاویہ کے بارے میں نقل کی گئی داستان کے سلسلے میں سیف کی باقی روایت کو اپنی تاریخ میں ثبت کیا ہے۔

اگر ہم اس سلسلے میں تاریخ ابن اثیر کی طرف رجوع کریں گے تو دیکھتے ہیں کہ وہ کہتا ہے:

اس سال (۳۰ھ) ابوذر کی داستان اور معاویہ کے توسط سے انھیں شام سے مدینہ جلاوطن کرنے کا مسئلہ پیش آیا، اس رفتار کی علت کے بارے میں بہت سے مطالب لکھے گئے ہیں، من جملہ یہ کہ: معاویہ نے انہیں گالیاں بکیں اور موت کی دھمکی دی۔ شام سے مدینہ تک انہیں ایک بے کجاوہ اونٹ پر سوار کر کے نہایت ہی بیدردی سے ایک ناگفتہ بہ حالت میں مدینہ کی طرف جلاوطن کر دیا، مناسب نہیں ہے اسے یہاں بیان کیا جائے۔۔۔ میں اسے نقل کرنا پسند نہیں کرتا ہوں لیکن جنہوں نے اس سلسلے میں عذر پیش کیا ہے یوں کہا ہے۔۔۔

اس بنا پر طبری نے یہاں پر ان بہت سی روایتوں کو درج نہیں کیا ہے جن میں معاویہ اور ابوذر کی روداد بیان ہوئی ہے اور ان کو بیان کرنا پسند نہیں کرتا تھا، پھر بھی اس نے ان روایتوں کو بالکل ہی درج کرنے سے چشم پوشی نہیں کی ہے۔ بلکہ سیف کی ان تمام روایتوں میں سے ایسی روایات کا انتخاب کیا ہے کہ معاویہ کیلئے عذر پیش کرنے والوں کیلئے سند کی حیثیت لگتی ہے اور اسے اس کے کام کی توجیہ کے طور پر پیش کرتے ہیں، جبکہ اس روایت میں پیغمبر اسلام ﷺ کے بزرگوار صحابی "ابوذر" کی حد سے زیادہ توہین کی گئی ہے۔ اس کی دینداری پر طعنہ زنی کی گئی ہے، اسے بیوقوف اور احمق کے طور پر پیش کیا گیا ہے اور اس پر ناروا تہمتیں لگائی گئی ہیں۔ کیونکہ اس روایت میں معاویہ کو حق بجانب ٹھہرایا گیا ہے اور اس کے عذر کو درست قرار دیا گیا ہے اور اس طرح مورخین کا یہ قائد، رسول خدا ﷺ کے اس تہی دست صحابی کی شخصیت اور احترام سے چشم پوشی کرتا ہے اور ان کی عظمت کو معاویہ جیسے حاکم اور ثروتمند شخص کے

حرمت کے تحفظ میں قربان کرتا ہے یہی کام ابن اثیر، ابن خلدون اور دوسروں نے بھی انجام دیا ہے اور آج تک یہ سلسلہ جاری ہے، بنیادی طور پر اسی سبب سے تاریخ طبری نے رواج پیدا کیا ہے اور دوسروں کی نسبت زیادہ مشہور ہوئے اور اس لئے سیف (بے دینی کا ملزم ٹھہرائے جانے کے باوجود) کی روایتوں کو اس قدر اشاعت ملی ہے اور اسی لئے مشہور ہوتی ہیں۔ اس بنا پر ایسے دانشوروں نے صرف ایسے اصحاب کے احترام کے تحفظ کیلئے اقدام کیا ہے جو صاحب قدرت و حکومت تھے اور "معاویہ بن ابوسفیان" جیسے شخص کی اس لئے عزت کرتے ہیں کہ وہ صاحب حکومت و اقتدار تھا، جبکہ رسول خدا ﷺ نے اسے اور اس کے باپ کو "**المولفة قلوبهم**" (تمام سیرت لکھنے والوں نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فتح حنین کے بعد معاویہ اور اس کے باپ کو "**المولفة قلوبهم**" میں شمار فرمایا ہے اس لئے انہیں کچھ چیزیں دیدی ہیں۔) میں شمار فرمایا ہے اور اس کی نفرین کرتے ہوئے فرمایا:

"خداوند عالم اس کے شکم کو کبھی سیر نہ کرے" (صحیح مسلم کے اس باب کی طرف رجوع کیا جائے کہ "پیغمبر خدا نے جن پر لعنت کی ہے") اسی طرح "عبداللہ بن سعد بن ابی سرح" (اس کے حالات پر اگلے صفحات میں روشنی ڈالی جائے گی) جو ابتداء میں مسلمان ہوا تھا اور پیغمبر اکرم ﷺ کے کاتبوں میں شمار ہوتا تھا، لیکن ایک مدت کے بعد مرتد ہو گیا اور آنحضرت ﷺ اور قرآن مجید پر تہمت لگائی، پیغمبر اکرم ﷺ نے فتح مکہ کے دن اس کا خون بہانا مباح قرار فرمایا تھا، ایسے شخص کو ان خصوصیات کے باوجود مصر کا گورنر ہونے کے ناطے اس کا نام تاریخ میں درج کر کے اس کا احترام کیا گیا ہے۔

اس طرح خلیفہ عثمان کے بھائی ولید، جس کے بارے میں آیہ نبا نازل ہوئی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ

فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ﴿ (اے ایمان والوں! اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو، ایسا نہ ہو کہ ایسی قوم تک ناواقفیت میں پہنچ جاؤ کہ جس کے بعد اپنے اقدام پر شرمندہ ہونا پڑے "حجرات/٦")

لیکن کوفہ کا حاکم ہونے کی وجہ سے اس کا احترام کیا گیا ہے۔ یا ایک اور شخص "مروان حکم" جسے رسول خدا ﷺ نے اس کے باپ کے ساتھ طائف جلاوطن کیا تھا، بعد میں ایک حاکم واقع ہونے کی وجہ سے عزت واحترام کا مستحق بن جاتا ہے اور تاریخ میں اس کا نام عظمت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ قریش کے بزرگوں اور حکمراں، فرماں روا اور امراء طبقے کے ایسے لوگوں کیلئے ضروری ہے کہ انکی عزت واحترام محفوظ رہے اور ہم ان کی شخصیت کی حرمت کے محافظ بنیں، لیکن اس کے مقابلے میں پیغمبر اسلام ﷺ کے متقی و پرہیز گار تہی دست صحابی "ابوذر غفاری" یا باتقویٰ اور خدا ترس صحابی "سمیہ" نامی کنیز کے بیٹے "عبدالرحمان بن عدلیس بلوی" نامی نیک و پارسا صحابی جو اصحاب بیعت شجرہ میں سے تھے اور ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی:

١٨۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿ (یقینا خدا صاحبان ایمان سے اس وقت راضی ہوگیا، جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے پھر اس نے وہ سب کچھ دیکھ لیا جو ان کے دلوں میں

تھا تو ان پر سکون نازل کردیا اور انھیں اس کے عوض قریبی عنایت فرما دی" فتح/۱۸")

یارسول خداﷺ کے دوسرے صحابی جیسے "صوحان عبدی" کے بیٹے زیداور "معصعہ "اوران جیسے دسیوں جو ریاست وحکومت کے عہدہ دارنہ تھے اور قریش کے سرداروں میں سے بھی نہ تھے، انہیں اہمیت نہ دی جائے بلکہ ان کی ملامت اور طعنہ زنی کی جائے اور یمن کے صنعا سے ایک یہودی کو خلق کرکے اس خیالی اور جعلی شخص کوفرضی طور پر ان مقدس اشخاص میں قرار دیکر صاحبان قدرت اور حکومت سے ان کوٹکرایا جائے اوراسی طرح سیف کی جعلی روایتیں شہرت پاکر رائج ہوجاتی ہیں اور ان کے بارے میں کسی قسم کی چھان بین اور تحقیق نہیں ہوتی ہے۔اس قسم کی داستانوں اورافسانوں (جنہیں جعل کرنے والوں نے صاحبان قدرت وحکومت کے دفاع اوران کے مخالفوں کی سرکوبی کیلئے گڑھ لیا ہے) کی اشاعت ہوئی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ رائج ہوگئی ہیں۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض افسانے اس حدتک مسلم تاریخی حقائق میں تبدیل ہوگئے ہیں کہ کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا ہے اور بعض دانشور حضرات اس کے تحفظ کواپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔ جبکہ اس حالت میں ہے کہ جسے انہوں نے دین کا نام دیا ہے وہ حکمران طبقے اوران سے مربوط افراد کی عزت واحترام کے تحفظ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

لیکن اصحاب وتابعین سے مربوط وہ لوگ جو مجبور ہوکر قدرت وحکومت سے دور رہ کر کمزور واقع ہوئے ہیں، ان دانشوروں کی نظروں میں قابل اہمیت ومورد توجہ قرار نہیں پائے ہیں، کیونکہ انہوں نے صاحبان قدرت ودولت کی پیروی نہیں کی ہے بلکہ ان کے موافق نہیں تھے۔یہاں پر میں ایک بار پھر خداوند عالم کوشاہد قرار دیکر کہتا ہوں کہ جس چیز نے مجھے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی زندگی کے حالات کے بارے میں مطالعہ کرنے کی ترغیب دی، وہ یہ ہے کہ مجھے بچپنے ہی سے اسلام،

رسول خدا ﷺ اور ان کے اصحاب کے وقائع اور روئدادوں کو پہچاننے اور ان کی طرف بڑھنے کی راہ کو آسان کرنے کیلئے اپنی تحقیقات کے نتیجہ کو شائع کیا ہے اور اس امید میں بیٹھا ہوں کہ محققین اس کام کو آگے بڑھائیں گے اور اس چھان بین کو دقیق اور مضبوط تر صورت میں انجام دیں گے، میں اس کتاب کے قارئین کو اطمینان دلاتا ہوں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے اصحاب کے بارے میری محبت اور وفاداری ان سے کم نہیں ہے جو اس سلسلے میں تظاہر کرتے ہیں۔ البتہ اس سلسلہ میں اصحاب کے وہ افراد جن کا تاریخ اسلام کی نسبت نفاق اور دورخی ہونا ثابت ہو چکا ہے، اس کے علاوہ میں احترام اور ان کی پرستش میں فرق کا قائل ہوں، کیونکہ میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ ان دانشوروں نے اصحاب کی عزت و احترام کو تقدیس وستائش کی اس حد تک آگے بڑھا دیا ہے کہ ان میں سے بعض افراد اپنے شائستہ اسلاف کی (خدا کی پناہ ہو) غیر شعوری طور پر پرستش کرنے لگے ہیں۔ خداوند ہمیں، ان کو اور تمام مسلمانوں کو اس غلطی سے نجات دے۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

بعض لوگ یہ تصور کرتے ہیں کہ جس کسی نے بھی پیغمبرؐ خدا کو دیکھا ہے اور اس دیدار کے دوران اگر ایک لحہ (کتاب الاصابہ (۱۰/۱) ۔۔۔۔ "فی تعریف الصحابی" کی طرف رجوع کیا جائے) کیلئے بھی مسلمان ہو گیا ہے، وہ صحابی ہے اور ان کے اعتقاد کے مطابق صحابی فرشتہ جیسا ہے جس کی فطرت میں خواہشات اور خطا کا دخل نہیں ہوتا، لہذا وہ جب اس کے برعکس کچھ سنتے ہیں تو برہم ہو جاتے ہیں اور ایسی باتوں کو پسند کرتے ہیں اور اس طرز تفکر کی وجہ سے یہ لوگ کافی مشکلات سے دوچار ہوئے ہیں فی الحال ان پر بحث کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ ان مؤلفین نے مذہبی فرقوں کے بارے میں عام لوگوں سے جمع کر کے ملل ونحل کی کتابوں میں درج کی گئی روایتوں کو نقل کر کے اپنی کتابوں میں ثبت کیا ہے اور ان کی سند متن کے بارے میں کسی قسم کی کوئی تحقیق نہیں کی ہے۔ ان کے بعد والے مؤلفین، جیسے ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ نے مذکورہ کتابوں سے ان مطالب کو کسی تحقیق و

تصدیق کے بغیر اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اسی سلیقہ اور روش کے مطابق بعض مؤلفین نے سیہ کی داستان کو لوگوں کی زبانی سنائی گئی صورت میں حاصل کر کے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور اس طرح یہ افسانے لوگوں کی زبان سے کتابوں میں داخل ہوئے ہیں اور ایک کتاب سے دوسری کتاب میں منتقل ہوئے ہیں اس طرح عبداللہ بن سبا کا افسانہ جو ایک افسانہ تھا رفتہ رفتہ دو افسانہ بن گیا:

پہلا: سیف کا افسانہ جو اپنی پہلی حالت میں باقی ہے۔

دوسرا: وہ افسانہ جو عام لوگوں کی زبانوں پر تھا، وقت گزرنے کے ساتھ نقل و انتقال کی تکرار سے تغیر پیدا کر کے نشو نما پا چکا ہے اور افسانہ عبداللہ بن سبا میں اس تغیر و تحول کے نتیجہ میں جو تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اس کے پیش نظر خود عبداللہ بن سبا بھی دو شخصیتوں کے طور پر ابھر کر سامنے آیا ہے اس طرح مؤلفین کے لئے غلط فہمی اور تشویش کا سبب بنا ہے انشاء اللہ ہم اگلی فصل میں اس پر روشنی ڈالیں گے۔

«عبد اللہ ابن سبا کون ہے؟»

ولم نجد فی کتاب نسب عبداللہ بن سبأ

ہم نے ہزاروں کتابیں چھان لیں لیکن عبداللہ بن سبا کے نسب کے بارے میں کوئی نام و نشان نہیں پایا

"سبئیہ "، "عبداللہ بن سبا" اور "ابن سودا" (دو فرضی کردار، افسانہ)

ہم گزشتہ فصلوں میں "سبئیہ " کی حقیقت اور اس کلمہ کے معنی میں مختلف ادوار میں تغیر وتحویل اور اس کے اصلی معنی سے سیاسی معنی میں اور سیاسی معنی سے مذہبی معنی میں اسکی تحریف سے آگاہ ہوئے اب ہم اس فصل میں عبداللہ بن سبا کی حقیقت آشکار کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس افسانوی سورما کو اچھی طرح پہچان سکیں۔

«عبداللہ بن سبا کا نسب، پہلے مرحلہ کی کتابوں میں:»

لفظ "عبداللہ بن سبا" چار لفظوں: "عبد"، "اللہ"، "بن" و "سبا" پر مشتمل ہے۔ یہ چاروں لفظ عربی زبان سے مخصوص ہیں۔ یہ ایک مضبوط دلیل ہے کہ یہ باپ بیٹے یعنی "عبداللہ" و "سبا" دونوں عرب ہیں۔ اس افسانہ کو جعل کرنے والا یعنی سیف بن عمر بھی عبداللہ بن سبا کو واضح طور پر اہل صنعا (یمن) ہی بتاتا ہے اور تمام مئورخین اور مولفین کو محدود کیا ہے اس کیلئے جس سرگرمی اور فعالیت کے زمان کا ذکر کیا گیا ہے وہ پہلی صدی ہجری کی چوتھی دہائی سے بیشتر نہیں ہے اور عبداللہ ابن سبا کے بارے میں جتنے بھی افسانے اور داستانیں ملتی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے زمانے کا معروف ومشہور شخص تھا۔ ان تین تمہیدات کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ بن سبا ایک عرب اور ایک عرب کا بیٹا تھا اور پہلی صدی ہجری کی چوتھی دہائی کے دوران حضرت عثمان اور علی علیہ السلام کے زمانے میں جزیرۃ العرب میں زندگی گزارتا تھا اور مسلمانوں کے سیاسی اور دینی مسائل میں نمایاں سرگرمی انجام دیتا تھا، اسی لئے وہ اس زمانے کا ایک معروف ومشہور شخص تھا۔

یہاں پر ایک نا قابل حل مشکل پیش آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ جزیرۃ العرب میں اسلام کی پہلی

صدی میں اموی خلافت کے زمانے تک کوئی ایسا عرب مرد تاریخ میں نہیں ملتا ہے کہ اس کا نام، اس کے باپ کا نام اور رہائش کی جگہ کا نام اور اس کی سرگرمیاں معلوم ہوں، معروف ومشہور اور لوگوں کا فکری قائد بھی ہو، لیکن اس کے جد اور شجرہ نسب نامعلوم ہو! کیونکہ عرب اپنے شجرہ نسب کے تحفظ میں اتنی غیر معمولی سرگرمی اور دلچسپی دکھاتے تھے کہ ان کی یہ سرگرمی غلو اور افراط کی حد تک بڑھ گئی تھی، یہاں تک کہ نہ صرف افراد کے انساب کے بارے میں خود دسیوں کتابیں تالیف کر چکے ہیں بلکہ اپنے گھوڑوں کے انساب کے تحفظ کے سلسلے میں بھی خاص توجہ رکھتے تھے کہ یہاں تک بعض دانشوروں نے گھوڑوں کے شجرہ نسب کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں جیسے: ابن کلبی (وفات سنہ ۲۰۴ ھ) گھوڑوں کے نسب کے بارے میں اس نے کتاب "انساب الخیل" موجود ہے اس وقت اسلام کے زمانے کی تاریخ، تشریح، انساب اور تمام فنون وآداب کے بارے میں ہزاروں جلد قلمی اور مطبوع کتابیں ہمارے اختیار میں ہیں اور ان کتابوں میں سے کسی ایک میں بھی عبداللہ بن سباہ کے شجرہ نسب کے بارے میں کوئی نام ونشان نہیں ملتا ہے۔

پس عبداللہ بن سبا کون ہے؟ اس کے جد کا نام کیا ہے؟ اس کے آباء واجداد کون ہیں ان کا شجرہ ونسب کس سے ملتا ہے؟ اور وہ کس قبیلہ اور خاندان سے تعلق رکھتا تھا؟ اتنے علماء اور دانشوروں اور مؤلفین نے عبداللہ بن سبا سے متعلق افسانوں اور داستانوں کو درج کرنے میں نمایاں اہتمام کیا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ اس کے باوجود مذکورہ موضوع کے بارے میں انہوں نے خاموشی اختیار کی ہے اور اس کے شجرہ نسب کے بارے میں کسی قسم کا اشارہ تک نہیں کیا ہے۔ اور نہ اس کے بارے میں کوئی مطلب لکھا ہے؟!

ہم جو دسیوں سال سے مختلف اسلامی موضوعات کے بارے میں مدارک و مآخذ کے سلسلہ میں تحقیق وتفتیش کر رہے ہیں، تا بہ حال اس سوال کا جواب کہیں نہیں پایا اور عبداللہ بن سبا کا اس موضوع کے بارے میں کہیں کوئی نام ونشان نہیں ملا ہے۔

«عبالله بن سبا کون تھا؟»

ابن قتیبہ (وفات سنہ ۲۷۶ھ) کی کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" میں آیا ہے:

فقام حجر بن عدي و عمر بن الحمق الخزاعی و عبدالله بن وهب الراسبی علی فاسئلوه عن ابی بکر و عمر۔۔۔۔ (الامامۃ والسیاسۃ ج۱/۱۴۲) اور ثقفی (وفات سنہ ۲۸۳ھ) اپنی کتاب "الغارات" میں لکھتا ہے: **دخل عمر بن الحمق و حبة العرنی والحارث بن الاعور و عبدالله بن سبا علی امیر المئومنین بعد ماافتتحت مصر و هو مغموم حزین فقالو اله: بین لنا ماقولک فی ابی بکر و عمر۔۔۔۔** (الغارات، ثقفی، انتشارات انجمن آثار ملی نمبر ۱۱۴ (ج۱/۳۰۲)

ان دو کتابوں میں آیا ہے کہ امیر المومنین کے چند اصحاب حضرت کے پاس گئے اور حضرت ابوبکر و عمر کے بارے میں سوال کیا، کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں ان افراد میں عبداللہ وھب راسبی کا ذکر کیا ہے اور ثقفی کی کتاب "غارات" میں عبداللہ بن سبا کا نام لیا گیا ہے کہ ظاہر میں آپس میں اختلاف رکھتے ہیں اور اس اختلاف کو بلاذری (وفات سنہ ۲۷۹ھ) نے انساب الاشراف میں جعل کیا ہے اس نے داستان کو یوں نقل کیا ہے: **حجر بن عدی الکندی و عمرو بن الحمق الخزاعی و حبة بن جوین الجبلی ثم العرفی و عبدالله بن وهب الهمدانی و هوابن سبأ فاسئلوه عن بی ابی بکر و عمر۔۔۔۔** (انساب الاشرف ج۲/۳۸۳) طبوع موسسہ اعلمی بیروت سنہ ۱۳۹۴ھ)۔ بلاذری اسی داستان کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: اور عبداللہ بن وھب وہی ابن سبا ہے اس بنا پر عبداللہ بن سبا، عبداللہ بن دھب

ہے۔سعد بن عبداللہ اشعث (وفات سنہ۳۰۰ھ یا سنہ۳۰۱) نے اپنی کتاب "المقالات والفرق" میں یہی بات بیان کی ہے جہاں پر غالی اورانتہاپسند گروہوں کے بارے میں کہتا ہے:"غلوکرنے والوں میں پہلا گروہ جس نے افراط اورانتہاپسندی کا راستہ اختیار کیا اسے سبئیہ کہتے ہیں وہ عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں کہ جوعبداللہ بن وھب راسبی ہے۔۔۔۔"

(۱)مزید کہا ہے:مذکورہ غالی گروہوں میں سے ایک "سبیہ" ہےاوروہ عبداللہ بن سبا کے پیرو ہیں ابن ماکولا (وفات سنہ۴۷۵ھ) اپنی کتاب "الاکمال" میں لفظ "سبئی" کے ضمن میں سبائیوں کی تعداد کے بارے میں لکھتا ہے کہ: "سبائیوں" میں سے ایک عبداللہ بن وھب سبئی، رئیس خوارج ہے"۔

(۲)ذھبی (وفات سنہ۷۴۸ھ) اپنی کتاب "المشتبہ" میں لفظ سبئی کے ضمن میں کہتا ہے: "عبداللہ بن وھب سبئی خوارج کا رئیس اورسرپرست تھا"

(۳)ذہبی اپنی دوسری کتاب "العبر" میں جہاں پر سنہ۳۸ھ کے حوادث میں بیان کرتا ہے کہتا ہے:"اس سال علی علیہ السلام اورخوارج کے درمیان جنگ نہروان چھڑ گئی اوراسی جنگ میں خوارج کا رئیس وسردار عبداللہ وھب سبائی قتل ہوا۔

(۴)ابن حجر (وفات۸۵۲ھ) اپنی کتاب "تبصیر المنتبہ" میں کہتا ہے:"سبائی ایک گروہ ہے ان میں عبداللہ بن وھب سبائی سردار سرپرست خوارج ہے"۔

(۵) مقریزی (وفات سنہ ۸۴۸ھ) اپنی کتاب "الخطط" میں کہتا ہے: "علی ابن ابی طالب علیہ اسلام کے زمانے میں "عبداللہ بن وھب بن سبا" معروف بہ "ابن السوداء سبئی" نے بغاوت کی اور اس عقیدہ کو وجود میں لاکر رسول خداﷺ نے اپنے بعد علی ابن ابی طالب علیہ اسلام کو وصی و جانشین مقرر کیا اور انھیں امامت کیلئے معین فرمایا ہے اور پھر اس عبداللہ بن سبا نے پیغمبرؐ اور علی علیہ اسلام کی رجعت کا عقیدہ بھی مسلمانوں میں ایجاد کر کے یوں کہا: علی ابن ابی طالب علیہ السلام زندہ ہیں اور خدا کا ایک جزء ان میں حلول کر گیا ہے اور اسی "ابن سبا" سے غالی، انتہا پسند اور رافضیوں کے مختلف گروہ وجود میں آئے"۔

﴿عبداللہ بن سبا وہی عبداللہ بن وہب ہے:﴾

گزشتہ صفحات میں بیان کئے گئے مطالب کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ عبداللہ کون ہے؟ اس کا شجرہ نسب کہاں اور کس شخص تک پہنچتا ہے؟ اور اس کی داستان کیا تھی؟ جو کچھ تحقیق اور جانچ پڑتال کے بعد ان سوالوں کے جواب میں کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ: وہ عبداللہ بن وھب بن راسب بن مالک بن میدعان بن مالک بن نصر الازد بن غوث بن بنت مالک بن زید بن کہلان بن سبا ہے۔ چونکہ اس کا نسب راسب، ازد اور سبا تک پہنچتا ہے اسے سبائی وازدی اور راسبی کہا جاتا ہے: عربی زبان میں خاندان کی طرف نسبت دینا باپ سے نسبت دینے سے مترادف ہے کہتے ہیں: بنی ہاشم و بنی امیہ ہاشم کے بیٹے اور امیہ کے بیٹے یہاں پر قبیلہ کے تمام افراد کو خاندان سے نسبت دی گئی ہے کبھی ایک نامور شخص کو خاندان سے نسبت دیتے ہیں جیسے پیغمبر اسلامﷺ کو کہتے ہیں "ابن ہاشم" بجائے اسکے کہ کہیں ابن عبداللہ اور آنحضرتؐ کو اپنے باپ سے نسبت دیتے۔

اسی قاعدہ کے مطابق عبداللہ بن وھب سبائی کو اپنے خاندان سے نسبت دیکر ابن سبا نے کہا ہے علمائے نسب شناس کا مقصود ابن سبا بھی یہی ہے کہ عبداللہ بن وھب کے بارے میں ذکر کیا ہے اب ہم تحقیق کریں گے کہ یہ عبداللہ بن وھب راسبی سبائی جسے ابن سبا کہا گیا ہے کون تھا؟ یہ عبداللہ سبائی "ذی الثفنات" یعنی گھٹے دار کا لقب پایا ہے کیونکہ کثرت سجود کی وجہ سے اس کے ہاتھ اور زانو پر اونٹوں کے زانوں پر گھٹوں کے مانند گھٹے پڑ گئے تھے۔ یہ عبداللہ سبائی علیؑ ابن ابی طالب کی جنگوں میں حضرت علیہ السلام کی رکاب میں تھا جب جنگ صفین میں حکمیت کی روداد پیش آئی اور خوارج کے بعض افراد نے علی علیہ السلام سے مخالفت کی اور ان کے مقابلہ میں محاذ آرائی کی، عبداللہ بھی ان کے ساتھ تھا، اس شخص کے دل میں علی علیہ السلام کے خلاف اس قدر بغض وعداوت تھی کہ حضرت کو منکر خدا جانتا تھا، اور خوارج کے دوسرے افراد نے اس کے گھر میں اجتماع کیا اور اس نے ان میں ایک تقریر کی اور انہیں پرہیزگاری کی حوصلہ افزائی کی اور آخرت تلاش کرنے کیلئے ترغیب دیتے ہوئے کہا: بھائیوں! جتنا جلد ممکن ہوسکے اس وادی سے جہاں ظالم رہتے ہیں چلے جائیں اور دیہات اور کوہستانوں یا دوسرے شہروں میں زندگی بسر کریں ان گمراہ کنندہ بدعتوں سے انکار کریں تو بہتر ہے۔

(ابن حزم کہتا ہے: عبداللہ وھب المعروف " ذوالثفنات " پہلا شخص تھا جس نے جنگ نہروان میں خوارج کی باگ ڈور سنبھالی اور اسی جنگ میں قتل ہوا جبکہ اس سے قبل نیک تابعین میں شمار ہوتا تھا، بدانجامی سے خدا کی پناہ (جمہرۃ الانساب ۳۸۶) ان لوگوں نے سنہ ۳۷ھ میں اسی عبداللہ کی بیعت کی اور اسے پیغمبر ﷺ کے خلیفہ کے طور پر اپنا قائد وسرپرست منتخب کیا اور اس کے بعد ایک ایک کر کے چوری چھپے کوفہ سے باہر نکلے امام نے جب حالات کو یوں پایا تو اپنے سپاہیوں کے ہمراہ ان کا پیچھا کیا اور دریائے نہروان سے پہلے ہی ان تک پہنچے اور ان سے جنگ کی اس جنگ میں عبداللہ بن وھب

سبائی راسی، ہانی بن زیاد خصفی اور زیاد بن خصفہ کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔ تمام افراد جو عبداللہ بن وھب کے ساتھ تھے قتل ہوئے صرف معدود چند افراد جن کی تعداد دس افراد سے زیادہ نہ تھی اس معرکہ سے زندہ بچ نکلے۔ یہ تھا وہ عبداللہ سبا جو عصر امام میں تھا، صحیح تاریخ نے اس زمانے میں اس کے علاوہ کسی اور کو اس نام ونشان سے نہیں جانا ہے اور نہ ہی کوئی نشان دہی کی ہے۔ (وہی عبداللہ ابن وھب سبئی ہے کہ لفظ "وھب" لکھنے حذف کرنے اور "سبئی" کی یا کے الف میں تغیر پیدا کرنے سے عبداللہ بن سبا میں تحریف ہو گیا ہے ورنہ کوئی بھی "عبداللہ بن سبا" جیسا تاریخ وعقائد کی کتابوں میں وجود نہیں رکھتا ہے اس تحریف کی کیفیت اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے)۔

«آخری نتیجہ»

جو کچھ عبداللہ بن سبا کے تعارف اور شناخت میں کہا گیا ہے جو بھی روایت حادثہ یا داستان عبداللہ کے نام سے نقل ہوئی ہے اگر اس عبداللہ بن وھب سبائی تطبیق کرتی ہے تو اس کے واقع اور صحیح ہونے کا امکان ہے اور اگر اسکی تاریخ اور زندگی تطبیق نہ کرے تو اس قسم کی روایت اور داستان کا وجود نہیں ہے بلکہ غلط اور جعلی ہے اور اس کی حقیقت ایک افسانہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی کیونکہ اس زمانے میں عبداللہ بن وھب کے علاوہ کوئی دوسرا عبداللہ بن سبا وجود نہیں رکھتا تھا اور یہ عبداللہ وھب سبئی بھی امام علی علیہ السلام کی وصایت اور امامت کے عقیدہ کا بانی نہ تھا اور نہ اس کا موجد تھا اور نہ علی علیہ السلام کی الوہیت اور خدائی کا بانی تھا، بلکہ وہ صرف خوارج کا سرپرست وسردار تھا جس نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کی۔ اس لحاظ سے نہ تو جو سیف نے اس کے بارے میں مطلب لکھے ہیں اور مورخین نے انہیں اس سے نقل کیا ہے صحیح اور درست ہے اور نہ ملل ونحل کی کتابیں لکھنے والوں نے اس کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے کوئی بنیاد اور حقیقت رکھتا ہے جی ہاں اس درمیان میں جو بعض روایتیں اور اس عبداللہ کے بارے میں شیعہ کتابوں میں ذکر ہوئی ہیں صحیح ہو سکتی ہیں۔

جیسے یہ روایت کہ ابن سبا نے دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ اٹھانے پر امیر المومنین علیہ السلام سے اعتراض کیا اور اس موضوع کو روح توحید اور یکتا پرستی کے مخالف جانا" اور دوسری روایت کہ جس میں کہتا ہے ابن سبا کو اس سے سنے گئے بیان کے سلسلے میں۔ امامؑ کے پاس لایا گیا حضرتؑ نے اس کی بات کی تائید وتصدیق کی اور پھر اسے آزاد کردیا" یہ تھا اس کا خلاصہ جو عبداللہ بن سبا اور اسکے بارے میں نقل کی گئی داستانوں کی تحقیق اور حوادث ووقائع کے موازنہ سے حاصل ہوا ہے اب دیکھنا چاہئے کہ "ابن السوداء" کون ہے اور کیا معنی رکھتا ہے؟

رجال کشی وغیرہ میں ابن سباح کی روایت۔

«کتاب رجال کشی»

کشی ابن بابویہ (وفات سنہ ۳۶۹ھ) کا ہم عصر تھا، اس کی روایتوں کا مضمون کتاب "المقالات" تالیف سعد بن عبداللہ اشعری (وفات سنہ ۳۰۱ھ)، کتاب "فرق الشیعہ" تالیف نوبختی (وفات ۳۱۰ھ) اور "مقالات الاسلامیین" تالیف علی ابن اسماعیل (وفات ۳۳۰ھ) میں نقل ہوا ہے۔ یہ سب مؤلفین کشی اور ابن بابویہ سے پہلے تھے، فرق صرف اتنا ہے کہ انہوں نے روایتوں کو ایک ہی روش اور سیاق میں سند کے بغیر نقل کیا ہے، لیکن رجال کشی میں یہ روایتیں مختلف صورتوں میں اور سند کے ساتھ نقل ہوئی ہیں انشاء اللہ ہم ان پر آنے والی فصل میں تحقیق کریں گے۔ یہ روایتیں "معرفۃ الناقلین" نامی رجال کشی سے شیعوں کی دوسری کتابوں میں درج ہوکر منتشر ہوئی ہیں۔ کیونکہ شیخ طوسی وفات سنہ ۴۶۰ھ نے اسی رجال کشی کو خلاصہ کرکے اس کا نام "اختیار معرفۃ الرجال" رکھا ہے اور یہی کتاب آج رائج اور معروف اور ہماری دسترس میں ہے۔ اس کے علاوہ احمد بن طاؤس (وفات

۶۷۳ھ) نے اپنی کتاب "حل الاشکار" ۶۴۴ھ) میں تالیف کی ہے، اس نے اس کتاب میں مندرجہ ذیل پانچ کتابوں کی عبارتوں کو یکجا کر دیا ہے۔

۱۔رجال شیخ طوسی۔

۲۔فہرست شیخ طوسی۔

۳۔اختیار رجال کشی، تالیف شیخ طوسی۔

۴۔رجال نجاشی (وفات ۴۵۰ھ) اور

۵۔کتاب "الضعفاء" جو ابن غضائری (وفات ۴۰۰ھ) سے منسوب ہے، ابن طاؤس کے بعد ان کے دو شاگردوں نے اس کی پیروی کی اور ان کے استاد نے نے جو کچھ اپنی کتاب میں درج کیا ہے انہوں نے بھی اس کو من وعن اپنی کتابوں میں نقل کر دیا ہے ان میں دو میں سے ایک علامہ حلی (وفات ۷۲۱ھ) میں جنہوں نے اپنی رجال کی کتاب "خلاصۃ الاقوال" میں اور دوسرے ابن داؤد ہے انہوں نے ۷۰۷ھ) میں تالیف کی گئی اپنی رجال کی کتاب میں درج کیا ہے ان کے بعد مرحوم شیخ محسن بن زین الدین عاملی (وفات ۱۰۱۱ھ) نے "اختیار رجال کشی" کو ابن طاؤس کی کتاب "حل الاشکال" سے الگ کر کے اس کا نام "تحری طاؤسی" رکھا ہے، قہپائی نے ۱۰۱۶ھ) میں تالیف کی گئی اپنی کتاب "مجمع الرجال" میں مذکورہ پنجگانہ کتابوں کو اکٹھا کر کے اپنی کتب میں ان کتابوں کی من وعن عبارتوں کو نقل کیا ہے۔ اس طرح یہ کتابیں شیعہ دانشوروں میں رجال وحدیث کے راویوں کے بارے میں بحث وتحقیق کے منابع و مآخذ قرار پائی ہیں اور رجال شناسی میں شیعوں کے مباحث، صرف انہی کتابوں پر

منحصر ہیں۔ ان کتابوں کے مولفین نے مطالب کو ایک دوسرے سے نقل کر کے ایک کتاب سے دوسری کتاب میں منتقل کر دیا ہے۔

بعد میں آنے والے علماء حدیث اور رجال نے بھی اسی روش کو جاری رکھا ہے، جیسے:

الف) تفرشی: جو علمائے رجال میں سے ایک ہیں نے سنہ ۱۰۱۵ھ) میں تالیف کی گئی اپنی کتاب "نقد الرجال" میں "ابن سبا" کے حالات کی تشریح میں کشی کی روایتوں سے ایک کو نقل کیا ہے اور علامت " کش" سے اسے مختص کیا ہے۔

ب) اردبیلی: اس سنہ ۱۱۰۰ھ) میں تکمیل کو پہنچائی گئی اپنی تالیف "جامع الرواۃ" میں عبداللہ بن سبا کے حالات کی تشریح کو کشی اور ان سے نقل کیا ہے جنہوں نے کشی سے لیا ہے اور اسے علام " کش سے مشخص کیا ہے"۔

ان کے علاوہ علم رجال کے دوسرے دانشوروں نے بھی اسی روز کی تقلید کرتے ہوئے رجال کشی اور ان کے تابعین کو اپنا منبع و مآخذ قرار دیا۔

«علمائے حدیث:»

ج) علمائے حدیث میں سے علامہ مجلسی (وفات سنہ ۱۱۱۰ھ) نے کشی پنجگانہ روایتوں کو اسی بیان میں وضاحت کے ساتھ۔ جسے آخر میں ذکر کیا ہے۔ اپنی اہم ترین کتاب "بحار الانوار" میں نقل کیا ہے۔

د) شیخ محمد بن حسن حر عاملی (وفات سنہ ۱۱۰۴ھ) جو اکابر علمائے حدیث میں شمار ہوتے ہیں، نے اپنی کتاب "تفصیل الوسائل" میں عبداللہ بن سبا کے بارے میں کشی کی پہلی اور دوسری روایت نقل کی ہے۔

ھ) ابن شہر آشوب (سنہ ۵۵۸ھ) نے بھی اپنی کتاب "مناقب" میں کشی کی پہلی روایت کو اس کے مآخذ کسی قسم کا اشارہ کئے بغیر نقل کیا ہے۔

«بحث کا خلاصہ»

خلاصہ یہ کہ ہم عبداللہ بن سبا کے بارے میں شیعہ کتابوں میں ذکر کی گئی روایتوں کے بارے میں تحقیق کے دوران اس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ سب روایتیں کتاب رجال کشی سے نقل کی گئی ہیں اور درج ذیل منابع نے بھی ان روایتوں کو اسی سے نقل کیا ہے:

۱۔ "اختیار رجال کشی"	تالیف	شیخ طوسی (وفات ۴۶۰ھ)
۲۔ "بحار الانوار"	تالیف	مجلسی (وفات ۱۱۱۱ھ)
۳۔ "وسائل"	تالیف	شیخ حر عاملی (وفات سنہ ۱۱۰۴ھ)
۴۔ "جامع الرواۃ"	تالیف	اردبیلی (وفات ۱۱۰۰ھ)
۵۔ "مجمع الرجال"	تالیف	قہپائی (وفات سنہ ۱۰۱۶ھ)
۶۔ "نقد الرجال"	تالیف	تفرشی (وفات سنہ ۱۰۱۵ھ)
۷۔ "تحریر طاؤس"	تالیف	شیخ حسن عاملی (وفات سنہ ۱۰۱۱ھ)
۸۔ "الخلاصہ"	تالیف	علامہ حلی (وفات ۷۲۶ھ)

کیاعقیدہ امامت کا موجد عبداللہ بن سبایہودی ہے یہ رجال کشی میں لکھا ہے:

رجال کشی اوراس کی روایتوں کی جانچ پڑتال

روی الکشی عن الضعفاء کثراً و فی رجاله اغلاط کثیرة

کشی غیر قابل اعتماد افراد سے بہت روایتیں نقل کرتا ہے اوراس کی کتاب رجال غلطیوں سے بھری پڑی ہے۔ (نجاشی) جبکہ ہمارے لئے یہ واضح ہوگیا کہ شیعوں کی حدیث اور رجال کی تمام کتابوں نے عبداللہ بن سبا کے غلو کی داستان کوکسی کی معروف کتاب "معرفتہ الناقلین" سے نقل کیا ہے، تواب ہمیں مذکورہ کتاب کی روایتوں کی جانچ پڑتال پر توجہ دینی چاہئے۔

﴿۱۔ کتاب "معرفته الناقلین" کا مئولف﴾

اس کتاب کا مولف، ابوعمر محمد بن عمرو بن عبدالعزیز کشی ہے، نجاشی نے اس کے بارے میں کہا ہے: کشی ایک موثق اور قابل اعتماد شخص ہے لیکن اس نے کثرت سے ضعیف اور نا قابل اعتماد افراد سے روایت کونقل کیا ہے مزید کہتا ہے کشی عیاشی کا شاگرد تھالہذا اس نے بعض مطالب انہی سے سیکھے ہیں اور عیاشی کے حالات کی تشریح میں یوں کہتا ہے: وہ ضعیف اور نا قابل اعتماد افراد سے زیادہ نقل کرتا ہے: نیز عقیدہ ومذہب کے لحاظ سے ابتداء میں مکتب تسنن کا پیرو تھا اور اہل سنت کی احادیث کو زیادہ سن چکا تھا، لہذا اس نے ایسی احادیث زیادہ نقل کی ہیں۔

﴿۲۔معرفتہ الناقلین یار جال کشی﴾

رجال کشی "**معرفة الناقلين عن الائمة المعصومين**" کے نام سے تھی۔شیخ طوسی نے اسکا خلاصہ کیا ہے اوراس کا "اختیار رجال الکشی" نام رکھا ہے۔یہ کتاب آج تک دانشوروں کی دسترس میں ہے۔نجاشی نے کشی کی کتاب کے بارے میں کہا: علم رجال میں کشی کی ایک کتاب ہے اس کتاب میں بہت زیادہ مطالب ہیں، جن میں بے شمار غلطیاں پائی جاتی ہیں۔نجاشی نے کشی کے بارے میں کہا ہے: وہ ضعیف اور نا قابل اعتماد افراد سے نقل کرتا ہے۔مرحوم محدث نوری کتاب "مستدرک الوسائل" کے خاتمہ کے فائدہ سوم میں، شیخ طوسی کی "اختیار جال کشی" کے بارے میں کہتے ہیں: "بعض قرائن سے ہمارے لئے واضح ہوا ہے کہ اس کتاب میں بعض علماء مولفین اور ناسخوں سے کچھ تصرفات اور تغیرات انجام دئے ہیں"۔(مستدرک (۵۴۰/۳) مرحوم نوری اس بیان کے بعد اپنی بات کیلئے کئی دلائل پیش کرتے ہیں) قاموس الرجال کے مولف نے کہا ہے "رجال کشی کا کوئی صحیح نسخہ کسی کے پاس نہیں پہنچا ہے حتیٰ شیخ طوسی اور نجاشی کو بھی"۔نجاشی نے اس بارہ میں کہا ہے "رجال کشی میں بہت ساری غلطیاں ہے"۔

اسکے بعد "قاموس" کے مولف کہتے ہیں: رجال کشی میں اس قدر تحریف ہے کہ ان کا شمار کرنا ممکن نہیں ہے اس کتاب میں تحریف نہ ہوئے مطالب معدود چند اور انگشت شمار ہیں جیسے: "احمد بن عاحملہ"، "احمد بن فضل"، "اسامہ بن حفص"، "اسماعیل بن فضل"، "اشاعشہ"، "حسین بن مبید"، "درست بن ابی منصور"، "ابوجریرقی"، "عبدالواحد بن مختار"، "علی بن حدید"، "علی بن اعبان"، "عمر بن عبدالعزیز رحل"، "عنبسہ بن بجاد"، اور "منزر بن قابوس" کی تشریح۔

اس کے بعد کہتے ہیں:

"میں نے ان چند ناموں میں کوئی تحریف نہیں پائی اگر چہ احتمال ہے کہ ان میں بھی تحریف کی گئی ہے ان ناموں کے علاوہ میں نے کتاب کی تمام تشریحوں میں تحریفات مشادہ کی ہیں اور تمام تحریفات کی اس کے مقام پر بحث وتحقیق کی ہے"۔اس کتاب میں بہت کم ایسی روایتیں پائی جاتی ہیں جو تحریف وتغیرات سے پاک وصاف ہوں، یہاں تک کہ کتب کے بہت سے عنوان بھی تحریف ہوئے ہیں کسی شخص سے متعلق روایت کو کسی دوسرے شخص کے حالات میں بیان کیا گیا ہے ایک طبقہ کے راویوں کے دوسرے طبقہ میں درج کیا ہے۔ابو بصیر لیث مرادی کی روایت کی غلطی سے ابو بصیر یحییٰ اسدی کی تشریح میں ذکر کیا ہے۔ابو بصیر یحییٰ کی روایت کو اشتباہ سے "علباء اسدی" کے سلسلے میں درج کیا ہے اور ابو بصیر عبدالہ فرزند محمد اسدی کے بارے میں بھی غلطی کا شکار ہوا ہے۔عبداللہ بن عباس کی تشریح کے سلسلہ میں پہلی روایت کو حزیمہ کی تشریح میں اس تشریح سے پہلے نقل کیا ہے۔علی بن یقطین کی تشریح کے آخر میں ایک روایت اور ابتداء میں ایک اور روایت کو حذف کیا ہے۔ابوالخطاب کی تشریح میں ۲۳ روایتیں نقل کی ہیں کہ جن کا ابوالخطاب سے کوئی ربط نہیں ہے۔یہی وجہ تھی کہ قہپائی نے اپنی کتاب میں ابوالخطاب کی تشریح میں ان روایتوں کو نقل کرنے کے بعد انھیں کاٹ دیا ہے۔

حمیری کہ جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے صحابی تھے کو امام رضا علیہ السلام کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔لوط بن یحییٰ کو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں درج کیا ہے جبکہ لوط امام باقر علیہ السلام یا امام صادق علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور اس کا دادا امیر المومنین علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا۔شیخ طوسی نے اس کتاب کے ایک حصہ کو اس میں موجود تمام تحریفات، تغیرات اور اشتباہات کے ساتھ انتخاب کیا ہے اور ان کے ابواب کے عنوان کو حذف کیا ہے۔قہپائی نے اس کتاب کی بعض خرابیوں کو صحیح کرنا چاہا ہے لیکن اس کے برعکس اس کتاب میں خرابیوں میں اضافہ ہی کر دیا ہے

اور باطل کام انجام دیا ہے۔ان سب تحریفات کے باجود کتاب کشی کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس کتاب کے مطالب پر کسی بھی طرح کا اعتماد نہیں کیا جا سکتا مگر یہ مطلب صحیح ہونے کے سلسلہ میں کتاب کشی کے علاوہ کسی کتاب میں دلیل موجود ہو۔

اس بنا پر متاخرین دانشوروں نے کتاب کشی پر اعتماد کر کے متفق القول کہا ہے کہ: "ابان عثمان" فرقہ ناوسیہ سے ہے جیسا کہ رجال کشی میں ایسا ہی ذکر ہوا ہے ان علماء کا رجال کشی پر یہ اعتماد بے جا تھا اور احتمال یہ ہے کہ یہ جملہ اس کتاب میں تحریف ہوا ہے اور یہ جملہ درحقیقت کان من القادسیہ تھا یعنی ابان اہل قادسیہ تھا۔اصل کتاب کشی کے علاوہ "اختیار رجال کشی" شیخ طوسی کا خلاصہ ہے اور شیخ کے بعد آج تک یہ کتاب دانشوروں کے پاس موجود ہے اس کتاب میں اصل کتاب رجال کشی میں موجود تحریفات کے علاوہ، شیخ یا اسکے بعد والے علماء نے بھی اس میں بعض تبدیلیاں کی ہیں ان سبب سے اس کے نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے جیسے: قہپائی کا نسخہ موجودہ طبع شدہ نسخوں سے اختلاف رکھتا ہے، گویا قہپائی کے نسخہ میں کتاب کا حاشیہ متن میں داخل کیا گیا ہے۔جو کچھ علامہ حلی نے "خلاصۃ الاقوال" میں کشی سے نقل کیا ہے، اس میں بھی تحریفات ہیں، لیکن کم ہیں۔جو کچھ اس کتاب سے نقل کر کے ابن داؤد کی رجال میں آیا ہے، اس کی تحریفات بے شمار ہیں اور کو دابن داؤد کی کتاب رجال متاخرین دانشوروں کی کتابوں میں وہی حیثیت رکھتی ہے جو کتاب کشی گزشتہ دانشوروں کی کتابوں میں رکھتی تھی۔(مذکورہ مطالب کو کتاب قاموس الرجال طبع مصطفوی تہران ۱۳۷۹ھ (ج ۱/۴۲۔۴۸) سے خلاصہ کے طور پر نقل کیا گیا ہے)۔اس دانشور کے محققانہ بیان کے صحیح ہونے کی حقیقت کتاب رجال کشی کی طرف رجوع کرنے سے واضح و آشکار ہو جاتی ہے۔اگر ہم اسکے علاوہ اس کتاب کی اصل کے بارے میں بحث کرنا چاہیں، تو ایک مستقل کتاب تالیف ہوگی کہ اس کی ضرورت نہیں ہے اور موجودہ نسخہ کی جانچ پڑتال کے بارے میں ہم اتنے ہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔

«۳۔ گزشتہ پانچ روایتیں»

الف) علماء نے ان روایتوں پر اعتماد نہیں کیا گیا: گزشتہ روایتوں کو شیخ کلینی (وفات سنہ ۳۲۹ھ) نے اپنی کتاب "کافی" میں درج کیا ہے۔

اس طرح شیخ صدوق (وفات سنہ ۳۸۱ھ) نے اپنی کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" میں اور شیخ طوسی۔ جو خود ہی کتاب اختیار رجال کشی کے مؤلف تھے۔ اپنی کتاب "تہذیب" اور "استبصار" میں ان روایتوں کی طرف اشارہ تک نہیں کیا ہے اور یہ مطلب خود اسکی دلیل ہے کہ یہ بزرگواران روایتوں پر اعتماد نہیں کرتے تھے، خاص کر پہلی اور دوسری روایت کو نقل کرتے تھے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے عبداللہ بن سبا کو مرتد ہونے کے جرم میں نذ آتش کیا ہے اس طرح فقہاء نے آج تک مرتد حکم کے بارے میں ان دو روایتوں کی طرف اشارہ تک نہیں کیا۔

ب) تناقص کا اشکال: شیعہ کتابوں میں عبداللہ بن سبا کے بارے میں دو اور روایتیں موجود ہیں جو کشی کی ان پانچ روایتوں سے تناقص رکھتی ہیں ان دو روایتوں کا مفہوم ان پانچ روایتوں کے مضمون کو مکمل طور پر جھٹلاتا ہے۔

پہلی روایات: کتاب "من لایحضرہ الفقیہ"، "خصال"، "تہذیب"، "خدائق"، "وسائل" اور "دافی" میں نقل ہوئی ہے اور وہ روایت یہ ہے:

امام صادق علیہ السلام اپنے بابا امام باقر علیہ اسلام سے نقل کرتے

ہیں کہ ایک دن امیر المومنین نے فرمایا: جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو، اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرو اور خدا سے مناجات کرو، ابن سبا نے جب امیر المومنین علیہ السلام کے اس بیان کو سنا، تو اعتراض کیا اور کہا: اے امیر المومنینؑ! کیا خداوند عالم ہر جگہ موجود نہیں ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: ہاں خداوند متعال ہر جگہ موجود ہے ابن سبا نے کہا: پھر کیوں حالت دعا میں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے جائیں؟ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم نے قرآن مجید میں اس آیت کو نہیں پڑھا ہے کہ خداوند عالم فرماتا ہے:

﴿وفی السماء رزقکم وماتوعدون﴾

تمہارا رزق اور جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے آسمان پر ہے پس رزق کیلئے اپنی جگہ سے درخواست کرنی چاہئے اور رزق وہیں پر ہے جس کا خدا نے وعدہ کیا ہے اور وہ آسمان ہے۔ (خدا کی طرف دل سے توجہ کرتے وقت جسم بھی ایک خاص کیفیت میں ہونا چاہئے وہ بھی ایک خاص کیفیت میں تاکہ روحانی وفکری توجہ زیادہ ہو جائے یہ جہت اور کیفیت بھی خدا کی طرف سے معین ہونی چاہئے) شیخ طوسی کی امالی میں یہ روایت اس طرح نقل ہوئی ہے کہ: ایک دن "میتب بن نجبہ" (میتب، علی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور "جنگ عین الوردہ" کے توبہ کرنے والوں کا کمانڈر تھا جنہوں نے حضرت سید الشہداء کی خونخواہی کی راہ میں بغاوت کی تھی "جمہرابن حزم/۲۵۸" وہ اسی جنگ میں ۶۵ ھ میں قتل ہوا "سفینہ السجارج ۱/۶۷۷" ترمذی نے اس سے حدیث نقل کی ہے "التقریب ۲/۲۵۰") نے عبداللہ بن سبا کا گریبان پکڑ لیا اور اسے گھسیٹتے ہوئے امیر المومنینؑ کے پاس لایا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا ہوا ہے؟ میتب نے کہا: یہ شخص خدا اور اس کے رسولؐ پر جھوٹ کی نسبت دیتا ہے؟ امیر المومنینؑ نے فرمایا: کیا کہتا ہے؟ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس قدر سنا کہ امیر المومنین نے فرمایا: ھیھات! ھیھات! "بعید ہے! بعید ہے!" لیکن ایک مرد جو تند رفتار اونٹ پر سوار ہے

اوراونٹ پر کجاوہ بندھا ہواتمہارے درمیان آئے گا حج وعمرہ کی خاک کوابھی پاک نہ کیا ہوگا تم لوگ اسے قتل کرڈالوگے (اس شخص سے علی کا مقصود ان کے فرزند حسینؑ بن علیؑ تھے)۔

غیبت نعمانی میں یہ روایت مسیّب بن نجبہ سے یوں نقل ہوئی ہے کہ: ایک شخص "ابن سوداء" نامی ایک مرد کے ہمراہ مولا امیر علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور کہا: یا امیر المومنین ایہ مرد "ابن مواد ء" خدا اور رسول خداﷺ نے فرمایا: "لقد اعرض و اطول " بکواس کی بات ہے کیا کہتا ہے۔اس نے کہا، لشکر غضب کے بارے میں کہتا ہے، کہ امام نے فرمایا: اُسے چھوڑ دو، ہاں، لشکر غضب ایک ایسا گروہ ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ یہ تھیں دو روایتیں جن کا مضمون کشی کی پنجگانہ روایتوں سے مخالف اور تناقض رکھتا ہے کیونکہ روایات دلالت کرتی ہیں کہ ابن سبا الوہیت و بشری خدائی کا دعویدار تھا یعنی جو شکل وصورت اور جسم رکھتا تھا، انتقال مکانی کرتا رہتا ہے، کبھی حاضر ہوتا تھا اور کبھی غائب۔۔کا قائل تھا، جبکہ یہاں پر پہلی روایت دلالت کرتی ہے کہ ابن سبا خدا کو منزہ اور اس سے بلند تر جانتا تھا کہ اجسام کی طرح کسی مکان میں ہو اور کسی دوسرے مکان میں نہ ہو۔اور دوسرے روایت اس پر دلالت کرتے کہ ابن سبا یا ابن سوداء نے پیشن گوئی کی ہے اور یہ خبر مسیّب کی نظر میں (یا دوسرے شخص کی نظر میں) عجیب اور نا قابل یقین ہے اور اسے خدا اور خوارج کا رئیس تھا سیف کے افسانہ اشاعت ملنے کے بعد یہ لفظ اپنے اصلی معنی سے تحریف ہوکر آیا تازہ پیدا شدہ مذہبی فرقہ میں استعمال ہوا ہے جس کا بانی بقول سیف عبداللہ سبا نامی ایک یہودی تھا، اس جدید معنی میں اس لفظ نے شہرت پائی، اور عبداللہ بن وھب سبائی بھی عبداللہ سبائی یہودی میں تبدیل ہوگیا اس کو تاریخ کے بعد رفتہ رفتہ لفظ "سبئیہ" کے قبیلہ سے نسبت کے طور پر استعمال ہونا متروک ہوگیا۔

خاص طور پر عراق کے شہروں اور عراق کے گرد ونواح شہروں اور افسانہ عبداللہ بن سبا اور فرقہ

سبائیہ کی پیدائش کی جگہ میں اس کا اصلی معنی میں استعمال مکمل طور پر فراموشی کی نظر ہوگیا یہاں تک کہ ہم نے اپنے مطالعات میں اس کے بعد کسی کو نہیں دیکھا جوان شہروں میں سبا بن یشجب سبئی سے منسوب ہوا ہو لیکن یمن، مصر اور اندلس میں دوسری اور تیسری صدی ہجری میں بھی یہ لفظ اسی اصلی معنی میں استعمال ہوتا تھا، بعض افراد جو فرقہ "سبئیہ" کے بانی عبداللہ بن سبا سے اصلاً کوئی ربط نہیں رکھتے تھے سبا بن یشجب اور قبیلہ قحطان سے منسوب ہونے کے سبب سبئیہ کہے جاتے تھے صحاح کی کتابوں کے مولفین نے بھی حدیث میں ان سبئی افراد کو بعنوان حدیث کے قابل اعتماد راویوں کے طور پر ذکر کیا ہے لیکن بعد میں ان شہروں میں بھی زمانہ کے گزرنے کے ساتھ سبئیہ کا استعمال بعنوان قبیلہ بلکل نابود ہوگیا اور اس طرح اس لفظ نے تمام شہروں اور عالم میں ایک مذہبی فرقے کے نام سے شہرت پائی ہم اگلی فصل میں اسی کی وضاحت کریں گے۔

تاریخ، ادیان اور عقائد کی کتابوں میں عبداللہ بن سبا

هم الذين يقولون ان عليا في السحاب وان الرعد صوته و البرق سوطه

گروہ سبائیہ معتقد ہیں کہ علی "علیہ السلام" بادلوں میں ہیں اور رعد ان کی آواز اور برق ان کا تازیانہ ہے علمائے

ادیان و عقائد

«تاریخ میں عبداللہ سبا کی متضاد تصویریں»

سیف نے افسانہ عبداللہ سبا و سبئیہ کو جعل کر کے اپنی کتابوں میں تاریخی حوادث کے طور پر

ثبت کیا ہے، اس کے بعد طبری اور دوسرے مورخین نے اس کی دو کتابوں سے اس افسانہ اور سیف کے دوسرے افسانوں کو نقل کر کے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے خاص کر افسانہ سبئیہ کو مسلمانوں میں پہلے سے زیادہ منتشر کیا اس افسانہ کے منتشر ہونے کے بعد لفظ "سبئیہ" تمام نقاط میں اور تمام لوگوں کی زبانوں پر عبداللہ بن سبا کے ماننے والوں کیلئے استعمال ہوا اور اس معنی میں خصوصیت پیدا کر گیا اس کے بعد اس کا اپنے اصلی معنی میں ۔ کہ قبیلہ قحطان اور سبا بن یشجب سے منسوب ہونا۔ استعمال متروک ہو گیا ہے۔ لیکن بعد میں سبئی کا مفہوم اس معنی سے تغیر پیدا کر گیا اور اس میں ایک تبدیلی آ گئی اور لفظ مختلف صورتیں اختیار کر گیا اس کا جعل کرنے والا بھی متعدد قیافوں اور عنوان سے ظاہر ہوا، مثلاً دوسری صدی ہجری کے اوائل میں سیف کی نظر میں "سبئی" اس کو کہا جاتا تھا جو علی علیہ السلام کی وصایت کا معتقد ہو لیکن تیسری صدی کے اواخر میں "سبئی" اس کو کہتے تھے جو علی علیہ السلام کے خدا ہونے کا معتقد ہو اسی طرح عبداللہ بن سبا سیف کی نظر اور اسکے زمانے میں وہی ابن سودا تھا لیکن پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں عبداللہ بن سبا، ابن سودا کے علاوہ کسی اور شخصیت کی حیثیت سے پہچانا گیا بلکہ یہ الگ الگ دو افراد پہچانے گئے کہ ہر ایک اپنی خاص شخصیت کا مالک تھا اور وہ افکار و عقائد بھی ایک دوسرے سے جدا رکھتے تھے کلی طور پر جو مطالب پانچویں صدی ہجری کے اوائل میں عبداللہ سبا کے بارے میں ذکر ہوئے ہیں ان سے یوں استفادہ کیا جا سکتا ہے عبداللہ سبا چند اشخاص تھے اور ہر ایک کیلئے اپنی مخصوص داستان تھی:

اول: عبداللہ بن وہب سبائی جو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے زمانے میں زندگی بسر کرتا تھا وہ خوارج کے گروہ کا سردار تھا لیکن علماء کی ایک مخصوص تعداد کے علاوہ اسے کوئی نہیں جانتا۔

دوم: وہ عبداللہ بن سبا جو ابن سودا کے نام سے مشہور تھا سیف کے کہنے کے مطابق یہ عبداللہ سبا فرقہ "سبائیہ" کا بنی کہ جو علی علیہ السلام کی رجعت اور وصایت کا معتقد تھا اس نے اکثر اسلامی ممالک اور شہروں میں فتنے اور بغاوتیں برپا کی ہیں، لوگوں کو گورنروں اور حکمرانوں کے خلاف اکسانا تھا نتیجہ کے طور پر سبائی مختلف شہروں سے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پر جمع ہونے کے بعد مسلمانوں کے خلیفہ عثمان کو قتل کر ڈالا یہ وہی تھے جنہوں نے جنگ جمل کی آگ بھڑکائی اور مسلمانوں میں ایک زبردست قتل عام کرایا۔

سوم: عبداللہ سبائی، غالی، انتہا پسند تیسرا عبداللہ سبا ہے وہ فرقہ سبئیہ کا بانی تھا جو علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کر کے انکی الوہیت کا قائل ہوا تھا۔

پہلا عبداللہ سبائی حقیقت میں وجود رکھتا تھا اور علی ابن ابیطالب کے زمانہ میں زندگی بسر کرتا تھا اپنے حقیقی روپ میں کم وبیش تاریخ کی کتابوں میں درج ہوا ہے دوسرا عبداللہ بن سبا وہ ہے جسے بنی امیہ کی حکومت کے اواخر میں سیف کے چاپلوس ہاتھوں سے جعل کیا گیا ہے اس کی زندگی کے بارے میں روایتیں اسی صورت میں تاریخ کی کتابوں میں ہیں جیسے سیف نے ان کو جعل کیا ہے لیکن تیسرا عبداللہ بن سبا، جو تیسری صدی ہجری میں پیدا ہوا ہے اس کے بارے میں روایتیں دن بہ دن وسیع سے وسیع تر ہوتی گئی ہیں اور اسکے بارے میں مختلف داستانیں و مطالب مفصل طور پر نقل کیے گئے ہیں کہ تاریخ، رجال اور مخصوصاً ادیان وعقائد کی کتابیں ان سے بھری پڑی ہیں۔ ایک مختصر و تحقیق کے پیش نظر شاید اس روداد کی علت اور راز یہ ہو کہ عبداللہ بن دھب سبائی یا پہلا عبداللہ چونکہ حقیقت میں وجود رکھتا تھا اس کے بارے میں سرگزشت اور روایتیں جس طرح موجود تھیں اسی طرح تاریخ میں آگئی ہیں اور اس مقدار کے ساتھ اختتام کو پہنچی ہیں لیکن دوسرا عبداللہ بن سبا، چونکہ اس کو خلق کرنے والا سیف بن عمر

ہے اس لئے اس نے اس افسانہ کو حسب پسند اپنے خیال میں تجسم کر کے جعل کیا ہے اس کے بعد اسے اپنی کتاب میں درج کیا ہے اور بعد والے مورخین نے بھی اس جعل کردہ افسانہ کو اس سے نقل کر کے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اس لحاظ سے ان دو عبداللہ بن سبا کے بارے میں اخبار رور وایتوں میں زمانہ اور صدیاں گزرنے کے باوجود کوئی خاص فرق نہیں آیا ہے۔

لیکن تیسرا عبداللہ سبا چونکہ مورخین اور ادیان وعقائد کے علماء نے اس کے بارے میں روایتوں اور داستانوں کو عام لوگوں اور گلی کوچوں سے لیا ہے اور عام لوگوں کی جعلیات میں بھی ہر زمانے میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔ اس لئے تیسرے عبداللہ بن سبا کے افسانہ میں زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ وسعت پیدا ہو کر تغیرات آگئے ہیں تیسری صدی ہجری کے آواخر سے نویں صدی ہجری تک کتابوں میں عبداللہ بن سبا کی شناخت یوں کرائی گئی ہے:

الف) عبداللہ سبا وہی ہے جو علی علیہ اسلام کی خلافت کیلئے بیعت کے اختتام پر حضرت کی تقریر کے بعد اٹھا اور بولا: "یا علی! آپ علیہ السلام کائنات کے خالق ہو اور رزق پانے والوں کو رزق دینے والے ہو" امام علیہ السلام اس کے بیان سے بے چین ہوئے اور اسے مدینہ سے مدائن جلاوطن کیا اس کے بعد ان کے حکم کے مطابق ان کے "سبیہ" نامی گیارہ ماننے والوں کو گرفتار کر کے آگ میں جلا دیا، ان گیارہ افراد کی قبریں اسی سرزمین صحرا میں معروف ہیں۔

ب) عبداللہ بن سبا وہی ہے جس نے امام علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا ہے اور انہیں پناہ خدا تصور کیا، لوگوں کو اپنے باطل عقیدہ کی طرف دعوت دی، ایک گروہ نے اس کی اس دعوت کو قبول کیا، علی علیہ السلام نے بھی اس گروہ میں سے بعض افراد کو آگ کے دو گڑھوں میں ڈال کر جلا دیا یہاں پر بعض شعراء نے کہا ہے:

الترم بی الحوادث حیث شاءت اذا لم ترم
فی الحضرتین

یعنی حوادث روزگار ہمیں جس خطرناک عذاب میں ڈال دیں، ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے مگر ہمیں علی علیہ السلام آگ کے ان دو گڑھوں میں نہ ڈالیں۔

علی علیہ السلام نے جب ابن سبا کی اس غلو وانحراف کا مشاہدہ کیا تو اسے مدائن میں جلاوطن کردیا وہ علی علیہ السلام کی رحلت کی خبر سننے تک مدائن میں تھا، اس خبر کو سننے کے بعد اس نے کہا علی علیہ السلام نہیں مرے ہیں، جو مرگیا ہے وہ علی علیہ السلام نہیں تھے بلکہ شیطان تھا، جو علی علیہ السلام کے روپ میں ظاہر ہوا تھا کیوں کہ علی علیہ السلام نہیں مریں گے بلکہ انہوں نے عیسیٰ کے مانند آسمانوں کی طرف پرواز کی ہے اور ایک دن زمین پر اتر کر دشمنوں سے انتقام لیں گے!

ج) عبداللہ سبا، وہی تھا جو کہتا تھا کہ علی مرنے کے بعد بھی زندہ ہیں جب وہ مدائن میں جلاوطنی کے دن گذار رہا تھا جب اسکو علی علیہ السلام کی رحلت کی خبر دی گئی، تو اس نے اس خبر کو قبول نہیں کیا جس نے یہ خبر دی تھی اسے کہا: اے دشمن خدا! خدا کی قسم تو جھوٹ بول رہا ہے، اگر علی علیہ السلام کے سر کی کھوپڑی بھی میرے سامنے لاؤ گے اور ستر عادل مومن گواہی دیں گے علی علیہ السلام وفات کر گئے ہیں پھر بھی میں تیری بات کی تصدیق نہیں کروں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ علی ابن ابیطالب علیہ السلام نہیں مریں گے اور نہ قتل کیے جائیں گے یہاں تک کہ پوری دنیا پر حکمرانی کریں گے، اس کے بعد عبداللہ بن سبا اسی دن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مدائن سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا وہ علی کے گھر کے دروازے پر پہنچے دروازہ پر کھڑے ہو کر جس طرح کسی زندہ انسان سے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہتے ہیں علی علیہ السلام سے اجازت طلب کی، امام کے خاندان والوں نے ان کی رحلت کی خبر دی، انہوں نے علی کی وفات کو قبول نہیں کیا اور امام کی رحلت کے بارے میں امام کے اہل بیت علیہم السلام کی

بات کو ماننے سے انکار کیا اور اسے جھوٹ کہا:

یہ تھا ان مطالب کا ایک خلاصہ جو تیسرے عبداللہ سبا کے بارے میں کہے گئے ہیں اور اسکی زندگی کے حالات اور عقیدہ کے طور پر کتابوں میں ثبت ہو کر رائج ہوئے ہیں اسی کے بارے میں کہا گیا ہے: عبداللہ بن سبا وہی ابن سودا ہے یعنی ایک سیاہ فام کنیز کا بیٹا، اس کے باجود معروف ہے کہ ابن سبا اور ابن السوداء دو افراد اور الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ اور کہا گیا کہ: دوسرا عبداللہ بن سباہ سبا حیرہ کے یہودیوں میں سے تھا، اس نے علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کے بارے میں تاویلات کر کے مسلمانوں کے دین کو فاسد منحرف کرنا چاہا تا کہ مسلمان علی علیہ السلام اور ان کے فرزندوں کے بارے میں وہی اعتقاد پیدا کریں جو عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں رکھتے ہیں اس کے علاوہ وہ کوفہ کے لوگوں پر ریاست اور سرپرستی کرنا چاہتا تھا اس لئے اس نے کوفہ کے لوگوں میں افواہ پھیلائی کہ توریت میں آیا ہے کہ "ہر پیغمبر کا ایک وصی ہے اور علی علیہ السلام بھی محمد خاتم النبین ﷺ کے وصی ہیں" لوگوں نے یہ بات اس سے سن کر علی علیہ السلام کو پہنچادی کہ ابن سوداء آپ کے دوستداروں اور چاہنے والوں میں سے ہے، علی (علیہ السلام) نے اس کا کافی احترام کرتے اور اسے اپنے منبر کے نیچے بٹھاتے تھے لیکن جس دن علی علیہ السلام کے بارے میں عبداللہ کا غلو ظاہر ہوا اور حضرت تک پہنچا تو حضرت نے اس کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا، لیکن چونکہ حضرت اس کے ماننے والوں کے سفاد و بغاوت سے ڈر گئے اس لئے اس کے قتل سے منحرف ہوئے اور عبداللہ بن سبا کو مدائن جلاوطن کیا جب اس نے مدائن میں گروہ رافضہ سید کو کفر اور بے دینی میں شدید ترین اور منحرف ترین افراد پایا تو وہ ان کے ساتھ جاملا۔

گروہ سبئیہ جن کا بانی یہی تیسرا عبداللہ سبا تھا، کہتے تھے:

علی علیہ السلام بادلوں میں ہیں، رعد اس کی آواز اور برق انکا تازیانہ ہے اور جب بھی رعد کی

آوازان کے کانوں تک پہنچی ہے اس کے مقابلے میں کھڑے ہوکر تعظیم واحترام کے ساتھ کہتے ہیں:

السلام علیک یا امیر المئومنین

«یہ گروہ سبئی وہی ہیں جو کہتے ہیں: امام علی ابن ابیطالب وہی مہدی موعود ہیں کہ دنیا اس کے انتظار میں ہے»

وہ تناسخ کا اعتقاد رکھتے ہیں اور کہتے ہیں: ائمہ اہل بیت علیہم السلام خدا کا جزء ہیں۔ وہ کہتے ہیں: خدا کے ایک جزء نے علی علیہ السلام میں حلول کیا ہے" وہ کہتے ہیں: ہمارے ہاتھ میں جو قرآن ہے وہ حقیقی قرآن کے نو حصوں میں سے ایک حصہ ہے کہ اس کا پورا علم علی علیہ السلام کے پاس ہے۔ وہ "ناووسیہ" سے متحد ہیں اور کہتے ہیں: جعفر بن محمد علیہ السلام تمام تعالیمات اور احکام دین کے علیم ہیں۔

انہوں نے ہی مختار کو نبوت کا دعویٰ کرنے پر مجبور کیا۔ یہ وہی فرقہ "طیارہ" ہے جو کہ کہتے ہیں: ان کی موت ان کی روح کا عالم بالا کی طرف پرواز کے علاوہ کچھ نہیں، مزید کہتے ہیں: روح القدس عیسیٰ سے محمد میں منتقل ہوا ہے اور محمد سے علی میں اور ان سے حسن وحسین علیہ السلام میں اور ان سے دیگر ائمہ میں جو ان کی اولاد ہیں۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

وہ اسی رم ابن حرث کندی کے اصحاب ہیں جس نے اپنے ماننے والوں کو دن رات کے اندر سترہ (۱۷) نمازیں واجب کیں کہ ہر نماز پندرہ رکعت کی تھی یہ گروہ اعتقاد رکھتا تھا کہ علی نہیں مرے ہیں بلکہ اپنی مخلوق سے ناراض ہوکر ان سے غائب ہوگئے ہیں اور ایک دن ظہور کریں گے وہ وہ وہی نا سمجھ فرقہ ہے جو مختار کا ماننے والا ہے۔ وہ، وہی گروہ ممطور ہیں۔ اسی طرح وہ دوسرے دسیوں گروہ ہیں۔۔۔۔! جو تیسرے عبداللہ بن سبا کے پیروگروہ "سبئیہ" کے بارے میں نقل ہوئے ہیں۔ ہم نے

جعل کئے گئے فرقہ سبائی کے بارے میں ان بیہودگیوں، بہتانوں، ملاوٹوں اور تحریفات کو دیکھا۔

«جعل و تحریف کے محرکات»

انھا کانت تدمغ ائمة اھل ابیتؑ فی جمیع العصو

یہ جعلیات اور افسانے نے تمام زمانوں میں شیعوں کو نقصان پہنچانے اور انھیں کچلنے کیلئے تھے۔

اگر ہم تمدن اسلامی کے بعض مواقع کے بارے میں ایجاد کی گئی تحریفات اور تغیرات پر دقیق بحث و تحقیق کریں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ان تحریفات میں سے بعض مؤلفین کی غلطیوں کی وجہ سے وجود میں آئی ہیں ان غلطیوں سے دوچار ہونے والے افراد، انکی اشاعت کرنے میں شاید سیاسی محرک یا خاندانی تعصب یا مذہبی تعصب کارفرما نہیں تھا۔ لیکن افسانہ عبداللہ بن سبا اور سبیئہ کے جعل و نشر میں عام طور پر ملوث افراد اور خصوصی طور پر وقت کی حکومتیں مختلف عزائم اور محرکات رکھتی تھی، کیونکہ:

۱) افسانہ عبداللہ بن سبا، اصحاب پیغمبر ﷺ پر ہونے والے اعتراضات پر پردہ پوشی کرتا ہے اور انہیں ان اعتراضات سے پاک اور سزا سے پاک کرتا ہے یہ ایک نازک اور سیاسی مطلب ہے جو تمام ادوار میں لوگوں کے مختلف طبقات اور صاحب قدرت اور حکومتوں کا پسندیدہ تھا۔

۲۔ یہ افسانہ اسلام کی ابتدائی صدیوں کے تمام تاریخی مظالم، عیوب، خطاؤں اور گناہوں کو قبائل قحطان کی گردن میں ڈالتا ہے اور اس کے مقابلہ میں تمام فضائل و تاریخی کارناموں کو قبائل عدنان

سے نسبت دیتا ہے چونکہ خاندان عباسی کے اواخر تک حکومتیں قبیلہ قریش اور عدنانیوں میں رہی ہیں، لوگ قحطانیوں اور سبائیوں سے عداوت اور شدید مخالفت رکھتے تھے اس لئے انہوں نے اس افسانہ کی اشاعت اور ترویج میں جوان حکومتوں کے حق اور ان کے دشمنوں کے نقصانات میں تھا۔ تمام قدرت اور پوری طاقت کے ساتھ ہر ممکن کوشش کی۔

۳۔ ان سب سے اہم یہ کہ یہ افسانہ خلفاء کی حکومت کے مخالفوں۔۔۔۔ جو خاندان عصمت کے شیعہ تھے۔ پر کفر والحاد کا الزام لگا کر انہیں دین و مذہب سے خارج کرتا ہے کیونکہ یہ لوگ خلفا عثمانی کے دور تک ادوار میں حتیٰ کہ آج تک وقت کی حکومتوں کے مخالف تھے۔ خود یہی افسانہ ہے جس نے گزشتہ زمانہ میں وقت کی حکومتوں کیلئے شیعوں پر حملہ کرنے کا راستہ ہموار کیا ہے اور شیعوں پر ہر قسم کے دباؤ، مشکلات اور دشواریاں ایجاد کرنے کیلئے حکومتوں کیلئے قوی سہارا اور مضبوط دستاویز کا کام کیا ہوا ہے بالکل واضح ہے کہ وقت کی حکومت اس قسم کی فرصت سے فائدہ اٹھانے کی پوری پوری کوشش کرتی اور اس قسم کے وسائل کی تائید و تبلیغ کرنے کے لئے پوری طاقت اور قدرت کو بروئے کار لائی ہے۔

خود یہی محرک اور اس کے علاوہ دوسرے محرکات تھے جس نے اس افسانہ کو وجود بخشا نیز اس کو اشاعت اور شہرت دی اور اس سلسلے میں علماء پر بحث و تحقیق کے دروازے مسدود کر دیئے یہاں تک خداوند عالم نے اس پر بحث و تحقیق کرنے کی توفیق ہمیں عنایت فرمائی وما علینا البلاغ۔

﴿سیف کی دوسری تحریفات اور جعلیات﴾

سیف کی جعلیات و تحریفات صرف افسانہ عبداللہ سبا تک ہی محدود نہیں تھیں بلکہ اس سے پہلے

اشارہ کئے گئے محرکات کے علاوہ اپنے الحاد اور زندقہ کے محرکات کے پیش نظر بھی افسانے جعل کئے ہیں اور ان افسانوں کیلئے سورما بھی خلق کئے ہیں جن کی تحقیق کیلئے ہم نے کئی کتابیں جیسے "خمسون و مآۃ صحابی مختلق" یونی "ایک سو پچاس جعلی اصحاب" "رواۃ مختلوق یعنی جعلی راوی اور "عبداللہ بن سبا" جیسی ان کتابوں میں ضمنی طور پر ان سوالات کا جواب بھی آیا ہے کہ:

یہ تاریخ اسلام میں یہ تحریفات، تبدیلیاں اور جلعلیات کیوں اور کیسے وجود میں آئے ہیں؟!

تاریخ اور حدیث کے علماء نے اس کے مقابلہ میں کیوں بالکل خاموشی اختیار کی ہے اور گزشتہ کئی صدیوں کے دوران اس سلسلہ میں کسی قسم کی تحقیق اور جانچ پڑتال نہیں کی گئی ہے؟! اس کے علاوہ سیف بن عمر نے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے قاتل عبدالرحمان ابن ملجم کے نام کو کیسے خالد بن ملجم میں تحریف کرکے اسے علی علیہ السلام کے بارے میں غلو کرنے والے فرقہ "سبئیہ" کی ایک بزرگ شخصیت دکھایا ہے اس کے علاوہ پیغمبرﷺ کے مشہور صحابی "خزیمہ بن ثابت انصاری" کو کیسے دو اشخاص ایک "زوالشہادتین" کے نام سے اور دوسرے کو "غیر ذو اشہادتیں" کے نام سے پیش کیا ہے اسی طرح "سماک بن خرشہ انصاری" کو دو اشخاص دکھائے ہیں۔ ایک معروف بہ ابو جانہ اور دوسرا غیر ابو دجان، اور عبداللہ بن سبا کو بھی دو اشخاص دکھانے میں کامیاب ہوا ایک ابن دھب سبائی جو علی علیہ السلام کی خلافت کے دوران گروہ خوارج کا سردار تھا اور دوسرا ابن سبا جس کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں تھا اور اس نے کسی ماں سے جنم ہی نہیں لیا تھا بلکہ یہ سیف کے ذہن کی پیداوار تھا اس لحاظ سے تاریخ اسلام میں جعل، تحریف اور تخلیق سیف کی بلکل گنجائش نہیں ہے پھر بھی ان تحریفات و جعلیات کے مقابلہ میں علماء کی خاموشی تازہ نہیں تھی اور افسانہ عبداللہ بن سبا سے ہی مخصوص نہیں تھی کہ جو ایک فرد محقق کیلئے بُعد اور نا قابل قبول اور نا قابل حل دکھائی دے۔

«پانچ جعل اصحاب»

یاد دہانی کے طور پر سیف کے سورماؤں کو تخلیق کرنے کا کارنامے اوران کارناموں کے نمونے پیش کرنے کے لئے یہاں پر مناسب ہے درج ذیل پانچ افسانوی اصحاب کی طرف اشارہ کریں۔

قعقاع بن عمرو بن مالک تمیمی اسد: سیف نے ایک زبردست اور الہام شدہ شاعر، پیغمبر کا صحابی اور لشکر اسلام کے کمانڈر کی حیثیت سے پہچوایا ہے سنی اور شیعہ علماء نے بھی اس کی زندگی کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

۲۔ عامر بن عمرو، قعقاع کا بھائی۔

۳۔ نافع بن اسود بن قطبہ بن مالک تمیمی اسید، قعقاع کا چچیرا بھائی۔

۴۔ زیادہ بن حنظلہ تمیمی۔

۵۔ طاہر بن ابی ہالہ خدیجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کا بیٹا۔

اس قسم کے افسانوی افراد بہت زیادہ ہیں جنہیں سیف نے اپنے تصور اور خیال میں خلق کیا ہے اور انہیں بعنوان: راوی، شاعر، صحابی یا جنگی سورما وغیرہ کی موت کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اسلامی تمدن کی حسب ذیل شیعہ وسنی کتابوں میں ان کا ذکر آیا ہے:

«اھل سنت علماء کی وہ کتابیں جنھوں نے بلا تحقیق سیف بن عمر سے نقل کیا ھے»

ا۔ سیف بن عمر تمیمی (وفات تقریباً سنہ ۱۷۰ھ) نے اپنی دو کتابوں: "الجمل" اور "الفتوح"

میں۔

۲۔طبری (وفات سنہ۳۱۰ھ) نے اپنی "تاریخ" میں۔

۳۔بغوی (وفات سنہ۳۱۷ھ) نے اپنی "معجم الصحابہ" میں

۴۔رازی (وفات سنہ۳۲۷ھ) نے اپنی "الجرح والتعدیل" میں

۵۔ابن سکن (وفات سنہ۳۵۳ھ) میں اپنی "حروف الصحابہ" میں۔

۶۔اصفہانی (وفات سنہ۳۵۶ھ) نے اپنی "اغانی" میں

۷۔مرزبانی (وفات سنہ۳۷۴ھ) نے اپنی "معجم الشعراء" میں

۸۔دارقطنی (وفات سنہ۳۸۵ھ) نے اپنی کتاب "المؤتلف والمختلف" میں

۹۔ابونعیم (وفات سنہ۴۳۰ھ) نے اپنی "تاریخ اصفہان" میں

۱۰۔بن عبدالبر (وفات سنہ۴۳۰ھ) نے اپنی "استیعاب" میں۔

۱۱۔ابن ماکولا (وفات سنہ۴۷۵ھ) نے "الاکمال" میں۔

۱۲۔ابن بدرون (وفات سنہ۵۶۰ھ) نے "شرح قصیدہ ابن عبدون" میں

۱۳۔ابن عساکر (وفات سنہ۵۷۱ھ) نے اپنی "تاریخ دمشق" میں

۱۴۔حمودی وفات (سنہ۶۲۶ھ) نے "معجم البلدان" میں۔

۱۵۔ابن اثیر (وفات سنہ۶۳۰ھ) نے "الکامل التاریخ" میں

۱۶۔ابن اثیر (وفات سنہ۶۳۰ھ) نے "اسد الغابہ" میں

۱۷۔ذہبی (وفات سنہ۷۴۸ھ) نے "النبلاء" میں

۱۸۔ذہبی (وفات سنہ۷۴۸ھ) نے "تجرید الاسماء الصحابہ" میں۔

۱۹۔ابن خلدون (وفات سنہ۸۰۸ھ) نے اپنی "تاریخ" میں

۲۰۔حمیری (وفات سنہ ۸۲۶ھ) نے اپنی "روض المعاطار" میں۔ اس کتاب کی

تاریخ تالیف سنہ ۸۲۶ھ ہے۔

۲۱۔ابن حجر (وفات سنہ ۸۵۲ھ) نے اپنی "اصابہ" میں

۲۲۔ابن بدان (وفات سنہ ۱۳۴۶ھ) نے اپنی "تہذیب تاریخ ابن عساکر" میں۔

«شیعہ علماء کی کتابیں»

بعض شیعہ علماء (علمائے شیعہ نے فقہ کے علاوہ تمام موضوعات جیسے: تفسیر سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ، رجال اور تاریخ میں علمائے سنی کی اکثریت سے نقل کیا ہے) اور مورخین نے اہل سنت کی کتابوں پر اعتماد کی وجہ سے ان ہی افسانوی افراد کے نام اور ان کی روایتوں اور داستانوں (مصنف کی کتاب "ایک سو پچاس جعلی اصحاب" اس افسانوی صحابی کے حالات ملاحظہ ہوں)۔کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، جیسے:

۱۔نصر بن مزاحم (وفات سنہ ۲۱۲ھ) اس کے اپنی کتابوں میں درج کئے بعض مطالب میں سے بعض کو اپنی کتاب "وقعۃ الصفین" میں نقل کیا ہے۔

۲۔شیخ طوسی (وفات سنہ ۴۶۰ھ) نے اپنی "رجال" میں۔

۳۔قہپائی نے "مجمع الرجال" میں ۱۰۱۶ھ میں اس کی تالیف سے فارغ ہوا ہے۔

۴۔اردبیلی (وفات سنہ ۱۱۰۱ھ) نے "جامع الرواۃ" میں۔

۵۔(مقانی (وفات سنہ ۱۳۵۲ھ) نے "تنقیح المقال" میں۔

۶۔سید عبدالحسین شرف الدین (سنہ ۱۳۷۷ھ) نے "الفصول المہمۃ" میں۔

۷۔تستری "معاصر قاموس الرجال" میں

نتیجہ:

اس بحث وگفتگو سے جو نتیجہ حاصل کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ: تاریخ اسلام میں پیدا ہوئے یہ تمام جعلیات، تحریفات اور اختلافات علماء، اور مؤلفین کیلئے پوشیدہ اور ناشناختہ رہے ہیں اس لئے انہوں نے تحقیق وتجسس کے بغیر ان جعلی افراد اور ان کی جھوٹی افسانوی داستانوں اور روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کیا ہے اور یہی امر اس بات کی علامت ہے کہ عبداللہ بن سبا کا افسانہ بھی مؤرخین اور مؤلفین اور علم رجال وادیان کے علماء سے پوشیدہ اور غیر معروف رہ گیا ہے۔

آپ کے اعتراضات

گزشتہ بحث کا خلاصہ

اہل سنت کے نزدیک "بدا" بہت ہی قابلِ اعتراض اور مکروہ عقیدہ ہے، اسی طرح تقیہ کو بھی وہ برا سمجھتے ہیں۔ اور اس پر شیعہ بھائیوں کا مذاق اڑاتے ہیں، بلکہ شیعوں کو منافق سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ شیعوں کے دل میں کچھ اور ہوتا ہے اور ظاہر کچھ کرتے ہیں۔ میں نے اکثر اہل سنّت سے گفتگو کر کے انھیں یقین دلانے کی کوشش کی کہ تقیہ نفاق نہیں ہے لیکن انھیں تو کسی بات کا یقین ہی نہیں آتا سوا ئے اس کے کہ جو انھیں ان کی مذہبی عصبیت نے سکھا دیا ہے یا جو ان کے بڑوں بزرگوں نے ان کے دل میں بٹھا دیا ہے، یہ بڑے پوری کوشش کرتے ہیں کہ ان انصاف پسند اور تحقیق کے طالب لوگوں سے جو شیعوں اور شیعہ عقائد کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں، حقائق کو چھپاتے ہیں اور یہ کہہ کر انھیں شیعوں سے متنفر کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ عبداللہ بن سبا یہودی کا فرقہ ہے جو رجعت، بدا، تقیہ، عصمت، اور متعہ کا قائل ہے اور اس کے عقائد میں بہت سے خرافات اور فرضی باتیں شامل ہیں جیسے مثلاً مہدی منتظر وغیرہ وغیرہ کا عقیدہ۔ جو شخص ان کی باتوں کو سنتا ہے وہ کبھی اظہار نفرت کرتا ہے اور کبھی اظہار حیرت۔ اور یہی سمجھتا ہے کہ ان خیالات کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، یہ سب شیعوں کی منگھڑت اور فرضی باتیں ہیں۔

مگر جب کوئی شخص تحقیق کرتا ہے اور انصاف سے کام لیتا ہے تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب عقائد کا اسلام سے گہرا تعلق ہے اور یہ قرآن وسنّت کی کوکھ سے پیدا ہوئے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اسلامی عقائد وتصورات ان عقائد کے بغیر اپنی صحیح شکل اختیار ہی نہیں کر سکتے۔ اہل سنّت میں عجیب با ت یہ ہے کہ جن عقائد کو وہ برا سمجھتے ہیں ان ہی عقائد سے ان کی کتابیں اور احادیث کے معتبر مجموعے بھرے ہوئے ہیں۔ اب ایسے لوگوں کا کیا علاج جو کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ اور جو خود عقائد کی اس لئے ہنسی اڑاتے ہیں کیونکہ شیعہ ان کے عامل ہیں۔

اب آئیے دیکھیں تقیّہ کے مسئلہ میں

اھل سنّت و الجماعت کیا کہتے ھیں

اس کی بنا پر وہ شیعوں پر منافق ہونے تک کا الزام لگاتے ہیں۔ابن جریر طبری اور ابن حاتم نے عونی کے واسطے سے ابن عباس سے روایت بیان کی ہے کہ اِس آیت **الا ان تتقو ام منھم تــقٰۃ** کے بارے میں ابن عباس کہتے تھے کہ: "تقیہ زبان سے ہوتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی کسی شخص کو ایسی بات کہنے پر مجبور کرے جو اصل میں معصیت ہے تو وہ اگر لوگوں کے ڈر کے مارے وہ بات کہہ دے جب اس کا دل پوری طرح ایمان پر قائم ہو تو اسے کچھ نقصان نہیں ہوگا یہ بھی یاد رکھو کہ تقیہ محض زبان سے ہوتا ہے"۔ یہ روایت حاکم نے نقل کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے، بیہقی نے بھی اپنی سُنن میں عطاءعن ابن عباس کے حوالے سے **اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تُقٰۃً ط** (مگر ہاں ایسی صورت میں کہ تم کو ان سے کچھ اندیشہ ضرر ہو۔(سورۃ آل عمران۔آیت ۲۸) کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ابن عباس کہتے تھے۔کہ **"تقٰۃً"** کا تعلق زبان سے کہنے سے ہے بشرطیکہ دل ایمان پر قائم ہو"۔

عبد بن حمید حسن بصری سے روایت بیان کی ہے کہ۔" حسن بصری کہتے تھے کہ تقیہ روز قیامت تک جائز ہے"۔عبد بن ابی رجاء نے نقل کیا ہے کہ حسن بصری اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے؛ **اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْھُمْ تَقِیَّۃً ط**۔ عبدالرزاق، ابن سعد، ابن جریر طبری، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے مندرجہ ذیل روایت بیان کی ہے، حاکم نے مستدرک میں اسے صحیح کہا ہے۔بیہقی نے دلائل میں اس کو نقل کیا ہے، روایت یہ ہے: مشرکین نے عمار بن یاسر کو پکڑ لیا اور اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک عمار بن یاسرؓ نے نبی اکرمؐ کو گالی نہ دی اور مشرکین کے معبودوں کی تعریف نہ کی۔(ابن سعد، طبقات الکبریٰ)۔آخر جب عمارؓ کو مشرکین نے چھوڑ دیا تو وہ رسول اللہؐ کے پاس آئے، رسول اللہؐ نے پوچھا: کہو کیا گزری؟ عمارؓ نے کہا: بہت بری گزری، انھوں نے مجھے اس وقت تک نہ چھوڑا جب تک میں نے

آپ کی شان میں گستاخی نہ کی اور ان کے معبودوں کی تعریف نہ کی۔ رسول اکرمؐ نے پوچھا: تمھارا کیا کہتا ہے؟ عمارؓ نے کہا: میرا دل تو ایمان پر پختہ اور قائم ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اگر وہ لوگ تم پر پھر زبردستی کریں تو پھر ایسے ہی کہہ دینا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۰۶.۵ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ م بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ

یعنی جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کے ساتھ کفر کرے مگر وہ نہیں جو کفر پر زبردستی مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو ۔(سورۃ نحل۔ آیت ۱۰۶)

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہؐ نے دیکھا کہ عمارؓ رو رہے ہیں۔ آپ نے ان کے آنسو پونچھے اور کہا۔ (مجھے معلوم ہے کہ) کفار نے تمھیں پانی میں ڈبو دیا تھا تب تم نے ایسا کہا۔ اگر وہ تمھارے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں، تو پھر یہی کہہ دینا۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے اور بیہقی نے اپنی سنن میں عن علی عن ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں کہتے تھے، **من کفر باللہ** کہ اللہ نے خبر دی ہے کہ جس نے ایمان کے بعد کفر کیا، اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اس کے لئے سخت عذاب ہے مگر جسے مجبور کیا گیا اور اس نے دشمن سے بچنے کے لئے زبان سے کچھ کہہ دیا مگر اس کے دل میں ایمان ہے اور اس کا دل اس کی زبان کے ساتھ نہیں، تو کوئی بات نہیں کیونکہ اللہ اپنے بندوں سے صرف اس بات کے سوا مواخذہ کرتا جس پر ان کا دل جم جائے۔

ابن ابی شیبہ، ابن جریر طبری، ابن منذر راور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت بیان کی ہے کہ آیت مکّے کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی، ہوا یوں کہ یہ لوگ ایمان لے آئے تو انھیں بعض صحابہ نے مدینے سے لکھا کہ ہجرت کر کے یہاں آجاؤ۔ جب تک تم ہجرت کر کے یہاں نہیں آؤ گے، ہم تمھیں اپنا سا تھی نہیں سمجھے گے۔ اس پر وہ مدینہ کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں انھیں قریش نے پکڑ لیا اور ان پر سختی کی۔ مجبوراً انھیں کچھ کلمات کفر کہنے پڑے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ **الا مــن أكــره و قبـله مطمئن بالا يمان** بخاری نے اپنے صحیح میں باب المداراة مع الناس میں ایک روایت نقل کی ہے، جس کے مطابق ابوالدرداء کہتے تھے۔ کچھ لوگ ہیں جن سے ہم بڑی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں، لیکن ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ صحیح بخاری جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۰۲۔

حلبی نے اپنی سیرت میں یہ روایت بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ "جب رسول اللہؐ نے شہر خیبر فتح کیا تو حجاج بن علاطہ نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مکّے میں میرا کچھ سامان ہے اور وہاں میرے گھر والے بھی ہیں۔ میں انھیں لانا چاہتا ہوں، کیا مجھے اجازت ہے اگر میں کوئی ایسی بات کہہ دوں جو آپ کی شان میں گستاخی ہو؟ رسول اللہؐ نے اجازت دے دی اور کہا، جو چاہے کہو "۔ علی بن برہان الدین سامعی، انسان العیون المعروف نے سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۶۱

۱۰۶ مَــنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ م بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِ
هَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَان

یعنی جو شخص ایمان لانے کے بعد خدا کے ساتھ کفر کرے مگر وہ نہیں جو کفر پر زبردستی مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ (سورۂ نحل، آیت ۱۰۶)

ابن سعد نے محمد بن سیرین سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ نے دیکھا کہ عمارؓ رو رہے ہیں۔ آپ نے ان کے آنسو پونچھے اور کہا: (مجھے معلوم ہے کہ) کفار نے تمھیں پانی میں ڈبو دیا تھا تب تم نے ایسا کہا۔ اگر وہ پھر تمھارے ساتھ ایسا ہی سلوک کریں، تو پھر یہی کہہ دینا۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم نے اور بیہقی نے اپنی سُنن میں عن علی عن ابن عباس کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں کہتے تھے: **من کفر باللہ کہ اللہ** نے خبر دی ہے کہ جس نے ایمان کے بعد کفر کیا، اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور اس کے لیے سخت عذاب ہے مگر جسے مجبور کیا گیا اور اس نے دشمن سے بچنے کے لیے زبان سے کچھ کہہ دیا مگر اس کے دل میں ایمان ہے اور اس کا دل اس کی زبان کے ساتھ نہیں، تو کوئی بات نہیں کیونکہ اللہ اپنے بندوں سے صرف اس بات کا مواخذا کرتا ہے جس پر ان کا دل جم جائے۔

ابن ابن شیبہ، ابن جریر طبری، ابن مُنذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت بیان کی ہے کہ یہ آیت مکے کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ ہوا یوں کہ یہ لوگ ایمان لے آئے تو انھیں بعض صحابہ نے مدینے سے لکھا کہ ہجرت کر کے یہاں آجاؤ۔ جب تک تم ہجرت کر کے یہاں نہیں آؤ گے، ہم تمھیں اپنا ساتھی نہیں سمجھیں گے۔ اس پر وہ مدینہ کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں انھیں قریش نے پکڑ لیا اور ان پر سختی کی۔ مجبوراً انھیں کچھ کلمات کفر کہنے پڑے۔ ان کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئی: **الا من اُکرِہ وقلبہ مُطمئن بالایمان**۔ بخاری نے اپنی صحیح میں **باب المُدارۃ مع الناس** میں ایک روایت نقل کی ہے جس کے مطابق ابوالدردا، کہتے تھے: کچھ لوگ ہیں جن سے ہم بڑی خندہ پیشانی سے ملتے ہیں، لیکن ہمارے دل ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔ **صحیح بُخاری جلد ۷ صفحہ ۱۰۲** حلبی نے اپنی سیرت میں یہ روایت بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ "جب رسولؐ نے شہر خیبر فتح کیا تو حجاج بن علاط نے

آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! مکے میں میرا کچھ سامان ہے اور وہاں میرے گھر والے بھی ہیں، میں انھیں لانا چاہتا ہوں، کیا مجھے اجازت ہے اگر میں کوئی ایسی بات کہہ دوں جو آپ کی شان میں گستاخی ہو؟ رسول اللہؐ نے اجازت دے دی اور کہا: جو چاہے کہو"۔ (علی بن برہان الدین ساعی، انسانُ العیون المعروف بہ سیرت حلبیہ جلد۳ صفحہ۶۱)

امام غزالی کی کتاب احیاالعلوم میں ہے کہ:

"مسلمان کی جان بچانا واجب ہے۔ اگر کوئی ظالم کسی مسلمان کو قتل کرنا چاہتا ہو اور وہ شخص چھپ جائے تو ایسے موقع پر جھوٹ بول دینا واجب ہے"۔ (حجتہ السلام ابو حامد غزالی، اَحیاءِ علوم الدین) جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب الاشباہ والنظائر میں ایک روایت بیان کی ہے۔ اس میں لکھا ہے: "فاقہ کشی کی حالت میں مردار کھانا، شراب میں لقمہ ڈبونا اور کُفر کا کلمہ زبان سے نکالنا جائز ہے۔ اگر کسی جگہ حرام ہی حرام ہو اور حلال شاذ و نادر ہی ملتا ہو تو حسبِ ضرورت حرام کا استعمال جائز ہے"۔ ابوبکر رازی نے اپنی کتاب **احکامُ القرآن** میں اس آیت **الا ان تتقو المنهم تُقاة** کی تفسیر میں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اگر تمھیں جان جانے یا کسی عُضو کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو تو تم کُفار سے بہ ظاہر دوستی کا اظہار کر کے اپنی جان بچا سکتے ہو۔

آیت کے الفاظ سے یہی معنی نکلتے ہیں اور اکثر اہل علم اسی کے قائل ہیں۔ قتادہ نے بھی **لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دُونِ المُومنین** کی تفسیر کرتے ہوئے یہ ہی کہا ہے کہ مومن کے لیے جائز نہیں کہ کسی کافر کو دین کے معاملے میں اپنا دوست یا سرپرست بنائے سوائے اس کے کہ ضرر کا اندیشہ ہو۔ قتادہ نے مزید کہا ہے کہ **الا ان تتقوا امنهم تُقاۃ** سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقیہ کی صورت میں زبانی کُفر کا اظہار جائز ہے۔" (ابوبکر رازی، احکام القرآن جلد۲ صفحہ

۱۰) صحیح بُخاری میں عُروہ بن زُبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے انھیں بتلایا ایک دفعہ ایک شخص نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا: لغو آدمی ہے، خیر آنے دو۔ جب وہ شخص آیا تو آپ نے بڑی نرمی سے اس سے بات چیت کی۔ میں نے پوچھا: یا رسول اللہؐ! ابھی تو آپ نے کیا فرمایا تھا پھر آپ نے اس سے گفتگو اتنی خوش اخلاقی سے کی؟ آپ نے جواب دیا: عائشہ! اللہ کے نزدیک وہ بدترین آدمی ہے جس سے لوگ اس کی بدزبانی کی وجہ سے بچیں یا اس کی بدزبانی کی وجہ سے اسے چھوڑ دیں۔ (**صحیح بخاری جلد ۷ باب لم یکن النبی فاحشا ولا متفحشا**)۔

"اس قدر تبصرہ یہ دکھانے کے لیے کافی ہے کہ اہلِ سُنت تقیہ کے جواز کے پوری طرح قائل ہیں"۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ تقیہ قیامت تک جائز رہے گا اور جیسا کہ غزالی نے کہا ہے، ان کے نزدیک بعض صورتوں میں جھوٹ بولنا واجب ہے اور بقول رازی جُمہور علماء کا یہی مذہب ہے۔ بعض صورتوں میں اظہارِ کُفر بھی جائز ہے اور۔ جیسا کہ بخاری اعتراف کرتے ہیں بہ ظاہر مُسکرانا اور دل میں لعنت کرنا بھی جائز ہے اور۔ جیسا کہ صاحب سیرۃ حلبیہ نے لکھا ہے، اپنے مال کے ضائع ہو جانے کے خوف سے رسول اللہؐ کی شان میں گُستاخی کرنا بلکہ کچھ بھی کہہ دینا روا ہے اور۔ جیسا کہ سیوطی نے اعتراف کیا ہے لوگوں کے خوف سے ایسی باتیں کہنا بھی جائز ہیں جو گناہ ہیں۔ اب اہلِ سُنت کے لیے اس کا قطعاً جواز نہیں کہ وہ شیعوں پر ایک ایسے عقیدے کی وجہ سے اعتراض کریں جس کے وہ خود بھی قائل ہیں اور جس کی روایات ان کی مستند حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں جو تقیہ کو نہ صرف جائز بلکہ واجب بتلاتی ہیں جن باتوں کے اہلِ سُنت قائل ہیں، شیعہ ان سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔

یہ بات البتہ ہے کہ وہ تقیہ پر عمل کرنے میں دوسروں سے زیادہ مشہور ہو گئے ہیں۔ اور وجہ اس کی وہ ظلم و تشدد ہے جس سے شیعوں کو اُموی اور عباسی دور میں سابقہ پڑا۔ اس دور میں کسی شخص کے قتل کر دیے

جانے کے لیے کسی کا اتنا کہہ دینا کافی تھا کہ "یہ بھی شیعانِ اہل بیت میں سے ہے"۔ ایسی صورت میں شیعوں کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں تھا کہ وہ ائمہ اہل بیت علیہ السلام کی تعلیمات کی روشنی میں تقیہ پر عمل کریں۔ مولا جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: **التقیۃُ دینی و دین ابائی** تقیہ میرا اور میرے آباءؤاجداد کا دین ہےاور یہ بھی فرمایا کہ جو تقیہ نہیں کرتا، اس کا دین ہی نہیں تقیہ خود ائمہ اہل بیت کا شعار تھا، اور اس کا مقصد اپنے آپ کو اور اپنے پیروکاروں اور دوستوں کو ضرر سے محفوظ رکھنا، ان کی جانیں بچانا اور مسلمانوں کی بہتری کا سامان کرنا تھا جو اپنے عقائد حقہ کی وجہ سے تشدد کا شکار ہو رہے تھے، جیسے مثلاً عمار بن یاسر بعض کو تو عمار بن یاسرؓ سے بھی زیادہ تکلیف اُٹھانی پڑی یہ ہے آپ حضرات کے اعتراض مقررہ کا جواب۔

اہل سُنت ان مصائب سے محفوظ تھے کیونکہ ان کا ظالم حکمرانوں کے ساتھ مکمل اتحاد تھا۔ اس لیے انھیں نہ قتل کا سامنا کرنا پڑا، نہ لوٹ کھسوٹ کا، نہ ظلم وستم کا۔ اس لیے یہ قدرتی امر ہے کہ وہ نہ صرف تقیہ کا انکار کرتے ہیں بلکہ تقیہ کرنے والیوں پر طعن و تشنیع بھی کرتے ہیں۔ دراصل بنی اُمیہ اور بنی عباس کے حکمرانوں نے تقیہ کی بنا پر شیعوں کو بدنام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ ان ہی کی پیروی اہل سُنت والجماعت نے کی ہے۔ جب اللہ سبحانہ نے قرآن میں تقیہ کا حکم نازل فرمایا ہے اور جب اصحاب سولؐ نے اس پر عمل کیا ہے، جیسا کہ بُخاری کی روایت میں آپ پڑھ چکے ہیں اس کے علاوہ رسول اللہؐ نے عمار بن یاسرؓ کو اجازت دی کہ اگر کُفار پھر ان پر تشدد کریں اور اذیت دیں تو جو کلمات کُفر کُفار کہلوانا چاہیں وہ کہہ دیں۔ نیز یہ کہ قرآن وسنت پر عمل کرتے ہوئے علماء نے بھی تقیہ کی اجازت دی ہے تو پھر آپ ہی انصاف سے بتائیں کہ کیا اس کے بعد بھی شیعوں پر طعن کرنا اور ان پر اعتراض کرنا درست ہے؟ صحابہ کرام نے ظالم حکمرانوں کے عہد میں تقیہ پر عمل کیا ہے۔ اس وقت جبکہ ہر شخص کو جو علی ابن طالبؑ پر لعنت کرنے سے انکار کرتا تھا قتل کردیا جاتا تھا حجر بن عدی کندی اور ان کے ساتھیوں کا قصہ تو مشہور ہے۔ اگر میں صحابہ کے تقیہ کی مثالیں جمع کردوں تو ایک الگ کتاب کی ضرورت ہوگی۔ لیکن میں نے ان اہل سُنت

کے حوالوں سے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ بحمد اللہ کافی ہیں۔

لیکن اس موقع پر ایک دلچسپ واقعہ ضرور بیان کروں گا جو خود میرے ساتھ پیش آیا۔ ایک دفعہ ہوائی جہاز میں میری ملاقات اہل سُنت کے ایک عالم سے ہو گئی۔ دو گھنٹے تک ہم شیعہ سُنی مسئلے پر گفتگو کرتے رہے۔ یہ صاحب اسلامی اتحاد کے داعی اور حامی تھے۔ مجھے بھی ان میں دلچسپی پیدا ہو گئی تھی لیکن اس وقت مجھے بُرا معلوم ہوا جب انہوں نے یہ کہا کہ شیعوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بعض ایسے عقائد چھوڑ دیں جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈالتے اور ایک دُوسرے پر طعن و تشنیع کا سبب بنتے ہیں۔ میں نے پُوچھا: مثلاً؟ انہوں نے بے دھڑک جواب دیا: مثلاً مُتعہ اور تقیہ۔ میں نے انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی کہ متعہ تو جائز ہے اور قانونی نکاح کی ایک صورت ہے اور تقیہ اللہ کی طرف سے ایک رعایت اور اجازت ہے۔ لیکن وہ حضرت اپنی بات پر اڑے رہے اور میری ایک نہ مانے، نہ ہی میرے دلائل انھیں قائل کر سکے۔ کہنے لگے: جو کچھ آپ نے کہا ہے، ممکن ہے کہ وہ صحیح ہو، لیکن مصلحت یہی ہے کہ مسلمانوں کی وحدت کی خاطر ان چیزوں کو ترک کر دیا جائے۔

مجھے ان کی منطق عجیب معلوم ہوئی، کیونکہ وہ مسلمانوں کی وحدت کی خاطر اللہ کے احکام کو ترک کرنے کا مشورہ دے رہے تھے۔ پھر بھی میں نے ان کا دل رکھنے کو کہا: اگر مسلمانوں کا اتحاد اسی پر موقوف ہوتا تو میں پہلا شخص ہوتا جو یہ بات مان جاتا۔ ہم لندن ائیر پورٹ پر اُترے تو میں ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ جب ہم ائیر پورٹ پولیس کے پاس پہنچے تو ہم سے برطانیہ آنے کی وجہ پوچھی گئی۔ ان صاحب نے کہا: میں علاج کے لیے آیا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں اپنے کچھ دوستوں سے ملنے آیا ہوں۔ اس طرح ہم دونوں کسی تاخیر کے بغیر وہاں سے گزر کر اس ہال میں پہنچ گئے جہاں سامان وصول کرنا تھا۔ اس وقت میں نے چپکے سے ان کے کان میں کہا کہ: آپ نے دیکھا کہ کیسے تقیہ (نظریہ

ضرورت) ہرزمانے میں کارآمد ہے؟ کہنے لگے: کیسے؟ میں نے کہا: ہم دونوں نے پولیس سے جھوٹ بولا۔ میں نے کہا میں دوستوں سے ملاقات کے لئے آیا ہوں، اور آپ نے کہا کہ میں علاج کے لیے آیا ہوں۔ حالانکہ ہم دونوں کانفرنس میں شرکت کے لیے آئے ہیں۔ وہ صاحب کچھ دیر مسکراتے رہے۔ سمجھ گئے تھے کہ میں نے ان کا جھوٹ سن لیا۔ پھر کہنے لگے: کیا اسلامی کانفرنسوں میں ہمارا روحانی علاج نہیں ہوتا؟ میں نے ہنس کر کہا: تو کیا ان کانفرنسوں میں ہماری اپنے دوستوں سے ملاقات نہیں ہوتی؟

اب پھر اپنے موضوع پر واپس آتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اہل سُنت کا یہ کہنا غلط ہے کہ تقیہ نفاق کی کوئی شکل ہے بلکہ بات اس کی اُلٹ ہے، کیونکہ نفاق کے معنی ہیں: ظاہر میں ایمان اور باطن میں کفر۔ اور تقیہ کے معنی ہیں ظاہر میں کفر اور باطن میں ایمان۔ ان دونوں باتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ نفاق کے متعلق اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے:

ق۔۱۴ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ

جب وہ مومنوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی مومن ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے ساتھ میں ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں، ہم تو مذاق کررہے تھے۔ (سورۂ بقرہ۔ آیت ۱۴)

اس کا مطلب ہوا: ایمانِ ظاہر + کفرِ باطن = نفاق تقیہ کے بارے میں اللہ سبحانہ نے کہا ہے:

وقال رجل مومن من ال فرعون يكتم ايمانه

فرعون کو قوم میں سے ایک مومن شخص جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، کہا.....۔"

اس کا مطلب ہوا: کُفرِ ظاہر + ایمانِ باطن = تقیہ

یہ مومنِ آلِ فرعون اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا جس کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں تھا، وہ فرعون اور دوسرے سب لوگوں کے سامنے یہی ظاہر کرتا تھا کہ وہ فرعون کے دین پر ہے۔ اللہ تعالٰی نے اس کا ذکر قرآن کریم میں تعریف کے انداز میں کیا ہے۔ اب قارئین باتمکین آیئے دیکھیں! خود شیعہ تقیہ کے بارے میں کیا کہتے ہیں تا کہ ان کے بارے میں جو غلط سلط باتیں مشہور ہیں، جو جھوٹ بولا جاتا اور طوفان اُٹھایا جاتا ہے، ہم اس سے دھوکا نہ کھانے پائیں۔ شیخ محمد رضا مظفر اپنی کتاب عقائد الامامیہ میں لکھتے ہیں: تقیہ بعض موقعوں پر واجب ہے اور بعض موقعوں پر واجب نہیں ہے۔ اس کا دارومدار اس پر ہے کہ ضرر کا کتنا خوف ہے۔ تقیہ کے آحکام فقہی کتابوں کے مختلف ابواب میں علماء نے لکھے ہیں۔ ہر حالت میں تقیہ واجب نہیں۔ صرف بعض صورتوں میں تقیہ کرنا جائز ہے۔ بعض صورتوں میں تو تقیہ نہ کرنا واجب ہے، مثلاً اس صورت میں جب کہ حق کا اظہار، دین کی مدد، اسلام کی خدمت اور جہاد ہو۔ ایسے موقع پر جان و مال کی قُربانی سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ بعض صورتوں میں تقیہ حرام ہے یعنی ان صورتوں میں جب تقیہ کا نتیجہ خونِ ناحق، باطل کا رواج یا دین میں بگاڑ ہو یا تقیہ کے باعث مسلمانوں کا سخت نقصان ہونے، مسلمانوں میں گمراہی پھیلنے یا ظلم و جور کے فروغ پانے کا اندیشہ ہو۔

بہرحال شیعوں کے نزدیک تقیہ کا جو مطلب ہے وہ ایسا نہیں کہ اس کی بنا پر شیعوں کو تخریبی مقاصد کی کوئی خُفیہ پارٹی سمجھ لیا جائے، جیسا کہ شیعوں کے بعض وغیر محتاط دشمن چاہتے ہیں جو صحیح بات کو سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے۔ (ہم غیر محتاط شیعوں سے بھی کہیں گے کہ) اپنی زبان سے ان کی احکایت نہ کیجئے اسی طرح تقیہ کے یہ بھی معنی نہیں کہ اس کی وجہ سے دین اور اس کے احکام ایسا راز بن جائیں جسے شیعہ مذہب کو نہ ماننے والوں کے سامنے ظاہر نہ کیا جا سکے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ شیعہ علماء کی تصانیف خصوصاً ان کی فقہ، احکام عقائد اور علم کلام سے متعلق کتابیں مشرق و مغرب میں

ہر جگہ اتنی تعداد میں پھیلی ہوئی ہیں کہ اس سے زیادہ تعداد کی کسی مذہب کے ماننے والوں سے توقع نہیں کی جاسکتی"۔اب آپ خود دیکھ لیجیے کہ دشمنوں کے خیال کے برخلاف یہاں نہ نفاق ہے نہ مکروفریب ،نہ دھوکا ہے نہ جھوٹ! ایعوں اور اہلسنت حضرات کے درمیان تقیہ سے زیادہ کوئی مسئلہ سوفہم کا باعث نہیں اور اہل سنت حضرات کی نظروں میں تقیہ سے زیادہ کوئی دوسرا مسئلہ پردہ خفا میں نہیں۔

ہمارے سنی بھائی ہمیشہ ہم سے یہی کہتے ہیں کہ آپ جس قدر چاہیں اپنے عقیدے کی وضاحت کریں اور چاہے جتنا کہیں کہ ہم قرآن میں کسی تحریف کے قائل نہیں اور ہمارے تمام گھروں اور شہروں میں قرآن موجود ہے اور وہی قرآن جو دوسرے مسلمانوں کے پاس ہے۔لیکن ہم آپ کی اس بات پر یقین نہیں کرتے۔اس لئے کہ ممکن ہے آپ اس میں تقیہ سے کام لے رہے ہوں۔چوں کہ تقیہ آپ کے نزدیک اسلام کے بنیادی اصولوں میں سے ہے۔اسی طرح جب دوسرے اسلامی مسائل کے سلسلے میں ہم ان سے (اہل سنت حضرات) سے گفتگو کرتے ہیں اور اپنے عقائد کو جن کی بنیاد قرآن و سنت اور کلمات اہلبیتؑ پر استوار ہے بیان کرتے ہیں تو انکا جواب وہی ہوتا ہے (کہ ممکن ہے آپ تقیہ کر رہے ہوں) یہ صورت حال اس امر کی غمازی کرتی ہے کہ اہل سنت حضرات کماحقہ تقیہ کے معنی اور مفہوم سے آگاہ نہیں ہیں نیز ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تقیہ کی بنیاد قرآن وسنت ہے آیات قرانی اور سنت رسول بھی اس کا واضح ثبوت ہے اور اسکا انکار قرآن وسنت کا انکار ہے۔

حضرات: اہلسنت کے ہاں بھی تقیہ ہے لیکن جب جہاد کا موقع ہو یا اسلام کے تحفظ و بقا کے لئے جان و مال کی قربانی کی ضرورت ہو وہاں تقیہ نہیں ہے بلکہ ایسے موقع پر،خوشنودی خدا اور رسولؐ حاصل کرنے کو اور اسلام کے تحفظ و بقا کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنا ضروری ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے کربلا میں تقیہ نہ کیا۔کیونکہ ایک طرف تو جانوں اور مالوں کی قربانی کا سوال تھا۔دوسری طرف دین کے نقصانِ عظیم کا خوف،پس سرکارِ سید الشہیدؑ نے اپنے فرزندوں، بھتیجوں، بھانجوں، بھائیوں اور اصحاب باوفا

کی جانوں کو اسلام کے لئے اللہ کی راہ میں قربان کر کے، تین روز بھوکے پیاسے رہ کر سجدہ کی حالت میں اپنے گلوئے مُبارک پر خنجرِ ستم چلوا لینا منظور کیا۔ لہذا قربانی کا موقع ہو تو تقیہ نہیں ہوتا۔

«تقیہ کب جائز ہے»

جب جہاد کا موقع نہ ہو اور اسلام کے لئے مال و جان کی قُربانی درکار نہ ہو۔ بلکہ جان و مال دینے سے اسلام کی افرادی و مالی قوم کو نقصان پہنچتا ہو وہاں تقیہ محض جائز نہیں بلکہ ضروری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مُسلمانوں کی جانوں اور اُن کے مالوں کے بے موقع اور بے مقصد ضائع کروانا ہرگز مقصودِ اسلام نہیں ہے، بلکہ مُسلمان کی جان اور اُس کا مال اسلام ہی کا سرمایہ ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ اضطراری کیفیت میں جان بچانے کے لئے سُور تک کھا لینے کی اجازت دی گئی۔ اسی طرح جان و آبرو کے تحفظ کے لئے، نرغہ کفار میں گھرا ہوا مُسلمان بحالتِ مجبوری اپنے دین کو چھپا سکتا ہے۔ اور دُشمنانِ ایمان کے ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے مومن اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھ سکتا ہے۔ اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔

«فرق تقیہ و منافقت»

خیال رہے کہ تقیہ منافقت نہیں بلکہ منافقت کے بالکل برعکس ہے کیونکہ منافقت اُسے کہتے ہیں کہ دل میں ایمان نہ ہو، لیکن ظاہر کرے اور تقیہ اُسے کہتے ہیں کہ دل میں ایمان ہو لیکن ظاہر نہ کرے۔

تقیہ منافی ایمان نہیں:

ظالموں کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے اپنے ایمان کو چھپانے سے ایمان زائل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حضرت حزقیل کو اللہ نے خود مومن فرمایا حالانکہ وہ فرعون کے ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے ایمان کو چھپاتے رہے۔ جیسا کہ سورۃ "المومن" میں اللہ خود فرماتا ہے "**وقال رجل مومن قل ال فرعون**

یکتم ایمانه "ترجمہ:۔علامہ اشرف علی تھانوی:۔ایک مومن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان سے تھے (اوراب تک) اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے کہا"۔نوٹ:۔ثابت ہوا کہ ظالموں کے خوف سے اپنے ایمان کو چھپانے والا مومن، ہرگز "منافق" نہیں بن جاتا۔اشرف علی تھانوی صاحب کے ترجمہ مندرجہ بالا سے یہ بھی ثابت ہوگئی کہ آل کا معنیٰ "پیروکار" نہیں بلکہ "خاندان" ہے۔

﴿مجبوراً کُفر کرنا بھی جائز ہے:﴾

قرآن مجید پارہ نمبر۱۴، رکوع نمبر۲۰ سُورۃ النحل میں اللہ جل جلالہ، فرماتا ہے۔"**من کفر باللہ من بعد ایمانه الامن أکره وقلبُه مُطمن م بالایمان ولکن من شرح بالکُفر صدرً فعلیهم غضب من اللہ ولهم عذاب عظیم**"۔

ترجمہ:۔جس نے اپنے ایمان کے بعد اللہ سے کُفر کیا سوائے اُس شخص کے کہ جو مجبور ہوا اور اُس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔ہاں لیکن جس نے کُفر سے سینہ کو کھول دیا (یعنی دل میں بھی کُفر آ گیا) تو اُن پر اللہ کی جانب سے غضب ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔"

سُورہ نحل کی اس آیہ مقدس میں ایمان کے بعد کفر کرنے والوں کو مغضوب علیھم اور مستوجب عذاب عظیم قرار دیا ہے لیکن اللہ اُن مومنوں کو خود ہی مستثنےٰ فرما دیا ہے جن کے دلوں میں ایمان و اطمینان ہو اور مجبوراً کفر کریں۔یعنی مجبوراً کفر کرنے سے ایمان زائل نہ ہوگا۔اور گنہگار بھی نہ ٹھہریں گے۔تو تقیہ جائز ہوا۔اسی طرح حضرت عمار بن یاسرؓ (صحابی رسولؐ) نے تقیہ کیا تھا۔

«تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں اپنی بنیادی کتب»

ا۔تفسیر کبیر فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد۲ ۴۲۹۔۵۲۴ اور جلد ۵۔۳۵۵، ۳۵۶ (۲) تفسیر درمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد۲ ۱۰۷ اور جلد۱۲ ۳۶۱ (۳) تفسیر بضیاوی مطبوعہ نولکشور ۲۵۳ (۴) تفسیر نیشا پوری مطبوعہ مصر (برحاشیہ ابن جریر) جلد۳ ۱۷۰ (۵) تفسیر ابن جریر مطبوعہ مصر جلد۳ ۱۴۰ (۶) تفسیر خازن مطبوعہ مصر جلد۳ ۳۶۳ (۷) تفسیر ابن کثیر برحاشیہ فتح البیان مطبعتہ الکبری المیر یہ بولاق مصر الجزاء الثانی ۲۱۸ (۸) مواہب لدینہ قسطلانی مطبوعہ مصر ۲۴۷، (۹) اُردو ترجمہ سُنن ابن ماجہ مطبوعہ صدیقی لاہور جلد۲ ۳۵۶ (۱۰) روضتہ الاثیاب جمال الدین محدث مطبوعہ انور محمدی لکھنو جلد ۸۹۱، ۹۶ (۱۱) تفہیم القرآن مولانا اُبو علی مودودی جلد۲ ۵۷ حاشیہ ۱۰۹۔

«مُسلمان جاسُوس اور تقیہ»

محکمہ جاسوسی کے لئے تقیہ ضروری ہے کیونکہ مُسلمان جاسوس کو اپنے فرائض پورا کرنے کے لئے دُشمنان دین سے اپنا دین، اپنا وطن اور اپنا مقصد ضرور چھپانا پڑتا ہے۔لہذا تقیہ کی ضرورت اور اس کے جواز کا انکار درست نہیں۔یہی وجہ ہے کہ گروہ صوفیا کے پیشوا، مشہور تابعی حسن بصری نے کہا "**التقیة الی یوم القیمة**" یعنی "تقیہ قیامت تک ہے"۔دیکھئے صحیح بخاری (عربی) مطبوعہ مصر کتاب الاکرا جلد چہار ۱۲۳ اور تفسیر ابن کثیر دمشقی برحاشیہ فتح البیان مطبعتہ الکبری المریر یہ بولاق مصر الجزء الثانی ۶۱۸ سطر ۳۔علاوہ ازیں معترضین کے علماء کو بھی مامون رشید کے زمانہ میں "خلقِ قرآن" کے مسئلہ پر تقیہ کی ضرورت پڑی اور تقیہ کرنا پڑا دیکھئے تاریخ الخلفاء سیوطی اُردو ترجمہ مطبوعہ صدیقی مطبع زمیندار لاہور ۱۶۸۔

حنفی مُفتیوں کا فتوٰی کہ تقیہ جائز ہے

فتاویٰ ہندیہ اُردو ترجمہ فتاوی عالمگیری مطبوعہ نولکشور جلد چہارم ۲۲۱ سطر ۳ میں ہے کہ جھوٹ بولنا حرام ہے لیکن لڑائی و جہاد میں روا ہے تاکہ کافر کے دکھاوے اور دو شخصوں میں صلح کرانے میں روا ہے اور اپنی زوجہ کو راضی کرنے میں روا ہے اور ظلم ظالم دفع کرنے میں روا ہے اور جھوٹ کے ساتھ تعریض مکروہ ہے الا بضرورت۔ "نوٹ:۔ اورنگ زیب بادشاہ نے "فتاوی عالمگیر" مُفتیان اہل سنت والجماعۃ سے لکھوائی تھی جیسا کہ بریلوی اہل سُنۃ والجماعۃ کے پیشوا علامہ احمد رضا خان بریلوی نے اپنی کتاب "حیات المواۃ" شائع کردہ نوری کتب خانہ بازار واتا صاحبؒ لاہور کے صفحہ ۸۵ پر تحریر فرمایا ہے:۔ "مولانا شیخ جلیل نظام الدین وغیرہ جامعانِ فتاویٰ عالم گیری حنفیان "مزید دیکھئے "اورنگ زیب عالم گیر غازی" مصنفہ شبلی نعمان مطبوعہ تاج بک ڈپو اُردو بازار لاہور "۱۴۱۔ جب حنفی مُصیتوں کے فتویٰ کی رُو سے ظلم ظالم رفع کرنے کے لئے جھوٹ تک روا ہو اور بقدر ضرورت تعریض بھی مکروہ نہ رہی۔ تو تقیہ کیا ناجائز ہوگا، مزید دیکھئے تفسیر نعیمی مفتی احمد یار خان بدایونی گجرات جلد دو ۱۹۸ سطر ۴۔

حضرت یوسف اور تقیہ

کسی کی ایذا رسائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے کسی حق بات یا واقعہ کو چُھپانا اگر ناجائز ہوتا تو حضرت یعقوبؑ اپنے فرزند عالی مقام حضرت یُوسفؑ کو یہ ہدایت نہ فرماتے کہ "بیٹا اپنے اس خواب کو اپنے بھائیوں کے روبرو مت بیان کرنا پس (یہ سمجھ کر) وہ تمہارے (ایذا رسانی) کے لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے" (دیکھئے ترجمہ قرآن مجید از علامہ اشرف علی تھانوی سُورہ یوسفؑ پارہ ۱۲ رکوع ۱۱) علاوہ

ازیں سُورۂ یوسفؑ ہی میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ "حضرت یوسفؑ" نے پانی پینے کا برتن اپنے بھائی بنیامینؑ کے سامان میں خود رکھ دیا۔ اور اس حقیقت کو چھپائے رکھا۔ دُوسرے بھائیوں نے جب یہ کہا کہ بنیامینؑ کا ایک بھائی (یعنی یوسفؑ) چوری کر چکا ہے (معاذ اللہ) تو حضرت یوسفؑ نے اُس وقت بھی حقیقت کو پوشیدہ رکھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ة.۷۷ **فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ**: پس یوسفؑ نے اس بات کو اپنے دل میں پوشیدہ رکھا۔ اور اُس کو اُن پر ظاہر نہ کیا۔ نوٹ:۔ حضرت یوسف نے خود وہ برتن بنیامینؑ کے سامان میں رکھنے کے بعد حقیقت کو محض اس لئے چھپایا کہ اپنے بھائی بنیامینؑ کو اپنے پاس رکھ لینا چاہتے تھے اور یہ کوئی نہ جائز مقصد نہیں تھا۔ لہذا ثابت ہوا کہ جائز مقصد کے لئے کسی حقیقت کو چھپا لینا جائز ہے اسی کا نام تقیہ ہے۔

رحمت اللعلمینؐ کا
شب ہجرت کا واقعہ

حقیقت تو یہ تھی کہ رسولؐ خدا غار ثور کے اندر موجود تھے لیکن اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے غار ثور کے دروازہ پر مکڑی سے جالا بنوا دیا تا کہ کفار سے حقیقت پوشیدہ رہے یعنی جو کفار ظلم کرنے کی نیت سے رُسولؐ کی تلاش کر رہے تھے وہ جالا دیکھ کر حقیقت کے خلاف یہی سمجھیں کہ غار کے اندر کوئی داخل ہی نہیں ہوا۔ مقصدِ قدرت یہ تھا کہ حقیقت کو چُھپا کر حضرت رسولؐ کو ظلم کفار سے بچا لیا جائے۔ لہذا ثابت ہوا کہ ظلم کو دفع کرنے کے لئے حقیقت کو چُھپا لینا جائز ہے۔

تقیہ ابراہیمؑ

خلیل اللہ علیہ السلام

حضرت خلیل رب جلیل نے ظالم بادشاہ کے ظلم سے محفوظ رہنے کے لئے اپنی زوجہ حضرت سارہؑ کے متعلق فرمایاھی اُختی ۔یعنی یہ میری بہن ہے اوراس حقیقت کوچھپالیا کہ وہ آپؑ کی زوجہ تھیں۔ثبوت کے لئے دیکھئے:۔

۱۔تاریخ الامم والملوک ابن جریر طبری مطبوعہ مطبقہ الحسینیہ مصر جلد اول ۱۳۵سطر۲۰تا۲۲،۱۳۶سطر۱۵اور سطر۲۱۔

۲۔روضۃ الاحباب مطبوعہ تیغ بہادر امین آباد جلد اول ۴۱سطر ۱۷تا۱۹

لیکن تقیہ کوجھوٹ" سمجھنے والوں نے تقیہ ابراہیمؑ کو بھی معاذ اللہ "جھوٹ" قرار دے دیا۔ دیکھئے جمع الفوائد من جامع الاصول مطبوعہ میرٹھ جلد ثانی ۳۰۳۔

ملت ابراہیمؑ

خیال رہے کہ قرآن مجید پارہ ا سورۃ البقرہ رکوع ۱۵ میں اللہ نے فرمایا ہے:۔ "اور کون پسند نہ رکھے دین ابراہیمؑ کا"؟ مگر جو بیوقوف ہو اپنے جی سے"۔(دیکھئے ترجمہ قرآن مجید،شاہ عبدالقادر محدث دہلوی،مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور)

توجہ فرمائیں حقیقت یہ ہے

انصاف کی بات تو یہ ہے جو لوگ سرے سے تقیہ کو حرام قرار دیتے ہیں اور اس میں کسی

استثنا کے روادار نہیں ہیں وہ بھی صرف زبانی حد تک ایسا کرتے ہیں۔ اگر آپ ان کی عملی زندگی کا مشاہدہ کریں تو تقیہ سے پر نظر آئے گی۔ ان کے زبانی دعویٰ صرف روزی روٹی برقرار رکھنے کیلئے ہیں۔ ورنہ میدان میں ایسے موارد میں تقیہ پر عمل کرنے کے سلسلہ میں کہ جن میں اظہار عقیدہ بے فائدہ اور باعث ضرر ہو محمود ایاز ایک ہی صف میں کھڑے نظر آتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ حکم عقل ہے اور کوئی بھی صاحب عقل اس سے سرف نظر نہیں کر سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے اس عمل کو تقیہ نہ کہتا ہو۔ تقیہ کے موارد وجوب کی طرف اشارہ کرنے کے بعد ہم پیشگی عرض کر دیں کہ عنقریب ہم ایسے موارد بھی بیان کریں گے جن میں نہ صرف تقیہ حرام ہے بلکہ ان میں جان و مال کی قربانی واجب ہے اور ان مواقع پر تقیہ کی مخالفت نہ فقط پسندیدہ ہے بلکہ موجب فضیلت ہے۔ اگر زمانہ سے باخبر کوئی مجتہد یا فقیہ حالات کے پیش نظر احکام الٰہی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے کسی خاص زمانہ میں تقیہ کی حرمت کا فتویٰ صادر کرتے ہوئے اس بات کا اعلان کر دے کہ اب مدارات کی گنجائش نہیں بلکہ دشمن کے مقابلہ میں جان اور مال کے ذریعہ جہاد واجب ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہو سکتا کہ تقیہ ہمیشہ حرام ہے۔

موارد حرمت تقیۃ

بحث کے آغاز میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ بلند پایہ محققین اور عظیم فقہا نے تقیہ کو پانچ قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ اور بطور اجمال ہم نے ان مواقع کی طرف اشارہ کیا ہے جب تقیہ واجب، مستحب اور جائز ہوتا ہے۔ اب ذیل میں ان مواقع کا ذکر ہے جن میں تقیہ حرام ہے۔

اگر دین میں فساد کا خطرہ ہو تو تقیہ جائز نہیں ہے

حضرات اگر تقیہ کی وجہ سے دین فساد اور ارکان اسلام میں تزلزلہ پیدا ہو، شعائر الٰہی محو ہو رہے ہوں اور کفر کو طاقت مل رہی ہو یا کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو کہ شارع کو نظر میں جس کی حفاظت جان و مال سے زیادہ ضروری ہو تو ایسے ہر موقع پر بلاشبہ تقیہ حرام ہے تصریح اپنی کتاب میں جابجا ابن ابی الحدید معتزلی نے کی ہے۔ بہر حال حسن بصری کو اہلسنت پیشرو سمجھتے ہیں اور غالباً لدھیناوی صاحب بھی اسے مذموم نہ سمجھتے ہوں گے) وہ تقیہ کرتا تھا اور برسوں اس نے اس تقیہ میں اپنی زندگی بسر کی۔

«امام غزالی کا فتویٰ»

"اگر کوئی ظالم کسی خدا کے دوست کا اسلئے تعاقب کرے کہ وہ اسے قتل کردے اور وہ خدا کا دوست کہیں محفوظ مقام میں چھپ رہے اور اسکا پتا کسی کو معلوم ہو تو اسے ہرگز اسکا پتہ نہ بتانا چاہیئے بلکہ اس میں جھوٹ بولنا واجب ہے۔ افسوس ہے کہ صحاب احیا نے بھی جھوٹ کو واجب کہا جو لدھیناوی گروپ کی چڑھ ہے وہ ہرگز ایسا نہیں کرسکتے کیونکہ انکے دلکی ٹھنڈک اس میں ہے کہ تمام اولیاء اللہ قتل ہوجائیں بزم دنیا کے بارونق ہونے کیلئے صرف جہلا اہوں کا وجود کافی ہے۔

«امام زری کا قول»

تلویح حاشیہ توضیح میں ہے **قال الامام الزعری ان فعل المکرہ مباح کاتقل والزنا و فرض کشرب انحمر واکل المیتہ و مرخص لاکا جزاء کلتمہ الکفروالا نطار و اتلاف مال الغیر**

وہ فرماتے ہیں کہ مجبوری کا کام کئی طرح ہوتا ہے کبھی تو وہ مباح ہوتا ہے

جیسے قتل اور زنا اور کبھی واجب ہوتا ہے جیسے شراب کا پینا اور مردار کا کھانا اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اسے (مجبوری میں) اجازت دیدی جاتی ہے کہ وہ اس کام کو کرے جیسے کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرنا یا روزہ واجب کا افطار کرنا یا مال غیر کا تلف کر دینا۔

لیجئے آپ جھوٹ ہی کو رو رہے تھے یہاں قتل و زنا مجبور کے لئے جائز اور شراب خمر واجب اور کلمہ کفر کا جاری کرنا جائز ہو گیا۔

﴿امام فخر الدین رازی کی رائے﴾

تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی میں ہے التقیته جائزة لصون النفس وهل یجوز لصون المال یحتمل ان یکون الحکم ضیا بالحواز لقوله علیه السلام حتمه مال اسلم کحرمته درسه ولقوله علیه الصلوۃ والسلام من قتل دون ماله فهو شهید دلان الحاجته الی المال شدیدة دالماء ان بیع بانعبن سقط فرض الوضوء وجاز الاقتصار علی القیتم وفعا لذلک القدر من نقصان المال فکیف لایوزهنا۔

جائز ہونے کا بھی احتمال ہے کیونکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مال مسلم ویسا ہی محترم ہے جس طرح اسکی جان محترم ہے اسلیے بھی کہ

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے اور اس لیے ہی کہ مال کی جانب احتیاج نہایت شدید ہے اور پانی اگر زیادہ قیمت کو بکے یعنی کہ خریدنے والا مغلوب کہا جائے تو وضوء واجب ساقط ہو جائیگا اور صرف تیمیم پر اقتصار جائز ہوگا اسلیئے کہ نقصان مال نہ ہوتو پھر کیونکر مال بچانے کے لیئے تقیہ جائز نہ ہوگا۔

نیز اسی تفسیر کبیر میں ہے۔ **روی عون عن الحسن انه قال التقیته جائزه للمومنین الی یوم القیمته وهذا القول اولی لان دفع الضرر عن النفس واجب بقدر الا مکان**

یعنی عون نے حسن بصری سے روایت کی ہے وہ کہتا تھا کہ تقیہ مومنین کیلیئے روز قیامت تک جائز ہے، امام فخر الدین رازی اس قول کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ قول اولی ہے اسلئے کہ نفس سے بقدر امکان ضرر کا رفع کرنا واجب ہے۔

نتیجہ یہ بات ناظرین کو معلوم رہے کہ احکام تکلیفی مباح ومکروہ مستحب وواجب وحرام ہیں اس تقسیم میں مباح مقابل واجب ہے اور کبھی واجب کے ساتھ جمع نہوگا اور ایک وہ جواز ہے جو مباح اور مستحب اور واجب کے ساتھ جمع ہو جاتی ہے وہ ان احکام کا مقابل نہیں بلکہ وہ ان تینوں چاروں میں معنائے مشترک ہیں چونکہ امام فخر الدین رازی نے پہلے قول میں بیان کیا ہے کہ تقیہ جان بچانے کے لئے جائز ہے اور نقل قول حسن بصری کے بعد انہوں نے دلیل بیان کی ہے جو تقیہ کو واجب کرتی ہے اس

لیئے پہلے قول میں بھی انکے جائز سے واجب ہی مراد ہو سکتی ہے۔

«ابن حجر کا مقولہ تقیہ کے بارے میں»

ابن حجر نے فتح الباری میں فرمایا ہے۔ **قد اجمع الفقهاء علی وجوب طاعه السلطان المتغلب و الجهاد معه وان طاعته خیر من الخروج علیه لما فی ذلک من حقن الدماء و تسکین الدهماء** یعنی فقہائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ سلطان ظالم کی اطاعت واجب ہے یوہی اسکے ساتھ جہاد کرنا واجب ہے اور اسکی اطاعت اُس پر خروج کرنے سے بہتر ہے کیونکہ اس اطاعت و فرمانبرداری میں جانوں کی حفاظت اور خونریزی کا انسداد ہے۔ اور مصائب کی تخفیف ہے ان کلمات سے صاف روشن و آشکار ہے کہ تقیہ کا وجوب اجماعی ہے بلکہ ہم سے اگر انصافاً پوچھو تو ہم بلا تامل کہہ سکتے ہیں کہ یہ اجماع اس اجماع سے کہیں زیادہ قوی ہے جو حضرت ابوبکر کے خلیفہ ہونے پر بقول شخصے منعقد ہوا تھا افسوس ہے کہ ہمارے مخاطب صاحب کا انکار اس اجماع قوی کے مقابلہ میں ہے لیکن اس اجماع ضعیف پر ایمان قائم ہے۔

صحابہ و تابعین نے تقیہ کیا

تہذیب الکمال میں ہے۔ **قال الاعمش عن عبدالملک بن میسره عن النزال بن سبره قال کنا مع حذیفه فقال له عثمان یا اباعبدالله ماهذالذی سلیغنی عنک قال ماقلته قال عثمن انبت اصدقهم وابرهم فلما خرج قلت یا ابا عبدالله الم تقل**

ماقلـه قال بلـے ولـکـنی اشتری دینی بیعضه مخافقه ان مدهب کلمه انهی۔

اعمش نے سلسلہ مذکورہ سے روایت کی ہے کہ ہم حذیفہ کے ساتھ تھے عثمان نے حذیفہ سے کہا کہ اے ابوعبداللہ یہ کیا خبریں مجھے تمھارے متعلق پہونچتی ہیں حذیفہ نے کہا کہ میں نے تو ان باتوں کو نہیں کہا عثمان نے کہا کہ تم ان سے زیادہ سچے ہو اور زیادہ سچے ہو اور زیادہ حقوق کا خیال کرنے والے ہو جب عثمان وہاں سے چلے گئے تو میں نے (راوی کلام) ضیفہ سے کہا کہ کیا تم نے یہ باتیں نہیں کہیں تھیں حذیفہ نے کہا کہ کہیں تھیں لیکن میں اپنے دین کے عض حصہ سے بعض کو خیر جانتا ہوں اس ڈر سے کہ کہیں کل نہ جاتا رہے۔

«ابن عباس نے تقیہ کیا»

فرائض شریفی میں ہے۔ **اول مـن حکـم بالعول عمر فانه وقـع فـی عهـده صـورـة صـنـاق مخرجا عن فرد ضهـا فشـاد رالـصحابته فیها فاشار العباس الی الـعول فقال اعیلو الفرائض فتابعوه علی ذلـک ولـم نیکره احدالا ابنه بعد موته فقیل له هلانکرت نـی زمـن عـمـر قال هیته ذکان مسیبا الی ان قال بـلا یـحـقـعـون حتـی منتیومل نحیعل لغته الله علـی الـکـاذبیـن الذی احصی عمل عالجء والم**

یحعل فے مال نصفین و ثلثا انتھی

یعنی پہلا وہ شخص جن نے عول کا حکم دیا وہ حضرت عمر تھے انکے عہد میں ایک ایسا مسئلہ پیش تھا جس میں تمام سے نہ نکل سکتے عمر نے صحابہ سے مشورہ کیا تو عباس نے عول (نقصان) کا اشارہ کیا عمر نے اسکے صوابدید پر حکم عول دیا یعنے تمام صاحبان میراث پر نقصان ڈالا جائے لوگوں نے اسی حکم کی پیروی کی اور کسی نے بھی اس سے انکار نہ کیا لیکن جب عمر نے انتقال کیا تو عباس کے بیٹے نے یعنی ابن عباس نے اس سے انکار کیا لوگوں نے کہا کہ عمر کے زمانہ میں کیوں نہ انکار کیا کہا مجھے اُن سے خوف معلوم ہوا اور وہ ایک مہیب آدمی تھے نوبت سخن اس نزاع میں یہانتک پہونچی کہ ابن عباس نے کہا کہ اچھا ہمارے مخالفین کیوں نہیں جمع ہوتے تا کہ ہم مباہلہ کر کے خدا کی لعنت جھوٹے پر قرار دیں۔ یقیناً وہ شخص جسکو رمل عالج کا شمار معلوم ہے اس نے کسی مال میں دو نصف اور ایک ثلث نہیں قرار دیا (صاف ہے کہ دو آدمی میں مال پورا ہو جائیگا اب یہ ثلث کہاں سے آئیگا)۔ اور کتاب التحقیق شرح مختصر ابی محمد اخسکی میں اسبات کے بیان میں کہ اجماع سکوت سے ثابت نہیں ہوتا مرقوم ہے۔

وداود الظاھری دبعض المعتزلته تمسکوافی ذلک بان السکوت قدیکون للمابته واتقیه کماقیل لابن عباس راظھر قوله فی العول وقد کان ینکره ھلاقلت ھذافی زمن عمروانه کان

یقول بالعول فقال کان رجلا مهیباً فهبته دفی روایه منغی من ذلک درته۔

یعنی داؤد ظاہری اور بعض معتزلہ نے (اس مطلب پر کہ اجماع سکوت سے ثابت نہیں ہوتا) اثبات سے تمسک کیا ہے کہ سکوت کبھی ہیبت اور تقیہ کے وجہ سے ہوتا ہے جیسا کہ جب ابن عباس نے عول کا انکار کیا ہے تو ان سے لوگوں نے کہا کہ اس قول کو عمر کے وقت میں کیوں نہ ظاہر کیا کیونکہ وہ عول کے قائل تھے ابن عباس نے کہا کہ میں ان سے ڈرا اور وہ ایک مہیب آدمی تھے اور بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے کہا کہ مجھے اس قول کے ظاہر کرنے سے انکے ڈرے نے روکا۔

ایک دوسرا قول

کنزالعمال ملامتقی میں ھے۔ عن نافع ان رجلاً سئل ابن عمر عن متعته النسا فقال هوحرام فقال له ابن عباس تعتی بها فقال ابن عمر الاترم بها ابن عباس فی زمن عمر لو اخذ فیها احد لرجمه انتی

نافع سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ابن عمر سے متعہ کے متعلق پوچھا انہوں نے جواب میں کہا کہ حرام ہے اس سائل نے کہا کہ ابن عباس تو اسکے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں ابن عمر نے کہا کہ ابن عباس نے عمر کے

زمانہ میں یہ فتویٰ کیوں نہ دیا اگر کوئی عمر کے زمانہ میں ایسا کرتا تو وہ اُسے سنگسار کردیتے ابن عمر کے قول سے کہ اس زمانہ میں وہ سنگسار کردیتے اور ابن عباس کے فتویٰ نہ دینے سے صاف ظاہر ہے کہ ہیبت اور تقیہ نے ابن عباس کو رکا۔

اور جب ابن عباس جیسے لوگ مخالفت سے خوف کرتے تھے تو اوروں کا حال بھی اس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ یہیں سے امام فخر الدین رازی کے قول کی کمزوری معلوم ہوتی ہے جو انہوں نے تفسیر کبیر میں بحث متعہ میں کہا ہے کہ حضرت عمر نے متعہ کو حرام کہا اگر وہ جائز ہوتا اور پھر وہ حرام کرتے تو یا کفر عمر لازم آتا یا کفر صحابہ، اسلئے کہ انہوں نے اس کو حرام کرنے کی مخالفت نہیں کی۔ شق اول کے متعلق تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن شق دوم میں صحابہ کے سکوت کا عذر کو دیکھتے ہوئے صاف واضح و آشکار ہے کیونکہ جب اہلبیت تھی اور درہ کا ڈر تھا تو کفر کا ہے کو لازم آئیگا۔

ابن عمر نے تقیہ کیا

مشکوۃ میں ہے، **عن اجن عمر قال صلی الله مبنی رکعتین و ابوبکر بعدہ و عمر بعد ابی بکر و عثمان صدرا من خلافته ثم ان عثمان صلی بعد اربعا فکان ابن عمر اذا صلی مع الامام صلی اربعاً واذا صلها وحدہ صلی رکعتین متفق علیه۔**

یعنی ابن عمر سے روایت کی گئی ہے وہ کہتے تھے کہ رسولؐ نے منیٰ میں دو

رکعتیں نماز کی پڑھیں پیغمبر کے بعد ابو بکر نے بھی ایسا ہی کیا اور ابو بکر کے بعد عمر نے بھی ایسا ہی کیا لیکن جب عثمان کا دور ہوا تو شروع خلافت میں انہوں نے بھی ایسا ہی کیا لیکن بعد میں انہوں نے دو رکعتیں اور بڑھا کر چار رکعتیں پڑھیں ابن عمر جب امام کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو چار پڑھتے تھے اور جب منفرد ہو کر پڑھتے تھے تو دو پڑھتے یہ وہ روایت ہے جس پر بخاری اور مسلم دونوں نے اتفاق کیا ہے۔

ابن مسعود نے تقیہ کیا

ازالتہ انخفا میں صلی ابن مسعود مبنی مع عثمان اربعاً فقیل لہ اتخدثنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی رکعتین وایابکر و عمر فقال بلے دلکن عثمان امام لو اخالف و انخلاف شر۔

یعنی ابن مسعود نے منیٰ میں عثمان کے ساتھ چار رکعتیں نماز پڑھیں لوگوں نے اُس سے کہا کہ تم ہم سے بیان کرتے ہو کہ پیغمبر نے دو رکعتیں پڑھیں اور ابو بکر و عمر نے دو رکعتیں پڑھیں اور پھر تم نے عثمان کے ساتھ چار رکعتیں پڑھیں ابن مسعود نے کہا کہ ہاں سب کچھ سچ ہے مگر عثمان اسوقت خلیفہ ہیں کیا میں انکی مخالفت کر دوں حالانکہ مخالفت میں بدی ہے۔ اب آپ ہی ملاحظہ فرمائیں کہ عثمان بجائے قصر اتمام کر رہے ہیں جو بالکل قول و فعل رسول کے خلاف ہے اور ابن مسعود

مخالفت نہیں کر سکتے اسی کا نام تقیہ ہے جس طرح تقیہ ثابت ہے ویسے ہی ہے جرائت خلفا پر روشنی پڑتی ہو۔

راوی حدیث رسولؐ نے تقیہ کیا

حدیث ان ال ابی فلاں یسوالی باولیآ کی شرح میں لودی نے لکھا ھے وھذہ الکنایتہ بقولہ یعنی فلاناسن بعض الرداۃ خشی ان لسیمیہ فترتب علیہ مفسدۃ او فتنتہ امافی حق نفسہ وامانی حق غیرہ فکنی عنہ۔

یعنی ابن فلاں حدیث پیغمبر میں نہتا بلکہ وہاں تصریح تھی راوی نے اس بات سے خوف کیا کہ نام لینے میں کوئی فتنہ وفساد نہ برپا ہو جائے (وہ راوی کے حق میں ہو یا اسکے غیر کیلئے ہو)۔ بہر حال اس خوف سے اس نے فلان کی لفظ کنایتہً ذکر کی۔

ابراھیم نخفی نے تقیہ کیا

صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت ھے۔ ابراھیم الغنی کان تنکیم عندوقت الخطبتہ فقلیل رفی ذلک فقال انی صلیت الظھرنی داری ثم رحت الی المسجد تقیتہ۔

یعنی ابراہیم نخعی خطبہ کے وقت باتیں کیا کرتے تھے لوگوں نے اس کا

تعرض کیا کہا کہ میں ظہر۔۔۔۔۔۔ پڑھ چکا ہوں تقیہ کی وجہ سے میں
مسجد میں چلا آیا۔

زارۃ ابن اوفی الحرشی نے تقیہ کیا

طبقات ابن سعد میں ہے قال اخبرنا عارم بن الفضل حدثنا حماد بن زید قال حدثنا ہشام بن حسان عن عائشہ بنت ضمرۃ ذرارہ بن اوفی کان یصلی فی منزلہ الظہر والعصر ثم یاتی الحجاج للجمعتہ۔ بسند مذکورہ روایت ہے کہ زرارۃ بن ادنی اپنے گھر میں نماز ظہر وعصر پڑھکر حجاج کے ساتھ جمعہ کی نماز پڑھنے آتے تھے۔ یہ وہ شخص تھا جس کے متعلق طبقات میں ہے۔ اخبرنا اسحٰق بن ابی اسرائیل قال حدثنا عتاب المثنی القشیری عن بہز بن حکمی ان زرارۃ بن اوفی امہم الفجر فی مسجد بنی قشیر احتی اذا بلغ فاذا نقر فی النا قور مذلک یومئذ یوم عسیر علی الکام فرین غیر یسیر خریتا قال بہز فلکنت فیمن حملہ۔ یعنی ایکدن صبح کی نماز مسجد نبوی میں انہوں نے قصر کی امامت کی قرائت کرتے کرتے اس آیہ غضب پر جب پہونچے فاذا نقر فی الناقور ...... الخ تو مر کے گر پڑے بہز بیان کرتے ہے کہ انکو اٹھا کہ لانیوالوں میں بھی تھا۔

عبدالله بن عمر کا تقیه

قال دخلت علی حفصته دنسواتها تنظف قلب قعه کان من امر الناس ماترین فلم یحعیل لی من الامر شئی فقالت الحق فهم فانهم نیتظر ونک واخشی ان یکون نے احتیاسک منهم فرقه فلم تدعه حتی ذهب فلما تفرق النسا خطب معویته قال من کان یریدان تیکلم فی هذالامر فیطلع لنا

فرقه فنحن احق به منه ومن ابيه قال حبيب بن مسلمته فهلا حبته قال عبدالله فحللت حيوتى وهممت ان اقوال احق بهذاالامر منك من قاتلك واباك على الاسلام فخشيت ان اقوال كلمته تفرق بين الجمع وتفك الدم وتحمل على غير ذلك فذكرت مااعدالله نے الجنان قال حبيب حفظت و عصمت۔

مستحق خلافت وہ تھا جس نے تجھے اور تیرے باپ سے اسلام پر جنگ کی (اس سے انکی مراد علی علیہ السلام تھے) عبداللہ کا بیان ہے کہ میں ڈر گیا کہ ایسا نہ ہو اس کلمہ سے آپس میں پھوٹ پیدا ہو جائے اور خونریزی کا سبب ہو اور ایسا نہ ہوں کہ جو کہ میری مراد ہے اسکے علاوہ لوگ مراد لے لیں تو میں نے ان چیزوں کا تذکرہ کیا جنکو خدا نے جنت میں مہیا کر رکھا ہے (اگر یہاں نہ سہی تو وہاں سہی) حبیب بن سلمہ نے کہا کہ تم بچ گئے اور محفوظ رہے۔

قسطلانی نے شرح صحیح میں بیان کیا ہے

لعل معويته كان رايه تقديم الفاضل فى القوة والمعرفته والرئ على الفابتل فى السبق

الی الاسلام والدین فلف ا الطلق انه احق و راے ابن عمر عمر خلاف ذلک دانه لایبالغ المفضول الا اذاخشی الفبتنه

یعنی معوتیہ نے جو اپنی ذات کو خلافت کا مستحق بتایا تو غالباً اسکا خیال تھا وہ شخص خلیفہ ہونا چاہئے جو قوت اور معرفت اور رائے میں زیادہ ہو اسکو اس شخص پر جو اسلام و دین کے جانب سابق ہو فضیلت ہے جب ہی تو اس نے اپنے کو حق بتایا اور ابن عمر کی رائے اسکے خلاف تھی اور وہ مفضول کی بیعت اسی وقت کر سکتے تھے جب فتنہ کا خوف ہو ورنہ نہیں۔اس کا مطلب یہی ہوا کہ تقیہ کی وجہ سے وہ بیعت کر سکتے تھے۔

حسن بصری نے تقیہ کیا

طبقات ابن سعد میں ھے قیل لا بن الاشعث ان ترک ان یقتلوا حولک کما قتلواحول جمل عائشه فاخرج الحسن فارسل الیه فاکرھه

لوگوں نے ابن اشعث سے کہا کہ اگر تو اس بات پر خوش ہو کہ تیرے گرد بھی لوگ یوں ہی قتل ہوں جس طرح عائشہ کے اونٹ کے گرد قتل ہوئے تو حسن بصری کو لوا بن اشعث نے کسی کو اُن کے پاس بھیجا اور مجبور کیا۔

احیاء العلوم غزالی میں ھے۔ بردھی عن بن

عـائشـه ان الـحـجاج دعی بفقھاء البصرة وفقھاء الـکـوفتـه قـال وخـلـنـا علیه دوخل الپصرج من اخـرمن دخل فقال الحجاج مرحباپاپی سعیذ الی الی ثم دعا بکرسی فوضع الی جنب سرئره فقعد عـلیه فـجـعل الحجاج یذاکرنا ویسئلنا اثو ذکر عـلی بن ابیطالب فنال منه ونلنا مته مقارتبه له وفرقامن شره

یعنی ابن عائشہ سے روایت ہے کہ حجاج فقہائے بصرہ وکوفہ کو بلایا ،ہم جب اسب اسکے پاس پہونچے اور آخر میں حسن بصری بھی پہونچے حجاج نے اس کو دیکھ کر مرحبا کہا اور ایک کرسی منگوائی جو حجاج کے تخت کے پہلو میں بچھا دی گئی اس پر حسن بصری کو بٹھایا گیا پھر حجاج نے ہمسے باتیں کرنا شروع کیں اور ہم سے سوال کرنا شروع کیا کہ اتنے میں امیر المومنین علی بن ابی طالب کا کچھ ذکر آ گیا حجاج ملعون نے آپ کی مذمت کرنا شروع کی اور ہم نے بھی اُسکی نفرت کیلئے اور اُس کے شر سے بچنے کے لئے ہاں میں ہاں ملائی۔

محمد بن سیرین نے تقیہ کیا

وفیات الاعیان میں ابن خلکان نے بیان کیا ہے۔ **لماولی عمر بن ھمبیرة انفراری العراقین واضیفت الیه خراسان**

ایام یزید بن عبدالمالک استدعی الحسن بن ابی الحسن البصری وعامربن شر حبیل الشعبی و محمد بن سیرین وَزلک فی نسته ثلث و ماته فقال لهم ان یزیدبن عبدالمالک خلیفته اللہ استخلفه علی عباده واخذ میثا قهم بطاعته واخذ عهد نا یا لسمع والطاعته وقد ولانی ماترون فکتب الی بامرمن اموره فاقلده ماتقلده من ذلک الا مر فقال ابن سیرین والشعبی قولافیه تقیته

یعنی جس وقت عمر بن ہبیرۃ والی عراقین بصرہ کوفہ ہوا اور ان کے ساتھ خراسان بھی ملحق ہوا اور یہ اس وقت جب یزید بن عبدالمالک خلیفہ مقرر ہوا تھا تو اسنے حسن بصری اور عامر بن شرحبیل شعبی اور محمد بن سیرین کو بلایا اور یہ واقعہ ۱۰۳ھ کا ہے اور ان لوگوں سے عمر بن ہبیرہ نے یوں باتیں شروع کیں کہ یزید بن عبدالمالک خدا کا خلیفہ ہے جسکو خدا نے اپنے بندوں پر خلیفہ بنایا ہے اور ان سے اسکی اطاعت کا عہد و پیان لیا ہے اور ہم سے یہ عہد لیا ہے کہ ہم اُسکے ہر حکم کو سنیں اور اسکی اطاعت کریں اس نے مجھے ان ممالک کا والی مقرر کیا ہے اور اس نے مجھے اپنی بعض امور سے بذریعہ کتابت مطلع کیا ہے...... آلخ تو ابن سیرین و شعبی نے ان باتوں کا جواب تقیہ میں دیا۔

ایک بڑے گروہ نے تقیہ کیا

فتح الباری میں ہے۔اول من زخرف المساجد الولید بن عبدالمالک بن مروان وذلک فی اوخر عهد الصحابته وسکت کثیر من اهل العلم عن انکار ذلک خوفامن الفتنته.

یعنی پہلا وہ شخص جس نے مسجدوں کو منقش کیا ولید بن عبدالمالک بن مروان تھا اور یہ واقعہ آخر عہد صحابہ میں ہوا اور بہت سے اہل علم نے اسکے انکار سے سکوت کیا کیونکہ اُن کو فتنہ کا خوف تھا۔

ابو ذر کو تقیہ کا حکم

مشکوۃ میں ھے۔عن ابی وزرضی الله عنه قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم کیف انت اذاکانت علیک امراء حکهیتون الصلوة اویوخرونها عن وقتها قلت فما تامرنی قال صلی الله علیه وسلم صل الصلوة لوقتها فان اورکتها معهم فصل فانها لک نافلته رواه مسلم

ابوذر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انہوں نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں ابوذر تمھارا کیا حال ہوگا جب تم پر ایسے امیر ہونگے

جونماز کو مار ڈالیں گے یا اسکو اسکے وقت سے موخر کر دینگے ابوذر کہتے ہیں کہ
میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا کہ پھر آپ کیا حکم دیتے ہیں فرمایا کہ تم
نماز اپنے وقت پر پڑھ لیا کرنا اور اگر تم انکے ساتھ نماز پاؤ تو پھر انکے ساتھ
پڑھ لینا کیونکہ وہ تمھارے لیے نافلہ ہوگی اسکی روایت مسلم نے بھی کی ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی نے اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ گفت ابوذر گفت مرا پیغمبر خدا چگونہ خواہد بود ل تو د چہ خواہی کرد وقتیکہ مسلط خواہسد گشت برتو بادشاہان کہ در مخالفت ایشان اثارہ، فتنہ است می میرانند نماز را و رعایت نمیکنند شرائط و آداب آنزا یا پس اندازند نماز ہا دا از اوقاتش یعنی از اوقات مختار۔ ابوذر میگوید من گفتم کہ چہ میفرمائی مرا و چہ کنم گفت آنحضرت بگزار نماز او روقتش پس اگر دریابی نماز را با ایشان نیز بدرستی نماز یکہ ہمراہ ایشان بگزاری نفل خواہد بود برائے تو واز ینجا معلوم میشود کہ اگر امام تاخیر کند روقت نماز خصوصاً کہ بوقت مکروہ انداز ماموم باید کہ بگزارد نماز خود در اول وقت پستر گزارد و دیا امام تافضیلت وقت. جماعت ہر دو دریابد واین ور غیر نماز فجر و عصر و مغرب خواہد بود از جہت کراہت تنفل در انوقت وعدم مشروعیت نفل سہ رکعت یا انیکہ ارتکاب این مکروہ اہونست از اثارۂ فتنہ واختلاف کلمہ کہ لازم آید از مخالفت امراء جابر اتتی میں شاہ عبدالحق صاحب کے عبارت کا بھی ترجمہ کرتا ہوں تا کہ ناظرین عام طور سے انکی مراد کو بھی سمجھ لیں۔ ابوذر کہتے ہیں کہ مجھ سے پیغمبر نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا اور تم اسوقت کیا کرو گے جب تم پر ایسے بادشاہ مسلط ہونگے جنکی مخالفت میں فتنہ وفساد کے برانگیختہ ہونے کا خوف ہے وہ نماز کو مار ڈالیں گے اور اسکے شرائط اور آداب کی رعایت نہ کرینگے یا نماز کو انکی اوقات سے بعد میں ڈال دیں گے۔

یعنی ان وقتوں کے بعد پڑیں گے جو ان نمازوں کے لیے اختیار کیے گئے ہیں، ابوذر نے عرض کی کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں ایسے وقت میں کیا کروں آپ نے فرمایا کہ تم نماز کو اسکے وقت پڑھنا

پس اگر نماز ان لوگوں کے ساتھ بھی ملجائے تو پڑھ لینا کیونکہ وہ نماز تم ان لوگوں کے ساتھ پڑھو گے نافلہ ہوگی تمھارے لیے۔ اس جگہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر امام وقت نماز سے تاخیر کرے خصوصاً جبکہ اسے وہ وقت مکروہ میں ڈالدے ماموم کو چاہیے کہ وہ نماز کو اول وقت ادا کرے پھر امام کے ساتھ پڑھے تاکہ وقت کی فضیلت اور جماعت کی فضیلت دونوں حاصل ہوجائیں اور یہ نافلہ ہوجانا وغیرہ نماز فجر و عصر و مغرب میں ہوگا کیونکہ ان اوقات میں نفل مکروہ ہے اور اس لیے بھی کہ تین رکعت کا نافلہ شروع نہیں ہے پھر کیونکہ مغرب کا شمار نافلہ میں ہوگا یا یہ کہ ان مکروہات کا ارتکاب فتنہ کے برانگیختہ کرنے اور باہم پھوٹ واقع ہوجانے سے سہل ہے جو مخالفت امراء جابر سے لازم آئیگی۔

اگر مترجم نافلہ کے لغوی معنے لیتا اور اصطلاحی نہ لیتا یا نافلہ سے مراد ثواب نافلہ مراد لیتا تو یہ تکلفات جو اسے کرنے پڑے وہ درپیش ہوتے۔ بہرحال تقیہ کی ہدایت تو ثابت ہوئی اب چند باتیں اور خیال کرنا چاہیے ایک تو یہ کہ خطاب رسول ابوذر سے ہے اور ابوذر رسالتمآب کے بعد تین ہی بزرگواروں کے ماتحت رہے اسلیے وہ حکومتیں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی تھیں اور تیسری حکومت میں اُسکے جور وظلم سے ابوذر نے مقام ربذہ میں انتقال کیا اب یہ بات نظر انداز کرنیکے قابل نہیں ہے کہ یہ دستور العمل جو پیغمبر نے جناب ابوذر کے لیے بتایا ہے اور اُن کیلیے لازم العمل بھی تھا وہ کن امرا کے بابت تھا سوائے خلفائے ثلاثہ اور کوئی اُن پر مسلط نہیں ہوا تو اب ضرور ہوا کہ وہ ہی خلفائے جابر ہوں اور وہی سلاطین جور ہوں اور ان میں یہ صفت ہو کہ نماز کو وہ مار ڈالیں گے یا اسکے وقت سے اسکو موخر کردینگے اور بعد اس تعیین کے اور دستور العمل کے معین ہوجانے کے یہی حدیث اس بات کا فیصلہ کرتی ہے کہ وہ لوگ جو ابوذر پر مسلط تھے وہ کیسے تھے۔

دوسری بات یہ بھی قابل لحاظ اور نہایت ہی معنی خیز ہے کہ پیغمبر نے فرمایا۔ کیف انت اذا کانت

علیک امراء تمھارا کیا حال ہوگا جب تمھارے اوپر ایسے امرا مسلط ہوں" آلخ" لفظ امرا فرمایا جس کا ترجمہ عبدالحق صاحب نے "بادشاہان" فرمایا ہے لفظ خلفا نہیں فرمایا اور بذاق قوم کے بنا پر پیغمبر کو خلفا کہنا چاہیے تھا لیکن اگر خلفا فرماتے تو یہ صفات جن کے مذموم ہونے میں کسی عاقل کے نزدیک شبہہ نہیں انکے واسطے نہ ثابت کیجا تیں۔ لہذا یہ بھی ثابت ہوا کہ ابوذر پر مسلط ہونے والے خلفا نہ تھے بلکہ امرا تھے اس سے زیادہ ہمارے اور اہلسنت کے نزاع میں فیصلہ کرنے والی کون سی چیز ہو سکتی ہے۔ مجھے اُن لوگوں سے سخت تعجب ہوتا ہے جو احادیث کے ترجمہ کرتے ہیں اور اس سے احکام کو مستنبط کرتے ہیں اور متن حدیث پر ذرہ برابر غور نہیں کرتے اسی کا نام ہے طبع "اسی کا نام ہے ختم"۔ یعنی ختم اللہ علی قلوبہم آلخ۔

پھر ابو ذر کے لیئے تقیہ کی ھدایت

عن ابی ذر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ کیف تصنع اذا اخرجت منہ اے من المسجد النبوی قال آتی الزام قال کیف تضنع اذا اخرجت منھا قال اعوالیہ اے الی المسجد قال کیف تصنع اذا اخرجت منہ قال اضرب بسیفی قال صلی اللہ علیہ وسلم الاادلک علی ماھو خیر لک من ذلک واقرب رشد اتسمع وتطیع و تنساق لھم حیث ساقوک.

حضرابوبکر سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب نے ان سے فرمایا کہ ابوذر کیا کرو گے جب تم مسجد نبوی سے نکالے جاؤ گے انہوں نے کہا کہ میں شام چلا جاؤں گا فرمایا کیا کرو گے شام سے بھی نکالے جاؤ گے کہا میں پھر مسجد ہی میں چلا آؤنگا فرمایا کیا کرو گے جب پھر مسجد سے نکالے جاؤ گے کہا میں اپنی تلوار سے اسوقت حملہ کرونگا جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ میں تمھیں اس سے بہتر بات بتاؤں جو تمھارے لیے بہتر ہو اور وہ یہ ہے کہ ہر حکم کو سنو اور اسکی اطاعت کرو اور جدہر تمکو وہ لوگ کھینچیں اسی جانب کھچ جاؤ۔(فتح الباری شرح صحیح بخاری)

صاف ظاہر ہے کہ مفسدہ کے خوف سے تقیہ کا حکم دے رہے ہیں اور الفاظ رسول ابوذر کی مظلومیت کا پتا دے رہے ہیں۔

انبیاء نے تقیہ کیا

صحیح مسلم میں ہے ابوہریرہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ پیغمبر نے فرمایا کہ

لم یکذب ابراهیم الاثلث کذبات ثنتین فی ذات الله قوله انی سقیم و قوله بل فعله کبیرهم هذا و واحدة فی شان سارة فانه قدم ارض جبار ومعه سارہ دکانت احسن الناس فقال ان هذا الجبار ان علم انک امراتی یغلبنی علیک ذان سئلک فاخبریه انک اختی فی الاسلام فانی لا اعلم فی

الارض مسلما غیری و غیر ک انتھی۔

یعنی معاذ اللہ ابراہیم نے کبھی جھوٹ نہیں کہا مگر صرف تین مرتبہ وہ جھوٹ خدا کی ذات کیلئے بولے اور وہ ایک تو انی سقیم تھا اور دوسرا یہ فرمایا کہ بل فعل کبیر ہم اور تیسرا سارہ کے باب میں کیونکہ جناب ابراہیم ایک بادشاہ جبار کے ملک سے تشریف لائے تھے اور اُنکے ساتھ جناب سارہ بھی تھیں اور حضرت سارہ جمیل ترین زنان تھیں تو آپ نے سارہ سے فرمایا کہ ظالم بادشاہ اگر یہ سمجھ لیگا کہ تم میری بیوی ہو تو وہ تم پر باجبر قبضہ کریگا اور مجھے مغلوب کریگا تو اگر وہ تم سے پوچھے (کہ انکی کون ہو) تو کہدینا کہ میں انکی اسلامی بہن ہوں کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ تمام زمین عالم میں میرے اور تمھارے سوا کوئی اور مسلم ہو۔

اور شارح شفا نے (جیسا کہ جناب مفتی محمد قلی علیہ الرحمتہ والرضوان نے تحریر فرمایا ہے) جناب سارہ کو بہن کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے **قال تقیه خشیه ان تقیه خشیه ان تقتله** یعنی جناب ابراہیم نے یہ قول تقیہ کی سبب سے کہا اس بات کو ڈر کے کہ کہیں وہ جبار حضرت کو قتل نہ کر ڈالے۔ اور نووی شارح مسلم نے وجہ دوم تاویل خبر میں یہ عبارت لکھی ہے۔

الوجه الثانی لو کان کذبالا توریته فیها لکان جائزافی دفع الظالمین وقت اتفق الفقها اعلی انه لو جار ظالم لطیلب انسانا مختفیاً قتله ادیطلب ودیعته لانسان لیا خذ ها غصبا و

سئل عن ذلک وجب علی من علم ذلک خفائوه وانکا رالعم به و هذا الکذب جائزبل واجب لکونه فی دفع الظلم عنه فنبه النبیؐ صلی ان هذه الکذبات لیست داخلته فی مطلب الکذب لمذموم

یعنی وجہ دوم یہ ہے کہ اگر توریۃ نہ بھی ہو اور کذب محض بھی ہو تو ظالموں کے دفع کرنے کیلئے جائز ہوگا اور تمام فقہا اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی ظالم کسی آدمی کے قتل کرنے کیلئے آئے جو چھپا ہوا ہو یا کسی انسان کی امانت ڈھونڈ رہا ہو تا کہ غصب کر کے اس سے لے لے اور اسکا پتا لگائے اور لوگوں سے پوچھے تو اس شخص پر جسے ایسے آدمی یا ایسی امانت کا علم ہو واجب ہے کہ اُسے چھپائے اور کہے کہ مجھے معلوم نہیں اور ایسا جھوٹ جائز ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ ظلم کے دفع کرنے کیلئے ہے تو پیغمبر نے بیان کر کے آگا کر دیا کہ ایسے جھوٹ جنکا سبب وقع ظلم ہو وہ اس جھوٹ میں داخل نہیں جو مذموم ہو۔

جناب خلیل اللہ کا دوسرا تقیہ

امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس آیت مبارکہ **"فلما جن علیه اللیل رائے کو کبا قال هذاربی"** (جب ابراہیم پر شب تاریک ہوئی اور انہوں نے ستارے کو دیکھا تو کہا کہ میرا رب یہ ہے) کی تفسیر میں لکھا ہے۔

الوجه السادس انه صلی الله علیه وسلم اراد ان یبطل قولهم بربوبیته الکوا کب الانه علیه السلام کان قدعرف من تقلید هم لا سلافهم و یعد طباعهم عن قبول الد لایل انه لوصرح بالدعوة الی الله لم یقبلوه ولم یلتفتوا الیه فمال الی طریقته یها یسدر جهم الی استماع الحجته ذولک بان ذکر کلایا یوهم کو نه مساعدا علی مذهبم بر بوبتیه الکوا کب مع ان قبله کان مطمئان بالایمان و مقصوده من ذلک ان تیمکن من ذکر الدلیل علی ابطاله و فساده وان تصیبلوا قوله و تمام التقریر انه لمالم ـــــ الخ)

محصل وجہ ششم یہ ہے کہ جناب ابراہیم صلوات اللہ علیہ نے اس بات کا ارادہ کیا کہ کواکب کے ربوبیت کو باطل فرمائیں اور یہی ان لوگوں کے اعتقاد میں تھا مگر چونکہ آنحضرت نے یہ دیکھ لیا تھا کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کے تقلید میں ہیں اور انکی عقول دلائل و براہین کے قبول کرنے سے بہت دور ہیں تو آپ نے یہ خیال فرمایا کہ اگر میں انکو خدا کی طرف دعوت دوں گا اور اسکو بالتصریح بیان کر دوں گا تو ہر گز اسکو قبول نہ کریں گے اور کسی قسم کا التفات نہ کرینگے اس لئے آپ نے ایسی کلام کے ذکر کی طرف میل فرمایا اُنکو دلیل کے سننے کی طرف متوجہ کریں اور یہ اس طریقہ سے کیا آپ نے

ایک ایسا کلام ذکر فرمایا جو اس بات کا خیال دلاتا تھا کہ آپ قوم کے خیالات کی تائید فرما رہے ہیں اور معاذ اللہ ربوبیت کواکب کے معتقد ہیں حالانکہ آپ کا قلب ایمان کے ساتھ مطمئن تھا اور آپ کا مقصود ایسے کلام سے صرف یہ بات تھی کہ آپ دلیل ابطال ربوبیت کواکب کو ذکر فرمائیں اور وہ اسکو قبول کر سکیں۔ اور تقریر نام یہ ہے کہ چونکہ جناب خلیل الرحمٰن کے لئے کوئی اور راستہ دعوت حق کا سوائے اس راستہ کے نہ تھا اور آپ خدا کی طرف سے دعوت حق پر مامور تھے (تو چونکہ اسی طریقہ میں انحصار تھا) تو گویا آپ کلمہ کفر کے کہنے پر مجبور تھے اور یہ بات معلوم ہے کہ مجبور ہونیکے وقت کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے خداوند عالم نے خود استثنا فرمادی ہے الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان یعنی صرف اس شخص کے لیے اجازت ہے جو مجبور کر دیا گیا ہو اور اسکا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو اور جب ایک شخص کے باقی رہنے کیلئے کلمہ کفر کا جاری ہونا جائز ہوا تو اگر عاقلوں کے ایک عالم کی نجات کیلئے کفر وعذاب سے ایسا کلمہ بولا جائے تو یہ بدرجہ اولی جائز ہوگا اور بھی وہ شخص جو ترک صلوۃ پر مجبور کیا جائے اگر نماز پڑھے اور اس میں قتل ہو جائے تو اسکے لیے اجر عظیم حاصل ہوگا اور جب کفار سے جنگ کرنے کا وقت آئے اور اسکو یہ معلوم ہو کہ اگر میں نماز میں مشغول رہونگا تو اسلام کا لشکر شکست کھا جائیگا تو اس جگہ اس پر ترک نماز واجب ہوگی اور جہاد دشمن میں بھی مشغولیت واجب ہوگی اور یہ وجوب اس حد پر ہے کہ اگر نماز میں مشغول ہو جائے اور ترک قتال کرے تو گنہگار ہوگا اور ترک نماز کرے اور جہاد دشمن میں مشغول

ہو جائے تو مستحق اجر ہو گا بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جہاد اور انہزام لشکر اسلام کا خوف تو اور چیز ہے اگر نماز میں ہو اور کسی لڑکے یا اندھے کو دیکھے کہ وہ پانی میں غرق ہوا جاتا ہے یا آگ میں جلا چاہتا ہے تو ایسے وقت پھر مصلی پر اس بچہ اور اندھے کے نجات کے لیے نماز کا قطع کر دینا واجب ہو جائیگا یو ہی مقام بحث میں خیال کرو کہ جناب ابراہیم نے اس کلمہ کے ساتھ تکلم فرمایا کہ قوم پر یہ ظاہر ہو کہ آپ قوم کی موافقت کر رہے ہیں (ایسی صورت میں قوم کے دل میں کینہ اور غضب جو مانع استماع قول ہوتا ہی نہ ہوگا) تو ایسے وقت میں جب دلیل البطال قول قوم پر وارد کی جائیگی تو دلیل زیادہ قائم ہوگی اور فائدہ ستماع دلیل کامل تر ہوگا۔ اور ان چیزوں میں سے جو اس وجہ مذکور کو قوی کرتے ہیں یہ ہے کہ خداوند عالم نے دوسرے مقام پر بھی اسی طرح کا استدلال جناب ابراہیم علیہ السلام کی زبانی نقل فرمایا ہے اور وہ وہاں جہاں ارشاد ہوا ہے کہ فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم یعنی ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو دیکھ کر کہا کہ میں بیمار ہوں فتولوا عنہ مدبرین جب انہوں نے یہ کہا تو قوم والوں نے انکی طرف سے پیٹھ پھیر لی اور چلتے ہوئے اور یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ حوادث کے وقوع پر علم نجوم سے استدلال کیا کرتے تھے جب جناب ابراہیم نے انہیں کے مذاق پر تکلم فرمایا (کہ انکو ان کے قول کا یقین آ گیا) باوصفیکہ یہ موافقت جناب ابراہیم ظاہری تھی باطن میں وہ ہرگز نجوم کو موثر نہیں سمجھتے تھے انکا مقصود یہ تھا کہ وہ لوگ انکو تنہا چھوڑ کر چلے جائیں تو بتوں کے توڑنے کا راستہ نکلے تو جب اس مقام پر قوم کی موافقت جائز ہوئی تو

ہمارے مسئلہ بحوث عنہا میں قوم کی موافقت کیوں نہ جائز ہوگی۔

یہ تمام تقریر فخر الدین رازی کی تقیہ کی تجویز بلکہ وجوب پر دال ہے اور انبیا کے لیے وجوب تقیہ ثابت کرتی ہے وہ بھی کلمہ کفر کے استعمال کے ساتھ تو ہم گروہ شیعہ نہ مرتبہ میں ان سے زائد ہیں نہ کمال نفسانی میں نہ مراتب تقرب الٰہی میں بلکہ لاکھوں درجہ ان سے کم ہیں جب ان کیلئے یہ عیب نہ ہو حالانکہ انکا دامن عصمت بے داغ تھا تو ہم ایسے امتی لوگوں کیلئے کیا عیب ہوگا بلکہ اس تقیہ کی وجہ سے ہم تابع سنن مرسلین ہوں گے۔ اب جہاں قرآن ہو انبیا کی نظریں ہو وہاں سعدی کا شعر دروغ اے بار درمگوز نیہار کیا کرسکتا ہے حالانکہ میں سعدی کی طرف سے قسم کھانے کو تیار ہوں کہ اس نے یہ مقام تقیہ میں ہرگز نہیں کیا۔

نہ ہر جائے مرکب توان تاختن کہ جاہا سپر بایدا انداختن

تاریخ مذاہب گواہ ہے کہ جتنے مظالم شیعہ مذہب والوں پر ڈھائے گئے

شاید ہی کسی مذہب کے ماننے والوں پر اتنے مظالم ڈھائے گئے ہوں۔ اس کے باوجود شیعہ زندہ ہیں، تابندہ ہیں اور زندہ وتابندہ رہیں گے۔ اس حقیقت کا راز یہ ہے کہ جیسے رہبر شیعوں کو ملے اس شان کے رہبر دنیا کے کسی دوسرے مذہب والوں کو نہیں ملے۔ اور ان عظیم رہبروں نے اتنا جامع اور ہمہ گیر قانون حیات شیعوں کو دیا کہ دنیا کے کسی مذہب کے پاس ایسا قانون نہیں۔ یہ قانون ہر حال میں زندگی بخش اور حیات آفریں قانون ہے۔ ظلم کے خلاف آواز اٹھانا بھی سکھاتا ہے اور ظالم کے سامنے اپنی ہیئت ظاہر نہ کر کے زندگی کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان

کومکمل تحفظ ملتا ہے۔ وہ قانون ہرگز انسان کے حق میں مفید نہیں ہوسکتا جو انسان کو تحفظ نہ دے سکے۔ یہ اور بات ہے کہ تحفظ کی نوعیتیں مختلف ہیں۔ جس طرح کبھی کبھی سر کٹا دینا تحفظ کے منافی نہیں ہوتا اسی طرح چہ بسا سر بچالینا تحفظ کا مصداق نہیں بن پاتا۔ اور یہ حقیقت آشکار بھی ہے اور مضمر بھی۔ اسلام کے ایسے ہی قوانین کے مجموعے میں سے ایک قانون کا نام تقیہ ہے۔ اور چوں کہ اسلام دین فطرت ہے لہذا تقیہ بھی قانون فطرت ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ تقیہ کی مخالفت اسلام کی مخالفت ہے اسلام کی مخالفت کفر ہے۔

تعجب عوام پر نہیں بلکہ مسلمانوں کے ان دانشوروں پر ہے کہ جو تقیہ کا انکار کرنے والوں کو مورد الزام اور مقصر ٹھہرانے کے بجائے اس قانون فطرت کے ماننے والوں کو گمراہ خیال کرتے ہیں۔ اور وہ بھی صرف زبانی لن ترانیوں کے ساتھ وگرنہ ان کی عملی زندگی میں قدم قدم پر تقیہ نظر آتا ہے۔ حتی اپنے خاندانی معاملات تک میں وہ تقیہ پر عمل کرتے نظر آتے ہیں۔ چوں کہ فساد سے بچنے کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ زیر نظر کتاب میں تقیہ کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اصل کتاب میں اگر چہ تقیہ کو ایک فقہی قاعدے کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود تقیہ کے سہل واسباب کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ اور بے موقع ومحل کی جانے والی الزام تراشیوں کا دفاع بھی کیا ہے۔ تاریخ وحدیث سے تقیہ کے متعدد نمونے پیش کیے گئے ہیں اور قرآن کی کئی آیات سے استدلال واستنباط کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود میں کسی خوش فہمی کا شکار نہیں کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد تمام متعصب راہ راست پر آجائیں گے۔ البتہ وادی تحقیق کی پر خار راہوں پر سفر کرنے والے منزل کا پتہ پاسکتے ہیں۔ ایسے ہی افراد کی تنویر افکار کے لئے ہم تقیہ کے بارے میں مسلمانوں کے معتبر مفسرین کی آراء نقل کرتے ہیں۔

ا۔ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں (اِلَّا اَنۡ تَتَّقُوۡا مِنۡهُمۡ تُقٰىةً ط) کی تفسیر میں تقیہ کے متعدد احکام میں سے بعض کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ اگر انسان کفار کے درمیان پھنس جائے اور جان کا خوف ہو تو زبانی طور پر مدارات کرسکتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ نہ صرف زبان سے دشمنی کا اظہار نہ

کرے بلکہ اس سے بالاتر ذومعنی الفاظ میں ان سے دوستی اور رفاقت کا اظہار کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ باطنی طور پر اس کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو۔

اس کے بعد چوتھے حکم کے ذیل میں لکھتے ہیں:

ظاھر الآیة یدل ان التقیته انما تحل مع الکفار الغالبین الا ان مذھب الشافعی رضی اللہ عنہ ان الحالته بین المسلمین اذاشا کلت بین المسلمین والکا فرین حلت التقیته محاماة علی النفس۔

آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فقط غلبہ رکھنے والے کافروں سے تقیہ جائز ہے۔ لیکن شافعی کے نزدیک اگر مسلمانوں سے بھی جان کا خطرہ ہو تو تقیہ جائز ہے۔

پانچواں حکم

التقیة جائزة لصون النفس، وھل ھی جائزة لصون المال یحتمل ان یحکم فیھا بالجواز لقولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "حرمة مال المسلم کحرمة دمہ" وبقولہ (ص) من قتل دون مالہ فھو شھیدا۔ (تفسیر فخر الدین رازی ۱۳/۸)۔ ترجمہ: جان بچانے کے لئے تقیہ جائز ہے۔ لیکن آیا مال کی حفاظت کی خاطر بھی جائز ہے یا نہیں؟ احتمال یہ ہے کہ جائز ہو۔ اس لئے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: "مسلمان کی جان کی طرح اس کا مال بھی محترم ہے۔ اس کے علاوہ فرمایا، جو اپنے مال کے دفاع میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

۲۔ زمخشری اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں، خدا نے اس صورت میں کفار و مشرکین سے دوستی برقرار رکھنے کی چھوٹ دی ہے۔ جب ان سے جان کا خطرہ ہو۔ (تفسیر الکشاف ج ۱ ص ۴۲۲)۔

۳۔نسفی کی تفسیر میں ملتا ہے "الا ان تتقو امنهم تقاة "یعنی جب کافروں کوغلبہ حاصل ہو اور مسلمانوں کو جان و مال کا خطرہ ہوتو ایسی صورت میں دوستی ظاہر کرنا اور دشمنی کو پوشیدہ رکھنا جائز ہے۔(تفسیر النسفی ،حاشیہ تفسیر خازن ج ا ص ۲۷۷)۔

۴۔خازن لکھتے ہیں:۔صرف قتل ہو جانے سے بچنے کے لئے تقیہ جائز ہے۔ بشرطیکہ مہیت مسالم ہو۔چون کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(تفسیر الخازن ج ا ص ۲۷۷)۔"الامن الكره وقلبه مطمئن بالايمان"۔سورۃ ۶ آیۃ ۱۰۶۔

۵۔نیشاپوری "فلا تخشوهم واخشون " کے ذیل میں لکھتے ہیں۔اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوف کی حالت میں تقیہ جائز ہے۔(تفسیر غرائب القرآن ج ۳ ص ۱۷۸)۔

۶۔خطیب شربینی کوملاحظہ فرمایئے۔"الامــن اکــره "یعنی جسے کفر کے اظہار پر مجبور کیا جائے اور وہ ایسا کرے۔"وقلبه مطمئن بالايمان "۔اوراس کا دل ایمان سے سرشار ہو۔تو اس نے کچھ برا نہیں کیا۔اس لئے کہ ایمان کا مسکن دل ہوا کرتا ہے۔(تفسیر السراج المنیر ج ۲ ص ۲۶۳)۔

۷۔طبرسی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔"الا ان تتقوا منم تقاة" کے ذیل میں ابولعا۔۔۔ رقمطراز ہیں۔تقیہ زبان سے ہوتا ہے عمل سے نہیں ہوتا۔

اس کے بعد اسی آیت کے ذیل میں ضحاک کا قول نقل کرتے ہیں۔تقیہ زبان سے ہوتا ہے اگر کسی شخص کو ایسی بات کہنے پر مجبور کیا جائے جس میں خدا کی نافرمانی ہو اور وہ جان بچانے کیلئے کہہ دے۔"**وقلبه مطمئن بالایمان**"۔مگر اس کا دل ایمان سے لبریز ہو تو وہ گنہگار نہیں۔(جامع البیان ج۳ص۱۵۳)

۸۔حافظ ابن ماجہ لکھتے ہیں۔ایسی حالت میں تقیہ جائز ہے۔اس لئے کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے۔"**الا عن اکره و قلبه مطمئن بالایمان**"۔(سنن ابن ماجہ ج۱ص۵۳)۔

۹۔اسی آیت کی تفسیر میں قرطبی لکھتے ہیں۔"حسن کا قول ہے تقیہ انسان کے لئے قیامت تک جائز ہے"۔(جامع احکام قرآن ج۴ص۵۷)۔

اس کے بعد قرطبی کہتے ہیں۔"اہل عالم کا اتفاق ہے جس شخص کو کفر بکنے پر مجبور کیا جائے اور وہ" قتل سے بچنے کے لئے ظاہراً کافر ہو جائے لیکن اس کے دل میں ایمان ہو تو نہ وہ گناہ گار ہوگا اور نہ اس کی بیوی اس سے الگ ہوگی اور نہ اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔یہ مالک شافعی اور کوفیوں کا قول ہے۔(جامع حکام قرآن جلد۱۰ص۱۸۲)۔

۱۰۔اس آیت کی تفسیر میں آلوسی لکھتے ہیں: آیت تقیہ کے شروع ہونے پر دلالت کرتی ہے۔(روح المعانی جلد۳ص۱۲)۔

۱۱۔جمالدین قاسمی کا بیان ہے آیہ "**الا ان تتقوا منهم تقاة**" سے تمام آئمہ نے استنباط کیا ہے کہ خوف کے وقت تقیہ مشروع ہے۔ چنانچہ ابو ہریرہ ناقل ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا

سے دو دعائیں یاد کی ہیں۔ ایک دعا کو میں نے تمام لوگوں کو بتا دیا ہے لیکن دوسری دعا کو نہیں بتایا اس لئے کہ اگر بتا دیتا تو میری گردن ماردی جاتی۔ (محاسن التاویل جلد ۴ ص ۱۲، طبع مصر)

۱۲۔ مراغی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں رقم کیا ہے۔ مؤمنوں کو ہر حالت میں کافروں سے قطع روابط کرنا چاہئے۔ لیکن اگر ان سے کسی قسم کا خوف ہو تو اس کا ازالہ تقیہ کے ذریعہ ضروری ہے۔ اس لئے کہ قاعدہ شرعیہ یہ ہے کہ نفع حاصل کرنے سے پہلے نقصانات کا ازالہ کرنا چاہیئے۔

لہذا جب نقصان سے بچنے کے لئے کافروں کے ساتھ دوستی کرنا جائز ہے تو تمام مسلمانوں کے منافع کے لئے بدرجہ اولی جائز ہے۔ دین اور دیانت کے پابند روشن فکر مسلمانوں سے یہ توقع ہے کہ اتنے حوالے اہل سنت کی تفاسیر میں ملاحظہ فرمانے کے بعد تقیہ کا بہانہ بنا کر حاصل السلام کے مختلف ماننے والوں کو برا بھلا نہیں کہیں گے۔ بلکہ ان کی روشن دلیلوں کے ذریعہ راہ حق اور صراط مستقیم پر چلنے کی کوشش کریں گے۔

ممکن ہے کہ بعض ذہنوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہو جائے کہ یہ کتاب مرتب کرنے کا مقصد اہل سنت حضرات کو ان کے مذہب سے بدل کرنا ہے۔ اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے عرض ہے کہ کتاب کا مقصد کسی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا ہرگز نہیں بلکہ اس کا مقصد حق کو واضح کرنا ہے۔ "**لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیٰ من حییٰ عن بینۃ**"۔ صرف کتابیں پڑھ لینے سے کوئی شیعہ نہیں بن جاتا بلکہ "ق۔۴ **ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ ط**" (سورہ جمعہ) یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اپنا فضل دے اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے۔ وگرنہ جب یہ کتاب نہیں لکھی گئی تھی تب بھی لوگ شیعہ مذہب اختیار کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے۔ ہماری

اس کتاب سے اصل غرض یہ ہے کہ علمائے اسلام اپنی فکری صلاحیتوں کو ان فروعی مسائل میں الجھا کر برباد نہ کریں بلکہ انھیں اپنے مشترکہ دشمن کے ظاہری اور باطنی ہتھکنڈوں سے بچنے کے لئے استعمال کریں۔اسی طرح جولوگ اہل تحقیق ہیں ان کو کھلی آزادی دیں تا کہ فتوؤں کے خوف سے بے خطر ہوکر وادی تحقیق میں قدم رکھیں اوراپنی قسمت کا فیصلہ خود کریں۔خداوند متعال ہم سب کو دین اسلام اور بے چارے مسلمانوں کی حمایت میں اپنی فکری اور عملی توانائیوں کو صرف کرنے کی توفیق عطافرمائے۔

جو مر گیا اور نہ بنا عارف امام زمانہ کا..... متفق الیہ

عقیدہ امامت
شیعت کی اصل بنیاد ہے؟

امابعد اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے ــة ۳۰ **وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً** (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) "اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا یقیناً میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں" پس اللہ تعالیٰ نے خلقت انسانی سے پہلے خلافت کا آغاز کر دیا اور یہ دلالت کرتا ہے، کہ جو حکمت خلافت میں ہے وہ اس حکمت سے بالاتر ہے جو خلقت میں ہے۔ اسی لئے اس نے اسی سے آغاز کر دیا کیونکہ پاک وہ منزہ ذات حکیم ہے اور حکیم وہ ہوتا ہے جو اہم سے ابتداء کرتا نہ کہ غیر اہم سے۔ اور یہ قول صادق آل محمدؐ حضرت امام جعفر بن محمد علیہم السلام کے فرمان کی تصدیق ہے جہاں ارشاد فرماتے "حجت خلق سے قبل، خلق کے ساتھ اور خلق کے بعد ہوتی ہے"۔ اور اگر خداوند عزوجل مخلوقات کو خلیفہ کے بغیر خلق فرمائے تو اس نے انہیں تلف کر

دیااورضایع کانشانہ بنایا۔اورسفیہ کواپنی سفاہت سے روکانہیں۔

اس طرح سے کہ اسی کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ حدود قائم ہو جائیں اور مفسد سدھر جائے اور ایک لحظہ حکمت کو یہ اجازت نہیں دیتا کہ حدود کو نافذ کرنے سے منہ پھیر لیا جائے۔ حکمت عمومیت رکھتی ہے جس طرح اطاعت عمومیت رکھتی ہے۔جس نے یہ گمان کیا کہ دنیا لحمہ بھر کے لیئے بھی امام سے خالی رہ سکتی ہے اس پر یہ لازم آتا ہے کہ وہ براھمہ مذہب کی حقانیت کا اقرار کرلے وہ لوگ نبوت اور رسالت کے بطلان کے قائل ہیں۔اور اگر قرآن میں یہ بات نہ ہوتی کہ محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں تو ہر وقت کے لئے ایک رسول کا ہونا ضروری ہوتا۔ اور جب یہ بات مسلمہ ہوگئی تو آپؑ کے بعد کسی نبی اور رسول کے آنے کی بات ختم ہوگئی اور خلیفہ کی ضرورت کا تصور عقل میں باقی رہ گیا۔اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کی طرف دعوت نہیں دیتا جب تک انسانی عقل میں اس کے حقائق کو منعکس نہیں کرتا۔اور اگر اس کے خدوخال کو متصور نہ کرے تو دعوت لاحاصل ہو جاتی ہے اور حجت ثابت نہیں ہوتی۔کیونکہ ہر چیز اپنی شبیہ سے مانوس ہوتی ہے اور اپنے متضاد سے دور بھاگتی ہے۔اس بناء عقل میں رسولوں کے انکار کا تصور ہوتا تو خداوند عالمین کبھی بھی کسی نبی کو مبعوث نہ فرماتا۔

اس کی مثال یوں ہے کہ ایک طبیب مریض کا اس کی مزاجی کیفیت سے مطابقت رکھنے والی چیز سے علاج کرتا ہے اور اگر کسی ایسی دواء سے اس کا علاج کرے جو اس کی طبیعت کے برخلاف ہو تو یہ چیز اس کی ہلاکت کا باعث بنے گی۔پس معلوم ہوا کہ وہ احکم الحاکمین خدا بھی کسی سبب کی طرف دعوت نہیں دیتا مگر یہ کہ اس سبب کے لئے انسانی عقل میں ایک ثابت تصور موجود ہو۔اور خلیفہ کے ذریعے خلیفہ کو منسوب کرنے والے کی نشاندہی ہو جاتی ہے جیسا کہ یہ عام وخاص

میں معمول ہے اور عرف میں یہ ثابت ہے کہ جب بھی کوئی بادشاہ کسی ظالم کو اپنا جانشین بنالے لوگ اس جانشین کے مظالم سے اس کو مقرر کرنے والے کے ظالم ہونے پر استدلال کرتے ہیں اس کے برعکس اگر وہ جانشین عادل ہو تو اس کو منسوب کرنے والے کے عادل ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خلافت الٰہیہ کے لئے عصمت کا ہونا ضروری ہے اور خلیفہ سوائے معصوم کے اور کوئی نہیں ہوسکتا کیونکہ جسکا خلیفہ وہ ہی بنا سکتا ہے۔

خلیفہ کی اطاعت کا وجوب

جب اللہ عزوجل نے آدمؑ کو زمین پر خلیفہ بنایا اور آسمان والوں پر ان کی اطاعت واجب قرار دی تو اہل زمین کے بارے میں اس سلسلے میں کیا خیال ہوسکتا ہے۔ اور جب اللہ عزوجل نے مخلوقات پر اپنے ملائکہ پر ایمان لانے کو واجب قرار دیا اور ملائکہ پر خلیفۃ اللہ کو سجدہ کرنے کو لازم قرار دیا پھر اس دوران جب ایک جن نے سجدہ کرنے سے انکار کردیا تو اللہ تعالیٰ نے اس پر ذلت وحقارت تباہی نازل کردی اسے قیامت تک کے لئے خوار کردیا اور اس پر لعنت نازل کردی اس سے ہم امام کے رتبہ اور فضیلت سے واقف ہوئے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو آگاہ کردیا کہ وہ زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہے تو انہیں اس بات پر گواہ بنادیا کیونکہ ان کا جاننا بذات خود گواہی ہے۔ پس اس کا لازمہ یہ ہے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ مخلوقات کو خلیفہ چننے کا حق ہے تو اس کے خلاف اللہ کے ملائکہ سب کے سب گواہی دیں گے۔ اور گواہی کی عظمت معاملہ کی اہمیت اور عظمت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ عام طور پر گواہ کے بارے مین یہ بات پائی جاتی ہے۔ پس کیسے اور کس طرح اللہ کے عذاب سے وہ شخص نجات پائے گا جو اس سلسلے میں اپنے آپ کو صاحب اختیار سمجھتا ہے۔ درحالیکہ اللہ کے ملائکہ اول سے آخر تک اس کے خلاف گواہی دے چکے ہیں اور اس کے برعکس اس بارے میں نص کا اتباع کرنے والا کیوں کر عذاب پائے گا جبکہ تمام ملائکہ خدا نے اس کے حق میں گواہی دی ہے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ خلافت کا معاملہ قیامت تک باقی رہے گا اور جس نے یہ گمان کیا کہ خلیفہ سے اللہ تعالیٰ کی مراد نبوت ہے اس نے ایک لحاظ سے غلطی کی ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے وعدہ کیا ہے کہ اس امت فاضلہ (برتر) سے رشد وہدایت کرنے والے خلفاء کو اپنا جانشین بنائے گا جیسا کہ اس کا ارشاد ہے:

ق۔۵۵ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا (سورۃ نور آیت ۵۵) "جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین پر جانشین بنائے گا جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا اور ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کرے گا اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرے گا وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے۔ اور اگر خلافت کا معاملہ نبوت ہی ہوتا تو اس آیت کی رُو سے اللہ عزوجل پر واجب ہوتا کہ وہ محمد ﷺ کے بعد نبی مبعوث فرماتا اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد صحیح نہ ہوتا کہ ق۔۴۰ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورۃ احزاب آیت ۴۰) اور (محمدؐ) تمام نبیوں کا خاتم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ عزوجل کا وعدہ غیر نبوت کے بارے میں ہے اور ثابت ہوا کہ خلافت ایک صورت میں نبوت سے مختلف ہے اور کبھی کوئی غیر نبی خلیفہ بن سکتا ہے لیکن نبی سوائے خلیفہ کے نہیں ہوسکتا۔

ایک اور معنیٰ یہ ہے کہ اللہ عزوجل اپنی مخلوقات کو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم دے کر منافق کے نفاق اور مخلص کے خلوص کو ظاہر کرنا چاہتا تھا جیسا کہ زمانہ اور خبر نے ان دونوں کے چہروں سے پردہ ہٹا دیا ان دونوں سے مراد خدا کے ملائکہ اور شیطان ہیں۔ اور اگر یہ معنیٰ لئے جائیں کہ امام اور پیشوا کو چننے کا

اختیار اس کے سپرد کر دیا جاتا جس کے دل میں برائی اور کھوٹ ہے تو زمانہ اس کو بے نقاب نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس صورت میں منافق اسی کو چن لے گا جو اس کے نفس، اس کی اطاعت کرنے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی اجازت دیتا ہے۔ پس اس صورت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ دلوں میں مخفی اور پوشیدہ نفاق، خلوص یا حسد اور دوسری پوشیدہ بیماریوں تک پہنچ جائیں۔ ایک اور بات یہ ہے کہ الفاظ اور کلمات متکلم اور مخاطب کے رتبے کے اعتبار سے برتری اور فضیلت حاصل کرتے ہیں۔ ایک آدمی کا اپنے غلام سے بات کرنا اس بات سے بالکل مختلف ہوتا ہے جو وہ اپنے مولا سے کرتا ہے۔ یہاں مخاطب اللہ عزوجل ہے اور سامعین اس کے ملائکہ اول سے آکر تک ہیں۔ اور عمومیت رکھنے والے ایک لفظ میں ایک عمومیت رکھنے والی مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے جس طرح ایک خصوصیت رکھنے والے لفظ کی مصلحت بھی خاص ہوتی ہے۔

اور عمومیت رکھنے والی شے کا ثواب اس چیز کے ثواب سے زیادہ عظیم ہے جو خاص ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر توحید پر ایمان لانا جو تمام مخلوقات خدا پر مشتمل ہے یہ فریضہ حج، زکوۃ اور شریعت کے دوسرے ابواب سے مختلف ہے کیونکہ یہ چیزیں خاص ہیں۔ پس اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ "جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا بے شک میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں توحید کے معانی میں ایک معنیٰ مضمر ہے کیونکہ یہاں پر بھی لفظ کو عموم ہی لایا گیا ہے۔ اور جب ایک لفظ معنیٰ میں دوسرے لفظ کے قریب ہو جائے تو اگر دونوں کے معنیٰ ایک ہوں تو جو ایک لفظ کا لازمہ ہوگا وہ دوسرے کا بھی لازمہ ہوگا۔ یہاں اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ اس کی مخلوقات میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اس کی وحدانیت کا اقرار کریں گے اور اس کی اطاعت کریں گے اور اس گروہ کے ایسے دشمن بھی ہوں گے۔ جو ان پر الزامات لگائیں گے اور ان کی حرمت کو پامال کریں گے اور خدائے عزوجل انہیں بزور اور جبراً روک لیتا تو خلقت کی حکمت پوری نہ ہوتی اور جبر و

اکراہ ثابت ہو جاتا اور یوں ثواب وعقاب اور عبادات کا تصور بھی باطل ہو جاتا۔

اور جب یہ صورت ناممکن ہوئی تو ضروری ہوا کہ وہ اپنے اولیاء اور دوستوں کا دفاع اس صورت سے کرے کہ جس سے عبادات اور ثواب کا تصور باطل نہ ہو جائے اور وہ صورت حدود کا قائم کرنا تھی۔ جیسے اعضاء کا قطع کرنا، پھانسی پر چڑھانا، قتل کرنا، قید کر دینا اور حقوق کو لے لینا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "سلطان اور حاکم جتنا قرآن منع کرتا ہے اس سے زیادہ منع نہیں کرتا۔ اور اس کی طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ق۔۱۳ لَا أَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِىْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ہ (سورۃ حشر آیت ۱۳)" (مومنوں) تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں خدا سے بڑھ کر ہے "پس ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک خلیفہ منصوص کرے جو دشمنوں کے ہاتھوں کو اپنے دوستوں تک پہنچنے سے روک لے اور وہ اس طرح سے کہ اس کے ساتھ ولایت اور سرپرستی پر کوئی اعتراض نہ آئے کیونکہ ولایت اسے نہیں ملتی جس نے حقوق سے غفلت برتی ہو اور واجبات کو ادا نہ کیا ہو اور عقلی لحاظ سے اس کا معزول کرنا ضروری ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ایسی بات سے بہت بلند و بالا ہے۔ اور خلیفہ ایک مشترک معنیٰ رکھنے والا اسم ہے اس لئے کہ اگر کوئی شخص ایک مسجد بنا لے اور اس میں اذان نہ دے بلکہ اس میں ایک شخص کو موذن معین کر لے تو یہ شخص موذن ہی کہلائے گا لیکن اگر اس میں کچھ دن خود اذان دے پھر اس میں ایک شخص کو موذن مقرر کر لے تو دوسرا شخص اس کا خلیفہ اور جانشین کہلائے گا۔

یہی صورت معقولات اور معارف کے بارے میں بھی جاری ہو جاتی ہے مثلاً جب صاحب دیوان خراج یہ کہے کہ یہ شخص میرا جانشین ہوگا تو وہ شخص صرف خراج کی وصولیابی میں اس کا جانشین ہوگا قاصد (کے ذریعے) اور ظلم سے لی جانے والی چیزوں کی وصولیابی میں نہیں۔ کہ یہی بات قاصد اور ظلم سے لی جانے والی چیزوں کے لینے والے کے بارے میں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ

خلیفہ مشترک اسماء میں سے ہے۔ اور اللہ کی صفات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کے مظا لم کے سلسلے میں اپنے دوستوں کے لئے عدل وانصاف فراہم کرے۔ پس اس سلسلے میں اپنے خلیفہ کو اختیار سپرد کر دیا۔ اس بناء پر خلافت اور جانشینی کا معنیٰ اس منتخب پر اطلاق ہوا اور معبود اور الوھیت میں شریک ہونے کا معنیٰ درست نہیں۔ اور اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے کہا ق۔۷۵ **قَالَ یٰۤاِبۡلِیۡسُ مَا مَنَعَکَ اَنۡ تَسۡجُدَ لِمَا خَلَقۡتُ بِیَدَیَّ ط اَسۡتَکۡبَرۡتَ اَمۡ کُنۡتَ مِنَ الۡعَالِیۡنَ ہ** (سورۃ ص آیت ۷۵) "اے ابلیس کس چیز نے تجھے روکا کہ تو اس کو سجدہ نہ کرے جسے میں نے خلق کیا" اس کے بعد ارشاد ہوا **بیدی استکبرت** جس کو میں نے اپنے ہاتھ سے (پیدا کیا) تو نے تکبر کیا اور اس سے بہانہ اور عذر ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہ وہم وگمان رفع ہو جاتا ہے کہ وہ ایسا خلیفہ ہے جو اللہ کی وحدانیت میں اس کا شریک بنا ہے۔

پس اللہ کا ارشاد یہ تھا کہ " تمہیں یہ معلوم ہونے کے بعد کہ اس کو اللہ نے خلق کیا ہے تو کس چیز نے سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ اور پھر کہا **بیدی استکبرت** یہ لغت میں کبھی نعمت کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس پر اللہ کی دو نعمتیں ایسی تھیں جس نے بہت سی نعمتوں کو سمیٹ لیا تھا۔ جیسا ارشاد رب العزت ہے۔ ق۔۲۰ **وَ اَسۡبَغَ عَلَیۡکُمۡ نِعَمَہٗ ظَاہِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً** (سورۃ لقمان آیت ۲۰) "اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دیں۔ اور دو نعمتیں ایسی تھیں کہ انہوں نے اتنی نعمتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیا کہ وہ نا قابل شمار ہیں۔ پھر اس پر طرز تحکم کو سخت کر لیا **بیــــــدی استکبرت** جیسا کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تم میری ہی تلوار سے مجھ سے جنگ کرتے ہو۔ اور میرے تیر سے مجھ پر وار کرتے ہو۔ اور یہ طرز گفتار قبیح اور برا بھلا کہنے میں زیادہ بلیغ اور رسا ہے۔ پس اللہ عزو جل کا یہ ارشاد "اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں ایک متشابہ کلام ہے اور اس کی تشابہ کی ایک صورت یہ ہے کہ جاہ کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اللہ عزوجل

ان باتوں میں جو اس پر مشتبہ ہو جاتی ہیں اپنی مخلوق کے ساتھ مشورہ کرتا ہے اور صاحبِ دلیل جبکہ وہ اللہ کے افعال کے محکم ہونے اور اس کی جلالت پر دلیل رکھتا ہے کے نزدیک اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا ہے کہ اس پر کوئی بات مشتبہ ہو جائے یا کوئی صورت اس کو عاجز بنا دے۔

کیوں کہ وہ ذات ایسی ہے کہ آسمانوں اور زمین پر کوئی شے اسے عاجز اور ناتواں نہیں کر سکتی۔ پس اس آیت متشابہ کو سمجھنے کی راہ وہی راہ ہے جو اس جیسی دوسری متشابہ آیات کے لئے متعین ہے یعنی ان کو محکم آیات کی طرف پلٹایا جائے گا جس سے یقین حاصل ہو جائے اور نادان اور کفر والحاد کی طرف جانے والوں کے لئے کوئی بہانہ نہ رہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں" اس معنیٰ پر دلالت کرتا ہے کہ وہ انہیں ایک عظیم اطاعت جو توحید سے منسلک ہے کی طرف ہدایت کر رہا ہے۔ جس کے ذریعہ اللہ عزوجل سے ہر قسم کی خواہشات نفس کی پیروی، ظلم، حقوق کا ضائع ہونا اور ہر وہ چیز جس سے ولایت غیر صحیح ہو کی نفی ہو جائے۔ پس اس صورت میں حجت کامل ہو جاتی ہے اور کسی کے لئے حق سے غفلت برتنے کی صورت میں کوئی عذر اور بہانہ باقی نہیں رہتا۔

ایک اور بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ جان لے کہ اس کا ایک بندہ اطاعتوں میں سے ایک چیز میں اپنی مرضی کے ساتھ عبادت کرتا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ بندگی حاصل ہو اور ثواب کا مستحق ٹھہرے اور اللہ اس کے سلسلے میں چشم پوشی اختیار کرے۔ ایسی صورت میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ پھر تو مخلوقات اول سے آخر تک کے تمام حقوق کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ کی چشم پوشی کا امکان موجود ہے جبکہ اللہ اس چیز سے بلند و بالاتر ہے۔ پس حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ذمہ دار کے لئے عظیم ثواب ہے اور جب کوئی غور و فکر کرنے والا اس پر فکر کرے گا اس کے بعض جزیات تک پہنچ

جائے گا کیونکہ اس کی عظمت اور شان کی بلندی کی وجہ سے رب تک پہنچنا ناممکن ہے۔ اور ان میں سے ایک معنی جو اس کا ایک جزء ہے وہ یہ کہ امام عادل کے سبب سے چیونٹی، مچھر اور تمام حیوانات بھی سعادت سے ہمکنار ہو جاتے ہیں۔ اور اس پر دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ۱۰۷ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ہ (سورۃ انبیاء آیت ۱۰۷) "اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر عالمین کے لئے رحمت بنا کر " اور اس قول کی تائید کرتا ہے اللہ عزوجل کا یہ ارشاد جو حضرت نوحؑ کی داستان میں ہے ۱۰ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ط اِنَّهٗ کَانَ غَفَّارًا ۱۱ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا ہ (سورۃ نوح آیت ۱۰-۱۱) "پس آپؑ نے کہا اپنے پروردگار سے مغفرت طلب کرو بے شک وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے۔ وہ آسمان سے تم پر مینہ برسائے گا۔ اور مینہ اور بارش سے انسان اور ہر حیوان بہرہ مند ہوتا ہے۔

اور یہ اللہ کے دین کی طرف دعوت کرنے والے اور حق اللہ کی طرف ہدایت کرنے والوں کے سبب سے نازل ہوتا ہے۔ پس ثواب اور نوازش اپنی مقدار سے ہے اور عقوبت اور سزا بھی اس کے ساتھ عناد اور سرکشی کرنے والوں کے لئے اپنے حساب سے ہے۔ اسی لئے ہمارا عقیدہ ہے کہ امام کی احتیاج اس لئے ہے تاکہ کائنات باقی رہے۔ اس کتاب میں، میں نے اس معنی کی طرف اشارہ کرنے والی روایات کو باب میں نقل کیا ہے جس کا عنوان ہے "وہ سبب اور علت جس کی وجہ سے وجود امام کی طرف احتیاج ہے"۔ **خدائے عزوجل کے سوا کسی کو بھی خلیفہ چننے کا اختیار نہیں ہے۔**

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ۳۰ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورۃ بقرہ آیت ۳۰) "اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا کہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں

"یہاں "جاعل پر تنوین ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔
اور اسی کے ساتھ اس کا ارشاد ہے ق۷۱ **اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ م بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ہ** (سورۂ ص آیت ۷۱) "اور میں گارے سے بشر بنانے والا ہوں" یہاں بھی "خالق" کو تنوین کے ساتھ لایا ہے اور اس کو اپنے لئے صفت قرار دیا ہے۔ اس بناء پر جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اپنے لئے امام اور پیشوا انتخاب کرنے کا حق رکھتا ہے اسے چاہیئے کہ پہلے گارے سے ایک بشر بھی پیدا کرے۔ پس جب یہ چیز اس کے لئے ممکن نہیں ہے تو دوسرا بھی اس کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ایک ہی منبع سے ہیں۔
ایک اور معنی یہ ہے کہ ملائکہ اپنی فضیلت، برتری اور عصمت کے باوجود امام کے انتخاب کے لئے اہلیت نہیں رکھتے یہاں تک کہ اس امر عظیم کو اللہ تعالیٰ ہی نے سرانجام دیا اور اس کے ذریعہ اپنی تمام مخلوقات پر یہ حجت قائم کر دی کہ دیکھو انتخاب امام میں تمہارے لئے کوئی سبیل اور راہ نہیں ہے۔

سبیل سکینہ حیدرآباد سندھ پاکستان

اس لئے ملائکہ کے لئے اپنے خلوص، صفا، وفاداری اور عصمت کے باوجود اس سلسلے میں کوئی راہ اور سبیل نہیں ہے۔ جبکہ آیات کثیرہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی مدح کی ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے ق۲۶ **وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ہ** ق۲۷ **لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ ہ** (سورۂ انبیاء آیت ۲۶-۲۷) "بلکہ وہ مکرم بندگان ہیں قول میں اس پر سبقت نہیں لیتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں اور دوسری جگہ ارشاد ہے ق۶ **لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ہ** (سورۂ تحریم آیت ۶) جو کچھ اللہ حکم دیتا ہے اس میں نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔ اور پھر انسان کے اندر نقص عقل اور نادانی اور جہالت کے ہوتے وہ کس طرح عظیم کام کو صحیح طور پر انجام دے سکتا ہے۔ دیکھئے امامت کے علاوہ احکام جیسے نماز، زکوۃ، حج وغیرہ کے سلسلے میں بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز اس کی مرضی اور منشاء پر نہیں چھوڑی

ہے تو یہ کیوں کر ممکن ہے کہ وہ تمام احکام اور تمام حقائق کی جامع سب سے اہم چیز کو ان کے سپرد کر دے۔

ہر زمانہ میں ایک ہی خلیفہ کی ضرورت

اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں "خلیفہ" اس بات کی طرف ارشارہ ہے کہ ایک ہی خلیفہ ہوگا اور اس سے ان لوگوں کا یہ قول باطل ثابت ہو جاتا ہے جو بات کرتے ہیں کہ ایک ہی قوم میں کئی اماموں کا ہونا ممکن ہے۔ جبکہ اللہ نے صرف ایک ہی پر اکتفا کیا ہے۔ اور اگر ان لوگوں کی وہ دلیل صحیح ہوی جو چند اماموں کے ہونے پر انہوں نے قائم کی ہے تو اللہ تعالیٰ کبھی بھی ایک پر اکتفا نہ کرتا اور ہمارا دعویٰ ان کے دعویٰ کے مقابلہ میں ہے اور قرآن ہمارے دعویٰ کو ترجیح دے رہا ہے نہ کہ ان کے قول کو۔ اور اگر دو کلام ایک دوسرے کے مدمقابل میں ہوں اور قرآن سے تصدیق پانے والا قول ہی قابل تسلیم ہے۔

وجود خلیفہ کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ق۔۳۰ **وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً** (سوراۃ بقرہ آیت ۳۰) "اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا" جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خطاب کیا ہے جہاں ارشاد فرماتا ہے ربک "یعنی تیرے پروردگار نے" یہ بہترین دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس معنیٰ کو آپ کی امامت میں قیامت تک جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اس لئے زمین امت محمدیؐ کے لئے خدا کی حجت سے

کبھی خالی نہیں رہتی اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں **ربک** یعنی "تیرے پروردگار" کہنے کی کوئی حکمت اور مصلحت نہ ہوتی اور ضروری ہوتا کہ وہ لفظ **ربھم** یعنی ان (ملائکہ) کے پروردگار استعمال کرتا اور جو حکمت اللہ تعالیٰ گذشتہ نسلوں کے لئے اختیار کرتا ہے وہی حکمت بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے بھی انتخاب کرتا ہے۔ اور اس کی حکمت اور مصلحت میں زمانے کے گزرنے اور گردش ایام کی وجہ سے تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ ذات عزوجل عدل وحکمت والی ہے اس کا اپنی کسی مخلوق کے ساتھ کوئی خاص نسبت اور رشتہ نہیں ہے اور وہ اس سے پاک اور منزہ ہے۔

عصمت امام کی ضرورت

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا بے شک میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں" کے لئے ایک معنی یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بناتا مگر اس کو جس کے باطن اور اندرون میں طہارت اور پاکیزگی ہو، تاکہ وہ خیانت سے دور رہے۔ کیونکہ اگر کسی ایسے کو انتخاب کرے جس کا اندرون پاک اور طاہر نہ ہو تو اس نے (نعوذ باللہ) اپنی مخلوقات کے ساتھ خیانت کی۔ جیسے اگر کوئی دلالی کرنے والا کسی تاجر کو کوئی قلی دیدے اور وہ قلی اس کے ساتھ خیانت کرے تو اس صورت میں دلالی خائن ہوگا پس کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرے جبکہ اس کا ارشاد ہے۔ اور اس کا قول حق ہے۔ ۵۲۔ۃ **ذٰلِکَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ کَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ہ** (سورۃ یوسف آیت ۵۲) "بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کے مکر کو چلنے نہیں دیتا اور حضرت محمد ﷺ کو یہ ادب تعلیم فرما رہا ہے اپنے اس قول کے توسط کہ ۱۰۵۔ۃ **اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰکَ اللّٰهُ ط وَلَا تَکُنْ لِّلْخَآئِنِیْنَ خَصِیْمًا ہ** (سورۃ نساء آیت ۱۰۵) "اور دغابازوں کی حمایت میں کبھی

بحث نہ کرنا پس کیوں کر اور کیسے ممکن ہے کہ وہ اس کام کو کر ڈالے جسے خود نہیں کرتا ہے۔ جبکہ اس نے یہود کو ان کے نفاق کے سبب سے برا بھلا کہا ہے۔

ارشاد فرمایا ہے۔ ۴۴.ۃ **اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ہ** (سورۃ بقرہ آیت ۴۴) " کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے نفسوں کو بھلا دیتے ہو جبکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے " اور اللہ تعالیٰ کے قول میں " اور جب تمہارے پروردگار نے ملائکہ سے کہا " میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں " غیبت امام علیہ السلام کے بارے میں ایک محکم دلیل ہے اور وہ یہ کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا " میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں " اس کلام کے ساتھ ایک چیز کو واجب قرار دیا اور وہ یہ ہے کہ سب کے سب اس کی اطاعت کے معتقد ہو جائیں۔ اور دشمن خدا " شیطان " نے اس لفظ سے نفاق کو اپنے دل میں جگہ دی اور اسے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ اسی کی وجہ سے وہ منافق بن گیا اور یہ تھا کہ جب بھی اس کی اطاعت کرنے کا حکم دیا جائے میں اس کی مخالفت کروں گا۔ پس اس کا نفاق بدترین نفاق تھا کیونکہ وہ پیٹھ پیچھے کا نفاق ہے۔ اس بناء پر وہ تمام منافقین میں سے زیادہ ذلیل و خوار ہو گیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو اس (خلافت قائم کرنے) کے بارے میں بتایا تو ان کے دلوں میں اس کی اطاعت پر اعتقاد تھا اور وہ اس کے مشتاق تھے اور اسی کو اپنے دل میں پنہاں کیے ہوئے تھے بالکل اس چیز کے متضاد جو شیطان اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے۔

اس بناء پر ملائکہ کے رتبے اور درجات میں دسیوں گنا اضافہ ہو گیا جتنا دشمن خدا کو ذلت اور حقارت کی مذلت سے دوچار ہونا پڑا۔ پس پیٹھ پیچھے کی اطاعت اور اتباع زیادہ ثواب اور مدح و تعریف کا باعث ہے۔ کیونکہ ایسی اطاعت شبہ اور مغالطہ سے دور ہے۔ اور اسی لئے رسول خداؐ سے روایت ہے

کہ آپؑ نے فرمایا "جو شخص اپنے بھائی کے لئے اس کے پیٹھ پیچھے دعا کرے تو آسمان سے ایک فرشتہ اسے ندا دیتا ہے کہ تیرے لئے بھی اس کی مثل ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ نے تاکید کی ہے اپنے دین کی ایمان بالغیب پر اور کہا ہے الٓمٓ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ہ (سورۃ بقرہ آیت ۲۔۳) "(قرآن) ہدایت ہے متقین کے لئے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔" پس غیب پر ایمان لانا صاحب ایمان کے لئے عظیم ترین ثواب کا باعث ہے کیونکہ ایسا ایمان ہر قسم کے عیب و شک و شبہ سے خالی ہے اس لئے کہ خلیفہ کی بیعت اس وقت جب وہ سامنے ہو تو بیعت کرنے والے کے بارے میں یہ وہم و گمان ہوتا ہے کہ شاید یہ اس کی اطاعت کسی مفاد یا مال کی خاطر کر رہا ہے یا قتل وغیرہ کے خوف سے ایسا کر رہا ہے جیسا کہ دنیا والے اپنے اپنے بادشاہوں کی اطاعت اسی بناء پر کرتے ہیں جبکہ غیب پر ایمان لے آنا ان تمام باتوں سے محفوظ اور مبرا ہے اور ان جیسے عیبوں سے پاک ہے۔ اور اس بات پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے ق۸۴ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ وَ کَفَرْنَا بِمَا کُنَّا بِہٖ مُشْرِکِیْنَ ہ ق۸۵ فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُھُمْ اِیْمَانُھُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ط سُنَّتَ اللّٰہِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِہٖ ہ وَ خَسِرَ ھُنَالِکَ الْکٰفِرُوْنَ ہ (سورۃ مومن آیت ۸۴۔۸۵) "پس جب انہوں نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا تو کہنے لگے ہم خدائے یکتا پر ایمان لے آئے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس سے نامعتقد ہوئے لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے ان کو کوئی نفع نہیں دیا" اور جب اطاعت گزار بندوں کو ایمان بالغیب حاصل ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ملائکہ کو بھی ثواب سے محروم نہیں رکھا۔ روایت میں آیا ہے کہ فرشتوں سے اللہ تعالیٰ کا یہ کلام حضرت آدمؑ کی خلقت سے سات سو سال پہلے ہوا تھا۔

اوراس مدت میں ملائکہ کو اطاعت کا ثواب اپنے اپنے حساب سے ملتا رہا ہے۔اور اگر کوئی شخص اس روایت کا اوراس میں مذکورہ مدت کا منکر ہو جائے تو اس صورت میں اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ایک لحہ کے لئے غیب کا قائل ہو جائے اور ایک لحہ بھی مصلحت اور حکمت سے خالی نہیں رہتا۔اب جہاں ایک لحہ اور ساعت میں ایک حکمت اور مصلحت ہو وہاں دو لحوں اور دو ساعتوں میں دو حکمتیں ہیں اسی طرح لحات اور ساعات میں بہت سی حکمتیں اور مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔اور جتنا وقت اور مدت میں اضافہ ہوتا جائے گا اتنا ہی ثواب میں اضافہ ہوتا جائیگا اور جتنا ثواب میں زیادتی ہوگی اتنا ہی اللہ کی رحمت سے پردے اٹھ جائیں گے اوراس کی عظمت اور جلالت پر دلالت کرے گی۔اس بناء پر یہ روایت بالکل صحیح ہے کیونکہ اس میں حکمت اور ثواب کی تائید ہے اور حجت کی تبلیغ ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اور جب تیرے پروردگار نے ملائکہ سے کہا میں زمین پر خلیفہ قرار دینے والا ہوں۔کئی پہلوؤں اور صورتوں سے امام علیہ السلام کی غیبت پر دلائل موجود ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ وجود سے قبل کی غیبت اپنی نوعیت میں سب سے کامل غیبت ہے کیونکہ ملائکہ نے اس سے قبل کسی خلیفہ کو نہیں دیکھا تھا،لیکن ہم نے بہت سے خلفاء کو دیکھا ہے جن کے بارے میں قرآن نے ہمیں بتایا ہے اور روایت بھی متواتر ہیں جس سے یہ مشاہدہ کی صورت تک پہنچ چکی ہے۔اور ملائکہ نے ایک کو بھی نہیں دیکھا تھا پس اس بناء پر اس وقت کی غیبت اپنی نوعیت میں سے سب سے اکمل واعلیٰ تھی دوسری بات یہ ہے کہ وہ غیبت اللہ ہی کی طرف سے تھی اور موجودہ غیبت کا سبب اللہ کے دشمن ہیں۔پس جب اس غیبت کی بناء پر جو کہ اللہ کی جانب سے تھی اس کے فرشتے اطاعت گزار اور عبادت گزار بن سکتے ہیں تو اس غیبت کے بارے میں جو کہ اللہ کے دشمنوں کی وجہ سے ہے کہ بارے میں کیسا گمان اور خیال ہونا چاہیئے۔

اور امام کی غیبت میں ایک خالص عبادت موجود ہے جبکہ اس غیبت میں موجود نہیں تھی اور یہ اس لئے کہ

امام غائب علیہ السلام اپنے حق کے سلسلے میں مغلوب، مجبور اور مزاحمت کے شکار ہیں جنہیں بزور مغلوب کیا گیا ہے اور دشمنان خدا کی طرف سے ان کے پیروکاروں پر خونریزی غارت، اموال، احکام الٰہی کا معطل کرنا، یتیموں پر ظلم وستم کرنا، صدقات کو تبدیل کرنا اور ان جیسے مظالم جو پوشیدہ نہیں ہیں ڈھائے جارہے ہیں۔ اور جو شخص آپ کی حجت اور ولایت پر ایمان لے آیا تو وہ آپؑ کے ساتھ اجر اور جہاد میں شریک ہے اور جس نے آپ کے دشمنوں سے بیزاری اور برائت کی۔ اور آپ کے دوستوں کے لئے آپؑ کے دشمنوں سے بیزاری اور برائت میں اجر وثواب ہے اور آپ کے دوستوں کی آپ سے دوستی اور ولایت کا اجر ملائکہ کے اپنے اس امام غائب جو عدم سے وجود میں نہیں آیا تھا پر ایمان لانے کے اجر سے بہت زیادہ ہے۔ اور اللہ نے حضرت آدمؑ کی خبر اس لئے دی تھی تاکہ ان کی توقیر اور تعظیم ہو جائے اور ملائکہ ان کی فرمانبرداری کریں اور ان کی اطاعت کا ارادہ کرلیں۔ اس کی مثال ہمارے پاس عرف عام میں یوں ہے کہ ایک بادشاہ اپنے دوستوں کے پاس ایک خط یا ایلچی اس پیغام کے ساتھ بھیجتا ہے کہ میں تمہارے پاس آنے والا ہوں تاکہ وہ لوگ اس کے استقبال کے لئے تیار ہو جائیں اور اپنے اپنے تحائف اس کے سامنے پیش کریں۔ اس طرح کہ اس کی خدمت کرنے میں کوتاہی کا ہر قسم کا عذر ان کے لئے باقی نہ رہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل نے خلیفہ کی جلالت اور مرتبے کو آشکار کرنے کے لئے اس کے تذکرہ سے خلقت کی ابتداء کی۔ اب خلیفہ کا معاملہ بعد میں آنے والوں کے لئے بالکل ویسا ہی ہے جیسا پہلے والوں کے لئے تھا۔ پس جب بھی اس نے اپنے کسی خلیفہ کو اس دنیا سے اٹھایا اپنی مخلوقات کو اس کے بعد آنے والے خلیفہ کی پہچان ضرور کرائی۔ اور اس بات کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ ح۔۱۷

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ (سورۃ ھود آیت ۱۷) "بھلا جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے بینہ (روشن دلیل) رکھتے ہوں اور ایک گواہ اس کی جانب سے اس

کے بعد آئے گا۔" یہاں پروردگار کی طرف سے بینہ سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور وہ گواہ جو آپ کے بعد آئے گا سے مراد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور اس کی دلیل اللہ عز و جل کا یہ ارشاد ہے۔ ة ١٧ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً (سورۃ ھود آیت ١٧) "اور اس سے قبل موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت ہے" اور وہ کلام اور قول جو کتاب موسیٰ میں اس معنی پر مکمل طور پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ہے ة ١٤٢ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ہ (سورۃ اعراف آیت ١٤٢) "اور ہم نے موسیٰ سے تیس رات کی میعاد مقرر کی اور دس راتیں ملا کر اسے پورا کر دیا اور اس کے پروردگار کی چالیس رات کی میعاد پوری ہوگئی اور موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا میرے بعد تم میری قوم میں میرے جانشین ہو ان کی اصلاح کرتے رہنا اور شریروں کے راستے پہ نہ چلنا۔

عقیدہ امامت
خود شیعوں کی نظر میں

امامت سے مراد کیا ہے؟ اور امامت اصول دین میں ہے یا فروع دین میں؟

امامت کی تعریف کے سلسلہ میں بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے، اور اختلاف ہونا بھی چاہئے کیونکہ شیعہ نظریہ (جو کہ مکتب اہل بیت علیہم السلام کے پیروکار ہیں) کے مطابق امامت اصول دین میں سے ہے، جبکہ اہل سنت کے یہاں امامت کو فروع دین اور عملی احکام میں شمار کیا جاتا ہے اسی وجہ سے فریقین امامت کو ایک نگاہ سے نہیں دیکھتے لہذا اس کی تعریف الگ الگ کرتے ہیں اسی وجہ

سے ہم دیکھتے ہیں کہ سنی عالم دین، امامت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: "**اَللاَمَامَةُ رِیاسَةُ عَامَةُ فِی أُمورِ الدِّینِ وَالدُّ، خلافةُ عَنِ النَّبِیِی**" "پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشینی کے عنوان سے دین اور دنیا کے امور میں عام سرپرستی کا نام "امامت" ہے۔

اور اسلامی حکومت کی شکل میں پیغمبر اکرم ﷺ کی جانشینی کا عنوان (آنحضرت کی جانشینی یقینی حکومتی امور میں) رکھتی ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے امام کو لوگوں کی طرف سے منتخب کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بعض حضرات نے امامت کی تعریف اس طرح کی ہے۔ "امامت یعنی پیغمبر اکرم کی طرف سے دینی احکام وقوانین نافذ کرنے اور دین کی محافظت کرنے میں جانشین ہونا، اس طرح کہ تمام امت پر اس کی اطاعت واجب ہو"۔ جنانچہ یہ تعریف بھی پہلی تعریف سے الگ نہیں ہے بلکہ مفہوم ومعنی کے لحاظ سے تقریباً ایک ہی ہے۔ ابن خلدون نے بھی اپنی تاریخ [ابن خلدون] کے مشہور معروف مقدمہ میں امامت کی تعریف اسی طرح کی ہے۔ شیخ مفید (رحمتہ اللہ علیہ) کتاب "اوائل المقالات" میں عصمت کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ "وہجو دینی احکام کے نافذ کرنے، حدود الٰہی کو قائم کرنے، شریعت کی حفاظت کرنے اور لوگوں کی تربیت کرنے میں پیغمبر اکرم ﷺ کے جانشین ہیں، ان کو (ہر گناہ اور خطا سے) معصوم ہونا چاہیئے جس طرح انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں۔

چنانچہ اس تعریف کے لحاظ سے امامت، حکومت وریاست سے بالاتر ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کی طرح تمام ذمہ داریاں امام کی بھی ہوتی ہیں سوائے وحی کے، اسی وجہ سے جس طرح نبی کا

معصوم ہونا ضروری ہوتا ہے اسی طرح امام کو بھی معصوم ہونا ضروری ہے۔ (شرح تجرید قوشچی، صفحہ ۴۷۲) اسی وجہ سے شرح احقاق الحق میں شیعہ نقطہ نظریہ سے امامت کی تعریف یوں کی گئی ہے۔ "هِیَ مَنصَبٌ الٰهِیٌّ حَائِزٌ لِجَمیعِ الشؤونِ وَالفَضَائِلِ الّا النبوة و مایلازم تلک المرتبة السامیة" "امامت ایک الٰہی منصب اور خدا کی طرف سے ایک ذمہ داری کا نام ہے جو نبوت اور اس سے متعلق دوسرے امور کے علاوہ تمام بلند امور اور فضائل کو شامل ہے" چنانچہ اس تعریف کے مطابق "امام" خداوند عالم کی طرف سے پیغمبر اکرم ﷺ کے ذریعہ معین ہوتا ہے اور (مقام نبوت کے علاوہ) پیغمبر اکرم ﷺ کے تمام امتیازات وخصوصیات رکھتا ہے، اور اس کا کام دینی حکومت کی ریاست میں منحصر نہیں ہے، اسی دلیل کی بنا پر امامت اصول دین میں شمار ہوتی ہے نہ کہ فروع دین اور عملی فرائض میں۔

امامت اصولِ دین میں سے ہے یا فروع دین میں سے؟

مذکورہ بحث سے اس سوال کا جواب واضح ہو جاتا ہے، کیونکہ امامت کے سلسلہ میں نظریات مختلف ہیں، متعصب سنی عالم "فضل بن روز بہان"، "نہج الحق" (جس کا جواب "احقاق الحق" ہے) اس طرح کہتا ہے، اشاعرہ کے نزدیک امامت اصول دین میں سے نہیں ہے بلکہ فروع دین میں سے ہے اور اس کا تعلق مسلمانوں کے افعال اور اعمال سے ہے۔ (شرح قدیم تجرید، شمس الدین اصفہانی اشعری (توضیح برشرح تجرید عقائد، تالیف سید ہاشم حسینی تہرانی صفحہ ۲۷۲ کی نقل کے مطابق، مقدمہ ابن خلدون، صفحہ نمبر ۱۹۱، اوائل المقالات، صفحہ ۴۷، طبع مکتبۃ الداوری) اس لحاظ سے اہل سنت کے دوسرے فرقوں میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ان سب کے یہاں امامت عملی فرائض میں شمار ہوتی ہے، اور یہ لوگوں کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ امام یا خلیفہ کا انتخاب کر لیں، صرف

مکتب اہل بیت علیہم السلام کے ماننے والے اور سنت کے بہت کم افراد جیسے قاضی بیضاوی، اوران کا اتباع کرنے والے، امامت کو اصول میں شمار کرتے ہیں۔

ان کی دلیل بھی واضح اور روشن ہے، کیونکہ ان کے نزدیک امامت ایک الٰہی منصب ہے، یعنی امام خدا کی طرف سے منصوب ہوتا ہے، جس کی ایک شرط معصوم ہونا ہے اور خدا کے علاوہ کوئی اس [کے معصوم ہونے] کو نہیں جانتا، اور آئمہ علیہم السلام پر ایمان رکھنا اسی طرح ضروری ہے جس طرح پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان رکھنا ضروری ہے کیونکہ امامت، نبوت کی طرح شریعت کا اصلی ستون ہے، لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ شیعہ، امامت کے سلسلہ میں اپنے مخالفوں کو کافر شمار کرتے ہوں، بلکہ شیعہ تمام اسلامی فرقوں کو مسلمان شمار کرتے ہیں، اور انہیں اسلامی برادر سمجھتے ہیں، اگر چہ امامت کے سلسلے میں ان کے ہم عقیدہ نہیں ہیں، اسی وجہ سے کبھی پنجگانہ اصول دین کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے تین اصول یعنی خدا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قیامت کو اصول دین شمار کرتے ہیں اور آئمہ علیہم السلام کی امامت اور عدل الٰہی کو اصول مذہب شمار کرتے ہیں۔ (احقاق الحق، جلد۲، صفحہ۳۰۰، (حاشیہ نمبر ایک)، احقاق الحق، جلد۲، صفحہ۲۹۴۔ دلائل الصدق، جلد۲، صفحہ۴، دلائل الصدق، جلد۲، صفحہ۸)

ہم اپنی اس گفتگو کو حضرت امام علی بن موسی الرضا علیہما السلام کی حدیث پر ختم کرتے ہیں جو امامت کے مسئلہ میں ہمارے لئے الہام بخش ہے، "امامت یعنی زمام دین، نظام مسلمین، دنیا کی صلاح اور مومنین کی عزت ہے، امامت، اسلام کی بنیاد اور بلند شاخیں ہیں، امام کے ذریعہ نماز روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد کامل ہوتے ہیں، بیت المال میں اضافہ ہوتا ہے اور ضرورتمندوں کیلئے خرچ کیا جاتا ہے، احکام اور حدود الٰہی نافذ ہوتے ہیں امام ہی کے ذریعہ اسلامی ملک کے سرحدی علاقوں کی حفاظت ہوتی ہے۔ امام، حلال خدا کو حلال اور حرام خدا کو حرام شمار کرتا ہے (اور ان کو نافذ کرتا ہے)

حدود الٰہی کو قائم کرتا ہے، دین خدا کا دفاع کرتا ہے، اور اپنے علم و دانش اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ لوگوں کو راہ خدا کی دعوت دیتا ہے۔ (اصول کافی ج ا ص ۲۰۰ اور تفسیر پیام القرآن ج ۹ ص ۱۸)

امامت کی بحث کب سے شروع ہوئی؟

واضح رہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد ہی آپ کی خلافت کے سلسلہ میں گفتگو شروع ہو گئی تھی، چنانچہ ایک گروہ کا کہنا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد کے لئے کسی کو خلیفہ یا جانشین نہیں بنایا ہے، بلکہ اس چیز کو امت پر چھوڑ دیا ہے لہٰذا امت خود اپنے لئے کسی رہبر اور خلیفہ کا انتخاب کرے گی، جو اسلامی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے اور لوگوں کی نمائندگی میں ان پر حکومت کرے، لیکن وفات رسول کے بعد نمائندگی کی صورت پیدا ہی نہیں ہوئی بلکہ چند اصحاب نے بیٹھ کر پہلے مرحلہ میں خلیفہ معین کر لیا اور دوسرے مرحلہ میں خلافت انتسابی ہو گئی، اور تیسرے مرحلہ میں انتخاب کا مسئلہ چھ لوگوں پر مشتمل ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا تا کہ وہ آئندہ خلافت کے مسئلہ کو حل کریں۔ چنانچہ اس طرز فکر رکھنے والوں کو "اہل سنت" کہا جاتا ہے۔

لیکن اس کے مقابل دوسرے گروہ کا کہنا تھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کو خدا کی طرف سے معین ہونا چاہیے، اور وہ خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہر خطا اور گناہ سے معصوم اور غیر معمولی علم کا مالک ہونا چاہئے، تا کہ مادی اور معنوی رہبری کی ذمہ داری کو نبھا سکے، اسلامی اصول کی حفاظت کرے، احکام کی مشکلات کو برطرف کرے، قرآن مجید کے دقیق مطالب کی تشریح فرمائے اور اسلام کو دوام بخشے۔ اس گروہ کو "امامیہ" یا "شیعہ" کہتے ہیں اور یہ لفظ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور معروف حدیث سے

اقتباس کیا گیا ہے۔ تفسیر الدر المنثور (جس کا شمار اہل سنت کے مشہور منابع میں ہوتا ہے) میں آیہ شریفہ ﴿اولئک هم خیر البریة﴾ کے ذیل میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے اس طرح نقل کیا ہے۔ "ہم پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے، اس وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا، یہ اور ان کے شیعہ روز قیامت کامیاب ہیں، اور اس موقع پر یہ آیہ شریفہ نازل ہوئی۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ (سورۂ بینہ، آیت ۷، الدر المنثور، جلد ۶، صفحہ ۳۷۹ (ذیل آیہ ۷ سورۂ بینہ) حاکم نیشاپوری (یہ چوتھی صدی کے مشہور و معروف سنی عالم ہیں) بھی اسی مضمون کو اپنی مشہور کتاب "شواہد التنزیل" میں پیغمبر اکرام ﷺ سے مختلف طریقوں سے نقل کرتے ہیں جس کے راویوں کی تعداد ۲۰ سے بھی زیادہ ہے۔ منجملہ ابن عباس سے نقل کرے ہیں کہ جس وقت یہ آیہ شریفہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ﴾ (سورہ بینہ آیت ۷) (سورہ نجم آیت ۶، ۷) نازل ہوئی تو پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا۔ **ھو انت و شیعتک** (اس آیت سے مراد آپ اور آپ کے شیعہ ہیں۔) (شواھد التنزیل، جلد ۲، صفحہ ۳۵۷)

ایک دوسری حدیث میں ابو برزہ سے منقول ہے کہ جس وقت پیغمبر اکرم ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی تو فرمایا **ھو انت و شیعتک یاعلی** (وہ تم اور تمہارے شیعہ ہیں) (شواھد التنزیل، جلد ۲، صفحہ ۳۵۹) اس کے علاوہ بھی اہل سنت کے دیگر علماء اور دانشوروں نے بھی اس حدیث کو ذکر کیا ہے (جیسے صواعق محرقہ میں ابن حجر اور نور الابصار میں محمد شبلنجی نے) (صواعق محرقہ، صفحہ ۹۶، نور الابصار، صفحہ ۷۰، ۱۰۱، اس حدیث کے راویوں کی تعداد اور جن کتابوں میں یہ حدیث بیان ہوئی ہے اس، سلسلہ میں مزید

معلومات کے لئے احقاق الحق، جلد سوم صفحہ ۲۸۷، اور جلد ۱۴ صفحہ ۲۵۸ کی طرف رجوع فرمائیں) لہٰذا ان تمام روایات کے پیش نظر خود پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کے پیروؤں کا نام "شیعہ" رکھا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی بعض لوگ اس نام سے خفا ہوتے ہیں اور اس کو برا سمجھتے ہیں نیز اس فرقہ کو رافضی کے نام سے یاد کرتے ہیں، کیا یہ تعجب کا مقام نہیں کہ پیغمبر اکرام تو حضرت علی علیہ السلام کے فرمانبرداروں کو "شیعہ" کہیں اور دوسرے لوگ اس فرقہ کو برے برے ناموں سے یاد کریں!!۔

بہر حال یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ لفظ شیعہ کا وجود پیغمبر اکرام ﷺ کی وفات کے بعد نہیں ہوا بلکہ خود آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی ہو چکا تھا اور آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں اور پیروؤں پر اس نام کا اطلاق کیا ہے، جو لوگ پیغمبر اکرام ﷺ کو خدا کا رسول مانتے ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ پیغمبر اکرام ﷺ اپنی مرضی سے کلام نہیں کرتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو وحی ہوتی ہے ﴿**وما ینطق عن الھوی ☆ان ھو الا وحی یوحی**﴾ (تفسیر پیام قران، جلد ۹، صفحہ ۲۲) لہٰذا اگر آنحضرت ﷺ فرمائیں کہ اے علی آپ اور آپ کے شیعہ روز قیامت، کامیاب ہیں تو یہ ایک حقیقت ہے۔

اولو الامر سے مراد کون ہیں؟

جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے ۵:۵۹ **یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ** (النساء ۵۹) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، رسول ﷺ اور صاحبان امر کی اطاعت کرو جو تمہیں میں سے ہیں۔

یہاں پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ اولوالامر سے مراد کون حضرات ہیں؟

اولوالامر کے بارے میں اسلامی مفسرین کے درمیان بہت زیادہ اختلاف پایا جاتا ہے، ذیل میں ہم اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

ا۔ بعض اہل سنت مفسرین اس بات کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ "اولوالامر" سے مراد ہر زمانہ اور ہر مقام کے حکام وقت اور بادشاہ ہیں اور اس میں کسی طرح کا کوئی استثنا نہیں ہے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر حکومت کی پیروی کریں اگر چہ وہ مغل حکومت ہی کی کیوں نہ ہو، چاہے یزید یا استعماری کیوں نہ ہو۔

۲۔ (صاحب تفسیر المنار اور صاحب تفسیر فی ظلال القرآن وغیرہ اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ اولوالامر سے مراد عوام، الناس کے نمائندے، حکام وقت، علماء اور صاحبان منصب ہیں، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ان کا حکم اسلامی قوانین کے برخلاف نہ ہو)۔

۳۔ بعض دیگر علما کے نزدیک اولوالامر سے معنوی اور فکری حکام یعنی علما اور دانشور مراد ہیں، ایسے دانشور جو عادل اور قرآن وسنت سے مکمل طور پر آگاہ ہوں۔

۴۔ اہل سنت کے بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ اولوالامر سے مراد صرف ابتدائی چار خلفاء ہیں، ان کے علاوہ کوئی دوسرا اولوالامر میں شامل نہیں ہے لہٰذا ان کے بعد دوسرے زمانہ میں کوئی اولوالامر نہیں ہوگا۔

۵۔ بعض دوسرے مفسرین نے پیغمبر اکرم ﷺ کے اصحاب اور ان کے ناصروں کو اولوالامر مانا ہے۔

۶۔بعض مفسرین نے ایک یہ بھی احتمال دیا ہے کہ اولوالامر سے مراد اسلامی لشکر کا سردار ہے۔

۷۔تمام شیعہ مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اولوالامر سے مراد "(معصومین علیہم السلام) ہیں جن کو خدا اور رسول کی طرف سے اسلامی معاشرے میں مادی اور معنوی رہبر کی ذمہ داری عطا کی گئی ہے، ان کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اولوالامر میں شامل نہیں ہے، البتہ جو افراد ان کی طرف سے منصوب کئے جاتے ہیں اور اسلامی معاشرہ میں ان کو کوئی عہدہ دیا جاتا ہے تو معین شرائط کے ساتھ ان کی اطاعت بھی لازم ہے، البتہ اولوالامر کے عنوان سے نہیں، بلکہ ان کی اطاعت اس لئے ضروری ہوتی ہے کہ وہ الو الامر کے نائب اور نمائندے ہوتے ہیں۔

اب ہم یہاں مذکورہ تفاسیر کے سلسلہ میں تحقیق وتنقید کرتے ہیں

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پہلی تفسیر کا آیت کے مفہوم اور تعلیمات اسلامی سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور یہ بات ممکن نہیں ہے کہ کوئی بھی حکومت، خدا اور رسولؐ کے برابر قرار دے دی جائے اور اس کی اطاعت کی جائے اور اس میں کسی بھی طرح کی کوئی قید وشرط نہ ہو، اسی وجہ سے شیعہ مفسرین کے علاوہ خود اہل سنت کے مفسرین نے اس پہلی تفسیر کو قبول نہیں کیا ہے دوسری تفسیر بھی آیہ شریفہ سے ہم آہنگ نہیں ہے، کیونکہ آیت میں اولوالامر کی اطاعت کو بغیر کسی قید وشرط کے واجب قرار دیا گیا ہے۔ تیسری تفسیر یعنی جس میں عادل اور قرآن وسنت سے واقف علماء اور دانشو روں کو اولوالامر قرار دیا گیا ہے، وہ بھی آیت کے اطلاق سے ہم آہنگ نہیں ہے، کیونکہ علماء اور دانشو روں کی پیروی کی شرط یہ ہے کہ ان کا حکم قرآن وسنت کے برخلاف نہ ہو لہٰذا اگر وہ کسی خطا کے مرتکب ہو جائیں (کیونکہ وہ معصوم تو ہیں نہیں ان سے خطا ہو سکتی ہے) یا کسی دوسری وجہ کی بنا پر حق سے منحرف ہو جائیں تو پھر ان کی طاعت ضروری نہیں ہے۔

لیکن آیہ شریفہ میں اولوالامر کی اطاعت کو مطلق اور پیغمبر اکرم کی طرح ضروری قرار دیا گیا ہے، اس کے علاوہ علماء اور دانشور افراد جنہوں نے قرآن وسنت سے احکام حاصل کئے ہیں ان کی اطاعت خدا اور رسولکی اطاعت ہوگی، اور الگ سے بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چوتھی تفسیر (جس میں چاروں خلفا ہی کو اولوالامر قرار دیا گیا) کا مطلب یہ ہے کہ آج مسلمانون کے درمیان کوئی اولوالامر نہ ہو، اس کے علاوہ اولوالامر کو چاروں خلفا سے مخصوص کرنے پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ پانچویں اور چھٹی تفسیر یعنی صحابہ اور سرداران لشکر سے مخصوص کرنے میں بھی یہی مشکل ہے، یعنی ان لوگوں ے مخصوص کرنے پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بعض علماء اہل سنت جیسے مصر کے مشہور ومعروف دانشور "شیخ محمد عبدہ" نے مشہور ومعروف مفسر "فخر الدین رازی" کی پیروی کرتے ہوئے دوسرے احتمال (کہ اولوالامر سے مراد، عوام الناس کے نمائندے، حاکم وقت، علماء اور صاحب منصب افراد ہیں، لیکن اس شرط کے ساتھ کہ ان کا حکم اسلامی قوانین کے برخلاف نہ ہو) میں چند شرائط کا اضافہ کرتے ہوئے قبول کیا ہے۔

ان میں سے ایک شرط یہ بیان کی ہے کہ حاکم وقت مسلمان ہو (جیسا کہ لفظ "منکم" سے نتیجہ نکلتا ہے) اور اس کا حکم قرآن اور سنت کے برخلاف نہ ہو، مزید یہ کہ اس کا حکم اپنے اختیار سے ہو نہ کہ اس نے مجبوری کی حالت میں حکم دیا ہو اور یہ کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے حکم کرے، نیز ایسے مسائل میں حکم کرے جس میں دخالت کا حق رکھتا ہو (نہ عبادت جیسی چیزوں میں کہ جس کا حکم اسلام میں معین ہے) مزید یہ کہ جس مسئلہ میں حکم کررہا ہو اس میں شریعت کی طرف سے کوئی خاص نص موجود نہ ہو، ان تمام چیزوں کے علاوہ اتفاقی طور پر نظریہ دے [یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک حاکم کچھ کہہ رہا ہے تو دوسرا کچھ]۔

اور چونکہ یہ لوگ اس بات پر عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمام امت یا امت کے تمام نمائندے خطا اور غلطی نہیں کر سکتے، یعنی معصوم ہوتے ہیں، اور ان شرائط کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسا حکم جس میں کوئی قید و شرط نہ ہو پیغمبر اکرم ﷺ کی اطاعت کی طرح ہو جاتا ہے، (جس کا نتیجہ "اجماع" کو حجت ماننا اور اس کو قبول کرنا ہے) لیکن اس تفسیر پر بھی بہت سے اعتراضات ہیں، کیونکہ:

۱۔اجتماعی مسائل میں بہت ہی کم مقامات پر اتفاق ہوتا ہے جس کی بنا پر امت مسلمہ کے اکثر امور میں ہمیشہ ایک بے نظمی باقی رہے گی، اور اگر لوگ اکثریت کے نظریہ کو قبول کرنا چاہیں تو اس پر اعتراض یہ ہے کہ اکثریت معصوم نہیں ہے بلکہ پوری امت کا اجماع معصوم ہے، لہٰذا ان میں سے کسی ایک کی بھی اطاعت ضروری نہ ہوگی۔

۲۔علم اصول میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ بغیر امام معصوم کے "تمام امت" کے معصوم ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے، [اگر امام معصوم اجماع میں شامل نہ ہو تو اس اجماع کا کوئی فائدہ نہیں ہے]

۳۔اس تفسیر کے حامیوں کی ایک شرط یہ تھی کہ ان کا حکم قرآن وسنت کے برخلاف نہ ہو لیکن قرآن وسنت کے خلاف ہے یا نہیں اس کو دیکھنے کی ذمہ داری کس پر ہوگی، تو یہ ذمہ داری مجتہد اور قرآن وسنت سے آگاہ علماء کی ہوگی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مجتہدین اور علماء کی اجازت کے بغیر اولوا الامر کی اطاعت جائز نہ ہوگی، بلکہ علماء کی اطاعت اولوا الامر سے بلند ہوگی جبکہ یہ نظریہ بھی آیت سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے علماء اور دانشوروں کو بھی اولوا الامر میں شمار کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس تفسیر کی بنا پر علماء اور مجتہدین کا مرتبہ ان نمائندوں سے بلند ہوگا نہ کہ ان کے ہم پلہ، کیونکہ علماء دانشور حضرات اولوا الامر کیا امور کے نگراں ہیں کہ کہیں ان کے نظریات قرآن وسنت کے مخالف تو نہیں ہیں، لہٰذا وہ ان سے بلند مرتبہ پر فائز ہیں جو کہ مذکورہ تفسیر سے ہم آہنگ نہیں ہے۔

لہٰذا مذکورہ تفسیر پر متعدد اعتراض ہوئے ہیں۔

صرف ساتویں تفسیر مذکورہ اعتراضات سے خالی ہے یعنی اولوالامر سے مراد آئمہ معصومین علیہم السلام ہے، کیونکہ یہ تفسیر مذکورہ آیت میں موجودہ وجوب اطاعت کے اطلاق سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں کیونکہ "عصمت" ان کو ہر طرح کی خطاؤ غلطی سے محفوظ رکھتی ہے، اسی لئے امام کا حکم پیغمبر اکرم ﷺ کے حکم کی طرح بغیر کسی قید وشرط کے واجب الاطاعت ہے، اور انہیں آنحضرت ﷺ کی اطاعت کی صف میں قرار دیا جانا مناسب ہے، جیسا کہ لفظ "اطیعوا" کی تکرار کے بغیر "رسول" پر عطف ہوا ہے۔ قابل توجہ یہ بات یہ ہے کہ اہل سنت کے بعض مشہور ومعروف علماء جیسے فخر الدین رازی نے مذکورہ آیت کے ذیل میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے، جیسا کہ موصوف تحریر کرتے ہیں۔ "خداوند عالم نے جس کی اطاعت کو قاطعانہ اور بغیر چون و چرا کے لازم اور ضروری قرار دیا ہے اس کا معصوم ہونا ضروری ہے، کیونکہ خطا اور غلطی سے معصوم نہ ہو، اور گناہوں کے وقت خدا اس کی اطاعت کو لازم قرار دے اور خطا کی صورت میں بھی اس کی پیروی لازم ہو تو یہ تو خداوند عالم کے حکم میں تضاد اور ٹکراؤ ہوگا، کیونکہ ایک طرف تو خداوند عالم نے کسی کام کو ممنوع قرار دیا ہے اور دوسری طرف "اولوالامر" کی پیروی لازم قرار دی ہے، لہٰذا یہاں "امر" اور "نہی" دونوں جمع ہو جائیں گے، [یعنی ایک طرف خدا کہہ رہا ہے کہ اس کام کو انجام دو، دوسری طرف اسی کام سے روک بھی رہا ہے] ایک طرف خداوند عالم اولوالامر کی اطاعت کا مطلق طور پر حکم دے رہا ہے، دوسری طرف اگر اولوالامر معصوم نہ ہو اور خدا اس کی اطاعت کا حکم دے تو یہ حکم صحیح نہیں ہے۔

اس مقدمہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ آیت میں جس اولوالامر کی طرف اشارہ کیا گیا اس کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد فخر الدین رازی تحریر کرتے ہیں کہ یہ معصوم یا تو تمام

امت ہے یا امت کے کچھ افراد ہیں، دوسرا احتمال صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہم امت کے ان بعض افراد کو پہنچائیں اور اس تک رسائی ممکن ہو، جبکہ ایسا نہیں ہے، (یعنی وہ معصوم کون ہے ہمیں معلوم نہیں ہے) اور جب یہ احتمال رد ہو جاتا ہے تو صرف پہلا احتمال باقی رہتا ہے کہ پوری امت معصوم ہے، اور یہ خود اُس بات کی دلیل ہے کہ امت کا اجماع اور اتفاق حجت قابل قبول ہے، اور یہ بہترین دلیل ہے۔ (تفسیر کبیر فخر رازی جلد ۱۰، صفحہ ۱۴۴، طبع مصری ۱۳۵۷ھ ش) [قارئین کرام] جیسا کہ آپ حضرات جانتے ہیں کہ فخر رازی مختلف علمی مسائل پر اعتراضات کرنے کے شوقین ہیں یہاں مذکورہ آیت میں اولوالامر کے معصوم ہونے کو قبول کرتے ہیں، لیکن مکتب اہل بیتؑ اور آئمہ علیہم السلام سے آشنائی نہ رکھنے کے سبب اس احتمال سے چشم پوشی کر لیتے ہیں کہ امت کے معین حضرات اُولوالامر ہیں، اور مجبوراً اولوالامر کے معنی تمام امت (یا عام مسلمانوں کے نمائندے) مراد لیتے ہیں، جبکہ یہ احتمال قابل قبول نہیں ہے کیونکہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا کہ اولوالامر اسلامی معاشرہ کے لئے رہبر ہے اور اسلامی حکومت نیز امت مسلمہ کی مشکلات کے فیصلے اسی کے ذریعہ ہوئے ہیں، جبکہ ہم یہ بات بھی جانتے ہیں کہ تمام حکومتی عہدہ داروں میں اتفاق ہونا ممکن نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کو درپیش اجتماعی، سیاسی ثقافتی، اخلاقی اور اقتصادی مسائل میں سب لوگوں کا اک ہونا غالباً ممکن نہیں ہے، اور اکثریت کی پیروی اولوالامر کی پیروی شمار نہیں ہوگی، لہٰذا فخر الدازی اور ان کی پیروی کرنے والے معاصرین کے عقیدہ کا لازمہ یہ ہوگا کہ اولوالامر کی اطاعت کی جگہ باقی نہ رہے اور صرف استثنائی صورت اختیار کر لے۔ ہماری تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ آیہ شریفہ صرف ان معصوم حضرات کی رہبری کو ثابت کرتی ہے جو امت کا ایک حصہ ہیں۔ (غور کیجئے)

مذکورہ تفسیر پر کچھ اعتراضات ہوئے ہیں، جن کو ہم بغیر طرفداری کے بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اگر "اولوالامر" سے مراد آئمہ معصومین علیہم السلام ہوں تو چونکہ لفظ "اولی" جمع کا صیغہ ہے، لہٰذا آیت سے ہم آہنگ نہیں ہے، کیونکہ ہر زمانہ میں امام معصوم صرف ایک ہوتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر زمانہ میں امام معصوم ایک سے زیادہ نہیں ہوتا لیکن ہر زمانہ میں ایک ہی امام ہوتا ہے اس کے بعد دوسرا امام، تا آخر، اور ہم جانتے ہیں کہ آیہ شریفہ ہر زمانہ کے افراد کو امام کی اطاعت کے لئے حکم دے رہی ہے۔

۲۔ اس معنی کے لحاظ سے پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ میں اولوالامر موجود نہیں تھے، تو پھر کس طرح ان کی اطاعت کا حکم دیا گیا؟

اس اعتراض کا جواب بھی مذکورہ جواب سے واضح اور روشن ہو جاتا ہے کیونکہ آیہ شریفہ کسی خاص زمانہ سے مخصوص نہیں ہے۔ لہٰذا ہر صدی کے مسلمانوں کا وظیفہ معین کرتی ہے، اور دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ خود پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ میں خود آنحضرت ﷺ اولوالامر تھے، کیونکہ اس وقت پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس دو منصب تھے ایک منصب "رسالت" جیسا کہ آیہ شریفہ میں "**اطیعو الرسول**" آیا ہے، دوسرے "امت اسلامی کی رہبری اور سرپرستی" اس آیت میں "اولوالامر" سے یاد کیا گیا ہے، اس بنا پر پیغمبر اکرم ﷺ کے زمانہ میں معصوم رہبر اور پیشوا خود آنحضرتؐ تھے، یعنی منصب رسالت اور احکام اسلام کی تبلیغ کے علاوہ اس منصب پر بھی فائز تھے، اور شاید "رسولؐ" اور "اولوالامر" کے درمیان "**اطیعو**" کی تکرار نہ ہونا اس بات کی طرف اشارہ ہے دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ منصب "رسالت" اور منصب "اولوالامر" دو مختلف منصب ہیں جو پیغمبر اکرم ﷺ میں ایک ساتھ جمع تھے، لیکن امام کے سلسلہ میں جدا مسئلہ ہے اور امام صرف دوسرا منصب رکھتا ہے۔

۳۔اگر "اولوالامر سے" مراد آئمہ معصومین اور معصوم رہبر ہوں تو درج ذیل آیہ شریفہ میں مسلمانوں کے اختلاف کی صورت میں صرف خدااور رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم کیوں دیا گیا ہے، ارشاد ہوتا ہے،

۵۹۔۴ فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیۡرٌ وَّ اَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا

"پھر اگر آپس میں کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اُسے خدااور رسول کی طرف پلٹا دو، اگر تم اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھنے والے ہو، یہی تمہارے حق میں خیر اور انجام کے اعتبار سے بہترین بات ہے"

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا کہ اس آیت میں اولوالامر کی بات نہیں کی گئی ہے، اور اختلاف دور کرنے کے لئے صرف خدااور رسول کی طرف رجوع کرنیکا حکم دیا گیا ہے، یعنی کتابِ خدا (قرآن مجید) اور سنت پیغمبر کے ذریعہ اختلاف حل کیا جائے گا۔ اس سوال کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ اولاً یہ اعتراض شیعہ مفسرین پر نہیں ہے بلکہ اگر ذرا غور کریں تو دوسری تفسیروں پر بھی یہی اعتراض وارد ہوتا ہے، اور دوسرے یہ کہ اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ مذکورہ آیت میں اختلاف اور تنازع سے مراد احکام کا اختلاف ہے، مسلمانوں کی رہبری اور حکومت کے جزئی مسائل کا اختلاف مراد نہیں ہے، کیونکہ ان مسائل میں قطعی طور پر اولوالامر کی اطاعت ہونی چاہیئے (جیسا کہ آیت کے پہلے فقرہ میں بیان ہوا ہے) لہٰذا اختلاف سے مراد اسلام کے عام قوانین اور احکام کا اختلاف مراد ہے جس کا جواز خدا اور پیغمبر سے مخصوص ہے، کیونکہ امام صرف احکام کا نافذ کرتا ہے، احکام کو وضع نہیں کرتا، اور نہ ہی اسلام

کے کسی قانون کو نسخ کرتا، بلکہ ہمیشہ احکام خدا اور سنت پیغمبر کو نافذ کرتا ہے، اور اسی وجہ سے اہل بیت علیہم السلام سے منقول احادیث میں بیان ہوا ہے کہ اگر [کسی راوی کے ذریعہ] ہم سے کوئی بات کتاب خدا اور سنت پیغمبر کے برخلاف سنو تو اس کو ہرگز قبول نہ کرو، کیونکہ ہمارے لئے قرآن اور سنتِ پیغمبر کے برخلاف حکم کرنا محال اور ناممکن ہے۔

مختصر یہ کہ احکام اور اسلامی قوانین لوگوں کے اختلاف کو حل کرنے کا پہلا مرجع خدا اور پیغمبر اکرم ﷺ ہیں، کیونکہ پیغمبر پر وحی ہوتی ہے، اور اگر امام معصوم کوئی حکم بیان کرتا ہے تو وہ اپنی طرف سے نہیں، بلکہ قرآن کریم یا پیغمبر اکرم ﷺ سے حاصل ہوئے علم کی بنا پر ہوتا ہے، لہٰذا اختلاف حل کرنے والوں کی صف میں اولوالامر کرذکر نہ کرنے کی وجہ روشن ہو جاتی ہے۔

شیعہ سنی کا افتراق عقیدہ امامت

جبکہ ہمارے لئے یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے۔ کہ جماعت حکومت کا جس کو عرف عام میں اہلسنت و جماعت کہتے ہیں۔ یہ عقیدہ ہے کہ جناب رسولِ خدا نے کسی کو نہ حضرت علیؑ کو اور نہ حضرت ابوبکرؓ کو اپنا جانشین اور اپنے بعد اُمت کا رہنما و ہادی مقرر نہیں کیا۔ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس اس عقیدہ کی بین دلیل ہے۔ بلکہ حق تو یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے واقعہ کی وجہ ہی سے اور اس کی جوازیت قائم رکھنے کے خیال سے یہ عقیدہ ایجاد کیا گیا ہے۔ ورنہ امر واقعہ ان لوگوں سے چھپا ہوا نہ تھا۔ اپنی حکومت کو مستحکم و مستقل کرنے اور اس کو جوازیت کا جامہ پہنانے کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ لوگوں کے دلوں میں سے یہ خیال نکال دیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ یہ کہتے تو کس منہ سے کہتے اور مانتے کون۔ علاوہ اس کے سقیفہ بنی ساعدہ کے ہنگامے کی بنیادیں جس کے پلیٹ فارم پر حکومت کی کرسی ٹھہری ہوئی تھی متزلزل ہو جائیں۔ اس اجتماع کا واحد مقصد جناب رسول

اکرمؐ کا جانشین منتخب کرنا تھا اور اگر آنحضرتؐ نے پہلے ہی سے ایک خلیفہ مقرر کر دیا تھا تو یہ اجماع بے معنی ہو جاتا ہے جیسا کہ ثقیفہ کے اجتماع کا منشور تھا ایک خلیفہ ہم میں سے ہو، اور ایک تم میں سے ہو، او ایک حاکم ہو، ایک وزیر ہو، وہ ہو، وہ نہ ہو، کون ہو کیوں ہو، حضرت ابو بکر کا حضرت عمر و حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کو خلافت کیلئے پیش کرنا۔ ان کا کہنا نہیں آپ ہوں، یہ سب بے معنی ہو جاتے ہیں اس گروہ کے امام اعظم حضرت امام غزالی اپنی مشہور کتاب احیاء العلوم کی جلد اوّل رکن رابع صہ ۸۶ میں لکھتے ہیں۔

الا صل السا بع ان الا اما م الحق بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابو بكر ثمه عمر ثمر عثما ن ثمه على رضى الله عنهم ولم يكن نص رسو ل اللنه صلى الله عليه وسلم على اما م اصلا، اذلو كا ن لكا ن اولى با لظهور من نصيبه الو لا ة والا مراء على الجنو دفى البلا د ولم يخف ذلك فكيف خفى هذا او اذظهر فكيف اندرس حتى لمه ينقل الينا فلم يكن ابو بكر اما ما الا بالاختيار والبعته وا ما تقدير النس على غيره فهو نسبة الصحا به كلهم الى مخا لفة رسو ل اللله صلى الله عليه وسلمه وخرق الاجما ع ذلك مما لم يستجرء على اختراعه الا الروافض۔

ساتویں اصل تحقیق امام برحق بعد رسولؐ اوّل ابو بکرؓ پھر عمر پھر عثمانؓ پھر علیؓ ہیں

اور کسی امام کے لئے کوئی نص جناب رسولؐ خدا کی طرف سے نہیں ہے، کیونکہ اگر کوئی نص ہوتی تو اس کا مظاہر و معلوم ہونا زیادہ اولیٰ تھا بہ نسبت ظاہر و معلوم ہونے تقرر حکام و امر کے جو جناب رسولؐ خدا نے لشکروں اور شہروں میں بھیجے جب وہ پوشیدہ نہ ہوئے تو نص امام منجانب رسول کس طرح پوشیدہ ہو جا تا اگر پہلے ظاہر تھا تو نص امام منجانب رسول کس طرح پوشیدہ ہو جا تا اگر پہلے ظاہر تھا تو پھر کیوں معدوم ہو گیا۔ ایسا کہ ہم کو اس کی خبر تک نہیں پہنچی، پس ابو بکر امام نہیں ہوئے لیکن بوجہ اختیار و بیعت کے اور اگر ماسوائے ابو بکرؓ کے ہم کسی اور کے حق میں نص رسول فرض کر لیں تو اس سے جملہ صحابہ کا مخالفت رسول ﷺ کرنا ظاہر ہوتا ہے اور اجماع کی شکستگی ہوتی ہے اور اس فرض کرنے کی سوائے شیعوں کے اور کسی نے جرأت نہیں کی۔

اس تحریر سے جماعت حکومت کا عقیدہ بھی معلوم ہوتا ہے اور اس کے اختیار کی وجہ بھی ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے زیادہ اس مضمون پر اس جماعت کا کوئی اور عالم نہیں لکھ سکا۔ امام غزالی بہت بڑے پایہ کے فلسفی اور منطقی تھے ان کے منطق و زور بحث کا اندازہ ان کی بہت سی کتابوں سے ہوتا ہے خود احیاء العلوم ہی بڑے پایہ کی کتاب ہے۔ اگر ایسا دقیق بین اور بحث کرنے میں مشاق منطقی و فلاسفر اس مضمون پر صرف یہ ہی بحث پیش کر سکے جو اس نے پیش کی ہے۔ تو اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مضمون ہی بے جان ہے اس بحث میں مندرجہ ذیل اُمور ضروریہ کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ بغیر اس اُمور پر گفتگو کیے یہ بحث لنگڑی اور بلا دلائل رہ جاتی ہے۔

﴿ان لوگوں کے لئے جن کو محض سقیفہ سا

عدہ کے ذریعہ سے حکومت ملی تھی یہی اعتقاد مناسب تھا دراصل سواد اعظم میں اس اعتقاد کا باعث بنی ساعدہ کا اجلاس تھا۔

ہم نے ثابت کیا ہے کہ آنحضرتؐ سے پہلے ہر پیغمبر نے اپنے بعد کے ہادی کا پتہ دیا ہے۔ بلکہ بسااوقات خود اس کو مقرر کیا ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کسی ہادی کو امت نے خود منتخب کیا ہو۔ اس بنی کے لئے جس نے حکومت حاصل کر کے سلطنت الہیٰہ کی بناڈالی۔ یہ بہت ہی زیادہ ضروری تھا کہ وہ خود اپنا جانشین مقرر کرے۔ انتخاب یا نامزدگی ایک ذریعہ ہے مقصد یہ ہے کہ امت یا قوم کی سرداری کے لئے بہترین شخص مل سکے جو سب سے زیادہ اس حکومت کے چلانے کا اہل ہو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جناب رسولِ خدا اپنے آپ کو تمام امت میں سے ایسا شخص منتخب کرنے کا اہل سمجھتے تھے یا نہیں۔ اگر وہ اس قابل تھے تو انہوں نے کیوں نہ منتخب کیا۔ ایسا صاحب بصیرت رسولؐ جس نے نظام ملکی کے ہر ایک شعبہ کے لئے اصول وقواعد مقرر کئے جس کو اچھی طرح علم تھا کہ اسلامی سلطنت قائم ہو چکی ہے اور اس میں روزانہ وسعت وترقی ہو رہی ہے اور ہوتی جائے گی۔

جس نے ایک سریہ تک بغیر اس کا حاکم مقرر کئے ہوئے روانہ نہیں کیا جس نے اپنی ایک دن کی غیر حاضری میں بھی مدینہ پر حاکم مقرر کیا۔ جس کو بخوبی علم تھا کہ اسلامی جماعت میں بہت بڑا حصہ منافقین کا ہے جو دل سے اسلام کی تخریب کا در پے ہے جس نے اپنی امت کو حکم دیا کہ جزیرہ العرب سے کافروں کو نکال دو جس نے پیشنگوئی کی کہ عنقریب تم قیصر وکسریٰ کے ایوانوں پر قابض ہو جاؤ گے۔ جس نے علی الاعلان فرمایا کہ **من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ**

الجاھلیة یعنی وہ کافر مرا۔ جس رسول کو دعویٰ تھا کہ اس کے اور خدا کے درمیان براہ راست سلسلہء وحی قائم ہے اور جس نے خداوند تعالیٰ کا یہ فرمان اپنی امت کو پہنچایا تھا کہ **یایھا الذین امنو اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم** ایسا رسول ایسا مدّ بر ایسا منتظم اچانک نہیں بلکہ کئی دن کے مرض الموت کے بعد دنیا سے رحلت کرتا ہے لیکن اپنی امت کو یہ نہیں بتایا کہ میرے بعد تمہاری رہنمائی کے لئے خداوند تعالیٰ نے کیا انتظام فرمایا ہے یہ تو نہایت تاکید کے ساتھ کہہ دیا کہ اپنے امام زمانہ کو شناخت کرنا ہر ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے اور صاحبِ امر کی اطاعت اس پر فرض ہے لیکن یہ نہ بتایا کہ اس امام کی شناخت کیا ہے وہ امام کون ہے صاحبِ امر کون ہے؟؟

امت محمدیہ تو انشاء اللہ قیامت تک رہے گی۔ لہٰذا امام و صاحبِ امر بھی قیامت تک رہے گا۔ اندریں صورت اس کا نام و پتہ بتانا اور امت سے اس کا تعارف کرانا نہایت ضروری تھا مؤرخین اسلام یہ تو کہتے ہیں کہ حجتہ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیر خم آپ نے اپنی عنقریب آنے والی موت سے امت کو مطلع کر دیا۔ یہاں تک کہ اس آنے والے سانحہ کا خیال کر کے بہت سے رقیق القلب صحابہ رونے لگے یہ سب تو ہوا لیکن ان بزرگوں کا خیال ہے کہ آنحضرتؐ نے یہ نہ بتایا کہ میرا جانشین اور اس حکومت اسلامی کا سردار کون ہوگا۔ جماعت حکومت کے مورخین اتنا تو مانتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے اس موقعہ پر فرمایا کہ جس طرح میرا مولا خدا ہے اور میں تمہارا مولا ہوں اسی طرح میرے بعد یہ علیؑ تمہارا مولا ہے اور یہ کہہ کر حضرت علیؑ کو اس قدر بلند کیا کہ آپ کی بغل کی سپیدی نظر آنے لگی لیکن یہ حضرات سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی کے جواز پر آنچ نہ آنے دینے کے خیال سے فرماتے ہیں کہ اس جگہ مولا کے معنی مخلص دوست کے ہیں۔

حاکم والی و متصرف اُمور مسلمین کے معنی نہیں ہیں اسلام کے مستقبل اور آنے والی نسلوں

کی ہدایت سے آنحضرتؐ کی بے توجہی اور لاپروائی صرف انہی دو وجوہات کی بناپر ہوسکتی تھی یعنی (۱) اُمت کی اکثریت کا ہر فرد بشر کامل انسان بن چکا تھا اس کا ایمان اور اعتقاد ایسا راسخ اور کامل ہو چکا تھا کہ نہ تو شیطان کے بہکانے سے دھوکہ کھا سکتا تھا اور نہ دُنیا کی زینت و آرائش اس کے قدم کو لغزش میں لا سکتی تھی۔ مکمل قران شریف کی صحیح تاویل کا علم اس کو حاصل ہو چکا تھا اس اکثریت کا ہر فرد فضیلت میں برابر تھا۔ کچھ پرواہ نہیں واقعات کی رو جس کو بھی خلیفہ بنا دے گی وہی اس کی اہلیت رکھتا ہوگا۔ اور آنے والی نسلیں قیامت تک کسی ایسے قانون تخلیق و تناسل کے ماتحت جو ابھی تک معلوم نہیں ہوسکا ہے ایسے ہی کامل و صحیح علم و ایمان رکھنے والی ہوں گی جن کو ہدایت کی مطلق ضرورت نہ ہوگی اور جن کو نہ شیطان اور نہ دنیا کی زینت صراطِ مستقیم سے ہٹا سکے گی۔ (۲) آنحضرتؐ کو معاذ اللہ اسلام سے مطلق محبت نہ تھی ان کی بلا سے اسلام قائم رہے یا نہ رہے ضلالت پھیلے یا کفر شائع ہو انہیں کیا وہ خود تو اس اسلام کو دھوکہ بنا کر خوب عیش و آرام کر گئے آنیوالی نسلوں کی مطلق پرواہ نہیں تھی۔ ہم ان دونوں وجوہات پر غور کرتے ہیں۔

وجہ اوّل:۔ یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ نہ تو آنحضرتؐ کا یہ یقین تھا اور نہ ہی یہ یقین ہو سکتا تھا اور واقعات نے ثابت کر دیا کہ ابھی تو ان لوگوں کو بہت زیادہ ہدایت کی ضرورت تھی۔

آنحضرتؐ کے مندرجہ ذیل اقوال ثابت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا یہ یقین نہ تھا۔

(۱) عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ستکون فتن القاعد فیھا خیر من القائم والقائم خیر من الماشی والماشی فیھا خیر من الساعی من تشرف لھا تستشرفہ فمن وجد فیھا ملجاء او معاذ فلیعذبہ

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ میرے بعد ہی فوراً فتنے پیدا ہوں گے جن میں بیٹھا ہوا شخص بہتر ہوگا کھڑے ہوئے سے اور کھڑا ہوا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور چلنے والا بہتر ہوگا بھاگنے والے سے جوان فتنوں کی طرف جھانکے گا وہ اس کو اپنی طرف کھینچ لیں گے پس جو شخص پناہ کا مقام یا بچاؤ کی جگہ پائے تو اسے چاہیئے کہ اس کی پناہ میں آجائے۔

〈۲〉 عن اسامہ بن زید رضی اللہ عنھما قال اشرف النبی صلے اللہ علیہ وسلم علی اطم من اطام المدینۃ فقال ھل ترون ما اری قالو الا قال فانی لاری الفتن تقع خلال بیوتکم کوقع القطر

اسامہ بن زید سے مروی ہے کہا آنحضرتؐ نے مدینہ کے ایک قلعہ سے جھانکا تو فرمایا بھلا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے گھروں کے اندر فتنے وفساد اس طرح داخل ہو رہے ہیں جس طرح مینہ کے قطرے۔

〈۳〉 عن ابی وائل قال قال عبداللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انافرطکم علے الحوض لیرفعن الی رجال منکم حتیٰ اذا ھویت لانا و اختلجوا دونی فاقول ای رب اصحابی یقول

لاتدری ما احدثوابعد ک.

عبداللہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچوں گا میرے پاس حوض پر تم میں سے چند لوگ لائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب میں ان کی طرف جکھوں گا کہ کوثر کا پانی ان کو دوں تو وہ لوگ میرے پاس سے ہٹائے جائیں گے تو میں کہوں گا کہ اے میرے خدا یہ تو میرے اصحاب ہیں جواب ملے گا نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں کیں۔

(۴)عن ابی حازم قال سمعت سهل بن سعد یقو ل سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول انا فر طکم علے الحوض من ورده شرب منه ومن شرب منه لم یظما بعد ه ابد الیرد علی القوام عرفهم ولم بعرفونی یحال بینی و بینهم

ابوحازم کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن سعد کو یہ کہتے سُنا کہ میں نے جناب رسول خدا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میں حوض کوثر پر تم سب سے پہلے جاؤں گا اور جو اُس سے پانی پیئے گا پھر کبھی پیاسا نہ ہوگا البتہ چند لوگ میرے پاس آئیں گے میں ان کو پہچانوں گا وہ مجھے پہچانیں گے لیکن وہ مرے پاس آنے سے روک دیئے جائیں گے اور ہٹا دیئے جائیں گے۔

یہ چاروں احادیث ہم نے صحیح بخاری کی کتاب الفتن سے لی ہیں اور بھی احادیث اور مثل ان کے صحیح مسلم الفتن میں بھی درج ہیں۔ اور علاوہ دیگر کتب احادیث کے مندرجہ ذیل کتابوں میں درج ہیں۔ مسند امام احمد حنبل الجزاء الاوّل ص ۱۶۸، ۱۸۵، ۴۴۸، الجزاء الثانی ص ۲۱۲، ۲۸۲، الجزاء الثالث ص ۴۷۷۔ الجزاء الرابع ص ۱۰۶، ۱۱۰، ۴۰۸، ۴۱۶۔ الجزاء الخامس ص ۳۹، ۴۰، ۱۱۰، ۱۴۹، مسند الطیالسی حدیث نمبر ۱۲۴۹، نمبر ۲۳۴۴، سنن ابی داؤد ک ۳۴ ب ۲۔ سنن الترمذی ک ۳۱ ب ۱۹ سنن ابن ماجہ ک ۳۶ ب ۱۰۔ جناب رسولِ خدا کے بعد ہی ایسے فتنے اُٹھے جو سمندر کی طرح موجیں مار رہے تھے۔ **الفتنه التی تموج کما یموج البحر**۔ صحیح بخاری کتاب الفتن کتاب ۹ باب ۴۔ کتاب ۲۴ باب ۲۳ کتاب ۹۲ باب ۱۷ صحیح مسلم ک احدیث ۲۳۱ ۔مسند احمد حنبل الجزاء الخامس ص ۳۰۶، ۴۰۱، ۴۰۵۔

جناب رسولؐ خدا نے ان فتنوں کو کالی رات سے تشبیہ دی ہے جب ہاتھ کو ہاتھ نہیں دکھائی دیتا اور نور کی روشنی نظر نہیں آتی۔ **الفتنة تشبهه لیلةً مظلمةً** ملاحظہ ہو مسند امام احمد حنبل الجزاء الاوّل ص ۱۸۹۔ الجزاء الثانی ص ۳۰۲۔ الجزاء الثالث ص ۴۸۸ و ۴۸۹ الجزء الرابع ص ۲۷۷۔ الجزء الخامس ص ۳۴۸ و ۳۹۱ و ۴۰۶ الجزء السادس صہ ۸۱۔ مسند ابی داؤد طیالسی مطبوعیہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن الجزء الثانی ص ۵۹ حدیث ۴۴۲ الجزء السادس ص ۱۸۲ احدیث نمبر ۱۲۹۰۔

جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ ایسے تاریکی کے دنوں میں اصلی، سچے ہادی کی معرفت

ایک سپر ہے جو ان فتنوں سے بچائے گی۔ المعرفۃ جنۃ من الفتن سنن الدارمی المقدمہ باب ۳۱۔
مولانا علی متقی نے کنز العمال میں ان فتنوں سے پُر زمانہ کی تصویر نہایت تفصیل سے کھینچی ہے ملاحظہ ہو کنز العمال الجزء السادس کتاب الفتن ص ۲۷ لغایت ۹۲ حدیث ۱۴۱۴ لغایت ۱۳۹۰ گویا آنحضرتؐ کے نوسو پچاس اقوال اُن فتنوں کے متعلق اس کتاب میں جمع کئے گئے ہیں ان میں سے چند کو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

ان بعدی ائمة اطعتموھم اکفروکم وان عصیتموھم قتلوکم ائمة الکفرورئوس الضلالته۔ حدیث نمبر ۴۷۷ یعنی فوراً میرے بعد اس امت میں ایسے حاکم ہوں گے جن کی اگر تم اطاعت کرو گے تو وہ تم کو کفر کی طرف لے جائیں گے اور اگر ان کی اطاعت سے انکار کرو گے تو وہ تم کو قتل کر دیں گے وہ کفر کے سردار اور گمراہی کے رئیس ہوں گے۔

ناظرین حدیث مذکورہ بالا کو ذرا غور سے دل ہی دل میں پڑھیں تو خود کسی نتیجہ پر پہنچ جائیں گے اگر ہم کچھ کہیں تو یہ بزرگوار ناراض ہوں گے۔ آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ اب تمہارے آگے آنے والے ایسے دن ہیں جن میں جہل نازل ہوگا علم اٹھا لیا جائے گا اور اس میں ہرج بڑھ جائے گا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہرج سے کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا کہ قتل۔ حدیث نمبر ۴۷۸۔ تمہارے آگے آنے والا ایسا زمانہ ہے کہ جس میں صبر کرنے والے کو پچاس شہیدوں کا اجر ملے گا۔ حدیث نمبر ۴۷۹۔ اس فتنوں کے زمانہ میں زبان کے ذریعہ سے جو ہلاکت ہوگی وہ زیادہ سخت ہوگی بہ نسبت تیغ وسنان کے قتل سے نمبر ۴۸۰ سے آنحضرتؐ کا مطلب یہ تھا کہ وضع حدیث وغلط تاویل قرآن کی وجہ سے جو ہلاکت ہوتی وہ بہت نقصان دہ ہوگی۔ امر واقعہ بھی یہی ہوا حضرت علیؑ و بنو ہاشم کے حق اور ان کی عظمت وجلالت کو

جھوٹی احادیث وضع کر کے ضائع کیا گیا۔ اگر ان کو تلوار سے قتل کر دیتے تو ان کی عظمت و جلالت تو اسی طرح باقی رہ جاتی۔

ان الناس دخلوا فی دین اللہ افواجا و سیخرجون منہ افواجا حدیث نمبر ۵۰۲، یعنی جس طرح دین اسلام میں لوگ گروہ در گروہ داخل ہوئے تھے۔ اسی طرح بہت جلد گروہ در گروہ دین اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔

انکم ستبلون فی اھل بیتی من بعد ۔حدیث نمبر ۵۰۵ یعنی فوراً ہی میرے بعد میرے اہل بیت کے ذریعہ سے تمہارا امتحان لیا جائے گا اور تمہاری آزمائش ہوگی۔

میرے بعد کا زمانہ ایسا زمانہ ہوگا کہ جس میں ایک شخص صبح کو مومن اور شام کو کافر ہوگا۔ شام کو مومن ہے تو صبح کو کافر۔ اور لوگ نہایت قلیل شے پر اپنا دین فروخت کر دیں گے۔ حدیث نمبر ۵۲۱، میرے بعد ہی میری امت پر ایسے فتنے غلبہ پالیں گے کہ جس میں انسان کا دل اسی طرح مر جائے گا کہ جس طرح بدن مرتا ہے۔ حدیث نمبر ۵۵۲۔ قسم بخدائے لایزال کہ میرے بعد میری اس مسجد سے اس طرح فتنے اٹھیں گے کہ جس طرح مویشیوں کے لئے گھر بناتے ہیں۔ **والذی نفسی بیدہ لیخرجن من ھذا المسجد فتن کمیا صی البقر** ۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اس ہی مسجد میں بیٹھ کر منصوبے باندھے جاتے تھے کہ کس طرح بنو ہاشم کو مغلوب رکھا جائے۔ کس طرح حضرت علیؑ سے بیعت لی جائے۔ یہیں بیٹھ کر خلیفہ اول نے حضرت علیؑ کے پاس اپنا غلام بھیجا تھا۔ کہ آن کر بیعت کر لیں حضرت علیؑ کے انکار پر یہیں سے ایک جماعت مسلمانوں

کی آگ لے کر فاطمہؑ کا گھر جلانے چلی تھی یہیں حضرت علیؑ کو کشاں کشاں بیعت کے لئے لائے تھے یہیں آپ کو بیعت نہ کرنے پر قتل کی دھمکی دی گئی تھی یہیں بیٹھ کر قبضہ فدک کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ اوراس ہی جگہ خلافت کی گیند ایک دوسرے کی طرف اچھالی گئی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا **ویل لبنی امیہ ثلاث مراۃ بنی امیہ** امیہ پر تین دفعہ لعنت حدیث نمبر ۶۹۰ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حکم اموی کی اولاد میرے منبر پر بندروں کی طرح اچھل رہی ہے حدیث نمبر ۶۹۵ یہ حکم اموی کتاب اللہ اور میری سنت کی مخالفت کرے گا اوراس کے صلب سے ایسے فتنے نکلیں گے کہ جن کا دھواں آسمان تک پہنچے گا اور آج کل بھی تم میں سے بہت لوگ اس کے پیرو ہیں۔ حدیث نمبر ۶۹۶۔ عنقریب میرے اہل بیت میرے بعد میری امت سے قتل وغارت دیکھیں گے اور ہمارے سب سے زیادہ بغض رکھنے والے دشمن۔ بنوامیہ، بنومغیر و بنومخزوم ہیں حدیث نمبر ۷۰۵۔ عنقریب بنوعباس کے لئے مشرق سے رایات بلند ہوں گے جن کا اول بھی ہلاک شدہ ہے اور جن کا آخر بھی ہلاک شدہ ہے۔ تم ان کی مدد نہ کرنا جوان علموں کے نیچے چلے گا خدا اسے روز قیامت جہنم میں ڈالے گا۔ تحقیق کہ وہ تمام مخلوق سے زیادہ شر والے ہیں۔ ان کے پیرو بھی ایسے ہی ہیں وہ گمان کرتے ہیں کہ مجھ سے ہیں۔ لیکن میں ان پر تبرا بھیجتا ہوں اوران سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بیزاری چاہتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ کالے کپڑے پہنیں گے تم لوگ نہ تو ان کی پیروی بازاروں میں کرنا نہ راستوں میں انکے ساتھ رہنا۔ نہ ان کو راستہ بتانا۔ نہ ان کو پانی پلانا۔ ان کی آوازیں سکان سموات کو اذیت پہنچائیں گی۔ **حدیث نمبر ۶۶۶**

بنوعباس کے دو علم ہوں گے ان کا اوپر کا حصہ کفر اور بیچ کا حصہ ضلالت ہوگا۔ اگر تم

ان کا زمانہ پاؤ تو دیکھو گمراہ نہ ہونا۔ حدیث نمبر ۲۶۵

انتم اشبہ الامم اسرائیل لترکبن طریقتم حذوا بالخذ و القذۃ بالقذۃ حتٰی لایکون فیھم شئ الا کان فیکم مثلہ حتّٰی ان القوم لتمر علیھم المراۃ فیقوم الیھا فیجامعھا ثمہ یرجع الیٰ صحابہ یضحک الیھم یضحکون الیہ، حدیث نمبر ۷۱۱۔

ترجمہ:۔ تم لوگ بنو اسرائیل سے بہت ہی مشابہ ہو۔ تم ضرور ان کے طریقوں کی پیروی ایک ایک دو دو برابر اور قدم بقدم کرو گے۔ یہاں تک کہ کوئی شے ایسی نہ ہوگی جو اُن میں ہوئی ہو اور تم میں نہ ہو۔ یہاں تک اگر ان میں ایسا ہوا ہوگا کہ اُن کے پاس سے کوئی عورت گزری اُن میں سے ایک آدمی اس عورت کی طرف گیا اور اس سے جماع کر کے اپنے ساتھیوں کی طرف واپس آ گیا۔ اور (بے حیائی سے) اپنے دوستوں کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا اور اس کے ساتھی اس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگے تو یقیناً تم بھی ایسا کرو گے۔ امم و ملل سابقہ خصوصاً بنو اسرائیل و یہود و نصاریٰ کی تقلید کرنے پیشگوئی ہر ایک حدیث کی کتاب میں پائی جاتی ہے دیکھو ابن تیمیہ:۔ منہاج السنۃ الجزء الثالث ص ۲۴۱

مسند امام احمد حنبل: الجزء الثانی ص ۳۶۷، ۴۵۰۔ الجزء الثالث ص ۸۴، ۸۹، ۹۴ا الجزء الرابع ص ۱۲۵۔ الجزء الخامس ص ۲۱۸۔

سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث ص ۱۲۳۔ صحیح بخاری الجزء الرابع ص ۱۷۶
صحیح مسلم کتاب العلم الجزء الثامن ص ۵۷۔ سنن ابن ماجہ ص ۲۹۶، ۲۹۷
مسند ابی داؤد الطیاسی الجزء السادس ص ۱۹۱۔ حدیث نمبر ۱۳۴۶
الجزء التاسع ص ۲۸۹۔ حدیث نمبر ۲۱۷۸
مشکوۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ
عبدالحق محدث دہلوی: شعتہ اللمعات ترجمہ مشکوۃ جلد اوّل ص ۱۴۲
مستدرک علی الصحیحین الجزء الاول کتاب الایمان ص ۳۷

آنحضرتؐ نے نزدیک ترین مشابہت بلکہ یگانگت ثابت کرنے کے لئے یہ مثال استعمال فرمائی تھی یعنی ایسی بے حیائی کی بات میں بھی جو عقلاً صریحاً بُری ہے تم لوگ ان کی مشابہت و پیروی کروگے۔

اللہ اکبر! ھذ کما قالت بنو اسرائیل لموسیٰ اجعل لنا الھا کما لھم الھتہ لتر کبن سنن من قبلکم حدیث نمبر ۲۱۷۸ اللہ اکبر۔

یہ وہی ہے جو بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک خدا بنا دو جیسا کہ کافروں کے پاس خدا ہیں۔ بہ تحقیق تم پچھلی باتوں کی پیروی کروگے۔

الا ما بال اقوام مز عمون ان رحمی لا تنفع، والذی نفسی بیدہ ان رحمی ملوصولۃ فی الدنیا

والاخرة الا وانی فرطکمه ایها الناس علے الحو
ض الا وسیجئ اقوام یوم القیامة فیقول القائل
منهم یارسول الله انا فلان بن فلان فاقول اما
النسب فقد عرفت ولکنکم ارتددتم بعدی و
رجعتهم القهقری۔ حدیث نمبر ۲۶۷

ترجمہ: کیا حال ہوگا ان لوگوں کا جو گمان کرتے ہیں کہ میری رشتہ داری سے میرے رشتہ داروں کو کچھ فوقیت و فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میرا رشتہ دُنیا و آخرت میں فضیلت پہنچاتا ہے۔ ہاں خبردار۔ اے لوگو میں حوض کوثر پر قیامت کے دن موجود ہونگا۔ وہاں ایک جماعت لائی جائے گی اس جماعت کا ایک نمائندہ مجھ سے کہے گا کہ اے رسولؐ خدا میں فلاں بن فلاں ہوں میں جواب دوں گا کہ میں نے نسب تو پہچان لیا ہے لیکن تم تو میرے بعد اسلام سے ہٹ گئے تھے اور الٹے پیر کفر کی طرف رجعت کر گئے تھے۔
اس کو حدیث حوض کہہ سکتے ہیں۔ ہر ایک حدیث کی کتاب میں موجود ہے

الفاظ یہ ہیں عن انس ابن مالک عن النبی صلی
الله علیه وسلم قال لیردن الحوض علی رجا
ل حتی اذا رایتهم رفعوا الی فاختلجوا دونی فلا
قولن یارب اصحابی اصحابی فیقال انک
لاتدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقاً

سحقاً سحقاً۔

ترجمہ: انس بن مالک سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسول نے کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر چند آدمی میرے پاس وارد ہوں گے۔ جب میں ان کی طرف دیکھوں گا تو وہ میری طرف بڑھیں گے لیکن روک دیئے جائیں گے۔ میں کہوں کہ خداوند یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ جواب ملیگا کہ تم نہیں جانتے تمہارے بعد دین میں انہوں نے کتنا فتنہ پیدا کیا تھا۔ اس پر میں کہوں گا کہ دور ہو، دور ہو، دور ہو۔

☆ مسند امام احمد حنبل الجزء الاوّل ص ۲۳۵، ۲۵۳، ۳۸۴، ۴۰۲، ۴۰۷، ۴۲۵، ۴۵۳، ۴۵۵

الجزء الثانی ص ۳۰۰، ۴۰۸

الجزء الثالث ص ۱۸، ۲۸، ۱۴۰، ۲۸۱، ۳۸۴، ۳۲۵،

الجزء الخامس ص ۴۸، ۳۳۳، ۳۳۹، ۳۹۳، ۴۰۰، ۴۱۲

الجزء السادس ص ۱۲۱

☆ امام غزالی: احیاء العلوم الجزء الاوّل ص ۲۴۳ مطبوعہ مصر

☆ صحیح بخاری مطبوعہ مصر الجزء الرابع کتاب الفتن ص ۱۴۷

☆ مشکوۃ کتاب الفتن باب الحوض

☆ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوۃ جلد رابع ص ۳۸۴

☆ فتح الباری شرح صحیح بخاری ابن حجر عسقلانی۔ الجزء الثامن ص ۲۱۵

الجزء الحادی عشر ص ۳۳۳، ۲۹۸، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴

☆ صحیح مطبوعہ مصر الجزء الاول ص ۱۵۰، ۱۵۱۔

☆ شفاء قاضی عیاض ونسیم الریاض شرح شفائی قاضی عیاض

☆ مطبوعہ مصر۔ الجزء الثالث ص ۳۸۲، ۳۸۳۔ سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹

☆ مسند ابی داؤد الطیالسی الجزء التاسع ص ۲۹۴، ۲۹۵ حدیث ۲۲۲۱

☆ محمد بن محمد بن سلیمان :۔ جمع الفواید من جامع الاصول ومجمع الزاوئد المجلد الثانی ص ۲۱۲

جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ انک تذود عن حوض یوم القیامتہ رجالاً کما یذاد البعیر۔

یعنی اُس ذات پاک کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تو اے علیؑ یوم قیامت میرے حوض سے چند آدمیوں کو اس طرح ہنکا کر دور کرے گا جس طرح اُونٹ کو ہنکایا جاتا ہے۔

☆ ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ
الباب السادس ص ۵۱۔

☆ مستدرک علی الصحیحین الحاکم الجزء الثالث ص ۱۴۸۔

☆ اخطب خوارزم:۔ کتاب المناقب ص ۴۷۔

اس حدیث حوض کو غور سے مطالعہ کرنا چاہئے۔ کیا ایسے لوگوں کے درمیان میں آنحضرتؐ اپنے خلیفہ وامت کے ہادی کے انتخاب کو چھوڑ کر چلے جاتے ایک اور بات بھی ہے حدیث عوض پر آپ نے غور کیا۔ اب فرمائیے حدیث نجوم کہاں گئی۔ اور مسئلہ تصویب کیا ہوا۔ ہر ایک صحابی ستارۂ ہدایت ہے جس کی جی چاہے پیروی کرو۔ مسئلہ تصویب یہ ہے کہ اگر مختلف متضاد حکم صادر کریں تو سب صواب پر ہیں۔ حضرت علیؑ کو لوگوں کی نظروں سے گرانے کے لئے کس طرح قرابت رسولؐ کی توہین کی گئی یہاں تک کہ جناب رسولؐ خدا کو کہنا پڑا کہ میری قرابت سے دنیا و آخرت دونوں جگہ فوقیت حاصل ہوتی ہے۔ یہ قرابت والی حدیث ہمارے دعوے کی پوری تائید کرتی ہے۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس ایک گہری سازش کا آخری نتیجہ تھا وہ سازش یہ تھی کہ حضرت علیؑ کو خلیفہ نہ ہونے دیا جائے۔ اور اس مقصد کے حاصل کرنے کی پہلی ترکیب وتدبیر تھی کہ حضرت علیؑ کی افضلیت وفوقیت کو لوگوں کی نظروں میں گرایا جائے۔ اس تدبیر کو اس اصول پر قائم کیا تھا کہ رسول خدا کی رشتہ داری سے حضرت علیؑ کو ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوئی اور نہ ہونی چاہئے۔ اس حدیث میں آنحضرتؐ نے اس غلط خیال کی تردید فرمائی۔

ہمارا یہ بھی دعویٰ ہے کہ جناب رسولؐ خدا کے انتقال کے بعد مسجد نبوی میں اور حضرت عائشہ کے گھر میں لوگ بیٹھ کر حضرت علیؑ اور بنو ہاشم کو خلافت سے دور رکھنے کی ترکیبیں سوچا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؑ کی مخالفت کے لئے منصوبے باندھے جاتے تھے۔ ہمارے اس دعوے کی تائید میں آنحضرتؐ کی ایک حدیث پہلے گزری۔ جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ قسم بخدا اس مسجد سے فتنے اس طرح اُٹھیں گے جس طرح گائے کے لئے لوگ گھر بناتے ہیں۔ حضرت عائشہ کے گھر کی نسبت آنحضرتؐ کی حدیث ملاحظہ ہو۔

عن ابن عمر قال خرج رسول الله صلے عليه وسلم من بيت عائشته فقال داس الكفرمن ههنا من حيث يطلع قرن الشيطان۔

ترجمہ۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسولخدا حضرت عائشہ کے گھرے سے نکلے اور اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ کفر کا سر یہاں سے نکلے گا۔ جس طرح شیطان کے سینگ نکلتے ہیں۔

☆ مسند احمد حنبل جزء الثانی ص ۲۳ و ۲۲۔ الجزء الخامس ص ۱۲

☆ صحیح بخاری کتاب الخمس باب ماجاء فی بیوت ازواج النبی۔ مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص ۱۲۷

☆ صحیح مسلم۔ مطبوعہ مصر۔ الجزء الثامن ص ۱۸۱

حدثنا محمد بن عبدالعزيز قال حدثنا ابو عمر الصنانى من اليمن عن زيد بن اسلم عن عطاء بن

یسار عن ابی سعید الخدری عن النبی صلے الله علیه وسلم قال لتتبعین سنن من قبلکم شبرا شبرا وذراعاً ذراعاً حتیٰ لود خلوا حجر ضنب یتعتموهم قلنا یارسول الله الیهود والنصاریٰ قال فمن صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة الجزاء الرابع ص ۱۷۲ طبع مصری۔

(اسماعی راوۃ عربی میں دیکھو) ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ البتہ تم چلو گے اگلے لوگوں کی چالوں پر بالشت بالشت بھر اور ہاتھ ہاتھ بھر یہاں تک کہ اگر وہ سوسمار کے سوراخ میں گھسے ہوں گے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے ہم نے عرض کی کہ یا حضرت کیا یہود و نصاریٰ کی چال پر چلیں گے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں تو پھر کون یعنی یہود و نصاریٰ ہی مراد ہیں۔ ان کی چال پر چلو گے۔

یہ حدیث دیگر کتب احادیث مثلاً صحیح مسلم کو کنزل العمال اور سنن نسائی وغیرہ میں درج ہے۔ حوالہ جات پہلے گزر چکے ہیں۔ ان احادیث میں فتنہ کے وہ ہی معنی ہیں جو قرآن شریف کی آیات مندرجہ ذیل میں اس لفظ کے معنی ہیں۔

(۱) ۴:۶ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِه (پارہ نمبر ۳ سورہ آل عمران ع ۱)

پس جن کے دلوں میں کجی ہے وہ تو ان کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لئے، حالانکہ ان کی حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔

〈۲〉 ۃ.۱۹۳ وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (پارہ نمبر۲ سورۃ البقرع ۲۴)

اورتم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے۔(۱) اور دین اللہ کا ہی ہو جائے

〈۳〉 ۃ.۲۱۷ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (پارہ نمبر۲ سورۃ البقرع ۲۴)

فتنہ قتل سے بھی بڑا گناہ ہے

〈۴〉 والفتنۃ اکبر من القتل (پارہ۲ سورۃ البقرع ۲۷)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں کے دلوں میں کجی تھی وہ فتنہ وفساد پھیلانے کی غرض سے قرآن شریف کی آیات کی غلط تاویل کرتے تھے۔ جب تک ملک میں فتنہ ہے۔ اور فتنہ والے لوگ موجود ہیں خدا کا دین قائم نہیں ہوسکتا لہذا اُس سے لڑو اور ان کو مغلوب کرو تاکہ فساد باقی نہ رہے اور ملک میں خالص دین خدا کا رہ جائے فتنہ وفساد قتل سے زیادہ سخت اور گناہ میں اُس سے زیادہ عظیم ہے اُن لوگوں کو غلط تاویل کرنے کی ضرورت اس وجہ سے ہوئی کہ صحیح تاویل سے خلافت بلا فصل علی ابن ابی طالب ثابت ہوتی ہے۔ ان حادیث سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ ان لوگوں کو کیسا خیال فرماتے تھے جو آپ کے بعد رہنے والے تھے اور آپ کو یقین تھا کہ وہ فتنہ وفساد پیدا کریں گے۔ سارا ملک فتنہ و

فساد سے مملو ہو جائے گا۔ اسلام اور ایمان والوں کی کیا بُری حالت ہو گی آپ نے صاف صاف فرمادیا کہ اس زمانہ میں ہادی کی سخت ضرورت ہو گی وہ ہی اس عام کفر کے خلاف واحد سپر ہو گی آپ کو اپنے صحابہ کے دلوں کی کیفیت سے یقین تھا کہ آپ کے اہل بیت کو سخت تکالیف ومصائب کا سامنا ہو گا لوگ اُن کے مخالف ہو جائیں گے۔ اور ان کی مخالفت کی وجہ سے اسلام سے گروہ در گروہ خارج ہو جائیں گے اپنے بعد کے حاکموں کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اہلبیت سے مخالف کر کے ضلالت و گمراہی کی طرف لے جائیں گے اور اگر اس بات میں لوگ اُن کی اطاعت نہ کریں گے تو وہ اُن کو قتل کر دیں گے اس ہی مسجد میں بیٹھ کر فساد کے منصوبے باندھے جائیں گے۔

بنو اسرائیل اور اُمت موسوی کی تشبیہہ کس طرح ہر ایک مسئلہ کو صاف کر دیتی ہے صرف چالیس راتوں کی غیر حاضری کی وجہ سے حضرت موسیٰ کی تقریباً ساری اُمت کافر ہو گئی۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ موسیٰ صرف میقات کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ ابھی واپس آجائیں گے۔ آنحضرت کو یقین تھا کہ اسی طرح میرے بعد میری امت کی اکثریت رجعت قہقری کرے گی اور میرے احکام کی نافرمانی کر کے کفر کی طرف عود کر جائے گی۔ کیا عقل سلیم یہ تسلیم کرتی ہے کہ یہ اُمور جانتے ہوئے آنحضرتؐ نے اپنا جانشین اور اُمت کا ہادی مقرر نہ کیا۔ کیا آنحضرت کو یہ منظور تھا کہ اس آنے والی گمراہی وضلالت کی سیاہی اور بڑھ جائے اور اُس ضلالت و گمراہی کی ذمہ داری آپ پر براہ راست عائد ہو جائے جیسی اُمت آپ چھوڑیں گے اُس کا نقشہ تو آپ نے کھینچ دیا۔ کیا اس اُمت کے ایمان وعدل واسلام پر بھروسہ کیا جا سکتا تھا اور آپ پر بھروسہ کر کے اپنا جانشین اور اُمت کا ہادی مقرر نہ فرماتے۔ آنحضرتؐ کی مشہور حدیث ہے۔ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ۔ یعنی جو شخص اپنے امام زمانہ کو پہچانے بغیر مر گیا اس کی موت جاہلیت کے زمانہ کی ہے۔ یعنی وہ کافر مرا۔ اس حدیث کی صحت پر تمام اُمت اسلامیہ کا اجماع ہے۔ مسند امام

احمد حنبل۔ الجزء الرابع ص ۹۲۔

نواب محمد صدیق حسن خان:۔ اکلیل الکرامتہ فی بتیان مقصد الامامتہ ص ۴ مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال۔ کیا یہ محال عقلی نہیں ہے کہ جناب رسولؐ خدا اُمت پر تو اتنی سختی کریں کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اس نے گویا خدا کو نہ پہچانا اور وہ کافر مرا۔ اور خود اُمت کو یہ بھی نہ بتائیں کہ میرے بعد کون امام وہادی اُمت ہوگا۔ اور یہ بھی نہ بتائیں کہ میرے بعد جو زمانہ آئے گا اس زمانہ کے اور اس کے بعد زمانوں کے اماموں کی شناخت کیا ہے اگر وہ امام لوگوں کی رائے سے منتخب ہونا تھا یا اُس سے دنیاوی بادشاہ مقصود تھا تو پھر شناخت کو اتنی اہمیت دینی بے سود تھی جو جس کے لئے رائے دے گا اس کو پہلے معلوم کرلے اصلی اور سچے اماموں کے ساتھ مخلوط کر دیں گے اس وقت صحیح امام کی معرفت کے لئے جزا ہے اور عدم معرفت کی سزا۔

اندریں صورت ان کا نام ونشان بتانا نہایت ضروری تھا ورنہ اُمت پر حجت قائم نہ ہوتی۔ بلکہ خداوند تعالیٰ پر بندوں کی حجت باقی رہ جاتی کہ تیرے رسول نے تو ہم کو بتایا نہیں کہ وہ امام کون ہونگے لہذا جو ہم کو خوش کر سکا اس کو ہی ہم نے امام مان لیا اور جب قیامت کے دن میزان عدل قائم ہوگا تو جناب رسول خدا اپنے رب کو کیا جواب دیتے اور اپنی اُمت کو یہ کیوں کہتے کہ میں حوض کوثر پر سے نافرمان صحابہ کو ہنکادوں گا۔ آگے چلئے۔ سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس کی وجہ ہست وبود ہی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اکابر صحابہ کو جانشین رسول کے قرار کی اہمیت کا اتنا زبردست احساس تھا کہ انہوں نے جسد اطہر رسول چھوڑ کر جانا مناسب سمجھا۔ صواعق محرقہ جماعت حکومت کی نہایت مستند کتاب ہے۔ اس کے صفحہ ۵ پر مقدمہ ثانیہ کے عنوان کے تحت میں مندرجہ ذیل عبارت پائی جاتی ہے۔

المقدمة الثانية۔ اعلم ایضا ن ان الصحابه

رضوان الله علیهم اجمعوا علی ان نصیب الا مام بعد انقراض زمن النبوة واجب بل جعلوه اهم الواجبات حیث استغوا به عن دفن رسول الله صے الله علیه وسلم واختلافهم فی التعین لایقدح فی الجماع المزکورو التلک الاهمیة لما توفی رسول الله صلی الله قام ابوبکر خطیباً کما سیاتی فقال ایها الناس من کان یعبد محمدًا فان محمدً اقدمات ومن کان یعبد الله فان الله حی لا یموت لا بد لهذا الامر ممن یقومه به فانظروا وهاتوا اراء کم فقالوا صدقت نظر فیه ثم ذالک الوجوب عندنا معشر اهل السنة والجماعة وعند اکثر المعتذله بالسمع ای من جهت التوتر والاجماع المذکور وقال کثیر بالعقل ووجهه ذالک الوجوب انه صلی الله علیه وسلم امربا تامة الحد ودوسد الثغور تجهیر الجیوش للجهاد وحفظ بیضة الاسلام

مقدمہ ثانیہ۔ یہ بھی آپ جاننا چاہیے کہ تمام صحابہ رسول اللہ نے اس امر پر اجماع کیا ہے کہ زمانہ نبوت کے ختم ہونے کے بعد امام کا مقرر کرنا واجب ہے بلکہ ان اصحاب رسولؐ ہی تو وہ ہیں جو دفن وکفن رسول کو چھوڑ کر اسکی طرف مشغول ہو گئے۔ امام کے تعین میں جو ان کا اختلاف ہوا وہ

اختلاف اس اجماع کو ناقص نہیں کرتا اور اسی اہمیت کی وجہ سے جب جناب رسولؐ خدا نے وفات پائی تو حضرت ابوبکر نے کھڑے ہوکر خطبہ دیا جیسا کہ آگے تحریر ہے پس انہوں نے کہا کہ اے لوگو اتم میں سے جو محمدؐ کی عبادت کرتا تھا اسے جاننا چاہیئے کہ محمدؐ مر گئے اور جو خدا کی عبادت کرتا ہے وہ معلوم کرے کہ خدا زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا یہ ضروری ہے کہ اپنا امام قائم کرو پس اپنی راویوں کو جمع کرو اور پیش کرو لوگوں نے جواب دیا کہ تم نے یہ درست کہا ہم اس میں صلاح کرتے ہیں ہم اہلسنت و جماعت و معتزلہ کے نزدیک نصب امام کا وجوب بذریعہ سمیع تواتر و اجماع مذکور کے بھی ثابت ہے اور بہت لوگ کہتے ہیں کہ یہ عقلاً بھی واجب ہے کیونکہ جناب رسولؐ خدا نے حدود یعنی سزائیں قائم کیں۔ ملک کی حفاظت کے لئے احکام صادر فرمائے۔

لشکر کی تیاری بغرض جہاد اور مذہب اسلام کی حفاظت کے لئے بھی حکم دیا

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور ان لوگوں کو تقرر حاکم و خلیفہ کی اہمیت کا بہت احساس تھا۔ یہ کیوں ضروری تھا؟ اس کی وجہ سے کہ جناب رسول خدا نے احکام سیاسی تمدنی جاری کئے ہوئے تھے۔ ملک کی حفاظت کا حکم دیا تھا۔ اسلام کی حفاظت کا حکم دیا ہوا تھا۔ لشکر اور فوجیں جہاد کے لئے تیار کرنے کے احکام دیئے ہوئے تھے ان احکام کا نافذ کرانے والا ضرور کوئی ہونا چاہیئے ہم بھی کہتے ہیں ضرور ہونا چاہیئے لیکن قربان جائیئے اس منطق کے حضرت ابوبکر کو اور ان لوگوں کو تو ان احکام کے نافذ کرانے کی ضرورت کا خیال آگیا لیکن خود ان احکام کے صادر کرنے والے کو اس ضرورت کا احساس نہ ہوا اگر احساس ہوتا تو وہ اپنا جانشین ہی نہ مقرر کردیتے جس طرح حضرت ابوبکرؓ نے کرنے کی کوشش کی

یہ محال عقلی ہے یا نہیں۔

یہ مسلمات تاریخیہ میں سے ہے کہ حضرات شیخین تجہیز و تکفین رسول کو چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں معرکہ آرائی کے لئے چلے گئے۔

فلما فرغ ابو بکر من البیعة رجع الی المسجد فقعد علیٰ المنبر فبا یعه النا س حتیٰ امسیٰ و شغلـوا عن دفن رسول الله صلعم حتیٰ کان اخر اللیل من لیلة الثلثاء من الصبح

جب حضرت ابو بکر کو بیعت سے فراغت ہوئی تو وہ سقیفہ بنی ساعدہ سے واپس ہوئے اور مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لے گئے اور وہاں بھی لوگ انکی بیعت کرتے رہے حتیٰ کہ دن گذر گیا اور اس مشغولیت نے لوگوں کو دفن رسولؐ میں شریک ہونے سے محروم رکھا آخر شب شنبہ و صبح تک حضرت ابو بکر اخذ بیعت میں مشغول رہے۔

حسین دریار بکری۔ تاریخ خمیس الجزء الثانی ص ۱۸۸

الفاروق حصہ اوّل ص ۶۵۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ مقدمہ ثانیہ صہ ۵

عن عروة قال ابو بکر و عمر رضی الله عنها لم یشهدا دفن النبی صلعم و کا ن نا فی الانصار فد فن قبل ان یر جعا۔

عروہ سے مروی ہے کہ پیغمبرؐ کے دفن کے وقت حضرات ابوبکر وعمر موجود نہ تھے بلکہ اس وقت وہ دونوں مجمع انصار میں خلافت کے لئے جھگڑ رہے تھے اور ان دونوں حضرات کے وہاں سے آنے سے پہلے جناب رسولؐ خدا دفن ہو چکے تھے۔

☆ علی المتقی کنز العمال الجزء الثالث حرف الخا

☆ کتاب الخلافت ص ۱۴۰ حدیث ۲۳۲۸ سیرۃ الحلبیہ۔ الجزء الثالث ص ۳۹۲،۳۹۴

☆ محمد بن جزیر الطبری:۔ تاریخ الامم والملوک الجزء الثالث ص ۱۹۸ و ۲۰۱

☆ ابن الاثیر و تاریخ کامل الجزء الثانی ص ۱۲۳

اما وجود (ای الامام) علینا سمعاً فلو جهین انه تواتر اجماع المسلمین فی الصدر الاول بعد وفات النبی علی امتناع خلو الوقت عن خلیفه و امام حق حتی قال ابو بکر فی خطبه المشهوده الا ان محمد اقدمات ولا بد لهذ الدین ممن یقوم به فیها فبادر الکل الی قبوله ولم یقل احد لا حاجته الی بنی ساعده و ترکواهم الاشیاء وهو دفن رسول الله۔

شرح مواقف

امام کا ہمارے لئے عقلاً وسماعاً واجب ہونا دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ اس پر اجماع مسلمین کا یہ تواتر ثابت ہے کہ زمانہ اولیٰ یعنی بعد وفات نبی صلعم

سے کوئی وقت خلیفہ اور امام حق سے خالی نہیں رہا چنانچہ حضرت ابو بکر نے اپنے مشہور خطبہ میں کہا تھا کہ خبردار! محمدؐ تو وفات پا گئے مگر اُمت کے لئے ضروری ہے کہ اس دین کا قائم رکھنے والا ایک نہ ایک موجود ہو تو سب نے قبول کیا۔ اور یہ نہیں کہا کہ اب اس کی ضرورت نہیں بلکہ سب اس پر متفق ہو کر سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور اس کام کے آگے سب سے زیادہ اہم کام یعنی دفن رسولؐ کو بھی صحابہ نے ترک کر دیا۔

ان بزرگواروں کی منطق ایسی ہوتی ہے کہ خواہ مخواہ بھی ہم کو اپنا جملہ معترضہ بیچ میں ڈالنا پڑتا ہے۔ جناب رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد تو یک لخت حضرت ابو بکر کو امام کی ضرورت کا خیال پیدا ہو گیا جب یہی بات جناب رسولؐ خدا نے اپنے مرض الموت میں فرمائی تھی اور جانشین کی بابت وصیت تحریر کرنی چاہی تو کیوں یہ بزرگوار مانع ہوئے حسبنا کتاب اللہ کہہ کر مخالفت کی۔ جناب رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد کتاب اللہ کہاں گئی اور فقرہ حسبنا کتاب اللہ کیوں یاد نہ رہا بجائے سقیفہ بنی ساعدہ میں جا کر اپنی تعریف کرنے کے مسجد نبوی میں قرآن لے کر بیٹھ جاتے کہ آؤ اس کے مطابق فیصلہ کریں۔ غرضیکہ معلوم ہوا کہ یہ طے شدہ امر ہے کہ تقرر جانشین رسولؐ بہت اہم فریضہ تھا اور اس کا احساس تمام امت کو تھا اب حضرت ابو بکر کا انتقال ہوتا ہے۔ وہ ضرورت امام کو محسوس کر کے حضرت عمر کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہیں۔ یہی نہیں کہ ان کو اس ضرورت کا احساس تھا بلکہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ خداوند تعالیٰ کے یہاں اس کی باز پرس ہو گی کہ تم نے میری مخلوق پر کیسے آدمی کو حاکم مقرر کیا تھا۔

حدثنا ابن حمید قال حدثنا سلمه عن ابن اسحاق
عن الزهری عن القاسم بن محمد عن اسماء بنت

عمیس قالت دخل طلحة بن عبداللہ علی ابی بکر فقال استخلفت علی الناس عمر وقد رایت ما یلحق الناس منہ وانت معہ فکیف بہ اذا خلا بھہ وانت لاق ربک فسالک عن رعیتک فقال ابو بکر وکان مضجعاً اجلسونی فاجلسوہ فقال لطلحہ ابا للہ تخوفنی اذا لقیت اللہ ربی فساً لنی قلت استخلفت علی اھلک خیر اھلک۔

اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکر کہتی ہیں کہ طلحہ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ تم نے عمر کو لوگوں پر حاکم بنا دیا ہے۔ حالانکہ تم خوب جانتے ہو کہ جب تم موجود تھے تب بھی لوگوں نے اُن سے کیا دُکھ اٹھائے اور اب کیا ہوگا کہ تم موجود نہ ہو گے اور وہ خودمختار ہوں گے تم اپنے پروردگار سے ملنے والے ہو اور وہ تم سے تمہاری رعایا کے متعلق سوال کریگا ابوبکر اس وقت لیٹے ہوئے تھے انہوں نے کہا کہ مجھے اٹھا کر بٹھا دو لوگوں نے انہیں اٹھا کر بٹھا دیا تو انہوں نے طلحہ سے کہا کہ تو مجھ کو خدا سے ڈراتا ہے جب میں اپنے خدا سے ملوں گا تو کہوں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر تیرے بہترین بندے کو حاکم بنا دیا ہے۔

☆ محمد بن جریر الطبری: تاریخ الامم والملوک الجزء الرابع صہ ۵۴

☆ حسین دیار بکری: تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص ۲۶۹

دخل علیہ المھاجرون والانصار حین

استخلفت علينا عمر و قد عرفته و علمت بوائقه فينا وانت بين اظهرنا فكيف اذا وليت علينا وانت لاق الله فسأ لك فما انت قائل۔

جب مہاجرین وانصار نے سنا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا ہے تو وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم نے ہمارے اوپر عمرؓ کو حاکم مقرر کر دیا ہے حالانکہ آپ عمرؓ کو جانتے ہیں اور ان مظالم وفتنہ وفساد سے بھی آگاہ ہیں جو عمرؓ نے ہمارے اوپر کئے ہیں۔

یہ تو جب تھا کہ تم ہم میں تھے جب تم نہ ہو گے تو وہ کیا کچھ نہ کر ڈالیں گے۔تم اب خدا سے ملاقات کرنے والے ہو جب خدا تم سے پوچھے گا تو تم کیا جواب دو گے؟

☆ ابن قتیبہ:۔کتاب الامامتہ والسیاستہ ص ۱۹

جماعت اہل حکومت کے ہندی مورخوں میں سے مولوی شبلی مرحوم بہت پایہ کے مورخ سمجھے گئے ہیں جنہوں نے تاریخ ومناظرہ کو اچھی طرح خلط ملط کر کے دونوں کو خوب مسخ کیا ہے انہوں نے الفاروق میں لکھا ہے۔"حضرت ابوبکرؓ کو مدتوں کے تجربہ سے یقین ہو گیا تھا کہ خلافت کا بار گراں حضرت عمرؓ کے سوا اور کسی سے اٹھ نہیں سکتا" الفاروق حصہ اول مطبوعہ مطبع مفید عام آگرہ ص ۲۷۔ یہاں اتنا ہی ضروری تھا مدتوں کے تجربہ کی بجائے اگر سقیفہ بنی ساعدہ کا تجربہ کہتے تو زیادہ صحیح تھا۔بہر حال مدت خلافت ہی کو لے لیں۔حضرت ابوبکرؓ کو اپنی ڈھائی سال کی خلافت کے تجربہ سے تو حضرت عمر کی لیاقت معلوم ہو گئی لیکن جناب رسولؐ خدا کو اپنے عمر بھر کے تعلقات سے حضرت علیؑ کی لیاقت نہ معلوم ہوئی ۔کاش حضرت عمرؓ ہی کی لیاقت معلوم ہو جاتی کسی کو خلیفہ تو مقرر کر جاتے!!اب حضرت عمرؓ کا وقت آتا ہے۔ان کا تو کہنا ہی کیا ہے۔وہ تو ہر وقت اپنے جانشین کے انتخاب کی فکر میں غلط وپیچاں رہتے تھے

مولوی شبلی کہتے ہیں۔

"اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا تمام صحابہ بار بار حضرت عمرؓ سے درخواست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جائیں حضرت عمرؓ نے خلافت کے معاملے کو مدتوں غور کیا تھا اور اکثر اس کو سوچا کرتے تھے بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطان و پیچاں ہیں" الفاروق حصہ اوّل صہ ۲۰۳ کتاب امامتہ والسیاستہ ص ۲۲ اور تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۴ میں حضرت عمر کے آخری وقت کے بارے میں مرقوم ہے:

ثقیفہ بنی ساعدہ میں تو (سو) مسلمان بھی نہ تھا جبکہ غدیر خم میں (سوا لاکھ) کا جم غفیر تھا جو سب راوی بھی ہیں

ابن عمر کہتے ہیں کہ جب میرے والد زخمی ہوئے تو میں ان کے حضور میں حاضر ہوا لوگوں نے ان کی تعریف کی اور کہا کہ خداوند تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے۔ میرے باپ نے کہا کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں محبت کرنے والے اور ڈرنے والے (یعنی تم جو میری تعریف کرتے ہو میرے ڈر کی وجہ سے کرتے ہو) لوگوں نے کہا کہ آپ اپنا جانشین مقرر کریں میرے باپ نے کہا کہ کیا تم اپنے اس امر کا بوجھ میرے اوپر حالت حیات و ممات میں رکھنا چاہتے ہوں حالانکہ میری خواہش ہے کہ کاش امر خلافت سے میرا حصہ برابر کا

رہتا نہ میرا اس سے کچھ نقصان ہوتا اور نہ مجھ کو اس سے کچھ نفع پہنچتا۔ اگر میں اپنا جانشین مقرر کروں تو بہ تحقیق جانشین مقرر کیا اس نے جو مجھ سے بہتر تھا یعنی ابوبکرؓ اور اگر میں تم کو بغیر خلیفہ کے چھوڑ دوں تو بہ تحقیق چھوڑا تم کو بغیر خلیفہ کے اس نے جو کچھ مجھ سے بہتر تھا یعنی جناب رسولؐ خدا۔ عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ میرے باپ نے جب رسولؐ اللہ کا حوالہ دیا تو میں سمجھا کہ وہ اپنا جانشین مقرر نہیں کریں گے۔

Knowledge for All
e-Sakina
Pakistan Sindh
Hyderabad

امام نووی شارح صحیح مسلم اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

اس حدیث سے یہ دلیل ظاہر ہوئی کہ بہ تحقیق جناب رسولؐ خدا نے اپنا جانشین مقرر نہیں فرمایا اور اس ہی عقیدہ پر اہلسنت و جماعت کا اُجماع ہے۔ قاضی کہتے ہیں کہ اس کی مخالفت بکر پسر خواہر عبدالواحد نے کی ہے اس کا گمان ہے کہ رسولؐ خدا نے ابوبکر کے اوپر نص کی تھی اور شیعہ و روافض کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے علیؑ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا لیکن یہ سب دعویٰ باطل اور افراء ہیں۔ اور یہ دلیری ہے امور محسوسہ میں جھگڑنے کی.......... پس جو شخص گمان کرے کہ ان میں سے کسی کے لئے آنحضرتؐ نے وصیت کی تھی تو اس نے اُمت کو خطاء پر اجماع کرنے کا الزام لگایا اور اہل قبلہ میں سے کسی کے لئے یہ کب جائز ہوگا کہ وہ صحابہ کو جھوٹ پر اجماع کرنے کی تہمت دے اور اگر کچھ ہوتا تو ہر آئینہ بیان کیا جاتا کیونکہ یہ امُور مہمہ میں سے ہے۔

حضرت عمر کا یہ قول اور یہ عقیدہ ہر ایک بڑی تاریخ کی کتاب میں درج ہے ملاحظہ ہو

(کتاب الامامتہ والسیاستہ ص۲۲، تاریخ الامم والملوک الجزء الخامس ص۳۴، کتاب الاحکام، باب استخلاف، فتح الباری الجزء الثالث عشر ص۱۷۷، مسند ابی داؤد طیالسی ص ۷ حدیث ۲۷، الجز الثانی ص۵۹ حدیث ۱۲۴۱، الجزء الثامن ص ۲۶۵ حدیث ۹۱۶۹، صواعق محرقہ باب الاول فصل الربع ص۱۵، شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص۳، ۶۲، تاریخ الکامل الجزء الثالث ص۲۵، الجزج ء الاول ص۴۳، ۴۶، ۴۷، الجز السادس ص۶۳، تاریخ الخمیس الجزء الثانی ص۲۲۲، سیرۃ الحلبیہ، الجزء الثالث ص۳۱۰، القول المستحسن فی فکر الحسن مطبوعہ اُردو اخبار دہلی سنہ ۱۸۵۱، ص۲۲۱، ۲۲۲، شمس التواریخ ص۱۱۹۲، مطبوعہ مصر الجزء السادس الاستخلاف والترکہ ص۴، ۵، قرۃ العینین مطبوعہ مطبع مجتبائی ص۲۳۶، اسلام کا نظام حکومت ص۲۰۳، تاریخ عمر بن الخطاب الباب الخامس والستون ص۱۵۳، تاریخ السلام السیاسی ص۳۳۲، جمع الفوائد من جامع الاصول وجمع الزوایدالجلد الاول ص۳۲۱)

ان لوگوں کے لئے جن کو محض سقیفہ بنی ساعدہ کے ذریعہ سے حکومت ملی تھی۔ یہی اعتقاد مناسب تھا۔ دراصل سوادِ اعظم میں اس اعتقاد کا باعث یہی سقیفہ بنی ساعدہ کا اجلاس تھا۔

اب ہمارے سوالات

الف۔ آنحضرت کو ضرورت خلیفہ کا احساس تھا یا نہیں؟

ب۔آپ نے کیوں خود خلیفہ مقرر نہیں کیا؟

ج۔سقیفہ بنی ساعدہ میں اجتماع کس کے حکم یا کس اطلاع کے ماتحت ہوا؟

د۔اس وقت کل مسلمانوں کی تعداد کیا تھی اور سقیفہ بنی ساعدہ میں خلیفہ مقرر کرنے والے کتنے آدمی تھے۔حجتہ الوداع میں آنحضرتؐ کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب مجمع بیان کیا جاتا ہے۔سقیفہ میں تو سو آدمی بھی نہ تھے۔

ہ۔کیا مسلمانوں میں صرف چند اشخاص یا جماعتوں کو خلیفہ مقرر کرنے کا حق حاصل تھا وہ کون کون سے آدمی تھے یا جماعتیں تھیں اور کس نے ان کو یہ اختیار دیا تھا۔

و۔سقیفہ بنی ساعدہ میں اس وقت بنو ہاشم میں سے ایک آدمی بھی موجود نہ تھا یہ کیوں ایسا ہوا۔کیا بنو ہاشم کو اس امر میں رائے دینے کا حق حاصل نہ تھا۔

ز۔اہلبیتِ رسولؐ جن کی عظمت و کرامت کلام الٰہیٰ و قول رسولؐ سے ظاہر ہے۔اور جن کی محبت اجر رسالت قرار پا کر تمام اُمت پر فرض کی گئی وہ کیوں اس اجماع میں شریک اور مدعو نہ کئے گئے۔

ح۔اس اجتماع کے وقت تاریخ کا اعلان قبل از انعقاد کیوں نہ کیا گیا۔تاکہ جمہور مسلمین اس میں حصہ لے سکتے؟

ط۔اس مسلمانوں کے اہم اجتماع کے لئے زمانہ جاہلیت کا وہ محل و مقام کیوں منتخب کیا گیا

جہاں ڈاکہ ڈالنے اور گناہ کرنے کے لئے خفیہ سازشیں ہوا کرتی تھیں۔ مسجد نبوی کو اس غرض کے لئے کیوں نہ منتخب کیا گیا۔ جہاں مسلمانوں کا زیادہ تعداد میں جمع ہونا آسان تھا۔ مقام رسول بھی وہیں تھا۔ تجہیز وتکفین رسول بھی وہیں ہو رہی تھی؟

ی۔ مسجد نبوی کے قریب اہلبیت رسول تھے بنو ہاشم وہیں تھے۔ اس کو ترک کیا گیا۔ ایک خفیہ و مکروہ مقام و ناموزوں وقت بغیر اطلاع و مشورہ عام کے مقرر کیا گیا۔ جب حضرت علیؑ و بنو ہاشم تجہیز و تکفین رسولؐ میں مشغول تھے اور اس کو ادھورا نہیں چھوڑ سکتے تھے اگر حضرت علیؑ کے لئے کوئی نصِ رسولؐ نہ تھی تو پھر ان کو اس احتیاط کے ساتھ اُس اجتماع سے کیوں دُور رکھا گیا؟

ک۔ محض اس موقعہ کے لئے مسجد رسول کو ترک کرنا اور زیادہ معنے خیز ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد ہمیشہ مسجد رسول ہی میں ایسے اجتماع ہوتے رہے ہیں۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ ساری تاریخ اسلام میں سقیفہ بنی ساعدہ میں ایسا اجتماع پہلا اور آخری یہ ہی ایک تھا۔

ل۔ ایسے نامکمل و ناقص و خفیہ اجتماع میں کہاں سے اور کیوں یہ قدوسیت آ گئی کہ عقل کا منہ اور بحث و تمحیص کا دروازہ یہ کہہ کر بند کیا جاتا ہے کہ اگر کچھ نکتہ چینی کی تو اُس اجماع کی شکستگی لازم آ جائے گی۔ اس اجماع کے لئے نہ تو نص قرآنی ہے اور نہ قول رسولؐ۔

م۔ اگر اس اجماع میں ایسی قدوسیت ہے جیسی کہ سمجھی گئی ہے تو حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ نے کیوں اس کی طرف رجوع نہیں کیا۔

ن۔ آنحضرتؐ کے متعدد اقوال وغدیرخم کا عظیم الشان اجتماع وخطبہ جو عام طور سے حضرت علیؑ کے تقرر کے ثبوت میں پیش کئے جاتے ہیں امام غزالی کی بحث سے بالکل معدوم ہیں۔

اس موضوع کی ضروری اور قابل بحث امور کے تذکرہ کو نظرانداز کرنا امام غزالی کے منطق کی کمزوری کا ایک پہلو ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جو دلائل انہوں نے اپنی بحث میں بیان کئے ہیں۔ وہ کہاں تک درست ہیں۔ انہوں نے عدم استخلاف کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے ہیں۔

ا۔ اگر کوئی نص ہوتی تو ہم تک ضرور پہنچتی۔ جس طرح کہ آنحضرتؐ کے مختلف امراء وحکام و افسران فوج کا مقرر کرنا ہم تک پہنچتا ہے۔

۲۔ یا اگر ایک دفعہ وہ نص ظاہر ہوگئی تھی تو اب کیوں معدم ہوگئی۔

۳۔ اس فرض کرنے سے کہ آنحضرتؐ نے کسی شخص کے لئے نص بیان فرمائی تھی۔ اور اس کو خلیفہ اپنا مقرر کردیا تھا دو الزام عائد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ صحابہ نے آپ کے حکم کی نافرمانی کی۔ دوسرے یہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ کا اجتماع واجماع ناقص وشکستہ ہو جاتا ہے۔

ان دلائل کا نقص وضعف ایسا آشکارا ہے کہ اس کو تفصیل سے بیان کرنے سے ناظرین کی قوت استدلال کی ہتک ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ یہ دلائل امام غزالی جیسے جید فلاسفر منطقی ومفکر کے دماغ سے نکلے ہیں۔ لہذا ہم کو ان کی اصلیت کا اظہار کرنا پڑا۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ ہم تک کوئی ایسی نص پہنچی اور اب موجود نہیں ہے اس وقت تک دلائل بے معنی ہیں۔ ایک فریق تو بابانگ دہل کہہ رہا ہے کہ ایسی بہت سی نصوص ہیں۔ ہم تک پہنچی ہیں وہ ان کی تشریح وتفصیل بھی کررہا ہے یہ ثابت کئے بغیر

کہ وہ نصوص غلط اور غیر معتبر ہیں یہ حکم صادر کرنا کہ کوئی نصوص موجود نہیں ہے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کی بے سود کوشش ہے۔ علاوہ اس کے یہ دلیل بھی تو کیسی کمزور ہے۔ آنحضرتؐ نے جو امراء فوج و حکام زکوۃ و تعلیم مقرر کئے ان کے نام کے چھپانے کی تو کسی کے لئے کوئی وجہ ہی نہ تھی۔ حضرت علیؑ کے حق میں جو بے شمار نصوص ہیں ان کے مٹانے کے لئے تو ہر ایک حکومت شروع ہی سے اپنی انتہائی جدوجہد کرتی رہی ہے۔ ترغیب سے، ترہیب سے، لالچ سے، سزا کے ڈر سے، لوگوں کو روکا گیا اور منع کیا گیا کہ وہ یہ نصوص بیان نہ کریں بلکہ ان کی تردید کریں۔ ان دونوں میں کوئی وجہ تشبیہ ہی موجود نہیں۔ پھر مشابہت بے کار ہے۔ تیسری دلیل تو کچھ ہے ہی نہیں۔ اگر وہ نصوص موجود ہیں اور واقعی اُن کی مخالفت کی گئی ہے تو پھر مورخ کی شان سے بعید ہے کہ وہ حق سے صرف اس وجہ سے اعراض کرے کہ اس کے قبول کرنے سے صحابہ و اجماع کے متعلق جو اس کے اعتقادات ہیں وہ متزلزل ہو جائیں گے۔ اگر واقعات عقیدہ کے خلاف ہیں تو عقیدہ کی ترمیم ضروری ہے نہ کہ واقعات کا اخفاء یا اُن کا انکار۔

تو میں جواب دیتا کہ اے میرے رب اس کو مقرر کیا ہے جس کی بابت تیرے بندہ اور رسول کو میں نے یہ کہتے سنا تھا کہ قیامت کے دن معاذ بن جبل علماء کے گروہ میں ہوگا۔ یا اگر خالد بن ولید زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ مقرر کرتا اور جب میں خدا کے حضور میں حاضر ہوتا اور وہ مجھ سے دریافت کرتا محمد کی امت پر کس کو حاکم مقرر کیا ہے تو میں جواب دیتا کہ اے میرے خدا اس کو جس کی بابت میں نے تیرے بندہ اور رسول کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ خالد بن ولید خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جس کو خدا نے مشرکین پر کھینچ رکھا ہے ابن قتیبہ۔

جناب رسول خدا کی آنکھ بند ہوتے

ہی حضرت ابو بکرؓ کو بھی خیال آگیا

حضرت عمرؓ کو بھی خیال آگیا انصار کو بھی خیال آگیا۔ غرض کہ امت کے بچے بچے کو یقین ہو گیا کہ تقرر جانشین رسول و والی امور مسلمین ضروری ہے بغیر کسی اور کے جتانے کے یہ خیال آگیا۔ جناب رسول خدا نے اپنے مرض الموت میں اسی ضرورت کیطرف توجہ دلا کر اپنی وصیت لکھنی چاہی تو فرما دیا گیا کہ یہ تو مرض کے ہذیان کی وجہ سے آنحضرتؐ فرما رہے ہیں ہمارے لئے محض کتاب خدا ہی کافی ہے۔ جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو سب کو یک لخت خیال آگیا امت کے لئے تو ایک ہادی و حاکم کی ضرورت ہے پھر ان بزرگوں میں سے کسی نے نہ کہا کہ حسبنا کتاب اللہ اور نہ ہی اپنے اس قصیہ کے طے کرنے کے لئے کتاب خدا کی طرف رجوع کیا۔ اب تو حضرت عائشہ نے حضرت عمرؓ کو صلاح دی کہ محمدؐ کی امت کو بغیر نگہبان کے نہ چھوڑنا چاہئے ورنہ فتنہ و فساد پیدا ہو گا۔ اپنے شوہر بزرگوار سے یہ عرض کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ دو اور دو چار کی طرح نتیجہ نکلا کہ آنحضرت سے یہ کسی نے اس وجہ سے عرض نہ کیا کہ سب کو معلوم کہ آنحضرت علیؑ کو اپنا جانشین مقرر فرما چکے ہیں ابھی دو مہینے کے قریب ہی عرصہ گذرا کہ اس کا اعلان بھی کر دیا ہے۔

اب ان سے کیا پوچھیں اور ان کو کیا صلاح دیں۔ اب تو اس جماعت کا واحد مقصد یہ تھا کہ کسی تدبیر سے حضرت علیؑ کو حکومت نہ ملے۔ فقرہ حسبنا کتاب اللہ اپنے وقت پر کام کر چکا تھا۔ اب اس کی نہ ضرورت تھی اور نہ ہی اس سے اس مقصد میں کچھ نفع حاصل ہو سکتا تھا یا دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آنحضرتؐ پر بھروسہ نہیں تھا کہ صحیح انتخاب فرمائیں گے لہذا ان سے یہ عرض نہ کی۔ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ پر بھروسہ تھا لہذا ان سے امت کے لوگوں نے بھی اور حضرت عائشہ نے بھی عرض کی کہ آپ اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ یہ ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں کہ فیصلہ کریں کہ ان

دونوں میں سے کونسی صحیح و درست وجہ تھی ایک اور بات بھی ملاحظہ ہو۔ جو کل کے مسلمان تھے ان کو تو یہ ڈر اور خیال پیدا ہوا کہ مرنے کے بعد ہم سے خداوند تعالیٰ دریافت کرے گا کہ تم نے محمدؐ کی امت پر کس کو حکم اور والی مقرر کیا لیکن خود محمدؐ کو نہ یہ ڈر رہا اور نہ یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے یہ سوال خداوند تعالیٰ کے دربار میں کیا جائے گا کیا آپ اس کو مانتے ہیں اور اگر جناب رسولؐ خدا کا خیال ادھر نہ گیا تھا تو خداوند تعالیٰ کو بھی یاد نہ آیا اور اپنے نبی کے جانشین کا انتظام نہ کیا۔ معراج میں اپنے پاس بلایا۔ اتنا نزدیک کہ **فکان قاب قوسین او ادنی** راز و نیاز کی باتیں کیں۔ **فاوحی الی عبده ما اوحی**۔ اور یہی بتانا بھول گئے حالانکہ اپنے پہلے سب انبیاء کے لئے ان کو جانشین کا انتظام کرا لیا تھا۔ اب فرمایئے عدم استخلاف کا عقیدہ محال عقلی ہے یا نہیں۔ غور کیجئے کیا اس کے برخلاف یہ عقیدہ مطابق عقل و واقعات ہے یا نہیں جناب رسولؐ خدا کا تعلق خداوند تعالیٰ سے براہِ راست بذریعہ وحی تھا۔ اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے رسول مقرر کر کے بھیجا تھا۔

اس رسولؐ کی جتنی عمر ہوئی تھی وہ بھی اسے معلوم تھا۔ یہ بھی معلوم تھا کہ دس یا بیس سال کی تعلیم میں ان لوگوں کے دلوں میں ایمان ناممکن ہے اس رسولؐ کے بعد بھی ہدایت کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا اس نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ تمہارے بعد تمہارا جانشین علیؑ ہوگا اس کا اعلان کر دو۔ آنحضرتؐ نے بمقام غدیر خم اس حکم کی تعمیل نہایت عمدہ طریقہ پر کر دی اور بری الذمہ ہو گئے۔ امت کی اکثریت نے بوجوہات چند در چند جس کا ذکر اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ اس حکم سے سرتابی کی۔ قرآن حکیم کا تو یہ دعویٰ ہے کہ ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (پارہ نمبر۷ سورۃ انعام ع) لیکن قرآن شریف کو الہامی کتاب ماننے والے اس کو کتاب اللہ جاننے والے۔ اس کی جامعیت کے قائل حسبنا کتاب اللہ کہنے والے کہتے ہیں کہ نہیں اس میں جانشینی رسول کا تذکرہ کہیں نہیں ہے رطب و یابس اس میں ہے ہوا کرے۔ جانشینی اس قابل نہیں کہ اس میں جگہ پائے اگر تم یہ کہتے ہو تو پھر حسبنا کتاب اللہ کا دعویٰ کیسا۔ جانشینی رسول کا تو

وہ مسئلہ تھا جس نے شجر اسلام کی جڑ کو ہلا دیا۔

اس کی وجہ سے ایسے افتراق دین میں پڑا کہ قیامت تک یہ رخنہ اس میں قائم رہے گا اتنا کشت وخون ہوا کہ دنیائے اسلام کے ایک ایک گھر سے اب تک رونے کی صدا آتی ہے۔ مسلمانوں کے لئے اتنے عظیم الشان اور دُور رس نتائج اپنے میں مضمر رکھنے والا مسئلہ اور مسلمانوں کی اس الہامی کتاب میں اس پر کوئی حکم نہ صادر کیا گا ہو جس کتاب کا دعویٰ یہ ہے کہ ہر ایک رطب و یابس کا ذکر اس میں اور اس کتاب کی بیجا خاموشی کا ادعادہ فرقہ کرے جس کا مرشد اعظم جناب رسولؐ خدا کے بستر مرگ پر یہ کہے کہ حسبنا کتاب اللہ۔ یہی نہیں کہ صرف اس جماعت ہی کا یہ ادعا ہے کہ جانشینی رسولؐ کا تذکرہ کتاب اللہ و احادیثِ رسولؐ میں نہیں ہے بلکہ خود حسبنا کتاب اللہ کہنے والا کہہ گیا کہ جانشینی رسولؐ کا کرنہ تو قرآن میں ہے اور نہ اقوال رسولؐ میں۔ اسی ہی وجہ سے تو ہم نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر اس کا تصفیہ کیا عقلِ انسانی حیران ہے کہ کس کو زیادہ نظر استعجاب وحیرت سے دیکھے۔ آیا آنحضرتؐ کے اس مزعومہ فعل اور قرآن شریف کی اس مفروضہ خاموشی کو، یا مسلمانوں کی اس دیدہ دلیری کو کہ اپنے رسول اور اپنے خدا کے ذمہ یہ الزام لگاتے ہیں۔ چونکہ جماعت اہل حکومت نے سقیفہ بنی ساعدہ کے قائم کردہ حکام کی اطاعت کو اپنا مذہب بنالیا ہے۔

لہٰذا سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی کی جوازیت کو برقرار رکھنا اپنا ایمان سمجھتے ہیں یا تو جان بوجھ کر انجان بنتے ہیں یا جوش مذہب سقیفہ سے مغلوب ہو کر ان کی عقل اس الزام کو دیکھ ہی نہیں سکتی جو آنحضرتؐ پر اس بے توجہی وغفلت کی وجہ سے عائد ہوتا ہے۔ کفارِ مکہ کہا کرتے تھے کہ (معاذ اللہ) محمد (صلعم) تو فقط دنیا کی وجاہت اور اپنے عیش وآرام کے طالب ہیں کس کا دین کس کی وحی۔ کیسا جبرئیل۔ یہ تو ساری کہانی ہے سقیفہ کے مسلمانوں کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکرؓ نے محبتِ اسلام

کی وجہ سے جناب رسولؐ خدا کے جانشین مقرر کرنے کی طرف توجہ کی۔ اس ہی وجہ سے اپنا جانشین مقرر کیا۔ حضرت عمر اس ہی فکر میں، ہمیشہ غلطان و پیچاں رہے کہ کس کو امتِ محمدؐ کا والی و حاکم اپنے بعد مقرر کریں حضرت عائشہ کو بھی پہلا خیال یہ آیا کہ امت محمدؐ بغیر نگہبان و محافظ کے نہ چھوڑی جائے لیکن جناب رسولِ خدا نے اس طرف مطلق توجہ نہ کی۔ نہ تو خود اپنا جانشین مقرر کیا اور نہ امت کو بتایا کہ کس کو یا کس طرح یا کن اصول کو مدِ نظر رکھ کر اپنا ولی و حاکم مقرر کرنا۔ کفار و منافقین کی اس لزام کی تائید کرتا ہے۔

علاوہ اس کے اسلام کا متعدد فرقوں میں منقسم و متفرق ہو کر کمزور ہو جانے اور قرآن شریف کے صحیح معانی کا بہت سی تاویلوں میں دب کر مفقود ہو جانے کا الزام بھی اس بے توجہی کی وجہ سے آنحضرتؐ پر عائد ہوتا ہے جب رسولؐ خدا نے اپنا اصلی جانشین نہ منتخب کیا اور قرآن شریف کی صحیح تاویل جاننے اور علم کامل رکھنے والے شخص کا نشان اپنی امت کو نہ بتایا تو امت کا ہر شخص حق بجانب تھا کہ خلیفہء رسولؐ ہونے کا دعویٰ اور قرآن حکیم کے صحیح علم رکھنے کا ادعا کرے اور لوگ حق بجانب تھے کہ جس کو جی چاہے اپنا خلیفہ مانیں اور جس کو جی چاہے اپنا خلیفہ نہ مانیں۔ قرآن حکیم کی جو تاویل ان کے وقتی اور دنیاوی فوائد کی مدد و معاون ہو اس کو قبول کریں اور جو تاویل ان کے مقاصد کے خلاف ہو اس کو رد کریں۔ چنانچہ عدم استخلاف کے مغالطہ کے عام ہو جانے کی وجہ سے ایسا ہی ہوا اور اسلام صدہا فرقوں میں منقسم ہو گیا۔ یہاں تک کہ جن اصولوں پر ہر ایک شخص کو خلیفہء رسولؐ بننے کا مجاز سمجھا گیا۔ ان ہی اصولوں پر زیادہ ہمت و جرأت رکھنے والے انسانوں کے دل میں نبی بننے کا شوق پیدا ہونے لگا۔

عوام الناس عقیدۂ استخلاف کے خلاف عام طور سے دو اعتراض کیا کرتے

ہیں وہ یہ ہیں

(۱) یہ مان لینے سے کہ جناب رسولؐ خدا کی رحلت کے بعد امت کے اکثریت نے حضرت علیؑ کی حکومت سے اعراض کر کے عصیان خدا اور رسول کیا۔ جناب رسولؐ خدا کی تعلیم پر الزام لازم آتا ہے کیا آپ کی تعلیم کا اتنا ہی اثر تھا کہ ادھر آپ کی آنکھ بند ہوئی ادھر امت کی اکثریت نے رجعت قہقری کی؟

(۲) اگر خدا اور رسولؐ نے حضرت علیؑ کو خلیفہ منتخب فرما دیا تھا تو کیا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ ان سے بھی زیادہ طاقت و قدرت والے تھے کہ مشیت ایزدی کو چلنے نہ دیا اور خود خلیفہ بن گئے۔

یہ دونوں اعتراضات جہلاً کے ہیں۔ علماء کبھی ایسے اعتراض نہیں کریں گے چونکہ آج کل کے بڑے بڑے تعلیم یافتہ حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں لہٰذا ہم ان کا جواب دیتے ہیں۔

اعتراض اول: آنحضرتؐ کو اپنی نبوت کے تیئس سال میں سے صرف دس سال آزادی سے کام کرنے کے ملے تھے اور ابھی صرف دو سال ہی ہوئے تھے کہ مکہ فتح ہوا تھا۔ اس قلیل عرصہ میں عرب قوم کی فطرت کی تبدیلی ناممکن تھی اور نہ یہ آپ کا ارادہ تھا اور نہ ہی یہ مشیت الٰہی تھی علامہ مشرقی اپنی معرکۃ الآراء تصنیف یعنی تذکرہ میں قرآن کریم اور جناب رسولؐ خدا کی تعلیم نے جو عرب کی حالت میں تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں ان کا مختصر ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"یہ سب کچھ اسلام اور قرآن کا ناقابل انکار معجزہ تھا۔ مگر عرب کی جہالت اور طبیعت کو کون بدل سکتا تھا وہ عادتیں اور خاصتیں جو ان کی فطر

ت میں ہزار در ہزار برس پہلے سے چلی آتی تھیں کس طرح چشم زدن میں ان سے رخصت ہوا کر اپنا نقش پا نہ چھوڑتیں وہ ملی اوصاف جو قرآن اور صدیوں پہلے ان کی مٹی میں خمیر ہو چکے تھے۔ ان کے طبعی میلان کا رکو. کیسے بے اثر چھوڑ دیتے قرآن اور متحد الاعمال تعلیم کی فدایانہ تعمیل میں عرب اپنا ظاہری عبادات و رسومات کو بدل سکتے تھے اپنے آبائی روایات و اعتقادات کو بادی النظر میں چھوڑ سکتے تھے۔ اپنے داخلی مناقشات اور قبائلی تنازعات کو علیٰ رؤس الاشہاد محو کر سکتے تھے۔ بلاغت و فصاحت کو ذاتی ادعا کو بھی طوعاً و کرہاً خیر باد کہہ سکتے تھے مگر طبائع کے باطنی رجحانات اور اصلی طریق تخیل کو ہر گز نہ بدل سکتے تھے وہ دراصل اس مٹی میں رہنے والے وہم زدہ لوگ اور قریب اس ہی آب و ہوا میں پلے ہوئے فرقہ بند آدمی تھے جنہوں نے وادی سینا میں موسیٰ علیہ السلام کی شریعت بیضا کو ہاتھ میں لیکر اس کی غیبت میں اپنی پرانی عادت کے مطابق اللہ سے انکار اور بچھڑے کی پرستش شروع کر دی تھی۔

تذکرہ مقدمہ ص ۶۷۔۶۸

جن الفاظ کے نیچے ہم نے لکیر کھینچ دی ہے ان پر غور کرنے سے مزید وضاحت ہوتی ہے کہ جتنی بھی تبدیلیاں عرب میں ہوئیں وہ بھی صرف ظاہری تھیں۔ اصل و اندرونی و ذاتی تبدیلیاں نہ تھیں جو کچھ بھی انہوں نے چھوڑا تھا اکراہ و اجبار کے ساتھ چھوڑا تھا اپنی مرضی کے خلاف چھوڑا تھا حضرت موسیٰ کی تمثیل تشریح کرتی ہے کہ ذرا سا دباؤ ہٹنے کے بعد جو کچھ چھوڑا تھا وہ پھر عود کر آیا۔ جناب رسولؐ خدا کی تعلیم کا تو اتنا عظیم الشان اثر ہوا کہ یک لخت دس برس کے قلیل عرصہ میں تقریباً سارے عرب نے اپنے قدیمی خداؤں کو چھوڑ دیا

اور ایک خدا کو ماننے لگے اور اس تعلیم کا اثر تو آخر تک رہا۔ یہ تو زائل نہیں ہوا۔ مسلمان تو وہ رہے۔ اس بات کا ٹھیکہ جناب رسولؐ خدا نے نہیں لیا تھا کہ ان کو کبھی شیطان بہکا بھی نہ سکے دنیا کی زینت انہیں اپنی طرف کھینچ ہی نہ سکے وہ فرشتہ بن جائیں صدیوں کی آلائش صرف دس یا بیس سال اندر جاتی رہے ایسی ذمہ داری کسی پیغمبر نے نہیں لی اور نہ لے سکتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کی حضوری میں صدیوں رہنے کے باوجود ابلیس کی اپنی ابلیسی فطرت باقی ہی رہی قرآن شریف وجہ بتا رہا ہے **کان من الجن** جن کی نافرمان اور متکبر فطرت نے اسے سجدہ کرنے باز رکھا یہ لوگ خدا کو ایک تو مانتے رہے پھر بتوں کی پرستش تو شروع نہیں کر دی اور اگر یہ بھی کر دیتے تو آنحضرت کا کیا قصور تھا۔ محض چالیس راتوں کی غیر حاضرتی سے ساری امت موسوی بچھڑے کو پوجنے لگی اور موسیٰ کے خدا کو چھوڑ دیا۔ جب خطرہ محسوس ہوا تو حضرت عیسےٰ کے حواریوں تک نے ان کو چھوڑ دیا بہت سے ایسے اولوالعزم انبیاء ومرسلین ہوئے ہیں کہ ان کی مدتوں کی تعلیم کے باوجود صرف معدودے چند لوگ ایمان لائے اور آخر کار عذاب کی دعا فرمائی اور عذاب نازل ہوا۔ حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ یا ان انبیاء ومرسلین کے اوپر تو کوئی الزام عائد نہیں ہوتا۔ ان کی تعلیم کا تو کچھ نقص نہ تھا زمین شور تھی سنبل نہ پیدا کر سکی۔

اعتراض نمبر دوم:۔ خداوند تعالیٰ کی مشیت ہمیشہ اپنے بندوں کے ساتھ نیک رہی ہے۔ نیک رہتی ہے نیک رہے گی۔ جب حضرت آدمؑ وحواؑ کو پیدا کیا تو مشیت الٰہی یہی تھی کہ وہ دونوں باغان بہشت میں کوش وخرم رہیں خداوند تعالیٰ کی مشیت یہ ہرگز نہ تھی کہ شیطان ان کو ورغلا کر معصیت کا مرتکب کرے اور وہ دونوں مصیبت میں گرفتار ہوں۔ شیطان آیا اور ان کو دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ شیطان قدرت میں خداوند تعالیٰ سے زیادہ تھا۔ خداوند تعالیٰ انبیاء ومرسلین بھیجتا ہے تاکہ لوگ ہدایت پائیں لیکن باوجود اس کے بہت سے کافر رہتے ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ خدا پر غالب آ گئے خداوند تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ دنیا معصیت میں گرفتار رہے۔ لیکن وہ رہتی ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ گنہگار خداوند تعالیٰ سے بازی لے گئے۔ قضائے الٰہی صادر ہو چکی ہے کہ اس کی مخلوق اپنے افعال میں آزاد رہے گی تاکہ سزا وجزا

کا جائزہ ہونا قائم رہے۔ مشیت ایزدی میں چون و چرا کرنا ابلیس کی میراث ہے اور یہ اعتراض کہ حضرت علیؑ کی حکومت پر لوگ کیوں متفق نہ ہوئے اس ہی قسم سے ہے اگر یہ اعتراض جائز ہے تو پھر یہ اعتراض بھی جائز ہوگا کہ حضرت ذکریاؑ کو کیوں آرے سے چیرا جانے دیا۔ آرہ کشوں کے ہاتھ اسی وقت شل کیوں نہ ہوگئے کیوں حضرت عیسیٰؑ کو سولی کی نوبت آئی بجائے ان کو آسمان پر اٹھانے کے ان لوگوں ہی کو کیوں نہ مسلمان بنا دیا یا غارت نہ کر دیا۔ پیغمبروں کو کیوں ایذائیں پہنچائی گئیں۔ قصہ مختصر کیوں خداوند تعالیٰ نے پیغمبروں کے بھیجنے کا طولانی اور غیر یقینی طریقہ اختیار کیا کیوں نہ **کن فیکون** کی طرح سارے کافروں کو یک لخت مومن بنا دیا اور آگے بڑھو تو یہ سوال اٹھے گا کہ کیوں لوگوں کو کفر کرنے اکا ختیار دیا گیا۔ شروع سے کوئی کافر ہی نہ ہوتا۔ کیوں ابلیس کو موقع دیا گیا کہ آدم و حوا کو بہکائے امر واقعہ یہ ہے کہ قضائے ربانی جاری ہو چکی ہے کہ انسان کو **لا اکراہ فی الدین** کے اصول کے مطابق مذہب کے معاملہ میں بالکل اور اس کے دیگر افعال میں ایک حد تک صاحبِ اختیار رکھا جائے جب ہی تو سزا و جزا ہے ورنہ جبر ہی منظور ہوتے تو کفر ایک لمحہ کے لئے بھی دنیا میں نہ ٹھہرتا۔ تو خلافت علی ابن ابی طالبؑ کیوں ان سے جبراً منوائی جاتی۔ لوگوں نے اس غلط خیال و عقیدہ کو کیوں ایجاد کیا اور جاری رکھا؟ کچھ تو ہم بتا چکے ہیں اور کچھ آگے چل کر بتائیں گے۔

تقرر خلیفہ و جانشین رسولؐ صلی اللہ کی ضروت و اہمیت

ضرورت امام، سردار، ہادی، راہنما یا لیڈر اس وقت سے مسلم چلی آتی ہے کہ جب سے بنی نوع انسان نے اجتماعی معاشرت کی منزل میں قدم رکھا۔ دماغ انسان ان نے ابھی پوری طرح سے نشوونما بھی نہیں پایا تھا اور عقل انسانی ابھی اپنے ابتدائی مراحل ہی طے کر رہی تھے کہ اسے ایک ایسے سردار و ہادی کی ضروت محسوس ہوئی جو اسے حوادث روزگار میں صحیح راستے پر اس طرح چلائے کہ وہ

اپنی زندگی امن وامان وعزت وحفاظت کے ساتھ بسر کر سکے جوں جوں بنی نوع انسان ارتقائی مراحل طے کرتی گئی یہ ضرورت معاملات کی پیچیدگی کے ساتھ ساتھ زیادہ اہم ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ کسی جماعت کے لئے ناممکن ہوگیا کہ وہ بغیر سردار اور رہنما کے زندہ رہ سکے آپ سکے اندرونی قضایا اور غیروں سے بیرونی معاملات کے صحیح حل کے لئے سردار رہنما کا ہونا جماعتی زندگی اور انفرادی حفاظت کے لئے ناگزیر تھا۔ انسان تو انسان وہ حیوانات بھی جن کے لئے ایک جماعت بنا کر رہنا مشیت ایزدی نے مقرر کردیا ہے ایک ہادی وسردار کی ضرورت محسوس کرتے ہیں شہد کی مکھی ایک علیحدہ رہ کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ شہد کی مکھیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ جماعت بنا کر رہیں اس صورت میں ہی میں شہد اکٹھا کر سکتی ہیں اور جاڑے کے امام گزار سکتی ہیں۔ لہذا وہ بھی ایک سردار کی ماتحتی میں رہنما قبول کرتی ہیں اور وہ سرداران کا جماعتی زندگی کی رہنمائی کرتا ہے جو مکھی شہد جمع کرنے کی محنت نہیں اٹھانا چاہتی۔ اس کے لئے وہ سردار حکم دیتا ہے کہ اسے مار کر نکال دو اور ساری مکھیاں اس کی اطاعت کرتی ہیں۔ انگریزی میں اس سردار کو کوئن اور عربی میں یعسوب کہتے ہیں۔

یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جس نوع حیوانات کے لئے خدوند تعالی جماعت بنا کر رہنا ضروری قرار دیتا ہے اس کے لئے اصل سردار بھی خد ہی پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ یعسوب کی ترکیب وساخت ساری مکھیوں سے علیحدہ ہوتی ہے ان کی سرداری کے لئے خدوند تعالی ایک ممیز مکھی پیدا کرتا ہے وہ خود بیٹھ کر اپنی ہی جسی مکھیوں میں سے سردار مقرر نہیں کرتیں۔ بنی نوع انسان کی زندگی کے ابتدائی مراحل میں اس کی تعلیم کے لئے خدوند تعالی نے یہ ہی طریقہ مقرر کیا تھا کہ وہ جانوروں سے عقل سیکھے جانوروں مین instinct یا پیدائشی شعور پیدا کردیا۔ جو جانور اور انسان دونوں کے لئے موجب ہدایت ہوا ایسے بہت سے موقعے ہوئے ہیں جب جانوروں نے انسان کی رہنمائی کی ہے۔ زمانہء ماضی میں قابیل کا قصہ

اس تعلیم کی ایک مثال ہے جس کو کوّے نے مردے دفن کرنا سکھایا۔ اور زمانہ ءحال میں نمایاں مثالیں ہوائی جہازوں اور آبدوز کشتیوں کی ہیں جو علی الترتیب چیل کے طریقہ ءپرواز اور مچھلی کے طرز پیراکی پر مبنی ہیں ضرورت امام کا ایک ایسا مسئلہ ہے جو تمام بنی نوع انسان کا متفق علیہ ہے۔ اس پر زیادہ بحث و تمحیص وثبوت کی ضرورت نہیں قرآن حکیم میں بھی ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی کا ہونا صریح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ **انما انت منذر ولکل قوم ھاد** بہر صورت ہر ایک قوم کے لئے ایک ہادی وامام کی ضرورت مسلم ہے مسلمانوں کی جماعت کیلئے اس ضرورت کی اہمیت دبالا ہو گئی کیونکہ اس نظام کو جن اب رسولؐ خدا نے قائم کیا تھا۔ حاکم دین وشریعت اور والی امور مملکت ایک ہی شخص تھا۔

رسولؐ خدا کو اپنے خلیفہ و جانشین کے تقرر کی ضرورت و اھمیت کا احساس تھا یا نہیں؟؟؟

دوم میں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ وحضرت عائشہ بلکہ امت کے عوام الناس تک کو بغیر کسی استثناء کے جناب رسولؐ خدا کے خلیفہ و جانشین کے تقرر کی ضرورت واہمیت کا احساس بہت زیادہ تھا۔ جب صورت حال یہ ہے تو بار ثبوت اپنے دعوے کے ثابت کرنے کا اس پر ہوگا جو کہتا ہے کہ جناب رسولؐ خدا کو اپنے جانشین کے تقرر کی ضرورت واہمیت کا احساس نہ تھا اگرچہ عقیدہ عدم استخلاف اس ہی قیاس پر مبنی ہے کہ جناب رسولِ خدا کو اس ضرورت کا علم نہ تھا پھر بھی کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے جو علانیہ اور بالصراحت یہ کہے کہ آنحضرتؐ کے لائے ہوئے قرآن میں تو اس ضرورت کو صریح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے لیکن معاذ اللہ رسولِ خدا ایسے غبی تھے

کہ ان کو اس ضرورت کا علم نہ ہوا۔ چونکہ عقیدۂ عدم استخلاف کو صحیح ماننے سے ایسے ایسے نتیجے نکلتے ہیں صریحاً غلط ہیں لہٰذا ہم یہ قرار دینے میں حق بجانب ہیں کہ خود یہ عقیدہ ہی غلط ہے۔ جو قرآن شریف آپ کے ذریعہ سے امت تک پہنچا تھا وہ خود بتا رہا ہے کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہوا ہے لیکن ہدایت کے دروازے بند نہیں ہوئے ابھی اس امت میں ہادی ہوتے رہیں گے احکام قرآنی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نافذ کرنے کے لئے حاکم و والی کی ضرورت ہے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ہ (پارہ نمبر ۱۳ سورۃ الرعد۔ع ۱)۔

بات یہ ہے کہ آپ تو صرف آگاہ کرنے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہے۔

کیوں شیعت کے تمام اصول و فروع کا دارو مدار امامت پر ہے

حضرت صاحب:۔ امامت کا تعلق اصول اسلام سے ہے اور شیعہ اس پر پختہ عقیدہ رکھتے ہیں جو چیز اس گروہ کو باقی گرہوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ شیعہ امامت کے لئے نص کا عقیدہ رکھتے ہیں اور وہ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جس طرح سے نبوت کے عہدہ کا تقرر خدا کرتا ہے اس طرح سے امامت کے عہدہ کا تقرر بھی خدا کی جانب سے ہوتا ہے۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق امامت ایک منصب الٰہی و سماوی ہے اور جانشین رسولؐ کے تعین کے لئے وحی الٰہی کی ضرورت ہے۔ شیعہ علماء امامت کو اصول اعتقادی میں سے قرار دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اہل سنت والجماعت امامت و خلافت کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اجراء کے لئے امام کی ضرورت سمجھتے ہیں اور ان کے پیش نظر یہ امت کا کام ہے کہ اپنا نظام چلانے کے لئے امام کا انتخاب کرے جو اس کام کو انجام دے سکے۔ الغرض اسلام کے دونوں مکاتب فکر

اس امر پر متفق ہیں کہ رسول اکرمؐ کے بعد امام کا ہونا ضروری ہے اگر اختلاف ہے تو امام کے تعین کے طریقے کار پر ہے امام کے تعین کے لئے دو طرح کے نظریات پائے جاتے ہیں۔

ا۔ نص کا عقیدہ کہ امام کی تعین نص کی بنا پر ہوتی ہے۔

۲۔ انتخاب کا نظریہ کہ امام کا انتخاب امت کی صوابدید پر منحصر ہے۔

امامت سے مربوط سوالات کا جواب دینے سے قبل مذکورہ نظریات کا جائزہ لیتے ہیں اور دلائل سے موازنہ کرتے ہیں۔ کہ مذکورہ نظریات میں سے کون سا نظریہ مضبوط ہے۔ اگر صدرِ اسلام اور اس وقت کے حالات اور پیغمبرؐ اسلام کی وفات کے وقت کے حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام کے مصالح اور اتحاد المسلمین کے لئے ضروری تھا کہ رسولِؐ خدا اپنے جانشین کا خود ہی اعلان کر کے جائیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت اسلام کو تین خطرات کا سامنا تھا ور خطرات کی تکون دین اسلام کو چیلنج کر رہی تھی۔ ایک طرف سے رومی حکومت تھی اور دوسری طرف سے ایرانی شہنشاہیت تھی۔ (یہ دونوں بیرونی خطرنے تھے)۔ اندرونی خطرہ منافقین کی طرف سے تھا (جو اسلام کے وجود کو خاک میں ملانا چاہتے تھے)۔

رومی خطرہ وحیات پیغمبرؐ میں ہی پوری طرح سے سامنے آچکا تھا اور آنحضرتؐ زندگی کے آخری لمحات تک اس خطرہ سے آزاد نہیں ہو سکے تھے۔ اسی خطرہ سے نمٹنے کے لئے آپؐ نے زندگی کے آخری ایام میں ایک لشکر تشکیل دیا تھا۔ جس کا سربراہ اسامہ بن زید کو مقرر کیا تھا۔ یہ معرکہ آپ کی نظر میں اتنا اہم تھا کہ آپ نے لشکرِ اسامہ سے پیچھے رہ جانے والوں پر لعنت کی تھی (طبقات ابن سعد جلد۲ ص ۱۹۰۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد۲ ص ۳۱۷، سیرت حلبی جلد۳ ص ۲۰۷، تاریخ طبری ۲ ص ۲۹۵، تاریخ یعقوبی جلد۲ ص ۶۱) خطرہ کی تکون کا دوسرا ضلع اسلام کا بد طینت دشمن تھا۔ اور نفر

ت کی انتہا یہ تھی کہ خسرو پرویز نے آنحضرتؐ کے نامہ مبارک کو چاک کیا تھا اور اس نے اپنے دشمن کے گورنر کو خط لکھا کہ محمد مصطفیٰ کو گرفتار کرنے یا انہیں قتل کر کے ان کا سر اس کے پاس بھیج دے۔ خطرے کی تکون کا تیسرا ضلع منافقین پر مشتمل تھا۔ یہ مدینے کے اندر اور باہر رسولؐ اکرم کی مزاحمت کرتے تھے اور ان کا کام مسلمانوں میں بذدلی پھیلانا تھا۔ قرآن کریم نے مختلف مقامات پر ان کی منفی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا ہے اور حد یہ ہے کہ اللہ نے ان کی مذمت میں ان کے نام پر ان کے برے افکار اعمال کی وضاحت کے لئے قران کریم کا یک پورا سودہ نازل کیا تھا۔

اس وقت کے حالات کا جائزہ لینے کے بعد اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دشمنی کی مضبوط تکون قائم ہو چکی تھی اور دشمن ہر طرف سے گھات میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو کیا ان حالات میں پیغمبر اکرمؐ امت اسلامی اور آئین اسلام کو بغیر رہبر کے اپنے حال پر چھوڑ دیتے؟ آنحضرت ﷺ جانتے تھے کہ عربوں کی زندگی قبائلی زندگی ہے اور قبائلی افراد اپنے سردار کے حکم پر عمل کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور ان حالات میں رہبر کا مقرر نہ کرنا قبائلی عصبیتوں اور قبائلی جھگڑوں کو برانگیختہ کرنے کا سبب بن سکتا تھا اور دشمن اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الرئیس ابوعلی سینا کہتے ہیں۔ "نص رسولؐ کے تحت جانشین کا تقرر کرنا حقائق سے نزدیک تر ہے۔ کیونکہ جانشین کے تعین سے تمام اختلافات اور تنازعات ختم ہو سکتے ہیں"۔ (شفاء الھیات، مقالہ دہم، فصل پنجم ص ۵۶۴)۔

اگر امامت کا تعلق اصول سے ہے تو قرآن مجید میں اسے بیان کیوں نہیں کیا گیا

جواب:۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے بعد اسلامی معاشرہ کو ایک بلند قامت شخصیت کی ضرورت ہے یہ وہ حقیقت ہے جسے ہر انصاف پسند خود ہی محسوس کر سکتا ہے اور اتفاق یہ ہے کہ قرآن حکیم نے اس مسئلہ

کو سائل کے نظریہ کے برعکس ایک کلی صورت میں بیان کیا ہے۔

وہ آیات جن کا تعلق مسئلہ امامت سے ہے۔

۱۔ آیت ولایت :

ا۔ ارشاد خداوندی ہے:

۵۵۔ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ٥ (سورۂ المائدہ/۵۵)

(تمہارا ولی صرف خدا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہ جو ایمان لائے، نماز کو قائم کیا اور زکوۃ دیتے ہیں جب وہ رکوع میں ہوتے ہیں)

بہت سے مفسرین ومحدثین نے اس آیت مجیدہ کی شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک سائل مسجد میں آیا اور اس نے نمازیوں سے مدد کی درخواست کی لیکن کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔ حضرت علیؑ رکوع کی حالت میں تھے آپ نے سائل کو اپنی اس انگلی کی طرف اشارہ کیا جس مین آپ نے انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ سائل آگے بڑھا اور اس نے آپ کی انگلی سے انگشتری اتار لی اور مسجد سے چلا گیا۔ پیغمبر اکرمؐ نے یہ سنا تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی خدایا جس طرح تو نے موسیٰ کے لئے ان کے خاندان میں سے وزیر مقرر کیا تھا اسی طرح میرے خاندان میں سے میرا وزیر مقرر فرما۔ اس وقت فرشتہ وحی لے کر آیا اور "انما ولیکم و رسوله والذین ۔۔۔" کی آیت مجیدہ کو آپ تک پہنچایا۔ اس آیت مجیدہ کے اس شانِ نزول کو شیعہ علماء کے علاوہ اہل سنت کے چھیاسٹھ

(٦٦) محدثین متکلمین نے الفاظ کے معمولی سے اختلاف کے ساتھ اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ عظیم القدر محقق علامہ امینی نے اس کے تمام مصادر کو اپنی کتاب "الغدیر" میں نقل کیا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ آیت مسئلہ امامت کو کس طرح سے بیان کرتی ہے

اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ "ولی" استعمال ہوا ہے جس کا معنی ہے سرپرستی کرنے والا اور زمام امور سنبھالنے والا۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت میں باپ کو اپنی اولاد کا ولی اور حاکم کو اپنی رعایا کا ولی قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ اصول ہے **الا ب ولی الطفل والحا کمه ولی اقاصر** (باپ کمسن بچے کا ولی ہوتا ہے اور حاکم کمزور کا ولی ہوتی ہے) اسی لفظ سے "ولی المومنین" کا جملہ ماخوذ ہے۔ لہٰذا آیت "ولیکم اللہ" سے حاکم مراد ہے اور آیت مجیدہ کے قرائن اور اس کا شان نزول اس امر کی گواہی دیتے ہیں کہ "ولی" سے امامت و سرپرستی مراد ہے۔

اس آیت کے قرائن ملاحظہ فرمائیں

ا۔ آیت "ولیکم" میں اگر لفظ ولی سے ولایت دینی زعامت اور مقام سرپرستی مراد نہ ہوتا اور اس کی بجائے بقول اہل سنت "ناصر اور محبّ" مراد ہوتا تو پھر اس ولایت کو تین افراد میں مخصوص بھی نہ کیا جاتا کیونکہ تمام اہل ایمان ایک دوسرے کے محب و ناصر ہیں چنانچہ اس ولایت کو صرف تین شخصیات پر مختصر نہ کیا جاتا۔

٢۔ آیت کے ظاہری الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرے کے سرپرست صرف یہی تین افراد ہیں۔ لہٰذا حکومت رکھنے والے اور ہیں اور ان کا محکوم گروہ علیحدہ ہے۔ اگر ہم "ولی" کو رہبر امور مسلمین کے سرپرست کے معنی میں لیتے ہیں تو حاکم و محکوم گروہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور اگر ہم نے ولی

کے معنی دوست اور مددگار کے کریں تو پھر دونوں گروہ ایک ہی گروہ کے افراد قرار پاتے ہیں کیونکہ تمام افراد ایک دوسرے کے دوست محب اور مددگار یاور ہیں۔

۳۔ اگر لفظ "ولیکم" کی آیت مجیدہ کے لفظ "ولی" سے صرف دوستی نصرت مراد ہوتی تو پھر صرف لفظ "آمنو" ہی کافی تھا اور یہ کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ "وہ نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں"۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک ایماندار معاشرے میں رہائش پذیر مومن ایک دوسرے کے خیر خواہ اور مددگار ہوتے ہیں۔ چاہے وہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دیں یا نہ دیں اس آیت مجیدہ کا وہی مفہوم ہے جسے رسول خدا نے اپنی اور حدیث میں یوں بیان فرمایا۔

یا علی انت ولی کل مومن من بعدی

[اے علی ! تو میرے اور ہر مومن کا ولی (سر پرست) ہے۔] (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۱۱۱، مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۴۳۷)۔

اس حدیث میں موجود لفظ "بعدی" یہ ظاہر کرتا ہے کہ 'ولی' سے مقصود رہبری وحکومت اور دینی و دنیاوی امور میں مسلمانوں کی سرپرستی مراد ہے اس سے محبت اور دوستی مراد نہیں ہے کیونکہ حضرت علیؑ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں بھی اہل ایمان کے دوست اور مددگار تھے، اہل ایمان سے دوستی اور ان کی مدد کا جذبہ آنحضرتؐ اور حضرت علیؑ میں پیدا نہیں ہوا تھا۔

﴿۲۔ آیت "اولی الامر"﴾

حضرت علیؑ کی امامت وولایت کے لئے صرف آیت ولایت ہی نازل نہیں ہوئی آپ کی

امامت کی گواہی "اطاعت اولی الامر" کی آیت سے بھی ملتی ہے۔جیسا کہ ارشاد قدرت ہے۔

۵۹۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورۃ النساء/۵۹)

(اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور جو تم میں صاحبانِ امر ہوں)

اس آیت میں "اولی الامر" سے "فرمانروا" مراد ہیں۔اور یہ فرمانرواؤں کا وہ گروہ ہے جن کی اطاعت خدا اور رسول کی اطاعت کی مانند واجب ہے۔فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر میں کیا ہی خوب کہا ہے۔

اس آیت کی رو سے "اولی الامر" خدا اور رسول کے پہلو میں دکھائی دیتے ہیں۔آیت کی ترتیب بتاتی ہے کہ اس منصب کے اہل وہ ہیں جو گناہ اور خطا سے معصوم ہوں۔اولی الامر کے معصوم ہونے کا پہلا ثبوت تو یہ ہے کہ انہیں خدا اور رسول جیسی معصوم ذوات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لہٰذا انہیں بھی معصوم ہونا چاہیے۔علاوہ ازیں اللہ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم کسی قید اور شرط کے بغیر دیا ہے۔اس غیر مشروط اطاعت کے حکم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے معصوم فرمانروا مراد ہیں اگر اس سے غیر معصوم افراد مراد ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی اطاعت کے حدود کو مقرر کرتا لیکن اللہ نے ان کی اطاعت کو غیر مشروط طور پر فرض کیا ہے۔(مفاتیح الغیب المعروف تفسیر رازی جلد ۱۰/۱۴۴) چنانچہ قرآن حکیم کی یہ دو آیات (آیت ولایت اور آیت اولی الامر) مسئلہ امامت کو مکمل طور پر واضح کرتی ہیں۔جبکہ قرآن مجید میں کچھ آیات ایسی بھی ہیں جن کے ظاہری الفاظ سے اگرچہ مسئلہ امامت کی وضاحت نہیں ہوتی لیکن ان کی شان نزول سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے کہ ان کا تعلق مسئلہ امامت سے ہے مثلاً "اکمال دین" کی آیت۔

﴿۳۔آیت اکمال دین﴾

۳۔ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَ رَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا(سورہ المائدہ/۳)

(آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت تمام کی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے)۔

محدثین اور مفسرین کی ایک جماعت نے لکھا ہے کہ جب رسول خدا ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر غدیر خم میں حضرت علیؑ کی امامت وولایت کا علان کیا تھا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مجیدہ نازل فرمائی۔ (در منشور جلد۲ ص ۲۹۸۔ فتح القدیر جلد۳ ص ۵۷۔ ینابیع المودت ص ۱۲۰۔ تفسیر المنار جلد۶ ص ۴۶۳۔ مزید حوالہ جات کے لئے علامہ امینی کی کتاب الغدیر جلد اول ص ۴۴۷۔ ۴۵۸ کا مطالعہ فرمائیں جہاں علامہ نے سولہ منابع کا تذکرہ کیا ہے)۔ چنانچہ مذکورہ بالا تین آیات سے سوال کا جواب مل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مسئلہ امامت وولایت کو اچھی طرح سے بیان کیا ہے۔ قرآن مجید نے اس اہم مسئلہ سے ہرگز بے توجہی نہیں کی ہے۔

قرآن کریم میں آئمہ کے نام

سوال:۔ قرآن مجید میں بارہ آئمہ کے نام کیوں نہیں بیان کیئے گئے؟

جواب:۔ قرآن کریم کی روش یہ ہے کہ وہ صرف کلیات اور عمومی اصول کو بیان کرتا ہے پیغمبر اکرمؐ نے جزئیات ومصادیق کو بیان کیا تھا۔ آنحضرتؐ کا کام صرف تلاوت قرآن نہیں تھا آپ کو قرآن کے بیان اور توضیح کا بھی ذمہ دار قرار دیا گیا تھا جیسا کہ فرمان قدرت ہے۔

۲۴۔۵ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ہ(سورۂ نحل /۴۴)

(ہم نے آپ کی طرف قرآن کو نازل کیا ہے تا کہ آپ ان کے لئے ان احکام کو واضح کریں جو ان کی طرف نازل کیے گئے ہیں۔شاید یہ غور وفکر کریں)

اس آیت مجیدہ پر غور کیجئے۔اس آیت میں "**لتبیــــــن**" کہا گیا ہے اور اس کی بجائے "**لتقرأ**" یا "**لیتلوا**" نہیں کہا گیا۔یعنی نبی اکرمؐ کا کام احکام قرآن کو واضح کرنا ہے صرف آیات پڑھنا نہیں ہے آپ کا کام لوگوں تک صرف پیغام پہنچانا ہی نہیں تھا بلکہ احکام کی وضاحت بھی آپ کی ذمہ داری تھی۔لہذا قرآن کریم سے یہ توقع کرنا کہ اس میں مصادیق اور جزئیات کی تفصیل بھی ہو گی تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم ملک کے آئین سے یہ توقع رکھیں کہ اس میں تمام قوانین کی جزئیات بھی ہوں گی۔

ذیل میں ہم افراد کے چند نام قرآن حکیم سے نقل کرتے ہیں۔

«۱۔نام سے تعارف»

کبھی حالات و واقعات متقاضی ہوتے ہیں کہ فرد کا نام بیان کیا جائے جیسا کہ اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کے اس قول کو نقل کیا ہے۔

و مبشر برسولیاتی من بعدی اسمه احمد (سورۂ الصف/۲)

(میں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام "احمد" ہو گا)۔
اس آیت میں حضرت مسیحؑ نے آنحضرتؐ کے اسم مبارک کو بیان کیا۔

﴿۲۔ تعداد سے تعارف﴾

کبھی حالات وواقعات کا تقاضا ہوتا ہے کہ تعداد بیان کی جائے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَىْ عَشَرَ نَقِيْبًا (سورۂ المائدہ/۱۲)

(اور جب اللہ نے نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا اور ان میں بارہ نقیب مقرر کیے)

﴿۳۔ صفت سے تعارف﴾

بعض اوقات حالات وواقعات کا تقاضا ہوتا ہے کہ موردِ نظر شخص کے اوصاف بیان کیے جائیں جیسا کہ اُرات وانجیل میں آنحضرتؐ کے صفات کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

الذین یتبعون الرسول الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوارۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھاھم عن المنکر ویحل لھم الطیبات ویحرم۔

صاف بتا دیا کہ تم تو فقط ڈرانے والے ہو۔ ہادیان کا سلسلہ برابر جاری رہے گا

اولوالامر کی اطاعت کا حکم دے کر ظاہر کر دیا کہ اسلام میں صاحبانِ امر ہوں گے اور ان کی اطاعت تم پر واجب ہے آنحضرتؐ اچھی طرح جانتے تھے کہ میں نے معصیت الٰہی کے عذاب سے تو

ڈرا دیا ہے اور کفر و شرک کے برے عواقب سے ان کو آگاہ کر دیا ہے۔ صراط مستقیم اچھی طرح واضح کر دی ہے لیکن صراط مستقیم پر قائم رہنا اور اس پر چلنا اس کے معلوم کر لینے سے زیادہ مشکل ہوتا ہے صدیوں کی عادت چند سالوں میں نہیں جاتی۔ صحیح وحدانیت کا وجدان۔ صفات الٰہی کا عین یقین حق اللہ۔ حق العباد وغیرہ یہ ایسے مشکل راستے تھے کہ جن میں سے بغیر ہادی کے گزرنا ناممکن تھا ایسے ہادی کی ضرورت کا آپ کو اچھی طرح احساس تھا۔ جو ان پرانی عادت والے گنہگاروں کو اپنا صحیح نمونہ عمل دکھا کر صراط مستقیم پر قائم رکھے اور عرصہ تک چلائے تاکہ یہ نئی تعلیم طبیعت ثانیہ ہو کر مزاج انسانی میں مستقل ہو جائے۔ قرآن شریف کی تنزیل ابھی ابھی ختم ہوئی تھی ابھی اس کی صحیح تاویل کی تعلیم باقی تھی آپ جانتے تھے کہ تنزیل منوانے کے لئے تو مجھے کفار سے جنگ کرنی پڑی۔

میرے جانشین کو اس کی صحیح تاویل کے لئے جنگ کرنی ہوگی۔ تاویل میں ان سے جنگ کرنی ہوتی ہے۔ جو تنزیل کو تو ظاہراً مانتے ہیں لیکن اپنے خواہشات نفس کی اطاعت میں اس کی غلط تاویل کرتے ہیں اور وہ منافقین ہوتے ہیں جو ظاہراً رسالت کو مانتے ہیں۔ تبلیغ مکمل جب ہی ہوتی ہے کہ جب تنزیل پر ایمان ہو اور تاویل صحیح ہو۔ اسی ہی وجہ سے حکم ایزدی صادر ہوا کہ **یا ایھا النبی جا ھد الکفا ر و المنا فقین** ط کفار سے تو آپ جنگ کر چکے تھے ابھی منافقین سے جہاد کرنا باقی تھا اور یہ اہم کام جانشین کے سپرد ہونا تھا آپ جانتے تھے کہ اس تبلیغی کام کو میرا جانشین مکمل کریگا۔

علیھم الخبا ئث ویضع عنھم امر ھم والا غلا ل العی کا نت علیھم اور جو لوگ رسول نبی اُمی کا اتباع کرتے ہیں جسے وہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے اور ان کے لئے پاکیزہ اشیا ء کو حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام کرتا ہے اور ان سے وہ بار گراں اور ان زنجیروں کو ہٹاتا ہے جو

ان پر پڑی ہوئی تھیں۔ مذکورہ بالا آیات پر توجہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم سے بارہ آئمہ اوران کے آباء کے نام کی توقع رکھنا سرے سے ہی عبث ہے۔ کیونکہ کبھی مصلحت نام لینے میں ہوتی ہے اور کبھی صفات بیان کرنے میں ہوتی ہے اور کبھی تعداد بیان کرنے میں ہوتی ہے۔

اگر ہم خواہ مخواہ کی ضد پر اتر آئیں اور یہ کہنا شروع کر دیں کہ خدا نے تمام اختلافی مسائل کو قرآن میں بیان کیوں نہیں کیا، اگر وہ بیان کر دیتا تو تفرقہ پیدا نہ ہوتا۔ لیکن ایسا مطالبہ قرآن کی روش کے خلاف ہے اگر ایسا ہوتا تو خدا کو لاکھوں کلامی فقہی، تشریعی، اور عقیدتی مسائل بیان کرنے پڑتے۔ جب کہ خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اسی طرح سے خدا نے ان مسائل پر بھی بحث نہیں کی جن کی وجہ سے مسلمانوں میں کئی صدیوں تک جنگ کا بازار گرم رہا۔ جیسا کہ قرآن نے یہ بیان نہیں کیا کہ

۱۔ صفات خدا عین ذات ہیں یا زائد بر ذات ہیں؟

۲۔ "استواء علی العرش" واضح حقیقت کیا ہے؟

۳۔ کلام خدا حادث ہے یا قدیم؟

۴۔ جبر و اختیار میں صحیح موقف کون سا ہے؟

یہ اور ان جیسے مسائل کا قرآن کریم سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کریم میں ان مسائل کے متعلق اشارات و کنایات موجو ہیں لیکن ایسی واضح آیات موجود نہیں ہیں جن سے ان مسائل کے اختلافات کا قطعی اور حتمی فیصلہ ہو سکے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن نے لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی ہے اور لوگوں سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ آیات کے مفہوم پر توجہ کریں۔ اگر قرآن ہر ایک مسئلہ کو قطعی انداز میں بیان کر شروع کر دیتا کہ تمام لوگ راضی ہو جائیں تو یہ اس بنیاد کے خلاف ہوگا۔

نام لینے سے بھی اختلاف ختم نہیں ہوتا

سائل کا خیال یہ ہے کہ اگر قرآن کریم میں آئمہ ہدیٰ کا نام موجود ہوتا تو اختلاف کبھی نہ ہوتا۔ یقیناً ایسا سمجھنا سائل کی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ کیونکہ ہمیں ایسی مثال بھی ملتی ہے کہ نام کا اعلان ہوا تھا اس کے باوجود بھی اختلاف ختم نہیں ہوا تھا۔ بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے درخواست کی کہ آپ خدا کی طرف سے ہم پر ایک شخص کو حاکم مقرر کریں تاکہ ہم اس کی سربراہی میں جہاد فی سبیل اللہ کریں، اپنی مقبوضہ زمین کو واپس لے سکیں اور اپنے قیدیوں کو آزادی دلا سکیں۔

۲۴۶-ق اِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ (سورۃ البقرہ/ ۲۴۶)

(جب انہوں نے اپنے نبی سے کہا کہ ہمارے لئے بادشاہ مقرر کریں تاکہ ہم اس کی زیر قیادت اللہ کی راہ میں جنگ کریں)۔

چنانچہ اس وقت کے نبی نے اللہ کے حکم سے فرمانروا کے نام کا اعلان کیا اور کہا۔

۲۴۷-ق اَللّٰهُ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا (سورۃ البقرہ/۲۴۷)

(اللہ نے تمہارے لئے "طالوت" کو حکمران مقرر کیا ہے)

آئیے دیکھیں کہ نبی نے تو اللہ کی طرف سے ایک شخص کی حکمرانی کا اعلان کر دیا تھا کیا اس کے

بعد اختلاف ختم ہوگیا تھا؟ قرآن حکیم بیان کرتا ہے کہ اس کے باوجود بھی اختلاف ختم نہ ہوا۔ ان لوگوں نے الٹا طالوت پر اعتراض کیا اور یہ کہا۔

ۃ۲۴۷ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ﴿سورۃ البقرہ /۲۴۷﴾

(اسے ہم پر حکومت کیسے مل گئی جب کہ ہم حکومت کے لئے اس سے زیادہ اہل تھے اور وہ مال کے اعتبار سے بھی دولت مند ہے)۔

قرآن کریم کے بیان کردہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف دور کرنے کے لئے صرف نام بتا دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ اس کے لئے معاشرتی حالات کا آمادہ ہونا ضروری ہے۔

عین ممکن تھا کہ اگر بارہ آئمہ کے نام ولدیت سمیت بیان کر دیئے جاتے تو حکومت واقتدار کے خواہش مند طالع آزما قسم کے لوگ اس سلسلہ کو روکنے کے لئے اس خاندان کی نسل کشی شروع کر دیتے اور حالات وہی نہج اختیار کر لیتے جو فرعون نے پیدا کیے تھے اور حضرت موسیٰ کے لئے ہزاروں معصوم بچوں کو قتل کیا گیا تھا۔

صد ہزاراں طفل سر ببریدہ شد
تا کلیم اللہ موسیٰ زندہ شد

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مہدیؑ کے نسب اور خاندان کی طرف اشارہ کیا گیا تو اس سے کتنی زیادہ حساسیت وجود میں آگئی تھی۔ اور ایک عرصہ تک حضرت امام حسن عسکریؑ کے گھر پر پہرے بٹھائے گئے تا کہ ان کی صلب سے کوئی بیٹا پیدا نہ ہونے پائے اور اگر پیدا بھی ہو جائے تو اسے فوراً قتل کر دیا جائے

یہاں یہ یاددہانی ضروری ہے کہ قرآن کریم کو آئین کی حیثیت حاصل ہے۔قران سے جزئیات کو تلاش کرنا بے محل ہے۔نماز، روزاورزکوۃ اسلام کے اہم ترین واجبات میں شامل ہیں اور پورے قرآن میں ان کا حکم موجود ہے۔لیکن ان کی جزئیات کی تفصیل قرآن کریم میں موجود نہیں ہے۔ بلکہ تفصیل کے لئے سنت نبوی سے استفادہ کرنا ضروری ہے۔

امامت و نبوت میں کیا فرق ھے اسی طرح سے امام و نبی میں کیا فرق ھے

☆ کیا شیعت کا امتیازی نشان امامت ہے؟

☆ کیا عقیدہ امامت ختمِ نبوت کے منافی ہے؟

☆ آئمہ اہلبیت کے حیرت انگیز کمالات کی وجہ؟

☆ امامت نیابتِ نبوت ہے یا نبوت سے بالاتر ہے؟

☆ امامت میں الوہیت کی جھلکیوں کا سبب کیا ہے؟

لدھیناوی صاحب شیعہ حضرات محمد مصطفیٰ کو اپنا نبی مانتے ہیں اور علیؑ اوران کی اولاد کو اپنا امام مانتے ہیں؟

شیعہ جواب دیتے ہیں

امامت وخلافت اتصاف باوصاف۔تخلق باخلاق وتادب بآداب اورتوارث صفات کا نام ہے۔اور خلیفہ اپنے مستخلف کا آئینہ ہوتا ہے۔جس میں تمام اوصاف مستخلف کا عکس نظر آتا ہے۔ بشرطیکہ انسان چشم بصیرت رکھتا ہو۔تواب اس کے سمجھنے اور معلوم کرنے میں ذرا بھی دقت نہیں ہوسکتی۔ کہ پیغمبر ﷺ خاتم النبیین وافضل واکمل خلفاء رب العالمین کا خلیفہ و جانشین اس کا قائم مقام اوراس کی جگہ اس کا کارکن اور کارنبوی انجام دینے والا کون ہوسکتا ہے؟یعنی جانشین نبی بعد نبی وہی شخص ہوگا۔جو

جملہ کمالات پیغمبری کا عکس نظر آتا ہو۔اور جس کے چہرے میں جمالِ محمدیؐ دکھائی دیتا ہو۔اور جس کے چہرے پر نظر کرنا پیغمبرؐ کے چہرہ مبارک پر نظر کرنا اور عین عبادت خدا ہو۔وہ عقل وفہم وعلم وحلم۔قدرت و عزم وشجاعت وسخاوت وقناعت وحسب ونسب۔تحمل وتجمل وصبر واستقلال ورضا واطمینان۔لطف وکرم۔ رؤفیت ورحیمیت اور طہارت وعصمت میں مثل پیغمبرؐ ہو۔

اگر وہ صاحب آیات بینات ومعجزات باہرات ہو۔تو یہ صاحب اعجاز وکرامات۔اگر وہ علم احاطی رکھتا ہے۔تو اس کا بھی احاطی ہو نہ اخباری۔اگر اس کا علم موہبتی الٰہی ہے۔تو اس کا بھی وہبی ولدنی۔نہ تصوری ذہنی۔اگر وہ مدینہ علم ہے۔تو یہ بھی بابِ علوم۔اگر وہ نور کبریا ہے۔تو یہ بھی شمع ہدیٰ۔اگر وہ آفتاب ہدایت وارشاد ہے۔تو یہ بھی ماہتاب صداقت وسداد۔اگر وہ روح عالم ہے۔تو یہ خاتم الاوصیاء والا ولیاء۔اگر وہ اُم لارواح ہیت۔تو یہ ابقوالاجسام والاجساد (ابوتراب)۔اگر وہ خاتم الانبیاء ہے۔تو یہ خاتم الاوصیاء والاولیاء۔اگر وہ اُم الارواح ہے۔تو یہ ابوالاجسام والاجساد (ابوتراب)۔ اگر وہ مرکز انوار ہے۔تو یہ مصدر انوار۔اگر وہ صادق وامین ہے۔تو یہ لسان صدق فی الآخرین۔اگر وہ افضل المعصومین ہے۔تو یہ ابوالائمۃ المعصومین۔اگر وہ نمونہ بزرگ خداوند علیم ہے۔تو یہ نباء عظیم۔اگر وہ از جانب خدا معلم حکمت وکتاب کریم ہے۔تو یہ عند اللہ علی حکیم۔اگر وہ اشرف المقربین السابقین ہے۔تو یہ صالح المومنین۔اگر وہ حامی روز محشر ہے۔تو یہ ساقی حوض کوثر۔

اگر وہ صاحب مقام ہے۔تو یہ حامل لوائے حمد یوم المشہود۔نہیں رسولؐ اور خلیفہ رسولؐ ایک نور کے دو ٹکڑے۔ایک اصل کے دو تنے۔ایک صدف کے دو موتی۔ایک کان کے دو گوہر۔ایک آسمان ہدایت کے آفتاب وماہتاب۔نہیں نہیں دونوں ایک ایسا اتحاد ذاتی وصفاتی رکھتے ہوں۔کہ دوئی کا شبہ ہی جاتا رہے۔اور خلیفہ رسولؐ نفس رسولؐ ہو۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

صفات علویؑ و خلافت نبویؐ

بہرکیف اوصاف خلیفئہ نبی تمام اوصاف نبیؐ ہیں۔ چنانچہ مقام اظہار میں جو معیارِ خلافت اپنے لئے قرار دیا ہے۔ وہی اپنے جانشین کے لئے قرار دیا ہے۔**فقال صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔انا مدینۃ العلم وعلی بابھا**۔میں شہر علم ہوں۔اور علیؑ اُس کا دروازہ ہے۔ملاحظہ ہو صحیح ترمذی وغیرہ۔ **وانا دار الحکمۃ و علی بابھا ومن اراد الحکمۃ فلیا تھا من بابھا**۔میں خانہ حکمت ہوں۔اور علی اس کا دروازہ ہے۔اور جو شخص حکمت چاہتا ہے۔اُس کو چاہئے۔کہ بابِ حکمت سے خانہ حکمت میں داخل ہو۔کیونکہ خداوند عالم فرماتا ہے۔**واتوا البیوت من ابوابھا۔ (سورۃ البقرہ:۹۸)** گھروں میں ان کے دروازے سے داخل ہو۔اس سے مراد ہمارے گھروں کے دروازے نہیں ہیں۔اس لئے کہ اگر اس سے مراد ہمارے گھروں کے دروازے ہوں۔تو یہ حکم فضول ہوگا۔اس واسطے کہ کوئی احمق اسے احمق بھی ایسا نہیں ہے۔جو اپنے گھر میں پشت کی طرف سے یا دیوار کود کر داخل ہوتا ہو۔بلکہ مراد اس سے باب شہر علم اور باب بیت نبوت ورسالت ہے۔ پس جو چاہتا ہے علوم نبوتی سے مستفیض اور خانہ نبوت میں داخل ہونا۔وہ باب علوم کے پاس آئے۔ کیونکہ وہی قائم مقام نبی وآئینہ جمال نبوی ہے۔اور فیض نبی اس کے ہاتھ پر جاری۔حتیٰ کہ آخرت میں بھی۔اس لئے کہ مالک کوثر پیغمبرؐ ہے۔کما قال عزوجل۔**انا اعطینک الکوثر (سورۃ الکوثر:۱)** ہم نے تجھ کو کوثر عطا کیا ہے۔اور ساقی کوثر روزِ محشر اس کا خلیفہ وجانشین علی بن ابی طالبؑ ہے۔کیونکہ یہ خلافت بھی خلافت الٰہیہ ہے۔جیسا کہ پہلے ثابت کیا گیا۔صرف فرق یہ ہے۔کہ بعد نبیؐ خلیفہ نبیؐ صاحب شریعت جدیدہ نہیں ہوتا۔اسی شریعت نبوی کا مبلغ ہوتا ہے۔

مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند نور خدا ہیں

پس خدا نے جن صفات سے اپنے پیغمبرؐ کو متصف کیا ہے۔ انہی سے اپنے ولی اور خلیفہ اور وصیّ پیغمبر علیہ السلام کو موصوف کیا ہے۔ نبی نور کبریا ہے۔ **قد جائکم من الله نور (سورہ المائدہ ۱۵:)** علیؑ بھی خدا کا نور ہے۔ اور اسی نورِ محمدیؐ کا جزو ہے۔ اور اسی کے ساتھ کتم عدم سے ساتھ وجود میں آیا ہے۔ اور اتباع کیا ان لوگوں نے اس نور کا۔ جو اس کے ساتھ ساتھ اُتارا گیا۔ یہ ہیں۔

ملاحظہ ہو تفسیر ثعلبی آیہ مجیدہ۔ **وفی الارض قطع متجورات و جنت من اعناب وزرع ونخیل سنوان وغیر صنوان یسقی بما واحدونفضل بعضها علی بعض فی الاکل ان فی ذالک لایات لقوم یوقنون (سورئہ الرعد:۴)** صورت تنزیلی آیت کی ظاہر ہے صورت تاویل میں تفسیر مذکور میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا۔ **ان وعلی من شجرة واحدة والناس من اشجار شتی**۔ میں اور علیؑ ایک درخت سے ہیں۔ اور ایک جڑ کی دو شاخیں ہیں۔ اور لوگ مختلف درختوں اور مختلف اصلوں سے ہیں۔ اور اسی آیت مذکورہ کو تلاوت فرمایا۔ یہیں سے یہ حدیث مشہور و معروف مستنبط ہے۔ **انا وعلی من نور واحد** میں اور علی ایک نور سے اور ایک نور کے دو ٹکڑے ہیں۔ اور یہی مطلب حدیث مذکورۃ الصدر کا ہے۔ پس علی و نبیؐ ایک ہی نور سے ہیں۔ اور دونوں نور کبریا۔

رحیم ہیں

خدا نے اپنے نبی کو روف و رحیم فرمایا ہے۔ تو اپنے ولی اور وصی نبی کو بھی اسی صفت سے موصوف کیا ہے۔ **فقال محمد رسول الله والذین معه اشداء علی الکفار رحماء بینهم ترهم رکعا سجداً یبتغون فضلاً من الله و رضوانا سیماهم فی وجوههم من اثر السجود (سوره الفتح:۲۹)** محمد پیغمبرؐ خدا ہیں۔ اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں۔ اور اسی سے معیت رکھتے ہیں۔ ان کی صفت یہ ہے۔ کہ وہ کفار کے لئے سخت ہیں۔ اور آپس میں ایک دوسرے پر رحیم و مہربان نبی اہل اسلام کے لئے باعث رحمت۔ جب تم انہیں دیکھو گے۔ تو رکوع و سجود میں پاؤ گے۔ کہ وہ خدا کے تفضّل اور اُس کی خوشنودی کے خواستگار رہتے ہیں۔ اور کثرت سجود سے ان کی پیشانیوں میں نشان پڑے ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے۔ اگر یہاں معیت سے جزئیہ مراد لی جائے۔ تو اس میں ہر ایک مسلمان داخل ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک شخص کسی نہ کسی امر میں رسولؐ کے ساتھ معیت رکھتا ہے۔ اور یہ خلاف آیہ ہے اور خلاف واقع۔ کیونکہ تمام اہل اسلام میں صفاتِ مذکورہ ہرگز نہیں پائی جاتیں۔ پس ضرور معیت کلیہ مطلقہ ہے۔ یعنی وہ شخص جو پیغمبرؐ سے معیت تامہ رکھتا ہے۔ اور ازل سے ہر زمان و ہر مکان اور ہر نشاء۔ اور یہاں ہر حال سفر و حضر روز و شب میں اس کے ساتھ ساتھ ہے۔ اور اس کے نور کے ساتھ بھی معیت ہے۔ روح کے ساتھ بھی معیت ہے۔ طہارت میں معیت ہے۔ علم میں معیت ہے۔ اسلام و ایمان میں معیت ہے۔ ولایت میں معیت ہے۔ امامت میں معیت ہے۔ اطاعت میں معیت ہے۔ مودت میں معیت ہے وغیرہ۔ جملہ صفات میں نبیؐ کے ساتھ ساتھ بلکہ شریک صفات نبوتی ہے۔ اور ایسا شخص غیر از علی ابن ابی طالب اور کوئی نہیں۔ جو نور نبی اور نفس نبی ہے۔ اور صفات مذکورہ اسی پر صادق آتی ہیں۔ بشرطیکہ انسان چشم بصیرت سے غور کرے۔ ورنہ فضول و مہمل و لغو تاویلات کے لئے میدان وسیع ہے۔ لیکن

ھاتو ابرھانکم ان کنتم صادقین چاہیئے۔کہ علیؑ کی سی معیت رسولؐ کے ساتھ کسی دوسرے میں ثابت کرے۔وان الدعاوی الاتقبل الا بالبراھین والمیات۔

مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند داعی حق ہیں

خدا نے اپنے پیغمبر کو داعی الحق فرمایا ہے۔اس کے اوصیاء کو بھی داعی الی الحق قرار دیا ہے۔(سورہ آل عمران:۱۰۴) چاہئے کہ تم میں سے ہمیشہ ایک امت ایسی موجود رہے۔جو خیر مطلق کی طرف دعوت دے۔اور امر بالمعروف کرے اور نہی عن المنکر کرے۔اور یہ غیر از ذریت رسولؐ و اہل بیتؑ رسولؐ اور کوئی نہیں۔وہ ہی ذریت رسولؐ ہے۔جس کا ایک فرد ہمیشہ موجود ہے۔اگر وہ زمین سے اُٹھ جائے۔تو زمین مع اہل زمین تباہ ہوجائے اور دنیا نیست و نابود۔دعوت الی الحق موقوف ہے علم احاطی پر۔اور علم ہم علیؑ اور اولاد علیؑ کا ثابت کر چکے ہیں۔پس ہدایت و دعوت الی الحق وہی کرسکتے ہیں۔جو علم میں سب سے مقدم ہیں۔اور علم اپنے وجود کے ساتھ لیکر آتے ہیں۔اور قبل نزول ظاہری قرآن کے عالم ہیں۔اور باب علوم نبوتی ہیں۔کیونکہ اگر ایسا نہ ہو۔تو وہ خود محتاج ہدایت غیر ہوں گے۔اور جب محتاج ہدایت غیر ہوئے۔تو ہادی و داعی الی الحق نہیں ہوسکتے۔(سورہ یونس ۳۵) کیا وہ شخص سزاوار و مستحق اتباع ہے۔جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے۔یا وہ شخص جو اپنی ہدایت میں دوسرے کا محتاج ہے۔اور دوسرے شخص کی راہ نمائی کی ہدایت ہی نہیں پاسکتا۔تمہیں کیا ہوگیا ہے۔کہ ایسا خلاف فطرف وخلاف عقل حکم کرتے ہو،ہدایت و دعوت الی الحق موقوف ہے علم موہبتی لدنی پر۔اور یہ علم علیؑ و اولادؑ علیؑ میں ہے اور وہ داعی الی الحق ہیں۔

مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند ولی خدا ہیں

خدانے اپنے پیغمبرؐ کو ولی قرار دیا ہے۔ وصی نبی کو بھی ولی فرمایا ہے۔ ۵۵۔۵ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ہ(سورۃ المائدہ /۵۵) سوائے اس کے نہیں ہے۔ کہ تمہارا ولی خدا ہے۔ اور اس کا رسولؐ۔ اور وہ اہل ایمان جو نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ بالاتفاق مفسرین اس سے مراد علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور باتفاق اہل اسلام علیؑ ولی اللہ ہیں۔ جیسا کہ امام ابو اسحاق احمد بن محمد الثعلبی نے اپنی تفسیر میں اس کی شرح کی ہے۔ ملاحظہ ہو روایت ابن عباس وابو سعیدؓ غفاری وغیرہ۔ اور بعد اس کے وہ لوگ جو اس صفت زکوٰۃ فی الرکوع سے متصف ہیں۔ اور راکعین مطلق ہیں۔ (سورہ البقرہ:۴۳) یہ رکوع ایک معنیٰ خاص رکھتا ہے۔ اور یہاں محض افہام وتفہیم کے لئے مذکور ہوا ہے۔ ورنہ دراصل اور فی الحقیقت رکوع سے مراد رکوع ظاہری نماز نہیں ہے۔ (سورہ آل عمران:۴۳) اے مریمؑ اپنے پروردگار سے دعا کر اور سجدہ بجالا، اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ بلا سجدہ راکعین کے ساتھ رکوع کرنا بے معنی ہے۔ اور جب کافرین سے کہا جاتا ہے۔ کہ رکوع کرو۔ تو وہ رکوع نہیں کرتے۔ کیا اس رکوع سے نماز کا رکوع مراد ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

پس رکوع سے مراد ایک حالت خاص ہے۔ اور یہاں بطور تشبیہ ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ نماز کی تین حالتیں ہیں۔ ایک حالت قیام۔ ایک رکوع۔ ایک سجدہ۔ قیام حالت استقامت ہے۔ سجود فناء وکمال عجز و انکسار وتواضع اور رکوع حالت وسطیٰ۔ پس اسی طرح انسان تین حالتیں رکھتا ہے۔ ایک حالت استقامت ذاتیہ ہے۔ اور ایک حالت سجدہ ہے۔ کہ مقام فناء مطلق ہے۔ کہ اپنے وجود سے بالکل غافل ہوتا ہے۔ اور خدا

کی طرف بالکلیہ مائل۔ ایک حالت رکوع ہے۔ کہ نہ استقامت ذاتیہ ہے۔ اور نہ فناء مطلق بلکہ بین بین۔
پس راکعین ایک جماعت خاص ہیں۔ جو واسطہ ہیں درمیان خالق ومخلوق۔ اور امت وسط ہیں۔ خدا سے
لیتے ہیں۔ اور مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ فقال عزوجل۔ سورہ البقرہ: ۱۴۳) اسی طرح سے خدا نے تم کو امت وسط
قرار دیا ہے۔ کہ تم تمام لوگوں پر شہید رہو۔ اور رسول تم پر شہید ہو۔ اور یہی دو راکعین وساجدین ہیں۔ جن
کے لئے حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ کو حکم تھا۔ کہ خانہ کی ان کے لئے تطہیر کرو۔ (سورہ البقرہ ۱۲۵) اے ابراہیمؑ
واسماعیل میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور راکعین وساجدین کے واسطے پاک وپاکیزہ رکھو۔ یہ راکعین و
ساجدین ذریت ابراہیمؑ ونسل اسماعیلؑ ہے۔ جس کی نسبت خود حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا ہے۔ (سورہ
ابراہیم: ۱۳۷) اے میرے پروردگار میں نے اپنی بعض ذریت کو یہاں وادی بے زراعت میں تیرے خانہ
محترم کے پاس مقیم کیا ہے۔ تا کہ یہ دُنیا میں نماز کو قائم کریں۔ پس یہ راکعین امت وسط واسطہ فیضان الٰہی
ہیں۔ اور یہی ولی امور خداوندی اور بعد پیغمبرؐ اولی بالتصرف ومتصرف مطلق۔ یہ ہمیشہ تابع فرمان الٰہی اور اس
کے ہر ایک حکم کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہیں اور دوسرے تمام لوگوں کو حکم ہے۔ کہ ان کے ساتھ
ہو جائیں۔ ان کی اطاعت اور ان کے قدم بقدم چلیں۔ اور ان کی اقتداء کریں۔ (سورہ المرسلات: ۴۸)
جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ان کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور ان کی اقتداء کرو۔ وہ ایسا نہیں کرتے۔ اور یہی وہ
ولایت مطلقہ او اولیت ہے۔ جس کا اعلان جناب رسول مقبولؐ نے خم غدیر میں بایں الفاظ کیا تھا۔ ومن کنت مولا
فعلی مولا الخ (جس کا میں مولا وولی ہوں۔ علیؑ بھی اس کا مولیٰ ہے)۔ اور اسی واسطے آپ نے اول حاضرین
سے یہ اقرار لیا تھا۔ الست اولی بکم من انفسکم۔ کیا میں تمہارے نفسوں سے زیادہ تم پر متصرف نہیں ہوں؟ جو آیہ
مجیدہ (سورہ الاحزاب: ٦) کا مفہوم ہے۔ اور جب سب نے اقرار کر لیا۔ اور ''بلیٰ'' کہہ دیا۔ اُس وقت فرمایا۔
کہ پس علیؑ بھی ایسا ہی ہے۔ اور میرے بعد وہی ولی خدا اولی بالتصرف ہے۔ حکومت تحت ولایت مطلقہ ہے۔

صراط مستقیم ہیں

خدانے اپنے رسول کو صراط مستقیم پر قرار دیا ہے۔اور اپنے ولی کو بھی صراط مستقیم پر قرار دیا ہے۔ بلکہ نفس صراط مستقیم قرار دیا ہے۔(سورہ الحجر:۴۱) یہ علیؑ کا سیدھا راستہ ہے۔اور پیغمبرؐ کے لئے فرمایا: (سورہ یٰسین ۳۔۴) (سورہ الانعام:۱۵۳) یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔صرف اسی کا اتباع کرو۔اور مختلف راستوں پر نہ جاؤ۔ اگر ایسا کرو گے۔تو راہ خدا سے جدا ہو جاؤ گے۔ یہ صراط علیؑ و اولادِ علیؑ ہے۔ کہ قائم مقام و جانشین رسولؐ ہے۔صراط علیؑ صراط نبیؐ ہے۔اور صراط نبیؐ صراط اللہ۔ ملاحظہ ہوں روایات رشید احمد ابن زین الحبشی کہتے ہیں۔ کہ میں نے اپنے سردار شیخ و امام اور قطب حبیب عبداللہ الحداد سے سنا۔ کہ وہ فرماتے تھے۔ **ان طریقة السادة العلویة هی الصراط المشار الیه فی قوله تعالیٰ ان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه والا تتبعو السبل فتفرق بکم عن سبیلم** ۔یعنی طریقہ سادات علویہ (علیؑ و اولادِ علیؑ) ہے۔ وہ صراط مستقیم الٰہی ہے۔جس کی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔پس اسی کی اتباع کرو۔ اور دوسرے مختلف راستوں کو نہ چلو۔ اگر ایسا کرو گے۔تو راہ خدا سے دور ہو جاؤ گے۔ اور اسی طریقہ مستقیمہ کی کتاب اللہ میں تشریح ہے۔جس پر کبھی اور کسی طرف سے باطل کا دخل نہیں ہو سکتا۔ هذا صراط علیؑ مستقیم۔ اور یہی قول نبیؐ فعل نبیؐ اور تقریری سے ثابت ہے۔ اور یہی صالحین سلف اور تابعین کا عقیدہ رہا ہے۔ اور اسی کو امام ابو طالب مکی اور امام ابو القاسم قشیری نے نقل کیا ہے۔ اور جو ان کے قدم بقدم چلے ہیں۔ اور انہوں نے اس باب میں مفصل و مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ کہ صراف مستقیم طریق علیؑ و اولادِ علیؑ ہے۔ اور اسی کو امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی نے ثابت کیا ہے۔ یہ طریقہ مستقیمہ اولادِ علیؑ میں آباؤ اجداد سے چلا آیا ہے۔ چنانچہ اپنے باپ و نانا سے حسنینؑ نے پایا۔ اور ان سے علیؑ ابن الحسین زین العابدین کو وراثتاً پہنچا۔ اور اس صورت سے ثابت ہے۔ کہ ان کا طریق محض کتاب و سنت ہے۔ پس جو شخص طریق علوی کے مخالف ہو۔ اس کا طریق ان سبل متفرقہ میں سے ہے۔ جو سبیل اللہ و صراط الٰہی سے جدا ہیں۔ (رشفتہ الصادی) صراط علیؑ صراط نبیؐ ہے۔ اور صراط نبیؐ صراط اللہ۔ وان ربی علی صراط مستقیم۔

مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند مخلوقات پر گواہ ہیں

پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ شہید اولاً و بالذات خدا کی صفت ہے۔ اور ثانیاً و بالعرض بعد خدا ابن کا رسولؐ شہید علی الخلق ہے۔ اسی طرح سے اس کی اوصیاء و علیؑ و اولاد علیؑ شہید ہیں۔ فقال سبحانہ و تعالٰی۔ (سورہ البقرہ:۱۴۳) اسی طرح سے ہم نے وسط قرار دیا ہے۔ کہ تم تمام لوگوں پر شہید ہو۔ اور رسول تم پر شہید ہے۔ مفسرین کا یہ قول بالکل غلط و باطل بلکہ بدیہی البطلان ہے۔ کہ اس امت وسط سے مراد تمام اُمت محمدیؐ ہے۔ کیونکہ قرآن شاہد ہے۔ کہ خود اہل اسلام کے خود اپنے معاملات میں ان کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ بلکہ چاہئے۔ کہ ثبوت مدعا میں دو شاہد عادل پیش کریں۔ بلکہ بعض معاملات میں چار شاہدوں بلکہ شہیدوں کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ باب زنا میں۔ اور نبص قرآن فاسق کی خبر مقبول نہیں۔ جب تک کہ وہ شاہد و بینہ اپنے بیان پر پیش نہ کرے۔

پس کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ تمام صالحین و فاسقین امت کی شہادت غیروں کے حق میں مقبول ہوجائے۔ یہ شاہد بھی نہیں ہوسکتے۔ نہ کہ شہید جس کے معنی حاضر علی الشئے ہیں۔ (سورہ النساء:۴۳) کون ہے افراد امت میں سے جو مثل خدا احاطہ بر خلائق رکھتا ہو۔ مگر وہ شخص جو مظہر اوصاف الٰہی اور خلیفہ خدا ہو۔ اور ایسا شخص امت محمدیؐ میں مگر علیؑ اور اولاد علیؑ جو آئینہ اوصاف نبویؐ ہیں۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو یہ آیہ سورۃ الحج۔ (سورہ الحج:۷۸) اے ایمان والو رکوع اختیار کرو۔ اور فنافی اللہ ہو جاؤ۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ اور خیر مطلق کو بجالاؤ۔ اور اس کی راہ میں حق جہاد ادا کرو۔ اُس نے تمہیں کو اس واسطے اختیار و پسند کیا ہے۔ اور اس کے لئے چن لیا ہے۔ اور باوجود اس کے تم پر دین میں تنگی نہیں رکھی۔ یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی ملت ہے۔ اسی نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ پہلی کتب میں بھی اور اس میں بھی ذکر ہے۔ تا کہ تم پر پیغمبر شہید

رہے۔اورتم تمام لوگوں پرشہید ہو۔اور آیہ مجیدہ کی بارہ صفتیں یابارہ خصوصیتیں یابارہ حکم بتلارہے ہیں کہ اس سے خاص برگزیدگان خدا وہی نفوس مراد ہیں۔ جو تمام اوصاف نبیؐ میں شریک اور نفس رسولؐ ہیں۔اور مثل رسولؐ شہید علی الناس ہیں۔اور اولادِ ابراہیمؑ سے ہیں۔اور حضرت ابراہیمؑ نے اُن کو پہلے سے مسلمان قرار دیا ہے۔پہلی کتب میں بھی اور اس کتاب میں بھی۔

ہم صرف اسی کتاب کے حوالہ کا ذکر یہاں کرتے ہیں۔کیونکہ یہ آخری کتاب اور مصدق جمیع کتب سابقہ ہے۔ اور بتلاتے ہیں۔ کہ کہا ان کو حضرت ابراہیمؑ نے مسلمان فرمایا ہے۔ (سورہ البقرہ: ۱۲۷۔۱۲۸) اے ہمارے پروردگار ہم دونوں (ابراہیمؑ و اسماعیلؑ) کو اپنا خاص مطیع و منقاد بنا۔ اور ہماری ذریت میں سے ایک اُمت کو ایسا ہی مسلمان بنا۔اور اس کی تشخص کے لئے فرمایا۔(سورہ البقرہ: ۱۲۹) اور اے پروردگار ان میں ان ہی میں سے ایک کو رسول بنا۔ان آیات سے ثابت ہے۔کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت یعنی اولاد اسماعیلؑ میں ایک امت کے لئے اپنے سے اسلام کی خواہش کی ہے۔اور اسے ویسا ہی مسلمان قرار دیا ہے۔اور یہ امت مسلمہ ہمیشہ ذریت ابراہیمؑ میں موجود ہے۔اور یہ امت مسلمہ وہی ہے جس میں پیغمبرؐ مبعوث ہوا ہے۔اور وہ ان کا ایک فرد ہے۔اور ظاہر ہے کہ پیغمبرؐ بنی ہاشم سے ہے۔پس وہ امت بھی بنی ہاشم ہی سے ہے۔

اور ایسی اُمت مسلمہ جو وقت بعث مرسل مسلمان ہو۔اور پیغمبرؐ اُن میں سے مبعوث ہوا سوائے علیؑ ابن ابی طالبؑ اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ وہ پہلے سے مسلمان تھے۔اور وقت بعثت پیغمبرؐ کی تصدیق کی۔ولم یشرک باللہ طرفۃ عین ابدک۔ایک چشم زدن کے واسطے مشرک نہیں ہوئے۔پس وقت بعثت نبیؐ بھی وہ مشرک نہ تھے۔موحد و مسلم تھے اور رسولؐ پر ایمان لائے یعنی ان کی تصدیق کی۔جس طرح حضرت لوطؑ حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے تھے۔یعنی ان کی تصدیق کی تھی۔

(سورہ العنکبوت:۲۶) اور ابراہیمؑ پر لوطؑ ایمان لایا۔ اور اسی وجہ سے تمام اہل اسلام حضرت علیؑ کو کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں۔ کیونکہ کبھی شرک نہیں کیا۔ اور کسی بت کے آگے نہیں جھکے۔ اور یہی وہ مسلمین ہیں جن کا ذکر آیہ سورۂ قصص میں آچکا ہے۔ یعنی جو وقت تلاوت قرآن کہتے ہیں۔ کہ ہم تو پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ پس یہ قبل نزول قرآن اسلام لانے والے علیؑ اور اس کی صفت سے متصف اولاد علیؑ ہیں۔ لہذا شہید یہی امت مسلمہ ہے۔ جس کو حضرت ابراہیمؑ نے مسلمان قرار دیا ہے۔ پس علیؑ بھی مثل رسولؐ شہید علی الناس ہیں۔ بعد ازاں دیگر آئمہؑ جو ان کی صفات سے متصف اور وارث نبوت و خلافت و امامت ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ تمام الفاظ بصیغہ جمع استعمال ہوئے ہیں۔ یعنی باقی آئمہ اہلبیتؑ بھی مثل نبیؐ و علیؑ شہید علی الناس ہیں۔

مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند مخلوقات کے اعمال پر گواہ ہیں

خدا نے اپنے حبیب کو رویت اعمال میں شریک کیا ہے۔ کہ خدا اور اس کا رسولؐ لوگوں کے تمام اعمال کو دیکھتے ہیں۔ پس اسی طرح سے کچھ مومنین خاص کو اسی صفت سے موصوف کیا ہے۔ (سورہ التوبہ:۔ ۱۰۵) کہہ دو اپنے پیغمبر کو عمل کرو جو کچھ تمہارا دل چاہے۔ خدا تمہارے عمل کو دیکھتا ہے۔ اور اس کا رسولؐ و مومنین۔ اور عنقریب تم خداوند عالم الغیب والشہادت کی طرف جاؤ گے۔ پس وہ تم کو تمہارے اعمال سے آگاہ و متنبہ کرے گا۔ یہ رویت اعمال تفسیر شہید علی الناس ہے۔ اور شہید تین ہے۔ خدا۔ رسول خداؐ۔ اور وصی رسول خداؐ۔ پس اعمال کو دیکھنے والے اور ان پر احاطہ رکھنے والے اور ان پر حاضر و ناظر بھی تین ہی ہیں۔ خدا اور رسول خداؐ اور مومنین جو بعد رسولؐ شہید علی الناس ہیں۔ اس تفسیر سے یہ بھی واضح نہ ہو گیا۔ کہ شہید علی الناس تمام امت محمدیؐ ہرگز نہیں ہوسکتی۔

جو تمام اعمال ناس پر حاضر و ناظر ہو۔ عام مسلمان کسی ایک شخص کے اعمال ظاہر یہ و باطنیہ پر جو شب و روز میں اس سے سرزد ہوتے ہیں۔ احاطہ نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ تمام عالم کے لوگوں کے اعمال پر احاطہ رکھتے ہوں۔ پس اعمال عباد کو دیکھنے والے وہی نفوس قدسیہ ہیں۔ جو مظہر خدا اور آئینہ جمال رسولؐ خدا ہیں۔ اور اول ان کا علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ اسی کی تفسیر میں پیغمبرؐ نے فرمایا ہے۔ اے علیؑ جو میں دیکھتا ہوں۔ وہی تو دیکھتا ہے۔ اور جو کچھ میں سنتا ہوں۔ وہی تو سنتا ہے۔ اسی کان کی صفت میں کلام حمید مجید میں آیا ہے۔ (سورہ الحاقہ :۱۲) اور تمام آوازوں کو حفظ و ضبط رکھتا ہے۔ ایک کان جس کی صفت اذن واعیہ ہے یعنی اذن سامعہ نہیں۔ بلکہ واعیہ ہے۔ یعنی اس میں اتنی ظرفیت ہے۔ کہ تمام آوازوں کو بالتفصیل ضبط و حفظ رکھے۔ یہ کان جس کی ظرفیت ایسی ہے۔ علیؑ اب ابی طالبؑ ہی کا کان ہے۔ اس کی تائید اور تفسیر میں تفسیر کبیر ملاحظہ ہو۔

مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند اللہ سبحانہ کا سننے والا کان ہیں

اور امام ابو اسحاق الثعلبی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تو رسول خداؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ یہ تمہارا کان ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ اُس وقت میں کوئی چیز بھی نہیں بھولتا۔ اور نیز ثعلبی اور ابو الحسن علی ابن احمد الواحد نے اپنی مضمون کو بریرہ اسلمی سے روایت کیا ہے۔ کہ "تعیھا اذان واعیہ" حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ پس وہ یہ کان ہے۔ جو تمام آوازوں کی بالتفصیل ضبط رکھتا ہے۔ اور کیونکر ایسا نہ ہو۔ وہ اسی خداوند سمیع و بصیر کا مظہر ہے۔ جس پر آوازیں مشتبہ نہیں ہوتیں۔ اور جناب سر اللہ فی العالمین اپنے خطبے میں فرماتے ہیں۔ کہ معاشر الناس تم رسول اللہؐ سے میری قرابت قریبہ اور منزلت مخصوصہ کو جانتے ہو۔ میں بچہ تھا۔ تو رسولؐ نے مجھے اپنی گود میں بٹھایا۔ مجھے اپنے سینے سے لگاتے تھے۔ اور اپنے بستر پر سُلاتے تھے۔ اور میرا بدن ان سے مس کرتا تھا۔

اور میں اُن کی خوشبو سونگھتا تھا۔ وہ جنابؐ اپنے منہ میں کچھ چباتے تھے۔ اور پھر مجھے کھلاتے تھے۔ پس نہ تو میری بات میں کبھی جھوٹ پایا گیا۔ اور نہ میرے فعل و عمل میں کوئی خطا و غلطی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ساتھ دودھ بڑھائی کے زمانے سے ایک ملک اعظم ساتھ کیا ہوا تھا۔ جو آنحضرت کو مکارم اخلاق اور محاسن تعاب پر شب و روز چلاتا تھا۔ اور میں ہمیشہ حضرتؐ کے ساتھ ساتھ اس طرح رہتا تھا۔ جس طرح اُونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے نشان قدم پر چلتا ہے۔ اور ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ہر روز وہ جناب میرے لئے ایک علم اخلاق بلند کرتے تھے۔ اور مجھے اقتداء کا حکم دیتے تھے۔ اور وہ جناب ہر سال میرے ساتھ کوہ حراء پر جاتے تھے۔ اور میرے اور خدیجہؑ کے سوا ان کو اور کوئی نہ دیکھتا تھا۔ اور ایک گھر میں جناب رسول خداؐ اور خدیجہؑ کبھی نہیں ہوئے مگر یہ کہ میں تیسرا ہوتا تھا۔ میں نور وحی و رسالت دیکھتا تھا۔ اور بوئے نبوت سونگھتا تھا۔ اور جس وقت آنحضرتؐ پر اول وحی اجرائی نازل ہوئی۔ تو میں نے شیطان کے رونے کی آواز سنی۔ اور میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ یہ کیسا نالہ ہے۔ فرمایا۔ یہ شیطان کے رونے کی آواز ہے۔ اور وہ اپنی عبادت سے مایوس ہو گیا۔ بیشک تو سنتا ہے جو میں سنتا ہوں۔ اور دیکھتا ہے جیسا کہ میں دیکھتا ہوں۔ مگر تو نبی نہیں ہے۔ اور بتحقیق کہ تو وزیر ہے۔ اور تو بیشک خبر پر ہے۔ اور فرماتا ہیں۔ میں سنتا تھا آواز کو۔ اور دیکھتا تھا روشنی کو تبلیغ و انذار سے سات سال قبل۔ اور صادق آل محمدؑ بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علیؑ جناب رسول خداؐ کے ساتھ قبل اظہار رسالت تو دیکھتے تھے۔ اور آواز سنتے تھے۔ اور رسول مقبولؐ نے آپ سے فرمایا۔ اگر میں خاتم الانبیاءؐ نہ ہوتا۔ تو اے علیؑ تم میرے شریک نبوت ہوتے (جیسے ہارونؑ تھے)۔ پس اگر تم نبی نہیں ہو۔ تو وصی نبیؐ ہو۔ اور وارث نبی ہو۔ بلکہ تم سید اوصیاء و امام اتقیاء ہو (کمافی المناقب)۔ پس یہی ہے اذن اللہ الواعیہ۔ اور یہی ہے عین اللہ ید اللہ و وجہ اللہ و جنب اللہ۔

الحاصل علیؑ جملہ اوصاف واخلاق وآداب وعلوم وفنون وجمیع کمالات میں شریک رسولؐ ہیں اور ان کی تمام صفات کا نمونہ اور ان کے جمال کا آئینہ۔ اسی وسطے فرماتے ہیں۔ تمام اوصاف واخلاق وفضائل و کمالات جن کا ملائکہ نے نبیؐ کے لئے اقرار کیا ہے۔ انہی کا میرے لئے اقرار کیا ہے۔ اور انہی صفات سے مجھے متصف کیا ہے۔ مگر اسم نبوت کہ وہ مخصوص ہے آنحضرتؐ سے اور اُن پر ختم۔ غرض سوائے منصوصفات موسوی میں شریک حضرت موسیٰؑ تھے۔ اور اسی واسطے حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اے علیؑ تو مجھ سے وہ نسبت رکھتا ہے۔ اور اسی درجے میں ہے۔ جس میں ہارونؑ تھے۔ یعنی اسی طرح سے میری صفات سے متصف میر اوزیر میرا خلیفہ اور میرے امر میں شریک ہے۔ مگر یہ کہ نبوت مجھ پر ختم ہوگئی ہے۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اگر میرے بعد نبی ہوتا۔ تو تُو بھی مثل ہارونؑ نبی کہلاتا۔ تجھ میں موجود ہے۔ چنانچہ جملہ ثقات آئمہ حدیث مسلم وبخاری وترمذی وغیرہ نے اپنی اسانید سے اپنی اپنی صحاح میں سعد بن وقاص وغیرہ سے نقل کیا۔ کہ جنگ تبوک کے موقع پر آنحضرتؐ علیؑ کو اپنے اہل پر خلیفہ بنا کر چھوڑ گئے۔ اس وقت حضرتؑ نے عرض کیا۔ آپ مجھے عورتوں بچوں میں چھوڑتے جاتے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا۔ یعنی تم مثل ہارون میرے خلیفہ وقائم مقام ہو۔ اسی وجہ سے کہ وہ جناب تمام فضائل وکمالات اور روحانیت ونورانیت میں مثل نبیؐ ہے۔ خدا نے اس کو نفس رسول قرار دیا ہے۔ الخ (سورہ آل عمران: ٦١) کہہ دو اے پیغمبر کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو۔ اور ہم اپنی نساء کو بلائیں اور تم اپنی نساء کو۔ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو۔ اور پھر ایک دوسرے کو بددعا کریں۔ اور باتفاق مفسرین انفسنا سے مراد جناب امیرؑ ہیں۔ لیکن انفس بصیغہ جمع آنا اور پھر ضمیر جمع متکلم مع الغیر کی طرف مضاف ہونا ثابت کررہا ہے۔ کہ یہ سب نفوس قدسیہ ایک دوسرے کا نفس اور نفس واحدہ ہیں۔ اور حسنینؑ اور فاطمہؑ بھی اسی طرح نفس رسولؐ ہیں جس طرح علیؑ۔ اور اسی وجہ سے یہ تینوں بزرگوار بھی مثل پیغمبر آیہ تطہیر میں شامل اور حرمت صدقہ میں شریک اور اسی طرح وہ نفوس جو ان کی صفات سے متصف اور آئینہ جمال محمدیؐ ہیں۔ اور جن کی شان میں خود پیغمبرؐ نے فرمایا ہے۔ اے علیؑ تو میرا بھائی میرا وصی میرا وارث ہے۔ تیرا گوشت میرے گوشت سے ہے۔ اور تیرا خون میرے خون سے ہے۔ اور

تجھ سے صلح مجھ سے صلح ہے۔ اور تجھ سے جنگ مجھ سے جنگ ہے۔ اور ایمان تیرے گوشت پوست میں مخلوط ہے۔ جس طرح میرے گوشت پوست میں مخلوط ہے۔ اور تو ہی کل حوض کوثر پر ہی میرا قائم مقام ہوگا۔ تو میرے قرض کو ادا کرے گا۔ اور میرے وعدے پورے کرے گا۔ ملاحظہ ہو کتاب المناقب و ینابیع۔

مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند مظہر کامل خداوند جلیل ہیں

محمد بن الحکیم الترمزی رسالہ فتح المبین کی شرح ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ علم کے دس حصے ہیں۔ علیؑ کے لئے نو حصے ہیں اور باقی تمام لوگوں کے لئے باقی دسواں حصہ۔ اور وہ جناب اس دسویں حصے میں بھی اور سب سے زیادہ عالم ہیں۔ اور فرمایا۔ کہ حضرتؑ ایک شب مجھ سے باء **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کی شرح بیان کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔ اور حضرتؑ شرح سے فارغ نہ ہوئے۔ اس وقت میرا علم اس بحر زخار کے مقابلہ میں مثل فوارے کے معلوم ہوتا تھا۔ اور اس وقت جنابؑ نے فرمایا۔ اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے۔ اور میں اس پر بیٹھوں۔ تو اہل توریت کے لئے توریت سے فیصلہ کروں۔ اور اہل انجیل میں انجیل سے۔ اور اہل قرآن میں قرآن سے۔ اسی واسطے صحاب رضی اللہ عنہم احکام کتاب میں انہی کی طرف سے رجوع کرتے تھے۔ اور انہی سے فتاویٰ لیتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے چند مرتبہ فرمایا۔ اگر علیؑ نہ ہوتے۔ تو عمر ہلاک ہو جاتا۔ اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ عالم ترین امت علی بن ابی طالبؑ ہے۔ انتہی۔ اور صاحب شرح الکبریت الاحمر فرماتے ہیں۔ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اگر میرے لئے مسند بچھائی جائے۔ تو میں اہل توریت میں توریت سے حکم کروں۔ اہل انجیل میں انجیل سے اور اہل فرقان میں ان کے فرقان سے۔ الحدیث۔ پس اس جناب کا علوم خاتم الرسل اور علوم شرائع جمیع انبیاء

سابقین کی جامعیت کو دیکھنا چاہیئے۔ اوران تمام علوم کی جامعیت اور احاطہ ان کو ان کی کتب کے مطالعہ سے حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ وراثت روحانی اور علم لدنیا ور الہامات الٰہیہ کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔ اور یہ انسان کامل کا مرتبہ ہے۔ اور صوفیہ اس کو آخر درجہ تنزلات خمسہ قرار دیتے ہیں۔ اور انسان کامل جامع ہوتا ہے جمیع مظاہر الٰہیہ کو۔ اور وہ ہمارے نبیؐ اور ان کا وارث علیؑ ہے۔ انتہی۔ پس جناب رسول خداؐ جامع جمیع مظاہر الٰہیہ مظہر کامل خداوند عالم ہیں اور علیؑ جامع جمیع اوصاف محمدیؐ اور انسان کامل اور مظہر مطلق خداوند جلیل۔ پس بعد رسولؐ وہ قائم مقام رسولؐ ہیں۔

مولاعلیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند واجب الاطاعت ہیں

اسی اتحاد ذاتی وصفاتی وتوارث صفات واتصاف باوصاف وتخلق باخلاق نبویؐ کی وجہ سے اطاعت علیؑ مثل اطاعت پیغمبرؐ فرض وواجب کی گئی ہے۔ (سورہ النساء:۵۹) یعنی اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو اُس کے رسول کی اور اُن کی جو بعد رسولؐ ولی امو نبوی ومتصرف ومدبر امور الٰہی ہیں۔ جب تک کہ کوئی شخص وارث صفات نبوی ونمونہ کمالات خاتمؐ وآئینہ اوصاف محمدیؐ نہ ہو۔ اطاعت اس کی مثل اطاعت پیغمبرؐ ہرگز واجب نہیں ہوسکتی۔ پس یہ ولی امر بعد رسولؐ وہ ہیں۔ جو شریک صفات محمدیؐ ونفس رسولؐ ہیں۔ اور اس کی اطاعت بعینہ رسول کی اطاعت ہے۔ اور شناخت اولی الامر یہ ہے۔ (سورہ القدر:۴) ملائکہ اور روح شب قدر میں ان کے پاس ہر ایک اور امر الٰہی لے کر نازل ہوتے ہیں۔

اور وہ لوگ جن پر تمام امور الٰہی کی وحی ہوتی ہے۔ غیر نبی اور امام اور کوئی نہیں ہوسکتا ہے۔ کیونکہ وحی شرط نبوت وامامت ہے۔ (سورہ الانبیاء:۷۳) اور ہم نے اُن کو امام بنایا ہے۔ کہ وہ ہمارے امر سے

ہدایت کرتے ہیں۔اور ہمارا امر ان پر نازل ہوتا ہے۔اور ہم نے اُن کو ہر فعل خیر اور قامہ صلوۃ و اداء زکوۃ کی وحی کی ہے۔ بلا ہماری وحی کچھ نہیں کرتے۔اور وہ ہمارے ہی عبادت گزار ہیں۔پس صاحبان امر وہ الیان امور مدبر امور سوائے آئمہ معصومین اہلبیتؑ جو وارث صفات نبوی ہیں اور کوئی نہیں ہے۔ دھوالمطلوب۔اور تصرف امری کے سمجھنے کے لئے ملاحظہ ہو آیہ ذیل۔(سورہ الاحزاب:٦)(نبی مومنین کی جانون کا خود اُن سے زیادہ مالک اور ان پر متصرف ہے)۔حتی کہ امر پیغمبر ہر حال میں واجب الاتباع ہے۔خواہ عبادت خدا اور نماز ہی میں کیوں نہ ہو۔جیسا کہ ثابت کیا جاچکا ہے۔

یہ حکم بعد پیغمبرؐ اُولی الامر کے واسطے ہے۔اور اُولی الامر مثل پیغمبرؐ مومنین کی جانوں کا مالک ہے۔اور امر اس کا مثل امر پیغمبریؐ ہر حال میں واجب الاتباع ہے۔نماز کو ترک کرے اور حکم نبیؐ و اُولی الامر بجالائے۔یہی معنی اُولی الامر کے سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔بعد پیغمبرؐ اولی الامرؑ نفس رسولؐ ہے۔کہ حکم اس کا مثل حکم پیغمبرؐ ہے۔نہ کہ حاکم و بادشادہ۔یہ ہرگز اُولی الامر نہیں ہوسکتے۔فتدبر فیہ۔تفصیل کشف الاسرار میں ملاحظہ ہو۔

مولا علیؑ اور اُن کے گیارہ معصوم فرزند افضل المرسلین السابقین و خلیفہ رب العالمین ہیں

بنص آیات کریمہ مثل آیہ شہادت و آیہ نذارت مطلقہ۔(سورہ الفرقان:۱) آیہ میثاق نبین ثابت و محقق ہے۔کہ پیغمبر خاتم النبین تمام انبیاءؑ سابقین سے افضل ہیں۔بلکہ تمام ملائکہ و ارواح و عقول قادسہ جملہ ماسوی اللہ تحت نبوت مطلقہ خاتم النبین داخل اور آپ کی امت میں شامل اور آنحضرتؐ تمام اُن فضائل و کمالات کے جامع ہیں۔جو جملہ انبیاءؑ فرداً فرداً رکھتے تھے۔اور علیؑ چونکہ نفس رسولؐ اور تمام

صفات میں مثل رسولؐ و آئینہ کمالات رسولؐ ہیں۔ اس لئے وہ بھی تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں۔ لہذا آنحضرتؐ نے ایک دن جبکہ حضرت علیؑ باہر سے تشریف لائے فرمایا۔ مرحبا اے سید المرسلین و امام المتقین۔ جیسا کہ حافظ ابونعیم نے حلیہ میں روایت کیا ہے۔ اور امام بیہقی نے فضائل صحابہ میں آنحضرتؐ سے باسناد خود روایت کی ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ یعنی جو چاہئے کہ علم آدمؑ۔ تقوائے نوحؑ۔ حلم ابراہیمؑ۔ ہیبت موسیٰؑ اور عبادت عیسیٰؑ کو دیکھے۔ تو علیؑ ابی طالبؑ کو دیکھے۔ کہ جامع جمیع صفات انبیاءؑ ہے۔ پس وہ علم معیار خلافت جو حضرت آدمؑ رکھتے تھے۔ حضرت علیؑ بھی رکھتے ہیں۔ اور جو علم وہ تقویٰ و ہیبت و عبادت دوسرے انبیاء میں تھی۔

ان میں بھی مع شے زائد۔ کہ جو صفات خاتمی ہیں۔ اور اُنہی صفات پر حضرت علیؑ کو خلق کیا۔ پس جس طرح سے خدا نے آدمؑ دداوؑد وغیرہما کو اپنا خلیفہ و جانشین مقام اور اپنی صفات کاملہ کا مظہر کامل اور صفات صفاتیہ کا نمونہ بنایا ہے۔ اسی طرح سے علیؑ کو اپنی صفات کمالیہ کا نمونہ و خلیفہ و جانشین بنایا ہے۔ (سورہ الزخرف:۲۸)۔ ہم خدا کی زمین میں اس کے جانشین و قائم مقام ہیں۔ اور حضرتؑ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ میں امیر المومنین۔ سرادر متقین۔ آیہ سابقینؑ۔ لسان ناطقین و خاتم وصیین ووارث نبیین اور خلیفہ رب العالمین ہوں۔ یہ خلفاء اللہ مثل افضل خلفاء رب العالمین حضرت خاتم النبیین وجہ اللہ۔ ید اللہ ولسان اللہ وجنب اللہ وباب اللہ وکلمتہ اللہ وعین اللہ واذن اللہ ہیں۔ اس خلافت راشدہ الٰہیہ کو اجماع وشوریٰ عوام الناس وغلبتہ السلطنت سے کوئی تعلق نہیں۔ خلیفہ خدا ہمیشہ خلیفہ خدا ہے۔ خواہ اس کو غلبہ ظاہری حاصل ہو یا نہ ہو۔ اور خواہ اُس کو کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے۔ کوئی اس کو پہچانے یا نہ پہچانے۔ البتہ فصول اربعہ۔ تقدم علم۔ قدرت اور حکم اس کے لئے ہمیشہ ثابت ہے۔ اور اوصاف الٰہیہ ہمیشہ اس سے منعکس ہیں اور خلافت نہیں ہے مگر توارث صفات۔

حضرت شیخینؓ خلفائے ثلاثہ کا احساسِ جرم

ثقیفہ بنی ساعدہ کی گلیوں میں بیعت کے اس طرح ناگہانی اور اچانک اور بے سوچے سمجھے واقع ہو جانے کا آخر میں ان حضرات کو بھی افسوس ہوا۔ اور انجام سوچ کر اس پر شرمندہ ہوئے۔ اور حضرت خلیفہ ثانی نے تو صاف فرمایا۔ کہ یہ بیعت فتنۃً واقع ہو گئی تھی۔ آئندہ ایسا ہوا تو گردن مار دوں گا (ملاحظہ ہو کتاب علامہ ابن قتیبہ موصوف)۔ اور حضرت خلیفہ اول نے چند مرتبہ اقالہ بیعت کی خواہش ظاہر کی اور اس سے دست برداری چاہی۔ چنانچہ گذرا۔ اور آخر وقت یعنی مرض الموت میں جب آپ ان اُمور کو یاد کر کے متاسف ہونے لگے ہیں۔ تو عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا۔ ان باتوں کو چھوڑیئے۔ ان کے صدمے کو کم کیجئے۔ کیونکہ ایسے خیالات سے مرض میں زیادتی ہوگی۔ آپ برابر نیک کام کرتے رہے ہیں۔ اور میں خیال کرتا ہوں۔ کہ آپ نے کوئی ایسا کام نہیں کیا۔ جس پر متاسف ہوں۔ اور کوئی ایسا عمل آپ سے فوت نہیں ہوا۔ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم میں افسوس نہیں کرتا مگر تین باتوں پر جو میں نے کی ہیں۔ کاش کہ میں انہیں نہ کرتا۔ اور تین باتوں کے ترک کرنے پر کاش کہ میں انہیں کر لیتا۔ اور تین باتیں کاش کہ خدا سے ان کے باب میں دریافت کر لیتا۔ پس تین باتیں وہ جو میں نے کی ہیں۔ اور چاہئے تھا کہ میں انہیں نہ کرتا۔ وہ یہ ہیں۔ کاش کہ میں خانہ علیؑ کو چھوڑ دیتا۔ اگر چہ جنگ کا اعلان ہی کیوں نہ کر دیتے۔ دوسرے یہ کہ کاش یوم سقیفہ بنی ساعدہ ابو عبیدہ یا عمر کے ہاتھ پر بیعت کرتا۔ وہ امیر ہوتا اور میں وزیر ہوتا۔ اور خلافت اختیار نہ کرتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ کاش کہ جب فجاءۃ السلمی اسیر ہو کر لائے گئے۔ تو میں انہیں یا تو قتل کر دیتا یا چھوڑ دیتا۔ اور خلاف قانون اسلام آگ میں نہ جلواتا۔ اور وہ تین باتیں جو نہیں کیں اور کاش میں اُنہیں کر لیتا۔ یہ ہیں۔ اول جب اشعث بن قیس اسیر کر کے لایا گیا تھا۔ تو اس کو قتل کر دیتا اور زندہ نہ چھوڑتا۔ دوم سوم جب میں نے خالد بن ولید کو شام کی طرف بھیجا تھا۔ عمر ابن الخطاب کو عراق پر بھیج دیتا۔ اور وہ تین چیزیں جن کو میں رسول اللہ سے پوچھ لیتا یہ ہیں۔ کاش اول میں دریافت کر لیتا۔ کہ آپ کے بعد خلافت کس کا حق ہے۔ تا کہ کسی کو اس میں جھگڑنے کا موقع نہ

رہتا۔ دوم دریافت کرلیتا۔ کہ آپ کے بعد خلافت کس کا حق ہے۔ تا کہ کسی کو اس میں جھگڑنے کا موقع نہ رہتا۔ دوم دریافت کرلیتا۔ کہ آیا انصار کا بھی اس میں کچھ حق ہے؟ سوم یہ کہ بھتیجی اور پھوپھی کی میراث کی بابت دریافت کرلیتا۔ کیونکہ میرے دل میں اس کی بابت ابھی تک شک ہے۔

یہ حضرات بھی وقوع واقعہ خلافت کو دلیل حقیقت و صداقت نہ جانتے تھے

اگر جناب خلیفہ صاحب اس واقعہ کے کیف ما کان واقع ہوجانے کو دلیل حقیت جانتے۔ یہ شکوک وشبہات ان کے دل میں جاگزیں نہ ہوتے اور اس طرح سے ان پر تاسف نہ فرماتے۔ اور خلیفہ صاحب اس کو فعل خدا نہ جانتے تھے۔ اگر ایسا جانتے۔ تو فعل خدا پر تاسف اور عدم رضا بقضائے الٰہی کیا معنی؟ ہرگز نہیں۔ محض کسی واقعہ کا وقوع ہوجانا اس کی حقانیت وصداقت کی دلیل نہیں ہے۔ خواہ بیعت ہو یا مصاحبت فی الغار ہو یا مصاحبت فی المقبر ہ۔ چنانچہ ایسا ہی حضرت خلیفہ ثانی کے الفاظ سے بھی ظاہر ہے۔ کہ آخر وقت میں جب وہ تاسف فرمانے لگے ہیں۔ اور لوگوں نے آپ کی مدح وثناء شروع کی۔ تو فرمایا۔ ان من عزرتموہ لمغرور جس کو تم عزت دو بیشک وہ مغرور و فریب خوردہ ہے۔ واللہ وددت ان اخرج منھا کفافا کما دخلت فیھا خدا کی قسم میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ میں اس سے ویسا ہی برابر سرابر پر نکل جاؤں۔ جیسا کہ داخل ہوا تھا۔

مجھے اس کی جزا ملے نہ سزا۔ خدا کی قسم اگر میرے لئے تمام روئے زمین کی دولت ہوتی۔ تو آنے والے دن کے خوف سے میں اس کو فدا کر دیتا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ پر کوئی خوف نہیں ہے۔ فرمایا۔ اگر قتل کا خوف ہے۔ تو مجھے ابولولو نے قتل کر ہی دیا۔ کہا۔ آپ کو خدا جزائے خیر دے۔ فرمایا۔ میں

نہیں سمجھتا ہوں۔ کہ تم اس خلافت میں مجھ پر شک وضبط کرو گے۔ خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔ کہ میرا کیا انجام ہوگا۔ اور میں کس حال میں پہنچوں گا۔ ولو ددت انی نجوت منھا کفافا لالی علی فیکون خیرھا بشرھا ویسلم لی ما کان قبلھا من الخیر الخ۔ یعنی اور میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ میں اس خلافت سے برابر سرابر پر نکل جاؤں۔ اور اس کی خیر شر کا عوض ہو جائے۔ اور میرے لئے وہی خیر باقی رہ جائے۔ جو قبل خلافت حاصل تھی۔ انتہی لفظہ۔ قریباً یہی مضمون بخاری ص ۵۳۴ پر مروی ہے۔ وددت ذالک کفافالا علی لالی کیا اس اقرار اور تاسف وندامت کے بعد کوئی عاقل دعویٰ کر سکتا ہے۔ کہ حضرات شیخین اس واقعہ کے نفس وقوع کو دلیل حقیت اور فعل خدا (خدا کا کام) جانتے تھے؟ ہرگز نہیں۔

یہ ان پر محض افتراء و بہتان ہے۔ سچ ہے "چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی"۔ ہر ایک کام کے کرنے سے پہلے اس کے انجام کو سوچ لے۔ دنیا کو دین پر مقدم رکھے۔ ورنہ یندم حیث لا ینفع الندم اور انسان ہمیشہ اُس دن کو دیا رکھے۔ یوم یعض الظالم علی یدیہ ویقول الکافر یالیتنی کنت ترابا۔ اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو غصے سے کاٹے گا۔ اور کافر کہے گا۔ **کہ اے کاش آج کے دن میں خاک ہو جاتا۔ اور یہ ندامت نہ دیکھتا۔** اللھم احفظنا من شرور انفسنا ونجنا من ھول المطلع۔

عظمت اہلبیت کا قرآن کریم سے استدلال اور فقط اہلسنت اور اہلحدیث کی کتب سے اثبات

کیا اور کسی کے متعلق بھی ایسی واضح آیتیں نازل ہوئیں جیسی اہل بیت طاہرینؑ کی شان میں نازل ہوئیں؟ کیا کلام مجید کی محکم آیتوں نے اہل بیتؑ کے علاوہ کسی اور کی طہارت و پاکیزگی کا حکم لگایا

ہے۔(اس میں (آئیہ تطہیر) یعنی آیہ ۳۳ سورۂ احزاب کی طرف اشارہ ہے) کیا دنیا بھر کے لوگوں میں کسی ایک کے لیے آیت تطہیر نازل ہوئی ہے؟

اہلسنت اور اہلحدیث کی کتب سے ثبوت:

☆ صحیح (مسلم) کتاب فضائل الصحابہ، (فضائل اہل بیت النبی) ج۱۵ ص۱۵۴ ط مصر

☆ باشرح نووی، صحیح (ترمذی) ج۲ ص۲۰۹، ۳۰۸، ۳۱۹ ط بولاق

☆ مسند (احمد بن حنبل ج۱ ص۳۳۰ ط المیمنتیہ مصر (با سند صحیح)

☆ المستدرک (حاکم نیشا بوری) ج۳ ص۱۳۳، ۱۴۶، ۱۴۷، و ۱۵۸ و ج۲ ص۴۱۶

☆ تلخیص المستدرک (ذھنی) در ذیل المستدرک (حاکم) وھی صفحات

☆ المعجم (طبرانی) ج۱ ص۶۵ و ۱۳۵

☆ شواھد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج۲ ص۱۱۔۹۲ ح۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۴، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۵، ۶۷۸، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۶، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۴، ۷۰۷، ۷۱۰، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۵۱، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، و ۷۷۴ ط ابیروت

☆ خصائص امیر المومنینؑ (نسائی شافعی) ص۴ ط التقدم مصر

☆ ترجمتہ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عاسکر

شافعی) ج ۱ ص ۲۵۰، ۲۷۲، ۳۲۰، ۳۲۱، و ۳۲۲ ط

☆ کفایته الطالب (گنجی شافعی) ص ۵۴، ۲۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۴ و ۳۷۵ (باسند صحیح) و ۳۷۶ ط الحیدریه

☆ مسند (احمد بن حنبل) ج ۳ ص ۲۵۹ و ۲۸۵ و ج ۴ ص ۱۰۷ و ج ۲ ص ۲۹۲، ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۰۴، ۳۰۶ ط المیمنیه مصر

☆ اسد الغابه (ابن اثیر شافعی) ج ۲ ص ۱۲ و ۲۰ و ج ۳ ص ۴۱۳ و ج ۵ ص ۵۲۱ و ۵۸۹

☆ ذخائر العقبی (طبری شافعی) ص ۲۱، ۲۳ و ۲۴، اسباب النزول (واحدی) ص ۲۰۳ ط الحلبی مصر

☆ المناقب (خوارزمی) ص ۲۳ و ۲۲۴

☆ تفسیر (طبری) ج ۲۲ ص ۶، ۷ و ۸ ط الحنفی مصر

☆ الدار المنثور (سیوطی) ج ۵ ص ۱۹۸ و ۱۹۹، احکام القرآن (خصاص) ج ۵ ص ۲۳۰ ط عبدالرحمن محمد

☆ مناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۰۱، ح ۳۴۵، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰ و ۳۵۱

☆ مصابیع السنته (بغوی شافعی ج ۲ ص ۲۷۸ ط محمد علی صبیح

☆ مشکاة المصابیح (عمری) ج ۳ ص ۲۵۴

☆ الکشاف (زمخشری) ج ۱ ص ۱۹۳ ط مصطفیٰ محمد

☆ تذکرة الخصوص (سبط ابن جوزی (حنفی) ص ۲۳۳

☆ احکام القرآن (ابن عربی) ج ۲ ص ۱۶۶ ط مصر، تفسیر (قرطبی) ج ۱۴ ص ۱۸۲

☆ التسهیل (کلبی) ج ۳ ص ۱۳۷

☆ التفسیر المیز (جاوی) ج ۲ ص ۱۸۳

☆ الاصابه (ابن حجر شافعی) ج ۲ ص ۵۰۲ و ج ۴ ص ۳۶۷ ط

مصطفیٰ محمد

- ☆ الاتقان (سیوطی) ج۲ ص۲۲۰ ط المشهید الحسنی مصر
- ☆ الصواعق المحرقه (ابن حجر شافعی) ۸۵ ص و۱۳۷ ط المیمنیه مصر
- ☆ منتخب کنز العمال (متقی هندی) درحاشیه مسند (احمد بن حنبل) ج۵ ص۹۲
- ☆ السیرة النبوئیه (زین و حلان) درحاشیه السیرة الحلبیئه (برهان الدین حلبی) ج۳ ص۳۶۵ ط محمد علی صبیح مصر
- ☆ اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیئه نور الابصار (شبلخجی) ص۹۷ و۹۸ ط العثمانیه
- ☆ فتح القدیر (شوکافی) ج۴ ص۲۷۹
- ☆ نور الابصار (شبلخجی) ص۱۰۲ ط العثمانیه مصر
- ☆ الاستیعاب (ابن عبدالبر) حاشیئه الاصابئه (ابن حجر) ج۳ ص۳۷ ط السعادة
- ☆ ینابیع المودئه (قندوزی حنفی) ص۱۰۷، ۱۰۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۴۴، ۲۲۰، و۲۹۴ ط اسلامبول
- ☆ العقد الفرید (ابن عبدربه مالکی) ج۴ ص۳۱۱ ط لبحنئه التالیف والنشر مصر
- ☆ فتح البیان (صدیق حسن خان) ج۷ ص۳۶۳، ۳۶۴ ۳۶۴ و۳۶۵
- ☆ الریاض النضرئه (محب الدین طبری شافعی) ج۲ ص۲۲۸ ط۲
- ☆ فرائد السمطین (حمویئی شافعی) ج۱ ص۳۱۲ ح۲۵۰ و ج۲ ص۹ ح۳۵۶، ۳۶۲ و۳۶۴)

کیا قرآن مجید نے اہل بیت کے علاوہ کسی اور کو ہر شئے سے زیادہ عزیز رکھنے کا حکم دیا؟؟؟آیہ مودت

اہلسنت اور اہلحدیث کی کتب سے ثبوت:

☆ شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج۲ ص۱۳۰ ح ۸۲۲، ۸۲۳م ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۸

☆ مناقب (ابن مغازلی شافعی) ص۳۰۷، ح۳۵۲

☆ ذخائر العقبیٰ (طبری شافعی) ص۲۵، ۱۳۸

☆ الصواعق المحرقہ (ابن حجر شافعی) ص۱۰۱، ۱۳۵، ۱۳۶ ط المیمنه مصر

☆ مطالب السوول (ابن طلحه شافعی) ج۱ ص۲۱ ط نجف

☆ فکایته الطالب (گنجی شافعی) ص۹۱، ۹۳، ۳۱۳ ط الحیدریه

☆ الفصول المهمه (ابن صباغ مالکی) ص۱۱

☆ مقتل الحسین (خوارزمی حنفی) ج۱ ص۱ و۵۷

☆ تفسیر (طبری) ج۲۵ ص۲۵ ط مصطفی الحلبی مصر

☆ المستدرک (حاکم) ج۳ ص۱۷۲، الاتهاف (شبراوی شافعی) ص۵، ۱۳، ۱۰

☆ احیاء لمیت (سیوطی شافعی) درحاشیه الاتحاف (شبراوی)

ص۱۱۰

- ☆ نظر درر السمطین (زرندی حنفی) ص۲۴
- ☆ نورالابصار (شبلنجی) ص۱۰۶ ط العثمانیه مصر
- ☆ تلخیص المستدرک (فخررازی) ج۲۸ ص۱۲۲ ط
- ☆ عبدالرحمن محمد، تفسیر (بیضاوی) ج۶ ص۱۲۳ ط۔ مصطفیٰ محمد مصر
- ☆ تفسیر (ابن کثیر) ج۸ ص۳۷۲،
- ☆ تفسیر (قرطبی) ج۱۶ ص۲۲
- ☆ فتح القدیر (شوکانی) ج۴ ص۲۲ ط امصر
- ☆ الدرالمنثور (سیطعی) ج۶ ص۷
- ☆ ینابیع الموده (قندوزی حنفی) ص۱۰۶، ۱۹۴، ۲۶۱ ط اسلامبول
- ☆ تفسیر (نسفی) ج۴ ص۱۰۵
- ☆ حلیته الاولیاء (ابونعیم) ج۳ ص۲۰۱
- ☆ فرائد المسطین (حموینی) ج۱ ص۲۰ و ج۲ ص۱۳ ح۳۵۹

کیا جبرئیل آیہ مباہلہ اہلبیت علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے متعلق لے کر نازل ہوئے تھے؟

اہلسنت اور اہلحدیث کی کتب سے ثبوت:

- ☆ صحیح (مسلم) کتاب الفضائل باب (فضائل علی بن ابی طالب) ج۱۵ ص۱۷۶ ط مصر با شرح نووی

- ☆ صحیح (ترمذی) ج۴ ص۲۹۳ ح۳۰۸۵ و ض ۵ ۳۰۱
- ☆ شواھد التنزیل (حاکم حسکانی) ج۱ ص۱۲۰، ۱۲۹ ح۱۲۸، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۵
- ☆ المستدرک (حاکم) ج۳ ص۱۵۰ (باسند صحیح)
- ☆ تلخیص المستدک (ذھبی) درذیل المستدک (حاکم) ج۳ ص۱۵۰
- ☆ مناقب (ابن مغازلی شافعی) ص۲۶۳ ح۳۱۰
- ☆ مسند (احمد بن حنبل) ج۱ ص۱۸۵ ط المیمنیه
- ☆ کفایه الطالب (گنجی شافعی) ص۵۴، ۸۵، ۱۴۲ ط
- ☆ الحیدریه، ترجمته الا مام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج۱ ص۲۱، ح۱۳۰ و۲۷۱
- ☆ تفسیر (طبری) ج۳ ص۱۹۲ ط المیمنیه مصر
- ☆ الشکاف (زمخشری) ج۱ ص۱۹۳ ط مصطفیٰ محمد مصر
- ☆ تفسیر (ابن کثیر) ج۱ ص۳۷۰، ۳۷۱
- ☆ تفسیر (قرطبی) ج۴ ص۱۰۴
- ☆ احکام القرآن (جصاص) ج۲ ص۲۹۵۔۲۹۶ ط عبدالرحمٰن محمد مصر
- ☆ اسباب النزول (واحدی) ص۵۹
- ☆ احکام القرآن (ابن عربی) ج۱ ص۱۱۵ ط السعاده مصر
- ☆ التسھیل لعلوم التنزیل (کلبی) ج۱ ص۱۰۹
- ☆ فتح البیان فی مقاصد القرآن (صدیق حسن خان) ج۲ ص۴۷
- ☆ زادالمسیر (ابن جوزی) ج۱ ص۳۹۹
- ☆ فتح القدیر (شوکانی) ج۱ ص۳۴۷ ط۲ مصطفیٰ طلبی مصر
- ☆ تفسیر (فخررازی) ج۸ س۸۵ ط الھیه مصر

☆ جمع الاصول (ابن اثیر) ج۹ ص۴۷۰

☆ ذخائر العقبیٰ (محب الدین طبری) ص۲۵

لدھنیاوی صاحب: خدا را یہود و نصاریٰ (اسرائیل و سعودی) کے باپ امریکہ کی سازش کو سمجھیں اور اپنی مقصری کا داغ قدرت الٰہیہ کے معجزات پر نہ لگائیں۔ تعصب کی عینک اتار کر دیکھیں تو آپ کو کبھی بھی غلو نظر نہیں آئے گا ویسے آپ کے مرشدین کی کتب کے عکس بھی منسلک ہیں جن میں واضح موجود ہے کہ آپ حضرات نہ صرف توہین رسالت مآب ﷺ کے مرتکب ہیں، بلکہ اپنے خالق کو بھی اپنی ہی طرح کا اعضائے جسمانیہ والا انسان سمجھتے ہیں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ سب کو مرنا ہے اور قیامت سے پہلے قبر تا حشر بھی ان گستاخیوں کی سزا لازماً بھگتنی ہے جیسا کہ ارشاد رب العزت میں۔ "بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کی وعید ہے" کہتا ہوں اور توفیق منجانب اللہ سبحانہ ہے:

اگر ان جوابات سے تشفی نہ ہو تو آئیے مباہلہ فی البیت اللہ کر لیتے ہیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت طلب کرتے ہیں اور اگر پھر بھی آپ کی تشفی نہ ہو تو آئیے آگ لگا کر اس میں ساتھ داخل ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کون جل کر مرتا ہے اور کون سرخرو ہوتا ہے؟؟؟

(مولف: سید ابن شہیدؒ)

☆ تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص۱۲ ط الحیدریہ

☆ الدر المنثور (سیوطی) ص۱۲۹

☆ الصواعق المحرقه (ابن حجر) ص۴۲، ۸۷، ۹۳ ط المیمنیه مصر
☆ تفسیر الخازن (بغدادی) ج۱ ص۳۰۲
☆ السیرة الحلبیه (برهان الدین حلبی) ج۳ ص۲۱۲ ط۱ البهیه مصر
☆ السیرة النبویه (زین و حلان) درحاشیه السیرة الحلبیه ج۳ ص۵
☆ المناقب (خوارزمی) ص۶۰، ۹۷
☆ الفصول المهمه (ابن صباغ مالکی) ص۱۱۰
☆ شرح نهج البلاغه (ابن ابی الحدید) ج۱۲ ص۲۹۱ ط مصر باتحقیق محمد ابو الفضل
☆ اسد الغابه (ابن اثر شافعی) ج۴ ص۲۶
☆ الاصابه (ابن حجر عسقلانی) ج۲ ص۵۰۹ ط السعاده مصر
☆ مرآة الجنان (یافعی) ج۱ ص۱۰۹
☆ مشکاه المصابیح (عمری) ج۳ ص۲۵۴
☆ البدریه والنهایه (ابن کثیر) ج۵ ص۵۴، ط السعادئه مصر
☆ تفسیر (ابی السعود) درحاشیه تفسیر (رازی) ج۲ ص۱۳۴ ط۱ الدرالعامره مصر
☆ تفسیر (الجلالین) ج۱ ص۳۳ ط مصر
☆ ینا بیع الموده (قندوزی حنفی) ص۹، ۴۴، ۵۱، ۵۴، ۲۳۲، ۲۸۱ و۲۹۵ ط اسلامبول
☆ الریاض النضره (طبری شافعی) ج۲ ص۲۴۸ ط۲
☆ فرائد السمطین (حموینی) ج۱ ص۳۴۸ ح۳۰۷ وج۲ ص۲۳ ح۳۶۵ و ص۲۰۵ ح ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶

کیا اہل بیتؑ کے علاوہ سورہ ھل اتیٰ کسی اور کی شان میں قصیدہ مدحت بن کر نازل ہوا ہے۔
خدا کی قسم نہیں۔ بلکہ یہ تو فقط انہی کے متعلق نازل ہوا ہے؟

اہلسنت اور اہلحدیث کی کتب سے ثبوت:

☆ شواهد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج۲ ص۲۹۸ ح۱۰۴۲، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۵۱، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۱

☆ المناقب (خوارزمی حنفی) ص۱۸۸، ۱۹۴

☆ کفایه الطالب (گنجی شافعی) ص۳۴۵۔۳۴۸ ط الحیدریه

☆ تذکرئه الخواص (سبط ابن جوزی) ص۳۱۲۔۳۱۷

☆ مناقب (ابن مغازلی) ص۲۷۲ ح۳۰۲

☆ نورالابصار (شلنجی) س۱۰۱ و۱۰۲ ط العثمانیه مصر

☆ تفسیر (قرطبی) ج۱۹ ص۱۳۰

☆ الکشاف (زمخشری) ج۴ ص۱۹۷ ط مصطفیٰ محمد مصر

☆ روح المعانی (آلوسی) ج۲۹ ص۱۵۷

☆ اسد الغابه (ابن اثر جزری شافعی) ج۵ ص۵۳۰۔۵۳۱

☆ اسباب النزول (واحدی) ص۲۵۱

☆ تفسیر (فخررازی) ج۱۳ ص۲۴۳ ط البهیه مصر

☆ تفسیر (ابی السعود) در حاشیه تفسیر (رازی) ج۸ ص۳۹۳ ط الدارلعامرئه مصر

☆ التسهیل لعلوم التنزیل (کلبی) ج۴ ص۱۶۷

☆ فتح القدیر (شوکانی) ج۵ ص۳۳۸ ط الحلبی مصر

☆ الدر المنثور (سیوطی) ج۲ ص۲۹۹
☆ ذخائر العقمی (محبی الدین طبری) ص۸۸، ۱۰۲
☆ العقدالفرید (ابن عبدربه مالکی) ج۵ ص۹۲ ط۲ لجنته التالیف والنشر مصر
☆ تفسیر الخازن (بغدادی) ج۷ ص۱۵۹ معالم التنزیل درحاشیه تفسیر الخازن (بغدادی)
☆ معالم التنزویل (بغوی) درحاشیه تفسیر خازن ج۷ ص۱۵۹
☆ الاصابئه (ابن حجر) ج۴ ص۳۲۷ ط السعادئه مصر
☆ تفسیر (البیهاوی) ج۴ ص۲۳۵ ط مصطفیٰ محمد
☆ اللآالمصنوعئه (سیوطی) ج۱ ص۳۷۰
☆ تفسیر (النسفی) ج۴ ص۳۱۸
☆ ینا بیع المودئه (قندوزی حنفی) ص۹۳، ۲۱۲ ط اسلامبول
☆ نوادر الاصول (حکیم ترمذی) ص۲۴
☆ شرح نهج البلاغئه (ابن ابی الحدید) ج۱۳ ص۲۷۶ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل الریاض النضرئه (محب الدین طبری شافعی) ج۲ ص۲۴۷، ۳۰۲
☆ فرائد السمطین (حمویئی شافعی) ج۱ ص۵۳ ج۳۸۳

کیا اهل بیت هی خدا کی وه رسی نهیں هیں؟

جن کے متعلق خدا نے فرمایا هے:

۵۔۱۰۳ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

تم سب خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ رہو اور پراکندہ نہ ہو۔ سورۂ آل عمران (۳) آیہ ۱۰۳۔

اهلسنت اور اهلحدیث
کی کتب سے ثبوت:

☆ شواهد التنزل (حاکم حسکانی حنفی) ج۱ ص۱۳۰ ح۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰

☆ الصواعق المحرقه (ابن حجر هیثمی شافعی) ص۹۰ ط المیمنیه مصر

☆ ینا بیع الموده (قندوزی حنفی) ص۱۱۹، ۲۷۴، ۲۹۷ ط اسلامبول

☆ الاتحاف بحف الاشراف (شبراوی شافعی) ص۷۲،

☆ روح المعانی (آلوسی) ج۴ ص۱۶،

☆ نورالابصار (شبلنجی) س۱۰۱ ط العثمانیه

☆ اسعاف الراغبین (صبان شافعی) ص۱۰۰ ط العثمانیه

جواب: ابن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ) ایک مشہور مورخ تھا، اس نے اپنے مقدمہ تاریخ میں سنی مکتب اور شیعہ مکتب کے مطابق امامت کی تشریح کی ہے اگرچہ اس نے نبوت کے مفہوم پر کچھ نہیں لکھا۔ ممکن ہے اس نے اس لئے نبوت کے مفہوم پر بحث کرنا مناسب نہ سمجھا ہو کہ نبی کے مفہوم پر دونوں متفق ہیں۔ اسی لئے اس نے نبوت کی بجائے امامت کے متعلق دونوں مکاتب فکر کی آرا پیش کی ہیں۔ جب کہ ہم مذکورہ بالا سوال کی تشریح کے لئے "نبی" کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ لفظ "نبی" لفظ "نبا" سے مشتق ہے۔ "نباء" کسی بڑی اور قابل توجہ خبر کو کہا جاتا ہے۔ اصطلاح میں نبی اس عظیم انسان کو کہا جاتا ہے جو غیب کی خبر دے یا غیب سے آگاہ ہو۔ البتہ اس سے ہر غیبی خبر مراد نہیں ہے اس سے وہ خبر مراد ہے جس کا تعلق عقیدہ شریعت کے تحت

لوگوں کے فرائض سے ہوا۔ (نبی کی تعریف میں ہم نے لفظ "یا" اس لئے استعمال کیا ہے کہ اگر "نبی" "متعدی" ہوتو اس کا معنی خبر دینے والا اور غیب کی باتیں بتانے والا ہوتا ہے۔ اگر لفظ نبی "لازم" ہوتو اس کا معنی عالم غیب سے آگاہی رکھنے والا ہوتا ہے)۔

انبیاء کی دو اقسام ہیں

ا۔ ایک گروہ وہ ہے جنہوں نے وحی الٰہی کے تحت شریعت کی اساس رکھی اور انسان کی انفرادی واجتماعی زندگی کے لئے حیات بخش قوانین لائے۔ مثلاً شریعت نوحؑ وابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ اور حضرت مصطفیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

۲۔ دوسرا گروہ وہ ہے جنہیں خدا کی طرف سے پہلے سے موجود شریعت کی ترویج وتبلیغ کی ذمہ داری سونپی گئی تھی مثلاً انبیائے بنی اسرائیل کہ وہ سب کے سب حضرت موسیٰ کی شریعت کی ترویج پر مامور تھے۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی وحی تشریعی کا مخاطب ہوتا ہے خواہ وہ بصورت تاسیس ہو یا بصورت ترویج۔ فرشتہ اس پر نازل ہوتا ہے اور وہ اس تشریعی اور دینی امور کی وحی لے کر آتا ہے۔ اور نبی اس وحی کو لوگوں تک پہنچانے پر موسور ہوتا ہے۔ حضرت رحمتہ اللعالمینؐ اس عظیم کڑی کا آخری حلقہ ہیں آپ کی آمد سے وحی تشریعی کا سلسلہ بندہ ہوگیا اور اب قیامت تک نہ تو دنیا میں نیا نبی آئے گا اور نہ ہی احکام اسلام کو بیان کرنے کے لئے کوئی نبی آئے گا۔

آئیے دیکھیں کہ امام کون ہوتا ہے؟

ابن خلدون لکھتا ہے کہ اہل سنت کی نظر میں امامت امور عامہ کا نام ہے جس کا معاملہ براہ راست امت سے ہے، امت جسے مقرر کر دے وہ پیشوا بن جاتا ہے۔ شیعہ نقطہ نظر کے مطابق امامت دین کی اساس اور اسلام کا حصہ ہے اور پیغمبر کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اس مسئلہ کو نظر انداز کر

دے یا اسے امت کی صوابدید پر چھوڑ دے بلکہ نبی کیلئے ضروری ہے کہ وہ امام کو مقرر کرے۔ امام کے لئے شرط ہے کہ وہ گناہان صغیرہ وکبیرہ سے معصوم ہو۔ ابن خلدون کے اس تجزیہ کے بعد ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ شیعوں کی نظر میں امام تمام وظائف پیغمبر کا حامل ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ اس پر وحی تشریعی نازل نہیں ہوتی اور اس سلسلے میں بھی اس پر فرشتہ نازل نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر "نبی" وہ عظیم انسان جس پر وحی الٰہی کا نزول ہو اور وہ وحی کی روشنی میں لوگوں کو دین کی تبلیغ کرے اور امام وہ معصوم فرد ہے جسے پیغمبر کی طرف سے دین کی نگہبانی اور امت کی رہبری کے لئے متعین کیا گیا ہو۔ الغرض پیغمبر دین کا مؤسس ہوتا ہے اور امام دین کا نگہبان اور پاسدار ہوتا ہے۔ وحی تشریعی نبی نازل ہوتی ہے۔ البتہ اس وحی تشریعی کے علاوہ امام کی بھی وہی ذمہ داریاں ہوتی ہیں جو نبی کی ہوتی ہیں اور ان عظیم ذمہ داریوں سے عہدہ برآمد ہونے کے لئے ضروری ہے کہ امام میں دو مؤثر شرائط موجود ہوں۔

ا۔ اسلام کے اصول وفروع کو تمام افراد امت سے زیادہ بہتر طور پر جانتا ہو تاکہ وہ اسلام کے اصول وفروع کو بطریق احسن بیان کر سکے اور امت کی علمی اور معنوی رہنمائی کر سکے اور اسکی موجودگی کی وجہ سے امت کو کسی اور شخص کی احتیاج محسوس نہ ہو۔

۲۔ گناہوں سے بچنے کے لئے اس میں مادہ عصمت ہونا چاہئے۔ کیونکہ اگر وہ گناہوں سے پاک نہ ہوگا تو لوگ اس کی رفتار و گفتار پر اعتماد نہیں کریں گے۔ اور وہ لوگوں کے لئے عملی نمونہ نہ بن سکے گا۔ مقام عصمت کے بغیر وہ لوگوں کے دلوں میں گھر نہ کر سکے گا۔

چنانچہ لوگوں کے اعتماد کے حصول اور لوگوں کے اذہان وافکار میں گھر کرنے کے لئے اس کا عمدی اور سہوی خطاؤں سے پاک ہونا نہایت ضروری ہے۔ شیعہ متکلمین نے ان دو شرائط کے ضروری ہونے کے

متعلق تفصیلی بحثیں کی ہیں مزید آگاہی کے لئے علم الکلام کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں۔

آئمہ کے علم و آگاہی کا سر چشمہ

سوال:۔ شیعہ بالخصوص شیعہ امامیہ اپنے عقائد اور احکام کا کچھ حصہ قرآن اور سنت رسول سے لیتے ہیں لیکن زیادہ مواقع پر وہ اپنے آئمہ کی روایات پر انحصار کرتے ہیں واضح کریں کہ آئمہ شیعہ کے علم و آگاہی کا سر چشمہ کیا ہے؟

جواب:۔ اگر شیعہ زیادہ تر روایات اپنے آئمہ سے لیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول خدا نے کتاب اللہ کے بعد انہیں دوسری حجت قرار دیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا۔

انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی

(کنز العمال جلد اول ص ۱۶۵ حدیث ۹۴۵ طبع دوم۔ صواعق محرقہ ص ۱۴۸ طبع محمدی اور دیگر کتب)۔

(میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اور وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری عترت)

لہٰذا وہ لوگ جو عقیدہ و شریعت کو قرآن و عترت کے شفاف چشموں سے حاصل کرتے ہیں رسول خدا کے فرمان کے مطابق وہ گمراہی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اگر امت اہل بیت کو چھوڑ کر اور لوگوں کی طرف رجوع کرتی ہے تو اس نے رسول مقبول کے حکم کی مخالفت کی ہے۔ اب ہم اس سوال کا جائزہ لیتے ہیں کہ علوم اہل بیت کا منبع اور سر چشمہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں ہم عرض کرتے ہیں کہ آئمہ شیعہ کے علمی منابع حسب ذیل ہیں۔

الف: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول

معصومین نے کچھ احادیث کو بلا واسطہ اور کچھ احادیث کو اپنے آبائے طاہرین کی وساطت سے رسول اکرمؐ سے نقل کیا ہے اور وہ احادیث لوگوں تک پہنچائیں۔ روایات کی اس قسم میں ہر امام نے اپنے آبائے طاہرین کی وساطت سے رسولؐ خدا سے روایات نقل کی ہیں اور شیعہ امامیہ کے ہاں اس طرح بکثرت روایات موجود ہیں۔ اگر آئمہ اہل بیت کی سند سے رسولؐ خدا کی احادیث کو یکجا کر دیا جائے تو اس سے بہت بڑی مسند تیار ہو سکتی ہے۔ جو مسلمان محدثین و فقہاء کے لئے ایک عظیم خزانہ ثابت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ آئمہ ہدیٰ کی زبان سے منقول روایات حدیث کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے بطور نمونہ ابن نوع حدیث میں ایک حدیث کو محدثین "سلسلۃ الذھب" قرار دیتے ہیں اور آج تک وہ حدیث برکت کے لئے علم و ادب پرور "سامانیوں" کے خزانہ میں محفوظ ہے۔ ہم ذیل میں اس حدیث کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

شیخ بزرگوار صدوق (۳۸۱-۳۰۶ھ) نے دو افراد کے واسطہ سے **ابو الصلت** ہروی سے نقل کیا، وہ کہتے ہیں کہ جب امام علی بن موسیٰ الرضاؑ شہر نیشاپور سے گزر رہے تھے تو اس وقت میں حضرت کے ساتھ تھا۔ اس وقت شہر نیشاپور کے بہت سے محدثین مثلاً محمد بن رافع، احمد بن حرب، یحییٰ بن یحییٰ، اسحاق بن راھویہ اور علم دوست افراد کی ایک کثیر جماعت نے آپ کی سواری کی باگ تھامی اور عرض کیا کہ ہم آپ کو آپ کے طاہر و اطہر آباء کی قسم دے کر سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے والد کی بیان کردہ کوئی حدیث سنائیں۔

اس وقت آپ نے کجاوہ سے سر نکالا اور یوں ارشاد فرمایا۔

حدثنی ابی العبد الصالح موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قال : حدثنی ابی الصادق جعفر بن محمد علیہ السلام قال حدثنی ابی ابو جعفر محمد بن علی باقر علم النبیاء علیہ السلام قال حدثنی ابی علی بن الحسین سید العابدین علیہ السلام قال حدثنی ابی سید شباب اهل الجنة الحسین علیہ السلام قال حدثنی ابی علی بن ابی طالب علیہ السلام سمعت النبی یقول : سمعت جبریل یقول سمعت الله جل جلاله یقول: لا اله الا الله حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی۔

(اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول مقبولؐ سے سنا)۔
انحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے جبریلؑ سے سنا۔ جبریلؑ نے کہا میں نے اللہ سے سنا وہ کہتا ہے کہ **لا الہ الا اللہ** میرا قلعہ ہے جو میرے قلعہ میں داخل ہوا میرے عذاب سے محفوظ ہوگیا۔ جیسے ہی سواری چلی تو آواز دے کر فرمایا۔ **بشر وطها و انا من شر وطها لا الہ الا اللہ** کہنے کی کچھ شرائط ہیں اور میں بھی اس کی شرائط میں شامل ہوں) اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آئمہ اہل بیتؑ کے علم ودانش کا ایک حصہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سینہ بہ سینہ ان کے پاس منتقل ہوا۔

ب۔ نقل از کتاب علیؑ

حضرت امیر المومنینؑ، پیغمبر اکرمؐ کی بعثت کے تمام ایام میں آپ کے ساتھ رہے۔ اسی حسنِ صحبت کا یہ فیضان ہوا کہ آپ نے آنحضرتؐ کی بہت سی احادیث کو ایک کتاب میں جمع کیا (اور حقیقت حضرت رسول اکرمؐ لکھواتے تھے اور حضرت علیؑ لکھتے تھے) حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد یہ کتاب خاندان عصمت میں باقی رہی اور آئمہ اہل بیتؑ اس سے استفادہ کرتے تھے۔ احادیث اہل بیتؑ میں

اس کا ذکر ملتا ہے۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ اس کتاب کی لمبائی ستر ہاتھ تھی، اسے رسولؐ خدا نے لکھوایا اور یہ حضرت علیؑ کی تحریر میں ہے، اس میں تمام وہ چیزیں موجود ہیں جن کی لوگوں کی ضرورت ہوسکتی ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ یہ کتاب خاندانِ علیؑ میں ہاتھوں ہاتھ گردش کرتی رہی۔ امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ نے متعدد بار اس کتاب کا حوالہ دے کر اس کتاب کے اقتباسات پیش کیئے تھے اور اپنے دوستوں کو اس کتاب کا دیدار بھی کرایا تھا (**وسائل الشیعہ جلد ۳ باب ۱۲ از ابواب لباس مصلی حدیث اول**)۔ بہت سی شیعہ کتابوں بالخصوص "وسائل الشیعہ" کے مختلف ابواب میں کتاب علیؑ کے حوالے سے بہت سی احادیث مرقوم ہیں۔

ج۔ کتاب وسنت سے استنباط آئمہ علیہم السلام کتاب وسنت سے احکام کا استنباط کرتے تھے۔ اور انہیں استنباط کا وہ ملکہ حاصل تھا جو دوسروں کو حاصل نہ تھا۔ یہاں ان کے استنباط کا ایک نمونہ پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ ان کے استنباط کا اندازہ کتنا بلیغ تھا۔ متوکل عباسی کے دورِ حکومت میں ایک عیسائی نے ایک مسلم عورت سے زنا کیا اس نے اپنی بدکرداری کی وجہ سے ذمی ہونے کی شرائط سے تجاوز کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کا خون رائیگاں اور اس کا قتل واجب ہوگیا تھا۔ جب عدالت نے اس کے قتل کا فیصلہ کرنا چاہا تو اس نے کلمہ اسلام پڑھ لیا۔ (اسلام کی وجہ سے سابقہ گناہ مٹ جاتے ہیں) کے قانون سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔ دربار میں موجود فقہاء میں اس کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوگیا۔ فقہاء کے ایک گروہ کی یہ رائے تھی کہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اس پر حد شرعی نافذ نہ ہوگی۔ ایک گروہ کا خیال تھا کہ اس پر حد شرعی نافذ کی جائے گی۔ ایک اور گروہ ان دونوں گروہوں کے علاوہ فتویٰ دیتا تھا۔ متوکل عباسی کو مجبور ہوکر امام علی نقیؑ کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ امام علی نقیؑ نے فرمایا کہ وہ سزائے موت کا حقدار ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے خوف اور مایوسی کے عالم میں اسلام قبول کیا اور اس طرح کے ایمان واسلام کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ جیسا کہ فرمان خداوندی ہے۔

۸۴ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْ سَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَ كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ٥ ۸۵ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ط سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ٥ (سورۂ مومن آیت ۸۵-۸۴) (وسائل الشیعہ جلد ۱۸ باب ۳۶ من ابواب حد الزنا ص ۴۰۸)

(جب انہوں نے ہمارے شدید عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے کہ اب ہم خدائے واحد پر ایمان لاتے ہیں اور جن معبودوں کو ہم خدا کا شریک بناتے تھے ان کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے عذاب کو دیکھ لینے کے بعد ان کا ایمان لانا انہیں کوئی فائدہ نہ دے سکا۔ یہ خدا کی وہ روش ہے جسے اس نے اپنے بندوں میں جاری کیا ہے اس وقت کافر خسارے میں رہیں گے)۔

اس آیت مجیدہ میں خداوند عالم نے عذاب کے خوف سے حاصل ہونے والے ایمان کو بے فائدہ قرار دیا ہے۔ اور یہ فرمایا ہے کہ ایسے ایمان کو خدا قبول نہیں کرتا اور یہ خدا کی وہ سنت ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہے۔ دربار میں موجود تمام علماء وفقہاء اس آیت کو کئی بار پہلے بھی پڑھ چکے تھے لیکن ان کے ذہن میں اس سے استنباط کرنے کے خیال پیدا نہ ہوا۔ یقیناً اس طرح کی گہری سوچ آل محمدؐ پر خدا کی خصوصی عنایت ہے اور ان کے علوم کا یک پہلو اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام محمد باقرؑ فرمایا کرتے تھے کہ امت اسلامی کو جس بھی چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے اللہ نے اس چیز کو قرآن میں نازل کیا ہے اور اپنے رسول کے لئے بیان کیا ہے۔

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ما من شیء الا و فیه کتاب و سنة (اصول کافی جلد اول ص ۵۹ باب الردالی الکتاب والسنۃ)۔

(ایسی کوئی مسئلہ نہیں ہے جس کا قانون کتاب وسنت پیغمبر میں موجود نہ ہو)

امام موسیٰ کاظمؑ کے دورِ امامت میں "سماعہ" ایک مشہور فقیہ تھے۔ سماعہ نے امامؑ سے کہا کہ آپ حضرات جو کچھ بھی کہتے ہیں کیا سب کی سب کتاب اللہ اور سنت رسول کے تحت کہتے ہیں یا اپنی طرف سے بھی کچھ کہتے ہیں؟ امام موسیٰ کاظمؑ نے جواب دیا: **بل کل شیء فی کتاب الله وسنة نبیه** (اصول کافی جلد اول ص ۵۹ باب الردالی الکتاب والسنۃ)۔ امام محمد باقر علیہ السلام اپنی ہر بات کے لئے قرآن کریم سے ثبوت پیش کرتے تھے اور آپ اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ میں تمہارے سامنے جو بات کہوں تم مجھ سے یہ پوچھ لو کہ یہ بات قرآن میں کہاں ہے تاکہ میں تمہیں اس موضوع سے تعلق رکھنے والی آیت سے باخبر کرسکوں۔ آئمہ ہدیٰ معارف واحکام کے استنباط کے لئے نووارد نہ تھے کہ ان کی گفتگو کی جڑیں قرآن وسنت میں نہ ہوتیں۔ وہ ہمیشہ قرآن وسنت سے استخراج کرتے تھے۔ جب کہ دوسروں کو یہ ملکہ حاصل نہیں تھا۔

د۔ خدائی الہامات

آئمہ اہل بیتؑ کے پاس علم ودانش کا ایک اور سرچشمہ بھی تھا اور اسکو "الہام" کا نام دیا جاسکتا ہے واضح رہے کہ "الہام" انبیاء سے مخصوص نہیں ہے۔ تاریخ میں ایسے عظیم افراد بھی گزرے ہیں۔ جو کہ نبی نہیں تھے مگر وہ نعمت الہام سے مالا مال تھے۔ قرآن مجید نے کچھ ایسے افراد کا تعارف کرایا ہے جو

نبی نہ تھے لیکن ان پر اسرار جہان کا الہام ہوتا تھا۔قرآن مجید نے ایسے چند افراد کی نشاندہی کی ہے۔ ایسے ہی افراد میں معلم موسیٰؑ (حضرت خضرؑ) بھی شامل تھے۔حضرت موسیٰؑ نے چند دنوں تک ان کی شاگردی اختیار کی تھی۔قرآن کریم نے ان کے متعلق یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

۶۵۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ٥(سورہ کہف/۶۵)

(ہم نے اپنی طرف سے اسے رحمت عطا کی تھی اور ہم نے اپنے خزانہ علم سے علم عطا کیا تھا)

حضرت سلیمانؑ کے ایک مصاحب (آصف بن برخیا) کے متعلق قرآن کریم نے یہ بیان کیا۔

۴۰۔ قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ (سورۂ نمل/۴۰)

(اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا)

حضرت خضرؑ ہوں یا آصف بن برخیاؑ ہوں ان لوگوں نے عام افراد سے علم حاصل نہیں کیا تھا۔وہ "علم لدنی" کے حامل تھے وہ **علمناہ من لدنا علماً** کے مصداق تھے چنانچہ خدا کے خاص مقرب بندے نبی نہ ہونے کے باوجود الہام کے فیضان سے مالا مال ہوتے ہیں۔فریقین کی بیان کردہ احادیث میں ایسے افراد کو "محدث" کہا گیا ہے۔اور "محدث" اسے کہا جاتا ہے جو نبی نہ ہو لیکن فرشتے اس سے ہم کلام ہوتے ہوں۔**صحیح بخاری میں آنحضرتؐ سے منقول ہے۔آپؐ نے فرمایا۔لقد کان فیمن کان قبلکم من بنی اسرائیل یکلمون من غیر ان یکونو انبیاء** (صحیح بخاری جلد۲ص۱۴۹)۔

«تم سے قبل بنی اسرائیل میں ایسے لوگ موجود تھے جو بنی نہ تھے لیکن فرشتے ان سے کلام کرتے تھے»

آئمہ اہل بیت معارف الٰہی اور احکام دینی کی وضاحت کے لئے مرجع امت تھے۔ ایسے سوالات جن کے جوابات احادیث نبوی یا کتاب علیؑ میں موجود نہ ہوتے تھے انہیں ان کی تعلیم الہام کے ذریعے سے دی جاتی تھی۔ (محدث اور اس کے حدود کے لئے ارشاد السّاری شرح صحیح بخاری جلد ۹۹/۶ کی طرف رجوع فرمائیں)۔ اس وضاحت سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ جو لوگ الہام کو وحی تشریعی کے مساوی قرار دیتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ صاحب الہام نبی ہوتا ہے، ایسے لوگ کو شدید غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ محدث ایسے ہی افرد کو کہا جاتا ہے جن سے ملائکہ خطاب کرتے ہیں لیکن وہ نبی نہیں ہوتے جیسا کہ ہم نے پہلے ہی عرض کیا ہے کہ حضرت موسیٰ کے مصاحب کو خدا نے **علم لدنی** کا حامل قرار دیا ہے۔ (**و علمناہ من لدنا علما**) لیکن وہ نبی نہیں تھے۔

آئمہ کے لئے بارہ کی تعداد پر ہی اصرار کیوں ہے، یہ تعداد کم و بیش کیوں نہیں ہو سکتی

جواب۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق مسئلہ امامت امت کے سپرد نہیں کیا گیا۔ مسئلہ امامت کا تعلق خدا اور پیغمبر اکرمؐ کے اعلان سے ہے۔ جہاں تک بارہ کے عدد کا تعلق ہے تو اس کا فلسفہ ہمارے سامنے واضح نہیں ہے۔ اس کی مثالیں آسمانی شرائع میں بہت زیادہ موجود ہیں۔ ذیل میں ہم اس کے چند نمو

نے پیش کرتے ہیں۔

ا۔اولی العزم رسولوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہوئی۔اولی العزم ان رسولوں کو کہا جاتا ہے جو صاحبان شریعت ہوں اور دوسرے انبیاء ان کی شریعت کے مروج ہوں۔سورۃ کی تیرھویں آیت میں ان میں سے چار انبیاء کے نام لئے گئے ہیں۔اور اس کا پانچواں فرد وہ ہے جسے **اوحینا الیک** الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے۔یعنی اس مقدس سلسلہ کے پانچویں فرد جو حضرت حبیب خداؐ ہیں۔ارشاد خداوندی ہے۔

۱۳۔ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى (سورۃ الشوریٰ آیت ۱۳)

(خدا نے تمہارے لئے وہی آئین مقرر کیا ہے جس کی نوحؑ کو وصیت کی تھی اور جس کی وحی ہم نے آپ کو کی ہے اور جس کی وصیت ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اور عیسیٰؑ کو کی تھی)۔

(اب یہ سوال کرنا کہ اولی العزم رسولوں کی تعداد پانچ کیوں ہے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں ہے؟ یقیناً اس طرح کا سوال غیر منطقی ہوگا۔اسی طرح سے حدیث ابوذرؓ میں انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان کی گئی ہے۔اب اس تعداد پر اعتراض کرنا کہ یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کیوں ہے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں ہے؟ یقیناً اس طرح کا سوال جہالت پر مبنی ہے اسی طرح سے یہ سوال کرنا کہ آئمہ کی تعداد بارہ کیوں ہے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہیں ہے؟ یہ سوال بھی سابقہ دو سوالوں کی طرح سے غیر منطقی ہے۔

۲۔بنی اسرائیل کے بارہ نقیب تھے جیسا کہ ارشادِ خداوندی ہے۔

۵.۱۲ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَا قَ بَنِىْ اِسْرَآ ئِيْلَ وَ بَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَىْ عَشَرَ نَقِيْبًا (سورہ المائدہ/۱۲)

(اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان سے بارہ سرپرست مبعوث کیے)

کیا خدا سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ خدایا تو نے بارہ سردار ہی کیوں مقرر کیے اس سے کم یا زیادہ کیوں نہ مقرر کیے؟ یقیناً یہ سوال غلط ہے اسی طرح سے بارہ آئمہ کا سوال بھی غلط ہے۔

۳۔اہل سنت کی نظر میں خلفائے راشدین صرف چار ہیں۔چار سے نہ کم ہیں نہ زیادہ ہیں کیا پانچ اولی العزم رسولوں اور بارہ نقبائے بنی اسرائیل اور چار خلفائے راشدین کے اعداد کا فلسفہ واضح ہے؟ آئمہ کی تعداد بارہ ہی کیوں ہے اس سے کم وبیش کیوں نہیں ہے۔دراصل اس کی بنیاد حضرت رسول خداؐ کی ایک حدیث پر ہے۔صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ سے منقول ہے کہ میں نے رسول خدا سے یہ کلمات سنے تھے۔

لا یزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفة

دوسری حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔

لا زال هذا الدین عزیز امنیعا الی اثنی عشر خلیفة کلهم من قریش (صحیح مسلم جلد۶ ص ۴،۳)۔

ان دونوں احادیث کا حصل یہ ہے کہ دین اسلام بارہ خلفاء کی رہبری کے زمانہ تک مضبوط و مستحکم رہے گا۔

اس مضمون کی روایات صحاح اور مسانید میں موجود ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد (سنن ابی داؤد کتاب مهدی ص ۷۰۴ طبع مصر) ترمذی (سنن ترمذی جلد۲ ص۴۵ طبع سال ۱۳۴۲) نے اپنی اپنی سنن میں اور احمد (مسند احمد جلد۵ ص ۸۶۔۱۰۶) نے مسند میں اور حاکم (مستدرک حاکم، کتاب معرفة الصحابہ جلد۳ ص ۶۱۷ طبع ہندوستان) نے مستدرک میں ان احادیث کو نقل کیا ہے۔ لہٰذا اگر شیعہ امامت کو بارہ معصومین میں محصور سمجھتے ہیں تو ان کی ایک دلیل بارہ خلفاء کی یہی حدیث ہے۔ البتہ ان خلفاء کی دوسری خصوصیات کے لئے دوسرے دلائل موجود ہیں جو اپنے مقام پر بیان کیے گئے ہیں۔ ولایت فقہ کا مسئلہ غیبت امام سے مخصوص نہیں ہے۔ امام کی موجودگی میں بھی جامع الشرائط فقہاء منصب قضاوت پر فائز ہوتے ہیں اور لوگوں کے تنازعات نمٹا تے ہیں۔ دنیائے اسلام کی جغرافیائی توسیع کی وجہ سے شیعہ براہ راست امام سے رابطہ نہیں کر سکتے فطری طور پر پردہ کسی ایسے مستند مجتہد کی طرف رجوع کریں گے جو اسلام کو اچھی طرح سے جانتا ہو۔ اور ایسے علماء ہر دور میں آئمہ کے جانشین ہوتے ہیں خواہ وہ غیبت کا زمانہ ہو یا حضور وظہور کا زمانہ ہو۔

بارہ آئمہ کی امامت پر عقیدہ کا زمانہ کب سے؟

سوال:۔ کیا بارہ آئمہ کی امامت کا عقیدہ عہد رسالت میں موجود تھا یا امام حسن عسکریؑ کی وفات کے بعد پیدا ہوا؟

جواب:۔ قریش یا بنی ہاشم سے تعلق رکھنے والے بارہ افراد کی خلافت کا عقیدہ عہد رسالت

میں بالکل واضح تھا۔ البتہ ان کے ناموں اور حسب نسب سے آشنائی تدریجی طور پر عمل میں لائی گئی کہ ہر امام نے اپنے وصی اور بعد میں آنے والے امام کا تعارف کرایا۔ اور اس کی وضاحت کچھ یوں ہے۔ دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے مختلف مواقع پر بالعموم اور غدیر خم پر بالخصوص حضرت علیؑ کی امامت ورہبری کا اعلان کیا تھا اور یوں تشیع ایک اصل اعتقادی کے طور پر وجود میں آئی۔ اسی طرح سے رسول اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں امام حسن مجتبیٰ اور امام حسینؑ کی امامت ورہبری کا بھی اعلان کر دیا تھا اور فرمایا تھا۔

الحسن ولحسین اما ما ن قا ما او قعدا۔

(حسنؑ و حسینؑ دونوں امت کے پیشوا ہیں چاہے وہ زمام امور ظاہری
طور پر ہاتھوں میں لے لیں یا خانہ نشین ہو جائیں)۔

حضرت امام حسینؑ کی شہادت اور بنی امیہ کی رسوائی کے بعد امت کی نگاہیں آپ کے فرزند امام سجادؑ پر پڑیں۔ انکے بعد امام محمد باقرؑ سنت نبوی کے احیا گر اور محدثین وفقہاء کے رہبر پھر امام جعفر صادق علیہ السلام پھر ترتیب وار ہر دور کے امام پر پڑتی رہیں۔ آئمہ ہدیٰ نے اعصاب شکن ماحول میں بھی حتی الامکان اپنے فرائض منصبی انجام دیئے۔ شیعہ ان کی امامت کا پختہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ یہ تصور کرنا کہ بارہ آئمہ کا عقیدہ حسن عسکریؑ کے دور میں پیدا ہوا تھا، یہ تاریخ تشیع سے ناآگاہی کی علامت ہے۔ ہم پہلی فصل میں اس پر تفصیلی گفتگو کر چکے ہیں۔ شائقین کتاب ہذا کی پہلی فصل کی طرف رجوع کریں۔

آئمہ شیعہ اور مسند خلافت

سوال:۔ یہ سچ ہے کہ جابر بن سمرہ نے رسول اکرم ﷺ سے بارہ خلفاء کی حدیث روایت کی ہے۔

لیکن شیعوں کے بارہ امام اس کے مصداق نہیں ہیں کیونکہ وہ مسندِ خلافت پر کبھی فائز نہیں ہوئے تھے۔

جواب:۔انبیاء کا وظیفہ صرف یہی ہے کہ وہ لوگوں کو ان کے فرائض سے آگاہ کردیں خواہ لوگ قبول کریں یا نہ کریں۔حضرت موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور فرمایا تھا۔

۱۴۲۔۵ وَقَالَ مُوسَى لِأَخِيهِ هَرُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ٥ (سورہ اعراف /۱۴۲)

(موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے جانشین بن جاؤ اور ان کی اصلاح کرو اور مفسدین کی پیروی نہ کرو)۔

حضرت موسیٰ نے تو حضرت ہارونؑ کو اپنا نائب مقرر کیا تھا لیکن بنی اسرائیل نے ان کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا تھا۔اور قریب تھا کہ انہیں قتل کردیتے چنانچہ ہارونؑ نے حضرت موسیٰ سے کہا تھا۔

۱۵۰۔۵ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ (سورہ اعراف /۱۵۰)

(لوگوں نے مجھے کمزور بنادیا تھا اور قریب تھا کہ قتل کردیتے)

اگر خلافت کے جواز کی یہی شرط ہے کہ لوگ اسے قبول کریں تو پھر انبیاء مرسلین کی رسالت پر بھی سوالیہ نشان ڈالنے پڑیں گے۔بہت سے انبیاء کے پیغام کو لوگوں نے تسلیم نہیں کیا تھا (اگر لوگوں کے تسلیم نہ کرنے کے باوجود انبیاء کی نبوت قائم رہ سکتی ہے تو اقتدار نہ ملنے کے باوجود آئمہ ہدیٰ کی امامت بھی قائم رہ سکتی ہے۔

بارہ آئمہ کی حدیث کی توثیق

سوال:۔کیا جابر بن سمرہ کی بیان کردہ بارہ آئمہ کی حدیث از روئے سند ضعیف نہیں ہے؟

جواب:۔بارہ خلفاء کی حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے۔صحیحین کے علاوہ یہ حدیث سنن ابی داؤد اور سنن ترمذی، مسند احمد اور مستدرک حاکم (بارہ خلفاء کی حدیث کے منابع کو پانچویں سوال کے جواب میں نقل کی جاچکا ہے) میں بھی منقول ہے۔اہل سنت کے ہاں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ہر روایت صحیح ہے اور ان کی نظر میں مذکورہ دو کتابوں کی سند اور مضمون پر اعتراض کرنا غلط ہے۔سنی علماء کا یہ نعرہ ہے **کل ما فی البخاری صحیح** صحیح بخاری میں موجود ہر روایت صحیح ہے۔لہٰذا جابر بن سمرہ کی روایت کو ضعیف سمجھنے کا کسی کے پاس کوئی جواز نہیں ہے۔ابن حجر نے "فتح الباری" کے نام سے صحیح بخاری کی شرح لکھی ہے اور اس میں انہوں نے کہا ہے کہ صحیح بخاری کی تمام روایات معتبر ہیں۔البتہ انہوں نے کچھ مناقشات لکھے ہیں اور پھر ان کا جواب بھی تحریر کیا ہے۔(واضح رہے کہ اس نام کی کتاب کو فتح الباری شرح صحیح بخاری کے مقدمہ کے طور پر ابن حجر نے لکھا تھا)۔ممکن ہے کہ کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جابر بن سمرہ کی بیان کردہ روایت خبر واحد ہے اور عقائد کیلئے خبر واحد حجت نہیں ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض تب صحیح ہوتا جب بارہ خلفاء کے لئے صرف جابر بن سمرہ کی ہی روایت ہوتی اور اس کے علاوہ کوئی اور روایت موجود نہ ہوتی۔جب کہ دلائل امامت اتنے زیادہ ہیں جن سے ہر انصاف پسند شخص کو یقین پیدا ہوسکتا ہے۔

بارہ افراد کی امامت اور عہد نامہ قدیم و عہد نامہ جدید

سوال: کیا بارہ آئمہ کی امامت کا عقیدہ عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید سے ماخوذ نہیں ہے؟

جواب: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب بارہ خلفاء کی حدیث بیان کی تھی تو آپ

نے یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے۔ (اس امت کے زمام کار کو میرے بارہ جانشین سنبھالیں گے۔ ان کی تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کے برابر ہوگی) (منتخب کنز العمال، در حاشیہ مسند احمد جلد ۵ ص ۳۱۲)۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ امت کے امور کی زمام کتنے لوگ ہاتھ میں لیں گے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ ہم نے رسول خداﷺ سے یہی سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا۔ **اثنا عشر کعدة نقباء بني اسرائيل** (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۰) رسول اکرمؐ نے ہی اپنے خلفاء کی تعداد بارہ بیان کی تھی۔ مقام افسوس ہے کہ کہ انسان اپنے عقیدہ کے دفاع کے لئے اپنی علمی میراث کو خطا وار ٹھہرائے اور یہ کہے کہ بارہ آئمہ کا عقیدہ یہود انصاری سے ماخوذ۔ اگر یہی معیار صحیح ہے تو ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے۔ کہ بخاری و مسلم نے بھی یہود نصاری سے احادیث حاصل کی تھیں۔

حضرت علیؑ کی وصایت

سوال: آپ حضرات حضرت علیؑ کو وصی رسول کیوں سمجھتے ہیں؟

جواب: حضرت علیؑ کی وصایت کے دو مراحل ہیں۔

«۱۔ مرحلہ تجہیز»

حضرت رسول اکرمﷺ نے اپنی مرض الموت کے آخری لحات میں حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی کہ تو مجھے غسل و کفن تمہیں دینا ہے اور میرے قرض کو بھی تمہیں ہی ادا کرنا ہے۔ چنانچہ امیر المومنینؑ نے آنحضرتﷺ کی وصیت پر پورا عمل کیا تھا۔ اور جب تک آپ ان مراحل سے فارغ نہ ہوئے اس وقت تک آپ نے کوئی دوسرا کام نہیں کیا۔

وصیت کے اس مفہوم کو بھی تسلیم کرتے ہیں اور کسی نے آج تک اس حقیقت سے انکار نہیں کیا (تاریخ ابن عساکر شافعی جلد۲ ص ۴۸۷ حدیث ۱۰۰۶ مستدرک حاکم جلد اول ص ۳۶۲۔ مسند احمد جلد اول ص ۲۶۰ طبع مصر)۔

۲۔ آنحضرتؐ کی جانشینی

آنحضرتؐ نے امت کی رہبری اور سرپرستی کے لئے حضرت علیؑ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اگر تعصب کی عینک اتار کر انصاف اور غیر جانبداری سے اس مسئلہ کا جائزہ لیں تو ہمیں یہ بات دکھائی دے گی رسول اکرمؐ کی زندگی ہی میں حضرت علیؑ کی خلافت اور جانشینی کا مسئلہ واضح ہو چکا تھا اور حد یہ ہے کہ آنحضرتؐ کی زندگی میں ہی آپ کو "وصی" کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا اور یہ لقب اس وقت بھی نظم و نثر میں بہت زیادہ استعمال ہوتا تھا۔

۵۔۲۱۴ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ہ (سورۂ شعراء آیت ۲۱۴) (آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں) کی تفسیر میں محدثین و مفسرین نے لکھا کہ رسول اکرمؐ نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو جمع کیا اور انہیں دعوت اسلام دی۔ آپؐ نے فرمایا: اے فرزندانِ عبدالمطلب میں تمہارے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی لے کر آیا ہوں۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی دعوت دوں۔

فایکم یوازرنی علی امری ھذا علی ان یکون اخی ووصی و خلیفی وفیکم۔

(تم میں سے کون ہے جو اس امر میں میری مدد کرے۔ وہ میرا وصی اور بھا

کی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہوتا)۔

کسی نے بھی آپ کی بات کا جواب نہ دیا۔ حضرت علیؑ سب سے کمسن تھے آپ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کی مدد کروں گا۔ اس وقت رسول خدا نے فرمایا۔

ان ھذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعو الہ و اطیعوہ

(یقیناً یہ میرا بھائی، میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا جانشین ہے اس کا فرمان سنو اور اس کی اطاعت کرو) یہ حدیث "حدیث یوم الدار" کہلاتی ہے بہت سے محدثین اور سیرت نگاروں نے اسے نقل کیا ہے۔ (**ریخ طبری جلد۲ ص ۳۱۹۔ ۳۲۱ طبع دار العارف مصر۔ تاریخ کامل ابن اثیر جلد۲ ص ۶۲۔ ۶۳۔ منتخب کنز العمال درحاشیہ مسند احمد**)۔ وصایت امیرالمومنینؑ کے دلائل صرف اسی حدیث تک محدود نہیں ہیں بلکہ "حدیث ثقلین" اور حدیث سفینہ" اور حدیث غدیر" جیسی تمام احادیث آپ کی وصایت پر دلالت کرتی ہیں۔ اختصار کے مدنظر ہم انہیں نقل کرنے سے قاصر ہیں۔ امیرالمومنینؑ نے اہل بیت پیغمبر کے متعلق یہ جملے ارشاد فرمائے۔ **و فیھم الوصیۃ و الوراثۃ** (نہج البلاغہ خطبہ۲) یعنی پیغمبر اکرمؐ نے ان کے متعلق وصیت کی تھی اور وہ پیغمبر کے وارث ہیں) عہد رسالت کے شعراء اور وصایت علیؑ کا ذکر۔ حضرت علیؑ کی وصایت عہد رسالت میں بھی مشہور تھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی وصایت کا لوگوں میں اتنا چرچا تھا کہ عصر اول کے شعراء نے آپ کو وصی کے لقب سے یاد کیا تھا۔ اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ عبداللہ بن ابی سفیان

وصی النبی المصطفی وابن عمہ

فمن ذاید نیه ومن یقا ربه ؟

(آپ نبی اکرمؐ کے وصی اوران کے ابن عم ہیں، ایسا کون ہے جو ان کا مقابلہ کر سکے)؟

۲۔عبدالرحمان جعیل

علیا وصی المصطفی و ابن عمه

و اول من صلی اخا الدین والتقی

(علیؑ حضرت مصطفیٰ کے وصی اوران کے ابن عم ہیں۔وہ پہلے نماز گزار دیندار اور پرہیز گار ہیں)

۳۔ابن التیہان نے بدری صحابہ سے خطاب کر کے کہا۔

ان الوصی اما منا و ولینا

برح الخفاء و باحت الا سراز

(وصی ہی ہمارا امام اور ہمارا سرپرست ہے۔جو کچھ مخفی تھا وہ مکمل کرسامنے آ گیا اور راز طشت از بام ہوگئے)۔ابن ابی الحدید نے اس سلسلے میں بہت سے اشعار نقل کیے ہیں جن میں سے کچھ اشعار عہد رسالت کے شاعروں کے ہیں اور کچھ اشعار تابعین کے ہیں۔تمام شعرا نے آپ کو "وصی" کے لقب سے یاد کیا ہے۔(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد اول ص ۱۴۳۔۱۵۰ طبع مصر)۔وصایت علیؑ کی تردید میں زیادہ سے زیادہ صرف ایک روایت پیش کی جاسکتی ہے جو کچھ یوں ہے کہ بی بی عائشہ سے لوگوں نے وصایت امام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ رسولؐ خدا نے میرے حجرے میں وفات پائی تھی انہوں نے کسی کے بارے میں وصیت نہیں کی تھی۔(صحیح بخاری جلد اول کتاب وصایا حدیث ۲۷۴۱)۔

سوال یہ ہے کہ لوگوں نے بی بی عائشہ سے آخر یہ بات کیوں پوچھی تھی؟

اس کا جواب بھی واضح ہے کہ صدر اسلام میں حضرت علیؑ کا وصی رسولؐ ہونا انتہائی مشہور تھا اسی

لئے تو لوگوں نے بی بی سے یہ بات کہی تھی۔ بی بی عائشہ کے جواب کو بنیاد بنا کر حضرت علیؑ کی وصایت کا انکار کرنا صحیح نہیں ہے اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ رسول خداؐ نے بی بی کے حجرے اور بی بی کے پہلو ہی میں وفات پائی تھی اور اس وقت آپ نے کسی کو وصیت نہیں کی تھی۔ تو کیا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ آپ نے اپنی صحت و عافیت کے ایام میں یا بیماری کے ابتدائی دنوں میں جب دوسرے گھروں میں تھے حضرت علیؑ کے بارے میں وصیت نہیں کی تھی؟ رسول خدا وصیت جیسے ضروری کام سے انحراف نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ آپ نے ہی لوگوں سے فرمایا تھا۔

ماحق امری مسلم له شیء یوصی فیه یبیت لیلتین الا و وصیته مکتوبة عنده (صحیح بخار، کتاب وصایا حدیث ۲۷۳۸)

(کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ اس کے پاس وصیت کے قابل کوئی چیز موجود اور وہ وصیت نہ کرے۔

ایسے مسلمان کو دو راتیں اس حالت میں نہیں بسر کرنی چاہیئں مگر یہ کہ اس کی وصیت اس کے پاس لکھی ہوئی ہو۔

"اولی الامر" سے کون لوگ مراد ہیں؟

سوال ۵۱: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورہ النساء/۵۹) میں اولی الامر سے خاص افراد کیوں مراد لیے جاتے ہیں؟

جواب: "اولی الامر" سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق دو اقوال پائے جاتے ہیں

۱۔اس سے سپاہ کے سالار مراد ہیں

۲۔اس سے علماء ودانشور مراد ہیں۔

وہ گروہ جو لفظ "الامر" سے "فرمان" مراد لیتے ہیں وہ پہلے معنی پر اصرار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے "فوجی سربراہ" مراد ہیں جب کہ یہ تفسیر دو وجوہات کی بنا پر نا قابل قبول ہے۔

۱۔لفظ "الامر" کے متعلق یہ احتمال موجود ہے کہ اس سے "شان ومنزلت" مراد ہو اور اس صورت میں آیت کا مفہوم دوسری تفسیر سے سازگار ہو جاتا ہے۔

۲۔مورد بحث آیت بعد کی آیت کے لئے بمنزلہ تمہید کے ہے جس کے مطالب اور ترجمہ کو ہم بعد میں ذکر کریں گے۔اس کی شانِ نزول پہلی تفسیر سے مطابقت نہیں رکھتی اس کی بجائے قول دوم کی تائید کرتی ہے۔

مفسرین نے آیت مجیدہ کے شانِ نزول کے متعلق لکھا ہے کہ ایک شخص جو کہ ظاہری طور پر مسلمان کہلاتا تھا اور اندرونی طور پر منافق تھا، اس کا ایک یہودی سے کسی بات پر اختلاف ہوا۔یہودی نے کہا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ تمہارے نبی محمدؐ سے کراتے ہیں۔یہودی نے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ وہ جانتا تھا کہ محمد مصطفیٰؐ رشوت نہیں لیں گے۔منافق نے کہا، نہیں اس کا فیصلہ کعب بن اشرف یہودی سے کراتے ہیں۔اس کی وجہ یہ تھی کہ منافق جانتا تھا کہ کعب بن اشرف رشوت لے کر اس کے حق میں فیصلہ دیدے گا۔

اس وقت آیت اولی الامر اور بعد کی آیت نازل ہوئی۔اس دو آیات کا پورا متن حسب ذیل ہے۔

۵۹ یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ہ (انساء ۵۹)

[اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کرو اور اطاعت کرو رسول کی اور جو تم میں صاحبان امر ہوں۔ اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ کام تمہارے لئے بہتر ہے اور اس کا انجام بہت ہی اچھا ہے۔

۱۔ لفظ "اولی الامر" کا عطف "الرسول" پر ہے "اور عامل نصب دونوں کا ایک فعل ہے اور وہ ہے۔ "اطیعو االرسولؐ واولی الا مرَ منکم "اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فیصلوں کے لئے "اولی الامر" کا مقام "رسولؐ" سے متصل ہے۔ یعنی جس طرح سے رسولؐ خدا فیصلہ میں غلطی نہیں کر سکتے اسی طرح ہے اولی الامر بھی وہ ہیں جن سے فیصلہ میں کسی غلطی کو کوئی امکان نہیں ہے اور اس طرح سے "اولی الامر" سے وہ علماء مراد لئے جاسکتے ہیں جو گناہ اور خطا سے معصوم ہوں۔

۲۔ اس آیت مجید میں "اولی الامر" کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور اس اطاعت کو کسی طرح بھی مقید اور محدود نہیں کیا گیا، مثلاً خدا نے یہ نہیں کہا کہ تم اس وقت تک اولی الامر کی اطاعت کرو جب تک وہ کسی مغالطہ اور اشتباہ میں نہ پڑیں۔ اللہ نے اولی الامر کی اطاعت کا مطلق طور پر حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ کوئی شرط اور قید نہیں لگائی۔ غیر مشروط اطاعت کے حکم سے واضح ہوتا ہے کہ ان کا

فیصلہ کبھی شریعت کے تقاضوں کے خلاف نہیں ہوگا۔ اور وہ کبھی کسی مغالطہ میں مبتلا نہ ہوں گے، اس سے اولی الامر کی ہر طرح کے گناہ اور خطا سے عصمت لازم آتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کی اطاعت کو مشروط کیا ہے اور فرمایا ہے۔

۸۔ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ط وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا (سورۃ عنکبوت /۸)

(ہم نے انسان کو والدین سے نیکی کرنے کی سفارش کی ہے اور اگر وہ دونوں مشرک ہوں اور کوشش کریں کہ تم میرے ساتھ انہیں شریک بناؤ جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو اس حالت میں ان کی اطاعت نہ کرنا)

والدین کی اطاعت مشروط اور مقید ہے کہ اولی الامر کی اطاعت کا غیر مشروط طور پر حکم دیا گیا ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ مخلوق جب خدا کی نافرمانی کا حکم دے تو ان کی اطاعت کرنا ناجائز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے۔

لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق (وسائل الشیعہ جلد ۸ باب ۵۹ ابواب وجواب الحج حدیث ۷)

(خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہئے)

اس حدیث پاک کا مفہوم قرآن کریم میں بھی موجود ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

۲۸۔ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (سورۂ اعراف /۲۸)

(اللہ برائی کا حکم نہیں دیتا)

خلاصہ یہ ہے کہ

ا۔"اولی الامر" کی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

۲۔جب کوئی شخص شریعت کے حکم کے خلاف حکم دے تو اس وقت اس کی اطاعت خود بخود حرام ہو جاتی ہے۔

مذکورہ بالا دو مطالب اسے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ قرآن نے "اولی الامر" کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور "اولی الامر" وہی جو معصوم ہیں جنہوں نے پوری زندگی شریعت کے خلاف عمل نہیں کیا اور پوری زندگی میں ان سے خطا صادر نہیں ہوئی۔اور اتنی معصومانہ زندگی اگر کسی کی ہے تو وہ صرف بارہ امام ہیں۔ تمام مسلمان متفق ہیں کہ ان حضرات کے علاوہ اور کوئی معصوم نہیں ہے۔مضمون آیت کے علاوہ تین سے زیادہ مستند و مرسل احادیث ایسی بھی موجود ہیں جن میں "اولی الامر" سے بارہ آئمہ معصومین کو مراد لیا گیا ہے۔(تفسیر البرہان جلد اول ص ۳۸۱۔۳۸۶)

حدیث غدیر میں لفظ مولی کا معنی

سوال: حدیث غدیر میں "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کے الفاظ وارد ہیں کیا لفظ "مولا" سے محب اور مددگار مراد نہیں ہے؟ شیعہ اسی حدیث سے رسول خدا کے بعد حضرت علی کی امامت و خلافت پر استدلال کرتے ہیں اور ان کا استدلال تب صحیح ہو سکتا ہے جب "مولی" "اولیٰ یا ولی" کے معانی میں ہو جب کہ اس لفظ کے لئے احتمال یہ ہے کہ یہ محب اور ناصر کے معنی میں استعمال ہوا ہو۔گویا رسول خدا نے

لوگوں نے یہ سفارش کی تھی کہ میرے بعد علیؑ کی مدد کریں اور ان سے دوستی رکھیں۔ جواب حدیث میں موجود لفظ "مولی" کے مفہوم کی وضاحت کے لئے دو نکات پر بحث کرنا پڑے گی۔

الف: عربی زبان میں لفظ "مولی" بمعنی "اولی" استعمال ہوتا ہے؟

ب۔ اگر بالفرض استعمال ہوتا ہے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حدیث سے بھی یہ مطلب و معنی مراد ہے؟

الف:۔ لفظ "مولی" عربی زبان میں "اولی" کے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کے روشن ترین ثبوت کے لئے ہم چند آیات پیش کرتے ہیں۔

۱۵.۵ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط مَاْوٰكُمُ النَّارُ ط هِيَ مَوْلٰكُمْ ط وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ہ (سورۃ حدید /۱۵)

(آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کفار سے، تم سب کا ٹھکانا جہنم ہے وہی تم سب کا صاحب اختیار ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے)۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں استعمال ہونے والا لفظ "مولیٰ" "اولی" کے معانی میں ہے کیونکہ ان لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخ ہی ان کے زیادہ لائق ہے اور مناسب حال ہے۔

ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳.۵ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ط لَبِئْسَ

الْمَوْلٰی وَلَبِئْسَ الْعَشِیْرُ ہ (سورۂ حج)

(یہ ان کو پکارتے ہیں جن کا نقصان ان کے فائدے سے قریب تر ہے وہ ان کے بدترین سرپرست اور بدترین ساتھی ہیں)

اس آیت مجیدہ اور اس کے ماقبل کو پڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں لفظ "مولیٰ" "ولی" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ بت پرست گروہ اپنے بتوں کو اپنا قرار دیتا تھا۔ اور انہیں اپنا سرپرست سمجھ کر ان سے خطاب کیا کرتا تھا۔ الغرض مذکورہ بالا دو آیات اور ان کے علاوہ کچھ اور آیات میں لفظ "مولیٰ" "اولیٰ" کا ایک معنی "اولیٰ اور ولی" بھی ہوتا ہے۔ اب ہم یہ واضح کریں گے کہ حدیث غدیر میں لفظ "مولیٰ" سے کیا مفہوم مراد ہے؟ اور یہ واضح کریں گے کہ **من کنت مولاہ علی مولاہ** کی حدیث میں اس سے **اولی بہ نفس** یا **اولی بہ الاطاعت** یا ولی و سرپرست مراد ہے جو کسی شخص کی "ولایت مطلقہ" کو ثابت کرتا ہے یا پھر اُس سے محبّ و ناصر کا مفہوم مراد ہے۔ بہت سے قرائن یہ گواہی دیتے ہیں کہ "مولیٰ" سے اس کا پہلا معنی مراد ہے جسے مولا "ولایت مطلقہ" سے تعبیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے حبیب کریم ﷺ کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

۶۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ
(سورۂ الاحزاب/۶)

(نبی مومنین کی جان پر ان سے بھی زیادہ حق تصرف رکھتا ہے)۔

جو شخص انسان کی جان پر اس سے زیادہ تصرف کا حق رکھتا ہو وہ اس کے مال پر بھی اس سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہے۔ اس طرح کی "اولویت" ہی ولایت مطلقہ ہے جس کے ضمن میں امر و نہی اطاعت بھی شامل ہے۔ خدا نے اپنے نبی کو یہ منصب عطا کیا ہے۔ آپ ذاتی طور پر اس مقام کے حامل

نہیں تھے خدا نے شرعی اور عقلی تقاضوں کے پیش نظر آپ کو اہل ایمان کے جان و مال پر مسلط کیا ہے اور آپ کو ہر طرح کے امر و نہی کے اختیارات عطا کیے اور آپ کے فرمان سے سر تابی کو حکم خداوندی سے سر تابی قرار دیا ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حدیث غدیر میں لفظ "مولیٰ" "اولی" کے معانی میں ہے تو اس سے امیر المومنینؑ کو بھی وہی مقام حاصل ہو جائے گا جو نص قرآن کے تحت آنحضرت کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ پر نبوت کو تمام کیا ہے۔ لہٰذا حضرت علیؑ کو نبوت کے علاوہ باقی تمام اختیارات کا حامل ماننا پڑے گا۔ رسول خدا اپنے زمانہ میں امت کے رہبر پیشوا تھے اور اہل ایمان کے جان و مال میں تصرف کا حق رکھتے تھے۔ اس بلند تر مقام کو لفظ امامت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور کبھی اسے "ولایت الٰہیہ" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (یعنی خدا کی طرف سے وسیع الاطراف ولایت) اب ہم وہ قرائن و شواہد پیش کرتے ہیں جس سے حدیث میں مولیٰ بمعنی اولیٰ ثابت ہوتا ہے یا تمام معاملات میں صاحبِ ولایت ہونے کا اثبات ہوتا ہے۔

۱۔ جب غدیر خم میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؑ کا بازو پکڑ کر **من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ** کا اعلان کر چکے تو دربارِ رسالت کے شاعر حسانؓ بن ثابت اٹھے اور آنحضرتؐ سے کچھ اشعار پڑھنے کی اجازت طلب کی۔ آنحضرتؐ نے اجازت دی تو حضرت حسانؓ نے رسول اکرمؐ کے خطبہ کے مفہوم کو شعر کے قالب میں ڈھالا اور انہوں نے **من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ** کی حدیث کا منظوم ترجمہ یوں کیا۔

فقال لہ قم یا علی فاننی

رضیتک من بعدی اماما وھادیا

(رسول خداؐ نے ان سے کہا کہ علی! اٹھو میں نے اپنے بعد تمہیں امام اور ہادی مقرر کیا ہے)

حضرت حسانؓ کا یہ شعر اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ انہوں نے لفظ "مولیٰ" سے امامت ، پیشوائی اور امت کی رہبری وہدایت ہی کو مراد لیا تھا (اگر بالفرض حضرت حسانؓ کو مفہوم سمجھنے میں مغالطہ ہوا تھا تو رسول خداؐ کا حق تھا کہ ان کی اصلاح کر دیتے اور فرماتے کہ میرے فرمان کا وہ مفہوم نہیں ہے جو تم نے بیان کیا ہے۔ حضرت حسانؓ کو نہ تو آنحضرتؐ نے ٹوکا تھا اور نہ ہی ہزاروں سامعین نے ٹوکا تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو مفہوم حسانؓ نے بیان کیا تھا وہی صحیح مفہوم تھا۔ حضرت حسانؓ کے علاوہ عرب دنیا کے چوٹی کے شعراء اور ادباء نے بھی لفظ موال سے امام وہادی کے معانی بیان کئے ہیں۔ اور ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو عربی زبان کے استاد شمار کئے جاتے تھے۔ان سب نے اسی لفظ سے وہی معنی مراد لئے ہیں جو حسانؓ نے سمجھے تھے چنانچہ موضوع امامت اور پیشوائی امامؑ کے سوا کوئی اور چیز ان کی فکر تک نہیں پہنچی۔

۲۔ حضرت امیر المومنین نے معاویہ کو مخاطب کر کے کچھ اشعار ارشاد فرمائے تھے اور ان اشعار میں آپ نے واقعہ غدیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

وا وجب لی ولا یته علیکم

رسو ل اللـه یو م غدیر خم

(علامہ امینی نے گیارہ شیعہ شعراء اور چھبیس سنی شعراء کے اشعار نقل کیے ہیں اور اس شعر کو بھی انہوں نے بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: الغدیر، جلد دوم: ص ۲۵۔۳۰)

(رسول خداؐ نے غدیر خم کے دن تم لوگوں پر میری ولایت کو واجب قرار دیا تھا)۔

حضرت علیؑ سے بڑھ کر حدیث غدیر کے مفہوم کو اور کون سمجھ سکتا ہے۔ باب مدینۃ العلوم نے

اس حدیث کا یہی مفہوم بیان کیا کہ رسول خداؐ نے غدیر خم کے دن میری ولایت کو تم پر واجب کیا تھا۔ کیا یہ تفسیر وضاحت نہیں کرتی کہ اس لفظ سے سوائے زعامت اور معاشرہ کی رہبری کے واقعہ غدیر میں موجود تمام افراد کے اذہان میں اور کچھ مطلب نہیں آیا تھا؟

۳۔ الفاظ پیغمبر میں قرآئن:۔

رسول اکرمؐ کے خطبہ اور متن حدیث میں ایسے قرائن موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ لفظ "مولیٰ" اثبات امامت اور جان ومال پر اولویت کیلئے استعمال ہوا ہے۔ اس کا پہلا قرینہ تو یہ کہ آنحضرتؐ نے اپنی حدیث میں فرمایا۔ **الست اولی بکم من انفسکم** اس جملہ میں آنحضرتؐ نے "اولیٰ بہ نفس" کے الفاظ ارشاد فرمائے ہیں اور تمام حاضرین سے اپنے "اولیٰ" ہونے کا اقرار کرایا۔ جب تمام سامعین وحاضرین اقرار کر چکے کہ آپ ہمارے اولیٰ ہیں۔ اور آپ کو ہمارے جان ومال پر ہم سے بھی زیادہ حق تصرف حاصل ہے تو اس کے بعد آپ نے بلافصل فرمایا۔ **من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ** آخر ان دو جملوں کو ملانے کا مقصد کیا ہے؟ اس کا اس کے سوا کوئی اور مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اولویت کا جو مقام ومنصب مجھے حاصل ہے میرے بعد وہی مقام حضرت علیؑ کو حاصل ہے؟ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میں جس پر بھی حق تصرف رکھتا ہوں میرے بعد علیؑ بھی اس پر حق تصرف رکھتا ہے۔ اگر پیغمبر اکرم کا مفہوم کچھ اور ہوتا تو **منت کنت مولاہ** سے قبل لوگوں سے اپنی الویت کا اقرار نہ کراتے۔

اس مفہوم کا دوسرا قرینہ یہ ہے کہ رسول خداؐ نے آغاز گفتگو میں لوگوں سے تین اسلامی عقائد کا اقرار کرایا تھا اور فرمایا تھا۔

الستم تشھدون ان لا الہ اللہ و ان محمد اعبدہ

ورسوله وان الجنة حق والنار حق

(کیا تم توحید و رسالت کی گواہی نہیں دیتے اور جنت دوزخ کے حق ہو
نے کی گواہی نہیں دیتے)؟

اس اقرار کرانے کا آخر کیا مقصد تھا؟ کیا اس کا مقصد صرف یہی نہیں تھا کہ لوگوں کے اذہان کو قریب تر کیا جائے تا کہ وہ علیؑ کے مقام و منصب کے اقرار کیلئے آمادہ ہو جائیں اور انہیں یقین ہو جائے کہ جس طرح سے خدا کی توحید اور نبی اکرمؐ کی نبوت اور جنت و نار کا عقیدہ اسلام کا حصہ ہے اسی طرح سے حضرت علیؑ کی ولایت بھی اسلام کا حصہ ہے؟ اور اگر اس کے برعکس "مولیٰ" کے لفظ سے دوست اور مددگار کا مفہوم مراد ہوتا تو آنحضرتؐ کو اقرار کرانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ اور ایسا کرنے کی صورت میں کلام کا باہمی ارتباط منقطع ہو جاتا اور کلام بلاغت سے نیچے آ جاتا۔ لہٰذا اس سے دوست اور مددگار کا معنی لینا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ:

۱۔ حضرت علیؑ مقامِ ولایت کے علاوہ بھی اعلیٰ درجہ کے مسلمان تھے اور آپ اس اعلان سے پہلے بھی اہل ایمان کے دوست اور مددگار تھے۔ لہٰذا اتنی سی بات کہنے کے لئے آنحضرتؐ کو اتنا بڑا اجتماع منعقد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

۲۔ دوستی اور مددگار کا مسئلہ اتنا اہم نہیں ہے کہ اسے دین کے تین اصولوں کے ساتھ شامل کیا جائے۔

۳۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے خطاب کے آغاز میں اپنی رحلت کی خبر دی تھی اور آپ نے فرمایا۔

انی اوشک ان ادعیٰ فاجیب (الغدیر جلد اول صفحات ۲۶، ۲۷، ۳۰، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۶، ۴۷، ۱۷۶ کی طرف رجوع فرمائیں) آنحضرت کا یہ جملہ پکار کر کہہ

رہا ہے کہ آپ دنیا سے رختِ سفر باندھنے والے ہیں اور آپ اپنی موت کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلا کو پُر کرنے کے خواہش مند ہیں۔ آپ کی موت سے پیدا ہونے والا خلا ایک ایسے رہبر کا تعین ہی رحلت کے بعد نظام امور کو سنبھال سکتا ہے نہ کہ مودّت اور دوستی اور یا نصرت اور اس کی مدد۔

۴۔ جب رسولِ اکرمؐ نے **"من کنت مولاہ"** کے بعد فرمایا۔

اللہ اکبر علی اکمال الدین و اتمام النعمة ورضی الرب برسالتی والولایة لعلی من بعدی (علامہ امینی نے اس حدیث کے منابع کو الغدیر جلد اول کے صفحات ۴۳، ۱۶۵، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳ اور ۲۳۵ پر نقل کیا ہے)

(دین کی تکمیل، نعمت کے اتمام اور میری رسالت اور میرے بعد علیؑ کی ولایت پر راضی ہونے کی وجہ سے میں خدا کی بڑائی بیان کرتا ہوں)

فرض کریں کہ **"من کنت مولاہ فهذا علی مولاہ"** کا مفہوم اگر یہی تھا کہ علی تمہارا دوست ہے تو یہ اتنی بڑی بات تو نہ تھی کہ اللہ خوش ہو کہ اپنے دین کو مکمل کر دیتا اور اپنی نعمت کی تکمیل کر دیتا؟

حضرت رسول خداؐ نے تو واضح کر دیا **"والولایة لعلی من بعدی"** کہ خدا میری رسالت اور میرے بعد علی کی ولایت پر راضی ہوا ہے۔

۵۔ ولایت علیؑ کا اس سے بڑھ کر اور ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ جب رسول خداؐ خطبہ غدیر سے

فارغ ہوئے تو اس وقت حضرت ابوبکر، حضرت عمرؓ اور باقی صحابہ کرامؓ نے حضرت علیؑ کو مبارک دی تھی اور مبارک بادی کا یہ سلسلہ غروب آفتاب تک جاری رہا تھا اور شیخین مبارک دینے میں سب سے پیش پیش تھے اور انہوں نے ان الفاظ سے حضرت علیؑ کو مبارک باد دی تھی۔

ھنیئا للک یابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولای و مولی کل مؤمن و مؤمنۃ (شیخین کی تہنیت کے لئے الغدیر جلد اول کے صفحات ۲۷۰۔۲۸۳ کا مطالعہ فرمائیں) فرزند ابوطالب! تمھیں مبارک کہ تم میرے اور ہر مومن مرد عورت کے مولا بن گئے علیؑ کو اس روز ایسا کون سا مقام حاصل ہوا تھا کہ اس مبارک باد کے مستحق ٹھہرے؟ کیا مقامِ زعامت اور امت کی رہبری کے علاوہ جس کا رسمی اعلان اس سے پہلے نہیں ہوا تھا کوئی اور بات تہنیت کا سبب ہوسکتی ہے؟

۶۔ اگر آنحضرت کو صرف یہی بتانا مقصود ہوتا کہ علیؑ تمہارا دوست اور مددگار ہے تو پھر سخت گرمی اور چلچلاتی دھوپ میں آنحضرتؐ ہزاروں افراد کے قافلہ کو گرم ریت اور جلتے ہوئے پتھروں پر بٹھا کر ایک بیابان میں خطاب نہ کرتے۔ کیونکہ اس اعلان سے پہلے اللہ کی طرف قرآن کریم میں یہ اعلان ہو چکا تھا۔

۱۰۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (سورۃ الحجرات/۱۰)

(تمام مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں)۔

کیا اس سے قبل قرآن مجید یہ واضح نہیں کر چکا تھا کہ اہل ایمان ایک دوسرے کے خیر خواہ اور دوست ہیں۔ حضرت علیؑ بھی اسی اہل ایمان معاشرے کے ایک فرد تھے۔ اس کے لئے رسول خدا کو اتنا اہتمام کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس قسم کی بچکانہ کم فہمیاں جن کی بنیاد یہ تھی کہ حدیث کا مقصد علیؑ

کی دوستی اور نفرت تھی اور مولیٰ محبّ اور مددگار کے معنی میں ہے، حدیث کے مفہوم کو بگاڑنے کی کوشش تھی جو علیؑ سے خلاف شدید تعصب (اور بغض) کی بناء تھی۔ حالانکہ ذکر شدہ قرائن اور دیگر شواہد کی بناء پر جو رسول ﷺ کے خطبہ پر غور وفکر کرنے سے سامنے آتے ہیں مولیٰ کے معنی اس کے علاوہ کچھ اور نہیں کہ وہ ولی، اولیٰ اور انسانوں پر اولیٰ بالتصرف ہے۔

«چھ رکنی شوریٰ میں شمولیت»

سوال: حضرت علیؑ نے حضرت عمر کی مقرر کردہ چھ رکنی شوریٰ میں شرکت کی تھی۔ کیا آپ کی شرکت سے یہ بات واضح نہیں ہو جاتی کہ آپ امامت کے لئے شورائی نظام کو قبول کرتے تھے؟

جواب: اس سوال کے جواب سے پہلے ہم شوریٰ کا جائزہ لیتے ہیں۔ جب حضرت عمر زخمی ہوئے اور ان کے زندہ رہنے کی امیدیں منقطع ہو گئیں تو ہر طرف سے یہ مطالبہ ہونے لگا کہ آپ کسی کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ بی بی عائشہ نے عبداللہ بن عمر کے ذریعہ سے انہیں پیغام بھیجا کہ امت محمد کو چرواہے کے بغیر چھوڑ کر نہ جائیں جتنا جلدی ممکن ہو کسی کو اپنا جانشین مقرر کریں۔ اگر آپ نے اپنا جانشین مقرر نہ کیا تو فتنہ فساد کا اندیشہ ہے۔ (الامامتہ والسیاسہ، ابن قتیبہ جلد اول ص ۳۲) خلیفہ نے حکم دیا کہ ان چھ افراد کو میرے پاس لایا جائے جن سے رسول خدا موت کے وقت راضی تھے۔ اس سے ان کی مراد حسب ذیل چھ افراد تھے۔

۱۔ حضرت علی ۲۔ حضرت عثمان ۳۔ طلحہ

۴۔ زبیر ۵۔ سعد بن ابی وقاص ۶ عبدالرحمٰن بن عوف

اس شوریٰ کے عناصر کی ترکیب ہی کچھ ایسی تھی کہ حضرت علیؑ خلیفہ نہیں بن سکتے تھے۔ کیونکہ ارکانِ شوریٰ میں زبیر کے علاوہ باقی افراد حضرت علیؑ کے مخالف تھے۔ جیسے ہی اس کمیٹی کا اجلاس شروع

ہوا تو طلحہ نے حضرت عثمان کی تائید کی۔ کیونکہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ علی عثمان کی موجودگی میں اس کا انتخاب ناممکن ہے اسی لئے اس نے یہ مناسب سمجھا کہ وہ علیؑ کی مخالفت میں عثمان کی تائید کرے اور علی کے منتخب ہونے کے مواقع کو کم سے کم کردے۔ طلحہ کو حضرت علیؑ سے اس لئے دشمنی تھی کہ اس کا تعلق بنی تیم سے تھا اور حضرت ابوبکر بھی اسی قبیلہ کے فرد تھے۔ حضرت ابوبکر کے حصول اقتدار کی وجہ سے بنی تیم اور بنا ہاشم کے تعلقات میں کھنچاؤ آ گیا تھا جو کہ مدتوں قائم رہا۔ زبیر حضرت علیؑ کی پھوپھی (صفیہ بنت عبدالمطلب) کا بیٹا تھا۔ اس نے آپ سے رشتہ داری کا لحاظ رکھا اور اس نے حضرت علیؑ کی تائید کی۔

سعد ابن ابی وقاص نے عبدالرحمٰن بن عوف کی تائید کی۔ اور اس حمایت کی وجہ یہ تھی کہ مذکورہ دونوں افراد کا تعلق "زہرہ" قبیلہ سے تھا۔ یوں تین افراد ایک دوسرے کے مدمقابل آ گئے اور ہر ایک امیدوار کو ایک ایک مؤید کی تائید حاصل تھی اور کامیابی اس امیدوار کو حاصل ہونی تھی جس کی تائید ان تینوں میں سے ایک کردے۔ اس وقت عبدالرحمٰن نے حضرت علی اور حضرت عثمان کی طرف رخ کر کے کہا کہ تم میں سے ایک فرد دوسرے کو اپنا ووٹ دے کر خود خلافت سے علیحدہ ہو جائے۔ اس پر حضرت علیؑ اور حضرت عثمان دونوں خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت عبدالرحمٰن نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو میں اپنے آپ کو خلافت سے باہر نکالتا ہوں اور تم دو میں سے کسی ایک کا انتخاب کرتا ہوں۔ پھر اس نے حضرت علیؑ سے کہا کہ میں آپ کی اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ کتاب اللہ پر عمل کریں گے۔ سنت رسولؐ پر عمل کریں گے۔ اور سیرت شیخین پر عمل کریں گے۔ حضرت علیؑ نے پہلی دو شرائط کو قبول کیا یعنی کتاب وسنت کو قبول کیا اور سیرت شیخین کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں تیری بیعت اس شرط پر قبول کرتا ہوں کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول پر عمل کروں گا اور اپنے علم و اجتہاد پر عمل کروں گا۔

جب عبدالرحمٰن کو حضرت علیؑ نے یہ ٹکا سا جواب دیا تو اس نے یہی تینوں شرائط حضرت عثمان

کے سامنے پیش کیں۔ انہوں نے تینوں شرائط فوراً قبول کر لیں۔ اس وقت عبدالرحمٰن نے عثمان کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور اسے امیرالمومنین کہہ کر اس کی بیعت کی۔ پھر اس نے باہر آ کر لوگوں کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کیا۔ حضرت علیؑ کے لئے شوریٰ کا یہ فیصلہ غیر متوقع نہیں تھا۔ آپ کے پہلے سے ہی اس کا علم تھا۔ حد یہ ہے کہ جب ابن عباس نے ارکان شوریٰ کے نام سنے تھے تو انہوں نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ اب تیسری بار بھی علیؑ کو خلافت سے محروم رکھا جائے گا۔

جب عبدالرحمٰن نے عثمان کی بیعت کی تو حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا

تو نے اسے اس لئے منتخب کیا ہے کہ تو چاہتا ہے کہ عثمان اپنی زندگی کے آخری ایام میں خلافت تیرے سپرد کر دے گا۔ جیسا کہ ابوبکر نے خلافت عمر کے سپرد کی تھی۔ جب کہ میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تمہارے درمیان تفریق پیدا کر دے گا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا فرمان پورا ہوا، ابھی خلافت عثمان کو تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ ان دونوں کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو گئی اور انہوں نے ایک دوسرے سے کلام کرنا چھوڑ دیا یہاں تک کہ عبدالرحمٰن کی وفات ہو گئی (یہ تمام مطالب ہم نے شرح ابن ابی الحدید (جلد اول ص ۱۸۸،۱۸۵) سے بطور خلاصہ نقل کیے ہیں)۔

اب ہم اصل سوال کا جواب دیتے ہیں

ا۔ اس سلسلہ کی پہلی گزارش تو یہ ہے کہ یہ بات واضح نہیں ہے کہ حضرت علیؑ شوریٰ کے اجلاس میں اپنی خوشی سے آئے گے یا آپ کو مجبور ہو کر آنا پڑا تھا۔ کیونکہ خلیفہ دوم نے ارکان شوریٰ کو جو دھمکیاں دی تھیں وہ بھی تاریخ کا حصہ ہیں۔ مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر نے ارکان شوریٰ کو اپنے پاس طلب کیا اور ان کے سامنے خلافت کا مسئلہ رکھا پھر انہوں نے محمد بن مسلمہ کی طرف

منہ کر کے کہا۔ "جب میرے جنازہ کو دفن کرلو تو پھران چھ افراد کو بلا لینا اور انہیں ایک کمرے میں بٹھا دینا تم پچاس مسلح افراد لے کر دروازے پر کھڑے ہونا اور اس وقت تک کھڑے رہنا جب تک وہ کسی ایک کو منتخب نہ کرلیں۔ اگر پانچ افراد کسی ایک پر متفق ہوں اور دو مخالفت کریں تو پھران دو نوں کو قتل کر دینا اور اگر یہ چھ افراد تین تین کی شکل میں تقسیم ہو جائیں تو پھر خلیفہ وہ ہوگا جس کی تائید عبدالرحمٰن کرے گا۔

اختلاف کرنے والے تین ارکان کو کہنا کہ وہ عبدالرحمٰن کے پسندیدہ امیدوار کو تسلیم کرلیں اور اگر وہ تسلیم نہ کریں تو انہیں بے دریغ قتل کر دینا۔ اور اگر تین دنوں تک ارکان شوریٰ کسی نتیجہ پر نہ پہنچیں تو چھ کے چھ کو قتل کر دینا اور مسلمانوں کو نئے خلیفہ کے انتخاب کی آزادی دے دینا"۔ چنانچہ جب لوگ حضرت عمر کی تدفین سے فارغ ہوئے تو محمد بن مسلمہ نے پچاس مسلح افراد کو ساتھ لیا اور ارکانِ شوریٰ کو ایک کمرے میں بند کر دیا اور انہیں خلیفہ دوم کے فرمان سے آگاہ کیا۔ جب جبر واستبداد کی یہ کیفیت ہو تو یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ ان اعصاب شکن حالات میں حضرت علیؑ نے برضا و رغبت شرکت کی ہوگی۔

خطبہ شقشقیہ میں حضرت علیؑ نے شوریٰ کی ہیئت پر تنقید کی تھی۔ آپؑ نے فرمایا

حتی اذا مضی لسبیلہ جعلھا فی جماعۃ زعم انی احدھم فیا للہ و للشوریٰ! متی اعترض الریب فی مع الاول منھم حتی صرت اقرن الی ھذہ النظائر لکنی اسففت اذا اسفوا و طرت اذطاروا فصغی رجل منھم لضغنہ ومال الاخر لصھرہ مع ھن وھن۔

[یہاں تک کہ دوسرا بھی اپنی راہ لگا اور وہ خلافت کو ایک جماعت میں محدود کر گیا اور مجھے بھی اس جماعت کا فرد خیال کیا۔ اے اللہ مجھے اس شوریٰ سے کیا لگاؤ؟ ان میں کے سب سے پہلے ہی کے مقابلہ ہی میں میرے استحقاق وفضیلت میں کیا شک تھا جو اب ان لوگوں میں بھی شامل کرلیا گیا مگر میں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ جب وہ زمین کے نزدیک ہو کر پرواز کرنے لگیں تو میں بھی ایسا ہی کرنے لگوں اور جب وہ اونچے ہو کر اڑنے لگیں تو میں بھی اسی طرح پرواز کروں (یعنی حتیٰ الامکان کسی نہ کسی صورت نباہ کرتا رہوں) ان میں سے ایک شخص تو کینہ وعناد کی وجہ سے مجھ سے منحرف ہو گیا اور دوسرا دامادی اور بعض ناگفتہ بہ باتوں کی وجہ سے ادھر جھک گیا]۔

اسلامی مصلحتوں کی وجہ سے خلفا سے تعاون کی پالیسی

حضرت علیؑ باوجود اسکے کہ اپنے آپ کو شرعی اور قانونی خلیفہ سمجھتے تھے اور آپ یہ سمجھتے تھے کہ ان لوگوں نے میرے حق کو غصب کیا ہے اور اسے لوٹا ہے لیکن جب آپ نے دیکھا کہ خلفاء کی خلافت اچھی طرح سے مستحکم ہو گئی ہے تو آپ نے اسلام کے فائدے کے مدنظر ان سے تعاون کی پالیسی کو اپنایا۔ اسی لئے خلفاء اپنے اہم معاملات میں آپ سے مشورے کرتے تھے اور آپ انہیں مخلصانہ مشورے دیتے تھے۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۶) یہود ونصاریٰ کے علمی وفود مدینہ آتے تھے اور وہ اسلام کے پیغام کو سمجھنا چاہتے تھے۔ حضرت علیؑ ہی دنیائے اسلام کی وہ واحد شخصیت تھے جو ان کے مشکل سوالات کے جواب دینے کے قابل تھے۔ آنجناب

نے محسوس کیا کہ جزیرۃ العرب میں الحاد و رتداد کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اگر آپ ان حالات میں تعاون کی پالیسی نہ اپناتے تو اس سے خلفاء کا کچھ بگڑتا یا نہ بگڑتا اسلام ختم ہو جاتا۔ چنانچہ امیر المومنین نے اپنے ایک مکتوب میں اسی چیز کا اظہار کرتے ہوئے لکھا۔

حتی رایت راجعة الناس قدرجعت عن الاسلا م یدعون الی محق دین محمد فخشیت ان لم انصر الا سلا م و اهله ان اری فیه ثلما او هد ما تکو ن المصیبة به علی اعظم من فوت ولا یتکم التی انما هی متا ع ایا م قلائل یز ول منها ما کا ن کما یزول السراب ا و کما یتقشع السحا ب فنهضت فی تلک حداث حتی زاح الباطل وزهق۔ (نہج البلاغہ،مکتوب ۶۲)

"یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ مرتد ہونے والے اسلام سے مرتد ہو کر محمدؐ کے دین کو مٹا ڈالنے کی دعوت دے رہے ہیں۔ اب میں ڈرا کہ اگر کوئی رخنہ یا خرابی دیکھتے ہوئے میں اسلام اور مسلمان کی مدد نہ کروں گا تو یہ میرے لئے اس سے بڑھ کر مصیبت ہوگی جتنی یہ مصیبت ہوگی کہ تمہاری یہ حکومت میرے ہاتھ سے چلی جائے جو کہ تھوڑے دنوں کا اثاثہ ہے۔ اس کی ہر چیز زائل ہو جائے گی اس طرح جیسے سراب بے حقیقت ثابت ہوتا ہے یا جس طرح بدلی چھٹ جاتی ہے۔ چنانچہ میں ان بدعتوں کے ہجوم میں اٹھ کھڑا ہوا۔ یہاں تک کہ باطل دب کر فنا ہو گیا۔ اور دین محفوظ ہو

کرتباہی سے بچ گیا"۔

چنانچہ چھ رکنی شوریٰ میں آپ کی شرکت شورائی نظام کو قبول کرنے کی بناء پر نہیں تھی، آپ کی شرکت ایک ابنیادی اصول کے تحت تھی اور وہ اصول یہ تھا کہ حق اس وقت اپنے محور سے نکل چکا ہے۔ لہٰذا کوشش کرنی چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو اسلام اور اہل اسلام کے فوائد کی حفاظت کی جائے اور اختلاف کی خلیج کو سے کم کیا جائے تاکہ معاشرہ انارکی سے محفوظ رہے۔

نہج البلاغہ اور نصِ امامت

سوال: کیا نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے لئے کوئی نص امامت موجود ہے؟

جواب: سب سے پہلے نہج البلاغہ کے اسلوب کو سمجھنا چاہیئے۔ سید رضی رحمتہ اللہ علیہ نے امیر المومنینؑ کے تمام خطبات جمع نہیں کئے تھے اور نہ ہی نہج البلاغہ امیر المومنین کے جملہ خطبات اور مکاتیب کی جامع ہے۔ سید رضی نے حضرت کے کلام سے ادبی شاہپاروں کو یکجا کر کے اس کا نام "نہج البلاغہ" رکھا تھا۔ لہٰذا اگر نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کے لئے نص قطعی دکھائی نہ دے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول خدا نے آئمہ ہدیٰ کی امامت پر نص کی ہی نہیں تھی۔۲۔ نہج البلاغہ میں متعدد مقامات پر امیر المومنین اور آپؑ کے فرزند کی وصایت و امامت کا بارہا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم نہج البلاغہ سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

«مقام اهل بیت»

امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے دوسرے خطبہ میں عظمت اہل بیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

همه موضع سره ولجا امره وعيبة علمه وموئل حكمته وكهوف كتبه وجبال دينه بهم اقام انحناء ظهره واذهب ارتعاد فرائضه . لا يقاس بآل محمد صلى الله عليه واله من هذه الامة احد ولا يستوى بهم من جرت نعمتهم عليه ابدا هم اساس الدين وعماد اليقين اليهم يفئ الغالى وبهم يلحق التالى ولهم خصائص حق الولاية وفيهم الوصية والوراثة الا ان اذرجع الحق الى اهله ونقل الى منتقله (نہج البلاغہ خطبہ۲)

وہ سرِ خدا کے امین اور اس کے دینکی پناہ گاہ ہیں۔علم الٰہی کے مخزن اور حکومتوں کے مرجع ہیں کتب آسمانی کی گھاٹیاں اور دین کے پہاڑ ہیں۔انہی کے ذریعے اللہ نے اس کی پشت کا خم سیدھا کیا اور اسکے پہلوؤں سے ضعف کی کپکپی دور کی۔۔۔۔اس امت میں کسی کو آل محمدؐ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔جن لوگوں پر ان کے احسانات ہمیشہ جاری رہے ہوں وہ ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔وہ دین کی بنیاد اور یقین کے ستون ہیں۔آگے بڑھ جانے والے کو ان کی طرف پلٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے کو ان سے آکر ملنا ہے۔حق ولایت کی خصوصیات انہی کے لئے ہیں اور انہی کے بارے میں پیغمبر کی وصیت اور انہی کے لئے نبی کی وراثت ہے۔اب یہ وقت وہ ہے کہ حق اپنے اہل کی طرف پلٹ آیا اور اپنی صحیح جگہ پر منتقل ہو گیا۔

بھلا "**فیھم الوصیة والورثة**" سے بڑھ کر واضح نص اور کیا ہو سکتی ہے؟

ایک اور خطبہ میں آپ نے ارشاد فرمایا۔

این الذین زعموا انھم الرسخون فی العلم دوننا کذبا و بغیا علینا ان رفعنا اللہ ووضعھم و اعطانا و حرمھم واد خلنا و اخرجھم بنا یستعطی الھدیٰ و یستجلی العمی اِن الا ئمة من قریش غرسوا فی ھذ البطن من ھاشم لا تصلح علی سوا ھم ولا تصلح الولا ة من غیر ھم (نہج البلاغہ خطبہ ۱۴۲) کہاں ہیں وہ لوگ جو جھوٹ بولتے ہوئے اور ہم پر ستم روا رکھتے ہوئے یہ ادعا کرتے ہیں کہ وہ "راسخون فی العلم" ہیں نہ کہ ہم۔ چونکہ اللہ نے ہم کو بلند کیا ہے اور انہیں پست کیا ہے اور ہمیں۔ منصب امامت دیا ہے اور نہیں محروم رکھا ہے اور ہمیں (منزل علم میں) داخل کیا ہے اور انہیں نکال دیا ہے۔ ہم ہی سے ہدایت کی طلب اور گمراہی کی تاریکیوں کو چھانٹنے کی خواہش کی جا سکتی ہے۔ بلاشبہ امام قریش میں سے ہوں گے جو اسی قبیلہ کی ایک شاخ بنی ہاشم کی کشت زار سے ابھریں گے۔ نہ امامت کسی اور کو زیب دیتی ہے اور نہ ان کے علاوہ کوئی اس کا اہل ہو سکتا ہے۔ الغرض نہج البلاغہ میں آپ نے اپنے استحقاق خلافت کے متعلق مذکورہ اقتباسات سے کہیں زیادہ ارشاد فرمایا ہے اور اختصار کے پیش نظر ہم حضرت کے تمام ارشادات کو نقل کرنے سے قاصر ہیں۔ ہم اس بات کی یاد دہانی کرانا چاہتے ہیں کہ آپ نے اپنی خلافت ظاہری کے اوائل میں یہ کلمات ارشاد فرمائے تھے۔

فواللہ ما زلت مد فوعا عن حقی مستاثر اعلی منذ قبض اللہ نبیہ ﷺ یو مہ النا س ھذا (نہج البلاغہ خطبہ ۶)

خدا کی قسم! جب سے اللہ نے اپنے رسول کو دنیا سے اٹھایا، برابر دوسروں کو

مجھ پر مقدم کیا گیا اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا۔

لفظ "کتاب" "بروزن" "فعال" "بمعنی مکتوب ہوتا ہے اگر عصر رسالت میں قرآن کتابی شکل میں موجود نہ تھا تو اس پر "کتاب" اطلاق نہیں ہوتا۔ اگر اس وقت قرآن کریم صرف حفاظ کے سینوں یا تراشے ہوئے پتھروں یا جانوروں کی کوہے کی ہڈیوں پر ہی لکھا ہوا تھا تو اسے لفظ "کتاب" سے موسوم نہیں کیا جا سکتا تھا۔

۸۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے۔

لا صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب (سنن بیہقی: ج۲ص ۶۳، ۱۶۷۔ سنن داری: ج اص ۲۸۳، سنن ترمذی: ج اص ۱۵۴) اگر قرآن جمع نہ ہوا تھا تو سورہ الحمد کو کتاب اللہ کی افتتاحی سورت نہیں کہا جا سکتا تھا۔

۹۔ ہمیں یہاں عقل کے تقاضوں کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیئے۔ قرآن رسالتِ پیغمبر کا جاودانی معجزہ ہے اور عقیدہ و شریعت کے استنباط کا منبع ہے۔ کیا رسول اکرمؐ جیسے فرزانہ کائنات سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ آپ نے خدا کی کتاب کو جمع نہ کر کے حوادث زمانہ کر دیا ہو گا تا کہ جو حشر ان کی سنت کا ہوا وہی حشر کتاب اللہ کا ہو؟

۱۰۔ رسولِ خدا نے قرآن کریم کے حفظ و تلاوت کا ثواب بیان کیا اور لوگوں کو ہر مرحلہ پر حفظ قرآن کی ترغیب دی تھی۔ آنحضرتؐ کی طرف سے حفظ و نشر قرآن کا حکم دینا اس بات کی علامت ہے کہ قرآن آپ کی حیات طیبہ میں جمع ہو گیا تھا آنحضرتؐ قرآن کے لئے اتنے حساس تھے کہ جب بھی باہر کا کوئی شخص مدینہ آ کر اسلام لاتا تو آپ اسے قاری قرآن کے پاس بھجتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ جاؤ اور قرآن سیکھو (مسند احمد بن حنبل جلد۵ص ۳۲۴)

ان شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر رسالت میں قرآن جمع ہو چکا تھا اور قرآن کے نسخے

مسلمانوں کی دسترس میں تھے۔

«گذشتہ باب میں ہم نے ۱۶ سوالات کے جوابات پیش کیے»

ا۔ اگر امامت اصول دین میں سے ہے تو قرآن میں اس کا بیان کیوں نہیں ہے؟

۲۔ قرآن میں آئمہ کے نام کیوں نہیں ہیں؟

۳۔ نبی اور امام اور نبوت و امامت میں کیا فرق ہے؟

۴۔ آئمہ شیعہ کے علوم کے منابع کیا تھے؟

۵۔ شیعوں کے نزدیک آئمہ کی تعداد بارہ ہی کیوں ہے؟

۶۔ کیا بارہ آئمہ کی امامت کا عقیدہ امام حسن عسکریؑ کے بعد پیدا ہوا تھا؟

۷۔ کیا "**الائمۃ الاثنی عشر کلھم من قریش**" کی حدیث کے مصداق شیعوں کے بارہ امام ہیں؟

۸۔ کیا "**الائمۃ الاثنی عشر**" کی حدیث کی سند صحیح ہے؟

۹۔ کیا بارہ آئمہ کی امامت کا عقیدہ عہد نامہ قدیم اور عہد جدید سے ماخوذ نہیں ہے؟

۱۰۔ آپ حضرت علیؑ کو وصی رسول کیوں سمجھتے ہیں؟

۱۱۔ قرآن میں موجود لفظ "اولی الامر" کو مخصوص افراد میں منحصر کرنے کی کیا وجہ ہے؟

۱۲۔ کیا حدیث غدیر میں موجود لفظ "مولیٰ" محب اور ناصر کے معانی میں نہیں ہے؟

۱۳۔ حضرت علیؑ نے چھ رکنی شوریٰ کے انتخاب میں شوریٰ اختیار کی تھی۔ کیا آپ کی شمولیت سے یہ بات ثابت نہیں ہوجاتی کہ آپ امامت میں شورائیت کے قائل تھے؟

۱۴۔ کیا نہج البلاغہ میں حضرت علیؑ یا ان کی اولاد کی امامت کی کوئی نص قطعی موجود ہے؟

۱۵۔ آپ حضرات آئمہ کو صحابہ پر کیوں فوقیت دیتے ہیں؟

۱۶۔ آپ حضرات اپنے آئمہ کو انبیائے سابقین سے افضل کیوں مانتے ہیں؟

Knowledge for All

آنحضرت ﷺ کی طرح اھلبیت کی اطاعت

۱۔ حدیث ثقلین،
پیروئی اہلبیتؑ کی دلیل

لدھیانوی صاحب یہ ہی حدیث اہلبیتؑ کے سارے اقوال وافعال واحکام کی پیروی کو ثابت کرتی ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ بعد پیغمبرؐ جملہ امور میں کسی کی پیروی اس کے صاحب زعامت کبریٰ اور امامت عظمیٰ کی دلیل ہے، لہذا حضرت علیؑ جو اہلبیتؑ کے سید وسردار ہیں، امامت وخلافت ان ہی کا حق ہے۔ اگرچہ حدیث ثقلین کی دلالت اہلبیتؑ کی پیروی پر اظہر من الشمس ہے، مگر اتمام حجت اور اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے جید علمائے اہلسنت کی عبارتیں نقل کر رہا ہوں:

طبری اپنی کتاب "کاشف شرح مشکوۃ" میں حدیث ثقلین کی شرح میں لکھتے ہیں

"قرآن کے ساتھ تمسک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے اور وہ اس کے اوامر کی اطاعت و پیروی اور اس کے نہی سے اعراض کرنا، اور عترت کے ساتھ تمسک کے معنی یہ ہیں کہ ان سے محبت کی جائے، ان سے ہدایت حاصل کی جائے اور ان کی سیرت کی پیروی کی جائے"

سعد الدین تفتازانی "شرح مقاصد" میں حدیث ثقلین نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

" کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرتؐ نے اہلبیت کو اس سلسلے میں قرین و صاحب قرار دیا کہ ان دونوں کے ساتھ تمسک و وابستگی گمراہی سے بچانے والی ہے، اور قرآن کے ساتھ تمسک کرنے کے معنی سوائے اس کے کچھ اور نہیں ہے کہ اس سے علوم و معارف اور ہدایت حاصل کی جائے، اور یہی معنی عترت کے ساتھ تمسک کرنے کے ہیں" (شرح المقاصد ج ۲ ص ۲۲۲)

ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں حدیث ثقلین نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں

"رسولؐ خدا نے قرآن اور عترت کو جو ان کے اہل، نسل اور قریب ترین رشتہ دار ہیں، "ثقلین" کہا ہے، کیونکہ ہر نفیس اور محفوظ رکھنے والی شئی کو "ثقل" کہتے ہیں ہر ایک علوم لدنی کا معدن اور اسرار و مخزن حکم علیا اور احکام شرعیہ کا منبع ہے، اسی وجہ سے حضرتؐ نے لوگوں کو ان کی پیروی، ان سے تمسک اور ان سے علم حاصل کرنے کی ترغیب و تشویق دی ہے....... (الصواعق المحرقہ ص ۹۰)

نور الدین سمہودی، طرق "حدیث ثقلین" کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں

"چونکہ قرآن اور عترت میں سے ہر ایک علوم لدنی کا معدن، اسرار و حکم شرعی کا منبع اور استخراج حقائق کا خزانہ ہے، اس لئے حضرتؐ نے ان دونوں کو "ثقلین" کہا، اور بعض روایتوں کے مطابق

لوگوں کو اپنے اہلبیت کی اقتداء ان کے ساتھ تمسک اور ان سے حصول علم کی ترغیب وتشویق دی ہے.......(جواہر العقدین ج ۲ ص ۹۳)

ملا علی قاری لکھتے ہیں

"قرآن کے ساتھ تمسک کرنے کے معنی اس کے جملہ اوامر پر عمل اوراس کے جملہ نواہی سے اعراض کرنا ہے اور پیغمبرؐ کی عترت کے ساتھ تمسک کا مطلب ان سے محبت اور ان کی سیرت کی پیروی کرنا ہے"(شرح الشفاج ۳ ص ۴۱۰ مطبوع بر حاشیہ نسیم الریاض)

اس سے ملتی جلتی باتیں مناوی نے "فیض القدیر" ج ۳ ص ۱۴ پر، عزیزی نے "السراج المنیر" ج ۲ ص ۱۵ پر، شہاب خفاجی نے "نسیم الریاض" ج ۳ ص ۴۱۰ پر، زرقانی نے "شرالمواہب اللدینہ" ج ۷ ص ۷ پر، علی بن سلیمان شاذلی نے "نفع قوت المغتدی" ج ۲ ص ۲۲۰ پر، شہاب الدین دولت آبادی نے "ھدایۃ السعدا" میں، حسین بن علی کاشفی نے "تفسیر حسینی" میں، کمال الدین جہرمی نے "براھین القاطعہ ترجمہ صواعق محرقہ" میں، فضل بن، روزبہان خنجی شیرازی نے "شرح رسالہ اعتقادیہ" میں، مرزا محمد بن معتمد خان بدخشی نے "مفتاح النجا" میں، مولوی ولی اللہ لکھنوی نے "مراۃ المومنین" میں اور مولوی حسن الزمان نے "قول مستحسن" میں کہی ہیں:

﴿۲۔اہلبیت کی پیروی قرآن جیسی ہے﴾

رسول خدا نے اہلبیتؑ کی اقتداء اور پیروی کو قرآن کے اوامر و نواہی کی اطاعت کی طرح واجب قرار دیا ہے، اور حضرتؐ نے اس سلسلے میں واضح لفظوں میں اتمام حجت کیا ہے، پس جس کی

پیروی بعد پیغمبرؐ، قرآن کی پیروی جیسی واجب ہو وہ سوائے خلیفہ اور امام کے کچھ اور نہیں ہوگا، لہذا اس حدیث کی روشنی میں آپ کے اہلبیتؑ ہی آپ کے جانشین ہوں گے نہ کوئی اور، کیونکہ ان کے علاوہ کسی اور کے لئے نہیں کہا کہ ان کے احکام کی اطاعت قرآن کی طرح واجب ہے اور نہ ہی انھیں قرآن کا قرین و مصاحب قرار دیا ہے، لہذا جانشین پیغمبرؐ، آپ کے اہلبیتؑ ہوں گے اور ان کی اطاعت و پیروی لوگوں پر واجب ہوگی۔

مولوی محمد مبین "وسیلۃ النجاۃ" میں نقل حدیثِ ثقلین کے بعد اس کی شرح میں لکھتے ہیں

"حضرتؐ نے جو تین مرتبہ فرمایا: میں تمہیں اہلبیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں، اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ خدا سے خوف کھاؤ اور اہلبیت کے حقوق کی رعایت کرو اور ان کی اطاعت و محبت کا جامہ تن کرو اور اعضاء و جوارح سے اہلبیت کے اوامر کی اطاعت و پیروی اور دل سے ان کی محبت اس طرح واجب ہے جس طرح کتاب خدا کے احکام کا واجب ہیں"۔

محمد معین سندھی "دراسات للبیب" میں "صحیح ترمذی" سے حدیث ثقلین نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"جب ہم نے حدیث ثقلین پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ اس میں اہلبیت کے ساتھ تمسک کرنے کی تصریح ہوئی ہے اور ان کی پیروی، قرآن کی پیروی جیسی ہے اور ان کے متعلق یہ حکم خدا کی جانب سے رسول خدا کے پاس حوض کوثر پر وارد ہونے تک ہے" **(دراسات اللبیب ص۲۳۲)**

رشید الدین دہلوی **"ایضاح لطافۃ المقال"** میں تحریر کرتے ہیں:

"اہلسنت ثقلین سے وابستہ ہیں، اور حدیث "**انی تارک فیکم الثقلین**" کے مطابق عترت طاہرہ کے ساتھ تمسک کرنے کو قرآن کے ساتھ تمسک کی طرح واجب قرار دیتے ہیں"..

«۳۔ امت پر اہلبیت کی پیروی واجب ہے»

حضرتؐ کے ارشاد سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اہلبیتؑ کی اطاعت و پیروی واجب ہے، اس لئے کہ امت اسلامی کو گمراہی سے محفوظ رکھنے کے لئے ہی حضرتؐ نے اس پیروی کو واجب قرار دیا تھا، اور اہلبیتؑ کی پیروی کا واجب ہونا، ان کی امامت و خلافت پر محکم دلیل ہے، چنانچہ امت نے ان کے ہاتھ میں زمام خلافت نہ دے کر خود کو گمراہی میں ڈالا اور ارشاد پیغمبرؐ کی مخالفت کی ان سارے تعصبات کے باوجود خود شاہ صاحب (مؤلف تحفہ) نے اعتراف کیا ہے کہ "حدیث ثقلین" اہلبیت کے ساتھ وابستہ رہنے پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ کہ اس حدیث میں تمسک کے معنی اتباع اور پیروی کے ہیں، تو اس کی مشہور علمائے اہلسنت نے خود تصریح کی ہے، ملاحظہ کیجئے:

ملا علی قاری "مرقاۃ شرح مشکوۃ" میں حدیث ثقلین کی شرح میں لکھتے ہیں

"ابن الملک کا کہنا ہے کہ کتاب خدا سے تمسک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس پر عمل کیا جائے یعنی اس کے اوامر کی اطاعت اور اس کے نواہی سے اجتناب کیا جائے اور عترت کے ساتھ تمسک کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ان کے ساتھ محبت اور ان کی سیرت کی تقلید و پیروی کی جائے، سید جمال الدین نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے کہ جب ان کی سیرت وہدایت دین کے مخالف نہ ہو، لیکن میں کہتا ہوں کہ حضرتؐ کے ارشاد کے یہ معنی ہیں کہ آپ کی عترت کی سیرت وہدایت ہمیشہ شریعت وطریقت کے مطابق ہوا کرے گی، لہذا اس اضافی شرف کی ضرورت نہیں ہے۔" (المرقاۃ شرح المشکوۃ ج۵ ص۶۰۰)

مناوی "فیض القدیر" میں حدیث کے اس جملے "**لن یفترقا حتی یردا علی الحوض**" کی توضیح میں لکھتے ہیں "اس میں اس بات کی طرف اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہونے والے ہیں اور ان ہی کو حضرتؐ نے اپنا جانشین بنایا اور امت سے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے، ان کے حقوق کو اپنے حقوق پر ترجیح دینے اور دینی امور میں ان کے دامن سے وابستہ رہنے کی سفارش کی ہے.......(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر ج۲ص۱۷۴)

زرقانی اسی بات کو لکھنے کے بعد کہتے ہیں

"حضرت کی وصیت کو اس جملے سے تقویت ملتی ہے "دیکھو میرے مرنے کے بعد ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو" یعنی ان دونوں کی پیروی کر کے مجھے خوشنود کرو گے یا ان کی پیروی نہ کر کے مجھے ناراض کرو گے" (شرح المواهب اللدنیہ ج۷ص۵) شریعت ابدی ہے، لہذا امت کے لئے ضروری ہے کہ وہ بعد پیغمبرؐ آپ کے نائب کی طرف رجوع کرے، اسی وجہ سے حضرتؐ نے امت کو اپنی آل کی محبت کا حکم دیا اور ان کے دامن سے وابستہ رہنے کے لئے کہا، کیونکہ وہی وارثان پیغمبرؐ اور آپ کے علوم کے دروازے ہیں، چنانچہ فرمایا: "**ترکت فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی**" یعنی میں نے تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑیں ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت، نیز فرمایا: "**انا مدینة العلم و علی بابها** یعنی میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے"

﴿۶۔لفظ "ثقلین" پیروئی اهلبیت کی دلیل﴾

آنحضرتؐ نے اس حدیث میں قرآن اور اہلبیتؑ کو "ثقلین" کہا ہے، کہ یہ لفظ خود ہی پیروئی

اہلبیتؑ پر واضح دلیل ہے، اس لئے کہ بہت سے جید علماء اہلسنت نے "ثقلین" کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ "ان دونوں کا لینا اوران پرعمل کرنا اوران کی اطاعت کرنا ثقیل و دشوار ہے اور یہ بات واضح ہے کہ احکام قرآن کا حاصل کرنا اوران پرعمل کرنا بھی واجب ہوگا۔

ہم یہاں بعض ان علماء اہلسنت کے نام ہدیہ قارئین کررہے ہیں جنہوں نے "ثقلین" کی مذکورہ وجہ تسمیہ بیان کی ہے

ازھری نے "تھذیب اللغۃ" میں، نوعی نے "المنھاج" میں، ابن اثیر نے "جامع الاصول" اور "النھایۃ" میں دیلمی نے "فردوس الاخبار" میں، طیبی نے "الکاشف" میں، شریف جرجانی نے "حاشیہ بر مشکواۃ" میں، ابن خلیفہ نے "الاکمال" میں، سنوسی نے "مکمل الاکمال" میں، سیوطی نے "النثیر" میں، دولت آبادی نے "ھدایۃ السعداء" میں، محمد طاہر فتنی نے "مجمع البحار" میں، ابن حجر مکی نے "اللمعات" اور "اشعۃ اللمعات میں" زرقانی نے "شرح المواھب اللدنیہ" میں، زبیدی نے "تاج العرس" میں، ابن منظور نے "لسان العرب" میں، تفتازانی نے "شرح المقاصد" میں، زرندی نے "نظم درر السمطین" میں، سخاوی نے "مجمع البحار میں" میں، ملا قاری نے "شرح شفا" میں، شہاب الدین خفاجی نے "نسیم الریاض" میں، علی عزیزی نے "سراج المنیر شرح جامع الصغیر" میں، احمد بن عبد القادر عجیلی نے "ذخیرۃ المال" میں، ولی اللہ انصاری نے "مرآۃ المومنین" میں اور مولوی صدیق حسن خان نے "سراج وھاج" میں، ان سب نے "ثقلین" کی یہ وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ چونکہ قرآن وعترتؑ کا لینا اوران کے بتائے ہوئے احکام پرعمل کرنا ثقیل و دشوار ہے، لہذا پیغمبر اسلامؐ نے انھیں

"ثقلین" سے تعبیر کیا بحث سند میں ان سب کی عبارتیں نقل ہو چکی ہیں۔اور چونکہ قرآن کے احکام کا حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا واجب ہے لہذا عترت واہلبیت کی بھی معرفت حاصل کرنا اور ان کے بتائے ہوئے اوامر پر عمل کرنا واجب ہے۔

﴿۵۔ حکم اعتصام، پیروئی اہلبیت کی دلیل﴾

حدیث ثقلین ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے "**انی ترکت فیکم مالن تضلوا بعدی ان اعتصمتم به کتاب الله وعترتی**" اور اس کو ابن شیبہ نے "المصنف" میں اور خطیب نے "المفترق والمتفق، میں نقل کیا ہے، چنانچہ میرزا محمد بدخشانی "مفتاح النجا" میں لکھتے ہیں: "اس حدیث (ثقلین) کو ابن ابی شیبہ اور خطیب نے "المفترق والمتفق" میں ان الفاظ میں نقل کیا ہے: میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑیں کہ میرے بعد اگر ان کو پکڑے رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت واہلبیت" پس یہ حدیث بھی اہلبیتؑ کی پیروی پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ طبری، ثعلبی، واحدی، بغوی، رازی، بیضاوی، خازن، نیشاپوری اور سیوطی جیسے بزرگ مفسرین نے ۱۰۳ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران/۱۰۳) میں "**واعتصموا**" کے معنی تمسک کے بتائے ہیں اور تمسک، اقتدار اور پیروی کو کہتے ہیں۔لغویوں نے بھی "اعتصام" کے معنی "استمساک" (تمسک کرنا) بتایا ہے، ملاحظہ کیجئے راغب اصفہانی کی "مفردات" ابن اثیر کی "النھایۃ" ابن منظور کی "لسان العرب" سیوطی کی "التفسیر" زبیدی کی "تاج العروس"

اور جس طرح اس حدیث سے اہلبیتؑ کے ساتھ تمسک کرنا ثابت ہے اسی طرح قرآن کی اس آیت ۳۔۱۰۳ **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا** سے بھی اہلبیتؑ کے ساتھ تمسک کرنا ثابت ہے اس، لئے کہ مذکورہ آیت کی تفسیر میں رسولؐ خدا اور اہلبیتؑ طاہرین سے منقول ہے کہ "**حبل الله**" سے مراد اہلبیتؑ ہیں۔ چنانچہ تفسیر میں لکھتے ہیں "ہم کو عبداللہ بن محمد بن عبداللہ نے بتایا انہوں نے محمد بن عثمان سے انہوں نے محمد بن حسین بن صالح سے اور انہوں نے علی بن عباس مقانعی سے روایت کی ہے کہ جعفر بن محمد (امام جعفر صادقؑ) نے فرمایا: ہم ہی وہ حبل اللہ ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا: ۳۔۱۰۳ **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا**۔

ابونعیم اصفہانی "**مانزل من القران فی علی**" میں لکھتے ہیں

"ہم سے محمد بن عمر بن سالم نے بیان کیا انہوں نے احمد بن زیاد بن عجلان سے انہوں نے جعفر بن علی نجیح سے اور انہوں نے حسن بن حسین عرنی سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے جعفر بن محمد (امام جعفر صادقؑ) کو اس آیت ۳۔۱۰۳ **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا** کے بارے میں فرماتے سنا کہ ہم ہیں حبل اللہ" مفسر و محدث عزالدین عبدالرزاق بن رزق اللہ جنبلی نے بھی آیت کی اسی طرح تفسیر کی ہے، چنانچہ علامہ اربلی" کشف الغمہ " میں تحریر کرتے ہیں:

"**واعتصوا بحبل الله جمعیا** کی تفسیر میں محدث کا کہنا ہے کہ حبل اللہ علی اور ان کی اہلبیتؑ ہیں"۔ (تفسیر ثعلبی۔ مخطوطہ) ثعلبی سے منقول اس روایت کو حسب ذیل علماء اہلسنت ذیل علماء اہلسنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقہ" میں، سمہودی نے جواہر العقدین" میں، میرزا محمد بدخشانی نے "مفتاح النجاۃ" میں، صبان نے "اسعاف الراغبین"

میں اور محمد مبین لکھنوی نے "مراۃ المومنین" میں۔

شیخانی قادری "الصراط السوی" میں طرق حدیث ثقلین کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"جعفر بن محمد (امام جعفر صادقؑ) ۳:۱۰۳ **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا** کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں: ہم ہی حبل اللہ ہیں، لہذا خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور اس سے جدا نہ ہوں"

شیخ سلیمان قندوزی لکھتے ہیں

"ثعلبی نے ۳:۱۰۳ **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا** کی تفسیر میں اسناد سے ابان بن تغلب سے روایت کی ہے کہ (امام) جعفر صادقؑ نے فرمایا: ہم ہی وہ رسی ہیں جن کے بارے میں خدا نے فرمایا: ۳:۱۰۳ **وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا** اور صاحب "المناقب" سعید بن جبیر سے اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ہم رسولؐ خدا کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک بادیہ نشین آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ میں نے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے "واعتصموا بحبل اللہ" پس وہ حبل اللہ کیا ہے جس کے پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے؟ رسول خداؐ نے علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: یہ حبل اللہ ہے، اس کے دامن سے وابستہ رہو اور اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ (ینابیع المودۃ ص ۱۱۹)

قابل ذکر بات یہ ہے کہ (امام) شافعی نے بھی "حبل اللہ" کی تفسیر "ولاء اہلبیتؑ" کی ہے، اور اس کا اظہار اپنے اشعار میں کیا ہے، چنانچہ احمد بن عبدالقادر عجیلی نے "ذخیرۃ المال" میں فضیلت

اہلبیتؑ کے سلسلے میں ائمہ اربعہ کی شہادتوں کونقل کیا ہے، (امام) شافعی کے طولانی قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں، آخری شعر شاہد مثال ہے:

ولمارئیت الناس قد زھبت بھم
مذاھبھم فی ابحرالغی والجھل

جب میں نے دیکھا کہ لوگوں کے مذاہب نے انہیں گمراہی اور جہالت کے سمندر میں پہونچادیا۔

رکبت علی اسم اللہ فی سفن النجا
وھم اھلبیت المصطفی خاتم الرسل

تو میں اللہ کا نام لے کر کشتی نجات پر کہ وہ خاتم المرسلین محمد مصطفیؐ کے اہلبیتؑ ہیں، سوار ہو گیا۔

وامسکت حبل اللہ وھو ولائھم
کماقد امرنا بالتمسک بالحبل

اور میں نے اللہ کی رسی کو جو محبت اہلبیتؑ ہے پکڑ لیا، جیسا کہ حبل اللہ سے تمسک کا ہمیں حکم دیا گیا۔

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض علمائے اہلسنت نے "**واعتصموا بحبل اللہ جمعیاً** میں "حبل" کی تفسیر، عترت طاہرہ کی ہے اور اس تفسیر میں حدیث ثقلین سے استناد کیا ہے، اور انہوں نے اس طرح حدیث کونقل کیا ہے جو بصراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہی حضرات وہ رسی (حبل) ہیں جن سے تمسک کا خدا نے حکم دیا ہے۔ "جامع السلاسل" میں سید علی ہمدانی کے شرح حال میں مجد الدین بدخشانی کے بقول سید محمد طالقانی، جانشین سید علی ہمدانی نے "قیافہ نامہ" میں مذکورہ آیت کے ذیل میں لکھا ہے: "بعض کا کہنا ہے کہ حبل اللہ، رسولؐ خدا کی عترت ہیں، جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا: **انی تارک فیکم الثقلین کلام اللہ**

وعترتی، الافتمسکو ابهما، فانهما حبلان لا ینقطعان الی یوم القیامة، یعنی میں تم میں دوگرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت، آگاہ ہو جاؤ اور ان کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہو، کیونکہ یہ دونوں ایسی رسی ہیں جو قیامت تک ایک دوسرے سے منقطع نہیں ہوں گی"۔

بدرالدین محمد بن احمد رومی نے "تاج الدرة" میں قصیدہ بردہ کے اس شعر **دعا الی اللہ فالمسکون بہ مستمسکون بحبل غیر منضصم** کی شرح میں لکھا ہے:
حضرتؐ نے کتاب خدا اور اپنی عترت کو رضاء الٰہی تک پہونچانے کا ذریعہ قرار دیا ہے، اور پھر انھوں نے حدیث نقل کر کے حق کو منصۂ شہود تک پہونچا دیا ہے۔ یہاں اس بات کا بھی ذکر کر دوں کہ بعض علمائے اہلسنت نے **"واعتصموا بحبل اللہ"** کے ذیل میں حدیث ثقلین نقل کر کے اہلبیتؑ کے ساتھ وابستہ رہنے کو ثابت کیا ہے، جیسے نورالدین سمہودی نے "جواہر العقدین" میں طرق حدیث ثقلین کو ذکر کرنے کے بعد اسی آیت کی تفسیر میں ثعلبی کی روایت نقل کی ہے۔

عبدالقادر عجیلی نے "ذخیرة المال" **میں اس مصرعه "والزم بحبل اللہ ثم اعتصم"** کے ذیل میں لکھا ہے:

"خداوند عالم نے فرمایا: ۱۰۳:۳ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوا،** اور رسولؐ خدا نے فرمایا: **انی تارک فیکم الثقلین، ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی احدهما اعظم من الاخر، کتاب اللہ حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اهلبیتی............**

نیز عجیلی نے "ذخیرۃ المال" ہی میں اس شعر کے ذیل میں لکھتے ہیں:

واعتصموا بحبل الله ولا تفرقوا یا ایها الناس جمیعاً واتقوا

ارشاد الٰہی ہے: ق:۱۰۳ **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوا**، اور پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا: **ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی**، کہ اس سے ان اقوال و افعال و سیرت کی پیروی مراد ہے"

«٦۔ حدیث میں لفظ "اخذ" پیروی اہلبیتؑ کی دلیل»

پیغمبر اسلامؐ سے مروی جن الفاظ میں حدیث ثقلین ہم تک پہونچی ہے، ان میں ایک یہ ہے: "**انی تارک فیکم ما ان اخذتم به لن تضلوا: کتاب الله و عترتی اهل بیتی**" کہ یہ خود اہلبیتؑ کی پیروی پر دلالت کرتی ہے۔ اس حدیث کو ترمذی نے اپنی "صحیح" میں، احمد نے اپنی "مسند" میں، ابن راہویہ نے اپنی "مسند" میں، ابن سعد نے "الطبقات" میں، نسائی نے اپنی "صحیح" میں، ابویعلی نے اپنی "مسند" میں، طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں، بی ابی عاصم نے "کتاب السنۃ" میں، محمد جریر طبری نے "تہذیب لاثار" میں، محاملی نے اپنی "امالی" میں، ثعلبی نے اپنی تفسیر "الکشف والبیان" میں، ابن اثیر نے "جامع الاصول" میں، ولی الدین خلخالی نے "مفاتیح شرح مصابیح" میں، جمال الدین زرندی نے "نظم درر السمطین" میں، ابن کثیر نے اپنی "تفسیر" میں، سعد الدین تفتازانی نے "شرح مقاصد" میں سیوطی نے "**احیاء المیت بفضائل اهل البیت**" اور "اساس فی مناقب بنی العباس" اور

"تفسیر در منشور" اور "جمع الجوامع" میں، ان کے علاوہ اور بھی علماء محدثین اہلسنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، کہ میں ان سب کو ان کی عبارتوں کے ساتھ بحث سند میں بیان کیا ہے۔اور یہ بات واضح ہے کہ حدیث میں لفظ "اخذ" **تمسک واعتصام** کی طرح اقتدا اور پیروی پر دلالت کرتا ہے، بطور نمونہ چند علماء کے اقوال ملاحظہ کیجئے:

ملا علی قاری لکھتے ہیں

"اخذ سے مراد ان کے ساتھ تمسک کرنا، ان کا احترام کرنا، ان کی روایتوں پر عمل کرنا اور ان کی بات پر اعتماد کرنا ہے"۔(المرقاۃ ج۵ ص۶۰۰)

شہاب خفاجی کہتے ہیں

"جس روایت کو ترمذی نے زید بن ارقم اور جابر سے نقل کیا ہے اور اس کو حسن کہا ہے، اس میں حضرتؐ نے فرمایا "**انی تارک فیکم** "جو اشارہ ہے زمانہ قریب کی طرف، اس میں آپ نے امت کو وصیت کی ہے، اور "**ما اخذ تم بہ**" کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ساتھ تمسک کرو، ان کی باتوں پر عمل کرو اور ان کی پیروی کرو"۔(نسیم الریاض ج۳ ص۴۱۰)

اس معنی کو صدیق حسن خان نے "**السراج الوهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج**" میں زید بن ارقم کی حدیث کی شرح میں بیان کیا ہے، وہ کہتے ہیں: "اہلبیت پر زکوۃ کیوں حرام ہے، اس پر بحث کرنے کی یہاں جگہ نہیں ہے، دوسری جگہ اس پر بحث ہوگی، یہاں ہماری غرض ان کی فضیلت بیان کرنی ہے اور وہ تعظیم واکرام اور ثقل ہونے میں کتاب خدا کے شریک میں لہذا ان دونوں کا حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ رسول خداؐ کے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں"

محمد معین سندھی نے بھی حدیث زید بن ارقم کو مذہب اہلبیتؑ کے اختیار کرنے کی دلیل قرار دیا ہے، وہ " صحیح مسلم" میں موجود زید بن ارقم سے منقول حدیث ثقلین کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " حضرتؐ نے تین مرتبہ جو فرمایا: میں تمہیں اہلبیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں، یہ ان کے ساتھ تمسک کرنے کی ترغیب اور ان کے اقوال و افعال اور ان کے مذہب کو اختیار کرنے کی تشویق تھی"۔ (دراسات اللبیب ص ۲۳۲)

﴿۷۔ لفظ "اتباع" امامت اہلبیت کی دلیل﴾

پیغمبر اسلامؐ کا فرمانا کہ "**لن تضلوا ان اتبعتموهما** " یہ خود اہلبیتؑ کی پیروی کو ثابت کرتا ہے اور اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ان کی پیروی قیامت تک گمراہی سے بچانے کی ضامن ہے، کہ یہ خود اہلبیتؑ کی امامت و خلافت پر واضح دلیل ہے۔ اس جملے (**لن تضلوا ان اتبعتموهما**) کے ساتھ حسب ذیل محدثین اہلسنت نے حدیث ثقلین نقل کی ہے حاکم نے "المستدرک علی الصحیحین" ج ۳ ص ۱۰۹ پر، ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقہ" میں **آیة و قفوهم انهم مسئولون** کی تفسیر میں، مخاطب کے والد ماجد شاہ ولی اللہ دہلوی نے "ازالۃ الخفا" میں، اور شیخ سلیمان قندوزی نے "ینابیع المودۃ" ص ۳، ۳۷، ۲۹۶ پر نقل کیا ہے۔

﴿۸۔ حدیث میں تکرار، پیروئی اہلبیت کی دلیل﴾

رسالتمآبؐ کا حدیث ثقلین میں اس جملے کی تکرار (میں تمہیں اہلبیتؑ کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں) کی تکرار کرنا، یہ خود امت کو اہلبیتؑ کی پیروی اور ان کے ساتھ تمسک کرنے کا ایک دستور

ہے، بحمد اللہ علمائے اہلسنت نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے، ملاحظہ کیجئے۔

شیخ حسین کاشفی کا بیان ہے

"اس جملے کی تکرار مبالغہ اور تاکید کس وجہ سے کی تھی، اہلبیت کے معنی واضح ہیں اور ان پر یہ سارے معانی درست ہیں، خاص طور سے آخری معنی یعنی ان سے محبت، ان کی تعظیم اور ان کے حقوق کی رعایت تو واضح ہے، اور یہ اشارہ ہے اخذ سنت کی طرف کیونکہ پہلے کتاب پر عمل کرنے کا حکم ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سارے مومنین، اہلبیت نبی اور ان کی آل کے مطیع ہیں"۔ (العتہ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ ج۴ ص ۶۷۷)

زرقانی اس جملے کی توضیح میں لکھتے ہیں

"حکیم "ترمذی کا کہنا ہے حضرتؑ نے ان کے ساتھ تمسک کرنے کی ترغیب وتشویق دی ہے، کیونکہ حکومت ان ہی کا حق ہے"۔ (شرح المواهب الدینیہ ج۷ ص۵)

«۹۔ قرآن اور عترتؑ کا جدا نہ ہونا پیروئی اہلبیتؑ کی دلیل»

رسالت ماب نے "**وانهما لن يفترقا حتى يردا علىّ الحوض**" یعنی (یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں) فرما کر گویا امت کو اہلبیتؑ کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا ہے، اس بات کی علمائے اہلسنت کی ایک جماعت نے بھی تصریح کی ہے، ملاحظہ کیجئے:

مناوی "فیض القدیر" میں مذکورہ عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں

"حدیث کا پہلا جملہ "**انی تارک فیکم** کو دیکھتے ہوئے اس جملہ ﴿**وانهما لن یفترقا .....**﴾ میں اس بات کی طرف اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونے والے ہیں، جنہیں حضرتؐ نے اپنا جانشین قرار دیا اور امت سے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے، ان کے حقوق کو دوسروں پر ترجیح دینے اور دینی امور میں ان کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا ہے، کتاب خدا سے تمسک کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ یہ علوم دینی اور احکام شرعی کا معدن اور حقائق و دقائق کا گنجینہ ہے، اور عترت کے ساتھ تمسک کرنے کا اس لئے حکم دیا کہ جب کسی کا ریشہ اور جڑ پاک ہو تو یہ پاکی دین فہمی میں کمک کرتی ہے، اس لئے کہ پاک طینت سے حسن اخلاق اور محاسن اخلاق سے صفاء قلب اور دل کی طہارت ہوتی ہے"۔ (فیض القدیر ج ۲ ص ۱۷۴)

شہاب الدین دولت آبادی "ھدایۃ السعداء" میں لکھتے ہیں

"حضرتؐ نے یہ جملہ (**انهما لن یفترقا.........**) اس لئے ارشاد فرمایا تاکہ دیکھیں کہ ان کا دوست کون تھا اور میرے بعد کس نے ان کے ساتھ تمسک کیا اور کس نے چھوڑ دیا" یہی بات زرقانی نے "شرح مواہب اللدنیہ" میں اور مولوی محمد مبین لکھنوی نے "وسیلۃ النجاۃ" میں کہی ہے۔

﴿۱۰۔ حقوق اہلبیتؑ کی رعایت، دستور پیغمبرؐ﴾

رسالت مآبؐ نے حدیث میں اس جملہ "**فانظروا کیف تخلفونی فیهما**" (یعنی تم خود ہی سوچو کہ تمہیں ان دونوں کے ساتھ کیا رویہ رکھنا چاہیئے) کو فرما کر اپنی امت کو اہلبیتؑ کے

ساتھ تمسک کرنے اوران کی پیروی پر مامور کیا ہے، اس بات کی بھی علماء اہلسنت کی ایک جماعت نے وضاحت کی ہے، ملاحظہ کیجئے۔

شہاب خفاجی اس جملہ کی توضیح میں لکھتے ہیں

یعنی میری وفات کے بعد دیکھو کہ تم کس طرح کتاب خدا پر عمل اور اہلبیت کی پیروی، ان کے حقوق کی رعایت اوران کے ساتھ نیکی کرتے ہو، اس لئے کہ جس نے انھیں شاد کیا اس نے مجھے شاد کیا اور جس نے انھیں آزردہ کیا اس نے مجھے آزردہ کیا"۔ (فیض القدیر ج۲ ص۱۷۴)

زرقانی نے بھی "شرح المواھب اللدنیہ" میں یہی بات کہی ہے۔

شیخ عبدالحق دہلوی حضرتؑ کے اس جملے کی شرح میں لکھتے ہیں

"یعنی میرے بعد کس طرح تم ان کے اوامر پر اوران کے ساتھ عمل کرتے ہو"۔ (الشعۃ اللمعات ج۴ ص۶۸۱)

حسام الدین سہارنپوری "، رافض" میں اس جملے کی تشریح میں لکھتے ہیں

"یعنی میرے بعدان کے ساتھ کیسارویہ رکھتے ہواوران کے ساتھ کس طرح تمسک کرتے ہو"

دولت آبادی نے "ھدایۃ السعداء" میں اور سندھی نے "وارسات اللبیب" میں یہی بات کہی ہے۔

«۱۱» قرآن اور اهلبیتؑ جدا نه هونے والے دو مصاحب»

بالفرض اگر رسالت مآبؐ اس حدیث میں سوائے اس جملے کے کہ "میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہلبیتؑ" نہ کہتے تو یہی اہلبیتؑ کی امامت کے اثبات کے لئے کافی تھا، کیونکہ اس کلام سے یہی بات ذہن میں آتی ہے کہ حضرتؐ کا مقصود یہ تھا کہ ان

دونوں کو میرے بعد حاکم قرار دینا اور خود کو محکوم، نہ یہ کہ قرآن کو حاکم اور اہلبیت کو محکوم اس لئے کہ ایسی تشکیک وجدائی کسی کے بھی ذہن میں نہیں آسکتی۔

«۱۲۔ روایت ابوذر، امامت اہلبیتؑ کی دلیل»

رسالت مآب کے عظیم المرتبت صحابی جناب ابوذر نے اس طرح حدیث ثقلین کی روایت کی ہے جو اہلبیتؑ کی امامت کی وضاحت کرتی ہے، ان کی روایت "ینابیع المودۃ" میں اس طرح نقل ہوئی ہے:

"سلیم بن قیس ہلالی کا کہنا ہے کہ میں اور جیش بن معتمر مکہ میں تھے، ابوذر کو دیکھا کہ وہ زنجیر درکعبہ کو پکڑے کہہ رہے ہیں اے لوگو! جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ میں جندب بن جنادہ ابوذر ہوں، لوگوں! میں نے تمہارے نبی کو کہتے ہوئے سنا: تم میں میرے اہلبیت کی مثال ایسی ہی ہے جیسے نوح کا سفینہ کہ جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جس نے گریز کیا وہ ہلاک ہوا، اور آپؐ ہی نے فرمایا: تمہارے درمیان میرے اہلبیت کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطہ، کہ جو اس میں داخل ہوا بخش دیا گیا، نیز فرمایا: میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم ان کے ساتھ تمسک کیے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ایک کتاب خدا دوسرے میری عترت، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پہونچیں"۔ (ینابیع المودہ ص ۲۸) ابوذر نے زنجیر درکعبہ کو پکڑے حدیث سفینہ اور حدیث باب حطہ کے بعد "حدیث ثقلین" کو نقل کیا جو اس کی اہمیت کو بیان کر رہی ہے۔ نیز یہ کہ "حدیث سفینہ" اور "حدیث باب حطہ" کی طرح، "حدیث ثقلین" بھی اہلبیتؑ کی اطاعت و پیروی کی طرف دعوت دے رہی ہے۔ یہ حدیث جب اہلبیتؑ کی پیروی کو ثابت کر رہی ہے تو اس سے حضرت علیؑ کی پیروی بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتی ہے،

اس کا خود علماء اہلسنت نے بھی اعتراف کیا ہے۔

سمہودی "حدیث ثقلین" کو نقل کرنے کے بعد اپنی تنبیہات میں لکھتے ہیں

"ائمہ اہلبیت اور عترت طاہرہ کے ساتھ تمسک کرنے کی تشویق وترغیب کا مقصد ان کی ہدایت پر عمل کرانا تھا، کہ ان میں سے سب سے زیادہ اہل وحقدار جن سے تمسک کا حکم دیا گیا ہے، ان کے امام وعالم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ ہیں، کیونکہ ان کا علم ودقائق مستنباط ان سب سے زیادہ ہے، اوردار قطنی کی روایت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے جس کو انہوں نے معقل بن یسار سے نقل کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ میں نے ابوبکر کو کہتے ہوئے سنا کہ علی بن ابی طالب عترت رسول ہیں، یعنی یہی وہ ہیں جن کے ساتھ تمسک کرنے کی پیغمبرؐ نے ترغیب وتشویق کی ہے، پس ابوبکر کے عترت پیغمبرؐ کہنے کی وجہ وہی ہے جس کی طرف میں نے اشارہ کیا، اسی وجہ سے رسالتمآب نے غدیر خم میں ان کے لئے فرمایا:
من کنت مولاہ فعلی ہولاہ، اللھم وال من والا ھو عارمن عاداہ (یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولاں ہے بار الہا اس کو دوست رکھ جو اس کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو اس کو دشمن رکھے) اس حدیث کی صحت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے:....."

ابن حجر مکی "صواعق محرقہ" میں "حدیث ثقلین" اور اس کے مؤیدات کو نقل کرنے کے بعد اپنی تنبیہ میں لکھتے ہیں

"ظاہر ہے کہ ان میں سے سب سے زیادہ اہل وحقدار جن سے تمسک کا حکم کیا گیا ہے ان کا امام وعالم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ ہیں، کیونکہ ان کا علم ودقائق مستنباط ان سب سے زیادہ ہے، اسی وجہ سے ابوبکر نے کہا تھا علی، عترت رسول ہیں یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن سے تمسک کا حکم دیا

گیا ہے ابوبکر نے علی کو اہلبیت وعترت میں سے مخصوص کر دیا تھا۔

اسی طرح رسالتمآبؐ نے بھی غدیر خم میں علی کو ان سب میں سے مخصوص کیا تھا" اسی بات کو ابن کثیر نے "وسیلۃ المآل" میں اور عجیلی نے "الصواعق المحرقۃ" کے حوالے سے "ذخیرۃ المآل" میں نقل کیا ہے۔ لہذا حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل پر بہترین اور صریح دلیل یہی "حدیث ثقلین" ہے، اس سلسلے میں مزید توضیح آئندہ بیان ہوگی، ام سلمٰی کی حدیث کی طرف رجوع کریں جس کو مشہور علماء نے نقل کیا ہے۔ آئندہ بیان ہوگا کہ شوریٰ میں خود حضرت علیؑ نے "حدیث ثقلین" سے احتجاج کیا ہے اور اگر یہ آپ کے مدعا پر دلیل نہ ہوتی تو یقیناً شوریٰ میں موجود افراد آپ کے احتجاج واستدلال کو رد کرتے حدیث ثقلین کی روشنی میں جو امتیازات حضرت علیؑ کو حاصل ہیں، وہ اہلسنت کے مستند وحفاظ کے نزدیک بھی ثابت ہیں، اسی وجہ سے "مسلم" نے "حدیث ثقلین" کو اپنی "صحیح" کے باب فضائل میں "حدیث خیبر" اور "حدیث تسمیہ بہ ابوتراب" کے درمیان نقل کیا ہے۔

اسی طرح نووی نے "تہذیب الاسماء واللغات" میں آپ کے شرح حال میں "حدیث شان نزول آیۂ مباہلہ" اور "**حدیث من کنت مولہ فعلی مولاہ**" کے درمیان "حدیث ثقلین" درج کیا ہے، نیز سعید الدین فرغانی نے "شرح التائیہ" میں "حدیث منزلت" اور "حدیث مدینۃ العلم" کی طرح "حدیث ثقلین" سے بھی حضرت علی کے وارث پیغمبرؐ ہونے کو ثابت کیا ہے، جیسا کہ پہلے بیان کیا جاچکا ہے۔ لہذا امامت حضرت علیؑ پر "حدیث ثقلین" کی دلالت سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے بلکہ یہ ابوالائمہ حضرت علیؑ کی امامت کو واضح لفظوں میں بیان کر رہی ہے۔

اقدس پر بھی دلالت کرتی ہے

"حدیث ثقلین" جس طرح بارہ اماموں کی امامت اور بعد پیغمبرؐ حضرت علیؑ کی خلافت بلا فصل پر دلالت کرتی ہے، اسی طرح بارہویں امامؑ کی امامت اور آپ کے وجود پر بھی دلالت کرتی ہے، کیونکہ یہ حدیث، قیامت تک قرآن اور عترت کے جدا نہ ہونے کی تصریح اور حوض کوثر تک ایک ساتھ رہنے کو بیان کررہی ہے، اور چونکہ قیامت تک قرآن مجید موجود ہے لہذا ضروری ہے کہ اس وقت تک اہلبیتؑ کی بھی کوئی ایسی فرد ہو جس سے تمسک کی جاسکے اور وہ زمانہ کا امام اور وقت کا حجت ہو محمد اللہ اس کا بھی اعتراف مشاہیر علماء اہلسنت نے کیا ہے، ملاحظہ فرمایئے۔

سہودی لکھتے ہیں

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اہلبیت طاہرہ میں سے وہ لوگ جو تمسک کے اہل ہیں ان کا وجود ہر ایک زمانہ میں تا قیام قیامت رہے گا اور اسی صورت میں ان کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم صادق آئے گا جس طرح قرآن قیامت تک باقی رہے گا، لہذا یہ لوگ امان ہیں اہل زمین کے لئے کہ اگر یہ دنیا سے اٹھ جائیں تو ان کے ساتھ ہی اہل زمین بھی ختم ہو جائیں گے۔ (جواہر العقدین ج۲ص۹۴)

ابن حجر مکی "حدیث ثقلین" کو ذکر کرنے کے بعد تنبیہ میں لکھتے ہیں

"ان احادیث سے جن سے تمسک کا حکم دیا گیا ہے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے ایسے لوگ جو تمسک کے اہل ہیں تا قیام قیامت باقی رہیں گے جس طرح کتاب خدا قیامت تک باقی رہے گی، اسی وجہ سے حدیث میں ہے کہ اہلبیت امان ہیں اہل زمین کے لئے، جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، اور اسی پر گزشتہ روایت بھی دلالت کرتی ہے کہ ہر زمانے میں میری امت میں میرے اہلبیت کے عادل افراد

ہوں گے.........."۔(الصواعق المحرقہ ص۹۰) اس سے ملتی جلتی باتیں علامہ عجیلی نے "ذخیرۃ المآل" میں، دولت آبادی نے "ھدیۃ السعداء" میں اور حسن زمان نے "قول مستحسن" میں نعیم بن حماد کی "الفتن" طبرانی کی "الاوسط" ابونعیم کی" کتاب المھدی" اور خطیب کی "التلخیص" کے حوالے سے کہی ہیں۔لہذا "حدیث ثقلین" کی روشنی میں قیامت تک ہر زمانے میں اہلبیتؑ کی کسی نہ کسی فرد کا ہونا ضروری ہے، اور آئندہ بیان ہونے والا رسالتمآب کا خطبہ روایت امام حسنؑ اسی بات کو ثابت کرے گا۔

﴿۱۲۔حدیث ثقلین کی دلالت بعض آیات کی طرح﴾

آیۃ مودۃ (شوریٰ ۳۴) کی طرح "حدیث ثقلین" بھی وجوب محبت اہلبیتؑ پر دلالت کرتی ہے اور یہ آیۃ "**وقفوھم انھم مسئولون**" کے شواہد میں سے بھی ہے، یہ آیت اہلبیتؑ کی امامت وخلافت پر واضح دلیل ہے، لہذا "حدیث ثقلین" بھی اسی پر دلالت کرے گی۔ یہاں صرف چند علماء کے اقوال پر اکتفاء کر رہے ہیں جنہوں نے کہا ہے کہ "حدیث ثقلین" اہلبیتؑ کی محبت کے واجب ہونے کو ثابت کرتی ہے۔

سخاوی "حدیث ثقلین" کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں

"یہ حدیث اہلبیت کے عظیم افتخار کو بیان کر رہی ہے، اس لئے کہ حضرت کا یہ فرمانا کہ "دیکھو ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہو" میں تم کو اپنے اہلبیت کے ساتھ اچھے سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں" اور "میں تمہیں اپنے اہلبیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں" یہ اہلبیت کے ساتھ مودت، ان کے ساتھ اچھا سلوک، ان کی حرمت کی رعایت اور ان کے واجبی اور مستحق حقوق کی ادائیگی کی ترغیب ہے، کیونکہ روئے زمین پر حسب ونسب اور عزت وشرف کے لحاظ سے بہترین گھرانے کی فرد یہ ہیں"۔

(استجلاب ارتقاء الغرف۔ مخطوطہ)

جلال الدین سیوطی "آیۃ مودۃ" کی تفسیر میں لکھتے ہیں

"ترمذی نے روایت کی ہے اور اس کو حسن بتایا ہے اور انباری نے "المصاحف" میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر ان سے تم وابستہ رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوگے، ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے، ایک کتاب خدا جو ایک مظبوط رسی ہے اور اس کا ایک سرا آسمان پر ہے اور ایک زمین پر اور دوسرے میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں، یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پرے میرے پاس پہونچیں، تم خود ہی سوچو کہ تمھیں ان دونوں کے ساتھ کیسا رویہ رکھنا چاہئے "۔ (الدر المنثور ج ۷ص۶) عبدالوھاب بخاری نے بھی " تفسیرانوری" میں آیۃ مودۃ کی تفسیر میں ابوسعید خدری سے اور اسی آیت کی تفسیر میں خطیب شربینی نے "السراج المنیر " میں زید بن ارقم سے " حدیث ثقلین" نقل کی ہے۔ (السراج المنیر ج۵ص۵۳۸)

قاری، اس حدیث کی توضیح میں کہتے ہیں

"اس کے یہ معنی ہیں کہ اہلبیت کی مخالفت، ان کے اکرام واحترام اور ان سے مودت و محبت کے سلسلے میں حق اللہ کی یاددہانی کراتا ہوں"۔ (المرقاۃ ج۵ص۵۹۴)

ملاعلی قاری، اس حدیث کی شرح میں طیبی سے نقل کرتے ہیں

"شاید اس وصیت اور عترت کو قرآن کا قرین ومصاحب قرار دینے کا راز ان کی محبت کو واجب

بتانا ہوا اور یہ وجوب محبت، آیۂ مودۃ سے آشکار ہے"۔(المرقاۃ ج۵ص۶۰۱)

بدخشانی کہتے ہیں

"اہلبیت کی محبت ہر مومن و مومنہ پر واجب اور ان سے بغض و کینہ حرام ہے، اس کی دلیل آیۂ مودۃ اور حدیث ثقلین ہے کہ جس حدیث کی زید بن ارقم نے روایت کی ہے ...."۔(نزل الابرار ص۶)۔ ایسی ہی باتیں قاری نے "شرح الشفا" ج۳ص۴۱۰ مطبوع برحاشیہ نسیم الریاض میں، مناوی نے "فیض القدیر" ج۳ص۱۴ پر، شیخ عبدالحق دہلو نے "اللمعات" ج۴ص۶۷۷ پر، زرقانی نے "شرح المواھب" ج۷ص۷ پر حسام الدین سہارنپوری نے "مرافض" میں، شاہ ولی اللہ دہلوی نے "قرۃ العینین" میں، عجیلی نے "ذخیرۃ المآل" میں، مولوی محمد مبین لکھنوی نے "وسیلۃ النجاۃ" میں، فاضل رشید نے رسالہ "حق مبین" اور "احضاح" میں، شیخ حمزاوی نے "مشارق الانوار" میں اور شہاب الدین دولت آبادی نے "ھدایۃ السعدا" میں کہی ہیں۔ دوسری آیت یعنی "**وقفوهم انهم مسئولون** "کے ذیل میں بہت علماء نے بہ عنوان شاہد "حدیث ثقلین" پیش کی ہے ان میں چند یہ ہیں۔

سہودی تنبیہ چہار میں طرق "حدیث ثقلین" کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"زرندی نے حدیث "**من کنت مولاہ، فعلی مولا**" کے بعد کہا ہے کہ امام واحدی کا بیان ہے کہ جس ولایت کو رسول خدا نے ثابت کیا ہے اس کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا، اور آیت "**وقفوهم انهم مسئلون** " کے ذیل میں مروی ہے کہ علی اور اہلبیت کی والایت کے متعلق سوال کیا جائے گا، اس لئے کہ خدا نے اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ وہ امت سے کہہ دیں کہ اجر رسالت صرف قرابتداروں کی محبت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں سے سوال ہوگا کہ جس طرح نبی نے اہلبیت کے ساتھ محبت کرنے کا حکم دیا تھا ویسی ان کے ساتھ محبت کی یا آپ کی وصیت پر کان نہیں دھرا، کہ اس صورت

میں ان سے پوچھا جائے گا اور پھر وہ اپنے کیفر کردار تک پہونچیں گے، میں کہتا ہوں کہ آیت کی ذیل میں جس روایت کی طرف اشارہ ہوا ہے اس کی دیلمی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے "**وقفوا انهم مسئولون**" یعنی ان کو روکو تا کہ ولایت علی بن ابی طالب کے متعلق ان سے پوچھا جائے، اور اس کا شاہد "حدیث ثقلین" کا وہ جملہ ہے جو بعض طرق میں آباد ہے کہ خدا تم سے سوال کرے گا کہ تم نے قرآن اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیا سلوک کیا"۔ (جواہر لعقدین ج ۲ ص ۱۰۸)

نیز مراجعہ کیجئے سمہودی کی اس کتاب (جواھر العقدین) میں آیت مودۃ کے ذیل کی روایتیں

واحدی نے دیلمی سے بہ عنوان شاہد ابوسعید خدری کی جو روایت پیش کی ہے اس کو ابن حجر مکی "**الصواعق المحرقه صفه نمبر ۸۹۱۹۰**" پر، شخانی نے "**الصراط السوی**" اور "تحفۃ المحبین" میں اور مولوی ولی اللہ لکھنوی نے "مراۃ المومنین" میں نقل کیا ہے۔

مولوی محمد مبین "وسیلۃ النجاۃ" میں لکھتے ہیں

"آیۂ "**وقفوهم انهم مسئولون**" سے معلوم ہوتا ہے کہ بروز حشر سارے انسانوں سے سوال ہوگا کہ انہوں نے **امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ** خیر البشر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور ان کے حق دوستی کو کما حقہ ادا کیا یا نہیں؟ رسولؐ خدا نے ان کے حق کی ادائیگی ان کے اوامر کی پیروی کے بارے میں جو دستور دیا تھا سمعاً و طاعتاً امتثال کیا یا نہیں؟ مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ پیغمبرؐ اسلام مکہ اور مدینہ کے درمیان اس تالاب پر جو خم کہلاتا تھا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے"۔

﴿۱۷۔ حدیث ثقلین، عصمت اہلبیت کی دلیل﴾

ا۔ رسالتماب نے اس حدیث میں اہلبیتؑ کی اتباع و پیروی کا حکم دیا ہے اور یہ بات واضح ہے کہ حضرتؐ کی اتباع و پیروی کا حکم دیا ہے حضرتؐ کسی ایسے کی پیروی کا حکم نہیں دے سکتے جس سے خطا سرزد ہو اور وہ کتاب اور سنت کے خلاف عمل کرے کیونکہ یہ علاوہ اس کے کہ عقل وسنت کے خلاف ہے امت کے ساتھ لطف وشفقت اور رحمت اور رافت کے بھی منافی ہے اور جب ان کی عصمت ثابت ہے تو پھر ان کی خلافت میں بھی شک نہیں ہونا چاہئے۔

۲۔ اس حدیث میں رسالتمابؐ نے اہلبیتؑ کے ساتھ تمسک کو قرآن کے ساتھ تمسک جیسا کہا ہے جو ان کی عصمت کو ثابت کرتا ہے اس لئے کہ جب قرآنی آیت "**وانه لکتاب عزیز لا یاتیه الباطل من بین ایدهم ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید**" کے مطابق ہر خطا سے منزہ ہے تو جو پیروی میں قرآن کا قرین و سہیم ہو گا وہ بھی خطاؤں سے دور اور معصوم ہو گا، کیونکہ کبھی بھی رسالتمابؐ، غیر معصوم کو قرآن کا سہیم قرار نہیں دے سکتے جیسا کہ ابن حجر مکی نے "منح مکیہ شرح قصیدہ ھمزیہ" میں کہا ہے، اور جب ان کی عصمت ثابت ہے تو پھر امامت بھی ثابت ہے۔

۳۔ رسالمتابؐ نے تصریح کی ہے کہ عترت کے ساتھ تمسک امت کو گمراہی سے بچائے گی اور اس کی توضیح لفظ "لن" سے کی ہے "**لن تضلوا بعدی**" پس جس کے ساتھ تمسک کی وجہ سے امت گمراہی سے بچے، وہ بدرجہ اولی گمراہی سے محفوظ اور معصوم ہو گا۔

۴۔ رسالمتابؐ نے اس حدیث میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ "یہ دونوں کبھی جدا نہیں

ہونگے" اور عدم افتراق سے مراد یہ ہے کہ اہلبیتؑ کبھی بھی قرآن کی نہ تو مخالفت کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے خلاف حکم دے سکتے ہیں کیونکہ اگر یہ معاذ اللہ ایک جگہ بھی قرآن کے خلاف عمل کریں یا اس کے خلاف حکم دیں تو اس سے پیغمبرؐ کا کلام جھوٹا ثابت ہوگا "**نعوذ باالله من ذالک**" اور عمل اور حکم دینے میں قرآن کی مخالفت نہ کرنا اور ان کے اقوال وافعال کا قرآن کے موافق اور کلام خدا کے مطابق ہونا ہی "عصمت" ہے، اور جب ان کی عصمت ثابت ہے تو ان کی خلافت کا ثبوت اظہر من الشمس ہے، کیونکہ معصوم ہوتے ہوئے غیر معصوم، خلافت کا اہل نہیں ہوسکتا۔

۵۔ بعض طریق سے منقول "حدیث ثقلین" میں رسالتمابؐ نے تصریح کی ہے کہ "یہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں" یہ تخصیص، تعمیم کے بعد ہے جو عصمت حضرت علی علیہ السلام پر دلیل قاطع ہے اور جب ایسا ہے تو پھر کس طرح کوئی عقلمند حضرت علی علیہ السلام کی خلافت میں شک کرسکتا ہے۔

۶۔ بعض سند "حدیث ثقلین" میں ہے کہ رسالتمابؐ نے حدیث کے آخر میں حضرت علی علیہ السلام کے لئے دعا کی "خداوند حق کو ادھر لے جا جہاں علی جائیں" ملاحظہ کیجئے "السیرۃ الحلبیۃ جلد ۳ صفحہ ۳۳۶" "مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۵۰۲" "روضۃ الاحباب" کہ یہ خود حضرت علی علیہ السلام کی عصمت وامامت کو ثابت کررہی ہے پس کس طرح مخاطب (مؤلف تحفہ) کی بات درست ہوسکتی ہے کہ یہ حدیث اہل حق (شیعوں) کے مدعا کو ثابت نہیں کررہی ہے؟

۷۔ بعض روایتوں کے مطابق رسالتمابؐ نے "حدیث ثقلین" کے آخر میں فرمایا "ان دونوں کی نصرت کرنے والا میرا نصرت کرنے والا ہے، ان دونوں کو چھوڑنے والا مجھے چھوڑنے والا ہے ان

دونوں کا دوست میرا دوست ہے اور ان دونوں کا دشمن میرا دشمن ہے" ملاحظہ کیجئے "المناقب ص ۱۸"، "نظم درالسمطین" "الصرا السوی" وغیرہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہلبیتؑ سچ بولنے والے اور حق قائم کرنے والے ہیں اس لئے کہ رسالمتابؐ نے کتاب اور عترت کے ناصر کو اپنا ناصر اور ان کے چھوڑنے والے کو اپنا چھوڑنے والا کہا ہے اور چونکہ سارے اسلامی فرقے آنحضرتؐ کی نصرف واجب اور ان کو ترک کرنا حرام کہتے ہیں لہذا اہلبیتؑ کی بھی نصرت واجب اور انہیں ترک کرنا حرام ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ ان سے خطا و لغزش نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر ایسا ممکن ہوتا تو پھر ان کی نصرت حرام اور (معاذ اللہ) ان کو ترک کرنا واجب ہوتا جب کہ آنحضرتؐ نے کسی بھی صورت میں ایسی اجازت نہیں دی ہے۔

۸۔ بعض روایتوں میں ہے کہ رسالتمابؐ نے "حدیث ثقلین" کے آخر میں ارشاد فرمایا "یہ تمھیں ہدایت کے دروازے سے خارج نہیں کریں گے اور گمراہی کے دروازے میں داخل نہیں کریں گے" پس حضرت کا یہ ارشاد اہلبیتؑ کی عصمت پر ایک دلیل ہے اس روایت کو ابونعیم اصفہانی نے "منقبۃ المطھرین" میں براء بن عازب سے نقل کیا ہے۔

۹۔ رسالتمابؐ نے بعض سیاق "حدیث ثقلین" میں اہلبیتؑ کی عصمت کو واضح لفظوں میں بیان کیا ہے چنانچہ عبداللہ محمد بن مسلم رازی "الاربعین فی فضائل امر المومنین" میں لکھتے ہیں۔ "رسولؐ خدا نے فرمایا: میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت و اہلبیت اور یہی میرے بعد میرے جانشین ہیں ان میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے اور یہ ایسا ذریعہ ہیں جو آسمان سے زمین تک متصل ہیں اگر تم ان دونوں سے وابستہ رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کے قیامت کے دن میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں، گفتار میں میرے اہلبیت سے آگے نہ بڑھ جانا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ ہی پیچھے رہ جانا کہ اس صورت میں بھی ہلاک ہو جاؤ گے، تم میں

ان کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے نوح کا سفینہ کے جواس پر سوار ہوا اوراس نے نجات پائی اور جس نے گریز کیا وہ ہلاک ہوا اور تم مین ان کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل کے لئے باب حطہ کہ جو شخص اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا۔

آگاہ ہو جاؤ: میرے اہلبیت میری امت کے لئے امان ہیں کہ اگر یہ دنیا اٹھ جائیں تو میری امت پر وہ عذاب نازل ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے آگاہ ہو جاؤ: اللہ نے انہیں ہر طرح کی گمراہی سے محفوظ اور ہر طرح کی برائیوں سے پاک رکھا ہے اور قیامت میں بھی یہی اہل ولایت اور راہ ہدایت کی طرف راہنمائی کرنے والے ہیں آگاہ ہو جاؤ: اللہ نے ان ہی کی اطاعت کو فرض اور جماعت پر واجب قرار دیا ہے پس جو ان سے وابستہ ہوا اس نے راہ ہدایت کی طرف حرکت کیا اور جو ان سے منحرف ہوا وہ ہلاک ہوا آگاہ ہو جاؤ ہدایت کرنے والے عترت طاہرین، دین کی طرف دعوت دینے والے متقیوں کے امام، مسلمانوں کے رہبر، مومنین کے زمے دار اور رب العالمین کی طرف سے ساری مخلوق کے امین ہیں ان ہی نے شک اور یقین میں جدائی کی اور حقیقت کو آشکار کیا"۔

حدیث ثقلین سے عصمت اہلبیت کو ثابت کرنے والے علمائے اہلسنت

فخر الدین رازی آیۃ ۵۹ یَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (نساء/۵۹) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"خداوند عالم نے بطور قطع و جزم اولی الامر کی اطاعت کا اس آیت میں حکم دیا ہے اور جس کی اطاعت کا حکم خدا اس انداز سے دے وہ یقیناً خطاؤں سے محفوظ اور معصوم ہوگا کیونکہ اگر وہ معصوم نہ ہوگا

تو خطا کرے گا جس کا لازمہ یہ ہوگا کے خدا نے اس کی خطا کی پیروی کا حکم دیا جو خود ایک خطا ہے اور چونکہ خطا خطا ہے لہذا اس پر عمل کرنے سے منع کیا گیا ہے اس صورت میں امر اور نہی ایک جگہ جمع ہوں گے جب کہ ان دونوں کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے، پس ثابت ہوا کہ جس کی خدا نے اولی الامر کی اطاعت کا قطعی طور پر حکم دیا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ جس کی خدا قطعی طور پر پیروی کا حکم دے اس کے لئے ضروری ہے کہ خطاؤں سے محفوظ اور معصوم ہو لہذا اس آیت کے مطابق اولی الامر یقیناً معصوم ہے"۔ **(تفسیر رازی ج۳ص ۳۵۷)**

اور چونکہ قطعی طور پر رسول خداؐ نے اہلبیتؑ کی اطاعت کا حکم دیا ہے لہذا ان کی "عصمت" بھی ثابت ہے کیونہ آیۃ ۳ **وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ** ط ہ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں. ۴ **اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى** ہ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے. (نجم/۳) کی روس سے حکم پیغمبر عین حکم خدا ہے۔ ابن حجر مکی "**امنح المکیة فی شرح القصیدة الهمزیه**" میں عصمت اہلبیتؑ کی طرف یوں اشارہ کرتے ہیں۔

"حدیث میں ہے "**انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوا بعدی کتاب الله و عترتی** "لہذا اسی پر غور کرنا چاہیئے کہ عترت کو قرآن کا قرین و مصاحب قرار دیا ان دونوں کے ساتھ تمسک کو گمراہی سے محفوظ رہنے کا ذریعہ اور کمال تک پہونچنے کا سبب بتایا" اس بات کی طرف جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "الاساس" کے خطبہ میں اشارہ کیا ہے وہ کہتے ہیں: "ساری تعریف اس ذات کے لئے ہے جس نے امت محمدیہ کو قرآن اور اپنے نبی کی عترت کے ساتھ تمسک کی صورت میں گمراہی سے بچنے کی بشارت دی اور آل نبی کو خاص فضائل و مناقب سے نوازا جنہیں احادیث صحیح بیان کرتی ہیں"

ابن حجر مکی "حدیث ثقلین" کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"اور منقول ہے کہ ان کو "ثقلین" اسی وجہ سے کہا کہ انکے حقوق کی رعایت امت پر واجب ہے اور جن لوگوں کی پیروی کی ترغیب دی گئی ہے وہ کتاب خدا اور سنت رسولؐ خدا سے آگاہ ہیں یہ یہ ایسے لوگ ہیں جو کتاب خدا سے کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر وارد ہوں اور اس کی تائید سابق روایت کرتی ہے جس میں حضرتؐ نے فرمایا کہ تم ان لوگوں کو سکھانا پڑھانا نہیں کہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں کہ اس سے وہ دیگر تمام علماء امت سے امتیازی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ خدا نے ان سے ناپاکی کو دور اور ان کو ہر ایک رجس سے پاک رکھا ہے اور ان کو کرامات عظیمہ اور الطاف عالیہ سے مشرف فرمایا ہے بعض ایسی روایات کا ذکر پہلے کیا گیا"۔(**الصواعق المحرقہ ص۹۰**) یہی بات مولوی ولی اللہ دھلوی نے "**مرآۃ المومنین**" میں کہی ہے:

سندھی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

"اس حدیث میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اہلبیت، قرآن کی طرح برحق ہیں اور کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ وحی منزل کی طرح ہر طرح کی خطا و لغزش سے یہ محفوظ ہیں"۔(**داراسات اللبیب ص۲۳۳**)

شہاب الدین دولت آبادی "ھدایۃ السعداء" میں لکھتے ہیں

"المصابیح اور مشکوۃ میں زید بن ارقم سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: **انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ** یہ قرآن کے ساتھ اہلبیت کے ہونے کی دلیل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نزاع کے وقت تک ان کا ایمان زائل نہیں ہوسکتا"۔

﴿۱۵﴾ حدیث ثقلین، اعلمیت اہلبیت کی دلیل ﴾

اس حدیث میں رسالتمآبؐ نے قرآن اور اہلبیتؑ کو "ثقلین" سے تعبیر کیا ہے جو درج ذیل وجوہات کی بناء پر اہلبیتؑ کی اعلمیت کی دلیل ہے۔ا۔ رسالت مآبﷺ نے قرآن اور اہلبیتؑ کو "ثقلین" سے یاد کیا ہے اور خود علماء اہلسنت نے اس تعبیر کو اہلبیتؑ کی اعلمیت کی علامت بتایا ہے۔

ابن حجر مکی "حدیث ثقلین" کو نقل کرنے کے بعد اس کی یوں وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں

"رسول خداؐ نے قرآن اور اہلبیت کو جو آپ کے قریب ترین رشتہ دار ہیں "ثقلین" سے یاد کیا ہے کیونکہ ہر نفیس اور محفوظ رکھنے والی شئی کو "ثقل" کہتے ہیں اور یہ دونوں میں سے ہر ایک علم لدنی کا معدن اور حکم علیہ اور احکام شرعیہ کا مخزن ہے اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے ان کی پیروی کرنے، ان سے تمسک کرنے اور ان سے علم حاصل کرنے کی ترغیب دی اور فرمایا: شکر اس خدا کا جس نے ہم اہلبیت میں حکومت کو ودیعت فرمایا اور کہا گیا ہے کہ ان کو "ثقلین" اس وجہ سے فرمایا کہ ان کے حقوق کی رعایت امت پر واجب کر دی"۔ (الصواعق المحرقۃ ص۹۰) اس عبارت سے واضح ہوا کہ چونکہ قرآن اور اہلبیتؑ میں سے ہر ایک علوم الدنی کا معدن اور حکم شرعی کا مخزن ہے اس لئے ان پر "ثقلین" کا اطلاق ہوا اور جب قرآن کی طرح اہلبیتؑ علوم لدنی کا معدن ارحکم شرعی کا مخزن ہوئے تو یقیناً وہ اپنے ماسوا دوسروں سے اعلم ہوں گے۔ سمہودی نے "جواھر العقدین" میں اسی سے ملتی جلتی عبارت میں "ثقلین" کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔ زمخشری نے "الفائق" ج۱ص۸۰ پر، قاری نے "المرقاۃ" ج۵ص۵۹۴ پر، طیبی نے "الکاشف" میں، شیخ عبدالحق دہلوی نے "لمعات شرح مشکوۃ" میں اور شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی نے "نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض" میں ثقلین کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ "چونکہ دین و دنیا کی اصلاح ان دونوں کی وجہ ہے لہذا یہ ثقلین ہیں" کہ یہ وجہ تسمیہ بھی اہلبیت کی اعلمیت کی دلیل ہے۔

۲۔ رسالتمآبؐ نے اپنے اہلبیتؑ کو قرآن کا قرین و مصاحب قرار دیا ہے اور یہی انکی اعلمیت کی دلیل ہے، اس لئے کہ قرآن علوم اور معارف الہی کا معدن و مخزن ہے لہذا امت پیغمبرؐ میں کوئی بھی قرآن کا مصاحب نہیں ہوسکتا مگر وہ اعلم الناس ہو، کیونکہ اعلم کے ہوتے ہوئے غیر اعلم کو قرآن کا قرین و مصاحب بنانا ظلم ہے کہ جس صفت سے نبیؐ کا منزہ ہونا واجب ہے۔

۳۔ رسالتمآبؐ نے اس حدیث میں امت کو اہلبیتؑ سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے اور آپ کا ایسا فرمانا اہلبیتؑ کی اعلمیت کا اعلان ہے، کیونکہ آپ کے اصحاب میں اگر کوئی ان سے زیادہ جاننے والا ہوتا تو پیغمبرؐ کو چاہئے تھا کہ اصحاب سے علم حاصل کرنے کو کہتے کیونکہ اعلم کے ہوتے ہوئے غیر اعلم کی طرف اخذ علم کے لئے لوگوں کی راہنمائی کرنا ظلم ہے اور ایسا کوئی بھی نہیں کرسکتا ہے چہ جائیکہ خیر الانام۔

جن علمائے اہلسنت نے اہلبیتؑ سے علم حاصل کرنے کی تصریح کی ہے ان میں چند یہ ہیں

تفتازانی نے "شرح المقاصد" میں، ابن حجر نے "الصواعق المحرقہ" سمہودی نے "وارسات اللبیب" میں اور ولی اللہ لکھنوی نے "مرآۃ المومنین" میں۔

۴۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم پیغمبرؐ وراثت میں حضرت علی علیہ السلام تک منتقل ہوا تھا اس بات کی سعید فرقانی نے (شرح قصیدۃ تائیہ فارضیہ) میں بھی تصریح کی ہے جو حضرت علی علیہ السلام کی اعلمیت کی دلیل ہے۔

۵۔ بعض روایتوں میں "حدیث ثقلین" کے یہ الفاظ ہیں "یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں، اس کی ان دونوں کے لئے میں نے اپنے رب سے درخواست کی ہے، پس ان سے آگے نہ بڑھ جانا اور نہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ ہی پیچھے رہ جانا اور نہ تب

بھی ہلاک ہو جاؤ گے اور انہیں کچھ سکھانا پڑھانا نہیں کیونکہ یہ تم سے زیادہ جاننے والے ہیں" عنقریب ان محدثین کے نام بیان کریں گے جنہوں نے مذکورہ عبارت کے ساتھ حدیث ثقلین کو نقل کیا ہے۔

قندوزی اس جملہ کے ساتھ حدیث ثقلین کو یوں نقل کرتے ہیں

"مناقب میں احمد بن سلام سے انہوں نے حزیفہ بن یمانی سے روایت کی ہے، حزیفہ کا کہنا ہے کہ ہم نے رسولؐ اللہ کی اقتدار میں نماز ظہر پڑھی نماز کے بعد حضرتؐ نے ہم لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا: اے میرے صحابیوں میں تمہیں تقوائے الٰہی اور اس کی اطاعت کی وصیت کرتا ہوں، میں عنقریب تم سے رخصت ہونے والا ہوں اور تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب خدا اور میری عترت واہلبیت اگر ان دونوں سے وابستہ رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے یہ دونوں سے وابستہ رہے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں گے ان سے تم پڑھنا انہیں پڑھانا نہیں کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں"۔ (**ینابیع المودۃ ص ۳۵**) اس حدیث کو ان ہی الفاظ میں امام حسین علیہ اسلام نے بھی نقل کیا ہے جس کو آئندہ بیان کریں گے۔

۶۔ رسالتماب نے اہلبیتؑ کی اعلیت کو ان الفاظ میں بھی بیان کیا ہے جس کو ابونعیم اصفہانی نے "منقبۃ المطہرین" میں نقل کیا ہے: "میرے اہلبیت سے آگے نہ بڑھنا ورنہ تم ہٹ جاؤ گے اور نہ پیچھے رہ جانا کہ اس صورت میں بھی گمراہ ہو جاؤ گے اور انہیں سکھانا پڑھانا نہیں کیونکہ وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں اور یہ تمہیں نہ در ہدایت سے خارج کریں گے اور نہ ہی در ضلالت میں داخل کریں گے یہ بچپنے میں سب سے زیادہ جاننے والے اور بزرگی میں سب سے زیادہ بردبار ہیں"۔ اہلبیتؑ کی اعلیت کی خود علماء اہلسنت نے تصریح کی ہے اور اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ قرآن کی طرح ان سے بھی تمسک کرنا اور ان سے حصول علم کرنا واجب ہے چنانچہ قاری بشرح "حدیث ثقلین" لکھتے ہیں: "میں کہتا

ہوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ اہلبیت تمام لوگوں سے زیادہ اپنے صاحب خانہ کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں، لہذا یہاں اہلبیت سے مراد وہ افراد ہیں جو ان میں سب سے زیادہ آنحضرت کی سیرت سے واقف اور آپ کے طریقہ سے آگاہ اور آپ کے حکم وحکمت کے جاننے والے تھے اسی وجہ سے وہ کتاب خدا کے برابر قرار پائے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے "**ویعلمهم الکتاب والحکمة**"۔(المرقاۃ ج۵ص۶۰۰) یہی بات سمہودی نے "جواھر العقدین" میں، ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقہ ص۹۰" پر مولوی ولی اللہ نے "مراۃ المومنین" میں اور عجیلی نے "ذخیرۃ المآل" میں کہی ہے۔

﴿۱۶۔ حدیث ثقلین، افضلیت اهلبیت کی دلیل﴾

حدیث ثقلین درج ذیل وجوہات کی بنا پر افضلیت اہلبیتؑ کو بیان کرتی ہے۔

۱۔رسالت مہاب ﷺ نے اس حدیث میں اپنے اہلبیت کو قرآن کا قرین ومصاحب قرار دیا ہے کہ یہی ان کی افضلیت کو بیان کر رہی ہے، کیونکہ اگر کوئی اور قرآن کا قرین اور مصاحب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہوتا تو حضرت جو "**اعدل خلق الله**" تھے حتما اس کو مصاحب قرار دیتے چنانچہ تفتازانی "المقاصد" لکھتے ہیں: "عترت طاہرہ کو اس لئے فضلیت دی کہ وہ پرچم ہدایت اور پیروان رسالت ہیں۔اس بات کی طرف حضرتؐ نے یہ کہہ کر اشارہ فرمایا کہ گمراہی سے بچنے کے لئے قرآن کے ساتھ ساتھ ان کے بھی دامن سے وابستہ ہونا ضروری ہے"

شہاب الدین دولت آبادی "ہدایۃ السعداء" میں اس بات کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں "حضرت نے "**کتاب الله و عترتی**" میں عترت کو کتاب اللہ پر عطف کیا ہے اور شیخ

امام عبدالقاہر جرجانی کے بقول دو چیزوں کو ایک حکم میں جمع کرنے کا نام عطف ہے اور یہ عموماً "واو" کے ذریعہ ہوتا ہے جو مطلق جمع پر دلالت کرتا ہے یعنی معطوف اور معطوف علیہ کو ایک ہی حکم میں جمع کرتا ہے خواہ وہ حکم اثبات میں ہو یا نفی میں بلکہ اور معطوف علیہ کو ایک ہی حکم میں جمع کرتا ہے خواہ وہ حکم اثبات میں ہو یا نفی میں، بلکہ سارے اہل لغت اور اماماں فتویٰ کا یہی نظریہ ہے"

۲۔ رسالتمابؐ نے قرآن اور عترت کو "ثقلین" سے تعبیر کیا یہ تعبیر ہی ان کی عظمت و بزرگی اور مقام علو کو بیان کرتی ہے۔ "ہر نفیس اور محفوظ رکھنے والی چیز کو ثقل کہتے ہیں حضرتؐ نے ان دونوں (قرآن اور اہلبیت) کی قدر و منزلت بیان کرنے کے لئے انہیں "ثقلین" کہا ہے"۔ ازہری نے "تہذیب اللغۃ" میں، ثعلبی نے "الکشف البیان" میں، بغوی "معالم التنزیل" ج ۷ ص ۶ پر، ابن اثیر نے "جامع الاصول" میں، نوی نے "المنہاج" ج ۹ ص ۳۶۶ پر، ابن منظور نے "لسان العرب" میں، خازن نے اپنی تفسیر ج ۷ ص ۶ پر، ابوحیان نے "البحر المحیط" ج ۸ ص ۱۹۴ پر، فیروزی آبادی نے "القاموس" میں، سیوطی نے "التیسیر" میں، ابن خلف نے "اکمال الاکمال" میں، سنوسی نے "مکمل الاکمال" میں، "قسطلانی" نے "المواہب اللدنیہ" میں، زرقانی نے "شرح المواہب" ص ۷ ص ۶ پر، ابن حجر مکی نے "الصواعق المحرقہ" ص ۹۰ پر، سبط ابن جوزی نے "تزکرۃ الخواص" ص ۳۲۳ پر، گنجی نے "کفایۃ الطالب" ص ۷۷ پر ان کے علاوہ اوروں نے بھی ثقلین کی یہی وجہ تسمیہ بیان کی ہے۔

۴۔ رسالتمابؐ نے جس طرح قرآن کے ساتھ تمسک کا حکم دیا ہے اسی طرح اہلبیتؑ کے ساتھ بھی وابستہ رہنے کو کہا ہے اور دونوں کے ساتھ تمسک کرنے کو ایک ردیف میں بیان کیا ہے۔ اگر کوئی اہلبیتؑ سے افضل ہوتا تو یقیناً حضرت قرآن کے ساتھ اس سے وابستہ رہنے کو کہتے تا کہ افضل کے

ہوتے ہوئے ترجیح مفضول نہ ہونے پائے۔

۵۔ رسالتمابؐ نے اس حدیث میں قرآن اور اہلبیتؑ کے بارے میں فرمایا: "**لن یفترقا حتی یردا علی الحوض**" یعنی یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں، اس جملہ کے بارے میں اعاظم علمائے اہلسنت نے تصریح کی ہے کہ قرآن اور اہلبیتؑ فضل وشرف کے لحاظ سے جدا نہیں ہوں گے، ملاحظہ کیجئے دولت آبادی کی "ھدایۃ السعداء"

۶۔ مذکورہ بالا فضائل کے علاوہ اس حدیث میں اور بھی دلائل وشواہد موجود ہیں جو بتاتے ہیں کہ رسالت ماب ﷺ کی تعظیم وتوقیر کا حکم دیا ہے چنانچہ کاشفی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں: حضرتؐ نے فرمایا: اور دوسرے میرے اہلبیت ہیں، میں تمہیں اہلبیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں اور اس جملہ کی تین بار تکرار اہلبیت کی تعظیم، ان سے محبت اور ان کی متابعت کی واضح دلیل ہے۔ (الرسالۃ العلیہ ص ۴۰)

سمہودی "حدیث ثقلین" کو نقل کرنے کے بعد اپنی پانچویں تنبیہ میں لکھتے ہیں

"مذکورہ حدیثیں اہلبیت کے ساتھ تمسک کرنے اور ان کے احترام کرنے کی ترغیب دلا رہی ہیں اس وجہ سے اکثر روایتوں کے مطابق غدیر خم میں، صحیح ترمذی میں موجود جناب جابر کی روایت کے مطابق عرفہ کے دن، عبدالرحمن بن عوف کی روایت کے مطابق طائف میں اور ام سلمٰی کی روایت کی رو سے مرض موت میں جب آپ کا حجرہ اصحاب سے بھرا ہوا تھا، اس حدیث کو حضرتؐ نے ارشاد فرمایا: بلکہ ابن عمر کی سابقہ روایت کے مطابق آنحضرتؐ کا آخری کلام بہ حسب اختلاف الفاظ درروایت یہ تھا، میرے بعد میرے اہلبیت کے ساتھ حسن سلوک کرنا، دیکھو میرے بعد ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو، میں تم لوگوں سے سوال کروں گا کہ کتاب خدا اور میرے اہلبیت کے ساتھ کیسا سلوک کیا، ان دونوں کی نصرت کرنے والا میری نصرت کرنے والا اور ان دونوں کو پیٹھ دکھانے والا مجھے پیٹھ دکھانے والا ہے۔

تم کواپنی عترت کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تمہیں اہلبیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں اور عبداللہ بن زید نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا: جو ان (اہلبیت) کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرے گا اس کی عمر کوتاہ ہوگی اور قیامت کے دن وہ میرے پاس روسیاہ آئے گا، اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن میں تم سے ان (اہلبیتؑ) کی طرف سے مخاصمہ کروں گا، اور جس سے میں مخاصمہ کروں گا اس پر نفرین کروں گا اور جس پر میں نفرین کروں گا وہ داخل جہنم ہوگا، کیا اس سے بھی بڑھ کر ترغیب وتشویق ہوسکتی ہے؟ خدا اپنے نبی کو اپنی امت اور اہلبیت پیغمبر کی طرف سے ایسی بہترین جزا عنایت کرے کہ ویسی کسی نبی اور رسول کو نہ دی ہو"۔ (جواھر العقدین ج ۲ ص ۱۱۶)

فضل ابن روزبہان "شرح رسالہ اعتقادیہ" میں لکھتے ہیں

"(**متن رسالئہ اعتقادیہ**) اس بات کا اعتقاد رکھنا چاہیے کہ آل پیغمبرؐ واجب التعظیم اور لازم الاقتداء ہیں، (شرح روزبہان) میں کہتا ہوں کہ حدیث صحیحہ کی روشنی میں ایسا اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ انہی احادیث میں حجۃ الوداع میں حضرتؐ کا وہ خطبہ ہے جس میں آپ نے فرمایا: **یا ایھا الناس! انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی تمسکتم بھما لن تضلوا بعد** ...... اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا **اذکرکم اللہ فی اھلبیتی** اور اس جملہ کی تین بار تکرار فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہلبیت کی تعظیم ومحبت واجب اور ان کے حقوق کی رعایت لازم ہے"۔ اسی سے ملتی جلتی باتیں قاری نے "المرقاۃ" ج ۵ ص ۵۹۴ پر، مناوی نے "فیض القدیر" ج ۲ ص ۴۷ پر، خفاجی نے "نسیم الریاض" ج ۳ ص ۴۱۰ پر، عزیزی نے "السراج المنیر" ج ۱ ص ۳۰۲ پر، عبدالحق دہلوی نے "اشعۃ اللمعات فی شرح المشکوٰۃ" ج ۴ ص ۶۷۷

پر، زرقانی نے "شرح المواهب اللدنیہ" ج ۷ ص ۵ پر، صدیق حسن نے "السراج الوهاج فی شرح مسلم بن حجاج" میں، ان کے علاوہ دیگر مشاہیر نے اپنی کتابوں میں تحریری کی ہیں۔

۷۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسالتمآب نے قرآن اور عترت کو ایک دوسرے کا قرین ومصاحب قرار دیا ہے، اور امت کو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے حقوق کو خود امت کے حقوق پر ترجیح دینے کی وصیت کی ہے، کہ یہ بات اہلبیتؑ کی خلافت مطلقہ، امامت کبریٰ اور عصمت کاملہ کی علامت اور بدیہی طور پر ان کی افضلیت قطعیہ کی نشانی ہے، اور اہلبیتؑ کے بارے میں حضرتؐ کی وصیت کا لب ولہجہ ویسا ہی ہے جیسے دلسوز اور شفیق باپ کا بیٹے کے سلسلے میں ہوتا ہے، ملاحظہ کیجئے علمائے اہلسنت کے اعترافات۔

حسن بن محمد عبداللہ طیبی "الکاشف شرح المشکوٰۃ" میں زید بن ارقم سے مروی "حدیث ثقلین کی تشریح میں لکھتے ہیں

"**انی تارک فیکم** ..... "اشارہ ہے اس کی طرف کہ دونوں کی طرف کہ یہ دونوں رسولؐ خدا کی ایسی امانتیں ہیں جو ایک دوسرے کے قرین ومصاحب ہیں، حضرتؐ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی ویسی ہی وصیت کی ہے جس طرح پدر مہربان اپنی اولاد کے بارے میں وصیت کرتا ہے، فصل اول میں بیان شدہ حدیث "میں تمہیں اہلبیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں" اس بات کی تائید کرتی ہے، جیسے ایک شفیق باپ اپنی اولاد کے بارے میں کہتا ہے "تمہیں اپنی اولاد کے بارے میں خدا کو واسطہ بناتا ہوں" یہی بات مناوی نے "فیض القدیر" ج ۳ ص ۱۵ پر، قاری نے "المرقاۃ شرح المشکوٰۃ" ج ۵ ص ۶۰۰ اور زرقانی نے "شرح المواهب

اللدنیہ" میں کہی ہے۔

۸۔ اس حدیث میں رسالتمابؐ نے اہلبیتؑ کو اپنا جانشین بتایا ہے، جو ان کی امامت و خلافت اور افضلیت پر واضح دلیل ہے، اس بات کی تصریح خود علمائے اہلسنت نے کی ہے، ملاحظہ کیجئے: نظام نیشاپوری اپنی تفسیر میں آیۂ "**وکیف تکفرون وانتم تتلیٰ علیکم آیات اللہ وفیکم رسول اللہ**" کے ذیل میں لکھتے ہیں: "**آیت میں "کیف تکفرون**" استفہام ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ کس طرح تم نے کفر اختیار کرلیا جب کہ ہر اہم موقع پر رسولؐ خدا کی زبانی آیات الٰہی کی تلاوہ ہوتی ہے اور تمہارے پاس ایسا رسولؐ ہے جو ہر طرح کے شک وشبہ کو بیان کر کے اس کا جواب دیتا ہے اور اس شبہ کو دور کرتا ہے...... میں کہتا ہوں کہ کتاب خدا تو قیامت تک باقی ہے، لیکن نبی جو ظاہری طور پر ہمارے درمیان تو نہیں ہے، لیکن اس کا نور مومنین کے درمیان باقی ہے، گویا کو نبی، مومنین کے درمیان، اس کے علاوہ خود آپ کی عترت جو آپ کی وارث اور آپ کے قائم مقام ہے اسی لئے حضرت نے فرمایا: انی تارک فیکم الثقلین......۔ (غرائب القرآن ج ۱ ص ۳۴۷) ابن حجر مکی "الصواعق المحرقہ" میں اور سمہودی نے "جواہر العقدین" میں اسی سے ملتی جلتی باتیں کہی ہیں۔

عجیلی "ذخیرۃ المآل" میں لکھتے ہیں

"جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ رسولؐ خدا آیات الٰہی سے (کہ جن میں قرآن بھی ہے) افضل ہیں، تو پھر اس فضیلت میں آپ کی آل جنہیں اللہ نے منتخب کیا اور انہیں ولایت وارثت و مقام ابراہیمی عنایت کیا، بھی داخل ہیں، کیونکہ بہت سے امور ہیں جن میں یہ حضرت کے شریک ہیں، اسی بات کی طرف خود آنحضرتؐ نے بھی اسی طرح اشارہ کیا ہے کہ "پروردگارا یہ (اہلبیتؑ) مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں" نیز فرمایا: "کوئی بندہ، مومن ہو ہی نہیں سکتا مگر یہ کہ مجھ سے محبت کرے، اور کوئی مجھ سے محبت کر ہی نہیں سکتا مگر یہ کہ

میرے نزدیکی رشتہ داروں سے محبت کرے" نیز فرمایا: **انی تارک فیکم** ان سب کے علاوہ واقعہ مباہلہ، اہلبیت کا حضرتؐ کے ساتھ چادر میں آنا اور پھر حضرتؐ کا اپنے لئے اور اہلبیتؑ کے لئے صلوٰۃ و رحمت و برکت و مغفرت کی خدا سے دعا مانگنا یہ سب ان کی عزت و تعظیم اور شان و شوکت کی حکایت کرتی ہیں، کیونکہ حضرتؐ نے انہیں بالکل اپنا جیسا کہا ہے، اور حضرت کی اس حدیث "**فاطمة بضعة منی**" کے بارے میں بیہقی کا بیان ہے کہ یہ حدیث اس بات کو ثابت کرتی ہے کہ جس نے فاطمہ کو برا کہا وہ کافر ہوا، اور جس نے فاطمہ پر صلوٰۃ بھیجی گویا ان کے والد بزرگوار پر صلوٰۃ بھیجی، اس سے استنباط ہوتا ہے کہ ان کی اولادیں بھی ان ہی جیسی ہیں، کیونکہ وہ سب فاطمہ ہی کا ٹکڑا ہیں۔

نیز حضرتؐ نے فرمایا: علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں، علی مجھ سے ایسے ہی ہے جیسے میں اپنے پروردگار سے ہوں، جس نے علی کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا، جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑا، علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں وہ میری طینت سے خلق ہوا اور میں طینت ابراہیم سے خلق ہوا لیکن میں ابرہیم سے افضل ہوں، حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو رسالمتاب سے اہلبیت کے ملحق ہونے کی نشاندہی اور ان کے ہم نفس رسول ہونے کو بتاتی ہیں، اور عقل کہتی ہے کہ شاخ کو جڑ سے جدا کرنا شئی کو اصل سے جدا کرنا ہے جو ناممکن بلکہ محال ہے، اور یہ اتصال و الحاق مخصوص ہے حضرت کی عترت سے کیونکہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر نسب و سبب منقطع ہو جائے گا، جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا"

۹۔ اس حدیث سے اہلبیتؑ کی افضلیت اس طرح آشکار ہے کہ بعض علمائے اہلسنت نے دوسری حدیثوں کی شرح میں اس کی مدد لی ہے، چنانچہ قاضی ابوالمحاسن حنفی اپنی کتاب "**المعتصر من المختصر**" میں حدیث "فی الستۃ الملعونین" کی شرح میں لکھتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ طرح کے لوگوں پر میں بھی لعنت بھیجتا ہوں، قرآن کی آیتوں میں اضافہ کرنے والا، قدر خدا کی

تکذیب کرنے والا، جس کو خدا نے عزت دی ہے طاقت کے زور پر اس کو ذلیل کرنے والا اور جس کو اس نے ذلیل کیا ہے اس کو عزت دینے والا، میری سنت کو ترک کرنے والا، حرام خدا کو حلال کرنے والا اور جس چیز کو خدا نے میری عترت کے لئے حرام قرار دیا اس کو حلال کرنے والا...... عترت سے مراد آپ کے اہلبیت ہیں جو دین اور ہدایت میں آپ سے وابستہ ہیں، اور مروی ہے کہ حضرتؐ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان اس تالاب پر جو خم کہلاتا تھا خطبہ دیا اور حمد و ثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا اے لوگو! میں اپنے پروردگار کے پیامبر (ملک الموت) کا منتظر ہوں کہ وہ آئے اور اسکی آواز پر لبیک کہوں، میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔

ایک کتاب خدا جس میں نور ہدایت ہے لہذا خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور اس سے وابستہ رہو، پھر فرمایا دوسرے میرے اہلبیت، میں تمہیں اہلبیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں، پس جس نے حضرتؐ کی عترت کو اس مقام سے نیچے اتارا جس کو خدا نے زبان پیغمبر سے بیان کیا، اس نے انہیں ان افرد کی صف میں کھڑا کر دیا جو حضرتؐ کی عترت و اہلبیت میں نہیں ہیں اور ایسا شخص ملعون ہے "صاحب "معتصر" کے اس جملہ "**والمستحيل من عترتي ماحرم الله عزو جــــل**" کی تشریح سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں، ا۔ عترت کے معنی رسالتمآبؐ کے اہلبیت بتائے جو آنحضرتؐ کے دین پر تھے اور آنحضرت کی سیرت سے وابستہ تھے ۲۔ اپنی بات کی تائید حدیث ثقلین سے کی ۳۔ اہلبیت کو ان کے مرتبے سے گھٹانے والا ملعون ہے، کہ یہ دوسروں پر اہلبیت کی افضلیت کی دلیل ہے۔

۱۰۔ عبداللہ ابن عباس جنہیں حضرات اہلسنت جلیل القدر صحابی، مفسر کامل قرآن کہتے ہیں، ان کی نظر میں "حدیث ثقلین افضلیت علیؑ پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ جب ان سے حضرت علیؑ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے اس فضیلت کو دوسرے فضائل پر مقدم رکھا، چنانچہ خوارزمی اپنی سند

سے مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ: "ابن عباس سے کسی نے پوچھا آپ علی بن ابی طالب کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم تم نے "ثقلین" میں سے ایک "ثقل" کے بارے میں سوال کیا ہے، یہ وہی ہیں جنہوں نے اقرار شہادت میں دوسروں پر سبقت کیا، دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی، دو مرتبہ بیعت کی، دو تلواریں انہیں عطا ہوئیں، سبطین حسن و حسین کے باپ ہیں، ان کے لئے دو مرتبہ سورج پلٹا، امت میں ان کی مثال ذوالقرنین جیسی ہے...... اور وہ میرے اور تمہارے مولا علی بن ابی طالب ہیں (مناقب خوارزمی ص ۲۳۶) اسی روایت کو شیخ سلیمان حنفی قندوزی نے "ینابیع المودۃ" باب ۴۷ ص ۱۳۹ پر نقل کیا ہے، پس یہ حدیث افضلیت حضرت علی کو ثابت کر رہی اور افضلیت موجب امامت و خلافت ہے، پس کس طرح محدث (دہلوی) نے کہہ دیا کہ یہ حدیث شیعوں کے مدعیٰ کو ثابت نہیں کرتی۔

﴿۱۷۔حدیث ثقلین اور حدیث ولایت کا بیان ایک ساتھ﴾

رسالتمآبؐ سے مروی بہت سی روایتوں میں ہے کہ حضرتؐ نے غدیر کے دن حدیث "**من کنت مولاہ فعلی مولا**" کے بعد یا اس سے پہلے "حدیث ثقلین" بیان فرمائی تھی، اور "عبقات الانوار" حدیث غدیر میں ثابت کیا ہے کہ حدیث غدیر حضرت علیؑ کی امامت و خلافت پر واضح دلیل ہے، پس کس طرح مخاطب کی بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ "حدیث ثقلین" کا اصل مدعا سے کوئی ربط نہیں ہے؟ میں اپنی بات کی تائید میں چند روایتیں ہدیۂ قارئین کر رہا ہوں۔ ملا متقی ھندی نے "کنز العمال" میں اس حدیث کی ایک جماعت سے روایت کی ہے کہ: "حضرت علی سے مروی ہے کہ رسول خدا "خم" میں ایک درخت کے پاس قیام پذیر ہوئے پھر علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور فرمایا: اے لوگو! کیا گواہی نہیں دیتے کہ خدا اور اس کا رسول تم پر خود تم سے زیادہ حق تصرف رکھتے ہیں اور خدا اور اس کا رسول تمہارے مولا ہیں؟ سب نے ہم آواز ہو کر کہا بے شک ایسا ہی

ہے،فرمایا: جس کا خدااور اس کا رسول مولا ہیں اس کا یہ (علی) بھی مولا ہے، میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم ان سے وابستہ رہے تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک کتاب خدا جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے اور دوسرے میرے اہلبیت اس حدیث کو ابن جریر، ابن ابی عاصم اور محاملی نے اپنی "صحیح" میں نقل کیا ہے، اور اس کو صحیح کہا ہے"۔

ملا متقی ھندی نے "کنز العمال" ج ۱ص ۱۶۸ پر اس حدیث کی دوسرے الفاظ میں حکیم طبرانی کے حوالے سے ابوالطفیل سے اور انہوں نے حذیفہ بن اسید سے روایت کی ہے یہی حدیث "تاریخ ابن کثیر" ج ۵ص ۲۰۹ پر موجود ہے، نیز سخاوی نے "استجلاب ارتقا الغرف" میں، سمہودی نے "جواہر العقدین" میں، محدث شیرازی نے "الاربعین" میں، باکثیر نے "وسیلۃ المآل" میں، قادری نے "الصراط السوی" میں اور قندوزی نے "ینابیع" ص ۳۷ پر نقل کیا ہے۔ ابن حجر مکی نے "صواعق المحرقہ" ص ۲۵ پر طبرانی سے اس حدیث کو نقل کرنے کے اس کے صحیح ہونے کی تائید کی ہے، اسی طرح سہارنپوری نے "المرافض" میں، بدخشانی "مفتاح النجا" میں اور طبرانی نے صحت سند کی تائید کرتے ہوئے اپنی "المعجم الکبیر" میں ذکر ہے، اور طبرانی حکیم نے بدخشانی نے نزل الابرار میں نقل کیا ہے اور ان دونوں سے محمد صدر عالم نے اپنی کتاب میں روایت کی ہے اور اس کی سند کو "صحیح" بتایا ہے، یہ حدیث "ذخیرۃ المآل" اور مراۃ المومنین" میں بھی موجود ہے۔

حسن زمان نے "القول المستحسن" میں طبرانی اور حکیم کی روایت نقل کرتے کے بعد کہا ہے

"اس حدیث میں "حدیث موالاۃ" کے بعد "ثقلین" کی پیروی کی ترغیب وتشویق ہوئی ہے، نیز ابن راہویہ، ابن جریر، ابن ابی عاصم، محاملی اور طحاوی نے بہ اسناد صحیح اس کی روایت کی ہے"۔

سہودی نے ایک ہی جیسی دو حدیثیں عامر بن لیلی بن ضمرہ اور حذیفہ بن اسید سے نقل کی ہیں، وہ لکھتے ہیں

"عامر بن لیلی اور حذیفہ بن اسید کہتے ہیں کہ جب رسولؐ خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوئے (پھر کوئی حج نہیں کیا) اور جحفہ پہونچے تو اپنے ہمراہیوں کو درختوں کے نیچے خیمے لگانے سے منع کیا، جب سب درختوں کو چھوڑ کر خیمے لگا چکے تو درختوں کے نیچے کی زمین کو خس وخاشاک سے صاف کرنے کے لئے کچھ لوگ بھیجے اور انہوں نے لوگوں کے سروں کے اوپر سے شاخوں کو چھانٹا، پھر نماز کی منادی کی گئی، آپ نے ظہر کے وقت ان درختوں کے نیچے نماز پڑھی، پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے خطبہ دیا، "یہ روز غدیر خم" تھا، "خم" جہاں اب مشہور مسجد ہے، جحفہ کے نزدیک ہے، آپ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: بہ تحقیق مجھے خداوند لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ ہر ایک نبی کی عمر اس کے پہلے نبی کی عمر سے نصف ہوتی ہے، عنقریب ہی مجھے پیغام اجل ملنے والا ہے اور میں اس پر لبیک کہوں گا، مجھ سے سوال کیا جائے گا اور تم سے بھی کہ کیا میں نے پیغام رسالت پہونچا دیا، تم کیا جواب دوگے، انہوں نے جواب دیا ہم کہیں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا، کوشش بلیغ کی اور ہمیں نصیحت کی خدا آپ کو جزاء خیر دے، پھر حضرتؐ نے فرمایا: کیا تم گواہی دیتے ہو کے خدا ایک ہے، محمد اُس کا بندہ اور رسول ہے، جنت و جہنم اور نشر بعد الموت حق ہیں، سب نے ہم آواز ہو کر کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ سب حق ہیں، آپ نے فرمایا: خداوند گواہ رہنا، پھر فرمایا: لوگو! خوب اچھی طرح سنو، خدا میرا مولا ہے اور میں تمہارے مولا اور تم پر خود تم سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں۔

دیکھو جس کا میں مولا ہوں اُس کا یہ (علیؑ) مولا ہے، پھر حضرتؐ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا یہاں تک سبھی نے اچھی طرح دیکھ لیا اور پھر فرمایا: خدایا دوست رکھ اس کو جو اس (علیؑ) رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو

اس (علیؑ) کو دشمن رکھے، پھر فرمایا: لوگو! اس حوض کی چوڑائی بصرہ سے صنعاء تک کی ہے، اس کے اردگرد ستاروں کے مانند چاندی کے کاسے ہیں، جب تم میرے پاس حوض کوثر پر پہونچو گے تو میں تم سے "ثقلین" کے بارے میں سوال کروں گا، پس دیکھو ان دونوں کے ساتھ تم کیسا سلوک کرتے ہو اصحاب نے دریافت کیا یارسول اللہ وہ دو ثقل (ثقلین) کون ہیں؟ جواب دیا: ثقل اکبر کتاب خدا ہے جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا تم لوگوں کے ہاتھوں میں، پس اس کو مضبوطی سے پکڑ و تا کہ گمراہ نہ ہو اور اس میں تبدیلی نہ کرنا، آگاہ ہو جاؤ! اور دوسرے میری عترت واہلبیت ہیں، اس لئے کہ خداوند لطیف و خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے، یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں اس حدیث کو ابن عقیدہ نے "الموالاۃ" میں عبداللہ بن سنان کے طریق سے ابوالطفیل سے نقل کیا ہے، اور ابن عقدہ کے طریقے سے ابن موسیٰ مدینی نے "الصحابہ" میں اس کو بیان کیا ہے اور اس کو غریب بتایا ہے اور ابوالفتوح عجلی نے اپنی کتاب "الموجز فی فضائل الخلفاء" میں نقل کیا"۔ **(جواھر العقدین ج ۲ ص ۸۴۔۸۳)**

یہ حدیث "اسد الغابہ" ج ۳ ص ۹۲ پر، استجلاب ارتقاء الغرف میں اور "وسیلۃ النجاۃ" میں بھی موجود ہے۔ سخاوی نے "استجلاب ارتقاء الغرف" میں "حدیث ثقلین" کے بارے میں صحابہ نے حضرت علیؑ کے استشہاد کو نقل کیا ہے، جس میں حضرت علیؑ کے استشہاد پر سترہ صحابیوں نے گواہی دی تھی کہ حضرت نے "حدیث غدیر" بھی ارشاد فرمائی تھی اور "حدیث ثقلین" بھی، جس کو حضرت علیؑ نے سن کر فرمایا تھا "تم نے صحیح کہا ہے میں بھی اس کی شہادت دیتا ہوں" ان کی عبارت بحث سند میں بیان ہو چکی ہے، اور اسی روایت کو ابن اثیر نے "اسد الغابہ" ج ۵ ص ۲۷۶ پر، ابن حجر عسقلانی نے "الاصابہ" ج ۴ ص ۱۵۹ پر، سمہودی نے "جواہر العقدین" میں، سخاوی نے "استجلاب ارتقاء الغرف" میں ام سلمیٰ سے، ابن کثیر نے "وسیلۃ المآل" میں، شیخ قندوزی نے "ینابیع المودۃ" ص ۴۰ پر، قندوزی ہی نے جابر بن عبداللہ انصاری سے "ینابیع المودۃ" ص ۴۱ پر نقل کیا ہے۔

حاکم نے اپنی اسناد سے ابو طفیل کے توسط سے زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ

" مکہ اور مدینہ کے درمیان بڑے درختوں کے پاس پیغمبر اسلام ٹھہرے، لوگوں نے درختوں کے نیچے کی جگہ صاف کی، تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد حضرتؑ نے نماز پڑھی، پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور حمد وثنائے الٰہی اور وعظ ونصیحت کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر ان کی پیروی کی تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے، کتاب خدا اور میری عترت واہلبیت، اس کے بعد آپ نے تین مرتبہ فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین کے نفوس پر خود ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں؟ سب نے ہم آواز ہو کر کہا بیشک ایسا ہی ہے، تب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ **(المستدرک علی الصحیحین ج۳ ص۱۱۰)**

اس حدیث کو اسی سیاق میں طبرانی اور حاکم سے بہت علمائے اہلسنت نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، جن میں چند یہ ہیں: ابن مغازلی کی "المناقب" ص۱۸_۱۶، "تاریخ یعقوبی" ج۲ص۱۰۲، "سیرہ حلبیہ" ج۲ص۳۳۶، ابن صباغ کی "الفصول المہمہ" ص۲۳، شیخ عبدالحق دہلوی کی "مدارج النبوۃ" ج۲ ص۵۲۰، جمال الدین محدث کی "روضۃ الاحباب" عبدالرحمن کی "مراۃ الاسرار" حسام الدین سہارنپوری کی "مرافض" واضح رہے کہ "حدیث ثقلین" کا تناسب "حدیث غدیر" کے ساتھ اتنا روشن ہے کہ نہ چاہتے ہوئے بھی علمائے اہلسنت نے ان دونوں حدیثوں سے حضرت علیؑ کی پیروی پر احتجاج واستدلال کیا ہے۔

ابن حجر مکی "حدیث ثقلین" کو نقل

کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"چند احادیث میں اہلبیت کے ساتھ تمسک کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے ایسے لوگوں جو تمسک کے اہل ہیں قیامت تک باقی رہیں، جس طرح کہ کتاب خدا قیامت تک باقی رہے گی، اسی لئے حدیث میں ہے کہ اہلبیت امان ہیں اہل زمین کے لئے اور اس پر یہ حدیث شاھد ہے کہ ہر زمانہ میں میری امت میں میرے اہلبیت کے عادل افراد ہوں گے اور ظاہر ہے کہ ان میں سب سے زیادہ تمسک کے حقدار ان کے امام و عالم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ ہیں، کیونکہ ان کا علم و دقائق مستنباط ان سب سے زیادہ ہے، چنانچہ ابوبکر کہتے تھے علی عترت رسول ہیں، یعنی جن لوگوں سے تمسک کا حکم دیا گیا ہے، ان میں علی کو ابوبکر نے عترت و اہلبیت سے مخصوص کیا ہے، اسی طرح آنحضرتؐ نے غدیر خم میں ان سب میں علی کو مخصوص کیا تھا"۔ **(الصواعق المحرقۃ ص۹۰)**

احمد بن فضل بن محمد مکی "وسیلۃ المآل" میں معقل بن یسار سے روایت کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ علی، عترت رسول ہیں، یعنی ان لوگوں میں سے ہیں جن کے ساتھ تمسک اور جن کی اطاعت کی رسولؐ خدا نے امت کو ہدایت کی ہے، اور امت سے ان کے لئے اقرار کرلیا ہے، کیونکہ وہ لوگ (عترت رسول) ہدایت کے ستارے ہیں، جس نے ان کی پیروی کی ہدایت پائی، ابوبکر نے علی کو اس سے اس لئے مخصوص کیا کہ وہ اس سلسلے میں امام اور شہر علم و عرفان کے دروازہ ہیں، وہ اناموں کے امام اور امت کے عالم ہیں، اس امر کے لئے رسولؐ خدا نے علی کو روز غدیر مخصوص کیا جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، حقیقت یہ ہے کہ "حدیث غدیر" بالکل صحیح ہے، اس کی صحت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، اس حدیث کو صحابہ کی کثیر تعداد نے نقل کیا ہے، اور اس کو حجۃ الوداع کی وجہ سے شہرت ہوگئی ہے "سمھودی نے **"جواہر العقدین" میں، عجیلی نے "ذخیرۃ المآل" میں اس شعر:**

وانی الغفار لمن تاب .... قد اھتدی ابی ولا الحسن کی شرح

میں "حدیث ثقلین" کے متعلق "صواعق محرقہ" سے ابن حجر مکی کی عبارت نقل کی ہے۔

﴿۱۸۔ حدیث ثقلین، حدیث ولایت اور حدیث منزلت کا بیان ایک ساتھ﴾

بعض اکابر علمائے اہلسنت نے اعتراف کیا ہے کہ رسالتمآب نے غدیر کے دن "حدیث ثقلین" کے ساتھ حدیث "**من کنت مولاہ فعلی مولاہ** "اور "**انت منی بمنزلة ھارون من موسی** "ارشاد فرمائی تھی، چنانچہ ابن حجر مکی "الفتاویٰ الفقھیہ الکبریٰ" میں تحریر کرتے ہیں:" آنحضرت مکہ سے مدینہ کی طرف پلٹ رہے تھے کہ غدیر خم کے نزدیک "رابغ" پہونچے، حضرتؐ نے سب کو جمع ہونے کا حکم دیا اور پھر خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں قرآن اور اہلبیت کے ساتھ تمسک کرنے کی وصیت کی، اور (حضرت) علی کے بارے میں فرمایا "**من کنت مولاہ فعلی مولا** "(یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے) اور علی سے مخاطب ہو کر فرمایا "**انت منی بمنزلة ھارون من موسی الا انه لا نبی بعدی** "یعنی تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے ہے سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا"۔ (الفتاوی الفقھیہ الکبری ج ۲ ص ۱۲۲) چونکہ مذکورہ "حدیث ولایت" اور "حدیث منزلت" حضرت علیؑ کی امامت اور خلافت بلافصل پر دلالت کرتی ہیں، لہذا "حدیث ثقلین" بھی حضرت علیؑ کی امامت وخلافت پر دلالت کرے گی، کیونکہ سیاق کلام ایک ہے اور متکلمین ومحدثین ومفسرین سیاق کلام سے ایک ہی نتیجہ اخذ کرتے ہیں، سمہودی نے "جواہر العقدین" میں "آیۂ مودۃ" کے سلسلے میں اور ثعلبی نے آیۂ "**ولقد آتیناک سبعاً من المثانی والقرآن العظیم**" کی تفسیر میں تناسب اور سیاق کلام ہی سے استدلال کیا ہے۔

بعض تو تناسب اور سیاق کلام سے استدلال کرنے میں اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ انہوں نے صرف سیاق کلام کی وجہ سے تفسیر ہی بدل دی! مثلاً نظام نیشاپوری اپنی تفسیر میں آیۃ "**انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوۃ و یوتون الزکوۃ وھم راکعون**" کو بھی سیاق کلام کی وجہ سے ابوبکر سے متعلق کردی ہے، جب کہ باتفاق مفسران شیعہ وسنی اس کے مصداق حضرت علیؑ ہیں، نیشاپوری اس آیت ذیل میں لکھتے ہیں: "چونکہ قبل والی آیت (**یا ایھا الذین آمنوا من یرتد منکم** ....) ابوبکر کے بارے میں ہے کیونکہ انہی نے مرتدوں سے جنگ کی تھی، لہٰذا مناسب تو یہ ہے کہ یہ آیت (**انما ولیکم اللہ**) بھی انہی کی شان میں ہے۔ (تفسیر نیشاپوری ج۲ ص۲۸) نیشاپوری کی تاسی میں مخاطب کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے بھی "ازالۃ الخفا" میں اسی مناسبت اور سیاق کلام سے استدلال کرتے ہوئے حضرت علیؑ سے متعلق آیتوں کو دوسروں پر حمل کردیا ہے۔

﴿۱۹۔ حدیث میں لفظ "خلافت" امامت اھلبیت کی دلیل﴾

بعض روایتوں میں آنحضرتؐ نے قرآن اور اہلبیتؑ کو "**خلیفتین**" (دو خلیفے) سے تعبیر کیا ہے جو امامت حضرت علیؑ کے متعلق سارے شبہات کو زائل کردیتا ہے، امام احمد بن حنبل اپنی "مسند" میں لکھتے ہیں: "اسود بن عامر نے شریک سے انہوں نے رکین سے انہوں نے قاسم بن حسان سے اور انہوں نے زید بن ثابت سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: **انی تارک فیکم خلیفتین کتاب اللہ حبل معدود بین السماء والارض و عترتی اھلبیتی، انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض** (مسند احمد حنبل ج۵ ص۱۸۱) (یعنی میں تم میں اپنے دو جانشین چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا جو ایک دراز رسی ہے آسمان سے لے کر زمین تک اور دوسرے میرے عترت واہلبیت،

یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں)

اسی لفظ "خلیفتین" کے ساتھ زید بن ثابت سے مروی حدیث ثقلین کو محدثین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے، جن میں چند یہ ہیں: حموئی نے "فرائد السمطین" میں، سخاوی نے "استجلاب ارتقاء الغرف" میں احمد بن حنبل سے، سیوطی نے "احیاالمیت" ص ۳۰ پر احمد اور برانی سے اور "البدور السافرہ" میں ابن ابی عاصم سے اور "الدر المنثور" ج ۲ص ۶۰ پر **واعتصموا بحبل الله** کی تفسیر میں احمد سے اور "الجامع الصغیر" (باشرح مناوی) ج ۳ص ۱۴ پر احمد اور طبرانی سے، سمہودی "جواہر العقدین" میں احمد اور عبد بن حمید سے، قاری نے "شرح مشکوۃ" ج ۵ص ۶۰۰ پر احمد اور طبرانی سے، شیخانی نے "الصراط السوی" میں احمد سے، عیزیزی نے "السراج المنیر فی شرح الجامع الصغیر" میں ابن ابی عاصم، ابوبکر شیبہ اور طبرانی سے نقل کیا۔ ثعلبی کی تفسیر "الکشف والبیان عن تفسیر القرآن" میں بھی آیۃ **واعتصموا بحبل الله** کے ذیل میں یہ روایت لفظ "خلیفتین" کے ساتھ موجود ہے۔

هیثمی لکھتے ہیں

"رسول خدا نے فرمایا میں نے تم میں اپنے دو جانشین چھوڑے ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہلبیت، یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچیں، طبرانی نے اس روایت کو "المعجم الکبیر" میں نقل کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں"۔ (مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۶۳) عبدالوھاب بن محمد بن رفیع الدین بخاری اپنی تفسیر "انوری" میں آیت مودۃ کے ذیل میں فضائل اہلبیت میں لکھتے ہیں: "ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ رسول خدا نے خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا **ایہا الناس انی ترکت فیکم الثقلین خلیفتین ان اخذتم بهما لن تضلوا بعدی احدھما اکبر من الآخر کتاب الله حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی وھم اھل بیتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض**

اور دہ الثعلبی وز کرالامام احمد بن حنبل فی مسندہ ،(اے لوگو میں نے تم میں اپنے دو جانشین دو گرانقدر چیزیں چھوڑیں کہ اگر تم انہیں مضبوطی سے پکڑے رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے ان میں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے ایک کتاب خدا جو آسمان سے زمین تک ایک دراز رسی ہے، اور دوسری میری عترت جو میرے اہلبیت ہیں یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہونچے اس کی ثعلبی نے اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں روایت کی ہے) زرقانی نے شرح المواہب اللدنیہ ج ۷ ص ۷ پر ابوسعید سے اور ملا متقی ھندی نے کنز العمال ج ۱ ص ۱۶۶ پر طبرانی کے توسط سے زید بن ارقم سے اس کی روایت کی ہے۔

مناوی لکھتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا

"میں تم میں اپنے جانشین چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا جو ایک دراز رسی ہے آسمان سے لے کر زمین تک اور دوسرے میری عترت واہلبیت (عترتی اھلبیتی) اجمال کے بعد تفصیل ہے کہ وہ اہل کساء ہیں جن سے اللہ نے ہر رجس کو دور رکھا ہے اور اس طرح پاک رکھا جو حق تھا پاک رکھنے کا"۔ (فیض القدیر ج ۳ ص ۱۴) رضی ابن محمد حسینی "تنضید العقود السنیه بتمهید الدولة الحسینیه" میں احمد آفندی معروف بہ منجمی کے شرح حال میں لکھتے ہیں: "پیغمبر اسلام کی حدیث "انی تارک فیکم خلیفتین " پر تعلیقہ دیکھا جس کو میرے والد دام ظلہ نے احمد رحمہ اللہ کے ہاتھوں لکھے ہوئے سے نقل کیا تھا اور میں اپنے والد کی تحریر سے نقل کر رہا ہوں کیونکہ اس حدیث میں ایسے اسرار و رموز ہیں جن پر ہر صاحب خرد کو غور کرنا چاہیے ا۔ حدیث جملہ اسمیہ سے شروع ہو رہی ہے ۲۔ دونوں خلیفوں سے وابستگی ضروری ہے کسی ایک کی وابستگی کافی نہیں ہے ۳۔

"خلافت الکتاب" کا مطلب یہ ہے کہ وہ احکام شرعی، اعتقادی اور ساری ضروریات دینی کو

بیان کرے گی اور "خلافت العترۃ" کے متعلق چند احتمالات ہیں (الف) قرآن مجید میں جو احکام الٰہی بیان نہیں ہوئے ہیں انہیں یہ بتائیں گے اور قرآن کے مشکل الفاظ و معانی کی توضیح دیں گے (ب) امت میں احکام کو یہ جاری کریں گے (ج) اخلاق محمدیہ اور صفات احمدیہ کو عملی طور پر یہ پیش کریں گے صرف نقل و قول پر اکتفا نہیں کریں گے (د) اسرار نبوت اور رموز شریعت کو بیان کریں گے (ز) خالص محبت جو ہر مومن پر واجب ہے۔ اس لئے کہ صحیح ایمان اس وقت ہوگا جب انسان ان چیزوں کی تصدیق کرے جو نبیؐ کے ہمراہ آئی ہیں اور حدیث کی رو سے دین اس وقت کامل ہوگا جب حضرتؐ سے خالص محبت کی جائے۔ پس اس خلیفہ سے محبت گویا خود حضرتؐ سے محبت کرنا ہے ۴۔ قرآن کو حبل (رسی) سے تشبیہ دی گئی ہے جو آسمان سے زمین تک دراز ہے ۵۔ عترت کی اہلبیت سے تائید کی ہے ۶۔

قرآن و عترات دونوں کے ساتھ تمسک گمراہی سے بچائے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ نجات کے لئے صرف ایک کافی نہیں ہے ورنہ آپ فرماتے "بایھما" یا "اواحدھما" (یعنی ان دونوں میں سے کوئی ایک) ۷۔ ان دونوں کے ساتھ رہنے کی آخری منزل حوض کوثر جیسی اہم جگہ بتائی ۸۔ بعض روایتوں کے آخر میں "فاعرفوا" کے ذریعہ تنبیہ کی ۹۔ عترت کے معنی اگر حقیقی لیں جیسا کہ "اھلبیتی" کے ساتھ تاکید اس معنی کو بتاتی ہے تو پھر حدیث، خلافت اہلبیت کے لئے نص قرار پائے گی جو کہ نظریہ اہلسنت کے خلاف ہے، لیکن اگر مجازی معنی مراد لیں تو اس صورت میں تاکید لغو ہوگی، کیونکہ اکثر تاکید معنئ حقیقی لئے لائی جاتی ہے تاکہ اس مجازی معنی ذہن میں نہ آنے پائے اور یہ بات واضح ہے کہ حضرت کا کلام، لغو نہیں ہوتا تھا، (لہذا یہاں عترت کے حقیقی معنی ہیں) ۱۰۔ اس حدیث کا مفہوم بہت بڑے خطرے کی اس طرح نشاندہی کرتا ہے کہ "اگر میرے ان دونوں خلیفوں سے وابستہ نہ رہے یا ایک سے وابستہ رہے اور دوسرے کے دامن کو چھوڑ دیا تو گمراہ ہو گئے اور پھر نجات نہیں پاسکتے" اگرچہ اس میں خلیفہ ثانی (عترت) مشخص نہیں ہے ورنہ اختلاف ہی نہیں

ہوتا کہ آیا عترت سے مراد معنی حقیقی ہے کہ (اہلبیت سے) تاکید اس کی مستقاضی ہے یا معنی مجاز کہ اہلسنت قائل ہیں۔ واللہ اعلم"

«۲۰۔ اھلبیت پر سبقت گمراھی ھے»

حدیث ثقلین میں رسالتمابؐ نے یہ جملہ بھی ارشاد فرمایا ہے: **"فلا تسبقوا اهل بیتی فتهلکوا"** یعنی میرے اہلبیتؑ سے آگے نہ بڑھ جانا ورنہ ہلاک ہو جاو گے حضرتؐ نے اس جملہ میں واضح لفظوں میں بتا دیا کہ اہلبیتؑ ہی کی خلافت برحق ہے۔ لہذا جنہوں نے خلافت کے سلسلے میں ان پر کہ جن کے سید و سردار حضرت علیؑ ہیں، سبقت کی راہ ہلاکت اختیار کی ہے۔ مذکورہ جملہ **"فلاتسبقوا اهل بیتی فتهلکوا"** کے ساتھ حدیث ثقلین کو جنہوں نے نقل کیا ہے ان میں چند یہ ہیں: ابونعیم اصفہانی نے "منقبۃ المطہرین" میں، ابوحیان نے اپنی تفسیر "البحر المحیط" میں، جلال الدین سیوطی نے "الاتافہ" اور "الدر المنثور" ج ۲ ص ۶۰ پر، ابن حجر نے "الصواعق المحرقہ" ص ۱۳۶ پر، سمہودی نے "جواہر العقدین" میں سخاوی نے "استجلاب ارتقاء الغرف" میں اور ملا متقی ہندی نے "کنزالعمال" ج ۱ ص ۱۶۶ پر نقل کیا۔

«تنبیہ»

آئندہ ہم بیان کریں گے کہ خود اکابر علمائے اہلسنت نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ حدیث، خلافت اور دینی امور میں دوسروں پر اہلبیتؑ کے مقدم ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ فخر الدین رازی نے "نهایة العقول" میں امام کے شرائط میں سے ایک شرط "قرشی" ہونا بتایا ہے، اور اس شرط پر انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے **"قدموا قریشا ولا**

تقدموها "یعنی امامت کے لئے قریشی کو مقدم کرو خود ان پر مقدم نہ کرو۔

امام رازی لکھتے ہیں

"امام کے لئے نویں شرط ہے کہ وہ "قریشی" ہو، اس صفت کو میرے علاوہ ابو علی اور ابو ہاشم نے بھی شرف قرار دیا ہے۔ ہماری دلیل اجماع اور سنت ہے۔ (ذکر اجماع کے بعد کہتے ہیں) سنت جس کی ابو بکر اور بہت سے اکابر صحابہ نے روایت کی ہے یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا: **الائمة من قریش** (یعنی امام قریش سے ہوں گے) اور "الائمہ" میں الف و لام استغراق کا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ سارے ائمہ، قریش سے ہوں گے۔

یہ عبارت امر ہو یا خبر دونوں صورتوں میں بتاتی ہے کہ غیر قریشی امام نہیں ہو سکتا۔ امام اعظم کو چھوڑ کر ہم نے کسی کے سلسلے میں حدیث پر عمل نہیں کیا۔ نیز حضرتؐ نے فرمایا: قریش ہی ولی ہوں گے جب تک وہ خدا کی اطاعت کریں اور اس کے اوامر کو انجام دیں، یہ بھی حضرتؐ کا ارشاد ہے: قریش کو مقدم رکھنا اور ان سے آگے نہ بڑھ جانا" جب مذکورہ حدیث امام کے قریشی ہونے پر دلالت کر رہی ہے تو پھر جو حدیث صحیح اہلبیت سے آگے بڑھ جانے سے منع کر رہی ہے وہ بطریق اولیٰ (بلکہ بہ ہزار اولیت اہلبیتؑ سے امام کے ہونے پر دلالت کرے گی۔

«۲۱۔ نتیجہ حدیث ثقلین»

ا۔ ابو نصر عتبی اپنی کتاب "تاریخ یمینی" میں رسالتمآبؐ کے بارے میں لکھتے ہیں

"اللہ نے آپ کی روح قبض کی اور آپ کی زحمتوں کو سراہا، اور آپ نے اپنی امت میں دو گرانقدر چیزیں یعنی کتاب خدا اور اپنی عترت چھوڑیں، ان دونوں کو قدموں کو لغزش سے بچانے، عقلوں کو گمراہی سے

محفوظ رکھنے، دلوں کو بیماری سے اور شک وشبہ کو دور کرنے کے لئے اپنا جانشین بنایا" پس جس نے ان دونوں کے ساتھ تمسک کیا اس نے راستہ طے کیا اور لولغزشوں سے محفوظ رہا اور جنہوں نے ان سے روگردانی کی بہت براسودا کیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو گمراہی کو ہدایت سے خریدتے ہیں کہ جس میں کوئی فائدہ نہیں ہے"۔

شاہ صاحب (مولف تحفہ) خود ہی بتائیں وہ کن میں ہیں؟

۲۔ شمس الدین خلخالی "مفاتیح فی شرح المصابیح" میں حدیث ثقلین کی شرح میں لکھتے ہیں "شرح السنتہ میں ہے کہ قرآن اور اہلبیت کو اس لئے "ثقلین" کہا گیا کہ ان دونوں سے وابستہ رہنما اوران کے فرامین پر عمل کرنا ثقیل ہے، اسی طرح حضرتؐ نے اپنے اہلبیت کے بارے میں فرمایا کہ جب وہ میرے بعد میرے جانشین ہوں گے تو ان کے شایان شان ان کا احترام کرنا اوران کے بتائے ہوئے احکام کی اطاعت کرنا بھی ثقیل ہے" جب حضرتؐ کی نظر میں اہلبیتؑ کی خلافت اتنی اہم ہے کہ انہیں "ثقلین" سے تعبیر کریں اورامت کو اپنے بعدان کے خلیفہ ہونے کی خبر دیں، تو کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ "حدیث ثقلین" کا اصل مدعی یعنی حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ کی خلافت سے کوئی ربط نہیں ہے؟!

۳۔ شہاب الدین دولت آبادی "ھدایۃ السعداء" میں لکھتے ہیں

"رسالتمابؐ جب حجتہ الوادع سے پلٹے اور اس جگہ پہونچے جس کو "خم" کہتے ہیں تو پالان شتر کا ممبر بنوایا اوراس پر تشریف فرما ہوئے، اصحاب نے دریافت کیا: یارسول اللہ! آپ کا قائم مقام کون ہے ہمیں بتائیے؟ فرمایا: قرآن اور میرے بعد میرے اہلبیت۔ اگران دونوں کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے، یہ حدیث تا قیام قیامت اہلبیت کی کسی فرد کے ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔ یہی حق کی طرف راہنمائی کرنے والے اور گمراہی سے بچانے والے ہیں" دولت آبادی کی عبارت واضح لفظوں میں بتاتی ہے کہ اصحاب آنحضرتؐ سے آپ کے خلیفہ کے

متعلق دریافت کیا تھا اور حضرتؐ نے اپنا جانشین قرآن اور اہلبیتؑ کو بتایا تھا، پھر کس طرح کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ "حدیث ثقلین" خلاف اہلبیتؑ پر جن کے سید و سردار حضرت علیؑ ہیں، دلالت نہیں کرتی؟

۴۔ شہاب الدین دولت آبادی "ھدایۃ السعداء" میں تحریر فرماتے ہیں

"حضرتؐ نے حدیث سابق (حدیث ثقلین) میں ارشاد فرمایا **لن یفترقا حتی یردا علی الحوض** یعنی قرآن اور میری اولاد حوض کوثر پر ایک ساتھ آئیں گے تا کہ دیکھیں کون ان کا دوست تھا اور کون دشمن، کس نے میرے بعد میرے حکم تمسک پر عمل کیا اور کس نے چھوڑ دیا، میں حوض کوثر پر کھڑا ہوں گا اور جو قرآن اور میری اولاد سے محبت نہیں کرتے ہوں گے اور انہوں نے ان سے وابستہ نہ رہ کر میرے حکم کی خلاف ورزی کی ہوگی، غضبناک ہو کر فرشتے انہیں حوض کوثر سے اس طرح بھگائیں گے جیسے پاگل اونٹ اور گھوڑے کو بھگایا جاتا ہے، میں فرشتوں سے کہوں گا انہیں میرے پاس لاؤ یہ میرے امتی ہیں، اس وقت آواز آئے گی: اے محمدؐ! تمہیں نہیں معلوم کہ انہوں نے قرآن کہ انہوں نے قرآن اور تمہاری اولاد کے بارے میں تمہارے حکم کی خلاف ورزی کی اور ان سے محبت و دوستی کرنے کے بجائے ان سے بغض و دشمنی کی، میں کہوں گا پھر فرشتوں انہیں مجھ سے دور کرو! کیونکہ جس کی پیروی کا حکم دیا گیا ہو وہ خود ان کی پیروی نہیں کر سکتا اور جس کی امامت کی طرف دعوت دی گئی ہو وہ ماموم نہیں بن سکتا، اور جو نبی کی مخالفت کرے وہ زندیق و شیطان ہے اور جو قرآن اور فرزندان پیغمبر کے دامن سے وابستہ نہ ہو وہ گرچہ علم اولین و آخرین کا مالک ہو، مثل کتاب کے ہے، اور اگر (ان دونوں کی مخالفت کے بعد) زہد کرے تو راہب ہے اور قیامت کے دن اوندھے منہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا"۔

مذکورہ عبارت اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ دولت آبادی کی نظر میں "حدیث ثقلین" امامت اہلبیتؑ کے بارے میں ہے، اسی وجہ سے انہوں نے کہا کہ چونکہ رسالتمآبؐ نے امت کو اہلبیتؑ

کی پیروی کا حکم دیا لہذا یہ امت کی پیروی نہیں کر سکتے، اور چونکہ امت کو ان کی امامت کی طرف دعوت دی لہذا حضرات کو ماموم نہیں بن سکتے، ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ "حدیث ثقلین" کا شیعوں کے اصل مدعی یعنی امامت اہلبیت سے کوئی ربط نہیں ہے؟ قابل ذکر بات یہ ہے کہ دولت آبادی نے اپنی عبارت میں "حدیث حوض" کو داخل کیا ہے اور دامن اہلبیتؑ کے چھوڑنے والوں کو ملائیکہ کے اس قول کا مصداق بنایا ہے کہ اے محمدؐ! آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں (تارکین دامن اہلبیتؑ) نے آپ کے بعد کیا کیا ہے۔

۵۔ شمس الدین سخاوی "استجلاب ارتقاء الغرف" میں "حدیث ثقلین" نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"اہلبیت کے افتخار کے لئے یہی حدیث کافی ہے۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "دیکھو ان کے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہو" اور "تم کو اپنی عترت کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں" اور "تم کو اپنے اہلبیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں" کیونکہ روایتوں میں مختلف الفاظ میں اہلبیت کے ساتھ مودت ومحبت، ان کے ساتھ نیکی کرنے، ان کا ادب واحترام کرنے اور ان کے واجبی اور مستحق حقوق کی ادائیگی کی حضرتؐ نے ترغیب وتشویق کی ہے، اس لئے کہ روئے زمین پر اشرف ترین گھرانے کی یہ فرد ہیں، جب یہ رسول خدا کی واضح اور روشن سنت کی پیروی کریں جیسے اسلام میں عباس، ان کے بیٹے، علی کرم اللہ وجھہ، آپ کے اہلبیت رضی اللہ عنھم تھے، نیز حدیثیں ولایت ذمہ داری کے لئے دوسروں پر اہلبیت کے مقدم ہونے کو بتاتی ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا: ان دونوں (قرآن اور اہلبیتؑ) سے آگے نہ بڑھو بیان کیا ہے کہ حضرت نے فرمایا: "ان دونوں" (قرآن اور اہلبیتؑ) سے آگے نہ بڑھ جانا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے نہ ہی پیچھے رہ جانا ورنہ تب بھی ہلاک ہو جاؤ گے،

اورانہیں کچھ سکھانا پڑھانا نہیں کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں" یہ سب اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں جس کے بارے میں احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ خلافت قریش کے لئے ہے اوران چیزوں میں ان کی اطاعت واجب ہے جن کی پیروی کرنے سے معصیت نہ ہو۔

سخاوی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ "حدیث ثقلین" جہاں اہلبیتؑ سے مودت و محبت اوران کے حقوق کی رعایت کی تشویش کرتی ہے وہیں ذمہداری اہلبیت کے مقدم ہونے کی وضاحت بھی کرتی ہے۔ پس کس طرح شاہ صاحب (مولف تحفہ) نے کہدیا کہ یہ حدیث خلافت کے متعلق نہیں ہے؟ لیکن سخاوی کہ یہ بات کہ حدیث "ان سے آگے نہ بڑھ جانا ورنہ ہلاک ہوجائے گے" کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ "خلاف قریش میں محصور ہے" صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ ہر عقلمند جس میں تھوڑا سا بھی انصاف ہوگا وہ اسی نتیجے پر ہونچے گا کہ حضرتؐ نے اس حدیث میں اپنے اہلبیتؑ کا ذکر کیا ہے نہ کہ قریش کا، اور کسی نے بھی نہیں کہا کہ حضرتؐ کی اہلبیت سے مراد سارے قریش ہیں۔ لہذا حدیث امامت وخلافت کو اہلبیت میں محصور کررہی ہے اور بتارہی ہے کہ یہ حدیث "**الائمة من قريش** "اگر صحیح ہے تو اس سے مراد ائمہ اہلبیت علیھم السلام ہیں جو سادات قریش ہیں۔

۶۔ابن حجر "الصواعق المحرقہ" میں سخاوی کی بات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"آنحضرتؐ کا یہ فرمانا کہ "ان سے آگے نہ بڑھ جانا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے" اس بات کی دلیل ہے کہ جو شخص بلند مرتبے پر فائز اور دینی امور کو بخوبی احسن انجام دیتا ہو وہ دوسروں پر مقدم ہے۔ اور قریش کے متعلق گزشتہ حدیث اسی بات کی تصریح کرتی ہے، اور جب یہ ہمارے قریش کے لئے ثابت ہے تو اہلبیت پیغمبر جو فضیلتوں کے محور اور مفاخر قریش ہیں اور ان ہی کی وجہ سے قریش کو دوسروں پر امتیاز حاصل ہے، وہ بدرجہ اولیٰ اس منصب (خلافت) کے لئے سزاوار ہیں"۔ (الصواعق المحرقہ ص ۱۳۶)

ابن حجر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اہلبیتؑ میں سے جو بھی بلند مرتبے پر فائز اور دینی امور کو بخوبی احسن انجام دے وہ دوسروں پر مقدم ہے، اور یہ بات واضح ہے کہ امامت وخلافت بلند مراتب اور دینی وظائف میں سے ہیں لہذا حضرت علیؑ اور دیگر افراد اہلبیت اس منصب کے لئے بقول پیغمبرؐ دوسروں پر مقدم ہوں گے۔ پس شاہ صاحب (مولف تحفہ) پر تعجب ہوتا ہے کہ کس طرح انہوں نے کہہ دیا کہ حدیث ثقلین امامت حضرت علیؑ پر دلالت نہیں کرتی ہے، اور ابن حجر نے قریش کے متعلق سخاوی کی بات کہی ہے جس کا جواب اس سے پہلے دے چکے ہیں۔ البتہ ابن حجر نے سارے قریش پر اہلبیت کی افضلیت کا اعتراف کیا ہے، جو ان کی امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

۷۔شہاب الدین احمد بن محمد خفاجی مصری حنفی "نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض" میں حدیث ثقلین کی شرح میں لکھتے ہیں

"اس حدیث کو "مسلم" نے فضائل اہلبیت میں ذکر کیا ہے، جس کو رسول خداؐ نے حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت اپنے خطبے میں یوں ارشاد فرمایا تھا "اے لوگو! میں ایک بشر ہی تو ہوں، عنقریب میرے پروردگار کی طرف سے پیغامبر آنے والا ہے اور میں اس کی آواز پر لبیک کہوں گا، میں تمہارے درمیان دوگرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، کتاب خدا جس میں ہدایت ونور ہے، لہذا اس سے وابستہ رہو اور میرے اہلبیت" اس میں مصنف (مسلم) نے آنحضرتؐ کے اہلبیت کو بیان کیا ہے اور یہ وہی افراد ہیں جن لوگوں نے حضرتؐ کے ارشاد کے بعد سمجھا تھا۔ کیونکہ وحی کے ذریعے آنحضرتؐ کو معلوم ہوگیا تھا کہ آپ کے بعد خلافت کے سلسلے میں کیسے کھیلا جائے گا، اسی وجہ سے حضرتؐ نے ثقل گران کے نام بتائے اور ان کے حقوق کی رعایت کرنے کی ترغیب وتشویق فرمائی، کیونکہ اس منصب کا یہی تقاضا

تھا" علامہ خفاجی کی اس توضیح کے بعد کیا کوئی شخص شاہ صاحب کی پیروی کرتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ حدیث ثقلین کا امامت وخلافت سے کوئی ربط نہیں ہے؟

۸۔ احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی "ذخیرۃ المآل" میں حدیث ثقلین نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

"اس حدیث کا نتیجہ وہی ہے جو حدیث سفینہ کا ہے یعنی آنحضرتؐ نے اہلبیت کی عزت و احترام کرنے، ان کے دامن سے وابستہ رہنے، دل سے ان سے محبت کرنے، ان میں جاننے والے افراد کی راہنمائی وہدایت حاصل کرنے اوران کے اخلاق حمیدہ کو اپنانے کی تشویش فرمائی، اسی حدیث سے قیامت تک قرآن وسنت ع عترت کے ہونے کا پتہ ملتا ہے، اور جن کے لئے تشویش ہوئی ہے یہ وہی افراد ہیں جو قرآن سنت کے جاننے والے ہیں کیونکہ یہی حضرات حوض کوثر تک قرآن سے جدا نہیں ہوں گے۔ اس بات کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے "اپنی جہالت کو ان سے کسب علم کے ذریعے دور کرنا، خود انہیں سکھانا پڑھانا نہیں کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں" انہیں ان خصوصیات کی وجہ سے فوقیت حاصل ہے، اس لئے کہ خدا نے انہیں ہر طرح کے رجس سے دور رکھا ہے اور اس طرح پاک رکھا ہے جو پاک رکھنے کا حق ہے اور انہیں روشن کرامات اور بہت سے امتیازات سے نوازا ہے۔ البتہ (ائمہ معصومینؑ کے سوا) ان میں کے ناواقف افراد دوسروں کی طرح کسب علم کریں، ان کو دوسروں کے مقابلے یہ سارے امتیازات خلافت ظاہری اور وارثت مقام ابراہیم محمدی کی وجہ سے خاص تھیں، ورنہ خلافت باطنی تو ان ہی کا حق تھا، اور ہر زمانے میں قطب الاولیاء، ان ہی میں کا ہوگا، ان کی خلافت سے میری مراد ظلم وجور کی حکومت نہیں ہے بلکہ ان کا ایسی حکومت سے کوئی ربط نہیں ہے، بلکہ میری مراد وہ خلافت ہے جس کو خدا نے قرآن وسنت کی حفاظت کی خاطر ان کے لئے انتخاب کیا ہے اور ان سے حوض کوثر تک وہ جدا نہیں ہوں گے"۔

عجیلی کے بقول حدیث ثقلین کی روشنی میں اہلبیتؑ کو خلافت ظاہری کے لئے سب پر فوقیت حاصل ہے اور خلافت باطنی ان ہی سے مختص ہے۔ اب بھی کیا کسی کو شاہ صاحب کی اس بات کے لغو ہونے میں شک وشبہ ہوسکتا ہے کہ حدیث ثقلین کا خلافت سے کوئی ربط نہیں ہے؟ اور عجیلی نے جو اہلبیت کے (معاذ اللہ) جاہل افراد کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ان کا تجاہل ہے، کیونکہ جن کے بارے میں حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ جیسی حدیثیں ہوں وہ جاہل ہو ہی نہیں سکتے، عجب نہیں کہ انہوں نے اپنے بزرگوں کی تاسی میں ایسی بات کہہ دی ہو کیونکہ وہ اہلبیت کے دائرے کو وسیع مانتے ہیں،

۹۔ عجیلی "ذخیرۃ المآل" ہی میں لکھتے ہیں

"تعلموا منهم وقدموهم، تجاوزوا عنهم و عظموهم" "جہاں تک ان سے کسب علم کی بات ہے تو اس سلسلے میں روایت صحیحہ میں ہے کہ یہ (اہلبیتؑ) حکمت کے خزانے ہیں، اور بہ سند صحیح حدیث ثقلین میں ہے کہ: ان سے آگے نہ بڑھ جانا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور نہ ہی ان کو سکھانے پڑھانے کی کوشش کرنا کیونکہ یہ تم سے زیادہ علم رکھنے والے ہیں اور ان کو اس لئے مقدم رکھنا کہ وہ اس کے لئے زیادہ سزاوار ہیں مثلاً امامت کبریٰ کے لئے، کسی جگہ آنے جانے کے لئے، چلنے پھرنے اور بولنے چالنے جیسے موارد کے لئے، اور ابن سعد نے علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے فرمایا: سب سے پہلے جو جنت میں داخل ہوں گے وہ میں، تم اور حسن وحسین ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ اور میرے محبّ؟ فرمایا وہ تمہارے پیچھے آئیں گے، تو جب اس دنیا میں ایسا ہے تو پھر اس دنیا میں درجہ اولیٰ وہ مقدم ہوں گے، اس سلسلے میں بہت کچھ کہا گیا ہے جن کی تکرار کی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب ہم کو حضرتؐ نے ان کو مقدم رکھنے کا حکم دیا ہے تو ان کو ان کے بلند مرتبے سے گرادینا شرع اور دیانتداری کے خلاف ہے۔ کیونکہ ان ہی بلند مرتبے میں اہلبیت کا قرآن کے قرین ومصاحب ہونا، ابتدائے زندگی سے آخر عمر تک بدعتوں اور گناہوں سے پاک وپاکیزہ رہنا،

ان کے دامن سے وابستہ رہنا اور اس بات کا اعتقاد رکھنا ہے کہ وہ کشتی آنجاب ہیں۔

لہذا جو شخص اس کے برخلاف کہے گویا جس کو خدا اور رسولؐ نے مقدم کیا ہے اس کو اس نے موخر کیا ہے، اور آنحضرتؐ نے فرمایا: امام اس لئے امام ہوتا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، ماموم امام کا تابع ہوتا ہے اور اس پر امام کی پیروی واجب اور اس پر تقدم حرام ہے، لہذا جو امام کو پیچھے کر دے اس کی نماز باطل ہے، اور جو مقدم رہنے کی اہلیت رکھتا ہو اس کو پیچھے کر دیا حقائق کو چھپانا ہے۔ لہذا اے صاحبان بصیرت عبرت حاصل کرو"۔ ان باتوں کو دیکھنے کے بعد کیسے کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حدیث ثقلین شیعوں کے دعوے کو ثابت نہیں کر رہی ہے، بلکہ اگر غور کیا جے تو حدیث ثقلین سے متعلق ان میں کا ہر قول امامت حضرت علیؑ کو ثابت کرتا ہے۔

﴿۲۲۔ خود الفاظ حدیث خلافت اهلبیت کی دلیل ہیں﴾

حضرتؐ نے بعض مواقع پر ایسے الفاظ میں حدیث ثقلین ارشاد فرمائی تھی جو واضح طور پر خلافت اہلبیتؑ کو بیان کرتی ہے، قندوزی "ینابیع المودۃ" میں لکھتے ہیں

"مناقب میں عبداللہ بن حسن مجتبیٰ بن علی مرتضیٰ علیہ السلام نے اپنے والد حسن مجتبیٰ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میرے جد نے ایک دن خطبہ دیا اور خدا کی حمد وثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا: اے لوگو! عنقریب مجھے پیغام اجل ملنے والا ہے اور میں اس پر لبیک کہوں گا۔ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت واہلبیت، اگر ان دونوں سے وابستہ رہے تو ہرگز گمراہ نہیں ہونگے، یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر

میرے پاس پہونچیں پس ان سے کسب علم کرنا اور ان کو سکھانا پڑھانا نہیں کیونکہ یہ تم سے زیادہ جانتے ہیں ان کے وجود سے کبھی بھی زمین خالی نہیں رہ سکتی، کہ اگر وہ ان سے خالی ہو جائے تو اسی دن وہ اپنے ساکنین کے ساتھ دھس جائے گی پھر فرمایا: خدایا تو زمین کو اپنی مخلوق کی حجت سے خالی نہ رکھنا تا کہ تیری حجت باطل اور جن اولیا کی تو نے ہدایت کی ہے وہ گمراہ نہ ہونے پائیں، وہ تعداد میں بہت کم ہیں مگر اللہ کی نظر میں بڑے قدر والے ہیں میں نے خدا کی بارگاہ میں دعا کی تھی کہ علم و حکمت کو میرے صلب میں اور میری اولاد کے صلب میں میری اولاد میں اور میری اولاد کی اولاد میں قیامت تک قرار دے، پس اس نے میری یہ دعا قبال فرمائی" حضرتؑ نے اس حدیث میں ایسے نکات ارشاد فرمائے ہیں کہ ان میں کا ہر ایک خلافت اہلبیتؑ پر بین دلیل ہے۔ ملاحظہ کیجئے

۱۔ حضرتؑ نے امن کو ان سے کسب علم کا حکم دیا ہے جو ان کی اعلمیت کی دلیل ہے، کیونکہ ان کے علاوہ کوئی اور اعلم ہوتا تو حضرتؑ اسی سے کسب علم کا حکم دیتے، اور اعلمیت دلیل امامت ہے۔

۲۔ حضرتؑ نے امت کو ان کو تعلیم دینے سے منع کیا ہے جو اہلبیتؑ کی اعلمیت اور دوسروں کی نفی اعلمیت کی دلیل ہے، بلکہ یہ جملہ اہلبیتؑ کی عصمت مطلقہ کو ثابت کرتا ہے، کیونکہ ان کے علاوہ کوئی اور اعلم ہوتا یا معاذ اللہ ان سے خطا ونسیان ممکن ہوتا تو ان کی تعلیم و تنبیہ دوسروں پر واجب ہوتی (جب کہ حضرتؑ انہیں سکھانے پڑھانے سے منع کر رہے ہیں، اور یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ عصمت اور اعلمیت مستلزم امامت اور اس کے اٹوٹ حصے ہیں)

۳۔ حدیث میں اس بات کی تصریح ہوئی ہے کہ اہلبیتؑ، پیغمبر کی امت میں اعلم ہیں، لہذا ان کی اعلمیت میں شک کرنا حضرت کی نبوت میں شک کرنا ہے، بلکہ قرآن کی اس آیت" **وما ینطق**

عن الهوی ان هوالا وحی یوحی" کی رو سے وحی الٰہی پر شک کرنے کے مترادف ہے۔

۴۔حضرتؐ نے اس حدیث میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ زمین ان کے وجود سے خالی نہیں رہ سکتی اور جس دن ان کا وجود زمین پر نہ رہے اس دن اپنے ساکنین کے ساتھ دھنس جائے گی، جو ان کے آنحضرت کے قائم مقام ہونے کی دلیل ہے، اس لئے کہ جس طرح حضرت کا وجود زمین اور اہل زمین کے لئے باعث امن تھا، اسی طرح ان کا بھی وجود زمین اور اہل زمین کے لئے باعث امن اور یہ جملہ تمام جہتوں سے اہلبیتؑ کی خلافت کو ثابت کرتا ہے۔ا۔رسالتمابؐ کے قائم مقام ہونے کی وجہ سے ۲۔سارے ساکنین زمین سے افضل ہونے کی وجہ سے۔

۵۔حضرتؐ نے فرمایا: بارالٰہا! ان کے وجود سے زمین کو خالی نہ رکھ جن کو اپنی مخلوق نے حجت قرار دیا ہے تا کہ تیری حجت باطل اور جن کی تو نے ہدایت کی ہے وہ گمراہ نہ ہونے پائیں، اس سے تین باتیں سامنے آئی ہیں ا۔اہلبیتؑ منجانب خدا مخلوق پر حجت ہیں ۲۔یہ حجت کا سبب اور ان کے عدم بطلان کی علت ہیں ۳۔یہی اولیاء خدا کے راہ ہدایت پر رہنے کا سبب ہیں کہ اگر یہ نہیں ہوتے تو اولیاء خدا ہدایت پانے کے بعد گمراہ ہو گئے ہوتے اور ایسا بلند مرتبہ ہے جس کے درک کرنے سے عقلیں قاصر ہیں۔

۶۔حضرتؐ نے اپنے اہلبیتؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا: "یہ تعداد کے لحاظ سے تو بہت کم ہیں مگر خدا کی نظر میں ان کی بہت قدر و منزلت ہے" کہ ان کی افضلیت کی واضح دلیل ہے (اور افضلیت امامت کا لازمہ ہے)

۷۔حضرتؐ کی یہ دعا کہ خدایا قیامت تک میری نسل میں علم و حکمت کو قرار دے اور خدا کا اس دعا کو قبول کرنا ان کی اعلمیت اور قیامت تک ان کے ہونے کی دلیل ہے۔

﴿۲۳۔ حدیث ثقلین سے حضرت علیؑ کا احتجاج﴾

۱۔ حضرت علیؑ نے شوریٰ کے دن اپنی حقانیت کے ثبوت میں حدیث ثقلین سے احتجاج واستدلال کیا تھا، چنانچہ ابن مغازلی اپنی کتاب "المناقب" میں لکھتے ہیں

"ہم کو ابوطاہر محمد بن علی بن محمد بیع بغدادی نے بتایا انہوں نے ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید معروف بہ حافظ ابن عقدہ سے انہوں نے جعفر بن محمد بن محمد سعید احمسی سے انہوں نے نصر بن مزاحم سے انہوں نے حکم بن مسکن سے انہوں نے جارود بن طارق سے انہوں نے عامر بن واثلہ سے اور الوساس اور ابوحمزہ نے ابواسحاق سے اور انہوں نے عمر بن واثلہ سے روایت کی ہے، عامر کہتے ہیں کہ میں شوریٰ کے دن علی کے ہمراہ اس گھر کے دروازے پر تھا اور میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آج میں تمہارے سامنے ایسا احتجاج واستدلال کروں گا جس کو نہ تمہارا عربی رد کرسکتا ہے نہ ہی عجمی اس کے بعد آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم سب کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے مجھ سے پہلے خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا ہو؟ سب نے کہا خدا گواہ ہے کہ نہیں!

فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ہے جس کا چچا میرے چچا حمزہ جیسا ہو جو اللہ اور اس کے رسول کے شیر اور سید الشہداء ہیں؟ سب نے کہا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی اور ہے جس کی زوجہ میری زوجہ جنت کی عورتوں کی سردار فاطمہ بنت محمد جیسی ہو؟ سب نے کہا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس کے جوانان جنت کے سردار حسن وحسین جیسے دو فرزند ہوں؟ سب نے کہا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم میں سے کوئی ایسا ہے جس نے مجھ سے پہلے ہدیہ دے کر رسول اللہ سے بارہا خلوت میں بات کی ہو؟ سب نے کہا بخدا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے۔

کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی اور ہے جس کے لئے رسولؐ خدا نے فرمایا: "**من کنت مولاه فعلی مولاه اللهم وال من والاه و عار من عاراه فیبلغ الشاهد منکم الغائب**"؟ سب نے کہا بخدا نہیں!

فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس کے لئے رسولؐ خدا نے یہ دعا کی ہو "خداوند اس شخص کو میرے پاس بھیج جو تیری اور میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو اور جس کو میں اور تو سب سے زیادہ دوست رکھتے ہوں تا کہ میرے پاس بیٹھ کر یہ طائر (بھنا مرغ) کھائے؟ سب نے کہا بخدا نہیں! فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم میں میرے علاوہ کوئی اور ہے جس کے بارے میں رسولؐ خدا نے فرمایا ہو: " کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور اس کو اللہ اور اس کا رسول دوست رکھتے ہوں گے اور جب تک خدا اس کی فتح نہیں دے دے پلٹے گا نہیں؟ سب نے کہا بخدا کوئی بھی نہیں ہے! فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس کے بارے میں رسولؐ خدا نے لوگوں سے کہا تھا "تمہارے پاس ایسے شخص کو بھیج رہا ہوں جو میرا نفس ہے، اس کی اطاعت میری اطاعت اور اس کی نافرمانی میری نافرمانی ہے وہ تلوار کے ذریعے تمہیں مضبوط کرے گا؟ سب نے کہا بخدا نہیں!

فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم میں میرے علاوہ کوئی اور ہے جس کو رسولؐ خدا کے لئے چاہ بدر سے پانی لاتے وقت ایک گھنٹہ میں تین ہزار فرشتوں نے سلام کہا ہو کہ ان ہی میں جبرئیل و میکائیل او اسرافیل بھی ہوں؟ سب نے کہا بخدا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس کے لئے جبرئیل نے کہا ہو "یہ ہے ہمدردی و مواساۃ" اور رسولؐ خدا نے فرمایا ہو "وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں جس پر جبرئیل نے کہا میں تم دونوں سے ہوں"؟ سب نے کہا بخدا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس

کے لئے رسول خدا نے فرمایا ہو "میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی اور تم اے علی تاویل قرآن پر جنگ کرو گے"؟ سب نے کہا بخدا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی اور ہے جس کو رسولؐ خدا نے ابوبکر سے سورہ برائت واپس لینے کا حکم دیا ہوں؟ جس پر ابوبکر نے پوچھا کیا میرے خلاف کوئی وحی نازل ہوئی ہے؟ سب نے کہا بخدا نہیں!

فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے سوال کوئی اور ہے جس کے بارے مین رسولؐ خدا نے فرمایا ہوں "تمہاری مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے ہے سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟ سب نے کہا بخدا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہون کیا تم مین میرے علاوہ کوئی اور ہے جس سے رسولؐ خدا نے فرمایا ہوں: تجھ کو نہیں دوست رکھے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہیں رکھے گا مگر کافر؟ سب نے کہا بخدا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں یاد ہے کہ رسولؐ خدا نے تم سب کے دروازے (جو مسجد کی طرف کھلتے تھے) بند کروادیئے تھے سوائے میرے دروزہ کے، جس پر تم میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں، تو رسولؐ خدا نے فرمایا: نہ میں نے تمہارے دروازے بند کیئے اور اس (علی) کا دروازہ کھلا رکھا بلکہ خدا نے تمہارے دروازے بند کیئے ہیں اور اس (علی) کا دروازہ کھلا رکھا ہے۔ سب نے کہا بخدا سوائے آپ کے کوئی بھی ایسا نہیں ہے!

فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی اور ہے جس سے طائف کے دن کئی بار رسولؐ خدا نے خلوت میں بات کی اور جب گفتگو طولانی ہوئی تو حضرتؐ سے تم لوگوں نے کہا! (علی) سے تو خلوت میں بات کی اور ہم لوگوں کو نظر انداز کر دیا! اس پر حضرتؐ نے جواب دیا میں نے اس (علی) سے خلوت میں گفتگو نہیں کی بلکہ خدا نے اس (علی) سے گفتگو کی؟ سب نے کہا ایسا ہی ہے! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم میں کوئی ہے جب عمرو بن عبدود نے للکارتے ہوئے جنگ کی دعوت دی تو اس نے اس سے جنگ کی؟ سب نے کہا بخدا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم میں

میرے علاوہ اور ہے جس کے بارے آیات تطہیر یعنی ۳۳:۵ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا ہ نازل ہوئی؟ سب نے کہا بخدا نہیں! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے سوا کوئی اور ہے جس کے لئے رسولؐ خدا نے فرمایا ہو "تم عرب کے سردار ہو"؟ سب نے کہا بخدا نہیں؟ فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں تم میں میرے علاوہ کیا کوئی ہے جس سے رسولؐ خدا نے فرمایا ہو "میں نے خدا سے کوئی چیز نہیں مانگی مگر وہی تمہارے لئے بھی مانگی"؟ سب نے کہا بخدا نہیں! (مناقب ابن مغازلی ص ۱۱۲)

۲۔ شیخ سلیمان بن احمد بلخی حنفی قندوزی نے "ینابیع المودۃ" میں ابوذر سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے طلحہ، اعبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص سے فرمایا: کیا تمہیں یاد ہے کہ رسول خدا نے فرمایا تھا "انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی وانھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض لن تضلوا اتبعتم واستمسکتم بھما؟" سب نے کہا ہاں آنحضرتؐ نے فرمایا تھا! (ینابیع المودۃ ص ۳۵)

۳۔ شوریٰ کے دن کے علاوہ خلافت عثمان کے دور میں بھی حضرت علیؑ نے مہاجرین و انصار کے سامنے حدیث ثقلین سے احتجاج و استدلال کیا تھا اور اس میں بہت سی آیات و احادیث بیان فرمائی تھی، جو آپ کی فضیلت و امامت پر دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ شیخ سلیمان بلخی حنفی "ینابیع المودۃ" میں لکھتے ہیں:

"حموینی نے اپنی سند کے ساتھ سلیم بن قیس ہلالی سے روایت کی ہے، سلیم کا بیان ہے کہ خلافت عثمان کے دور میں مسجد النبی میں علیؑ کو بیٹھے دیکھا، گروہ مہاجرین و انصار تو اپنے اپنے فضائل بیان کر رہے تھے

مگر علی خاموش بیٹھے تھے۔ جب مہاجرین وانصار نے کہا اے ابوالحسن آپ بھی کچھ کہئے تو آپ نے فرمایا: اے گروہ قریش وانصار میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اللہ نے یہ فضیلت تمہیں کس کی وجہ سے عطا کی، تمہاری وجہ سے یا کسی اور کی وجہ سے؟ سب نے کہا اللہ نے ہم پر یہ احسان محمدؐ کی وجہ سے کیا۔ فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: آدم کی خلقت سے چودہ ہزار سال قبل میں اور میرے اہلبیت ایک نور کی شکل میں خدا کے حضور میں تھے، جب آدم کو خدا نے خلق کیا تو اس نور کو ان کے صلب میں رکھا اور انہیں زمین پر بھیجا پھر اس نور کو نوح کے صلب میں رکھ کر سفینہ نوح میں سوار کیا پھر ابراھیم کے صلب میں رکھ کر اسے آگ میں ڈالا پھر اللہ نے اس نور کو اصلاب طاہرہ سے ارحام مطہرہ میں منتقل کیا، اور ایسا کبھی بھی ناجائز تعلقات کی بناء پر نہیں ہوا؟ ان سب نے کہا ہم نے رسولؐ خدا سے ایسا ہی سنا ہے۔

پھر فرمایا تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے کئی آیتوں میں سابق کو مسبوق پر فضیلت دی ہے اور میں ہی وہ ہوں جس کے پہلے کوئی بھی اللہ اور اس کے رسولؐ قریب نہیں ہوا؟ سب نے کہا کہ ایسا ہی ہے! فرمایا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جب آیت "**السابقون السابقون اولئک المقربون**" نازل ہوئی تو رسولؐ خدا سے دریافت کیا گیا یہ کس کے بارے میں ہے، آپ نے فرمایا: اللہ نے انبیاء اور ان کے اوصیاء کے بارے میں نازل کیا ہے اور میں خدا کی طرف سے بھیجے گئے سارے انبیاء اور رسولوں سے افضل ہوں اور میرا وصی علی تمام اوصیاء سے افضل ہے؟ سب نے کہا بیشک ایسا ہی ہے! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم کو معلوم ہے کہ جب یہ آیتیں ق.۵۹ **یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ** اور "۵۵.۵ **اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوةَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ** ﴿سورۃ المائدہ /۵۵﴾ اور "**لم یتخذوا من دون اللہ**

ولا رسولہ ولا المومنین ولیجۃ "نازل ہوئیں تو اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ ان کے والیان امر کا اعلان کریں اور ان کے لیے ولایت کی اسی طرح تشریح کریں جس طرح ان کی نماز، زکواۃ حج کی تفسیر کی ہے چنانچہ آپ نے غدیر خم میں مجھے اپنا خلیفہ بنایا۔

خطبہ میں ارشاد فرمایا اے لوگوں خدا نے مجھے ایسی رسالت کے ساتھ بھیجا ہے جس کے بوجھ سے میرا سینہ تنگ ہورہا تھا اور مجھے خیال تھا کہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے تو میرے پرودگار نے مجھے ڈرایا کہ میں رسالت کو پہونچادوں ورنہ مستحق عقاب ہوں گا، پھر آپ نے فرمایا تھا: کیا تم جانتے ہو کہ خدا میرا مولا ہے اور میں مومنین کا مولا ہوں اور میں ان کے نفوس پر خود ان سے زیادہ حق تصرف رکھتا ہوں؟ سب نے ہم آواز ہوکر کہا تھا: ایسا ہی ہے یارسول اللہ! تب حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: **من کنت مولاہ فعلی مولاۃ اللھم وال من والہ وعاد من عاداہ** اس وقت سلمان (فارسی) کھڑے ہوئے اور انہوں نے دریافت کیا یارسول اللہ! علی کی یہ اولا دکیسی ہے؟ فرمایا: اس کی ولایت میری ولایت جیسی ہے پس جس طرح میں کسی پر اولی بالتصرف ہوں اس طرح علی بھی اس کے نفس پر خود سے حق تصرف رکھتا ہے تب یہ آیت نازل ہوئی "**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**" اُس وقت حضرت نے تکبیر کہی اور ارشاد فرمایا: اکمال دین، تمام نعمت اور میرے پرورد گار کی رضا میری رسالت اور میرے بعد علی کی ولایت ہے۔ اصحاب نے دریافت کیا یارسول اللہ! کیا یہ آیتیں علی سے مخصوص ہیں؟ فرمایا ہاں! اس سے اور قیامت تک آنے والے میرے اوصیاء سے مخصوص ہیں اصحاب نے کہا ان کے نام ہمیں بتا دیجیے! فرمایا ان میں پہلا علی ہے جو میرا بھائی، میرا وارث اور مرا وصی ہے، اور میرے بعد سارے مومنین کا ولی ہے پھر میرے فرزند حسن اور اس کے بعد حسین اور پھر حسین کے نو فرزند یکے بعد دیگرے میرے وصی ہوں گے قرآن ان کے ساتھ ہے اور قرآن کے ساتھ ہیں نہ وہ قرآن سے جدا ہوں گے نہ ہی قرآن ان

سے جدا ہوگا یہاں تک کے وہ اور حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔

یہ سن کر بعض تو بولے جیسا آپ نے بیان کیا ہے ویسا ہی ہم نے سنا اور دیکھا ہے مگر بعض بولے جو آپ نے کہا ہے اس کا اکثر حصہ ہمیں یاد ہے پوری باتیں یاد نہیں ہیں۔ پھر فرمایا: کیا تم جانتے ہوں جب آیت "**انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا**" نازل ہوئی تو آپ نے مجھے فاطمہ، حسن اور حسین کو اکٹھا کیا اور ہم پر ایک چادر اوڑھا دی اور فرمایا: بارالہا یہ ہیں میرے اہلبیت جو انہیں ملول کرے وہ مجھے ملول کرے جو ان کے دل کو مجروح کرے پس ان سے رجس کو دور رکھ اور اس طرح انہیں پاک و پاکیزہ رکھ جو حق ہے پاک و پاکیزہ رکھنے کا، جس پر ام سلمی نے کہا تھا یارسول اللہ اور میں! حضرت نے فرمایا تھا: تم خیر پر ہو، یہ سن کر سب کے سب بولے ہم گواہی دیتے ہیں کہ ام سلمی نے اس طرح ہم سے بیان کیا تھا۔

پھر فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم جانتے ہو جب آیت "**یا ایھا الذین آمنوا اتقواللہ و کونو مع الصادقین**" نازل ہوئی تو سلمان نے عرض کیا یارسول اللہ! یہ حکم عام ہے یا خاص؟ حضرت نے فرمایا: عمل کرنے کا حکم تو تمام مومنین کو دیا گیا ہے لیکن "صادقین" خاص افراد ہیں اور وہ میرا بھائی علی اور اس کے بعد قیامت تک ہونے والے اس کے اوصیاء ہیں؟ سب نے کہا ایسا ہی ہے! فرمایا: تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں بتاؤ جب میں نے رسول خدا سے غزوہ تبوک میں کہا تھا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تھا مدینہ کے لیے مجھ سے یا تم سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے اور تم کو مجھ سے ہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا؟ سب نے کہا رسول خدا نے ایسا فرمایا تھا! فرمایا: بخدا کیا تم جانتے ہو جب اللہ نے سورہ حج کی یہ آیت

22:77 **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا ارۡکَعُوۡا وَاسۡجُدُوۡا وَاعۡبُدُوۡا رَبَّکُمۡ وَافۡعَلُوا الۡخَیۡرَ**

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ نازل کی تو سلمان نے عرض کی یا رسول اللہ جن پر آپ شاہد ہیں اور خدا نے انہیں چنا ہے اور آئین ابراہیم کی طرح دین میں تنگی و حرج قرار نہیں دیا ہے، کون حضرات ہیں؟ فرمایا وہ تیرہ خاص افراد ہیں سلمان نے کہا یا رسول اللہ وہ تیرہ لوگ کون ہیں! فرمایا: میں، میرا بھائی علی اور گیارہ میرے فرزند؟ مہاجرین وانصار نے کہا ہمیں معلوم ہے!

فرمایا: بخدا تمہیں معلوم ہے کہ رسول خدا نے متعدد مقامات پر خطبے دیئے تھے اور آخری خطبہ جو دیا تھا کہ پھر اس کے بعد کوئی خطبہ نہیں دیا ارشاد فرمایا تھا: "**ایھا الناس! انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی اھلبیتی فتمسکوا بھما لن تضلوا، فان اللطیف الخبیر اخبرنی و عھدالی انھمالن یفترقا حتی یرد اعلی الحوض**"؟ یہ سن کر سارے مہاجرین وانصار بول اٹھے: ہم گواہی دیتے ہیں کہ رسول خدا نے یہ ہی ارشاد فرمایا تھا۔ (ینابیع المودۃ ص ۱۱۶-۱۱۴)

۳۔ سلیمان بن ابراھیم بلخی حنفی قندوزی "ینابیع المودۃ" باب ۳۸ میں آیت "**یا ایھا الذین آمنوا واطیعوا الرسول واولی الامرمنکم**" کی تفسیر میں لکھتے ہیں: "مناقب میں سلیم بن قیس ہلالی سے مذکورہ سند کے ساتھ منقول ہے کہ ایک شخص حضرت علی کے پاس آیا اور اس نے کہا یہ بتایئے سب سے چھوٹی چیز کونسی ہے جسکی وجہ سے بندہ مومن ہوتا ہے اور سب سے چھوٹی چیز کونسی ہے جس کی وجہ سے بندہ کافر ہوتا ہے اور سب سے چھوٹی چیز کونسی ہے جس کی وجہ سے بندہ گمراہ ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا: جب تو نے پوچھا ہے تو جواب بھی سن لے جس چیز کی وجہ سے بندہ مومن

ہوجاتا ہے یہ ہے کہ اللہ اپنے کو پہچانے اور وہ بندہ اس کی اطاعت کا اقرار کرے اپنے نبی کو پہنچوائے! وہ اس کی اطاعت کا قرار کرے راوی نے کہا یا امیر المومنین جن چیزوں کو آپ نے بیان کیا ہے ان کے علاوہ اور فرمایا: جس کام کا انجام دینے کا حکم دیا گیا ہو اس کی اطاعت کرے اور جس چیز سے منع کیا گیا ہو اس کو انجام نہ دے اور سب سے چھوٹی چیز جس سے بندہ کافر ہوجاتا ہے یہ ہے کہ جن چیزوں کا انجام دینے سے خدا نے منع کیا ہو اس کو وہ امر خداوندی سمجھ کر دین کا جز قرار دے اور وہ تو یہ سمجھ رہا ہے کہ خدا کی بندگی کر رہا ہے کہ وہ درحقیقت شیطان کی بندگی کر رہا ہے اور سب سے چھوٹی چیز جس سے بندہ گمراہ ہوتا ہے یہ ہے کہ حجت خدا اور اس کی طرف سے بندوں پر شاہد حضرات کو نہ پہچانے جن کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے اور ان کی ولایت کو واجب قرار دیا ہے۔

میں (سائل) نے کہا یا امیر المومنین ذرا بتائیے وہ کون ہیں، فرمایا: یہ وہی ہیں جن کو خدا نے اپنا اور اپنے رسول کا قرین و مصاحب قرار دیا اور فرمایا: **"یا ایھا الذین امنو الطیعو اللــه واطیعوا الرسول واولی الامر منکم** (نساء/۵۹) میں نے حضرت سے کہا خدا مجھے آپ پر فدا کرے تھوڑی اور وضاحت کیجئے! فرمایا یہ وہی افراد ہیں جن کے بارے میں رسول خدا نے متعدد مقامات پر اور اس دن جس دن آپ کی قبض روح ہوئی فرمایا: میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑیں کہ اگر تم ان سے وابستہ رہے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے ایک خدائے لطیف خبیر نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر اس طرح وارد ہوں جیسے یہ دونوں انگلیاں یعنی آپ نے دونوں انگشت شہادت کی طرف اشارہ کر کے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا (نہ کہ انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی ملا کر) لہذا ان دونوں کے دامن سے وابستہ رہوں اور ان سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے"۔ (ینابیع المودۃ ص ۱۱۶)

«مذکورہ بالا حدیث سے درجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں:»

۱۔ آئمہ معصومینؑ کی معرفت واجب اور ارکان ایمان میں سے ہے

۲۔ جو شخص بھی خدا اور رسول کی طرح آئمہؑ کو نہ پہچانے وہ گمراہ ہے

۳۔ آئمہ معصومینؑ زمین پر خدا کی حجت اور خدا کی طرف سے خلق خدا پر شاہد ہیں

۴۔ خدا نے آیت "اولی الامر" اور حدیث ثقلین میں "اھلبیت" سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں کیونکہ حضرت علی نے "اولی الامر" کی توضیح میں "حدیث ثقلین" بیان کی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ "اولی الامر" وہی اہلبیتؑ ہیں اور "اہلبیتؑ" وہی اولی الامر ہیں۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک متدین انسان کیسے کہہ سکتا ہے کہ "حدیث ثقلین" شیعوں کے دعوے کو ثابت نہیں کر رہی ہے اور اس حدیث کا امام و خلافت سے کوئی ربط نہیں ہے؟

«۲۷۔ حدیث ثقلین سے امام حسنؑ کا احتجاج»

جب لوگوں نے امام حسنؑ کی بیعت کی اور انہیں اپنا خلیفہ منتخب کیا تو آپ نے اپنے فصیح و بلیغ خطبوں میں "حدیث ثقلین" سے احتجاج و استدلال کیا تھا اور دیگر دلیل قاطع کے علاوہ اس حدیث سے بھی امامت و خلافت کے لئے اپنی اہلیت کو ثابت کیا تھا، چنانچہ شیخ سلیمان قندوزی حنفی "ینابیع المودۃ" میں لکھتے ہیں: "مناقب میں ہشام بن حسان سے منقول ہے کہ جب لوگوں نے حسن بن علی علیہ السلام کی بیعت کی اور انہیں اپنا ولی امر منتخب کیا تو آپ نے خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا: ہم ہی وہ گروہ ہیں جو کامیاب ہیں! ہم ہی رسولؐ خدا کے نزدیک ترین رشتہ دار ہیں، ہم ہی دو ثقل میں سے ایک ہیں جنہیں میرے جد رسولؐ خدا نے اپنی امت میں اپنا جانشین چھوڑا! ہم ہی ثانی کتاب ہیں جس میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے اور اس میں باطل نہ سامنے سے آسکتا ہے نہ ہی پشت سے، پس قرآن کی تفسیر میں ہم

پر اعتماد کرو کیونکہ ہم اس کی تاویل ظن وگمان سے نہیں جانتے بلکہ قطع ویقین سے جانتے ہیں، لہذا ہماری اطاعت کرو اس لئے کہ ہماری اطاعت فرض اور خدا رسولؐ کی اطاعت کے قرین ومصاحب ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے "**یا ایھا الذین آمنو اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر منکم فان عدئم فی شیء فردوہ الی اللہ والی الرسول**" نیز ارشاد فرمایا" **ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم**" شیطانی آواز سننے سے پرہیز کرو کیونکہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔

(ینابیع المودۃ ص ۴۱ (اسی خطبہ کو تھوڑے الفاظ کے اختلاف اور بعض جملوں کے اضافے کے ساتھ مسعودی متوفی ۳۴۶ھ نے "مروج الذھب" (مطبوعہ مؤسسہ اعلمی بیروت) ج ۳ ص ۱۱ باب ذکر خلافۃ الحسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنھما میں نقل کیا ہے، مترجم)

۱۔ حضرتؑ نے فرمایا: یہ آیت "**ومن یقول اللہ ورسولہ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون**" اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ہم ہی وہ گروہ خدا ہیں جو غالب ہیں کہ یہ خود ان کی بزرگی، افضلیت اور امامت پر ایک دلیل ہے۔

۲۔ فرمایا: "ہم ہی ان دو ثقل میں سے ایک ہیں جنہیں رسولؐ خدا نے امت میں اپنا جانشین چھوڑا ہے" یہ اشارہ ہے حدیث ثقلین کی طرف۔ نیز آپ بتانا چاہ رہے تھے کہ حدیث ثقلین ہماری امامت پر دلالت کرتی ہے۔

۳۔ فرمایا: "ہم ہی خدا کی دوسری کتاب ہیں جس میں ساری چیزوں کی تفصیل موجود ہے کہ میرے جد محمدؐ تک بہترین خاندان میں ہمیں قرار دیا، جب خدا نے انہیں (پیغمبر اسلام کو) نبی بنایا اور

رسالت کے لئے ان کا انتخاب کیا اور ان پر اپنی کتاب نازل کی تو میرا باپ پہلا شخص تھا جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا اور ان کی تصدیق کی۔

خداوند عالم نے اپنے نبی مرسل پر نازل کردہ کتاب میں ارشاد فرمایا: "**افمن کان علی بینته من ربه ویتلو شاهد منه**" پس میرے ہی جد خدا کی طرف سے "بینۃ" ہیں اور میرے ہی باپ جو ان کے بعد آئے ان کے گواہ اور شاہد ہیں۔ میرے جد نے میرے باپ کو جب موسم حج میں سورۂ برائت کی تبلیغ کے لئے مکہ بھیجنا چاہا تو فرمایا اے علی اس سورۂ (برائت) کو تم لے کر جاؤ اس لئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اس سورہ کی تبلیغ یا خود میں کروں یا وہ مجھ سے ہے اور تم مجھ سے ہو، پس میرا باپ میرے نانا سے اور میرا نانا خدا سے ہیں۔ جب میرے نانا نے میرے باپ، میرے چچا جعفر اور ان کے غلام زید بن حارثہ کے درمیان جناب حمزہ کی بیٹی کے سلسلے میں فیصلہ کرنا چاہا تو میرے نانا نے ارشاد فرمایا: اے علی تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں اور تم ہی میرے بعد تمام مومنین و مومنات کے ولی ہو، ہمیشہ میرا باپ میرے نانا کی حفاظت کی خاطر سپر بنا رہتا تھا اعتماد و اطمینان کی وجہ سے میرے باپ ہی کو میرے نانا ہر جگہ بھیجتے تھے۔

ارشاد الٰہی ہے "**والسابقون السابقون اولئک المقربون**" اور میرے ہی باپ نے خدا اور رسولؐ پر ایمان لانے میں سبقت کی اور خدا اور رسولؐ کی نظر میں سب سے زیادہ مقرب آپ ہی تھے اور اس وقت سوائے خدیجہ کے کوئی بھی ایمان نہیں لایا تھا، اور جس طرح خدا نے سابقین کو متاخرین پر فضیلت دی ہے اسی طرح سابقین پر اسبق السابقین کو فضیلت دی ہے۔ یہ آیت میرے ہی باپ کی شان میں نازل ہوئی ہے 9:19 **اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ه** دیگر بہت سے اصحاب کی

طرح حمزہ اور جعفر بھی شہید ہوئے لیکن اللہ نے میرے نانا سے ان دونوں کی قرابت کی وجہ سے حمزہ کو سید الشہداء کا درجہ دیا اور جعفر کو دو بال و پر عطا کئے کہ ملائکہ کے ساتھ جنت میں پرواز کریں۔ شہدائے احد میں صرف حمزہ پر میرے نانا نے ستر نمازیں پڑھی تھیں۔

خدا نے اپنے نبی کی بیویوں میں سے نیک اعمال کرنے والیوں کی دوگنی جزا معین کی اور برے اعمال انجام دینے والیوں کی دوگنی سزا، اور یہ امتیاز میرے نانا سے نسبت کی وجہ سے تھا۔ مسجد الحرام کو چھوڑ کر ساری مسجدوں کے درمیان مسجد النبی میں پڑھی جانے والی ایک رکعت کو خدا نے ایک ہزار رکعتوں کے برابر قرار دیا اور ایسا صرف میرے نانا کے احترام میں کیا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی **۵۶-۵ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا o** تو اصحاب نے دریافت کیا یا رسول اللہ ہم کیسے آپ پر صلوۃ بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: کہو "**اللھم صل علی محمد و آل محمد**" پس ہر مسلمان پر واجب ہے کہ میرے جد کے ساتھ ہم پر بھی صلوۃ بھیجے۔

خدا نے غنائم کا پانچوں حصہ اپنے رسول کے لئے حلال کیا اور اپنی کتاب میں اس (خمس) کو واجب قرار دیا، اور خدا نے جو اپنے نبی کے لئے واجب قرار دیا وہ ہی ہم اہلبیت کے لئے بھی اور اپنے نبی پر بھی صدقہ حرام قرار دیا اور ہم پر بھی، پس خدا کا شکر کہ جن چیزوں سے اپنے نبی کو پاک و منزہ رکھا ان ہی سے ہم کو بھی پاک منزہ رکھا، اور جو چیزیں اپنے نبی کے لئے حلال قرار دیں ان ہی کو ہمارے لئے حلال قرار دیں، جب کفار اہل کتاب نے کٹ حجتی کی تب خدا نے میرے نانا کو حکم دیا: "**۳-۶۱ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ م بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ**

وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ہ اور میرے نانا "النفس" کی جگہ میرے باپ کو اور "بنین" کی جگہ مجھے اور میرے بھائی حسین کو اور "نساء" کی جگہ میری ماں کو اپنے ہمراہ مباہلہ کے لئے لے کر گئے تھے پس ہم ہی ان کے اہل، ان کے گوشت، ان کے خون اور ان کی جان ہیں، ہم ان (نبی) سے ہیں اور وہ ہم اہلبیت سے ہیں۔

سبیل سکینہ حیدرآباد لطیف آباد

یہ آیت مباہلہ کہلاتی ہے۔مباہلہ کے معنی ہیں دو فریق کا ایک دوسرے پر لعنت یعنی بد دعا کرنا۔مطلب یہ ہے کہ جب دو فریق میں کسی معاملے کے حق یا باطل ہونے میں اختلاف ہو اور دلائل سے وہ ختم ہوتا نظر نہ آتا ہو تو دونوں بارگاہ الٰہی میں یہ دعا کریں کہ یا اللہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے، اس پر لعنت فرما، اس کا مختصر پس منظر یہ ہے کہ ۹ ہجری میں نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں جو وہ غلو آمیز عقائد رکھتے تھے اس پر مناظرہ کرنے لگا۔ بالآخر یہ آیت نازل ہوئی اور نبی ﷺ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسن، حسین رضی اللہ عنہم کو بھی ساتھ لیا اور عیسائیوں نے کہا کہ تم بھی اپنے اہل و عیال کو بلا لو اور پھر ملکر جھوٹے پر لعنت کی بد دعا کریں۔عیسائیوں نے باہم مشورے کے بعد مباہلہ کرنے سے گریز کیا اور پیش کش کی کہ آپ ہم سے جو چاہتے ہیں ہم دینے کے لئے تیار ہیں۔

چنانچہ نبی ﷺ نے ان پر جزیہ مقرر فرمایا جس کی وصولی کے لئے آپ ﷺ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو، جنہیں آپ ﷺ نے امین اُمت کا خطاب عنایت فرمایا تھا ان کے ساتھ بھیجا (تفسیر ابن کثیر و فتح القدیر وغیرہ) جب یہ آیت نازل ہوئی، ق ۳۳ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ہ تب میرے نانا نے حجرۂ ام سلمٰی میں مجھے، میرے بھائی، میری ماں اور میرے باپ کو چادر کے نیچے جمع کیا اور فرمایا: پروردگارا یہ ہیں میرے اہلبیت اور میرے خواص اور ان سے ہر طرح کے رجس کو دور رکھ اور اس طرح انہیں پاک و

پاکیزہ رکھ جو حق ہے رکھنے کا ام سلمی نے کہا: یارسول اللہ میں بھی چادر میں داخل ہو جاؤں؟ فرمایا: تم اپنی جگہ کھڑی رہو، تم خیر پر ہو، یہ آیت صرف میرے اور میرے اہلبیت کے بارے میں ہے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی "۲۰:۱۳۲ وَأمُرْ أهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ط لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ط نَحْنُ نَرْزُقُكَ ط وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ہ اپنے گھرانے کے لوگوں پر نماز کی تاکید رکھ اور خود بھی اس پر جمارہ ہم تجھ سے روزی نہیں مانگتے، بلکہ ہم خود تجھے روزی دیتے ہیں، آخر میں بول بالا پرہیزگاری ہی کا ہے۔" تو میرے نانا ہر روز طلوع فجر کے وقت آتے تھے اور فرماتے تھے: الصلوة یا اهل البیت یرحکم الله انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهرکم تطهیرا جتنے دروازے مسجد کی طرف کھلتے تھے سب کو میرے جد نے بند کروادیا تھا سوائے ہمارے دروازہ کے، اور جب لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں تو فرمایا: اپنی طرف سے میں نے نہ تمہارے دروازے بند کیے دروازے بند کرنے کا بھی حکم خدا نے دیا ہے اور در علی کے کھلے رہنے کا بھی حکم اسی نے دیا ہے۔

اس امت نے میرے نانا کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جب بھی کبھی امت نے اعلم کے ہوتے ہوئے اپنے امور کی باگ دوڑ کسی اور کے ہاتھ میں دی تو پستی میں اس وقت تک گرتی رہی جب تک کہ اس نے اعلم کی طرف رجوع نہیں کرلیا، اور میرے باپ کے لئے آنحضرت کو یہ کہتے سنا ہے "انت بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی" (یعنی اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا)

امت نے دیکھا اور سنا ہے کہ میرے نانا نے غدیر خم میں میرے باپ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: "من

کنت مولا فعلی مولا اللهم وال من واله وعاد من عاداه "پھرانہیں حکم دیا کہ جو حاضر ہیں وہ غائب کو اس کی اطلاع دیں۔ پھر حسن بن علی سلام اللہ علیہ نے فرمایا: لوگو! اگر تم "جابلقا" اور "جابلسا" کے درمیان ایسے شخص کو تلاش کرنا چاہو گے جس کا نانا نبی اور اس کا باپ اس نبی کا وصی ہو تو میرے اور میرے بھائی کے علاوہ کسی اور کو نہیں پاؤ گے لہذا خدا سے ڈرو تا کہ گمراہ نہ ہو اے لوگو! جن چیزوں سے خدا نے ہمیں نوازا ہے اور ہمارے جن فضائل کو خدا نے اپنی کتاب اور اپنے نبی کے ذریعے بیان کیا ہے اگر ان کو میں بیان کروں تو تم ان کو شمار نہیں کر سکتے، میں ہی ابن بشیر ہوں۔ میں ہی ابن نذیر ہوں اور میں ہی ابن سراج منیر ہوں کہ جس کو کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا تھا۔

خدا کی قسم اگر لوگ "ثقلین" سے وابستہ رہتے تو قیامت تک وہ زمین و آسمان کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے رہتے۔ ارشاد الہی ہے: "**لو انهم اقاموا التوراة والا نجيل**" نیز فرمایا: "**ولوان اهل القرىٰ آمنوا**" ہم ہی خدا اور اس کے رسول کی نظر میں بہترین مخلوق ہیں۔ اے لوگو! میری باتوں پر دھیان دو اور ان کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لو اور تقوائے الہی اختیار کر و تم حق کی طرف آنا چاہتے ہو مگر طغیان اس راہ میں حائل ہے" امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کرتے وقت اہلبیتؑ کی افضلیت پر دیگر ادلہ کے ساتھ "حدیث ثقلین" سے بھی احتجاج کیا تھا۔ علامہ سبط ابن جوزی "تذکرۃ خواص الامتہ" میں لکھتے ہیں:

"جب معاویہ کوفہ آیا تو عمرو عاص نے اس سے حسن بن علی کو خطبہ دینے کے لئے کہا تھا کہ آپ کی کوئی کمزوری پکڑے چنانچہ معاویہ نے ایسا ہی کیا اور اس کے کہنے پر حضرت رونق افروز منبر ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! خدا نے ہماری پہلی فرد سے تمہاری ہدایت کی اور ہماری آخری فرد سے تمہارے خون کی محافظت کی ہم ہی تمہارے نبی کے اہلبیت ہیں اور ہم ہی سے خدا نے ہر طرح کی پلیدگی کو دور رکھا۔

اس طرح پاک و پاکیزہ رکھا جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق تھا، اور خداوند عالم نے اپنے نبی سے فرمایا: "ان ادری لعله فتنة لکم و متاع الی حین" (میں یہ بھی نہیں جانتا کہ شاید یہ (تاخیر عذاب) تمہارے واسطے امتحان ہو اور ایک معین مدت تک تمہارے لئے چین ہو سورۂ انبیاء/۱۱۱) یہ سن کر چیخ مار مار کر رونے لگے، معاویہ نے عمرو عاص سے کہا دیکھا اپنے مشورے کا نتیجہ؟! معاویہ نے پھر (امام) حسن سے کہا اے ابو محمد اب بس کیجئے!! اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ (امام حسنؑ) نے فرمایا: ہم ہیں خدا کے کامیاب گروہ، اس کے رسول کی پاک عترت اور اس کے طیب و طاہر اہلبیت اور ان دو ثقل میں سے ایک ہیں جنہیں رسولؐ خدا نے تم میں اپنا جانشین چھوڑا ہے، اور ہماری اطاعت خدا کی اطاعت سے ملی ہوئی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے نۃ ۵۹ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَ الرَّسُوْلِ معاویہ مجھے ایسے کام کی طرف دعوت دے رہا ہے جس میں نہ عزت ہے نہ شرف، اگر تم ہمارا ساتھ دو گے تو ہم اس سے جنگ کریں گے اور اگر ساتھ نہیں دو گے تو اس کی باتوں کو مان لیں گے، یہ سن کر ہر طرف سے آواز آنے لگی کچھ اور کہیں! کچھ اور کہیں!۔ (تذکرۃ خواص الامۃ ص ۱۹۸) اہلسنت کی نظر میں اکابر صحابہ میں عمرو عاص کا شمار ہوتا ہے، عمرو عاص نے معاویہ کے نام اپنے خط میں حضرت علیؑ کی فضیلت میں "حدیث منزلت" "حدیث غدیر" "حدیث خیبر" "حدیث طیر" "حدیث علی امام البررہ" اور "حدیث علی ولیکم من بعدی" کے ساتھ "حدیث ثقلین" بھی لکھی تھی کہ ان میں کی ہر حدیث حضرت علیؑ کی امامت و خلافت پر واضح دلیل ہے، معاویہ کے خط کے جواب میں عمرو عاص نے جو خط لکھا تھا اس کو خوارزمی نے اپنی "المناقب" میں یوں نقل کیا ہے

"معاویہ تمہارا خط ملا اور اس کو پڑھا، مگر جس چیز کی طرف تم نے مجھے دعوت دی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھوں اور گمراہی میں تمہاری ہمراہی کروں اور غلط کام میں تمارا ساتھ دوں اور علی بن ابی طالب کے سامنے شمشیر لے کر نکل آؤں جب کہ وہ (حضرت علیؑ) رسول خدا کے بھائی، آپ کے وصی آپ کے وارث، آپ کے قرض کو ادا کرنے والے، آپ کے وعدے کو پورا کرنے والے، آپ کی بیٹی جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں کے شوہر اور آپ کے نواسے حسن و حسین جو جنت کے جوانوں کے سردار ہیں کے باپ ہیں، اور تم نے اپنے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ عثمان کے تم خلیفہ ہو تو سچ لکھا ہے، لیکن اب تمہارا ان کی جانشینی سے معزول ہونا ثابت ہو گیا ہے اور تمہارے غیر کی بیعت ہو گئی ہے اور تمہاری خلافت ختم ہو گئی ہے اور تم نے جو مجھے رسول خدا کا صحابی اور آنحضرت کے لشکر کا سردار کہا ہے تو میں تمہاری ان تعریفوں سے مغرور ہونے والا نہیں اور نہ ہی اپنے دین سے منحرف ہونے والا ہوں اور تم نے جو رسول خدا کے بھائی اور وصی ابوالحسن پر عثمان کے خلاف بغاوت اور حسد کا الزام لگایا ہے اور صحابیوں کو فاسق کہا ہے اور تمہارا خیال ہے کہ انہوں (علیؑ) نے ان (صحابیوں) کو قتل عثمان پر اکسایا تھا، تو یہ سب کی سب گمراہ کرنے والی تمہاری باتیں ہیں۔

وائے ہو تم پر اے معاویہ! کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ابوالحسن نے رسول خدا پر جان نثار کی اور ان کے بستر پر سو گئے؟ ان ہی نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ہجرت کی رسول خدا نے ان کی شان میں فرمایا: "**ھو منی وانا منه و ھو منی بمنزلة ھارون من موسی الانه لا نبی بعدی**" (یعنی وہ (علیؑ) مجھ سے ہے اور میں اس (علیؑ) سے ہوں اس کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا) اور ان ہی کی شان میں رسول خدا نے غدیر خم میں ارشاد فرمایا: "**من کنت مولاه فعلی مولاه اللھم وال من والاه و عاد من عاداه و انصر من نصره واخذل من خذله**" (یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا

ہے اے خدا تو اس کو دوست رکھ جو علی کو دوست رکھے اور تو اس کو دشمن رکھ جو علی کو دشمن رکھے، تو اس کی مدد کر جو علی کی مدد کرے اور تو اس کو چھوڑ دے جو علی کو چھوڑ دے) ان ہی کی شان میں حضرت نے خیبر کے دن ارشاد فرمایا: "**لاعطین الرایة غداً وجلاً یحب الله ورسوله ویحبه الله ورسوله** " (یعنی کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اس کو دوست رکھتے ہیں) جب بھنا پرندہ آیا تو ان ہی کے بارے میں فرمایا: "**الھم ائتنی باحب خلقک الیک، فلما دخل علیه قال والی والی** " (یعنی خداوندا اس وقت اس شخص کو میرے پاس بھیج جو تیری تمام مخلوق میں تجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو، جیسے ہی علیؑ حضرت کے پاس آئے فرمایا: علیؑ اور نزدیک آؤ، اور نزدیک آؤ) ان ہی کے بارے میں فرمایا:

"**علی امام البررة وقاتل الفجره، منصور من نصره، مخذول من خزله** " (یعنی علیؑ نیک لوگوں کا پیشوا اور بدکاروں کا قاتل ہے، اس کی مدد کرنے والا منصور اور اس کو چھوڑنے والا مخذول ہے) ان ہی کی شان میں فرمایا: "**علی ولیکم من بعدی** " (یعنی میرے بعد علی تمہارا ولی ہے) حضرت ہی نے تجھ سے، مجھ سے اور سارے مسلمانوں سے خطاب ارشاد فرمایا: "**انی مخلف فیکم الثقلین کتاب الله وعز وجل و عترتی** " (یعنی میں تم میں ثقلین کو اپنا جانشین چھوڑے جا رہا ہوں ایک خدائے عزوجل کی کتاب اور دوسرے میری عترت) فرمایا: "**انا مدینة العلم و علی بابها**" (یعنی میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے)

اے معاویہ تو اچھی طرح جانتا ہے کہ خدا نے جو آیتیں ان (علیؑ) کی فضیلت میں نازل کی ہیں ان میں کوئی شریک نہیں ہے جیسے یہ آیتیں "**یُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُونَ یَوْمًا کَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِیرًا** جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چاروں

طرف پھیل جانے والی ہے۔ ق۵۵ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ہ (سورۂ المائدہ /۵۵) "فمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ " "رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ " اور خداوند عالم نے اپنے رسولؐ سے فرمایا: ۲۳:۵ "قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى " اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے ان (علیؑ) سے فرمایا: وتکون اخی وولیی فی الدنیا والآخرۃ؟ یا اباالحسن! من احبک فقد احبنی ومن ابغضک فقد ابغضنی ومن احبک ادخلہ اللہ الجنۃ و من ابغضک ادخلہ النار"

(یعنی اے علیؑ کیا تم نہیں چاہتے کہ تمہاری صلح میری صلح، تمہاری جنگ میری جنگ اور دنیا اور آخرت میں تم میرے بھائی اور ولی ہو؟ اے ابوالحسن جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے تجھ سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی اور جس نے تجھ سے محبت کی اس کو خدا جنت میں اور جو تجھ سے عداوت رکھے گا اس کو جہنم میں داخل کرے گا) اے معاویہ تو نے میرے نام جو خط لکھا ہے اس کا جواب یہ ہے، اور ایسی باتیں نہیں ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی عقلمند یا دیانتدار دھوکا کھائے۔ والسلام" (مناقب خوارزمی ص۱۳۰۔۱۲۸)

﴿۲۶۔ حسن بصری اور حدیث ثقلین﴾

حسن بصری جو بزرگ تابعی اور اہلسنت کے عظیم المرتبت پیشواؤں میں سے ہیں، انہوں نے حدیث ثقلین کو حضرت علیؑ کی ان فضیلتوں کے ضمن میں بیان کیا ہے جن میں کی ہر ایک حضرت علیؑ کی خلافت پر واضح دلیل ہے، چنانچہ ابن ابی الحدید "شرح نہج البلاغہ" میں لکھتے ہیں: "واقدی کا کہنا

ہے کہ کسی نے حسن (بصری) سے علیؑ کے بارے میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ وہ ان کے بارے میں اچھے نظریئے کا اظہار نہیں کریں گے، سوال کیا، حسن بصری نے جواب دیا کہ میں اس ذات کے بارے میں کیا کہوں جس میں چار فضیلتیں جمع ہوگئی ہیں ا۔ سورۂ برائت کے پہونچانے میں رسولؐ خدا نے انہیں اپنا امین سمجھا ۲۔ وہ بات جو رسولؐ خدا نے ان کے بارے میں فرمائی (یعنی حدیث منزلت) پس اگر نبوت کے علاوہ کوئی چیز علی میں نہ ہوتی تو حضرت اس کو بھی مستثنیٰ کر دیتے ۳۔ رسول خدا نے کتاب خدا اور اپنی عترت کو دو ثقل کہا ہے ۴۔ حضرت نے کسی کو ان (علیؑ) کا امیر نہیں بنایا اور اگر کسی کو بنایا بھی تو ان کے علاوہ اوروں کو امیر بناتے"۔ (شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۹۵)

اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حسن بصری نے حضرت علیؑ کے فضائل میں سے چار فضیلتوں کو اہم سمجھا ہے: ا۔ ابلاغ سورۂ برائت میں حضرت کا آپ کو امین سمجھنا ۲۔ جنگ تبوک میں آپ کے بارے میں حضرت کا "حدیث منزلت" ارشاد فرمانا۔ اس کے بعد حسن بصری نے کہا کہ حضرت علیؑ میں نبوت کے علاوہ کوئی اور چیز نہ ہوتی تو حضرت ضرور اس کو بھی مستثنیٰ کرتے (اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ میں نبوت کے علاوہ آنحضرت کے سارے فضائل موجود تھے) ۳۔ حدیث ثقلین کا بیان کرنا ۴۔ حضرت علیؑ پر کسی کا امیر نہ ہونا۔ ظاہری بات ہے کہ حضرت کا ابوبکر کو سورۂ برائت پہونچانے سے روکنا اور اس ذمہ داری کو حضرت علیؑ کی سپرد کرنا حضرت علیؑ کی خلافت کو ثابت اور اوروں کی خلاف کو باطل کرتا ہے، اسی طرح آنحضرتؐ کا کسی کو حضرت علیؑ کا امیر نہ بنانا اور اوروں پر دوسروں کو امیر بنانا آپ کی امارت وخلافت پر بہترین دلیل ہے، حسن بصری نے حضرت علیؑ کی امامت پر مذکورہ دلائل کے علاوہ "حدیث ثقلین" سے بھی استدلال کیا ہے۔

حضرت علیؑ کی خلافت بلافصل پر بہت سے ادلہ میں سے یہ تھے چند دلائل جنہیں رسولؐ خدا کی متواتر اور قطعی الصدور حدیث "حدیث ثقلین" کی روشنی میں پیش کیا ہے، اور یہی شاہ صاحب (مؤلف

ت تحفہ) کے اس بیان کے غلط ہونے کے لئے کافی ہے کہ "حدیث ثقلین کا امامت سے کوئی ربط نہیں ہے" جب کہ "حدیث ثقلین" کا ربط امامت ہی سے ہے۔

شیعہ سنی افتراق کا آغاز مسئلہ امامت کیوں ہے؟

اس افتراق کی اطلاع قرآن وسنت میں موجود ہے مثلاً قوم موسیٰ کے بارے میں ق۔۱۵۹ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓی اُمَّةٌ یَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ یَعْدِلُوْنَ ہ الاعراف آیت ۱۵۹۔ "موسیٰ کی قوم میں دوگروہ ہوئے ایک حق کیساتھ رہا اور دوسرا حق سے منحرف ہوگیا"۔ اسی طرح عیسیٰ کی اُمت کے بارے میں ہے ق۔۲۷ وَجَعَلْنَا فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً الحدید آیت ۲۷۔ "ہم نے عیسیٰ کی پیروی کرنے والوں کے دلوں کو رفعت ورحمت سے بھر دیا" اور دوسرے وہ تھے جنہوں نے پیروی نہیں کی، پھر اس اُمت کے بارے میں ہے (وما محمد الارسول قدخلت من قبله الرسل افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم) آل عمران آیت ۱۴۴، رسولؐ کے بعد پرانے دین پر پھر جانے کی پیشن گوئی کی گئی ہے لہذا کچھ وہ جو دین پر قائم رہیں گے اور کچھ پھر جائیں گے۔

اور رسول اللہؐ نے فرمایا (افترقت امة اخی موسی علی سبعین فرقة کلهافی النار الا واحدة، وافترقت امة اخی عیسی علی احدی وسبعین فرقة کلهافی النار الا واحدة وستفترق هذه الامة علی ثلاث وسبعین فرقة کلهافی النار الا واحدة، وهی التی تبعت ما انا علیه

واهل بیتی)" موسیٰ کی اُمت ستر فرقوں میں تقسیم ہوئی اُن میں صرف ایک جنتی باقی سب ناری ہیں عیسیٰ کی اُمت اکہتر فرقوں میں بٹی ایک جنتی اور باقی سب ناری ہیں اور یہ اُمت تہتر فرقوں میں بٹے گی جس میں صرف ایک جنتی اور باقی سب ناری ہوں گے اور میرے ساتھ وہ ہے جس نے اُس کی پیروی کی جس پر میں ہوں اور میرے اہل بیتؑ " اور ایک روایت میں ہے (**ما انا علیه واصحابی**) یعنی جس پر میں اور میرے اصحاب ہیں۔

اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ جنتی فرقہ وہ ہے جو آل محمدؑ کا پیروکار ہو کیونکہ آل کا شمار اصحاب میں بھی ہوتا ہے جبکہ اصحاب کا شمار آل میں نہیں ہوتا لہذا جہاں آل ہے وہاں اصحاب ہیں جبکہ اس کا الٹ صحیح نہیں اس بنیاد پر کہا جاتا ہے (اہل اللہ) اصحاب اللہ نہیں کہا جاتا۔ پس آل نبی اصحاب نبی بھی ہیں جبکہ اصحاب نبی نہیں ہیں اور حدیث شریف میں ہے (**اهل القرآن اهل الله و خاصته**) اہل قرآن اہل اللہ ہیں اور اللہ کے خواص ہیں کیونکہ وہ اس کے راز کے اٹھانے والے ہیں لہذا جہاں اہل ہونگے وہاں نجات ہوگی کیونکہ اہل اشرف افضل ہیں اور میراث نبیؑ کے زیادہ حق دار ہیں اور علم نبیؑ کے سب سے زیادہ قریب ہیں اُن سے ذکر کا چشمہ پھوٹتا ہے اور اُن ہی کی بات سُنی جاتی ہے پس اصحاب آل کے تابع ہیں کیونکہ وہ اس سلطنت اور حکومت کے شہری ہیں اور اصحاب وہ ہیں جن پر حکم چلایا جاتا ہے پھر بات صاف ہوگئی کہ اتباع و تابع محکوم کی کی جائے یا متبوع حاکم کی، یاد رہے کہ آل محمدؑ اُمت کی پناہ گاہ ہیں اُمت کے لئے ہدایت کی راہ ہیں اُمت کی جنت ہیں اُمت کے لئے سدرۃ المنتہیٰ ہیں۔

جبکہ اصحاب وہ لوگ ہیں جو آل محمدؑ کے نور سے راستہ دیکھنے کے قابل ہوئے مگر پھر یہ ہوا کہ دلوں سے اُٹھنے والے حسد کے دھویں نے اُنکی آنکھوں کو اندھا کر دیا لہذا آل کا انکار کر بیٹھے اور اس طرف سرکار ختمی مرتبتؐ نے اشارہ فرمایا ہے۔ جب بروز قیامت میں حوض پر ہونگا میرے بڑے بڑے

اصحاب کو دائیں بائیں سے دھکے دیتے ہوئے لے جایا جائے گا جب کہ اُن کے چہرے خوف و ہراس سے سیاہ پڑ چکے ہوں گے اُس وقت اُن کو آوازیں دونگا، اے میرے صحابیو! اے میرے صحابیو! اُس وقت اُن کے پیچھے سے آواز آئے گی اے محمدؐ! یہ تیرے اصحاب نہیں ہیں تو نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے تیرے بعد کیا گل کھلائے پس میں کہوں گا لے جاؤ گھسیٹتے ہوئے ان کو لے جاؤ"۔

اب رہ گئے آل محمدؐ، تو وہ سب کچھ ہیں دلیل یہ حدیث رسولؐ ہے **(اهل بیتی کمثل کسفینة نوح من رکبها نجا)** "میرے اہلبیتؑ تو کشتی نوح کی طرح نجات کا سفینہ ہیں جو نجات چاہتا ہے اس میں آ جائے" اور یہ رمز ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن نجات صرف اُسکی ہے جو آل محمدؐ کا ہے البتہ یہ غیروں کا قول جو رسولؐ کی طرف منسوب کر کے بولا جاتا ہے **(الصحابی کالنجومه بایهم اهتدیتم)** "میرے اصحاب ستاروں جیسے ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے"۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہاں اصحاب سے مُراد اہل بیت ہی ہیں اگر اہل بیتؑ نہ مانیں تو تناقض لازم آئے گا کیونکہ جو لوگ سیاہ رو حوض سے ہٹائے جائیں گے وہ کیسے ہدایت کے سہارے ہو سکتے ہیں؟

اور رسولؐ نے صرف یہ فرمایا ہے کہ **(مثل اهل بیتی فی هذه الامة مثل نجوم السماء کلما غاب نجم طلع نجم الی یوم القیامة)** "میرے اہل بیتؑ کی مثال اس اُمت میں ایسی ہے جیسے آسمان کے ستاروں کی جب کوئی ستارہ غروب ہوتا ہے تو دوسرا اُس کی جگہ طلوع ہو جاتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا"۔ اگر اصحاب رسولؐ ستارے ہیں تو اہل بیت ہی سورج و چاند ہیں اور سورج و چاند کی موجودگی میں لوگ ستاروں کے محتاج نہیں ہوتے نتیجہ یہ نکلا کہ ستارہ ہدایت رسولؐ کے اہل بیتؑ ہیں وہ نہیں ہیں جنہیں لوگ اصحاب رسولؐ کہتے ہیں اور اس

طرف آیہ تطہیر میں اشارہ ہے (**انما یرید الله لیذهب عن کم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا**) لہذا جہاں اہل بیتؑ ہیں وہاں رجس نہیں ہے طہارت ہے اور جہاں طہارت ہے وہاں عصمت ہے اور جہاں عصمت ہے وہاں خلافت وحکمت ہے وہاں نور ورحمت ہے اور جہاں نور رحمت ہے وہاں ہی ہدایت ونعمت ہے اور جہاں ہدایت ونعمت ہے وہاں۔۔۔۔الخ۔

اس کے برعکس جہاں رجس ہے وہاں ظلمت ہے جہاں ظلمت ہے وہاں گمراہی ہے فتنہ وفساد ہے اس وجہ سے سرکار رسالتؐ نے ارشاد فرمایا تھا: (**انی تاریک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهل بیتی حبلان متصلان، ان تمسکتم بهمالن تضلوا**) اس حدیث میں سرکارؐ نے جو تعظیم وشرف کتاب خدا کو دیا ہے وہی اہل بیت اطہارؑ کو دیا ہے اور ہمیں صاف صاف لفظوں میں ہدایت فرمائی ہے کہ ہم نجات کے لئے کتاب وعترت سے خود کو وابستہ رکھیں، دوسرا نقطہ یہ ہے کہ سرکارؐ نے ایک اور حدیث میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے (**ان الله خلق الخلق من اشجار شئی، وخلقنی و علیاﷺ من شجرة واحدة، انا اصلها وعلی ﷺ فرعها، وفامة علیها السلام لقا حها، والعترة المیامین الهداة اغصا نها، والشیعة المخلصون اور اقها**) "اللہ نے اپنی مخلوقات کو مختلف درختوں سے پیدا کیا ہے جبکہ مجھے اور علیؑ کو ایک ہی درخت سے خلق کیا پس میں جڑ ہوں اور علیؑ اُس کی شاخ ہیں، فاطمہؑ لقاح ہیں اور عترت میامین ہدایت کرنے والے اس کی شاخیں ہیں اور مخلص شیعہ اُنکے پتے ہیں"۔ حدیث ثقلین پر اجماع ہے۔

اسلامی فرقوں کی تعداد

اس بات کے طے ہو جانے کے بعد کہ اُمت اسلامیہ بہت سے فرقوں میں تقسیم ہے اگر تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ اصل افتراق کے اعتبار سے صرف دو حصوں میں منقسم ہے یا گروہ علوی ہے یا گروہ بکری ہے اور مذاہب کا فرقوں کا زیادہ ہونا شبہات کی کثرت کی علامت ہے بلکہ دلیل ہے جبکہ حق ایک ہوتا ہے نہ اُس میں زیادتی و کثرت ہوتی ہے نہ تغیر و تبدل اُس کا چشمہ صاف و شفاف ہوتا ہے جس میں کوئی تکدر نہیں ہوتا۔

اب اگر ان دونوں فرقہ ہائے اصلی کو تجزیہ کیا جائے تو چار احتمال پید ہونگے یا تو یہ دونوں فرقے حق پر ہیں یا یہ دونوں باطل پر ہیں یا علوی حق پر اور بکری باطل ہے یا بکری حق پر ہے علوی باطل پر ان چاروں احتمالوں میں پہلا احتمال صحیح نہیں ہوسکتا یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں ہی حق پر ہوں کیونکہ اگر دونوں حق پر ہوتے تو ان میں اختلاف ہی کیوں ہوتا اور یہ دونوں الگ الگ فرقوں میں تقسیم کیوں ہوئے دوسری دلیل یہ کہ یہ دونوں اس بات کے دعویدار ہیں کہ وہ رسولؐ کے خلیفہ ہے اگر یہ دونوں سچے ہوں تو رسول کا کاذب ہونا لازم آئے گا اور کذب رسولؐ سے رسولؐ کا جاہل ہونا لازم آئے گا اور یہ ممکن نہیں کہ رسولؐ کاذب و جاہل ہو (**نعوذ باللہ من ذالک**)۔ اب دوسرا احتمال کہ دونوں باطل پر ہوں تو اگر اسلام حق ہے تو یہ دونوں باطل پر نہیں ہوسکتے کیونکہ ایک کے پاس اسلام ہونا ضرور ہے ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام حق تھا جو بعد میں زائل ہوگیا اور دونوں میں سے کسی کے پاس نہیں رہا تو اللہ نے اسلام کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے اور وہ اپنے وعدے کا پابند ہے لہٰذا ان میں ایک فرقہ حق ہے اور دوسرا باطل پر ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟

ہم دیکھتے ہیں کہ علیؑ میں جو صفات پائی جاتی ہیں کسی اور میں نہیں علیؑ کو دین میں سبقت حاصل ہے اور غیر بھی آپکے نام کے ساتھ کرم اللہ وجھہ لگا کر آپؑ کے افضل صحابہ ہونے کا اعلان کرتے

ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ کبھی آپؑ کی پیشانی بتوں کے آگے نہیں جھکی، پھر آپکو اسلام میں بھی سبقت حاصل ہے حدیث رسولؐ ہے (**انت اول القوم اسلاماً**) "تم اسلام کے اعتبار سے لوگوں میں سب پر اول ہو"۔ آپکو علم و معرفت میں یہ مرتبہ حاصل ہے کہ خود فرماتے ہیں (**لو کشف الغطاء**) "اگر غطاء ہٹ جائے تو پھر بھی میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا" اور آپؑ کی شجاعت کا لوہا تو فرشتے بھی مانتے ہیں (**لا فتیٰ علی ﷺ**) آپکے زہد کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں (**انا کابی الدنیاً لوجهها**) "میں دُنیا سے منہ پھیر چکا ہوں" اور قرابت رسولؐ یہ ہے کہ (**انت منی وانا منک**) اور نصوص رسالت کہ (من کنت مولاہ فعلی مولاہ) علیؑ فارس المسلمین ہیں اور قرآن کے پیچیدہ مسائل کے عالم ہیں اور سید المرسلینؐ کے چشمہ رسالت کو لوگوں میں تقسیم کرنے والے ہیں لہذا آپ کا خلیفہ ہونا نصِ مبین کے موجب واجب ہیں۔

اب یہ تو تھی علوی فرقہ کے حق پر ہونے کی بات اب بکریوں کے باطل پر ہونے کی سنیئے، ابوبکر کا قول ہے، خلافت پر براجمان ہونے کے بعد کہتا ہے (**اقیلونی فلست بخیر کم، واللہ مایعلم امامکم حین یقول اصاب ام اخطا**) "مجھے چھوڑ دو میں تم لوگوں سے بہتر نہیں ہوں خدا کی قسم تمہارا یہ امام ابوبکر یہ نہیں جانتا کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے"۔ پھر باب شجاعت میں اُس کا یہ حال تھا کہ کبھی تلوار نیام سے باہر نہیں آئی، اور اس کے نسب کا معاملہ یہ ہے کہ وہ تیمی تھا اب خود سوچو کہاں تیمی اور کہا ہاشمی، کہاں جوہر کہاں ساگر، کہاں ہیرا کہاں، پتھر کہاں۔

اس پر اجماع ہے کہ علیؑ کی پیروی کرنے والا نجات میں ہے، نجات علوی کی ہے کس طرح؟ یہ سنیئے، یا تو یہ مانو کہ حق اُس جاہل کے ساتھ ہے جو زبردستی امام بن بیٹھا اور اگر ایسا نہیں تو اس کا اُلٹ ثابت ہے کہ حق اُس کے ساتھ ہے جو عالم ہے صاحب حکمت ہے اور وہ علیؑ کے دوستوں کا ساتھ دے

گا اور علیؑ کے دشمنوں سے دور رہے گا اور یہ علم فقہ اسلامی کے ماہرین، اور فن حدیث کے اماموں نے بیان کیا ہے مثلاً عبداللہ بخاری نے صحیح بخاری میں، ابوداؤد نے اپنے سنن میں، ابوعلی ترمذی نے اپنی کتاب جامع میں، ابوحامد قذوینی نے اور ابن بطح نے مجالس میں لہذا نجات علیؑ کی پیروی میں ہے اس جملے پر سب نے اتفاق کیا تو اس پر اجماع ہوگیا۔

شعبہ بن حجاج نے نقل کیا ہے کہ ہارونؑ امت موسیٰؑ میں سب پر افضل تھے اور علیؑ محمدؐ کے لئے ایسے تھے جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ لہذا واجب ہوا کہ علیؑ ساری امت محمدؐ پر افضل ہوں اس صریح نص کے ذریعے (انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ) اور اسی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے (**وقال موسٰی لاخیہ ھارون اخلفنی فی قومی**) الاعراف آیت ۱۴۲۔ "موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا میری قوم میں میرے بعد خلیفہ ہو۔" لہذا واجب ہوا کہ علیؑ اُمت محمدؐ میں محمدؐ کے خلیفہ ہوں لہذا اب جو بھی علیؑ سے مخالفت کر کے خود خلاف کا دعویٰ کرے گا وہ کفر اختیار کرنے والا ہوگا۔

اسلامی فرقے

اہل سنت کے دو فرقے ہیں اہل حدیث اور اہل رائے، اہل حدیث داؤدیہ، شافعیہ، مالکیہ، حنبلیہ اور اشعریہ ہیں جبکہ اہل رائے ایک فرقہ ہے معتزلہ۔ معتزلہ کے سات فرقے ہیں حنیفہ، ھذیلیہ، نظامیہ، عمریہ، جاحظیہ، کعبیہ البشریہ۔ اصحاب مذہب یہ ہے ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی، اور مالک بن انس یہ عراقیوں کا امام تھا اور یمن اور مغرب کے لوگ بھی اسی مذہب کی طرف میل رکھتے تھے اور احمد بن حنبل شافعی کی خدمت گزاری کرتا تھا اور اُس کی سواری کی لگام پکڑتا تھا اور لوگوں میں اعلان کرتا تھا کہ اے لوگو اس جوان شافعی کی پیروی کرو اور اہل رائے ابوحنیفہ کا مذہب رکھتے ہیں

معتزلہ جنت ودوزخ کی خلقت کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علیؑ صحابہ پر سب سے افضل تھے۔لیکن جائز ہے اُن کے ہاں کہ مفضول کو افضل پر مقدم کر دیا جائے اگر مصلحت کا تقاضہ ہو۔ایک فرقہ حسنیہ ہے جو حسن بصری کے ماننے والے ہیں عمریہ،عمر بن ثابت سلمی کے ماننے والے ہیں جاحظیہ،ابوعثمان عمرو بن بحر جاحظ کے ماننے والے ہی کعبیہ ابوالقاسم کعبی کے ماننے والے ہیں اور بشریہ،بشر بن معتمر کے ماننے والے ہیں۔

مجبرہ کے دس گروہ ہیں کلابیہ،کرامیہ،ہشامیہ،موالفیہ،معتزیہ،داریہ،مقابلیہ،انھالھیہ،مبیضہ۔

صوفیہ کے دو فرقے ہیں،نوریہ،خلوبیہ۔

مرجیہ کے چھ فرقے ہیں،درامیہ،علانیہ،نسبیہ،صالحیہ،مشمریہ،تحدوریہ۔

جبریہ کے پانچ فرقے ہیں،جھمیہ جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں،بطحیہ اسماعیل بطحی کی پیروکار ہیں،بخاریہ حسین بن محمد بن البخاری کے پیروکار ہیں،ضراریہ ضرار بن عمر کے پیروکار ہیں،صیاحیہ صیاح بن عمر کے پیروکار ہیں۔

نواصب وہ ہیں جنہوں نے زیدؒ بن علیؑ سے جنگ کی انکے نزدیک آدمی کے لئے ضروری ہے کہ سنی ہوتا کہ علیؑ سے بغض رکھے۔

خوارج کے پندرہ فرقے ہیں،ازارقہ نافع بن الازرق کا فرقہ ہے،نجدۃ،نتدۃ بن عامل الحنفی کا گروہ ہے،عجاردۃ عبدالکریم بن عجردہ کا گروہ ہے،البدعیہ یحییٰ بن الاخرام کا گروہ ہے،الجازمیہ عبداللہ بن جازمہ کو مانتے ہیں۔ثعالبیہ ثعلب بن عدی کا گروہ ہے،الجروزیہ عبداللہ بن جروز کو مانتے ہیں،الصفریہ اصفر کا گروہ ہے،اباضیہ عبداللہ بن اباض کا گروہ ہے،حفصیہ حفص بن معدم کا گروہ ہے،بشھنیہ بھشن بن ہیصم بن جابر کو مانتے ہیں،یزیدیہ یزید بن انیسہ کو مانتے ہیں،ضاحکیۃ ضحاک بن قیس کا گروہ

ہے، یہ لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ معاویہ عمرو بن العاص، عثمان اور علیؑ پر لعنت کی جائے اور ان سب سے برائت کی جائے اور بنوا میہ اللہ ان پر اور ان کے دین جبر پر لعنت کرے اور حجاج بن یوسف، اللہ کی اُس پر لعنت ہو جب اُس ملعون نے اصحاب علیؑ کو قتل کیا اور کعبہ پر منجلیق سے سنگ و نار برسائی تو بولا میرے یہ کام اللہ کی طرف سے ہے کیسا جبر و جاہلیت کا دین تھا، اور اہل جاہلیت کی سنت تھی جب قرآن نے جبر کے عقیدے کو باطل قرار دیا ہے مگر جب بنوا میہ کی حکومت قائم ہوئی تو انہوں نے اس قبل از اسلام کے دین کو لوٹایا اور اُس کو ایک نئے انداز سے واپس لا کر اسلامی عقیدے کے طور پر رائج کیا جب یہ عقیدہ بت پرستوں کی سنتوں میں سے تھا۔

جس طرح کے کچھ اصحاب نبیؐ نے اسلام میں یہودیوں کی سنتوں کو داخل کر دیا اور اللہ نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا تھا کہ دنیا سے جانے سے پہلے ان لوگوں کو اس قسم کی حرکتوں سے منع کر دیں لہذا سرکارؐ نے اعلاناً اس کو منع کر دیا تا کہ تاکید ہو جائے اور قیامت کے دن اُن پر حجت قائم ہو جائے۔ پھر یہ بھی کہ انہوں نے دین میں اوزاعی، ابو نعیم، مغیرہ بن شعبہ، سفیان ثوری کے اقوال کا اعتبار کیا اور آل محمدؐ کے اقوال کو ترک کر دیا جن کے گھر میں قرآن اُترا اور جن کی محبت واجب تھی اور جو علم و حکمت کے سرچشمے تھے۔

اور صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا آل محمدؐ کے اقوال کو چھوڑ دیا بلکہ آل محمدؐ کے دین کو دینِ یہود قرار دیا اور کہا کہ شیعہ کے ہاتھوں جو دین ہے وہ یہودیوں کی کتاب سے ماخوذ ہے یہ کتاب امام جعفر صادقؑ کے پاس رکھی ہوئی تھی اور کیسی عجیب بات ہے کہ جو کچھ ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے اُسے تو فرمان خدا اور رسولؐ مانتے ہیں اور جو وحی کے اُمناء سے اور اللہ کے اولیاء سے نقل ہوا ہے۔ اُسے جھوٹ قرار دیتے ہیں اور مغیرہ بن شعبہ جس نے امیر المومنینؑ پر گالیوں کی زبان درازی کی وہ بھی برسرِ ممبر، اُس کے قول کا اعتبار کرتے ہیں (فان اللہ وانا الیہ راجعون وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب

یـنقلبون)اس کفر پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ علیؑ کے شیعوں کو یہودیوں کے گدھوں کا خطاب دیا جبکہ نبیؐ کا فرمان ہے،(**یا علی اسلام علیه حزبک حزبی و حزبی حزب الله**)"اے علیؑ تیری جماعت میری اور میری جماعت اللہ کی جماعت ہے"۔ لہذا ان بدتمیزوں نے اللہ کی جماعت کو یہودیوں کے گدھے کا نام دیا اب اگر آپ ان سے کہیں کہ تم نے علیؑ کے شیعوں کو یہودی گدھے کا نام کیوں دیا ہے کیا تم نہیں جانتے کہ یہ لوگ اللہ کو رب محمدؐ کو نبیؐ کو قبلہ کو جانتے ہیں نماز، روزہ، حج، زکوۃ، صلہ ارحام اور حب علیؑ پر ان کا عمل وعقیدہ ہے۔

لہذا یہ یہودیوں کے گدھے کس حساب سے ہوئے تو بولیں گے کہ سوائے حب علیؑ کے ان کا کوئی گناہ نہیں ہے منافقوں کے نزدیک اس سے بڑا جرم اور کوئی نہیں جبکہ حُب علیؑ وہ ہے کہ قیامت کے دن اگر صحیفہ اعمال انبیاء و مرسلینؑ کے اعمال درج ہوں اور حُب علیؑ موجود نہ تو تمام اعمال مردود ہیں اور اگر صحیفہ اعمال میں تمام بُرائیاں ہوں اور حُب علیؑ موجود نہ ہو تو ساری بُرائیاں محو ہو جاتی ہیں، بدر نکل آئے تو اندھیرا نہیں رہتا۔ اور اگر ان سے پوچھو کہ کیا کہتے ہوں اُس شخص کے بارے میں جو اللہ اور محمدؐ پر ایمان رکھتا ہو اور نیک راستے پر زندگی بھر چلتا رہا ہو لیکن علیؑ سے بغض رکھتا اور علیؑ سے محبت کرنے والوں کو اپنا دشمن جانتا ہو وہ قیامت کے دن جنت میں ہوگا یا جہنم میں تو کہیں گے ایسا شخص جہنمی ہے کیونکہ قول رسولؐ ہے(**من عاداک فقد عادانی اللهم وال من والاه عادمن عاداه**)اور اگر ان سے کہو کہ اُس کے بارے میں کیا کہتے ہو جو اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتا ہو اور پُر خلوص عبادات گزار بھی ہو لیکن فلاں (ابوبکر)، فلاں (عمر)، کو نہ مانتا ہو یہ شخص کافر ہے۔ یا مسلمان جنتی ہے یا جہنمی تو اس سوال پر انکی عقلیں ساتھ چھوڑ دیتی ہیں۔

کوئی جواب نہیں دے سکتے لہذا ہم خود جواب فرض کرتے ہیں فرض کیا کہ یہ کہیں ہاں وہ

شخص کافر جہنمی ہے تو اُس قول پر انہیں دلیل دینی پڑتی ہے کہ جو اُن کے پاس موجود نہیں، کیونکہ وہ شخص کیسے کافر جہنمی ہوسکتا ہے جو اُس چیز کا انکار کرے جو اللہ نے اُسے پیش ہی نہیں کی اور اگر یہ کہیں کہ وہ شخص کافر ہے نہ جہنمی تو ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ تم نے کیسے شیعہ کو یہودی کا گدھا کہا جبکہ شیعہ اُس علیؑ کی پیروی کرتے ہیں جس کی محبت جنت ہے اور جس کا بغض دوزخ کی آگ ہے۔ اس مقام پر ان کا جہل ان پر غالب آجاتا ہے اور کہتے ہیں ہم شیعوں کو اس لئے یہ نام دیتے ہیں کہ وہ اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں پھر اپنی بات پر ایک حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا (**من سب اصحابی فقد سبنی**) "جن نے میرے اصحاب کو گالیاں دیں اُس نے گویا مجھے گالیاں دیں"۔

اب آپ ان سے کہیں کہ تمہاری بات تمہارے عقیدے کے خلاف ہے، کیونکہ تمہارا عقیدہ ہے کہ ہر کام اللہ بندے سے جبراً کراتا ہے کام اللہ کا ہوتا ہے بندہ تو صرف آلہ کار ہے۔ جس کا کوئی اختیار نہیں یہاں تک کہ زنا اور کفر بھی اللہ بندے سے کراتا ہے اب اگر زنا اور کفر بھی اللہ بندے سے کراتا ہے تو کیا اللہ شیعوں سے صحابہ کو گالیاں نہیں دلواسکتا گالیاں شیعوں کا اپنا فعل ہے اللہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں؟ اور دوسرا تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ مجتہد کو صحیح حکم لگانے پر دوگناہ اور حکم میں غلطی کرنے پر اکہیر ثواب ملتا ہے لہذا اگر شیعوں نے صحابہ کو گالیاں دینے میں اجتہاد کیا اور انکا اجتہاد درست ہے تو اُن کو دوگنا ثواب ملے گا اور اگر انہوں نے غلطی کی ہے تو اکیرا ثواب ملے گا پھر آپ ان کو یہودی گدھا کیوں کہتے ہیں؟ پھر ہم ان سے کہتے ہیں کہ قرآن نے شیعہ کو اچھا اور کامیاب انسان قرار دیا ہے۔

لہذا جس چیز (حسب صحابہ) کو تم ان کے لئے کفر اور گناہ سمجھتے ہو وہ اُس سے پاک ہیں اور اس کی دووجوہات ہوسکتی ہیں ایک تو قضاء قدر ہے جس کا اوپر ذکر ہوا اور تمہارے عقیدے میں سب کچھ خدا کراتا

ہے انسان سے، لہذا یہ کام بھی خدا ہی ان سے کروا رہا ہے اور دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جسے وہ گالی دے رہے ہیں اُس کا گالی دینا گناہ ہی نہ ہو۔ جیسے کہ قرآن کی اس آیت پر توجہ کریں ۶۲۔ق وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ط ۶۲۔ا اَشْرَارُ ۶۳۔ق اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِیًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ہ آیت ۶۳۔ " کیا بات ہے کہ جن لوگوں کو ہم شریر سمجھتے تھے ان کو نہیں دیکھ رہے ہم تو اُن کا مذاق اُڑاتے تھے، یا ہماری آنکھیں انہیں دیکھنے سے قاصر ہو گئی ہیں "۔ کتاب و سنت کے اجماع سے اس عمل میں دوزخ نہیں ہے عقلی دلیل اور آیت سے جو صاف مطلب نکلتا ہے وہ یہ کہ یہ آیت کافر و منافق کا تذکرہ کر رہی ہے اور جنت میں کافر منافق کا کیا کام جنت تو صرف مومن و مسلم کی ہے اور یہ آیت گواہی دے رہی ہے کہ علیؑ کے شیعہ نہ کافر ہیں نہ منافق بلکہ مومن ہیں اگر کافر و منافق ہوتے تو جہنم میں ہوتے اور اس آیت کے مطابق کافر و منافق نہ کہتے کہ ہم جنہیں شریر سمجھتے تھے جنکا مذاق اُڑاتے تھے وہ ہمیں یہاں دوزخ میں نظر نہیں آ رہے۔

کیونکہ وہ تو جنت میں ہیں اور جنت میں صرف مومن ہو گا لہذا ثابت ہوا کہ علیؑ کے شیعہ جنت میں ہونے کی وجہ سے مومن ہیں لہذا ان کو ان پر سب و شتم کرنے سے کوئی نقصان نہیں ہے تم خواہ مخواہ غلط لوگوں پر سب و شتم کی وجہ سے ان کو شریر کہتے ہو یہ تو اخیار ہیں یہاں تمہارا وہ جھوٹ پکڑا گیا جو تم نے نبیؐ کی طرف منسوب کر کے بولا تھا کہ (من سب اصحابی فقد سبنی) اور اگر حدیث سچی مانی جائے تو اس میں صحابی کا مطلب آل نبیؐ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ آل نبی اصحاب نبیؐ ہیں جبکہ اصحاب نبیؐ آل نبی نہیں ہیں پس پتہ چلا کہ منافقوں کا شیعہ سے نفرت کرنا صرف اس لئے ہے کہ شیعہ علیؑ سے محبت کرتے ہیں اور یاد رکھ کہ جو علیؑ سے محبت کرنے والوں سے بغض و عناد رکھے خدا اُس سے بغض رکھتا ہے۔

اس لئے صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا تھا(**رحم اللہ شیعتنا انہم اوذوا فینا واننا نوذی فیہم**)یعنی "اللہ کی رحمت ہمارے شیعوں کے شامل حال رہے انہوں نے ہماری وجہ سے اذیتیں اُٹھائی ہیں اور ہم نے انکی وجہ سے"۔ پھر ان غیر شیعہ حضرات نے یہ روایت مشہور کر رکھی ہے کہ رسولؐ نے مرتے وقت کسی کو اپنا وصی بنا کر وصیت نہیں کی بلکہ اُمت کو اختیار دے دیا کہ جو چاہے وہ کرتے پھریں لہذا اُمت نے جسے چاہا اپنی مرضی سے اختیار کرلیا اس مقام پر قرآن نے انکی تکذیب کی اور اپنے نبی کو اس منزہ قرار دیا جو اُن کے بارے میں اُن لوگوں نے گھڑا تھا(ووصی بھا ابراھیم ویعقوب)بقرہ ۱۳۲۔ "اور ابراہیمؑ نے اس کی وصیت کی اور یعقوبؑ نے وصیت کی"۔

پھر قرآن نے اس جھوٹ کی تکذیب کی جو یہ نبیؐ اور وصیؑ کی طرح منسوب کرتے ہیں کہ سرکارؐ نے مرتے وقت یہ وصیت کی نہ کسی کو وصیؑ بنایا۔۳۶ **وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ** الاحزاب ۳۶۔" کسی مومن ومومنہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ جو اللہ اور رسولؐ نے فیصلہ کردیا ہے اُس بات کو چھوڑ کر خود کوئی اور چیز اختیار کریں"۔ اس آیت کے ذریعے اطلاع دے دی گئی ہے کہ جو شخص بھی اللہ اور رسولؐ کے اختیار کردہ کے علاوہ کچھ اور اختیار کرے گا وہ مومن نہیں ہے اب کیوں انہوں نے اللہ اور رسولؐ کے اختیار کردہ کو چھوڑ کر خود اپنی پسند سے کسی کو اختیار کیا ہے اس لئے قرآن کی نص کے مطابق یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔

سُنیوں کی لغزشیں انبیاء کے بارے میں

اگر لوگوں کے لئے یہ جائز اور درست ہے کہ وہ امام بنالیں تو آپ نبی بنالیتے کیوں جائز نہیں

ہے؟ اشعری فرقہ اللہ کے عدل کا منکر ہے اور اللہ کے لئے ظلم کرنے کو جائز سمجھتا ہے جبکہ قرآن ان کی تکذیب کرتا ہے ق۔۴۹ وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّکَ اَحَدًا ہ الکھف آیت ۴۹۔ "اور تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا" اور یہ فرقہ اللہ کے لئے بُرے افعال کو بھی جائز جانتا ہے اور یہ فرقہ کہتا ہے کہ اللہ خیر بھی کرتا ہے اور شر بھی کرتا ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ خیر بھی انجام دیتا ہے اور شر بھی انجام دیتا ہے کہ بہت سارے خداؤں کی عبادت کی جائے اور کہتے ہیں کہ اللہ پر کچھ واجب نہیں ہے جسے چاہے بلاوجہ جہنم کے حوالے کردے اور جسے چاہے جنت میں بھیج دے اُس سے کوئی سوال نہیں کیا جاسکتا ہے جبکہ عدل الٰہیٰ کا صدا کاران کی تکذیب میں آواز بلند کرتا ہے۔

ق۔۵۴ فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ یٰسین ۵۴۔ "تم کو صرف وہی جزا ملے گی جو تم نے عمل کیا ہے" اور کہتا ہے ق۔۴۰ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ النساء ۴۰۔ "اللہ کسی حال میں کسی پر ذرہ برابر ظلم نہیں کرتا" سوال ہمارا یہ ہے ان پر کہ اگر اللہ عادل اور حکیم ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی جاہل کو نبیؑ بنا کر انسانوں کی طرف بھیج دے۔ اگر اللہ جاہل کو ولی بنائے تو پھر عدل کہاں رہتا ہے؟ اور کہتے ہیں کہ اچھائی اور برائی کا تصور عقل نہیں کرسکتی بلکہ یہ اللہ کا کام ہے کہ جسے چاہے بُرا قرار دے دے۔ ایک فرقہ ہے جسے مشبہ اور مجسمہ کہا جاتا ہے یعنی وہ لوگ جو اللہ کو جسم والا مانتے ہیں اور اللہ کی شبیہ کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ دوسرے اجسام کی طرح ایک جسم ہے اور کہتے ہیں کہ عرش اللہ سے بھرا ہوا ہے، اور اللہ کی لاتعداد انگلیاں ہیں اور یہ کہ مومن کا دل اللہ کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔

اور کہتے ہیں کہ جب اللہ نے قوم نوح کو ہلاک کیا تو اتنا رویا کہ اُس کی آنکھیں دکھنے لگیں اور کہتے ہیں کہ اللہ قیامت کے دن اپنا پیر جہنم میں رکھ دے گا، اُس وقت جہنم سے آواز آئے گی بس بس

میرے لئے یہی کافی ہے اور کہتے ہیں کہ اللہ ہر شب جمعہ ہماری دُنیا کے اوپر بادل وغیرہ کی طرح چھا جاتا ہے اور اپنے عرش سے نیچے اُترتا ہے اور اللہ نے ایک گدھا رکھا ہوا ہے جو وہ عرش سے نیچے اُترتا ہے تو اُس پر بیٹھ کر اوپر سے نیچے آتا ہے اور اللہ قیامت کے دن اس طرح دیکھا جائے گا جس طرح رات میں پورا چاند نظر آتا ہے پھر اس خود ساختہ توحید کے بعد نبوت کی طرف آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیاء سے خطا بھی سرزد ہوتی ہے گناہ بھی اور وہ غفلت کی لپیٹ میں آجاتے ہیں اپنے اس عقیدے پر قرآن کی آیات کے ظاہری الفاظ سے ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ دلیل قائم کررہے ہیں اور قرآن کو صحیح سمجھ گئے ہیں ق۔۱۲۱ وَ عَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ہ طٰہٰ آیت ۱۲۱، آیت کہہ رہی ہے کہ آدمؑ نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور یہ لوگ انبیاء کے لئے بعثت سے پہلے گناہان کبیرہ تک کے لئے قائم ہیں اور صغیرہ تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔

یہ تو بعثت کے بعد بھی انبیاء سے صادر ہو سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمد مصطفیٰؐ سید المرسلین ضرور تھے مگر خطاء سے پاک نہیں تھے اور قرآن کی اس آیت کو پیش کرتے ہیں ق۔۸ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ط ہ الم نشرح، ہم نے تجھ سے تیرا گناہ دور کردیا اور یہ نہیں جان پائے کہ یہ جنگ و قتال تھا نہ کو وزر ذنب و گناہِ قبیح اور کہتے ہیں کہ جبرائیل نے سرکار رسالت مابؐ کا سینہ چیر کر ایک لوتھڑا نکال کر باہر پھینک دیا اور کہا یہ شیطان کا مسکن تھا، پھر سینے کو دھاگے سے سی دیا اور سلائی کا نشان زندگی بھر سرکارؐ کے سینے پر باقی رہا اور کہتے ہیں کہ سرکارؐ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب معاذ اللہ حالت کفر پر فوت ہوئے۔ جبکہ عبداللہ مرسلین کے سردار ابراہیمؑ کے فرزند ہیں اور یہ ساری باتیں وہ اس لئے کرتے ہیں کہ ایک آدمی ابوبکر کی امامت کو ثابت کرسکیں اور نبی کے بارے میں یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں معاذ اللہ راگ رنگ کی محفل میں رسولؐ اس قدر محو ہو جاتے تھے کہ آپؐ کے کندھوں سے آپکی کالی کملی گر جایا کرتی تھی اور یہ لوگ ایک روایت بیان کرتے ہیں، کہ ایک آدمی رسولؐ کے گھر میں اُس وقت آیا جبکہ رسولؐ

کے پاس ایک عورت گانا گا رہی تھی اور ساتھ ساتھ دف بجا رہی تھی ایک آدمی سے بات کرنے کے لئے رسولؐ نے اس گلوکارہ کو حکم دیا کہ تھوڑی دیر کے لئے گانا بند کر دے پھر بات چیت کے بعد جب وہ آدمی چلا گیا تو پھر اُس عورت کو گانے کا حکم دیا اُس نے پھر گانا شروع کیا اتنے میں وہ آدمی پھر واپس آ گیا تو رسولؐ نے پھر اس عورت کو گانا روکنے کا حکم دیا اور جو آدمی پھر واپس آ گیا تو رسولؐ نے پھر اس عورت کو گانے بجانے کا حکم دیا اس عورت نے کہا اے اللہ کے رسولؐ یہ کون آدمی ہے کہ جب آتا ہے تو آپ گانا بند کرنے کا حکم دیتے ہیں اور جب چلا جاتا ہے تو پھر گانا شروع کروا دیتے ہیں؟

رسولؐ نے جواب دیا۔ "باطل سے کراہت کرتا ہے اس لئے جب آتا ہے تو میں تجھے گانے سے روک دیتا ہوں"۔ دیکھا آپ نے یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ رسولؐ باطل سے محبت کرتا ہے (**نعوز باللہ، لعنۃ اللہ علی من یکذب اعلیٰ رسولہ**)۔ اور یہ لوگ روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ کسی چیز نے مجھے ایسا فائدہ نہیں پہنچایا جیسا فائدہ مجھے فلاں کے مال نے پہنچایا اس طرح یہ لوگ اُس قول کی تکذیب کرتے ق۸ **وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ط** ہ الضحیٰ آیت ۸۔ "ہم نے تجھے تنگ دست پایا تو تجھے مالدار کر دیا" اور یہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ سرکار رسالت مآب نماز پڑھ رہے تھے اور آپکی عورت آپکے کپڑے پر لگے ہوئے جنابت مادے کھرچ رہی تھی کیونکہ اللہ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ اپنے کپڑے پاک رکھیں ق۴ **وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ** ہ المدثر آیت ۴۔ "اور تو اپنے کپڑے پاک رکھ"۔ پھر کہتے ہیں کہ کپڑے پاک رکھنے سے مُراد ہے دل پاک رکھ۔

اور یہ لوگ بھی روایت کرتے ہیں کہ سرکارؐ نے فرمایا۔ "اے لوگو تم دین کا تیسرا حصہ بلکہ آدھا دین فلاں سے لو" اور رسولؐ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارؐ نے عصر کی دو رکعت نماز پڑھی

چار کے بجائے تو لوگوں نے کہا حضورؐ آپ نے نماز قصر کی ہے یا بھول گئے تھے؟ تو رسولؐ نے جواب دیا۔ "ایسا نہیں ہے بلکہ کبھی کبھی ضرورت کا تقاضہ ہوتا ہے۔" پھر سرکار کھڑے ہوئے اور نماز دوبارہ مکمل کی چار رکعت پڑھنے کے بعد بولے (**وانا بشر مثلکم**) "میں بھی تمہاری طرح صرف ایک بشر ہوں"۔

یہ کیسے جائز سمجھ لیا ان لوگوں نے اللہ کیلئے کہ وہ جاہل اور کائن شخص کو نبیؐ بنا کر بھیجے جبکہ وہ حکیم بھی ہے اور عادل بھی کیونکہ جاہل اور کائن بُرے کام سے اجتناب نہیں کرتے اور یہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ ایک بنی نجار کی زمینوں کے احاطے کے پاس آئے پھر ایک جگہ منتخب کر کے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگے اور یہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ نے ایک آدمی ابوبکر اور ایک نابینا عبداللہ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور فرمایا۔ "کوئی نبی اُس وقت تک دُنیا سے نہیں جاتا جب کہ اپنی اُمت کے کسی آدمی کے پیچھے نماز نہ پڑھ لے"۔ میں کہتا ہوں کہ راعی کے لئے کیسے جائز ہے کہ اپنی رعیت کے پیچھے نماز پڑھے جبکہ لوگوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ رسولؐ کے بارے میں یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ آپ شنت (لغو) کلام کیا کرتے تھے اور آپؐ کے کلام کو جوان کی مرضی کے مطابق نہ ہو تو اس کو ہجر کا نام دیتے ہیں جبکہ اللہ نے اپنی نبی کو لغو کلام سے پاک بنایا اللہ فرماتا ہے ق۔۳ **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ط ہ** النجم آیت ۳۔ رسولؐ اپنی ہوائے بشریت کے زیر اثر کوئی کلام نہیں کرتا"۔

اور پھر یہی نہیں کہ یہیں ٹھر جائیں بلکہ اہل جنت اہل دوزخ کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنے رب اپنے نبیؐ اور اپنی کتاب قرآن پر جھوٹ باندھتے ہیں اللہ کہتا ہے ق۔۴۹ **وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ہ** الکھف ۴۹۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور یہ کہتے ہیں کہ کائنات میں جتنا بھی خیر اور شر واقع ہوتا ہے وہ اللہ کے ارادے سے ہوتا ہے اور اللہ کا فعل ہوتا ہے اور قرآن انکے اس قول کی تکذیب کرتا ہے

٢٩:٥ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ الکهف ٢٩۔ "جو چاہے ایمان لائے اور چاہے کفر کرے"۔ یعنی اللہ تم سے نہ ایمان کرا رہا ہے نہ کفر بلکہ یہ دونوں کام تم خود کرتے ہو اور رسولؐ فرماتے ہیں (ان ھی الا اعمالکم وانتم تجزون فیھا ان خیراً فخیر وان شراً فشر) "یہ صرف تمہارے اعمال ہیں اور تم کو ان کے مطابق جزا دی جائے گی اور اگر عمل خیر ہے تو جزا بھی خیر ہے اور اگر عمل شر ہے تو جزا بھی شر ہو گی"۔

اللہ کہتا ہے ٢٨:٥ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ط قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ط اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ الاعراف آیت ٢٨۔ "جب یہ لوگ کوئی عمل فحش انجام دیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے اور اللہ نے ہمیں اس فحش کام کا حکم دیا ہے اے رسولؐ کہہ دو کہ اللہ فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا۔ کیا تم لوگ اللہ کے بارے میں کچھ کہتے ہو جو جانتے نہیں" اور آخرت میں ان کے کذب پر یہ آیت دلیل ہے ٢٢:٥ اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ الانعام آیت ٢٢۔ "بتاؤ تمہارے شرکا کہاں ہیں جن پر تمہیں بھروسا تھا"۔ اس وقت یہ لوگ جھوٹی قسم کھا کر شرک کا انکار کر دیں گا (واللہ ربنا ما کنا مشرکین) "اللہ کی قسم ہمارے رب ہم مشرک نہیں تھے"۔ اس طرح یہ لوگ اپنے اوپر جھوٹ باندھتے ہیں اور اپنے نبیؐ پر کذب باندھتے ہیں کیونکہ رسولؐ نے فرمایا ہے۔

(نقلت من الاصلاب الطاھرۃ الی السلام علیہ الارحام الزکیہ) "میں محمدؐ پاک اصلاب سے پاک ارحام میں منتقل ہوتا رہا" اور قرآن نے نبیؐ کے اس قول کی تصدیق کی ہے ٢١٩:٥ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝ الشعراء ٢١٩ "ساجدین میں تیرا تقلب تھا"۔ یعنی اصلاب موحدین میں لہٰذا یہ لوگ عقل اور نقل دونوں کو جھٹلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمدؐ کا فر

کے بیٹے تھے اور کہتے ہیں کہ رسول بھول جایا کرتے تھے۔ جبکہ اللہ کہتا ہے (**سنقرئک فلا تنسی**) "ہم تجھے اس طرح پڑھائیں گے کہ تجھے بھول پیدا ہی نہیں ہوگی"۔ اگر آیت میں نہ بھولنے کا حکم ہوتا تو صیغہ ہوتا لاتنس جبکہ صیغہ ہے لاتنسیٰ لہذا یہ بھی نہیں بلکہ نفی ہے نسیان کی اور یہ لوگ اہل جنت کی بات کی تکذیب کرتے ہیں اہل جنت جب جنت میں جائیں گے تو کہیں ة.٤٣ **الحمدُ للّٰهِ الّذِیْ هدٰنا** الاعراف ۴۳۔ "حمد ہے اُس اللہ کی جس نے ہمیں اس کی طرف ہدایت کی" اور جہنمی جب جہنم دیکھیں گے تو کہیں گے ة.١٠٦ **قالُوْ ربّنا غلبتْ علینا شقوتنا و کُنّا قوما ضآلّین ہ** المومنون ۱۰۶۔ "ہمارے رب ہم پر ہماری شقاوت غالب آ گئی تھی"۔ یعنی لوگ اپنے اوپر شقاوت کا غلبہ تسلیم کریں گے جبکہ قدریہ فرقہ والوں کا اعتقاد و نقل وقرآن کے خلاف ہے کہ اچھائی و بُرائی کا فاعل بندہ نہیں اللہ ہوتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

﴿اهلسنت و الجماعت مذهب کی معتبر و مستند ترین کتب کے عکس ناقابل رد ملاحظه فرمائیں۔(Get Enlarge Photo Copy)﴾

مترجم

جامع ترمذی

مع

شمائل ترمذی

محدث جلیل امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

مولانا علامہ محمد صدیق سعیدی ہزاروی

تصحیح و نظرثانی: سید حامد حنیف چشتی

ناشر

فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

164

اللہ تعالیٰ اپنا قدم دوزخ میں ڈالے گا

سورۃ ق

تفسیر سورۃ ق

سورۃ الذاریات

تفسیر سورۃ ذاریات

165

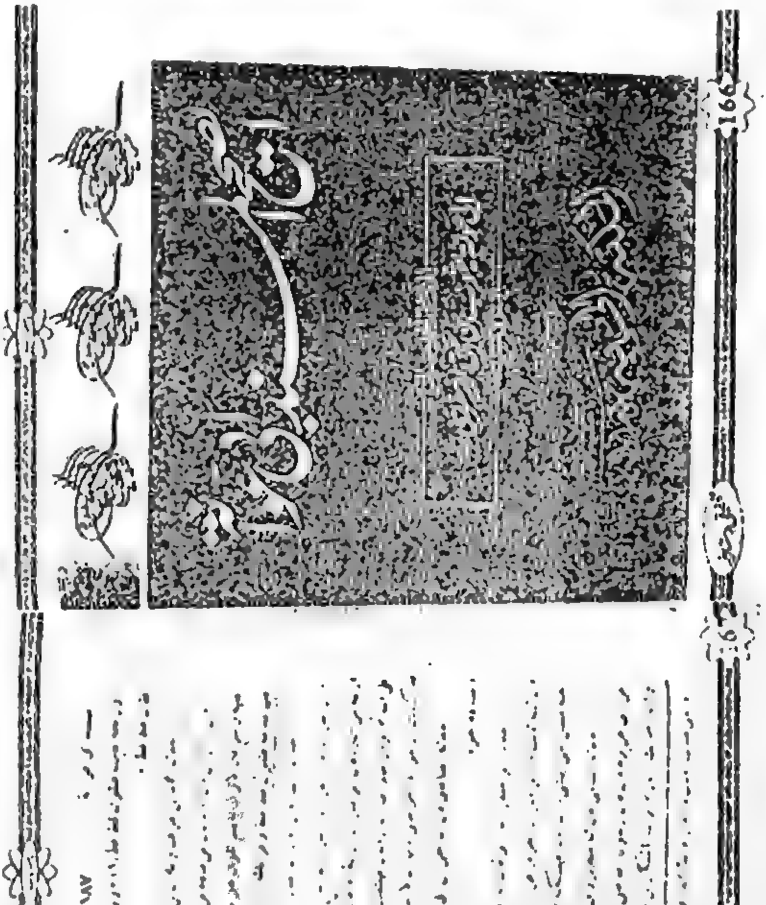

منتخب كنز العمال
في سنن الأقوال والأفعال

تأليف
علي بن حسام الدين بن عبد الملك
الشهير بالمتقي الهندي
٨٨٨ - ٩٧٥ هـ

الجزء الأول

دار إحياء التراث العربي
للطباعة والنشر والتوزيع

172

173

غُنیۃ الطّالبین مکمل

عربی — اُردو

تصنیف قطبِ ربانی محبوبِ سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا محبوب احمد

ناشر:

مکتبہ تعمیرِ انسانیت اُردو بازار ○ لاہور

174

اللہ تعالیٰ کو [illegible]

[illegible]

175

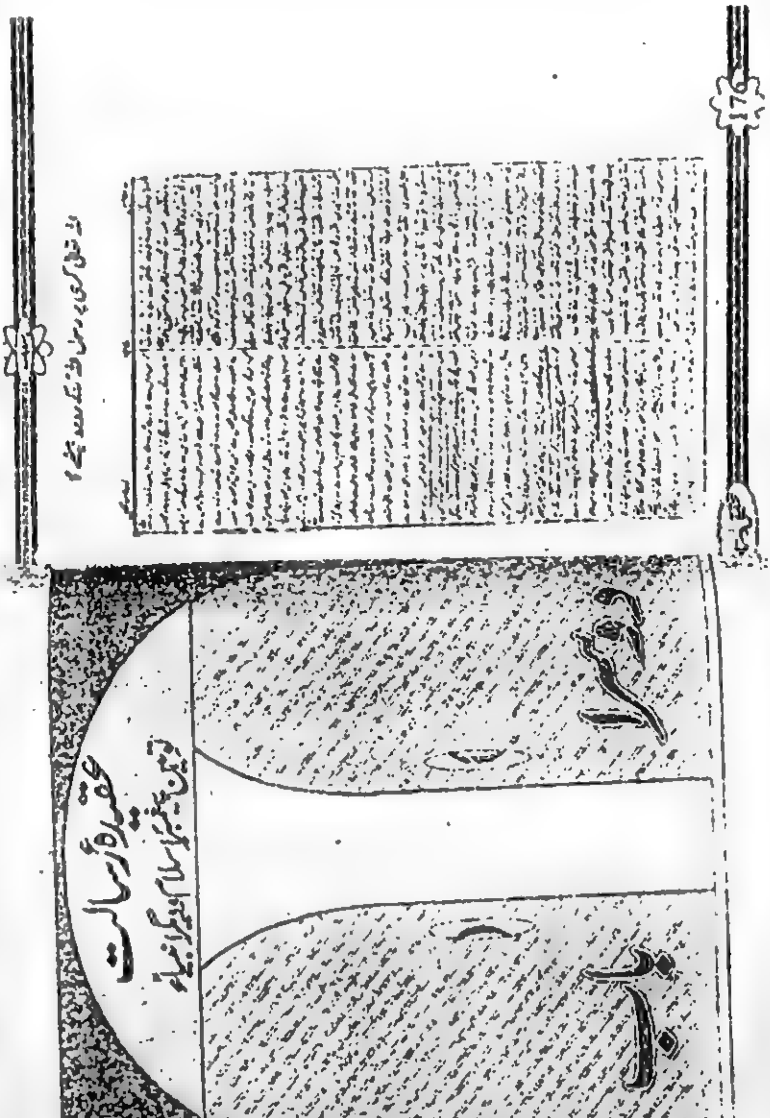

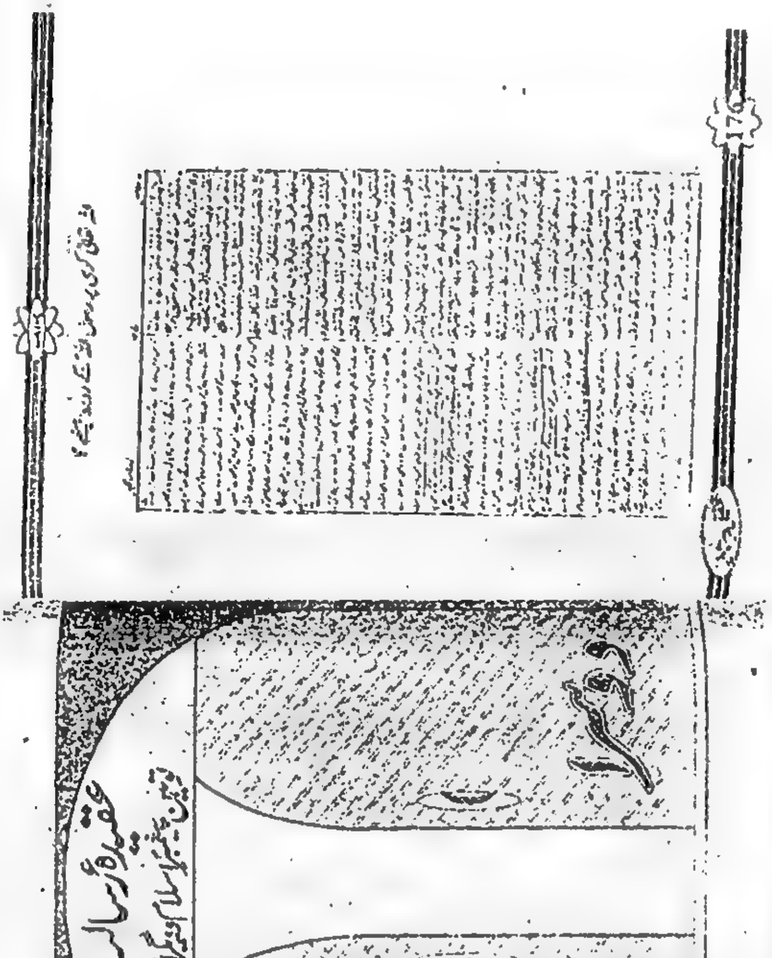

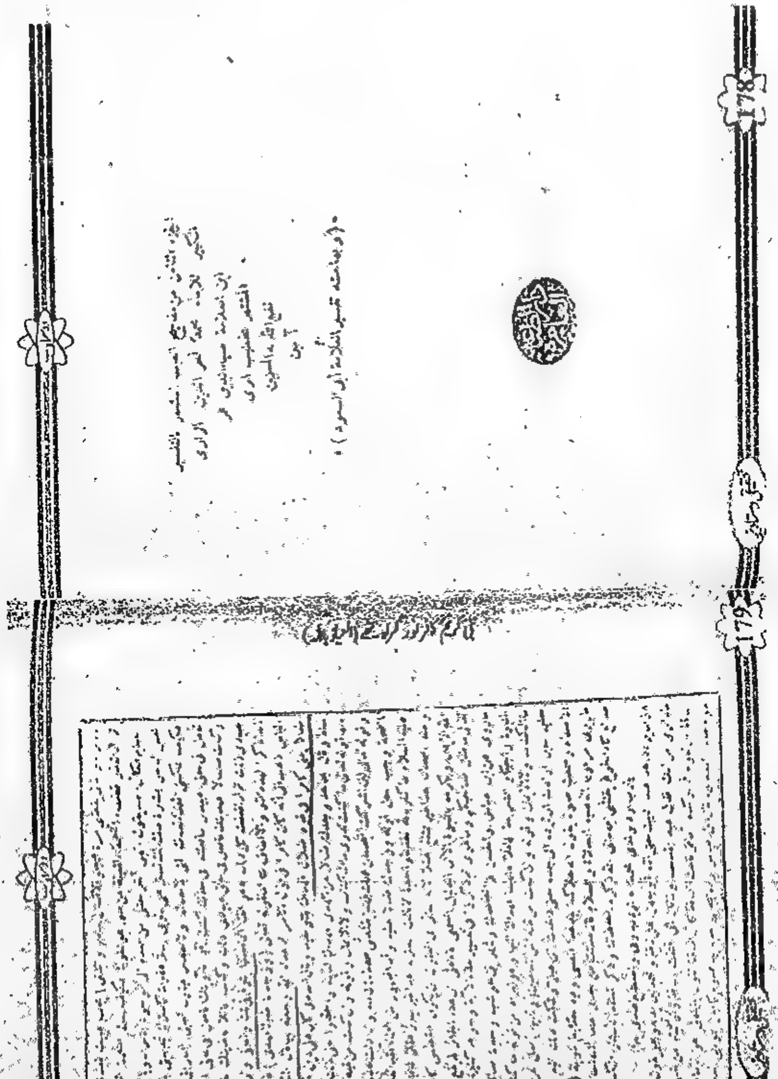

180

[illegible]

181

[illegible]

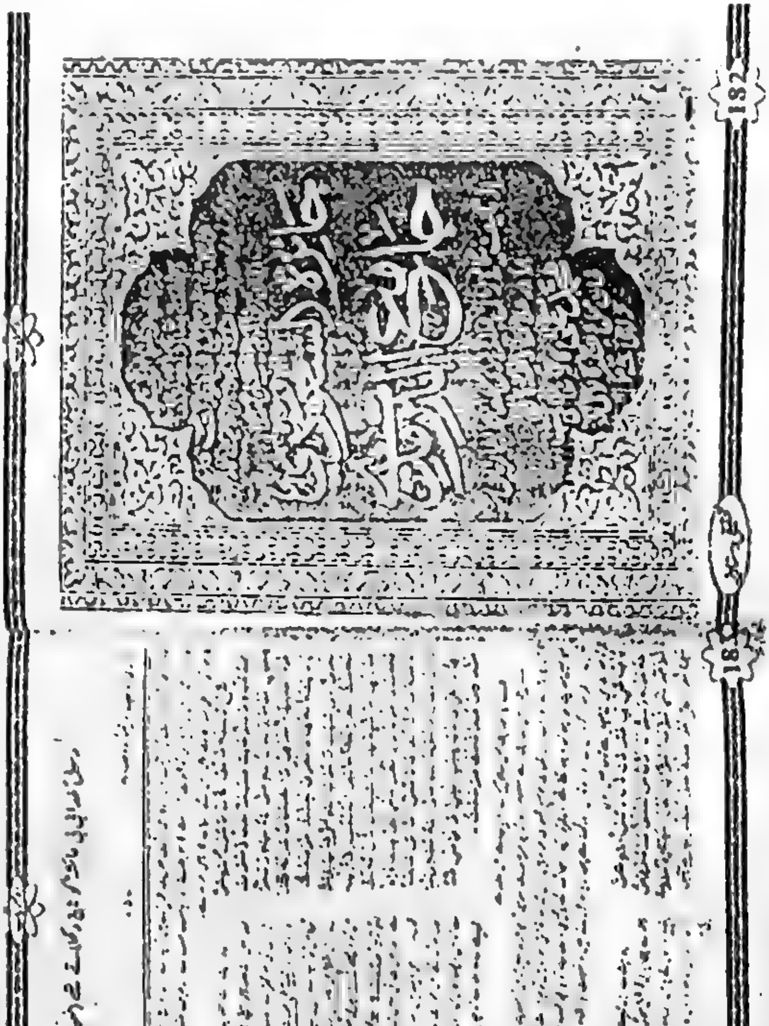

اردو ترجمہ کتاب

الوسیلہ

تالیف

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ

اعداد و تقدیم

احسان الٰہی ظہیر

ادارہ ترجمان السنۃ شیش محل روڈ لاہور

مشرکین پر جنات و شیاطین کا ہجوم

جنات کو دور کرنے کا طریقہ

نبی کریم کا جنات سے مقابلہ

190

الكشاف

عن حقائق غوامض التنزيل وعيون الأقاويل في وجوه التأويل

الجزء الثالث

دار الكتاب العربي

191

وما أرسلنا من قبلك من رسول ولا نبي إلا إذا تمنى ألقى الشيطان في أمنيته فينسخ الله ما يلقي الشيطان ثم يحكم الله آياته والله عليم حكيم (52)

جامع البيان

عن

تأويل آي القرآن

شیطان نے رسول اللہ کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری کر دی

تأليف

أبي جعفر محمد بن جرير الطبري

المتوفى سنة ٣١٠ هـ

الجزء السابع عشر

194

195

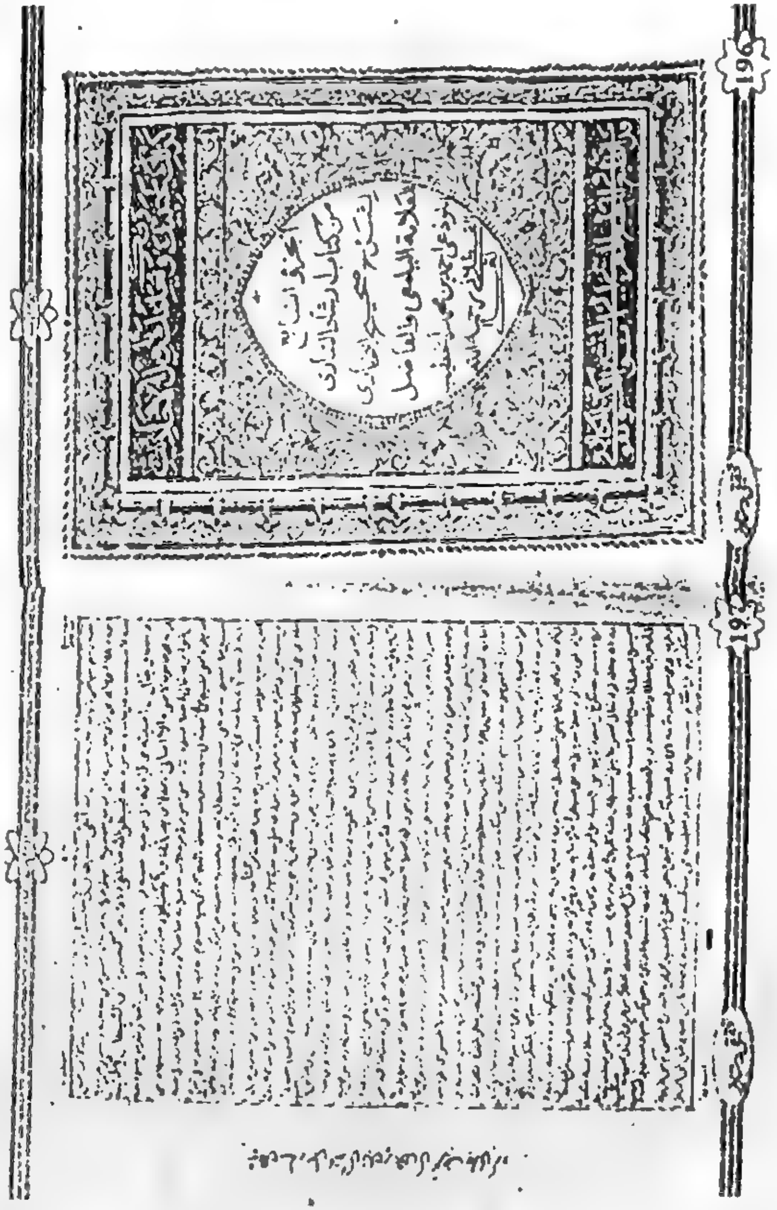

198

تفسير القرآن العظيم

للإمام الجليل الحافظ عماد الدين

أبي الفداء إسماعيل بن كثير القرشي الدمشقي

المتوفى سنة ٧٧٤ هـ

الجزء الثالث

199

[illegible]

سبیل سکینہ حیدرآباد لطیف آباد

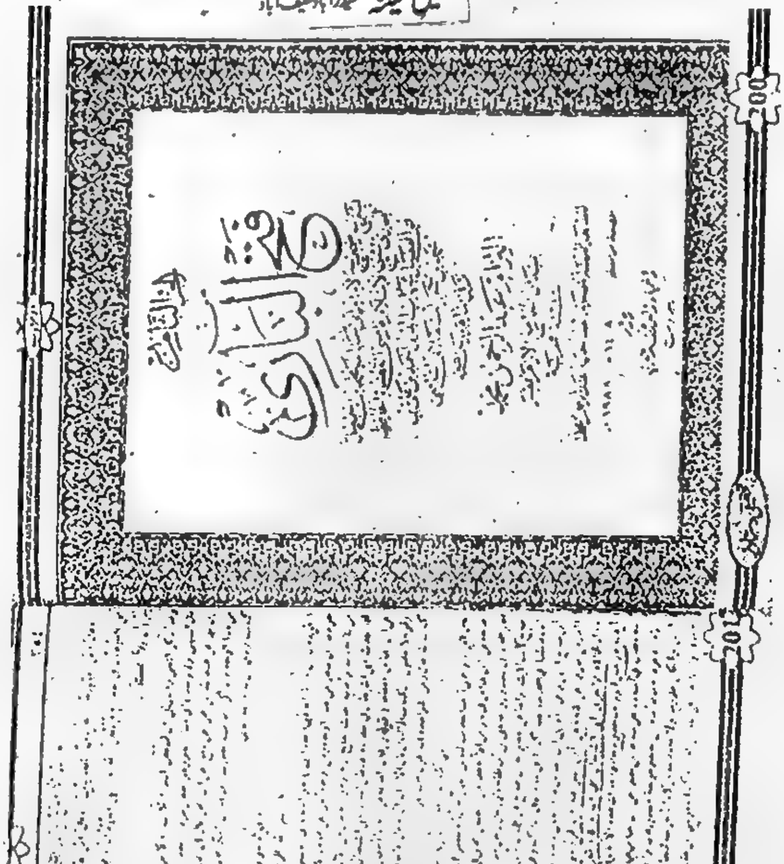

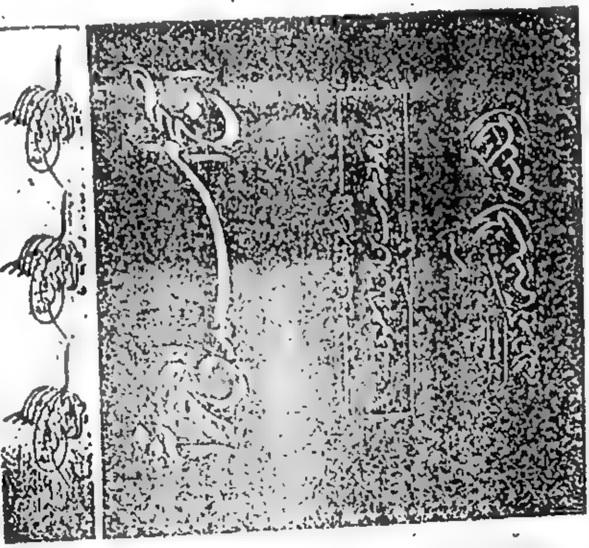

ابو علي الزعفراني قال ثنا ابو معاوية ح وحدثنا الحسن بن علي بن عفان قال ثنا يحيى بن عيسى الرملي قالوا ثنا الأعمش عن أبي وائل عن حذيفة قال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم أتى سباطة قوم فبال عليها قائما فأتيته بوضوء فذهبت لأتأخر عنه فدعاني حتى كنت عند عقبيه فتوضأ ومسح على خفيه — البول على سباطة — حدثنا يونس بن عبد الأعلى قال ثنا سفيان بن عيينة عن الأعمش باسناده مثله حدثنا [illegible] بن حبيب قال ثنا أبي قال ثنا الأعمش مثله قال أبي [illegible] فكنت [illegible].

حدثنا الصاغاني قال ثنا عبيد الله قال ثنا شيبان عن الأعمش عن أبي وائل عن حذيفة قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فانتهى إلى سباطة قوم فبال قائما ثم دعا بماء فتوضأ ومسح على خفيه.

حدثنا ابراهيم الحربي قال ثنا مسدد قال ثنا ابو معاوية عن الأعمش باسناده مثله.

بيان ايثار ترك البول قائما

والدليل على انه منسوخ من فعل النبي صلى الله عليه وسلم.

حدثنا الصاغاني وأبو أمية قالا ثنا قبيصة عن سفيان عن المقدام بن شريح عن أبيه عن عائشة قالت ما بال رسول الله صلى الله عليه وسلم قائما منذ أنزل عليه القرآن رواه وكيع عن الثوري أحسن منه.

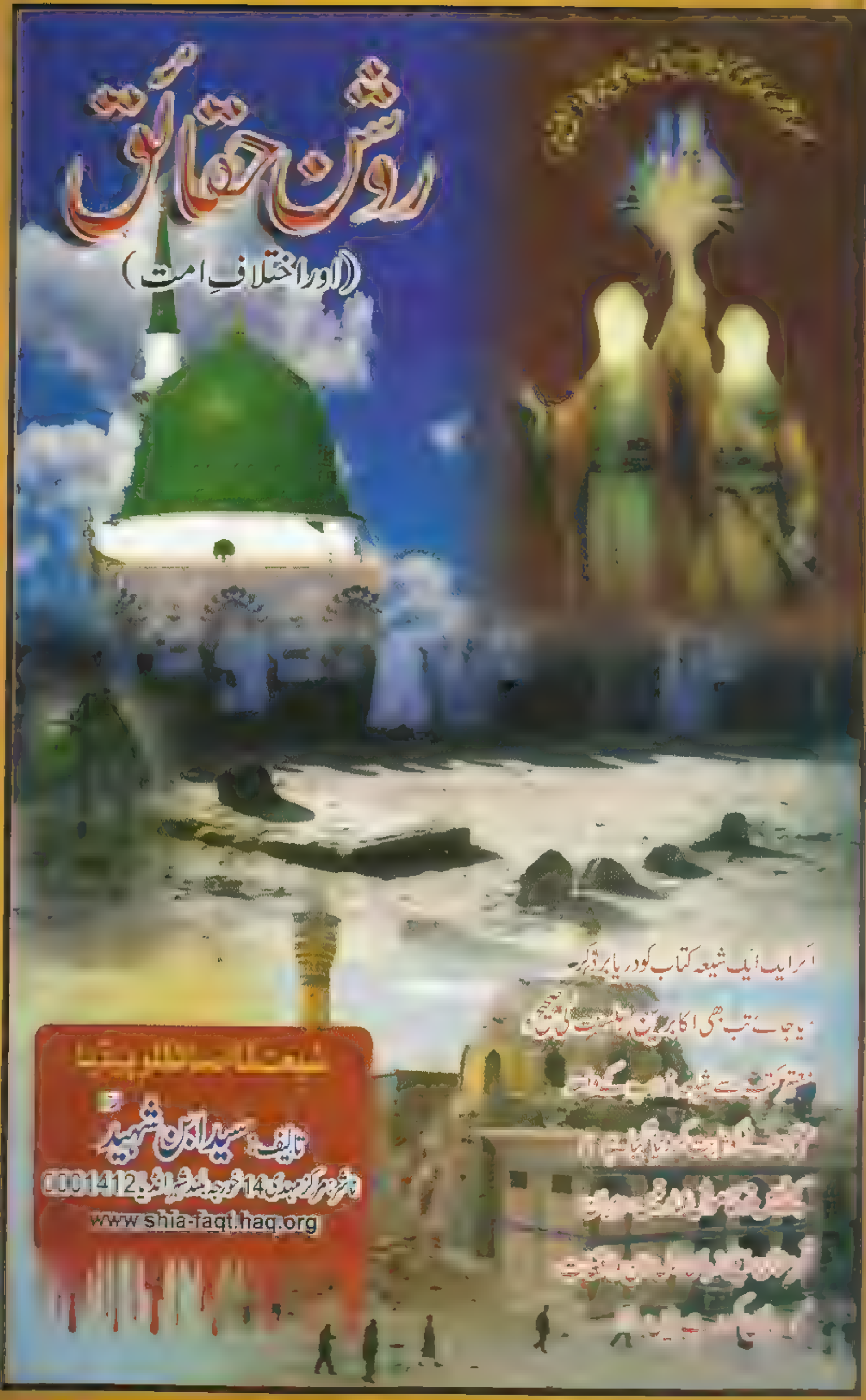
روشن حقائق
(اور اختلافِ امت)
اگر ایک شیعہ کتاب کو دریا برد کر
تالیف: سید ابن شہید
www.shia-faqt.haq.org

Knowledge for All
e-Sakina
Pakistan Sindh
Hyderabad

روشن حقائق

(اور اختلافِ امت)

جلد 2

تالیف: سید ابنِ شہیدؒ

ناشر مرکز مہدی 14 خورجہ بلند شہر انڈیا 0001412
www.shia-faqt.haq.org

تباہ کن تاحال نتائج

سقیفہ کے بڑے بڑے نتائج یہ تھے۔

ا۔حکومت الٰہیہ کا قیام جناب رسالت مآبؐ کے بعد نہ ہو سکا!!

۲۔تحقیر و توہین رسولؐ و آلِ رسول علیہم السلام!!

۳۔آلِ رسولؐ پر مظالم کے سلسلہ کی ابتداء وانتہا، غصب فدک!!

۴۔جناب رسول خدا کے اسلام کی ترمیم و تنسیخ!!

۵۔اس کے بدلہ حکام سقیفہ کے بنائے ہوئے اسلام کا رواج!!

۶۔اُمت کی اکثریت کی نظروں میں جناب رسولؐ خدا کی جگہ حضرت عمر نے لے لی!!

۷۔دین کو چھوڑ کہ دنیا کی طرف رجوع کرنا!!

۸۔لوگوں میں دولت وثروت کی ساری خرابیاں پھیلنا!!

۹۔دنیاوی وجاہت کے لئے دین کو فروخت کرنا!!

۱۰۔عصیان و نافرمانی رسولؐ!!

۱۱۔سانحہ کربلا واقعہ حرہ وغیرہ وغیرہ!!(تفصیلات و اثبات آگے ملاحظہ فرمائیے)

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
3	تباہ کن تا حال نتائج	1
4	انعقاد ثقیفہ بنی ساعدہ وجہ اختلاف او عذاب امت	2
5	(اے پیغمبر ﷺ) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا (القران)	3
12	کیا رسول اللہ نے اپنا جانشین مقرر کیا؟	4
17	تاریخ اسلام میں سے لے کر بارہ خلفاء کا نام ہمیں بتا دیں	5
23	اے حبیب آپ تو فقط ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے	6
37	حکومت بنو امیہ کیا تھی؟ جاہلیت خالصہ یعنی کفر محض ۔علامہ مودودی	7
39	اب ہم اپنے بھائیوں کی توجہ ان کے عقیدہ کی طرف مبذول کراتے ہیں۔ گر آپ کے عقائد کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ تو آپ کا مذہب یہ ہے	8
41	کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اور وہ مر گیا	9
42	یہ ہے وہ عقیدہ جو آپ کو اپنے آباواجداد سے ملا ہے۔ لیکن جس عقیدہ کی طرف ہم آپ کو بلانا چاہتے ہیں، وہ یہ ہے۔ ہمارا عقیدہ	10

11	آپ کی عقلِ سلیم کیا کہتی ہے۔ان دونوں میں سے جونسا عقیدہ بہتر نظر آئے۔وہ ہی اختیار کرلیں۔آگے آپ کی مرضی	44
12	دعوت الی الحق کردار صحابہ	45
13	جب حضرت ابوبکر کی بیعت لوگ کرنے لگے تو انصار نے یا ان میں سے اکثر نے صاف کہہ دیا کہ ہم تو سوائے علیؑ کے اور کسی کی بیعت نہیں کرینگے۔	56
14	یعنی جناب رسولِؐ خداﷺ نے فرمایا کہ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومن کی شناخت نہ ہوسکتی	82
15	یاددہانی	94
16	دوسری سازش	95
17	تیسری سازش	112
18	رفع الحجاب......بولتے حقائق	123
19	﴿۱۲:ایک دلچسپ داستان﴾	150
20	اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہوجاتا	150
21	شفاعت اور توسل قرآن واحادیث کی روشنی میں	159

169	یارسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کے وصال سے وہ چیز قطع ہو گئی!!	22
170	اور آیئے اب آپکا عقیدہ ملاحظہ ہو	23
173	آپ کا وکالت اصحاب اور ہمارے جوابات	24
331	مسئلہ متعہ کے متعلق سیدنا عمر پر حرمت کا الزام	25
453	اگر عمل فرمایا تو لڑائی کیوں ظہور میں آئی اور اگر عمل نہیں فرمایا تو کیوں؟	26
454	فرمایئے آپ کا اور اہل سنت والجماعت کا (کلمہ) ایک ہے یا مختلف؟	27
458	پس شیعہ مذہب ہی کو یہ حق ہے کہ اُسے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے کیونکہ:	28
473	مراسم عزاداری (عزاداری) کے درجہ کی تصریح کیجئے فرض ہے یا واجب؟	29
476	10 لاکھ کے 10 سوال	30
479	﴿قبول اسلام میں اول نماز پڑھنے میں اول﴾	31
487	سیدہ کائنات فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا سے شادی کا اعزاز پانے والا مولائے کائنات	32
491	اھل البیت علیہم السلام اسانید حدیث کساء	33

اختلاف امت، انعقاد ثقیفہ بنی ساعدہ

تباہ کن تاحال نتائج

سقیفہ کے بڑے بڑے نتائج یہ تھے۔

۱۔حکومت الہیہ کا قیام جناب رسالت مآبؐ کے بعد نہ ہوسکا!!

۲۔تحقیر وتوہین رسولؐ وآلِ رسول علیہم السلام!!

۳۔آلِ رسولؐ پر مظالم کے سلسلہ کی ابتداء ہوا تھا، غصب فدک!!

۴۔جناب رسول خدا کے اسلام کی ترمیم و تنسیخ!!

۵۔اس کے بدلہ حکامِ سقیفہ کے بنائے ہوئے اسلام کا رواج!!

۶۔اُمت کی اکثریت کی نظروں میں جناب رسولؐ خدا کی جگہ حضرت عمر نے لے لی!!

۷۔دین کو چھوڑ کہ دنیا کی طرف رُجوع کرنا!!

۸۔لوگوں میں دولت وثروت کی ساری خرابیاں پھیلنا!!

۹۔دنیاوی وجاہت کے لئے دین کو فروخت کرنا!!

۱۰۔عصیان ونافرمانی رسولؐ!!

۱۱۔سانحہ کربلا واقعہ حرہ وغیرہ وغیرہ!!(تفصیلات واثبات آگے ملاحظہ فرمائیے)

انعقاد ثقیفہ بنی ساعدہ وجہ اختلاف او عذاب امت

(۱) ہم خیال جماعت کی تجویز و توسیع و تنظیم

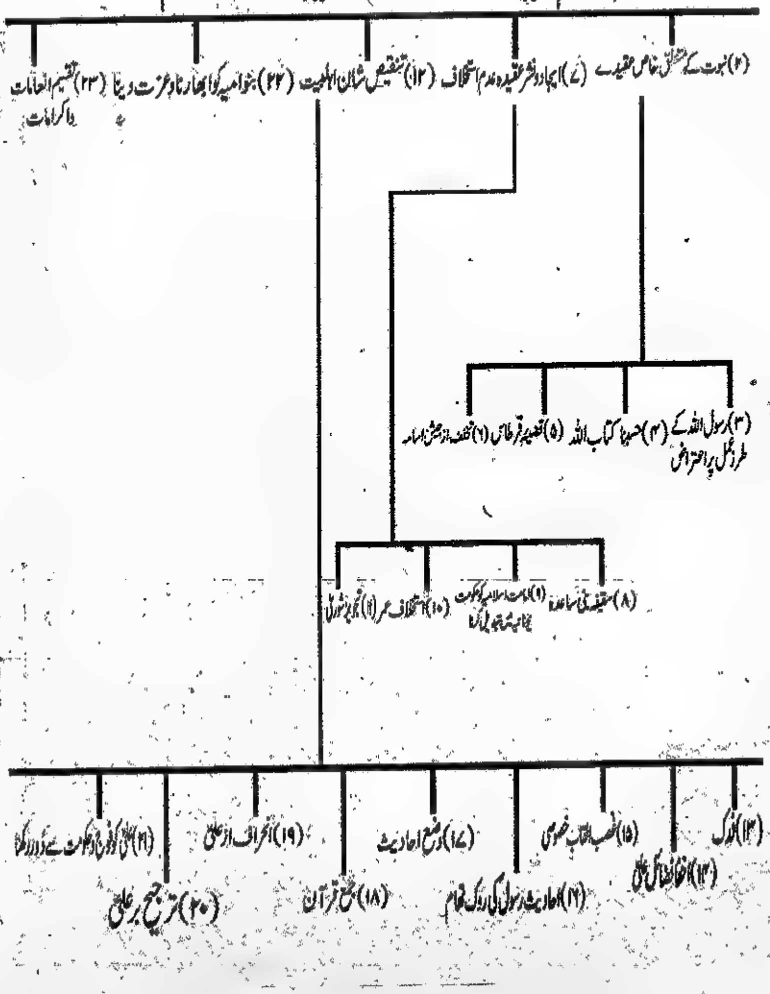

(اے پیغمبر ﷺ) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا (القرآن)

ق ۳۵ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ط بَلٰغٌ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ (سورۃ احقاف آیت ۳۵)

پس (اے پیغمبر!) تم ایسا صبر کرو جیسا صبر عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لئے (عذاب طلب کرنے میں جلدی نہ کرو) یہ جس دن اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا وعدہ دیئے جاتے ہیں تو (یہ معلوم ہونے لگے گا کہ دن کی ایک گھڑی ہی دنیا میں) ٹھہرے تھے یہ ہے پیغام پہنچا دینا، پس بدکاروں کے سوا کوئی ہلاک نہ کیا جائے گا۔

پہلے حضرت عمر کا قول سنیئے حضرت ابوبکر کی بیعت بے سوچے سمجھے ناگہانی طور پر واقعہ ہوگئی تھی: اللہ نے اس کے شر سے بچالیا، اگر آئندہ کوئی اس طرح کرے تو اسے قتل کردینا (صواعق محرقہ ص۳۶) اب بتایئے اگر اس قول سے حضرت ابوبکر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے تو پھر اس میں شائبہ شر

کیوں اس کے اعادہ پر قتل کرنے کا فتویٰ حضرت عمر نے کیوں دے دیا! حضرت عمر کا قتل کرنے کا حکم دینا ثابت کرتا ہے کہ بیعت ابوبکر فتنہ تھا اور اس کا ارتکاب مستوجب سزائے موت ہے! لہذا تنقیص ثابت ہوئی نہ کہ فضیلت۔

اگر حضرت ابوبکر حضورؐ سے پوچھے بغیر خود تخت حکومت پر قابض ہو سکتے تھے تو پھر آخر انصار کے لئے حکم ممانعت کی عدم موجودگی میں کون سی ایسی بات تھی جو وہ امر حکومت سے محروم رہے گئے جب کہ حضورؐ نے نہ ہی کسی مہاجر کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا اور نہ ہی انصار میں سے کسی کو بلکہ ہمیشہ حضرت علی کو اپنا قائم مقام بناتے رہے! دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر ہی خلافت علویہؑ کا اعلان فرمادیا اور پھر اکثر ہر دہ لفظ حضرت علیؑ کے لئے ارشاد فرمایا جس سے آپ کا خلیفہ بلا فصلؑ ہونا ثابت ہوتا ہے اور کار رسالت ﷺ کا آخری کام حکم خدا سے علیؑ کو نامزد فرمانا ہوا۔ لوگوں نے عہد غدیر کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حضرت علیؑ کو حکومت سے محروم کر دیا حضور ﷺ نے اپنا فرض پورا کیا اور امت کو ثقلین کتابؑ اہلبیت کے سپرد کیا مگر امت نے حضور ﷺ کے اس حکم کو فراموش کر کے ہدایت کو چھوڑ دیا اور ضلالت کے گڑھے میں گر گئی!

اس عبارت سے حضرت ابوبکر کے خلوص کا ثبوت اسی صورت میں مل سکتا ہے جب وہ کوئی ایسا ثبوت پیش کرتے کہ حضورؐ نے مجھے تو اپنا خلیفہ بنایا ہے مگر انصارین کو اس شرف سے محروم رکھا ہے حالاں کہ نہ ہی کوئی حکم حضرت ابوبکر کے لئے تھا اور نہ ہی انصار کے لئے لہذا دونوں کا پلہ خالی اور برابر تھا البتہ انصار کے ساتھ یہ خلوص اس طرح ہوتا کہ انہیں بھی برابر کا شریک کار کیا جاتا جیسا کہ حضور ﷺ نے رشتہ اخوت قائم کر کے مساوات کا درس دیا تھا۔ لیکن یہاں تو انصار و مہاجرین میں سے کسی کو اختیار نہ تھا کہ معصوم نبی ﷺ کا قائم مقام غیر معصوم شخص کو چن لیتے جب کہ یہ کام ہی خدا اور رسول ﷺ کا تھا

امت کوخوامخواہ ٹانگ پھنسانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔خلافت و امامت کے لئے نص درکار ہوتی ہے، معصوم منصوص ہوتا ہے اور غیر معصوم غیر منصوص پس محرومی عصمت کی وجہ سے غیر معصوم منصب خلافت الٰہیہ کے اہل نہیں ہوتا ہے! ایک شبہ کا ازالہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی تمام بری صفات سے پاک ہے مگر مجازی معنوں میں خود خدا نے اپنے کو مکار، جبار، قہار وغیرہ کہا ہے۔

حالانکہ نہ ہی وہ ذات کسی سے مکر کرتی ہے نہ کسی پر جبر کرتی ہے اور نہ ہی قہر و ظلم جسطرح خدا نے یہ صفات مجازاً ارشاد فرمائی ہیں اسی طرح آئمہؑ برحق نے مجازاً خود کو خاطی و گنہگار کہہ کر بندگی خدا کی تعلیم دی ہے: ہمیں حضرت ابوبکر کے ایسے اقوال پر کوئی بھی اعتراض نہیں ہے جن میں انہوں نے خود کے گنہگار اور غیر معصوم ہونے کا اقرار کیا ہے، کیوں کہ ان باتوں کا ان کی خلافت سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے اس لیئے کہ خلافت حقہ کے لئے عصمت شرط ہے اور حضرت ابوبکر اسی لئے کہا کرتے تھے " کہ میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ خالفہ ہوں" جب حضرت صاحب خود ہی حقیقت کے مقر تھے اور اپنے کو خلیفہ نہیں سمجھتے تھے تو پھر ان کی نام نہاد خلافت کا انکار کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔

چونکہ خلیفہ کے لئے عالم ہونا ضروری ہے جیسا کہ اللہ نے اپنے پہلے ارضی خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کا تقرر علم ہی کیوجہ و باعث سے کیا اس لئے خلیفہ کا جاہل ہونا براہ راست عجز خدا کا سبب ٹھہرتا ہے! لہذا آپ کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہم وہ اثبات پیش کر رہے ہیں جس سے حضرت ابوبکر کی قلت علم واضح ہو جاتی ہے، حضرت ابوبکر نے چوری کی سزا میں چور کا بایاں ہاتھ کٹوایا وہ پہلی مرتبہ کی چوری تھی اور یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت نے حضرت صاحب کی اجتہادی غلطی مانی ہے: تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں! نہایت العقول علامہ اہل سنہ امام فخر الدین رازی اور تحفہ اثناعشریہ وغیرہ۔

«حضرت علیؑ، حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے طرز عمل پر آپکا تبصرہ»

" جو لوگ ان حضرات کے طرزِ عمل کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے یا عمداً سمجھنا نہیں چاہتے ۔ وہ اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ان تینوں بزرگوں کے طرزِ عمل آپس میں متضاد تھے اور ایک اصول پر مبنی نہ تھے ۔ حضرت علیؑ نے بیعت نہ کی اور پھر بیعت پھیر لی ۔ حضرت امام حسنؑ نے بیعت نہ کی اور پھر بیعت لی ۔ حضرت امام حسینؑ نے بیعت نہ کی یہاں تک کہ جان دے دی ۔ وہ اس سے یہ بھی نتیجہ نکالنا چاہتے ہیں کہ حضرت علی اور امام حسنؑ نے حق بجانب جانتے ہوئے بیعت کی تھی جبکہ یزید واقعی فاسق و فاجر تھا لہٰذا امام حسینؑ نے بیعت نہ کی ۔ اس کے ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر تقیہ جائز ہوتا تو امام حسینؑ ضرور تقیہ کے طور پر بیعت کر لیتے ۔ کیسی کم فہمی کی بحث ہے ۔ اگر ذرا غور بھی کرتے تو اس طرح نہ کہتے ۔

ان تینوں حضرات کے طرزِ عمل پر غور کرنے میں اصول کو ہمیشہ مدِ نظر رکھنا چاہئیے وہ یہ ہے کہ ان سب کا مقصد حیات اسلام کو فائدہ پہنچانا اور اس کو ضرر سے بچانا تھا ۔ یہ ان کو پرواہ نہ تھی کہ ہم تلوار اُٹھائیں تا کہ لوگ ہم کو شجاع سمجھیں یا ہم تلوار نہ اُٹھائیں گے تا کہ ہماری جان بچ جائے جب تلوار اُٹھانا اسلام کے لئے مفید ہوگا، تو تلوار اُٹھائیں جب خاموش رہنا اسلام کے لئے مفید ہوگا تو خاموش رہیں گے ۔ چونکہ اسلام کو مفاد ان تینوں بزرگوں کے زمانہ میں مختلف صورت حالات کا متقاضی تھا، لہٰذا آپ ان کے طرزِ عمل میں بظاہر اختلافات پائے جاتے ہیں ۔ در اصل یہ بھی اختلاف نہیں ہیں ۔ سب سے پہلے دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ و امام حسنؑ نے بھی شروع شروع میں تو بیعت نہ کی تھی ۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے کبھی بیعت کی ہی نہیں ۔ دکلائے اہل حکومت یعنی مورخین اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ چھ مہینے کے بعد جب جناب فاطمہؑ کا انتقال ہو گیا ۔ تو حضرت علیؑ نے یہ دیکھا کہ لوگوں کا رُخ ان کی طرف سے پھر گیا ہے ۔ حضرت ابو بکر کی بیعت لی ، گویا یہ تو ان کے کہنے سے ثابت ہو گیا کہ حضرت شیخین کو حقدار بیعت سمجھ کر بیعت نہیں کی ۔ لوگوں کا رُخ اپنی طرف سے پھرتے ہوئے دیکھ کر بیعت کی ۔ ہم کہتے

ہیں کہ یہ جو سبب بیعت بنایا ہے یہ ہی غلط ہے لوگوں کے چہرے آپ کی طرف سے پہلے ہی کون سے خوش نہ تھے؟ جواب جناب فاطمہؑ کی وفات کے بعد وہ بدنما ہو گئے۔ جناب فاطمہؑ کے دوران حیات ہی میں ان کی کونسی عزت کی گئی تھی؟ گھر کو ان کے جلانے کی دھمکی دی دربار خلافت میں جا کر فدک مانگنے پر ان کو مجبور کیا۔

اور آخر کار جھوٹا ٹھہرا کر نامراد واپس کر دیا۔ اب کس حسن سلوک کی ان سے اُمید ہو سکتی تھی۔ کہ جس کے لئے بیعت کر لیتے حضرت علیؑ نے خدا کی قسم کھا کر کہا تھا کہ میں تم سے بیعت نہ کروں گا۔ حضرت عمر کی فقہ میں تو عقل کو بڑا دخل ہے کیا آپ کی عقل کہتی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ اپنی قسم کو جھوٹا کر دیں گے؟ صرف اس لئے کہ لوگ آپ سے بے رُخی کرنے لگے ہیں؟ ظاہر ہے کہ جب چھ مہینہ تک بیعت نہ کرنے والے حالات چلے آئے اور اب کوئی نئی بات جانبین کے حقوق میں واقع نہیں ہوئی جو بیعت کہ مُتقضی ہو تو وہی بیعت نہ کرنے والی حالت قائم رہی۔

جب علّت ہی نہیں تو معلوم کیونکر پیدا ہوگا۔ کہ حضرت علیؑ سے بیعت طلب کی اور انہوں نے بیعت کر لی۔ حضرت عثمانؓ سے تو بیعت کا نہ ہونا ظاہر ہے۔ جب حضرت عثمانؓ سے بیعت ہونے لگی تو بغیر بیعت کئے ہوئے آپ یہ کہتے ہوئے باہر چلے آئے کہ یہ پہلا ہی دن نہیں ہے کہ تم نے ہمارے اُوپر ناجائز غلبہ کر لیا خدا ہی اس کا فیصلہ کرے گا۔ غرضیکہ حضرت علیؑ کا بیعت کرنا ثابت نہیں۔ اسی طرح امام حسنؑ نے بذریعہ خط و کتابت معاویہ کو حکومت سپرد کی۔ اس وقت وہ دونوں ایک جگہ تھے ہی نہیں جو بیعت کا سوال اُٹھتا۔ جب معاویہ خطبہ میں آیا۔ عمرو بن العاص کی انگیخت سے امام حسنؑ کو خطبہ کے لئے کہا۔ تو اس خطبہ میں آپ نے حق ظاہر کیا کہ معاویہ ڈر گیا اور ان کو منبر سے اُتار لیا۔ بیعت کا ذکر اس وقت آیا ہی نہیں۔

ہیں کہ یہ جو سبب بیعت بنایا ہے یہ ہی غلط ہے لوگوں کے چہرے آپ کی طرف سے پہلے ہی کون سے خوش نہ تھے؟ جواب جناب فاطمہؑ کی وفات کے بعد وہ بدنما ہو گئے۔ جناب فاطمہؑ کے دوران حیات ہی میں ان کی کونسی عزت کی گئی تھی؟ گھر کو ان کے جلانے کی دھمکی دی وور بارِ خلافت میں جا کر فدک مانگنے پر ان کو مجبور کیا۔

اور آخر کار جھوٹا ٹھہرا کر نامُراد واپس کر دیا۔ اب کس حسن سلوک کی ان سے اُمید ہو سکتی تھی۔ کہ جس کے لئے بیعت کر لیتے حضرت علیؑ نے خدا کی قسم کھا کر کہا تھا کہ میں تم سے بیعت نہ کروں گا۔ حضرت عمر کی فقہ میں تو عقل کو بڑا دخل ہے کیا آپ کی عقل کہتی ہے کہ حضرت امیر المومنینؑ اپنی قسم کو جھوٹا کر دیں گے؟ صرف اس لئے کہ لوگ آپ سے بے رُخی کرنے لگے ہیں؟ ظاہر ہے کہ جب چھ مہینہ تک بیعت نہ کرنے والے حالات چلے آئے اور اب کوئی نئی بات جانبین کے حقوق میں واقع نہیں ہوئی جو بیعت کہ مُتقضی ہو تو وہی بیعت نہ کرنے والی حالت قائم رہی۔

جب علّت ہی نہیں تو معلوم کیونکر پیدا ہو گا۔ کہ حضرت علیؑ سے بیعت طلب کی اور انہوں نے بیعت کر لی۔ حضرت عثمانؓ سے تو بیعت کا نہ ہونا ظاہر ہے۔ جب حضرت عثمانؓ سے بیعت ہونے لگی تو بغیر بیعت کئے ہوئے آپ یہ کہتے ہوئے باہر چلے آئے کہ یہ پہلا ہی دن نہیں ہے کہ تم نے ہمارے اُوپر ناجائز غلبہ کر لیا خدا ہی اس کا فیصلہ کرے گا۔ غرضیکہ حضرت علیؑ کا بیعت کرنا ثابت نہیں۔ اسی طرح امام حسنؑ نے بذریعہ خط و کتابت معاویہ کو حکومت سپرد کی۔ اس وقت وہ دونوں ایک جگہ تھے ہی نہیں جو بیعت کا سوال اُٹھتا۔ جب معاویہ خطبہ میں آیا۔ عمرو بن العاص کی انگیخت سے امام حسنؑ کو خطبہ کے لئے کہا۔ تو اس خطبہ میں آپ نے حق ظاہر کیا کہ معاویہ ڈر گیا اور ان کو منبر سے اُتار لیا۔ بیعت کا ذکر اس وقت آیا ہی نہیں۔

اگر بلفرض جماعت اہل حکومت کے علماء ومئورخین بھی مانتے ہیں کہ شروع میں حضرت علیؑ وامام حسنؑ نے بیعت نہیں کی بعد میں حالات سے مجبور ہوکر، نہ کہ ان لوگوں کو حقدار بیعت سمجھ کر بیعت کرلی۔تب بھی بیعت میں جبرواکراہ کا شائبہ آ ہی گیا تو بیعت ناجائز ہوگئی۔ایسی بیعت کس کام کی؟ یہ تو نہ بیعت کرنے کے برابر ہے۔گویا بیعت نہ کرنا تینوں حضرات کے حالات میں جزو مشترک ہے۔اگر ہم بغرض بحث اس مجبوری کو مان بھی لیں تو کچھ فائدہ نہیں۔اگر حضرت علیؑ وامام حسنؑ آخر تک لڑتے رہتے تو اس کا نتیجہ تو وہی ہوتا جو کربلا میں ہوا بلکہ اس سے بھی بدتر۔اس وقت امام زین العابدینؑ تو بچ رہے۔اب تو ایک بھی نہ بچتا اور ان دونوں بزرگواروں کی بہادری چتوڑ کے ان راجپوتوں سے زیادہ نہ سمجھی جاتی۔جنہوں نے جب لڑائی کا رُخ بدلتے ہوئے دیکھا تو عورتوں اور بچوں کو مار کر مر گئے۔یہ سمجھا جاتا ہے کہ حکومت کہ خاطر جان دے دی۔اسلام کے لئے جو فائدہ امام حسینؑ کی شہادت سے ہوا، وہ نہ ہوتا۔امام حسینؑ کے حالات کا فرق یہ ہے کہ نہ ان کے پاس حکومت تھی نہ وہ طالب حکومت تھے محض حاکم وقت کی بیعت کا اصرار تھا، امام حسینؑ کی شہادت کا مابہ الامتیاز ہی وطریق کو خلاف اسلام ظاہر کرنے لئے جان دے دی۔حضرت علیؑ وامام حسنؑ کی شہادت میں کسی کا خیال اس طرف نہ جاتا بلکہ یہی کہا جاتا کہ حکومت کی خاطر لڑتے لڑتے جان دے دی۔

اتنی بڑی قربانی فقط اس بات کے لئے دینی جس سے اسلام کو کچھ فائدہ نہ ہوتا صریحاً مضر بھی لہذا نہ دی گئی۔حضرت علیؑ اگر تلوار اٹھاتے تو بہت ہی شدید خطرہ تھا۔قلت انصار تو ظاہر ہی ہے، فتح بھی ناممکن تھی علانیہ عداوت کا نتیجہ یہ ہوتا کہ فریق مخالف حضرت علیؑ کے حق میں قطعاً انکاری ہوجاتے اور مشرکین سے مل کر صاف صاف کہنے لگتے کہ جناب رسالت مآبؐ نے تو حکومت حاصل کرنے کے لئے یہ کھیل کھیلا تھا۔دیکھو بنو ہاشم نے جو اپنے یہاں سے اس چیز کو نکلتے ہوئے دیکھا جو اُن کے محمدؐ کا مقصد حیات تھا اور اس کے لئے اپنی جان تک دے دی کیوں حکومت کے لئے خود بھی جان دی اور

بچوں کو بھی قتل کروایا؟ اب جو تم ان لوگوں کی کتابوں میں فضائلِ علیؑ وآلِ علیؑ پاتے ہو وہ نہ ملتے اور اُمّت ان کو بھول گئی ہوتی جو اقوال و پند و نصائح حضرت علیؑ کے ہیں وہ بھی نہ شائع ہوتے غرضکہ جس کا دشمن گردن زنی سمجھا۔ تمام حکومت سقیفہ اور ان کے حلالی موالی سب حضرت علیؑ کو ایسا ہی سمجھتے۔ اور اسلام اس طرح مٹتا کہ کوئی نہیں جانتا بھی نہ کہ کبھی تھا۔ حضرت علیؑ نے اپنے کئی خطبوں میں وجوہات بتائی ہیں کہ آپ نے کیوں اپنا حق لینے کے لئے تلوار نہیں اُٹھائی قلت انصار اور ضرر اسلام یہ دو وجوہات آپ نے بتائی ہیں کیوں آپ نے اپنا حق بزور شمشیر نہیں لیا۔

اب رہا تقیہ، تو تقیہ کا اُصول تو ان لوگوں نے نہ کبھی سمجھا ہے اور نہ سمجھنے کی کوشش کی ہے تقیہ کے لئے دو شرائط ہیں (۱) ایک تو یہ کہ اپنی جان کسی اور ذریعے بچتی نہ ہو اور (۲) دوسرے یہ کہ ہمارے تقیہ سے ہماری جان سے بہتر شے کا نقصان نہ ہوتا ہو۔ اگر امام حسینؑ تقیہ کر لیتے تو اسلام کو ضررِ عظیم پہنچتا جو قرائط تقیہ کے برخلاف ہوتا اور تقیہ تو نہ حضرت علیؑ نے کیا اور نہ امام حسنؑ نے کیا دونوں ہمیشہ اپنا حق جتاتے رہے جنہوں نے اُنکا حق لیا تھا اس کو ظاہر کرتے رہے کیا وہ صرف اتنا تھا کہ قلت ناصرین کی وجہ سے اپنا حق بزور شمشیر نہ لیا اور اگر شمشیر اس حالت میں اُٹھاتے تو نہ ملتا اور اسلام کو نقصان پہنچتا۔ اتنی سی بات کو زیادہ بنالیا ہے

«ایک درخواست، ایک نصیحت اور ایک یاد دھانی»

۶۴.۵ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۶۵.۵ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ

بَعْدِہٖ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ہ (پارہ نمبر۳۔ سورۃ آل عمران ع ۷)

کہہ دے اے رسول کہ اے اہل کتاب آؤ اور اس امر پر مجتمع ہو جاؤ
جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اے اہل کتاب
تم کیوں حق پر باطل کا پردہ ڈالتے ہو اور حق چھپاتے ہو۔ درآنحالیکہ تم
جانتے ہو (کہ حق کدھر ہے)

میں لکھ چکا جتنا لکھا گیا۔ اگرچہ دل میں اب بھی بہت کچھ لکھنے کی حسرت باقی ہے، لیکن جتنا میں نے لکھا ہے وہ بھی حق کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے جنہوں نے جو انقلاب کہ جناب رسولؐ خدا کے نظام کو درہم برہم کرنے کے لئے اُٹھا تھا۔ کامیاب تو ہو گیا۔ لیکن اس میں اسلام کیلئے صد ہا خرابیاں مضمر تھیں اس نے حکومت الٰہی کے قیام کے امکان کو کھو دیا۔ اور جیسا ہم نے اُوپر بیان کیا گیا ہے حکام نے اپنے عقل و قیاس کے ماتحت لا کر اسلام کو بلکل مسخ کر دیا۔ اور ان صریح احکام شرعی کو اپنے عقل و قیاس کے ذریعہ متغیر کیا ہے۔ جن کی صراحت کی وجہ سے رسولؐ خدا کے بعد کسی بشر کے لئے جائز نہ تھا کہ ایسا کرے۔ اور ان لوگوں کا قیاس تو بہت ہی عامیانہ تھا اور ان امور میں ان کی عقل بھی انتہائی محدود تھی جو احکام شرعی کی کہنہ تک نہیں پہنچے تھے۔ اور چونکہ ان احکام کی کہنہ اُن کی سمجھ میں نہیں آتی تھی ان صریح احکام شرعی کو بدل ڈالتے تھے۔

۵۔۶۴ قُلْ یٰٓاَهْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ

کیا رسول اللہ نے اپنا جانشین مقرر کیا؟

اے اہل کتاب آؤ اس امر کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ یعنی

خداوند تعالیٰ اور رسول ان سلف کو تو تم بھی مانتے ہو۔ اور ہم بھی مانتے ہیں اس معیار پر ہی رسول کی صداقت کا امتحان کرلو۔ اسی طرح سے میں اپنے بھائیوں سے کہتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ کو تم سچا رسول اور نبی مانتے ہو اور ہم بھی سچا جانتے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی کئی ہمارے اور تمہارے درمیان میں امور مشترک ہیں۔ اُن ہی کی بناء پر اس امر متنازعہ کا فیصلہ کرلو، کہ آیا جناب رسولؐ خدا نے خلیفہ کسی کو مقرر کیا یا نہیں اور اگر کیا تو کس کو کیا۔ اب دیکھتے ہیں کہ ہمارے اور آپ کے درمیان اس سوال زیر بحث کے متعلق کون کون سے امور مشترک ہیں۔ یہ بحث ٹھنڈے دل سے سنیے، تعجب سے کچھ فائدہ نہیں سب کو مرنا ہے اور اپنے اعتقادات کا حساب خدا کے یہاں دینا ہے وہاں تعصب جو کہ محض ایام جاہلیت کا بقایا ہے کچھ کام نہیں کرے گا۔ **لقد جعلنا علیه اٰباءنا** جاہلیت ہی فقرہ ہے وہ امور جو مشترک ہیں یہ ہیں۔

(۱) جناب محمد مصطفےٰ سچے رسولؐ اور نبی تھے۔ جن کو خداوند تعالیٰ نے مقرر کر کے دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا۔

(۲) خداوند جناب رسولِ خدا میں رابطہ وحی قائم تھا۔ اور خداوند تعالیٰ اکثر امور مہمہ میں جناب رسولؐ خدا کو بزریعہ وحی ہدایت بھیجتا تھا۔ چنانچہ جب حضرت عائشہ کے معاملہ میں آنحضرتؐ متردد ہوئے تو اس خاص الزام سے حضرت عائشہ کو بَری کرنے کے لئے وحی آئی۔ قیدیان بدر و نماز بر جنازہ منافق پر بھی اسی طرح وحی آئی۔ اور بہت سے امور ہیں جن کا ذکر قرآن شریف میں نہیں ہے اور اس سے بزریعہ وحی جناب رسولؐ خدا کو مطلع کیا گیا ہے۔ معراج میں **فاوحی الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ** کے الفاظ اپنے اندر ایک داستان طویل مضمر رکھتے ہیں۔ امام حسینؑ کی شہادت سے بھی بزریعہ وحی آنحضرتؐ کو مطلع کیا گیا جس کا ذکر ایک حدیث کی کتاب میں ہے۔

(۳) خلافت یعنی جانشینیٔ رسول امور مہمہ میں سے ہے جس پر آنے والی نسلوں کی ہدایت کا سلسلہ بنی ہے۔ یہ ایسا اہم مسئلہ ہے کہ آنحضرتؐ شیخین جسدِ اطہر رسولؐ کو بے غسل وکفن چھوڑ کر اس کے فیصلے کے لئے چلے گئے۔

(۴) ہر ایک خلیفہ نے اپنا جانشین مقرر کرنا اپنا فرض اہم سمجھا جیسا کہ الفاروق میں حضرت عمر کی نسبت لکھا ہے۔

(۵) ہر ایک خلیفہ کو احساس تھا کہ مرنے کے بعد مجھ سے پوچھا جائے گا کہ اُمت محمدؐ کی ہدایت کے لئے انتظام کر کے آئے ہو۔ اور اس پر کس کو والی حاکم مقرر کیا ہے۔

(۶) جناب رسولؐ خدا نے فرمایا، **من مات ولم یعرف امام زمانه فقد مات میتة جاهلیة**۔ یہ حدیث مسلم فریقین۔

(۷) محبت آل رسولؐ اُمت پر فرض کی گئی ہے۔ بلکہ اجرِ رسالت بھی مقرر ہوا ہے۔

(۸) نصرانیوں سے آخری حجت ومباہلہ کے لئے اپنی مدد کے لیے اپنی آل ہی کو آنحضرتؐ لے کر نکلے تھے۔

(۹) ہر ایک نبی نے اپنے بعد کے آنے والے ہادی کو مقرر کیا ہے یا اس کی پیشگوئی کی ہے۔

(۱۰) آیہ تطہیر میں حضرت علیؑ و فاطمہ اور حسنین علیہم السلام شامل ہیں اور حضرت ابو بکر و عمر و عثمان شامل نہیں ہیں۔ یہ امر تو مسلمہ ہے۔ ازواج کے متعلق آپ تنازعہ کرتے ہیں۔ اُس امر کی اس بحث میں ضرورت نہیں۔

(۱۱) حضرت علیؑ نے کبھی کفر نہیں کیا۔ اور نہ بتوں کے آگے سجدہ کیا۔ برعکس اس کے حضرات شیخین کی قبل از اسلام بت پرستی اور کفر دوستی مسلمہ ہے۔

(۱۲) بچپن سے حضرت علیؑ زیر نگرانی رسولؐ رہے۔ اور ان سے براہ راست تعلیم و تربیت حاصل کی۔

(۱۳) عقل سلیم جس کی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے۔

(۱۴) میں سے امور نمبر ۱ تا غایت ۱۲، پر ہم پہلے بہت لکھ چکے ہیں۔ اب حدیث آئمہ اثناء عشر کو بیان کرتے ہیں۔

کلهم ثم لغط القوم و تكموا فلم افهم قوله بعد كلهم

فقلت لا بي يا ابتاه ما بعد كلهم قال كلهم من قريش

قریش میں سے ہوں گے مقدمی کی روایت میں ہے کہ یہ خطبہ بمقام منیٰ دیا گیا تھا۔

مسند امام احمد جنبل الجزء الخامس صفحه نمبر ۹۹

اپنے آخر ایام جب جناب رسولِ خدا اہل بیت کے متعلق کچھ فرماتے تھے تو یہ لوگ غل غپاڑہ

اور بیہودہ کلامی ہی شروع کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ قصئیہ قرطاس کے وقت بھی ایسا ہی ہوا تھا، اس شورہ شغب سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ " کلھم من عترتی " فرمایا ہو گا کہ غل، غپاڑ شروع کر دیا۔ خود من قریش من قریش کرنے لگے۔ بہر صورت یہاں تو یہ فقط جملہ معترضہ ہی تھا۔ کلھم من عترتی کی بناء پر ہم بحث نہیں کریں گے۔ کہ عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم نے جناب رسولؐ خدا سے دریافت کیا کہ اس اُمت میں کتنے خلیفہ ہوں گے تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ نقباء بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق بارہ ہوں گے۔ (**دیکھو مسند احمد حنبل الجزء الأوّل صفحہ ۳۹۸،۴۰۶**) یہ امر توجہ کے قابل ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دین اسلام قوی و مضبوط رہے گا۔ حکومت اسلام کو نہیں فرمایا۔ یعنی ان بارہ خلفاء کے زمانہ میں دین اسلام قوی و مضبوط ہو گا۔ حکومتیں تو اسلام میں بڑی بڑی ہوئیں لیکن جتنی سلطنت و حکومت زیادہ طاقتور ہوتی تھی اتنا ہی دین زیادہ کمزور ہوتا تھا۔ اس کی شہادت میں سید ابوالحسن ندوی کو پیش کرتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ خلافت امویہ یا عباسیہ کے عروج کا زمانہ اور ولید عبدالملک، ہارون، مامون اور عبدالرحمٰن الناصر کا عہد اصولی حیثیت سے معیاراً اور مستند نہیں ہے ان لوگوں کیلئے نئی کوئی جو اسلام کے معنی " اسلامی تمدن " سمجھتے ہیں اور اسلامی تمدن سے ان کی مراد بغداد و قرطبہ، دمشق، و غرناطہ کا تمدن ہوتا ہے۔ وہ اسلام کی ترقی کو میناروں کی بلندی، فن تعمیر کی ترقی اور فنون لطیفہ کی سرپرستی سے ناپتے ہیں۔ لیکن جو سمجھتے ہیں کہ اسلام ایک عملی روحانی، اخلاقی اور معاشرتی مذہب ہے، ان کو اس کی ترقی بغداد و قرطبہ کے عالی شان دور الخلافہ اور سر بفلک مسجدوں نے بجائے مدینہ کے جھونپڑوں میں نظر آئے گی۔

سیرۃ سیّد احمد شہید سیکنڈ اڈیشن صفحہ نمبر ۲۱،۲۲۔

تاریخ اسلام میں سے لے کر بارہ خلفاء کا نام ہمیں بتا دیں

اب یہ تو معلوم ہوگیا کہ اسلام کی طاقت وعروج کے کیا معنی ہیں اور آنحضرت کی حدیث صحیح کا بھی علم ہوگیا۔ لیجئے ہم آپ ہی پر چھوڑ دیتے ہیں۔ تاریخ اسلام میں سے لے کر ان بارہ خلفاء کا نام ہمیں بتا دیں۔ اگر آپ کے علماء کا اتفاق ان بارہ پر ہوگیا تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کا دین صحیح ہے اور اگر نہ ہوسکا تو پھر آپ ہمارے ہاتھ پر دین حقہ کے لئے بیعت کریں۔ شیخ الا اسلام ابن حجر عسقلانی نی فتح الباری شرع صحیح بخاری مندرجہ ذیل بارہ خلفاء اسلام شمار کرتے ہیں، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، یذید، عبدالملک بن مروان بعد قتل ابن الزبیر، ولید، سلیمان، یذید، ہشام عمر بن عبدالعزیز، اور ولید بن ہذید بن عبدالمالک انہوں نے سلیمان و یذید کے درمیان میں شک کیا ہے، لہٰذا ان دو کو ایک گنا گیا ہے۔ جلال الدین سیوطی اس طرح گنتے ہیں۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسنؑ، معاویہ، ابن الزبیر، عمر بن عبدالعزیز، مہتدی عباس مہدی، مہدی عباس، ان کے علاوہ وہ منتظر ہیں یعنی آنے والے ہیں۔ اُن میں سے ایک تو محمد مہدی اہل بیعت رسولؐ میں سے ہوں گے اور ایک کوئی اور۔ (تاریخ الخلفاء مطبع مجتبائی صفحہ نمبر ۱۱،۱۲)۔

جو اُصول انہوں نے ان خلفاء کے شمار کرنے کے اختیار کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس خلیفہ کو تمام دنیائے اسلام نے خلیفہ مان لیا۔ وہ تو اس فہرست میں آ گیا۔ جس پر تمام دنیائے اسلام کا اتفاق نہ ہوا، وہ اس فہرست میں نہیں آئے گا۔ خواہ کتنا ہی نیک اور عادل اور با حشمت کیوں نہ ہو۔ اسی وجہ سے مامون وہارون عباسیوں میں نہیں آئے ہیں۔ اور یذید جیسے خلیفہ آ گئے۔ محض یہ ہے کہ بات اس تنازعہ کو فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہے۔ کہ دکلائے حکومت سقیفہ بارہ خلافہ نہیں گنوا سکتے۔ اور اگر گنوائیں تو یذید ولید جیسے زانی وفاسق وفاجر آ جائیں گے یذید کے کارنامے سب جانتے ہیں ولید وہ صاحب جو شراب

میں مست رہا کرتے تھے اور رایہ کے سامنے اپنی جوان لڑکی سے زنا کر کے فخر کیا کرتے تھے۔ یہ ہیں حکومت الہیہ کے خلفاء الہیہ جس کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے جناب رسالت مآب مبعوث ہوئے تھے کسی شے یا شخص کا عشق انسان کو اندھا کر دیتا ہے اور محبوب کے عیوب و نقائص کو آنکھوں سے اوجھل کر دیتا ہے، اگر یہ حکومت الہیہ کے خلفاء ہیں تو حکومت فرعونیہ کے خلفاء کیسے ہوں۔ چونکہ وہ اصول جو سقیفہ میں انتخاب خلیفہ کے لئے ترتیب دیا گیا تھا۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا حماد بن امامہ ثنا مجالد عن عامر عن جابر بن سمرۃ السوائی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی حجۃ الوداع ان ھذا ناواہ لا یضرہ من امتی اثنا عشر خلیفۃ قال لا بی ما قال قال کلھم من قریش۔

اسماء رواۃ عربی میں دیکھو، جابر سمرۃ کہتے ہیں کہ ہیں کہ حجۃ الوداع میں میں نے جناب رسول خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ دین اسلام اپنے بدخواہوں پر غالب رہے گا اس کو مخالف اور مرتد کوئی نقصان نا پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کے اُس میں میری اُمت سے بارہ خلیفہ نہ ہونگے۔ جابر کہتے ہیں کہ پھر کچھ آنحضرتؐ نے کہا میں نہ سمجھا میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آنحضرتؐ نے کیا کہا انہوں نے جواب دیا کہ آپ نے کہا کہ وہ سب قریش میں سے ہوں گے۔

مسند امام احمد حنبل الجزء الخامس صفحہ نمبر ۸۷،۸۸،۹۰،۹۲،تا ۱۰۱۔

یہ حدیث ہر ایک مستند حدیث کی کتاب میں موجود ہیں۔ دیکھو

صحیح مسلم:۔ مطبوعہ بمیدان الازہر بمصر السادس صفحہ نمبر ۳،

صحیح بخاری مطبوعہ مصر الجزء الرابع صفحہ نمبر ۱۶۵ کتاب الاحکام باب الاخلاف

مشکوۃ باب مناقب قریش۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی الجزاء الرابع صفحہ نمبر ۶۱۹،

مسند ابی داؤد الطیالسی مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔

ارجح المالب۔ عبید اللہ امر تسریہ ایڈیشن چہار صفحہ نمبر ۴۳۲، ۴۳۳۔

کنز العمال۔ علی المتقی۔ الجزاء السادی صفحہ نمبر ۱۹۸،

عمدۃ القاری۔ جلد ۱۱، صفحہ نمبر ۴۳۹،

روضۃ الاحباب۔ جلد ۳، صفحہ نمبر ۲۷۔

تاریخ الخلفاء۔ جلال الدین السیوطی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ نمبر ۱۱،

ینابیع المودۃ۔ شیخ سلیمان بلخی والقندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ۔

مودۃ القربیٰ۔ سید علی بن شہاب الہمدانی۔

﴿جامع ترمذی﴾

دراصل یہ یہ فقرہ کلھم من عترتی تھا۔ بہر صورت یہاں اُس بحث کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہاں تو ہم اُتنے کو اوپر ہی بحث کریں گے جتنا لوگ مانتے ہیں۔ لیکن

ایک روایت وہاں نقل ہونے سے رہ گئی جس کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

حدثنا عبداللہ حدثنی ابو الربیع الزھرا سلیما ن بن دوائود و عبید اللہ بن عمر القواریدی و محمد بن ابی بکر المقد می قا لو اثنا جماد بن ذید ثنا مجالد بن سعید عن الشعبی عن جا بر بن سمرۃ قال خطبنا رسول اللہ صلی علیہ وسلم بعر فا ت و قال المقدمی فی حد یثہ سمعت رسول اللہ صلی علیہ وسلم یخطب بمنیٰ و ھذا لفظ حدیث ابی الربیع فسمعتہ یقول لن یزال ھذا الامر عزاً ظا ہراً حتی یملک اثنا عشر۔

(اسماء رواۃ عربی میں دیکھو، جابر بن سمرۃ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ عرفات میں خطبہ دیا اور ہم نے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ دین قوی اور مظبوط رہے گا۔ جب تک کہ اس کے بارہ خلیفہ نہ ہو جا ئیں۔ جابر بن سمرۃ کہتے ہے کہ لفظ کلہم کے بعد لوگوں نے بیہودہ بکنا شروع کردیا۔ اور میں نہ سن سکا کہ کلہم کے بعد کیا فرمایا۔ اور میں نے باپ سے پوچھا کہ اے ابا جان۔ کلہم کے بعد کیا فرمایا انھوں نے کہا کہ کلہم کے بعد جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ من قریش۔ یعنی وہ سب قریش میں سے ہونگے۔

(مسند امام احمد حنبل :۔ الجزء الخامس صفحہ ۸۷، ۸۸، ۹۰، ۹۲ تا ۱۰۱،
یہ حدیث ہر ایک مستند حدیث کی کتاب میں موجود ہے۔ صحیح مسلم
مطبوعہ بمیدان الازہر بمصر الجزء السادس صفحہ ۳، صحیح بخاری مطبوعہ
مصر الجزء الرابع صفحہ ۱۴۵ کتاب الاحکام باب الاستخلاف مشکوٰۃ
باب مناقب قریش، اشعتہ اللمعات شرح مشکوٰۃ۔ شاہ عبداللہ
الحق محدث دہلوی الجزء الرابع صفحہ ۶۱۹، مسند ابی داؤد الطیالسی
مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن۔ الجزء الثالث صفحہ ۱۰۵،
حدیث ۷۶۷۔ مستدرک علی الصحیحین للحاکم الجزء الثالث
کتاب معرفتہ الصحابہ ذکر جابر بن سمرۃ السوائی صفحہ ۶۱۷ مطبوعہ
دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ارجح المطالب، عبیداللہ امرتسری
ایڈیشن چہار صفحہ ۴۳۲، ۴۳۳، کنز العمال، علی المتقی، الجزء السادس
صفحہ ۱۹۸، فتح الباری شرح صحیح بخاری، پارہ ۲۹، صفحہ ۶۲۹، عمدۃ
القاری، جلد ۱۱، صفحہ ۴۳۹، روضۃ الاحباب، جلد ۳ صفحہ ۲۷، تاریخ
الخلفاء جلال الدین السیوطی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی صفحہ ۱۱، ینابیع
المودۃ، شیخ سلیمان بلخی والقندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ، مودۃ
القربیٰ، سید علی بن شہاب الہمدانی، جامع ترمذی)

لہٰذا آپ لوگ ان حکام کو جائز خلیفہ ماننے پر مجبور ہو گئے صورت حال یہ پیدا ہوئی کہ یزید کو فاسق،
فاجر اور قاتل امام معصوم بھی کہتے جائیں گے اور اُسے خلفائے الٰہیہ کی فہرست میں بھی یہ جگہ دینے پر مجبور ہوں

گے۔شراب وزنا کو برا سمجھیں گے لیکن زانی وشرابی حاکم کو جائز خلیفۃ اللہ مانیں گے۔آخر ان عقل سلیم کو کیا ہوگیا ہوگا۔یہ کیوں اس مشکل میں پھنسے؟ وجہ ظاہر ہے؛ جناب رسولؐ خدا نے جس طرح اپنے جانشین مقرر کئے تھے اُن کو تو انہوں نے مانا نہیں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا اصول رائج ہوگیا۔اور چونکہ اس اصول کے بنائے ہوئے خلیفہ جائز تھے لہذا جو بعد میں آئے سب جائز سمجھے جاگئے۔برعکس اس کے کسی اثناعشری بچہ سے پوچھ لو،راہ چلتے ہوئے کہ جناب رسولؐ خدا کے بارہ خلفاء کون ہیں فوراً فرفر آپ کو بتادیگا۔اور آپ کے بڑے بڑے علماء کا بھی اس امر پر اجماع نہیں ہے۔اب آؤ دیکھیں کہ جو امور ہمارے اور تمھارے درمیان مشترک ہیں۔ان پر غور کرنے سے پہلے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

جناب رسولِ خدا سچے نبی تھے،خداوند تعالیٰ نے تمام انسانوں میں سے ان کو منتخب کر کے بھیجا تھا،خداوند تعالیٰ میں اور اُن میں رابطہ ءوحی قائم تھا،آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا۔دنیا کو آپ کے بعد صدیوں قائم رہنا تھا۔اس سے پہلے تمام انبیاء ومرسلین نے اپنے جانشین خود بحکم مقرر کئے تھے۔اپنی اُمت کو اپنے بعد کے آنے والے ہادی کا پتہ اچھی طرح بتادیا تھا۔جانشینیء ختم المرسلین کا مسئلہ بہت اہم تھا۔اتنا اہم تھا کہ صحابہ کرام ماسوائے بنو ہاشم کے جسد اطہر رسولؐ خدا کو بے غسل وکفن چھوڑ کر اس کی تجویز کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے،آنحضرتؐ کے بعد کے ہر ایک خلیفہ کو اس کا احساس تھا اور اپنا جانشین خود مقرر کرتا تھا۔یا اس کے لئے ایسی قیود وحدود والی شرائط لگادیتا تھا،کہ گویا اس نے خود ہی مقرر کیا ہے۔وہ خلیفہ یہ بھی جانتے تھے کہ اُن کے مرنے کے بعد خدا اُن سے پوچھے گا۔کہ تم نے امت محمدؐ پر اپنے پیچھے کس کو حاکم ووالی مقرر کیا،حضرت عائشہ نے سب سے پہلے حضرت عمر سے یہ کہا کہ اپنا جانشین مقرر کرتے جاؤ تاکہ فساد نہ ہوں۔

ان تمام امور کی موجودگی میں آپ کا یہ عقیدہ کہ جناب رسولؐ خدا نے کسی کو اپنا خلیفہ مقرر

نہیں فرمایا۔ اوراپنے بعد کے آنے والے ہادی کا نشان نہیں دیا۔ کہاں تک قابل قبول ہوسکتا ہے سب کوآنحضرت کی جانشینی کی اہمیت کا احساس تھا، لیکن خود جناب رسولؐ خدا کواس کا احساس نہ تھا۔ **حسبنا کتاب اللہ** حضرت عمر کا قول ہے کہ خدا تمام امت کے لئے ہر امر پہ ہمیشہ کے لئے کافی ہے۔ لیکن وہ کیا کافی ہوئی کہ جس مین جانشینیء رسول کا ہی تذکرہ نہیں حالانکہ یہ وہ مسئلہ ہے کہ اسلام میں تلوار محض اس ہی مسئلہ پر کھنچی۔ اگر یہ مسئلہ نہ ہوتا تو مسلمان آپس میں نہ لڑتے لیکن آپ کے مولویوں کے عقیدہ کے مطابق خدا سے بھی فروگذاشت ہوگئی اور جناب رسولؐ خدا سے بھی۔ کیا آپ اس کا یقین کرتے ہیں۔ عقلِ سلیم تو یہ کہتی ہے کہ ضرور جناب رسولؐ خدا کو بھی اس کا احساس تھا اور سنت ماضیہ کے مطابق خداوندی تعالیٰ نے آپ کے بعد کے ہادی کو مقرر کر کے اس کے اعلان کرنے کا حکم آپ کو دیا ہوگا۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ **من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ** ۔ ہرایک زمانہ مین ایک امام ہونے کا خیال آپ کے دل میں گزرا تھا۔ اُمت کواتنی تاکید شدید زمانہ امامؑ کی معرفت کی ہے۔ جس طرح سورہ رعد (آیت ۷) میں فرمایا ہے:

اے حبیبؐ آپ تو فقط ڈرانے والے ہیں
اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے

اب دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس کو اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ جب آپ کا عقیدہ عدم استخلاف کا غلط ثابت ہوا تو آپ تو نہیں کہہ سکتے کہ آپ کے حکام میں سے کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ پھر یہ نہ کہتے کہ کسی کو مقرر نہیں فرمایا۔ اور نہ پھر سقیفہ بنی ساعدہ کی ضرورت رہتی۔ فرمایئے علیؑ کے سوا کوئی اور ہوسکتا تھا؟ جب نبوت کی شہادت وتصدیق کی ضرورت ہوئی تو آنحضرت علیؑ کو لے گئے تھے۔ دعوت

ذی العشیرہ میں کہہ چکے تھے۔ کہ علی میرا وزیر اور خلیفہ ہے۔ اور بہت سی باتیں ہیں۔ کس کس کو بیان کریں۔ صرف آیۂ تطہیر ہی کو لو، یقیناً اس میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ شامل نہیں تھے اور حضرت علیؑ شامل ہیں۔ حضرات شیخین کافر رہ چکے تھے کفر ظلم عظیم ہے۔ جو اس کا مرتکب ہو چکا ہو وہ معصوم تو نہیں رہتا خواہ اس کا گناہ خدا بخش دے۔ یہ آیۂ تطہیر نا قابل تردید ثبوت ہے اس بات کا کہ حضرت علیؑ ایک علم فقہ کا حکم بھی نہیں دے سکتے تھے۔ ایک غلط تاویل قرآن شریف کی نہیں بتا سکتے تھے۔ اُن سے بہتر کون ہادی ء دین ہو سکتا ہے، اگر غور کرو تو آیۂ تطہیر ہی سب کچھ فیصلہ کر دیتی ہے آنحضرتؐ کو خلیفہ بھی مقرر کرنا تھا اس تقرر کی اہمیت کا احساس بھی تھا۔ تو فرمایئے کہ علیؑ کو چھوڑ کر کہاں تلاش کرتے۔

آپ کا انصاف کیا کہتا ہے آیۂ مودت بھی قرآن شریف میں ہے۔ اُمت پر اُن کی محبت واجب ہے، یہ اتنا بڑا فرض ہے کہ اجرِ رسالت کی ادائیگی اس میں مضمر ہے۔ حب خدا و حب رسول کا جو مطلب ہے وہی اس کا مطلب ہے۔ حبِ خدا و حبِ رسول کا رُکن اعظم اطاعت ہے اگر آپ اُن کے احکام کی اطاعت ہی نہ کریں گے تو محبت کیسی۔ بلکہ محبت خالص و حقیقی ہوتے ہی اطاعت کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور اس سے حب مجازی بھی مستثنے نہیں۔ آپ کے خدا کے احکام کی اطاعت نہ کریں۔ نماز نہ پڑھیں نہ روزہ رکھیں۔ نہ اس کا ذکر کریں غرضکہ جو جو احکام اس نے دیئے ہیں اُس کی خلاف ورزی کریں۔ حدود اللہ کی اطاعت نہ کریں۔ محرمات شرعی سے نکاح شروع کر دیں، خوب زنا کریں، شراب پیا کریں۔ کیا پھر بھی آپ حب خدا کا دعویٰ کریں گے۔ کیا کوئی شخص یہ کہنے والا پیدا ہو جائے گا کہ آپ کو خدا کی محبت ہے، عشق مجازی ہی کر لو۔ کیا آپ اپنے محبوب کی خواہشوں کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ اگر کر سکتے ہیں تو عاشق صادق نہیں۔

یہ بھی کوئی محبت ہے کہ فدک مانگا تو وہ نہ دیا۔ ہزار رہا کوششیں کر کے مسند حکومت چھین لی

شوریٰ میں ایسا حکم دے دیا کہ قتل ہی ہو جائے تو بہت اچھا۔ اس جوشِ محبت میں خانہء فاطمہ کو جلانے چلے حضرت علیؑ کو قتل کی دھمکی دی۔ انہوں نے قبرِ رسولؐ پر فریاد کی کہ اے بھائی مجھے ان لوگوں نے ذلیل کیا۔ اور قریب تھا کہ قتل کر ڈالتے۔ جناب فاطمہؑ فریاد کرتی رہیں کہ میں تم دونوں کہ شکایت اپنے بابا سے کروں گی تم نے مجھے بہت اذیت دی ہے۔ مرتے دم تک اُن سے گفتگو نہ کی اور جنازے سے بھی اخراج کا حکم دیا۔ کیا اچھے محبت کے مظاہرے جانبین سے ہو رہے ہیں غور کرو کس طرح آلِ رسولؐ کو اذیت دی گئی۔ کس طرح ان کی تحقیر کی گئی کس طرح اُن کے حقوق چھینے گئے اور پھر محبت کرنے والے کیوں نہ دعویٰ کریں۔ جب اُن کو عقل کے پودے سے اس دعویٰ کو ماننے والے مل جائیں۔ لیکن عقل پر اُن کا ماتم کیا جائے جو کہتے ہیں کہ واقعی حضرت شیخین عاشقان آلِ رسولؐ تھے سب کچھ تو حضرات شیخین کی محبت میں بدل دیا۔

اب عشق کی تعریف بھی بدل ڈالو۔ چونکہ انہوں نے مودّۃ قربیٰ نہیں کی اس لئے اجرِ رسالت ادا نہیں کیا۔ اجرِ رسالت ادا نہیں کیا تو وہ مسلمان کیونکر ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ جانشینِ رسولؐ اور حق دار حکومت سمجھے جائیں۔ سب کچھ بارہ آئمہ والی حدیث پر ہی منحصر نہیں ہے۔ یہاں تو یہ حالت ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ ان بزرگوں کے مذہب اور طرزِ عمل کے لئے کوئی اُصول ہی مقرر نہیں ہے۔ حکومت حاصل کرنے میں جو تدبیر موقع اور وقت پر کارگر معلوم ہوئی فوراً اس کے مطابق ایک اصول مقرر کر کے اس کو استعمال کر لیا۔ پھر کوئی ایسا موقع آیا کہ تدبیر کی ضرورت ہوئی کہ اس میں پہلے اصول کے مخالف چلنا پڑتا ہے تو فوراً اس اصول کو نظر انداز کر کے اس تدبیر پر عمل کر لیا، یہ نہ دیکھا کہ یہ تدبیر ہمارے پہلے اصول کے خلاف ہے۔ اگر یہ دیکھتے تو موقع نکل جاتا دنیاوی حکومت تو اس طرح حاصل ہوگئی لیکن یہ حکومت الہیہ اور مذہب حقہ کی شان نہیں ہے۔ حق اٹل ہوتا ہے۔ اس کے اصول و مبانی تغیر و تضاد سے بالاتر ہوتے ہیں وہاں کے اصول تو ایسے ہوتے ہیں کہ پھر ان میں تضاد نا ممکن ہے۔

ایک اصول قائم ہو گیا کہ حکومت الہیہ کے لئے حاکم و ہادی موجودہ خلیفہ، خدا کے حکم سے منتخب کرتا ہے۔ بس دیکھ لو۔ مذہب حقہ میں کبھی اس کے خلاف نہ پاؤ گے۔ ایسا کبھی نہ ہو گا کہ امام اور ہادی کو موجودہ ہادی نے منتخب کیا۔ اور دوسرے، کا انتخاب لوگوں کی مرضی پر چھوڑا گیا، اصول قائم ہو گیا کہ قرآن شریف کی صحیح تاویل صرف ہادیان، ووارثان علم لدنی ہی جانتے ہیں۔ اب ایسا کبھی نہ ہو گا کہ ہم صحیح تاویل قرآن کے لئے اُن کے سوا کسی اور کی طرف کی رجوع کریں۔ یا وہ ہادی ء دین خود ہی کہے کہ علم قرآن سیکھنا ہے، تو فلاں صحابی کے پاس جاؤ۔ علم فقہ سیکھنا ہے تو فلاں کے پاس جاؤ اور اپنے پاس کسی کو نہ بلائے۔ مذہب حقہ کا ہادی اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہوتا ہے، نہ اس کے اُوپر کبھی شیطان چڑھے۔ اور نہ کبھی وہ غصہ سے ایسا مغلوب ہو جائے کہ لوگوں سے کہے کہ جب میری حالت ہو۔ تو میرے پاس نہ آیا کرو۔

بھلا غور تو کرو خدا نے عقل کس دن کے لئے دی ہے وہ ہادی ہی کیا ہے جس پر شیطان غالب ہو جائے، مذہب حقہ میں کوئی حاکم، ہادی یا امام کتنا بڑا کیوں نہ ہو خواہ وہ علیؑ ابن ابوطالب ابوالائمہ کیوں نہ ہو یہ نہیں کہے گا کہ محمد مصطفےٰ نبی برحق کے احکام فلاں قابل اطاعت ہیں اور فلاں احکام ہم ماننے کے لئے تیار نہیں۔ وہ اس کہنے کو کفر کے برابر سمجھے گا کہ رسولؐ خدا نے فلاں حکم اپنی خواہش نفسانی کی پیروی میں دیا تھا۔ چونکہ میں ان سے زیادہ ہمدرد اسلام تھا، اسلام کی محبت و ہمدردی کی وجہ سے وہ حکم چلنے نہ دیا۔ علی ابن ابی طالبؑ اُس دن اپنی موت کو اپنی زندگی پر ہزار بار ترجیح دیتے اگر کبھی بھولے سے بھی جناب رسولؐ خدا کے متعلق ان کے مُنہ سے نکل جاتا کہ یہ شخص تو بیماری سے مغلوب ہو کر بکواس بک رہا ہے۔ دین حقہ کے اصول کے مطابق نبیؐ برحق جب بولتا ہے اور جو کچھ بولتا ہے وہ حق ہوتا ہے۔ اور خدا کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے، وحی ہوتا ہے۔

برخلاف اس کے حکومت سقیفہ والوں کے مذہب کو ملاحظہ فرمایئے

جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کے حق میں وصیت خلافت تحریر کرنے کیلئے بستر بیماری پر قلم، دوات طلب فرمایا تو یہ کہہ کر مانع ہوئے کہ یہ شخص تو بیماری کی وجہ سے اپنے حوش میں نہیں ہے بکواس کہہ رہا ہے اور غشی کی حالت میں آنحضرت نے کچھ اشارہ کیا یا بات کہی اور جناب عائشہ نے سمجھا کہ حضرت ابوبکرؓ کو امامت نماز کے لئے حکم دیا ہے، تو یہ اشارہ ایسا وحی من اللہ سمجھا گیا کہ سقیفہ کے دنگل میں حضرت ابوبکرؓ اس کی وجہ سے مستحق خلافت ہو گئے۔ کبھی تو جناب رسولؐ خدا کی ہدایت سے ایسے مستغنی ہو گئے کہ فرمایا ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ **حسبنا کتاب اللہ**۔ وجہ یہ ہے کہ اس وقت آنحضرتؐ اپنے بعد کے ہادی کا پتہ دے رہے تھے اور اس کی ضرورت حضرت عمرؓ کو نہ تھی۔ جب جناب فاطمہؑ وراثت کی بناء پر فدک طلب کیا تو اب کتاب اللہ غائب۔ کیونکہ اس میں ورثہ کے اصول و قواعد درج ہیں۔ وہ حضرت فاطمہؑ کے حق میں جاتے اب جناب رسولؐ خدا کی لاوارث حدیث یاد آ گئی۔ یاد تو کیا آئی بنائی گئی کوئی نہیں پوچھتا کہ **حسبنا کتاب اللہ** والا اصول کہاں گیا۔ حضرت عمرؓ کے خیال میں جناب رسولؐ خدا ﷺ نے خلافت کے متعلق کچھ حکم نہیں دیا اور نہ کلالہ کے معنی بتائے تھے۔ یہ بھی نہیں بتایا تھا کہ خلافت کے متعلق بتایا تو بار بار تھا ان کے متعلق کچھ ارشاد فرما جاتے۔ آنحضرتؐ نے خلافت کے متعلق بتایا تو بار بار تھا۔ اللہ کہہ کر روک دیا۔

اب کتاب اللہ کی طرف کیوں نہیں رجوع کیا جائے کیا وہ کتاب ناکافی ہے۔ اس میں ان امور کے متعلق احکام درج نہیں ہیں۔ اگر کافی ہے تو سقیفہ بنی ساعدہ کی کشمکش میں کیوں نہ اس کو پیش کیا۔ اس کا تو ذکر بھی نہیں آیا۔ غار میں محفوظ رہنے میں تو اتنی اہمیت۔ جہاد میں ساتھ دے کہ رسولؐ خدا کی حفاظت کرنے والے کا ذکر نہیں۔ کفار کے نرغہ میں بستر رسولؐ پر سونے والے کا ذکر نہیں انصار کے مقابلہ میں رشتہ داری رسولؐ تو باعث ترجیح۔ لیکن نزدیک ترین رشتہ دار کا نام بھی نہیں لیتے۔

حکومت الہٰیہ کے لئے والی حاکم مقرر کرنے کے انتظام کرلو۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس پر تو ساری امت کا مستقبل منحصر ہوتا ہے۔ یہ ایک ہی اٹل طریقہ ہونا چاہیئے۔ اگر نامزدگی اچھی چیز ہے تو وہ صحیح اور اگر کوئی اور طریقہ مناسب خیال کیا جاتا ہے تو وہ صحیح! غرضکہ ایک اٹل طریقہ ہونا چاہیئے جو حق کی شان ہے لیکن نہیں۔ یہاں تو اپنی خواہش نفسانی ہے جو سب کچھ کراتی ہے اگر موقع ایسا ہے کہ انتخاب سے اپنا آدمی مقرر ہوسکتا ہے تو وہ کریں گے۔

اگر نامزدگی کے چلے جانے کی امید ہے تو اسے کیوں چھوڑیں اور اگر محدود جماعت سے اپنا مطلب پورا ہوتا ہے تو وہ ہی سہی۔ کیا آپ نے کبھی اپنے مذہب کی اس تلوار مزاجی پر غور نہیں کیا؟ خلیفہ مقرر کرنے کے لئے کوئی طریقہ نہیں ملتا اور پھر اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ اس بات کا بھی اقبال کرتے ہیں کہ جو طریقہ ہم نے خلیفہ کے انتخاب کا اختیار کیا تھا وہ نہایت ہی ناموزوں اور نامعقول تھا۔ خبردار! آئندہ کوئی ایسا بُرا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اگر کرے گا تو وہ اس کا منتخب شُدہ خلیفہ دونوں قتل کردیئے جائیں گے اگر حضرت عمر کا یہ آخری تجربہ صحیح ہے تو پھر وہ اور حضرت ابوبکر دونوں قابل مواخذہ ہوئے۔ گردن زدنی تو ہم کیونکر کہیں۔ یہ بھی کوئی انصاف ہے۔ معقولیت ہے کہ ہم جو کچھ کرلیں تو وہ درست۔ کوئی اور وہ ہی بات کرے تو گردن زدنی۔ حکام سقیفہ میں سے کسی ایک نے یہ نہ بتایا کہ خلیفہ مقرر کرنے کا بہترین طریقہ کونسا ہے اور آئندہ کس طرح خلیفہ مقرر ہونا چاہیئے خود اپنا مطلب حاصل کر گئے۔ اب آئندہ کی کیا پرواہ۔ کوئی طریقہ انہوں نے مطابق عقل و نقل کے اختیار کیا ہوتا تو وہ بتاتے اور دل کی بات کہہ نہیں سکتے تھے۔ وہ یہ تھی کہ کوئی طریقہ ہو جس سے بنو ہاشم حکومت نہ پاسکیں۔ وہ ہی بہترین طریقہ ہے۔ ڈر لگا کہ علیؑ کے خیر خواہ ایک جماعت پیدا کر کے علیؑ کو نہ خلیفہ کرا دیں۔ لہذا کہنا پڑا کہ ہم نے تو جماعت بازی سے اپنا مقصد حاصل کرلیا۔ آئندہ جو ایسا کرے گا وہ سزاوار گردن زدنی ہوگا۔ نماز کو لیجئے۔

امام مالک ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم دیتے ہیں۔دیکھو۔**ملا محمد معین کی دراسات اللبیب** صفحہ ۳۴۰۔امام شافعی نے پہلے تو ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا حکم دیا۔پھر اس حکم کی ترمیم کر کے کہا کہ اگر ہاتھ کھول کر بھی پڑھیں تو کچھ حرج نہیں دیکھو **عبدالوہاب** شعرانی کی **میزان الکبریٰ** صفحہ ۱۲۶۔ عبداللہ ابن زبیر نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی دیکھو **ملا محمد معین کی دارسات اللبیب** صفحہ ۳۴۰۔امام ابوحنیفہ وامام احمد حنبل نے سب کے ہاتھ بندا دیئے۔غرض اُن کی ہر ایک بات میں اختلاف ہے۔ایک اُصول کہیں مقرر نہیں۔ صرف اس ہی ایک بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق ان کے پاس نہیں ہے۔قرآن شریف نے یہ کلیہ قائم کر دیا ہے کہ اختلاف علامت کزب وزور ہے۔ **ق ۸۲** **اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلٰفًا کَثِیْرًا ہ** کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یقیناً اس میں بھی کچھ اختلاف پاتے۔ان اختلافات کی تفصیل دیکھو کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ تالیف عبدالرحمٰن الجزیری میں، یہ چار ضخیم مجلدات ہیں۔

یہ بھی آپ نے غور کیا۔اب تو کتب احادیث میں دیکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر وعمر کے لئے بنو اُمیہ نے بہت سی فضلیت کی احادیث پیدا کروادیں۔اگر یہ واقعاً صحیح تھیں۔تو کیوں ان کو سقیفہ بنی ساعدہ کے ہنگامے میں نہ بیان کیا گیا۔ان کے لئے وہ بہترین موقع تھا۔یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ اتنی بے شمار احادیث میں سے حضرت ابوبکر وعمر وابوعبیدہ بن الجراح کو ایک بھی یاد نہ رہی۔یہی نتیجہ نکلے گا۔کہ چونکہ بہترین وموزوں ترین ضرورت کے وقت یہ حربہ استعمال نہیں ہوا۔لہذا اس کی ہستی ہی اس وقت نہ تھی۔

﴿منقول از مسئلہ قومیت تالیف سید ابو الاعلیٰ مودودی﴾

اچھا بجا درست مان لیا۔فرمائیے حضرت ابوبکر وحضرت عمر نے ہنگامہ سقیفہ میں کیوں انصار سے یہ

کہہ کر خلافت لی۔ کہ بقول آنحضرتؐ خلافت قریش کا حق ہے، یہ قبائلی امتیاز کیا؟ معلوم ہوا کہ حکام سقیفہ کی خلافت کی بنیاد اسلام کے اصول و مبانی کی مخالفت پر مبنی ہے۔ لہٰذا ناجائز ہے۔ اور ان بزرگواروں نے آنحضرتؐ کی طرف غلط قول منسوب کیا۔ حضرت عمر تمام عمر کہتے رہے کہ خلافت میں انصار کا حق نہیں ہے۔ تجویز شوریٰ کے وقت بھی آپ نے یہ ہی گراں قدر الفاظ فرمائے تھے۔ یہ کیوں؟ یہ بات بنیادی اُصول اسلام کے خلاف تھی یا نہیں؟ اُن تین دنوں کے لئے کے اصحاب شوریٰ اپنے صلاح و مشورہ میں رہیں اور کوئی خلیفہ مقرر نہ ہوا۔ صہیب کو حکم دیا گیا کہ وہ امامت نماز کریں۔ اس کی وجہ بھی بتائی گئی۔ وہ یہ تھی کہ چونکہ صہیب غلام ہے۔ وہ امر خلافت کا دعویدار نہیں ہو سکے گا۔ یہ تفریق غلام و آزاد کیسی؟

حضرت عمر کا طرزِ عمل بالکل اس کے خلاف ہے لہٰذا غیر اسلامی ہے۔ آخر کوئی اُصول تو قائم کرنا چاہیئے۔ کہیں تو جمنا چاہیئے۔ یہ بے اُصولا پن کب تک اور کہاں تک۔ حکامِ سقیفہ پر شیفتگی کی وجہ کیا ہے؟ آبائی عقیدہ کے علاوہ اور تو کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ انہوں نے اسلام کے لئے کوئی فائدہ کی بات نہیں کی۔ جو کچھ کیا وہ اسلام کے لئے مضر ہی ثابت ہوا۔ حکومت کا نمونہ حکومت کے اُصول ایسے قائم کئے۔ جنہوں نے اسلام کا نقشہ ہی بدل دیا۔ انہوں نے ایسی حکومتوں کی بنیاد رکھی جو اُمت محمد اسلام سے کفر کی طرف لے گئیں۔ جس شخص میں تاریخ دانی کی بنیاد حکام سقیفہ نے رکھی تھی اور یہ سلطنت ان کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ اس امر کو ہم بار بار جتا چکے ہیں۔ اور بنو عباس کے مورث اعلیٰ عبداللہ ابن عباس حضرت عمر کے خاص مقتدیوں میں سے تھے۔ عمر ابن عبدالعزیز کا ذکر کرتے ہوئے سید ابوالاعلیٰ مودودی زمانہ حال کے بہترین سیاسی مفکرِ اسلام کہتے ہیں:۔

"پھر انہوں نے سیاسی اقتدار سے کال لے کر لوگوں کو ذہنی، اخلاقی اور معاشرتی زندگی سے جاہلیت کے ان اثرات کو نکالنا شروع کیا جو نصف صدی کی جاہلی حکومت کے سبب سے اجتماعی زندگی

میں پھیل گئے تھے۔ اسلام کے اس مجدد اول کو صرف ڈھائی سال کام کرنے کا موقعہ ملا اور اس مختصر سی مدت میں اُس نے یہ انقلاب عظیم برپا کر کے دکھا دیا۔ بنی امیہ کا پورا خاندان اس بندہ خدا کا دشمن ہو گیا تھا۔ اسلام کی زندگی میں اُن لوگوں کی موت تھی۔ وہ اس تجدید کے کام کو کس طرح برداشت کر سکتے تھے۔ آخرکار انہوں نے سازش کر کے زہر دے دیا۔

تجدید واحیائے دین صفحہ ۳۱،۳۲۔ دیکھا آپ نے بنواُمیہ کی سلطنت جاہلیت یعنی کفر کی حکومت تھی اور اسلام کی زندگی میں بنوامیہ کی موت تھی۔

اس کے بعد کیا ہوا؟ یہی زبردست سیاسی مفکر اسلام لکھتا ہے۔

"عمر بن العزیز کے بعد سیاست وحکومت کی باگیں مستقل طور پر جاہلیت کے ہاتھوں میں چلی گئیں اور بنی امیہ، بنی عباس اور پھر ترکی النسل بادشاہوں کا اقتدار قائم ہوا۔ ان حکومتوں نے جو خدمات انجام دیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک طرف یونان، روم اور عجم کے جاہلی فلسفوں کو جوں کا توں لے کر مسلمانوں میں پھیلا دیا۔ اور دُوسری طرف علوم وفنون اور تمدن ومعاشرت میں جاہلیت کی تمام گمراہیوں کو اپنی دولت اور طاقت کے زور سے شائع وذائع کیا۔ پانچویں صدی تک پہنچتے پہنچتے یہ حال ہو گیا۔ کہ یونانی فلسفے کی اشاعت سے عقائد کی بنیادیں ہل گئیں۔ محدثین وفقہاء علوم عقلیہ سے ناواقف تھے۔ اس لئے نظام دین کو مقتضائے زمانہ کے مطابق معقول انداز سے سمجھا نہ سکتے تھے اور زجر و تبیخ سے اعتقادی گمراہیوں کو دبانے کی کوشش کرتے تھے علوم عقلیہ میں جن لوگوں کے کمال کا شہرہ تھا۔ اور ان میں کوئی ایسا بالغ النظر آدمی نہ تھا۔ جو تنقید کی نگاہ سے اس یونانی لٹریچر کا جائزہ لیتا متکلمین کا جو گروہ اسلام کی "حمایت" کے لئے اُٹھا۔ اُس نے وحی یونانی کو تو اٹل سمجھ کر جوں کا توں تسلیم کر لیا اور وحی آسمانی کو توڑنا اور مروڑنا شروع کیا تا کہ اس کے مطابق ڈھل جائے۔

ان حالات کا عام مسلمانوں پر یہ اثر ہوا۔ کہ وہ دین کو ایک غیر معقول چیز سمجھے لگے۔ اس کی ہر

چیز انہیں مشکوک نظر آنے لگی.......... امام ابوالحسن اشعری اور ان کے متبعین نے اس رو کو بدلنے کی کوشش کی۔ مگر یہ گروہ متکلمین کے عوام سے تو واقف تھا۔ لیکن معقولات کے گھر کا بھیدی نہ تھا...... بلکہ معتزلہ کی ضد میں اس نے بعض ایسی باتوں کا التزام کیا جو فی الواقع عقائد دین میں سے نہ تھیں ...... مشرق سے مغرب تک مسلم ممالک میں ہر طرف اخلاق انحطاط رونما ہو گیا۔ جس کے اثر سے کوئی طبقہ خالی نہ رہا۔ علماء، امراء، عوام سب بھول گئے۔ کہ خدا کی کتاب اور رسُول کی سُنت بھی کوئی چیز ہے جس کی طرف ہدایت و رہنمائی کے لئے رجوع کرنا چاہیئے۔ شاہی درباروں، خاندانوں اور حکمران طبقوں کی عیاشانہ زندگی اور خود غرضانہ لڑائیوں کی وجہ سے عایا تباہ حال ہو رہی تھی"۔ **تجدید و احیائے دین صفحہ ۳۴،۳۵**، ان عبارتوں پر غور کرنا ضروری ہے۔

ہمارے بہت سے دعوے اس شہادت سے ثابت ہوتے ہیں۔ بنوامیہ و بنوعباس کی حکومتیں جن کے مادی عُروج کو حضرت عمر کی مدح میں پیش کیا جاتا ہے۔ محض جاہلیت یعنی کفر کی حکومتیں تھیں۔ یہی رائے ہر ایک مفکر کی رہی ہے۔ سید ابوالحسن ندوی کی عبارت ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ یہ ہے سقیفہ کی کارکردگی۔ کیونکہ حکومت سقیفہ ہی نے بنوامیہ کی سلطنت قائم کی اور یہ جانتے ہوئے قائم کی کہ یہ لوگ آخر تک اسلام اور رسولِ اسلام کے بدترین مخالف رہے ہیں۔ جب بالکل شکست ہوگئی تو ناچار بددلی سے کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ دیا۔ دل سے ہمیشہ اپنے سابقہ کفر پر اڑے رہے۔ حکومت سقیفہ نے کوئی ایک قاعدہ اور اُصولِ خلیفہ کے مقرر کرنے کا قائم نہیں کیا تھا۔ بلکہ جس کی لاٹھی اس ہی کی بھینس کے کلیہ کو رائج کیا تھا۔ یہ ہی کلیہ بعد کی تمام آنے والی حکومتوں نے اختیار کیا اور اسلام کی وہ حالت ہوگئی۔ جس کا رونا اب تک رویا جا رہا ہے۔

لے دے کر اب صرف دائرے کو یہاں تک محدود کر لائے ہیں کہ خلافتِ راشدہ کا تیس سال

کا زمانہ تو اصلی اسلامی حکومت کا زمانہ تھا۔ خلافتِ الٰہیہ کا زمانہ تھا۔ اس کے بعد جو لوگ آئے انہوں نے اسلام کو خراب کر دیا۔ اس کے لئے بیچارے حضرت عمر کا کیا قصور۔ بجا فرمایا۔ جو فرمایا وہ سر آنکھوں پر لیکن بعد کے آنے والوں کے لئے دروازہ کس نے کھولا۔ خاندانِ رسالتؐ و معدنِ نبوت میں سے حکومت کو نکال کر گلی کوچوں میں کس نے اُچھالا۔ جو لوگ اسلامیوں کو اسلامی راہ پر چلانے کی اہلیت رکھتے تھے۔ ان کو کس نے حکومت سے محروم رکھا۔ اسلام کے دشمنوں کو کس نے خوش آمدین کہا۔ جب یہ سب کچھ کر لیا تو اس کے نتیجوں سے گریز کرنے کے کیا معنی اور اس خلافِ راشدہ کا حال بھی سُنیئے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں:۔

خاتم النبیین سیدنا محمد ﷺ نے یہ سارا کام ۲۳ سال کی مدت میں تکمیل کو پہنچا دیا۔ آپ کے بعد ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دو ایسے کامل لیڈر اسلام کو میسر آئے جنہوں نے اسی جامعیت کے ساتھ آپ کے کام کو جاری رکھا۔ پھر زمام قیادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منتقل ہوئی اور ابتداء چند سال تک وہ پورا نقشہ بدستور جمارہا جو نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے قائم کیا تھا۔

جاہلیت کا حملہ۔ مگر ایک طرف حکومتِ اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز زیادہ سخت ہوتا جا رہا تھا۔ اور دوسری طرف حضرت عثمان جن پر اس کارِ عظیم کا بار رکھا گیا تھا۔ اُن تمام خصوصیات کے حامل نہ تھے جو اُن کے جلیل القدر پیش روؤں کو عطا ہوئی تھیں۔ اس لئے جاہلیت کو اسلامی نظامِ اجتماعی کے اندر گھس آنے کا راستہ مل گیا۔ حضرت عثمان نے اپنا سر دے کر اس خطرہ کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر وہ نہ رُکا۔ ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور انہوں نے اسلام کے سیاسی اقتدار کو جاہلیت کے تسلط سے بچانے کی انتہائی کوشش کی مگر ان کی جان کی قربانی بھی اس انقلاب معکوس (COUNTER REVOLUTION) کو نہ روک سکی۔ آخر کار خلافت علی منہاج النبوۃ کا دور ختم ہو گیا......... اور اس

طرح حکومت کی اساس اسلام کے بجائے پھر جاہلیت پر قائم ہوگئی۔

حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد جاہلیت نے مرض سرطان کی طرح اجتماعی زندگی میں اپنے ریشتے بتدریج پھیلانے شروع کر دیئے۔ کیونکہ اقتدار کی کنجی اب اسلام کے بجائے اس کے ہاتھ میں تھی۔ اور اسلام زور حکومت سے محروم ہونے کے بعد اس کے نفوذ و اثر کو بڑھنے سے نہ روک سکتا تھا۔ سب سے بڑی مشکل یہ تھی۔ کہ جاہلیت بے نقاب ہو کر سامنے نہ آئی تھی، بلکہ "مسلمان" بن کر آئی تھی۔ کھلے دہریئے یا مشرکین و کفار سامنے ہوتے۔ تو شاید مقابلہ آسان ہوتا۔ مگر وہاں تو آگے آگے توحید کا اقرار رسالت کا اور صوم و صلوٰۃ پر عمل، قرآن و حدیث سے استشہاد تھا۔ اور اس کے پیچھے جاہلیت اپنا کام کر رہی تھی۔ ایک ہی وجود میں اسلام اور جاہلیت کا اجتماع ایسی سخت پیچدگی پیدا کر دیتا ہے۔ کہ اس سے عہدہ برآ ہونا ہمیشہ جاہلیت صریحہ کے مقابلہ کی بہ نسبت ہزاروں گنا زیادہ مشکل ثابت ہوا ہے۔ عریاں جاہلیت سے لڑیئے تو لاکھوں مجاہدین سر ہتھیلیوں پر لئے آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔ اور کوئی مسلمان اس کی حمایت علانیہ نہ کر سکے گا۔ مگر اس مرکب جاہلیت سے لڑنے جایئے تو منافقین ہی نہیں۔ بہت سے اصلی مسلمان بھی اس کی حمایت پر کمر بستہ ہو جائیں گے اور اُلٹا آپ کو مورد الزام بنا ڈالیں گے۔ جاہلی امارت کی مسند اور جاہلی سیاست کی رہنمائی پر "مسلمان" کا جلوہ افروز ہونا جاہلی تعلیم کے مدرسے میں "مسلمان" کا معلم ہونا جاہلیت کے سجادہ پر مسلمان کا مرشد بن بیٹھنا وہ زبردست دھوکا ہے۔ جس کے فریب میں آنے سے کم ہی لوگ بچ سکتے ہیں۔

اس معکوس انقلاب کا سب سے زیادہ خطرناک پہلو یہی تھا کہ اسلام کا نقاب اوڑھ کر تینوں قسم کی جاہلیت نے اپنی جڑیں پھیلانی شروع کر دیں اور ان کے اثرات روز بروز زیادہ پھیلتے چلے گئے۔ جاہلیت خالصہ نے حکومت اور دولت پر تسلط جمایا۔ نام خلافت کا تھا۔ اور اصلی میں وہ ہی بادشاہی

تھی۔ جس کو مٹانے کے لئے اسلام آیا تھا۔ تجدید واحیائے دین صفحہ ۱۷، ۱۸، ۱۹۔ اب آپ ان عبارات پر غور کریں۔ دیکھئے وہ تیس سالہ خلافتِ راشدہ گھٹ کر اب صرف بارہ سال کی عمر کی رہ گئی۔ صرف حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے آنحضرتؐ کے کام کو اسی طرح چلایا۔ اُن کے بعد حضرت عثمان ان کے جیسے خصائص حمیدہ کے حامل نہ تھے۔ جاہلیت یعنی کفر کا سیلاب بڑھنے لگا۔ حضرت علیؑ نے اس سیلاب کو روکنے کی بڑی کوشش کی لیکن نہ رُکا۔ گویا کفر کا غلبہ حضرت عثمان کے زمانے سے شروع ہوگیا۔ خلافت راشدہ خالی از کفر تو صرف حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے زمانہ میں رہی۔ اور وہ تقریباً بارہ سال کا عرصہ تھا۔ اب دیکھئے ہم میں اور آپ میں کتنا ذرا سا فرق رہ گیا۔

ہم کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد ہی جاہلیت یعنی کفر نے اُمت محمدیہ پر تسلط کرنا شروع کر دیا۔ آپ کہتے ہیں کہ نہیں۔ کفر نے آنحضرتؐ کی اُمت پر تسلط تو ضرور کیا۔ لیکن آنحضرتؐ کے انتقال کے بارہ برس بعد کیا۔ ہم ابھی اس دوازدہ سالہ کی بھی کیفیت اور ماہیت پر بحث کرتے ہیں۔ ذرا یہاں ایک نکتہ شامل کرتے چلیں۔ شیعہ اقلیت پر الزام لگایا جاتا ہے۔ (اقلیت ہمیشہ موردِ الزام ہی رہا کرتی ہے) کہ دیکھو یہ خدا کے بندے جناب رسولؐ خدا کی کس طرح توہین کرتے ہیں یہ کہہ کر کہ آنحضرتؐ کے انتقال کے بعد ہی اُمت اسلامیہ کی اکثریت نے کفر کی طرف رجعت کی۔ کیا جناب رسولِ خدا کی تعلیم وصحبت ایسی غیر مستقل، کمزور، بے اثر، بے تاثیر، بے جان، بے رُوح تھی کہ ادھر آپ کا انتقال ہوا۔ اُدھر اس تعلیم کا اثر جاتا رہا۔ لیکن غور تو کیجئے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہیں آپ بھی تو وہی نہیں۔ بلکہ رحلت کے بارہ سال بعد اُمت اسلامیہ پر کفر مستولی ہوگیا۔

لیکن وہ بارہ سال کس طرح سنبھلے حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی زبردست شخصیت نے سنبھالا۔ یہ دونوں مہر و ماہِ اسلام نظامِ محمدی کو اسی طرح چلاتے رہے۔ جس طرح وہ پہلے چل رہا تھا۔ اگر یہ دونوں

نہ ہوتے یا اُن کی شخصیت ایسی زبردست نہ ہوتی تو یہ بارہ سال بھی نہ گذرتے۔ اور آنحضرتؐ کے انتقال کرتے ہی وہ سب کچھ ہو جاتا۔ جو بارہ سال کے بعد ہوا۔ اُمت اسلامیہ میں تو کُفر کی طرف رجعت کرنے کی اہلیت شروع ہی سے تھی۔ ان بزرگواروں نے اس کو تھامے رکھا۔ یہ تو ان دونوں بزرگواروں کی مدح ہے، جناب رسول خدا کی تعلیم یا نظام کی تو تعریف نہیں ہے۔

وہ تعلیم تو بودی، کمزور، بے رُوح، بے جان ہی تھی ایسی کہ اگر یہ دونوں بزرگوار نہ ہوتے تو آنحضرتؐ کے انتقال ہی پر سارا شیرازہ بکھر جاتا۔ یہ تو وہ ہی ہے جو آپ شعیوں کی طرف منسوب کرتے ہیں بلکہ شیعہ تو اس طرح کہتے بھی نہیں وہ تو کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کی تعلیم تو کامل تھی جس زمین میں وہ تخم بویا گیا تھا۔ وہ زمین شور تھی جو اچھی زمین تھی وہ دیکھو کیسے ہرے بھرے پھل پھول لائی۔ کربلا کے گلستان کی طرف دیکھو۔ کربلا کو محمدؐ پر اور محمدؐ کو کربلا پر ناز ہے۔ آنحضرتؐ کی تعلیم توحید تو ایسی مستقل اور دائمی اثر رکھنے والی تھی کہ آخر کار اب ساری دُنیا اُسی طرف جا رہی ہے۔ ہر ایک فرقہ اپنے تئیں موحد کہنے پر فخر کرتا ہے۔ تعلیم تو یہ تھی۔ اگر عرب کی فطرت نے دنیا کی وجاہت و ثروت سے مرعوب ہو کر خالص دین چھوڑ دیا تو ایسا تو ہوا ہی کرتا ہے۔ کہیں فطرت بھی بدلی ہے۔ خبر نہیں۔ کب سے ابلیس حضورِ خداوندی میں تھا۔ لیکن فطرت بدلی، کان من الجن۔ لہذا نافرمانی کی اور عذاب ابدی میں مبتلا ہوا۔

اب ہم اس دوازدہ سالہ خلافت راشدہ پر غور کرتے ہیں۔ اس کی ابتدا کو لیجیے۔ کیا اس کو خدا اور رسول خدا نے مقرر کیا تھا؟ آپ کو اپنے عقیدہ کے مطابق جواب دینا پڑے گا کہ نہیں۔ اس کو کس نے مقرر کیا تھا؟ تین مہاجرین و چند انصار نے۔ بقول حضرت عمر انصار کا حق خلافت میں نہیں تھا۔ پھر ان کا خلیفہ مقرر کرنا ناجائز ہوا۔ جس کا اپنا حق کسی عہدہ میں نہ ہو۔ وہ عہدے کے

لئے کسی کو منتخب نہیں کر سکتا۔ اب رہے تین مہاجر، ان تین کو کیا حق تھا۔ کہ ساری اُمت اسلامی کا حاکم مقرر کریں۔ یہ خلافت مبنی تھی تفرقہ اُمت پر۔ ساری بحث یہ تھی کہ خلیفہ کس فرقہ یا قبیلہ میں سے ہو۔ اُمت اسلامیہ کو ایک جسم مقرر کر کے تو خلیفہ منتخب نہ کیا۔ بلکہ اس کو فرقوں پر تقسیم کر دیا۔ ایسی جگہ مقرر کی جہاں مشورہ ہائے باطل ہوا کرتے تھے۔ اور بہت سی باتیں ہیں کس کس کا ذکر کیا جائے اس دوازدہ سالہ کی کارکردگی ملاحظہ ہو۔ اس کا ایک کارنمایاں تھا وہ یہ کہ بنوامیہ کی جڑ مضبوط کر دی۔ ممکن ہے کہ کہا جائے کہ دیکھو فتوحات ملکی اس ہی دوازدہ سالہ کے عشوہ و ناز کا نتیجہ ہیں تو اس سُرعتِ فتوعات کی خرابیاں ہم بیان کر چکے ہیں۔

اور مودودی صاحب بھی ہمارے ہم رائے ہیں۔ لیکن بہت نرم الفاظ میں فرماتے ہیں۔ جہاں جاہلیت کے حملے کا ذکر ہے وہاں کہتے ہیں۔ کہ حکومت اسلامی کی تیز رفتار وسعت کی وجہ سے کام روز بروز سخت ہوتا جا رہا تھا۔ یعنی یہ بُری بات تھی جو کام میں مشکلات پیدا کر دے وہ بُرا ہی ہوتا ہے۔ مودودی صاحب یہ بھی فرماتے ہیں کہ مسلمانوں نے یونان کے فلسفہ کو جوں کا توں لے لیا اور اس سے مرعوب ہو گئے۔ اس فلسفہ نے اسلام کو خراب کر دیا یہ وہی بات ہے۔ جو ہم کہہ رہے تھے۔ ایسا کیوں ہوا۔ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کے پاس اپنے مذہب کا صحیح علم نہ تھا۔ ابھی صحیح تاویل قرآن و صحیح عمل لوگوں میں رائج و راسخ نہ ہوئے تھے۔ کہ باہر فتوحات پر بھیج دیئے گئے۔ وہاں یونان و ہندوستان و ایران کے فلسفوں سے مقابلہ ہوا۔ تو میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حکومت بنو امیہ کیا تھی؟ جاہلیت خالصہ یعنی کُفر محض۔ علامہ مودودی

نے بنواُمیہ و بنوعباس کا نہایت عمدہ و صحیح نقشہ کھینچا ہے۔ جب فرمایا ہے کہ دراصل یہ کُفر

محض تھے۔اسلام کا اُوپر سے ظاہری پردہ ڈال لیا تھا۔اس سے بہتر وصحیح کیفیت بنوامیہ وبنوعباس کی بیان نہیں ہوسکتی۔علامہ موصوف نے اُن بزرگواروں کا بھی ذکر کیا ہے۔جنہوں نے بنواُمیہ کے کُفر کے بڑھتے ہوئے سیلاب کا مقابلہ کیا۔اور دین کے احیاء کوان کوششوں کا مرہون منت ٹھہرایا ہے۔لیکن افسوس وصد افسوس حکومت سقیفہ کی تعلیم کا اثر اب تک لوگوں کے دلوں سے نہ نکلا۔سب کا ذکر کیا۔مولا حسینؑ کا ذکر نہ کیا جس نے سب سے پہلے اس بڑھتے ہوئے کفر کے سیلاب کو روکا۔اور اس بہادری سے روکا جس کی مثال نہیں ملتی۔اخفائے فضائل اہل بیت کا جو حکم دربار حکومت سقیفہ سے صادر ہو چکا ہے۔اس کی تعمیل اب تک ہورہی ہے۔اوراہل بیت علیم السلام پر جو مظالم کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔وہ اب تک جاری ہے۔

ہمیں ان بزرگواروں کے بے اصولے پن کا بار بار ذکر کرتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن کیا کریں۔واقعات نظر کے سامنے آئے جاتے ہیں۔جب حضرت عمر نے اصحاب شوریٰ مقرر کئے۔تو ہر ایک کی بُرائی بیان کی اوراس کوتسلیم کیا اگر علیؑ خلیفہ ہوگئے تو اُمت کو صراط مستقیم پر چلائیں گے۔اس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کو فرعونِ اُمت کا لقب دیا تھا۔واقعی درست۔خوب سمجھے۔لیکن حضور پھران ہی کو آپ اس اہم مسئلہ کے حل کے لئے ثالث مقرر کرتے ہیں۔اوراپنے بیٹے عبداللہ سے اتنی تاکید کہ جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف ہوں اُدھر ہی تم ہونا۔فرعون بھی اور یہ عظمت بھی۔کیا آپ حکومت فرعونیہ کے لئے خلیفہ مقرر کررہے ہیں۔ہم تو سمجھتے تھے۔کہ حکومت الٰہیہ کے لئے خلیفہ مقرر کیا جارہا ہے۔کبھی تو ایک اُصول ایک بات پر قائم رہنا چاہیئے۔

حکومت سقیفہ کی محبت میں ان بزرگواروں نے نبوت اور حامل نبوت کو کس قدر گرایا ہے۔پہلے تو نبوت میں سے حکومت نکال لی چونکہ حکومت کا حاکم خود انہوں نے اپنے صلاح ومشورہ سے مقرر کیا

تھا۔لہذا انہیں کہنا پڑا کہ نبوت میں حکومت شامل نہیں ہے۔اس ہی وجہ سے حضرت عمر آنحضرتؐ کے احکام میں مداخلت فرمایا کرتے تھے آخر کار مولوی شبلی نے ایک گر قائم کیا۔اگر حضرت عمر اُن امور میں مداخلت کرتے تھے جو نبوت کے اندر ہیں۔تو ہم اُن کو مسلمان بھی نہ سمجھتے۔ہم نے ثابت کر دیا۔اور وہ بھی مولوی شبلی کی زبانی کہ نبوت کا کوئی حصہ نہ تھا جس میں حضرت عمر نے مداخلت نہ کی ہو۔حج، روزہ، نماز، کلمہ طیبہ، اذان وغیرہ سب میں مداخلت فرمایا کرتے تھے۔نوبت بایں جا رسید کہ تمام فقہ اسلامی پر حضرت عمر کا قبضہ ہو گیا اور اپنے عقل و قیاس کی بناء پر سارے اسلام کو ترمیم و تنسیخ کر ڈالا۔مولوی شبلی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا قائم کردہ فقہ زمانہ کی ترقی و عروج کے دوش بدوش چلنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا۔لہذا حضرت عمر نے اس کو ترمیم کر ڈالا اور ایسے اصول قائم کئے جو آج تک سب امور پر حاوی ہیں۔یہ توہین رسول و رسالت کی آخری حد ہے۔

اب ہم اپنے بھائیوں کی توجہ ان کے عقیدہ کی طرف مبذول کراتے ہیں۔ اگر آپ کے عقائد کو ایک جگہ جمع کیا جائے۔ تو آپ کا مذہب یہ ہے

ہم حضرت عمر کے اس اصول کی پیروی کرتے ہیں۔حسبنا کتاب اللہ۔کتاب اللہ ہماری ساری ضرورتوں کے لئے کافی ہے۔اس میں ہمارے لئے دین و دُنیا کے مسائل درج ہیں۔جہاں وہ سمجھ میں نہیں آئے گی۔اس کی تاویل ہم اپنی عقل و قیاس سے کریں گے۔کسی ہادی کی ضرورت نہیں ہے لیکن اس کتاب اللہ میں جانشینیء رسول کا تذکرہ نہیں ہے۔نہ اس کے لئے کوئی ہدایت ہے۔اور نہ ہی بذریعہ وحی خداتعالےٰ نے اپنے رسول کو اُن کے جانشین کی خبر دی اور نہ اُمت کو اس ہادی کی شناخت

بتائی۔ ہاں یہ ضرور کہہ دیا کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا۔ اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور اُس کی نشانیاں بتاتے رہے ہیں۔ لیکن رسولؐ خدا کے لئے یہ ممنوع قرار دیا گیا۔ اگر چہ جانشینی رسول نہایت اہم امر ہے۔ ایسا اہم کہ حضرات شیخین غسل و کفن کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور حضرت عمر ہمیشہ اس ہی فکر میں غلطان و پیچان رہتے تھے۔

کہ کس کو اپنا جانشین مقرر کریں اور ہر ایک خلیفہ نے اپنا جانشین مقرر کیا۔ لیکن نہ تو خدا ہی کو اس کا خیال آیا اور نہ رسولِ خدا نے اس کی طرف توجہ کی۔ نہ تو اپنا جانشین خود مقرر کیا۔ اور نہ کوئی مجلس شوریٰ اس کے انتخاب کے لئے قائم کی۔ اور آپ کو یہ بھی خیال نہ آیا۔ کہ خداوند تعالیٰ جو مجھ سے سوال کرے گا۔ کہ اپنی اُمت پر کس کو والی و نگران مقرر کر کے آئے ہو۔ تو میں کیا جواب دوں گا۔ حالانکہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو تو یہ ہی خیال مارے ڈالتا تھا۔ رعایا کا تو یہ حق تھا نہیں کیونکہ اگر رعایا کا حق ہوتا۔ تو حضرت ابوبکر کیوں اپنا جانشین مقرر کرتے۔ اور حضرت عمر کیوں قواعد و شرائط سے جکڑی ہوئی صرف چھ آدمیوں کی مجلس شوریٰ مقرر کرتے۔ کوئی وجہ نہیں بتائی جا سکتی۔ کہ جناب رسولِ خدا نے اس اہم امر کی طرف سے کیوں بے توجہی کی جس طرح اپنے بعد کے ہادی مقرر کرنے کی طرف آنحضرتؐ نے توجہ نہیں کی۔ اس طرح اپنے اُوپر اُتری ہوئی کتاب یعنی قرآن شریف کے جمع و محفوظ کرنے کی طرف توجہ نہیں کی۔

اس کو یوں ہی منتشر چھوڑ کر دنیا سے رحلت کی۔ حضرت عمر نے خلافت کے موقعہ پر بھی اور جمع قرآن کے موقع پر بھی اسلام کو بچایا۔ اور قرآن جمع کرایا۔ لیکن وہ قرآن صحیح اور مکمل جمع نہ ہو سکا۔ پھر حضرت عثمان نے اس کو جمع کرایا۔ اور پہلے قرآن میں جو کمی رہ گئی تھی۔ اس کو پورا کیا۔ محبت آلِ رسولؐ ہم پر فرض ضرور ہے لیکن فدک و خلافت چھیننا اُس محبت کے منافی نہیں۔ ہم اپنی محبت پدری کی وجہ سے تو

اپنی اولاد کو ورثہ ضرور دیں گے۔ لیکن محبت رسولؐ و آلِ رسول کوئی ایسی شے نہیں کہ ہم اس سے متاثر ہو کر رسول کا ترکہ اُس کی بیٹی کو دیں۔ اگر چہ حسبنا کتاب اللہ۔ لیکن ہم اس امرِ وراثت کے فیصلے کے لئے اس کی طرف بھی توجہ نہیں کرنا چاہتے۔ یوں عام طور سے تو ہم کو ہدایت رسولؐ کی ضرورت نہیں کیونکہ حسبنا کتاب اللہ۔ لیکن اس موقع پر یہی بہتر ہے۔ کہ رسول کے منہ سے ایک حدیث لا نورث بیان کر کے اس جھگڑے کو طے کر دیں۔ پھر دیکھا جائے گا۔ **رسولؐ خدا نے یہ فرمادیا**

کہ جس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا اور وہ مر گیا

تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور یہ بھی فرمادیا کہ اس اُمت میں میرے بارہ خلفاء انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہوں گے۔ لیکن یہ نہ بتایا کہ ہر زمانہ کے امام کون ہوں گے اور وہ بارہ خلفاء کون ہوں گے۔ لہٰذا اب اُمت ٹپے ٹوئیاں مارنے پر مجبور ہے۔ کوئی یزید و ولید ہی کو حکومت الٰہیہ میں شامل کرنے پر مجبور ہے۔

اُمت نے آخر کار یہ فارمولا قائم کیا کہ جس کو سب نے مانا وہ ایک خلیفہ ہوا۔ ہارون و مامون بڑے بڑے عظیم الشان بادشاہ تھے۔ لیکن چونکہ اندلس اُن کے زیرنگیں نہ تھا۔ لہٰذا وہ خلیفہ رسول نہ تھے۔ گویا بنی اُمیہ یا یوں کہو کہ عمر ابن عبدالعزیز کے بعد دنیا خلفاء رسول سے خالی ہو گئی اور پھر بھی قیامت نہ آئی۔ ہارون و مامون کے زمانہ میں کوئی خلیفہ رسول نہ تھا۔ اور نہ اُن کے بعد کوئی خلیفہ رسول ہوا۔ اُن کے زمانہ میں جتنے مسلمان مرے وہ جاہلیت کی موت یعنی کافر مرے۔ کیونکہ اُن کے زمانہ میں

کوئی امام تو تھا ہی نہیں جو شناخت کیا کرتے۔اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ یہ امر عقل سلیم اور صحیح منطق اور انصاف کے خلاف ہے لیکن حکومت سقیفہ کے افعال حدود عقل و منطق و انصاف سے ہمیشہ آزاد رہے۔ چنانچہ یہ جانتے ہوئے کہ علی معصوم ہیں۔ آیہ تطہیر میں داخل ہیں۔ کبھی کفر نہیں کیا حکومت الہیہ کو چلانے کے لئے ہم سب سے زیادہ موزوں ہیں یہ سب جانتے ہوئے انکو نظر انداز کر دیا اور خود حکومت الہیہ پر قبضہ کر بیٹھے قرآن شریف کو اتنا تو پڑھا کہ جب ابراہیمؑ نے امر امامت کی دعا اپنی ذریت کے لئے کی تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ لاینال عھدی الظالمین۔ یہ میرا امر امامت ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ اور کفر قرآن شریف میں سب سے بڑا ظلم شمار کیا گیا ہے۔ چالیس برس تک کفر کرتے رہے بتوں کو خدا سمجھتے رہے۔ اتنے بڑے ظلم کے مرتکب ہوئے اور پھر امامت الہیہ پر قبضہ کر بیٹھے اور اسکے اہل سمجھے گئے۔

یہ ھے وہ عقیدہ جو آپ کو اپنے آبا و اجداد سے ملا ھے۔ لیکن جس عقیدہ کی طرف ھم آپ کو بلانا چاھتے ھیں، وہ یہ ھے۔ ھمارا عقیدہ

جناب رسولؐ خدا کو سب سے زیادہ اسلام کی بہتری کا خیال تھا۔ بحکم خداوندی آپ نے حضرت علی کو اپنا جانشین منتخب کیا۔ اور اسی خیال سے شروع سے انکو اپنے زیر نگرانی رکھا۔ اور خود تعلیم دی۔ دعوت ذی العشیرہ پر اور دیگر موقعوں پر آپ اس کا اعلان بھی کرتے رہے۔ اور پھر خدا کے خاص حکم **یا ایھا الرسول بلغ ما أنزل الیک من ربک** الآیۃ کے ماتحت آپ نے تمام اُمت کے سامنے اس کا اعلان کر دیا۔ یہ امر دعائے ابراہیمی کے بالکل مطابق تھا اور بوجہ معصوم ہونے کے اور سب سے زیادہ علم رکھنے کے حضرت علیؑ اس امر خلافت کے اہل بھی تھے کبھی کفر نہیں کیا تھا۔ کبھی

بتوں کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ کسی جنگ میں خوف جان سے رسولِ خدا کو میدانِ جنگ میں اکیلا چھوڑ کر نہیں باگے۔ ہر ایک لڑائی علیؑ نے فتح کی۔ خود خطروں میں پڑ کر پیغمبرِ اسلام اور اسلام کی حفاظت ہر طرح کی۔ جب یہ حکومت علیؑ کی تلوار نے حاصل کر لی تو اب کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ آنحضرتؐ اُس حکومت کو اُن لوگوں کے حوالہ کر دیتے جو اپنی عمر کے چالیس سال کفر کے ظلم و گندگی میں رہے۔

قرآن شریف میں علیؑ کی جا بجا تعریف ہے۔ علیؑ نے اپنی جان راہ الٰہی میں بیچ کر خداوند تعالیٰ کی رضامندی حاصل کی تھی۔ لہذا حکومت الٰہیہ کے سب سے پہلے مستحق تھے۔ حکومت الٰہیہ کے حکام کا انتخاب لوگوں کی رایوں پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ جس طرح کہ پیغمبر کا انتخاب عوام الناس کی رایوں سے بالاتر ہے قرآن شریف کی طرف سے آنحضرتؐ نے بے توجہی نہیں کی۔ بلکہ اپنے جانشین حضرت علیؑ کو حکم دیا کہ قرآن شریف جمع کریں۔ چنانچہ انہوں نے جمع کر کے آنحضرتؐ کے سامنے پیش کیا اور آنحضرتؐ نے اُمت کو بتایا کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ اس کا اور اس کی صحیح کا علم علیؑ سے سیکھو۔

☆☆☆☆☆

آپ کی عقل سلیم کیا کہتی ہے۔ ان دونوں میں سے جونسا عقیدہ بہتر نظر آئے۔ وہ ہی اختیار کر لیں۔ آگے آپ کی مرضی

مانو نہ مانو جانِ جہاں اختیار ہے
ہم نیک و بد حضور کو سمجھائے جاتے ہیں

یہ مجھ کو ماننا پڑے گا کہ اس باب میں مجھے بہت سی باتیں دُہرا کر کہنی پڑیں جو میں پہلے کہہ چکا تھا، تکرار کی بڑی وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی مضمون یا واقعہ کئی عنوانوں کے تحت میں آتا ہے۔ اور سلسلہ بیان اور اثر قائم رکھنے کے لئے ہر عنوان کے نیچے اسے زکر کرنا پڑتا ہے۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ مضمون کی اہمیت کی وجہ سے اُسے کئی طریقوں سے کہنا پڑتا ہے۔ تا کہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے۔ نظیر تو بہت عظیم الشان ہے۔ کیا عرض کروں چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ مولوی محمد حفظ الرحمٰن کے قصص القرآن حصہ اول کے پیش لفظ سے ذیل کی عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کرتا ہوں گذشتہ قوموں کے واقعات کی تکرار جو قرآن شریف میں ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"اسی لئے قرآنِ عزیز میں ان کی تکرار پائی جاتی ہے تا کہ سامعین کے دل میں وہ گھر کر سکیں اور فطری و طبعی رجحانات کو ان حقائق کی جانب متوجہ کیا جا سکے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ ایک بات کو مختلف پیرایہ سے بیان اور مناسب حال اسلوم نگارش سے بار بار دُہرایا جائے اور خوابیدہ قوائے فکر کو پے بہ پے بیدار کیا جائے"۔

والسلامُ علیٰ من اتبع الھدےٰ

دعوت الحق کردار صحابہ

پہلے ہم ان واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہوں نے اس جماعت کی سیاسی جدوجہد میں مساعدت کی اور جن کی موجودگی پر بھروسہ کر کے اس جماعت نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے قدم اٹھایا۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) اکثریت قریش وصحابہ کا نبوت کے مفہوم اور اس کے مقصد کو کما حقہ نہ سمجھنا۔

(۲) عربوں کی حب مال وجاہ۔

(۳) عربوں کی فطرف میں کینہ کا خمیر۔

(۴) قبیلانہ رشک وحسد اور عصبیت۔

(۵) بنو اُمیہ کی رقابت۔

(۶) حضرت علیؑ کا طرزِ عمل اور ان کی رفعتِ شان۔

(۷) انصار و ماجہرین کی رقابت۔

(۸) مخالفین حضرت علیؑ کا حرمِ رسولؐ میں رسوخ۔

«پہلی وجہ ناقص معرفت قرآن و رسولؐ»

عربوں کی اکثریت نے نبوت کے مفہوم اور نبی کی شخصیت کو کبھی صحیح طور پر نہ سمجھا اور چونکہ انہوں نے ان لوگوں سے اعراض کیا جو قرآن شریف کی صحیح تاویل سے واقف تھے لہذا وہ صحیح تاویل قرآن سے بھی محروم رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے دونوں کو غیر مذاہب کے لوگوں کے مضحکہ کا نشانہ بنادیا۔ غیر لوگ ان ہی کی کتابوں سے مراد لے کر رنگیلا رسول لکھتے ہیں اور ان کی ہی تفاسیر قرآن سے نوٹ لے کر قرآن پر اپنے مضامین شائع کرتے ہیں۔ اور جو یہ دونوں چیزیں آئینے کی طرح مسلمانوں کے سامنے آتی ہیں اس وقت حیران ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ کیا یہ ہماری ہی بنائی ہوتی تصویریں ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ یہ سمجھتے رہے کہ

نبی بھی ہماری طرح حرص ولالچ وحُب وجاہ ومال کی دلآویزیوں میں پھنسا ہوا ہے جب ہی تو خداوند تعالیٰ کی خواہش کے خلاف اپنے داماد کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتا ہے اور کوشش ہے کہ حکومت اس کے ہی خاندان میں استقرار پکڑ جائے۔ یہ اُن کے تخیل سے بالاتر بات تھی کہ کوئی شخص گواہ نبی ہی کیوں نہ ہوں وہ معصوم ہوسکتا ہے یعنی ہر ایک گناہ اور ہر ایک صفت ذمیمہ سے بری ہوسکتا ہے یہاں تک کہ ان کے فقہ میں نبی کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔ یعنی عصمت شرط نبوت نہیں معصوم کا جانشین عقلاً غیر معصوم نہیں ہوسکتا۔ لہذا ضرورت پڑی کہ معصوم کو معصوم ہی نا مانیں یعنی نبی کو معصوم نہ جانیں۔ پھر خیریت ہے۔ حضرت ابوبکر خلیفہ ہوسکتے ہیں۔ ان لوگوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر حضر عمر نے نبوت کے متعلق ایک عجیب عقیدہ قائم کیا اور لوگوں میں پھیلایا۔ جس کا ذکر ہم حضرت عمر کی سیاسی تدابیر کے نیچے کریں گے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ بغیر اس عقیدہ کے اختراع کئے ہوئے کامیابی ناممکن تھی۔

﴿دوسری وجہ عربوں کی حب مال و جاہ﴾

اصلی عربی فطرت مثل اصلی عربی زبان کے بدووں میں پائی جاتی ہے ہر ایک سیاح نے جو وہاں گیا ہے۔ ان کی اس صفت کو اپنے ذاتی تجربہ سے بیان کیا ہے محض چند پیسوں کی خاطر کسی انسان کو قتل کر دینا ایک معمولی بات ہے ان کی یہ فطرت وعادت ہی رسم دختر کشی کا باعث ہوئی انہوں نے خیال کیا کہ لڑکے تو روپیہ کمائیں گے کاروبار دنیاوی میں مدد دیں گے۔ لیکن لڑکیاں محض بے فائدہ کا خرچ ہیں۔ ہم اس دعویٰ کی تصدیق میں قرآن شریف کی شہادت پیش کرتے ہیں **والا تقتلو اولا دکم خشیة املاق نحن نرزقهم دایا کم** تم اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل مت کرو ہم ان کو بھی رزق دیں گے اور تم کو بھی۔ جو قوم روپیہ کو اولاد سے زیادہ عزیز رکھے اور اس کی خاطر اپنی اولاد کو قتل کر دے۔ اس سے کیا بعید ہے کہ جناب رسولؐ خدا کے حکم کو نظر انداز کر کے ادھر جائیں جہاں سے خوب مال ومتاع وجاگیریں ملیں۔

جس نقطۂ نظر سے حضرت علیؑ نے بیت المال کا روپیہ خرچ کیا اور جس فائدہ کو مدِ نظر رکھ کر حضرت عمر نے بیت المال کا روپیہ اور جاگیریں لوگوں میں تقسیم کیں ان میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ ان دونوں بزرگواروں کے مقصدِ سیاست میں فرق تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کے اپنے ذاتی مفاد نے ان کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ حضرت علیؑ کو خلیفہ نہ ہونے دیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر علیؑ خلیفہ ہو گئے تو وہ تو عادلانہ و مساوی طریقہ سے بیت المال کا روپیہ خرچ کریں گے۔ ان کے منظورِ نظر امیر نہیں ہوں گے بلکہ غریب ہوں گے۔ حضرت عمر نے کس طرح عربوں کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھایا ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔

«تیسری وجہ فطرت کینہ پرور»

جو لوگ عربوں کی تاریخ سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ انکی ساری تاریخ کینہ وحسد کی ایک طویل داستان ہے کچھ عرب کی خاک ہی کینہ پروری توزی کی تاثیر مضمر ہے۔ عرب کا خاص جانور اُونٹ ہے اور شتر کینہ مشہور ہے۔ بنوبکر و بنوتغلب کی لڑائیوں سے لے کر ہسپانیہ وایران کے عربوں کی خانہ جنگیوں تک اس ہی ایک صفت ذمیمہ کا منظر چلا آتا ہے۔ اکبر شاہ نجیب آبادی اپنی تاریخ اسلام جلد اول کے صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں کہ عربوں کی یہ حالت تھی کہ اگر کبھی قاتل یا دشمن پر اس کی زندگی میں دسترس نہ حاصل ہو سکتی تو اس کے ناکردہ گناہ کا بیٹوں، پوتوں اور رشتہ داروں سے بدلہ لیتے تھے۔ اگر سبب عداوت یاد نہ رہے تو عداوت پھر بھی یاد رہتی تھی۔

یہ ظاہر ہے کہ جناب رسولِ خدا کے اعلانِ رسالت نے تمام قریش بلکہ تمام عرب کو بنو ہاشم سے بدظن کر دیا۔ آپ کی لڑائیوں نے سب کو اپنا دشمن بنالیا۔ اور آپ کی کامیابی نے اس عداوت میں حسد کی آمیزش کر دی۔ یہ ہم اچھی طرح واضح کر چکے ہیں کہ آنحضرت کی تمام بڑی لڑائیاں جن پر اسلام کی ہستی کا دارومدار تھا محض حضرت علیؑ نے فتح کی ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو یہ لڑائیاں مسلمانوں سے فتح

نہ ہوتیں اور رنگ ہی دُوسرا ہو جاتا۔ حضرت علیؑ نے ہر ایک قبیلہ کے متعدد سرداروں کو قتل کیا تھا اور ہر ایک قبیلہ کے دل میں ذوالفقار کے گھاؤ پڑے ہوئے تھے جن کو وہ کبھی نہ بھولے اور نہ بھول سکتے تھے۔ وہ لوگ جو محض آنحضرتؐ کی کامیابی سے مجبور ہو کر مسلمان ہوئے تھے اور دل میں اپنے آباؤ اجداد کے خداؤں کی توہین وتحقیر دیکھ کر جلے جاتے تھے۔ کب حضرت علیؑ سے خوش رہ سکتے تھے۔ اس امر واقعی کا ثبوت کہ اسلام لانے کے بعد بھی ان کے دلوں سے یہ بغض دکینے نہیں نکلے بہت آسان ہے۔

﴿علامہ ابن الاثیر نے اپنی تاریخ الکامل میں صاف طور سے اس کا ذکر کیا ہے۔﴾

قال عبداللہ ابن زبیر کنت مع ابی بالیر موک وانا صبی لا اقاتل فلما قتل الناس نظرت الی ناس علی تل لایقاتلون فرکبت و ذھبت الیھم واذا بوسفیان بن حرب و مشخیة من قریش من مھاجرة الفتح فراءونی حدثا فلم یتقونی قال فجعلواد اللہ اذامالت المسلمون ورکبتھم الروم یقولون ایہ بنی اصفر فاذا مالت الروم ورکبتھم المسلمون قالوا دیح بنی اصفر فلما ھزم الروم اخبرت ابی فضحک فقال قاتلھم اللہ ابوا الفغتار لنحن خیر تھم من الروم۔

عبداللہ ابن زبیر کہتے ہیں کہ جنگ یرموک میں میں اپنے باپ کے ساتھ

تھا جب لڑائی شروع ہوئی تو میں نے چند لوگوں کو ایک ٹیلے پر دیکھا کہ وہ کھڑے ہیں اور لڑائی میں شریک نہیں ہوتے میں گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہاں ابوسفیان اور چند بزرگان قریش تھے چونکہ میں کمسن بچہ تھا کسی نے میری پرواہ نہ کی اور کھلم کھلا باتیں کرنے لگے میں نے دیکھا کہ جب روم والے مسلمانوں پر حملہ کرتے تھے اور جب مسلمان رومیوں پر حملہ کرتے تھے تو یہ لوگ کہتے تھے ہائے ہائے روم والے جب اہل روم شکست کھا کر بھاگے تو میں نے اس واقعہ کا تذکرہ اپنے باپ سے کیا وہ ہنسے اور کہا کہ خدا انکو غارت کرے انکے دلوں سے کینے نہیں جاتے حالانکہ ہم ان کیلئے روم والوں سے بہتر ہیں۔

ہم ایک واقعہ درج کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ اسلام لانے کے بعد بھی جہاد کے مقتولین کی وجہ سے جو بغض و کینے دل میں بیٹھ گئے تھے وہ نہیں نکلے۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت عمر کس طرح اس دشمنی سے اپنے مقصد کے حصول میں فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال لسعید بن العاص و مربہ انی اراک کان فی نفسک شیئاً اراک تظن انی قتلت اباک انی لو قتلتہ لم اعتذر الیک من قتلہ ولکنی قتلت خالی العاص بن ھشام بن المغیرہ فاما ابوک فانی مررت بہ وھو یبحث بحث الثور بروقہ فحدث

عنه و قصدله ابن عمه علی فقتله۔

ایک دن حضرت عمر راہ میں سعید بن العص سے ملے اور کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تمہارے دل میں میری طرف سے بغض بھرا ہوا ہے میرا خیال ہے کہ تم گمان کرتے ہو کہ میں نے ہی تمہارے باپ کو قتل کیا ہے۔ اگر میں نے ان کو قتل بھی کیا ہوتا تو میں اس کی معذرت تم سے نہ کرتا لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ میں نے تو اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا اور تمہارے باپ کے پاس سے میں گزرا تھا تو میں نے دیکھا کہ وہ بیل کی طرح پڑا ہوا اپنے خون میں لوٹ رہا تھا مگر اسکے ابن عم علی ابن ابی طالب اس کی طرف آئے اور اسکو قتل کر ڈالا۔

﴿سیرۃ ابن ہشام الجزء الثانی صفحہ ۲۷۷﴾

یہ ہے حضرت عمر کی سیاست کا نمونہ اور زیرکی کا نقشہ۔ پہلے تو یہ کہہ دیا کہ اگر میں قتل کرتا تو معذرت نہ کرتا۔ تا کہ اس کو یقین آ جائے کہ اب جو یہ انکار کر رہے ہیں وہ درست ہے۔ پھر اس کے غم و غصہ کا رُخ کسی خوبی کے ساتھ حضرت علیؑ کی طرف کر دیا۔ اور عمداً ایسا کیا اور مرنے والے کا ایسا نقشہ کھینچا کہ اس کے دل میں وہ غصہ اور زیادہ تیز و شدید ہو جائے کہ دیکھو علیؑ نے میرے باپ کو کیسی بے کسی اور بے حسی کی حالت میں قتل کیا۔ یہ تاریخی واقعہ ہے کہ ہر بڑی لڑائی کے بعد جوق در جوق لوگ اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد تو ہزاروں کافروں نے ظاہراً لباس اسلام پہن لیا۔ جنگ خیبر اور دیگر یہودیوں کی لڑائی کے بعد بہت سے یہودی بظاہر مسلمان ہو گئے۔ یہ بھی ان کی ایک سیاسی چال تھی جس میں وہ کامیاب ہو گئے جب دیکھا کہ اسلام کو تلوار سے زک نہیں دے سکتے تو مکر و فریب کے ذریعے سے تخریب اسلام کے در پے ہو گئے یہ لوگ کبھی نہیں بھولے اور نہ بھول سکتے تھے کہ صرف حضرت علیؑ ہی ان کے بیخ و بن کے اکھیڑنے

والے ہیں۔ اب انہوں نے یہ چال چلی کہ مخالفین علیؑ سے مل گئے اور ایسے ملے کہ شیر و شکر ہو گئے۔ کیونکہ مخالفتِ علیؑ دونوں میں جزو مشترک تھا۔ اس کا ذکر تفصیل سے آگے آئے گا۔

﴿چوتھی وجہ قبیلانہ رشک و حسد اور عصبیت﴾

عرب کی اس زمانے کی تہذیب بنی نوع انسان کی معاشرتی زندگی کے ارتقاء کے اس مرحلہ تک پہنچی تھی کہ جہاں آبادی کی اکائی قبیلہ سے شروع ہوتی ہے اور افراد ہستی ان کے قبیلہ میں مدغم ہو جاتی ہے، دوستی، محبت و نفرت، اُلفت و حسد افراد میں منحصر نہیں رہتے بلکہ قبیلوں میں ہوا کرتے ہیں۔ عرب کی یہ حالت اس زمانہ میں تھی جس طرح زمانہ حال میں مہذب دُنیا کی قومیں نہیں چاہتیں کہ ایک قوم دوسری قوم سے زیادہ طاقتور یا مالدار ہو جائے اسی طرح عرب میں اس زمانہ میں سارے قبائل رشک و حسد کے جذبات میں سرشار تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے زیادہ رسوخ و اثر والا ہو جائے۔ یہی وجہ تھی کہ عرب میں ابھی تک اندرونی بادشاہت قائم نہیں ہو سکی۔ اور جب آنحضرت ﷺ کے سردار اُمت ہونے کی وجہ سے یہ حکومت قائم ہو گئی تو وہ لوگ جن کے دلوں میں حمیت جاہلیت موجود تھی۔

اس کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے اور یہ تو وہ قطعی نہیں چاہتے تھے کہ ایک ہی قبیلہ میں سے متواتر یکے بعد دیگرے دو حاکم ہوں اور بزرگوار سقیفہ بنی ساعدہ کی کاوشوں کے بعد برسر حکومت آئے تھے ان کا اس ہی میں فائدہ تھا کہ اس قبیلہ نہ رشک و حسد کی بناء پر لوگوں کو قبیلہ بنی ہاشم سے منحرف کر دیں چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو سمجھایا اور بہت اچھی طرح ذہن نشین کرایا کہ اگر آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد ہی علیؑ خلیفہ ہو گئے تو پھر حکومت کا یہ سلسلہ قائم ہو جائے گا۔ اور بنو ہاشم میں سلطنت کو استقلال ہو جائیگا۔ اور تمہارے لئے کوئی گنجائش نہیں رہے گی برخلاف اس کے ہماری طرف سقیفہ بنی

ساعدہ کی دھمکا چوکڑی ہے۔ آج ہم، کل تم، اسی طرح یاروں کے گھرے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اندریں صورت لوگوں کا رُخ کدھر ہونا چاہیئے تھا۔ حضرت عمر کے بیان سے اور کون سا زیادہ ثبوت ہو سکتا ہے۔ انہوں نے اس گفتگو میں جو حضرت عبداللہ ابن عباس سے ہوئی تسلیم کر لیا ہے کہ محض قبیلانہ رشک وحسد کی وجہ سے علیؑ کو خلیفہ نہیں ہونے دیا، علامہ جرجی زیدان لکھتے ہیں۔

"عمر ابن الخطاب وغیرہ کے اقوال سے جو انہوں نے مختلف موقعوں پر کہے ہیں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مُسلمانوں نے بنو ہاشم کو عزت نبوت سے سرفراز دیکھا۔ کہ نبی ﷺ ان ہی میں سے تھے۔ لہذا انہوں نے یہ پسند نہ کیا کہ عزت نبوت پر خلافت کا بھی اضافہ کریں"۔

جرجی زیدان: تمدنِ اسلام حصہ اول صفحہ ۵۷۔

«پانچویں بنو امیہ کی رقابت»

یہ رقابت ایسی مشہور و مسلم ہے کہ زیادہ بحث کی ضرورت نہیں جسطرح اس رقابت کو آلہ کار بنایا گیا وہ ابھی بیان ہوگا۔

«چھٹی حضرت علیؑ کا طرز عمل اور ان کی رفعت شان»

جن ترکیبوں، طریقوں اور کاریگریوں سے عوام الناس پر اثر پیدا کر کے ان کو اپنے ساتھ لیا جاتا ہے وہ ترکیبیں اور طریقے ہر ایک قوم و ملک میں ایک سے ہی ہوتے ہیں۔ لوگوں کو رشوت سے، عطا و بخشش سے ان کی جائز اور ناجائز خواہشات کو پورا کرنے سے اپنی طرف کیا جاتا ہے اور سازشوں

سے بہت اچھی طرح کام لیا جاتا ہے۔ جھوٹے پروپاگنڈا عمل میں لائے جاتے ہیں۔ حضرت علیؑ ان باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔ اور جانشینِ رسولؐ کی شان کے منافی سمجھتے تھے۔ لہذا لوگ بہت آسانی سے ادھر جمع ہوگئے جہاں یہ باتیں تھیں۔ حضرت علیؑ کا مساوی وعادلانہ طرزِ عمل بھی ان خواہش کے بندوں کو پسند نہ تھا۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں:۔

ان سبب افتراق الناس عنه كان لعدله و قسمته مساوياً۔

یعنی حضرت علیؑ کے خلاف لوگوں کے ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ امیر و غریب وضیع و شریف صاحبِ رسُوخ و گوشہ نشین سب کے ساتھ عدل کرتے تھے اور آپ کی تقسیم غنائم واقطاع مساوی وعادلانہ تھی۔

(شرح نہج البلاغتہ الجزء الاول صفحہ ۱۸۰ الجزء الثانی صفحہ ۱۷۲)

حضرت علی اپنی فطرت میں اپنے خصائل حمیدہ میں، اپنے علم میں، اپنی بلند حوصلگی میں، اپنی شدت ریاضت اور سختی ایمان میں اس قدر ان لوگوں سے ارفع واعلےٰ تھے کہ وہ لوگ ان کو اپنے میں ایک غیر سمجھتے تھے۔ اور ان کی شخصیت کے سامنے اپنے تئیں حقیر محسوس کرتے تھے۔ ہر ایک شخص اپنے جیسے شخص سے میل جول کرنا چاہتا ہے اور مل کر خوش ہوتا ہے، کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ ایک بڑے شہر میں ایک اجنبی وارد ہوتا ہے اور اپنا ایک حلقہ احباب بناتا ہے، اس حلقہ سے پہچان لیا جاتا ہے کہ آیا وہ قصاب ہے، حجام ہے، عالم ہے، شاعر ہے یا جواری ہے ہر ایک گروہ چاہتا ہے کہ حاکم ہم میں سے ہو یعنی ہم جیسا ہو، بوجہ اپنی رفعت شان و منزلت علم وعمل وطہارت نفس کے حضرت علیؑ اپنے ابنائے زمان میں بطور ایک نوع غیر کے سمجھے جاتے تھے۔ لہذا اعوام الناس نے دیکھا کہ ان کو حاکم مقرر کر کے ہمیں

کوئی ذاتی فائدہ نہ ہوگا اور یہ ہم سے ہمیشہ بالاتر رہیں گے۔ ہم ان کو اپنی تعداد یا طاقت یا شوروغل سے مرعوب نہیں کر سکیں گے۔ ایسا آدمی مقرر ہو جائے تو اچھا ہے جو ہم جیسی کمزوریاں رکھنے والا ہو۔ ہم سے دبا رہے ہماری خوشامد کرتا رہے جو ذاتی فوائد وہ حاصل کرے ان میں ہم کو شریک کرے اور ہمیشہ سمجھتا رہے کہ اس کو یہ بزرگی و حکومت دلانے والے ہم ہیں اور اس کے صلہ میں وہ ہم کو انعامات و اکرامات دیتا رہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

حضرت علیؑ اپنے ذاتی نفع کے لئے کبھی وہ بات نہیں کرتے تھے جو ان کی شان سے گری ہوئی ہوں اُن کے حریف یہ بات جانتے تھے اور ان کی عالی حوصلگی سے فائدہ اُٹھاتے تھے۔ یہ تو ہر ایک سقیفہ ساز جانتا تھا کہ اگر خلیفہ گری کی بحث کے وقت علیؑ اور بنو ہاشم موجود ہوتے تو ہماری دال نہیں گلے گی۔ مگر علیؑ کیونکہ دور رکھے جا سکتے تھے یہ فقط چند لیڈروں کی فکر رسا کے لئے چھوڑ دیا گیا تھا۔ جن کے ہاتھ میں اس انقلاب کی باگ ڈور تھی۔ انہوں نے اس بحث کے لئے ایسا وقت اور ایسا مقام مقرر کیا کہ علیؑ اپنی جگہ سے ہل ہی نہیں سکتے تھے وہ جانتے تھے کہ علیؑ کی شان کے خلاف ہے کہ جسدِ اطہر رسول کو بے غسل و کفن چھوڑ کر خلافت کے لئے دوڑیں لہذا تغسیل و تدفین رسولؐ سے پہلے ہی انہوں نے اپنا سارا کام بنالیا۔

«ساتویں وجہ انصار و مہاجرین کی رقابت»

انصار نے مہاجرین کو مکہ سے بلایا اور سر آنکھوں پر رکھا اپنے گھروں میں جگہ دی اپنے لقمے میں سے توڑ کر لقمہ ان کو دیا یہ تو غربت کے وقت کی حالت تھی اس کے بعد فتوحات ہوئیں۔ مال غنیمت آنے لگا۔ ان حالات کی تبدیلی کے ساتھ ہی انصار کے دلوں کی کیفیت بھی بدلنے لگی۔ مکہ کے حضرات کفر میں زیادہ پختہ کار تھے۔ ان کی تالیف قلوب کے لئے جناب رسولؐ خدا نے مال غنائم میں سے ان کو زیادہ حصہ دیا۔ چونکہ آنحضرت بھی اس ہی قبیلہ سے تھے اور قریش کی طرح انصار نے بھی شانِ نبوت کو

اچھی طرح نہیں سمجھا تھا۔لہذا ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ نا جائز ترجیح ہے۔ آنحضرتؐ سے شکایت کی۔ آپ نے ان کو سمجھا دیا۔ چونکہ آنحضرتؐ کے احکام کی اطاعت اسلام کا ایک جزو تھی۔ آنحضرتؐ کی زندگی میں تو یہ صورتِ حالت بد دلی کے درجہ سے آگے نہیں بڑھی، لیکن جوں جوں آنحضرتؐ کی سرداری حکومت کی صورت اختیار کرتی گئی۔ انصار کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ آپ کے بعد اس حکومت کو کون سنبھالے گا۔ اور آیا وہ ایسا شخص ہوگا کہ ہمارے ساتھ عدل و مساوی سلوک کر سکے۔ انہوں نے اپنی اس فکر کا اظہار صاف طور سے سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس میں کر دیا۔

جب بشیر ابن سعد اور زید بن ثابت کو مہاجرین کی حمایت کرتے ہوئے دیکھا تو حباب ابن المنذر نے صاف کہہ دیا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری اولاد ان مہاجرین کے دروازوں پر بھیک مانگتی پھر رہی ہے اگر انصار کو یقین ہو جاتا کہ آنحضرتؐ کے بعد بغیر کسی رکاوٹ کے حضرت علیؑ مسندِ حکومت پر متمکن ہو سکیں گے تو وہ پھر مطمئن ہو جاتے۔ یہ امر قطعاً کہا جا سکتا ہے کہ اگر مہاجرین کی طرف سے حضرت علیؑ کی مخالفت شروع نہ ہوتی تو انصار کبھی اس کی ابتدا نہ کرتے اور سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس کے انعقاد کی نوبت نہ آتی۔ یہ مخالفین کی جماعت ہی کا طرزِ عمل تھا جس نے انصار کو اپنا علیحدہ خلیفہ مقرر کرنے پر مجبور کیا۔ روزانہ کے طرزِ عمل اور واقعات سے انصار کو یقین ہو گیا تھا کہ اگرچہ جناب رسولؐ خدا نے علیؑ کو تمام اُمت اسلامیہ کا حاکم و خلیفہ مقرر کر دیا ہے۔ مگر مہاجرین کی یہ طاقتور جماعت اس حکم کی اطاعت نہیں کرے گی۔ جب ہی تو بغیر مہاجرین سے صلاح و مشورہ کئے ہوئے اپنا علیحدہ خلیفہ سقیفہ بنی ساعدہ میں مقرر کرنا چاہا اور جب اس جماعت کے تین سردار وہاں آ ہی پہنچے تو پھر انصار نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ منا امیر و منکم امیر یہ مطالبہ صاف بتا رہا ہے کہ انصار جانتے تھے کہ اس جماعت نے جو طرزِ عمل اپنے لئے سوچ لیا ہے اس سے وہ نہ ہٹے گی اور یہ ممکن نہیں کہ ایک حاکم ہو اور وہ ان کا ہو۔ مہاجرین کے جور و غلط سے بھی ڈرتے تھے۔ حکومت میں اپنا دخل چاہتے تھے لہذا ایک امیر کا مطالبہ کیا وہ امیر درجہ دوئم ہی پر رکھا جاتا۔

ہمارے اس دعوئی کی تصدیق اگر مہاجرین کی اس جماعت کی طرف سے حضرت علیؑ کی مخالفت شروع نہ ہوتی تو انصار کبھی اس کی ابتدا نہ کرتے، بہت سے واقعات میں ہوتی ہے سب سے پہلے تو یہ بات ہے کہ انہیں حضرت علیؑ سے کوئی وجہ دشمنی نہ تھی۔ حضرت علیؑ سے دعوئی ہمسری و رقابت نہ تھا۔ قبیلا نہ رشک وحسد جو ایک شہر کے مختلف قبیلوں میں اس زمانہ میں ہوا کرتا تھا۔ وہ ان میں حضرت علیؑ و بنو ہاشم کے خلاف نہ تھا جنگ ہائے بدر و اُحد وغیرہ میں حضرت علیؑ نے ان کے قبیلے کے آدمیوں کو قتل نہیں کیا تھا۔ وہ حضرت کی اعلیٰ صفات اور خدمات اسلامی سے واقف تھے۔ ان میں سے کوئی اپنے تئیں علیؑ کا مد مقابل یا رقیب نہیں سمجھتا تھا۔ ان میں کوئی شخص حضرت عمر جیسی جرات و ہمت والا موجود نہ تھا جو باوجود جناب رسولخدا کے صریح احکام کے لیے حضرت علیؑ کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاتا۔ یہاں تک کہ سقیفہ بنی ساعدہ کے اجلاس میں حضرت علیؑ کی غیر حاضری میں بھی بہت سے انصار نے کہہ دیا کہ ہم سوائے علیؑ کے اور کسی کو خلیفہ نہ مانیں گے۔

وبایعه الناس فقالت الانصار او بعض الانصار لانبایع الا علیا۔

جب حضرت ابوبکر کی بیعت لوگ کرنے لگے تو انصار نے یا ان میں سے اکثر نے صاف کہہ دیا کہ ہم تو سوائے علیؑ کے اور کسی کی بیعت نہیں کرینگے۔

ابن الاثیر۔ تاریخ الکامل اجزاء الثانی صفحہ ۱۲۴۔

ایک اور امر بھی غور طلب ہے۔ حضرت عمر کو جب اپنی موت کا یقین ہو گیا اور لوگوں نے ان

سے التجا کی کہ آپ ہی اپنا جانشین مقرر کردیں تو انہوں نے چند رفتگان کے نام لئے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ مقرر کرتا ان میں سے کوئی انصار نہ تھا۔ پھر جب آپ نے چھ اُمیدواران خلافت نامزد کیے تو اُن میں کسی انصار کو نہ رکھا بلکہ صریحاً کہہ دیا کہ خلافت میں انصار کا حصہ نہیں شوریٰ مقرر کرتے وقت آپ نے لوگوں کو **یا معشر المھاجرین** کہہ کر خطاب کیا۔ انصار کو مطلقاً نظر انداز کردیا اور فرمایا۔

احضر وا معکم من شیوخ الانصار ولیس لھم من امرکم شیئاً

ابن الاثیر۔ کتاب الامامت والسیاسات صفحہ ۲۲

یعنی دورانِ مشاورت خلافت سازی میں تم انصار کے چند بڑے آدمیوں کو تو بُلا لینا مگر تمہارے امر میں ان کو کوئی حصہ نہیں ہے۔ خلافت کو آپ نے تمہارا امر یعنی مہاجرین کا معاملہ بتایا۔ انصار اس قابل بھی نہ تھے کہ ان کی طرف اضافت یا ادنیٰ ملابست بھی ہوسکے یہ وہ انصار تھے جن کی نسبت جناب رسولؐ خدا فرمایا کرتے تھے کہ **حب الانصار من الایمان** اور **اللھم انتم من احب الناس الی قالھا ثلاث مراۃ**۔ یعنی خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اے انصار تم میرے محبوب ترین لوگوں میں سے ہو یہ آپ نے تین دفعہ کہا آپ نے یہ بھی فرمایا **لو ان الانصار سلکوا وادیاً او شعباً لسلکت فی وادی الانصار** یعنی اگر انصار ایک علیحدہ وادی، شعب میں جائیں تو میں اُن کے ساتھ رہوں گا۔ **الانصار لا یحبھم الا مومن ولا یبغضھم الا منافق فمن احبھم احبہ اللہ ومن ابغضھم ابغضہ اللہ** یعنی انصار کو نہیں دوست رکھے گا لیکن مومن۔ اور ان کو نہیں دشمن رکھے گا لیکن منافق پس جو ان کو دوست رکھے خدا اس کو دوست رکھے گا۔ اور جو ان سے بغض رکھے خدا اس سے بغض رکھے گا۔

صحیح بخاری۔ الجزء الثانی باب مناقب الانصار صفحہ ۲۰۵، ۲۰۶۔

یہی فقرہ جناب رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کے حق میں کہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے دونوں کے حق میں جناب رسولِ خدا کے اس قول کی عزت ایک ہی طریقے پر کی یعنی دونوں کو خلافت سے محروم کر دیا۔ جناب رسولِ خدا نے جماعت مخالفین کی خواہش خلافت کی فراوانی کو دیکھ کر وہی نتیجہ انصار کے متعلق نکالا تھا جو آپ نے حضرت علیؑ کے متعلق اخذ کیا تھا۔ اس کو معجزہ پیشن گوئی بھی کہہ سکتے ہیں اور قدرت پیشبینی بھی آپ انصار کو خطاب کر کے فرمایا کرتے تھے۔

انکم ستلقعون بعدی اثرة فاصبروا حتی تلقونی وموعدکم علی الحوض۔

صحیح بخاری باب مناقب الانصار باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا انصار "اصبروا حتی تلقونی علی الحوض" الجزاء الثانی صحفہ ۲۰۷۔

ترجمہ:۔ میرے بعد ہی تم پر مصائب و آلام آئیں گے۔ پس تم صبر کرنا یہاں تک حوض کوثر پر تم مجھ سے ملو دونوں کے لئے یہ مصیبت قائم شدہ گونمنٹ کی سختیوں کی صورت میں آئی۔ حضرت عمر کے عمالوں کی فہرست پر نظر ڈالوں جس کو بنو امیہ اور دشمنانِ علی ابن ابی طالب کی کثرت ہے۔ سوائے ایک کے اور کوئی انصاری نظر نہیں آتا۔ سعد ابن عبادہ انصاری جو حریف سلطنت تھا، اس کو شام میں "جن" نے قتل کر دیا۔ اس کے بیٹے قیس سے بے رخی برتی گئی۔ اس سلوک کی تلافی جناب امیرؑ نے اس طرح کی قیس ابن سعد ابن عبادہ کو مصر کی گورنری پر مقرر فرمادیا۔

مسئلہ زیر غور یہ ہے کہ حضرت عمر کی یہ ناراضگی انصار پر کیوں تھی کہ خلافت میں سے ان کا حصہ ہی نکال

دیا۔کیا انصار اُمت اسلامیہ میں سے نہ تھے۔اس کی وجوہات تھیں۔حضرت عمر کی سیاست کا رُکن اعظم تھا۔ کہ جس شخص میں ذرا بھی حُب علیؑ ہو وہ حکومت سے دور رکھا جاتا تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ انصار نے خلافت کو خاندان نبوت میں سے نکالنے میں جو سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت کے بعد ہی دونوں فریقین میں لڑائی جھگڑے ہونے لگے جن کے روکنے کے لئے حضرت ابوبکر نے فوراً ان لوگوں کو لڑائی پر بھیج دیا۔ان کی تفصیل آگے آتی ہے۔اگر یہ وجوہات نہ تھیں تو وکلائے اہل حکومت ہمیں بتائیں کہ باوجود مسلمان اور ناصرانِ رسولؐ ہونے کے انصار کا حق وحصہ کیوں خلافت میں نہ تھا۔اگر خلافت بنی تیم و بنی عدی و بنی اُمیہ میں جاسکتی تھی تو کیوں انصار کی طرف نہ جاتی۔اگر آپ اس کا یہ جواب دیں کہ چونکہ آنحضرتؐ قریش میں سے تھے لہذا خلافت قریش ہی کا حصہ تھا تو پھر آپ کا قصر جمہوریت متزلزل ہوتا ہے اور اگر رشتہ داری باعثِ ترجیح ہوسکتی تھی تو نزدیک ترین رشتہ دار خلافت کے لئے اولیٰ تھے نہ کہ حضرت ابوبکر وعمر، اس قسم کی منطق کی خرابیوں کو دیکھتے ہوئے ہی انصار نے مجبوراً حفظ ماتقدم کے طور پر اپنا علیحدہ خلیفہ مقرر کرنا چاہا۔مہاجرین علی کے سوائے انصار کو کوئی ایسا نظر نہیں آتا تھا جو ان کے اور مہاجرین کے درمیان عدل کامل کرسکے اور اسلام کے معاملات کو اسی طرح تکمیل کو پہنچائے جس طرح جناب رسولؐ خدا نے شروع کئے تھے باقی جتنے لوگ تھے اس انصار کو دعویٰ برابری تھا اور خوف رقابت بھی۔یہ امر واقعہ ہے کہ انصار ادعائے خلافت کی بناء پر نہیں اٹھے تھے بلکہ ظلم کا سدباب کرنا مقصود تھا۔

جب انصار کو یقین ہوگیا کہ یہ جماعت مہاجرین کی علیؑ کو خلیفہ نہ ہونے دے گی اور انصار نے اپنا خلیفہ نامزد کردیا تو پھر ان کو بھی اس کی بیچ ہوگئی مگر وہ بیچ حضرت ابوبکر ہی کے مقابلہ میں تھی۔اب سارا معاملہ اس نقطہ پر آن کر منتہی ہوگیا کہ انصار میں سے خلیفہ ہو یا مہاجرین میں سے۔حضرت عمر کی کوشش ہی یہ تھی کہ شخصیت پر نظر نہ جائے بلکہ قبیلہ ہی میں معاملہ رہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب مقابلہ آسان ہوگیا۔اب سعد بن عبادہ کے مقابلہ میں ابوبکر بن ابی قحافہ پیش کئے جاسکتے تھے غرضکہ اس جماعت مہاجرین نے وہ حالات پیدا

کر دیئے جن کی وجہ سے انصار کو سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونا پڑا۔ اگر یہ حالات پیدا نہ ہوتے تو انصار کفن و دفن رسول کی طرف توجہ کرتے، نہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ کی طرف جاتے۔

«آٹھویں وجہ مخالفینِ علیؑ ابن ابی طالب کا رسوخ حرم رسولؐ ہیں»

یہ امر واقعہ ہے کہ جماعت مخالفین کی بساط سیاسی پر جو کام حضرت عائشہ اور ان کی جماعت نے کیا وہ سقیفہ بنی ساعدہ کی کامیابی کا ایک بڑی حد تک باعث تھا۔ جس طرح اصحابِ رسولؐ میں حضرت علیؑ کی محبت و بغض کی بناء پر دو پارٹیاں ہوگئی تھیں اسی طرح حرمِ رسولؐ میں دو فرقے بن گئے تھے۔ اس کی شہادت صحیح بخاری میں موجود ہے۔

عن عائشة نساء رسول الله صلی الله علیه وسلم کن حزبین فحزب فیه عائشة و حفصة و صفیة و سودة و الحزب الاخر ام سلمه و سائر نساء صلی علیه وسلم

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ازواجِ رسولؐ اللہ دو مخالف جماعتوں میں منقسم تھیں ایک میں تو عائشہ، حفصہ، صفیہ، سودہ اور دوسری میں ام سلمہ اور باقی ازواج۔

یہ طویل روایت ہے جس کا پہلا حصہ اُوپر لکھا گیا اس کے بعد درج ہے کہ لوگ اس ہی دن تحائف آنحضرت کی خدمت میں بھیجتے تھے جب حضرت عائشہ کی باری ہوتی تھی دیگر جماعت ازواج

ان کی مخالفت کرتی تھی۔ چنانچہ زینب زوجہ رسول اور حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ کے ذریعہ سے اُن کی شکایت آنحضرت تک پہنچائی گئی۔ یہ بہت غور کرنے کی بات ہے ازواجِ مطہرات میں فریق بندی کیوں ہو۔ اگر کہا جائے کہ سوکنوں کا جلاپا تھا تو یہ غلط ہوگا، کیونکہ یہ جلاپا وہاں ہوتا ہے جہاں سب ازواج کے ساتھ مساوی سلوک نہیں کیا جاتا۔ آنحضرتؐ سے ناانصافی کی اُمید نہیں ہوسکتی۔ اگر یہ جواب دیا جائے کہ انصاف ہو یا نہ ہو یہ فطری ہے کہ جو زوجہ زیادہ محبوب ہوگی باقی اس کے خلاف ہوجائیں گی تو یہ بھی غلط۔ کیونکہ اس صورت میں تین ازواج کیوں حضرت عائشہ کے ساتھ ہوں اور وہ بھی خلیفہ گردں اور حکام کے خاندان کی۔ یہ حضرت صفیہ وہی ہیں۔ جنہوں نے آنحضرت کو شانہ گوسفند میں زہر دیا تھا اور پھر سوکنوں کا جلاپا امہات المومنین کی شان سے بعید ہے۔

آپ کی رائے میں تو ہر ایک زوجہ رسول آیۂ تطہیر میں شامل ہے۔ یہ ناحق کا سوکنوں سے حسد طہارت کے کس عنوان کے نیچے آئے گا۔ اس پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں آئندہ کے واقعات نے صاف کردیا کہ وجہ تنازعہ و عناد کیا تھی۔ حضرت عائشہ کو حضرت علیؑ سے ایسا بغض تھا کہ حضرت علیؑ کا ذکر خیر کرنے اور سُننے پر قادر نہ تھیں۔ (**تاریخ طبری الجزء الثالث ص ۱۹۱، مسند احمد حنبل الجزء السادس ص ۳۸-۳۴**) جنگ جمل نے سارا بھانڈا ہی پھوڑ دیا۔ حضرت عائشہ حضرت علیؑ کے خلاف لڑتی ہیں۔ حضرت ام سلمہ حضرت علیؑ کی طرف ہیں۔ اس جناب عائشہ کے خلاف ان کو سمجھاتی ہیں کہ ایسا نہ کرو۔ یہ تھی ان دونوں جماعتوں میں وجہ اختلاف، واقعات بتا رہے ہیں کہ اُمور سیاسیہ میں سب سے زیادہ حضرت عائشہ حصہ لیتی تھیں اور حضرت علیؑ کی مخالف جماعت ان کی بہت مرہون منت ہے۔ حضرت عائشہ نے اپنے والد بزرگوار کو امامت نماز پر کھڑا کرکے سقیفہ سازی کے جدال کے لئے ایک مغالطہ میں ڈالنے والا نکتہ مہیا کردیا۔ مخدرات عصمت کی یہ جماعت حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو جناب رسولخدا کی نقل و حرکت اور ان کے ارادوں سے مطلع رکھتی تھی۔

جیشِ اسامہ کے قضیہ میں بھی ان ہی ازواجِ رسول کا ہاتھ نمایاں ہے یہ ان ہی مخدرات عصمت کے متواتر احکام اور اطلاعات تھے جنہوں نے لشکر اسامہ کو جرف سے آگے نہ بڑھنے دیا اور عین وقت پر بُلا لیا۔ امہات المومنین کی ایک جماعت نے بڑی کوشش کی کہ اسامہ بن زید اپنے لشکر کو نہ لے جائیں اور وہ بوقت رحلت آنحضرتؐ مدینہ ہی میں رہیں دیکھو۔

نجعل یقول فی مرضه انفذوا جیش اسامه انفذوا جیش اسامه حتیٰ بلغ الجرف فارسلت الیه امراء ته فاطمه بنت قیس فقالت لا یبرح حتی قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما قبض رجع الی ابی بکه

مرض میں آپ بار بار کہتے تھے کہ اسامہ کے لشکر کو فوراً الڑائی پر بھیجدو۔ اس تاکید پر وہ جرف تک آئے لیکن فاطمہ بنت قیس زوجہ آنحضرتؐ نے اسامہ کے پاس کہلا بھیجا کہ تم ہرگز نہ جانا۔ رسول اللہ بہت بیمار ہیں پس وہ نہ گئے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت وہ حضرت ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (**محمد سعد: طبقات الکبریٰ ج ۴ ص ۴۷/ ابن عساکر: تاریخ الکبیر حصہ تخذیب ج ۲ ص ۴۷**)

دیکھا آپ نے آنحضرت کو اتنی تاکید کررہے ہیں لیکن آنحضرتؐ کے حرم میں سے ایک فریق آپ کی صریحاً مخالفت کررہا ہے۔ یہ معظمہ اشعث بن قیس کی بہن تھی جو حضرت ابوبکر کے بہنوئی تھے۔ حضرت عائشہ ہی کے گھر میں آنحضرتؐ کے بعد حضرت علیؑ کے خلاف تجویزیں سوچی جاتی تھیں۔ اور

مجلس شورہ جمع ہوا کرتی تھی۔ حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ مجلس شوریٰ حضرت عائشہ کے گھر میں منعقد ہو۔ آنحضرتؐ ﷺ کی فراست نے بھی اس امر شدنی کو پہلے سے معلوم کرلیا یا بارگاہ رب العزت سے اسکی اطلاع دی گئی۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

عن ابن عمر قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم من بيت عائشة فقال ان الكفر من ههنا من حيث يطلع قرن الشيطن۔ (امام احمد حنبل ج ۲ ص ۲۳، و ج ۵ ص ۱۱۶/ صحیح البخاری کتاب الخمس ازواج النبی ج ۲ ص ۱۲۷)

ابن عمر کہتے ہیں کہ ایک دن جناب رسولؐ خدا حضرت عائشہ کے گھر سے برآمد ہوئے اور نکلتے وقت فرمایا کہ اس گھر سے کفر کا سر نکلے گا جس طرح شیطان کے سینگ نکلتے ہیں۔

جناب رسولِؐ خدا حضرت عائشہ کی سیاسی تحریکات اور ان کے رجحان سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ ان کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور بار بار حضرت عائشہ سے کہتے تھے کہ تم ان حرکات سے باز آؤ اور آئندہ کے لئے بھی ان کو ہدایت فرماتے تھے۔

لما اقبلت عائشة بلغت مياه بني عامر ليلاً نبحت الكلاب قالت اى ماء هذا قالوا ماء الحواب قالت ما اظنى الا انى راجعة فقال بعض من كان معها بل تقدمين فيراك المسلمون فيصلح الله عزوجل ذات بينهم قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لها ذات يوم كيف باحدكن تنبح عليها الكلاب الحواب۔

جب حضرت عائشہ حضرت علیؑ سے جنگ کیلئے نکلیں اور بنی عامر کے چشموں تک پہنچیں تو وہاں کے کتے بھونکنے لگے انہوں نے پوچھا۔ کہ یہ کونسا چشمہ ہے لوگوں نے کہا کہ چشمہ حواب۔ جناب عائشہ نے کہا کہ میں واپس جاتی ہوں لوگوں نے کہا کہ آپ واپس نہ ہوں شاید آپ کے ذریعہ سے اُمور مسلمین کامیاب ہوں۔ جناب عائشہ نے فرمایا کہ ایک دن مجھ سے جناب رسول خدا ﷺ نے کہا تھا کہ تم میں سے اس عورت کا کیا برا حشر ہوگا جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے۔ (امام احمد حنبل: مسند الجزء السادس صفحہ ۵۲، ۹۷، تاریخ حبیب السیر اور سیرۃ الحلبیہ، سیرۃ الجلیہ: الجزء الثالث صفحہ ۳۲۰، ۳۲۱، تاریخ حبیب السیر: جلد اول جزو چہارم صفحہ ۴۸، علامہ حاکم: مستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث صفحہ ۱۲۰، علی المتقی: کنز العمال الجزء السادس صفحہ ۸۳ حدیث ۱۲۹۸ و صفحہ ۸۴ حدیث ۱۳۰۱، ابن قتیبہ: کتاب الامامت والسیاست درذکر واقعہ جمل صفحہ ۵۶، تاریخ طبری: الجزء الخامس واقعہ جمل صفحہ ۱۷۱، تاریخ کامل: ابن الاثیر، درذکر واقعہ جمل، مروج الذہب: مسعودی جلد ثانی صفحہ ۲۴۳و۲۴۲، معجم البلدان: حموینی درذکر حواب، تاریخ ابی الفدا: الجزء الاول ذکر حوادث سنہ ست و ثلاثین صفحہ ۱۷۳، تاریخ ابن خلدون اردو ترجمہ جلد چہارم ذکر واقعہ جمل صفحہ ۲۹۹، روض المناظر فی علم الاوائل والاواخر درو قائع سنہ ۳۶ ہجری، تاریخ روضتہ الصفاء درذکر واقعہ جمل)

آخر کار جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ عائشہ کی اصلاح ناممکن ہے اور یہ اپنی عادتوں سے باز نہ

آ ئیں گی۔تو آپؐ نا اُمید ہو کر فرمانے لگے کہ عائشہ کیا اچھا ہوتا جو تم مجھ سے پہلے مر جاتیں۔(تاریخ الطبری ج ۳ ص ۱۹۱/ تاریخ الکامل ابن اثیر ج ۲، ص ۱۲۱)۔

حضرت عائشہ و حضرت حفصہ کو بارگاہ خداوندی سے بھی ان کے اعمال اور افعال کی وجہ سے تنبیہ و تہدید کی گئی ۔ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا (سورۃ تحریم ع ا پارہ ۲۸) یعنی تم دونوں کو چاہیئے کہ تم خداوند تعالیٰ کی درگاہ میں توبہ کرو۔ کیونکہ تم دونوں کے دل کج ہو گئے ہیں۔کس درجہ تک نافرمانی ءرسول کرتی تھیں کہ خداوند تعالیٰ کی بھی تنبیہ کرنی پڑی۔محض رسولؐ خدا کی تنبیہ کافی نہ ہوئی اور واقعات جمل بتا رہے ہیں کہ باوجود اس تہدید و حکمِ خداوندی کے بھی توبہ نہیں کی تمام مفسرین و محدثین متفق ہیں کہ اس آیت میں صرف حضرت عائشہ و حفصہ ہی کو مخاطب کیا گیا ہے۔غرضکہ اس جماعت ازوج رسولؐ نے اپنی پارٹی کے مردوں کے لئے کام کئے جو ان کی کامیابی کے بہت حد تک باعث ہوئے۔تجہیز جیش اسامہ و امامت نماز کے واقعات و بے شمار احادیث مناقب حضرت عمر و ابی بکر منقول از حضرت عائشہ وہ ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں۔بہت سے ایسے امور ہوں گے جو احادیث کی کتابوں میں محفوظ نہ رہے۔یہ قیاس بالکل امر واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ کے حرکات و سکنات اور ارادوں کی خبریں عین وقت پر حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو ملتی ہوں گی اور وہ ان کے مطابق اپنے طرزِ عمل کی تشکیل کرتے ہوں گے۔

ایک بہت بڑا کام حضرت عمر نے حضرت عائشہ اور ان کی جماعت سے اپنے مقصد کے لئے لیا وہ یہ تھا کہ حکام سقیفہ اور ان کے ارکان کے افعال و اعمال کی توثیق و تصدیق ان سے کرا کر لوگوں کی آنکھوں میں جوازیت کا جامعہ پہنایا۔حضرت فاطمہؑ سے فدک چھیننا ایک ایسا فعل تھا کہ ممکن تھا کہ لوگ اپنے نبی کی پیاری بیٹی کی یہ توہین و تحقیر نہ دیکھ سکتے لیکن جس نے اس فعل کی سب سے پہلے تصدیق و

توثیق کی وہ حضرت عائشہ تھیں اور انہوں ہی نے لاوارث حدیث کو اپنے دامن عاطفت میں لے کر اس کی پرورش کی۔ان جاہل عربوں کے لئے ہی کافی تھا کہ زوجہ رسول اس فعل کو مستحسن سمجھتی ہے اسی طرح اور بہت سے واقعات تھے جن کی تفصیل موجب طوالت ہوگی۔حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے لئے تو بڑی خوشی سے پہلوئے رسولؐ میں قبر کے لئے جگہ دے دی لیکن جب نواسہ رسول کو وہاں دفن کرنا چاہا تو مانع ہوئیں اس ہی مقرر و طے شدہ اصول کے مطابق تھا کہ جہاں تک ہو سکے۔اہل بیت رسول کو لوگوں کی نظروں سے گرایا جائے اور انکے مقابل میں کارکنان حکومت سقیفہ کی شان کو دوبالا کیا جائے۔

اگر دُنیا کی ساری تاریخ کی کتابیں دریا بُرد ہو جائیں۔اگر تمام کُتب اکبار و روایات کو جھوٹا سمجھا جائے۔تب بھی جو باقی رہے گا اس سے اہل بیت ختم المرسلین کی مظلومیت اور حکام وقت کے ظلم و جور کی داستان بہت اچھی طرح مرتب ہو سکتی ہے کچھ نہیں تو خاموش عمارتیں، ویران قبرستان ہی اپنی زبان میں اس قصہ کو دہرائیں گے۔

اہل بصیرت کے لئے یہ کتنا عبرت آموز سبق ہے کہ قبر رسولؐ کے پاس انکے کسی خاندان والے کی قبر نہیں ہے ان کی پیاری بیٹی چھ مہینے کے اندر یہ دوہائی دیتی ہوئی دُنیا سے جاتی ہے کہ میں تم دونوں کی شکایت اپنے باپ سے کروں گی۔ایک خاموش تنہا جنازہ رات کو علیؑ کے گھر سے نکلتا ہے اور مسلمانوں کے عام قبرستان میں رسول کی پیاری بیٹی دفن کی جاتی ہے جس کی جُدائی رسول کو گوارا نہ تھی۔کسی مہم پر باہر جانا ہوتا تھا تو سب سے آخر خانہ فاطمہ پر اپنی

بیٹی سے رخصت ہوتے آتے تھے۔ اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی کے پاس آتے تھے تو سب سے پہلے اپنی بیٹی سے ملتے تھے۔ اس بیٹی کو اجازت نہیں ملتی کہ اپنے باپ کے پہلو میں دفن ہو۔

کہا جائے گا کہ انکی وصیت ہی یہ تھی کہ رات کو جنازہ نکلے اور عام مسلمانوں کے گورستان میں دفن ہوں لیکن یہ وصیت ہی اپنے ہی ایک طویل داستان غم مضمر رکھتی ہے کون پیاری بیٹی نہیں چاہتی کہ اپنے پیارے باپ کے پہلو میں دفن ہو مگر جب دختر رسولؐ نے دیکھا کہ میرے باپ کی قبر دشمنوں کے قبضہ میں ہے اور اگر میرے شوہر نے کوشش کی تو جنگ وجدال کی نوبت آجائے گی تو مظلوموں کے خاندان کی اس پہلی شہیدہ نے صبر کی تلقین اس وصیت کی صورت میں کی۔ وصیت یہ بھی تھی کہ میرے دشمن میرے جنازہ پر نہ آئیں مگر جانتی تھی کہ اگر دن کو جنازہ اٹھا اور ان کو معلوم ہوگیا۔ تو وہ اپنی عادتِ ظلم وجور نہ چھوڑیں گے اور جبراً آجائیں گے لہذا رات کو دفن کرنے کی وصیت کی۔ واقعات آئندہ نے بتادیا کہ ان کا خیال صحیح تھا ایک اور شہید نے یہ تمام حجت بھی کر کے دیکھ لیا۔ پیارے سے نواسے کا جنازہ اس کی وصیت کے مطابق اپنے نانا کی قبر کی طرف روانہ ہوتا ہے، لیکن نانا کی زوجہ محترمہ اور جماعتِ حکومت کے زعم کے مطابق آیہ تطہیر کی وارثہ مانع ہوئی ہیں اور نواسے کو نانا کے پہلو میں دفن نہیں ہونے دیتیں اور جنازہ پر تیر برسائے جاتے ہیں۔

واقعات نے بتادیا کہ دونوں حسنؑ اور عائشہ ایک چادر تطہیر کے اندر آنے کے قابل نہیں۔ یا حسنؑ باہر رہیں گے یا حضرت عائشہ۔ اس کا فیصلہ مسلمان خود اپنے دل میں کرلیں کہ کون باہر رہے گا۔

ہم صرف اتنا اشارہ کئے دیتے ہیں کہ آیہ مباہلہ اور حدیث رسولؐ سید اشباب اہل الجنتہ کو بھی یاد رکھیں واقعات جمل کو بھی نظر سے اوجھل نہ ہونے دیں۔ خیر یہ جملہ مقروضہ تھا۔ ہاں ہم کہہ رہے تھے کہ خاموش قبرستان ہی اپنی کہانی بتا رہے ہیں۔ قبر رسولؐ کے ارد گرد نہ تو ان کی اولاد اور نہ ان کے پیارے ابن عم و داماد کی قبریں ہیں۔ قبریں تو کس کی ہیں، حکام وقت کی اور وہ حضرت عائشہ کے حکم و اجازت سے بنائی گئی ہیں یہ وہ ظلم تھا جو مرنے کے بعد بھی جاری رہا اور اب تک جاری ہے۔ کیا یہ واقعات قطعی ثبوت اس امر کا نہیں ہیں کہ حضرت عائشہ اس جماعتِ حکومت کی ایک فرد تھیں جو حضرت علیؑ کے خلاف تھے اور یہ جماعت حکومت بھی ان کو ہر وقت اور ہر طرح سے اُنکے احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کرتی تھی۔ جب وظیفے مقرر ہوئے تو سب سے زیادہ وظیفہ ان کا مقرر ہوا۔ اچھی سے اچھی چیز جو مال غنیمت سے آئی تھی وہ ان کے پاس تحفہ بھیجی جاتی تھی۔

یہ تھے وہ واقعات جنہوں نے حضرت عمر کے حصولِ مقصد سیاست میں اعانت کی۔ مگر یاد رکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ یہ سب امور حضرت علیؑ کو حکومت سے دور رکھنے میں فقط معاون کی حیثیت رکھتے تھے۔ انتزاعِ خلافت کے خود باعث نہ تھے۔ اس کا باعث محض حضرت عمر کی سیاست تھی۔ ہم نے یہ آٹھ واقعاتِ اعانت گنوائے ہیں۔ اگر عرب مفہوم نبوت کو کما حقہ نہ سمجھ سکے تو یہ ایک ان کے دین کا نقص تھا۔ اس جہالت سے وہ کام لینا جو لیا گیا۔ محض حضرت عمر کی ذہانت و رسائی فہم کا نتیجہ تھا۔ عربوں میں کینہ ضرور تھا۔ قبیلانہ رشک وحسد بھی تھا۔ بنو امیہ کی رقابت بھی تھی۔ لیکن یہ سب امور خلافت پر قبضہ کرنے کے لئے ناکافی تھے بنو اُمیہ کی رقابت کی آخری جدو جہد ختم ہو چکی تھی اور اب مجبوراً ابوسفیان نے بنو ہاشم کی قیادت پر صبر کر لیا تھا۔ قبیلوں کا رشک وحسد بھی اپنا زور لگا چکا تھا۔ حضرت علیؑ نے اپنے جنگ وجدال سے بہت سے دشمن پیدا کر لئے تھے لیکن ان میں سے بہت سے تو نا اُمید ہو چکے تھے۔ اور ان میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو حکومت پر قبضہ کر سکنے کی طاقت رکھتا ہوں۔

یہ سب اُمور بے جان قصہ پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے ان سب میں ایک نئی روح پھونک کران کی مدد سے حضرت علیؑ کے خلاف ایک جماعت کی توسیع و تنظیم کرنا حضرت عمر کا کام تھا اور بغیر اس تنظیم و جوش کے یہ سب باتیں ایک معمولی بدلی و رنج کے درجے سے آگے نہ بڑھتیں۔ حرمِ رسولؐ میں ایک جماعت پیدا کر کے اپنی ہدایات کے اندر اس سے کام لینا حضرت عمر کا کام تھا۔ ورنہ بوقت رحلت رسولؐ حضرت عائشہ ایک ناتجربہ کار نوجوان عورت تھیں دل میں کڑھ کر چپ ہو رہتیں ہم ثابت کر چکے ہیں کہ انصار کی اکثریت حضرت علیؑ کے خلاف نہ تھی اور اگر حضرت عمر کی جماعت ان کو اپنا علیحدہ خلیفہ مقرر کرنے پر مجبور نہ کرتی تو وہ کبھی سقیفہ بنی ساعدہ کا قضیہ نہ اُٹھاتے۔ یہ قطعی امر ہے کہ حضرت علیؑ کے خلاف کتنی ہی بدلی کیوں نہ ہوتی جناب رسولؐ خدا کی خواہش کے مطابق آنحضرتؐ کی رحلت پر وہ خلیفہ تو ضرور ہو جاتے اُسکے بعد چونکہ حضرت علیؑ کی کامیاب خلافت کی پہلے سے تطہیر نہ ہوتی اور وہ حضرت علیؑ کا مساوی اور عادلانہ رویہ دیکھتے تو ضرور خوشی سے اُنکی حکومت پر راضی ہو جاتے۔ غور کرنے کی بات ہے نہ شام میں معاویہ ہوتے نہ خون عثمان کا بہانہ ہوتا۔ نہ لوگوں کے دلوں میں آسانی سے خلافت حاصل کر لینے کی جرات و ہمت پیدا ہوئی ہوتی۔ نہ طلحہ و زبیر سابقہ کامیاب نظائر کی وجہ سے دلیر ہوئے ہوتے تو پھر کونسی چیز حضرت علیؑ کو مسند خلافت سے نیچے اتار دیتی۔ شروع ہی سے خلافت کا حضرت علیؑ تک نہ پہنچنا ظاہر کر رہا ہے کہ ایک منظم سازش اُنکے خلاف ایسی تھی جس نے موقعہ و محل کو پہلے سوچ رکھا تھا۔ اِدھر جناب رسولؐ خدا کا آخری سانس ختم ہوا۔ اُدھر انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ یہ تنظیم کس نے کی اگر حضرت عمر نے نہیں کی۔ حضرت عمر کیوں جیش اسامہ کے ساتھ نہ چلے گئے۔ باوجود آنحضرتؐ کی اتنی تاکید کے نہ گئے، حرمِ رسولؐ کے ذریعہ سے اسنے روکے رکھا اور آخر میں بلوالیا۔

آنحضرتؐ آخری وصیت لکھوانا چاہتے تھے حضرت عمر تسلیم کرتے ہیں کہ آخری وصیت حضرت علیؑ کی خلافت کی تحریر تھی اور یہ کہ انہوں نے آنحضرت کو روک دیا۔ ایسے ایسے اہم موقعوں پر اگر حضرت

عمر نہ ہوتے تو آج تک انسانیت یوں نہ سسکتی بلکتی، حضرت عمر نے بڑی کوشش کی اور ان مساعد واقعات سے ان کی آخری حد تک فائدہ اٹھایا پھر بھی حضرت ابوبکر کی خلافت کے لئے اجماع پیدا نہ کرسکے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں فقط تین مہاجر تھے اور چند انصار جنہوں نے ابوبکر کی بیعت کی جب وہاں سے آئے اور مسجد نبوی میں بیعت کا سلسلہ شروع ہوا تو اگرچہ حضرت عمر کی جماعت نے ان کی کارکردگی کی حمایت کی اور حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی لیکن بنو ہاشم و بنو امیہ جو قریش کے نہایت مشہور و معزز ترین قبیلے تھے بیعت سے منحرف تھے۔ بنو زہرہ نے بھی زیر سرکردگی سعد ابن وقاص نے بیعت سے انکار کیا۔

انکے علاوہ بیعت سے منحرف تھے بنو زہرہ نے بھی زیر سرکردگی سعد ابن وقاس بیعت سے انکار کیا۔ انکے علاوہ بہت سے معزز و مقرب اصحاب رسولؐ مثلاً عمار ابن یاسر، ابوذر، مقداد، ابوسعید الخدری، ابوایوب انصاری وزبیر بن العلوم وطلحہ وغیرہ سب نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے تخلف کیا ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر کی بیعت پر اجماع نہ ہوا۔ ہاں بیعت کے بعد حکومت مل گئی تو پھر حضرت عمر نے حکومت کے سارے ذرائع استعمال کر کے مخالفین و مستخلفین کو دوست موافق بنانا شروع کیا مگر اجماع و غیر اجماع بیعت کے وقت دیکھا جاتا ہے حکومت پر قبضہ کر کے تو دشمنوں کو دوست بنانا ان لوگوں کے لئے بہت آسان ہے جو بیت المال کے روپے کے بے دریغ اپنی حکومت کے استحکام کے لئے خرچ کرنے کی جرات رکھتے ہیں۔

ہم نے جو اوپر ذکر کیا یہ سب تفصیل و تشریح ہے حضرت علیؑ کے اس جملہ کی جو انہوں نے عبداللہ ابن عمر سے کہا تھا کہ اگر تیرا باپ نہ ہوتا تو کوئی میری مخالفت نہ کرتا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ حضرت عمر کے مقصد سیاست کو کن کن امور سے مدد مل سکتی تھی۔ اب ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عمر نے ان امور سے کس طرح فائدہ اٹھایا اور کن تدابیر و تجاویز سے اپنے مقصد زندگی کو حاصل کیا۔ مگر قبل اس کے

کہ ہم وہ تدابیر بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کی سیاست کے چند بنیادی اصولوں کا تذکرہ کردیں تاکہ اس سیاست کے سمجھنے میں آسانی ہو اور حضرت عمر کا طرزِ عمل جو بظاہر مختلف مواقع پر مختلف متضاد جذبات کا نتیجہ نظر آتا ہے ایک ہی مقصدِ حیات اور ایک ہی سیاست سلطنت کا نتیجہ ثابت ہو۔ حضرت عمر اور دُنیا کے دیگر عظیم الشان بدترین سلطنت کی سیاست کے دو مشترکہ اُصولِ اساسی تھے اور وہ ہی اُن سب کی کامیابی کا راز تھے۔

(۱) اول:۔ تو اپنے مقصد کے حصول کی خاطر ہر ایک امر ماسوا کی طرف سے مطلقاً بے توجہی اختیار کر کے اس کو قطعاً نظر انداز کر دینا۔ مذہب اور محبت دُنیا کی دو بڑی طاقتیں ہیں۔ لیکن ان عظیم الشان ہستیوں کو وہ بھی اس راہ سے جو انہوں نے اپنے لئے اختیار کر لی تھی۔ ایک جو بھر ادھر سے اُدھر نہ کر سکیں۔

(۲) دوم:۔ اپنے مقصد اور دلی راز کو اس طرح پوشیدہ رکھنا کہ عوام الناس کو مطلقاً نہ معلوم ہو سکے۔ میرے خیال میں جو کمال حضرت عمر نے اس ہنر میں دکھایا ہے۔ اس کے درجہ تک یورپ کے سیاست دان بھی نہیں پہنچتے۔ حضرت عمر نے اپنی ساری عمر اس مقصد کے حاصل کرتے میں گزار دی جس کا ذکر اُوپر کیا گیا۔ لیکن مرتے مر گئے مگر سوائے چند خاص اور مقرب لوگوں کے جن کی مدد اس حصولِ مقصد کے لئے ضروری تھی انہوں نے اپنا یہ مقصد عوام الناس پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ کامیابی کے بعد جب اخفائے راز کی بہت زیادہ ضرورت نہ رہتی انہوں نے عبداللہ ابن عباس کے مکالمے میں دوسرے لوگوں ہی پر رکھ کر کہا انہوں نے نہ چاہا کہ نبوت وخلافت ایک خاندان میں جائیں۔ اس اصلی اور دلی خواہش کو اس عمدگی کے ساتھ چھپایا کہ اب تک لوگ مغالطے میں ہیں۔ اور یہی سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر تو حضرت علیؑ کے دلی دوست تھے۔ حضرت علیؑ سے حکومت چھین لی۔ اور ان کی زوجہ محترمہ سے فدک چھین لیا۔ ان کے گھر کو آگ لگانے چلے۔ اقطاع وجاگیرات ہر ایک کے لئے تھیں سوائے حضرت علیؑ کے۔ حضرت علیؑ

خاندانی دشمنوں کو حضرت علیؑ کی آنکھوں کے سامنے عزت بخشی لوگوں کی نظروں میں بہت سے صحابیوں کا درجہ حضرت علیؑ سے بڑھا دیا۔

قرآن جمع کرایا۔ توکل کے بچوں سے مگر حضرت علیؑ کو نہ پوچھا۔ فوجوں کا سپہ سالار بنایا تو یزید اور معاویہ کو مگر علیؑ کو اس قابل نا سمجھا حضرت فاطمہؑ کے قبضہ میں تو فدک بھی آنکھوں کھٹکتا تھا۔ مگر پورے صوبہ شام کو معاویہ کی جاگیر استعمراری میں دے دیا اور مرتے وقت ایسی ترکیب کر گئے کہ حضرت علیؑ کو چوتھے درجہ پر بھی خلافت نہ ملتی۔ اگر حضرت عثمان غلطیوں پر غلطیاں نہ کرتے۔ یہ سب کچھ کر لیا۔ لیکن اس طرح کہ لوگ دلی مقصد کو نہ سمجھے۔ اب تک عوام الناس یہی سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر نے تو بادلِ ناخواستہ حکومت حاصل کی کہ کہیں انصار میں نہ چلی جائے ورنہ وہ تو حضرت علیؑ کے دلی خیر خواہ و مداح تھے، گویا انصار مسلمان ہی نہ تھے۔ بنی تیم اور بنی عدی میں خلافت چلی جائے تو کچھ ہرج نہیں لیکن اگر انصار میں چلی جاتی تو قیامت آجاتی۔ یہ دنیاوی سیاست کا آخری درجہ کمال ہے یا نہیں؟ باوجوہات چند در چند جو کہ ظاہر ہیں حضرت عمر نے ضروری سمجھا کہ ظاہری طور سے علیؑ کی خیر خواہی کا دم بھریں اور لوگوں میں ظاہر کریں کہ وہ علیؑ کی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے حضرت عمر کی عاقلانہ سیاست کا پتہ چلتا ہے اس ظاہری تعظیم و تکریم کو دیکھ کر ایک دفعہ لوگوں نے کہا کہ جتنی آپ علیؑ کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں اتنی کسی اور کی نہیں کرتے۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ کیوں نہ کروں کیونکہ وہ تو میرا بھی مولا ہے، اور تمام مومنین و مومنات کا مولا ہے حضرت عمر نے کس خوبی سے ظاہر کر دیا غدیر خم والی روایت جو لوگوں میں چل رہی ہے وہ تو کچھ نہیں فقط اتنی ہے کہ علی مولا ہے۔ مولا کے معنی حاکم کے نہیں ہیں مولا کے تو ایسے معنی ہیں کہ میں حاکم ہوں اور علی مولا ہے۔ ہزاروں بحثیں کر لو۔ لاکھوں کتابیں لکھ ڈالو وہ اثر نہ ہوگا جو اس ایک

بات سے ہوگیا۔ اگر یوں بحث کرتے تو لوگ سمجھتے کہ چونکہ حکومت پر قبضہ کرلیا ہے اس لئے اب الٹی سیدھی تاویلوں پر اُتر آئے ہیں مگر انکے اس طرزِ عمل اور اس کی تشریح سے لوگوں کے دلوں پر بہت اثر ہوا۔ ان کو یقین ہوگیا کہ ایک آدمی مولا و آقا بھی ہوسکتا ہے اور جس کا مولا و آقا ہے اس کا محکوم بھی ہوسکتا ہے ورنہ اگر ایسا نہ ہوتا تو عمر جو علیؑ کی اتنی عزت کرتے ہیں ایک لمحے کے لئے علیؑ کی موجودگی میں مسند حکومت پر نہ ٹھہرتے۔

اس ظاہری تعظیم و تکریم کی ایک اور وجہ بھی تھی۔ ابھی تک وہ وقت نہیں آیا تھا کہ ہر وقت ہر طرح حضرت علیؑ کی توہین و تحقیر ہوسکے۔ حضرت فاطمہؑ کے دربار عام میں آن کر فدک طلب کرنے پر ہی ایک ہیجان لوگوں میں پیدا ہوگیا تھا۔ لہذا ان جیسے عظیم الشان مدبروں کا طرزِ عمل یہی ہوتا ہے کہ یا تو اگر موقع ہے اپنے مخالف کو مروا ڈالا۔ اگر ایسا نہیں کرسکتے تو اسکے ساتھ ظاہراً نہایت عمدہ سلوک کرتے رہنا کہ اگر زیادہ ستایا تو کہیں تنگ آمد بجنگ آمد کے مسئلے پر نہ عمل کر بیٹھے۔ اگر مخالف صاحبِ رسوخ ہے تو یہ طرزِ عمل بہت ضروری ہوتا ہے۔ ابھی علیؑ کی عزت و وقعت لوگوں کے دلوں میں اتنی موجود تھی کہ حضرت عمر زیادہ بدلوکی نہیں کرسکتے تھے کس خوبصورتی عمدگی سے آگے چل کر حضرت عمر نے حضرت علیؑ کے قتل کی تجویز کی۔ ہم ابھی بیان کریں گے۔ جب شوریٰ کا تذکرہ کریں گے۔

حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کی سیاست ایک ہی ہے۔ ایک کی کمی دوسرا پوری کیا کرتا تھا اس کا مفصل تذکرہ تو ہم سقیفہ بنی ساعدہ کے حالات میں کریں گے۔ لیکن یہاں اگر ہم ایک واقعہ کی طرف توجہ نہ دلائیں تو ہمارا بیان ناقص رہ جائے گا۔ حضرت ابوبکر نے بھی نازک موقعوں کو اچھی طرح سنبھال لیا کرتے تھے۔ ابھی ابھی جناب رسولِ خدا کا انتقال ہو چکا ہے جسد اطہر اُمت کے سامنے پڑا ہے۔ ابھی تک اُمت کی ذہنیت کا امتحان صریح طور سے نہیں ہوا تھا۔ فطرت انسانی ہے کہ مرنے والے کے

ساتھ محبت و ہمدردی ہو جاتی ہے اور وہ محبت و ہمدردی اس کی اولاد و قریب ترین رشتہ داروں کی طرح عود کر جاتی ہے۔ اُمت میں رحلتِ رسولؐ نے کہرام پیدا کر دیا ہے لوگ اپنے محسن کے احسانات یاد کر کے رو رہے ہیں۔ بڑا نازک وقت ہے ایسا نہ ہو کہ یہ محبت آلؑ کی طرف منتقل ہو جائے فوراً جناب ابوبکر اُٹھ کھڑے ہو کر ایک فصیح و بلیغ خطبہ ادا فرمایا جس کی لوگ اب تک تعریف کرتے ہیں اور وہ واقعی تعریف کے قابل تھا۔ کیونکہ اس نے حصولِ مدعا میں بڑی مدد دی آپ فرماتے ہیں۔

الا من کان یعبد محمداً فان محمداً صلی الله علیه وسلم قدمات ومن کان یعبدالله فان الله حی لایموت.

جو محمدؐ کی پرستش کرتا تھا اسکو معلوم ہو کہ محمدؐ تو مر گئے اور جو خدا کی پرستش کرتا ہے وہ معلوم کر لے کہ خدا زندہ ہے جو کبھی نہیں مریگا۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ)

" دیکھا آپ نے فوراً محبت رسولؐ کو عبادت سے تعبیر کر کے اسے مکروہ بنا کر کفر کی کوشش کی۔ اور

اس کی کراہیت میں اضافہ اس طرح کیا کہ اس کو عبادتِ الٰہی کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا"۔ مرنے والے حبیب کو سب رویا کرتے ہیں ابھی ابھی وہ حبیب جدا ہوا ہے کئی دن یا مہینے نہیں گزرے۔ اس محبت میں مہینوں سے تو انہماک نہیں ہے۔ کیا اپنے پیارے رسول کو چند گھنٹے رونا بھی ناگوار ہے۔ بھلا اس رونے کو پرستش وعبادت سے کیا علاقہ۔ اب جو لوگ اپنے مرنے والوں کو روتے ہیں تو انکی پرستش کرتے ہیں۔ آنحضرتؐ کی خواہش کیمطابق جو زبانِ "مدینہ "حضرت حمزہ پر آن کر روئیں۔ تو گویا انہوں نے حمزہ کی پرستش کی اور آنحضرتؐ نے معاذ اللہ ان سے حمزہ کی پرستش کرائی۔ یہ کہہ کر کہ جو خدا کی پرستش کرتا ہے۔ معلوم کر لے کہ خدا نہیں مرا۔ حضرت ابوبکر نے ان لوگوں کو دو جماعتوں میں منقسم کر دیا۔ ایک تو وہ جو رسول خدا کی محبت میں رو رہے تھے وہ تو محمدؐ کی عبادت کرنے والے کافر ہوئے۔ دُوسرے وہ سخت دل لوگ جن پر آنحضرتؐ کی وفات نے کچھ غم کا اثر پیدا نہیں کیا تھا، بلکہ وہ آئندہ کے منصوبوں میں غلطان و پیچان تھے۔

یہ لوگ خدا کے اصلی بندے خُدا کی عبادت کرنیوالے ہوئے یہ ہیں ان بزرگواروں کی سیاسی ذہانت کے نمونے۔ ایسی بہت سی نظائر پیش کی جاسکتی ہیں۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ یہ بزرگوار اپنے دلی مقصد کو کس خوبصورتی سے پوشیدہ رکھتے تھے اور یہی ان کی کامیابی کا بہت بڑا راز تھا۔ اب ہم ان سیاسی تدابیر کا ذکر کرتے ہیں جو حصول مدعا کے لئے استعمال کی گئیں۔ یہ تدابیر ان اُصولوں پر مبنی تھیں (۱) اپنی ہم خیال جماعت کی توسیع و تنظیم (۲) نبوت کے متعلق ایسا عقیدہ قائم کرنا اور فقہ اسلامی میں ایسی ترمیم کرنی کہ ہم مسلمان بھی ظاہر ہوں اور رسولِ خدا کے ان احکام کی خلاف ورزی بھی کر سکیں جو انہوں نے اپنے جانشین کے متعلق صادر فرمائے تھے۔ (۳) حضرت علی و بنو ہاشم کے مقابلہ میں بنو امیہ کو اُبھارنا۔

«ہماری تحقیق»

ہماری تحقیقات کے سلسلہ میں پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں کے دل میں کب یہ خیال پیدا ہوا۔ اور اس کا یقین ہو گیا کہ آنحضرتؐ ایک اسلامی حکومت کا قیام کر رہے ہیں یا یوں کہوں کہ دنیا میں حکومت الٰہیہ کا قیام بھی آپ کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ بہت سے مورخین و محققین کی رائے ہے کہ لوگوں کے دلوں میں یہ خیال قبل بعثت ہی کاہنوں کی پیشن گوئیوں سے خصوصاً آنحضرتؐ کے سفر شام میں عیسائی راہب بحیرا کی اس پیشین گوئی سے پیدا ہو گیا تھا کہ یہ ساری دُنیا کا سیاسی سردار ہے بہر صورت اس امر واقعہ سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ جب آنحضرتؐ نے مدینہ میں تشریف لاتے ہی تنظیم جماعتِ مسلمین کی طرف توجہ مبذول کی اور مدینہ کی غیر اسلامی جماعتوں سے ایک سردارِ قوم کی حیثیت سے معاہدے کرنے بھی شروع کر دیئے تو اس خیال نے یقین کی صورت اختیار کر لی۔ کفاران مکہ نے بھی جو سورشیں کیں ان میں مدینہ کو ایک اسلامی حکومت تصور کر کے اس کے محاصرہ کی کوشش کی۔

آنحضرت کا باہر جنگ پر جاتے وقت مدینہ پر اپنی طرف سے حاکم مقرر کرنا صاف بتا رہا تھا۔ کہ واقعات کی رو کدھر جاری ہے۔ اندریں صورت اسی وقت سے ہر ایک متنفس کے دل میں یہ خیال پیدا ہونا کہ آنحضرتؐ کے بعد اس حکومت کا کون والی وارث ہوگا بالکل فطری اور یقینی امر تھا، یہ خیال پیدا ہوا، اور بہت جلد قوت پکڑتا گیا یہاں تک کہ آخر کار اس نے صحابہ رسول کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا جناب رسولؐ خدا کے وقتاً فوقتاً ارشادات اور اظہار فضائل جو حضرت علیؑ کے متعلق آپ ابتدائے نبوت سے کرتے آئے تھے۔ انہوں نے مطلقاً شک کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی تھی۔

خصوصاً غدیر خم کے اعلان نے تو کھلبلی ڈال دی

سب لوگوں کا خیال ان ارشادات کی وجہ سے اس طرف گیا کہ اب نبوت کی شان کو سمجھے ہوئے تھے اور اعتقاد رکھتے تھے کہ نبی کے اقوال خود غرضی و خاندان پروری پر مبنی نہیں ہو سکتے، اس امکان کو بہت خوشی اور اطمینان کے ساتھ دیکھتے تھے۔ لیکن اکثریت ان لوگوں کی تھی جو نبی کو اپنی جیسی کمزوریوں والا انسان سمجھتے تھے۔ انہوں نے ارشادات کی بناء خاندانی افتخار و محبت پر رکھی۔ انکے دلوں میں قبیلانہ رشک وحسد کے خیالات پیدا ہوئے۔ اندریں صورت فوراً ہمت و جرائت والے لوگوں کے دلوں میں حکومت پر قبضہ کرنے کے خیالات موجزن ہوتے لگے اور انہوں نے ان لوگوں کو ایک جماعت میں منظم کرنے کی کوشش شروع کردی اور اس طرح حضرت علیؑ کے خلاف ایک نہایت مضبوط و مستقل جماعت پیدا ہوگئی۔ حضرت علیؑ کی روز افزوں شہرت و خدمتِ اسلامی اور تقریب رسولؐ نے لوگوں کے دلوں میں حسد پیدا کرنا شروع کردیا تھا۔ کارکنان قضاو قدر نے حسد کا مخالف لگاؤ طبعیت انسانی کے ساتھ رکھا ہے ہابیل وقابیل کا قصہ تو پرانا ہے۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی کہانی لوگوں کے سامنے ہے جب اس سے اولاد نبی نہ بچ سکی تو اصحاب رسول کس گنتی میں ہے۔ تقریب رسولؐ تو ایک وجہ حسد تھی ہی۔ جانشینی رسولؐ ایک ایسا مسئلہ تھا جو ہر وقت لوگوں کے پیش نظر رہنے لگا تھا۔ جناب رسولؐ خدا کے ارشادات سے انکو یقین ہوگیا تھا کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو اپنی جانشینی و خلافت کے لئے منتخب و مقرر کرلیا ہے یہ لوگ دل سے اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ جناب رسولؐ خدا کے صحابہ میں ایک جماعت حضرت علیؑ کے خلاف پیدا ہوگئی تھی اور وہ چاہتی تھی کہ حضرت علیؑ خلیفہ نہ ہوں۔ اس جماعت کی موجودگی کا اعتراف حضرت عمر نے ان مکالموں میں صریحاً کیا ہے جو ہم اوپر نقل کرچکے ہیں۔ اگر اس اقبال جرم کو نظرانداز بھی کردیا جائے تو واقعات

یہی بتا رہے ہیں۔ ترقی ء اسلام اور توسیع حکومت کے ساتھ ساتھ ان لوگوں کی طبیعتیں متغیر ہوتی گئیں اور چونکہ دن بدن تقرری جانشین کا سوال اہمیت پکڑتا جاتا تھا اور وہ زمانہ نزدیک آتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ ان لوگوں نے اپنی جماعت کی تشکیل و تنظیم مضبوط کرنے کی کوشش کی۔

ان لوگوں کو بڑی تقویت اس جماعت سے ملی جس کو عرفِ عام میں منافقین کہتے تھے۔ اور جس کی موجودگی پر قول الٰہی شاہد ہے ہماری رائے میں تو ان لوگوں کو بھی جناب رسولؐ خدا کے اس حکم کو خودغرضی پر محمول کر کے اس سے اعراض کر رہے تھے اس ہی دائرہ منافقین میں سمجھنا چاہئے۔ اگر آپ یہ نہیں چاہتے تو ان کو الگ سمجھے۔ ان منافقین کا شیوہ تھا کہ آنحضرتؐ کے اقوال و افعال پر طرح طرح کی نکتہ چینی کرتے رہتے تھے۔ جب تک یہ نکتہ چینیاں توحید و نبوت تک محدود رہیں تو عام مسلمان ان منافقین سے علیحدہ رہے اور ان کو برا سمجھتے رہے لیکن حکومت کے مسئلے نے یا یوں کہو کہ سیاسی ضرورت نے صحابہ کی اکثریت کو مجبور کیا کہ منافقین کو اپنے ساتھ ملا کر تقویت حاصل کریں اور منافقین نے بھی سمجھا کہ اُنکے ساتھ مل کر ہم اسلام کو زیادہ نقصان پہنچا سکیں گے۔ وہ تو ایسے موقعہ کے منتظر ہی تھے جناب رسولؐ خدا کے ہر قول و فعل پر نکتہ چینی کرنی تو ان کی طبیعت ثانیہ ہوگئی تھی جناب رسولؐ خدا کا اپنے ابن عم و داماد کو اپنی حکومت سپرد کرنے کا ایسا مضمون ان کو ہاتھ لگا کہ اس پر انہوں نے نکتہ چینی کا ایک عظیم الشان قصر تیار کرلیا اور حضرت علیؑ کی مخالفت کو اپنے دن کی گفتگوں اور رات کی راز گوئیوں کا نشانہ بنالیا۔ چونکہ جماعت منافقین اور جماعتِ منتظرین حکومت میں مخالفت ممنتظرین حکومت میں مخالفتِ علیؑ جز و مشترک تھا۔ اور ایک کو دوسرے کی ضرورت بھی تھی لہذا یہ دونوں جماعتیں مل کر ایک ہوگئیں اور دونوں میں اتحاد کامل ہوگیا ایک جماعت کو تو کثرت سے قوت ملی اور دوسری جماعت نے خیال کیا۔ کہ جناب رسولؐ خدا کے سارے کام کو بگاڑنے کا اس سے بہتر اور موثر اور کیا طریقہ ہوسکتا ہے۔ کہ ان کے قائم کردہ نظام کی باگ دوڑ اس کے ہاتھ میں نہ جانے پائے اس کو جناب رسولؐ خدا ہی کی سی قابلیت، اہلیت اور علمیت

کے ساتھ چلا کر اس کو مستقل و مستحکم کردے۔ بلکہ اس کے حکمران وہ ہوں جو اس نظام ہی کو نہ سمجھیں اور ہر جگہ اپنی رائے کا پیوند لگاتے جائیں اور اس طرح اسلام مسخ ہو جائے۔ لہذا انہوں نے اپنی ساری کوشش اس سازش کو منظم کرنے میں کردی، جس کا اظہار سقیفہ بنی ساعدہ میں ہوا۔

غزوہ تبوک پر جاتے وقت جناب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ کو مدینہ میں چھوڑا۔ تو تمام مورخین جماعت اہلِ حکومت لکھتے ہیں کہ منافقین خوش ہو کر علیؑ پر طنز کرنے لگے جو باعث حدیث منزلت ہوئی۔ منافقین کو عرفِ عام میں ان کو کہتے تھے جو دراصل نبوت پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔ بظاہر منہ سے کہہ دیا تھا کہ ہم مسلمان ہیں ورنہ ان کو خدا کی وحدانیت کا بھی یقین نہ تھا۔ ان منافقین کو حضرت علیؑ سے دشمنی کیوں ہو۔ معلوم ہوا کہ خُدا کی وحدانیت، جناب رسولؐ خدا کی رسالت اور علیؑ کی خلافت میں ایک جزو مشترک تھا۔ اگر یہ اشتراک نہ تھا تو پھر منافقین علیؑ کے عروج سے ناراض اور ان کے تنزل سے خوش نہ ہوتے واحدانیت کی تعلیم وابستہ تھی محمد مصطفےٰ کی رسالت اور علیؑ مرتضےٰ کی خلافت سے اور یہ وابستگی اس ہی خدا کی قائم کی ہوئی تھی جس نے محمدؐ کو اپنا رسول مقرر کر کے بھیجا تھا۔ لہذا وہ لوگ جو نہیں چاہتے تھے کہ علیؑ خلیفہ ہوں منافق تھے۔ منافقین اور جماعت امیدواران حکومت نہیں چاہتے تھے کہ علی خلیفہ ہوں لہذا دونوں میں اتحادِ عمل ہونا ضروری تھا اور ہوا۔ واقعہ عقبہ بھی جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں ظاہر کرتا ہے کہ منافقین و جماعت اُمیدواران حکومت دونوں مل کر شیر و شکر ہو گئے تھے جب ہی تو جناب رسولؐ خدا نے حذیفہ کو ان کے نام ظاہر کرنے سے منع کر دیا تا کہ انکے اصحاب کی فضیحت نہ ہو اور آپ کے اُوران کو سزا دینی لازم نہ آجائے۔ اگر عرفِ عام ہی کے منافقین ہوتے تو اس اخفا کی کیا ضرورت تھی۔ ان کو تو سب جانتے تھے۔ حضرت عمر کا اقبال بھی کہ میں منافقین میں سے ہوں۔

امرا مر واقعہ کا صریح ذکر کہ جماعت اُمیدوارانِ حکومت نے جماعت منافقین کو حضرت علیؑ کی

مخالفت کے لئے اپنے ساتھ ملالیا آپ کسی بڑی اسلامی تاریخ کی کتاب نہیں پائیں گے کیونکہ بقعول مولوی شبلی:۔ "وہ تمام بڑی بڑی تصنیفیں جن کو دُنیا نے اسلامی تاریخ کا لقب دیا ہے سُنیوں ہی کی تصنیفیں ہیں۔" **المامون حصہ اول صفحہ ۶۱**۔ لیکن حق چھپانے سے نہیں چھپتا۔ خود واقعات و حالات اس کو ظاہر کر دیتے ہیں غور تو کیجئے۔ کیا وجہ کہ جناب رسولؐ خدا کی حیات میں جماعت منافقین کا نام بار بار سننے میں آتا ہے اور بہت شد و مد کے ساتھ انکے افعال و اقوال پر سے پردہ اٹھایا جاتا ہے وہ اتنی کثرت و قوت والے تھے کہ ان کا ذکر قرآن شریف میں بھی آ گیا۔

آخری آیت جو قرآن شریف کی ہے اس تک میں ان کی طرف اشارہ ہے **واللہ یعصمک من الناس** من الناس کا لفظ آیا۔ یا تو اس کے معنی یہ لو کہ صحابہ کی اکثریت ہی اس رنگ میں رنگی گئی تھی۔ اکثریت کی لفظ "ناس" کہا گیا۔ یا یہ کہو کہ یہ منافقین ہی کی طرف اشارہ ہے۔ بہر صورت اس بحث میں ہمارا مقصد دونوں تاویلوں سے پورا ہوتا ہے یہ کیا ہوا کہ جناب رسولؐ خدا کی آنکھ بند ہوتے ہی جماعت منافقین یک لخت صفحہ ہستی سے اٹھ گئے ان کا ذکر ہی نہیں آتا بلکہ ان کی موجودگی پر مفروضے حدیث نجوم سے پردہ ڈالا جاتا ہے۔ سارے صحابی ہدایت کے ستارے ہیں جس سے جی چاہے ہدایت حاصل کر لو۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ جماعت غائب یا مفقود نہیں ہوئی بلکہ یہ بزرگوار مانتے ہیں کہ جناب رسولِ خدا کے زمانہ سے بھی زیادہ منافقین کی شرارت ان کے بعد بڑھ گئی۔ کیونکہ جناب رسولِ خدا کی حیات میں وہ اپنے منافقانہ جذبات کو چھپاتے تھے اور اب علانیہ ظاہر کرتے ہیں۔

عن حذیفہ بن الیمان قال ان المنافقین الیوم شر منهم علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم کانوا یومئذ یسرون والیوم یجرون۔

یعنی حذیفہ بن الیمانؓ جن کو منافقین کا عالم کہتے ہیں کہ آج کے دن کے

منافقین بہت زیادہ خطرناک اور بدی والے ہیں بہ نسبت زمانہ رسول اللہ کے منافقین کے کیونکہ اس وقت تو وہ اپنی باتوں اور اپنی کرتوت کو چھپاتے تھے اور آج علانیہ وہ باتیں اور افعال کرتے ہیں۔ (**صحیح البخاری ج ۴ باب اذقال عندقوم شیا..... ص ۱۵۳ اور ابن حجر عسقلانی فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۴**)۔

سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اتنی جرات و دلیری منافقین میں کیوں آگئی کہ وہ کھلم کھلا اپنے منافقانہ جذبات وافعال واقوال ظاہر کر رہے ہیں اور کوئی کچھ نہیں کہتا۔ آزادی کے ساتھ سربازار اپنی عداوت کا اظہار کرتے پھرتے ہیں اور محفوظ ہیں۔ ڈر کاہے کا جب سیّاں بھئے کوتوال۔ ان منافقین کی ہی جماعت تو برسرحکومت تھی ان کو کس کا ڈر ہوسکتا تھا۔ ہم جماعتِ اہل حکومت کی کتابوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ جناب رسولِ خدا فرمایا کرتے تھے حب علیؑ علامتِ ایمان اور بغض علیؑ علامت منافقت ہے جو جماعت کہ حضرت علیؑ کا حق پامال کر کے خود حکومت پر قبضہ کر لے۔ وہ علیؑ کی دوست کہلائے گی یا دشمن۔ اس قولِ رسولؐ سے کیا نتیجہ نکلا۔ حکومت کی ساری پارٹی منافق ہوئی کہ مومن جناب رسولؐ خدا بھی منافقین کی اس چال سے آگاہ تھے۔ آپ جانتے تھے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کا جو طریقہ یہ اختیار کر رہے ہیں بہت خطرناک ہے لہذا آپ نے عداوتِ علیؑ کو نشانِ منافقت قرار دیا یعنی مخالفتِ علیؑ باعثِ تخریب اسلام تھی۔ لہذا علامت نفاق ہوئی۔

جنابِ رسولؐ خدا کے صحابہ کی یہ سیاسی حالت وتفریق اتنی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ کوئی مورخ اس سے انکار نہیں کرسکتا اس کو ذہانت وڈور بینی کہو یا پیغمبرانہ پیشین گوئی کہ آنحضرت صلعم جانتے تھے کہ میرے بعد منافقین اور اُمیدوارنِ حکومت کی جماعت مل کر ایسے شیروشکر ہو جائیں گے کہ پہچانے نہ جائیں گے۔ اس وقت محض حضرت علیؑ ہی کی ذات سے ان کی شناخت ہوسکے گی۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

منافقین بہت زیادہ خطرناک اور بدی والے ہیں بہ نسبت زمانہ رسولؐ اللہ کے منافقین کے کیونکہ اس وقت تو وہ اپنی باتوں اور اپنی کرتوت کو چھپاتے تھے اور آج علانیہ وہ باتیں اور افعال کرتے ہیں۔ (**صحیح البخاری ج ۴ باب از قال عند قوم شیأ...... ص ۱۵۳ اور ابن حجر عسقلانی فتح الباری ج ۱۳ ص ۶۴**)۔

سارا بھانڈا پھوٹ گیا۔ اتنی جرات و دلیری منافقین میں کیوں آگئی کہ وہ کھلم کھلا اپنے منافقانہ جذبات و افعال و اقوال ظاہر کر رہے ہیں اور کوئی کچھ نہیں کہتا۔ آزادی کے ساتھ سر بازار اپنی عداوت کا اظہار کرتے پھرتے ہیں اور محفوظ ہیں۔ ڈر کا ہے کا جب سیّاں بھئے کوتوال۔ ان منافقین کی ہی جماعت تو برسرِ حکومت تھی ان کو کس کا ڈر ہو سکتا تھا۔ ہم جماعتِ اہل حکومت کی کتابوں سے ثابت کر چکے ہیں کہ جناب رسولِ خدا فرمایا کرتے تھے حب علیؑ علامتِ ایمان اور بغض علیؑ علامت منافقت ہے جو جماعت کہ حضرت علیؑ کا حق پامال کر کے خود حکومت پر قبضہ کر لے۔ وہ علیؑ کی دوست کہلائے گی یا دشمن۔ اس قولِ رسولؐ سے کیا نتیجہ نکلا۔ حکومت کی ساری پارٹی منافق ہوئی کہ مومن جناب رسولؐ خدا بھی منافقین کی اس چال سے آگاہ تھے۔ آپ جانتے تھے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کا جو طریقہ یہ اختیار کر رہے ہیں بہت خطرناک ہے لہذا آپ نے عداوتِ علیؑ کو نشانِ منافقت قرار دیا یعنی مخالفتِ علیؑ باعثِ تخریب اسلام تھی۔ لہذا علامت نفاق ہوئی۔

جنابِ رسولؐ خدا کے صحابہ کی یہ سیاسی حالت و تفریق اتنی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ کوئی مورخ اس سے انکار نہیں کر سکتا اس کو ذہانت و دور بینی کہو یا پیغمبرانہ پیشین گوئی کہ آنحضرت صلعم جانتے تھے کہ میرے بعد منافقین اور امیدوارنِ حکومت کی جماعت مل کر ایسے شیر و شکر ہو جائیں گے کہ پہچانے نہ جائیں گے۔ اس وقت محض حضرت علیؑ ہی کی ذات سے ان کی شناخت ہو سکے گی۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لعلی بن ابی طالب لولاک یا علی ماعرف المومنون من بعدی۔

یعنی جناب رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا کہ یا علی اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومن کی شناخت نہ ہو سکتی

(محب الدین الطبری ریاض النضرہ ج۳ ب۴ فصل۶ ص۲۰۲ اور علی متقی ہندی کنز العمال ج۶، ص۲۰۲ ح۶۱۱۴)

اب اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اُمیدوارانِ حکومت کی یہ مخالفانہ کوششیں کب سے جاری تھیں۔ یہ کوششیں اس وقت ہی سے شروع ہوگئی تھیں جب سے لوگوں کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ آنحضرتؐ ایک سلطنت الٰہیہ کی بُنیاد ڈال رہے ہیں اور اس بات کا انکشاف یقینی طور سے آنحضرتؐ کے مدینہ تشریف لاتے ہی ہوگیا تھا۔ ازمنہ سابقہ میں جب کی یہ باتیں ہیں کہانت کا بہت زور تھا۔ اور لوگوں کو اس پر بہت یقین تھا۔ جب کوئی نئی بات ہوتی تھی تو لوگ کاہنوں سے اس کے اثر و نتائج دریافت کیا کرتے تھے اور جس طرح خداوندتعالےٰ نے اپنی حجت پوری کرنے کے لئے کتب سماویہ کے ذریعے سے پیغمبر آخرالزمان کی صفات و شناخت سے لوگوں کو آگاہ کر دیا تھا۔ اسی طرح کہانت کو بھی اتنی وقدرت بخش دی تھی کہ وہ بھی لوگوں کو اس عظیم الشان ہستی کی روحانی طاقت و دنیاوی سطوت سے آگاہ کر دے تاکہ ان لوگوں پر بھی حجت پوری ہو جائے جن کا اعتقاد کتب سماویہ پر نہیں تھا۔

آنحضرتؐ کی پیدائش سے پہلے ہی کاہنوں نے بتادیا تھا۔ کہ عرب میں ایک نبی آخرالزمان

پیدا ہونے والا ہے جس کا نام محمد ہوگا۔اس سے پہلے عرب میں کسی کا نام محمد نہ تھا۔مگر جب کاہنوں سے یہ بات سُنی تو لوگوں نے اپنے لڑکوں کا نام محمد رکھنا شروع کر دیا۔آنحضرتؐ اپنی اور اپنے واقعات کی مشابہت حضرت موسیٰ سے بہت دیا کرتے تھے۔اس بات میں بھی وہ مشابہت قائم رہی حضرت موسیٰ کی پیدائش سے پہلے کاہنوں نے ان کی آمد کی اطلاع دے دی تھی جس کی وجہ سے فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکے پیدا ہوتے ہی مروانے شروع کر دیے تھے۔(سیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۹۸)۔

مسلمان ہونے کے بعد بھی یہ لوگ کاہنوں کے معتقد ہی رہے اور جب جناب رسولؐ خدا نے منع کیا تو یہ بحث شروع کردی کہ اگر کاہنان لاشے ہیں تو ان کی پیشین گوئیاں کیوں صحیح ہوتی ہیں جس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جنات یعنی شیاطین ان کو آگاہ کر دیتے ہیں۔(مسند احمد حنبل ج ۷ ص ۸۷) ابھی آنحضرتؐ مبعوث بھی نہیں ہوئے تھے کہ کاہنوں نے حضرت ابوبکر کو بتا دیا تھا کہ عنقریب تمہارے شہر میں ایک عظیم الشان نبی مبعوث ہونے والا ہے اور تم اے ابوبکر اس کے جانشین ہو گے۔

ریاض النضرۃ میں ہے کہ جب آنحضرتؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو حضرت ابوبکر محض تعبیر خواب کی بنا پر جو کاہن نے ان سے بیان کی تھی آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور مشرف باسلام ہوئے صفحہ ۵۲۔

(حسین دیار بکری:۔تاریخ الخمیس الجزء الاول صفحہ ۳۲۴، محب طبری:۔ریاض النضرۃ الجزء الاول القسم الثانی الباب الاول الفصل الرابع صفحہ ۲، سیرۃ الحلبیہ:۔الجزء الاول صفحہ ۲۷۴، شاہ ولی اللہ:۔ازالۃ الخفاء مقصد ۱ ص ۳۴)

حضرت عمر کو بھی ایسے واقعات سے سامنا پڑا۔ ایک دفعہ آپ ایک قافلہ کے ساتھ مزدوری کرتے کرتے شام میں پہنچے اور وہاں قافلے والوں سے بچھڑ گئے۔ ایک راہب کے در پر آئے۔ اس نے کھانا وغیرہ کھلوایا اور پھر شناخت کرلی کہ یہی شخص ہم کو ہماری عبادت گاہوں سے نکالے گا چنانچہ اس نے اصرار کرکے اپنے دیر کا ہبہ نامہ اپنے حق میں لکھا لیا اور پیشین گوئی کہ تم بادشاہ ہوں جاؤ گے اور عیسائیوں کو نکال دو گے۔ اس دیر کا ہبہ نامہ اس سے میرے حق میں لکھ دو۔ چنانچہ عمر نے لکھ دیا۔ یہ بعثت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے۔ تو وہی ہبہ نامہ آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ نے وہ دیر چھوڑ دیا۔ (**شاہ ولی اللہ:۔ ازالتہ الخفاء مقصد ا صفحہ ۳۲**) پر اٹھارہ برس کی عمر میں ولید بن مغیرہ کے خدمت گار بن کر قافلہ کے ساتھ شام گئے وہاں ایک راہب نے ان کا سر پیٹ اور رانیں کھول کر دیکھیں اور مریم بتول کی قسم کھا کر کہا کہ اے عمر تم عرب کے بادشاہ ہو جاؤ گے۔ (**ازالتہ الخفاء:۔ مقصد ا صفحہ ۳۲**)۔

ابوالقاسم رفیق دلاوری اپنی کتاب آئمہ تلبیس میں لکھتے ہیں

"حضرت بشیر ونذیر ہاشمی علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت سے پیشتر عرب میں عام دستور تھا کہ لوگ غیب کی خبریں اور مستقبل کے حالات معلوم کرنے کے لئے کاہنوں کی طرف رجوں کرتے تھے اور خصومات کا معاملہ بھی زیادہ ان ہی کی مرضی اور صوب دید پر موقوف رہتا تھا یہ مدعیان غیب دانی مرجع انام اور قبلہ حاجات بنے ہوئے تھے"۔ (**سیرۃ النبی:۔ شبلی نعمانی جلد چہارم صفحہ ۴۰۲ تقطیع کلاں**)۔

علامہ جرجی زیدان نے اپنی کتاب تمدن اسلامی جلد سوئم میں جس کے اردو ترجمہ کا نام علوم عرب ہے کہانت پر ایک مضمون لکھا ہے۔ دیکھو علوم عرب صفحہ ۱۴۰۳،۱۲ وہ لکھتے ہیں:۔ "کہانت وہ علم ہے جس کے ذریعے سے آئندہ کے حالات معلوم کیے جاتے تھے اس کے ساتھ ہی اہل عرب اس بات کا

بھی اعتقاد رکھتے تھے کہ کاہنوں کو ہر چیز پر قدرت ہوتی ہے۔ اسی لئے وہ اپنے معاملات میں ان سے مشورہ لیتے تھے اپنے جھگڑے طے کراتے تھے۔ بیماروں کا علاج کراتے مشکلات میں رائے لیتے اور آئندہ کے حالات پوچھتے تھے۔ غرض کاہن ان کے نزدیک عالم، فلسفی، طبیب اور مذہبی پیشوا ہوتا تھا۔ اور نیز ان میں یہ مشہور تھا کہ کاہنوں کے پاس جنات آسمان سے خبریں لاتے ہیں جس کا نام وہ لوگ ہاتف رکھتے تھے۔

مورخین نے کہانت کو ایک بہت بڑا علم مانا ہے اور کہتے ہیں کہ بوقت شیوع اسلام وقبل اسلام عرب میں کہانت کا بڑا زور تھا اور اس کی صداقت کا سب کا اعتقاد تھا۔ ابن خلدون نے تو اس پر بہت بحث کی ہے اور اس کو ایک صحیح علم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس ہی سے ملا ہوا ایک دوسرا علم تعبیر رویا ہے کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر قبل اسلام تعبیر رویا میں بہت ماہر تھے علم نجوم بھی غیب کے اخبار بتاتا ہے۔ **(مقدمہ ابن خلدون ص ۹۵ لغایات ۱۱۹) تاریخ ابی الفداج ا ص ۹۹)** فلاسفران یونان وایران بھی کہانت کی صداقت کے معتقد تھے اور رومیوں میں بھی اس کا اعتقاد عام تھا چنانچہ ان میں DELPHI کا ORACLE اپنے الہامات کے لئے بہت مشہور تھا۔

اندریں صورت یہ قیاس بالکل امر واقعہ ہے کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر کے طرز عمل پر ان کاہنوں کی پیشین گوئیوں کا بہت بڑا اثر تھا اور انہوں نے اپنا طریق کار ان پیشین ویئوں کی روشنی میں اختیار کیا تھا۔ کاہنو کی پیشن گوئیوں اور حالات کے مطالعہ سے ان لوگوں کو معلوم ہو گیا تھا۔ کہ اس ابتداء کی انتہا ایک بڑی سلطنت ہے اور بہت جلد جنگ بدر ہی کی فتح کے بعد یہ آئندہ کی اُمیدیں اور مستقبل کے ارادے حال کے منصوبوں اور تجویزوں میں تبدیل ہو گئے جب آنحضرتؐ نے اپنے اس منشاء کو جس کا دعوت ذی العشیرہ میں اعلان فرمایا تھا۔ مختلف طریقوں سے اپنی اُمت پر بحکم خداوندی ظاہر کرنا

شروع کردیا تو آنحضرتؐ کے ارادے کے متعلق کسی کو کچھ شبہ نہیں رہا۔ اب تو ان لوگوں کیلئے جن کی نظریں حکومت کی مسند کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ صرف ایک ہی چارہ کار رہ گیا اور وہ یہ کہ ایک نہایت مضبوط جماعت اپنے ہم خیال لوگوں کی بنالیں اور اپنے خیال کی اشاعت کسی نہ کسی طرح لوگوں میں کرتے رہیں۔ جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور فتوحات اسلامیہ بڑھتی گئیں اس جماعت کے ارادوں اور کوششوں میں بھی ترقی ہوتی گئی۔ یہ کہنا کہ آنحضرتؐ اس جماعت کی موجودگی اور اس کی کوششوں سے ناواقف تھے خلاف واقعہ ہے اور آنحضرتؐ کی فراست وذہانت وذکاوت کی توہین ہے۔

عن علی نبینا رسول الله صلی الله علیه وسلم اخذ بیدی و نحن نمشی فی بعض سک المدینة فمررنا بحدیقة فقلت یارسول الله مااحسهامن حدیقةیارسول الله مااحسنهامن حدیقة قال لک فی الجنة احسن مها حتی مدرنا الاقوام لا یبدونهالک الا منبعدی بالسلبع حدائق کل ذالک اقول ما احسها یقول لک فی الجنة احسها منها فلما خلی له الطریق اعتقنی ثم اجهش باکیا قلت یا رسول الله مایبکیک قال صغائن فی صدور قلت یارسول الله فی سلامة من دینی قال فی سلامة من دینک

۲۱۸۔حدیث ۲۱۵۸

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ ایک دن جناب رسول اللہ خدا ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم مدینہ کی بعض گلیوں میں سے گذر رہے تھے کہ ایک باغ کے پاس پہنچے میں نے کہا کہ یہ کیسا

اچھا باغ ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جنت میں تیرے لئے اس سے بھی اچھا باغ ہے یہاں تک کہ ہم اسی طرح سات باغوں کے پاس سے گزرے ہر باغ پر یہی کہتا تھا کہ کیسا اچھا باغ ہے اور آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ تیرے لئے جنت میں اس سے بہتر باغ ہے جب ہم ایسے راستے پڑآئے کہ جہاں کوئی اور نہ تھا تو جناب رسولؐ خدا مجھے گلے سے لگا کر رونے لگے میں دریافت کیا کہ یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ آپکے گریہ کا کیا باعث ہے تو فرمایا کہ ان لوگوں کے دلوں میں تیری طرف سے کینے اور عداوتیں بھری ہیں جنکو وہ اب تو چھپائے ہوئے ہیں لیکن میرے بعد ظاہر کرینگے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ سب میری سلامتی دین کے ساتھ ہوگا فرمایاں ہاں تیری سلامتی کیساتھ۔

یا علی ان لامۃ ستغدربک من بعدی وانت تعیش علی ملتی وتقتل علی سنتی من احبک احبنی ومن ابغضک ابغضنی وان ھذا اسیتخضب من ھذا یعنی لحیۃ راسی۔

فرمایا جناب رسولؐ خدا نے کہ اے علی میرے بعد تمہارے ساتھ یہ اُمت دغا اور بغاوت کریگی، تم میری ملت پر رہو گے اور میری سنت پر قتل کئے جاؤ گے جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور بہ تحقیق کہ تمہاری ڈاڑھی تمارے

سر کے خون سے رنگی جائے گی۔(علی المتقی۔ کنزالعمال الجزء السادس صفحہ۔۱۵۔۱۔ حدیث ۲۶۱۵، ابوعبداللہ الحاکم:۔المستدرک علی الصحیحین الجزء الثالث صفحہ۱۴۲،۱۴، میرزا محمد بدخشانی:۔نزل الابرار صفحہ۲۹، محمد بن اسمٰعیل:۔روضۃ الندیہ شرح تحفۃ العلویہ صفحہ۹۳)

ایک جماعت کا موجود ہونا۔اُن کا ایک مقصد رکھنا۔اس مقصد کا عجیب وغریب طرح سے کامیاب ہونا، یہ سب باتیں اچھی طرح ثابت کرتی ہیں کہ جناب رسول ﷺ خدا اور بنو ہاشم سے پوشیدہ یہ لوگ آپس میں سرگوشیاں کرتے تھے جناب رسولؐ خدا کے افعال و اقوال پر آپس میں نکتہ چینیاں کرکے لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلاتے تھے۔ کیونکہ بغیر اس کے جناب رسول خدا کا مقرر کردہ نظام درہم برہم نہیں ہوسکتا تھا۔لیکن ہم اس بات کو بھی استدلال ودرایت پر نہیں چھوڑتے اس کا بھی ثبوت پیش کرتے ہیں۔

عن العباس ابن عبدالملب ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال مابال اقوام یحدثون فاذا رائو الرجل من اهل بیتی قطعوا حدیتهم والذی نفسی بیدی لا یدخل قل امری الایمان حتیٰ یبهم الله ولقرابتهم منی۔

حضرت عباس سے مروی ہے کہ فرمایا جناب رسولخدا نے کہ ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ جب یہ میرے اہلبیتؑ میں سے کسی کو دیکھ لیتے ہیں تو فوراً جو باتیں وہ کرتے ہوتے ہیں اسکو قطع کرکے خاموش ہوجاتے یا دوسری بات کرنے لگتے ہیں۔قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری

جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا جب تک وہ میرے اہلبیتؑ سے خدا کی خاطر اور میری قرابت کی وجہ سے محبت نہ کریگا۔ (**شیخ یوسف بن اسماعیل:۔ اشرف المویدصفہ۸۶، شیخ سلیمان:۔ ینابیع المودۃ صفحہ۱۱ الباب الخامس والاربعون صفحہ۱۱۱۔۱۱۱، میرزا محمد بن معتمد خان:۔ نزل الابرار صفحہ۷، تاریخ ابن عاسکر**)

آپ نے ان لوگوں کو یہ بھی بتا دیا کہ تمہاری ان سازشوں اور تمہارے ان منصوبوں کا نتیجہ تمہارے لئے اور اسلام کے لئے بہت برا ہے اور باعث فتنہ وفساد ہے اپنے بعد ہی کے پر آشوب زمانے کی جو تصویر آپ نے کھینچی ہے اور فتنہ وفساد کی کثرت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کا بیان ہم نے پہلے کردیا ہے اس زمانہ پرآشوب وفتن کے وقت اُمت کو کیا کرنا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

سیکون بعدی فتنۃ فاذا کان ذلک فالزموا علی بن ابی طالب فانہ الفاروق بین الحق والباطل۔

یعنی میرے بعد ہی فوراً فتنے اٹھیں گے پس جب ایسا ہو تو تم علی بن ابی طالب کا دامن پکڑنا وہ فاروقِ حق وباطل ہے۔

کیا صاف فرماتے ہیں:۔

تکون بین الناس فرقۃ اختلاف فیکون ھذا واصحابہ علی الحق یعنی علیاً۔

لوگوں میں فتنے ہونے اور فرقہ بندیاں اور تفرقے ہونگے پس اس وقت علی اور اُسکے اصحاب حق پر ہوں گے۔ (**کنزالعمال حدیث۲۵۸۲اور۲۶۳۵**)

آپ نے بہت اچھی طرح واضح کر دیا کہ تم لوگ اپنا دین نہایت قلیل شے یعنی وجاہت دُنیا پر فروخت کر رہے ہوں۔

عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویل للعرب من شر قد اقترب فتناً کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مومناً ذیمسی کافراً یلبیح قوم دینھم بعوض من الدنیا قلیل المتمسک یومئذ بدینہ کا القابض علی الجمرا و قال علی الشوک قال حسن فی حدیثہ خبط الشوک۔

ابو ھریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسول خدا نے کہ عرب برباد ھو گا اس شر سے جو نزدیک ھے

فتنوں کی صورت میں جو اندھیری رات کی طرح سے ہونگے ایک شخص صبح مومن اُٹھیگا اور شام تک کافر ہو جائیگا لوگ اپنا دین دُنیا کی نہایت قلیل شے پر فروخت کر دینگے اس دن جو شخص اپنے دین پر قائم رہے گا ایسا ہوگا گویا وہ جلتے انگاروں پر یا کانٹوں پر کھڑا ہے یہ حدیث صحیح ہے راوی کو صرف کانٹے یا جلتے ہوئے انگارے میں شُبہ ہے۔ (امام احمد حنبل ج ۲، کتاب الفتن)

جب کچھ اور چارہ نہ دیکھا تو وکلائے جماعت حکومت یعنی علمائے اہل سُنت فرمانے لگے کہ یہ حضرت عثمان کے قتل کی پیشین گوئی ہے ہم نے بڑے بڑے مظلوموں کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہے

اور سُنا ہے لیکن جس طرح یہ بزرگان انصاف کو قتل کرتے ہیں اس کی نظیر نہیں ملتی مندرجہ ذیل اُمور غور طلب ہیں:۔

۱-ان احادیث میں الفاظ سیکون اور سیکون کے ہیں جو مستقبل قریب کے لئے ہیں۔نہ کہ بعید کے لئے۔

۲-پیشین گوئی ہی تو بیان فرمار ہے تھے کہہ دیتے کہ یہ زمانہ میرے بعد کے تیسرے خلیفہ کا ہوگا۔

۳-برخلاف اس کے آپ نے فرمادیا کہ یہ فتنے میرے اہل بیت پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہونگے۔میرے اہل بیت میرے بعد میری اُمت سے بہت ظلم دیکھیں گے۔یا علی تم سے لوگ بغاوت کرینگے۔تم پر ظلم کریں گے۔

۴-فرمایا کہ ان فتنوں میں تم علی کی طرف ہونا کیونکہ وہ ہی فارق حق و باطل ہے۔وہ اور اس کے اصحاب حق پر ہوں گے۔

۵-انصاف کرو خدا کو بھی جان دینی ہے علی اور اُن کے اصحاب نے اپنے دین کو دنیا کی قلیل وجاہت کے بدلے فروخت کیا تھا۔یا ان لوگوں نے جو ایک فرض اہم یعنی تجہیز و تکفین رسول کو چھوڑ کر دنیا کو لینے کی خاطر سقیفہ چلے گئے تھے اپنے دین پر قائم رہنے کی وجہ سے حضرت علیؑ اور ان کے رفقاء کو تکالیف دی جاتی تھیں یا ان کے مخالفین کو۔مخالفین تو مسند حکومت پر جلوہ آرا تھے اور حضرت علیؑ کے گھر جلانے کو لوگ بھیجے جاتے تھے۔ان کے اصحاب کو زبردستی بلا کر بیعت لی جاتی تھی۔حضرت ابوذر غفاریؓ جو گونا گوں تکالیف کے ساتھ مدینہ سے جلاوطن کر کے ربذہ بھیجے گئے تھے،حضرت علی ہی کے رفیق تھے۔اور امر حق کہنے کی وجہ سے ان کو یہ سزا دی گئی تھی فریق مخالف کے اصحاب تو اس زمانہ میں مال و دولت جمع کرنے پر تلے ہوئے تھے اور دُنیا کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹ رہے تھے۔اب فرمایئے کس فریق کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اس کی حالت ایسی تھی کہ گویا وہ کانٹوں پر بیٹھا ہوا ہے یا جلتے ہوئے انگاروں پر۔

کنا نقول و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی

افضل اُمه النبی صلی الله علیه وسلم بعده ابوبکر ثم عمر ثم عثمان۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ حیات میں ہم لوگ کہا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ کے بعد سب سے افضل ابوبکر پھر عمر پھر عثمان ہیں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۱۴)

یہ روایت بھی غور طلب ہے جناب رسول اللہ کے زمانہ حیات ہی میں یہ ترتیب خلافت کس طرح طے ہوگئی، یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت عثمان کو فضیلت سے کیا تعلق ہے اور وہ بھی حضرت علیؑ کے مقابلہ میں جن کی نسبت یہ تسلیم ہے کہ جتنے فضائل حضرت علیؑ کے ہیں۔ اتنے کسی اور صحابی کے نہیں۔

قال احمد و اسماعیل القاضی والنسائی وابو علی النیشا بوری لم یردنی حق احمد من الصحابة بالا سانید العباد اکثر ماجاء فی علیؑ۔

امام احمد حنبل و قاضی اسمعیل، نسائی اور ابوعلی النیشا بوری کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی کے حق میں ایسے عظیم و صحیح اسناد کیساتھ اتنے فضائل مروی نہیں ہیں جتنے کہ حضرت علی کے حق میں۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۵۷)

جب یہ دونوں اُمور مسلمہ ہوگئے تو پھر حضرت عمر کے بیٹوں کا یہ کہنا کہ زمانہ رسول میں کہا کرتے تھے کہ سب سے افضل ابوبکر پھر عمر پر عثمان کچھ معنی رکھتا ہے معلوم ہوا کہ حضرت عمر اپنے دونوں بیٹوں اور معتمد دوستوں میں یہ پراپا گنڈا پھیلایا کرتے تھے تاکہ لوگوں کے دلوں میں رفتہ رفتہ اس ہی درجہ کے ساتھ ان تینوں بزرگوں کی فضیلت نقش ہوتی رہے اور اس طرح آخری فیصلہ کن تجویز میں یہ

بات مدد دے۔ حضرت عمر ابھی سے اپنے نامزد کردہ خلفاء کا نام ظاہر کرنا مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے لیکن اپنے دل میں یہ نام تجویز کر لئے تھے اور ان لوگوں کے کانوں اور دلوں کو ان کی فضیلت کے گیت سے آشنا کرنا چاہتے تھے تاکہ حصول مدعا میں آسانی ہو شروع میں تو حضرت عمر نے اپنے تجویز شدہ خلیفہ کا نام عام پبلک میں ظاہر نہیں کیا جب تک کہ لوگوں کو اپنی طرف نہ کر لیا۔ تو پھر لوگوں کو پنی تجویز سے آگاہ بھی کرنے لگے۔ ابھی زخمی بھی نہیں ہوئے تھے اور شوریٰ تجویز بھی نہیں ہوئی تھی کہ آپ نے کہہ دیا کہ میرے بعد عثمان خلیفہ ہوں گے۔

عن حذیفه قال قیل لعمربن الخطاب وھوبا لمدینة یا امیر المؤمنین من الخلیفة بعدک قال عثمان بن عفان۔

حذیفہ بن الیمان سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ لوگوں نے مدینہ میں حضرت عمر سے پوچھا کہ آپ کے بعد کون خلیفہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ عثمان بن عفان۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۵۸، ح ۲۴۴۸)

حدثنا ابن ابی ادریس عن شعبه عن اب اسحق عن حادثه عن مطرف قال حجت فی امارة عمر فلم یکونوا یشکون ان الخلافة من بعده لعثمان۔

مطرف کہتے کہ حضرت عمر کے زمانہ میں لوگوں کو مطلقاً اس بات میں شک نہیں تھا کہ عمر کے بعد عثمان خلیفہ ہوں گے۔ (**کنز العمال الجزء ثالث ص ۶۰ ح ۲۴۵۹**)

سقیفہ بنی ساعدہ کے معرکہ سے پہلے ہی جماعت مخالفین بن چکی تھی۔ اور اس ہی کے بھروسہ پر

حجرت عمر و ابوبکر و ابوعبیدہ بن الجراح سقیفہ بنی ساعدہ کا معرکہ مارنے گئے تھے۔ ورنہ اگر پیچھے کوئی جماعت نہ ہوتی تو فطرتاً پہلا خیال جو آنا تھا وہ یہ تھا کہ اگر یہاں انصار ہمارے کہنے کو مان بھی گئے اور حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی تو مہاجرین کی روک تھام ہم کیونکر کریں گے تمام مہاجرین علی کی طرف ہو گئے تو خرابی ہو جائے گی۔ صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنی جماعت کی حمایت پر انکو بھروسہ تھا۔ سمجھتے تھے کہ اگر بنو ہاشم و بنو امیہ وغیرہ نے نہ بھی مانا تو فقط ہماری جماعت ہمارے کھڑا کئے ہوئے کھیل کو سنبھالنے کے لئے کافی ہے۔

یاددھانی

ہماری اس بحث سے کہ ہنگامہ سقیفہ بنی ساعدہ اس جماعت کی عرصہ دراز کی کوششوں کا نتیجہ ہے یہ اخذ کر لینا کہ حضرت ابوبکر کا تقرر بھی ان لوگوں میں عرصہ سے طے شدہ امر تھا یہ ہی نہیں کہ غلط محض ہوں بلکہ حضرت عمر کے سیاسی تدبر و فراست و موقعہ شناسی کی تحقیر و توہین کرنے کا جرم عائد کر دے گا۔ دنیاوی سیاست کا یہ پہلا اصول ہے کہ اپنا اصلی مدعا اس وقت تک پوشیدہ رکھا جائے جب تک اس کا مظاہرہ کرنا ہی اس کی کامیاب کا باعث نہ ہو جائے ورنہ اصلی مدعا کو قبل از وقت ظاہر کرنے سے لوگوں کو بہت کچھ سوچنے کا موقع مل جاتا ہے اور اس کے خلاف بہت سی تحریکات معرض وجود آجاتی ہیں ہم اُوپر بیان کر چکے کہ حضرت عمر نے اس اُصول پر اس شدت و لیاقت و زیرکی کے ساتھ عمل کیا ہے۔ کہ یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ دنیائے سیاست میں وہ ہی اس اصول کے موجد ہیں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت عمر کا مقصود نہ تھا۔

ان کے لئے تو یہی مناسب تھا کہ اصلی حاکم کا نام مخفی رکھ کر ہر ایک میں اُمید پیدا کر دی جائے تا کہ ہر شخص علی کی مخالفت کو اپنا کام سمجھ کر دل سے کوشاں ہے اور لوگوں میں ہی ظاہر کریں کہ ہم بھی اوروں کی طرح بھائیوں کے مشورے و حکم کے پابند ہیں۔ اگر حضرت عمر پہلے ہی سے حضرت ابوبکر کو نامزد کر کے لوگوں سے منوانا چاہتے تو وہ ہی عرب کی ضد اور عادت سے سرکشی جو حضرت علی کے خلاف کام کر رہی تھی۔ حضرت ابوبکر

کے خلاف کام کرنے لگ جاتی۔ اور لوگ کہتے کہ جب ہم رسول خدا کے نامزد کردہ شخص کو نہیں مانتے تو عمر کے مقرر کردہ شخص کو کیوں مانیں۔ لہذا حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو اس آخری وقت پر نکال کر پیش کیا کہ جب پیش نہ کرنا مقصد کو فوت کر دیتا ہے۔ اور حضرت ابوبکر کی خلافت وہ ہی فلتۃً رہی۔ جیسا کہ حضرت عمر نے اس کامیابی کے بعد اس کی تشریح نہایت صحیح الفاظ میں کر دی۔

دوسری سازش

(یہ وہ گہری تدبیر تھی جس کا اثر اب تک باقی ہے بلکہ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے)

جناب رسولؐ خدا نے دورانِ نبوت میں جو حضرت علی کے فضائل بیان کیے اور انکو اپنا جانشین مقرر کرنے کے جو احکام صادر فرمائے ان سب کو نظر انداز کرنے کے لئے دو ہی طریقے ہو سکتے تھے ایک تو یہ کہ جہاں تک ممکن ہو سکے ان کو انکار یا تاویل کے ذریعے سے چھپایا جائے اور دوسرے یہ کہ جو نہ چھپ سکیں اور باقی رہ جائیں ان کی نسبت ایک ایسا عقیدہ قائم اور شائع کیا جائے کہ ان احادیث فضائل کی موجودگی اور سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی میں باہم کوئی تضاد و تصادم نہ واقع ہو۔ طریقہ اول یعنی کتمانِ فضائل علی و معائب و مثالب صحابہ کا مختصر ذکر ہم ابھی کریں گے مگر طریقہ دوئم اس سے بھی زیادہ موثر اور کارگر تھا اور وہ یہ تھا کہ ایسا اعتقاد اپنی اور لوگوں کی ضمیر کو خاموش کرنے کے لئے ایجاد کیا جائے کہ جس کی وجہ سے احادیث فضائل و احکامِ جانشینی کی موجودگی ہمارے منصوبوں میں خلل انداز نہ ہو لہذا قرار دیا گیا کہ آنحضرتؐ کا منصب نبوت بالکل علیحدہ تھا۔ عہد حکومت سے جو احکام آپ نے حکومت کے استقلال و استحکام کے متعلق فرمائے ہیں اور فرماتے رہتے ہیں ان کا تعلق نبوت سے نہیں لہذا وہ ہمارے مذہب کے دائرہ سے باہر ہیں۔

اس ہی عقیدہ کی یہ شاخ نکلی کہ آنحضرتؐ کے احکام جو نبوت کے متعلق ہیں وہ سب کے سب قرآن شریف کے اندر جمع ہیں اس کے باہر نہیں ہیں۔ اور قرآن شریف کے ختم ہونے کے ساتھ ہی وہ بھی ختم ہو گئے۔ ان بزرگواروں نے بحث کی کہ حکومت کے متعلق جو آپ کے ارشادات ہیں۔ ان کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت کو حضرت علیؑ سے بہت محبت تھی اور نیز اپنے خاندان کی عزت و وقار کا خیال تھا۔ لہذا آپ چاہتے تھے کہ آپ کے بعد حضرت علی حاکم ہوں لیکن ان حکام کو ماننا یا نہ ماننا ہمارے اختیار میں ہے۔ ان کے نہ ماننے کی وجہ سے ہم اسلام سے خارج نہیں ہوسکتے۔ ان جماعت کے ہر ایک قول و فعل سے یہ اعتقاد ٹپکتا ہے۔

جب منصب نبوت کا اس طرح تجزیہ کردیا گیا تو نبی کی شان کی تنقیص اس کا لازمی نتیجہ بھی آپس میں ان لوگوں نے زبان سے بھی کہا اور ان کے افعال نے اعلانیہ ظاہر کردیا کہ نبی کی حیثیت محض پیغام پہنچانے والے کی سی ہے۔ رسولؐ نے قرآن شریف لاکر ہمارے حوالے کردیا جس طرح ڈاک کا ہرکارہ یا قبیلوں کا قاصد ہمیں خطوط و پیغام دے جاتا ہے اس کا کام ختم ہوجاتا ہے اور جب ہم نے اتنا مان لیا کہ واقعی یہ شخص خدا کی طرف سے پیغام لانے والا ہے تو بس ہمارا بھی فرض پورا ہو گیا یہ ضروری نہیں کہ ہم اس سے محبت کریں یا اس کا احسان مانیں یا کسی طرح اسکو اپنے اُوپر ترجیح دیں اور جب ہمارا خیال اس کی نسبت یہ ہے تو اس کی اولاد سے محبت کرنے کو اپنا فرض سمجھنا یا اس کی اولاد کو اپنے اُوپر ترجیح دینا یا اپنے سے بہتر سمجھنا محض ایک حماقت ہوگی۔

ان بزرگواروں نے سمجھا کہ جب یہ خیالات عام ہوجائیں گے اور لوگوں کے دلوں میں راسخ ہوجائیں گے تو ہمارا مدعا پورا ہوجائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا ممکن ہے کہ معترض کہے کہ یہ اعتقاد کس فقہ کی کتاب سے نقل کیا گیا ہے یا اس کا ثبوت کیا ہے ہم معترض کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ یہ

اعتراض اس زمانہ کے حالات و واقعات پر غور نہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے جناب رسولؐ خدا کے بستر مرگ پر ان کے سامنے یہ کہہ دینا کہ یہ شخص تو کچھ کہہ رہا ہے۔ ہم اس کی بات نہیں سنتے۔ کتاب اللہ کو جس طرح ہم سمجھیں گے وہ ہی ہمارے لئے کافی ہے ہر ممکن موقعہ پر نبی پر اعتراض کرنا اس کے اکثر افعال پر اس قدر نکتہ چینی کرنی اُسے کہنا پڑے کہ علی سے میں نے خلوت میں راز کی باتیں نہیں کیں بلکہ خدا نے کی ہیں۔ میں نے تمہارے دروازے بند نہیں کیئے اور نہ علی کا دروازہ کھلا رکھا بلکہ جو کچھ حکم ہے خدا کی طرف سے ہے اور آخر کار گستاخی اور نکتہ چینی کی حد یہاں تک پہنچ جائے کہ نبی کو مجبور ہو کر کہنا پڑے کہ بخدا تم ایسے ہی لوگ ہو جیسے بنی اسرائیل تھے جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارے لئے ایسا ہی خدا بنا دو جیسا کہ کفار کا ہے۔ یہ تو جہالت کا آخری درجہ ہے اور سب سے پہلا جرم توہین رسالتؐ ہے۔ جناب رسول خدا کے احکام میں اپنے زمانہ خلافت میں ترمیم و تنسیخ کرنی بہت سے احکام کو بدل دینا، پھر یہ دعویٰ کرنا کہ قرآن ہماری رائے کے مطابق نازل ہوتا ہے یہ سارے واقعات اگر اس عقیدہ کو ثابت نہیں کرتے تو ہم حیران ہیں کہ ثبوت کس کو کہتے ہیں۔ لیکن ہم تو اس سے بھی زیادہ ثبوت دینے کو تیار ہیں۔

اول تو حضرت عمر کا اقبال ہی ہے کہ ہم نے جو مکالمے شرح نہج البلاغتہ ابن ابی الحدید الجزء الثالث صفحہ ۹۷، ۱۱۴ سے نقل کئے ہیں ان میں حضرت عمر نے اپنا عقیدہ اچھی طرح کھول کر بیان کر دیا ہے۔ غور سے تو اسے پڑھو۔ حضرت عمر کیا کہتے ہیں۔ جناب رسولِ خدا علی کی محبت کے مبالغہ میں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف ہو جاتے تھے اسلام کی بہبودی کا خیال نہیں رہتا تھا مجھ میں اسلام کی ہمدردی ان سے زیادہ تھی لہذا میں تحریر وصیت میں مانع ہوا۔ جناب رسولِ خدا کی یہ خواہش خداوند تعالےٰ کے رضا مندی کے خلاف تھی۔ اب اور کیا رہ گیا۔ ہم نے تو حضرت عمر کے اس عقیدہ کو اس طرح کھول کر بیان بھی نہیں کیا جتنا خود انہوں نے بیان کر دیا۔ اس اقبال کے سامنے کس مزید ثبوت کی ضرورت ہے۔ ان مکالموں کی صحت مسلمہ ہے۔ علامہ جرجی زیدان ان مکالموں کی بناء پر دلیل قائم کرتے ہیں اور علامہ شبلی

ان کو اپنے مورخانہ تبصرہ کا ماخذ قرار دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

حضرت عمر کے اقبال کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا مگر اس ضمن میں ہم علامہ شبلی کے خیالات ونتائج تحقیقات سے بھی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:۔ "نبوت کی حقیقت کی نسبت عموماً غلطی کرتے آئے ہیں اور اسلام کے زمانہ میں بھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا۔ اکثروں کا خیال ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل خدا کی طرف سے ہوتا ہے بعضوں نے زیادہ ہمت کی تو صرف معاشرت کی باتوں کو مستثنیٰ کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ نبی جو حکم منصبِ نبوت کی حیثیت سے دیتا ہے وہ بے شبہ خدا کی طرف سے ہوتا ہے باقی امور وقت اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ تشریعی اور مذہبی نہیں ہوتے۔ اس مسئلہ کو جس قدر حضرت عمر نے صاف اور واضح کر دیا۔ کسی نے نہیں کیا خراج کی تشخیص جزیہ کی تعیین۔ ام ولد کی خرید و فروخت وغیرہ وغیرہ مسائل کے متعلق امام شافعی نے اپنی کتابوں میں نہایت ادعا کے سات احادیث سے استدلال کیا ہے اور ان مسائل میں جہاں حضرت عمر کا طریق عمل مختلف ہے بڑی دلیری سے ان پر قدرح کی ہے لیکن امام شافعی نے یہ نکتہ نظر انداز کیا۔ کہ یہ اُمور منصبِ نبوت سے تعلق نہیں رکھتے"۔ **(الفاروق حصہ دوم ص ۲۰۹)**

اس تحریر بحرصورت ہمارا مدا تو پورا ہوگیا۔ جو ہمارا دعویٰ تھا وہ ہی آپ کے وکیل کی بحث ہے لہذا جو ہم ثابت کرنا چاہتے تھے وہ ثابت ہوگیا۔ لیکن ہم حیران ہیں کہ اس تحریر کو ہم ایک عالم و مورخ کی تحقیق کا نتیجہ کہیں یا سقیفہ بنی ساعدہ کے وکیل کی حمایتی بحث۔ صاف ظاہر ہے کہ جس وقت علامہ شبلی یہ لکھ رہے تھے ان کی نظر سقیفہ بنی ساعدہ پر تھی۔ یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ منصب نبوت کا دائرہ کس کی پرکار سے کھینچا جائے گا ابھی علامہ شبلی اور امام شافعی میں اختلاف ہوگا۔ ایک کہتا ہے کہ یہ اُمور دائرہ نبوت کے اندر ہیں دوسرا کہتا ہے باہر ہیں، کون فیصلہ کرے۔ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ

معاشرتی اُمور تو قطعاً اس دائرہ کے باہر ہیں۔ خراج کی تشخص اور جزیہ کی تعیین بھی منصبِ نبوت کے اندر نہیں ہیں یہ دونوں اُمور حکومت سے متعلق رکھتے ہیں۔ علامہ شبلی اور حضرت عمر کے نزدیک حکومت دائرہ نبوت سے باہر ہے ممکن ہے ایسا ہی ہوں لیکن مولوی شبلی کی یہ بحث ہم کو بہت خاردار جھاڑیوں میں لے جاتی ہے۔ معاشرتی امور منصب نبوت سے باہر ہیں۔ اکل و شرب و تزویج وارثت معاشری اُمور ہیں۔ لہذا یہ سب دائرہ نبوت سے باہر ہوئے۔ حکومت دائرہ نبوت سے باہر ہے۔ لہذا جہاد جس کے ذریعہ سے حکومت حاصل ہوئی۔ دائرہ نبوت سے باہر ہے۔ اس بحث کی بنا پر یہ کہنا پڑے گا کہ جو حکام ان امور کے متعلق ہیں منصب نبوت میں نہیں آتے کسی کی غلطی سے قران شریف میں داخل ہو گئے ہیں۔ خوب شراب پیو جہادوں سے خوب بھاگو۔

شادیاں جتنی اور جسطرح کرو، سب جائز جس سے چاہو زنا کرو۔ خدا کے یہاں تو باز پُرس ہوگی نہیں۔ ہاں اگر کسی انسان نے تم کو دیکھ لیا اور تمہارا فعل مجموعہ تعزیرات کے اندر آ گیا۔ اور ثابت بھی ہو گیا، گواہوں کو تم نہ توڑ سکے تو دو چار سال کی قید سہی۔ ہمیشہ جہنم سے تو آزادی ہوئی۔ یہ ہے وہ اسلام جو اس عقیدے سے پیدا ہوتا ہے۔ خیر یہ جملہ معترضہ تھا۔ یہ تو ثابت ہو گیا کہ یہ عقیدہ حضرت عمران کی جماعت کا تھا اور وہ یہ عقیدہ حضرت علی کی مخالفت کی وجہ سے ایجاد کرنے پر مجبور ہو گئے۔ خود علامہ شبلی مانتے ہیں کہ اس عقیدے کے موجد حضرت عمر تھے لہذا انہایت اطمینانِ قلب کے ساتھ بستر مرگ رسولؐ پر کہہ سکتے تھے کہ یہ شخص تحریک وصیت کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں کچھ کہہ رہا ہے۔ ہم ثابت کر چکے ہیں اور حضرت عمر بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ تحریر جناب رسولؐ خدا حضرت علی کی جانشینی کے متعلق کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ مسلمانی حکومت کی مسند نشینی مطلوب تھی لیکن مسلمانی دائرہ کے اندر رہنا ضروری تھا اور یہ دونوں مقصد اسی صورت میں اچھی طرح حاصل ہو سکتے تھے۔

اسلامی اعتقادیات کو اس سانچہ میں ڈھال لیا جائے بظاہر یہ مشکل معلوم ہوتا تھا کہ جناب رسولؐ خدا کی حکومت آنحضرتؐ کے احکام کی مخالفت کرنے کے باوجود حاصل ہو سکے لیکن حضرت عمر نے یہ ایک ایسی تدبیر سوچی جس نے اس مشکل کو حل کر دیا۔ اب وہ دُنیا کے سامنے مسلمان بھی رہ سکتے تھے اور آنحضرتؐ کے ان اقوال وارشادات کی مخالفت بھی کر سکتے تھے۔ اس عقیدہ پر بحث کرنے کے لئے تین چیزوں کی ماہیت پر غور کرنا ہوگا۔ (۱) نبوت (۲) محبت (۳) روح۔ ان تینوں پر مفصل بحث کرنا ہمارے اس کتاب کے موضوع سے باہر ہے۔ نہایت اختصار کے ساتھ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ نبوت کا بڑا مقصد انسان اور اس کے خالق کے درمیان ایک سلسلہ قائم کرنا تھا جب ہی تو ارشادِ خداوندی ہے کہ ۵۳ وَا بْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وہ وسیلہ وہ وہ نبی اور اس کے جانشین ہیں اس تعلق کا نتیجہ تزکیہ نفس ہے۔ اور تزکیہ نفس کے ساتھ ہی اخلاقیات بھی وابستہ ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ تزکیہ نفس محض اخلاقیات کے اندر منحصر نہیں ہے کہ ایک کافر جو پتھروں کے بُت کو خدا سمجھتا ہے اسی طرح اچھے اخلاق کا حامل ہو سکتا ہے کہ جس طرح ایک مسلمان۔

لیکن دونوں کے تزکیہ نفس میں زمین و آسمان کا فرق ہے اصلی و مستقل تزکیہ نفس کے لئے ضروری ہے کہ اول روح موثر ہو اور روح نہیں موثر ہو سکتی ہے، لیکن روح کے ذریعے سے۔ اور وہ روح کو دوسری روح سے محض محبت کے ذریعے سے ارتباط قائم ہوتا ہے۔ بغیر محبت کے ایک رُوح دوسری روح پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتی۔ جس طرح سورج کی شعاعیں بغیر ایتھر کے آگے نہیں چل سکتیں۔ اسی طرح ارواح کا سلسلہ ارتباط بغیر محبت کے قائم نہیں ہو سکتا۔ جب ہی تو خدا سے محبت کرنے کا حکم ہے۔ رسولؐ سے محبت کرنے کا حکم ہے۔ آلِ رسولؐ سے محبت کرنے کا حکم ہے۔ محبت کس کو کہتے ہیں اور اس کی شرائط کیا ہیں یہ بہت بڑا مضمون ہے۔ حیران ہوں کس طرح سمجھاؤں اور کن الفاظ میں سمجھاؤں۔ آج کل تو مجھے مجازی محبت کرنے والے بھی نظر نہیں آتے تو حقیقی محبت کا کیا ذکر ہے۔ محبت اسی طرح دُنیا

سے ناپید ہوگئی ہے جیسی کہ عبادت الٰہی۔ شاعر نے خوب کہا ہے کہ

درره منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بسے　　شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

اصلی محبت کی ایک شناخت ہم بتائے دیتے ہیں اگر عاشق پر معشوق کا رنگ نہیں چڑھا اور اس میں معشوق کی صفات نہیں پیدا ہوئیں تو یہ سمجھ لو کہ محبت خام و ناقص تھی۔ اگر اصلی محبت ہے تو جتنا اعلیٰ صفات والا محبوب ہوگا اتنا ہی صفات کا رنگ حبیب پر چڑھے گا۔ ایک رُوح کا دوسری رُوح پر کتنا اثر ہوتا ہے یہ منحصر ہے اثر لینے والی روح کی اہلیت یعنی اس کی مقدار محبت پر۔ اثر لینے والی رُوح کا اس سے تعلق نہیں ہے اگر اثر لینے والی روح کی قوت کے مطابق اثر ہوا کرتا تو روح القدس کا اثر تو فوراً تمام عالم پر چھا جاتا۔ اسی لئے ضرورت ہوئی کہ محبت کامل پیدا کریں تا کہ اثر حتمی ہو محبت کامل کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ محبوب کے محبوب سے بھی محبت کی جائے یہاں عشق مجازی اور عشق حقیقی کے راستے علیٰحیدہ علیٰحیدہ ہوگئے۔ عشق مجازی میں اس کی رقابت کہیں گے۔ کیونکہ اس میں پھر بھی ذرا سی خودی یا نفسانیت باقی رہ جاتی ہے لیکن عشق حقیقی میں چونکہ نفسیانیت یا خودی کا شائبہ مطلقاً نہیں ہوتا لہذا وہاں یہ کمال عشق کی نشانی ہے۔ مجازی عشق کرنے والا کہہ سکتا ہے۔

تمہیں چاہوں تمہارے چاہنے والوں کو بھی چاہوں　　مرا دل پھیر دو مجھ سے یہ سودا ہو نہیں سکتا

لیکن عشق حقیقی والا اگر یہ کہے تو مجرم ہے وہاں کا حکم یہ ہے

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ہ

لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ رسول خدا کا محبوب ہے جب ہی تو ساری رسالت کا اجو

رسولؐ خدا کے محبوں کی محبت ہوئی۔

یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ تو فقط محبت کا ایک افسانہ ہے روح کی ہستی اور موجودگی مسلمات اسلامیہ میں سے ہے۔ اور اب تو یورپ کے سائنسدانوں نے اس بات کو ثابت کردیا ہے۔ سر آلیور لاج (SIR. OLIVER LODGE) نے تجربات سے ثابت کیا ہے کہ جن جن اشخاص سے اس دُنیا میں مرنے والے کو محبت ہوتی ہے اس کی روح کا تعلق وعشق مرنے کے بعد بھی رہتا ہے اور اس کی رُوح کا اثر ان لوگوں پر پڑتا ہے۔ سوائے محبت کے اور کوئی ذریعہ ہی نہیں۔ کہ ایک روح دوسری رُوح پر اثر کرے۔ لیکن نبوت کی اصلی معرفت، روح کا تعلق، محبت کا اثر یہ وہ باتیں تھیں جو اس زمانہ کے عرب دماغ سے بہت بالاتر تھیں اس کے لئے ناممکن تھا کہ وہ ان کو سمجھ سکے۔ وہ دماغ کیسا تھا۔ ہم بتاتے ہیں ایک شخص ایک جنگل سے گزرتا ہے۔ ایک پرندہ کو دیکھتا ہے کہ اپنے گھونسلے کے پاس اُڑ رہا ہے اس سے یہ کہہ کر چلا جاتا ہے کہ تجھ کو میں نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ اب تجھے کوئی ڈر نہیں۔ واپس آتا ہے دیکھتا ہے کہ اس کا گھونسلہ اُجڑا پڑا ہے ایک اُونٹنی پاس پھر رہی ہے یہ گمان کیا۔

کہ اس نے وہ گھونسلہ خراب کیا ہوگا۔ اُونٹنی کے تھنوں کے تیر سے زخمی کردیتا ہے اُونٹنی کا مالک آتا ہے جھگڑا ہوتا ہے یہ باعث تھا بنی بکر و بنی تغلب کی لڑائی کا جو متواتر چالیس سال تک رہی اور جس میں ہزاروں جوانوں کی جانیں تلف ہوئیں۔ اسی طرح اور بہت سے باتیں تھیں۔ محبت کے جذبات کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک صحابی رسول جی ہاں صحابی رسول آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر آن کر کہتے ہیں کہ یارسول اللہ! مسلمان ہونے سے پہلے میری بیوی کی ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ کچھ عرصہ اس نے مجھ سے چھپا کر اس کی پرورش کی۔ پھر میرے گھر پر ہی لے آئی۔ میرے ساتھ بھی وہ رہی اور اس کو مجھ سے محبت ہوگئی جب چار برس کی ہوئی تو ہم میاں بیوی نے

آپس میں فیصلہ کیا کہ اس کو مار ڈالنا چاہیئے۔ میں نے کہا اسے بنا سنوار کر میرے ساتھ کر دو۔ لڑکی کی ماں نے اس کو اچھے کپڑے پہنا کر میرے ساتھ کر دیا۔ لڑکی یہ سمجھی مجھے باہر سیر کرانے کے لئے لئے جاتے ہیں۔ جنگل میں لے گیا۔ گڑھا کھود کر لڑکی کو اس دبانا چاہا وہ کہتی تھی کہ ابا میرے اوپر کیوں مٹی ڈال رہے ہوں۔ آبا کیا اس جنگل میں تم مجھ کو اکیلا چھوڑ جاؤ گے۔ ابا میں تو تمہارے ساتھ گھر اماں کے پاس چلوں گی۔

لیکن مجھے کچھ رحم نہ آیا اور میں نے زندہ اسے دبا دیا اب آپ میرے لئے دُعا کریں کہ خدا میرا گناہ معاف کرے۔ کیا ایسے شقی دلوں کو محبت سے کچھ لگاؤ ہو سکتا ہے یہ کل کی باتیں تھیں۔ فقط کلمہ پڑھنے سے جبلت وخصلت وفطرت تو نہیں بدل گئی تھی۔ ان لوگوں میں حضرت عمر کا مجوزہ عقیدہ آسانی سے پھیل سکتا تھا یا جنابِ رسولِ خدا کی تعلیم محبت۔ مقدم الذکر انکی طبعیت کے مطابق تھا مؤخر الذکر کو یہ سمجھ نہ سکے۔ اس عقیدہ کا بہت اچھا مظاہرہ واقعہ قرطاس کے وقت ہو گیا۔ حضرت عمر سے نہ رہا گیا۔ اپنے عقیدہ کا اظہار کر دیا آپ نے فرمایا کہ جناب رسولِ خدا کا یہ حکم منصبِ نبوت سے تعلق نہیں رکھتا ہمیں اب رسولؐ کی ہدایت اور اُن کے احکام کی ضرورت نہیں رہی۔ ہمارے لئے قرآن شریف کافی ہے۔ کیوں نہ کافی ہو گا جس طرح جی چاہے گا تاویل کر لیں گے جس مضبوطی وسرعت کے ساتھ یہ عقیدہ قوم میں پھیل گیا تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر کے آگے رسولؐ خدا کی بات نہ چلی۔ مرنے والے سے ہر ایک کو قدرتاً ہمدردی اور محبت ہو جاتی ہے اور اس کی خواہشات کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ آنحضرت محض نبی ہی نہ تھے محسن قوم بھی تھے۔ لیکن باوجود اس کے آنحضرتؐ کی آخری خواہش نہ پوری کی گئی۔ وہ خواہش وعظمت تخیل کو سمجھ سکتے اور ان سے محبت کر سکتے۔ تعجب یہ نہیں ہے کہ اس قوم نے باوجود آنحضرتؐ کے اتنے صریح اعلانات واحکامات وارشادات کے علی کو نہ سمجھا۔ بلکہ تعجب ہوتا اگر وہ علیؑ کو سمجھ لیتے، اور اگر وہ علی کو سمجھ لیتے تو پھر ہم نتیجہ اخذ کرنے میں حق بجانب ہوتے کہ حضرت علیؑ کی

شان ہی کچھ بہت ارفع واعلیٰ نہ تھی کہ وہ اس اولادِ محسن کش قوم کی بھی سرحد ادراک کے اندر ہی رہی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ اس عقیدہ نے قوم کے تخیل اور نظریہ پر اثر ڈالا اور پھر قوم کے تخیل نے اس عقیدہ کی نشوونما کے لئے زمین تیار کی۔ تخم ریزی کے لئے دُہاۃ عرب مثلاً عمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ عبدالرحمٰن ابن عوف وغیرہ ہم کو طلب کیا گیا اور بنو اُمیہ کو اس کھیتی کی حفاظت کے لئے مقرر کیا گیا۔ ممالک غیر سے غنائم نے آن کر آبیاری کی پھر جو نہالانِ اسلام بار آوری پر آئے۔ تو ہر موسم میں طرح طرح کے گل کھلاتے رہے۔ اس کھیتی کے سرسبز ہونے کی پیشن گوئی آنحضرتؐ پہلے ہی فرما چکے تھے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے گھروں میں فتنے اسطرح پے درپے آرہے ہیں جیسے مینہ کی بوچھاڑ۔ عرب کے تخیل اور حضرت عمر کے عقیدہ نے مل کر جو پہلا نتیجہ پیدا کیا وہ تھا کہ اہلبیتؑ رسالت کو صحابہؓ رسول کی اکثریت اپنا رقیب و مدمقابل سمجھنے لگی۔ اور یہ تنازعہ صحابہ بنام اہل بیت رسول ایسا پیدا کر دیا جس نے اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا اور اب تک ختم نہیں ہوا۔ اس عقیدہ نے اُمت محمدیہ کی اکثریت پر جو اثر ڈالا تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ حکومت کے کارکن دخترِ رسول کو بے دخل کر کے حکومت قبضہ کرتی ہے اور اُمت ان کی تحسین کے لئے آمادہ ہے۔

نواسہ رسول کو دیرینہ دشمن رسول زہر سے قتل کرتا ہے اور اُمت خوش ہوتی ہے اس کی وصیت ہے کہ میں اپنے نانا کے پہلو میں دفن ہوں۔ اُمت کہتی ہے کہ نہیں تم اس کے قابل نہیں ہو۔ وہاں تو صحابہؓ رسول ہی آرام کر سکتے ہیں اور اس کے جنازے پر تیر برسائے جاتے ہیں۔ خاندانِ رسول کی ہر طرح سے بے حرمتی کی جاتی ہے تا کہ وہ حکومت کے قابل ہی نہ سمجھا جائے اپنے نبی محسن اعظم کی اکلوتی و پیاری بیٹی کو اس کے باپ کا پرسا اس عمدگی اور حسن سلوک کے ساتھ دیا جاتا ہے کہ وہ فریاد کرتی ہوئی اپنے باپ کی قبر پر جاتی ہے اور کہتی ہے کہ بابا آپ کے بعد آپ کی اُمت کے ہاتھوں سے مجھے ظلم وستم پہنچے۔

اب طاقت نہیں ہے اور کہتی ہے کہ بابا آپ کے بعد آپ کی اُمت کے ہاتھوں سے مجھے ظلم و ستم پہنچے۔اب طاقت نہیں۔ مجھے اپنے پاس بلالو۔اور کارکنانِ حکومت سے کہتی ہے کہ تم نے مجھ پر ایسا ظلم کیا ہے کہ جبتک میں زندہ ہوں تمہاری شکل نہ دیکھوں گی اور مرنے کے بعد اپنے باپ سے تم دونوں کی شکایت کروں گی!! یہ سب کچھ ہوتا ہے مگر قوم کو ذرا احساس نہیں ہوتا۔آخر کار جناب رسولِ خدا کے سارے احسانوں کا بدلہ میدانِ کربلا میں اس طرح دیا گیا کہ جب تک انسانیت باقی ہے اِسکے دامن سے یہ دھبہ نہیں چھٹ سکتا۔ دنیا کی تاریخ محسن کشی و احسان فراموشی کا اس سے زیادہ ہیبت ناک منظر نہیں پیش کرسکتی اور یہ اس وجہ ہی سے ممکن ہوسکا کہ اس محسن سے بے رخی اور اُسکی اولاد سے دشمنی کرنے کو اس اعتقاد کے ذریعے سے مذہب میں داخل کرلیا گیا۔انہوں نے کہا اور ببانگ دُہل کہا کہ ہمارے اسلام میں مذہب وحکومت جدا جدا شے ہیں۔رسولؐ کی ذات اور ان کی اولاد سے کچھ غرض نہیں ۔ہمیں تو فقط منصب نبوت سے کام ہے مذاہبِ عالم کی تاریخ بتارہی ہے کہ جس عمل یا طرزِ تخیل کو موثر اور پائندہ بنانا مقصود ہوتا ہے اس کو اعتقاد کی شکل میں مذہب میں داخل کرلیا جاتا ہے۔ اس عقیدے کے مذہب میں داخل ہونے کا نتیجہ دیکھے کہ یزیدی لشکر کہہ رہا تھا کہ حسینؑ کو جلدی قتل کروتا کہ ظہر کی نماز اپنے وقت پر ادا ہوسکے وہ لوگ حسبنا کتابُ اللہ کے ایسے والا و شیدا تھے کہ گردوں میں قرآن لٹک رہے تھے اور ہاتھوں سے نواسہ رسول کی گردن کاٹ رہے تھے۔

جو سلوک ارکان حکومت نے دخترِ رسول سے کیا وہ تو یہ تھا کہ جو اُوپر بیان ہوا۔اپنی جماعت کی مخدراتِ عصمت کے ساتھ جو سلوک تھا اس کی ہم فقط دو مثالیں بیان کرتے ہیں۔امہات المومنین کا وظیفہ دس دس ہزار درہم سالانہ تھا۔مگر حضرت عمرؓ نے کہا کہ چونکہ حضرت عائشہؓ آنحضرتؐ کی محبوب ترین زوجہ تھیں لہذا ان کا دو ہزار درہم سب سے زیادہ ہونا چاہیے۔چنانچہ حضرت عائشہ کا وظیفہ بارہ ہزار درہم سالانہ کردیا گیا۔

ان درجا قدم الی عمر من العراق وفیه جوهر فقال الاصحابه تا تدرون ماثمنه قالو اله الاولم ید رواکیف یقسمونه فقال تاذتون ان ابعث به الی عائشه لحب رسول الله صلی الله غلیه واله وسلم ایاها فقالو انعم فبعث به الیها فقتحته ماذا فتح علی ابن الخطاب بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم۔(مستدرک علی الصیحین ج ۴ ص۸)

عراق سے مال غنیمت کے ساتھ ایک جواہرات سے بھری ہوئی ڈبیہ حضرت عمر کے پاس آئی۔ حضرت عمر نے اپنے اصحاب سے کہا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اسکی قیمت کیا ہے انھوں نے کہا ہم نہیں جانتے اسکی تقسیم میں مشکل تھی حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر تم اجازت دو تو یہ ساری ڈبیہ میں حضرت عائشہ کے پاس بھیج دوں کیونکہ وہ جناب رسولخدا کی محبوب ترین زوجہ تھیں سب نے کہا ہاں بھیج دیجئے چنانچہ حضرت عمر نے وہ ڈبیہ حضرت عائشہ کی خدمت میں بھیج دی جب حضرت عائشہؓ نے کھول کر دیکھا تو فرمایا کہ عمر ابن الخطاب نے رسولؐ خدا کی وفات کے بعد کتنے کتنے بڑے احسانات میرے اوپر کیے ہیں۔

دونوں سلوکوں میں فرق دیکھا۔ حضرت فاطمہ بھی حضرت عمر کے سلوک کا ذکر کرنے پر مجبور ہوئیں۔ لیکن شکایت وفریاد کے ساتھ۔ حضرت عائشہ کو بھی ان کے سلوک کا ذکر کرنا پڑا۔ لیکن جذبات احسان مندی کے ساتھ ایک طرف جناب رسولؐ خدا کی محبت کی یہ جزا۔ دوسری طرف جناب رسولِ خدا

کی محبت کی یہ سزا۔ یہ ہیں سیاستِ عمریہ کے نمونے۔ جس جسارت و دلیری سے حضرت عمر نے رسولؐ خدا کے احکام میں مداخلت کی اور ان میں تبدل پیدا کیا وہ اس عقیدہ کے بغیر ناممکن تھا۔ اس کی بہت سے مثالیں ہیں۔ اگر سب کو جمع کریں۔ تو ایک کتاب بن جائے۔ ابھی آپ حضرت شبلی کی تحریر سے معلوم کر چکے ہیں کہ امام شافعی نے اس کی بہت سی مثالیں جمع کر کے حضرت عمر قدح کی ہے۔ ایک دو مثالیں ہم بیان کر دیتے ہیں آنحضرتؐ نے شرابی کی سزا چالیس کوڑے مقرر کیے تھے حضرت عمر نے اس سزا کو خفیف سمجھا اور چالیس کی بجائے اسی کوڑے شرابی کی سزا مقرر کر دی۔ (**مسند احمد حنبل ج ۳ ص ۲۴۷، الفاروق ج ۲ ص ۲۱۴**)

ایک دوسری جگہ مولوی شبلی تحریر فرماتے ہیں:۔

"حج کے ارکان میں رمل ایک رُکن ہے یعنی طواف کرتے وقت پہلی تین دوڑوں میں آہستہ آہستہ دوڑے چلتے ہیں۔ اس کی ابتدا یوں ہوئی کہ رسول ﷺ جب مدینہ سے مکہ تشریف لائے تو کافروں نے مشہور کر دیا کہ مسلمان ایسے نحیف و کمزور ہو گئے کہ کعبہ کا طواف بھی نہیں کر سکتے آنحضرتؐ نے رمل کا حکم دیا اس کے بعد یہ فعل معمول ہو گیا۔ چنانچہ آئمہ اربعہ اس کو حج کی ضروری سنت سمجھتے تھے لیکن حضرت عمر نے صاف کہا **مالنا وللرمل انما کنا راینا به المشرکین وقد اهلکهم الله** یعنی اب ہم کو رمل سے کیا غرض اس سے مشرکوں کو رُعب دلانا مقصود تھا۔ سو ان کو خدا نے ہلاک کر دیا"۔ (**الفاروق ج ۲ ص ۲۱۱**)

یہ مولوی شبلی اور حضرت عمر کا خیال ہے کہ عمل کا حکم آنحضرتؐ نے اس وجہ سے دیا تھا ورنہ کہیں یہ ممکن ہے کہ کفار کے طعنوں کی بناء پر اعمال دین مقرر کئے جائیں۔ حضرت عمر اور علامہ شبلی کے خیال میں آنحضرتؐ اعمالِ دین مقرر کرتے وقت وحی الٰہی کے منتظر نہیں ہوتے تھے بلکہ کفار کے طعنوں پر نظر

رکھتے تھے۔ یقیناً یہ فتح مکہ کے بعد کا ذکر ہے۔ کیونکہ اس ہی وقت آنحضرتؐ مدینہ سے مکہ پہلی دفعہ تشریف لائے تھے کیا اس وقت تک کافروں کو مسلمان نحیف و زار ہی نظر آتے تھے۔ اتنی لڑائیاں فتح کیں۔ عمر و عبدود، مرحب و عنتر جیسے پہلوانوں کو زیر کیا خود مکہ فتح ہو گیا۔ کیا ابھی مسلمانوں کی طاقت کفار پر ظاہر نہیں ہوئی تھی اس دس قدم دوڑنے میں کیا بہادری کی شان تھی کہ جس نے کفار کے دلوں پر مسلمانوں کا سکہ بٹھا دیا اور اگر آنحضرتؐ کے وقتِ رحلت تک مسلمان ایسے ہی خیف وزار نحیف تھے کہ یہ بناوٹی شان بہادری قائم رکھنی ضروری تھی تو حضرت عمر نے ان میں کونسی بہادری کی روح پھونک دی تھی جو آنحضرتؐ نہ کر سکے۔ کیا اس سے مقصد حضرت عمر کو آنحضرتؐ پر ترجیح دینے کا ہے۔ ایسے متین و سنجیدہ پیغمبر کے ذمہ یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو محض اس وجہ سے ڈوڑایا اور بھگایا کہ کفار کہیں دیکھو مسلمان بھاگے جا رہے ہیں اگر آنحضرتؐ کفار کے طنز کو اہمیت دیا کرتے تو اسلامی عبادت میں سے سجدہ تو بالکل مفقود ہو جاتا کیونکہ کفار نے سجدہ کو تو اپنی طنز کا خاص نشانہ بنایا ہوا تھا۔

ہم حیران ہیں کہ علامہ شبلی جیسے فاضل و ذہین مورخ ور یہ عبارت، کو مانتے ہیں کہ آئمہ اربعہ جن کی امام پر اہلسنت و جماعت کے دین کا قیام ہے اس قیاس کی تردید کرتے ہیں اور رمل کو سنت میں داخل سمجھتے ہیں لیکن حضرت عمر ایسا نہیں سمجھتے تھے۔ اب حضرت عمر کا درجہ امور دین میں کیا رہا۔ کس طرح خود حضرت شبلی کی بحث سے ہمارا دعویٰ ثابت ہو گیا کہ اہل سُنت والجماعت امور دین میں حضرت عمر کو پیروی اور تقلید کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور بات بھی ٹھیک ہے۔ انہوں نے تو اپنے عقیدہ خلافت حاصل کرنے کی غرض سے ایجاد کیے تھے۔ وہ اسلام کے صحیح ارکان تو نہ تھے۔ اس زمانے کے مسلمان غلطی کھا گئے مقصد حاصل ہو گیا۔ قصہ ختم ہوا۔ نبوت کی حقیقت کے متعلق جو مولوی شبلی نے عبارت لکھی ہے جس کو ہم نے اوپر نقل کیا ہے اس میں وہ بھی فرماتے ہیں کہ اسلام کے علماء کی اکثریت کا عقیدہ نبوت کے متعلق حضرت عمر کے عقیدے کے مخالف ہے۔ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ حضرت عمر نے اُن کو صحیح مذہبی

عقیدے سمجھ کر اختیار نہیں کیا تھا بلکہ یہ تو اُن کی سیاسی تدبیریں تھیں۔

ہمارے دعوے کو خود مولوی شبلی ثابت کرتے ہیں۔فرماتے ہیں:۔

"حضرت عمر مسائل شریعت کی نسبت ہمیشہ صالح اور وجوہ پر غور کرتے تھے اور اگر اُن کے خیال میں کوئی مسئلہ خلافِ عقل ہوتا تو اس پر نکتہ چینی کرتے تھے۔ چنانچہ نماز کے قصر کے حکم میں آپ نے نکتہ چینی فرمائی"۔**(الفاروق ج۲ ص۲۱۰)** دیکھا آپ نے حضرت عمر کی جسارت کو۔ پہلے تو یہ عذر تھا کہ جو حکم آنحضرتؐ کا منصب نبوت کے اندر نہیں ہوتا تھا اس پر نکتہ چینی کرتے تھے۔اب مسائل شرعیہ کی نسبت بھی حضرت عمر اپنی رائے کو دخل دینے لگے۔یہ معاملہ یہیں نہیں ختم ہوگا۔یہ ظاہر ہے کہ اسلام میں مسائل شرعیہ خداوند تعالیٰ کے حکم سے مقرر کیئے گئے۔حضرت عمر ان کو خلافِ عقل سمجھنے کی جسارت کرتے ہیں معاذ اللہ حضرت عمر کی عقل مشیت ایزدی سے بھی زیادہ صحیح ہوئی۔کیا حضرت عمر نے اسلام اس لئے قبول کیا تھا کہ اسلام میں داخل ہو کر اس میں اپنی عقل سے تغیر وتبدل کریں۔اب جو مسخ شدہ اسلام اکثریت تک پہنچا ہے کس کی کارکردگی کا نتیجہ ہوا۔آگے چل کر مولوی شبلی اس طرح گہرافشانی کرتے ہیں کہ:۔

"امورِ شریعت میں قیاس کرنا حضرت عمر کی اولیات میں سے شمار کیا جاتا ہے حضرت ابوبکر کے زمانہ تک مسائل کے جواب میں قرآن مجید،حدیث اور اجماع سے کام لیا جاتا تھا۔قیاس کا وجود نہ تھا۔قیاس کی بنیاد اول جس نے ڈالی وہ حضرت عمر ہیں۔یہ مولوی شبلی کی رائے ہے کہ اُمورِ دین واحکام الٰہی میں سب سے پہلے قیاس کرنے والے حضرت عمر ہیں لیکن علمائے اسلام کی رائے ہے کہ **اول من قاس ابلیس**۔ جس بزرگ میں اتنی جسارت ہو کہ احکام الٰہی کو بھی خلافِ عقل کہہ سکے اس سے عقیدہ بعید نہیں ہے۔آنحضرتؐ کے دین میں جس دلیری سے کام لے کر حضرت عمر نے تغیر وتبدل پیدا کیا ہے اس کی بہت سے مثالیں ہیں یہاں تک کہ نماز کو بدل ڈالا جب ایک مدت کے بعد حضرت علیؑ نے

Knowledge for All
e-Sakina
Pakistan Sindh
Hyderabad

جناب رسولؐ خدا کی طرح نماز پڑھائی تو لوگوں نے کہا آج ہم نے رسولؐ خدا کی سی نماز پڑھی۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوۃ باب یکبر)

یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ (۱) حضرت عمر نے کیوں جسارت کی (۲) مولوی شبلی کیوں حضرت عمر کے طرزِ عمل کی حمایت کرتے ہیں اگر چہ دیگر علماء آئمہ نے حضرت عمر کے اس امر میں قدح کی ہے۔ سوال اول کے لئے کئی دجوہات ہیں ایک تو یہ کہ شان نبوت کی صحیح معرفت نہیں حاصل ہوئی تھی پکی عمر میں ایمان لائے تھے۔ طرزِ تخیل بُت پرستی کے سانچے میں ڈھل چکا تھا۔ اب نبوت کا صحیح اندازہ مشکل تھا۔ دوسرے یہ کہ وہ جانتے تھے کہ ہم میں صحیح اور بلند شان والی نبوت کی جانشینی کی اہلیت تو ہے نہیں، اپنی جانشینی کو کسی نہ کسی طرح درست ثابت کرنا پڑے گا لہذا کوشش کی کہ نبوت کی شان کو اتنا گرایا جائے کہ ان تک اتر آئے اور وہ ایسی نبوت کے جانشین جانے کے قابل ہوں۔ تیسرے یہ کہ اس طرح دخل در معقولات کر کے لوگوں کی نظر میں اپنی توقیر بڑھانی مطلوب تھی جو شخص کہ نبوت پر اعتراج کر سکے وہ ضرور لوگوں کی نظروں میں اس نبوت کا جانشین ہونے کا اہل ہو جائے گا۔ چوتھے کہ تنقیص شان اہل بیت نبوت منظور تھی۔

تا کہ لوگوں کی نظروں میں اُن کی منزلت گر جائے اور خلاف اُدھر نہ جانے پائے یا جب ہم خلافت لے لیں تو لوگ ان کو ہم سے افضل نہ سمجھیں، لیکن مشکل یہ تھی کہ اہل بیت کی شان وابستہ تھی رسولؐ خدا کی شان کو کم نہ کیا جائے اور دفعتہً صریح الفاظ میں رسولؐ خدا کی تنقیصِ شان کرنے سے سارا مطلب ہی فوت ہوتا تھا خوبی و چالاکی سے حضرت عمر و حضرت ابو بکر نے اس کام کو انجام دے کر کامیابی حاصل کی وہ دنیا والوں کو صد ہزار آفرین کی مستحق ہے۔ رفتہ رفتہ کوشش کر کے بتدریج اس حد تک تو اس معاملہ کو لے آئے تھے کہ رسولؐ خدا کو ان کے مرتے وقت یہ کہہ سکیں کہ یہ شخص کچھ کہہ رہا ہے۔ امر واقعہ تو یہ ہے کہ اس قصیۂ قرطاس نے سب کی قلعی کھول دی اور ظاہر کر دیا کہ دراصل اس جماعت کا عقیدہ کیا

ہے، اس عقیدہ کے ذریعے سے انہوں نے اپنے اور اپنی جماعت کے ضمیر کو خاموش کیا۔ اور اس ہی عقیدہ کی عینک کے ساتھ ان کے اعمال نہیں خوشنما نما نظر آنے لگے۔

سوال دوم کا جواب کہ جناب شبلی کیوں حضرت عمر کی اتنی حمایت کرتے ہیں، صاف ہے۔ علامہ شبلی ہندوستان میں پہلے عربی داں مستشرق مورخ ہیں جو تھوڑی سی انگریزی کی شُدھ بُدھ حاصل کر کے انگریزی مورخین کی طرز تحریر پر شیفتہ ہو گئے اور انہوں نے کوشش کی کہ ان کے طرز پر تاریخ لکھیں۔ حضرت شبلی کی تحریر میں وہ نقص رہ گیا، جو عام طور سے نقل میں پایا جاتا ہے باہر سے خاکہ اصل کا اور اندر سے اصل کی رُوح معدوم نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی مورخین کی طرح وہ ایک تھیوری (THEORY) قائم کر لیتے ہیں اور پھر واقعات کو توڑ مروڑ کر اس تھیوری کے اندر لانا چاہتے ہیں۔ اب یہاں نقل اور اصل میں فرق ہوتا ہے۔ اچھے یورپین مورخین تو حق المقدور کوشش کرتے ہیں کہ ان کے ذاتی عقیدے اور تعصّبات ان کے نتائج پر اثر نہ ڈالنے پائیں لہذا وہ اپنی تھیوری کو بہت تحقیقات اور بہت سے واقعات کی جانچ پڑتال کے بعد قائم کرتے ہیں۔ پھر شاذونادر لانا چاہتے ہیں۔ .....
مولوی شبلی شروع ہی سے اس اُصول پر چلتے ہیں کہ جو عقیدے وہ پہلے سے قائم کئے ہوئے ہیں درست ہیں ان میں ترمیم و تصحیح کی ضرورت نہیں۔

لہذا شروع ہی سے اپنے عقیدے کے بموجب اپنی THEORY (تھیوری) قائم کر لیتے ہیں اور پھر سارے واقعات کو توڑ مروڑ کر اس تھیوری کے اندر لانا چاہتے ہیں انہوں نے ایک عقیدہ یا تھیوری پیدائشی تعصب کی بناء پر قائم کر لی کہ حضرت عمر دل سے خیر خواہ اسلام تھے ان کی خیر خواہی و ہمدردی اسلام رسولؐ سے بھی زیادہ تھی۔ اب جتنے واقعات ہوں گے ان کی تاویلیں اس ہی بناء پر کریں گے اور پھر حضرت عثمان ہیرو ہیں، اپنے ہیرو پر کیوں حرف آنے دیں یہ ہیرو کا لفظ بھی انہوں نے

انگریزی مورخین سے لیا ہے اور اس کے دوہرانے میں انہیں خاص لطف آتا ہے۔

تیسری سازش

جماعتِ مخالفین علی نے یہ رویہ اختیار کیا تھا کہ جب آنحضرتؐ علیؑ کے فضائل بیان کرتے یا اُن کو دیگر صحابہ پر ترجیح دیتے یا اور کوئی ایسا امتیازی سلوک حضرت علی سے کرتے جس سے آپ کی فضیلت دیگر صحابہ پر نمایاں ہو۔ تو فوراً اعتراض کر دیتے تھے تا کہ لوگوں میں اس کا چرچا ہو جائے اور ان کی توجہ اس بات کی طرف مبذول ہو جائے کہ آنحضرتؐ کے یہ اقوال اور یہ امتیازی سلوک محض خاندانی طرفداری پر مبنی ہیں، دوسری غرض یہ ہوتی تھی کہ آنحضرتؐ اپنے اس طرزِ عمل میں کثرت نہ کریں۔ جب آنحضرتؐ نے حضرت علی سے تخلیہ میں راز کی گفتگو کی یا علی کے گھر کا دروازہ کھلا رکھا اور دیگر اصحاب کے گھروں کے دروازے جو مسجد کی طرف کھلتے تھے بند کرا دیئے، فوراً انہوں نے اعتراض کر دیا۔ اکثر موقعوں پر حضرت عمر ان کی ترجمانی کیا کرتے تھے۔

قصیدہ قرطاس بھی اس ہی کی ایک مثال ہے۔ غدیرخم پر اعلان جانشینی کے بعد بھی اس جماعت میں ایک کھلبلی پڑ گئی اس وقت ایک گمنام دیہاتی حارث ابن نعمان سے یہ کام لیا گیا جس نے نہایت گستاخانہ طریقے سے گفتگو کی۔ بار بار اس بات کو لوگوں کی توجہ میں اعتراضات کر کے لانے سے قبیلانہ رشک وحسد میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ تو وہ مثالیں ہیں جو صفحات تاریخ میں محفوظ ہیں اور بہت سے موقعے ہوں گے۔ آپس میں سرگوشیاں ہوتی ہوں گی اور وہ نکتہ چینی کے خیالات ایک دوسرے کی طرف منتقل ہوتے ہوں گے۔ اور پھیلتے ہوں گے۔ جیش اسامہ کے واقعہ کے مطالعہ کے بعد قدرتی طور سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ باوجود آنحضرتؐ کی بار بار کی تاکید کے اسامہ بن زید نے کیوں تساہل کیا اور آخر کار مدینہ سے باہر ہی نہ گئے۔ (جرف حوالی مدینہ میں تھا) وجہ یہ ہے کہ اسامہ حضرت عمر کی جماعت کے

اگر ایک رُکن نہ تھے۔ تو انکے ہمدردوں میں سے ضرور تھے اور ان کی صلاح پر عمل کرنے والے تھے۔ حضرت عمر نے ان کو آگے نہ بڑھنے دیا حضرت عمر جانتے تھے کہ ایسے نوجوان آدمیوں کو کس طرح اپنے میں ملایا جاتا ہے۔ اول تو ظاہری عزت۔

فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال من فعل هذا بک قال رنباع فدعاه النبی صلی الله علیه وسلم فقال ما حملک علی هذا فقال کان امره کذا و کذا فقال النبی صلی الله علیه وسلم للعبد اذهب فانت حر فقال یارسول الله فمولی من انا قال مولی الله ورسوله فاوصی به رسول الله صلی الله علیه وسلم المسلمین قال فلما قبض رسول الله صلی الله علیه وسلم جاء الی ابی بکر فقال وصیة رسول الله صلی الله علیه واله وسلم قال نعم نجری علیک واله وسلم قال نعم نجری علیک النفقة وعلی عیالک فاجراها علیه حتی قبض ابوبکر فلما استخلف عمر جاء ه فقال وصیة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم این ترید قال مصر فکتب عمر الی صاحب مصران یعطیه ارضاً یا کلها

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رنباع کو بلا کر اُس سے پوچھا کہ تو نے یہ کیوں کیا۔ اس نے غلام کا سارا ماجرا

بتایا اس پر آنحضرتؐ نے غلام سے فرمایا کہ جا تو آزاد ہے غلام نے کہا کہ میں کس کا غلام آزاد کردہ اپنے آپ کو سمجھوں آپ نے فرمایا کہ خدا اور رسول کا تو غلام آزاد کردہ ہے گویا آنحضرت نے لوگوں کو اس کی نسبت وصیت کی جب جناب رسولؐ خدا کا انتقال ہوا تو وہ غلام ابوبکر کے پاس آیا اور کہا کہ مجھ سے رسولؐ خدا نے یہ کہا تھا۔ ابوبکر نے کہا کہ اچھا ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اور تیرے اور تیرے عیال کے نان و نفقہ مقرر کرتے ہیں چنانچہ مقرر کر دیا جب ابوبکر کا انتقال ہوا اور عمر کو گدی ملی تو وہ غلام اسی طرح حضرت عمر کے پاس آیا اور دعویٰ کیا۔ حضرت عمر نے کہا کہ تو کہاں کی جاگیر چاہتا ہے۔ اُس نے کہا مصر کی۔ تو انہوں نے حاکم مصر کو لکھا کہ اس کو کچھ زمین دے دو کہ وہ کھائے۔

«حضرت ابوبکر نے فدک کا وثیقہ جناب فاطمہؑ کے حق میں لکھ دیا لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہؑ کے ہاتھ سے لے کر چاک کر دیا۔»

عب براهن الدین الحلبیه انسان العیون فی سیرة الامین المامون الجزء الثالث۔ وفی کلام سبط ابن الجوزی رحمة الله انه رضی الله عنه کتب لها بفدک و دخل علیه عمر رضی الله عنه فقال ما هذا فقال کتاب کتبته لفاطمة یمرا ثها من ابیها فقال ماذا تنفق علی المسلمین وقد حاربتک العرب کماتری ثم اخذ عمر الکتاب فشقه

سبط ابن الجوزی کی تحقیق ہے کہ حضرت ابوبکر نے فدک کا وثیقہ حضرت فاطمہؑ کو لکھ دیا جبکہ اسی وقت حضرت عمر وہاں آگئے اور پوچھا کہ کیا ہے حضرت ابوبکر نے کہا کہ یہ وثیقہ ہے جو میں نے فاطمہؑ کے حق میں اس کے باپ کی میراث فدک کی بابت لکھا ہے حضرت عمرؓ نے کہا کہ پھر تو مسلمانوں کو کہاں سے کھلائیگا دیکھا نہیں کہ تمام عرب تجھ سے جنگ پر آمادہ ہے پس حضرت عمر نے وہ وثیقہ چھین کر پھاڑ ڈالا۔

«حضرتؑ فاطمہ کی منزلت خدا اور رسول خدا کے نزدیک»

آیہ تطہیر و آیہ مباہلہ کا ذکر ہم پہلے ہی کر چکے ہیں۔ حضرت فاطمہؑ علیہ اسلام کے مناقب بہت زیادہ ہیں یہاں ان کا تفصیل سے ذکر کرنا ناممکن ہے۔ اختصار کے ساتھ ہم صرف اشارۃً لکھ دیتے ہیں۔

فاطمہ بضعۃ منی من اغضبھا اغضبنی

یعنی فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے غضبناک کیا۔

قال رسول اللہ لعلی و فاطمہ والحسن والحسین انا حرب لم حاربھم ولسم لمن سالمھم

یعنی جناب رسولِ خدا نے حضرت علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کی نسبت فرمایا

کہ میں اُس سے لڑائی رکھتا ہوں جو ان سے لڑائی رکھتا ہے جو ان سے لڑائی رکھے اور اس سے صلح رکھتا ہوں جو ان سے صلح رکھے۔

اشعتہ اللمعات:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی جلد چہارم صفحہ ۳۸۔ مطبوعہ بمبئی۔

احب الناس رسول اللہ فاطمۃ

یعنی حضرت فاطمہؑ تمام لوگوں سے زیادہ جناب رسولِ خدا کو عزیز تھیں۔
اور یہ قول حضرت عائشہ کا ہے

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول شخص دخل الجنہ وفاطمہ بنت محمد ﷺ

یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ فرمایا جناب رسولؐ خدا ﷺ نے کہ سب سے پہلے جنت میں علی و فاطمہ علیہما السلام داخل ہوں گے۔

فاطمۃ سیدۃ النساء ھد الجنۃ قال اذ کان یوم القیامۃ قیل یا اھل الجمع غضوا ابصار کم حتی تمر فاطمۃ بنت محمد رسول اللہ فتمر و علیہا حلتان خضراوان نھی اول من یکسی

یعنی فاطمہؑ اہل جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ یعنی فرمایا جناب رسولِ خدا نے کہ بروز قیامت لوگوں سے کہا جائیگا کہ اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند

کرلوتا کہ فاطمہؑ بنت محمد رسول اللہ گزر جائیں پس وہ گزر جائینگی اور آپ
لباس سبز پہنے ہونگی اور آپکو سب سے پہلے لباس پہنایا جائیگا۔

یا فاطمۃ ان اللہ یغضب لغضبک و یرضی لرضائک

یعنی اے فاطمہؑ خدا تیرے غضب سے غضبناک ہوتا ہے اور تیری رضا
سے راضی ہوتا ہے۔

اذا رجع من السفر بدٔ ابا المسجد ثم یاتی فاطمۃ

یعنی جب آنحضرتؐ سفر سے واپس تشریف لاتے تھے تو پہلے مسجد میں ہو
کر جناب فاطمہؑ کے گھر تشریف لایا کرتے تھے۔

اذا سافر النبی کان اخد الناس عھدا فاطمۃ

یعنی جب رسولؐ خدا سفر کو جاتے تھے تو سب سے آخر تک جناب فاطمہ کے
ساتھ رہتے تھے۔

جب حضرت فاطمہؑ تشریف لاتی تھیں تو جناب رسولؐ خدا کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ روضۃ الندیہ:۔
صفحہ ۹۴ لغایت ۱۰۰۔

﴿اپنے رشتہ داروں کا درد آنحضرت ﷺ کے دل میں﴾

عن ابن عباس رضی اللہ عنہا ان النبی صلی

الـلـه عـلـيـه وسـلـم قـال لا صـحابه يومئذٍ قد عـرفـت ان رجـالاً مـن بـنـي هاشم وغير هم قد أخـرجـوا كـرهـا لا حـاجة لهم بقتالنا فمن لقى مـنـكـم احـدًا مـن بني هاشم فلايقتله ومن لقى بـالـبـخـتـري بـن هـشـامـر بـن الـحارث بن اسد فلايقتله ومن لقى العباس بن عبد المطلب عم رسـول الـلـه صـلـى الله عليه وسلم فلا يقتله فـانـه انـما اخرج مستكه ها قال فقال ابوحذيفه انقتل ابـاءنـا وابـنـاءنـا واخـوانـنـا وعشيرتنا و نتـرك الـعـبـاس والـلـه لـئـن لـقيته لالحمنه السيف

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب جنگ بدر کے لئے آراستہ ہوئے تو جناب رسولِ خدا نے اپنے صحابہ سے کہا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ بنو ہاشم وغیرہ کو مجبور کرکے ہمارے خلاف جنگ کے لئے کفار لائے ہیں ان کو ہم سے جنگ کرنے کی ضرورت نہیں لہذا اگر تم میں سے کوئی بنو ہاشم کے مقابلہ میں آئے تو ان کو قتل نہ کرے کیونکہ ان کو زبردستی سے ان کی مرضی کے خلاف کفار لائے ہیں ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر ابوحذیفہ نے کہا کہ خوب ہم اپنے آباؤاجداد بھائیوں اور رشتہ داروں کو تو قتل کرلیں اور عباس کو چھوڑ دیں واللہ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اس کو تلوار کے گھاٹ اتار دوں گا۔

فقال سمعت تضور العباس فی وثاقه قال فقاموا الی العباس فاطلقو لا فنام رسول الله صلی الله علیه وسلم من عبدالله ابن عباس قال لما امسی القوم من یوم بدر والنه ساری محمد سون فی الوثانی بات رسول الله صلی علیه وسلم ساهدا اول لیلة فقال له اصحابه یا رسول الله مالک لا تنام

عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ جنگ بدر کی شام ہوئی اور کفار کے قیدیوں کو مسلمانوں نے زنجیروں سے جکڑ دیا تو جناب رسولِ خدا کو بڑی رات گئے تک نیند نہ آئی۔ اصحاب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ کو کیا ہوا ہے کیوں نیند نہیں آتی آپؐ نے فرمایا کہ مجھے عباس کے کراہنے کی آواز بے چین کر رہی ہے اس لئے نیند نہیں آتی عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ لوگ اُٹھے اور عباس کو کھول دیا۔ پھر جناب رسولخدا آرام سے سو گئے۔

ہم ان جملہ تجاویز و تدابیر کو ایک شجرہ کی صورت میں دکھانا چاہتے ہیں جن پر علی الترتیب گزشتہ صفحات میں علیحدہ علیحدہ بحث کی گئی ہے جو اختلاف امت اور امت کے مصائب و شدائد کا نقطہ آغاز ہے جو تاحال جاری ہے

یہ تھے وہ حقائق اور وہ مظالم جن کے سبب ہر دور میں اختلاف امت رہا ہے اور یہ سب تحقیق غیر شعیہ کتب سے باقی ابواب ہی کی طرح پیش کی گئی کوئی بھی مسلمان اسکو پڑھ کر اپنے دل سے فتویٰ لے سکتا ہے

اور آج تک بلکتی سسکتی انسانیت کے موجب حضرات کی شناخت بہت آسانی سے کرسکتا ہے۔

﴿وما توفیق الا باللہ﴾

عدالت و

حقیقت اصحاب

رفع الحجاب.....بولتے حقائق

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب خصوصی امتیازات سے بہرمند تھے۔ وحی الٰہی اور آیات کو پیغمبر اکرمؐ کی زبان مبارک سے سنتے تھے۔ آنحضرتؐ کے معجزات کا مشاہد کرتے تھے۔ اور آپکی قیمتی باتوں کے ذریعے پرورش پاتے تھے آنحضرتؐ کے عملی نمونوں اور اسوہ حسنہ سے بہرہ مند تھے۔ اسی وجہ سے انکے درمیان ایسی بزرگ اور ممتاز شخصیات نے تربیت پائی کہ جہان اسلام جنکے وجود پر فخر ومباہات کرتا ہے۔ لیکن اہم مسئلہ یہ ہے کہ کیا تمام اصحاب پیغمبر کسی استثناء کے مومن، صالح، سچے، درستکار اور عادل افراد تھے یا ان کے درمیان غیر صالح افراد بھی موجود تھے۔

﴿۱﴾ دو متضاد عقیدے

صحابہ کے بارے میں دو مختلف عقیدے موجود ہیں: پہلا عقیدہ یہ کہ تمام اصحاب پیغمبر کسی استثناء کے پاکیزگی وطہارت کے نور سے منور ہیں اور سب ہی صالح، عادل، باتقوی اور صادق تھے۔ اسی وجہ سے ان میں سے جو بھی پیغمبر اکرمؐ سے حدیث نقل کرے صحیح اور قابل قبول ہے۔ اور ان پر کوئی چھوٹا سا اعتراض بھی نہیں کیا جاسکتا ہے اور اگر ان سے غلط کام سرزد ہو جائے تو ان کی توجیہ کرنا چاہیئے۔ یہ اہل سنت کے اکثر گروہوں کا عقیدہ ہے۔ دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ اگر چہ ان کے درمیان باشخصیت، فداکار، پاک اور باتقوی افراد موجود تھے لیکن منافق اور غیر صالح افراد بھی موجود تھے۔ اور قرآن مجید

اور پیغمبر اکرمؐ نے ان سے اظہار بیزاری کیا ہے۔ باالفاظ دیگر اچھے اور برے کی تشخص کا جو معیار ہر جگہ استعمال ہوتا ہے وہی معیار ہم یہاں بھی جاری کریں گے۔ ہاں چونکہ یہ پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب تھے اس لئے ان کے بارے میں ہمارا اصلی و بنیادی نظریہ یہ ہوگا کہ یہ نیک و پاک افراد ہیں، لیکن اس کے باوجود ہم حقائق سے ہرگز چشم پوشی نہیں کریں گے۔ چونکہ یہ کام، اسلام اور مسلمین پر ایک کاری ضرب لگاتا ہے اور اسلام کی چاردیواری میں منافقین کے داخلہ کا سبب بنتا ہے۔ مذہب شیعہ اور اہلسنت کے روشن فکر علماء کے ایک گروہ نے اس عقیدہ کا انتخاب کیا ہے۔

﴿۲۔ تنزیہ کے سلسہ میں شدت پسندی:﴾

تنزیہ صحابہ والے نظریہ کے طرفداروں کے ایک گروہ نے اتنی شدت اختیار کی ہے کہ جو بھی اصحاب پر تنقید کردے اسے فاسق اور کبھی ملحد اور زندیق شمار کرتا ہے اور یا اس کا خون بہانا مباح سمجھتا ہے۔ من جملہ ابوزرعہ رازی کی کتاب "الاصابۃ" میں یوں ملتا ہے: "اگر دیکھو کوئی شخص اصحاب پیغمبرؐ میں سے کسی پر تنقید کررہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ یہ فتویٰ اس لئے ہے چونکہ رسول خدا اور قرآن حق ہے اور جو کچھ پیغمبرؐ پر نازل ہوا حق ہے اور ان تمام چیزوں کو صحابہ نے ہم تک پہنچایا ہے اور (مخالفین) چاہتے ہیں ہمارے شہود (گواہوں) کو بے اعتبار کردیں تا کہ کتاب و سنت ہاتھ سے چلی جائے!" (الاصابہ، جلد۱، ص۱۷)۔ "عبداللہ موصلی" اپنی کتاب "حتیٰ لا نخدع" میں یوں رقمطراز ہیں "یہ اصحاب ایسا گروہ ہے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی ہم نشینی اور دین و شریعت کے اقوام کے لیے چن لیا ہے۔ اور انہیں پیغمبرؐ کا وزیر قرار دیا ہے۔ انکی محبت کو دین و ایمان اور انکے بغض کو کفر و نفاق شمار کیا ہے! اور امت پر واجب کیا ہے کہ ان سب کو دوست رکھیں اور ہمیشہ انکی خوبیاں اور فضائل بیان کریں اور آپس میں جو جنگیں اور جھگڑے ہوئے اور ان پر خاموشیاں اختیار کریں!" (حتیٰ الاخدع، ص۲)۔ عنقریب روشن ہو جائیگا کہ یہ بات قرآن و سنت کے خلاف ہے۔

«۳۔ لاجواب سوالات:»

ہر عقلمند اور منصف مزاج انسان جو ہر بات کو بغیر دلیل اور آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کرتا اپنے آپ سے یہ سوالات کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ازواج پیغمبرؐ کے بارے میں یوں فرماتا ہے:

قرآن يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ط وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ہ (سورہ احزاب، آیت ۳۰)۔

اے ازواج رسولؐ تم میں سے جس نے بھی کھلم کھلا گناہ کیا اس کی سزا دو برابر ہوگی اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے لیے انتہائی آسان ہے۔

ہم صحابہ کی جو بھی تفسیر کریں (عنقریب اصحاب کی مختلف تعریفیں بیان ہونگی) بلاشک ازواج نبیؐ اصحاب کا روشن ترین مصداق ہیں۔قرآن مجید کہتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ انکے گناہوں سے چشم پوشی نہیں کی جائے گی بلکہ انکی سزا دو برابر ہوگی۔

کیا ہم اس آیت پر نظریہ تنزیہ کے طرفداروں کے بلامشروط حمایت پر یقین رکھیں؟

نیز قرآن مجید، شیخ الانبیاء حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند کے بارے میں اس کی غلطیوں کی وجہ سے یوں فرماتا ہے قرآن اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ وہ غیر صالح عمل ہے۔(سورہ ہود آیت ۴۶)۔

اور جناب نوحؑ کو خبردار کیا گیا کہ اس کی شفاعت نہ کریں!

کیا ایک نبی کا فرزند اہم ہوتا ہے یا اس کے اصحاب واعوان؟

حضرت نوح اور لوط علیہ السلام کی بیویوں کے بارے میں قرآن مجید یوں کہتا ہے:

۱۰ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ط كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّ قِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ٥

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی یہ دونوں ہمارے بندوں میں دو (شائستہ اور) نیک بندوں کے گھر میں تھیں، پھر ان کی انہوں نے خیانت کی پس دونوں (نیک بندے) ان سے اللہ کے (کسی عذاب کو) نہ روک سکے (ا) اور حکم دیا گیا (اے عورتو) دوزخ میں جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی چلی جاؤ، (سورہ تحریم آیت ۱۰)۔ان دو نے اپنے شوہروں (نوحؑ اور لوطؑ) کے ساتھ خیانت کی (اور دشمنوں کا ساتھ دیا) اور وہ پیغمبر انکی شفاعت نہ کر سکے اور ان دونوں کو حکم دیا گیا کہ دوزخیوں کے ساتھ آگ میں داخل ہو جاؤ۔کیا یہ آیات صراحت کے ساتھ بیان نہیں کر رہیں کہ افراد کی خوبی اور بدی کا معیار انکا اپنا ایمان اور عمل ہے۔حتیٰ کہ اگر برے اعمال ہوں تو نبی کی بیوی یا بیٹا ہونا بھی جہنم میں جانے سے نہیں روک سکتا۔

اس کے باوجود کیا صحیح ہے کہ ہم آنکھیں بند کر لیں اور کہیں کہ فلاں شخص چونکہ کچھ عرصہ کے لیئے نبی کا صحابی رہا ہے لہذا اس کے محبت دین ایمان اور اس کی مخالفت کفر و نفاق ہے۔چاہے وہ صحابی بعد میں منافقین کے صف میں داخل ہو گیا ہو اور اس نے نبی اکرمؐ کا دل دکھایا ہوں اور مسلمانوں کے ساتھ خیانات کی ہو۔کیا عقل اس بات کو قبول کرتی ہے؟اگر کوئی کہے کہ طلحہ و زبیر ابتدائے اسلام میں اچھے انسان تھے لیکن جس وقت حکومت کی ہوس اُن پر سوار ہوئی انہوں نے زوجہ رسولؐ (حضرت عائشہ) کو اپنے ساتھ لیا اور حضرت علیؑ کے ساتھ اپنی بیعت و پیمان توڑ ڈالی حالانکہ تقریباً تمام مسلمانوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔پھر انہوں نے جنگِ جمل کی آتش کو بھڑکایا اور اس طرح سترہ ہزار

مسلمان اس جنگ کا لقمہ بن گئے۔ پس یہ لوگ راہ راست سے منحرف ہو گئے تھے اور اس عظیم تعداد کا خون انکی گردن پر ہے اور قیامت کے دن یہ جوابدہ ہونگے۔

کیا یہ بات حقیقت کے خلاف ہے؟!

یا اگر کوئی کہے چونکہ معاویہ نے حضرت علیؑ کی بیعت کی خلاف ورزی کی اور جس خلافت کو تمام مسلمانوں نے قبول کرلیا تھا تو اس نے انکار کیا اور جنگِ صفین کی آگ بھڑکائی جس میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان لقمہ اجل بن گئے۔ لہذا معاویہ ستمگر آدمی تھا۔ کیا یہ بات ناحق ہے؟! کیا تاریخ کے ان تلخ حقائق سے چشم پوشی کی جاسکتی ہیں۔ یا ان غلط توجہیات کی خاطر کہ جنہیں کوئی بھی عقلمند آدمی قبول نہیں کرتا ان نہایت افسوس ناک حوادث سے صرف انکار کیا جاسکتا ہے؟ کیا "عبداللہ موصلی" کے بقول ایسے افراد کی محبت، دین وایمان ہے اور انکا بغض کفر و نفاق ہے؟! کیا ہمارا فریضہ یہ ہے کہ ان غلط کاموں کے سامنے جو ہزاروں مسلمانوں کو قتل کے موجب بنے ہیں سکوت اختیار کریں؟ کونسی عقل یہ حکم لگاتی ہے؟ قرآن مجید کہتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے گرد جمع ہونے والوں میں منافق لوگ بھی تھے کیا ان آیات قرآن سے چشم پوشی کرلیں؟

قرآن مجید یوں فرماتا ہے:

ق ۱۰۱ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ط وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ٥ (سورہ توبہ آیت ۱۰۱)

کیا آپ یہ توقع رکھتے ہیں کہ اس قسم کی منطق کو دنیا کے عقلمند انسان قبول کرلیں؟

﴿٤: صحابہ کون ہیں؟﴾

اس مقام پر ایک اور اہم مفہوم "صحابہ" ہے۔ صحابہ کہ جن کے بارے میں طہارت و پاکیزگی کی بات کی جاتی ہے تو مسئلہ یہ ہے کہ صحابہ سے کون لوگ مراد ہیں۔ اس سلسلہ میں علمائے اہل سنت کی جانب سے مکمل طور پر مختلف تعریفیں بیان کی گئی ہیں۔

ا۔ بعض نے تو اس کے مفہوم کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے جس نے بھی آنحضرت کو دیکھا ہے وہ آپ کا صحابی ہے! اس تعبیر کو "بخاری" نے ذکر کیا ہے وہ یوں لکھتے ہیں "**من صحب رسول الله اور آه من المسلمين فهو من اصحابه!**" اہل سنت کے معروف عالم جناب احمد بن صحابی کے مفہوم کو بہت وسیع بیان کیا ہے وہ لکھتے ہیں "**اصحابُ رسولِ اللـه كُل من صحبه، شهراً اويوماً او ساعة او ر آه**"۔ "رسولخدا کا صحابی وہ ہے کہ جس نے رسولخدا کی صحبت اختیار کی ہو چاہے ایک ماہ ایک دن یا حتیٰ ایک گھنٹے کے لیئے بھی بلکہ اگر کسی نے آنحضرت کی زیارت کی ہو وہ بھی صحابی ہے!"

۲۔ بعض علماء نے صحابی کی تعریف کو محدود انداز میں پیش کیا ہے مثلاً "قاضی ابوبکر محمد ابن الطیب" لکھتے ہیں کہ اگر چہ صحابی لغوی معنیٰ عام ہے لیکن اُمت کے عرف عام میں اصطلاح کا اطلاق صرف اُن افراد پر ہوتا ہے جو کافی عرصہ تک آنحضرتؐ کی صحبت میں رہے ہوں نہ ان لوگوں پر کہ جو صرف ایک گھنٹہ کی محفل میں بیٹھا ہو یا آپؐ کے ساتھ چند قدم تک چلا ہو یا اس نے ایک آدھ حدیث آنحضرتؐ سے سُن لی ہو"۔

۳۔ بعض علماء نے صحابی کی تعریف کا دائرہ اس سے بھی زیادہ تنگ کر دیا ہے جیسے "سعید بن

المسیب " لکھتے ہیں کہ "پیغمبرؐ کا صحابی وہ ہے جو کم از کم ایک یا دو سال آنحضرتؐ کے ساتھ رہا ہو اور ایک یا دو غزووں میں اس نے آنحضرتؐ کے ساتھ شرکت کی ہو"۔ **(تفسیر قرطبی، جلد ۸، ص ۲۳۷)**۔ ان تعاریف اور دیگر تعریفوں میں کہ جنہیں طوالت کے خوف کیوجہ سے ذکر نہیں کیا جارہا ہے مشخص نہیں ہے کہ اس قضیہ کے دائرے میں آنے والے افراد کون سے ہیں۔ اکثر علماء نے اسی وسیع معنیٰ کو اختیار کیا ہے۔ اگر چہ ہماری مدنظر ان تعریفوں کے اختلاف سے زیادہ فرق نہیں پڑتا ہے۔ جیسا کہ عنقریب روشن ہو جائیگا کہ سیرت رسولؐ کی خلاف ورزی کرنیوالے اکثر وہ افراد ہیں جو کافی عرصہ تک آپؐ کے ہمنشین رہے ہیں۔

﴿۵: "عقیدہ تنزیہ کا اصلی سبب"﴾

اس کے باوجود کہ اصحاب کی اس حد تک پاکیزگی کا عقیدہ رکھنا کہ جو بعض لحاظ سے عصمت کے مشابہ ہے نہ تو قرآن مجید میں اس کا حکم آیا ہے نہ احادیث میں بلکہ قرآن، سنت اور تاریخ سے اس کے برعکس مطلب ثابت ہے حتیٰ کہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلی صدی میں اس قسم کا کوئی عقیدہ موجود نہیں تھا۔ تو پھر دیکھنا یہ ہے کہ بعد والی صدیوں میں یہ مسئلہ کیوں اور کس دلیل کی بنا پر پیش کیا گیا ہے؟

ہمارے خیال کے مطابق اس عقیدہ کے انتخاب کی چند وجوہات تھیں

۱۔ اگر کمالِ حُسنِ ظن سے کام لیا جائے تو ایک وجہ تو یہی ہے جسے سابقہ ابحاث میں ذکر کیا گیا ہے کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ اگر صحابہؓ کرام کا تقدس پائمال ہو جائے تو انکے اور پیغمبرؐ کے درمیان حلقۂ اتصال ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ قرآن مجید اور پیغمبر اکرمؐ کی سنت انکے واسطہ سے ہم تک پہنچی ہے۔ لیکن اس بات کا جواب بالکل واضح ہے کیونکہ کوئی بھی مسلمان معاذ اللہ تمام اصحاب کو غلط اور کاذب نہیں کہتا ہے کیونکہ انکے درمیان ثقہ اور مورد اطمینان افراد کثرت کے ساتھ تھے، وہی با اعتماد افراد ہمارے پیغمبر اکرمؐ کے درمیان اکرمؐ کے درمیان حلقۂ اتصال بن سکتے ہیں۔ جس طرح ہم شیعہ،

اہلبیتؑ کے اصحاب کے بارے میں یہی نظریہ رکھتے ہیں۔دلچسپ بات یہ ہے کہ بعد والی صدیوں میں بھی یہی مشکل موجود ہے کیونکہ آج ہم کئی واسطوں کے ذریعے اپنے آپ کو زمانہ پیغمبرؐ کے ساتھ متصل کرتے ہیں۔لیکن کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ یہ تمام واسطے،ثقہ اور صادق ہیں اور ہر صدی کے لوگ بڑے مقدس تھے اور اگر ایسا نہ ہوتو ہمارا دین متزلزل ہو جائیگا۔بلکہ سب یہی کہتے ہیں کہ روایات کو ثقہ اور عادل افراد سے اخذ کرنا چاہیئے۔علم رجال کی کتب تحریر کرنے کا مقصد یہی ہے کہ ثقہ کو غیر ثقہ سے ممتاز کیا جاسکے۔تو اب کیا مشکل ہے کہ اصحاب کرام کے بارے میں بھی ہم وہی طریقہ عمل اختیار کریں جو ان سے بعد والوں کے بارے میں اختیار کرتے ہیں؟!

۲:بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کے بارے میں "جرح" یعنی انکے نقائص بیان کرنے اور ان پر تنقید کرنے سے پیغمبر اسلامؐ کے مقام و منزلت میں کمی واقع ہوتی ہے۔اس لیئے اصحاب پر تنقید جائز نہیں ہے۔جو لوگ اس دلیل کا سہارا لیتے ہیں ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید نے پیغمبرؐ کے گرد جمع ہونے والے منافقین پر شدید ترین حملے نہیں کیے ہیں؟ کیا آنحضرتؐ کے خالص اور صادق اصحاب کے درمیان منافقین کی موجودگی کی وجہ سے آپ کی شان میں کمی واقع ہوئی ہے؟ ہرگز ایسا نہیں ہے!خلاصہ یہ کہ ہمیشہ اور ہر زمانے میں حتیٰ تمام انبیاء کے زمانوں میں اچھے اور بُرے افراد موجود تھے۔اور انبیاء کے مقام و منزلت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

۳۔اگر اصحاب کے اعمال پر جرح و تنقید کا سلسلہ شروع ہو جائے تو بعض خلفاء راشدین کی شخصیت پر حرف آتا ہے۔اس لئے ان کے تقدس کی حفاظت کیلئے صحابہ کی قدامت پر تاکید کرنا چاہیے تا کہ کوئی شخص مثلاً حضرت عثمان کے اُن کاموں پر اعتراض نہ کرے جو بیت المال کے بارے میں اس کے علاوہ ان کے دور حکومت میں وقوع پذیر ہوئے اور یہ نہ کہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔یہاں تک

کہ اس قدامت کے قالب میں معاویہ اور اس کے اقدامات؛ جیسے کہ اس نے خلیفۂ رسولؐ حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کی اور اُن کے ساتھ جنگیں کیں اور مسلمانوں کے قتل عام کا موجب بنا؛ کی توجیہ کی جاسکے، اور اس ہتھیار کے ذریعے ایسے افراد کو تنقید سے بچایا جاسکے۔ البتہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس قداست والے مسئلہ کی بنیاد ابتدائی صدیوں کے بنوامیہ اور بنوعباس کے ظالم حکام کی اطاعت کو بھی ثابت کیا جاسکے نیز یہ حکام کا سیاسی پروگرام اور لائحہ عمل تھا۔ ہمارا یہ خیال ہے کہ ایسی باتوں سے ان کا مقصد سب صحابہ کو بچانا نہ تھا بلکہ اپنے مورد نظر افراد کی حمایت مقصود تھی۔

۴۔ بعض لوگ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اصحاب کے تقدس کا عقیدہ قرآن مجید اور سنت نبویؐ کے فرمان کے مطابق ہے کیونکہ قرآن مجید کی بعض آیات اور بعض احادیث میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔ اگر چہ یہ بہترین توجیہ ہے لیکن جب ہم ادلہ کی تحقیق کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات و روایات میں جس چیز کو وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں موجود نہیں ہے۔ سب سے اہم آیت جس کو دلیل کے طور پر ذکر کیا گیا ہے مندرجہ ذیل آیت ہے:

ق ۱۰۰ **وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ** ۝ سورۃ توبہ آیت ۱۰۰۔

مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ پیروی کی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ خدا سے راضی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اُنکے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے نہریں بہہ

رہی ہیں یہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

اہلسنت کے بہت سے مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں (بعض صحابہ اور پیغمبر آکرم سے حدیث) نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ "**جمیع اصحاب رسول اللہ فی الجنۃ محسنھم و مسیئھم**" اس حدیث میں مذکورہ بالا آیت سے استناد کیا گیا ہے۔ (تفسیر کبیر فخر رازی وتفسیر المنار ذیل آیت مذکورہ)۔ اس صورت میں اہل نجات ہیں جب نیکیوں میں صحابہ کی پیروی کریں (نہ برائیوں میں) اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ صحابہ کے لئے بہشت کی ضمانت دی گئی ہے۔ کیا اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ گناہوں میں آزاد ہیں؟! جو پیغمبر لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کے لئے آیا ہے کیا ممکن ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو استثناء کردے اور ان کے گناہوں سے چشم پوشی کرے۔ حالانکہ قرآن مجید، ازواج رسولؐ کے بارے میں فرماتا ہے کہ جو سب سے نزدیک صحابیہ تھیں، اگر تم نے گناہ کیا تو تمہاری سزا دو برابر ہے۔ (سورہ احزاب آیہ ۳۰) قابل توجہ یہ ہے کہ اگر اس آیت میں کسی قسم کا ابہام بھی ہو تو اسے سورۃ فتح کی آیت نمبر ۲۹ رفع کر دیتی ہے کیونکہ یہ آیت پیغمبر اکرمؐ کے سچے اصحاب کی صفات بیان کر رہی ہے۔

"**اشداء علی الکفار رحماءُ بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود**"

"یہ لوگ کفار کے مقابلے میں شدید اور زبردست ہیں اور آپس میں مہربان ہیں انہیں ہمیشہ رکوع وسجود کی حالت میں دیکھو گے اس حال میں کہ مسلسل فضل ورضائے خدا کو طلب کرتے ہیں۔ سجدہ کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں"۔

جنہوں نے جمل و صفین جیسی جنگوں کی آگ بھڑکائی اور امام وقت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور ہزاروں مسلمانوں کو قتل کرایا۔ کیا وہ ان سات صفات کے مصداق تھے؟ کیا وہ آپس میں مہربان تھے؟ کیا انکے عمل کی شدت کفار کے مقابلے میں تھی یا مسلمانوں کے مقابلے میں؟

اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کے ذیل میں ایک جملہ ارشاد فرمایا جو مقصود کو مزید روشن کرتا ہے۔

۲۹۔۶ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ع (سورہ فتح آیہ ۲۹)

اللہ تعالیٰ نے (ان اصحاب میں سے) جو ایمان لائے اور اعمال صالح انجام دیتے رہے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ دیا ہے۔

پس واضح ہو گیا کہ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ صرف ان لوگوں کے لیے جو با ایمان اور اعمال صالح انجام دیتے ہیں۔ جن لوگوں نے جنگ جمل میں مسلمانو کو قتل کیا اور اس جیسی جنگوں کو بھڑکایا اور حضرت عثما کے دور میں بیت المال کو ہڑپ کیا وہ کیا اعمال صالح انجام دینے والے تھے؟ قابل توجہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولوالعزم پیغمبروں کا ایک ترک اولیٰ کی خاطر مواخذہ کیا ہے۔ حضرت آدمؑ کو ایک ترک اولیٰ کی خاطر بہشت سے نکال دیا۔ حضرت یونسؑ کو ایک ترک اولیٰ کی خاطر ایک عرصہ مچھلی کے پیٹ میں، تین اندھیروں میں بند رکھا۔ حضرت نوحؑ کو اپنے گناہ گار بیٹے کی سفارش پر تنبیہ فرمائی۔ تو اب کیا یہ یقین کرنے کی بات ہے کہ اصحاب پیغمبرؐ اس قانون سے مستثنیٰ ہوں۔

(۲)۔ کیا تمام اصحاب بغیر استثناء کے عادل تھے؟

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے اکثر برادران اہلسنت اسی بات کے قائل ہیں کہ تمام صحابہ یعنی جو پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں تھے یا جنہوں نے آپؐ کے زمانے کو پایا اور کچھ عرصہ تک آپؐ کے

ساتھ رہے ہیں بغیر کسی استثناء کے مقام عدالت پر فائز تھے اور قرآن مجید اسی بات کی گواہی دیتا ہے۔ مقام افسوس یہ ہے کہ ان بھائیوں نے قرآن کی کچھ اُن آیات کو جو ان کے نفع میں تھیں قبول کرلیا ہے لیکن دوسری آیات سے انہوں نے چشم پوشی کی ہے اُن آیات سے جن میں اس بات سے استثناء موجود ہے (جیسا کہ واضح ہے کہ ہر عموم کے لئے عام طور پر استثناء موجود ہوتا ہے)۔ کہ یہ کیسی عدالت ہے جس کے خلاف قرآن مجید نے بارہا گواہی دی ہے۔ من جملہ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۵۵ میں یوں بیان ہوا ہے۔

۱۵۵ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡکُمۡ یَوۡمَ الۡتَقَی الۡجَمۡعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّہُمُ الشَّیۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا کَسَبُوۡا ۚ وَ لَقَدۡ عَفَا اللّٰہُ عَنۡہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ع

اس آیت میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو جنگ اُحد کے دن فرار کر گئے اور پیغمبر اکرمؐ کو دشمن کے مقابلے میں تنہا چھوڑ گئے تھے۔ آیت فرماتی ہے "جو لوگ دو لشکروں کے روبرُو ہونے والے دن (یعنی جنگ اُحد میں) فرار کر گئے تھے۔ شیطان نے انہیں انکے بعض گناہوں کی وجہ سے بہکا لیا اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا چونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور بردبار ہے" اس آیت سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ اُس دن ایک گروہ فرار کر گیا تھا اور تاریخ میں اس گروہ کی تعداد بہت زیادہ ذکر کی گئی ہے اور دلچسپ یہ ہے کہ قرآن مجید کہتا ہے شیطان نے ان پر غلبہ کیا اور یہ غلبہ انکے اُن گناہوں کی وجہ سے تھا جس کے وہ پہلے مرتکب ہوچکے تھے۔ اس سے پتہ چلا کہ سابقہ گناہ ایک بڑے گناہ یعنی غزوہ سے فرار اور میدان اور دشمن سے پشت کر کے فرار کرنے کا موجب بنے۔ اگرچہ آیت کا ذیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا۔ یہ بخشش پروردگار پیغمبر اکرامؐ کی وجہ سے تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عادل تھے اور انہوں نے گناہ نہیں کیا۔ بلکہ صراحت کے ساتھ قرآن مجید فرمارہا ہے کہ انہوں نے متعدد گناہ کیئے۔

یہ کیسی عدالت ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورۃ حجرات کی آیۃ نمبر ۶ میں بعض کو فاسق کے عنوان سے یاد کر رہا ہے:۔

۶۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِنْ جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْآ اَنْ تُصِیْبُوْ قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ ہ

"اے ایمان والوں اگر کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ لاعلمی میں تم لوگ کسی کو نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر بعد میں اپنے کیے پر پشیمان ہو"

مفسرین کے درمیان مشہور ہے کہ یہ آیت "ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اسے ایک جماعت کے ساتھ "بنی المصطلق" قبیلہ کے پاس زکات کی جمع آوری کے لئے بھیجا۔ واپسی پر ولید نے کہا کہ وہ زکوٰۃ نہیں دیتے اور اسلام کے خلاف انہوں نے قیام کرلیا ہے مسلمانوں کے ایک گروہ نے ولید کی بات پر یقین کرلیا اور اس قبیلہ کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہوگئے۔ لیکن سورہ حجرات کی یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو خبردار کیا کہ اگر ایک فاسق آدمی خبر لے کر آئے تو اس کے بارے میں تحقیق کرلیا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جھوٹی خبر کی وجہ سے تم کسی قبیلہ کو نقصان پہنچاؤ اور پھر بعد میں اپنے کیئے پر پشیمان ہو۔ اتفاقاً تحقیق کے بعد واضح ہوا کہ بنی المصطلق قبیلہ کے لوگ مومن ہیں اور ولید کے استقبال کے لئے باہر آئے تھے نہ اسلام اور اس کے خلاف قیام کرنے کے لئے لیکن چونکہ ولید انکے ساتھ سابق (قبل از اسلام) دشمنی رکھتا تھا اسی امر کا بہانہ بنا کر واپس چلا آیا اور غلط خبر پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پیش کردی۔ ولید صحابی پیغمبر تھا۔ یعنی اُن افراد میں سے تھا جنہوں نے پیغمبر اکرمؐ کے زمانے کو پایا اور آپ کی خدمت میں رہے۔ جبکہ قرآن مجید اس آیت میں

اُسے فاسق بتا رہا ہے۔کیا یہ آیت تمام اصحاب کی عدالت والے نظریہ کے ساتھ سازگار ہے؟

یہ کیس عدالت ہے کہ بعض اصحاب زکاۃ کی تقسیم کے وقت پیغمبر اکرمؐ پر اعتراض کرتے ہیں۔ قرآن مجید انکے اعتراض کو سورہ توبہ آیہ ۵۸ میں نقل فرماتا ہے:

۹.۵۸ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ه

"انکے درمیان ایسے لوگ بھی ہیں جو خیرات کی تقسیم میں آپؐ پر اعتراض کرتے ہیں اگر انہیں اس میں سے عطا کیا جائے تو راضی ہیں اور اگر نہ دیا جائے تو غصے میں رہتے ہیں" کیا اس قسم کے افراد عادل ہیں؟

یہ کیسی عدالت ہیکہ قرآن مجید سورہ احزاب کی آیت نمبر ۱۲ اور ۱۳ میں جنگ احزاب کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ بعض منافقین اور بیمار دل لوگ جو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں تھے اور انہوں نے جنگ میں شرکت کی لیکن پیغمبر اکرمؐ پر فریب کاری کی تہمت لگائی۔ "**ما وعدنا الله ورسوله الاغرورا**" خدا اور رسولؐ نے ہمیں صرف اور صرف جھوٹے وعدے دیئے ہیں! ان میں سے بعض یہ خیال رکھتے تھے کہ اس جنگ میں پیغمبر اکرمؐ کو شکست ہوگی اور احتمالاً وہ قتل ہو جائیں گے اور اسلام کی بساط لپٹ جائیگی۔ یا ان روایات کے مطابق جنہیں شیعہ و سنی نے نقل کیا ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خندق کھودنے کے دوران ایک پتھر ملا جسے آپؐ نے توڑا اور مسلمانوں کو شام، ایران اور یمن کی فتح کا وعدہ دیا تو ایک گروہ نے آنحضرتؐ کی اس بات کا مذاق اڑایا۔ کیا یہ اصحاب نہیں تھے؟ اور اس سے زیادہ عجیب بات کو بعد والی آیت بیان کررہی کہ "ان میں سے ایک

گروہ نے (مدینہ کے بعض لوگوں کو کہ جو جنگ میں حاضر ہوئے تھے مخاطب کر کے) کہا یہ تمہارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ **واذ قالت طائفة منهم یا اهل یثرب لا مقام لکم فارجعوا**"۔

اور پھر ایک گروہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور میدان احزاب سے فرار کرنے کے بہانے بنانے لگا۔ اسی آیت میں یوں ارشاد ہے "**ویستاذن فریق منهم النبی یقولون ان بیوتنا عورة و ماهی بعورة ان یریدون الا فرارا**" ان میں سے ایک گروہ پیغمبر اکرمؐ سے واپسی کی اجازت مانگتا تھا اور کہتا تھا کہ ہمارے گھر اکیلے ہیں لہذا ہمیں اجازت دیجئے تا کہ اپنے گھروں کی حفاظت کے لئے واپس مدینہ چلے جائیں۔ یہ لوگ جھوٹ بول رہے تھے ان کے گھر اکیلے نہیں تھے۔ یہ صرف فرار کا بہانہ تلاش کر رہے تھے۔ اب خود ہی فیصلہ کیجئے ہم کیسے ان تمام امور سے چشم پوشی کرلیں اور ان تنقید کو جائز نہ سمجھیں؟ ان سب سے بدتر بعض اصحاب کا پیغمبر اکرمؐ کی طرف خیانت کی نسبت دینا ہے اور قرآن مجید نے سورۃ آل عمران کی آیت ۱۶۱ میں اسے منعکس کیا ہے ۱۶۱.ق **وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍ اَنْ يَّغُلَّ ط وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ٥**

"ممکن نہیں ہے کہ کوئی نبی خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا قیامت کے دن جس قسم کی خیانت کی ہوگی اسے اپنے ساتھ دیکھے گا۔ پھر ہر ایک کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائیگا۔ اور کسی پر ظلم نہیں کیا جائیگا" یعنی اگر سزا ملے گی تو انکے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوگی۔ اس آیت کی جو شان نزول بیان کی گئی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت "عبداللہ بن جبیر" کے دوستوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ وہ جنگ اُحد میں "عینین" نامی مورچہ میں تھے۔ اور جب جنگ کی ابتداء

میں اسلام کالشکر دشمن پر فتح پا گیا تو عبداللہ کے ہمراہ تیر انداز تھے حالانکہ رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ تمہیں اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرنی جبکہ اس گروہ نے اپنا مورچہ چھوڑ دیا اور غنائم لوٹنے کے پیچھے دوڑ پڑے۔ اس سے بھی بدتر عمل انکی باتیں تھیں کہ کہتے تھے کہ ہمیں خطرہ ہے کہیں رسول خداؐ ہمارا حق نہ دیں (اور اس قسم کے جملے لکھنے سے قلم شرم محسوس کرتا ہے)۔

"ابن کثیر" اور "طبری" نے اسی آیت کے ذیل میں اپنی تفسیر میں ایک اور شان نزول کو ذکر کیا ہے۔ وہ یہ کہ جنگ بدر میں کامیابی کے بعد ایک سرخ رنگ کا قیمتی کپڑا گم ہو گیا۔ بعض کم عقل لوگوں نے رسول خداؐ کو خیانت سے متہم کیا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ کپڑا مل گیا اور معلوم ہوا کہ لشکر میں موجود فلاح شخص نے اٹھایا تھا۔ پیغمبر اکرمؐ کی طرف سے اس قسم کی ناروا نسبتیں دینے کے باوجود کیا عدالت باقی رہتی ہے؟ اگر ہم اپنے وجدان کے ساتھ قضاوت کریں تو کیا قبول کریں گے کہ اس قسم کے افراد عادل اور پاک و پاکیزہ تھے اور کسی انکے ایسے کاموں پر تنقید کرنے کا حق نہیں ہے؟ ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے اکثر اصحاب و یاران باتقویٰ اور پاکیزہ انسان تھے۔ لیکن سب کے لئے ایک ہی حکم لگا دینا اور سب سے یہ تقویٰ اور عدالت کی قلعی چڑھا دینا اور ان پر کسی قسم کی تنقید کرنے کا حق سلب کر دینا ایک انتہائی عجیب بات ہے۔ یہ کیسی عدالت ہے کہ ایک انسان جو ظاہرا پیغمبر اکرمؐ کے اصحاب میں سے ہے (ہمارا مقصود معاویہ ہے) نبی اکرمؐ کے باعظمت صحابی علی علیہ السلام پر سال ہا سال سب و لعن کرتا ہے اور تمام شہروں میں سب کو اس کام کا حکم دیتا ہے۔

ان دو احادیث کی طرف توجہ فرمایئے:

۱۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جو اہلسنت کی معتبر ترین کتاب سے یوں بیان ہوا ہے۔
کہ "معاویہ" نے "سعد بن ابی وقاص" سے کہا کہ کیوں ابوتراب (علی ابن ابی طالب) پر

سب ولعن سے پرہیز کرتے ہو؟ اس نے کہا میں نے پیغمبر اکرمؐ سے اُن کے بارے میں تین فضائل ایسے سنے ہیں کہ اگر وہ میرے بارے میں ہوتے تو میرے لئے دنیا کی عظیم دولت سے زیادہ اہمیت رکھتے۔ اس لئے میں اُن پر سب وشتم نہیں کرتا ہو۔ (**صحیح مسلم جلد ۴ ص ۱۸۷۱، کتاب فضائل الصحابہ اور اسی طرح کتاب فتح الباری فی شرح صحیح البخاری، جلد ۷ ص ۶۰ پر بھی یہ حدیث بیان ہوئی (وہ تین فضلیتیں یہ ہیں: ۱۔ حدیث منزلت، ۲۔ حدیث لاعطین الرایہ غداً، ۳۔ آیت مباہلہ)۔**

۲۔ کتاب "العقد الفرید" میں کہ جسے اہلسنت کے بزرگ عالم دین (ابن عبدربہ اندلسی) نے تالیف کیا ہے یوں بیان ہوا ہے کہ جب امام حسن ابن علی علیہما السلام کی شہادت ہوئی، اس کے بعد معاویہ مکہ کے بعد مدینہ آیا اُس کا ارادہ تھا کہ مدینہ میں منبر رسولؐ سے حضرت علی علیہ السلام پر سب ولعن کرے۔ لوگوں نے کہا کہ "سعد بن ابی وقاص" بھی مسجد میں ہے اور ہمارے خیال کے مطابق وہ تیری اس بات کو تحمل نہیں کریگا اور شدید ردعمل کا اظہار کرے گا لہذا کسی کو اُس کے پاس بھیج کر اُس کی رائے معلوم کرلو۔

معاویہ نے ایک آدمی کو سعد کے پاس بھیجا اور اس مطلب کے بارےمیں استفسار کیا سعد نے جواب میں کہا کہ اگر معاویہ نے یہ کام کیا تو میں رسول خداؐ کی مسجد سے باہر چلا جاؤں گا اور پھر کبھی بھی مسجد نبوی میں داخل نہیں ہوں گا۔ معاویہ نے یہ پیغام اور ردعمل سننے کے بعد سب وشتم سے پرہیز کیا۔ یہاں تک کہ سعد فوت ہو گئے۔ سعد کی وفات کے بعد معاویہ نے منبر سے حضرت علیؑ پر لعنت کی اور اپنے تمام اہلکاروں کو حکم دیا کہ منبروں سے حضرت پر لعن وسب کریں۔ اُن سب نے بھی یہی کام کیا۔ اس بات کا جب جناب ام سلمہ زوجہ پیغمبرؐ کو پتہ چلا تو انہوں نے معاویہ کے نام ایک خط میں یوں لکھا کہ "تم کیوں منبروں سے خدا اور رسولؐ پر سب ولعن کرتے ہو! کیا تم یوں نہیں کہتے ہو کہ علیؑ اور اسکے چاہنے والوں اور محبت کرنیوالوں پر لعنت، میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ، حضرت علیؑ سے محبت کرتا ہے اور رسول

خدا بھی حضرت علیؑ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ پس حقیقت میں تم خدا اور رسول خداؐ پر سب ولعن کرتے ہو" معاویہ نے جناب ام سلمہ کا خط پڑھا لیکن اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ (**العقد الفرید، جلد۴ ص ۳۶۶ و جواہر المطالب فی مناقب الامام علی ابن ابی طالب، جلد ۲ ص ۲۲۸ تالیف محمد بن احمد الدمشقی الشافعی، متوفائے قرن نہم ہجری کی قمری**)۔ کیا اس قسم کے برے کام عدالت کے ساتھ سازگار ہیں؟ کیا کوئی عاقل یا عادل انسان یہ جرات کر سکتا ہے کہ حضرت علیؑ جیسی باعظمت شخصیت کو اس شرمناک انداز اور اتنے وسیع پیمانے پر گالیاں دے۔

ایک عرب شاعر یوں کہتا ہے:

اعلی المنابر تعلنون بسبہ ۔۔۔ وبسیفہ نصبت لکم اعوادھا؟!

کیا منبر سے اس شخصیت پر لعن کرتے ہو جس کی تلوار کی برکت سے یہ منبر قائم ہوئے ہیں۔

﴿۷۔ اصحاب پیغمبرؐ کی اقسام﴾

رسول خداؐ کے اصحاب کو۔ قرآن مجید کی گواہی کے مطابق۔ پانچ اصلی گروہوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ پاک وصالح:۔ یہ افراد مومن اور بااخلاص تھے۔ ایمان ان کے دل کی گہرائیوں میں نفوذ کر چکا تھا۔ یہ لوگ راہ خدا میں اور کلمہ اسلام کی بلندی کے لئے کسی قسم کے ایثار اور قربانی سے دریغ نہیں کرتے تھے۔ یہ وہی گروہ ہے جس کی طرف سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں اشارہ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی تھا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے الطاف پر راضی تھے۔ ة۱۰۰ **رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ**

۲۔ مومن خطاکار:۔ یہ وہ گروہ ہے جو ایمان اور عمل صالح رکھنے کے باوجود کبھی کبھار

لغزش کا شکار ہو جاتے تھے اور اعمال صالح اور غیر صالح کو آپس میں مخلوط کر دیتے تھے۔ اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے تھے۔ ان کے عفو و بخشش کی امید ہے جیسا کہ سورہ توبہ کی آیۃ ۱۰۲ میں پہلے گروہ کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس گروہ کا تذکرہ کیا ہے۔

ق۱۰۲ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ط عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہ

۳۔ گناہگار افراد:۔ یہ وہ گروہ ہے جس کے لیے قرآن مجید نے فاسق کا نام انتخاب کیا ہے۔ کیا اگر فاسق تمہارے لئے خبر لائے تو بغیر تحقیق کے قبول نہ کرنا۔ سورہ حجرات کی آیت نمبر ۶ میں اس مطلب کی طرف اشارہ ہوا ہے **ق۶ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا** اس آیت کا مصداق شیعہ و سنی تفاسیر میں ذکر کیا گیا ہے۔

۴۔ ظاہری مسلمان:۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اسلام کا دعویٰ کرتے تھے لیکن ایمان ان کے دلوں میں داخل ہوا تھا۔ سورۂ حجرات کی چودھویں آیت میں اس گروہ کی طرف اشارہ ہوا ہے ق۱۴ **قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ**

۵۔ منافقین:۔ یہ وہ گروہ ہے جو روح نفاق کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان چھپے ہوئے تھے کبھی ان کی شناخت ہو جاتی اور کبھی نہ ہوتی تھی۔ یہ لوگ اسلام اور مسلمین کی ترقی کی راہ میں روڑے اٹکانے سے باز نہیں رہتے تھے۔ سورہ توبہ میں ہی مؤمن و صالح گروہ کی طرف اشارہ کے بعد آیت ۱۰۱ میں ان منافقین کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ **ق۱۰۱ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ط وَمِنْ اَ**

هَلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ بے شک ان تمام گروہوں نے پیغمبر اکرم کا دیدار کیا تھا اور آنحضرتؐ کے ساتھ مصاحبت اور معاشرت رکھتے تھے۔ اور ان میں سے بہت ساروں نے غزووں میں شرکت کی تھی۔ اور ہم صحابہ کی جو تعریف بھی کریں ان پانچوں گروہوں پر صادق آتی ہے کیا سب کو اہل بہشت اور پاکیزہ شمار کیا جاسکتا ہے؟ کیا قرآن مجید کی صراحت کے بعد یہ مناسب نہیں ہے کہ ہم راہ اعتدال کو اپنائیں اور اصحاب کو قرآن مجید میں بیان شدہ پانچ گروہوں میں تقسیم کریں اور ان میں سے نیک و باتقویٰ اصحاب کے لیے انتہائی احترام کے قائل ہوں اور دیگر گروہوں میں سے ہر ایک کو انکے مقام پر رکھیں۔ اور غلو، اور تعصب سے پرہیز کریں۔ (اور انصاف کے ساتھ قضاوت کریں)

﴿۸۔ تاریخی گواہی﴾

تمام اصحاب کی قداست کے عقیدے نے اس کی طرفداروں کے لئے بہت سی مشکلات ایجاد کی ہیں۔ ان عظیم مشکلات میں سے تاریخی حقائق ہیں۔ کیونکہ انکی معروف اور مورد اعتماد تاریخی کتاب میں حتی صحاح ستہ کی احادیث میں بعض صحابہ کی شدید لڑائی اور جنگ کے تذکرے ہیں ایسی صورتحال میں، ہم فریقین کو عادل، مصالح اور صالح شمار نہیں کرسکتے ہیں کیونکہ یہ کام ضدین کے درمیان جمع کرنا ہے اور فسدین کے درمیان جمع نہ ہوسکنا ایک واضح عقلی فیصلہ ہے جس کا انکار ممکن نہیں ہے۔ جنگ جمل اور صفین کے علاوہ کہ جو طلحہ، زبیر اور معاویہ نے امام المسلمین حضرت علی علیہ السلام کے مقابلہ میں لڑیں اگر ہم حقائق سے چشم پوشی نہ کریں تو حتماً جنگ بھڑکانے والوں کی غلطیوں کا اعتراف کریں گے۔ اور اس سلسلہ میں بہت سے تاریخی شواہد موجود ہیں۔ اس مختصر کتاب میں ہم صرف تین نمونوں پر اکتفا کریں گے۔

ا۔ امام بخاری اپنی کتاب صحیح میں کتاب التفسیر میں مسئلہ افک کے بارے میں (زوجہ پیغمبرؐ کے

بارے میں جو تہمت لگائی گئی تھی) لکھتے ہیں: کہ ایک دن پیغمبر اکرمؐ تشریف لے گئے اور فرمایا اے مسلمانوں! کون اس شخص کو سزا دے گا (مقصود عبداللہ بن سلول تھا جو منافقین کا ایک سرغنہ تھا) مجھے بتایا گیا ہے کہ اس نے میری بیوی پر تہمت لگائی ہے حالانکہ میں نے اپنی بیوی میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھی.......سعد بن معاذ انصاری (مشہور صحابی) اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی، میں اس کو سزا دوں گا اگر یہ "اوس" قبیلہ سے ہوا تو میں اس کی گردن اڑا دونگا اور اگر یہ خزرج قبیلہ سے ہوا تو جو حکم آپ صادر فرمائیں گے ہم انجام دیں گے۔ سعد بن عبادہ، خزرج قبیلہ کا سردار کہ جو اس سے پہلے صالح آدمی تھا قبائلی تعصب کی وجہ سے سعد بن معاذ کو کہنے لگا خدا کی قسم تو جھوٹ بول رہا ہے تیری اتنی جرأت نہیں ہے کہ تو یہ کام کر سکے اسید بن حُضیر (سعد بن معاذ کا چچازاد) کہنے لگا کہ خدا کی قسم تو جھوٹا ہے یہ شخص منافقین میں سے ہے ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ نزدیک تھا کہ قبیلہ اوس خزرج کی آپ میں جنگ چھڑ جائے۔ رسول خداؐ نے انہیں خاموش کرایا (**صحیح بخاری، جلد ۵ ص ۵۷**) کیا یہ سب افراد صالح صحابی تھے؟

۲۔ معروف دانشمند "بلاذری" اپنی کتاب "الانساب" میں لکھتے ہیں کہ "سعد بن ابی وقاص" کوفہ کے والی تھے، حضرت عثمان نے انہیں معزول کر دیا اور "ولید بن عقبہ" کو انکی جگہ گورنر بنادیا۔ عبداللہ بن مسعود اس دوران بیت المال کے خزانہ دار تھے جب ولید، کوفہ میں داخل ہوا تو اس نے عبداللہ ابن مسعود سے بیت المال کی چابیاں طلب کیں۔ عبداللہ نے چابیاں ولید کے سامنے پھینکتے ہوئے کہا کہ خلیفہ نے سنت (رسولؐ) کو تبدیل کر دیا ہے۔ سعد بن ابی وقاص جیسے آدمی کو معزول کر کے ولید جیسے آدمی کو اپنا جانشین منتخب کر لیا ہے؟ ولید نے حضرت عثمان کو خط میں لکھا کہ عبداللہ بن مسعود آپ پر تنقید کرتا ہے خلیفہ نے جواب لکھا۔ اسے حکومت کی نگرانی میں میرے پاس بھیج دیا جائے۔ جب عبداللہ بن مسعود مدینہ میں وارد ہوا تو خلیفہ منبر پر تھے جیسے ہی انکی نظر عبداللہ بن مسعود پر پڑی تو کہنے لگے بُرا جانور داخل ہو گیا ہے!

(اور بہت سی گالیاں دیں قلم جنہیں لکھنے سے شرم محسوس کرتا ہے) عبداللہ بن مسعود کہنے لگا میں ایسا نہیں ہوں، میں رسولخدا کا صحابی ہوں۔ جنگ بدر اور بیعت میں رضوان میں شریک تھا۔ حضرت عائشہ، عبداللہ کی حمایت کے لیے اٹھیں لیکن حضرت عثمان کا غلام، عبداللہ کو مسجد سے باہر لے گیا اور انہیں زمین پر پٹخا اور انکی پسلیاں توڑ دیں۔ **(انساب الاشراف، جلد ۶ ص ۱۴۷، تاریخ ابن کثیر، جلد ۷ ص ۱۶۳ و ۱۸۳ احوادث سال ۳۲ (خلاصہ)۔**

۳: بلادری اپنی اُسی کتاب انساب الاشراف میں نقل کرتے ہیں کہ مدینہ کے بیت المال میں بعض جواہرات و زیورات تھے حضرت عثمان نے ان میں سے کچھ زیورات اپنے گھر والوں کو بخش دیئے۔ جب لوگوں نے دیکھا تو کھلے عام اعتراض شروع کردیا اور انکے بارے میں سخت وگھٹیا باتیں کہیں حضرت عثمان کو غصہ آگیا اور وہ منبر پر گئے اور خطبہ کے دوران کہا ہم غنائم میں سے اپنی ضرورت کے مطابق اٹھائیں گے! اگر چہ لوگوں کی ناک زمین پر رگڑی جائے!! اس پر حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ "مسلمان خود تمہارا راستہ روک لیں گے"! جناب عمار یاسر نے کہا: سب سے پہلے میری ناک زمین پر رگڑی جائے گی! (اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ میں تنقید سے باز نہیں آؤنگا)

حضرت عثمان کو غصہ آگیا اور کہنے لگے تو نے میری شان میں گستاخی کی ہے۔ اس کو گرفتار کرلو۔ لوگوں نے جناب عمار کو پکڑ لیا اور عثمان کے گھر لے گئے وہاں انہیں اسقدر مارا گیا کہ وہ بے ہوش ہوگئے۔ اس کے بعد انہیں جناب ام سلمہ (زوجہ پیغمبرؐ) کے گھر لایا گیا وہ اس وقت بے ہوشی کے عالم میں تھے۔ یہاں تک کہ انکی ظہر، عصر اور مغرب کی نماز قضاء ہوگئی۔ جب انہیں ہوش آیا تو انہوں نے وضو کر کے نماز ادا کی اور کہنے لگے یہ پہلی بار نہیں ہے کہ ہمیں خدا کی خاطر اذیت و آزاد پہنچائی جارہی ہے۔ **(انساب الاشراف جلد ۶ ص ۱۶۱)** (ان واقعات کی طرف اشارہ تھا جنکا زمانہ

جاہلیت میں کفار کیطرف سے انہیں سامنا کرنا پڑا تھا)۔ہم ہرگز مائل نہیں ہیں کہ تاریخ اسلام کے اس قسم کے ناگوار حوادث کو نقل کریں (ترسم آزردہ شوی اورنہ سخن بسیا داست!) اگر ہمارے بھائی تمام صحابہ اور انکے تمام کاموں کے تقدس پر اصرار نہ کرتے تو شاید اتنی مقدار کے نقل کرنے میں بھی مصلحت نہیں تھی۔اب سوال عمار یاسر) کو گالیاں دینے اور مارنے پیٹنے کی کیا توجیہ ہوسکتی ہے؟ ایک باعظمت صحابی کو مارا جائے کے اسکی پسلیاں ٹوٹ جائیں اور دوسرے کو اتنا مارا جائے کہ بے ہوش ہو جائے اور اس کی نمازیں قضا ہو جائیں۔

کیا یہ تاریخی شواہد کہ جنکے نمونے بہت زیادہ ہیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم حقائق سے چشم پوشی کریں اور کہیں کہ تمام اصحاب اچھے اور انکے تمام کام صحیح تھے۔اور ایک جماعت سپاہ "صحابہ" کے نام سے بنادیں اور انکے تمام کاموں کا بلا مشروط دفاع کریں۔کیا کوئی بھی عقلمند اس قسم کے افکار کو پسند کرتا ہے؟اس مقام پر پھر تکرار کرتے ہیں کہ رسول خدا کے اصحاب میں مؤمن، صالح اور پارسا افراد بہت سے تھے لیکن کچھ ایسے افراد بھی تھے جنکے کاموں پر تنقید کرنا چاہیے اور انکی تحلیل کرتے ہوئے انہیں عقل کے ترازو پر تولنا چاہیے اور اس کے بعد انکے بارے میں حکم لگانا چاہیے۔

﴿۹۔ پیغمبر کے زمانے میں یا اس کے بعد بعض صحابہ پر حد کا جاری ہونا!﴾

صحاح ستہ یا برادران اہلسنت کی دیگر معروف کتابوں میں کچھ موارد ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں جن میں بعض اصحاب، رسول خدا کے زمانے میں یا اس کے بعد ایسے گناہوں کے مرتکب ہوئے جن کی

حدوسزا تھی۔لہذا اُن پر حد جاری کی گئی۔کیا اس کے باوجود آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب عادل تھے؟اور ان سے کوئی غلطی نہیں ہوئی؟یہ کیسی عدالت ہے کہ ایسا گناہ کیا جائے جس پر حد جاری ہوتی ہو اور ان پر حد جاری ہونے کے بعد بھی عدالت اپنی جگہ محکم باقی رہتی ہے؟

ہم ذیل میں نمونہ کے طور پر چند موارد کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

الف) "نعیمان" صحابی نے شراب پی، پیغمبر اکرمؐ نے حکم صادر فرمایا اور اسے تازیانے مارے گئے۔(**صحیح بخاری، جلد ۸ ص ۱۳ حدیث نمبر ۶۷۷۵، کتاب الحدود**)

ب) "بنی اسلم" قبیلہ کے ایک مرد نے زنائے محض کیا تھا۔پیغمبر اکرمؐ کے حکم پر اسے سنگسار کردیا گیا(**صحیح بخاری، جلد ۸ ص ۲۱ حدیث ۶۸۳۰**)

ج) واقعہ افک میں پیغمبر اکرمؐ کے حکم پر چند افراد پر حد قذف جاری کی گئی تھی (**المعجم الکبیر، جلد ۲۳ ص ۱۳۸ و کتب دیگر**)

د) پیغمبر اکرمؐ کے بعد عبدالرحمن بن عمر اور عقبہ بن حارث بدری نے شراب پی اور مصر کے امیر عمر ابن عاص نے ان پر حد شرعی جاری کی۔اس کے بعد عمر نے دوبارہ اپنے بیٹے کو بلایا اور دوبارہ اس پر حد جاری کی (**السنن الکبریٰ، جلد ۸ ص ۳۱۲ اور بہت سی کتب**)

ہ) ولید بن عقبہ کا واقعہ مشہور ہے کہ اس نے شراب پی اور مستی کے عالم میں صبح کی نماز چار رکعت پڑھادی۔اُسے مدینہ حاضر کرکے شراب کی حد اس پر جاری کی گئی۔(**صحیح مسلم، جلد ۵، ص ۱۲۶ حدیث نمبر ۱۷۰۷**)۔ان کے علاوہ اور بہت سے موارد ہیں، مصلحت کی خاطر جن کے ذکر سے اجتناب

کیا جارہا ہے۔اس کے باوجود کیا اب بھی ہم حقائق کے سامنے آنکھیں اور کان بند کرلیں اور کہہ دیں کہ سب اصحاب عادل تھے؟!

﴿۱۰۔ نادرست توجیہات﴾

ا۔تنزیہ اور ہر لحاظ سے تقدس کے نظریہ کے طرفدار جب متضاد حالات کے انبوہ سے روبرو ہوتے ہیں تو اپنے آپ کو اس توجیہ کے ساتھ قانع کرتے ہیں کہ سب صحابہ "مجتہد" تھے اور ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا۔یقیناً یہ تو ضمیر اور وجدان کو فریب دینا ہے کہ یہ برادارن اس قسم کے آشکار اختلافات میں اس بوگس توجیہ کا سہارا لیں۔کیا بیت المال کو ہڑپ کرنے کے بارے میں ایک معمولی سی تنقید اور سادہ سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مقابلے میں ایک مومن صحابی کو اتنا مارنا کہ وہ بے ہوش اور اس کی نمازیں قضا ہوجائیں، اجتہاد ہے؟ کیا ایک اور مشہور صحابی کی پسلیاں توڑ دینا صرف اس اعتراض کی خاطر جو اس نے کیا کہ کیوں ایک شرابی (ولید) کو کوفہ کا حاکم متعین کیا گیا ہے، اجتہاد شمار ہوتا ہے؟اس سے بڑھ کر امام المسلمین کے مقابلے میں کہ جو مقامات الہی کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں کے منتخب کردہ اتفاقی خلیفہ تھے،صرف جاہ طلبی اور حکومت حاصل کرنے کی خاطر جنگ کی آگ بھڑکانا جس میں ہزاروں مسلمانوں کا خون بہہ جائے،اجتہاد شمار ہوتا ہے؟

اگر یہ موارد اور ان کی مثل، اجتہاد کی شاخیں شمار ہوتی ہیں تو پھر طول تاریخ میں ہونے والی تمام جنایات کی یہی توجیہ کی جاسکتی ہے۔اس کے علاوہ کیا اجتہاد صرف اصحاب میں منصر تھا یا کم از کم چند صدیوں بعد بھی امت اسلامی میں کثرت کے ساتھ مجتہد موجود تھے بلکہ بعض علمائے اہلسنت کے اعتراف اور تمام علمائے شیعہ کے مطابق آج بھی تمام آگاہ علماء کے لئے اجتہاد کا دروازہ کھلا ہے؟ جو افراد اس قسم کے بھیانک افعال انجام دیں کیا آپ انکے افعال کی توجیہ کرنے کو جائز سمجھتے ہیں؟!یقیناً ایسا نہیں ہے۔

۲: کبھی کہا جاتا ہے کہ ہمارا فریضہ یہ ہے کہ انکے بارے میں سکوت اختیار کریں۔

ق۔۱۳۴ تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُوْنَ

○ (سورۃ بقرہ آیت ۱۳۴)

وہ ایک اُمت ہیں جو ہر گزر چکے انکے اعمال ان کے لیئے ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے لیئے۔اور آپ سے انکے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا جائیگا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اگر ہماری سرنوشت میں موثر نہ ہوتے تو پھر یہ بات اچھی تھی۔لیکن ہم چاہتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کی روایات کو انکے توسط سے دریافت کریں اور انہیں اپنے لیئے نمونہ عمل قرار دیں۔تو کیا اس وقت یہ ہمارا حق نہیں ہے کہ ثقہ اور غیر ثقہ اسی طرح عادل اور فاسق کی شناخت کریں تاکہ اس آیت "ق۔۶ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوْا" اگر فاسق تمہارے پاس خبر لائے تو تحقیق کرو" (سورۃ حجرات آیہ ۶) پر عمل کرسکیں۔

﴿۱۱۔ مظلومیت علیؑ﴾

جو بھی تاریخ اسلام کا مطالعہ کرے اس نکتہ کو باآسانی درک کرسکتا ہے کہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ حضرت علی علیہ السلام جو علم وتقویٰ کا پہاڑ، پیغمبر اکرمؐ کے نزدیک ترین ساتھی اور اسلام کے سب سے بڑے مدافع تھے، انہیں اسطرح ہتکِ حرمت، توہین اور سب وشتم کا نشانہ بنایا گیا۔انکے دوستوں کو اسطرح دردناک اذیتوں اور مظالم سے دوچار کیا گیا کہ تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔وہ بھی ان افراد کیطرف سے جو اپنے آپ کو پیغمبر اکرمؐ کا صحابی شمار کرتے ہیں۔

چند نمونے ملاحظہ فرمائیے:

الف) لوگوں نے علی ابن جہم خراسانی کو دیکھا کہ اپنے باپ پر لعنت کر رہا ہے جب وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگا: اس لئے لعنت کر رہا ہوں کیونکہ اس نے میرا نام علی رکھا ہے۔ (لسان المیزان، جلد ۴ص ۲۱۰)۔

ب) معاویہ نے اپنے تمام کارندوں کو آئین نامہ میں لکھا: جس نے بھی ابوتراب (علی علیہ السلام) اور انکے خاندان کی کوئی فضیلت نقل کی وہ ہماری مسلک سے خارج ہے (اس کی جان و مال مباح ہے) اس آئین نامہ کے بعد سب خطباء پوری مملکت میں منبر سے علی الاعلان حضرت علی پر سب و شتم کرتے اور اُن سے اظہار بیزاری کرتے تھے۔ اس طرح ناروا نسبتیں انکی اور انکے خاندان کی طرف دیتے تھے۔ (النصائح الکافیہ ص ۱۷۔)

ج) بنوامیہ جب بھی سُنتے کہ کسی نومولود کا نام علی رکھا گیا ہے اسے فوراً قتل کر دیتے۔ یہ بات سلمۃ بن شبیب نے ابوعبدالرحمٰن مقری سے نقل کی ہے۔ (تہذیب الکمال، جلد ۲۰، ص ۴۲۹ و سیر اعلام النبلاء، جلد ۵ ص ۱۰۲)

د) زمخشری اور سیوطی نقل کرتے ہیں کہ بنوامیہ کے دورِ حکومت میں ستر ہزار سے زیادہ منابر سے سب علی کیا جاتا تھا اور یہ بدعت معاویہ نے ایجاد کی تھی۔ (ربیع الابرار، جلد ۲، ص ۱۸۶ و النصائح الکافیہ، ص ۷۹ عن السیوطی)۔

ہ) جس وقت عمر بن عبدالعزیز نے حکم دیا کہ اس بُری بدعت کو ختم کیا جائے اور نماز جمعہ کے خطبوں میں امیر المومنین علی السلام کو بُرا بھلا نہ کہا جائے تو مسجد سے نالہ و فریاد بلند ہوگئی اور سب عمر بن

عبدالعزیز کو کہنے لگے "ترکت السُنة ترکت السُنة" تو نے سنت کو ترک کر دیا ہے۔ تو نے سنت کو ترک کر دیا ہے۔ (النصائح الکافیہ، ص۱۱۶ و جمیعہ الصدیق المحبوب، علیف سقاف ص ۵۹)۔ یہ سب اس صورت میں ہے کہ برادران اہلسنت کی معتبر اور صحیح کتب کی روایت کے مطابق پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ "من سب علیا فقد سبنی ومن سبنی فقد سب الله" جس نے علیؑ کو گالی دی اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی اس نے خدا کو گالی دی!!" (اخرجه الحاکم و صححه واقره الذهبی (مستدرک الصحیحین، جلد۳، ص۱۲۱)

﴿۱۲: ایک دلچسپ داستان﴾

حُسن اختتام کے طور پر شاید اس واقعہ کو نقل کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہو کر جو خود ہمارے ساتھ مسجد الحرام میں پیش آیا ہے۔ ایک دفعہ جب عمرہ پر جانے کا اتفاق ہوا تو ایک رات ہم مغرب و عشاء کی نماز کے درمیان مسجد الحرام میں بیٹھے تھے کہ کچھ علماء حجاز کے ساتھ تمام اصحاب کے تقدس کے بارے میں ہماری بحث شروع ہوگئی، وہ معمول کے مطابق اعتقاد رکھتے تھے کہ اصحاب پر معمولی سی بھی تنقید نہیں کرنا چاہیئے۔ ہم نے اُن کے ایک عالم کو مخاطب کر کے کہا: آپ فرض کیجئے کہ اس وقت "جنگ صفین" کا میدان گرم ہے۔ آپ دو صفوں میں سے کس کا انتخاب کریں گے؟ صفِ علیؑ کا یا صف معاویہ کا؟ کہنے لگے۔ یقیناً صفِ علیؑ کا انتخاب کروں گا۔ میں نے کہا: اگر حضرت علیؑ آپ کو حکم دیں کہ یہ تلوار لے کر معاویہ کو قتل کر دیں تو آپ کیا کریں گے؟

- کچھ دیر سوچنے کے بعد کہنے لگے کہ معاویہ کو قتل کر دوں گا لیکن اس پر کبھی بھی تنقید نہیں کرونگا!! ہاں یہ ہے غیر منطقی عقائد پر اصرار کرنے کا نتیجہ کہ اس وقت دفاع بھی غیر منطقی ہوتا ہے اور

انسان سنگلاخ میں پھنس جاتا ہے۔ حق یہ ہے کہ یوں کہیں: قرآن مجید اور تاریخ اسلام کی شہادت کے مطابق، اصحاب پیغمبر اکرمؐ ایک تقسیم کے مطابق چند گروہوں پر مشتمل تھا۔ اصحاب کا ایک گروہ تھا جو شروع میں پاک، صادق اور صالح تھا اور آخر تک وہ اپنے تقویٰ پر ثابت قدم رہے۔ "عاشو اسعداء و ماتو السعداء" انہوں نے سعادت کی زندگی گزاری اور سعادت کی موت پائی۔ ایک گروہ ایسا تھا جو آنحضرت کی زندگی میں تو صالح اور پاک افراد کی صف میں تھے لیکن بعد انہوں نے جاہ طلبی اور حب دنیا کی خاطر اپنا راستہ تبدیل کرلیا تھا۔ اور ان کا خاتمہ خیر و سعادت پر نہیں ہوا (جیسے جمل وصفین کی آگ بھڑکانے والے) اور تیسرا گروہ شروع سے ہی منافقوں اور دنیا پرستوں کی صف میں تھا۔ اپنے خاص مقاصد کی خاطر وہ مسلمانوں کی صفوں میں گھسے ہوئے تھے جیسے ابوسفیان وغیرہ یہاں پر ہے گروہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہم یوں کہیں گے۔

۱۰ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ م بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ (سورۂ حشر آیت ۱۰)

حضرات اگر قلب ایمانی کے ساتھ دیکھیں تو ان کو پتہ چلے گا کہ حضرت علی علیہ السلام رسول خداؐ کے بعد، اعلم اور اشجع الناس تھے تاریخ گواہ ہے کہ صحابہ کے اعلم ترین لوگ مشکلات میں حضرت علیؑ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے اور خود حضرت عمر نے ستر مرتبہ سے زیادہ اپنی عمر میں کہا تھا: میری مشکلات کا حل علیؑ ہیں اگر علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا اور مجھے نجات نہ ملتی وغیرہ وغیرہ، اگر چہ علی علیہ السلام خدا کی اجازت اور اس کے اذن سے حلال مشکلات ہیں لہذا اس میں ضرور کوئی راز مضمر نظر آتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی آڑ میں بھی کوئی ہدف موجود تھا۔

اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا

اکابر علمائے اہل سنت نے اس روایت کو تقریباً اتفاق کے ساتھ نقل کیا ہے چنانچہ مطلب کی وضاحت اور اتمام حجت کے لئے بعض اسناد کی طرف اشارہ کرتا ہوں:

(۱) قاضی فضل اللہ بن روز بہان نے ابطال الباطل میں:

(۲) ابن حجر عسقلانی متوفی، سنہ ۸۵۲ھ نے تہذیب التہذیب مطبوعہ مصر و حیدر آباد دکن ص ۳۳۷ میں۔

(۳) نیز ابن حجر اصابہ ج ۲ مطبوعہ مصر ص ۵۰۹ میں۔

(۴) ابن قتیبہ دینوری متوفی سنہ ۲۷۶ھ نے مختلف الحدیث صفحہ ۲۰۲،۲۰۱ میں

(۵) ابن حجر مکی متوفی سنہ ۹۷۴ھ صواعق محرقہ، ص ۷۸ میں۔

(۶) احمد آفندی نے ہدایۃ المرتاب ص ۱۴۶، ۱۵۷، میں

(۷) ابن اثیر جزری متوفی سنہ ۶۳۰ھ نے اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۳، میں۔

(۸) جلال الدین سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں۔

(۹) ابن عبد البر قرطبی متوفی سنہ ۴۶۳ھ نے استیعاب جلد ۲، ص ۴۷۴، میں۔

(۱۰) سید مومن شبلنجی نے نور الابصار ص ۷۳، میں۔

(۱۱) شہاب الدین احمد بن القادر عجیلی نے ذخیرۃ المآل میں۔

(۱۲) محمد بن علی الصبان نے اسعاف الراغبین ص ۱۵۲ میں۔

(۱۳) نور الدین ابن صباغ مالکی متوفی سنہ ۸۵۵ھ، نے فصول المہمہ ص ۱۸ میں۔

(۱۴) نور الدین علی بن عبد اللہ سمہودی متوفی سنہ ۹۱۱ھ، نے جواہر العقدین میں۔

(۱۵) ابن ابی الحدید معتزلی متوفی سنہ ۶۵۵ ھ، نے شرح نہج البلاغہ جلد ا ص ۶ میں۔
(۱۶) علامہ قوشچی نے شرح تجرید ص ۴۰۷ میں احمد حنبل سے۔
(۱۷) خطیب خوارزمی نے مناقب ص ۴۸، ۶۰ میں۔
(۱۸) محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السوول فصل ششم ص ۲۹ میں۔
(۱۹) امام احمد بن حنبل نے فضائل عمر میں۔
(۲۰) سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص ص ۸۵، ۸۷ میں۔
(۲۱) امام ثعلبی نے تفسیر کشف البیان میں۔
(۲۲) علامہ ابن قیم جوزی نے طرق الحکمتہ میں حضرت عمر کے متعدد قضایا نقل کرتے ہوئے ص ۴۱ سے ۵۳ تک۔
(۲۳) محمد بن یوسف گنجی شافعی متوفی سنہ ۶۵۸ ھ نے کفایۃ الطالب باب ۵۷ میں۔
(۲۴) ابن ماجہ قزوینی نے سنن میں۔
(۲۵) ابن مغازلی شافعی نے مناقب میں۔
(۲۶) ابراہیم بن محمد حموینی نے فرائد السمطین میں۔
(۲۷) محمد بن علی بن الحسن الحکیم ترمذی نے شرح فتح المبین میں۔
(۲۹) سلیمان حنفی نے ینابیع المودہ باب ۱۴، میں۔
(۳۰) حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیتہ الاولیاء اور ما نزل القرآن فی علی میں۔

المختصر یہ کہ اہل سنت کے دوسرے بہت سے جلیل القدر علماء نے مختلف الفاظ و عبارت کے ساتھ خلیفہ دوم حضرت عمر کے اقوال حضرت علی علیہ السلام سے استمداد کے بارے میں نقل کئے ہیں اور زیادہ تر ان قضیوں کے مواقع درج کرتے ہوئے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے "لولا علی

لهلک عمر" اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا۔

بعض وہ مواقع جہاں علی علیہ السلام نے خلفاء کو نجات دلائی اور انہوں نے اقرار کیا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔اس کی تفصیل روایات میں ملتی ہے لیکن اس مختصر کتاب میں گنجائش نہیں لہذا ترک کرتے ہیں اسی طرح اہل سنت کے بعض کتابوں میں اس طرح آیا ہے کہ علیؑ حلال مشکلات ہیں حالانکہ خود علیؑ نے اپنی زندگی میں کسی سے بھی کچھ نہ پوچھا۔(مناقب خوارزمی ص ۴۸، استیعاب ج ۲، ص ۳۹ تذکرۃ الخواص، ص ۸۷، مطالب السئوول ص ۱۳، تفسیر نیشاپوری فیض القدیر ج ۴، ص ۳۵۷، میں درج ہے کہ اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث معتبر ہے)۔

المختصر یہ کہ عمر ابن خطاب نے جناب عباس کو استسقاء کے لئے وسیلہ بنایا ہے جیسا کہ گزشتہ روایت میں نقل ہوا اس روایت کو بعینہ ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی نقل کیا ہے:

"اللھم انا نتقرب الیک بعم نبیک وبقیۃ آبائه و کبرر جاله فاحفظ اللھم نبیک فی عمه فقد دلونا به الیک مستشفعین و مستغفرین"۔(شرح نہج البلاغہ، ج ۲، ص ۲۵۶)۔

خداوندا! ہم تیرے پیغمبرؐ کے چچا اور ان کے بزرگ آباؤ اجداد کے ذریعہ سے تیری طرف وسیلہ اختیار کرتے ہیں پس میرے معبود اپنے نبی کی منزلت ان کے چچا کے ذریعہ سے محفوظ رکھ۔

پس گزشتہ روایت سے استفادہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر وسیلے کے قائل تھے لہذا اس صورت کے ہوتے ہوئے حضرت عمر کے ماننے والے جو وسیلہ کے قائل نہیں ان کی مثال بالکل دیگ سے زیادہ چمچہ

گرم ہونے والی مثال ہے۔ کیونکہ حضرعمر تو احتیاج اور اضطرار کے وقت عترت اور اہل بیتؑ کو اپنا شفیع قرار دیتے ہیں اور ان ہستیوں کے وسیلے سے بارگاہ الٰہی میں طلب حاجات کرتے تھے تو ان پر کوئی اعتراض نہیں لیکن جب ہم شیعہ اس برگزیدہ خاندان نبوت و رسالت کو عنداللہ شفیع بناتے ہیں اور ان کا توسل اختیار کرتے ہیں تو نادان لوگ سخت اعتراض کرتے ہیں اور ہمیں کافر مشرک سمجھتے ہیں اگو آل محمد کو عنداللہ وسیلہ قرار دینا شرک اور کفر ہے تو آپ ہی کے علماء کی معبر و مستند روایتوں کے مطابق خلیفہ ثانی حضرت عمر ابن خطاب قطعاً پہلے مشرک ٹھہرتے ہیں اور اگر خلیفہ کا عمل کفر و شرک نہیں بلکہ یہ ایک مستحسن اور مستحب عمل ہے تو یقیناً شیعوں کے یہ اعمال بھی مستحسن اور خیر ہوں گے، کیونکہ آل محمدؐ سے توسل ہرگز شرک نہیں ہوسکتا لہذا اہل سنت کو چاہیئے کہ قطعی طور پر اپنی باتیں چھوڑ دیں بلکہ استغفار کریں کیونکہ پاک اور موحد شیعوں کی طرف ایسی نسبت دی ہے تا کہ غضب الٰہی کے مستحق نہ بنیں، اس لئے کہ جب خلیفہ ثانی حضرت عمر بزرگ صحابہ کی ہمراہی میں بھی دعا کریں چاہے جس قدر دعا کریں لیکن بغیر اہل بیت رسولؐ کے وسیلے کا کوئی نتیجہ تام برآمد نہ ہو تو آپ کیونکر امید رکھتے ہیں کہ ہم بغیر واسطے اور سہارے کے دعا کر کے کامیاب ہو جائیں گے؟

پس آل محمد علیہ السلام عہد رسولؐ سے لے کر ہمارے موجودہ زمانے تک ہر دور میں خدا کی طرف بندوں کے وسیلے تھے اور ہیں۔ ہم لوگ بھی حاجت روائی میں ان کی خودمختاری کے قائل نہیں ہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ ان کو خدا کی اجازت و اذن سے صالح، معصوم اور مقرب بندہ سمجھتے ہیں لہذا اپنے اور خدا کے درمیان وسیلہ قرار دیتے ہیں اور اس مقصد پر سب سے بڑی دلیل ہماری دعاؤں کی کتابیں ہیں کیونکہ ائمہ معصومین علیہ السلام سے تمام ماثورہ دعاؤں میں ہمیں اس بات کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے اور ہم نے بھی اس طریقے کے خلاف نہ کوئی عمل کیا ہے اور نہ کریں گے۔ امید ہے آپ سنی سنائی باتوں کو چھوڑ دیں گے اور اپنے بڑے بڑے علماء اور ان کی قدیم کتابوں کو ملاحظہ کرتے ہوئے راہ

راست پر آجائیں گے۔ اہل ذکر کون ہیں؟

﴿فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون﴾

اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے سوال کرو۔

تفسیر طبری اور تفسیر ابن کثیر میں مرقوم ہے کہ اہل ذکر سے مراد آئمہ معصومین علیہ السلام ہیں، یہی وہ حضرات ہیں جن کو خدا نے منتخب فرمایا ہے:

۳۲.۵ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ م بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ط ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ہ (پ۲۲، سورۂ فاطر، آیت ۳۲)

﴿پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان افراد کو قرار دیا جنھیں اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کیا کہ ان میں بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کے اذن واجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور درحقیقت یہی بہت بڑا فضل وشرف ہے﴾

(تفسیر طبری، ج۱۴، ص۱۰۹۔ تفسیر ابن کثیر ج۲، ص۵۷۰)۔

واضح رہے آیت میں مذکورہ "منھم" کی ضمیر کا تعلق عام بندوں سے ہے منتخب بندوں سے نہیں، یعنی اللہ کے بندے تین طرح کے ہیں: بعض اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند اور بعض راہ خدا میں نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان تینوں قسموں سے جب انتخاب کرے گا تو آخری قسم کے ہوتے ہوئے دوسری دونوں قسموں کے انتخاب کا کائی سوال ہی نہیں اٹھتا اور پہلی قسم تو یوں بھی قابل انتخاب نہیں ہے اس بنیاد پر بعض مفسرین کا یہ قول کہ

کتاب سے مراد گزشتہ کتب ہیں اور وارث اسلامیہ ہے یہ انتہائی بے معنی قول ہے اس لئے کہ امت اسلامیہ میں ایسے بے شمار افراد پائے جاتے ہیں جو انسانوں کی نگاہ میں قابل انتخاب نہیں ہیں۔ تو پروردگار کا کیا ذکر ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ وارثان کتاب وہ معصومینؑ ہیں جنھیں پروردگار نے علم، فضل، تقویٰ اور طہارت کی بنیاد پر منتخب کیا ہے اور انھیں پیغمبر اسلامؐ نے ثقلین کا ایک فرد بنا کر چھوڑا ہے چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف کی جلد ۲، ص ۱۲۴، سطر ۵، مطبوعہ مصر، پر تحریر کرتے ہیں کہ ان بندوں سے آپ کی امت کے وہ صحابہ اور تابعین وتبع تابعین مراد ہیں جو قیامت تک کتاب خدا کے سچے وارث اور اس کے مطابق ہادی ہوں گے جن کو خدا نے ﴿امة وسطاً لتكون شهداء على الناس﴾ فرمایا ہے۔

محترم قارئین! مذکورہ آیت کی تفسیر شواہد التنزیل؛ حاکم ابوالقاسم کے مطابق خدا کی حجت اور خلق خدا کے گواہ امام المتقین امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ کتاب خدا کے وارث بھی یہی حضرات معصومین علیہ السلام قرار پائے اور عجب نہیں زمخشری کا بھی یہی مقصود ہوں کیونکہ حضرت رسول خداﷺ کے بعد قیامت تک صحابہ، تابعین اور تبع تابعین میں ان حضرات کے سوا اور کون ہادی رہ سکتا ہے اور اسی کی تائید وتصدیق ابوبکر ابن مردویہ نے بھی کی ہے چنانچہ صاف کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے یہی وجہ ہے کہ بقول ابن حجر تمام صحابہ میں جناب امیر کے سوا کسی نے بھی "سلوني سلوني قبل ان تفقدوني" (میری موت کے قبل مجھ سے جو چاہو پوچھ لو!) کا دعویٰ کیا۔ (صواعق محرقہ، ص ۱۷۸، مطبوعہ قارہ آمین ۱۶۳)۔

ظاہر ہے کہ اگر آپ کتاب خدا کے وارث نہیں ہوتے تو ایسا دعویٰ نہیں کرتے، اسی بنا پر تو آپ فرمایا کرتے تھے: خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں

نازل ہوئی ہے۔ پس ان ہی حضرات کی مدح میں تیسرے قسم سابق بالخیرات فرمایا ہے یہی حضرات ہیں جو سابق بالخیرات اور وارث کتاب ہیں چنانچہ ایک روایت میں نقل ہوا ہے:

جب یہ حضرات بہشت میں داخل ہوں گے تو بہشتی غلمان کچھ فرشتوں کے ساتھ ان کے استقبال کو بڑھیں گے اور خدا کی طرف سے پانچ انگوٹھیاں تحفے میں پیش کریں گے اور ان میں ان میں سے ایک پر: ﴿**سلام طبتم فادخلوها خالدین**﴾ دوسرے پر ﴿**ادخلوھا بسلام آمنین**﴾ تیسری پر ﴿**سلام علیکم بما صبرتم**﴾ چوتھے پر ﴿**انی جزیتم الیوم بما صبرو انھم الفائزون**﴾ اور پانچویں پر ﴿**اولئک الذین انعم اللہ علیھم**﴾ لکھا ہوگا اور جب یہ حضرات بہشت میں داخل ہو جائیں گے اور اپنی جگہ پہنچیں گے تو بے ساختہ کہیں گے: "**الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن** " (تمام تعریفیں اس خدا کی جس نے ہم سے غم کو دور کیا) (**شبہائی پیشاور**)۔

بہر حال لوگوں کو کتاب خدا اس لئے دی گئی تھی تا کہ وہ اس سے دستور زندگی حاصل کریں لیکن وہ تین گروہوں میں تقسیم ہو گئے، ایک گروہ نے اس دستور زندگی سے انحراف کیا اور ابدی سعادت سے خود کو محروم کر کے اپنے اوپر ظلم کیا یہ لوگ اللہ کی برگزیدہ قوم سے بھی منحرف ہیں۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو اس برگزیدہ قوم سے بالکل منحرف بھی نہیں ہوتے اور اس حق کو بھی پورا نہیں کرتے جو ان پر ہے۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو وارث کتاب کے ہونے کا حق ادا کرتا ہے۔ معصومین علیہم السلام کی روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ وارث کتاب کے مصداق اہل بیت علیہم السلام ہیں۔ انہیں لوگوں کو علم کتاب کا

وارث بنایا گیا ہے انہیں تمام باتوں کی وجہ سے رسول خدا ﷺ نے ان کو عدل قرآن اور ثقل ثانی قرار دیا اور مسلمانوں کو ان دونوں سے تمسک کا حکم دیا، چنانچہ حدیث ثقلین میں اس طرح وارد ہوا ہے:

شفاعت اور توسل قرآن و احادیث کی روشنی میں

"ترکت فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهل بیتی ما ان تمسکتم بهما لن تضلوا بعدی ابداً"

(صحیح ترمذی، ج ۵، ص ۳۳۰، سنن نسائی امام احمد)۔

صحیح مسلم اس طرح نقل ہوا ہے:

"یوشک ان یاتی رسول الله فاجیب وانی تارک فیکم الثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدی والنور واهل بیتی اذکر کم الله فی اهل بیتی، اهل بیتی اذکر کم الله فی اهل بیتی، واحل بیتی اذکر کم الله فی اهل بیتی واهل بیتی اذکر کم الله فی اهل بیتی واهل بیتی اذکر کم الله فی اهل بیتی" (آخری جملہ تین مرتبہ فرمایا) (صحیح مسلم ج ۲، ص ۳۶۲، باب فضائل علی علیہ السلام صحیح ترمذی ج ۵، ص ۳۲۸، مستدرک حاکم ج ۳، ص ۱۲۷، مسند امام احمد حنبل ج ۳، ۱۷)۔

قریب ہے کہ میرے رب کا قاصد آ جائے اور میں لبیک کہوں، (دیکھو)

میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں پہلی چیز قرآن ہے
جس میں ہدایت اور نور ہے اور دوسری چیز میرے اہلبیتؑ ہیں اہل بیتؑ
کے بارے میں تمھیں خدا یاد دلاتا ہوں (یہ آخری جملہ حدیث میں تین
مرتبہ تکرار فرمایا)

﴿بیت سے تمسک اور توسل رکھنے کا حکم﴾

یہ حدیث ہماری محکم دلیل ہے کہ ہم خدا اور رسولؐ کے حکم سے قرآن کریم اور اہل بیتؑ سے تمسک اور توسل رکھنے پر نجات کے خواہ ہیں۔ تفصیل اہل سنت کی حسب ذیل معتبر اور مستند کتابوں میں دیکھیے۔

(مسلم بن حجاج، صحیح مسلم جلد ۵، ص ۱۲۲، ترمذی، صحیح ترمذی، ابوداؤد، سنن جزء دوم، ص ۳۰۷، نسائی، خصائص، ص ۱۳۰ امام محمد بن حنبل، مسند، جلد سوام ص ۱۴۔۱۷، و جلد ۴، ص ۲۶۔۵۹، جلد ۵، ص ۱۸۲، ۱۸۹، حاکم، مستدرک ج ۱، ۱۰۹، ۱۴۸، سبط ابن جوزی، تذکرۃ الخواص، ص ۱۸۲، حافظ ابو نعیم اصفہانی، حلیۃ اولیاء ج ۱، ص ۳۵۵، ابن اثیر جزری، اس الغابہ ج ۲، ص ۱۲، جلد ۳، ص ۱۴۷ احمید، جمع بین الصحیحین زرین، جمع بین الصحاح الستہ، طبرانی، معجم کبیر ذہبی، تلخیص مستدرک ابن عبدربہ، عقد الفرید جلد دوم، ص ۱۵۸، ۳۴۶ محمد ابن طلحہ شافعی، مطالب السؤول، خطیب خوارزمی، مناقب سلیمان ابن قندوزی، ینابیع المودۃ باب ۴، ص ۱۸، ۲۵، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۹۵، ۱۱۵، ۱۲۶، ۱۹۹، ۲۳۰، میر سید علی ہمدانی، مودۃ القربی کی مودۃ دوم ابن ابی الحدید معتزلی، شرح نہج البلاغہ جزء ششم، ص ۱۳۰، شبلنجی، نور الابصار، ص ۹۹ نور الدین ابن سباغ مالی، فصول المہمہ، ص ۲۵ جوینی، فرائد السمطین، امام ثعلبی، تفسیر کشف البیان، سمعانی اور ابن مغازلی شافعی نے مناقب میں محمد بن یوسف گنجی شافعی، کفایۃ الطالب، باب اول، دربیان صحت خطبہ غدیر خم و ضمن باب ۶۲، ص ۱۳۰ محمد بن سعد کاتب، طبقات ابن سعد ج ۴،

ص ۸، فخر الدین رازی، تفسیر کبیر جلد ۳، آیہ عتصام کے ذیل میں، ص ۱۸، ابن کثیر دمشقی، تفسیر ج ۴، ضمن آیہ مودت، ص ۱۱۳ ابن حجر مکی، صواعق محرقہ، ص ۷۵، ۷۸، ۹۰، ۹۹، ۱۳۶)۔

خلاصہ یہ کہ اہل سنت کے اکابر علماء نے حدیث ثقلین کو نقل کیا ہے جن کا اس مختصر سی کتاب میں نقل کرنا مشکل ہے گویا یہ حدیث سند کے اعتبار سے حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہے یہی حال حدیث سفینہ کا ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مثل اهل بیتی کمثل سفینة نوح من سل بهم نجی ومن تخلف عنهم هلک"

میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوح کی مانند ہے جو ان سے تمسک کریگا وہ نجات یافتہ ہے اور جو ان سے روگردانی کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح طوفان اور آفات اور بلاؤں میں امت نوح کی نجات سفینہ کے ذریعہ سے تھی اسی طرح امت اسلام کو بھی حوادث و آفات و بلاؤں میں عترت کے دامن سے متمسک اور متوسل رہنا چاہیے تاکہ نجات حاصل ہو۔ اسی طرح جو ان سے دور اور الگ رہے گا وہ ہلاک اور بد بخت ہوگا اور قیامت تک ذلیل اور رسوا ہوگا۔ چنانچہ ابن حجر صواعق محرقہ میں آیت چہارم، ص ۹۰ پر اور ابن سعد نے حدیثیں اہل بیت رسالت و نبوت سے وابستہ رہنے کے وجوب میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اسلامؐ نے فرمایا:

ا۔ "انا اهل بیتی شجرة فی الجنة و اغصانها فی الدنیا فمن شاء ان یتخذ الی ربه سبیلاً فلیتمسک بها"

میں اور میرے اہل بیتؑ جنت کے ایک درخت ہیں جس کی شاخیں

دنیا میں ہیں پس جو شخص خدا کی طرف راستہ چاہتا ہو اس کا ان سے تمسک ضروری ہے۔

۲۔"فی کل خلف من امتی عدول من اهل بیتی ینفون عن هذا الدین تحریف الضالین، وانتحال المبطلین و تاویل الجاهلین الا وائمتکم وفد کم الی الله عزوجل فانظرو امن توفدون"

میرے امت کیلئے ہر دو میں میرے اہل بیتؑ میں سے کچھ عادل افراد ہیں جو اس دین سے گمراہوں کی تحریف و باطل پرستوں کے دعوے اور جاہلوں کی تاویل کو دور کرتے رہتے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! یقیناً تمھارے آئمہ اللہ کی طرف سفیر ہیں پس یہ دیکھ لو کہ سفارت کس کے حوالے کرتے ہو۔

ابن حجر اس حدیث کو لکھنے کے بعد کہتے ہیں:

کشتی سے اس لئے تشبیہ دی ہے کہ جو ان سے محبت رکھے اور ان کی عظمت سمجھے اس نے خدا کی نعمتوں کا شکریہ ادا کیا اور عدول اہل بیتؑ کے قول پر عمل کرنے سے مخالفوں کی ظلمتوں سے نجات پائے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا وہ کفران نعمت کے سمندر میں ڈوب جائے گا اور طغیان کے جنگلوں میں ہلاک ہو جائے گا۔ (صواعق محرقہ، ص ۹۲، خورشید خاور، ص ۹۵)۔

بہر حال اہل بیتؑ کی مثال سفینۂ نوح سے دی گئی ہے اور اس حدیث کے الفاظ مختلف صورتوں میں آئے ہیں چنانچہ ایک حدیث میں اس طرح آیا ہے:

"انما مثل اهل بيتي فيكم مثل سفينة نوح في قومه من ركبها نجي ومن تخلف عنها غرق"

(مستدرک حاکم ج ۲، ص ۱۵۱ تلخیص الذہبی، ینا بیع المودۃ ص ۲۰، ۳۰، ۳۷ صواعق محرقہ، ص ۱۸۴، ۲۳۴ تاریخ الخلفاء الجامع الصغیر، اسعاف الراغبین)

میرے اہل بیتؑ کی مثال تمہارے درمیان ایسی ہے جیسے قوم نوحؑ میں کشتی نوحؑ جو اس پر سوار ہوا نجات پا گیا اور جو الگ رہا وہ ڈوب گیا۔

ایک روایت میں اہل بیت علیہم السلام کی تشبیہ باب حطہ بنی اسرائیل سے دی ہے:

"انما مثل اهل بيتي فيكم باب حطة في بني اسرائيل من دخله غفرلة" (مجمع الزوائد ج ۹، ص ۱۶۸)۔

میرے اہل بیتؑ کی مثال تمہارے درمیان ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطہ کی جو اس میں داخل ہوا وہ بخشا گیا۔

باب حطہ سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ خدا نے اس باب میں تواضع و انکساری کے ساتھ داخل ہونے کو سبب مغفرت قرار دیا تھا اور باب حطہ سے مراد یا تو باب اریحا ہے یا بیت المقدس، اسی طرح اس امت کیلئے اہل بیتؑ رسالت کی محبت کو بھی سبب مغفرت قرار دیا ہے۔ یہاں میں ابن حجر سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ حصول نجات کیلئے سفینہ نوح پر سوار ہوئے اور باب حطہ میں داخل ہوئے؟ اور اہل بیتؑ کی ہدایت

پر عمل پیرا ہوئے؟ کیا آپ نے اپنی تقلید کرنے والوں کو نجات کا راستہ ابلاغ کیا؟ کیا آپ نے بتایا کہ اہدنا الصراط میں صراط سے مراد محبت اہل بیتؑ ہے؟ کیا آپ نے کہا کہ جو ان کی مخالفت کرے گا وہ کفران نعمت کے سمندر میں ڈوب جائے گا اور طغیان کے جنگلوں میں ہلاک ہو جائے گا؟ بہر حال ہم ان مومنین میں ہیں جو مسلمانوں کے خیر خواہ اور ہمیشہ اس کوشش میں ہیں کہ ان کی ہدایت و راہنمائی کریں۔ وہی ہدایت جو کشتی نجات ہے۔ جس کی رسول اسلامؐ نے امت کیلئے تقلین کی ہے لہذا ہمیں آخرت تک ناامید نہیں ہونا چاہئے اور مرتے دم تک انہیں خیر و خوشبختی کی طرف دعوت دینا چاہئے جو سوائے جاویدانی بہشت کے اور کچھ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

۱۔ "رحم اللہ وجلا رای حقا فاعان علیہ او رای جورا فرده وکان عونا بالحق علی صاحبه" (خطبہ نہج البلاغہ ۲۰۵، ص ۴۲۵)

خدا اس پر رحمت نازل کرے جو حق کو دیکھ لے تو اس پر عمل کرے یا ظلم کو دیکھ لے تو اسے ٹھکرا دے اور صاحب حق کے حق میں اس کا ساتھ دے۔

۲۔ "وقد سمع قوما من اصحابه یسبون اهل الشام ایام حربهم بصفین انی اکره لکم ان تکونوا سبابین ولکنکم لو وصفتم اعمالکم وذکرتم حالهم کان اصوب فی القول وابلغ فی العذر وقلتم مکان سبکم ایاهم اللهم احقن دمائنا و دمائهم واصلح ذات بیننا و بینهم واهدهم من ضلالتهم حتی یعرف الحق من جهله ویرعوی عن الغی والعدوان من لهج به

........" (نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۶)

میں تمھارے لئے اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم گالیاں دینے والے ہو جاؤ، بہترین بات یہ ہے کہ تم ان کے حالات اور اعمال کا تذکرہ کرو تا کہ بات بھی صحیح رہے اور حجت بھی تمام ہو جائے اور پھر گالیاں دینے کے بجائے یہ دعا کرو کہ خدایا! ہم سب کے خونوں کو محفوظ کر دے اور ہمارے معاملات کی اصلاح کر دے اور انھیں گمراہی سے ہدایت کے راستے پر لگا دے تا کہ ناواقف لوگ حق سے باخبر ہو جائیں اور باطل حرف کہنے والے اپنی گمراہی اور سرکشی سے باز آجائیں۔

بقول حضرت سلمان فارسیؓ:

اے کاش اگر امت نے اللہ، رسولؐ اور قرآن کو حق مانا ہوتا اور علیؑ کو بعد از رسولؐ امام مانا ہوتا تو مصاحب مصاحب نہ ہوتے مشاکل مشاکل نہ ہوتیں پرندے انکے تابع ہوتے مچھلیاں تک انکی مطیع رہتیں۔

از خود خلیفۃ اللہ بنانے کے کربناک تاحال نتائج

یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کے وصال سے وہ چیز قطع ہو گئی!!

ہمارے امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ بابی انت و امی یا رسول اللہ لقد انقطع بموتک مالم ینقطع بموت غیرک من النبوۃ والا انبیاء واخبار السماء (نہج البلاغہ جلد ۲ صہ ۲۵۵ مطبوعہ مصر) ترجمہ:۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کے وصال سے وہ چیز قطع ہو گئی جو آپ کے غیر کی موت سے قطع نہیں ہوئی تھی یعنی اخبار وحی اور اخبار آسمانی)

مزید براں

دیکھئے اصول کافی مطبوعہ ایران صہ ۸۱ ہمارے امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

لقد ختم اللہ لتابکم الکتب و ختم نبیکم الانبیاء۔

ترجمہ:۔ اے اللہ کے بندوں اے امت محمدیہ تمہاری کتاب کے ساتھ تمام کتب کو ختم کر دیا گیا ہے اعتقادیہ شیخ صدوق صہ ۵۷ میں اعتقاد بعثت الرسول اعظم اور **اعتقاد فی الحوض الکوثر اور اعتقادد فی الشفاعت دیکھیں۔**

اور آئیے اب آپکا عقیدہ ملاحظہ ہو

آپ حضرات کا نہ تو خدا ہی منزہ ہے نہ ہی نبی معصوم ہیں اور نہ ہی آپ حضرات ختم نبوت کو مانتے ہیں اور نہ ہی عدل خداوندی کے قائل ہیں۔ آپ کے خدا کا تو یہ حال ہے کہ وہ اپنا پیر جہنم میں ڈالے گا (صحیح بخاری ج ۲ صفحہ ۹۸۵ اور کتاب الاسماء والصفات) بیہقی صہ ۲۵۳ مطبوعہ الہ باد ہند اور اللہ کی پنڈلی برہنہ ہو جائے گی اور اسکا بازو، ہاتھ انگلیاں اور ہتھیلی سب موجود ہیں ملاحظہ فرمائیں کتاب الاسماء والصفات صہ ۲۳۰ اور آپکے خدا کا تو یہ حال ہے کہ اسکا عدل خیر و شر ہر نیکی و بدی آپ حضرات اسی خدا ہی کے ذمہ لگا دیتے ہیں باقی رہا انبیاء کی عصمت کا حال تو آپ کی تفسیر کبیر ج ۸ صہ ۴۲۴ میں ہے۔ اہلسنت کے بعض علماء اس نتیجے پر بھی پہنچے کہ ابتداء میں رسول اعظم کافر تھے بعد از اللہ نے آنحضرت کی ہدایت کی اور آپ کو نبی بنایا اور علامہ کلبی نے لکھا ہے **وو بدت ضالاً** یعنی اللہ نے اپنے حبیب کو قوم کافر میں گمراہ پایا پس اپنے دین کی ہدایت کی (معاذ اللہ الیعاذ باللہ)۔ حضرت یہ علامہ سدی، کلبی، مجاہد وغیرہ کس مذہب کے ہیں اور تفسیر کبیر کس مسلک کی تفسیر ہے؟؟؟

لیکن اگر حضور اکرمؐ دعائے ابراہیم خلیل سے پاکیزہ اور امام و طاہرہ دمشرک کیوں کہتے۔ انما المشرکون نجس کی رو سے تو مشرک نجس ہے اور جو نجس ہوگا وہ طاہر کیسا؟؟ اگر آپ حضرات کافر و مشرک نہیں کہتے ہیں تو یہ آپ کے علماء کون ہیں ان کی کتابوں کا کیا مطلب ہے اگر اب بھی تسلی نہ ہوئی ہو تو دیکھئے فقہ اکبر صہ ۱۳۰ امام اعظم لکھتے ہیں "**ووالدار رسول اللہ ما تاعلی الکفر**" یعنی حضور کے والدین کریمین کافر تھے (نعوذ باللہ) تفسیر کبیر ج ۴ صہ ۱۰۷ در باب آبا و ابد فخر الدین رازی لکھتے ہیں "**قالت الشیعتہ ان الد من اباء الرسول و ابدادہ ما کان کافراً**" یعنی شیعہ اس بات کے قائل ہیں کہ آنحضرتؐ کے آباؤ اجداد میں سے ہم کسی میں "**ولما اسما بنافقد زعموا ان والد رسول اللہ**" **کان کافرا** لیکن ہم

اہلسنت کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے والد کافر تھے (معاذ اللہ) یہ ہے آپکا عقیدہ آنحضرتؐ کے خاندان طاہرہ کی شرافت ونجابت کا کیا یہی آپ کا اسلام ہے؟؟

باقی رہا اگر آپ لوگ ختم نبوت کے قائل ہوتے تو آپ ہی کے بھائی احمد قادیانی اصحاب ثلاثہ کی خلافت کو جان سے عزیز رکھنے والے صحاح ستہ کو مان کر اصول وفروعاً پیروکار آپ کے ساتھ مل کر نبوت کا دعویٰ کیوں کرتے؟؟ چنانچہ موضوعات مُلّا علی قاری صفحہ ۵۸ میں ہے "**فلا ینا قض قولہ تعالیٰ خاتم النبین اذا المعنی انہ لا یاتی نبی بعدہٗ یسنخ متلہ ولم یکن من امتہ۔ ترجمہ:** حضورﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا خدا کے قول "خاتم النبینؐ" کے مخالف نہیں ہے کیونکہ اس آیۃ کے معنی یہ ہیں کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا جو آپ کی ملت کو منسوخ کردے اور آپ کی امت سے نہ ہو۔ اب خود اپنے دل سے پوچھیں مُلّا علی قاری اور مرزا قادیانی کے ترجمہ میں کیا فرق رہا اگر مرزا قادیانی کافر ہے تو آپ کا مُلّا علی قاری کیا ہے؟؟؟ حضرت صاحب اب اکثر آپکی کتب صحاح میں سے ایک حدیث نقل کرتا ہوں جو اسلام کے بنیادی اصول پر شاہد ہے۔ مشکوٰۃ شریف صہ۱۲ **عن ابن عمر قال رسول اللہ نبی الا سلام علی خمس شہا دۃ ان ید الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتا الذکوٰۃ والحج وصوم رمضان۔**

حضورؐ نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ ارکان میں ہے اولاً توحید ثانیاً نبوت ثالثاً نماز روزہ حج زکوٰۃ کا قائل ہو، فرمائیے ان میں سے کونسا ایسا رکن ہے جس کی شیعہ قائل نہیں ہیں جو خارج از اسلام ہیں؟ **حضرات:** اب ذرا اپنے عقائد ملاحظہ فرمائیے ساتھ ہی آپ کی کتب کے عکس بھی منسلک ہیں جو آپ Enlarge Photo Copy کر کے پڑھ بھی سکیں گے۔

ا۔حضور اکرمؐ کے بعد بھی کوئی نبی آسکتا ہے۔(تجوید الناس از مولوی طیب صہ۲۵)

۲۔نبی کریم کافر و گمراہ تھے (معاذ اللہ)(کتاب تفسیر الکبیر الجز ثامن مفاتح الغیب)۔

۳۔شیطان نے رسول اللہ کی زبان پر بتوں کی تعریف جاری کردی؟ صہ ۱۲۷ غنیۃ الطالبین (عبدالقادر جیلانی)

۴۔رسول اللہ کے گھر میں شیطانی ساز بجائے جاتے تھے (بخاری شریف جلد اول صہ ۳۹۳ مطبع حامد کمپنی لاہور)

۔حضرت ابوبکر پیغمبر سے بڑے عالم تھے (الریاض النظرۃ من مناقب صہ ۱۹۱ (ابی جعفر احمد لشہیر بالمحب الطبری)

۶۔دیوبندی علماء نبی اکرمؐ کے استاد ہیں (براہین القاطعۃ صہ ۲۶ طبع کتب خانہ امدادیہ دیوبند)

۷۔نماز میں حضور اکرمؐ کا خیال گدھے کے خیال سے بدتر ہے (صراط مستقیم صہ ۱۶۱ طبع السلامی اکیڈمی لاہور از مولا احمد شہید)

۸۔نبی اکرم سے زیادہ ایک چھڑی زیادہ فائدہ مند ہے (الشمار الثاقب از مولانا حسین احمد، قباحب)

۹۔آنحضرت کی صفت خاص نہیں ہے۔

۱۰۔رسولؐ اللہ کے والدین کافر تھے۔

(اقتضاء الصراط المستقیم از ابن تیمیہ اور المسکالمہ المھاجج صہ ۱۴۰) نعوذ و باللہ، العیاذ باللہ، معاذ اللہ)

لدھیانوی صاحب فرماتے کیا یہی آپ کا مسلک ہے کیا یہی اسلام ہے جسکے اوپر رنگیلا رسول اور سلمان رشدی اور بنگالی خاتون وغیرہ وغیرہ اسلام کو تماشہ بناتے ہیں (استغفر اللہ ربی واتوب الیہ)

آپ کا وکالت

اصحاب اور ہمارے جوابات

پہلے حضرت عمر کا قول سنیئے حضرت ابوبکر کی بیعت بے سوچے سمجھے ناگہانی طور پر واقعہ ہوگئی تھی: اللہ نے اس کے شر سے بچالیا: اگر آئندہ کوئی اس طرح کرے تو اسے قتل کر دینا (صواعق محرقہ ص ۳۶) اب بتایئے اگر اس قول سے حضرت ابوبکر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے تو پھر اس میں شائبہ شر کیوں اس کے اعادہ پر قتل کرنے کا فتویٰ حضرت عمر نے کیوں دے دیا! حضرت عمر کا قتل کرنے کا حکم دینا ثابت کرتا ہے کہ بیعت ابوبکر فتنہ تھا اور اس کا ارتکاب مستوجب سزائے موت ہے! لہذا تنقیص ثابت ہوئی نہ کہ فضیلت۔

اگر حضرت ابوبکر حضورؐ سے پوچھے بغیر خود تخت حکومت پر قابض ہو سکتے تھے تو پھر آخر انصار کے لئے حکم ممانعت کی عدم موجودگی میں کون سی ایسی بات تھی جو وہ امر حکومت سے محروم رہے گئے جب کہ حضورؐ نے نہ ہی کسی مہاجر کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا اور نہ ہی انصار میں سے کسی کو بلکہ ہمیشہ حضرت علی کو اپنا قائم مقام بناتے رہے! دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر ہی خلافت علویہؑ کا اعلان فرمادیا اور پھر اکثر ہر وہ لفظ حضرت علیؑ کے لئے ارشاد فرمایا جس سے آپ کا خلیفہ بلافصل ہونا ثابت ہوتا ہے اور کار رسالت ﷺ کا آخری کام حکم خدا سے علیؑ کو نامزد فرمانا ہوا۔ لوگوں نے عہد غدیر کی خلافت ورزی کرتے ہوئے حضرت علیؑ کو حکومت سے محروم کر دیا حضور ﷺ نے اپنا فرض پورا کیا اور امت کو ثقلین کتاب اہلبیت کے سپرد کیا مگر امت نے حضور ﷺ کے اس حکم کو فراموش کر کے ہدایت کو چھوڑ دیا اور ضلالت کے گڑھے میں گر گئی!

اس عبارت سے حضرت ابوبکر کے خلوص کا ثبوت اسی صورت میں مل سکتا ہے جب وہ کوئی ایسا

ثبوت پیش کرتے کہ حضورؐ نے مجھے تو اپنا خلیفہ بنایا ہے مگر انصارین کو اس شرف سے محروم رکھا ہے حالاں کہ نہ ہی کوئی حکم حضرت ابو بکر کے لئے تھا اور نہ ہی انصار کے لئے لہٰذا دونوں کا پلہ خالی اور برابر تھا البتہ انصار کے ساتھ یہ خلوص اس طرح ہوتا کہ انہیں بھی برابر کا شریک کار کیا جاتا جیسا کہ حضور ﷺ نے رشتہ اخوت قائم کر کے مساوات کا درس دیا تھا۔ لیکن یہاں تو انصار و مہاجرین میں سے کسی کو اختیار نہ تھا کہ معصوم نبی ﷺ کا قائم مقام غیر معصوم شخص کو چن لیتے جب کہ یہ کام ہی خدا اور رسول ﷺ کا تھا امت کو خوامخواہ ٹانگ پھنسانے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

خلافت و امامت کے لئے نص درکار ہوتی ہے، معصوم منصوص ہوتا ہے اور غیر معصوم غیر منصوص پس محرومی عصمت کی وجہ سے غیر معصوم منصب خلافت الٰہیہ کے اہل نہیں ہوتا ہے! ایک شبہ کا ازالہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام بری صفات سے پاک ہے مگر مجازی معنوں میں خود خدا نے اپنے کو مکار، جبار، قہار وغیرہ کہا ہے حالانکہ نہ ہی وہ ذات کسی سے مکر کرتی ہے نہ کسی پر جبر کرتی ہے اور نہ ہی قہر و ظلم جسطرح خدا نے یہ صفات مجازاً ارشاد فرمائی ہیں اسی طرح آئمہؑ برحق نے مجازاً خود کو خاطی و گنہگار کہہ کر بندگی خدا کی تعلیم دی ہے:

ہمیں حضرت ابو بکر کے ایسے اقوال پر کوئی بھی اعتراض نہیں ہے جن میں انہوں نے خود کے گنہگار اور غیر معصوم ہونے کا اقرار کیا ہے، کیوں کہ ان باتوں کا ان کی خلافت سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے اس لیئے کہ خلافت حقہ کے لئے عصمت شرط ہے اور حضرت ابو بکر اسی لئے کہا کرتے تھے " کہ میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ خالفہ ہوں " جب حضرت صاحب خود ہی حقیقت کے مقر تھے اور اپنے کو خلیفہ نہیں سمجھتے تھے تو پھر ان کی نام نہاد خلافت کا انکار کرنا کوئی جرم نہیں ہے چونکہ خلیفہ کے لئے عالم ہونا ضروری ہے جیسا کہ اللہ نے اپنے پہلے ارضی خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کا تقرر علم ہی کیوجہ د باعث سے کیا اس

لئے خلیفہ کا جاہل ہونا براہ راست بجز خدا کا سبب ٹھہرتا ہے الہذا آپ کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہم وہ اثبات پیش کر رہے ہیں جس سے حضرت ابوبکر کی قلت علم واضح ہو جاتی ہے، حضرت ابوبکر نے چوری کی سزا میں چور کا بایاں ہاتھ کٹوایا وہ پہلی مرتبہ کی چوری تھی اور یہی وجہ ہے کہ علماء اہل سنت نے حضرت صاحب کی اجتہادی غلطی مانی ہے: تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمالیں! نہایت العقول علامہ اہل سنتہ امام فخر الدین رازی اور تحفہ اثنا عشریہ وغیرہ۔

سوال:۔ باغ فدک کی حقیقت کیا ہے کسی باغ کا نام ہے یا بستی کا۔ اگر باغ کا نام ہے تو اس کے حدود اربعہ کیا ہے اور اگر بستی ہے تو پوری بستی کی ملکیت اور استحقاق میں جھگڑا ہے یا اس کے حصے میں۔ تفصیلی جواب درکار ہے۔

جواب:۔ فدک خیبر کے مضافات میں ایک زرخیز و شاداب بستی تھی جہاں پہلے پہل فدک ابن حام نے ڈیرے ڈالے اور اسی کے نام پر اس بستی کا نام فدک قرار پایا۔ خیبر کی مانند اس جگہ بھی یہود آباد تھے جنہوں نے آبپاشی کے وسائل مہیا کر کے افتادہ زمینوں کو آباد کیا اور باغات، نخلستان اور لہلہاتے کھیتوں سے اسے پرکشش و جاذب نظر بنا دیا۔ علامہ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ اس خطہ ارض میں ابلتے ہوئے چشمے اور کثیر تعداد میں نخلستان تھے۔ (معجم البلدان جلد ۱۴، ص ۲۳۸)

فتح خیبر کے بعد پڑوس میں بسنے والوں پر مسلمانوں کی قوت کا ایسا دبدبہ بیٹھا کہ انہوں نے بغیر مقابلہ کئے اطاعت قبول کر لی چنانچہ اہل فدک نے بھی اپنی خیر اسی میں سمجھی کہ آراضی فدک سے دستبردار ہو کر پیداوار کے نصف حصہ پر مصالحت کر لی انہوں نے حضور کو پیغام بھیجا کہ ہم لڑنا نہیں چاہتے بلکہ جن شرائط پر اہل خیبر کو ان کی زمینوں پر زراعت کی اجازت دی گئی ہے ہمیں بھی انہی شرائط پر فدک

کی زمینوں پر زراعت کی اجازت دی جائے۔ حضورؐ نے اس تجویز کو منظور فرمالیا اور حضرت علیؑ کو اس بستی کے سردار یوشع بن نون کے پاس تفصیلات طے کرنے کے لئے مامور فرمایا۔ دونوں فریقوں کے درمیان یہ طے پایا کہ فدک کے باشندے زمینوں کی ملکیت سے دستبردار ہوکر بطور کاشتکار کام کریں گے اور نصف پیداوار خود لے کر باقی آدھی پیداوار آنحضرت کو دیں گے۔ اس مصالحت کے نتیجے میں آراضی فدک رسول خداؐ کی ملکیت قرار پائیں۔ حکم قرآن کے مطابق کیونکہ اسلامی نقطۂ نظر سے جو علاقے مسلمانوں کی لشکرکشی کے نتیجے میں فتح ہوئے تھے ان میں مسلمانوں کے حقوق ہوتے تھے اور جو بغیر لڑے بھڑے مفتوح ہوتے تھے وہ رسول اللہؐ کی ملکیت قرار پاتے تھے۔ لہذا آراضی خطۂ فدک بھی حضورؐ کی ملکیت خالص ہوئی۔

اصطلاح شرع میں ایسے اموال کو "فے" اور "انفال" کہا جاتا ہے۔ پس یہ علاقہ خالص حضورؐ کی ملکیت تھا اور مسلمانوں کا اس پر کوئی حق نہ تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمر کے اقرار کو نقل کیا گیا ہے کہ آپ فدک کو خالص حضورؐ کی ملکیت تسلیم کرتے تھے۔ اسی طرح علامہ طبری، بلاذری، یاقوت حموی اور دیگر تمام علمائے فدک کو رسول اللہؐ کی ملکیت خاصہ تسلیم کیا ہے۔ رسول مقبولؐ کی یہ جائداد مسئلہ فدک میں باعث نزاع بنتی ہے۔

سوال:۔ مناقب فاخرہ (شیعی کتاب) کے ص ۱۷۸ سے پتہ چلتا ہے "فانها قرية كبيرة ذات نخل كثير" یعنی یہ بڑی بستی ہے جس میں بہت سے کھجور ہیں۔ بعینہ یہی روایت ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ص ۳۴۸ میں بھی موجود ہے کیا یہ تعریف حقیقت پرمبنی ہے یا نہیں۔

جواب:۔ اپنے مطالب کے اعتبار سے یہ تعریف غلط نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر یہ حقیقت پرمبنی ہے تو انوار نعمانیہ شلیعی کتاب ص ۱۴۴ میں مسطور ہے فدک کے حدود اربعہ یہ ہیں:۔ حد اول عریش مصر، حد دوم دومتہ الجندل، حد سوم تیما، حد چہارم جبل اُحد فرمایئے کیا خیال ہے؟

جواب:۔ یہ حدود اربعہ مجازاً بیان ہوا ہے۔ جس طرح کہ ہم کہتے ہیں کہ حضورؐ دونوں جہان کے بادشاہ ہیں جبکہ تاریخی حقائق کے مطابق ساری دنیا پر آپ کی حکمرانی ثابت نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح آپ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے ساری دنیا میں اسلام پھیلایا جبکہ فی الحقیقت پورے ایشیا میں بھی یہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

ایسا حدود اربعہ بیان ہونے کا مقصد اصل یہ تھا کہ "فدک" ہی غصب نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہم سے حکومت کرنے کا حق بھی چھین لیا گیا ہے اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی سلطنت کو استحکام خیبر و فدک کی آمدن ہی سے ہوا ہے ورنہ اس سے قبل مسلمان کو پیٹ بھر کر کھانے کو بھی نصیب نہ تھا۔ صحیح بخاری میں عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ "فتح خیبر کے بعد ہمیں شکم سیر ہو کر کھانے کو ملا" (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۴۰) ابن چونکہ اسلامی ریاست کا استحکام ان ہی آرضیات کی آمدن سے ہوا ہے لہذا اس کے معنی میں ایسا حدود اربعہ بیان کیا گیا ہے۔ ورنہ مسئلہ فدک کے تنازعہ میں ان حدود کو بالواسطہ کوئی دخل نہیں ہے۔

سوال:۔ اسی مناقب ناضرہ (فاخرہ) میں یہ روایت بھی ہے کہ ہارون الرشید

نے امام موسیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ فدک لے لیں۔ میں آپ کو واپس دیتا ہوں تو حضرت نے انکار کردیا۔ یہاں تک کہ ہارون الرشید نے اصرار کیا تو امام نے فرمایا کہ خواہ مخواہ مجھ کو فدک دیتے ہو۔ (اگر دیتے ہو) تو پورے حدود دو۔ تو ہارون رشید نے کہا اس کے حدود کون سے ہیں۔ حضرت نے فرمایا حدود اول ملک مصر تو ہارون کا رنگ فق ہو گیا حد دوم سمرقند ہے تو ہارون کا رنگ زرد ہو گیا۔ حد سوم افریکہ ہے تو ہارون کا منہ سیاہ ہو گیا حد چہارم سیف البحر جو آرمینہ سے ملتا ہے فرمایئے ان دو تین حدود اربعہ میں سے کون سی حدود صحیح ہیں۔ براہ کرم دلائل سے غلط کو غلط اور صحیح کو صحیح کر کے دکھائیں کیا اس قسم کے دلائل کے بل بوتے پر اہل سنت کے مقابلے پر شور برپا ہے۔

جواب:۔ اس اعتراض کا جواب گزشتہ سوال کے جواب میں دے دیا گیا ہے کہ دراصل امام کی مراد یہ تھی کہ اگر تم خلوص نیت سے حقوق اہل بیتؑ واپس کرنے کے متمنی ہو تو پھر حکومت ارضی ہمارا حق ہے۔ اپنے زیر امامت تمام سلطنت لوٹا دو۔ ورنہ محض فدک کو اب واپس لوٹا کر کیا فائدہ ہوگا اور معترض کی جہالت پر رونا آتا ہے کہ ایک واضح حقیقت کو اس طرح پوچ اعتراضات سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فدک کے حدود سے حضرت ابوبکر بخوبی واقف تھے اور اس بحث میں صرف وہی ارضیات مراد لی گئی ہیں جن کا دعویٰ سیدہؑ نے فرمایا۔ جسے ابوبکر واپس دینے پر آمادہ بھی ہو گئے جسے عمر عبدالعزیز نے واپس کیا اور ہارون نے خواہش کی۔

:۔ فدک بطور صلح کے حضور کی خدمت میں پیش کیا گیا یا بطور مال غنیمت کے آیا تھا۔

اگر بطور مال غنیمت کے آیا ہے تو یہ خلاف واقع ہے اور اگر بطور صلح کے یہودیوں نے اپنی جان و مال بچانے کی غرض سے پیش کیا تو اسے مال فے کہا جائے گا فرمایئے یہ مال اسلام کے ملک میں تھا یا حضور کے ذاتی ملک میں؟

جواب:۔ فدک حضور کی خدمت میں بطور صلح پیش کیا گیا اور اسے فے یا انفال کہا جائیگا اس لئے قرآن کے مطابق حضور کی ذاتی ملکیت قرار پائے گا۔

جیسا کہ ارشاد ہے:۔

۶۔ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

یعنی جو کچھ خدا نے اپنے پیغمبر کو ان لوگوں سے دلوایا تم نے اس پر اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑائے تھے لیکن خدا اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے تسلط عطا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(سورۃ الحشر)

سوال:۔ اگر حضور علیہ السلام کے ذاتی ملک میں نہ تھا تو پھر یتیموں مسکینوں اور فقراء کو اس کے محصول سے دینے کے متعلق رب العالمین کا حکم کیسا جبکہ کوئی چیز کوئی کسی ملک میں ہو وہ خود متصرف ہوتا ہے اس کی مرضی آئے گی تو کسی کو دے گا ورنہ نہیں دے گا۔

جواب:۔ اللہ نے آپ سے عقل چھین لی ہے اگر آپ کی مزعومہ بات مان لی جائے تو فرمایئے زکوۃ خمس و عشر کے احکامات کیوں دیئے گئے جبکہ یہ سب ذاتی مال سے واجب الادا ہوتا ہے اور صاحب مال متصرف ہوا کرتا ہے۔

سوال:۔ اس کے باوجود کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ فدک کی زمین اور اس کا باغ حضرت نے اپنی زندگی میں تقسیم کر دیا ہو اگر ثابت ہے تو ثبوت درکار ہے اور اگر ثابت نہیں ہے تو پھر معلوم ہوا کہ یہ استحقاق زمین اور باغ کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کی آمد کے متعلق ہے فرمائیے کیا خیال ہے؟

جواب:۔ فدک رسولؐ اللہ کی ملکیت خاصہ تھا اور جب آیۂ وات ذالقربی حقہ نازل ہوا تو حضورؐ نے ایک دستاویز کے ذریعہ اسے اپنی صاحبزادی فاطمہ زہرا کے نام منتقل کر دیا جو آنحضرتؐ کی زندگی تک انہی کے قبضہ وتصرف میں رہا۔ چنانچہ صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ "جبریل نازل شد کہ خدای فرماید کہ حق خویشاں بدہ۔ رسول فرمودہ خویشاں کہانند۔ گفت فاطمہؑ۔ پیغمبرؐ فاطمہ را خواند وحجتے نوشت وآں وثیقہ بود کہ بعد از وفات رسولؐ اللہ پیش ابو بکر اور دو گفت ایں کتاب رسول خدا است کہ برائے من وحسنؑ وحسینؑ نوشتہ است "ایسا ہی مضمون ملا معین کی کتاب معارج النبوۃ میں تحریر ہے پس ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ نے فدک اپنی صاحبزادی کو اپنی حیات ہی میں عطا فرما دیا تھا۔

سوال:۔ جن روایات کو صاحب فلک النجاۃ نے پیش کیا ہے ان کو تملیک متفرقانہ پر محمول کیوں نہ کیا جائے۔

جواب:۔ جب کہ وثیقہ بابت ہبہ فدک بنام سیدہ فاطمہؑ موجود ہے تو پھر تملیک متفرقانہ پر محمول کیوں کیا جائے۔ اہم امر چھوڑ کر متفرقات کی بحث کو کیسے ترجیح دی جا سکتی ہے۔

سوال:۔ جب قرآنی آیات سے حضور علیہ السلام کا ملک بر فدک ثابت نہ ہوا تو کیا حضور علیہ السلام کو یہ حق حاصل ہے کہ جس چیز میں یتیم اور مسکین اور بیوہ عورتیں شریک ہوں وہ حضور علیہ السلام اپنی صاحبزادی کے ملک میں دے دیں۔

جواب:۔ لدھیانوی صاحب انصاف سے کام لیجئے۔ "وما افاء اللہ علیٰ رسولہ منھم" والی آیت کیا متن قرآن میں شامل سمجھتے ہیں یا نہیں۔ اگر سمجھتے ہیں تو ملکیت رسولؐ ثابت ہے اور اگر نہیں سمجھتے تو پھر آپ مسلمان نہیں ہیں۔ فدک کی ملکیت تو خود حضرات شیخین نے تسلیم کی ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر نے کہا "فکانت خالصۃ لرسول اللہ (صحیح بخاری باب الخمس، باب المغازی، باب المیراث) یعنی فدک صرف رسول خداؐ کے لئے تھا۔ اسی طرح صحیح بخاری سے آپ کا قبضہ وتصرف ثابت ہے ملاحظہ فرمائیں (صحیح بخاری باب الخمس وباب المغازی) اب جب قرآن وحدیث سے ملکیت وقبضہ ثابت ہے تو پھر آپ کو کس بل بوتے پر انکار ہو سکتا ہے۔

سوال:۔ اگر فللہ وللرسول میں لام تملیک کا ہے تو للفقراء المہاجرین میں لام تملیک کا کیوں نہیں بناتے۔ جواب دیجئے۔

جواب:۔ جو حصہ ملکیت خدا اور رسولؐ سے فقراء المہاجرین کو ملے گا اس حصہ میں اُن کی ملکیت ہوگی۔ جس طرح کہ صاحب نصاب کی ملکیت سے اداشدہ زکوٰۃ کی رقوم حاجت مند کی ملکیت قرار پاجاتی ہے اور ملک کے پاس اس کی ملکیت میں سے یہ حصہ حاجت مندوں کی امانت کے طور پر ہوتا ہے۔

سوال:۔ بروئے آیت قرآن جب ذاتی طور پر فے ہونے کی وجہ سے فدک

نہ حضور علیہ السلام کا ملک ٹھہرا اور نہ حضور علیہ السلام کسی کی تملیک کر سکتے تھے اور نہ کیا فرمایئے سیدہ خاتون نے کس نظریے کے پیش نظر صدیق اکبر سے مال طلب کیا۔

جواب:۔ بروئے آیت قرآن "فے" پر حضورؐ کا مالکانہ حق ثابت ہے اس لئے فدک آپ کا ملک قرار پایا۔ اور ت با قاعدہ تحریری وثیقہ کے تحت آنحضرتؐ نے ملکیت سیدہؑ کے نام منتقل فرمائی اور یہی تحریر نامہ سیدہ طاہرہؑ نے حضرت ابوبکر کو دیکھایا جسے حضرت صاحب نے مسترد کر دیا۔

سوال:۔ اگر بطور ورثہ طلب کیا تو لازم آئے گا کہ ان کے نظریہ میں حضورؐ ذاتی طور پر اس کے مالک تھے حالانکہ یہ قرآن کے سراسر منافی ہے تو کیا سیدہ کو اس کا علم تھا کہ یہ مال نہ میرے باپ کے ملک میں ہے اور نہ میں سوال کر سکتی ہوں یا نہ اگر علم تھا تو سوال کی کیا حقیقت رہے گی اور اگر علم نہیں تھا تو یہ بعید از قیاس ہے جواب دیجئے۔

جواب:۔ کاش آپ قرآن کی وہ آیت بھی بتا دیتے جو یہ ثابت کر سکے کہ حضورؐ ذاتی طور پر مالک نہ تھے۔ حالانکہ قرآن سے پوری طرح حضرتؐ کی ملکیت ثابت ہے اسی لئے تو سیدہؑ نے ابوبکر صاحب کو قرآن کی اس آیت کی تلاوت سے لاجواب کر دیا تھا کہ توریث دیکھو یوصیکم فی اولادکم الخ۔ کیا رسولؐ دوسروں کو تعلیم قرآن دیتے تھے اور خود اس پر عامل نہ تھے۔

سوال:۔ سیدہ کے سوال کو محمول علی التعرف کیوں نہ کیا جائے۔

جواب:۔ جب وثیقہ ہبہ موجود ہے اور میراث کی بنا پر بھی فدک کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے تو پھر اسے محمول علی التصرف کر کے ایک معصومہؑ کے حق کو چھپا کر چشم پوشی کیوں کی جائے۔ مجھ گنہگار سے تو یہ نہیں ہو سکتا اور اگر فرض بھی کر لیا جائے تو حضرت ابوبکر پر ایک اور مستحکم الزام عائد ہو جاتا ہے کہ جب حاکم و ولی امر کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اموال و املاک میں سے جسے چاہے اور جو چاہے اپنی مرضی سے دے سکتا ہے جیسا کہ استاد محمود ابوریہ مصری لکھتے ہیں کہ خلیفہ کے لئے جائز ہے کہ وہ جسے چاہے اور جو چاہے دے دے (رسالۃ الاسلام شمارہ ۵۱۸) تو حضرت ابوبکر کو اس میں کیا مضائقہ تھا کہ قرابت رسولؐ کا احساس کرتے ہوئے فدک جناب سیدہؑ کو لوٹا دیتے۔

سوال:۔ اگر محمول علی التصرف کیا جائے تو تصرف کا حق وقت کے منتخب شدہ خلیفے کو ہوتا ہے یا رعایا میں سے کسی ذی اقتدار کو دلائل سے جواب دیجئے۔

جواب:۔ آپ کے مذہب کے مطابق یہ حق منتخب خلیفہ کو ہوتا ہے جبکہ ہمارے نزدیک امام معصوم و منصوص کو۔

سوال:۔ ابوبکر صدیقؓ نے سیدہ کے ارشاد کے جواب میں جو کچھ فرمایا وہ آپ کے نزدیک صداقت پر مبنی ہے یا نہیں۔

جواب:۔ ہرگز نہیں۔

سوال:۔ اگر صداقت پر مبنی ہے تو فہو المقصود (دیدہ باید)۔

جواب:۔ سفید جھوٹ ہے۔ ہرگز صداقت پر مبنی نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر صداقت پر مبنی نہیں ہے تو فرمایئے کیوں؟ کیا سیدنا ابو بکر صدیق نے جو حدیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیش فرمائی اس کا آپ لوگوں کو انکار ہے یا اقرار؟

جواب:۔ حضرت ابو بکر کا قول اس لئے صداقت پر مبنی نہیں ہے کہ اس کی صداقت پر صدیقہ طاہرہ سیدۃ النساء فاطمہ زہرا اسلام اللہ علیہ نے اعتبار نہ کیا بلکہ اس سفید جھوٹ پر اس قدر ناراض ہو گئیں کہ مرتے دم تک قطع تعلق کیے رہیں۔ امام بخاری لکھتے ہیں "فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ نے وفات پیغمبرؐ کے بعد ابو بکر صدیق سے مطالبہ کیا کہ اللہ نے جو مال رسولؐ اللہ کو کفار سے لڑے بغیر دلوایا تھا اور آپؐ اسے بطور ترکہ چھوڑ گئے ہیں اس کی میراث مجھے پہنچتی ہے مجھے دلوایا جائے۔ ابو بکر نے کہا رسول اللہ فرما گئے ہیں کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے اس پر فاطمہؑ بنت رسولؐ غضبناک ہوئیں اور ابو بکر سے تمام راہ و رسم قطع کر لئے اور مرتے دم تک بات نہ کی۔ (صحیح بخاری جلد ۲ ص ۱۳۲)۔ اب چونکہ صدیقہؑ کبریٰ نے اس موضوع حدیث کو تسلیم نہ فرمایا لہذا ہم بھی اس سے انکار کرتے ہیں۔

سوال:۔ اگر اقرار ہے تو فہو المقصود اور اگر انکار ہے تو آخر کیا وجہ ہے کہ اگر اسی حدیث کو ابو بکر صدیق اہل سنت کی کتابوں میں روایت فرمائیں تو لائق انکار اور اگر آئمہ اظہار اہل تشیع کی کتابوں میں نقل فرمائیں تو نا قابل تسلیم۔ آخر کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

جواب:۔ ہمیں اس حدیث سے اس لئے انکار ہے کہ یہ قرآن مجید کے خلاف ہے اور فریقین

اس امر پر عملاً متفق ہیں کہ ایسی روایات ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی ہیں جو کلام الٰہی سے تصادم رکھیں۔ جب قرآن شریف میں آیہ وانی بداتہ یوصیکہ اللہ فی اولادکم الخ موجود ہے پھر ایک مصنوعی حدیث اس کے مقابلہ میں کسی طرح بھی پیش نہیں ہوسکتی ہے۔ کتابیں خواہ اہل سنت کی ہوں یا شیعہ کی۔ راوی چاہے حضرت ابوبکر ہوں یا کسی معصوم ہستی سے منسوب ہو۔ ہر حالت میں کتاب خدا کو درجہ تحکیم حاصل ہے۔ یہی تصادم قرآن ہی اس روایت کی پردہ داری ہے۔ جس کو آپ نے قبول کرلیا ہے اور ہم نے اس سے انکار کرکے قرآن مجید کو حکم تسلیم کیا ہے۔

سوال:۔ اگر ابوبکر صدیق کی روایت عدم توریث انبیاء نا قابل قبول ہے تو براہ کرم ذیل کی روایت کا جواب دیجئے جبکہ تمہاری کتاب میں منقول ہے۔ چنانچہ من لا یحضرہ ج ۲ باب وصایا علی لمحمد ص ۳۴۶ مطبوعہ مطبعہ جعفریہ الواقع بناس جدید لکھنو میں ہے:۔

ان الانبیاء لم یورثوا درہما ولا دینارا ولکنهم ورثو العلم فمن اخذمنه اخذبحظ وافر

بلاشبہ انبیاء نہیں وارث بناتے درہم اور دینار کا لیکن وہ وارث بناتے ہیں علم کا پس جس نے اس علم سے لے لیا تو لے لیا حصہ کثیرہ۔

جواب:۔ اس کا جواب آگے ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:۔ نیز اصول کافی ص ۱۶ مؤلفہ محمد بن یعقوب کلینی ومصدقہ امام مہدی

متوطن ورغار سر من رائے شریف ومنتظر الموعود فی زعمکم مطبوعہ ایران مکتوبہ کاتب ابن محمد شفیع التبریزی فی سنہ ۱۲۸۱ھ میں ہے۔

ان العلماء ورثة الانبياء وذاک ان الانبياء لم يورثوا درهما ولا دينارا ازما اورثوا احاديث من احاديثهم.

بلاشبہ علماء نبیوں کے وارث ہیں اور یہ بلاشبہ انبیاء نہ تو وارث بناتے ہیں اور نہ دینار کا جز نبیت وارث بناتے ہیں علم احادیث کا۔

فرمایئے اپنی روایت سے اعراض کیوں جبکہ اس کی تصدیق بھی بزعمکم حضرت مہدی نے فرمادی۔

جواب:۔ اصول کافی کا امام مہدی علیہ السلام سے مصدقہ ہونا امر مسلمہ نہیں ہے بلکہ یہ بات عندالتحقیق ہے۔ خود کلینی نے اس مجموعہ کے بارے میں تسلیم کیا ہے کہ اس میں ہر طرح کی احادیث ہیں۔ لہذا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ اس کتاب کی صحت کی توثیق و تصدیق امام زمانہ نے فرمائی ہے۔ باقی امام مہدیؑ کے منتظر ہم شیعہ ہی نہیں بلکہ غیر شیعہ بھی (چند نواصب کے علاوہ) اس پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ لہذا فی زعمکم سے ایسا تاثر پیدا ہوتا ہے کہ لدھیانوی صاحب امام زمانہ کے ظہور کے منکر ہیں مگر یہ مقام اس بحث کے لئے مخصوص نہیں ہوسکتا۔ بہر حال روایت کا جواب اگلے اعتراض کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ یہ تو امام ابوعبداللہ کا قول ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد نہیں ہے تو ہم کہیں گے کہ چلو آپ کو حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی تمہاری اس مولفہ

مصحح مصدقہ کتاب سے دکھا دیتے ہیں بشرطیکہ جواب باصواب سے مشرف فرمایا جائے۔
چنانچہ اسی اصول کافی ص ۱۷ میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔
ان العلماء ورثۃ الانبیاء ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن ورثوا العلم فمن اخذ منہ اخذ بحظ وافر۔
بلاشبہ علماء انبیاء کے وارث ہیں بلاشبہ انبیاء نہ تو دینار کا وارث بناتے ہیں اور نہ درہم کا لیکن وارث بناتے ہیں علم کا پس جس نے علم لے لیا اس نے حصہ وافر لے لیا۔
دیکھیئے کیا ارشاد ہوتا؟

جواب:۔ ہمارے اعتقاد میں اس قسم کے مکر کی گنجائش ہی موجود نہیں ہے کہ دو معصوم ہستیوں میں ایک کی بات کو مان لیں اور دوسرے کو قبول نہ کریں جبکہ ہم سب معصومین کی یکساں صداقت کے معتقد ہیں۔اب آپ اس پہاڑ کے چوہے سے متعارف کیجئے جسے آپ نے بڑی محنت سے تین پر اعتماد کر کے تین دفعہ کھودا۔تینوں روایات جو آپ نے نقل فرمائی ہیں ہماری کتابوں میں اس حدیث کا صرف ایک ہی راوی ہے اس حدیث کو ہر جگہ ابوالبختری سے روایت کیا گیا ہے۔ہمارے ہاں ابوالبختری مانا ہوا کذاب ووضاع ہے جیسا کہ رجال کشی مطبوعہ بمبئی ص ۱۹۹ میں ہے "کان ابوالبختری من اکذب البریتہ عن ابی الحسن الرضاء کذالک"۔

اسی طرح آپ کے مشہور علامہ ابن حجر مکی کی تحریر سے یہ تصدیق ہو جاتی ہے کہ ابوالبختری مذکور سنی المذہب تھا۔اس نے خود کو جھوٹا بناوٹی شیعہ بنا رکھا تھا۔سعید بن فیروز "ابوالبختری ثقفہ ثبت فیہ تشیع قلیل کثیر الارسال من الثالثہ" (تقریب التھذیب ص ۱۴۸ مطبوعہ دہلی) پس ثابت ہوا کہ راوی حدیث زیر بحث ابوالبختری اہل سنت کے نزدیک ثقہ و معتمد ہے۔تھوڑا تشیع ظاہر کرتا تھا مگر بہت مرسل

احادیث بیان کرتا ہے۔ جبکہ شیعہ مذہب کے مطابق یہ شخص سب سے زیادہ جھوٹا ہے لہذا اس کی روایت قبول نہیں کی جاسکتی ہے۔

سوال:۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس قدر روایات کے باوجود سیدنا ابی بکرؓ کی تردید کی جارہی ہے۔ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ سیدہ کی ناراضگی ناقابل تسلیم ہے۔

جواب:۔ حضرت ابوبکر کی تردید اس لئے کی جارہی ہے کہ یہ حدیث "نحن معاشر الانبیاء لانورث" نہ کسی اور صحابی سے مروی ہے اور نہ کسی نے سنی تھی۔ حضورؐ نے کسی عرب، کسی صحبت نشین کسی بزرگ اہل بیتؑ سے نہیں فرمایا تھا کہ میرے بعد یہ میرے وارث یہ نہیں ہیں بلکہ تمام عوام الناس وارث ہیں ان میں ہمارا مال لٹا دینا امت کا پیٹ بھرتے رہنا اور میرے رشتہ داروں و اولاد کو بھوکا مار دینا۔

اگر حضرت ابوبکر کی تردید نہ کی جائے تو پھر نبوت کی تکذیب کرنا پڑتی ہے کیونکہ اس حدیث کو صحیح تسلیم کرنے پر لازم آتا ہے کہ حضورؐ نے رسالت کو پورے طور پر ادا نہ فرمایا (نعوذ باللہ) تو تکمیل دین کا دعویٰ ادھورا رہ جاتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت تمام مخلوقات کے لئے مبعوث ہوئے اور وانذر عشیرتک کے فرمان کے مطابق خصوصاً اپنے اقربین کو تمام احکام و فرامین سے آگاہ کرنا ضروری تھا۔ اگر سرکار دو عالمؐ نے یہ حکم اپنے وارثوں و اہل بیت کو نہ سنایا تو مخالف قرآن قرار پائے (نعوذ باللہ) اور مخالفت قرآن کی صورت میں نبوت کا صفایا ہو جاتا ہے پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلام ابوبکر ٹھیک نہیں اور اللہ کا شکر ہے قرآن میں موجود وصیت کا حکم ان کی خاص کمزوری بن جاتا ہے اسی لئے علمائے اہل سنت نے حضرت ابوبکر کی اس غلطی کا اعتراف کیا ہے۔ جیسا کہ صاحب دراسات البیب نے ص ۱۴۳ پر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر نے سیدہ فاطمہ کو فدک واپس نہ کرنے میں خطا کی ہے اور عبید اللہ بسمل نے ارجح المطالب میں اقرار کرلیا ہے کہ حضرت ابوبکر مجتہد ضرور تھے مگر معصوم نہ تھے اور بوجہ المجتہد قد یخطی و

فدیعیب اُن سے فدک کے معاملہ میں خطائی الاجتہاد ہو گیا۔ پھر کتب سُنیہ سے یہ بھی پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ خود حضرت ابوبکر نے اپنی غلطی تسلیم کر لی اور فدک بی بی پاک کو دینے پر آمادہ ہو گئے۔ ملاحظہ کیجئے تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی اور سیرت الحلبیہ جلد۲ ص۲۹۱ وغیرہ۔ پس جب خود ابوبکر نے اپنی تردید کی تو پھر لدھیانوی صاحب کے ہٹ دھرمی بے سود ہو گی۔ مدعی سست گواہ چست۔

صحیح کا درجہ اہل سنت کے نزدیک بعد از کلام باری کا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ سیدہؑ حضرت ابوبکر سے ناراض ہوئیں لہذا جب تک بخاری شریف کا وجود دنیا میں رہے گا۔ حضرت ابوبکر کے نامہ اعمال سے یہ الزام ہرگز محو نہ ہو سکے گا لاکھ حاشیے چڑھائیں پھر بھی انتہائی واضح وصاف نظر آئے گا۔

سوال:۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ابوبکر صدیق پر ناراض ہو گئیں تو اس قسم کا لفظ نہ تو کتب اہل سنت میں ہے اور نہ عقل باور کرتی ہے کیونکہ صدیق اکبر نے عرض کر دیا تھا میرا مال سارے کا سارا حاضر ہے لیکن متروکہ رسول مقبول میں وارثت نہیں چل سکتی دیکھئے ابن میثم بحرانی اور ابن ابی الحدید اور الدرۃ النخفیہ ص۳۳۲ مطبوعہ ایران مصنفہ عبدالصمد ابن احمد تبریزی۔ پس ناراضگی کے وجوہ کیا ہیں؟

جواب:۔ جب تک سُنی کتابیں دریا بُرد نہیں کی جاتیں اور ان کا نام ونشان نہیں مٹایا جاتا اس وقت تک سیدہ طاہرہؑ کی حضرت ابوبکر سے ناراضگی پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ چونکہ یہ واقعہ بصراحت موجود ہے اور اس کو تواتر کا درجہ حاصل ہے رہا عقل کا باور نہ کرنا تو معترض کی عقل پر تعصب واندھی عقیدت وطرفداری کے پردے پڑ چکے ہیں۔ جنہیں خدا ہی اتار سکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر بے عقلی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ صحیح

بخاری جیسی معتبر کتاب میں اس فقرہ کی موجودگی کے باوجود لدھیاوی صاحب یہ جھوٹا و بے بنیاد دعویٰ کررہے ہیں کہ اس قسم کا لفظ نہ تو کتب اہل سندت میں ہے کیا بخاری سے بڑی بھی کوئی ایسی کتاب اہل سنت کی ہے جس کو بعد از کلام باری کا مرتبہ حاصل ہے۔اسی بخاری میں یہ فقرہ آج تک محفوظ ہے جو سنیوں کو بخار چڑھاتا ہے: "تغضبت فاطمۃ بنت رسول اللہ فھجرت ابا بکر فلم نزل بھا جرلہ حتیٰ توفیت" پس اس پر (حدیث موضوعہ سننے پر) فاطمہ بنت رسول اللہ غضبناک ہوئیں اور ابوبکر سے تمام راہ و رسم قطع کر لئے اور تادم وفات قطع تعلق کئے رہیں" (صحیح بخاری جلد۲ص ۱۳۲)

اب بتایئے کیا غضبناک ہونا راضی ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔باقی جو شلغم سے مٹی جھاڑنے کے لئے اپنی جائیداد دینے کا ذکر کیا گیا تو وہ بھی ایک چال تھی جسے مناسب وقت پر ظاہر کر دیا جائے گا۔ بخاری کے مطابق اس غضبنا کی اور ناراضگی کی وجہ مطالبہ کے بعد نبی صادقؐ پر بہتان تھا کیونکہ وضعی حدیث کے فوراً بعد بخاری نے یہ ناراضگی رقم کی ہے۔

سوال:۔ اگر ناراضگی تسلیم کر لی جائے تو فرمایئے اس سے صدیق کی ذات پر کچھ اثر پڑے گا یا نہ اگر پڑے گا تو کیوں جبکہ انہوں نے ان کے والدمکرم کی بات ان کو سنائی جس کا ذکر اہل سنت اور اہل شیعہ دونوں معتبر کتابوں میں موجود ہے۔

جواب:۔سیدہ طاہرہؑ کی ناراضگی تسلیم کر لینے پر آپ کے صدیق پر اتنا زیادہ برا اثر پڑے گا کہ ان کے مذہبی تقدس کا بت ریزہ ریزہ ہو جائے گا کیونکہ صحاح میں متفق حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ان ان اللہ یرضی لرضاک ویغضب الغضبک (اصابہ جلد۴ص ۳۶۶) یعنی اے فاطمہؑ اللہ تمہارے

غضب سے غضبناک اور تمہاری خوشنودی سے خوشنود ہوتا ہے۔ پس ناراضگی سیدہ "مغضوب علیہم" میں شمار کرائے گی جن کی تعریف سورۃ الفاتحہ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ناراضگی سیدہ صدیقۃ الکبریٰ آپ کے صدیق کو کاذب ٹھہرادے گی۔ کیونکہ اگر سیدہؑ ان کو سچا سمجھتیں تو ہرگز ناراض نہ ہوتیں۔ لہٰذا سیدہؑ کا رنج حضرت صاحب کو نہ دین کا رہنے دیتا ہے اور نہ دنیا کا۔ اس سے زیادہ کسی کی ذات پر اور کون سی ضرب کاری اثر انداز ہوسکتی ہے نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ جو فرمان حضرت ابوبکر نے نبیؐ سے منسوب کیا تھا۔ صدیقہ طاہرہؑ نے اسے قبول نہیں کیا۔ اب وہ چاہے سنی کتابوں میں ہو یا شیعہ کتابوں میں اس کو صحیح ماننا صداقت سیدہؑ پر شبہ کرنا ہوگا جو کم سے کم ایک شیعہ مومن مسلمان کبھی گوارہ نہ کرے گا۔ لیکن غیروں کی یہ پرانی عادت ہے۔

سوال:۔ خدانخواستہ اگر ناراضگی متصور کرلی جائے تو کیا اس ناراضگی کا تعلق حضور کے ارشاد سے نہ ہوگا اور کیا سیدہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے والد کے قول کو در خود اعتنا نہ سمجھیں بلکہ الٹا ناراضگی کا اظہار کردیں۔

جواب:۔ خدانخواستہ کہہ کر بات کو ٹالنے کی کوشش نہ کیجئے کہ شیشے میں آیا ہوا بال نکلا نہیں کرتا۔ سیدہؑ کی ناراضگی کو جید علماء نے تسلیم کیا ہے اور ان میں بعض نے یہاں تک جسارت کرکے اپنی ناعاقبت اندیشی کا ثبوت دیا ہے کہ سیدہؑ کو ابوبکر کے مقابلہ میں قصوروار ٹھہرایا ہے مثلاً شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اسی موقف کا اظہار اپنی کتاب تحفہ اثنا عشریہ میں کیا ہے اور شبلی وغیرہ نے حضرت ابوبکرؓ کی وکالت کرتے ہوئے بی بی پاک کو خطاوار گردانا ہے۔ سیدہؑ طاہرہ کی غضبناکی کا تعلق حضورؐ کے ارشاد سے ہرگز

نہیں ہوسکتا بلکہ یہ ناراضگی حضورؐ پر افتراء باندھنے کے باعث بھی تھی کیونکہ آپؑ نے قرآنی دلائل سے بھرپور اپنے خطبہ لومہ میں اس وضعی ارشاد کی دھجیاں بکھیر دی تھیں اور اپنا مالک ووارث ہونا ثابت کر دکھایا تھا کیا یہ بات عقل مان سکتی ہے کہ حقدار کو محرومئی حق کی خبر نہ ہو اور غاصب کو اس پر اطلاع ہو جائے۔ بیوقوف وجاہل شخص بھی ایسی خرافات پر اعتبار نہیں کرسکتا کہ وارثوں کو خبر تک نہ دی جائے اور اس غیر کو بتا دیا جائے کہ میرے وارث محروم رہیں گے اور یہ سارا مال تمہارے تصرف میں ہوگا۔

سوال:۔ فرمایئے ایسی ناراضگی سیدہ فاطمہ زہرا نے صرف صدیق اکبر پر ظاہر فرمائی یا کسی اور پر بھی۔

جواب:۔ آپ کے صدیق اکبر کے علاوہ سیدہؑ مظلومہ ان کے حواریوں پر بھی ناراض ہوئیں اور خصوصاً ان کے دست راست اور ولی عہد پر جب وہ صاحب بحکم سرکار آگ کا بندوبست کئے خانہ اطہر پر حاضر ہوئے۔

سوال:۔ اگر ثابت کر دیا جائے کہ سیدہ پاک صدیق اکبر پر تو اس لئے ناراض ہوئیں (بقول شما) کہ انہوں نے فدک نہ دیا اور حضرت علی المرتضیٰ پر اس لئے ناراض ہوئیں کہ انہوں نے ان کی نہ ہمنوائی اور عملی تائید فرمائی اور نہ لے کر دیا۔ فرمایئے کیا جواب ہے۔

جواب:۔ ہمارے ہاں بی بی پاک کا اپنے شوہر نامدار پر ناراض ہونا ہرگز ثابت نہیں ہے۔ یہ افتراء ہے۔ سیدہؑ معصومہ تھیں اور اپنے خاوند کی اطاعت گذار فرمانبردار تھیں۔

سوال:۔ اگر غضب سیدہ بر سیدنا علی کے متعلق آپ کو انکار ہے تو لیجئے ہم عبارت آپ کی معتبر کتاب سے نقل کئے دیتے ہیں "اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین" (احتجاج طبرسی ص ۶۵) بوجہ مقتضائے ایمان اور بوجہ شرم وحیا ترجمہ کرنے کو جی نہیں چاہتا کسی اہل علم سے بوقت ضرورت پوچھ لیا جائے۔

جواب:۔ یہ اعتراض بھی آپ جلاء الافہام میں دو دفعہ دریافت فرما چکے ہیں ایک مرتبہ عربی عبارت سے اور دوسری مرتبہ فارسی میں۔ اب ہم تیسری دفعہ جواب دیتے ہیں کہ یہ جملہ کلام سیدہؑ نہیں ہے۔ علامہ طبرسی نے اسے اپنی عبارت میں تحریر نہیں کیا ہے بلکہ سُنی روایت پر احتجاج کرتے ہوئے ایسا جملہ نقل کیا ہے جبکہ یہ منقولہ کلام ہے اس کو اعتراض کی بنیاد نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ سیدہ طاہرہ معصومہ تھی۔ خون رسالت مآبؐ سے ایسے لچر کلام کی توقع ہرگز نہیں کی جا سکتی احتجاج طبرسی کو بار دیگر ملاحظہ کیجئے تا کہ غلط فہمی دور ہو جائے۔

سوال:۔ جلاء العیون ص ۱۳۱ مطبوعہ ایران مصنفہ ملا باقر مجلسی اصفہانی میں ہے کہ حضرت جعفر نے ایک لونڈی حضرت علی کے پاس بھیجی سیدہ فاطمہ کو شبہ ہوا کہ حضرت علی نے ہم بستری کی ہے۔ پوچھنے پر سیدنا علی نے قسم اٹھائی۔ بی بی صاحبہ ناراض ہو کر اجازت کی طلبگار ہوئیں حضرت نے ان کو اجازت دی فرمایئے کیا جواب ہے؟

جواب:۔ یہ روایت بھی ہماری نہیں ہے۔ علامہ مجلسی نے اس روایت کو اپنی روایت ہرگز تسلیم

نہیں کیا ہے۔ نیز یہ کہ اس روایت میں بی بی کا ناراض ہونا بھی مرقوم نہیں ہے۔ بہتر ہوتا کہ اگر آپ اقتباس نقل کر دیتے۔ تاہم ایسے لغو واقعات ہم لکھنا نہیں چاہتے قارئین جلاء العیون ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ یہ واقعہ صحیح نہیں ہے کہ سیدہؑ حضرت علیؑ پر ناراض ہوئیں۔

سوال:۔ اسی طرح جلاء العیون ص ۱۵۱ میں ہے کہ کسی شقی کے کہنے پر سیدہ خاتون نے اعتبار کر لیا کہ سیدنا علی نے نکاح کے لئے ابو جہل کی لڑکی (کی) خواستگاری فرمائی ہے۔ بسبب حزن و غم بغیر اجازت سیدہ پاک حضرت علی کے گھر سیدنا حسن اور حسین اور اُم کلثوم کو لے کر اپنے باپ حضرت رسول مقبول ﷺ کے گھر تشریف لے گئیں۔ فرمایئے کیا جواب ہے؟

جواب:۔ یہ بے ہودہ روایت بھی آپ ہی کی ہے۔ آپ کے ہاں صحیح بخاری میں اسے چار جگہ نقل کیا گیا ہے اور صحیح مسلم میں یہ روایت تین مقامات پر لکھی گئی ہے اسی طرح سنن ابن ماجہ میں بھی یہ روایت موجود ہے۔ جب ہم اس روایت کی رجال کشی کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت صرف ایک صحابی مسور بن مخرمہ سے مروی ہے حالانکہ مسور کا صحابی ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جس وقت وہ روایت کرتے ہیں ان کی عمر زیادہ سے زیادہ چار سال اور آٹھ سال تک ثابت ہو سکی ہے۔ لہذا یہ حدیث جسے ایک کمسن و نابالغ راوی نے بیان کیا ہے نا قابل قبول ہے۔ اس روایت کے کل راوی بارہ سے زیادہ نہیں جن میں بعض روایات میں امام زین العابدین کا نام بھی آتا ہے لیکن انہوں نے بھی اسے مسور سے ہی بیان کیا ہے۔ جس طرق سے یہ روایت بیان ہوئی ہے ان میں بہت تضاد بیانی ہے اور عقلاً اسے تسلیم کرنا جائز نہیں قرار پاتا۔ پھر سب سے بڑی خامی اس روایت کی یہ ہے کہ کسی بھی جگہ ابو جہل کی لڑکی کا

نام معلوم نہیں ہوسکا ہے۔ جلاء العیون میں یہ روایت بطور جرح نقل کی ہے اور علامہ مجلسی نے کسی بھی جگہ اس کے صحیح ہونے کی تائید نہیں کی۔ اگر صرف غلط واقعات کو نقل کر دینا دلیل سمجھ لیا جائے تو پھر کوئی بھی ایسا امر فریقین کے درمیان نہ ملے گا جس کو اس غلط طریقہ کار سے ثابت نہ کر دیا گیا ہو لہذا جب مجلسی اس کی صحت کا اقرار نہیں کرتے ہیں تو پھر استدلال کیسا؟

سوال:۔ ان حالات میں اگر صدیق اکبر خدا کے نزدیک معتوب ہیں تو کوئی اور دوسرا کیوں نہیں؟

جواب:۔ ہر وہ شخص خدا کے نزدیک معتوب ہے جس نے سیدہؑ پر ظلم کیا اور آپ کو رنجیدہ کیا۔ خواہ کوئی ہو۔

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ مذکورہ روایتوں سے تو درہم و دینار کی عدم توریث ثابت ہوتی ہے حالانکہ حضرت سیدہ تو زمین کی وارثت کی طلبگار تھیں تو سوال یہ ہے کہ احتجاج طبرسی ص ۶۴ کی اس عبارت کا کیا جواب ہے؟

انی سمعت رسول الله یقول نحن معاشر الانبیاء لانورث ذهبا ولافضته وه داراً ده عفارا و انما نورث الکتاب والحکمته دارلعلم

بلاشبہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا ہے فرمایا ہم انبیاء کا گروہ
نہ تو سونے کا وارث کسی (کو) بناتے ہیں اور نہ چاندی کا نہ مکان
کا اور نہ زمین کا بلاشبہ وارث بناتے ہیں کتاب حکمت اور علم کا۔
دیکھئے اس میں دار اور زمین کا ذکر موجود ہے جواب ملے تو پتہ چلے؟

جواب:۔ مکار شخص کو دوسرے بھی مکار ہی نظر آتے ہیں۔ جب ہم نے اس روایت کو قرآن مجید ہی کے خلاف ثابت کر دیا ہے تو پھر اس کی وقعت کیا رہ جاتی ہے خواہ ہزار کتاب میں کیوں نہ ہو۔ اس روایت کی بنیاد بھی ابوالختری پر ہے اور احتجاج میں اسے علامہ طبرسی نے بطور احتجاج پیش کیا ہے نہ کہ اس کی صحت تسلیم کی ہے۔ درہم و دینار یا زمین و دار کی توریث کے بحث کی کوئی ضرورت نہیں ہے جبکہ یہ حدیث زبان رسولؐ سے ثابت ہی نہیں ہے۔ اس حدیث کی تردید خود راوی حدیث حضرت ابوبکر نے وثیقہ تحریر کر کے اور پھر ان کے نامزد حاکم فاروق اہلسنت حضرت عمر بن خطاب نے اس حدیث پر عمل نہ کر کے اپنے پیشرو بادشاہ کے قول کی مخالفت کر دی کیونکہ اگر نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا ہے تو پھر جناب عمر نے اپنے عہد حکومت میں مدینہ کی مخصوص جائیداد حضرت علیؑ اور حضرت عباسؓ کے حوالہ کیوں کر دی۔ (صحیح بخاری پ ۱۳ ص ۶۱ مطبع احمدی لاہور)

سوال:۔ "وامیر المومنین یتوقع رجوعھا الیہ" یعنی حضرت علی امید رکھتے تھے کہ سیدہ فاطمہ زہرا وہاں سے فارغ ہو کر میرے پاس تشریف لائیں گی۔
کیا اس بالتصریح موجود نہیں کہ وہ ان کے ساتھ بھی نہ تھے اور حمایت میں بھی نہ تھے۔

جواب:۔ عبارت کا حوالہ نامعلوم ہے لہذا جب تک مکمل حوالہ مہیا نہ ہو اس کا جواب نہیں لکھا جا سکتا۔ تاہم اس سے ملتا جلتا مفہوم احتجاج میں بطور احتجاج لکھا گیا ہے اور سُنی خود ساختہ قصہ پر بحث کی گئی ہے۔ ہمارے ہاں حضرت علیؑ کی حمایت اور اعانت مکمل طور پر ثابت ہے۔

سوال:۔ سیدہ فاطمہ نے جب فدک طلب کیا تو خود تشریف لے گئیں یا اپنی طرف سے کسی آدمی کو ارسال فرمایا وضاحت مطلوب ہے۔

جواب:۔ بی بی پاک نے براہ راست دعویٰ فدک کر کے فریق مخالف کے اصل مدعا و مقصد کو بے نقاب کر دیا۔ حضرت فاطمہؑ نے بذات خود ایوان حکومت میں اپنا دعویٰ اصالتاً دائر فرما کر بحث کے سارے پہلوؤں کو غیر متعلق بنا دیا اور فریق مخالف کے لئے تمام ممکنہ دفاعی تدابیر کو تہس نہس فرما دیا۔ اپنے دعوے کی ثبوت میں کائنات کی سب سے سچی ہستیاں پیش کیں کہ جن کہ صداقت پر غیر مسلموں نے اعتبار کیا مگر سُنی صدیق اکبر نے ان برحق صدیقین کو جھٹلا کر دعویٰ خارج کر دیا اور یہی غلطی اہل حکومت کے لئے شکست فاش کا سبب بنی ہوئی ہے جس کا آج تک جواب ممکن نہ ہو سکا۔

سوال:۔ سوال فداک برضائے سیدنا علی ہو یا بغیر رضا کے ہر دو شقوں پر روشنی ڈالئے۔

جواب:۔ دعویٰ فدک حضرت علی علیہ السلام کی رضامندی سے دائر کیا گیا۔ تفصیل آگے ملاحظہ کریں۔

سوال:۔ اگر تشریف لے جانا تسلیم کرلیا جائے تو بروئے کتب اہل تشیع سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے اجازت ثابت فرمائیں اور مکمل حوالہ سے مستفیض فرمائیے۔

جواب:۔ حضرت علی علیہ السلام کا سیدہؑ کے دعویٰ ہبہ میں بطور گواہ پیش ہونا اور سیدہؑ کے حق میں بیان دینا ہر شیعہ کتاب سے ثابت ہے ملاحظہ کیجئے سیرۃ فاطمۃ الزہرا مولفہ مرزا محمد سلطان صاحب باب چہاردہم ص ۱۹۰ جناب فاطمہ نے اپنے دعویٰ ہبہ کے ثبوت میں حضرت علی، امام ایمن، حضرت ام کلثوم، جناب امام حسن اور جناب امام حسین علیہم السلام کو پیش کیا جنہوں نے بیان دیا کہ واقعی ہمارے روبرو جناب رسولؐ خدا نے اراضیات کو بحق فاطمہؑ ہبہ کر کے قبضہ ان کو دے دیا تھا۔ شیعوں کی ساری متعلقہ کتب میں جناب امیرؑ کا سیدہؑ کی جانب سے بطور گواہ پیش ہونا ثابت ہے لیکن ہماری تحریر رافضی تحریر سمجھ کر رد کر دی جائے گی لہذا بہتر ہے کہ یہ حقیقت کتب سنیہ سے بھی ثابت کر دی جائے چنانچہ حضرت علیؑ کا سیدہؑ کے ساتھ بطور گواہ جانا اور بیان دینا علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب صواعق محرقہ باب ا ص ۲۲ پر سید نور الدین سمہودی نے اپنی کتاب وفاء الوفا جز ثانی باب سادس فصل ثانی ص ۱۵۷ میں اور ابراہیم بن عبداللہ الوصابی نے شرح مواقف میں ایسا ہی لکھا ہے پس حضرت علیؑ کا بذات خود بطور گواہ تشریف لے جانا خود بخود ثابت کرتا ہے کہ آپ کی اجازت حاصل تھی۔ ورنہ وہ گواہ نہ بنتے۔ بحار الانوار ص ۱۰۴ پر حضرت علی کا اجازت دینا بھی مرقوم ہے۔

سوال:۔ ورنہ تسلیم کیجئے کہ سیدہ طاہرہ بغیر اجازت تشریف لے گئیں جو کہ ان کی شان کے خلاف ہے اور ایسی روایت جو شان کے خلاف ہو وہ یقیناً ناقابل قبول ہے۔

جواب:۔ کیونکہ بقول شما بھی ایسی روایت جو شان کے خلاف ہونا قابل قبول ہے لہذا ایسا مفروضہ

جو یہ ظاہر کرے سیدہؑ اپنے شوہر نامدار کی اجازت کے بغیر تشریف لائیں بھی غلط محض ہوگا جبکہ ہم ثابت کر چکے ہیں نہ صرف سیدہ کو حضرت امیرؑ کی اجازت حاصل تھی بلکہ آپ نے خود بنفس نفیس گواہی دی تھی۔

سوال:۔ حضور علیہ السلام سے سند ہبہ کا لکھا جانا اور سیدہ کے حوالے ہونا اور سیدہ کا دربار صدیقی میں پیش کرنا اور حضرت عمرؓ کا پھاڑ ڈالنا صحاح ستہ یا اہل سنت کی کسی مسلمہ کتاب سے ثابت کیجئے بشرطیکہ روایت مستند الی السند الصحیح ہو؟

جواب:۔ حضور اکرم ﷺ کا سند ہبہ تحریر فرمانا مندرجہ ذیل کتب اہل سنتہ میں تحریر ہے۔

(۱) معارج النبوۃ رکن چہارم جلد۲ ص۲۲۱، ص۱۳۱ مؤلفہ ملا معین۔

(۲) روضۃ الصفاء جلد۲، ص۱۳۵۔

(۳) تاریخ حبیب السیر جلد۱ جز سوم ص۸۵۔

(۴) تاریخ اسلام علامہ عباسی ص۱۴۲۔

(۵) الملل والنحل علامہ عبدالکریم شہرستانی وغیرہ مندرجہ بالا تمام کتب اہل سنت مستند اور مسلمہ ہیں۔ جس کتاب کی توثیق درکار ہوں طلب کی جاسکتی ہے۔

درج ذیل کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدہ نے یہ اقسام حضرت ابوبکر کو دکھایا مگر انہوں نے نہ مانا۔

(۱) شرح مواقف ص۷۳۵۔

(۲) فتوح البلدان ص۳۸۔

(۳) تاریخ یعقوبی جلد۳، ص۱۹۶۔

(۴) تفسیر درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی الجزالرابع ص۱۷۷۔

(۵) ینابیع المودة وغیرہ۔

مذکورہ بالا تمام کتابیں اہل سنت کے ہاں معتبر ہیں حسب ضرورت توثیق پیش کی جاسکتی ہے۔

حضرت عمر کا دستاویز کو چھین کر پھاڑنا مندرجہ ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) سیر حلبیہ جلد ۳ ص ۴۰۰ علی بن برہان الدین۔

(۲) تذکرہ خواص سبط ابن جوزی۔

یہ روایات ہماری نگاہ میں ٹھیک ہیں اگر مزید تفصیل درکار ہو تو ہماری لاجواب کتاب تشیید المطاعن جلد اول کا مطالعہ فرمائیں جو اس موضوع کے لئے مخصوص اور دندان شکن کتاب ہے۔

سوال:۔ سیدہ کو دھکے دے کر واپس لوٹانا اہل سنت کی کس معتبر کتاب میں مذکور ہے عبارت معہ سنہ صحیح ارشاد فرمایئے؟

جواب:۔ ہم نے حضرت ابوبکرؓ پر ایسا الزام عائد نہیں کیا ہے کہ انہوں نے سیدہؑ کو دھکے دے کر واپس لوٹایا۔ تاہم اگر کسی دھکہ شاہی کے تحت کسی شیعہ فرد نے ایسی تقریر کا تاثر دیا ہے تو اس کا معنی یہاں تک ہی ہوگا کہ سیدہ کو یوں لوٹایا گیا۔

سوال:۔ اعلام الوری باعلام الہدیٰ میں ہے:

اتت فاطمه فی مرضه الذی توفی فیه فقالت یا رسول الله هذا ان ابنان لی فورثهما فقال النبی صلی الله علیه وسلم

اما الحسن فلہ ھیبتی وشجاعتی واما الحسین فلہ جرئتی۔

سیدہ فاطمہ زہراؑ حضورﷺ کے پاس اس بیماری کے دوران میں تشریف لائیں جس سے آپ کی وفات ہوئی عرض کیا یہ دونوں صاحبزادے حضرت حسن اور حضرت حسین دربار نبوت میں لائی ہوں انکو ورثہ عنایت فرمایئے پس آپ نے فرمایا میرے حسن کے لئے میری بہادری ہے اور میرے حسین کے لئے میری جرأت ہے۔

اگر مالی طور پر ورثے کے اجراء کے قائل ہوتے تو فرما دیتے کہ وراثت میری وفات کے بعد ملے گی اس کے بعد حق وارثت کی تشریح فرما دیتے مگر ایسا نہ کیا۔ فرمایئے ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس روایت میں مالی ورثہ کا تذکرہ نہیں ہے بلکہ یہاں روحانی وراثت کی بات ہے اس بات سے آپ بھی متفق ہیں کہ اگر یہاں مالی ورثے کے اجراء کا سوال ہوتا تو حضورؐ کا جواب دوسرا ہوتا۔ لہذا اعتراض بمطابق دعویٰ نہ رہا۔ تاہم بالفرض محال اگر یہ مان لیا جائے کہ سیدہ نے بھولے سے یہ مالی ورثہ کی خواہش فرمائی تو اس موقعہ سے بہتر موقعہ اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا کہ آنحضرتؐ اپنی وارث بیٹی کو حدیث لانورث سنا کر مطمئن فرما دیتے تاکہ وہ بعد از رسولؐ دربار ابوبکر میں مایوس و آپس لوٹ آنے سے محفوظ رہتیں اس مفروضہ سے طلب میراث کرنا اور آنحضرت کا خاموش رہنا اور حدیث نحن معاشر الانبیاء کا بیان نہ کرنا از خود ثابت کرتا ہے کہ یہ قول رسول نہیں ہے روایت زیر بحث اگر معترض کو قبول ہے تو اسے تسلیم کرنا پڑے گا کہ نہ ہی سیدہؑ اس حدیث سے واقف تھیں اور نہ ہی رسولؐ نے اپنے حقیقی

وارثوں کو یہ حدیث سنائی تھی۔ اگر بھول چوک مان لی جائے تو بھی ایسے وقت مطالبہ پر تو یقیناً یہ محل پیدا ہوجاتا ہے۔ رسولؐ یاد دہانی کی خاطر اپنا قول دہرا دیتے تاکہ یہ غلط فہمی دور ہوجائے اور آئندہ کوئی وارث کسی خوش فہمی کی بنا پر خواہ مخواہ خجالت و پریشانی نہ اٹھائے۔ پس معلوم ہوا کہ سیدہؑ کا مطالبہ بالکل جائز تھا اور فریق مخالف کی حجت باطل تھی۔

سوال:۔ سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کا علم سیدنا علی کو تھا یا نہ۔ اگر نہیں تھا تو یہ عقیدہ شیعت کے سراسر خلاف ہے۔

جواب:۔ حضرت امیر المومنینؑ کو علم تھا۔

سوال:۔ اور اگر علم تھا کہ آپ نے چھ ماہ کے بعد بعد از وفات سیدہ جبری طور پر صدیق اکبر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کیوں کی؟

ثُم تناول یدابی بکروبایعه

(احتجاج طبرسی) اس کے بعد حضرت علی نے ابوبکر صدیق کا ہاتھ پکڑا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

جواب:۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت علیؑ نے سیدہؑ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر کی بیعت کی ہے تو یہ سیدہؑ کی حضرت ابوبکر سے ناراضگی کا ایک اور قوی سبب قرار پائے گا اور یہ بات مکمل طور پر ثابت رہے گی کہ سیدہؑ ابوبکر پر اپنی حیات طیبہ میں خوش نہ ہوئیں اور ناراض ہونے کی حالت ہی میں اس دنیا سے رخصت فرما گئیں تبھی تو جناب امیر علیہ السلام نے چھ ماہ کا عرصہ بغیر بیعت کے گذار

دیا۔ اگر سیدہؑ ابوبکر سے راضی ہوگئی ہوتیں تو پھر اس خاموشی کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ عمل خیر میں دیر کرنا بھی شر ہوتا ہے۔ حضرت علیؑ کو ہر حالت میں حضرت ابوبکر کی بیعت سیدہؑ کی زندگی میں کر لینا چاہیے تھی جبکہ بقول آپ کے سیدہؑ اور ابوبکر میں کوئی رنجش نہ تھی۔ اب میں یہ کہتا ہوں کہ عمل علیؑ و فاطمہؑ سے ثابت ہوتا ہے کہ خلافت ابوبکر کو تسلیم کرنا دین کے اعتبار سے ضروری نہیں ہے۔ جب سیدہؑ کی ناراضگی کے باعث حضرت علیؑ نے چھ ماہ تک بقول آپ کے توقف فرمایا اور بی بیؑ تو عداوت ابوبکر کی حالت میں ہی فوت ہوئیں تو پھر میں کہتا ہوں کہ میں سیدہ کی مودت کے حقوق کی خاطر حضرت ابوبکر پر خوش نہیں اور اگر یہ ضروری امر ہے کہ ابوبکر سے راضی رہا جائے تو اس سوال کا جواب روز حشر میں بارگاہ خدا میں یہی عرض کروں گا کہ تیرے رسولؐ کی بیٹی کی اتباع کی ہے اور تیرے نبیؐ کے داماد کی چھ ماہ (بقول شما) کی اس زندگی کی سیرت کو نمونہ بنایا ہے جس میں ان کو سیدہؑ کی رفاقت حاصل تھی۔

اگر علیؑ معاذ اللہ چھ ماہ ایک امر ناحق بجالا سکتے ہیں اور ان کی زوجہ ساری عمر وہی عقیدہ راسخ رکھ سکتی ہیں تو پھر بھی جنت کے مالک ہیں تو پھر میں بھی گنہگار نہیں۔ پس اس صورت میں خدا جانے اور میں جانوں۔ یقیناً وہ عادل ہے اور کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ احتجاج کی منقولہ عبارت کا جواب آپ کو "ذکاء الافہام" میں دیا جا چکا ہے اور اسی کا اعادہ یہ ہے کہ علامہ طبرسی نے احتجاج میں یہ عبارت برائے جرح نقل کی ہے اور علمائے اہل شیعہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ روایت غلط ہے۔ حضرت علیؑ نے کبھی بھی حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی ہے اگر شیعہ حضرات ابوبکر کے حق میں حضرت علیؑ کی بیعت مانتے تو پھر شیعہ سنی کا اختلاف ہی نہ رہتا۔

سوال:۔ اگر علم تھا کہ صدیق اکبر سیدہ کے دشمن رہے تو آپ نے ان کے پیچھے صف میں کھڑے ہو کر نماز کیوں پڑھی؟

ثم قائم وتهايا الصلوة و حضر المسجد وصلى خلف آبی بکر (احتجاج طبرسی) اس کے بعد کھڑے ہوئے اور نماز کا ارادہ کیا اور مسجد میں تشریف لے گئے اور ابوبکر صدیق کے پیچھے نماز ادا کی۔

جواب:۔ حضرت علی علیہ السلام نے بھی حضرت ابوبکر کے پیچھے ان کو دشمن سمجھ کر ہی نماز پڑھی کیونکہ آپ نے ان کی سازش کو ناکام بنانا تھا اور خالد میاں کو اپنی دو انگلیوں سے دبا کر اس کی دونوں آنکھوں کو باہر لا کر خیبر شکنی کی جھلک کا نظارہ کرانا تھا۔ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکرؓ کی اقتدار میں ہرگز نماز ادا نہ کی تھی۔ باقی دشمن کے پیچھے نماز پڑھ لینا کوئی حیران کن امر نہیں ہے جبکہ جنگ صفین میں کئی صحابہ مثل ابوہریرہ وغیرہ معاویہ کے ساتھی ہوئے بھی نماز کے وقت حضرت علیؑ کے پیچھے آ کر نماز ادا کرتے تھے۔

سوال:۔ فرمایئے سیدنا حسینؓ کو سیدنا عمرؓ کی سیدہ کے ساتھ عداوت کے متعلق علم تھا یا نہ کہ انہوں نے العیاذ باللہ سند پھاڑ ڈالی تھی نیز دھکے دے کر دربار سے نکال دیا تھا؟

جواب:۔ امام حسینؑ کو جملہ تمام مظالم کا علم تھا۔ تبھی تو کہا تھا کہ میرے بابا کے منبر سے نیچے اتر آؤ۔ (تاریخ الخلفاء)

سوال:۔ اگر علم نہیں تھا تو علم کلی کا دعویٰ عبث ہے۔

جواب:۔ سب کچھ جانتے تھے۔

سوال:۔ اور اگر علم تھا تو سیدہ شہر بانو کے ساتھ عقد کرنے کے لئے فاروق کے دروازے پر اپنے باپ سیدنا علی کی معیت میں تشریف کیوں لے گئے؟

جواب:۔اس سوال کا جواب بھی ذکاء الافہام میں دیا جاچکا ہے کہ بی بی شہر بانو کا حضرت عمر کے زمانہ میں آنا تاریخ سے ثابت نہیں ہے۔بی بی صاحبہ حضرت علی علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں آئی تھیں نیز اگر تاریخ سے آنکھ بند کر کے یہ فرض کر لیا جائے کہ بی بی صاحبہ دور عمر ہی میں تشریف لائیں تو بھی امام حسینؑ یا حضرت علیؑ پر کوئی الزام نہیں آسکتا کیونکہ امام برحق کا مالِ غصب پر پورا پورا حق ہوتا ہے۔نیز حضرت ابراہیمؑ نے ایک دشمن و بے دین بادشاہ مصر سے لونڈی قبول کر لی تھی۔

سوال:۔ کیا سیدنا علیؑ اور سیدنا حسینؑ ناراضگی کے سلسلے میں سیدہ کے ہمنوا نہیں تھے اگر تھے تو یہ میل جول کیسا اور اگر نہیں تھے تو آپ کے قولب میں ان سے زیادہ رنج کیوں ہے؟

جواب:۔یہ ان کی سیاسی چال تھی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ہم محتاج ہدایت ہیں لہذا ذاتی احتیاج اور دنیاداری کی ظاہرہ وضع پسندی کے باعث عموماً اہل بیتؑ سے مطلب پرستی کے مراسم قائم رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے لیکن دل آخری سانس تک کینہ سے پُر تھا چنانچہ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ آخر وقت میں جب شوریٰ کمیٹی نامزد کی تو نامزدگان میں سے حضرت علی کے بارے میں کہا کہ اگر یہ لوگ علی کو خلیفہ بنالیں تو ان کو حق و صداقت کی راہ پر چلائیں گے۔عبداللہ ابن عمر نے عرض کیا تو پھر ان ہی کو براہ راست خلیفہ مقرر فرما دیجئے چنانچہ حضرت عمر نے جواب دیا۔"اکرہ ان احملھ احیاد میتا" یعنی مجھے یہ گوارہ نہیں ہے کہ میں زندگی اور موت دونوں حالتوں میں اس کا بوجھ اٹھاؤں۔(تاریخ کامل جلد۳ ص ۲۰۰)۔

آل محمدؐ سیرت نبوی کے نمونہ تھے۔وہ دشمن کے ساتھ بھی خوش اخلاقی ہی سے پیش آتے تھے۔ قاتل تک کو جام شیریں عطا کرتے تھے۔ان کا عناد ذاتیات و فردیات سے مبرہ تھا۔ان کی دشمنی

اصولوں پر ہوا کرتی تھی اور ان کی مخالفت محض دین اسلام کے لئے تھی۔ وہ دشمن کے سینہ پر سے اُتر آیا کرتے تھے کہ دیکھنے والے نفس وذات کی خاطر اس فعل کو منسوب نہ کردیں۔ وہ معصوم افراد تھے بلا لحاظ دوست ودشمن اُن کی ہدایات وتعلیمات کا فیض عام تھا۔ جب بھی کبھی ان سے مشورہ لیا جاتا وہ صحیح رائے دیتے تھے۔ اگر ان کا اختلاف تھا تو صرف دین میں تحریف کا تھا۔ مگر ہم شیعہ بچارے نہ ہی معصوم ہیں اور نہ ہی ہماری ریاضت نفس اتنی ہے کہ اس قدر مصائب کے باوجود صبر کریں کہ جو دنوں پر پڑ جاتے تو رات بن جاتے۔ یہ صبر اُن کا حصہ تھا جن کو مل گیا۔ ہم بے صبر گنہگار بندے ہیں لہذا ہمارے رقت بھرے مزاج ہمیں بے بس کردیتے ہیں اور رنج کا غلبہ ہو جاتا ہے کہ جب شدت ظلم اور صبر مظلوموں کا حال معلوم کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر سنگدلی اور انسانی قساوت قلبی کا اور کیا مظاہرہ ہو سکتا ہے کہ مظلوم کے صبر وتحمل وسکوت کو اس بات کی دلیل بنا لیا جائے کہ ظالم کے ظلم پر خاموشی اختیار کرنا اور مصائب کو انتہائی صبر واستقامت سے برداشت کرنا مظلوم کی خطا کا ثبوت ہے۔

سوال:۔ فرمایئے جس روایت میں جناب سیدہ طاہرہ کی ناراضگی کا ذکر ہے اس کی پوزیشن کیا ہے۔ کیا وہ فرمان رسول مقبول ہے یا اثر ہے جسے تاریخی واقعہ سے تعبیر کرنا بجا ہوگا؟

جواب:۔ ہم نے مان لیا کہ تاریخی واقعہ ہے۔

سوال:۔ اگر فرمان رسول ہے تو سراسر خلاف واقع ہے کیونکہ یہ واقعہ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد کا ہے۔

جواب:۔ جی اس واقعہ کو تاریخ سے تعبیر کرنا بجا ہے۔

سوال:۔ اگر تاریخی واقعہ ہے تو کیا دین میں اس قدر افتراقی عمارت کی بنیاد تاریخی واقعہ پر رکھی جاسکتی ہے۔

جواب:۔ہاں رکھی جاسکتی ہے جس طرح مذہب سنیہ کی بنیاد وانتخاب سقیفہ پر قائم ہوئی ہے۔

سوال:۔ کیا قرآن وحدیث کے خلاف تاریخی واقعہ کی کوئی قدر وقیمت باقی رہتی ہے؟

جواب:۔ بیشک قرآن وحدیث کے خلاف تاریخی واقعہ کی اہمیت نہ ہوگی لیکن اگر واقعہ کو قرآن وحدیث کی تائید بھی حاصل ہوجائے تو اس کی قدر وقیمت میں تگنا اضافہ ہوجاتا ہے جس طرح آپ کے ہاں غلبۂ روم وفارس کو سنہرے فتوحات کے سہرے لگائے جاتے ہیں۔

سوال:۔ اگر نہیں رہتی اور یقیناً نہیں رہتی تو پھر اس قدر واویلا اور شور وشغب کی وجہ کیا ہے؟

جواب:۔سیدہؑ کی ناراضگی کے واقعہ کے قرآن وحدیث وتاریخ تینوں کی تائید حاصل ہے جبکہ ابوبکر کے استخلاف سقیفہ بنی ساعدہ کو صرف تاریخ کے ایک واقعہ کی حیثیت نصیب ہے جب ان کے لئے چودہ سو سال سے شور وغوغا ہے جس میں پورا ظلم وجور ہی بھرا ہے تو پھر اس واقعہ مظلومیت کی تشہر کیوں ناگوار ہے۔

سوال:۔ قرآنی آیت سے پتہ چلتا ہے کہ کامل الایمان لوگ ناراضگی کہہ کہا جاتے صرف کھا نہیں لیتے بلکہ معاف بھی کردیتے ہیں صرف معاف نہیں کرتے بلکہ احسان بھی کردیتے ہیں۔

حضرت سیدہ خاتون کا اس آیت پر عمل برقرار رہتا ہے اگر بقول آپ کے تسلیم کرلیا جائے کہ حضرت سیدنا ابی بکر پر آخر دم تک ناراض رہیں۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین۔

مومن کی شان یہ ہے کہ پی جانے والے ہوں غصے کو اور معاف کرنے والے لوگوں کی غلطیاں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

جواب:۔ آپ کی کہی گئی ان سب باتوں سے متفق ہوں مگر یہ کہ سیدہؑ کا ناراض ہونا صحیح بخاری سے پوری طرح ثابت ہے اور خوش قسمتی شیعوں کی یہ ہے کہ یہ عبارت اس ہی روایت کا حصہ ہے جس کے بل بوتے پر حدیث لانورث کو آپ کے ہاں درجہ تواتر حاصل ہے۔ اب اصولی طور پر اگر آپ ناراضگی سے انکار کرتے ہیں تو پھر حدیث سے بھی انکار کرنا پڑ جائے گا اور اگر حدیث سے انکار کریں گے تو پھر لامحالہ ابو بکر صاحب کی تکذیب ہوگی۔ اب یہ صورت ویسے نا قابل عمل ہے کہ ایک ہی بات کا آدھا حصہ انہی شرائط پر قبول کرلیا جائے جن شرطوں پر بقیہ ترک کیا جائے۔

اب یہ بات آپ کے سوچنے کی ہے کہ یا ناراضگی سے انکار فرمایئے یا لانورث سے۔ لیکن اب یہاں ایک خاص دلچسپ بحث جنم لیتی ہے کہ اگر حضرت ابو بکر سے غلطی ہوئی اور سیدہؑ ان پر ناراض ہوگئیں تو شان مومنیت یہ ہے کہ مومن غلطیوں کو معاف کردیتے ہیں اور احسان کرتے ہیں۔ معصومہ و مظلومہ سیدہ طاہرہؑ سلام اللہ علیہا کے بارے میں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ آپ نے خلاف قرآن کوئی

عمل کیا ہو۔اس لئے یا تو یہ فرض کرلیا جائے کہ آپ نے ناراضگی رفع کردی اور صلح کرلی مگر اس کا ثبوت نہیں ہے۔دوسری صورت یہ ہوگی کہ سیدہ کی ناراضگی بھی قائم رہے اور قرآنی حکم کی خلاف ورزی بھی نہ ہونے پائے۔چنانچہ ہم قرآن پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کچھ حضرات ایسے بھی ہیں جن سے ناراض رہنا اور عفو نہ فرمانا اور احسان نہ کرنے کا حکم ہے۔بلکہ خدا نے اپنے رسولؐ تک کو ایسے لوگوں کی شفاعت کرنے سے منع فرمادیا ہے اور رسولؐ پر یہ حکم ممانعت صادر فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ بظاہر امت محمدیہ کے ہی افراد ہیں یعنی کلمہ گو ہیں چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ:

سوآء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفرھم لن یغفر اللہ لھم۔ (المنافقون)

یعنی اے رسول آپ چاہے ان لوگوں کے حق میں بخشش طلب فرمائیں یا نہ فرمائیں یہ برابر ہے کیونکہ اللہ تو اُن کو قطعاً نہیں معاف کرے گا۔

پس معلوم ہوا کہ سیدہؑ نے ان غاصبین کو ایسے ہی لوگوں کے زمرے میں شمار کرتے ہوئے ان سے غضبناک رہیں اور تادم وفات ان سے راضی نہ ہوئیں۔اگر سیدہؑ طاہرہ ان کو اس جماعت سے علیحدہ خیال فرماتیں تو یقیناً معاف کردیتیں۔لہٰذا شیعہ موقف ثابت رہا کہ ناراضگی سیدہؑ بھی قائم ہے اور حکم قرآن بھی مخالفت سے محفوظ ہے پس جن لوگوں نے سیدہ کو ناراض کیا حدیث رسول کے مطابق سیدالمرسلینؐ کو غضبناک کیا" فاطمۃ بضعۃ منی من اغضبھا اغضبنی "یعنی فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غضبناک کیا اس نے مجھے (رسول اللہ ﷺ) کو غضبناک کیا۔

سوال: اہل سنت الجماعت کی معتبر کتاب عمدۃ القاری شرح بخاری اور فتح

الباری شرح بخاری مطبوعہ مصر میں جب سیدہ کے راضی ہو جانے کی روایات موجود ہیں تو خواہ مخواہ انکار کیوں؟

جواب:۔ اہل سنت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بعد از قرآن صحاح ستہ کا اقتدار و اعتبار ہے۔ ان چھ میں سے صحیحین کا درجہ بالا ہے اور صحیحین میں بخاری کا مرتبہ اولیٰ ہے۔ عالم طور پر مباحثہ کے دوران یہی حیلہ بروئے کار لاتے ہیں اور صحیحین میں مرقوم بات کو فوقیت دی جاتی ہے اگر دوسری کتب حدیث میں کوئی بات متنازعہ مرقوم ہو تو اس کو محض صحاح ستہ میں عدم موجود کے باعث ٹھکرا دیا جاتا ہے اور تضاد کی صورت میں صحیحین کی بات تسلیم کی جاتی ہے لیکن میرے خیال میں یہ اصول بھی مطلب برآری کی خاطر ہی وضع کیا گیا ہے حالانکہ مذہب سنیہ کا اونٹ سی کروٹ بیٹھتا ہے جدھر اس مذہب کی ہوا کا رُخ ہو۔ دنیا میں ہر مسلک کا کچھ نہ کچھ ضابطہ مقرر ہوتا ہے مگر یہ مذہب ایسا ڈھیلا ہے کہ جس طرف مرضی ہے کھینچ لو۔ کبھی تو یہ شور ہوتا ہے کہ فلاں بات صحاح میں نہیں لہذا نامقبول اور کبھی صحاح میں موجودگی کی تردید بہت ہلکے اقتدار کی تصانیف سے کر دی جاتی ہے اسی طرح صحیح بخاری جیسی اعلیٰ و بلند مرتبہ کتاب سے انکار کر کے اس کی شرحوں پر اعتبار کیا جا رہا ہے جو شکست خوردنی کی علامت ہے۔ اصل کی مخالفت فرع سے کرنا نامعقول حربہ ہے۔

صحیح کی تردید شرح سے نہیں ہو سکتی ہے اور پھر یہ کہ جو روایات راضی ہونے کی شرحین میں لکھی گئی ہیں انتہائی مجروح اور ناقابل قبول ہیں۔ اگر آپ اُن روایتوں کو اپنے اصولوں کے مطابق صحیح الاسناد ثابت کر دیں اور رواۃ کو ثقہ بنا کر دکھا دیں تو ہم آپ کی بات مان لیں گے ورنہ محض قیاس و ظن سے ہر مسئلہ سلجھایا یا الجھایا جا سکتا ہے۔ نیز یہ کہ راضی ہونے کا تعلق صرف تاریخ سے ہے جبکہ ناراضگی کا اثر حدیث رسولؐ پر ہے۔

سوال:۔ اگر تاریخی روایت کو اتنی اہمیت دی جائے جتنا قدر کہ آپ دے رہے ہیں تو کیا اس سے رحماء بینھم کے مفہوم کی تردید نہیں ہوتی؟

جواب:۔ ناراضگی کی روایت تاریخی اہمیت کے ساتھ ساتھ قرآنی وسنتی اقدار کی بھی حامل ہے جبکہ راضی ہونے والی وضعی روایت محض تاریخی من گھڑت قصہ ہے رحماء بینھم کا مفہوم اس وقت قابل توجہ ہوتا جب ھُم کی ضمیر میں غاصبوں کا علیھم، فرمایا ہے اور فرمانِ رسولؐ ہے کہ "یا فاطمہ ان اللہ یغضب لغضبک" یعنی اے فاطمہ بلاشبہ اللہ تیرے غضبناک ہونے پر غضبناک ہوتا ہے (مستدرک حاکم، نزل الابرار)۔ پس خدا کے مغضوب کو رحم کا استحقاق حاصل نہیں ہے۔

سوال:۔ جب سیدنا و مولانا حضرت رسول کریم ﷺ کو حب مال سے خدا تعالیٰ نے پاک کر لیا تھا تو کیا یہ نعمت سیدہ طاہرہ کو نصیب نہیں ہوئی تھی؟

جواب:۔ بیشک سیدہ طاہرہؑ کو حب مال سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ مگر یہاں سوال مال ومتاع نہیں بلکہ غصب واستحقاق کا معاملہ ہے۔

سوال:۔ اگر نصیب ہوئی تھی تو فہو المقصود اس سے مذہب اہل سنت کی تائید ہوتی ہے۔

جواب:۔ یہ غلط ہے کہ سیدہؑ کی اس صفت سے مذہب سنیہ کی تائید ہوتی ہے جبکہ سُنیوں نے شروع سے علیؑ و فاطمہؑ کو معاذ اللہ حریص سمجھا ہے۔

سوال:۔ اگر نصیب نہیں ہوئی معاذ اللہ تو لقب بتول کا کیا مطلب ہے۔ ذرا وضاحت سے جواب عنایت فرمایئے۔

جواب:۔ سیدہ مظلومہؑ کا حب مال سے پاک رہنا قرآن مجید کی سورہ دہر سے ثابت ہے اور بتول صرف مال وغیرہ کی حرص سے منزہ ہونا نہیں ہیں بلکہ رسول مقبولؐ نے بتوں کے معنی اس طرح بیان فرمائے ہیں:۔

عن علی قال ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم سئل ما البتول فانا سمعنا ک یارسول اللہ تقول مریم بتول وفاطمہ بتول فقال البتول التی لم ترحمرة قط ای لم تحض فان الحیض مکروہ في نیات الانبیاء۔

یعنی علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ تبول کے کیا معنی ہیں کیونکہ ہم نے آپ کو مریم بتول اور فاطمہؑ بتول فرماتے ہوئے سنا ہے ارشاد فرمایا بتول اسے کہتے ہیں جس نے سرخی کو نہ دیکھا ہو یعنی وہ حیض ونفاس سے پاک ہو کیونکہ انبیا علیہم السلام کی صاحبزادیوں پر حیض مکروہ دیتے۔
(مستدرک الصحیحین امام حاکم۔ ارجح المطالب ص ۳۰۸)

سوال:۔ آپ وہ دلائل پیش کیئے جن سے ثابت ہوتا ہو کہ سیدہ طاہرہ حضور علیہ السلام کے زمانہ اقدس سے فدک پر قابض تھیں۔

جواب :۔ جناب سیدہ صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے اس دعویٰ سے کہ حضورؐ نے فدک مجھے ہبہ کر دیا ہے بڑھ کر اور کوئی دلیل ہو سکتی ہی نہیں کہ سیدہؑ کو اس کا علم تھا کہ بغیر قبضہ کے ہبہ مکمل ہی نہیں ہوتا ہے اگر ان کو قبضہ مل کر ہبہ مکمل نہ ہو گیا تو اپنا دعویٰ ہی نہ کرتیں کیونکہ ایک عام انسان بھی ایسا خلاف واقعہ امر بیان نہیں کرتا جو سب کے علم میں غلط ثابت ہوتا ہو۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر سیدہ فاطمہؑ کا قبضہ نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر کو شہادتیں طلب کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی۔ فوراً کہہ دیتے کہ ہبہ نامکمل ہے۔ ابوبکر کا گواہ طلب کرنا قبضہ کی دلیل ہے تیسری دلیل یہ ہے کہ بعض رویات میں یہ الفاظ بالصراحت مرقوم ہیں کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہؑ سے فدک کا قبضہ چھین لیا مثلاً ملاحظہ کیجئے وفاء الوفا باخبار دار المصطفےٰ جلد۲ باب۶ ص۱۶۱ "ان ابا بکر انتزع من فاطمہ فدک" چوتھی دلیل یہ ہے کہ قبضہ کا تنازعہ تو خود حضرت عمر کے قول سے طے ہو جاتا ہے جو صحیح بخاری میں مرقوم ہے پھر خدا نے اپنے نبی کو اپنے جوار رحمت میں بلا لیا۔ پس ابوبکر نے کہا میں رسول خدا کا ولی ہوں اس بنا پر فدک کو انہوں نے اپنے قبضے میں لے لیا (صحیح البخاری باب الخمس۔ الفاروق شبلی حصہ دوم ص ۲۵۸)۔ پانچویں دلیل قبضہ یہ ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے دعویٰ فرمایا ہے کہ فدک پر قابض تھے۔ فرماتے ہیں کہ "ہاں فدک ہمارے قبضہ خاص میں تھا۔ ہمارے سوائے آسمان کے نیچے جو بھی ہے اس کا فدک سے کچھ تعلق مالکانہ نہ تھا پس قوم کے چند لوگوں نے اس کی بابت بخل کیا اور بہتوں کے دل میں آگ لگی اور ہم سے چھین لیا گیا۔ مگر سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا اللہ ہے۔ (نہج البلاغہ) پس مندرجہ بالا پانچ دلائل سیدہ طاہرہؑ کے حیات رسولؐ میں فدک پر قابض ہونے و متصرف ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔

سوال:۔ پھر قبضے کے پہلو پر روشنی ڈالی جائے کہ قبضہ تصرف کی بنا پر تھا یا تملیک کی بنا پر؟

جواب:۔ ہبہ تملیک وتصرف دونوں پر حاوی ہوتا ہے اگر قبضہ میں یہ نقص ہوتا تو حضرت ابوبکر اس سوال کو بڑی آسانی سے اٹھا سکتے تھے۔

سوال:۔ اگر تملیک کی بنا پر تھا تو کیا اس قسم کی تملیکیں حضور علیہ السلام نے اصول وارث کے مطابق حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے کے لئے بھی کی تھیں یا نہ؟

جواب:۔ حضرت عباس اور ان کے صاحبزادے کے لئے آنحضرتؐ کا ایسا ہبہ فرمانا کوئی ضروری نہ تھا پہلے خصوصاً جناب عباس اور ان کے صاحبزادوں کی تملیک دریافت کرنے کی وجہ بتائی جائے جبکہ ایسی تملیکیں اکثر لوگوں کے لئے ثابت ہیں مثلاً بنی نضیر کی جائیداد جو حضورؐ کی خاص ملکیت تھی آپ نے کچھ لوگوں میں تقسیم کر دیں جن میں سماک بن خرشہ (ابودجانہ) سہل بن حنیف، حضرت ابوبکر، عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام وغیرہ کو ہبہ کر دیں اس کی تفصیل فتوح البلدان علامہ بلاذری میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ جب ایسے ہے صحابہ کے لئے ثابت ہیں تو پھر خصوصاً حضرت عباس کے لئے اعتراض کیوں ہے؟

سوال:۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو دلائل درکار ہیں؟

جواب:۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب حکم الفی الخمر الخامس کا مطالعہ کیجئے تا کہ ایسے ہبہ جات آپ کو حضرت ابوبکر، عبدالرحمن بن عوف وغیرہ کے لئے ہی مل سکیں۔

سوال:۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو صاحب نبوت کی طرف اس قسم کی ترجیح بلا مرجح کی نسبت کیوں؟

جواب:۔ جواب اثبات میں ہے اور مرجع ثابت ہے۔ فتوح البلدان اور مسلم شریف پڑھ لیجئے۔

سوال:۔ اور اگر تملیک ثابت نہ ہوسکے تو پھر غصب (غصب) کیسے مستحق ہوگا جبکہ غصب (غصب) مملوکہ چیز ہوتا ہے غیر مملوکہ کا نہیں ہوتا۔

جواب:۔ جب ملکیت ثابت کی جاچکی ہے تو پھر غصب از خود ثابت ہوگیا۔

سوال:۔ الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ سیدہ طاہرہ حضرت صدیق اکبر پر راضی ہوگئیں۔ کیا اب بھی آپ لوگ بضد ہیں؟

جواب:۔ "الدارۃ النجفیہ" کا اقتدار مناظرانہ نہیں ہے اس میں یہ روایت ضعیف برائے نقد جرح اور مفروضہ کے طور پر نقل ہوئی ہے جس کی سند و ثقاہت بھی واضح نہیں کی گئی ہے اس سے دلیل قائم کرنا جہالت ہے۔

سوال:۔ ابن میثم بحرانی شرح نہج البلاغۃ میں بھی مثل اول مضمون روایت موجود ہے فرمایئے کیا جواب ہے؟

جواب:۔ ان میثم کی شرح میں یہ روایت بلا تبصرہ نقل کی گئی ہے شارح نے اس کو صحیح تسلیم نہیں کیا اور نہ بکمل حوالہ مع سیاق و سباق نقل کیا جائے اور شارح کی توثیق روایت بھی ثابت کی جائے۔

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ یہ روایات ضعیف ہیں تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جب یہ روایتیں نص قرآن کے مطابق ہیں تو کیا ان روایات کی تقویت اور قبولیت کے لئے اتنا قدر امر کافی نہیں؟

جواب:۔ یہ روایات نہ ہی قرآن کے مطابق ہیں نہ ہی کسی حدیث کی معتبر کتاب میں ہیں اور نہ ہی تاریخ سے ثابت ہیں لہذا علماء نے ان کو موضوع قرار دے دیا ہے اور تشدید المطاعن میں ان کے بارے میں مکمل بحث ہے اسی طرح زمی الجمرات میں ان غلط روایات کو پوری طرح موضوع ثابت کیا گیا ہے کیا یہ ساری محنت جواب تک لاجواب ہے کافی نہیں ہے۔ اگر سیدہؑ کے راضی ہو جانے پر آپ کو یقین ہے تو ہمارا چیلنج ہے کہ آپ کسی معصوم ہستی کے صحیح قول سے یہ رضامندی ثابت کردیں چلئے شیعہ کتابوں کو رہنے دیجئے اپنی ہی کتابوں سے کسی صحیح الاسناد و ثقہ روایت سے ایسا ثابت کردیجئے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ شیعہ قوم بھی حضرت صاحب سے راضی ہو جائے گی۔ بخاری آپ کو صحیح بلکہ اصح مانتے ہیں پھر جھوٹی روایتوں کو پیش کر کے اس کو جھٹلاتے ہیں۔ یہ حرکت اُندانہ آپ کو مبارک۔ لیکن خوب یاد رکھئے اصح الکتب کی موجودگی میں آپ کی جھوٹی کوششیں ناکام ہی رہیں گی۔

سوال:۔ سیدنا آدم علیہ السلام پر خدا تعالیٰ راضی تھے لیکن جب ممنوع درخت کے پھل کھانے کے مرتکب ہوئے تو ناراض ہو گئے۔ لیکن بعد میں راضی ہو گئے۔

فرمائے عدم رضاء دور ضاؤں کے درمیان سیدنا آدم علیہ اسلام کی نبوت کے لئے باعث عزل و نقص نہیں تو سیدنا ابی بکر کی خلافت کے لئے باعث عزل یا سبب نااہلیت کیوں؟

جواب:۔ جب تک قرآن مجید سے حضرت آدمؑ پر خدا کا ناراض ہونا کسی آیت سے بصراحت نہ دکھایا جائے اس وقت تک اعتراض بے اصل ہوگا۔ اور پھر یہ کہ بقول ناراضگی کے بعد رضا مندی بھی قبول ہے جبکہ حضرت ابوبکر کے ساتھ سیدہؑ کی ناراضگی تادم وفات قائم رہی اور سیدہؑ نے اُن کو شرکت جنازہ سے بھی محروم رکھنے کی وصیت فرمائی۔ پس نہ ہی آدمؑ پر خدا کا ناراض ہونا ثابت ہے اور نہ ہی سیدہؑ کا حضرت ابوبکر سے راضی ہونا پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔ اس لیے حضرا ابوبکر کی خلافت ناقص و باطل ہے۔

سوال:۔ جو عہدہ خلاف حضرت ابوبکر صدیق کو نصیب ہوا اُسی عہدے پر حضرت علی بھی فائز المرام ہوئے کیا انہوں نے اپنے عہد خلافت میں فدک کو اصول وارثت کے مطابق آپ کی ازواج مطہرات اور آپ کی جمیع ورثاء پر جن میں سیدہ کی اولاد خاتون بھی شامل تھیں تقسیم فرمایا۔

جواب:۔ جو عہدہ حضرت علیؑ کو منجانب خدا حاصل ہوا اس پر حضرت ابوبکر کبھی فائز نہ ہوئے ایسے جس حکومت پر حضرت ابوبکر نے قبضہ جمایا بعد میں حضرت علیؑ اس ریاست کے سربراہ مقرر ہوئے فدک چونکہ سیدہؑ طاہرہ کے نام خود حضورؐ نے ہبہ کر دیا تھا اس لئے اس پر کسی دوسرے وارث کا دعویٰ ہی نہ تھا لہذا تقسیم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ رہا اولادِ فاطمہؑ کا اپنا تصرف میں لینا تو اس وقت کے سیاسی حالات نے آپ کو ایسا نہ کرنے دیا کیونکہ آپ سے پہلے بادشاہ حضرت عثمان بن عفان نے فدک کی جاگیر مروان بن حکم کو دے دی تھی۔ (تاریخ ابوالفداء)۔ حضرت علی علیہ السلام حریص اور زر پرست خلیفہ نہ تھے جو محض حکومت و اقتدار سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس جاگیر کو چھین لیتے آپ کی سیرت گواہ ہے کہ ایک معمولی زرہ جو گم ہوگئی جب ایک ذمہ کے پاس دیکھی تو خلیفہ وقت ہوتے ہوئے بھی اس سے

نہ چھینی بلکہ قاضی شُریح کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا اور مولاؑ نے یہ مقدمہ ہار کر اس ذی کا دل جیت لیا۔ جو شخص آئین و دستور کا اس قدر پابند اور محتاط ہو اس کے لئے یہ کس طرح سوچا جاسکتا ہے کہ ایک متنازعہ و مفصوبہ جائداد کو محض شاہی فرمان سے اپنے ذاتی تصرف وملکیت میں لے لے۔ اگر حالات پرسکون رہتے تو پھر حضرت باقاعدہ آئینی وقانونی چارہ جوئی کے ساتھ اپنی جائیداد واپس لیتے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت نے جب لوگوں سے ناجائز جاگیریں واپس لینے کی مہم چلائی تو ایسے تمام اموال اپنے قبضہ میں کر لئے اور سرمایہ دارانہ رجحان کی حوصلہ شکنی فرمائی۔

سوال:۔ اگر تقسیم فرمایا تو ثبوت مدلل درکار ہے۔

جواب:۔ گزشتہ سوال کے جواب میں عرض کر دیا ہے کہ تقسیم کا سوال غلط ہے۔

سوال:۔ ورنہ صدیقی عمل پر اعتراض بے جا ہوگا۔

جواب:۔ عمل ابوبکر اور عملِ علیؑ میں زمین وآسمان کا فرق ہے اول الذکر کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے ایک ہبہ شدہ جائداد پر غاصبانہ قبضہ کیا اور موخر الذکر کے عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ مالک وحقدار ہونے کے باوجود اپنے ظاہری اقتدار کی قوت استعمال نہ کی۔ ممکن ہے آپ کی نظر میں یہ دونوں صورتیں یکساں ہوں ورنہ ہر صاحب بصیرت اس میں اندھیرے اور اجالے کا فرق دیکھ رہا ہے۔

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ عترت رسول مخصوص چیز کو استعمال میں نہیں لاتے تو بقول شما خلافت بھی غصب کر لی گئی تھی اس کو کیوں اپنا لیا۔

جواب:۔ اس حیلہ جوئی کی ضرورت نہیں ہے کہ عترت مغصوب چیز کو استعمال میں نہیں لاتے حالانکہ مال غصب پر امام عادل و برحق کا پورا حق ہے مگر عترت کا یہ شعار رہا ہے کہ انہوں نے اپنے غصب شدہ حقوق کو طاقت کے بل بوتے پر حاصل کرنے کی سعی نہیں کی ہے بلکہ آئینی و دستوری احتجاجات کے ذریعے اپنے حقوق طلب کئے ہیں لہذا اگر کرسی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت علیؑ فدک کو اپنے قبضہ میں واپس لیتے تو یہ ان کا حق تھا مگر انہیں ایک اور حق کا بھی احساس تھا کہ یہ جائداد حکومت اور مالک کے مابین متنازعہ ہے اس پر مقدمہ بازی کی جا چکی ہے۔ حکومت نے اس کے مالکوں کے خلاف فیصلہ کیا ہے لہذا معاملہ ضوابط عدالت کے بغیر خود ہی طے کر لینا غیر آئینی قرار پاجاتا ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے اس ذاتی مسئلہ کو التوا میں رکھا اور اپنے ملکی معاملات خصوصاً داخلی امن وامان وانتشار سے فراغت پانا چاہی۔ اگر حضرت کو زیادہ وقت حاصل ہوتا اور ان کا زمانہ اندرونی خلفشاروں کی آماجگاہ نہ بنا رہتا تو شاید آپ اس معاملہ کو دستور کے مطابق طے کر کے فدک کی جائداد اولادِ فاطمہؑ کو واپس کرا دیتے۔

امامت وخلافت خدائی عہدہ ہے جس کے لئے حکومت شرط نہیں ہے بلکہ امام برحق کا حق ہے کہ وہ حاکم وقت ہو اور دوسرے اس کی محکومیت قبول کریں۔ حضرت علیؑ جس خلافتِ الٰہیہ ونیابتِ رسولؐ کے عہدہ پر خدا کی طرف سے مقرر ہوئے ہیں اس کا غصب ناممکن ہے۔ حق حکومت جسے چھینا گیا وہ حق تھا ہی جو واپس لوٹ آیا حکومت حاصل کرنے کے لئے حضرت علیؑ نے سوائے احتجاج کے اور کوئی طریقہ استعمال نہ کیا اور جب آپ کو حکومت کی پیشکش کی گئی تو آپ نے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے رسماً انکار تکراری فرمایا مگر عوام نے مجبور کیا۔ خدا اور رسولؐ کے اور دین کے واسطے دیئے تب کہیں حضرت نے اپنی شرائط کو منوا کر یہ مطالبہ منظور فرمایا۔ لہذا جب حضرت علی علیہ السلام کا بذات خود حکومت حاصل کرنے کی کوشش فرمانا ہی ثابت نہیں ہے تو پھر یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے غصب شدہ

خلافت کو اپنالیا۔ جس طرح حکومت لوگوں نے پیش کی تھی اگر اس وقت کے قابضین فدک فراخدلی سے فدک اولادسیدہ کے حوالے کر دیتے تو اس حق کو بھی اپنالیا جاتا خواہ بعد میں اسے حسب عادت غریبوں میں ہی بانٹ دیا جاتا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ نہ ہی حضرت علیؑ حکومت کی طرف خود لپکے اور نہ ہی فدک کو حاصل کرنے کا لالچ دل میں لائے۔ حکومت وفات عثمان کے بعد خود ہی قدموں میں آ گری اور فدک مروان کے بعد عمرؓ بن عبدالعزیز نے واپس کر دیا۔ (فتح الباری شرح بخاری) دیر آید درست آید۔ بالآخر حق کا بول بالا ہوتا ہے اور جھوٹ کا سر نیچا ہی رہتا ہے اور اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں ہوتی ہے۔

سوال:۔ اگر یہ شبہ پیش کیا جائے کہ جب سلیمان علیہ اسلام داؤد علیہ السلام کے وارث بنے تھے تو سیدہ وارث رسول مقبول سے کیوں محروم رہیں۔ پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ سلیمان علیہ اسلام داؤد علیہ اسلام کے مال کے وارث بنے تھے یا دین اور نبوت کے؟

۔جواب:۔ حضرت سلیمان علیہ اسلام حضرت داؤد علیہ اسلام کے مال کے بھی وارث ہوئے اور نبوت کے بھی۔

سوال:۔ اگر ارشاد یوں ہوں کہ مال کے وارث بنے تھے تو پھر سلیمان علیہ اسلام کی کیا تخصیص داؤد علیہ اسلام کے تو سلیمان کے علاوہ اور بھی بہت سے بیٹے تھے آخر ان کے ذکر اور ان کے عدم ذکر کی کیا وجہ؟

جواب:۔ اصول کے مطابق دلیل اس دعویدار کو پیش کرنا ضروری ہوتا ہے جو اس امر کا دعویٰ کرے جو غیر فطری یا عمومی حالات سے مختلف ہو۔ اب یہ ایک فطری امر ہے اور دنیا اس پر کاربند ہے کہ

کسی کی جائداد اس کے وارثوں میں تقسیم کردی جاتی ہے۔ اب جبکہ ایسا دعویٰ کیا جائے کہ کچھ مخصوص لوگ ایسے بھی ہیں جو اس رسم زمانہ کے خلاف وارث نہیں ہو سکتے تو پھر اس خلاف معمول بات کا ثبوت دینا بھی ایسے دعویداروں کی ذمہ داری ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ تمام قانون شریعت کے مطابق حضرت سلیمانؑ اپنے والد جناب داؤدؑ کے وارث ہوئے اور اس کا ثبوت اول جاری قانون ہے مگر خلاف قانون آپ کہتے ہیں کہ داؤد کے وارث سلیمانؑ نہ ہوئے لہذا اب یہ آپ کا کام ہے کہ اس محرومی کو ثابت فرمائیں حالانکہ قرآن سے وارث ہونا ثابت ہے۔

حضرت سلیمانؑ چونکہ حضرت داؤد کی ولی عہدی اور جانشینی پر بھی فائض ہے اس لئے مالی وارثت کی بحث میں ان کو تخصیص حاصل ہوئی جبکہ دیگر بیٹوں کو مال کا حصہ ضرور ملا لیکن چونکہ ان کی شہرت نہ ہوئی لہذا ان کا ذکر معلوم نہیں ہوا۔ بعض لوگوں کا ایسا بھی خیال ہے کہ منسوخ شریعت میں صرف بڑا بیٹا ہی وارث قرار پاتا تھا اور وصیت عدم موجودگی میں باقی بیٹے محروم رہ جاتے تھے مگر یہ حکم اسلامی شریعت کے خلاف ہے لہذا ہم اس پر کوئی بحث کرنا نہیں چاہتے اب ایک اور خاص قابل ذکر بات یہ ہے کہ بادشاہ کی جائداد دو قسموں میں قبول کی جاتی ہے۔ ایک مملوکہ خاص اور ایک ریاستی املاک۔ مملوکہ خاص بادشاہ کی ذاتی جائداد ہوتی ہے جو اس کے وارثوں میں تقسیم کردی جاتی ہے جبکہ حکومتی املاک میں صرف وارث تخت متصرف ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی طرح حضرت سلیمانؑ کو جناب داؤد علیہ السلام کی ذاتی جائیداد سے بحیثیت وارث حصہ ملا جس کا ذکر کتب سُنیہ میں موجود ہے مثلاً حضرت سلیمانؑ کو نبوت اور ملک، علم منطق الطیر اور ہر طرح کا دوسرا سامان دیا گیا۔ تفسیر سُنیہ میں مرقوم ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو داؤد کی وارثت میں سے ایک ہزار گھوڑے ملے۔ ملاحظہ فرمایئے معالم التنزیل علامہ بغوی ص ۵۶۵، تفسیر درمنثور علامہ سیوطی جلد ۵ ص ۱۰۲، تفسیر مدارک، ابوالتاج، نیشاپوری اور ثعلبی وغیرہ میں بھی حضرت سلیمان کا حضرت داؤد کی میراث کا وارث ہونا بالصراحت مرقوم ہے پس

حملو کہ خاص کا یہ قاعدہ دین کا عام اصول بن چکا ہے اور اسے عقل ونقل کی تائید حاصل ہے تو پھر ان ناقابل تردید حقائق کا انکار کرنا محض ہٹ دھرمی ہوگا۔ ورنہ آپ ثابت کر دیجئے کہ جناب سلیمانؑ کو حضرت داؤدؑ کی جائداد سے محروم کر دیا گیا۔ اُن کے کسی اور وارث کو حصہ نہ دیا گیا ہو۔

سوال:۔ اور اگر نبوت کی وارث مراد ہے تو فہو المراد اس سے تو اہل سنت کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔

جواب:۔ آپ تو نبوت کی وارث کے بھی قائل نہیں ہیں اگر آپ کا مذہب یہ ہوتا تو حضرت ابوبکر کو خلیفہ کیوں مانتے جبکہ وہ نہ ہی عترت رسول میں تھے اور نہ ہی حضورؐ نے کوئی ان کی خلافت کے لئے وصیت فرمائی تھی جبکہ سلیمانؑ داؤدعلیہ السلام کے اہل بیت میں سے تھے۔

سوال:۔ فرمایئے سیدنا ابوبکر کا یہ فعل کہ متروکہ رسول مقبول میں وارثت جاری نہیں آپ کے نزدیک نیکی پر محمول ہے یا معصیت پر؟

جواب:۔ معصیت پر۔

سوال:۔ اگر نیکی پر محمول ہے تو فہو المقصود اور اگر معصیت پر محمول ہے تو سیدنا علیؑ کی معصیت کو بچایا جائے۔

جواب:۔ حضرت علیؑ کو اس معصیت سے کیا علاقہ ہوسکتا ہے کیا انہوں نے کسی کی املاک پر

غاصبانہ قبضہ کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو ثبوت پیش کیجئے پھر جواب بھی عرض کر دیا جائے گا۔ حضرت علیؑ کی معصومیت کے دفاع کی ضرورت نہیں اس وقت اپنا بوجھ ہم پر کیوں ڈال رہے ہیں۔ اٹھایئے پھریے ورنہ اتار پھینکیے۔

سوال:۔ کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جواب:۔ اب اعتراضات کی تعداد ۹۹۳ رہ گئی بجائے ایک ہزار کے۔

سوال:۔ اگر یہ کہا جائے کہ "یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین" میں تو عمومیت کے لحاظ سے حضور بھی شامل ہیں لہذا ہجرت کے مال سے وارثت جاری نہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس طرح کہنا تو تب بجا ہوگا کہ مال فے کی نفی کر کے حضور علیہ السلام کی ملکیت خاصہ تسلیم کی جائے پس اگر آپ کے پاس اس قسم کا ثبوت ہے تو پیش کیجئے۔

جواب:۔ میرا نظریہ تو یہ ہے کہ مال "فے" حضور کی ملکیت خاصہ ہوتا ہے جیسا کہ "وما افاء اللہ علی رسولہ الخ" کے الفاظ قرآن مجید میں ہیں اور خدا نے کھلے الفاظ میں فرمادیا ہے کہ جو مال خدا نے اپنے رسول کو بے لڑے مفت میں دشمن سے دلوایا ہے اور مسلمانوں نے اس پر کوئی دوڑ دھوپ نہیں کی ہے نہ اونٹ گھوڑے بھگائے ہیں اور نہ ہی کوئی اور محنت کی ہے مگر اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے قابض کر دے یعنی مسلمانوں کا اس پر کوئی حق نہیں ہے رسولؐ مختار ہے اس کو حسب منشا تصرف میں لائے اور پھر تاکید بھی کر دی ہے کہ جو رسولؐ کے حق کا انکار کرے تو اس کے دل کا قفل خدا ہی کھول سکتا ہے

تاہم اگر "فے" کے اموال میں رسولؐ دے لے لیا کرو اور جو نہ دے مت لو اگر اس قدر واضح حکم کو بھی اگر کوئی نہ مانے اور رسولؐ کے حق کا انکار کرے تو اس کے دل کا قفل خدا ہی کھول سکتا ہے تاہم اگر "فے" کے اموال میں رسولؐ کی ملکیت و تصرف سے انکار ہو تو بھی معاملہ فدک میں فدک کا حضورؐ کی ملکیت خاصہ ہونا مکمل طور پر ثابت ہے چنانچہ مولانا شبلی نعمانی آیۃ "ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فاللہ الخ" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اس سے فدک وغیرہ آنحضرتؐ کی خاص جائداد ہونا ثابت ہوتا ہے اور خود حضرت عمر اس کے یہی معنی قرار دیتے تھے"۔ آیت ہے۔ "وما افاء اللہ علی رسولہ منھم ... علی من یشاء" اور جو کچھ ان لوگوں سے (یعنی یہودی بنی نضیر سے) خدا نے اپنے پیغمبر کو دلایا تو تم لوگ اس پر چڑھ کر نہیں گئے تھے بلکہ خدا اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے مسلط کرتا ہے چنانچہ حضرت عمر نے اس آیت کو پڑھ کر کہا تھا کہ "فکانت خالصۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور یہ واقع صحیح بخاری باب الخمس اور باب المغازی اور باب المیراث میں بہ تفصیل مذکور ہے۔ (الفارق حصہ دوم ۵۲۱، ۵۲۰)

اگر یہ مکر کیا جائے جیسا شبلی نعمانی نے کیا کہ بلاشبہ فدک خالصہ تھا کہ عام حاکموں کی طرح رسولؐ نے ذاتی تصرف میں رکھا ہوا تھا تو میں کہتا ہوں اُسے ہبہ کیوں کیا گیا اور اگر ہبہ نہیں کیا گیا تو وارثوں نے مطالبہ کیوں کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت عمر نے اپنے دورِ حکومت میں فدک حضرت علیؑ اور عباسؓ کو واپس کر دیا اور حق وارثت تسلیم کر کے قول ابو بکر کی تردید کر دی ص ا۔ (معجم البلدان جلد ۱۴، ۲۳۹)

سوال: نیز حدیث عدم توریث جب متواتر المعنیٰ مسلم بین الفریقین دونوں پارٹیوں کی کتب صحاح میں مروی از صحابہ و اہل بیت موجود ہے تو تخصیص سے رُو گردانی کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔اس لئے کہ حدیث رسول خلاف قرآں نہیں ہوسکتی اور ہم نے اس حدیث کو صحیح مسلم نہیں کیا ہے کتابیں صحاح میں سے ہوں یا غیر صحاح سے کتاب الٰہی کے سامنے اقتدار نہیں رکھتی ہیں۔ یہ حدیث عقل کے خلاف ہے۔اہل بیتؑ کی شان میں تنقیص پیدا کرتی ہے اور خود رسول کو مخالفِ قرآن قرار دیتی ہے لہذا ہم اس کو نہیں مانتے ہیں۔

سوال:۔ فرمایئے "فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنیٰ وثلث ورُبع" کے مدلول میں حضور علیہ السلام عمومیت خطاب کے لحاظ سے داخل ہیں یا نہیں اگر داخل ہیں تو سراسر خلاف واقع ہے ورنہ وجہ تخصیص قرآنی آیات سے ثابت کیجئے بصورت عجز اس تخصیص کے تسلیم کرنے اور اس تخصیص کے تسلیم نہ کرنے کے وجوہ بیان کیجئے۔

جواب:۔ جماعت حکومت ہی میں کا ایک گروہ اہل قرآن ہے آج کل عرف عام میں ان لوگوں کو پرویزی بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کا یہ نظریہ ہے کہ اس حکم کا اطلاق خود ذاتِ رسول اکرمؐ کے لئے بھی تھا کیونکہ جب رسول قرآن کے خلاف ہوگا تو رسالت عبث ٹھہرے گی۔لہذا ان حضرات کا خیال ہے کہ حضرتؐ نے ایک وقت میں چار نکاح سے زیادہ عقد نہ فرمائے۔لہذا سراسر خلاف واقعیت کا دعویٰ آپ کے سُنی بھائیوں ہی نے توڑ دیا لیکن اگر ان کی تحقیق کو قبول کرلیا جائے تو سُنی مذہب کے پیر تو اکھڑ جائیں گے مگر میرے پیر اور ضم جائیں گے کہ میں کہوں گا چلئے چار نکاح ہوئے باقی متعہ لیکن سُنیوں کو اپنے ہم مذہب گروہ کے سامنے لاجواب ہونا پڑے گا یا رسول کو مخالف قرآن ماننا پڑے گا یا قیاس سے تخصیص بنانی پڑے گی یا پھر باقی ازواج کا انکار کرنا پڑے گا لیکن میں سیدھی دوٹوک بات کرکے عصمتِ رسولؐ کے عقیدہ کی حفاظت بھی قائم رکھ جاؤں گا اور وجود ازواج کا بھی مقرر رہوں گا اور ظاہر ہے

متعہ بھی نکاح ہی ہے اور ممنوعہ زوجہ ہے مگر پیغمبر کی ازواج کے لئے نص ہے کہ وہ مائیں ہیں۔ بہر حال یہ تو پرویز ہی جانیں اور آپ۔

اصل بیان کا مدعا ہے کہ اگر اس حکم کو رسول اللہ سے متعلق نہ سمجھیں تو بھی اس کو وارثت کی نفی کرنے کی دلیل نہیں بنایا جاسکتا ہے اس لئے کہ "دات ذالقربیٰ حقہ" والی آیت میں پیغمبر کو خطاب کر کے حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے قرابتداروں کا حق ادا کریں اور پھر ہے کہ عدم توریث کی حدیث قرآن کے عمومات وخواصات کے خلاف ہے جیسا کہ حکم ہے۔ "ولکل جولنا موالی مماترک الوالدان والا قربون" جو ترکہ ماں باپ اور اقرباء چھوڑ جائیں ہم نے ان کے وارث قرار دیے ہیں اور آیت میں "کل" سے حکم عام ثابت ہے کسی کو تخصیص نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر یہ عذر کیا جائے کہ جس طرح حجرے حضور کی بیویوں کو دے دیئے گئے اسی طرح فدک بھی سیدہ کا حق تھا تو یہ سوال ہے کہ حجرے ازواج مطہرات کو حضرت کی وفات کے بعد دیئے گئے یا پہلے سے ان کی ملک میں تھے؟

جواب:۔ حضور اکرم کی حیات طیبہ ہی میں ازواج حجروں میں مقیم تھیں۔ لیکن بعد از رسولؐ ان کا قبضہ ہی دلیل ملکیت سمجھ لیا گیا جبکہ سیدہؑ طاہرہ کا ہبہ بھی تسلیم نہ کیا گیا کسی زوجہ سے نہ ہی گواہ طلب کئے گئے اور نہ ہی کچھ دلیل ملکیت کا سوال کیا گیا۔ اگر پیغمبر کی متروکات صدقہ ہیں تو پھر یا تو ازواج کی ملک ثابت کی جائے یا وارثت کر کے حدیث کا انکار کردیا جائے ورنہ جواب دیجئے وہ حجرے اوقاف وصدقات میں کیوں نہ لئے گئے۔

سوال:۔ اگر بعد میں دیئے گئے تو اس کے متعلق تشفی کن دلائل پیش کیجئے۔

جواب:۔ بعد کے دیئے یا پہلے دیئے جب رسول کی وارث ہی سے نفی ہے تو اس بحث کا کیا فائدہ پہلے دیئے تو ہبہ یا وصیت فرمایئے بعد میں دیئے تو وجہ بتایئے وارث سمجھتے ہوئے یا مستحق صدقات گردانتے ہوئے۔

سوال:۔ اور اگر حضور کے زمانہ اقدس میں ان کے سپرد کر دیئے گئے تھے اور تا وفات ان کے قبضے میں رہے تو پھر مسئلہ توریث سے اس کا کیا تعلق ہے واضح کیجئے۔

جواب:۔ اگر ازواج کا قبضہ بحیات رسول قبول ہے تو پھر ہبہ سیدہؑ کیوں منظور نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر یہ ذکر کیا جائے کہ وات ذالقربیٰ حقہ میں سیدہ کا حق مذکور ہے تو سوال یہ ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی ہے یا مدینہ میں؟

جواب:۔ آیت مکہ میں نازل ہوئی یا مدینہ میں اس سے سیدہ کے حق کو چھینا نہیں جا سکتا کیونکہ حکم موجود ہے اسے منسوخ نہیں کیا گیا ہے۔ کئی آیات مکہ بھی نازل ہوئیں اور مدینہ بھی۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ امام فخر الدین رازی نے کہا کہ سورہ فاتحہ مکہ میں بھی نازل ہوئی اور مدینہ میں بھی اور پھر عرض کرتے ہیں کہ امکان ہے کہ یہ آیت مکہ میں بھی اتری اور مدینہ میں بھی اگر صرف مکی بھی کہا جائے تو بھی نزول حکم میں کسی طرح کا کوئی حرج نہیں ہوگا۔

سوال:۔ اگر اس کا نزول مکہ معظمہ میں ہے تو پھر معدوم چیز کا تعلق آرڈر دینے

کا کیا معنے جبکہ ابھی تک فدک حضور علیہ السلام کے قبضے میں بھی نہ آیا تھا۔

جواب:۔ چونکہ خدائے تعالیٰ کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھا کہ پیغمبر خدا کو بعد ہجرت کے مدینہ میں اور بعد فتح خیبر کے جو علیؑ کے ہاتھ سے ہوگی فدک ملے گا حکم اُن کا پہلے نازل کر دیا اور نزول حکم میں کسی ایسی چیز کا ذکر کرنا جو آئندہ زمانے میں آئے گی قبل اس کے وقوع کے کچھ حرج نہیں ہے۔ فتاویٰ عزیزیہ میں بھی مکی و مدنی کی بحث موجود ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں جیسا کہ تفسیر کبیر میں "**وما جعلنا الرئویا التی ارینک الافتنة للناس**" کی تفسیر میں امام فخر رازی لکھتے ہیں کہ حضورؐ نے بنی امیہ کو خواب میں دیکھا تھا کہ بندروں کی طرح منبر پر اچھلتے پھرتے ہیں اور پھر امام رازی کہتے ہیں کہ یہ قول ابن عباس کا ہے مگر مشکل اس میں یہ ہے کہ آیت مکی ہے اور مکے میں منبر نہ تھا اور پھر اس کا جواب دیتے ہیں کہ کچھ بعید نہیں ہے کہ مکہ میں ان کو دکھایا جائے کہ مدینہ میں منبر قائم ہوگا۔ اسی طرح دولت خواہ کب آئے حکم زکوٰۃ قبل از آمد دولت نصابیہ موجود رہتا ہے۔ موت آنے سے قبل ہی حصص کا تعین اور میراث کی تقسیم کے احکام موجود ہیں۔

سوال:۔ اور اگر مدینہ میں ہے تو جمیع ذی القربیٰ پر حضرت نے فدک ٹکڑے ٹکڑے تقسیم کر دیا یا نہ۔ اقرباء کے اسماء اور حصص کی تعین مع دلائل پیش کیجیے؟

جواب:۔ فدک جب حضورؐ نے سیدہؑ کو ہبہ کر دیا تو پھر جائداد میں کسی دوسرے قریبی کا حصہ نہ رہا بلکہ واحد مالک سیدہ طاہرہ صلوٰۃ اللہ علیہا ہی قرار پائیں۔ جب اس جائداد میں کسی دوسرے کا حصہ ہی نہ رہا تو پھر اس کی تقسیم کیسی؟

سوال:۔ اور اگر نہیں کیا تو معاذ اللہ حضور علیہ السلام تعمیل ارشاد سے قاصر ہے جو کہ شان نبوت کے خلاف ہے۔ جواب دیجئے۔

جواب:۔ جب ذی القربٰی سے مراد ہی مخصوص ہستیاں تھیں اور ان کے علاوہ کوئی نہ تھا جس پر اس حکم کے تعمیل کا اثر ہوتا تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ حضورؐ نے تعمیل نہ فرمائی۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل، ابن حاتم، طبرانی، حاکم، دیلمی اور ثعلبی وغیرہم جیسے عظیم الشان علمائے اہل سنتہ نے تسلیم کیا ہے کہ ذی القربٰی سے مراد صرف سیدہؑ ان کے شوہرؑ اور آپ کے شہزدگان ہیں جیسا کہ علامہ واحدی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ "ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت مودۃ فی القربٰی نازل ہوئی تو لوگوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ وہ کون سے قرابتدار ہیں جن کی محبت ہم پر واجب قرار دی گئی ہے آپ نے فرمایا وہ علیؑ، فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں"۔

سوال:۔ نیز جب حضرت نے اپنی زندگی میں جو کچھ کسی کو دیا اسے ہبہ سے تعبیر کیا جائے گا یا وارثت سے۔ ہر دو شقوں پر دلائل بیان کیا جئے۔

جواب:۔ موقع ومحل کی نزاکت کے مطابق جو کچھ حضورؐ نے کسی کو دیا وہ خیرات وصدقہ ہوگا یا ہبہ۔

سوال:۔ اگر ہبہ ہو تو رعایت حصص کیا معنی؟

جواب:۔ بشکل ہبہ حصص کا کوئی سوال نہیں ہوتا ہے۔

سوال:۔ اگر بطور وارث ہو تو وارثت قبل از وفات کیسی؟

جواب:۔ اگر صاحب املاک چاہے تو اپنی زندگی ہی میں تقسیم کر سکتا ہے مگر فدک کے معاملہ

میں جب دعویٰ ہبہ قبول نہ ہوتو حق وراثت کا دعویٰ کیا گیا جو بعداز وفات تھا۔

سوال:۔ اگر یہ مکرر کیا جائے کہ حدیث عدم توریث خبر واحد ہے تو سوال یہ ہے کہ یہی حدیث اہل تشیع اور اہل سنت دونوں کی کتابوں میں مروی ہے یا نہیں۔ اہل تشیع کے جملہ امام اسے مانتے ہیں یا نہ۔ اہل سنت میں سے کسی نے انکار نہیں کیا جملہ صحابہ کرام نے تسلیم کیا آج تک یہ حدیث زبان زد خلائق ہے فرمایئے معنوی طور پر تواتر ثابت ہوا یا نہ؟

جواب:۔ جب یہ حدیث قرآن مجید کے سراسر خلاف ہے خبر واحد بھی ہے خود راوی حدیث اور دیگر اصحاب نے اس کے خلاف عمل کیا ہے آئمہ شیعہ میں سے کسی نے اس کو صحیح نہیں سمجھا ہے تو پھر قرآن کو چھوڑ کر کتابوں کو کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے۔ جبکہ شیعوں نے اس موضوع قرار دیا ہے۔ اگر اس قائدہ کو کلیہ بنا کر حق باطل کی تصدیق کی جائے تو پورے مذہب شیعہ کی تائید سنی کتب سے ہوئی ہے جبکہ سنی مذہب کی تصدیق شیعہ کتب سے نہیں ہوتی تو پھر کیوں آپ سنی مذہب ترک نہیں کر دیتے۔ اگر چہ اس حدیث کو معنوی تواتر کا درجہ حاصل ہے مگر ضعف کے ساتھ۔ اہل بیت تو رہے ایک طرف خود ازواج نے اور اکابر اصحاب نے اس حدیث کو نہیں مانا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں بی بی عائشہ کی روایت ہے کہ:

"جب رسول وفات پاگئےؐ تو ازواج نے چاہا کہ عثمان بن عفان کو ابوبکر کے پاس بھیجیں اور ان سے پیغمبر اکرم کی میراث کا مطالبہ کریں۔ عائشہ نے کہا کیا حضور نہیں فرما گئے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" (**صحیح مسلم جلد۲ ص۹۱**) اس روایت سے ثابت ہوا کہ عائشہ کے کہنے سے قبل ازواج بھی اس حدیث سے بے خبر تھیں اور حضرت عثمان بھی۔ اسی طرح اگر یہ

حدیث صحیح تھی تو پھر حضرت عمر نے اپنے دور میں اس پر عمل کیوں نہ کیا اور خود حضرت ابوبکر نے سیدہؑ کے حق میں دستاویز کیوں لکھی جسے بعد پھاڑ اگیا اور پھر یہ کہ کم سے کم رسول اللہ کو اپنے وارثوں کو تو یہ پیغام ضرور دینا چاہئے تھا۔ جبکہ یہ حدیث سوائے ابوبکر کے کوئی نہ جانتا تھا۔ جس نے سُنی ابوبکر سے سنی۔ جبکہ ابوبکر نہ ہی وارث تھے اور نہ ہی اہل بیتؑ۔

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جئے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ توثیق فدک ص ۲۵ میں کہا گیا ہے تو مراۃ العقول شرح الفراع والاصول ص ۲۴ جلد ا کی اس عبارت کا کیا جواب ہے "**حسن اوموثق لایقصرعن الصحیح** "یہ حدیث حسن اور توثیق یافتہ ہے صحیح سے کم درجہ کی نہیں ہے۔

جواب:۔ مراۃ العقول میں اس حدیث کو حسن وموثق کہا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس روایت کے راوی غیر شیعہ ہیں اور لایقصوعن الصحیح سے مطلب یہ نہے کہ اس کو جڑ صحیح نہیں ہے کیونکہ "قصر" درخت کی جڑ یا بنیاد کو کہتے ہیں۔

سوال:۔ من لایحضرہ الفقیہ ج ۳ ص ۳۴۶ میں ہے۔

"**فان الفقهاء ورثة الا نبياء ان الانبياء لم يورثوا دينا والا درهما ولكنهم ورثوالعلم فمن اخذمنه بحظ وافر** "فرمائیے کیا جواب ہے جبکہ یہ ابوالائمہ حضرت علی مرتضیٰ کا قول ہے۔

جواب:۔ اس قول سے مراد یہ ہے کہ انبیاء سرمایہ دارانہ نظام قائم کرنے کے لئے مبعوث نہیں ہوتے ہیں بلکہ علم دین (جو کہ مادیت و روحانیت پر حاوی ہوتا ہے) کی تعلیم کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ جو مال خدا نے ان کے اور ان کی اولاد کے بسر اوقات کے لئے مخصوص کیا ہوتا ہے وہ انبیاء کے بعد ان کی اولاد کو ورثہ میں پہنچتا ہے تاکہ راہ ذلت کی زندگی بسر نہ کریں اور دوسروں کے محتاج بن کر اپنی خودداری اور اپنی روحانی اقتدار کو نہ کھو بیٹھیں۔ ہمارے رسولؐ نے جو ترکہ چھوڑا وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تھا۔ اگر اس فرمان سے حدیث الارث والورث کو صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر سوال اٹھے گا کہ رسولؐ نے اپنی والدہ سے ترکہ میں کنیز ام ایمن کو کیسے ورثہ میں پایا اور رسولؐ کے ورثہ میں ازواج کو مکانات کی ملکیت کیسے حاصل ہوئی؟ اس ارشاد سے کسی طرح بھی یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ نبیوں کے ورثاء کو ترکہ سے محروم کر دیا جائے اور درہم و دینار کا جو تذکرہ ہے اس کا مطلب یہ ہے اللہ کے رسول دولت اندوزی کر کے درہم و دینار کے خزانے جمع نہیں کرتے ہیں جیسا کہ حضورؐ کی سیرت سے ثابت ہے کہ آپؐ نے بیت المال کا قیام نہ فرمایا۔ بلکہ جب حضورؐ مالک حقیقی کی جانب رخصت ہوئے تو اس وقت وہ مقروض تھے اور یہ قرضے وقت امام حسینؑ تک ڈھنڈورے دے دے کر ادا کئے جاتے رہے۔ بہرحال یہ فرمان علماء کرام کی فضیلت اور زر پرستی کی مذمت کے لئے ہے۔

سوال:۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ حدیث اگرچہ من لایحضرہ الفقیہ میں درج ہے لیکن پھر بھی غیر صحیح ہے تو سوال یہ ہے صاحب من لایحضرہ الفقیہ کی اس کلام مندرجہ من لایحضرہ الفقیہ ص ۳ کا کیا مطلب ہے جبکہ اس نے تصریح کی ہے کہ:۔

بل قصدت الی ایراد ما افتی به واحکم بصحته واعتقدفیه حجة فیما ابینی وبین

ربی وحسبیع مافیہ مستخرجة من کتب مشہورة علیہا المعقول

بلکہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ من لایحضرہ الفقیہ میں ایسی چیزیں لاؤں جن سے فتویٰ دے سکوں اور اس کی صحت کا حکم دے سکوں اور میرا اعتقاد ہو کہ یہ میرے اور میرے پروردگار کے درمیان ان مشہور کتابوں سے لیا گیا ہے جن پر اعتماد اور اعتبار ہے۔

جواب:۔ شیخ صدوقؒ صاحب من لایحضرہ الفقیہ کی محنت قابل قدر اور لائق احسان ہے لیکن آپ نہ ہی امام تھے اور نہ ہی معصوم لہذا ان کے اس تعارفی بیان سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ جو کچھ انہوں نے من لایحضرہ الفقیہ میں جمع فرمایا اس میں ان سے سہو نہیں ہو سکا البتہ ان کی خلوص نیتی پر شبہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔ باقی انہوں نے کہیں بھی وہ حدیث نقل نہیں فرمائی جو جناب ابوبکر سے مروی کی گئی ہے اور جو ارشاد زیر بحث ہے اس سے انبیاء کا مسئلہ ہمارے عقائد کے مطابق طے قرار پاتا ہے۔ یہ علم کی تحصیل اور علماء کی فضیلت سے متعلق ہے اور ہوس زر کی تنقیص کرتی ہے اس حدیث سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی ہے کہ نہ ہی انبیاء کا کوئی وارث ہوتا ہے اور نہ ہی انبیاء کسی کے وارث ہوتے ہیں اور ان کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے ورنہ بایں الفاظ دیجئے۔

سوال:۔ جبکہ یہ حدیث اصول کافی ص ۱۹ میں موجود ہے اور اس کی توثیق امام مہدی نے غار شریف میں کر دی ہے تو انکار کیسا؟

جواب:۔ اصول کافی حدیث کا جواب دیا جا چکا ہے کہ وہ ابوالبختری مروی ہے جو دشمن اہل بیت

اور جھوٹا تھا۔امام مہدی کی توثیق امر مسلمہ نہیں ہے البتہ علماء فقہاء کی وراثت علمیہ والی حدیث صحیح ہے۔

سوال:۔ کیا امام مہدی اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ اصول کافی میں غیر معتبر احادیث شریف بھی موجود ہیں پس اگر یہ قول حقیقت کا ترجمان ہے تو لامحالہ امام مہدی علیہ السلام کے قول کو خلاف واقع کہنا پڑے گا جو کہ مہدویت اور معصومیت کے شان کے خلاف ہے۔

جواب:۔ ہم بار بار اس بات کو دہرا رہے ہیں کہ امام مہدیؑ کی توثیق امر مسلمہ نہیں ہے تو پھر اس تکرار فضول سے کیا حاصل؟

سوال:۔ اگر ایک امام کسی حدیث کی کتاب کو معتبر بتائے اور غیر امام اس کی ایسی تنقیحات پیدا کردے جو کہ شان امام کے خلاف ہو تو فرمایئے غیر امام کا ایمان بحال رہے گا یا نہ۔ ہر دو شقوں پر بادلائل روشنی ڈالئے۔

جواب:۔ جب امامؑ کا کتاب کو معتبر قرار دینا پایہ ثبوت ہی کو نہ پہنچتا ہو تو پھر عند التحقیق معاملہ سے دلیل قائم کرنا کس طرح معقول بات ہو سکتی ہے۔اسی اعتراض کی گنجائش اس وقت پیدا ہو سکتی ہے جب ہم امام کی تصدیق کو تسلیم کرتے ہوئے غیر امام کی بات کو قبول کرلیں۔افسوس ہے کہ محض غیر محقق الزام خواہ مخواہ ہمارے سر منڈھا جارہا ہے جبکہ خود کلینی نے اپنے مقدمہ میں ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ ہر طرح کی احادیث کا مجموعہ قرار دیا ہے۔

سوال:۔ اگر قول وراثت بزعم شیعہ صحیح ہے تو صرف بنت الرسول کی وراثت کا

کیا معنے۔ اس لحاظ سے تو جمہ امہات المومنین بالخصوص سیدہ کونین حبیبہ حبیب خدا سیدہ عائشہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہین حضرت عباسؓ وغیرہ کے متعلق وراثت کے لحاظ سے کیوں اغماض سے کام لیا جارہا ہے؟

جواب:۔ جب ہم وراثت کے قائل ہیں تو پھر سب کی وراثت تسلیم کرتے ہیں۔ کسی سے اغماض نہیں کیا جاتا ہے مگر یہ افسوس ہے کہ حکومت نے دیگر لوگوں کو تو اُن کے حصوں سے بھی زائد ادا کردیا مگر سیدہ طاہرہؑ سے سب کچھ چھین لیا چونکہ سیدہ پر ظلم ہوا اس لئے مظلومہؑ کی وراثت کو اہمیت حاصل ہے جبکہ ازواج ودیگر لوگوں کو حکومت کی سختیاں برداشت نہیں کرنا پڑی ہیں۔

سوال:۔ معین کیجئے کہ سیدہ کا مطالبہ ہبہ کا تھا یا وراثت کا۔ اگر ہبہ کا تھا تو ہبہ بخش ہوجانے کے بعد واہب کی ملک سے نکل جاتا ہے پس اس لحاظ سے فدک حضور علیہ السلام کے قبضے میں نہ رہا اور وفات پائی تو اس مال سے وراثت کا جاری ہونا بعید از قیاس رہیگا۔

جواب:۔ دراصل فدک کے بارے میں سیدہؑ کے مطالبہ ہبہ ہی کا تھا اور حضورؐ کی حیات ہی میں سیدہؑ قابض تھیں مگر جب آپ کے ہبہ نامہ کو قبول نہ کیا گیا اور گواہوں کی گواہیاں جھٹلا دی گئیں تو سیدہؑ نے وراثت کا مطالبہ کیا۔ حضورؐ تو قبضہ عطا فرما چکے تھے مگر حکومت نے بے دخل کرنے کے اقدام کیے اور وثیقہ تک کو جھوٹا سمجھا۔

سوال:۔ اور اگر وراثت کے طور پر سوال کیا تھا تو وراثت کا تقاضا یہ ہے کہ

مال موروث کے قبضے میں مدۃ العمر تک قبضے میں رہے تو ہبہ کا قول خلاف عقل ہے بہر حال جواب درکار ہے۔

جواب:۔ جب حکومت نے فدک سے سیدہؑ کے وکیل کو نکال دیا اور قبضہ جمایا تو اس کا موقف یہ تھا کہ فدک ہبہ نہیں کیا گیا بلکہ حضورؐ کے قبضہ میں تھا لہذا حکومت کی اس ناانصافی کے خلاف سیدہؑ نے احتجاج کر کے دعویٰ وراثت کیا اور حاکم وقت لاجواب رہ گیا اور سوائے ایک وضعی حدیث کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ جب یہ داؤ بھی نہ چلا تو مجبوراً تحریر لکھ دی مگر مشیر خاص نے اس سے چاک کر دیا۔

سوال:۔ اگر یہ فکر کیا جائے کہ پہلے سیدہ طاہرہ نے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا جب سند پھاڑ ڈالی گئی تو پھر وراثت کا دعویٰ کیا تو سوال یہ ہے کہ کیا اس سے سیدہ کے تقویٰ و دیانت نیز علم وفہم پر تو معاذ اللہ حرف نہیں آتا جبکہ ہبہ بعد الہبۃ رفع المالک کو مقتضی ہے اور ورثہ بقاء الملک کو۔

جواب:۔ ہبہ کے مطالبہ میں ناکامی کے بعد سیدہ کا دعویٰ وراثت ان کے کمال علم و معاملہ فہمی کی دلیل ہے اور اپنے حقوق کو غاصب سے حدود شرعی میں طلب کرنا تقویٰ و دیانت کے ہرگز منافی نہیں ہوتا ہے۔ جب سیدہؑ کا مطالبہ ہبہ پر جھوٹا قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ یہ ملک واہب کے بقضہ میں تھی تو ورثہ بقاء المالک بزبان غاصب تسلیم ہو گیا لہذا اسی کے قول کے مطابق سیدہؑ نے وراثت کا دعویٰ کیا اور فریق مخالف کی اس ترکیب کو خاک میں ملا دیا کہ نبی کے وارث نہیں ہوتے اگر یہ حدیث درست ہوتی تو سیدہؑ کبھی ایسا مطالبہ نہ کرتیں۔

سوال:۔ اگر یہ فکر کیا جائے کہ ابن قتیبہ نے الامامت والسیاست ص ۱۵ میں سیدہ طاہرہ کا قول نقل کیا ہے:۔

قالت فاطمة لابی بکر وعمر استخطتمانی وما ارضتمانی ولئن لقیت النبی لاشکونکم الیہ

"سیدہ فاطمہ نے ابوبکر وعمر سے فرمایا کہ تم نے مجھے ناراض کیا ہے اور راضی نہیں کیا البتہ اگر میں حضورؐ سے ملی تو تمہاری شکایت کروں گی"

تو سوال یہ ہے کہ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ مذکورہ کتاب کسی اہل سنت معتبر عالم کی تصنیف ہے نیز یہ ہے کہ جب ابن قتیبہ کے شیعہ ہونے کے متعلق ہمارے علماء نے یہ تصریح فرمادی ہے کہ وہ شیعہ تھا پھر خواہ مخواہ مغالطے میں ڈالنے کا کیا فائدہ۔ ملاحظہ فرمایئے:

"وابن قتیبہ صاحب المعارف الذی ہو رفضی عنید "

(المنۃ الالٰہیہ ص ۳۳)

ابن قتیبہ صاحب المعارف کٹر شیعہ ہے۔

جواب: آپ کی طرف سے انکار کتب وعلماء کا یہ حال ہے کہ آج بخاری ومسلم جیسے لوگوں کو بھی سبائی کہا جاتا ہے اور تمام اسلامی لٹریچر کو شیعوں کی تصنیف وتالیف قرار دے دیا ہے۔ اب ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں قرآن سے بھی انکار نہ کر دیں۔ رہی بات کتاب "الامامت والسیاست کی تو اس کتاب کا آغاز ہی حضرت ابوبکر وحضرت عمر کی فضلیت سے ہوتا ہے اور پہلی روایت ہی جنت کے بڑھوں کے سرداروں سے ہیں والی نقل کی گئی ہے جو شیعہ عقائد کے خلاف ہے لیکن آپ کی عادت ہے کہ جہاں کہیں کسی کے قلم سے کوئی ایسی بات قدرتاً نکل جائے جو آپ کے عقائد کے خلاف ہو تو فوراً اس پر رافضی ہونے کا فتویٰ صادر کر دیا جاتا ہے حالانکہ عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کی توثیق حضرت عمر کے وکیل

خاص علامہ شبلی نعمانی بایں الفاظ کرتے ہیں:

عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ المتولد ۲۱۳ھ یہ نہایت نامور اور مستند مصنف ہے محدثین بھی اس کے اعتماد اور اعتبار کے قائل ہیں اس کے علاوہ علامہ ابن خلکان نے اپنی وفیات اور الاعیان میں اسے فاضل عالم، ثقہ اور قابل اعتبار لکھا ہے نیز ملاحظہ کیجئے شرح زرقانی علی مواہب لدنیہ الجزء الاول ص ۷۱ وغیرہ۔ اب اگر آپ انکار کتب وعلماء کرتے کرتے یہاں تک آ گئے ہیں کہ متن قرآن بھی آپ کے لئے دلیل نہیں رہا بلکہ صرف ترجمہ کے قائل ہیں جیسا کہ مسٹر محمود عباسی وعزیز احمد صدیقی وغیرہ کا خیال ہے تو پھر اس کا علاج میرے پاس نہیں ہے کہ جہلا کے لئے بہترین جواب خاموشی ہو کرتا ہے۔

سوال:۔ آپ حضرات میں سے کوئی شخص یہ ثابت کر سکتا ہے کہ سیدنا ابی بکر الصدیق نے بنت الرسول سے فدک چھین کر اپنی بیٹی سیدہ عائشہ کے حوالے کیا ہو۔

جواب:۔ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر کا سیاسی تدبر ان کے دشمنوں سے بھی خراج تحسین حاصل کئے بغیر نہیں رہ سکتا انہوں نے اپنی سیاسی بنیادیں اس قدر سوچ سمجھ کر استوار کی ہیں کہ انسانی مکر وتفکر حیران رہ جاتے ہیں۔ اگر حضرت ابوبکر سیدہؑ سے چھینا ہوا فدک اپنی کسی بیٹی کو دے دیتے تو یہ ان کی سیاسی فاش غلطی ہوتی اور اس وقت کے سیاسی حالات اس عمل کو کبھی برداشت نہ کرتے ایک طرف بنی ہاشم کی مخالفت تیز ہو جاتی تو دوسری طرف ان کو اس آمدنی سے ہاتھ دھونا پڑتا جس کے ذریعہ سے انہوں نے لوگوں کو ہمنوا بنایا اور پھر تاریخ میں ان کی نیک نامی کو مزید دھبہ لگتا۔ لہذا بڑی چالاکی اور ہوشیاری سے کام لیتا ہے حضرت ابوبکر صاحب نے ایسا قدم نہ اٹھایا۔ مگر انہوں نے اپنی بیٹی کی

معاشی حالت کا خاص خیال رکھا اور یہی عمل ان کی جانشین نے پلے باندھے رکھا۔ لہذا حضرت عائشہ کی مالی حالت بہت مستحکم تھی البتہ زمانہ عثمان میں بی بی صاحبہ کی آمدن میں کمی واقع ہوئی تو آپ نے فتویٰ دیا کہ کہ عثمان کافر ہو گیا ہے اس نعثل کو قتل کرو (احمد بن حنبل) چنانچہ ہم قائیں کو ام المومنین کہ بی بی صاحبہ کس قدر متمول تھیں۔ امام بخاری روایت لکھتے ہیں کہ "اسماء بنت ابو بکر نے قاسم بن محمد اور عبداللہ بن ابی عتیق سے کہا کہ مجھے اپنی بہن عائشہ کے ترکہ میں غابہ میں کچھ جائداد ہاتھ آئی مجھے معاویہ اس کے بدلے میں ایک لاکھ روپیہ دیتے تھے (مگر میں نے نہیں بیچی) "یہ جائداد تم دونوں لے لو۔ (ترجمہ علامہ الحدیث مولوی وحید الزمان صاحب کا ہے) غابہ ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ سے متصل تھا وہاں بی بی عائشہ کا کچھ حصہ تھا زمین میں (حاشیہ بخاری)

اب لدھیانوی صاحب بتائیں کہ جب رسولؐ نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔ جو کچھ چھوڑا ہوا صدقہ ہوا اور بی بی صاحبہ کو صرف نان ونفقہ ہی ملتا تھا تو یہ ایک لاکھ روپے کی زمین کہاں سے آ گئی اور کون سی شرعی دلیل سے آپ کے قبضہ میں تھی نیز کس شرعی دلیل سے بی بی عائشہ کو دس ہزار درہم کا عطیہ ملا کرتا تھا کہ لانورث والی حدیث جناب بی بی صاحبہ پر حاوی نہ تھی۔ مزید اطمینان کے لئے ملاحظہ کیجئے صحیح بخاری ترجمہ مطبع احمد لاہور کتاب الہبہ باب ہبتہ الواحد للجماعتہ ۴۳ سطر آخر پارہ دسواں۔ تیسیر الباری ترجمہ صحیح البخاری وغیرہ۔ اس روایت میں آپ بی بی عائشہ کی جائداد میں سے کچھ کی مالیت جو کہ ان کی بہن کے ہاتھ آئی کا اندازہ لگایا اب ذرا ان کے (ابو بکر کے) داماد حضرت زبیر کی دولت کا نظارہ فرمائیے صحیح بخاری میں ہے کہ۔ "اس قدر کثرت وفراوانی زر کی صورت میں فدک کا حضرت عائشہ کو دینا بے فائدہ تھا۔ حالانکہ دوسری ذرائع سے ان کی مالی حالت حالت کو مستحکم بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی"

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے جیسا کہ فلک النجاۃ ص ۳۹۴ میں کیا گیا ہے کہ

صاحب البیت حدیث عدم توریث کو نہیں جانتے تھے صرف ابوبکر جانتا تھا تو سوال یہ ہے کہ کس نے کہا ہے کہ نہیں جانتے تھے اور کون کہتا ہے کہ اس حدیث کے راوی صرف ابوبکر صدیق ہی ہیں صاحب منتقی نے تصریح فرمائی ہے:

رواه عن النبی صلی الله علیه وسلم ابوبکر وعمه وعثمان و علی و طلحة وزبیر و سعید و عبدالرحمٰن بن عوف و العباس وازواج النبی صلعم و ابو هریرة رضی الله تعالیٰ عنهم

اس حدیث کو حضور علیہ السلام سے ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ وطلحہؓ زبیرؓ سعید، عبدالرحمٰنؓ بن عوف عباسؓ اور حضور علیہ السلام کی ساری گھر الیوں نے اور حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے۔

پس دروغ بیانی کا کیا فائدہ؟

جواب:۔ اگر یہ مکر ہے کہ اس حدیث کا راوی سوائے حضرت ابوبکر اور کوئی نہیں ہے تو آپ سے گزارش ہے کہ عائشہ وابوبکر کے علاوہ ہر ایک راوی سے مروی یہ حدیث مع مکمل حوالہ نقل فرما دیجئے۔ یہ حوالاجات صحاح ستہ میں سے ہونے چاہئیں اور روایت کے لئے ضروری ہے کہ وہ مرفوع ہو اس کے اسناد مکمل ہوں اور تمام راوی ثقہ ہوں ان میں حضرت ابوبکر و عائشہ نہ ہوں اگر آپ ایسی روایات دکھا دیں گے تو ہم فی روایت از مختلف راوی ایک سو روپیہ نقد انعام پیش کریں گے۔ مگر بصورت ناکامی ہم پر

دروغ بیانی کا الزام واپس لے کر اپنے جھوٹ کا اقرار کر لیجئے۔

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ ابوبکرؓ نے فدک اس لئے نہیں دیا تھا کہ ان کی قرابت رسول مقبول سناد (سے عناد) تھا تو سوال یہ ہے کہ آخر اس طوطا چشمی کا کیا فائدہ جبکہ کتاب فضائل بخاری ص ۶۲ باب ۱۲ جلد ۲ وص ۲۰۹ وص ۲۱۰ اسی طرح کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر ص ۸۲ ج ۵ میں صدیق اکبر کا قول موجود ہے:

فتکلم ابوبکر فقال والذی نفسی بیده لقرابة رسول الله احب الی ان اصل من قرابتی

"پس ابوبکر نے جواب دیا مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میرے جان ہے کہ حضور علیہ السلام کی قرابت مجھے اپنے رشتہ داروں کے ساتھ تعلق قائم کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔"

جواب:۔ معترض کا یہ مکر بلکل ایسے ہی ہے کہ کوئی مسلمان کسی منافق کی صفائی پیش کرتے ہوئے کہہ دے کہ آخر اگر اس منافق کو رسول اللہ سے دشمن یا عناد تھا تو پھر اس نے کلمہ رسول کیوں پڑھا۔ نمازیں کیوں ادا کیں اور جہاد میں کیوں گیا بہر حال حضرت ابوبکر نے فدک اور دیگر ذرائع آمدنی اہلبیتؑ میں دخل اندازی اس لئے کی کہ آپ کو اہل بیتؑ میں سے خصوصاً علی علیہ السلام کی طرف سے سیاسی خطرہ تھا اور حضرت نے سب سے پہلے دانائی بھری دشمنی یہ کی اُن کو مالی لحاظ سے مفلوک الحال بنا دینے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا لیکن یہ کام بھی سیاست پر گہری نظر رکھتے ہوئے کیا گیا۔ چنانچہ زبانی چکنی چپڑی باتیں بھی کی جاتی رہیں لیکن خفیہ کانٹا صاف کرنے کی تدابیریں سوچی جایا کرتی تھیں

کبھی احراق خانہ کا منصوبہ بنتا تھا اور کبھی قتل پر کرایہ کے غنڈے خریدے جاتے تھے۔ جیسا موقع ہوتا ویسی چال ہوتی۔ پہلے زخم لگا کر گھائل کیا جاتا پھر آنسو سے بہا کر ہمدردی جتائی جاتی تھی تا کہ ایک تیر سے دو نشانے کرنے میں ہر رکاوٹ دور ہو جائے بس اور کیوں کر کہوں صرف یہ کہتا ہوں کہ حضرت صاحب کا احساس ایسا تھا کہ لینے دینے کے سر میں خاک محبت پاک۔ ایسی ہی محبت تھی کہ رسولؐ کی قرابت داروں سے وقتی طور پر زبانی محبت کا اظہار اور اپنے قرابتداروں کو مالی نوازشات!

سوال:۔ کتاب فرض الخمس صحیح بخاری ب ا ج ۴ ص ۴۲ میں ابوبکر صدیق کا قول موجود ہے:

میں نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی کہ حضور علیہ السلام اس پر عمل کرتے ہوں تو میں نے کیا ہے مجھے خوف ہے کہ اگر میں نے حضور کے کسی حکم کی تعمیل نہ کی تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔

فرمایئے سیدنا ابوبکر نے بسبب عناد وارثت تقسیم نہ فرمائی یا برعایت حکم رسول مقبول ﷺ۔

جواب:۔ حضرت علی علیہ السلام کا شوریٰ کے وقت سیرت ابوبکر کی پیروی کرنے سے انکار کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ جناب ابوبکر کا قول حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ ہم صرف فدک ہی کو لے لیتے ہیں کہ عمل رسول سے ہبہ بنام سیدہؑ ثابت ہے جبکہ حضرت ابوبکر نے اس کے خلاف عمل کرتے ہوئے سیدہؑ کو بے دخل کیا ورنہ ثابت کیا جائے کہ حضور کی حیات میں فدک کی حیثیت ایسی تھی جس طرح حضرت ابوبکر نے کر لی جبکہ یہ خالصہ رسولؐ تھا اور آپؐ نے اسے سیدہؑ کو بخشا۔ چونکہ وارثت کی تقسیم کا کوئی حکم بزبان رسولؐ ثابت نہیں ہے اس لئے عمل ابوبکر برعایت حکم رسولؐ ہرگز نہ تھا بلکہ بسبب عناد تھا۔

سوال:۔ کیا سیدہ پر یہ بہتان کہ وہ شکایت حضور علیہ السلام کے سامنے کریں

گی نصوص صریحہ کے معارض نہیں کیونکہ قرآن مجید سورہ یوسف میں ہے۔

انما اشکوا بثی وحزنی الی الله

میں اپنے رنج وغم کی شکایت خدا تعالیٰ کی طرف کرتا ہوں۔

دعائے موسیٰ علیہ السلام میں ہے۔

اللهم لک الحمد والیک المشتکی انت المستعان وبک المستغاث وعلیک التکلان۔

اے اللہ تیرے لئے حمد ہے تیری طرف ہماری شکایت ہے تو مددگار ہے اور تیری طرف فریاد ہے اور تجھی پر توکل ہے۔

اگر بقول شما سیدہ کا وہ قول مندرالامامتہ والسیاست صحیح ہے تو ان نصوص کا جواب دیجئے۔

جواب:۔ خدا کا حکم ہے کہ تم اپنے باہمی تنازعات خدا اور رسول کی طرف لوٹاؤ اور پھر اللہ کا فیصلہ ہے کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔ پس ثابت ہوا کہ رسول کے سامنے شکایت کرنا دراصل خدا ہی کے سامنے شکایت کرنا ہے کیونکہ سورۂ نساء میں واضح حکم ہے کہ "پس نہیں ہوں گے آپ کے رب کی قسم (لوگ) نہیں ایمان لائے ہوں گے جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو حکم نہ تسلیم کرلیں" پس سیدۂ کا اپنے تنازعہ کو عدالت محمدیہ میں پیش کرنا بمطابق حکم قرآن ہے اور جناب یعقوبؑ موسیٰؑ سے متعلقہ آیات کے مطابق سیدۂ کا بحضور رسالت مآبؐ شکایت کرنا متعارض نہیں ہے جبکہ پیغمبرؐ کی طرف رجوع دراصل خدا کی طرف رجوع ہے اگر آپ بارگاہ رسالتؐ میں شکایت کرنا خلاف شریعت سمجھتے ہیں تو حکم ممانعت کے ثبوت میں نص پیش کیجئے جبکہ حضور شفیع المذنبین ہیں۔

سوال:۔ اگر یہ نکر کیا جائے کہ صدیق اکبر نے فدک نہ دیکر اتنا گناہ کیا کہ جس کی پاداش میں سیدہ نے اپنے جنازہ میں بھی داخل نہ ہونے دیا تو سوال یہ ہے کہ اگر یہ وصیت تسلیم کرلی جائے تو کیا اسے کمال ستر وحجاب پر محمول کرنا بہتر ہوگا یا اظہار ناراضگی پر۔

جواب:۔ اگر آپ یہ نکر کر لیتے ہیں کہ جنازے پر نہ آنے کی وصیت کمال ستر وحجاب پر محمول ہے تو پھر بتایئے اُم المومنین بی بی عائشہ کیلئے ایسی وصیت کس لئے کی گئی اور دفن ونماز میں حضرت عمارؓ، حضرت مقدادؓ، حضرت زبیر، حضرت ابوذرؓ، حضرت بریدہؓ، حضرت سلمانؓ وغیرہ کی شرکت پر کیوں پابندی نہ ہوئی۔ خصوصاً شیخین اور ان کے ہم مشربوں کے لئے ایسی وصیت ثابت کرتی ہے کہ اس کا مقصد اظہار ناراضگی تھا۔ کیونکہ دیگر لوگ اصحاب رسول تھے مگر حضرات شیخین کو تو سیدہ کا "نانا" ہونے کا بھی اعزاز حاصل تھا۔

سوال:۔ اگر کمال ستر پر محمول ہے تو وہ مطابق واقع ہے کسی کو اس کے خلاف پر اصرار نہیں ہے اور اگر اظہار ناراضگی پر محمول کیا جائے تو سوال یہ ہے کہ اس قسم کی وصیت کی حضرت سیدہ سے توقع بھی کی جاسکتی ہے۔

جواب:۔ ایسی وصیت جو اظہار ناراضگی پر محمول و مان لینے میں آخر کیا قباحت ہے۔ ایسا سوشل بائیکاٹ تو اللہ نے منافق کے جنازہ میں شرکت سے منع کر کے بتایا ہے اور اگر اسی حکم کو الٹ لیا جائے تو نتیجہ برابر ہوگا۔ یعنی نہ ہی منافق کے جنازے میں شرکت کرو اور نہ ہی اپنے جنازے پر منافق کو آنے دو۔

سوال:۔ کیا یہ وصیت عمل سید الرسل کے خلاف نہں جبکہ آپ نے اپنے جنازے سے کسی کو منع نہیں فرمایا تھا کیا آپ لوگ ایسی خفیف باتیں بھی سیدہ کیطرف منسوب کرنے کے عادی ہیں؟

جواب:۔ کیا آپ کوئی ایسی ممانعت بزبانِ رسولؐ ثابت کر سکتے ہیں کہ جنازہ پر آنے سے منع کرنے کی وصیت شریعت کے خلاف ہے۔ جب حکم امتناع ہی نہیں ہے تو ممانعت کیسی؟ باقی حضورؐ تو علم نبوت سے جانتے تھے کہ لوگ خود ہی آپ کا جنازہ چھوڑ کر تخت کے پیچھے بھاگ جائیں گے اس لئے وصیت کی ضرورت ہی نہ رہی۔ بلا وصیت ہی لوگ اس عزت سے محروم ہو گئے۔ کیونکہ از روئے قرآن رسولؐ اور منافق کا ساتھ دائمہ نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر یہ شبہ کیا جائے کہ اگر سیدہ کو حق دینا ناجائز تھا برعایت حدیث الانورث تو ابوبکر صدیق نے خچر تلوار اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا عمامہ (دستار) حضرت علی کو کیوں دیا تھا۔ تو سوال یہ ہے کہ ذرا تحقیق تو فرمائیے کہ سیدنا ابوبکر صدیق نے سیدنا علی مرتضٰی کو یہ چیزیں دی تھیں یا ان کے پاس رہنے دی تھیں اور یہ ترک ماترک عند علے برائے تصرف تھا یا برائے تملیک تھا؟

جواب:۔ جس طرح مذکورہ تبرکات حضرت علیؑ کے تصرف و قبضہ میں تھے اسی طرح فدک بھی سیدہؑ کے قبضے میں تھا۔ جس طرح تبرکات رہنے دیئے گئے اسی طرح فدک بھی سیدہؑ کے پاس ہی رہنا چاہیئے تھا۔ حضورؐ نے اپنا عمامہ (تاج) حضرت علیؑ کو دیکر ثابت کیا کہ یہ میرا ولی عہد ہے اور وارث

دستار ہے عمامہ دیکھ کر ہی حضرت ابوبکر کچھ خیال کر لیتے۔ اگر یہ تبرکات برائے تصرف تھے تو پھر حکومت نے صدقہ قرار دیتے ہوئے کیوں نہ واپس لئے۔ اگر یہ چیزیں ترکہ ہو کر صدقہ نہیں ہیں تو پھر فدک کیوں؟ شاید اس کی مالیت زیادہ ہے اس لئے۔

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ ثعلبی نے عرائس المجالس میں لکھا ہے کہ ورث سلیمان داود یعنی نبوتہ وحکمتہ علمہ، وملکہ، جیسا کہ فلک النجاۃ ص ۳۹۶ میں کیا گیا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے وارثت مالی مراد لینا کیا آپ کے جہل کی دلیل نہیں جب کہ عبارت کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ بیٹا باپ کی طرح بادشاہ بنا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہ وارثت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بغیر کسی کو نہ ملی؟

جواب:۔ آپ مہربانی کر کے وہ الفاظ بتائیں جن کا مطلب یہ ہے کہ وارثت سیدنا سلیمانؑ کے بغیر کسی کو نہ ملی۔ باقی چونکہ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بڑے کے بڑے صاحبزادے تھے لہذا نبوت وعلم وحکمت اور تخت حکومت کے وارث آپ ہی قرار پائے اور ہم نے گذشتہ اوراق میں لکھا ہے کہ انہوں نے اپنے والد کی ملک خاص سے حصہ وراثت پایا ہے۔

سوال:۔ اگر فلک النجاۃ ص ۳۹۷ ج کا حوالہ دیکر کہا جائے کہ خاف ذکریا ان پر ثوالہ سے معلوم ہوا کہ وارثت مالی مراد ہے تو سوال یہ ہے کہ یہاں کیا یہ مطلب نہیں کہ قوم میرے مال پر قابض ہو جائیگی۔

جواب:۔ چلئے آپ کی بات بڑی صحیح مگر یہ تو بتایئے جب مال صدقہ ہے اور قوم ہی کا ہے تو پھر خوف کی کیا ضرورت ہے۔ قابض ہو جائیگی تو ہوتی ہے ایسا خوف محسوس کرنا دلیل ہے کہ مال نبیؐ پر قبضہ جمانے والی قوم سے اللہ کے نبی کو خدشہ و خوف ہوتا ہے۔ فافہم اگر یہ مکر کیا جائے کہ وہ خدشات حیات نبی کے زمانہ میں متوقع تھا تو پھر اور بھی خطرناک صورت ہوگی کہ نبی جبکہ حق ملکیت ہی نہیں رکھتا بلکہ صرف متصرف ہے اور اصلی مالک قوم ہے تو پھر حقیقی مالکوں سے غصب کا کیا ڈر؟

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ جیسا کہ فلک النجاۃ ص ۴۰۲ میں کیا گیا ہے کہ جابر کے کہنے پر تو بلا شہادۃ بحرین کے مال سے صدیق اکبر نے حضرت فاطمہ کو مال کثیر دے دیا تھا لیکن یہاں مسئلہ فدک میں کسی کی بھی گواہی منظور نہیں کی گئی تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہاں جابر کے دعویٰ کے خلاف حضور علیہ السلام کا ارشاد موجود نہیں ہے اور وہاں بطرق کثیرہ سرور کائنات کا ارشاد اجراء سلسلہ توریث سے مانع ہے فرمایئے آپ کے استدلال کی کیا قیمت رہی؟

جواب:۔ فلک النجاۃ حضرت جابر کے کہنے سے بی بی پاک کو مال کثیر دینا تو نہیں لکھا ہے البتہ خود حضرت جابر کو پندرہ سو کی رقم بلا اشتام و گواہ ادا کرنا قوم ہے اور یہ روایت صحیح بخاری کی ہے۔ اب تقاضا انصاف یہ ہے کہ ایک صحابی کو محض زبان ہی پروان ہو رہا ہے جبکہ سیدہؑ کی دستاویز اور گواہوں کو بھی جھوٹا قرار دیا جاتا ہے۔ اس بنیاد ایک حدیث خود ساختہ بنائی جاتی ہے۔ جس کا راوی وہ شخص ہے جو فریق مقدمہ ہے۔ اگر انہیں بنیادوں پر یہ دعویٰ کسی عام عدالت میں پیش کیا جائے تو نتیجتاً حضرت ابو بکر کے انصاف پر عدل و انصاف ماتم کناں ہو جائیں گے ہمارا استدلال تو قرآن پر ہے اور آپ کا حدیث

پر بتایئے فوقیت کس کا حاصل ہے ایک خلاف قرآن حدیث موضوعہ کو یا حکم الٰہی کو۔

سوال: فلک النجاۃ ص ۲۰۶ میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے سیدہ کو فدک بطور عطیہ کے دیا تھا تو سوال یہ ہے کہ جب فدک میں جملہ اقرباء یتامیٰ مساکین اور فقراء مہاجرین شریک تھے صرف سیدہ پر مشترک مال کا دان کرنا چہ معنی دارد؟

جواب:۔ جائیداد فدک میں جملہ اقرباء یتامیٰ مساکین و فقراء کا حق ملکیت نہ تھا بلکہ خالصہ رسولؐ تھا۔ جس میں سے حضور اُن لوگوں کی امداد فرمایا کرتے تھے۔ اور جب سیدہؑ کے نام ہبہ ہوگیا تو آپ بھی ایسا ہی کرتی تھیں۔ مگر آج تک یہ نہ ہوا کہ مالک جائیداد اگر اس کی آمدن میں سے صدقہ خیرات کرنا شروع کردے تو محتاجین اس جائیداد کی تملیک میں حصہ دار قرار پا جائیں اگر اس اصول کو مان لیا جائے تو پھر سخاوت کی صفت ختم ہو جائے گی۔ اب اگر بقول شما فدک میں یتیموں مسکینوں اور فقیروں وغیرہ کو ملکیت کا حق تھا تو پھر بتایئے بی بی پاک کے علاوہ بھی کسی شخص نے یتیم، مسکین فقیر نے فدک پر ملکیت کا دعویٰ کیا۔ جب مدعی ہی دعویدار نہیں تو پھر وکیل کی وکالت کا کیا فائدہ ہے جب مال مشترکہ ثابت نہیں بلکہ حضور کی ملکیت ثابت ہے تو پھر اعتراض بے معنی ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے ممبر پر فرمایا تھا۔

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یعتصم بالوحی وان لی شیطان یعرینی فان استقمت فاعینونی زغت فقرمونی

(فقوموني)

بلا شبہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام وحی کے ساتھ تمسک فرمایا کرتے
اور بیشک میرے لئے شیطان ہے اگر میں سیدھا رہوں تو میری
امداد کرنا اور اگر میں ٹیڑھا ہونے لگوں تو مجھے سیدھا کرنا۔

فرمایئے اس پر کیا اعتراض ہے کیا اس بات سے سیدنا صدیق اکبر کا اخلاص ثابت نہیں ہوتا۔

جواب:۔ حضرت ابوبکر کے اس اعتراف پر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ یہ انہوں نے بالکل سچ کہا ہے اعتراض مجھے حضرت ابوبکر کے مریدوں پر ہے کہ جو پیر ہدایت کے لئے مریدوں کا محتاج ہو وہ پیر کامل نہیں ہوسکتا ہے۔

سوال:۔ اگر اس جملے پر اعتراض ہے کہ میرے لئے شیطان...... ہے کو تو کیا حدیث شریف میں وارد نہیں ہے۔

ما من احد الا وقد و کل به قرینه من الجن
وقرینه من الملائکة۔

کوئی انسان نہیں مگر اس کا ایک ساتھی جنوں سے بنایا گیا ہے اور
ایک ساتھی فرشتوں میں سے۔

جواب:۔ نہ ہی ہم اس جملے پر معترض ہیں اور نہ ہی یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے غلط کہا۔ لہذا آپ کا اعتراض کرنا بے وجہ ہے۔ باقی از روئے قرآن کچھ مخصوص و مصطفیٰ ہستیاں ایسی بھی ہیں جن پر شیطان کا تسلط نہیں ہے جیسا کہ خود خدا نے بوقت اخراج ابلیس وعدہ فرمایا ہے۔

سوال:۔ کیا حضرت نے یوں نہیں فرمایا:

ان الشیطن یجری فی الانسان کمجری الدم

بلاشبہ شیطان میں انسان خون کی طرح چلتا ہے۔

جواب:۔ فرمایا ہے (بخاری)

سوال:۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے بوجہ عدم معصومیت یہ بیان دیا ہے؟

جواب:۔ ہوتا ہے تبھی تو ہم کہتے ہیں معصوم کا نائب معصوم ہونا چاہئے اور حضرت ابوبکر معصوم نہ تھے۔

سوال:۔ اگر سیدنا ابوبکر کا یہ قول پیش کیا جائے۔

اقیلونی فلست بخیریکم وعلیؑ فیکم

میری بیعت مجھے واپس کر دو پس میں تم میں اچھا نہیں ہوں اور علیؑ تم میں ہے۔

پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ خلیفہ کامل کی یہ پہچان نہیں کہ پبلک زور سے اُسے

خلیفہ منتخب کرے اور اس کے دل میں رائی کے برابر بھی طمع نہ ہوں۔ اگر یہ سچ ہے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیسا؟

جواب:۔ خلیفہ برحق کو پبلک رائے کی احتیاج ہی نہیں ہوتی کیونکہ اس کا تقرر خدا کی طرف سے ہوتا ہے وہ جمہوری رائے کا پابند ومحتاج نہیں ہوا کرتا اور اگر حضرت ابوبکر کا مقولہ نا قابل اعتراض ہے تو پھر آپ اس کی تردید کیوں کرتے ہیں اسے قبول کر لینے میں آپ کو کیا عذر ہے؟

سوال:۔ کیا سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نہیں فرمایا میری وزارت تمہارے لئے میری امارت سے بہتر ہے۔

جواب:۔ حضرت علیؑ کے اس ارشاد اور حضرت ابوبکر کے اس قول میں زمین وآسمان کا فرق ہے حضرت نے ایسا اس وقت فرمایا جب دنیا نے حکومت کا تاج اُن کے قدموں میں مجبور ہو کر رکھ دیا اور حضرت ابوبکر نے وہ بات اس وقت کہی جب وہ تخت پر بیٹھے حکومت کے سربراہ تھے اور لوگ ان کو غاصب سمجھے تھے اور علیؑ کو حقدار جانتے تھے لہذا یہ تقریر سیاسی حربہ کے تحت کی گئی اور خدا کی قدرت سے سچی بات زبان پر آگئی۔ تدبیر الٹی ہو گئی جسے آج کل آپ سیدھا کرنے کی فکر میں ہیں کہ بات بھی معقول مانتے ہیں اور اس سے انکار بھی کرتے ہیں۔

سوال:۔ جب ہمارے حضرات نے اس عبارت کی سند کے لحاظ سے تردید کردی ہے تو اعتراض کرنے کا کیا فائدہ جیسا کہ المنتہیٰ ص ۳۴۷ میں ہے "**ھذا کذب**

ولا له اسناد" یہ جھوٹ ہے اور اس کے لئے کوئی اسناد نہیں ہے۔

جواب:۔آپ حضرات نے کس بات کا انکار نہیں کیا مگر حقیقت صرف انکار کر دینے سے نہیں بدلا کرتی۔ جب جید علماء نے اس روایت کی موجودگی کا اقرار کیا ہے اور کتاب ابطال الباطیل میں فضل ابن روز جیسے عالم نے اسے صحاح میں سے کہا ہے غزالی نے سر العالمین میں تسلیم کیا ہے اور سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامتہ میں لکھا ہے۔(تشئید المطاعن ص ۱۵۰)۔

سوال:۔ اگر یہ کہا جائے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے کبھی بھی والی بنا کر نہیں بھیجا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہجرت کے نویں سال حج کا امیر سید الرسل نے کس کو بنا کر فرمایا تھا۔ نیز بتائیے فضیلت امیر بنا کر بھیجنے میں ہے یا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں رہ کر شرف زیارت حاصل کرنے اور جرعہ ہائے وصال پینے اور فیوضات نبوت سے مستفیض ہونے میں۔

جواب:۔ہمیں ایسا اعتراض کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ حضرت ﷺ نے کئی مواقع پر لوگوں کو امیر یا سردار بنایا ہے ایسی تقرری دلیل خلافت و امامت نہیں ہے۔ باقی رہ گئی فضیلت کی بحث تو فضیلت دراصل اطاعت محبت رسولؐ سے منسلک ہے۔ حضرت کی اطاعت خواہ ان سے بظاہر دور رہ کر کی جائے یا قریب اس اطاعت کا خلوص و تقویٰ ہی باعث فضل ہوگا۔ اگر ایک جانثار رسول کی عدم موجودگی میں حضور کی محبت میں کمال فرمانبرداری کی مثال قائم کرتا ہے تو وہ اس صاحب سے یقیناً افضل ہوگا جو ساتھ رہ کر بھی رات کو رسولؐ کے قتل کے منصوبہ میں ملوث ہوتا ہے پس شرف زیارت پانا اسی

وقت مفید ہوگا جب دل میں محبت اور نیت میں خلوص ہوگا اس لئے فضل کا تعلق ساتھ رہنے یا امیر بننے سے نہیں اطاعت مخلصہ سے ہے۔ (نوٹ:۔ ہجرت کے نویں سال حضرت ابوبکر کو حج پر بھیجنا بالکل غلط ہے جبکہ بھیجا ہی نہیں تو میر ابنانا کیسا؟)

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تو عمر فاروقؓ کا قول موجود ہے یعنی ابوبکرؓ کی بیعت جلدی ہوئی تو دریافت طلب امر یہ ہے اس جملہ میں صدیق اکبر کی خلافت کی کس طرح تردید ہوسکتی ہے جبکہ اس کا معنے یہ ہے کہ بیعت بلا پس وپیش ہوئی بغیر کسی انتظار کے ہوئی بغیر کسی تفریق کے ہوئی کیا اس میں صراحۃً صدیق اکبر کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی؟

جواب:۔ پہلے حضرت عمر کا قول سنئے ابوبکر کی بیعت بے سوچے سمجھے نگہانی طور پر واقع ہوگئی تھی! اللہ نے اس کے شر سے بچالیا۔ اگر آئندہ کوئی اس طرح کرے تو اسے قتل کر دینا" (صواعق محرقہ ص ۳۶) اب بتایئے اگر اس قول سے حضرت ابوبکر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے تو پھر اس میں شائبہ شر کیوں مانا گیا اور اگر یہ بیعت دستوری جمہوری یا صحیح طریقہ پر عمل میں آئی تھی تو پھر اس کے اعادہ پر قتل کرنے کا فتویٰ حضرت عمر نے کیوں دے دیا! حضرت عمر کا قتل کرنے کا حکم دینا ثابت کرتا ہے کہ بیعت ابوبکر فلتہ تھا اور اس کا ارتکاب مستوجب سزائے موت ہے الہذا تنقیص ثابت ہوئی نہ کوئی فضیلت"۔

سوال:۔ آپ کے بعض لوگ کہتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہمیشہ کہا کرتے تھے! لیتنی کنت سالت رسول اللہ ملا نصار فی ھذا الامرح کاش کہ میں انصار کے

متعلق حضورؐ سے پوچھ لیتا کہ امر خلافت میں کچھ ان کا بھی حق ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس میں خلافت صدیقی کی تردید ہوتی ہے کیا مطلب ظاہر نہیں کہ ابو بکر صدیق نے حضور سے پوچھا نہیں اور حضور نے از سر خود بتایا نہیں اگر ضروری ہوتا تو حضورؐ اس مسلئے کو ہر گز ہر گز مخفی نہ رکھتے جب کہ نبوت چھپانے کا نام نہیں بلکہ ظاہر کرنے کا نام ہے۔

جواب:۔ اگر حضرت ابو بکر حضورؐ سے پوچھے بغیر خود تخت حکومت پر قابض ہو سکتے تھے تو پھر آخر انصار کے لئے حکم ممانعت کی عدم موجودگی میں کون سی ایسی بات تھی جو وہ امر حکومت سے محروم رہ گئے جب کہ حضورؐ نے نہ ہی کسی مہاجر کو اپنا خلیفہ نامزد فرمایا اور نہ ہی انصار میں سے کسی کو بلکہ ہمیشہ حضرت علی کو اپنا قائم مقام بناتے رہے دعوت ذوالعشیرہ کے موقعہ پر ہی خلافت علویہ کا اعلان فرمایا اور پھر اکثر وہ لفظ حضرت علیؑ کے لئے ارشاد فرمایا جس سے آپ کا خلیفہ بلا فصل ہونا ثابت ہوتا ہے اور کار رسالت کا آخری کام حکم خدا سے علیؑ کو نامزد فرمانا ہوا۔ لوگوں نے عہد غدیر کی خلاف ورزی کرتے ہوئے حضرت علیؑ کو حکومت سے محروم کر دیا حضورؐ نے اپنا فرض پورا کیا اور امت کو ثقلین کتاب و اہلبیت کے سپرد کیا مگر امت نے حضورؐ کے اس حکم کو فراموش کر کے ہدایت کو چھوڑ دیا اور ضلالت کے گڑھے میں گر گئی!

سوال:۔ اگر یہ عبارت تسلیم کر لی جائے تو کیا اس میں سے صدیق اکبرؓ کے خلوص کا ثبوت نہیں ملتا۔

جواب:۔ اس عبارت سے حضرت ابو بکر کے خلوص کا ثبوت اسی صورت میں مل سکتا ہے جب وہ کوئی ایسا ثبوت پیش کرتے کہ حضورؐ نے مجھے تو اپنا خلیفہ بنایا ہے مگر انصار کو اس شرف سے محروم رکھا ہے

حالاں کہ نہ ہی کوئی حکم حضرت ابوبکر کے لئے تھا اور نہ ہی انصار کے لئے لہذا دونوں کا پلہ خالی اور برابر تھا البتہ انصار کے ساتھ یہ خلوص اس طرح ہوتا کہ انہیں بھی برابر کا شریک کار کیا جاتا جیسا کہ حضورؐ نے رشتہ اخوت قائم کر کے مساوات کا درس دیا تھا۔ لیکن یہاں تو انصار و مہاجرین میں سے کسی کو اختیار نہ تھا کہ معصوم نبی کا قائم مقام غیر معصوم شخص کو چن لیتے جب کہ یہ کام ہی خدا اور رسول کا تھا امت کو خوامخواہ ٹانگ پھنسانے کی ضرورت ہی نہ تھی:

سوال:۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو بوقت وفات فرمایا تھا! لیت امی لم تلدلی کاش کہ میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا! تو کیا مجھے دریافت کرنے کی اجازت ہے کہ آپ ذرا صدیق اکبر کے متعلق بوقت وفات یہی جملہ بروایت صحیحہ وسند مستند ثابت تو کر دکھایئے۔

جواب:۔ اگر یہ قول صحیح اور مستند نہیں ہے تو پھر اگلے اعتراض ہی میں آپ نے اسے تقویٰ کی علامت کیوں قرار دیا ہے! اب اگر آپ حضرت ابوبکر کو صفت تقویٰ سے خارج کرنے ہی پر آمادہ ہیں تو میں مان لیتا ہوں کہ یہ انہوں نے نہیں کہا ہوگا! باقی اس کی روایت و درایت کے چکر میں مغز ماری کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے! کیوں کہ اس فقرہ کو ہمارے ہاں کوئی اہمیت ہی حاصل نہیں ہے البتہ تشید المطاعن میں یہ جملہ لکھا گیا ہے تفصیل اصل کتاب میں ملاحظہ فرما لیجئے۔

نیز اگر تسلیم کر لیا جائے تو کیا۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقکم! بے شک خدا تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا ہی ہے جو تم میں سے خدا کا خوف زیادہ رکھتا ہو کا نمونہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان

کلمات سے پیش نہیں فرمایا آخر بات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کا کیا فائدہ؟

جواب:۔ جب آپ اس بات ہی کو نہیں مانتے تقویٰ کا نمونہ کیوں کہتے ہیں! ہاں اگر صحیح مان لیں تو پھر جواب یہ ہے کہ کسر نفسی کا مظاہرہ اس وقت نظر آتا ہے جب پشیمانی کوئی فائدہ نہیں دیتی اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت! ہمیں بات کو توڑنے مروڑنے سے کیا حاصل آپ کی تو پوری کل خود بخود مڑی ہوئی ہے کیا فرعون کا اقرار ایمان مفید ہوا؟

سوال:۔ اگر یہ عکر کیا جائے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہا اپنے گناہوں کا اقرار کیا اس لئے وہ خلافت کے مستحق نہیں تھے تو سوال یہ ہے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسب ذیل ارشاد کا کیا جواب ہے؟ لیجئے چنانچہ صحیفہ کاملہ سجادیہ ص ۸۳ مطبوعہ طہران بازار سلطانی۔

ھا انا ذا یارب مطروح بین یدیک انا الذی اوقدت الخطایا ظھرہ وانا الذی افنت الذنوب۔ اے میرے رب میں آپکے سامنے پڑا ہوں میں وہ ہوں جس کی پیٹھ کو گناہوں نے بٹھا دیا ہے اور میں وہ ہوں جس کی عمر کو گناہوں نے فنا کر دیا ہے اگر حضرت سجاد معصوم ہو کر اقرار معصیت کر سکتے ہیں تو غیر معصوم ہو کر اقرار ذنوب کیوں نہیں کر سکتے۔

جواب:۔ ہمیں کسی پر اس وجہ سے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اس نے اپنے گناہوں کا اقرار کیوں کیا نہ ہی یہ صفت مذموم ہے! لہذا جب ہم معترض ہی نہیں تو پھر بلاوجہ الزام کیوں لگایا جاتا ہے! باقی معصوم نے جو مناجات بارگاہ الٰہی میں عرض کی ہیں تو وہ امت کی تعلیم کے لئے ہے نہ کہ فی الحقیقت

معاذ اللہ حضرت سجاد ایسے گنہگار تھے! ان کی عصمت اس کی قوی دلیل ہے۔

سوال:۔ اگر باایں ہمہ معصوم ہو کر امامیت کے فرائض انجام دے سکتے ہیں تو وہ باایں اقرار غیر معصوم ہو کر خلافت کا کام کیوں نہیں کر سکتے۔

جواب:۔ خلافت و امامت کے لئے نص درکار ہوتی ہے، معصوم منصوص ہوتا ہے اور غیر معصوم غیر منصوص پس محرومئی عصمت کی وجہ سے غیر معصوم منصب خلافت الٰہیہ کے اہل نہیں ہوتا ہے! ایک شبہ کا ازالہ کر دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمام بری صفات سے پاک ہے مگر مجازی معنوں میں خود خدا نے اپنے کو مکار۔ جبار قہار وغیرہ کہا ہے حالانکہ نہ ہی وہ ذات کسی سے مکر کرتی ہے نہ کسی پر جبر کرتی ہے اور نہ ہی قہر و ظلم جسطرح خدا نے یہ صفات مجازاً ارشاد فرمائی ہیں اس طرح آئمہ برحق نے مجازاً خود کو خاطی و گنہگار کہہ کر بندگی خدا کی تعلیم دی ہے۔

سوال:۔ صحیفہ کاملہ سجادیہ ص ۸۰ میں ہے۔

لما ثقل علی ظھری من الخطیات! گناہوں کی وجہ سے میری پیٹھ پر بوجھ آپڑا ہے فرمایئے کیا خیال ہے اب بھی صدیقی ارشادات پر اعتراض کرنے کی جرات ہے انکار خلافت صدیقی کے لئے اگر یہ مکر کیا جائے کہ وہ تو مسائل شرعیہ ہی نہیں جانتے تھے۔

(۱) انہوں نے چور کے بائیں ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا۔ (۲) ایک شخص نے لواطت کی تو اسے آگ میں جلا دیا۔ (۳) جدہ اور کلالہ کے مسئلے کو نہ جانتے تھے:۔ اگر تسلیم کر لیا جائے تو

فرمایئے دوسری مرتبہ چوری کی پاداش میں ید یسری کے کاٹنے کا حکم دیا تھا یا پہلی دفعہ کے جرم میں ہے کوئی ماں کالال جو پہلی مرتبہ کی سرقت کے جرم کی پاداش میں ثابت کر سکے۔

جواب:۔ ہمیں حضرت ابو بکر کے ایسے اقوال پر کوئی بھی اعتراض نہیں ہے جن میں انہوں نے خود گنہگار اور غیر معصوم ہونے کا اقرار کیا ہے۔ کیوں کہ ان باتوں کا ان کی خلافت سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے اس لیے کہ خلافت حقہ کے لئے عصمت شرط ہے اور حضرت ابو بکر اسی لئے کہا کرتے تھے کہ میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ خالفہ ہوں جب حضرت صاحب خود ہی حقیقت کے مقر تھے اور اپنے کو خلیفہ نہیں سمجھتے تھے تو پھر ان کی نام نہاد خلافت کا انکار کرنا کوئی جرم نہیں ہے چوں کہ خلیفہ کے لئے عالم ہونا ضروری ہے جیسا کہ اللہ نے اپنے پہلے ارضی خلیفہ حضرت آدم علیہ السلام کو تقرر علم ہی کی وجہ و باعث سے کیا اس لئے خلیفہ کا جاہل ہونا براہ راست عجز خدا کا سبب ٹھہرتا ہے! لہذا آپ کی غلط فہمی دور کرنے کے لئے ہم وہ اثبات پیش کر رہے ہیں جس سے حضرت ابو بکر کی قلت علم واضح ہو جاتی ہے، حضرت ابو بکر نے چوری کی سزا میں چور کا بایاں ہاتھ کٹوایا وہ پہلی مرتبہ کی غلطی مانی ہے! تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں! نہایت العقول علامہ اہل سنتہ امام فخر الدین رازی! اور تحفہ اثناء عشریہ وغیرہ۔

سوال:۔ کیا علم الھدی فی کتاب تنزیہ الانبیاء والائمہ میں مذکور نہیں کہ حضرت علی مرتضی نے ایک لوطی مرد کو جلا دیا تھا۔

جواب:۔ تنزیہ الانبیاء مصنفہ سید مرتضے علم الہدی رحمتہ اللہ علیہ میں یہ واقعہ ہمیں نہیں ملا ہے! مفصل حوالہ درکار ہے جب کہ حضرت ابو بکر پر جو الزام ہے وہ فجارہ سلمی کو آگ میں جلا دینے کا ہے جس

کالوطی ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ اس نے حضرت ابوبکر کی اطاعت نہ کی تھی۔

سوال:۔ اگر کسی مسئلے میں شک ہو اور کسی واقف سے پوچھ لیا جائے تو کیا یہ مدحت و منقبت میں داخل ہے یا جہل اور انکار میں۔

جواب:۔ ایسی تحصیل علم عام انسان کے لئے قابل تعریف ہے لیکن نائب رسول حامل علم وہی ہونا چاہئے اور اسے اپنے زمانے کے سب نفوس پر علمی فوقیت حاصل ہونا ضروری ہے کیوں کہ عالم جاہل سے افضل ہوتا ہے۔

سوال:۔ اگر یہ پیش کیا جائے کہ لشکر اسامہ میں حضرت علیہ السلام نے ابوبکرؓ کو بھیجا اور وہ نہیں گئے تھے تو سوال یہ ہے کہ اگر یہ صحیح ہو تو امامت صلوۃ کا حکم کس کیلئے تھا اور اگر امامت کا حکم حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تھا تو آپ کے سوال کی کیا وقعت رہتی ہے۔

جواب:۔ کوئی ماں کا لال یہ ثابت نہیں کر سکتا ہے کہ حضرت ابوبکر کو جیش اسامہ میں ساتھ جانے کا حکم رسول نے نہیں دیا تھا اور امامت نماز کی حقیقت ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں پس جب حضرت ابوبکر کو اسامہ کے ماتحت جانے کا حکم ثابت ہے اور امامت نماز کا حکم متنازعہ ہے تو پھر ہمارے سوال کی وقعت کیسے کم ہو سکتی ہے۔

عظمت حضرت فاروق اعظم کے تسلیم کرانے کے سلسلے میں چند سوالات

سوال:۔ قرآن مجید میں ہے

هُو الـذی ارسل رسُوله بالهدے ودین الحق
لیظهر علی الدین کُله و کفی بالله شهیداً

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کیسا بھیجا تا کہ دین کو تمام آدیان پر غالب کردے اور اللہ تعالیٰ کی گواہی کافی ہے خدا تعالیٰ نے بعثت نبوی کی علت غائی غلبہ دین کو قرار دیا ہے۔

ظاہر ہے مصر شام اور ملک فارس پر غلبہ حضرتﷺ کے زمانہ اقدس میں حاصل نہ ہوسکا پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کا غلبہ کس کے عہد نصیب ہوا۔

جواب:۔ آیت موصوفہ کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ، وہ ہی ذات تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب رکھے اور گواہی کے لئے تو بس خدا کافی ہے، (الفتح پ ۲۸) چوں کہ آیت صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے اور اس سے پہلے فتح مکہ کا بیان ہے اس لئے اس کا تعلق حضرت رسول خداﷺ سے ہے کہ خدا نے دین کو غالب رکھنے کا وعدہ کیا ہے اور گفتگو مضارعی ہے۔ جو حال اور مستقبل پر حاوی ہے کیوں کہ کہ حیات رسولؐ میں دین مکمل ہوگیا لہذا تکمیل دین کا تقاضا ہے کہ اسے غلبہ بھی حاصل ہو، غلبہ دین سے مراد غلبہ زمین لینا یا کثرت امت سمجھنا ہرگز درست نہیں ہے بلکہ اس سے مقصود و تعلیم دین ہے جو ہر باطل دین پر غالب و فاتح ہے: اگر کچھ رقبہ پر مسلمانوں کے تسلط کو غلبہ دین قرار دے دیا جائے تو تاریخ اسلام میں ایک لمحہ بھی ایسا نہ مل سکے گا جب اسلام کی حکمرانی ساری دنیا پر ہوئی ہو" مسلمان اگر غالب

آئے تو مغلوب بھی ہوئے اگر ان کا غلبہ دین کا غلبہ مانیں گے تو ان کی شکست بھی معاذ اللہ دین کی شکست ماننا پڑے گی پس غلبہ دین کو فتوحات سے ذرا سا تعلق بھی نہیں ہے!

اگر مصر شام فارس پر غلبہ کو دین کا غلبہ کہا جائے تو پھر باقی کرہ ارض پر جو اس وقت کے زیر اثر مسلمین رقبہ سے کئی گناہ زیادہ تھا دین کو غلبہ حاصل نہ تھا۔ یعنی قلیل رقبہ پر غلبہ تھا اور کثیر رقبہ مغلوب تھا۔ ایسی صورت حقانیت دین کی تنقیص ظاہر کرتی ہے: اس لئے ماننا پڑے گا کہ غلبہ دین سے مراد تسلط الارض نہیں ہے بلکہ اس غلبہ سے مطلب دین کی وہ عالمگیر تعلیم ہے جو تمام مادی اور روحانی مسائل کا حل پیش کرتی ہے اسی لئے ہمارے ہاں تفسیر قمی میں ہے کہ اس غلبہ سے مراد امام ہے، اور مہدی علیہ السلام تمام دنیا کو عدل وانصاف سے پر کر دیں گے جسطرح وہ ظلم وجور سے ہو چکی ہو اس وقت دنیا کے چپہ چپہ میں دین کی حکومت ظاہری ہوگی ابھی تو آج کے زمانہ کا یہ حال ہے کہ مسلمانوں کو کسی جگہ بھی صحیح غلبہ حاصل نہیں ہے، جو بظاہر آزاد مسلم مملکتیں ہیں وہ بھی غیر مسلموں کی محتاج دوست نگر ہیں، کیا غلبہ کا وعدہ خدا نے صرف چند سالوں کے لئے کیا تھا کہ جس وقت مسلمانوں کی تلوار تیز تھی اور جب کند سوگئی تو معاذ اللہ خدا بھی اپنے وعدہ سے پھر گیا نہیں ہرگز ایسا نہیں ہے۔

بلکہ غلبہ سے مطلب یہی ہے کہ باطل خواہ کتنا ہی مادی لحاظ سے طاقتور و عالی شان ہو حق ہمیشہ غالب رہتا ہے یعنی اسلام کو تمام دیگر نظریات وادیان پر فوقیت حاصل ہے کیوں کہ یہ ایک فطری و عالمگیر ضابطہ حیات ہے کیا کوئی مسلمان یہ سوچ بھی سکتا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں دین غالب نہ تھا جب کہ مصر شام وایران وغیرہ بھی مسلمانوں کے زیر امارت نہ تھے۔ جس طرح حضور تھوڑا رقبہ زیر اثر رکھتے ہوئے دین کے لحاظ سے غالب تھے اسی طرح اللہ کا دین ہر وقت اور ہر لحاظ غالب ہے، بلکہ اگر دنیا میں ایک بھی مومن باقی ہے تو بھی دین غالب ہی غالب ہے فتوحات کو غلبہ دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

سوال:۔ کیا یہ سچ ہے کہ یہ عہد فاروقی دور میں پورا ہوا اور ان کے زمانہ میں ہی دین کو مکمل تسلط نصیب ہوا۔

جواب:۔ بالکل سفید جھوٹ ہے حالاں کہ دین حضورؐ ہی کے زمانہ میں مکمل ہوا اور اسے ہر وقت غلبہ حاصل ہے، حضرت عمر کی فتوحات محدود تھیں، اور دنیا کی آبادی کا کثیر حصہ اسلامی تسلط سے باہر تھا۔ اگر حدود سلطنت ہی کو غلبہ سمجھ لیا جائے تب بھی مزعومہ غلبہ ثابت نہیں ہو سکتا! جب کہ عہد عمر میں نصف ایشیاء بھی مسلمانوں کے زیر اثر نہ تھا، جب کہ غلبہ دین تمام کائنات کے لئے ہے نہ کہ اس کرہ کے لئے جو مسلمانوں کی زیر حکمرانی ہے۔

سوال:۔ اور اگر ہماری یہ تعبیر خلاف واقعہ ہے تو اس حدیث کا کیا مطلب ہے جب کہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ خندق کے موقع پر پہلا وار کیا تو فرمایا خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر فتح کر دیا گیا۔

جواب:۔ ہماری روایات میں ہے کہ حضورؐ نے جب روز خندق پہلا کدال مارا تو کچھ حصہ پتھر کا ٹوٹ گیا آپؐ نے فرمایا خدا نے شام کی کنجیاں مجھ کو عطا فرمائیں، اس سے مطلب صاف ظاہر ہے شام کی فتح کا اشارہ ہے۔

سوال:۔ تفسیر صافی میں ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی۔

"اللھم اعذ السلام باحد العمرین بمعربن الخطاب اوبابی " یعنی

یا اللہ اسلام کو یا تو عمر بن الخطاب سے عزت وغلبہ عنایت فرما اور یا ابو جہل سے فرمایئے۔
خدا تعالیٰ نے حضورؐ علیہ اسلام کی یہ دعا، قبول فرمائی یا نہ؟

جواب:۔ علمائے شیعہ کے نزدیک مذکورہ روایت درست نہیں ہے کیوں کہ حضرت عمر کی عرب میں کوئی عزت نہ تھی اور آپ کے اسلام لانے سے اسلام کو عزت دینے کی دعا، والی روایت سنی علماء نے خود گھڑی ہے اور اس قسم کی دعا جو عقل ونقل کے سراسر خلاف ہے حاشا وکلا رسول اکرمؐ کی زبان مبارک سے ادا نہیں ہوئی پھر بھی اگر بالفرض یہ حدیث صحیح سمجھ لی جائے تو سنی زعم ثابت نہیں ہو سکتا حضور کی ہر دعا قبول ہوئی ہے۔

سوال:۔ اگر قبول نہ ہوئی تو کیا حضور علیہ السلام کی یہ دعا کتب حدیث میں موجود نہیں! "**اللھم انی اعذ بک من دعاء لایستجاب**" یا اللہ بے شک میں تیری پناہ میں آتا ہوں ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو۔

جواب:۔ حضورﷺ کی ہر دعا مستجاب ہوئی۔

سوال:۔ اور اگر قبول ہوئی تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری سے یقیناً دین کو عزت وسطوت نصیب ہوئی فرمائے کیا جواب ہے۔

جواب:۔ اللہ کی یہ قدرت ہے کہ وہ شخص فاجر سے بھی اپنے دین کی تائید کر سکتا ہے، بخاری ملاحظہ فرمایئے"۔

سوال:۔ عزوات حیدری ترجمہ حملہ حیدری میں ہے کہ بیت اللہ شریف کے درودیوار فاروق اعظم کی تشریف آوری پر فخر میں آئے پس اگر ان کا ایمان قابل افتخار نہیں تھا تو درودیوار نے فخر کیوں کیا؟

جواب:۔ جملہ حیدری نامی کتاب ہمارے لئے حجت نہیں ہے اس کی وضاحت پہلے کی جا چکی ہے باقی جب شکاری خود ہی اپنے جال میں پھنس جاتا ہے تو اس کی بے بسی پر جال کی تار تار رقصاں ہوتی ہے۔

سوال:۔ مذکورہ کتاب میں یہ بھی ہے کہ بیر زم زم کے پانی نے فرط مسرت میں سل سبیل کو ذائقہ حلاوت بخشا اگر فاروقی ایمان قابل اعتبار نہ تھا تو اس قدر انقلاب کیوں؟

جواب:۔ خود مولوی رفیع یاذل نے اپنی کتاب کو غیر معتبر کہا ہے لہذا یہ شاعری ہمارے لئے دلیل قرار نہیں پا سکتی۔

سوال:۔ کیا یہ سچ ہے کہ فاروق اعظمؓ کے اظہار ایمان سے پہلے حضور اکرم ہمہ جماعت اپنے گھر میں نماز ادا کرتے تھے لیکن جب فاروقؓ نے ایمان کا اظہار فرمایا تو پوری جماعت لے حرم کعبہ میں نماز ادا کی اور سب کو جماعت سے نماز نصیب ہوئی۔

جواب:۔ جی نہیں یہ جھوٹ ہے، حضرت عمر کے مسلمان ہونے سے قبل بھی نماز علانیہ ادا کی جاتی تھی۔

سوال:۔ اگر غلط ہے تو غزوات حیدری کی اس عبارت کا کیا جواب ہے؟

"آگے آگے سب کے عمر تیغ بکف باجماعت وافر ساتھ انکے اصحاب خجستہ باتیں کرتے بے خوف وخطر داخل خانہ وارد ہوئے"۔

جواب:۔ غزوات حیدری ہماری مستند کتاب ہی نہیں ہے، باقی یہ واقعہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدولت پیش آیا تھا۔

سوال:۔ اگر یوں تعبیر کیا جائے کہ فاروق اعظمؓ کے آنے سے کعبہ کا در کھلا اور نماز باجماعت نصیب ہوئی پس جب تک کعبے کا در کھلا اور نماز باجماعت نصیب ہوئی پس جب تک کعبے کا در کھلا رہے گا فاروقی یاد تازہ رہے گی فرمایئے اس میں کیا حرج ہے؟

جواب:۔ ایسی تعبیر حقائق سے بہت ہی دور ہوگی کیوں کہ جس دن سے حضرت عمر اسلام میں داخل ہوئے اس کے بعد مصائب کا دور شدت آمیز ہو گیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضور کو شہر بدر ہو جانا پڑا۔ اگر عمر کا دبدبہ ایسا ہوتا تو مسلمانوں کو ہجرت نہ کرنا پڑتی۔

سوال:۔ اگر آپ فاروقی دور میں غلبہ دین سے انکار ہے تو سیدنا علی المرتضیٰ کے اس ارشاد کا جواب دیجئے جس کو آپ نے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طلب مشورہ کے جواب میں فرمایا بحوالہ نہج البلاغہ!

ان ھذا الامر لم یکن و نصرہ ولاخذلانہ بکثرۃ ولاقلتہ وھو دین اللہ الذی اظھرہ ۔ بے شک یہ دین کا کام اس کا غلبہ اور اس کا خسارہ

فوج کی کثرت اور قلت پر موقوف نہیں ہے اور یہ خدا کا دین ہے جس دین کو خدا تعالیٰ نے غالب کر دیا ہے۔

جواب:۔ اس کا جواب بھی ہم نے ذکا الافہام میں عرض کر دیا ہے اس سے مراد دین کا غلبہ ہے نہ کہ اس فرمان میں حضرت عمر کی کوئی تعریف ہے اللہ کا دین ہر دور میں غالب ہے خواہ وہ دور عمر ہو یا دور یزید دین کا مغلوب ہونا امر محال ہے۔ مولا علیؑ کے اس فرمان سے دراصل حضرت امیر علیہ السلام کی شان ولایت ظاہر ہوتی ہے کہ فرمایا، اللہ کا دین ہے جسے اس نے ظاہر کیا ہے یعنی باوجود تصرف حکومت کے حاکم صاحب تخت و تاج و اقتدار مجبور ہے کہ وہ ہادی برحق سے مشورہ لے۔ اگر حضرت علیؑ کا مقصود حضرت عمر کی خلافت و حکومت کی حقانیت کی تائید ہوتا تو آپ حکومت یا حکمران کی شان و تعریف کرتے نہ کہ اظہار دین کی ضرورت محسوس کرتے۔ دراصل ارشاد مولا کے معنی یہ ہیں کہ اللہ حق کو ظاہر و غالب کیا ہے۔ دین حقہ کو غلبہ عطا کیا ہے کہ حاکم غاصب مجبور ہو کر جاہ و حشم کے باوجود حجت خدا جو کہ گوشہ نشین ہے، کی چوکھٹ پر سر نیاز تسلیم خم کر رہا ہے اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کا دین غالب ہے اور حکومت مذکور وارث دین کے سامنے مغلوب ہے۔

سوال:۔ اگر فاروقی غلبے کو مذہب حق کا غلبہ تسلیم نہ کیا جائے تو فرمایئے سیدنا علی المرتضیٰ نے فوج فاروقی کو فوج خداوندی قرار کیوں دیا، جواب دیجئے چنانچہ نہج البلاغۃ میں ہے۔

رجنده الذی اعده وامد حتیٰ بلغ حیث مابلغ

اور فاروقی لشکر خدا کا لشکر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خود تیار کیا ہے اور خود پھیلایا ہے حتیٰ کہ جہاں پہنچا تھا پہنچ گیا"۔

جواب:۔ حضرت امیر المومنین نے یہ ارشاد لشکر عمر کے لئے نہیں بلکہ لشکر اسلام کے لئے فرمایا حضرت کے کلام کا مرتبہ اُس طرح ہے جو نہج البلاغہ کے ارشاد ص ۱۴۶ میں مرقوم ہیں۔ اسلام کی نصرت اور خدلان کا انحصار فوج کی کمی زیادتی پر نہیں ہے، یہ خدا کا دین وہ دین ہے جس سے تمام ادیان پر اس نے غلبہ عطا فرمایا اگر حکومت کا غلبہ مراد لیا جائیگا تو خلاف واقع ہوگا کیوں کہ تاریخ میں ایک منٹ بھی ایسا نہیں اسکا ہے کہ حکومتی لحاظ سے اسلام کو غلبہ حاصل ہوسکا ہو اور اس کا وہ لشکر ہے (دین کا لشکر نہ کہ افواج حکومت اسلامیہ) جسے اس نے مہیا کیا ہے اس کی اعانت کی ہے، یہاں تک کہ یہ یہاں تک پہنچا اور اس نے کہاں تک ترقی کر لی؟ ہمیں خدا کے وعدے پر بھروسہ ہے اور بلاشبہ خدا اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا اور اپنے لشکر کا مدد گار و ناصر ہے"۔ اس کلام کا تعلق حضرت عمر سے یا ان کے لشکر سے نہیں ہے کیوں کہ گفتگو ماضی کے صیغہ میں کی گئی ہے اور بشارت دین کے غلبے کی ہے، حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ارشاد ۲۱۹ میں فرمایا ہے کہ "عمر اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوا کہ لوگوں کو گونا گوں راستوں پر ڈال دیا، جن گمراہ راہ یاب نہیں ہو سکتے اور راہ یافتہ یقین پر قائم نہیں رہ سکتے" نہج البلاغہ ص ۶۴۸۔

سوال:۔ فرمایئے فتوحات فاروق اعظم اسلامی فتوحات تھے یا نہ اگر نہیں تھے تو امتناعی وجوہ بیان کیجئے؟

جواب:۔ حضرت عمر کی فتوحات کو اسلامی فتوحات نہیں کہا جاسکتا ہے کیوں کہ اسلام کا نظام توسیع مملکت اور جارحانہ کاروائیوں کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ اسلام صرف دفاعی جہاد کی اجازت دیتا ہے اور جب ہم اسلام کے معیار جہاد پر حضرت عمر کے عہد کی فتوحات کو جانچتے ہیں تو یہ جنگیں جہاد تو درکنار صریحاً خلاف اسلام لڑائیاں ثابت ہوئی ہیں یہی وجہ ہے کہ اہل سنۃ علماء نے شریعت پر غور و خوص

کے بعد اس لشکر کشی کو نا جائز قرار دیا ہے اور اس یورش سے جو ممالک فتح ہوئے ہیں انہیں غصب شدہ جائیداد سمجھ کر نا جائز تسلیم کیا ہے جیسا کہ خطیب بغدادی مشہور سنی عالم نے اپنی کتاب بغداد جلد ا ص ۴ میں لکھا ہے کہ بغداد کی زمین کے متعلق علماء کے اقوال کا ذکر اس کی خرید و فروخت کی کراہت کی نسبت ان سب علما کا قول ہے کہ بغداد دار غصب ہے ان کی جائیداد اور ارضیات مکانات کی خرید و فروخت نا جائز ہے۔ پس جب یہ فتوحات اصول اسلامیہ کے خلاف ہیں اور ان کی وجہ سے مسلمانوں کو رسوائی اٹھانا پڑی ہے کہ غیر مسلم آج تک کہتے ہیں، اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور مسلمان علماء نے ان کو نا جائز قرار دیا ہے اس لئے ان فتوحات کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

سوال:۔ برتقدیر عدم تسلیم سیدہ شہر بانو کے نکاح کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے اور سیدنا زین العابدین کی ذات گرامی کے ساتھ جناب کی عقیدت و محبت کا رنگ کیسا ہے؟

جواب:۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ بی بی شہر بانو کا حضرت عمر کے عہد سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو امام برحق کا مال غصب پر پورا پورا حق ہوتا ہے، لہذا ہمارے مذہب کو دونوں صورتوں سے کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال:۔ کیا جناب رہنمائی فرما سکتے ہیں کہ وہ کون سی کتاب ہے جس میں سیدنا علی نے سیدہ نا عمر کے متعلق مثابتہ ہملمین .... فرمایا ہے، نیز ان جملوں کا کیا معنے؟

جواب:۔ حضرت علی علیہ السلام نے متذکرہ بالا الفاظ حضرت عمر کے لئے ارشاد ہی نہیں فرمائے ہیں یہ کسی کتاب میں نہیں ہیں، اگر آپ کو معلوم ہو تو مہربانی کر کے بندہ کم علم کی رہنمائی فرما دیجئے۔

سوال:۔ کیا آپ کے نزدیک مسلمانوں کے لئے جائے پناہ اور ملجاء وماویٰ کسی غیر مسلم کو قرار دینا جائز ہے۔

جواب:۔ اگر حضرت ابو طالب علیہ السلام کے ایمان کو آپ مان لیں تو پھر ہمیں اس اعتراض پر غور کرنا ہوگا، جب آپ کے مذہب کے مطابق جناب ابو طالب معاذ اللہ غیر مؤمن ہوتے ہوئے مسلمانوں کے رسولؐ کی جائے پناہ ہو سکتے ہیں تو پھر یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی غیر مسلم کسی مسلمان کی جائے پناہ ہو سکے باقی یہ تو خدا کی قدرت ہے وہ چاہے تو کافر ہی سے اپنے دین کی مدد کروا دے جسطرح حضرت موسیٰ پناہ گاہ فرعون ملعون ہی کو بنا دیا گیا نیز اشارہ یہ ہے کہ مثابتہ کے معنی شکاری کا جال بھی ہے۔

سوال:۔ فرمایئے حضرت سیدنا علیؓ سیدنا حسینؓ کو لے کر سیدنا عمرؓ کے دروازے پر سیدہ شہربانو سے نکاح کرنے کے لئے تشریف لے گئے تو بتایئے وہاں نکاح کا خطبہ کس صاحب ایمان نے پڑھا اور گواہی دینے والے کون سے صاحب ایمان تھے ان کے اسماء گرامی سے مطلع فرمایئے۔

جواب:۔ مشہور سنی کتاب حبیب السیر کے مطابق نہ ہی بی بی شہربانو حضرت عمر کے دور میں آئیں اور نہ ہی نکاح ہوا لہذا عدم وقوع پر اعتراض کیسا اور جواب کیسا۔

سوال:۔ فاروقی دور میں سیدنا علیؓ جماعت سے نمازیں ادا فرماتے تھے یا خلوت میں دلائل قویہ سے ثابت کیجئے۔

جواب:۔ حضرت امیر المومنین با جماعت نماز بھی ادا فرماتے رہے اور خلوت میں اکیلے بھی لیکن کوئی ایک بھی روایت کسی کتاب شیعہ میں نہیں ہے جس سے ثابت ہو سکے کہ حضرت امیرؑ نے حضرت عمر کو امام مان کر ان کے پیچھے نماز ادا کی ہو ایسی روایت صحیح ثابت کرنے والے کو منہ مانگا انعام دونگا۔

سوال:۔ اگر خلوت میں پڑھتے تھے کسی مسجد میں یا گھر میں دلائل بیان کیجئے؟

جواب:۔ آپ نے مسجد میں بھی نمازیں ادا کی ہیں اور گھر میں بھی مگر نیت کیساتھ فرادی۔

سوال:۔ اگر جماعت سے نمازیں پڑھتے تھے تو امام کے مذہب کے متعلق ان کا کیا عقیدہ تھا واضح کیجئے؟ مذکورہ بالا دلائل بھی ضرور پیش نظر رہیں جبکہ ان سے عقیت اور محبت کا بدر لامع نظر آ رہا ہے۔

جواب:۔ کسی بھی مسلمان کے پیچھے نماز پڑھ لینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نیت فردلی ہو اور اقتدا نہ کیا جائے اور اس مسئلہ پر ہم نے حضرت ابوبکر کی بارے میں اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے سیر حاصل و مدلل بحث کی ہے اعادہ فضول ہے، صرف اتنا یاد دلا دیتے ہیں اگر نماز پڑی تو کذا و کذا سمجھ کر بخاری شریف دیکھئے۔

سوال:۔ کیا یہ سچ ہے کہ احتجاج طبرسی میں موجود ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے نہاوند کے لشکر کو فرمایا۔

سادیتا بجبل اور وہاں انہوں نے سن لیا کیا یہ سارا واقعہ ان کی کرامت پر محمول نہیں۔

جواب:۔ یہ واقعہ موضوع ہے علامہ طبرسی نے اسے احتجاج میں بطور احتجاج درج کیا اور اسے درست تسلیم نہیں کیا ہے پھر علمائے اہل سنت کی کثیر تعداد نے اس قصہ کو من گھڑت و نا قابل اعتبار قرار دیا ہے اسکی پوری تفصیل تشید المطاعن میں ملاحظہ فرمالیجئے۔

سوال:۔ کیا یہ سچ ہے کہ بیت المقدس (پہلا کعبہ) بھی فاروق اعظم نے فتح کیا؟

جواب۔ جی ہاں بیت المقدس حضرت عمر کے زمانہ ہی میں فتح ہوا۔

سوال:۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ممالک فتح کر کے کتنی مسجدیں تعمیر کرائیں۔ اگر آپ کے علم میں ہیں تو ضرور مطلع فرمادیں

جواب:۔ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ حکومت میں چار ہزار کے قریب مساجد تعمیر کی گئیں۔ لیکن راتوں رات مسجد بنا دینا اور ہوتا ہے اور حرارت ایمانی اور شئے ہے،

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے
من اپنا پرانا پاپی ہے برسوں میں نمازی بن نہ سکا

سوال:۔ مراۃ العقول شرح الفروع والاصول میں ہے کہ سیدہ شہر بانو نے بیان کیا کہ میں نیند میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئی تو آپ نے فرمایا عنقریب مسلمانوں کا لشکر تم کو فتح کریگا فرمادیئے! کیا جواب ہے؟

جواب۔ مسلمانوں کے لشکر کی فتح سے ہمیں انکار نہیں ہے۔ باقی یہ ایک تاریخی واقعہ ہے!

دین میں حجت قرار نہیں دیا جا سکتا جب کہ یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ بی بی شہر بانو حضرت علی علیہ السلام کے دور میں آئی تھیں نہ کہ حضرت عمر کے زمانے میں بی بی شہر بانو حضرت علی علیہ السلام کے دور میں آئی تھیں نہ کہ حضرت عمر کے زمانے میں۔

سوال:۔ احتجاج طبرسی میں معصوم عندکم کا قول موجود ہے کہ **لست بمنکر فضل عمر ولکن ابابکر افضل منه** ، میں عمر فاروق کی فضیلت کا منکر نہیں ہوں لیکن ابوبکر صدیق حضرت عمر سے افضل ہیں!

جواب:۔ اس بات کو شیعہ بھی مانتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کو حضرت عمر پر فضیلت حاصل ہے

سوال:۔ کیا آپ یہ بتلانے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے کہ خلفائے اربعہ میں سے سب سے زیادہ فتح کر کے اسلام کے قبضے میں کس نے دیئے۔

جواب:۔ غیر اسلامی فتوحات کے ذریعہ کثیر رقبہ ارض کو مسلمانوں کے قبضے میں دینے کا سہرا حضرت عمر ہی کے سر ہے۔

سوال:۔ اور ساتھ ساتھ یہ بتلانے کی تکلیف فرمائیں گے کہ سب کم ملک کس نے فتح کئے اور خلیفہ وقت کا نام کیا ہے جس کے ہاتھ سے ایک ملک بھی فتح نہیں ہوا۔

جواب:۔ اسلامی اصول جہاد کے مطابق کے سب سے زیادہ فتوحات حضرت علی نے کیں؛ جب کہ غیر اسلامی فتوحات آپ نے بالکل ہی نہیں کیں؛ اربعہ میں ایسا کوئی بھی خلیفہ نہیں ہے جس کے

ہاتھ سے کوئی ملک فتح نہ ہوا ہو! تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ کے عہد میں مسلمان گجرات کاٹھیاوار سندھ اور افغانستان وغیرہ تک پہنچ گیا تھا درہ خیبر میں علی مسجد کا ہونا مدائن میں امیر المومنین کے مصلے کی موجودگی اور حیدر آباد میں حضرت کے قدم کا نشان آج بھی ان کے جہاد فی سبیل اللہ کی گواہی دے رہے ہیں۔ مگر جہاد علویہ اور فتوحات ثلاثہ میں فرق ہے!

سوال:۔ سیدنا علی المرتضیٰ سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسین علیہ سلام کے فرزندوں میں کسی کا نام عمر بھی ہے! باحوالہ جواب درکار ہے!

جواب:۔ جی ہاں مگر امام حسینؑ کے کسی فرزند کا نام عمر نہیں تھا!

سوال:۔ خلفائے اربعہ میں سے اس خلیفہ وقت کا اسم گرامی بیان فرمائیے جسکے عدل کی شہرت چار دانگ عالم میں ہے!

جواب:۔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام جن کے بارے میں حضرت عمر کہا کرتے تھے

اقضانا علی ! طبقات ابن سعد

سوال:۔ وہ کونسا خلیفہ تھا جو رات کو رعیت پر چوکیداروں کی طرح پہرہ دار کیا کرتا ہے!

جواب:۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام!

سوال:۔ وہ کونسے خلیفہ وقت تھے جن کے متعلق سیدنا علی کا بیان ہے! خلا

البدعة واتا مالسنة: اپنے پیچھے ڈالا بدعت کواور قائم کیا سنت رسول صلعم کو!

جواب:۔ حضرت علی نے حضرت عمر کے متعلق فرمایا! **خلف البدعة واقام السنة**!
مطلب اس سے یہ ہے کہ عمر نے بدعت کو پیچھے چھوڑا اور سنت کو اٹھایا! چنانچہ اس کلام کو حضرت امیر اس طرح ختم فرماتے ہیں کہ وہ (عمر) اس حالت میں انتقال کر گئے کے لوگوں کو مختلف راہوں میں ڈال گئے جن میں گمراہ ہدایت نہیں پا سکتے اور راہ یافتہ اپنے یقین پر قائم نہیں رہ سکتے۔

سوال:۔ اس حضرت کا اسم گرامی کیا ہے جنکا وجود باوجود سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے بعد روضہ اقدس میں وفات کے بعد سپرد روضہ کیا گیا!

جواب:۔ حضرت عمر بن خطاب!

سوال:۔ کیا یہ سچ ہے کہ جس عمر میں سید الرسل نے وفات پائی اس عمر میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا عمر نے وفات پائی۔

جواب:۔ یہ صحیح ہے کہ حضورؐ کی عمر ۶۳ سال تھی اسی طرح حضرت ابوبکر و عمر کی عمریں بھی ۶۳ سال تھیں! مگر ابوجہل کی عمر بھی تقریباً اتنی ہی تھی!

سوال:۔ کیا یہ سچ ہے کہ حضرت عمر کو حالت نماز میں ایک غلام نے قیام کی حالت میں زخمی کیا جو ان کی موت کا سبب بن گیا! فردی الخولصیرہ جیسے خارجی و منافق صحابی کو حضورؐ نے حالت نماز میں قتل کر دینے کا حکم دیا تھا لہذا صرف حالت نماز میں قتل ہو جانا

باعث عزت وشرف نہیں جب ایمان خالص و مستحکم نہ ہو!

مسئلہ قرطاس

سوال:۔ حدیث قرطاس کو کتب اہل السنت میں کسی صحابی نے روایت کیا ہے!اور بوقت واقعہ ان کی عمر کیا تھا!

کیا ان کے علاوہ کسی اور نے بھی اسے روایت کیا ہے یا نہ!

جواب:۔ گو کہ حدیث قرطاس کتب صحیین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جن کی عمر اس وقت: ۱۴، ۱۵ برس تھی سے مروی ہے لیکن دیگر کتب احادیث میں یہ روایت خود حضرت خود حضرت عمر سے روایت کی گئی ہے۔

سوال:۔ اگر کیا ہے تو اس کی نشان دہی کیجئے اور کتاب کا نام مع صفحہ ذکر فرمایئے!

جواب:۔ طبرانی نے حضرت عمر سے روایت کی ہے حضرت عمر کہتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے بحالت مرض ارشاد فرمایا۔ کہ کاغذ و دوات میرے پاس لاؤ تا کہ میں ایک ایسا نوشتہ لکھدوں کہ جس کی وجہ سے تم لوگ اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے!ازواج رسولؐ میں سے چند نے پردہ میں کہا کیا تم لوگ جناب رسول خدا کا ارشاد نہیں سنتے ہو میں نے اپنے بیبیوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم صواحبات یوسف کی طرح ہو جب رسولؐ خدا بیمار ہوتے ہیں تو تم روتی ہو اور صحت کی حالت میں ان کی گردن پر سوار ہو جاتی ہو۔ یہ سن کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو وہ تم سے بہتر ہیں: کنز العمال ملا علی متقی جو ثالث ص ۱۳۸ حدیث ۲۳۲۲ جز الرابع ص ۵۲ حدیث ۱۰۸۸

سوال:۔ یہ واقعہ قرطاس کس دن پیش آیا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسکے

بعد کتنے دن تک دنیا میں رہے۔

جواب:۔ یہ واقعہ جمعرات کو پیش آیا اور حضورؐ کی رحلت سوموار کو ہوئی یعنی پانچویں دن

سوال:۔ قرطاس لانے کا حکم اجمالی طور پر حاضرین سے تھا یا خصوصی طور پر حضرت عمرؓ سے تھا؟

جواب:۔ حاضرین میں حضرت عمر نمایاں تھے وہ قریب تھے اور حضور کا حکم اجمالا تھا مگر حکم عدولی خصوصی ہوئی!

سوال:۔ اگر خطاب حضرت عمرؓ سے تھا تو اہل سنت کی کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب میں ثابت کیجئے؟

جواب:۔ چوں کہ حضرت عمر حاضرین میں موجود تھے حضورؐ کے قریب بیٹھے تھے اور ان کی حیثیت بھی نمایاں تھی لہذا وہ اس خطاب سے خارج نہیں کیے جاسکتے پھر حضرت صاحب کا جوابی ردعمل اس بات کی دلیل ہے وہ بھی مخاطب تھے، تاہم صیغہ حاضر واحد کا کلام حضرت عمر کیلئے ثابت نہیں ہے!

سوال:۔ اور اگر خطاب سب سے تھا جو کہ بیت رسول مقبول میں موجود تھے تو کیا ان میں حضرت علی بھی موجود تھے یا نہ؟

جواب:۔ قضیہ قرطاس کے وقت حضرت علی علیہ السلام ان حاضرین میں موجود نہیں تھے!

سوال:۔ کیا یہ سچ ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ حضور علیہ السلام کے کاتب الوحی

تھے اور متبادر طور پر یہی سمجھنا مطابق واقع ہے کہ بقرینہ مذکورہ خطاب بھی ان سے تھا؟

جواب:۔ جب کسی شیعہ کتاب سے حضرت علیؑ کی اس مجلس میں موجودگی ثابت نہیں تو قرینہ خطاب کس طرح صحیح ہوسکتا ہے؟

سوال:۔ اگر باوجود قرینہ مشبہ محققہ حضرت علی مخاطب نہیں تھے تو حضرت عمر کیسے ہوسکتے ہیں جب کہ وہ صرف حضور علیہ السلام کی طبع پرسی کیلئے بیت رسول میں تشریف لائے تھے۔

جواب:۔ حضرت علی علیہ السلام کا اس موقع پر موجود ہونا ثابت نہیں جب حضرت عمر وہاں حاضر تھے اور انہوں نے جواب بھی دیا اگر وہ مخاطب نہیں تھے تو پھر ان کو جواب دینے اور بارگاہ رسالت میں گستاخی کرنے اور دنگا فساد مچا کر حضورؐ کو اذیت پہنچانے کی کیا ضرورت تھی اگر وہ خلوص نیتی سے صرف حضورؐ کی عیادت کیلئے آئے تھے تو صرف طبع پرسی کرتے نہ کہ ہنگامہ آرائی کر کے خلاف قرآن نبی کی آواز سے اپنی آواز بلند کرتے اور حضورؐ کیلئے باعث پریشانی بنتے؟

سوال:۔ فاروق اعظم سے کونسا لفظ علی سبیل التعین ثابت ہو حسبکم کتاب اللہ یا حسبنا کتاب اللہ یہ جملہ آپ کے نزدیک قابل اعتراض ہے لیکن سوال یہ ہے کہ اس جملے کو جب حضرت عمر نے دربار نبوت میں ذکر کیا تو کیا حضور علیہ السلام نے ان کی تغلیط و تکذیب کی؟

جواب:۔ سنی و شیعہ علما نے زیادہ تر حسبنا کتاب اللہ کا جملہ لکھا ہے باقی معنی و مفہوم کے اعتبار سے دونوں جملوں میں کوئی فرق نہیں ہے حضورؐ کی اس جملے پر ناراضگی اس سے ثابت ہوتی ہے کہ آپ

نے فرمایا: قوموا عنی میرے پاس سے دور ہو جاؤ، یعنی دفعہ ہو جاؤ اُٹھ جاؤ، باہر چلے جاؤ۔ Get Out اگر حضورؐ اس جملہ کو صحیح و سچا سمجھتے تو پھر اس قدر رنجیدہ ہو کر اپنے پاس سے کیوں اٹھا دیتے؟

سوال:۔ اسی طرح سیدنا علی اور سیدہ طاہرہ نے فاروق اعظم کی تردید کی:

جواب:۔ جب خود قرآن حضرت عمر کے اس جملے کی تردید کرتا ہے تو پھر حضرت علیؑ یا سیدہ طاہرہؑ کس طرح تائید کر سکتے ہیں، قرآن مجید میں ہے کہ اس قرآن مجید میں ہے کہ اس قرآن مجید ہی سے خدا بہتوں کو گمراہ کرتا ہے! سورۃ البقرہ ع! جب اکیلا قرآن کافی ہی نہیں ہے تو پھر خلاف قرآن عمر کی تائید کیوں کر کی جا سکتی ہے؟

سوال:۔ اگر حضور علیہ السلام یا عترت مقبول سے تردید لفظی ثابت ہے تو نشان دہی فرمائیے اور اگر ثابت نہیں تو پھر آپ کو تغلیط و تکذیب کا کیا حق ہے:

جواب:۔ حضور اکرمؐ نے امت کو بار بار متمسک بالثقلین ہونے کی ہدایت فرمائی اور دونوں ثقلوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اسطرح چسپاں فرمایا کہ دونوں میں جدائی ممکن نہیں تاوقتیکہ حوض کوثر پر اکٹھے وارد نہ ہوں اب جب کوئی شخص دونوں میں جدائی پیدا کرے ایک کو تو کافی کہے اور دوسرے کو ناکافی سمجھ کر ٹھکرا دے وہ حکم عدول پیغمبرؐ ہوگا پس ایسے شخص کی تغلیط و تکذیب نہ کرنا بالواسطہ رسول کی نافرمانی ہوگا اس لیئے حدیث ثقلین حضرت عمر کے قول کی مکمل تردید کرتی ہے۔ اور حضور علیہ السلام اور عترت طاہرہ کی جانب سے لفظی و معنوی تردید کا مکمل اور ناقابل انکار ثبوت ہے اس لئے محدث عبدالعزیز دہلوی جیسے شیعہ دشمن نے بھی علانیہ اقبال کیا ہے کہ حضورؐ نے امت کو قرآن پاک واہل بیتؑ کے حوالے

کیا ہے اوران میں سے کسی ایک کا منکر کافر ہے۔(تحفہ اثنا عشریہ)

سوال:۔ قالوا ہجر استفھمو کہنے لگے کیا حضور ؐ تشریف لے جارہے ہیں پوچھ تولو میں جب قالوا بصیغہ جمع ہے تو اس قول کو حضرت عمر فاروق کی طرح منسوب کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب:۔اس اعتراض کے جواب سے پہلے اس غم اندوز اور دل سوز سچی کہانی کو صحیحین کے اماموں سے سنئے صحیح بخاری میں یہ روایت سات جگہ دوہرائی گئی ہے ہم یہ عبارت کتاب الجہاد والسیر باب ھل یستشفع الی اھل الذمۃ ومعاملتھم سے نقل کرتے ہیں۔

عن ابن عباس انه قال یوم الخمیس وما یو الخمیس ثم بکی حتی خضب دمعه العصیاء فقال أشتد برسو الله صلی علیه وسلم وجعه یوم الخمیس فقال انتو نی بکتاب اکتب لکم کتابا لن تضلو ابعده ابدً افتنازعو اولا ینبغی عندبنی تنازع فقالو هجر رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال الدعونی والذی اتانیه خیر مماتد عونی الیه واوصی عند موته بثلاثه اخرجو المشرکین من جزیرة العرب اجیزئو الوفد ینجو ما کنت اجیزهم ونسیت الثلاثه.

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے کہا انہوں نے کہ جمعرات کا دن کیسا افسوسناک تھا جمعرات کا دن پھر رونے لگے یہاں تک کے ان کے

آنسو نے زمین کو کنکریوں کا رنگ بدل دیا کہا کہ جمعرات کے دن حضورؐ کا مرض زیادہ تیز ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا میرے پاس لکھنے کا سامان لاؤ تا کہ میں تمہارے لئے ایسا صحیفہ لکھ دوں کہ پھر اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے لوگوں نے اختلاف و تنازعہ کیا، حالاں کہ نبیؐ کے پاس جھگڑا مناسب نہیں ان لوگوں نے کہا کہ رسولؐ ہذیان بک رہے ہیں آں حضرتؐ نے فرمایا مجھے رہنے دو جس حالت میں ہوں وہ بہتر ہے اس سے جس حالت کی طرف تم مجھکو بلاتے ہو! اور آنحضرت نے اپنی وفات کے قریب تین نصیحتیں کیں۔ (۱) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو۔ (۲) وفود کے ساتھ اسی طرح سلوک کرو جس طرح میں نے کیا ہے۔ تیسری وصیت راوی بھول گیا۔

بخاری کی اس روایت میں حضرت عمر کا نام موجود نہیں ہے لیکن یہی روایت امام بخاری نے کتاب الاعتصام میں یوں لکھی ہے۔

عن ابن عباس قال لما حضر النبی صلی اللہ علیہ وسلم تال نی البیت رجال منھم عمر بن الخطاب قل ھلم الکتب لکم کتابالن تضلوابعدہ قال عمران النبی صلی اللہ علیہ وسلیم غلبہ الوجع وعندکم القرآن فحسبنا کتاب اللہ واختلف اھل البیت واختصمو افمن ھم من یقول قربو ایکتب لکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کتاباً لن تضلوا بعده و منهم من یقول قال عمر فلما اکثر واللغو والاختلاف عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال قوموا عنی قال عبداللہ فکان بن عباس یقول ان لرزیة کل الرزیة ماحال بین الرسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم وبین ان یکتب لھم ذالک الکتاب من اختلافھم و لغطھم

ابن عباسؓ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ جب رسول خداؐ کا وقت رحلت آ گیا اور اس وقت دولت کدہ میں لوگ بہت سے تھے جن سے ایک عمر بن خطاب تھے تو حضورؐ نے فرمایا آؤ میں تمہارے لئے ایک نوشتہ لکھدوں کہ پھر جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے حضرت عمر نے کہا کہ رسول خداؐ پر اس وقت بیماری کا غلبہ ہے! اور تمہارے پاس قرآن ہے ہمارے لئے کتاب خدا کافی ہے وہ لوگ جو وہاں جمع تھے آپس میں جھگڑنے لگے کچھ تو ان میں سے ایسے تھے جو کہتے تھے کہ سامان کتابت لاؤ، حضور تمہیں ایسا صحیفہ لکھ دیں گے کہ جس کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے جب انہوں نے بیہودہ کلامی زیادہ کی اور رسولؐ کے پاس شور وغل بڑھ گیا تو حضورؐ نے فرمایا، میرے پاس سے دور ہو جاؤ عبیداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ وہ سخت مصیبت تھی جو آنحضرتؐ اوران کے کتابت صحیفہ کے درمیان اس وجہ سے حائل ہوگئی کہ لوگوں نے بیہودہ کلامی کی۔

صحیح بخاری کی اس روایت میں حضرت عمر کا نام بالصراحت موجود ہے اب صحیح مسلم کے اقتباسات ملاحظہ فرمایئے!

عن ابن عباس انه قال يوم الخميس وما يومه الخميس ثم جعل تسيل وموعه حتى رايت على خديه كانها نظام اللؤلوء قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ائتونى بالكتف والدواة دواللوح والدواة كتب لكم كتاباً لن تضلوا بعده بدا فقالوا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم يهجر

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے تھے جمعرات ہائے جمعرات کا دن پھر ابن عباس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے میں دیکھتا تھا کہ گویا موتیوں کی لڑی ہے! ابن عباس نے کہا کہ حضورؐ نے فرمایا کاغذ ودوات یا تختی و دوات لاؤ میں ایک ایسا وثیقہ لکھدوں کہ پھر تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے لیکن لوگوں نے کہا کہ رسولؐ اللہ ہذیان بک رہے ہیں (**صحیح مسلم کتاب الوصیت**)

صحیح مسلم کی منقولہ روایت میں حضرت عمر کا نام موجود نہیں ہے لہذا ایسی روایت امام مسلم نے اپنی صحیح میں بایں الفاظ نقل کی ہے؟

عن ابن عباس قال لما حجور رسول الله صلى الله عليه وسلم وني بيت رجال فيهم عمر ابن الخطاب فقال النبى صلى الله عليه و سلم هلم

اکتب لکھ کتاب بالا تضلون بدہ نقال عمران
رسول اللہ قدغلب علیہ الوجع وعند کم القرآن
حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت
فاختصمو فمن ھم من یقول قرلوایکتب لکھ
رسول اللہ صلے علیہ وسلم لتنا بالن تضلوا
بعدہ و منھم من یقول ماقال عمر فلما اکثر
واللغووالا ختلاف عند رسول اللہ صلعم قال
رسول اللہ صلعم قوموا قال عبداللہ فکان ابن
عباس یقول ان لالرزیۃ کل الرذیۃ ماحال بین
الرسول اللہ صلعم وبین ان یکتب لھم ذلک
الکتب من اختلافھم ولعظھم

ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جب رسولؐ خدا کا وقت احتضار ہوا تو دوالتسر ائے نبوت میں عمر بن الخطاب اور دیگر حضرات موجود تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آؤ میں تمہارے لئے ایسا وثیقہ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی نہ گمراہ ہو حضرت عمر بولے کہ یہ بات تو حضورؐ غلبہ مرض کی وجہ سے کہہ رہے ہیں ورنہ تمہارے پاس تو قرآن مجید موجود ہے اور کتاب اللہ ہی محض ہمارے لئے کافی ہے اس پر حضار خانہ میں اختلاف ہوا ان میں سے بعض تو یہ کہتے تھے کہ رسولؐ خدا کے حکم کی تعمیل کرو اکثر وہ کہتے تھے جو عمر نے کہا تھا جب بہت غل مچا تو حضورؐ نے فرمایا میرے پاس سے ہٹ جاؤ پس ابن عباس ہمیشہ کہا کرتے تھے مصیبت

اور سخت مصیبت تھی وہ بات جو ان لوگوں کے شور و لغو کی وجہ سے رسولؐ کے
ارادہ کتابت وثیقہ میں حائل ہوئی اور جس کی وجہ سے حضورؐ کچھ نہ لکھ سکے!
(صحیح مسلم کتاب الوصیۃ)

صحیح مسلم کی اس روایت میں حضرت عمر کا نام بالصراحت موجود ہے۔ چوں کہ یہ یہ واقعہ صحیحین میں ہے اس لئے محدثین اہل سنت کے مطابق یہ واقعہ متفق علیہ ہے! قالوا ھجر استفھموہ کے الفاظ ان روایت میں موجود نہیں ہیں۔ البتہ قالوا بصیغہ جمع کا عذر رد کیا جاتا ہے کہ اس جمع کے صیغے میں سے حضرت عمر کو خارج نہیں کیا جاسکتا ہے! کیوں کہ وہ وہاں موجود تھے اور ان کے حامی و رفقاء وہاں حاضر تھے لہذا ایسے موقع پر جب رائے میں زیادہ افراد حامی کار ہوں تو فرد واحد جمع کے صیغہ کا متحمل ہوتا ہے پھر یہ کہ روایت میں حضرت عمر کے مکالمات کو خصوصی اہمیت حاصل ہے اور ان کا نام واضح طور پر مرقوم ہے! " کہنے لگے کیا حضور تشریف لے جا رہے ہیں پوچھ تو لو " کا ترجمہ کسی بھی روایت میں مربوط نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ جب خود حضور قلم دوات طلب فرما رہے ہیں تو پھر پوچھ لو کا قرینہ مہمل ہے، نیز یہ کہ انتقال کیلئے ہجر کا لفظ لغوی لحاظ سے بے معنی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی محاورہ زبان عرب میں استعمال ہوتا تھا پھر روایات میں حضرت ابن عباسؓ کی غمگین و تاسف انگیز کیفیت حضورؐ کی ناراضگی حاضرین کا اخراج اور شور شرابا ایسے قرائن مہیا کرتے ہیں کہ مذعومہ مطلب کسی صورت اخذ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

سوال:۔ ہجر جب ہجرت کے معنے میں بھی مستعمل ہے تو افتراق و انشقاق پیدا کرنے کی غرض سے خواہ مخواہ دوسرا معنی مراد کیوں لیا جاتا ہے!

جواب:۔ سنی تاویلات بھی عجیب ہیں لیکن جب کبھی وہ اپنے بزرگوں کے کسی فعل یا قول کی

حمایت یا تشریح کرتے ہیں تو ان سنی علماء کا منطق و ذہن کام نہیں کر سکتا، ایک جھوٹ کو چھپانے کی خاطر سینکڑوں جھوٹی تاویلیں بنانی پڑتی ہیں مگر بات پھر بھی بن نہیں پڑتی ہے، اس میں سنی حضرات کی منطقی قابلیت کا قصور نہیں بلکہ یہ اعجاز خداوندی ہے کہ وہ فعل وقول ہی ایسا نامراد ہوتا ہے کہ جو شرمندہ توجیہہ و تشریح نہیں ہونا چاہتا۔ پہلے قریسی صاحب نے استفہام کا جملہ استعمال کیا حالاں کہ آنحضرتؐ کے قول میں کوئی ایسی گنجائش نہیں ہے جس سے ہذیان کا شبہ ہوتا اگر استفہام تھا تو پھر بتائیے ازواج نے پردہ میں سے کیوں آوازیں دیں کہ حکم رسولؐ کی تعمیل کرو امہات المومنین نے پردہ میں سمجھ لیا لیکن قریب بیٹھے حضرات مغالطہ میں رہ گئے! اگر انداز استفہامی تھا تو پھر ازواج کو صحابیات یوسف کہنے کی ضرورت کس لئے محسوس ہوئی اس قدر ریخ پا ہو کر ماؤں سے ناراضگی کا اظہار کیوں کر دیا! اگر شبہ تھا تو کیا تھا اور یہ شبہ کونسی تحقیقات سے دور ہوا پھر آخر وہ کیا سبب تھا کہ حضورؐ پر غلط ولغو گفتگو کا یقین کیا اور قلم دوات پیش نہ کی اگر استفہام ہوتا تو آنحضرتؐ اتنے ناراض ہو کر دفعہ دور کیوں کرتے آپ کیوں فرماتے کہ مجھے میرے حال پر رہنے دو! یہ حالت اس حالت سے بہت بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو! دلیل و منطق تو ملاحظہ کر لیجئے! چونکہ اس گستاخی کے مرتکب حضرت عمر ہیں! لہذا حقائق کو نظر انداز کر کے بھی اس طرح تاویل بے بنیاد کی جاتی ہے کہ وہ فقرہ استفہامیہ تھا! لیکن میں کہتا ہوں کہ پھر بھی ہمارا دعویٰ ثابت ہوتا ہے کہ وکلا حضرت عمر واقعات صحیحہ کی بنا پر اپنا اعتقاد قائم نہیں کرتے۔

بلکہ اعتقاد کے تعصب کی وجہ سے کتر بیونت و تحریف کرتے ہیں! علاوہ اس کے جب خود حضرت عمر کا فعل معرض بحث میں ہو تو اس وقت یہ دلیل کیا کام کر سکتی ہے چلئے اس سے اتنا تو آپ مان گئے کہ ان کلمات کے کہنے والے حضرت عمر ہی ہیں! چنانچہ ابن اثیر اور ابن تیمیہ جیسے متعصب و شیعہ دشمن علماء نے بھی اسے کلام عمر تسلیم کیا ہے اب ھجر کے معنی کی طرف آئیے! اگر اسے ہجرت کے معنی میں لیا جائے تو بالکل بے معنی عبارت ہو جاتی ہے! کیوں کہ مرنے والے کو مہاجر نہیں کہا جاتا ہے! ورنہ پھر

مہاجرین کو یہی معنی دے دیجئے ہجر کے معنی فحش کلامی یا ہذیان ہر لغت میں عام ہیں اور عام معنی چھوڑ کرتا دیلی معنی کیوں کر لئے جاسکتے ہیں! پھر یہ کہ روایت میں غلبہ مرض کی وجہ سے کلام کے الفاظ بھی ہیں جو ان معنی کے قریب تر ہیں کیوں کہ ہجر کے معنی خبط و مختلط ہونے کے ہیں پس پاس عمر کی خاطر لغت تبدیل نہیں کی جاسکتی ہے۔

سوال:۔ خدانخواستہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ فاروق اعظم نے بغرض بے ادبی اس قسم کا لفظ حضور علیہ السلام کے حق میں استعمال کیا تھا تو فرمایئے! سیدنا علی نے اس کا ردعمل کیا فرمایا الفاظ حدیث سے ثابت کیجئے؟

جواب:۔ حضرت امیر علیہ السلام اس وقت موجود ہی نہ تھے لہذا ردعمل کیسا پھر موجودگی رسولؐ میں اپنی طرف سے کوئی ردعمل کرنا بھی گستاخی رسولؐ ہوتا! کیوں کہ حضورؐ کی موجودگی میں ان کی آواز سے اپنی آواز بلند تک کرنا شان مومنیت کے خلاف ہے!

سوال:۔ اگر سیدنا علی نے حضورؐ کی عمر کے آخری لحات میں حضور کی طرف داری نہ کرتے ہوئے حضرت عمر کی تردید نہیں فرمائی تو کیا اسے بے وفائی پر محمول نہ کہا جائے گا؟

جواب:۔ جب حضرت علیؑ وہاں موجود ہی نہ تھے تو پھر یہ اعتراض فضول ہے: البتہ بعد میں حضرت امیرؑ نے حضرت عمر کو ہمیشہ جھوٹا خائن۔ غادر اور آثم سمجھا۔ صحیح مسلم ملاحظہ کر لیجئے! واضح ہو کہ حضرت علی حکم رسولؐ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

سوال:۔ فرمایئے حضورؐ کی قدر کیا رہتی ہے! جب کہ نبوت کا دعویٰ فرمایا تو

ابولہب نے سب وشتم کیا اور وفات پانے لگے تو حضرت عمرؓ نے اور فدائیوں کی یہ حالت کو نہ روز اول فدا ہوئے اور نہ روز آخر روز اول تو خیر ابھی تک کوئی شخص بھی دولت ایمان سے سرفراز نہ ہوا تھا! لیکن اس مجلس میں تو ایسی شخصیت موجود تھی جو شجاعت میں بھی نامور تھے اور فراست میں بھی یکتا داماد بھی تھے اور چچازاد بھائی بھی؟

جواب:۔ مخالفین اور دوست نما دشمنوں کے مظالم کے صبر وتحمل سے برداشت کرنا انبیاء مظلومین کا شیوا ہے اس صبر واستقامت سے ان کے درجات میں ترقی ہوتی ہے جس طرح اصحاب عیسیٰؑ میں کے صاحب کا ستارہ مقدر ڈوب گیا اور اس نے عیسیٰؑ سے وفا نہ کی لیکن جناب عیسیٰؑ کی قدر ومنزلت میں کوئی فرق نہ آیا! اسی طرح نہ ہی ابولہب کی گستاخی سے حضورؐ کی شان میں کوئی کمی واقع ہوئی اور نہ ہی حضرت عمر کے بے ادبی آپؐ کی قدر ومنزلت پر اثر انداز ہوئی! اگر یہودہ عسکر یوتی کی بغاوت جناب عیسیٰؑ کے لئے کوئی بے قدری کا سبب بن سکتی ہے تو پھر یہ بات ابولہب وعمر کے معاملہ میں سوچی جا سکے گی! باقی جو شیدائی اور فدائی حقیقی تھے انہوں نے ہر مقام پر اپنی وفاؤں کے جھنڈے گھاڑے ہوئے ہیں اسی لئے ان ذوات پر ایسے مطاعن دشمن بھی پیش نہ کر سکے کہ کبھی بے وفائی کا مظاہرہ کیا ہو! لیکن جو لوگ فدائی نہیں بلکہ حکومت کے سودائی تھے ان کی عادت تھی کہ ہر وقت مخالفت رسولؐ کرتے تھے خواہ جنگ ہو یا امن گھر ہو یا میدان! میدان سے خود بھاگتے رہے مگر گھر سے رسولؐ بھگاتے رہے! حضرت علی علیہ السلام تو اس مجلس میں موجود ہی نہ تھے البتہ ازواج مخدرات نے پردہ میں سے تعمیل حکم کی تلقین کی اور حاضرین میں سے کچھ اصحاب نے ایسی ہی رائے دی لہذا تکرار وتنازعہ بڑھ گیا اور حضورؐ نے اپنے پاس سے اٹھا دیا!

سوال:۔ اگر معاذ اللہ حضورؐ کی یہی کیفیت تصور کی جائے تو فرمائیے لوگوں

کے سامنے ایسے پیغمبر کو کس رنگ میں پیش کرو گے۔

جواب:۔ مجھ سے یہ اگر پوچھا جائے تو میں یہ کہوں گا میرے رسولؐ سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی مظلوم نہیں گذرا ہے جس قدر بے وفائی اُمت نبیؐ نے میرے نبیؐ سے کی اس کی مثال ملنا محال ہے! ساری زندگی جس صابر دامین پیغمبرؐ نے اُمت کے لئے ہر طرح کی صعوبت برداشت کی اُمت نے اس رسولؐ کو آخر دم تک اذیت پہنچائی اور آج تک اس کی روح کو تکلیف دینے کی ناکام کوششیں جاری ہیں! جس رسولؐ نے لوگوں کو حیوان سے انسان بننے کی تعلیم دی دنیا کی غلامی سے نجات دلائی آزادی کی نعمت عطا کی۔

اُمت نے اس رسولؐ کو اس قدر بے قدر جانا کہ اس کی آخری خواہش بھی پوری نہ کی اور اس کا لاش بے گور وکفن چھوڑ کر اپنی ہوا وحرص کے پیچھے بھاگ گئے اس کے ہر حکم کو تبدیل کیا اس کی ہر محبوب چیز سے عداوت رکھی اور خفیہ وعلانیہ تمام عناصر بروئے کار لائے گئے جس سے حضورؐ کو اذیت دی جا سکتی تھی ظاہری دشمن تو علانیہ دشمنی رکھتے تھے لہذا افسوس کم ہے مگر دوست نما دشمنوں کی تدابیر قابل صد افسوس اور لائق مذمت ہیں! لیکن یہ کیفیت اور صورت حال صرف آنحضرتؐ ہی کے لئے نہ تھی بلکہ اکثر نبیوں سے ان کے صحابہ نے ایسا ہی کیا! بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کو اذیتیں دیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود ان کے صحابیوں کے ہاتھوں ظلم وستم کا نشانہ بن جانا پڑا!! اگر وہ کیفیت موسیٰ وعیسیٰ کے لئے باعث تنقیص نہیں بلکہ باعث عزت ہے تو پھر حضورؐ کے لئے ایسی کیفیت کا امکان کیونکہ بعید از قیاس اور سبب تنقیص ہو سکتا ہے ان واقعات سے رسولؐ کی مظلومیت ثابت ہوتی ہے اور آپؐ کا صبر واستقلال اُبھر کر سامنے آجاتا ہے! جس اُمت کی بھلائی کی خاطر رسولؐ نے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا اسی اُمت نے رسولؐ کے نوبان وحی بیان پہ نازیبا حملہ کیا اور آپ کی آخری وصیت کی آڑ بن گئی رسول کی شان ہر حالت بلند رہتی ہے اور اُمت کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے!

سوال:۔ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ قلم دوات لانے میں مانع حضرت عمر کی ذات تھی تو سوال یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی وفات پیر کے دن ہوئی۔ ان پانچ دونوں میں رکاوٹ کرنے والا کون تھا؟

جواب:۔ قضیہ قرطاس میں اختیار کی گئی تدبیر ناقص الایمان لوگوں کی وہ زبردست ترکیب تھی جس کو استعمال کرنے سے ان کو اپنے عزائم میں کامیابی ہوگئی مگر سیاہ چہروں پر پڑے ہوئے نقاب خود بخود اٹھ گئے اعلان غدیر کے بعد کی کارروائیوں سے جب رسول اکرم صلے اللہ علیہ والہ وسلم کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ بعض مسلمان حضرت علیؑ کی خلافت قبول کرنے کے لئے دل سے تیار نہیں ہیں اور ان کی اپنی نگاہیں مسند حکومت پر جمی ہوئی ہیں تو حضورؐ نے آخری حجت پورا کرنا چاہی تاکہ لوگوں کو اپنی دلی حالت کے چھپانے کا موقع ہی نہ ملے حجت بھی پوری ہوجائے اور کج افراد کی کیفیت قلبی بھی عریاں ہو جائے اگر موجودہ افراد کو یہ لوگ اپنی چالاکیوں کے ذریعے سے حرص و لالچ فریب کے دوام میں پھنسا کر اپنی طرف کھینچ بھی لیں تب بھی آئندہ محققین پر یہ آسانی سے ظاہر ہو جائے کہ جن لوگوں نے علیؑ کی مخالفت کی تھی وہ اپنے رسولؐ کے بھی تابیدار نہ تھے! اور ان لوگوں کے دلوں میں اپنے نبیؐ کی وقعت کچھ نہ تھی! حضورؐ نے **اقوموا عنی**! کہہ کر ہمیشہ کے لئے ان اشخاص کو اپنے حلقہ رحمت سے خارج فرمادیا۔

اس متفق علیہ واقعہ منع تحریر وصیت کے بعد جب آنحضرتؐ کو مشہور صحابہ کیطرف سے ناامیدی ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ یہ ضرور تنازعہ پیدا کریں گے تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کو بلا کر بہت دیر تک راز کی باتیں کیں اور صبر کی تلقین فرمائی! علامہ طبری لکھتے ہیں کہ "ابن عباس کہتے ہیں کہ اسی مرض کے دوران حضورؐ نے فرمایا علیؑ کو میرے پاس بلواؤ بی بی عائشہ نے کہا کاش آپ ابوبکر کو بلاتے اور حفصہ نے کہا کاش آپ عمر کو بلاتے پس اتنے میں وہ حضرات وہاں جمع ہو گئے حضورؐ نے جب علیؑ کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ تم لوگ واپس چلے

جائے" ابوجعفر محمد بن جریر الطبری! تاریخ الامم والملوک الجز الثالث (ص ۱۹۵)

یہ غیر جانبدار محققین کے نزدیک بہت اہمیت رکھتا ہے اور ہمارے مدعا پر بہت اچھی روشنی ڈالتا ہے! حکومت پر قبضہ جمانے کی جو تدبیریں کی جاری تھیں ان میں ان دونوں بیبیوں کا بہت بڑا حصہ ہے! کسی موقعہ کو یہ ہاتھ سے نہیں جانے دیتی تھیں اور حضورؐ کو ایک عام انسان سمجھ کر آپ کی جسمانی کمزوری و بیماری کا فائدہ اٹھانا چاہتی تھیں اپنی رائے کے مطابق عمل کرانا چاہتی تھیں جب حضورؐ نے نہ مانا تو خود ہی دونوں نے اپنے اپنے باپ کو بلایا لیکن چوں کہ حضورؐ کو وہ حضرات مطلوب نہ تھے لہذا آپؐ نے واپس کر دیا ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ کو آنحضرتؐ نے اہم کام کے لئے طلب فرمایا تھا اور واقعات بتاتے ہیں کہ حضورؐ جناب امیر کو صحابہ کی کیفیت بیان کر کے صبر کی تلقین کرنا چاہتے تھے اور ساتھ ہی ان کو امامت نماز کے لئے مقرر فرمانا چاہتے تھے حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ مطلب سمجھ گئی تھیں اپنے اپنے والد کو بلایا جب حضورؐ نے ان سے کوئی بات نہ کی اور واپس کر دیا تو خود ہی بی بی عائشہ نے اپنے والد صاحب کو امامت نماز پر کھڑا کر دیا! بالآخر علیؑ کو بلایا گیا چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں کہ!

"آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے بھائی علیؑ کو بلاؤ۔ حضرت علیؑ آئے اور آپ کے سرہانے بیٹھے آنحضرتؐ نے اپنا سر تکیہ سے اٹھایا اور حضرت علیؑ کو اپنی بغل میں لے لیا اور آنحضرتؐ کا سر حضرت علیؑ کے بازو پر تھا! آنحضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ فلاں یہودی سے میں نے تجہیز جیش اسامہ کے لئے کچھ قرض لیا تھا دیکھو ضرور بالضرور اس کو میری طرف سے ادا کر دینا! اے علیؑ تم پہلے وہ شخص ہو گے جو حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے! میرے بعد تم کو بہت سے مصائب و تکالیف پہنچیں گے تم کو چاہئے کہ دل تنگ نہ ہو اور صبر کرو! اور جب دیکھو لوگوں نے دنیا اختیار کی تو تم آخرت تیار کرنا" (روضۃ الاصباب محدث شیرازی)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ جمعرات سے پیر تک کے دوران کیا باتیں تھیں جو رکاوٹ تحریر ہوئیں حضرت علیؑ کو ویسے ہی دور رکھا گیا اور جب آنحضرتؐ نے دیکھا کہ امت اس نوشتہ کو قلمبند کرنے پر راضی نہیں ہے تو پھر حضورؐ نے وہ تحریر نہ لکھوائی کیونکہ گمراہی کا خدشہ ان ہی لوگوں سے تھا! اگر وہ تحریر آپ علیؑ سے لکھوا لیتے تو اس کا حشر بھی وہی ہوتا جو فدک کی دستاویز کا ہوا تھا! لہٰذا حضورؐ نے حضرت علیؑ کو زبانی وصیت فرمائی اور صبر کی تلقین کی اور حضورؐ نے امت کی زبانی وصیت فرمائی کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور اور میری عترت میرے اہل بیت۔ (الخ) حضورؐ نے تمام اسرار و وصایا حضرت علیؑ سے خلوت میں فرمائے!

سوال:۔ اگر کوئی رکاوٹ کرنے والا نہیں تھا تو حضور علیہ السلام نے معاذ اللہ اُمت کو کس حالت میں چھوڑا جب کہ حدیث موجود ہے: تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ!

جواب:۔ ہادی عظیم رحمۃ للعالمین رسول الثقلین صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمت کی شدید مزاحمت کے باوجود اپنی آخری وصیت حدیث ثقلین کی شکل میں چھوڑی اور اُمت کو ثقلین کے سپرد کرکے یہ ضمانت دی کہ تمام گمراہوں سے نجات کا صرف ایک راستہ تمسک بالثقلین ہے! رسولؐ اکرم کا آخری حکم یہ ہے کہ تحقیق میں تم لوگوں میں دو ایسی عالی قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم ان کو پکڑے رکھو گے تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے بڑی چیز ہے اللہ کی کتاب جبل محدود ہے اور دوسری میری عترت میرے اہل بیت خبردار (یاد رکھو) کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گی! حتیٰ کہ حوض کوثر پر میرے پاس دونوں اکٹھی وارد ہوں گی (متفق بین الفریقین)

سوال:۔ کیا حضور علیہ السلام کی ذات جو مدت العمر تک کسی کافر اور ملحد سے

نہ ڈر سکے وہ حضرت عمر کے جواب سے ہراساں ہو گئے! العیاذ باللہ!

جواب:۔ رسول خدا کبھی کسی سے نہ ڈرے! عمر سے حضورؐ اس وقت بھی خوفزدہ نہ ہوئے جب ہو وہ برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے ارادہ قتل پیغمبرؐ کے لئے آئے تو اس وقت کیسے ڈر سکتے تھے حضورؐ نے بلاخوف وخطر پیغام حدیث ثقلین کی وصیت فرمادی!

سوال:۔ جب حضور علیہ السلام بار ہا من یھد اللہ فلا مضل لہ: فرما چکے تھے اور ہدایت کی تکمیل کے لئے آیت الیوم: اکملت لکم دینکم؛ نازل ہو چکی تھی تو حضور علیہ السلام کے آخری ارشاد کو امتحان پر محمول کیوں کیا جائے!

جواب:۔ حضورؐ کے ارشاد کو امتحان پر محمول کریں یا ہدایت کیلئے معاملہ تعمیل ارشاد پیغمبرؐ کا ہے کہ حضورؐ کی خواہش پوری نہ کی گئی اور انکے بارے میں نازیبا کلمات کہے گئے اس نافرمانی سے گستاخی پیغمبر ثابت ہوتی ہے اور نقص اطاعت ظاہر ہوتا ہے جو مومنیت کی شان کے خلاف ہے ارشاد کا مقصد کچھ بھی ہو یہ ضمنی معاملہ ہے اصل اعتراض حکم عدولی اور بے ادبی سے متعلق ہے جس کا ارتکاب قابل مذمت ہے۔

سوال:۔ سیدنا عمر کا قول کیا حضرت عمر کے کمالات عالیہ میں سے آخری کمال نہیں جبکہ حضرت عمر نے ایسا جواب دیا جس کو سنکر حضورؐ نے سکوت اختیار فرمالیا اور ظاہر کہ حضور علیہ السلام کا کسی امر پر سکوت اختیار فرمانا اس امر کے مستحسن ہونے پر دلالت کرتا ہے؛

جواب:۔ معترض کی اس بات کو اور کوئی شیعہ مانے چاہے نہ مانے لیکن مجیب یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے کہ بلاشبہ یہ حضرت عمر کے مذعومہ کمالات کا آخری کمال تھا کہ اس حربہ میں کامیاب ہوئے اور بڑی آسانی سے اقتدار پر قبضہ جمالیا اور لوگوں میں اپنی حیثیت رسولؐ سے بھی بڑھائی

کیوں کہ حضور کولا جواب کر کے خاموش کر دیا اللہ کے سچے نبی کے لبوں پر مہر سکوت لگا کر ثابت کیا کہ میرا کمال یہ ہے کہ میں رسول کو اپنے سے بالا نہیں سمجھتا ہوں! مگر اللہ کا رسول بھی بالکل خاموش نہیں رہا ہے بلکہ فوراً پکار کر فرمایا! دفع ہو جاؤ نکل جاؤ پس اگر لدھیانوی صاحب ایسے سکوت کو مستحسن سمجھتے ہیں تو سمجھتے رہیں ورنہ میرے نزدیک یہ سکوت ویسا ہی ہے جیسا خدا کو خلقت آدمؑ کے وقت دربارہ ابلیس ہوا جس طرح اللہ نے اپنے خلیفہ کے مخالف کو راندہ درگاہ قرار دے دیا اسی طرح اللہ کے رسولؐ نے اپنے وصی کے مخالفین کو اپنی بارگاہ رسالت سے نکال کر مردود قرار دیا! جسطرح خدا نے شیطان کو ڈھیل دی قوت و غلبہ اختیار دیا اسی طرح گستاخ رسول کو مطلوبہ مرادیں حاصل ہو گئیں اور جو انجام ابلیس کا ہوا وہی انجام مطیع شیطان ہوگا۔

سوال:۔ قرطاس نہ دینے سے حیات القلوب ج ۲ ص ۸۴۲ میں ملا باقر مجلسی نے یوں یاوہ گوئی کی ہے ہیچ عاقل را مجالے آں ہست کہ شک کند در کفر عمر کفر کسے کہ عمر را مسلمان گردان! ترجمہ بوجہ غیرت ایمانی نہیں لکھا جا سکتا! معذور ہوں، بتائیے آپ کا اس عبارت سے اتفاق ہے یا نہ؟

جواب:۔ جب رسولؐ خدا چاہتے ہوں کہ ایسی وصیت قلمبند فرمائیں جس میں تمام اُمت کی بھلائی اور ہر گمراہی کا علاج ہو اگر کوئی امتی مانع ہو جائے اور ایسی حالت میں حضور کو رنجیدہ کرنے اور حضرت کو ہذیان سے نسبت دے ایسے گستاخ و موذی رسول کیلئے ایک صحیح مسلمان اُمتی کی کیا رائے ہو سکتی ہے حضور اکرم کے مقابلے میں کسی شخص کا کوئی اقتدار نہیں ہے۔ اگر علامہ مجلسی نے کسی گستاخ رسولؐ اور ایذا دہندہ پیغمبر اور راندہ درگاہ؛

نبوی کے لئے ایسی رائے قائم کرلی ہے تو یہ محبت و اطاعت رسولؐ کی علامت ہے آپ کی غیرت ایمانی نے جس بات کو چھپایا ہے میر غیرت ایمانی اسے ظاہر کرنے پر مجبور کرتی ہے علامہ مجلسی کی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ کسی عاقل کی مجال نہیں ہے کہ عمر کے کفر میں شک کرے اور اس کے کفر میں جوان کو مسلمان قرار دے ایہ عمر بن خطاب کی بات ہے اگر یہی الزام (نعوذ باللہ) اگر کسی اور بزرگ پر بھی ثابت ہو جائے کہ انہوں نے حضورؐ کی آخری وصیت پوری نہ کی اور آپؐ کی بے ادبی و گستاخی کا ارتکاب کیا تو اس سے بھی زیادہ سخت الفاظ ان کے بارے میں کہدوں کیوں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم کی توہین کے سامنے ہر کسی کی تعظیم ہیچ ہے پس مجھے علامہ مجلسی کے ایمانی جذبات سے کوئی اختلاف نہیں ہے کیوں کہ انہوں نے کوئی خلاف عقیدہ یا ناجائز بات نہیں لکھی ہے۔

سوال:۔ اگر اتفاق نہیں ہے تو ملا باقر مجلسی آپ کے نزدیک مسلمان ہے یا کافر اگر مسلمان ہے تو کیوں اور اگر کافر ہے تو اس کی مصنفات آپ کے نزدیک قابل قبول ہیں یا نہ ہر دو شقوں کو وضاحت سے بیان کیجئے!

جواب:۔ مذہب سنیہ کے مطابق اور ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر کی رو سے خلفاء اربعہ کے قاتل تک پر فتویٰ کفر عائد نہیں کیا جا سکتا ہے جبکہ علامہ مجلسی نے اپنے اجتہاد و اعتقاد کے مطابق محض محبت رسولؐ میں ایک گستاخ رسولؐ کی بابت اپنے جذبات ایمانیہ کا اظہار کیا جس سے مجھے بھی اتفاق ہے اس لئے علامہ موصوف مومن تھے! کیونکہ حضرت عمر نہ ہی منصوص ہستی تھے اور نہ ہی ان پر ایمان لانا ضروری ہے جب حضرت عمر پر تنقید کرنا کسی اصل دین کی مخالفت نہیں ہے تو پھر معاذ اللہ ان کو کافر کس طرح سمجھا جا سکتا ہے ان کے مومن و مجاہد ہونے کا بین ثبوت یہ ہے کہ انہوں نے حمایت رسولؐ میں ایک حکم عدول صحابی کے شنیع و قبیح فعل کا اظہار کرتے ہوئے اپنی بے باک رائے لکھدی ہے اور کسی خطرہ کی پرواہ

نہیں کی یہ شان مومنیت ہے۔ اگر علامہ مجلسی کسی اصل دین کی تکذیب کرتے تو پھر دائرہ ایمان سے خارج تھے جب کہ انہوں نے اشاعت دین حقہ کیلئے وہ نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ جو رہتی دنیا تک قائم رہیں گی اور ان کی بدولت ہزاروں متلاشیان حق کو راہ ہدایت نصیب ہوئی ہے۔ اللہ ان کے مراتب جلیلہ میں اضافہ کرتا رہے۔ (آمین)

سوال:۔ اور اتفاق ہے تو آپ کا سیدنا علیؑ اور سیدنا حسینؓ کے ساتھ کیسے ایمان وابستہ رہ سکتا ہے جب کہ انہوں نے سیدنا عمرؓ کو مسلمان سمجھ کر سیدہ شہر بانو کو طلب فرمایا!

جواب:۔ اتفاق کی صورت میں حضرت عمر سے امام علیؑ اور امام حسینؑ کا بی بی شہر بانو کو قبول کر لینا اس لئے وابستگی ایمان کو مانع نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بی بی ہاجرہ کو ایک کافر بادشاہ سے قبول کر لیا تھا جب یہ بات جناب خلیل اللہ کے لئے باعث اعتراض نہ ہو سکی تو خلیل کربلا اور ان کے والد محترم کیلئے کیسے معارض ہو سکتی ہے حالاں کہ ہم نے بار بار اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ بی بی شہر بانو ہرگز حضرت عمر کے زمانے میں تشریف نہیں لائی ہیں اور یہ قصہ من گھڑت ہے جب حضرت ابراہیم منکر خدا کافر مطلق فرعون مصر سے لونڈی قبول کر لی اور گنہگار نہ ہوئے تو پھر حضرت عمر جو کلمہ گو مسلمان تھے ان کے بارے میں ایسے اعتراض کی کیا وقعت ہو گی۔

سوال:۔ کیا معاذ اللہ ان حضرات کو آپ جتنا بھی علم نہیں تھا۔

جواب:۔ کیوں نہیں تھا وہ تو علم و حکمت کے دروازے ہیں مگر ان کے علم میں یہ بات قابل اعتراض ہی نہ تھی۔

سوال:۔ لولا علی لهلک عمر سے استدلال اس رنگ میں کیوں نہ لیا جئے کہ یہ جملہ ان کے باہمی تعلقات کی پیوستگی پر دلالت کرتا ہے؛ نیز چند ذرائع سے اس واقعہ کی حقیقت سے حضرت علیؓ باخبر تھے اور اور حضرت عمرؓ کو خبر نہیں تھی اور ظاہر ہے کہ عالم الغیب خدا تعالےٰ کے بغیر کوئی نہیں ہے!

جواب:۔ جسطرح کفارہ مشرکین حضورؐ کو صادق وامین مانتے ہوئے بھی آپ کی رسالت کے منکر رہے اور ان کا یہ اقرار باہمی تعلقات کی پیوستگی پر دلالت نہیں کرتا ہے اسی طرح حضرت عمر کا یہ اعتراف بھی ان کے کردار کی روشن میں باہمی تعلقات کی کشیدگی ثابت کرتا ہے بے خبری قلت علم کی دلیل ہے اور باخبری فضل علم کی علامت ہے؛ لہذا چوں کہ حقیقی خلیفہ کے لئے علم شرط خلافت ہے اور حضرت علیؑ حضرت عمر سے زیادہ عالم تھے اس لئے استحقاق خلافت حضرت علیؑ کے لئے ثابت ہوتا ہے؛ اور حضرت عمر کے متعدد اقوال شاہد ہیں کہ حضرت علیؑ ان سے علم میں بہت ہی بلند مرتبہ پر فائز تھے اور حضورؐ نے آپ کو باب مدینۃ العلم دباب حکمت فرمایا تھا۔

سوال:۔ **جب سیدنا عمر خلیفہ وقت تھے اور ناعلیؓ ابھی خلیفہ نہیں بنے تھے؛ اور اس حالت میں غیر خلیفہ کا خلیفہ وقت کو ایک امر سے باخبر کرنا اور خلیفہ وقت کا تسلیم کر لینا کیا اس کے کمال تقویٰ اور دیانت پر دلالت نہیں کرتا!**

جواب:۔ دراصل اس مقام پر معترض کے انداز فکر اور مجیب کے اعتقادنظریات وسوچ وبچار میں ٹکراؤ ہے؛ معترض کے مطابق ہر وہ شخص خلیفہ رسولؐ ہونے کا اہل ہے جسے لوگ منتخب کرلیں یا وہ خود

کسی محلاتی سازش سے برسراقتدار آجائے، ایسے شخص کے لئے جو جمہوری خلیفہ بن جائے یا پیشرو کی نامزدگی سے برسرمسند آجائے یا کسی اور تدبیر سے تخت نشین ہوجائے حقیقت کا اعتراف کرنا دیانت پر محمول کیا جاسکتا ہے لیکن مجیب کے نظریات کے تحت خلیفہ رسولؐ کے لئے معصوم وعلیم ہونا اشد ضروری ہے الہذا جب اس کو امتحان علم میں ناکامی ہوگی تو وہ شخص خلافت کے لائق نہیں ہے اور اگر وہ اس نااہلیت کے باوجود بھی کرسی پر قابض ہے تو غاصب اور خائن ہونے کے ساتھ کاذب داتم بھی ہے اسلئے اس کا اقرار واقبال اس کی دیانت پر دلالت نہیں کریگا بلکہ سیاسی مصلحت اور موقع پرستی یا مطلب برآری کے مترادف ہوگا! کمال تقوی ودیانت کی اشکال اس وقت پیدا ہوسکتی ہیں جب وہ اعتراف حقیقت کرتے ہوئے غصب شدہ مقام کو چھوڑ دے اور حقدار کو اس کا حق لوٹا کر اپنی ندامت غلطی کا اظہار کرکے آئندہ کیلئے تائب ہوجائے اور اور اطاعت کلی کا عہد کرلے ورنہ محض ذاتی منفعت کی خاطر اقبال حقیقت وتسلیم رائے تقوئی دیانت کے زمرہ میں داخل نہ ہونگی!

کیا فاروق اعظمؓ نے سیدہ کا گھر جلایا تھا

سوال:۔ فاروق اعظم کے متعلق شیعی حلقے میں یہ مشہور کیا جارہا ہے کہ آپ نے (معاذ اللہ) سیدہ فاطمہ الزہرا کا گھر جلایا سیدہ کے مبارک پہلو پر تلوار ماری تو اسقاط حمل ہوگیا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہے کوئی ماں کا لال جو اہل سنت کی کتب معتبرہ سے بسند صحیح اس روایت کو پیش کرسکے؟

جواب:۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے احراق خانہ سیدہ طاہرہ کا قصد کیا؛ دھمکیاں دیں اور بی بی پاکؑ کے پہلو پر دروازہ گرایا جس کی وجہ سے اسقاط محسنؑ ہوا؛ حضرت ابوبکر کا حضرت عمر کو بھیجنا

حضرت عمر کا اپنے ہواخواہوں کی جماعت کو خانہ فاطمہؑ الزہرا پر چڑھا کر لانا۔ جناب عمر کا بی بی پاک کے گھر کو جلانے کے لئے آگ ولکڑیاں جمع کرنا اور دھمکیاں دینا نیز حضرت علیؑ کے دوستوں کو بیعت کے لئے لے جانے کا ذکر بہت سے مورخین نے کیا ہے۔ مثلاً کتاب الامت والسیاست الجزاول ص ۱۴/۱۳ تاریخ طبری الجز الثالث ص ۱۹۸؛ عقد الفرید جلد ۲، ص ۱۷۹ تاریخ المختصر فی اخبار البشر الجزالاول ص ۱۵۶؛ روضنہ المناظر برحاشیہ، جلد یازدہم تاریخ الکامل ص ۱۱۳، مروج الذہب جلد ثالث ص ۲۴ ازالتہ الخفا مقصد دوم ص ۲۲۶ استیعاب جز الاول ص ۳۲۵ تحفہ اثناء عشریہ ص ۲۹۲ وغیرہ وغیرہ۔ ابن قتیبہ، علامہ طبری، امام عبدربہ اندلسی، ابوالولید ابن اثیر علامہ مسعودی، شاہ ولی اللہ محدث دہولی علامہ ابن عبدالبر اور شاہ عبدالعزیز جیسے بلند پائیہ علمائے اہل سنت کیا قبال واقعہ کے بعد کوئی صورت باقی نہیں رہ جاتی کہ اس واقعہ کو غیر مستند وغیر معتبر قرار دیا جا سکے باقی یہ تو اہل سنتہ والجماعتہ حضرات کی عادت فطری ہے کہ وہ ہر اس واقعہ کا انکار کر دیتے ہیں جو ان کے مذہب کے لئے مضر ثابت ہوتا ہو، ہم کہتے ہیں کہ ہے کوئی مائی کا لال جو منقولہ بالا حوالہ جات کی موجودگی میں اس واقعہ کا انکار کرے اور اپنے جلیل القدر علماء کی تکذیب کرے!

سوال:۔ کیا اہل سنت کے علمانے اس کی تردید نہیں کی

(۱) ان هذه القصته محض هذیان وزور من القولوبهتان المنخنه الا الهیته (مصریہ ص ۲۵۲)

بلاشبہ یہ واقعہ محض ہذیان ہے اور جھوٹ ہے اور سراسر بہتان ہے

جواب:۔ یہ تردید صرف ظنی ہے اور محض اعتقادی خوش فہمی ہے کہ منکر کو غافل یعنی حضرت

عمر سے ایسی توقع و اُمید نہ تھی۔ لیکن تاریخی حقائق کا انکار واقعات کی روشنی میں کیا جاتا ہے نہ کہ خوش عقیدگی سے اسی لئے علمائے سنیہ کی کثیر تعداد نے اس واقعہ کو درست تسلیم کیا اور اس کی وہ وکالت اس طرح کی ہے کہ سیاست کے مذہب میں یہ سختی بالکل جائز تھی، نظم ونسق کی خاطر یہ دھمکی ایک انتظامی تدبیر تھی اور یہی موقف معترض نے خود بھی اختیار کیا ہے جیسا کہ آئندہ اعتراضات سے ظاہر ہوگا؟

سوال:۔ فلک النجات ج ۱ ص ۲۴۰ باب انعقاد خلافت میں ہے! ولقد احرق الخلیفۃ الثانی ثانی الثقلین، یعنی حضرت عمر نے دوسرے ثقل اہل بیت کو جلایا۔

والانکار انکار المتواترات لانہ ھذا روی بطرق کثیرۃ واسانید شبھیرۃ!

اس واقعہ کا انکار متواترات کا انکار ہے کیونکہ بہت طریقوں اور مشہور سندات کے ساتھ روائتیں موجود ہیں۔

۲ نیچے حاشیہ ا پر لکھا ہے اگر چہ سند کے اعتبار سے ہم ان کا اعتبار نہیں کر سکتے کیوں کہ کہ اس روایت کے رواۃ کا حال ہمیں معلوم نہیں کیا ان سب عبارتوں میں تعارض نہیں اور جملہ ضدی رافضیول اور مؤلفین فلک النجات کی اندرونی کیفیت طشت از بام نہیں ہوگی پہلی عبارت میں روایت کے تواتر کا دعویٰ آخر میں سند سے جہالت کیا اس بل بوتے پر اہل سنت کے مذہب پر طرح طرح کے اعتراضات کیے جاتے ہیں؟

جواب:۔ بلاشبہ حضرت ثانی نے نہ صرف ثقل دوم کے دل جلائے بلکہ مقام نزول ملائکہ کے

آگے آگ روشن کرنے کی جسارت کی۔ واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے اس قدر منفرد تھا کہ اسے متواترات مین کہا گیا ہے اور مختلف حیلوں سے وکالت کر کے آج تک مرتکب کو اس الزام سے بری الذمہ قرار دینے کی کوشش جاری ہیں؛ اس دلسوز واقعہ کو اتنی شہرت ہوئی ہے کہ اسے اسناد کی احتیاج ہی نہیں رہی اور اسکا چرچا اتنا عام ہے کہ اس کی تشہیر بذات خود اسے مستند کرتی ہے ایسے اہم واقعات کو محض اس لیئے نہیں جھٹلایا جاسکتا ہے کہ اس کے اسناد معتبر نہیں ہیں کیونکہ چاند چڑھتا ہے تو زمانہ دیکھتا ہے اور جب حضرت عمر نے یہ چاند چڑھایا تو سارے مدینہ نے دیکھا لوگ چاند پر پہنچے لیکن ہم اس واقعہ کو صرف اسناد کی بحث سے جھوٹا قرار نہیں دے سکتے صاحب فلک النجاۃ کی متنی عبارت اور حاشیہ ہیں قطعاً کوئی تعارض و تضاد نہیں ہے کیوں کہ متن میں انہوں نے اسانید شہیدہ کہا ہے اسناد کے معتبر ہونے کا ذکر نہیں کیا ہے بلکہ اس واقعہ کی شہرت کو سند مانا ہے ایسے مشہور واقعہ کو غلط قرار دینے کیلیے صرف دو راستے ہو سکتے ہیں ایک ظنی اور دوسرا عقلی یا درایتی۔ ظنی راہ فریق مقابل کیلیئے قابل قبول نہ ہوگی اور درایتی راستہ خود علماء سنیہ نے اختیار کر کے اس واقعہ کا انعقاد تو تسلیم کیا ہے۔

لیکن اسے اپنی تاویل کا تابع کرنے کی کوشش کی ہے جس پر مفصل بحث آگے آرہی ہے اس واقعہ کا تواتر بھی ثابت ہے اور سند سے جہالت کا عذر اس کی شہرت عامہ سے دور ہو جاتا ہے ہمیں نہ ہی ضد اور نہ ہی کوئی ذاتی عناد ہماری اندرونی کیفیت صاف ظاہر ہے کہ اگر یہ عمل حضرت عمر نے کیا ہے تو یہ نہ صرف قابل مذمت ہوئی ہے اس کو خارج کر دینے کے لئے صرف احراق خانہ بتولؑ کا قصد ہی کافی ہے، باقی مولاؑ کے فضل سے اہل سنتہ کے مذہب پر تو جاہل راقم الحروف کم سے کم ایک کروڑ اعتراضات کر سکتا ہے اور دعویٰ مولائی ہے کہ دس لاکھ اعتراضات صرف سنی عقیدہ توحید کے بطلان میں ہوں گے اگر کوئی ناصبی فقیر آل محمد علیہ السلام کی حاصل کردہ وہ خیرات جو انے در مدینہ العلم سے بخشش میں ملی کا نظارہ چاہئے تو میدان میں آجائے! العلی مدد

سوال:۔ کیا حقیقت میں واقعہ یوں نہیں ہے کہ بعد از انعقاد خلافت کچھ لوگ سیدنا علیؑ کے مکان میں امور خلافت کے متعلق مختلف تبادلہ خیالات کرنے لگے جس پر حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا ان کو نکال دو! اور یہ بھی فرمایا

یابنت رسول اللہ مامن الخلق احب الیٰ من ابیک ومن احداحب الینا بعد ابیک مک

اے رسول خدا کی صاحبزادی مخلوق میں سے کوئی مجھے تیرے باپ سے زیادہ محبوب نہیں انکے بعد مجھ سے زیادہ میرے نزدیک صاحب توقیر نہیں (کنز العمال ج۳، ص۱۳۹)۔

جب یہی روایت فلک النجاۃ میں نقل کی گئی ہے تو کیا اس سے قلب فارروقی میں حضرت سیدہ کی عزت مرکوز ومصون نظر نہیں آئی اور مصنف فلک النجاۃ نے جوزہر اگلی ہے (۱) عمرؓ نے اہل بیت کو جلادیا (۲) گھر کو جلادیا سے توہین کا پروپگنڈا نہیں ہے فرمایئے آپ کے ہاں کچھ ایمان کا مقام بھی ہے یا نہیں؟ کیا سی کتاب پر دنیائے شیعت کو ناز ہے! **اف لکم وماتعبدون**

جواب:۔ علامہ جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر در منثور میں حضرت انس بن مالک اور بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے اس آیت کو پڑھا **بیوت اذن اللہ ان ترفع** گھروں کے اندر اللہ نے حکم کیا ہے کہ بلند کیا جائے پس ایک شخص کھڑا ہوا پھر اس نے پوچھا یہ گھر کون ہے حضورؐ نے فرمایا کہ انبیا کے گھر ہیں پھر ابوبکر نے کھڑے ہوکر پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ گھر علیؑ وفاطمہؑ کا

انہیں گھروں سے ہے حضور اکرمؐ نے فرمایا ہاں یہ گھر ان گھروں سے فاضل تر ہے، یہ وہ گھر جو نبیوں کے گھروں سے افضل ہے، جس کے بارے میں لدھیانوی صاحب نے زعم کیا ہے وہاں سیاسی سازش بن رہی تھی اور عمر کو اس کی اطلاع ہوئی لہذا لوگوں کو نکالنے کے لئے وہاں چڑھ آئے اب کنز العمال کی پوری روایت سینئے مزعومہ قلب فاروقی میں بی بی پاک کی عزت کا مرکز نظری آ جائے!

عن زید بن أسلم انه حسین بویم لابی بکر بعد رسول اللہ صلعم کان علی والزبیم فی بیت علی و فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم ولیشا ورو نھا دیر تحیون فی امرھم فلما بلغ ذلک عم ابن الخطاب خرج حتی دخل علی فاطمہ فقال یا بنت رسول اللہ واللہ مامن الخلق احداحب الخہ من ابیک وما من حدا احب الینا بعد ابیک منک دائم اللہ مان ذالک بما نعی ن اجتمع ھولا ایفز عنک ان امیر ھولا الیفزعنک ان امیرھم ان تخرق علیھم الباب فلما خرج عمر جا وھا قالت تعلمون ان عمر قد جاء تی قد حلف اللہ لن عدتم لمتحرقین علیکم البیت الخ۔

زید بن اسلم سے روایت ہے بعد رسولؐ جب ابوبکر سے بیعت کی گئی حضرت علی وزبیر جناب فاطمہؑ کے گھر میں خلافت کے خلاف مشورہ کر رہے تھے عمر یہ خبر جان کر خانہ سیدہؑ پر گئے اور کہا اے دختر رسولؐ آپ کے باپ سے بڑھ کر مجھے مخلوق میں کوئی پیارا نہیں نہ تھا ان کے بعد مجھے

حقیقی محبت آپ سے ہے کسی سے نہیں مگر یہ بات مجھے اس بات سے
روکے گی کہ یہ لوگ (علی وزبیر) جزم مشورت کریں بے شک میں پھونک
دوں گا ان کو اس گھر میں۔

کنز العمال کی منقولہ روایت سے حضرت عمر کا کردار نکھر کر سامنے آجاتا ہے کہ باوجود یہ کہ وہ نبیؐ و بنت رسولؐ کے مقامات سے بخوبی واقف تھے پھر بھی اس محبت کو نظر انداز کرتے ہوئے آگ لگانے کے قاصد تھے۔ اور جو لوگ امور خلافت پر تبادلہ خیالات کر رہے تھے ان میں صرف علی وزبیر کا نام صاحب کنز العمال نے لکھا ہے اور اخرج صاحب خانہ علی اور زبیر کے لئے مطلوب تھا مصنف فلک النجاۃ نے لکھا ہے کہ عمر نے اہل بیت کو جلا دیا تو اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو رنجیدہ کیا تکلیف دی ان کا دل جلایا کیوں کہ محاورہ میں یہ معنی عام گفتگو میں مستعمل ہوتے ہیں کہ جیسے کہتے ہیں کہ اس نے تو مجھے جلا دیا فلک النجاۃ میں یہ نہیں لکھا گیا ہے کہ گھر کو جلا دیا، بلکہ الفاظ یہ ہیں کہ اہل بیت کو جلا دیا لہذا یہ کوئی جھوٹا پروپیگنڈا نہیں ہے ملا علی متقی کی منقولہ روایت سے بھی حضرت عمر کا ارادہ وقصد ان کی اپنی زبان سے ثابت ہے اور یہ جارحانہ قدم اس اعتراف کے باوجود ہے کہ مرتکب مراتب خانہ سیدہؑ کو تسلیم کر کے کہہ رہا ہے کہ میرے قصد احرق میں یہ توقیر حائل نہیں ہو سکے گی۔

اگر کسی عزت دار سے یہ کہا جائے کہ بے شک آپ معزز ہیں لیکن میں تو آپ کو ذلیل کروں گا تو اگر یہ رویہ عزت کی طرف مرکوز ہو سکتا ہے تو ہم حضرت عمر کے لئے بھی سمجھ لیں گے حالاں کہ اس روایت سے حضرت عمر پر دوہرا الزام آتا ہے کہ ایک طرف معظمہ کی عزت وتوقیر جانتے ہوئے اور مانتے ہوئے بھی ان کو بے عزت کرنے کا مذموم فعل کیا اور ہتک کی اور دوسری طرف جبری بیعت حاصل کرنے کے لئے دھمکایا اور آگ لگانے کیلئے بندوبست کیا، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علی ابوبکر کی خلافت پر

راضی نہ تھے اور سیدہؑ طاہرہ بھی حضرت ابوبکر کے انتخاب سے خوش نہ تھیں۔ حضرت عمر خانہ اہل بیت کو سازش کا گھر سمجھتے تھے اسے پھونک دینا چاہتے تھے اس ارادہ میں مقام سیدہؑ ومقام رسول کو بھی نظر انداز کردینے پر آمادہ تھے، یہی وجہ ہے شبلی جیسے مداح عمر نے اعتراف کیا ہے کہ حضرت عمر کی تندی اور تیز مزاجی سے یہ حرکت کچھ بعید نہیں۔ (الفاروق حصہ اول ص ۷۱)۔

سوال:۔ کیا ہے کوئی شیعی دنگل کا پہلوان جو فاروق اعظم کا قول بہ ایں الفاظ ثابت کردے۔

لا خرتن علیک بیتک یابنت رسول الله یا
لا حرقنک یا بنت رسول الله

اے رسول خدا کی بیٹی میں تیرے اوپر تیرے گھر کو ضرور جلادونگا یا
میں ضرور تجھے جلادونگا

ثابت کیجئے اور منہ مانگا انعام لیجئے ورنہ اس ذات اقدس پر بہتان طرازیوں سے بچئے اور اپنا مقام جہنم میں نہ بنایئے؟

جواب:۔ حضرت عمر کا بی بی پاک کو یہ دھمکی دینا کہ میں ان کا گھر ضرور جلادوں گا کتب تاریخ سے مکمل طور پر ثابت ہے، جو الفاظ لدھیانوی صاحب نے رقم کیے ہیں ان ہی مطالب کو پورا کرتی ہوئی عبارت درج ذیل ہے۔

وکذالک تخلف عن بیته ابی بکر ابوسفیان من
بنی امیه ثم ابابکر بعث عمر بن الخطاب الیٰ

علی ومن معه لیخرجهم من بیت فاطمه رضی اللہ عنها و قال ان ابراعلیک فقاتلهم فاقبل عمر بشی من نار علی ان یعزم الدار فلقیة فاطمه رضی اللہ عنها وقالت ابی این یا ابن الخطاب اجئت لتمحرق دارنا قال نعم او تدخلوا فیها دخل فیه الامته

اسی طرح ابوبکر کی بیعت سے ابوسفیان اموی نے تخلف کیا پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو حضرت علی کی طرف یہ حکم دے کر بھیجا کہ علی کو اور انکے ساتھیوں کو خانہ فاطمہ سے نکال دیں اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کریں پس حضرت عمر خانہ فاطمہ کو جلانے کیلئے آگ لے کر آئے۔ ان سے حضرت فاطمہ نے ملاقات کی اور کہا اے خطاب کے بیٹے کیسے آئے ہو کیا تم ہمارا گھر جلانے کیلئے آئے ہو حضرت عمر نے جواب دیا ہاں تمہارا گھر جلا دوں گا ورنہ تم سب ابھی ابوبکر کی بیعت کرلو جس طرح اور لوگوں نے کی ہے۔

(تاریخ ابوالفدا الجز الاول ص۱۵۶ عماد الدین ابوالفداء)

اب جب کہ ہم نے معترض کا مدعا پورا کر دیا ہے ہم حق رکھتے ہیں کہ انعام طلب کریں وہ یہ ہے کہ لدھیانوی صاحب صرف ایسے موذی لوگوں سے بیزاری اختیار کرلیں جنہوں نے محض دنیوی اقتدار کی خاطر اپنے نبیؐ کے اہل بیتؑ کو ستایا اور اپنا مقام جہنم میں بنالیا یہی انعام ہمارے لئے اس قدر انمول ہوگا کہ زاد آخرت بھی بن جائے گا اور اس دنیا میں بھی لازوال متاع عظیم ہوگا، مگر یہ امید ہمیں کم ہے کہ لدھیانوی صاحب بات کے پکے ثابت ہوں، کیوں کہ ایفائے عہد تو ان کے اماموں نے بھی نہ کیا

لہذا ہم ان کی وعدہ خلافی پر بھی افسردہ نہ ہونگے بلکہ اتباع آئمہ ضالین سمجھیں گے۔

سوال:۔ فلک النجاۃ میں جن کتابوں

(۱)الامامۃ والسیاسۃ، (۲)مروج الذہب، (۳) رسالۃ الزہرا، (۴) النار الموقدہ والنار الحاطمہ، (۵) تسید المطالمن، کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں کیا یہ کتابیں شیعوں کی تصنیف شدہ نہیں اور جاہلوں کو ورغلانے کے لئے یہ سارا سامان نہیں کیا گیا تاکہ ان کے سامنے کتابوں کا نام آجائیگا تو مرعوب ہوکر ہمارا مذہب قبول کریں گے کسی کو کیا خبر کہ یہ کتابیں اہل سنت کی ہیں یا شیعوں کی اور نیز یہ کہ معتبر ہیں یا غیر معتبر آخر دین کے پیش کرنے میں کچھ تو دیانت چاہیے۔

جواب:۔فلک النجاۃ میں دونوں مسالک کی کتاب سے عبارتیں درج کی گئی ہیں تاکہ واقعہ زیر بحث متفق بین الفریقین قرار پائے ہم ایسے لغو کچے طریقوں سے تبلیغ حق کرنے کے قائل نہیں ہیں کہ خواہ مخواہ اپنی کتابوں کو دوسروں کی تصانیف ظاہر کرتے پھریں تمام اہل علم جانتے ہیں کہ رسالۃ الزہرا النار الموقدہ والنار الحاطمہ اور تسید المطالمن ہماری کتب ہیں مگر الامامۃ والسیاست اور مروج الذہب ہرگز ہماری کتب نہیں ہیں ابن قتیبہ مصنف الامامت والسیاست کی توثیق ہم گذشتہ اوراق میں پیش کرچکے ہیں مروج الذہب مشہر مصنف اہل سنۃ علامہ مسعودی کی ہے ان کی توثیق حاضر خدمت ہے حضرت عمر کے مشہور وکیل شمس العلماء علامہ شبلی اپنی کتاب الفاروق کے دیباچہ میں امام مسعودی کے متعلق یوں لکھتے ہیں۔

ابوالحسن علی بن حسین مسعود المتوفی سنہ ۳۸۶ھ سنہ ۳۴۶ھ مطابق فوات الوفیات ابن شاکر فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اسکے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا وہ دنیا کی اور قوموں کی تواریخ

کا بھی بہت بڑا ماہر تھا۔ اسکی تمام تاریخی کتابیں ملتیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ قوم کی بد مذاقی سے اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہوگئیں یورپ نے بڑی تلاس سے دو کتابیں مہیا کیں ایک مروج الذہب اور دوسری کتاب الاشراف والتنبیہ مروج الذہب مصر میں چھپ گئی ہے اس قدر پرزور توثیق کے بعد مسعودی کو غیر معتبر قرار دینا اور اسے سنی المذہب نہ ماننا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہ تو صرف دو کتابوں کی بات ہے ورنہ یہ واقعہ اہل سنت کی بسیوں کتب میں مرقوم ہے چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

(۱) امام اہل سنت ابو جعفر محمد بن جریر طبری تاریخ الامم والملوک جلد ۳ ص ۱۹۸ مطبوعہ مصر۔

(۲) امام اہلسنت شہاب الدین احمد المعروف بابن عبدربہ اندلسی عقد الفرید جلد ۲ ص ۱۷۶ مطبوعہ مصر۔

(۳) امام اہلسنت ملک المؤید عماد الدین اسمٰعیل ابو الفدا تاریخ المختصر فی اخبار البشر جلد ۱ ص ۱۵۶۔

(۴) علامہ اہل سنت ابو الولید محمد بن شحنہ روضۃ المناظر بر حاشیہ تاریخ کامل جلد ۱۱ ص ۱۱۳۔

(۵) امام اہلسنت ابو الفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی الملل والنحل جلد ۱ ص ۳۵ مطبوعہ بمبئی۔

(۶) امام اہل سنت ابن عبدالبر استیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۱ ص ۳۴۵ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔

(۷) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تحفہ اثنا عشریہ ص ۲۹۲ مطبوعہ نولکشور۔

(۸) مولوی شبلی نعمانی شمس العلما الفاروق حصہ اول ص ۱۷۔

(۹) مولوی وحید الدین خان حد تحقیق بشرب سنی ص ۱۱۰ مطبوعہ لکھنو۔

(۱۰) مولوی حافظ عبدالرحمن حنی سنی المرتضی ص ۴۵ مطبوعہ امرتسر۔

(۱۱) شاہ ولی اللہ دہلوی ازالۃ الخفا مقصد دوم مآثر ابوبکرؓ۔

کیا یہ ساری کتب شیعہ تصنیفات ہیں اور ان کے مؤلفین شیعہ المذہب تھے اس قدر شواہد کی

موجودگی میں لدھیانوی صاحب کی یہ یادہ گوئی کہ یہ سارا سامان جاہلوں کے ورغلانے کے لئے کیا گیا ہے صریحاً ان کے جاہل ہونے کا ثبوت ہے اگر کسی سنی میں کوئی دم خم ہے تو اپنے ان بزرگ علماء کی تکذیب کر کے دکھائے کہ یہ سنی نہیں تھے۔ ورنہ ایسے اوچھے ہتھیار کبھی کارآمد نہ ہوں گے ہماری دیانت داری کو ثابت کرنے اور معترض کے کذاب و دغاباز ہونے کیلئے متذکرہ بالا کتب کافی ثبوت ہیں اب یہ فیصلہ ناظرین خود فرمالیں کہ معترض بددیانتی سے کام لے رہے ہیں یا مجیب۔

سوال:۔ آخر وجہ کیا ہے کہ اگر جنگ جمل میں سیدنا علی بزعم شما سیدہ عائشہ اہل بیت نبیؐ (اولاً) کی بے حرمتی کریں ان کو بے پردہ اونٹ سے گرائیں ان کی فوج کو قتل کریں تو بجا اور حضرت عمر اہل بیت علی کے دروازے پر جاکر امور خلافت کے نظم و نسق کو بحال رکھنے اور اختلافات کو مٹانے اور دین اسلام کے رشتہ کو مضبوط بنانے کیلئے چھپ کر مخالفانہ مشورے کرنے والوں کو تنبیہ فرمائیں تو بے جا، آخر اس قدر طوطا چشمی اور اعراض عن الحق کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ اس واقعہ کو جنگ جمل کے واقعہ سے مماثلت دینا انتہائی جاہلانہ حرکت ہوگی کیوں کہ بی بی عائشہ میدان جنگ میں سپہ سالار بن کر برسرپیکار تھیں اور میدان جنگ میں ان کی حیثیت ایک امام عادل کے خلاف بغاوت کے سرغنہ کی تھی لیکن باوجود اس کے کہ جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز کہا جاتا ہے حضرت علیؑ نے بی بی عائشہ کی پوری پوری حفاظت و توقیر کی پورے اہتمام کے ساتھ مدینہ روانہ کیا مگر سیدہؑ کا گھر میدان جنگ ہرگز نہ تھا بی بی عائشہ براہ راست اس بغاوت میں شریک تھیں اور میدان جنگ ہرگز نہ تھا بی بی عائشہ براہ راست اس بغاوت میں شریک تھیں اور میدان جنگ میں جارین کی قیادت کر رہی تھیں۔ بی بی صاحبہ نے تمام اسلامی اصول فراموش کر کے خلاف قرآن صف آرائی کی

تھی اور حضورؐ کے آگاہ کر دینے کے باوجود اس مقام پر آپہنچی تھیں جہاں کتے بھونکے لہذا امام عادل کا فرض منصبی تھا کہ وہ اس خلاف دین و ایمان وغیر قرآنی بغاوت کچل دیتے جب کہ (نعوذ باللہ) سیدہ طاہرہؑ سے ایسی کوئی حرکت سرزد نہ ہوئی تھی گھر اور میدان جنگ میں کوئی مطابقت نہیں ہے حضرت ابوبکر ناحق امام بنے تھے اور اہل بیتؑ خلافت کو اپنا حق قدرتی سمجھتے تھے۔

لہذا محض ایک امر ناحق کی خاطر مسجود ملائکہ گھر پر دھاوا بولنا اور بات ہے اور میدان کارزار میں ایک علانیہ باغیہ کو قابو میں لینا اور بات ہے پھر اس تشدد کا مقصد دین اسلام کی مضبوطی نہ تھا بلکہ اتحاد و ملت کو تباہ کرنا اور حقداروں کو ہراساں کرنا تھا۔ صرف بیعت ابوبکر حاصل کرنے کی وجہ سے یہ سنگین اقدام کئے گئے بی بی عائشہ کے گھر کے متعلق حضورؐ نے اشارہ کر کے فرمایا تھ کہ فتنے یہاں سے سر اٹھائینگے جب کہ سیدہؑ کے گھر کو نبیوں کے گھر سے افضل قرار دیا تھا، کہاں بی بی عائشہ کو سورہ تحریم ان کی مذمت میں نازل ہوا اور کہاں بی بی بتول کہ سورہ دہر شان سیدہ طاہرہؑ میں اترا اہم طوطا چشمی نہیں کرتے صاف لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے ابوبکر کو حاکم تسلیم نہ کیا جس کی وجہ سے ان پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے اور حکومت نے وہ تمام حربے آزمائے جو ایک غاصب حاکم سے ممکن ہو سکتے تھے جب کہ امام عادل علیؑ بن ابی طالب نے بغاوت کی سرکردہ لیڈر کو فتح یاب ہونے کے بعد باعزت رہا کیا۔ اس شکل کے سامنے آنے سے ایک اور بات بھی ثابت ہوگئی کہ اہل بیتؑ حضرت ابوبکر کو خلیفہ ماننے پر راضی نہ تھے لہذا ان کو ڈرا دھمکا کر جبری بیعت لینے کی کوشش کی گئی۔

جس سے نہ ہی اختلافات مٹائے جاسکتے تھے اور نہ دین اسلام کے رشتے مضبوط ہو سکتے تھے کیوں کہ دین ایسی بیعت کو مستحسن قرار نہیں دیتا ہے پس اگر ابوبکر خلیفہ برحق ہوتے تو حضرت علیؑ بلا توقف ان کی اطاعت قبول کر لیتے اور بادشاہ کو احکام قتل صادر کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی نہ ہی

حضرت عمر کو دروازہ بتولؑ پر آگ روشن کرنا پڑتی پس اگر علیؑ فاطمہؑ نے انکار خلافت کر کے کوئی گناہ نہیں کیا تو پھر شیعہ بھی ابوبکر کے منکر ہونے پر بے گناہ ہیں چھپ کر مخالفانہ مشورے کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ اہل بیت رسولؐ حضرت ابوبکر کو غاصب سمجھتے تھے جو شیعہ عقیدہ ہے۔

سوال:۔ شیعی کتاب مروج الذہب کے حوالے سے فلک النجات حصہ اول ص ۲۴۱ میں یہ عبارت موجود ہے انما راد بذلک ھابھم یعنی فاروق اعظمؓ کا منشا گھر جلانا نہیں تھا بلکہ مشورہ کرنے والوں کو ڈرانا تھا! کیا اس سے مسئلے کی حقیقت کھل نہیں گئی؟

جواب:۔ مروج الذہب ہرگز شیعہ کتاب نہیں ہے کیا مسعودی کا وہی عقیدہ تھا جو شیعوں کا ہے عوام کو کیوں دھوکہ دے رہے ہو اس کی توثیق ہم گذشتہ صفحات میں نقل کر چکے ہیں یہ علامہ مسعودی کا حسن ظن ہوگا ان کا ارادہ تھا یا نہ یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے البتہ قصد ثابت ہے چلو ڈرانے پر ہی جم جاؤ تمہاری اس بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حکومت میں اور حضرت علیؑ میں شدید مخالفت تھی حضرت علیؑ حضرت ابوبکر کو قطعاً خلیفہ رسولؐ نہ مانتے تھے بنگاہ علیؑ یہ حکومت الہیہ نہ تھی اس کی بنا غصب وظلم وجور پر تھی حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ اور قرآن قیامت تک ساتھ رہیں گے! پس معلوم ہوا کہ مخالفین علیؑ حق وقرآن کے مخالفین ہوئے۔

ارشاد رسولؐ ہے علیؑ کی رضا میری رضا ہے جو علیؑ کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے لہذا مخالفین علیؑ مخالفین رسولؐ قرار پائے۔ آنحضرتؐ کا قول تھا کہ جس نے اپنے وقت کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ حضرت ابوبکر اور حضرت علیؑ ایک دوسرے کے مخالف تھے یا ابوبکر جائز امام نہ تھے یا معاذ اللہ حضرت

ابوبکر کو نہ پہچان کر حضرت علیؑ نے کفر کیا تھا۔ اگر آپ یہ مفروضہ بحث کرتے ہیں تو آپ کے مذہب کی ساری ومتزلزل ہو جائے گی۔ ایسی بحث تو غیر مسلم کر سکتا ہے جو خدا اور رسولؐ و اسلام سے ناآشنا ہو۔ ایک طرف آپ کے مذہب کی بنا یہ ہے کہ چاروں یار ایک جان اور چار قالب تھے ایک دوسرے کے خیر خواہ تھے۔ ان میں رشک وحسد نام کو نہ تھا جناب امیرؑ حضرت ابوبکر کو جائز خلیفہ خدا اور اپنے سے افضل جانتے تھے اور دوسری طرف یہ کہتے ہیں کہ آپؑ کے گھر مخالفت کے مشورے ہوتے تھے لہٰذا استحکام حکومت کے لئے یہ ضروری تھا کہ ایسی دھمکی دی جائے، آخر مرغا ایک ٹانگ پر کتنی دیر تک کھڑا رہ سکے گا۔

سوال:۔ فرمایئے آگ سے جلانا ناجائز تھا یا دھمکی دینا اگر جلانا ناجائز تھا تو وہ ثابت نہیں اور اگر دھمکی دینا ناجائز تھی تو نماز میں سستی کرنے والوں کیلئے حضور علیہ السلام نے بھی گھروں کے جلانے کی دھمکی دی تھی۔

جواب:۔ نہ ہی آگ میں جلانا جائز تھا اور نہ ہی ایسی دھمکی دینا نماز ایک فریضہ ہے اور حضورؐ نے اس سے سستی و کاہلی دور کرنے کے لئے ایسی دھمکی دی تا کہ لوگ اس فریضہ کی اہمیت جان جائیں اور غفلت نہ کریں۔ جبکہ حصول بیعت کوئی فریضہ تھا نہ ہی مخالفین سے کوئی سازش ظاہر ہوئی تھی جس سے امن عامہ یا استحکام حکومت کو نقصان پہنچنا مقصود ہوتا۔ دھمکی صرف اور صرف رائے حاصل کرنے کے لئے دی گئی۔ اور اسلامی شریعت آزادی رائے پر عائد کردہ ہر پابندی اور جبر و ظلم کی مخالفت کرتی ہے۔ پس غیر شرعی امر پر ایسی دھمکی کو شرعی امر پر دی گئی دھمکی سے کوئی نسبت نہیں ہو سکتی ہے۔

سوال:۔ فرمایئے حضرت عمر کو بدنام کرنے کے لئے نہج البلاغہ کی شرح ابن

ابی الحدید روضۃ المناظر جیسی کتابوں کے حوالے بغیر تصریح مذہب مصنف کیوں دیئے گئے ہیں جبکہ یہ کتابیں شیعوں کی ہیں۔

جواب:۔ابن ابی الحدید کی شرح ہرگز شیعہ کتاب نہیں ہے۔ کیونکہ شارع کا تعلق اہل سنتہ والجماعت کے ایک فرقہ معتزلہ سے ہے اسی لئے اس نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں اکثر خلفاء ثلاثہ کی خلافت کو جائز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو عقیدہ شیعہ کے صریحاً خلاف ہے مشہور امام اہل سنت حُجت الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ شیعہ عالم کا یہ دعویٰ کہ تمام اہل سُنت و جماعت خلفاء ثلاثہ کی امامت قیاس سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں غلط ہے کیونکہ اہل سنت و جماعت میں بہت سے فرقے مثلاً معتزلہ فقہا بغدادیہ، ظاہریہ مثل داود ابن حزم وغیرھما کے ان کی امامت قیاس سے نہیں ثابت کرتے۔(منہاج السنتہ الجزالثانی ص۸۹)۔

علامہ اہل سُنت محمد ابن شاکر بن احمد اپنی کتاب فوات الوفیات ج ص ۲۴۸ میں لکھتے ہیں کہ (ابن ابی الحدید) کا شمار بہت بڑے شعراء میں ہوتا ہے ان کا دیوان مشہور ہے ان سے روایت حدیث علامہ دمیاطی نے کی ہے۔ مذہب کے متعلق ان کو معتزلہ لکھا ہے علامہ کمال الدین عبدالرزاق بن احمد بن المعالی الشیانی اپنی کتاب مجمع الادب فی ملجم الالقاب میں لکھتے ہیں کہ علامہ ابن ابی الحدید حکم اصولی تھا۔ وہ بہت بڑے علماء اور افاضل میں سے تھا حکیم صاحب علم کامل اصول کلام جاننے والا مذہباً معتزلہ تھا اس کی تصانیف میں سے شرح نہج البلاغہ ہے۔

اسی طرح روضۃ المناظر بھی شیعہ کتاب نہیں ہے اس کے مصنف محب الدین ابوالولید محمد بن محمد الشہری ابن شحنہ الحلی الحنفی ہیں۔ مولوی عبدالحی لکھنوی اپنی کتاب "تعلیقات السنیہ" میں لکھتے ہیں۔

"یعنی محبت الدین محمد بن محمد الشہیر ابن شحنہ حلبی حنفی یہ سُنت اور اہل سُنت کے عاشق تھے سنہ ۸۱۷ھ میں انتقال ہوا۔ ان کی تصنیف سیرۃ النبویہ بہت اچھی ہے"۔ اسی طرح کتاب حدائق الحنفیہ میں ہے کہ محمد بن محمد شحنہ محبّ الدین سنہ ۷۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کے بہت محب تھے امام ہمام نے آپ سے پڑھا۔ کتاب روضۃ المناظر تصنیف کی پس جب یہ کُتب شیعہ کی نہیں بلکہ مشہور سُنی کتابیں میں تو پھر تصریح کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

سوال:۔ جب مخالفین اور استیصال کنندگان فیصلہ شوری نے بیت سیدنا علی کو اپنے سر چھپانے کی جگہ بنالیا تو اس سے یقیناً عترت رسولؐ کے حصہ دار بننے کا شُبہ گذرتا تھا پس حضرت عمر نے دھمکا کر سیدہ کے گھر کو ایسی سازشوں سے پاک بنانے کا قصد کیا فرمایئے اس میں اظہار اخلاص ہے یا اظہار عداوت۔

جواب:۔ کوئی بھی شریف النفس اور منصف مزاج شخص یہ حرکت علامت اظہار اخلاص قرار نہیں دے سکتا ہے کہ کسی معزز گھرانے کے دروازے پر آگ جمع کر کے اس کو دھمکایا جائے۔ اگر حکومت کو کوئی ایسا شبہ گذرا تھا تو اُسے آئینی طریقوں سے دور کرنے کی کوشش کی جاسکتی تھی نہ کہ ابتدا ہی میں انتہائی قدم اٹھالیا جاتا۔ حکومت کو عترتِ رسُول کی دیانت، شرافت اور حُب دینی پر شبہ کرنا ہی اُن کے متخلف الثقلین ہونے کا کھلا ہوا ثبوت ہے مرحوم متمسک بالثقلین ہوتے کی صورت میں ان لوگوں کو چاہیے تھا کہ ثقل دوم کے قائد سے مذاکرات کرتے اور اگر پھر بھی اہل بیت مخالفت کرتے تو وہ حکومت چھوڑ دیتے۔ حضرت عُمر کی ایسی وکالت ثابت کرتی ہے کہ حضرتِ علی حکومت کے مخالف تھے اور حکومت ان کو مُشتبہ تصور کرتی تھی۔ پس مخالفت اور شُبہ دونوں اخلاف پر مبنی نہیں ہوتے بلکہ عداوت کی دلیل بنتے

ہیں پس ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر عمر اور عترت رسولؐ میں باہمی تعلقات مخالفت وشبہ پر استوار تھے جسے دوسرے الفاظ میں عداوت کہتے ہیں نہ کہ اخلاص۔ یہ بات عقلاً محال ہے کہ مخلص دوست بلا مسلمہ وجہ محض شبہ کی بنا پر دوسرے مخلص دوست کے گھر کو جلانے کے لئے آ پہنچے اور محض اپنی رائے مسلط کرنے کی خاطر دھمکانہ ڈرانا شروع کرے۔ ایسی دوستی واخلاص ہم نے دنیا میں اور کہیں نہیں دیکھی ہے۔

سوال:۔ فرمایئے جب ریاست ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں تھی اور حضرت علی کا وظیفہ تقیہ تھا۔ ذرا بتایئے تو سہی کہ عمر فاروق کو آگ لگانے سے کس نے منع کیا اور وہاں کون تھا جو منع کر سکتا۔

جواب:۔ وہ لوگ جنہوں نے ابوبکر کو خلیفہ ماننے سے انکار کر دیا تھا جب انہوں نے یہ حالات دیکھے تو ان کی غیرت نے یہ گوارہ نہ کیا کہ اس گھر کو نذر آتش دیکھ سکیں جہاں حوران جنت کا نزول ہوتا تھا اور فرشتے آکر چکیاں پیسا کرتے تھے لہذا وہ باہر آ گئے اور عمر کا مقصد پورا نہ ہو سکا۔ قابل افسوس مقام ہے کہ خانہ سیدہؑ کی بے حرمتی تو صرف شک وشبہ پر کی جائے لیکن سعد بن عبادہ کی علانیہ مخالفت شدید کے باوجود اس کے گھر ایسی کارروائی نہ کی جائے۔

سوال:۔ اگر یہ ارتکاب ارتکاب معصیت تھا تو سیدنا علی نے ان کے دور خلافت میں ان کے متعلق پاکیزہ اور مصلحانہ خیالات کا اظہار کیوں فرمایا۔

جواب:۔ اگر یہ ارتکاب معصیت نہ ہوتا تو صاحب عمر اور ابوبکر معافی مانگنے کے لئے سیدہؑ

کے ہاں آئے تو سیدہؑ یہ ہرگز نہ فرماتیں "قسم بخدا ہر ایک نماز میں جو پڑھوں گی تمہارے لئے بددعا کروں گی" (الامامت والسیاست ج۱ص۱۴)۔اور حضرت علیؑ ان کے بارے میں کاذب، غادر، خائن اور آثم کے القابات تجویز نہ فرماتے۔(مسلم شریف) شیخین کا معذرت طلبی کے لئے حاضر ہونا ازخود دلیل ہے کہ یہ ارتکاب معصیت تھا ورنہ معافی کی کیا ضرورت تھی؟

سوال:۔ کیا سیدنا حسین کو اس دشمنی کا پتہ نہ تھا جبکہ سیدہ شہربانو کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے اپنے باپ کو لے کر سیدنا عمر کے دروازے پر آئے تھے؟

جواب:۔ حضرت امام حسینؑ کو یہ سب کچھ معلوم تھا اور ان کا بی بی شہربانو کے لئے اپنے والد کے ساتھ دروازہ عمر پر آنا تاریخ سے ہرگز ثابت نہیں ہے۔ یہ بات ہم پیچھے دہراتے آرہے ہیں۔

سوال:۔ امام دو قسم ہیں ایک امام نماز دوسرا امام رعیت جب امام صلوٰۃ کے پیچھے تساہل والوں کو حضور علیہ اسلام گھر جلا دینے کی دھمکی دے سکتے ہیں جس میں صرف جماعتوں کا وقتی طور پر نظم و نسق قائم کیا جاتا ہے تو امام رعیت کے پیچھے اتباع نہ کرنے والے بلکہ مخالفت کرنے والے اور سستی کرنے والوں کو فاروق اعظم اس قسم کی دھمکی کیوں نہیں دے سکتے جس پر مملکت اسلامیہ کے پورے نظم و نسق کا مدار ہے۔

جواب:۔ حضور سرور کائنات ہادی برحق منصوص و معصوم تھے۔لہذا الفاذ شریعت کی خاطر ایسے احکام کا اجراء کر سکتے تھے جبکہ حضرت عمر نہ ہی امام معصوم و منصوص تھے اور نہ ہی امام مزعوم تھے۔ کیونکہ جب یہ واقعہ رونما ہوا اس وقت صاحب حکومت ابوبکر تھے۔ حضرت ابوبکر کا ایسا حکم ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے سیدہ کے

گھر کو جلا دینے کی دھمکی دینے کی ہدایت جاری کی پس جب حضرت عمر امام ہی نہ تھے تو انہوں نے اپنے امام کیخلاف مرضی یہ قدم کیوں اٹھایا۔ نیز اس بحث سے ثابت ہوا کہ اہل سُنت کے اعتقاد کے مطابق حضرت علیؑ سیدہ فاطمہؑ اور ان کے اصحاب ورفقاء وہمخیال حکومت ابوبکر کے غیر مطیع بلکہ مخالف تھے۔ پس حکومت ابوبکر کے لئے اہل بیتؑ کی رضا مندی ہی ثابت نہیں تو پھر یہ مزعوم خلافت برحق کیسے ہوسکتی ہے۔ کیونکہ علماء سُنیہ کا اقرار ہے بلا شرکت اہل بیتؑ اجماع جائز نہیں ہے اور علیؑ ودیگر اہلبیتؑ کی مخالفت، سُستی اور عدم اتباع بقول شما بھی ثابت ہے تو پھر حضرت ابوبکر کو جائز امام کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ اگر ان کی مخالفت اہل بیتؑ کے لئے مضر نہیں ہے تو پھر شیعان اہل بیتؑ کے لئے کیوں ہو؟

تراویح میں جماعت کی تحقیق

سوال:۔ کیا آپ اس سے انکار کرسکتے ہیں کہ اہل سنۃ کی کتابیں اس سے لبریز ہیں کہ حضور علیہ السلام نے تین دن تراویح کی جماعت فرمائی۔

جواب:۔ ہم پوری ذمہ داری سے اس بات کا انکار کرسکتے ہیں کہ مذہب اہل سُنۃ والجماعۃ کی کتابوں میں ایک روایت بھی ایسی موجود نہیں ہے جس سے بایں الفاظ ثابت ہوجائے کہ حضور نے "تین دن تراویح کی جماعت فرمائی"۔

سوال:۔ حضورؐ علیہ السلام نے چوتھے روز ترک جماعت کی وجہ بھی بیان فرمائی تھی تاہم تم پر فرض نہ ہوجائے۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ترک جماعت خوف فرض کی وجہ سے تھا اور نہ قلبی آرزو اور ذاتی تمنا یہی تھی کہ جماعت ہونی چاہیے۔

جواب:۔ایسی تمام روایات غیر مرفوع اور غیر ثقہ ہونے کی وجہ سے مجروح ہیں اور سنی اصول حدیث کے مطابق قرار نہیں پاتی ہیں یہ بحث تو رہی ایک طرف جب تین دن تراویح کی جماعت فرمایا ہی ثابت نہیں ہے اور ایک روایت بھی اس مقصود کو پورا نہیں کرتی ہے۔تو پھر چوتھے دن کی بات ہی بے بنیاد ہے۔ اور پھر یہ کہ حضور تو چاہتے ہی وہ تھے جو خدا چاہے ان کی ذاتی تمنا و قلبی آرزو یقیناً منشاء خداوندی کے خلاف نہ ہو سکتی تھی۔

سوال:۔ بعد از وفات جب خوف فرضیت نہ رہا تو فاروق اعظمؓ نے جماعت پر عمل کروا کر کیا نبی تمنا کو پورا نہ کیا؟

جواب:۔ذرا یہ تو بتایئے کیا حضرت ابوبکر رسولؐ کی اس تمنا کا کوئی احساس نہ ہو جو ہر حال حضرت عمر سے زیادہ بزعم شما عاشق رسول تھے اور آخر اس معاملہ میں جناب عمر کو حضورؐ کی تمنا پوری کرنے کا شوق کیوں ہو گیا جب یہ تمنا پوری کرنا خدا کو منظور نہ ہوا حالانکہ حضرت عمر نے رسول اللہ کی آخری تمنا پوری نہ کی جیسا کہ انہوں نے خود حضرت عبداللہ بن عباس سے کہا۔بے شک حضورؐ سے علیؑ کے بارے میں چند ایسی باتیں ہوتی تھیں جن سے کوئی حجت (عدم استخلاف) ثابت نہیں ہوتی تھی نہ عذر (عدم استخلاف) قطعی ہوتا تھا۔بسا اوقات تو جناب رسولؐ خدا علیؑ کے امر میں حق سے باطل کی طرف مائل ہو جانا چاہتے تھے اور بہت مبالغہ کرتے تھے اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے مرض موت میں علیؑ کے نام تصریح خلافت کے بارے میں کرنی چاہی مگر میں نے ان کو اس سے روک دیا جس سے میری غرض محض اسلام کی ہمدردی تھی کعبہ کے رب کی قسم علیؑ کے بارے میں کبھی قریش کا اجتماع نہ ہوگا اگر وہ خلیفہ ہو گئے تو ہر طرف سے عرب ان پر یورش کریں گے۔بس رسول اللہؐ سمجھ گئے کہ میں نے ان

کے دل کی بات تاڑ لی اور وہ رک گئے۔ (شرح، نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید ج ا ص ۹۷) اسی طرح کا ایک مکالمہ صاحب تاریخ بغداد علامہ احمد ابن ابی طاہر نے نقل کیا ہے کہ جناب عمر نے کہا۔

اے ابن عباس یہ تو درست ہے کہ جناب رسولؐ خدا کا یہی ارادہ تھا کہ خلافت علیؑ کو ملے لیکن جناب رسول خدا کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے جب خدا نے نہ چاہا کہ خلافت علیؑ کو ملے۔ خدا نے اس کے خلاف چاہا اور خدا کی مراد جاری ہوگئی اور رسولؐ خدا کی خواہش پوری نہ ہوئی۔ دیکھو رسول خدا نے بہت چاہا کہ انکا چچا ایمان لائے لیکن وہ ایمان نہ لایا کیونکہ خدا نے نہ چاہا کہ وہ ایمان لائے رسول خدا نے تو یہ بھی چاہا تھا کہ مرض موت میں خلافت کی وصیت علیؑ کے نام کر دی۔ لیکن میں نے فتنہ وامر اسلام کی پراگندگی کے خوف نے روک دیا۔ رسولؐ اللہ بھی میرے دل کی بات سمجھ گئے اور رُک گئے اور اللہ نے جو مقدر تھا وہی ہوا۔ (شرح، نہج البلاغۃ الجزء الثالث ص ۱۱۴)۔ اب ان عبارتوں کی روشنی میں ناظرین کرام خود اندازہ لگالیں کہ جناب عمر رسولؐ اللہ کے ارادوں، خواہشوں اور تمناؤں کو کیا وقعت دیتے تھے۔ ایسی ظاہر خواہش وتمناو آرزوئے رسولؐ کی تو ابن خطاب پرواہ نہ کریں اور محض قیاسی وظنی خواہش کا احساس کر کے ایک بدعت کے اجرا کو تکمیل تمنائے رسولؐ قرار دیں۔ یہ خلوص ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ باقی تراویح کی تردید کے لیے تو بی بی عائشہ کی منقولہ ذیل روایت کافی ہے جو متفق علیہ ہے۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسولؐ خدا ﷺ کی نماز رمضان میں کس طرح ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نماز نہ پڑھتے تھے، (صحیح بخاری پ ۸ ج ا ص ۴۴۸ حدیث ۱۸۵۷) (صحیح مسلم جلد ۲ ص ۲۲۷)۔ پس جب حضورؐ کا یہ عمل ہی ثابت نہیں ہوتا ہے تو پھر غیر نبوی عمل کو جاری کروا کر نبوی تمنا پورا کرنا کس طرح صحیح سمجھا جائے۔

سوال:۔ ہم پر تو طرح طرح کے اعتراضات کیئے جاتے ہیں۔اور کہا جاتا ہے کہ تراویح کی با لجماعت کا کوئی اصل نہیں لہذا بدعت ہے لیکن ذرا جناب تو ارشاد فرمائیں۔

(۱) ربیع الاول کی نویں تاریخ کو حضرت عمر شہید ہوئے ہیں تم اسی دن صلوٰۃ تشکر پڑھتے ہو۔

(۲) یوم نیروز مناتے ہو حالانکہ یہ مجوس کی عید کا دن ہے۔

جن کی اصل بھی شریعت میں نہیں ہے ان کو بدعت کیوں نہیں کہتے ہیں۔

جواب:۔ آپ کی تراویح پر کیئے جانے والے سارے اعتراضات ہم واپس لے لیتے ہیں اور ان کے بدلے میں صرف ایک اعتراض کرتے ہیں کہ اگر تراویح با جماعت کی کوئی شئے زمانہ رسولؐ میں تھی تو آپ از راہ نوازش اپنی کس معتبر یا غیر معتبر کتاب میں صحیح حدیث سے یا غلط روایت سے لفظ "تراویح" بزبان رسولؐ دکھا دیجئے۔مہربانی کر کے حوالہ مکمل دیجئے گا۔۹ ربیع الاول کا جو نماز شکرانہ پڑھی جاتی ہے وہ شکرانہ نافلہ نماز ہے جسے ہر وقت پڑھا جا سکتا ہے اور تاریخ سے ثابت ہے کہ حضرت عمر ۹ ربیع الاول کو فوت نہیں ہوئے بلکہ ۲۶ ذی الحجہ کو انتقال کیا اور علامہ سیوطی کے مطابق غرہ محرم کو تدفین ہوئی۔(تاریخ الخلفا) ہماری کتب میں ۹ ربیع الاول کے فضائل درج ہیں جس نے تفصیلات دیکھنا ہوں زاد المعاد از علامہ مجلسی کا مطالعہ کرے۔حضرت حذیفہؓ سے ایک طویل حدیث نقل کی گئی ہے جس میں رسولؐ خدا نے اس دن کو روز عید قرار دیا ہے۔پس جب سنت سے ثابت ہے تو بدعت کیونکر ہوا؟

اسی طرح روز نوروز کی فضیلت میں کافی احادیث ہماری کتب میں ہیں۔اور نوروز کو تو آپ مشاہدے سے بھی خود روز سعید ثابت کر سکتے ہیں کہ گل گلاب وقت تحویل پانی میں خود بخود حرکت کناں

ہو جاتا ہے۔ یہ سرسوں تو ہتھیلی پر جمائی جا سکتی ہے تجربہ کر لیجے گا۔ ورنہ اس روز کے فضائل کس منجم و ماہر فلکیات سے دریافت فرمالیجئے گا۔

سوال:۔ اگر اہل السنّت کے اس مسلک اور ادائے تراویح باجماعت پر اعتراض ہے تو بروئے مسلک اہل السنّت یا بروئے مسلک اہل تشیع

جواب:۔ دونوں مسالک کی رو سے ہمیں اس بدعت پر اعتراض ہے۔

سوال:۔ اگر بروئے مسلک اہل السنّت اعتراض ہے تو سراسر لغو ہے کیونکہ حسب ذیل روائتیں صراحتاً مسلک اہل سنت کی تائید میں موجود ہیں۔

من عبدالرحمن ابن القاری قال محرجت مع عمر لیلة فی رمضان الی المسجد فاذالناس اوزاع متفرقون یصلی الرجل بنفسه فقال عمرانی لاری لوجمعت هولاء علی قاری واحد لکان امثل هولاء علی قاری واحد لکان امثل ثم عزم ذجمعهم علی ابی ابن کعب ثم خرجت معه لیلة اخری والناس یصولن بصلوة قارئهم فقال نعمة البدعة هذه (المنتقیٰ مطبوعہ مصر)

عبدالرحمن بن قاری کہتے ہیں کہ میں رمضان میں ایک دفعہ مسجد کو حضرت عمر کیساتھ چلا گیا ناگہاں لوگ علیحدہ علیحدہ نمازیں پڑھ رہے تھے پس حضرت عمر نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ ان کو ایک قاری پر جمع کردوں تو بہتر رہے گا۔ پھر ارادہ کیا پھر ان کو ابی ابن کعب پر جمع کیا پھر دوسری رات ان کے ساتھ مسجد میں آیا تو لوگ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھ رہے تھے پس حضرت عمر نے فرمایا یہ نیا طریقہ بہتر ہے۔ (المنتقی ص ۵۲۲ مطبوعہ مصر)

فرمایئے طبیعت مطمئن ہوئی نہیں؟

جواب:۔ اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ اس رات کی آمد عمر سے قبل اصحابی مصلین با جماعت نماز پر عامل نہ تھے۔ بلکہ یہ حضرت عمر کی خواہش میں بہتر ہوا کہ وہ ایک قاری پر جمع ہو جائیں۔ یعنی حالت مقدم جناب عمر کی نگاہ میں بہتر نہ تھی چنانچہ حکم عمر کیمطابق جب لوگوں نے ان کی تعمیل کی تو اگلی رات انہوں نے خود اقرار کیا "البدعتہ ہذا" یہ نیا طریقہ ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ سنت تھی تو پھر عمر صاحب نے لفظ "بدعتہ" کیوں استعمال کیا اور نعمتہ کی صفت استعمال کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔

اب چونکہ غیر نبی کو کر ہرگز اختیار نہیں کہ غیر معصوم ہوتے ہوئے امور شریعت میں دخل اندازی کرے اور احکام میں ردوبدل کرے اس لئے ہم حضرت عمر کا یہ حکم تسلیم نہیں کرتے ہیں کیونکہ حکم قرآن ہے کہ جو رسولؐ دے لے لو اور جو نہ دے نہ لو چونکہ تراویح کا حکم رسولؐ نے نہیں دیا اس لئے ہم اسے قبول نہیں کرتے۔ اور نہ ہی حضرت عمر کو اس کا مجاز مانتے ہیں کہ وہ دینی احکام میں ترمیم و اضافہ

کریں۔پس محولہ روایت سے صریحاً ثابت ہوا کہ یہ بدعت حضرت عمر کے حکم سے جاری ہوئی اور چونکہ ہم عمر کو نبی نہیں مانتے ہیں اور نہ ہی امام تسلیم کرتے ہیں اس لئے ان کا یہ ذاتی حکم جس کو صادر کرنے کے وہ مختار بھی نہ تھے ہمارے لئے ناقابل قبول پھر یہ کہ اس روایت میں بھی "تراویح" کا لفظ یا "سُنت" کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے۔

سوال: جب حضرت علی المرتضیٰؑ نے بیس تراویح بالجماعتہ کی تردید نہیں فرمائی بلکہ ایسے کلمات استعمال فرمائے ہیں جن سے مدح و منقبت معلوم ہوتی ہے تو بتایئے آپ کو کیوں اعتراض ہے۔

(۱) قال علی نورالله علی عمر قبره کمانور علینا مساجدنا

حضرت علیؑ نے فرمایا خدا تعالیٰ پر اس کی قبر کو منور فرمائے جیسا کہ اس نے (ادائے تراویح بالجماعتہ سے) ہماری مسجدوں کو منور فرمایا

(۲) عن ابی عبدالرحمن السلمی ان علیا دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس اس عشرین رکعة قال د کان علی یوتربهم

ابوعبدالرحمن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے رمضان میں

قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک قاری کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعتیں پڑھاتا رہے اور حضرت علیؓ وتر پڑھا دیتے تھے۔

(۳) وعن عرفجة الثقفی قال کان علی ابن ابی طالب یامر بقیام رمضان ویجعل للرجال اماما و للنساء اماما کنت انا امام النساء۔

حضرت عرفجہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضٰے رمضان کی تراویح کا حکم فرماتے اور مردوں اور عورتوں کے لئے امام کا اہتمام فرماتے تھے اور میں عورتوں کا امام بنتا تھا۔ (بحوالہ المنتقی مہناج الاعتدال ص ۵۴۳)

اس قدر دلائل کے باوجود انکار کے وجود کیا ہیں؟

جواب:۔ تراویح کے باطل ہونے کا اول ثبوت ہے کہ خود اہل سنت میں اس کی رکعتوں میں اختلاف ہے۔ کچھ آٹھ رکعت کے قائل ہیں اور کچھ بیس رکعت کے جب تک سنی آپس کا یہ اختلاف دور نہ کرلیں تب تک وہ اس پر حجت قائم نہیں کر سکتے معترض کی نقل کردہ تینوں روایات شیعہ کے لئے دلیل نہیں بن سکتی ہیں کیونکہ یہ روایتیں اہل سنت میں پھر بھی ہم عبوری طور پر ان پر جرح کرتے ہیں۔ روایت ۱ میں عربی متن میں ایسے کوئی الفاظ نہیں جن سے نماز تراویح باجماعتہ کا مطلب نکل سکے ترجمہ میں یہ کلمہ خطوط وحدانی لکھا گیا ہے روایت ۲ غیر مستند بھی ہے اور غیر معتبر بھی اس کی تفصیل ملاحظہ کر لیجیے تمام اہل حدیث کی کتب میں اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ اس روایت میں تراویح باجماعتہ کا قطعاً ذکر نہیں ہے صرف بیس رکعتیں پڑھانے کا تذکرہ ہے جو پنجگانہ کی سترہ رکعتیں اور تین رکعت وتر

کی بھی ہوسکتی ہے اس طرح ۳ میں جو معترض نے ترجمہ میں "رمضان کی تراویح کا حکم فرماتے ہیں" کا جملہ لکھا ہے عربی متن میں اس کے ہم معنی عبارت قطعاً موجود نہیں ہے۔ نیز سُنی علم الرجال کے مطابق یہ روایت بھی صحیح الاسناد اور معتبر نہیں ہے۔ جب یہ روایت خود اہل سنت کے ہاں مجروح ہیں تو پھر ہمارے لئے دلیل کیسے ہوسکتی ہیں۔ ہم نے سیدھی بات کی ہے کہ یا تو کوئی مرفوع حدیث پیش کر دو یا پھر "تراویح" کا لفظ زبان حضورؐ سے ثابت کر دو۔

سوال:۔ اور اگر شیعی کتب سے ثبوت درکار ہے تو براہ کرم شیعی کتب سے ثابت فرمایئے کہ فاروق پر سیدنا علی نے اعتراض کیا ہو ثبوت مستند الی السند الصحیح درکار ہے؟

جواب:۔ اصولاً ثبوت پیش کرنا آپ کی ذمہ داری ہے کہ دعویدار آپ ہیں۔ ہم تو مجموعی طور پر بزبان علیؑ ثابت کر دیں گے کہ جناب امیر حضرت عمر کو "بدعت کو جاری کرنے والا" کہا کرتے تھے۔ نہج البلاغۃ پڑھ لیجئے کہ ثابت ہوگا کہ حضرت علیؑ کے نزدیک وہ سنت کو پس پشت ڈالنے والے اور بدعت کو قائم کرنے والا ہے یہ حوالہ ہم نے گزشتہ صفحات میں تفصیل سے نقل کر دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا اعتراض حضرت علیؑ کی طرف سے ہوسکتا تھا۔ واضح ہو کہ خلفائے اربعہ کے زمانے میں تراویح کا رواج بہت ہی کم تھا۔

سوال:۔ آپکی جماعت میں سُنا کہ سیدنا عمر پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انکار کیا تھا پس دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایک زبردست واقعہ ہائلہ فاجعہ کیوجہ سے طبیعت کے متاثر ہوجانیکا آپ انکار کرسکتے ہیں؟

کیا حضورؑ علیہ السلام کا داغ مفارقت دے جانا اور ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جدائی دل و دماغ پر صدمے کا باعث نہیں تھا؟ اگر یہ سب واقع کیمطابق ہے تو اُسے مدح وتوصیف میں شمار کیا جانا چاہئے یا توہین وتذلیل میں۔

جواب:۔ وفات رسولؐ کے جانکاہ حادثۂ عظیم کے موقعہ پر ان کے اکابرین و متعلقین کی طبائع نیک کا متاثر ہونا امر ناگزیر تھا۔ بے شک عاشقان رسولؐ کے لئے یہ داغ مفارقت داغ جگر تھا اور یہ جدائی کا صدمہ نا قابل برداشت تھا۔ لیکن جس عنوان سے حضرت عمر نے انکار وفات کیا وہ اپنی حیثیت کا واحد واقعہ ہے۔ متوفی کے لواحقین یقیناً دل برداشتہ ہوتے ہیں۔ وہ روتے پیٹتے ہیں۔ بے ہوش ہو جاتے ہیں الغرض جو بھی غم کی کیفیات ممکن ہو سکتی ہیں ان کا طاری ہونا بعید نہیں سمجھا جاتا۔ ہم نے آج تک نہ ہی سنا یا پڑھا ہے اور نہ ہی دیکھا ہے کہ جس طرح حضرت عمر کی طبیعت متاثر ہوئی ویسی کسی اور صاحب کی بھی ہوئی ہو۔

اگر کسی اور صاحب کی نگاہ دور بین نے ایسا نظارہ کیا ہو تو ناقص الفہم کو بھی مطلع کر دیں۔ طبیعت کا متاثر ہونا اس طرح کبھی نہیں ہوتا ہے جس طرح جناب عمر کی طبیعت متاثر ہوئی صاحبان غور وفکر جانتے ہیں کہ اظہار محبت و جوش عشق کے طریقے ایسے نہیں ہوتے اپنی زندگی کے آخری دونوں میں حضورؐ نے وصیت لکھوانی چاہی تو وہ لکھنے نہ دی اور کہہ دیا کہ یہ شخص معاذ اللہ ہذیان بک رہا ہے کیا محبت بھری گفتگو ہے اور تو مواعنی اس محبت کا جواب پایا۔ رنج کی علامت ہے کہ آدمی آہ وزاری کرتا ہے سینہ منہ اور سر پیٹتا ہے گریبان چاک کرتا ہے سر میں خاک ڈالتا ہے میت پر جا کر بیٹھتا ہے۔ حضرت عمر کی کیفیت سے تو رنج کی ایک کیفیت بھی ظاہر نہ ہوئی ان کی آنکھ سے تو ایک قطرہ اشک بھی نہ ٹپکا۔ خود تو محبوب کے ساتھ مرنے کا جذبہ پیدا نہ ہوا۔ لوگوں کو ننگی تلوار سے قتل کرنے کا خیال آ گیا۔ جب روز اُحد کی شہادت کی جھوٹی خبر اڑی۔ اس وقت جناب عمر کی

دیگ محبت میں ایسا اُبال کیوں نہ آیا وہاں تو موقع تھا تلوار ہاتھ میں لے کر لکارتے اور کہتے کہ جو کہے گا کہ رسولؐ وفات پائی تو میں اسکا سر قلم کر دوں گا۔ اچھا چلئے بالفرض محال مان لیا کہ آں جناب مدہوش رنج وغم تھے اور عقل گم ہوگئی تھی لیکن یہ اثر کم سے کم کچھ دیر تو قائم رہتا جونہی حضرت ابوبکر صاحب آئے جناب عمر کی عقل بھی ساتھ لیتے آئے اگر محبت کا جوش تھا تو ابوبکر کو دیکھتے ہی ان سے گلے لگ کر روتے اظہار رنج وغم فرماتے میت کے پاس تشریف لے جاتے روئے محبوب کا آخری دیدار کرتے لیکن کچھ نہ کیا بلکہ جسد اطہر کو بے غسل و کفن چھوڑ کر بٹوارے کے منصوبے کی تکمیل کے پیچھے سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہوگئے اور شبلی نعمانی کے بقول اس طرح کھسکے کہ گویا کوئی حادثہ ہی پیش نہ آیا تھا۔ یہی وہ عشق تھا جس کا نشہ چند لمحات میں ہی اُتر گیا اور شمع گل دیکھتے ہی پروانے رفو چکر ہوگئے۔ لاکھ چھپاؤ۔ یہ جنون میں کیا پنہاں تھا اور اس راز کا ہلکا سا افشا شبلی نعمانی سے سُن لیجئے۔

"ہمارے نزدیک چونکہ مدینہ میں کثرت سے منافقین کا گروہ موجود تھا۔ جو فتنہ پردازی کے لئے آنحضرتؐ کی وفات کا منتظر تھا اس لئے حضرت عمر نے مصلحۃً اس خبر کو پھیلنے سے روکا ہوگا" پس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ عشق عمر کا پردہ چاک ہوا اور خود وکیل عمر نے تسلیم کیا کہ حضرت عمر نے مصلحت وقت کیوجہ سے حضورؐ کی موت کی خبر کو روکا اور اس کو روکنے کے لئے یہ ڈھونگ یا بہروپ اختیار کیا۔ اگر شبلی منافقین کے ساتھ منافقین رسول بھی کہہ دیتے تو یہ بہت ہی مطابق واقعہ ہوتا۔ ورنہ ایسے بڑے حادثہ کا صدمہ چند منٹوں تک نہیں ہوتا بلکہ اس کا اثر طویل المدت رہتا ہے جیسا کہ سیدہؑ کی وفات کا باعث اول یہ حادثہ عظیم ہوا اور حضرت علیؑ نے سانحہ کو زندگی کا سب سے بڑا المیہ سمجھا۔

سوال:۔ بوجوہ چند در چند اگر طبیعت کا متاثر ہو جانا قابل تردید ہے تو حضرت

موسےٰ علیہ السلام کے متعلق جواب کا کیا خیال ہے جبکہ اُن کو خضر علیہ السلام کے سامنے وعدہ صبر کے باوجود وعدے کا خیال نہ رہا۔

جواب:۔ حضرت عمر کے اس واقعہ انکار وفات رسولؐ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کسی طرح کوئی مشابہت ہی نہیں رکھتا ہے۔ حضرت عمر نے انکار وفات رسولؐ کر کے کوئی وعدہ خلافی نہ کی تھی بلکہ ایک سوچی سمجھی تدبیر حصول اقتدار تھی جبکہ بزعم شما جناب موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے سامنے وعدہ صبر کے باوجود سہواً وعدہ خلافی کی۔ شعیہ عقیدہ کے مطابق حضرت موسیٰ معصوم نبی تھے لہذا اُن سے کوئی خطا سہواً یا قصداً سرزد نہ ہوئی اور جس وعدہ صبر کا تذکرہ معترض نے کیا ہے حضرت موسیٰ کا حضرت خضرؑ سے مشروط وعدہ تھا جبکہ مطلق وعدہ انہوں نے اطاعت کا فرمایا تھا۔ جیسا کہ ارشاد ہے کہ "ستجدنی انشاالله صابراً و لا اعصی لک امرا" یعنی اگر اللہ نے چاہا تو تم مجھکو صابر پاؤ گے اور میں کسی امر میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا۔ صبر کے لئے جناب موسیٰ نے مشیت الٰہی کی شرط عائد فرمائی ہے مگر اطاعت گذاری اور نافرمانی سے بچے رہنے کو مطلق طور پر بیان کیا ہے اور اس میں کچھ قید و شرط نہیں لگائی۔ پس جناب موسیٰ سے کوئی وعدہ خلافی نہ ہوئی۔ جبکہ حضرت عمر نے رسول اللہ کے ہر وعدہ کی خلاف ورزی کی۔

سوال:۔ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق جناب کا کیا فتویٰ ہے جبکہ اکل شجر کے خیال میں بزعم (شما) شجر ذہن سے منع خداوندی کا تصور نہ رہا۔

جواب:۔ حضرت آدم علیہ اسلام کے پاس بشکل دیگر آ کر شیطان نے حق تعالیٰ کی قسم کھائی لہذا ان سے ترک اولیٰ ہوا۔ جبکہ حضرت عمر کی بھول یا وعدہ خلافی کا اعتراض ہی نہیں کیا جاتا ہے کیونکہ وہ معصوم نہ تھے۔ پس یہ مماثلت ہی غیر معقول ہے۔

اختلاف امت کے اسباب

اور اُن کی وجوہات

مسئلہ متعہ کے متعلق سید نا عمر پر حرمت کا الزام

سوال:۔ اہل تشیع میں آیات زبان زد خواص وعوام ہے کہ حضرت عمر نے متعہ کو اپنے زمانہ میں حرام کر دیا تھا اور نہ حضور علیہ السلام سے اس کی کوئی ممانعت ثابت نہیں ہے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس سے آپکا مقصد کیا؟ ایجا منع یا اظہار منع۔

جواب:۔ ایجاد منع

سوال:۔ اگر ایجاد منع ہے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خلیفہ وامام تو مانتے ہیں لیکن حلت وحرمت پر مختار نہیں مانتے لہذا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے کسی چیز کا حرام ہونا ہمارے مذہب کیخلاف ہے اگر طاقت ہے تو ثابت کیجئے۔

جواب:۔ آپ کے مذہب کے ہوائی قلعہ کو مسمار کرنے کے لئے کسی طاقت کی ضرورت ہی نہیں ہے اسے تو صرف نعرہ حیدری کی صدا سے ڈھیر کیا جا سکتا ہے تو پہلے آپ خود حضرت عمر کا اقرار ملاحظہ کریں۔ "۲ دو متعہ تھے جو رسول اللہ کے زمانے میں رائج تھے لیکن میں ان انہیں بند کرتا ہوں ایک

متعہ حج اور دوسرا عورتوں کے ساتھ متعہ" (زاد المعاد ابن قیم جلد ا ص ۲۴۳) علامہ حافظ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ وہ حضرت عمر سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے متعہ کو حرام کیا" (اول من حرمت المتعہ ، تاریخ الخلفا ص ۹۷)

سوال:۔ اور اگر اظہار منع ہے تو کس طرح قابل اعتراض ہے۔وضاحت کیجئے۔

جواب:۔ جی نہیں یہ ایجاد منع ہے جو قابل اعتراض ہے۔

سوال:۔ آپ کا اگر یہ خیال ہے کہ متعہ حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جائز تھا اس پر دلائل قائم کیجئے جبکہ صحیح مسلم باب المتعہ کتاب النکاح میں موجود ہے۔

عن ایاس بن سلمۃ الاکوع من ابیہ قال
رخصص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عام اوطاس فی المتعتہ ثلاثم نھی عنھا

ایاس بن سلمہ ابن اکوع کے باپ سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے اوطاس کے سال متعے کی تین مرتبہ رخصت دی تھی پھر منع فرمادیا تھا۔

جواب:۔ زمانہ رسولؐ میں متعہ کے جائز ہونے کے لاکھوں پر بھاری دلیل آیت متعہ کی قرآن میں موجودگی ہے جس کی آیت ناسخہ ثابت کرنا جوئے شیر لانا ہے۔کیا قرآن کے مقابلے میں حدیث پیش کی جاسکتی ہے۔جب تک آیت متعہ موجود ہے حرمت متعہ ثابت نہیں ہوسکتی ہے۔روایت

منقولہ مرفوع نہیں ہے۔ اور حلت و حرمت کے نزاع میں غیر مرفوع احادیث دلیل نہیں ہوسکتی ہیں جب کہ مقابلہ میں قرآنی استدلال بھی موجود ہو۔ باقی ہم نے اس مسئلہ پر علیحدہ رسالہ موسومہ "ہم متعہ کیوں کرتے ہیں؟" میں تفصیلی گفتگو کی ہے شائقین مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ تفسیر کشاف، تفسیر بیضاوی، تفسیر معالم التنزیل تفسیر ثعلبی، تفسیر در منثور اور مسند احمد بن حنبل وغیرہ سے پوری طرح ثابت ہے کہ آیت متعہ محکمات میں سے ہے اور منسوخ نہیں ہے نیز زمانہ عمر تک اصحاب رسولؐ متعہ النساء پر عامل رہے اور بعد کے علمائے حرمتِ متعہ کو اولیات عمر میں شمار کیا ہے۔

سوال:۔ کیا مسلم شریف کی یہ حدیث آپ کی نظر سے نہیں گذری۔

عن الربیع بن سبرۃ الجھنی عن ابیه سبرہ ابن معید قال اذن لنا رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم بالمتعة ثم ان رسول اللہ صلی علیه وسلم قال من کان عندہ شئی من ھذہ النساء یتمتع فلیخل سیدھا

حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ہمیں متعہ کی اجازت دیدی تھی اس کے بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا جس کے پاس متعہ والی عورتیں ہوں وہ ان کا راستہ چھوڑ دے۔

جب تحریم موبد الی یوم القیامہ کے متعلق حضور علیہ السلام کا ارشاد موجود ہے تو حلت متعہ پر اصرار کیا ہے

عن الربیع سبرہ الجھنی ان اباہ حدثه انه کان مع الرسول الله صلی علیه وسلم فقال یایھا الناس انی قد اذیت لکم فی الاستمتاع من النساء وان الله قدحرم ذلک الیٰ یوم القیامته فمن کان عدہ منھن شیئ فلیخل سبیله ولا تاخذو امما ایتتمواھن شیٔا۔

حضرت ربیع کو ان کے باپ نے بتایا کہ وہ حضور علیہ السلام کے ساتھ تھی تو آپؐ نے فرمایا اے لوگوں بلاشبہ میں تم کو متعے کی اجازت دی تھی اب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک متعے کو حرام کردیا ہے جس کے پاس متعہ والی عورتیں ہوں وہ ان سے علیحدہ ہوجائے اور جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے وہ واپس نہ کرو

فرمایئے فاروق اعظم نے متعہ کو حرام کیا ہے یا بلیسان مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ نے؟

جواب:۔ مسلم شریف اور دیگر کتب اہل سنت میں مرقوم تمام احادیث جو ممانعت میں درج کی گئی ہیں ہماری نظر سے گذری ہیں۔ان روایات کا اضطراب اور درایت و روایات کے معیار پر ان کی شکست پر طائرانہ نظر ہم آئندہ اعتراض کے جواب پیش کریں گے تاکہ احقاق حق کی راہ ہموار ہوجائے۔

سوال:۔ حضرت علی مرتضٰے کا فرمان النحتہ الالہتہ ص ۲۵۷ میں ہے

حضرت علیؑ نے فرمایا۔

امرنی رسول الله ان انادی بتحریم المتعة حضور علیہ السلام نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں حرمت متعہ کا اعلان کردوں۔

فرمائے اب بھی فاروق اعظم کے فرمان پر اعتراض ہوسکتا ہے؟

جواب:۔ دونوں اعتراضات میں منقولہ روایات کتب اہل سنت سے ہیں۔ لہذا اصولاً ہم اُن کو قبول کرنے کے پابند نہیں ہیں۔ تاہم ان پر مفصل جرح سنی قواعد کے مطابق کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی آیت متعہ پانچویں پارے کے ابتداء میں موجود ہے۔ سُنی علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ متعہ صدر اسلام میں جائز تھا جیسا کہ محولہ روایات سے ثابت ہے۔ قرآن وحدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ متعہ شرع کی جانب سے حلال ہوا اور حضورؐ نے اس کی اجازت مسلمانوں کو دی۔ اب متعہ کے بارے میں مسلمانوں میں اختلاف یہ ہے کہ یہ حکم بعد میں واپس لے لیا گیا یا حلال رہا۔ مسلمانوں کے بڑے گروہ کا خیال ہے کہ حکم واپس لے لیا گیا اکثریت کو اپنی بات رکھنے کے لئے ضرورت ہوئی کہ کچھ احادیث ایسی پیدا کی جائیں جن میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے صریحی طور پر متعہ کی ممانعت مذکورہ ہوتا کہ اپنے مذہب کا بھرم قائم رہے۔

کیونکہ قرآن میں کوئی آیت ایسی موجود نہیں جس سے تحریم متعہ ثابت کی جاسکے جبکہ حلت کی شاہد آیت موجود ہے لہذا بھائی لوگوں نے اپنی بات بنانے کی خاطر یہ راہ آسان پائی کہ کچھ احادیث گھڑلی جائیں اور ایک معمولی سی غلط فہمی پر جس کا بیان آگے آئے گا اپنا مقصد پانے کی

کوشش کی حدیثیں حسب منشاء وضع کی گئیں لیکن کیا کریں کاغذ کے پھولوں سے پھر بھی خوشبو نہ آ سکی۔ سچائی بناوٹ کے اصولوں سے کبھی بھی چھپ نہیں سکتی ہے دل کی دھڑکن چہرہ کی رنگت، زبان کی لکنت، آواز کی تھراہٹ یہ سب عوارض گواہ کی شہادت کو مشکوک کردیتے ہیں۔ اسی اضطراب کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بیانمیں یک رنگی و یکجہتی پیدا نہیں ہوتی۔ متضاد بیانی زبان کو لڑکھڑا دیتی ہے۔ پھر اس صورت میں مختلف گواہوں کے بیانات تو بہت کم ایک نکتہ پر متفق ہوتے ہیں۔ ممانعت متعہ کی احادیث میں یہ منظر سامنے آتا ہے۔

یہ امر سب کے نزدیک مسلم ہے کہ متعہ ایک وقت میں حلال تھا اور حضورؐ نے بحکم خدا اجازت دی تھی لیکن ممانعت کے متعلق سخت اختلاف اور ہنگامہ آرائی ہے کوئی صاحب کہتے ہیں متعہ کو جنگ خیبر میں حرام قرار دیا دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ نہیں فتح مکہ میں حضورؐ نے صحابہ کو متعہ کرنے کا حکم دیا تھا۔ ہم نے متعہ کیا خیبر میں تو عورتیں یہودی تھی ہم ان سے متعہ کیونکر کرتے۔ تیسرے صاحب فرماتے ہیں فتح مکہ کے بعد جنگ اوطاس (حنین) ہے جس میں آنحضرتؐ نے متعہ کی اجازت دی پھر فتح مکہ میں ممانعت کیونکہ ہوسکتی ہے۔ چوتھے حضرت ارشاد فرماتے ہیں اوطاس وطاس نہیں یہ راویوں کی گڑبڑ ہے انہوں نے اوطاس کہا ہے دراصل فتح مکہ مراد ہے کیونکہ دونوں ایک سال ہوئی ہیں۔

پانچویں جناب حسن بصریؒ ہیں اور کہتے ہیں کہ تم سارے باتیں بناتے ہو متعہ کی حلت و حرمت جو کچھ بھی ہے وہ عمرۃ القضا میں نہ اس سے پہلے متعہ حلال ہوا نہ بعد اب حضرت اول فرماتے ہیں کہ یہ تو آپ نے بالکل نئی کہی ہرگز نہیں تمام دیگر راوی آپ کے خلاف ہیں خیبر میں نہیں ہوئی ہوتو وہ اس کے پہلے ہے فتح مکہ میں ہوتو وہ اس کے بعد تو پھر آپکا کہنا کیسا ٹھیک ہی ہے کہ ممانعت فتح مکہ میں ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اس راوی کا اعتبار نہیں ہے اسی نے تو یہ کہا تھا کہ فتح مکہ میں ممانعت

ہوئی۔ پھر اب یہی کہہ رہا ہے حجتہ الوداع میں تو اب بتایئے اس کی کونسی صحیح مانی جائے۔ کچھ عقل سے کام لیں حجتہ میں اکثر اصحاب اپنی ازواج کے ساتھ لے کر آئے تھے انہیں کیا ضرورت تھی کہ وہ متعہ کریں۔ یقیناً یہ اس راوی کا دھوکا ہے اس نے فتح مکہ کی بجائے حجتہ الواداع کر دیا۔ اب امام شافعی فیصلہ فرماتے ہیں کہ لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں یہ سارے راوی ٹھیک کہتے ہیں۔ دراصل بات یوں ہے کہ نکاح متعہ دو تین مرتبہ مباح ہوا ہے اور دو تین دفعہ حرام یعنی کسی طرح رائے قائم ہوئی ہی نہ تھی۔ پہلے سے تو یہ حلال تھا خدا نے اس کی حلیت کو منسوخ کر دیا حرام ہو گیا پھر کچھ سوچ کر اس کی حرمت کو منسوخ کیا حلال ہو گیا اور آخری میں اس کی حلیت کو پھر منسوخ کیا اور اسی طرح چند مرتبہ اتفاق ہوا ہے اس پر علامہ ابن قیم برہم ہو گئے اور فرمایا چند دفعہ منسوخ ہونے کی اچھی کہی شریعت نہ ہوئی بچوں کا کھیل ہوا آج بنایا کل بگاڑ دیا آخر اس کی نظیر بھی ہے ہرگز نہیں۔

ان علامہ صاحب کی تائید میں امام فخر الدین رازی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تین مرتبہ حرام ہونے کا قول بالکل ضعیف ہے۔ کسی معتبر آدمی نے نہیں کہا یہ فقط راویوں کے اختلاف بیانی پر پردہ ڈالنے کے لئے ایسا کیا گیا اصل کچھ نہیں۔ یہ ایک سطحی نظارہ ہے۔ (اس اختلاف) کا جو عقد متعہ سے ممانعت کے بارے میں پایا جاتا ہے۔ روایت پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ایک راوی کے متضاد بیانات اور مختلف رواۃ کے مختلف روایات نظر آتے ہیں چنانچہ ہم سب سے پہلے سبرہ جہنی کو لیتے ہیں جن کی روایات اعتراض میں نقل کی گئی ہیں۔ علا علی متقی نے کنز العمال جلد ۸ ص ۲۹۵ پر سبرۃ سے تین روایات درج کی ہیں۔ پہلی میں سبرۃ نے کہا ہے کہ نکاح متعہ کی ممانعت خیبر کے دن ہوئی۔ دوسری میں کہا ہے فتح مکہ کے دن ہوئی۔ تیسری میں کہا کہ حجتہ الوداع کو ممنوع کیا گیا۔ اب آپ خود اندازہ فرمائیں ایک راوی ایک ہی کتاب (ایک ہی مخرخ و محدث ابن جریر طبری کی) آلا ثار ایک ہی ناقل صاحب کنز العمال لیکن روایت میں اس قدر تضاد و اختلاف ہے۔ اب ہم علامہ نووی کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ

اس مسئلہ میں سنی علماء کے آراء خیالات کیا ہے تا کہ ہمارے معروضات کی تائید ہو سکے ملاحظہ فرمایئے شرح صحیح مسلم محمد الدین ابی ذکریا یحییٰ بن شرف نودی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی جلد ا ص ۴۵۰ امام نوری قاضی عیاض کی عبارت نقل کرتے ہیں۔ مسلم نے سلمہ بن اکوع سے متعہ کے مباح ہونے کا ادطاس کے دن تذکرہ کیا ہے اور سبر کی روایت میں ہے اس کا مباح ہونا فتح مکہ کے دن لیکن یہ دونوں ایک ہی ہیں پھر وہ حرام کر دیا گیا۔ اور حضرت علی کی روایت میں اس کا حرام ہونا خیبر کے دن مذکور ہے۔

اور وہ فتح مکہ سے قبل ہے اور مسلم کے علاوہ دوسرے بعض اشخاص نے حضرت علی کی روایت ذکر کی ہے کہ آنحضرتؐ نے متعہ سے حجتہ الوداع میں ممانعت فرمائی یہ اسحاق بن راشد کی روایت ہے لیکن کسی نے ان سے اتفاق نہیں کیا ہے۔ اور یہ ان کی ایک غلطی ہے اور حضرت علیؑ کی حدیث کو مالک نے موطا میں اور سفیان بن عیینیہ اور عمر اور یونس وغیرہ نے بھی زہری سے نقل کیا ہے لیکن اس میں خیبر ہی کا دن ہے اور اسی طرح سے مُسلم نے ایک جماعت کی زبانی زہری سے روایت کی ہے اور یہی صحیح ہے اور ابوداؤد نے ربیع بن سبرہ کی زبان ان کے باپ سبرہ سے حجتہ الوداع میں متعہ کے مباح ہونکی حدیث نقل کی ہے اور پھر یہ کہ اس سے قیامت تک کیلئے ممانعت ہوگئی اور حسن بصری کی روایت ہے کہ متعہ کبھی حلال نہیں ہوا۔ سوائے عمرۃ القضاء کے اور یہ روایت سبرہ جہنی سے بھی نقل ہوئی ہے اور مسلم نے سبرہ سے جو روائتیں نقل کی ہیں۔ ان میں کسی وقت کا تعین نہیں مگر روایت محمد بن سعید داری اور اسحاق بن ابراہیم اور یحییٰ بن یحییٰ میں فتح مکہ کا تذکرہ ہے۔

علما کا خیال ہے کہ حجتہ الوداع میں متعہ کا مباح ہونا روایتاً غلط ہے اس لئے کہ اس میں کوئی ضرورت نہ تھی اور نہ صحابہ بغیر عورتوں کے تھے بلکہ اکثر عورتوں کے ساتھ آئے تھے اور صحیح یہ ہیکہ حجتہ الوداع میں صرف ممانعت ہوئی تھی جیسا کہ اکثر روایت میں ہے اور ممانعت کی تجدید اس لئے کی گئی تھی

کہ لوگ مجتمع تھے اور جو غیر حاضر تھے ان کی جانب بھی حاضر الوقت اشخاص تبلیغ کر سکتے تھے نیز دین پورا اور شریعت مکمل ہو رہی تھی۔ جسطرح بہت سے احکام حلال وحرام کی اس دن تبلیغ کی گئی اور متعہ کو الی یوم القیامۃ کہہ کر حرام کر دیا گیا۔ قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو متعہ کا حرام ہونا خیبر میں اور عمرۃ القضا میں اور فتح مکہ میں اور اوطاس مین وارد ہوا ہے تو ممکن ہے کہ ان مقامات پر ممانعت کی تجدید کی گئی ہو۔ اور حقیقتاً ممانعت خیبر میں ہوئی ہو۔ اس لئے کہ خیبر میں متعہ کے حرام ہونے کی روایت صحیح السند ہے جس میں کوئی طعن نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ ثقات اور معتبر اشخاص کی روایت سے ثابت ہے لیکن سیفان کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت نے متعہ سے ممانعت فرمائی اور حمر اہلی کے گوشت سے خیبر کے دن بعض علما نے کہا ہے کہ اس کلام میں دو ٹکڑے ہیں متعہ حرام کیا گیا اس میں کسی زمانہ کی تخصیص نہیں ہے اور حمر کا گوشت حرام کیا گیا خیبر کے دن۔ اسی میں یوم خیبر کی تخصیص ہے۔

اور حمر اہلی کی ممانعت وہ یقیناً خیبر میں تھی۔ قاضی نے کہا ہے کہ یہ تاویل درست ہے اگر دوسری روائتیں جو سیفان کے علاوہ دوسرے راویوں کی ہیں۔ وہ اس کی موافقت کریں قاضی نے کہا ہے کہ بہتر وہی ہے جو ہم نے کہا ہے کہ ممانعت متعہ کی چند مرتبہ ہوئی ہے۔ تاکید کے طور پر اور اصل ممانعت خیبر کے دن تھی لیکن اس میں یہ سوال رہ جاتا ہے کہ روایات میں متعہ کے مباح ہونے کا بھی ذکر ہے عمرۃ القضاء میں اور فتح مکہ کے دن اور اوطاس میں پھر یہ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ وہ خیبر کے دن ہمیشہ کے لئے حرام ہوا تھا اس صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ حرام ہو جانے کے بعد پھر بضرورت اسے مباح قرار دیا۔ اور اس کے بعد اسے ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا تو صورت یہ ہوئی کہ حضرتؐ نے خیبر میں اور پھر عمرۃ القضاء میں ممانعت فرمائی اور اس کے بعد فتح مکہ میں بضرورت اسے مباح قرار دیا اور پھر یوم فتح مکہ ہی اس کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا اور وہ روایت جس میں ہے کہ حجۃ الوداع میں اجازت دی تھی وہ ساقط ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ وہ سبرہ جہنی سے منقول ہے اور خود سبرہ

سے معتبر اشخاص نے روایت کی ہے کہ وہ فتح مکہ میں مباح ہوا تھا اور حجتہ الوداع میں جو کچھ بھی تھا وہ صرف ممانعت لہذا ان کی روایات سے اتنا حصہ لے لیا جائے گا جس پر جمہور رواۃ اور دیگر صحابہ متفق ہیں کہ ممانعت روز فتح مکہ ہوئی تھی۔ اور حجتہ الوداع میں ممانعت صرف تاکید اور سابقہ ممانعت کی اشاعت کے لئے تھی رہ گیا حسن کا قول کو متعہ کی ممانعت عمرۃ القضاء میں تھی نہ اس کے قبل تھی اور نہ اس کے بعد تو اس کے رد کے لئے وہ معتبر احادیث کافی ہیں جن میں خیبر میں اس کے حرام ہونے کا تذکرہ ہے اور وہ عمرۃ القضاء کے قبل ہے۔ اور جن میں فتح مکہ و اطاس کیدن مباح ہونے کا ذکر ہے اور وہ عمرۃ القضاء کے بعد میں اور پھر یہ روایت سبزہ جہنی سے منقول ہے اور یہی ان دوسری روایات کے بھی راوی ہیں اور وہ روایات اصح ہیں؛ لہٰذا یہ روایات ترک کی جائے گی اور بعض علماء نے کہا ہے کہ متعہ دو مرتبہ مباح اور دو دو مرتبہ حرام ہوا ہے واللہ اعلم " یہ تھی قاضی عیاض کی عبارت جسے علامہ نودی نے نقل کیا اس کے بعد علامہ موصوف خود اظہار خیال رہیں کہ۔

" قول مختار اور صحیح ہمارے نزدیک یہ ہے کہ متعہ کی ممانعت اور اس کی اجازت دو مرتبہ تھی وہ خیبر سے پہلے حلال تھا خیبر کہدن اس کی ممانعت ہوئی پھر وہ فتح کے دن جو یوم اوطاس بھی کہا جاتا ہے۔ اس لئے کہ دونوں متصل میں مباح کیا گیا پھر تین دنکے بعد وہ ہمیشہ کیلئے حرام ہو گیا۔ اور تاکید و تجدید حرمت باقی رہی اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حکم جواز بس خیبر کے قبل تھا اور خیبر کے دن ہی وہ ہمیشہ کیلئے حرام ہوا اور فتح مکہ کیدن صرف ممانعت کی تاکید و تجدید تھی جیسا کہ مازری و قاضی کا مختار ہے اسی لئے کہ وہ روایات جنہیں مسلم نے ذکر کیا ہے ان میں صریحی طور پر ثابت ہے کہ فتح مکہ کے دن متعہ مباح کیا گیا تھا۔ لہذا ان روایات کا اسقاط جائز نہیں ہے اور اس میں کوئی مانع نہیں کہ متعہ دو مرتبہ مباح کیا گیا ہو واللہ علم "۔

ان عبارات سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

(۱) اوطاس (حنین) کی لڑائی جو فتح مکہ کے بعد ہوئی تھی لیکن جس روایت میں یہ ہے کہ اوطاس میں متعہ کا حکم ہوا تھا اس سے مراد فتح مکہ ہی ہے تا کہ فتح مکہ والی روایت کیساتھ تصادم نہ ہو۔

(۲) یہ روایت کی غزوہ تبوک میں متعہ جائز ہوا تھا موجود ہے لیکن قابل تسلیم نہیں راوی نے غلطی سے خیبر کو تبوک کر دیا ہے۔

(۳) یہ روایت کہ حجتہ الواع میں متعہ جائز ہوا تھا اور پھر حرام ہوا یہ بھی ہے لیکن تسلیم نہیں اس لئے کہ خود اسی راوی کی دوسری روایت میں ہے کہ متعہ کی اجازت و ممانعت فتح مکہ میں ہوئی تھی۔

(۴) یہ روایت کہ عمرۃ القضا میں متعہ مباح ہوا تھا حسن بصری سے منقول ہے اور سبرہ جہنی سے بھی ہے کہ جو حجتہ الوداع اور فتح مکہ والی روایتوں کے راوی ہیں مگر انہی روایات سے تصادم کے باعث یہ بھی قابل قبول نہیں۔

(۵) قاضی عیاض کی رائے یہ ہیکہ ممانعت درحقیقت خیبر کی جنگ میں ہوئی ہے اور اس کے بعد سے جو کچھ بھی تھا وہ اس حرمت کی تاکید و تجدید تھا۔

(۶) علامہ نوی کی رائے اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر خیبر میں ہمیشہ کے لئے ممانعت ہوئی تھی تو مکہ والے روایات کو کیا کہا جائے جن میں فتح مکہ میں متعہ کے مباح ہونے کی تفریح ہے لہذا احق یہ ہے کہ متعہ ایک مرتبہ حرام کیا گیا پھر فتح مکہ میں مباح ہوا اور دوسری مرتبہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوا۔

حقیقتاً یہ خیال علامہ نووی کا وہ ہے جس کا خود امام مسلم نے اس کا افتتاح کرتے ہوتے اظہار کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے سُرخی اس باب کی مندرجہ ذیل الفاظ کو قرار دیا ہے کہ "باب نکاح متعہ اس امر کے بیان میں کہ وہ مباح تھا پھر منسوخ ہوا اور پھر مباح ہوا اور اس کے بعد پھر منسوخ ہوا اور قیامت تک کے لئے اس کی حرمت برقرار رہی"۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مُسلم سے پہلے اس رائے کا

اظہار امام شافعی نے بھی کیا ہے جیسا کہ تفسیر مظہری ص ۲۷۵ میں ہے کہ "امام شافعی کا قول تھا کہ مجھے اسلام میں کسی ایسی چیز کا علم نہیں جو ایک مرتبہ حلال ہو اور پھر حرام ہوئی ہو اور پھر حلال ہوئی ہو اور پھر حرام سوائے متعہ کے بعض علما نے کہا کہ وہ تین مرتبہ منسوخ ہوا ہے اور بعض نے کہا اس سے زیادہ"۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی اپنی شرح بخاری فتح الباری جلد ۹ ص ۱۳۲ پر لکھتے ہیں۔

سہیلی نے کہا ہے کہ نکاح متعہ کے متعلق اختلاف ہوا ہے سب سے زیادہ عجیب روایت یہ ہے کہ وہ غزوہ تبوک میں ممنوع قرار پایا ہے۔ دوسرے نمبر پر جس کی روایت ہے کہ عمرۃ ملقضا میں ایسا ہوا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ اس کی ممانعت غزوہ فتح میں ہوئی ہے جیسا کہ مسلم کی روایات میں سبرہ جہنی سے مذکورہ ہے دوسری روایت ہے انہی سبرہ کی جو ابوداود نے نقل کی ہے یہ ہے کہ حجتہ الوداع کا موقعہ ہے رہ گئی یہ روایت کہ غزوہ اوطاس کا قبضہ ہے تو وہ فتح مکہ کی روایت کے بالکل منافی ہے اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ممانعت متعہ کے متعلق چھ مواقع بیان کئے جاتے ہیں۔ خیبر عمرۃ القضا فتح مکہ اوطاس، تبوک، حجتہ الوداع اس میں حنین کا تذکرہ باقی رہ گیا کیونکہ یہ بھی ایک روایت میں موجود ہے اب یا تو علامہ سہیلی کو اس کے ذکر کا خیال نہ رہا یا اس لئے چھوڑ دیا کہ اس کے راوی نے غلطی کی ہے یا اس لئے کہ اوطاس و حنین دونوں ایک ہی ہیں تبوک والی روایات جس کا تذکرہ کیا گیا ہے ہے اسے اسحاق بن راہو یہ اور ابن حبان نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

اور حسن بصری کی روایت کو عبدالرزاق نے اپنے طریق روایت سے درج نہ کیا ہے اور اتنی زیادتی کی ہے کہ نہ متعہ اس کے قبل تھا۔ اور نہ اس کے بعد لیکن یہ زیادتی اس کے راوی عمرو بن عبید کی قابل اعتراض غلطی ہے اور یہ شخص حدیث میں غیر معتبر ہے اور سعید بن منصور نے صحیح طریق سے اس کی روایت بغیر اس زیادتی کے کی ہے۔ غزوہ فتح والی روایت صحیح مسلم میں پایہ ثبوت کو پہنچی ہے اور اوطاس

کی روایت بھی صحیح مسلم میں مسلم ابن اکوع سے منقول ہے رہ گیا حجۃ الوداع وہ ابوداود کی روایت میں سبرہ جہنی سے منقول ہے ان بیانات سے معلوم ہوا کہ تمام روایتوں میں جو بغیر کسی کمزوری کے پایہ ثبوت تک صحیح طور سے پہنچی ہوئی ہے وہ صرف غزوہ فتح مکہ والی حدیث ہے جنگ خیبر والی روایت اگر چہ صحیح السند نہیں ہے اس لئے کہ وہ حسن بصری کا مرسلہ ہے اور ان کے مرسلہ رویات سب ضعیف ہیں کیونکہ ہر شخص سے روایت لے لیا کرتے تھے اور اگر روایت درست نہیں ہو تو ممکن ہے کہ عمرۃ القضاء سے خیبر مراد لیا جائے اس لئے کہ دونوں ایک ہی سال میں ہیں۔ رہ گیا تبوک کا قصہ تو ابو ہریرہ کے روایات میں تو ہے نہیں کہ صحابہ نے وہاں متعہ کیا تھا۔

لہذا ممکن ہے کہ یہ کسی قدیم زمانہ میں ہوا ہو۔ اور عورتوں سے جدائی اس وقت ہوئی ہو یا یہ کہ ممانعت پہلے ہو چکی ہو اور بعض صحابہ کو اس کا علم نہ ہوا ہو۔ لہذا وہ لوگ اسے سمجھ کر کرتے رہے ہوں۔ اور اسی لئے ممانعت غصہ وغضب کے ساتھ ساتھ ہے اس کے علاوہ ابو ہریرہ کی روایت میں کلام بھی ہے اس لئے کہ وہ موصل بن اسماعیل کے واسطہ سے عکرمہ بن عمار سے ہے۔ ان دونوں میں کلام ہے اور جابر کی حدیث صحیح ہیں ہے اس لئے کہ وہ عباد بن کثیر کے طریق سے ہے اور وہ متروک ہے اور حجۃ الوداع والی روایت بھی ربیع بن سبرہ کی دوسری روایتوں کے خلاف ہے اور فتح مکہ والی روایت ان کی زیادہ صحیح ہے اور پھر ابوداود والی روایت میں تو صرف ممانعت ہے لہذا ممکن ہے تنہا ممانعت ہوئی ہو اشاعت و تاکید کے لئے جیسا کہ ہم نے کہا ان مغیرت میں سے صحیح وصریح سوائے غزوہ خیبر اور فتح مکہ کے کوئی باقی نہیں ہے۔

اس عبارت میں بھی احادیث کا بہت فراخ حوصلگی سے قلع قمع کیا گیا ہے۔ عمرۃ القضاء والی روایت غلط مردود وغیر معتبر، تبوک حجۃ الوداع والی روایت غلط۔ فتح مکہ والی روایت کے مقابل اوطاس والی روایات مسترد اور نامنظور نتیجے میں وہ روایتیں کہ جو صحیح السند اور معتبر سمجھی جاسکتی ہیں جن میں کسی

حدیث سے سند کے اعتبار سے کمزوری نہیں ہے وہ دو باتیں ہیں ایک غزوہ خیبر اور دوسرے فتح مکہ۔ ان دونوں روایتوں کے تسلیم کرنے کا نتیجہ یہی ہے کہ متعہ دو مرتبہ مباح ہوا اور دو مرتبہ حرام لیکن علامہ ابن قیم اس کے سختی سے مخالف ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔ "اختلاف ہوا ہے اس وقت کے متعلق کہ جس میں متعہ حرام ہوا ہے چار قولوں پر پہلے یہ کہ وہ خیبر کا دن ہے یہ قول ہے ایک جماعت کا علما میں سے کہ جن میں شافعی وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرے یہ کہ وہ سال فتح مکہ ہے یہ ابن عیینہ اور ایک جماعت کا قول ہے تیسرے یہ کہ وہ جنگ حنین والا سال ہے اور حقیقتاً وہی دوسرا قول ہے۔

اس لئے کہ حنین فتح مکہ کے بعد ہی اس سے متصل تھی اور چوتھے یہ کہ حجۃ الوداع ہے یہ حقیقتاً غلطی بعض روایوں کی ہے کہ خیال انکا فتح مکہ سے حجۃ الوداع کی طرف منتقل ہو گیا جیسا کہ معاویہ کا خیال عمرہ جعرانہ سے حجۃ الوداع کی طرف منتقل ہوا۔ قصر والی روایت میں جس کا کتاب حج میں تذکرہ ہوا ہے اور خیال کا ایک زمانہ سے دوسرے زمانہ مالک مکان سے دوسرے مکان کی طرف دھوکے سے منتقل ہو جانا اکثر حفاظ اور حفاظ سے کم درجہ کے محدثین کو پیش آیا کرتا ہے۔ اور صحیح یہ ہے کہ متعہ فتح مکہ والے سال حرام ہوا ہے اس لئے صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ صحابہ نے فتح مکہ میں حضور کی معیت میں حضرت کی اجازت سے متعہ کیا ہے اور اگر ممانعت متعہ خیبر میں ہوئی ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ متعہ دو مرتبہ منسوخ ہوا۔ اور یہ ایسی بات ہے جس کی نظیر شرع میں ملنا ناممکن ہے اور ایسا شریعت میں ہوتا بھی نہیں ہے نیز خیبر میں مسلمان عورتیں نہ تھیں اور اہل کتاب کے ساتھ نکاح اس وقت تک جائز نہ ہوا تھا۔

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد جلد نمبر ا ص ۴۴۲ مطبوعہ مصر)۔

علامہ ابن قیم نے اس عبارت میں صاف طور پر اس خیال کی کمزوری ظاہر کی ہے۔ کہ متعہ چند مرتبہ حلال ہوا اور چند مرتبہ حرام ان کا خیال ہے کہ اس قسم کے الٹے پلٹے شریعت میں ہوا نہیں کرتے

اور نہ ان کی نظیر کوئی دستیاب ہو سکتی ہے اسی طرح امام فخر الدین رازی اس خیال کی مخالفت یوں کرتے ہیں۔ یہ قول کہ متعہ چند مرتبہ حلال اور چند مرتبہ منسوخ ہوا ضعیف ہے۔ کسی معتبر آدمی نے نہیں کیا ہے مگر وہ جنہوں نے صرف اس تناقص کو جو روایات میں ہے دور کرنا چاہا۔ (تفسیر کبیر جلد نمبر ۳ ص ۱۹۲) علامہ شیخ عبدالرحمان بن شیخ محمد بن سلیمان داماد۔۔۔ نے مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر مطبوعہ قسطنطنیہ جلد نمبر ا ص ۳۲۱ میں سے سب الگ بات کہی ہے وہ کہتے ہیں۔

"نکاح متعہ خیبر اور فتح مکہ کے درمیانی زمانہ میں مباح تھا لیکن یہ کہ وہ منسوخ ہو گیا باجماع صحابہ یہاں تک کہ اگر کوئی قاضی اس کے جواز کا فیصلہ کرے تو وہ جائز نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی اسے مباح سمجھے تو وہ کافر سمجھا جائیگا"۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ نکاح متعہ جنگ خیبر میں حرام نہیں بلکہ مباح ہوا تھا۔ اور اباحت فتح مکہ تک قائم رہی یہ تھے چند علماء اہل سنت کے اقوال کہ وہ روایات کے اختلاف و پراگندگی کے باعث سراسیمہ و مضطرب ہیں اور کوئی بات طے نہیں کر سکتے حجتہ الوداع میں اباحت و تحریم کے روایات بجائے خود مثل روایات فتح مکہ کے صحیح السند ہیں راوی دونوں کے یکساں بلکہ متحد ہیں۔ لیکن وہ یہ کہہ کر مسترد کر دیئے جاتے ہیں کہ حقیقتاً فتح مکہ کی حکایت ہے جو راوی نے دھوکہ سے حجتہ الوداع کے متعلق نقل کر دی ہے۔ علامہ ابن قیتم نے صاف لکھا ہے کہ "وہم کا ایک موقع سے دوسرے موقعہ پر دھوکے سے منتقل ہو جانا اکثر حفاظ کے لئے ہوا کرتا ہے"۔

یہاں بھی در اصل بات یہی ہے کہ جو واقعہ فتح مکہ کا تھا کہ وہ غلطی سے راوی نے حجتہ الوداع کے متعلق نقل کر دیا۔ اور اسی لئے جو روایت اس سلسلہ میں مذکورہ ہے وہ بالکل اس مضمون کی ہے جو فتح مکہ کے متعلق نقل کی ہے یعنی سبرہ جہنی کا بیان کہ وہ ایک دوست کی معیت میں گیا اور چادر کے عوض اس نے عورت سے متعہ کیا۔ لیکن تین دن بعد حضورؐ نے متعہ سے ممانعت فرما دی اور وہ اس ممتوعہ سے علیحدہ

ہو گیا۔ یہ بہت بعید ہے کہ بالکل ایک ہی نوعیت کا واقعہ ایک ہی راوی کے فتح مکہ اور حجتہ الوداع دونوں موقعوں پر پیش آیا۔ لہذا یقیناً یہ واقعہ فتح مکہ تھا لیکن غلطی سے راوی نے ایک موقعہ پر حجتہ الودہ کہ دیا اور اسے محدیث نے نقل کر لیا یہ علامہ ابن قیتم کا خیال قرین قیاس معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے بعد ان روایات کی بھی قدر و قیمت نہیں رہتی۔ جن میں حجتہ الوداع میں متعہ سے ممانعت فرمائی۔ اس لیئے کہ جب وہ پورا واقعہ جو فتح مکہ میں اباحت و تحریم کا تھا راوی نے فتح مکہ کی بجائے دھوکہ سے حجتہ الوداع کا نام لے کر نقل کر دیا تو ممانعت کی تاریخ میں بھی یہی غلطی واقعہ قرین قیاس ہے۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے فتح مکہ کے بجائے غلطی سے حجتہ الوداع واقع قرین قیاس ہے۔ اور معلوم ہوتا ہے۔ کہ راوی نے فتح مکہ کے بجائے غلطی سے حجتہ الوداع کہہ دیا ہے جبکہ اسکا بھی راوی وہی ہے جو فتح مکہ والی روایت اور اس روایت کا جس میں پورا واقعہ فتح مکہ کا حجتہ الوداع کی طرف منسوب کر کے لکھ دیا ہے اس سے صاف ظاہر ہے اور ابن حجر عسقلانی کی تحریر کے مطابق بالصراحت معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت متعہ کے متعلق اگر صحیح و صریح روائتیں کچھ موجود ہیں۔ وہ صرف خیبر اور فتح مکہ کے متعلق ہیں خیبر کے متعلق علامہ ابن قیم کا اختلاف مان لینے کے بعد بہر حال فتح مکہ آخری وہ تاریخ ہے جس سے متعلق موجودہ روایات کی بنا پر رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ اس میں متعہ حرام کیا گیا۔

لیکن یہ امر قارئین کے لئے اور بھی زیادہ حیرت انگیز ثابت ہو گا۔ کہ جب ہم آیت متعہ کے تاریخ نزول پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ باعتبار زمانہ فتح مکہ سے مؤخر اور اس کے بعد ہے جس کا پتہ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب لباب النقول فی الباب النزول مطبوعہ مصر بر حاشیہ تنویر المقیاس ص ۷۷ میں لکھا ہے۔ آیت والمحصنات الخ مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ اوطاس میں کچھ عورتیں ہماری قید میں آئیں جو شوہر دار تھیں۔ اس کی

وجہ سے ہم کو برا معلوم ہوا کہ ہم ان کے ساتھ مباشرت کریں۔لہذا ہم نے حضور سے دریافت کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی **والمحصنات من النساء الا ماملکت ایما نکم** اس کے معنی یہ ہیں کہ شوہر دار عورتیں تمام حرام ہیں مگر وہ جنہیں خدا نے تمہیں مال غنیمت میں دیا ہے۔اس کے بعد ہم نے ان عورتوں کو اپنے لئے حلال سمجھا اور طبرانی نے ابن عاص سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حنین میں نازل ہوئی۔ جب حنین فتح ہوا تو مسلمانوں کو بہت سی عورتیں اہل کتاب میں سے دستیاب ہوئیں مگر جب کوئی شخص ان میں سے کسی کے پاس جاتا تھا وہ کہتی تھیں کہ میں شوہر دار ہوں۔لوگوں نے حضورؐ سے دریافت کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

درحقیقت آیت متعہ کے طرز عبارت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں شروع شروع میں متعہ کی اباحت کا حکم نہیں دیا جارہا ہے بلکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ متعہ ایک مباح و جائز مقررہ طریقہ نکاح ہے جس کا تذکرہ ضمنی حیثیت سے کردیا گیا ہے اور اصل کسی اور حکم کا بیان کرنا منظور ہے مذکورہ بالا شان نزول کی روشنی میں جو ابو سعید خدری اور ابن عباس کی کی روایت میں مذکور ہے جب آیت کے معنی پر نظر کی جاتی ہے تو یہ امر صاف طور سے نمایاں نظر آتا ہے ارشاد ہوتا ہے۔شوہر دار عورتوں سے جو تمہارے ملک یمین کے علاوہ ہوں تمہارے لئے عقد جائز نہیں ہے اور یہ خدا کی مقررہ شریعت ہے تمہارے اوپر اور جو اُن کے علاوہ ہوں وہ تمہارے لئے جائز ہیں یہ کہ تم اپنے اموال کے ذریعہ سے ان کے ساتھ عقد کرو ان کو اپنا پابند بناتے ہوئے نہ حرامکاری کے طور پر تو اب جن عورتوں سے تم نے متعہ کیا ان کی اجرتیں ان کو ادا کرو اور پھر مقررہ شرائط کے بعد بھی آپس میں زیادہ مدت کرنا چاہو تو جائز ہے (النسا)

اس آیت کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ مقصود بالذات اس میں متعہ کے جواز کا حکم دینا

نہیں بلکہ غیر ملک میں شوہر دار عورتوں کی ممانعت کے ساتھ ان کے علاوہ عورتوں کے ساتھ نکاح کے جواز بتلانے کے لئے وارد ہوئی ہے جس کے سلسلے میں نکاح متہ کا یہ حکم ذکر کر دیا گیا ہے کہ اگر نکاح متعہ کرو تو اجرت دیدو اور بعد میں چاہو تو از سر نو قرار داد کر کے کمی یا زیادتی کرو۔اب اس روایت میں یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ اوطاس سے مراد فتح مکہ ہے اس لئے کہ فتح مکہ میں نساء اہل کتاب یا سبایائے غنیمت کا وجود نہ تھا۔ماننا پڑے گا کہ یہ واقعہ فتح مکہ کے بعد کا ہے اور اس آیت قرآن سے حلیت متعہ ثابت ہونے کے بعد پھر خیبر یا فتح مکہ میں جو اس سے پہلے کے واقعات ہیں اگر متعہ حرام بھی ہوا تو بھی اس کا کچھ اعتبار نہیں ہوگا پھر یہ کہ آیت میں متعہ کا خصوصی حکم نہیں دیا گیا ہے۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے پہلے نہ ہی حرام ہوا اور نہ ہی بعد میں مباح ہوا بلکہ اس میں متعہ کی حلیت کو ایک مفروضہ ثابت شدہ شے کی صورت میں پیش کرتے ہوئے اس کے احکام کا ذکر کیا گیا ہے پس از روئے قرآن ثابت ہوا کہ وہ تمام احادیث جن میں ممانعت متعہ کا مختلف سے تمام روایات کی تحقیق پیش کر دی ہے تا کہ کسی قسم کی گنجائش اعتراض ہی باقی نہ رہے۔مجھے احساس ہے کہ یہ مضمون طویل ہو گیا ہے لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کی طوالت نظر انداز کر دی جائے۔

یہاں ایک اور سوال ابھرتا ہے کہ روایات مجموعی طور پر کثیر تعداد میں ہیں متعدد رواۃ سے منقول ہیں اور کافی محدثین نے تخریج کی ہے۔لہذا یہ نہیں کہا جاسکتا ہے ان میں کوئی بھی اصلیت نہیں ہے پھر ان کا آپس میں تصادم شکوک پیدا کرتا ہے۔لہذا اس دورخی صورت حال میں آخر کیا حل ہوسکتا ہے تو اس گتھی کو سلجھانے کی ایک ترکیب ہے وہ یہ کہ اس سلسلہ میں صرف دو روایات ایسی ہیں جن سے متعہ کی حرمت تا قیامت ثابت ہے۔باقی روایات میں ایسا نہیں ہے۔جب ہم ان سب کو یکجا کر کے غور کرتے ہیں تو ہماری سمجھ میں مندرجہ ذیل باتیں آتی ہیں۔

(۱) قرآن کی آیت متعہ جو فتح مکہ کے بعد اوطاس میں نازل ہوئی متعہ کو ایک ثابت و

مروج جائز و مشروع طریقہ نکاح کی صورت میں پیش کرتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے قبل متعہ حرام نہ تھا۔

(۲) صحابہ کرام برابر وفات رسولؐ کے بعد متعہ پر عامل رہے مثلاً صحیح مسلم ہی میں ہے کہ "عطاء کی روایت جابر ابن عبداللہ عمرہ کے ارادہ سے مکہ معظمہ آئے تو ہم ان کی ملاقات کو گئے اور مختلف لوگوں نے ان سے مختلف مسائل دریافت کئے پھر متعہ کا تذکرہ ہوا۔ انہوں نے (جابرؓ) نے کہا کہ ہاں ہم لوگوں (صحابہ نے عہد رسولؐ اور پھر ابوبکر و عمر کے زمانہ میں برابر متعہ کیا ہے)" (**صحیح مسلم جلد نمبر ۱ ص ۴۵۱**) اسی طرح مسلم شریف میں ہے کہ "ابوالزبیر کا بیان ہے میں نے جابر بن عبداللہ کو کہتے سنا کہ ہم لوگ برابر ایک مٹھی جو یا آٹے کے عوض میں متعہ کرتے رہے ہیں۔ حضورؐ کے عہد میں اور پھر ابوبکر کے زمانہ میں یہاں تک کے حضرت عمر نے عمر و ابن حریث والے واقعہ میں اس سے ممانعت کی" (**صحیح مسلم جلد ۱ ص ۴۵۴**)

(۳) خلیفہ دوم عمر بن الخطاب کا متعہ کی ممانعت کو اپنی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ تصریح کرنا کہ وہ حضورؐ کے سامنے جائز تھا۔

حضرت عمر سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا دو قسم کے متعہ حضورؐ کے زمانہ میں موجود تھے میں ان دونوں کی ممانعت کرتا ہوں۔ ایک متعہ النساء دوسرے متعہ الحج (**کنز العمال جلد ۸ ص ۲۹۳**)

(۴) شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جسے کبھی حلال قرار دیا گیا ہو اور پھر حرام اور پھر حلال اور بعد میں حرام یہ واحد امر ہے جو طریقہ شرع کے بالکل خلاف ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یہ روایات غلط ہیں اور متعہ کی حرمت کا اعلان صرف فرمان عمری کے تحت ہوا۔

سوال:۔ اگر متعہ آپ حضرات کے نزدیک مستحسن امر ہے تو ان حضرات کے اسماء گرامی کی نشان دہی فرمایئے جن کی ولادت باسعادت ابوین کے اس مستحسن فعل سے ہو۔

جواب:۔ علامہ ابن حجر عقلانی اور صاحب صابر نے تحریر کیا ہے کہ ابن مسلم بن اُمیہ کی تولید متعہ سے ہوئی۔ "عمر دین شیبہ کا بیان ہے کہ سلمہ بن اُمیہ نے متعہ کیا سلمہ کنیز حکیم ابن امیہ اسلمی اور اس سے فرزند کی ولادت ہوئی" **(فتح الباری جلد ۹ ص ۱۳۹، اصابہ معرفتہ الصحابہ جلد نمبر ۲ ص ۶۳۔ موصوف کو ابن خیاط نے ان صحابہ میں شمار کیا ہے جو مکہ میں مقیم تھے)** "سعید بن میب کا بیان ہے کہ متعہ کیا ابن حریث اور فلاں صاحب کے صاحبزادے دونوں آدمیوں نے اور دونوں کی اولاد ہوئی۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے زمانہ میں" **(کنز العمال جلد ۸ ص ۲۹۳** فلاح شخص سے ممتاز ہستی مراد ہے) تفسیر مظہری ص ۵۷۶ میں ہے کہ حضرت ابوبکر کی صاحبزادی اسماء بنت ابوبکر نے کہا کہ "انہی عارضی تعلقات میں عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی ہو اسی بناپر حضرت عمروہ بن زبیر نے عبداللہ بن عباس سے کہا "**الاتتقی اللـه ترخص فی المعته** "یعنی تم کو خدا کا خوف نہیں ہے متعہ کی اجازت دیتے ہو۔ تو ابن عباس نے فرمایا "**ھل أمک یا عرتیه** "یعنی ذرا جا کر اپنی والدہ سے تو دریافت کرو **(زادالمعاد ابن قیم جلد ا ص ۲۱۹)**

سوال:۔ اگر آئمہ کرام اور ان کے پسماندگان سے یہ فعل ثابت ہے اور ان کا اپنا اقرار اور یہ تصریح کہ میری فلاح اور لوالعزم اولاد اس مستحسن فعل سے ہے۔ کہیں معتبر کتاب میں موجود ہے۔

جواب:۔ بلاضرورت متعہ کرنے کی ممانعت کتب سے ثابت ہے اور یہ کوئی فرض نہیں ہے کہ اس پر عمل کرنا ہر ایک پر واجب ہو۔ لہٰذا اگر آئمہ نے عقد متعہ نہ بھی کیا تو یہ ہرگز دلیل نہیں ہوگا۔ کہ متعہ حرام قرار دیا گیا جب تک حکم ثابت نہ ہو۔ طلاق دینا جائز ہے جبکہ بظاہر حضورؐ نے کسی زوجہ کو طلاق نہ دی حلالہ آپ کے مذہب میں حلال ہے مگر یہ فعل نہ نبی رسولؐ کی سنت سے ثابت ہے اور نہ ہی خلفاء

اربعہ کی سیرتوں سے متعہ خاص ضرورت وحالات کے تحت جائز کیا گیا ہے۔ اب آئمہ کو ایسے حالات درپیش نہ آئے تو یہ کوئی ضروری نہیں ہے وہ بلا وجہ متعہ کرتے تاہم ان کی احادیث متعہ کی تائید میں کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ہم اماموں کے امام سید الانبیاء حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ والہ وسلم کا متعہ آپ ہی کی کتب سے ثابت کرتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب حضورؐ نے متعہ فرمایا تو آئمہ اپنے نانا کی سُنت کے خلاف کبھی نہیں ہوسکتے ہیں۔ اہل سنت کے آئمہ اربعہ میں امام احمد حنبل لکھتے ہیں کہ "ابن عباس کہتے ہیں کہ جناب رسول مقبولؐ نے متعہ کیا تھا" (مسند احمد حنبل الجز الاولی ص ۳۳۷) اسی طرح ابو آلائمہ حضرت علی ابی طالب علیہ السلام کا متعہ حضرت عمر کی خواہر سے ملاحظہ کریں (سبائی سبز باغ ص ۲۸۲) اب جب کہ عقد متعہ ثابت ہو گیا تو ضروری نہیں ہے کہ اولاد بھی ہو کیوں کہ اکثر لوگ عمر رسیدہ عورتوں سے عقد متعہ کرتے تھے بہر حال ہمیں صرف عقد ثابت کرنا ہے نہ کہ اولاد ثابت کرنا ہے۔

سوال:۔ ان امام کا اسم گرامی بیان فرمایئے جس کے سامنے متعہ کا ذکر کیا گیا اور جب مطالبہ کیا گیا کہ کیا عترت سے بھی یہ فعل ثابت ہے تو آپ نے از روئے کراہت منہ پھیر لیا۔ کیا یہ واقعہ اصولی کافی میں موجود ہے۔

جواب:۔ ایسا کوئی واقعہ اصولی کافی میں موجود نہیں ہے اگر کوئی شخص ایسا واقعہ اصول کافی میں ثابت کردے تو منہ مانگا انعام دیا جائے گا باقی یہاں صرف اتنا عرض کردوں گا کہ اگر کوئی شخص معترض کو بھرے مجمع میں یہ کہے کہ مولوی صاحب کیا میں آپ کی بیٹی یا بہن سے نکاح کرسکتا ہوں؟ تو اس وقت فطرۂ معترض کی کیفیات کیا ہوں گی۔ حالانکہ قائل کوئی خلاف شرح بات نہیں کہے گا۔ عاقل را اشارہ کافی است۔ ہم نے عقد متعہ پر ایک مختصر رسالہ الگ سے شائع کیا ہے جس کا عرفی نام

"ہم متعہ کیوں کرتے ہیں؟" قارئین اس کا مطالبہ فرمائیں تاکہ تفصیلات سے آگاہی ہو جائے۔

فاروقی فتوحات

سوال:۔ کیا سچ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم کے مساعی جمیلہ سے دولاکھ پچیس ہزار ایک سو تین مربع میل رقبہ اسلام اور مسلمانوں کے قبضہ میں آیا؟

جواب:۔ جی بجا ہے۔

سوال:۔ فرمایئے قادسیہ جلولا، جلوان، تکریت خورستان، ایران، اصفہان، طبرستان، آذربائجان، آرمینیہ، فارس، سیستان، مکران، خراسان، اُردن، حمص، یرموک، بیت المقدس، اسکندریہ، طرابلس، کو فتح کر کے اسلام کے قبضے میں کس نے دیا؟

جواب:۔ یہ سارے علاقے حضرت عمر کے زمانہ میں فتح ہوئے۔

سوال:۔ فرمایئے مسلمانوں کو خوش حال بنانے کے لئے ۹۹ میل نہر پہاڑوں میں کھدوا کر دریائے نیل کو بحیرہ قلزم سے کس نے ملایا؟

جواب:۔ جی یہ کام بھی جناب عمر ہی کی حکومت میں ہوا۔

سوال:۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مسافروں کے لئے سرائیں چوکیاں حوض کس نے تعمیر کرائے؟

جواب:۔ حکومت عمر نے

سوال:۔ کس کے دور خلافت میں احکام الٰہی کے یاد کرنے کے لئے یہ قانون بنادیا گیا کہ ہر شخص سورہ بقرہ سورہ نساء سورہ مائدہ حج اور سورہ نور کو یاد کرے؟

جواب:۔ کہا گیا ہے کہ یہ ہدایت بھی دور عمر میں جاری کی گئی لیکن کیا یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ خود حضرت عمر کو یہ سورتیں زبانی یاد تھیں اگر کوئی سنی المذہب صحاح ستہ میں سے صحیح الاسناد ایک بھی روایت دکھادے جس میں یہ زبان عمر یہ ثابت ہو کہ آپ کو یہ سورتیں زبانی یاد تھیں تو جو صفحہ نمبر ہوگا اتنی رقم بطور انعام دوں گا۔

سوال:۔ مسلمانوں کے اس بادشاہ کا نام بتایئے۔ جنہوں نے ملکی سیاست کو قائم رکھنے کے لئے فوج کا اسٹاف افسر خزانہ ترجمان طبیب وجراح مقرر کئے ہوں۔

جواب:۔ یہ سہرا بھی شہنشاہ عمر اعظم ہی کے سر پر ہے جنہوں نے اسلام میں ان اقدام سے امپیریلزم کی راہ ہموار کردی۔

سوال:۔ کس کو غیرت کے اظہار کی برکت سے بے پردہ عورتوں کو پردہ ملا؟

جواب:۔ حضور اکرم کی غیرت کے اظہار سے پردہ کا حکم نازل ہوا مجاہد سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ ایک دفعہ بی بی عائشہ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ حضرت عمر آ گئے حضورؐ نے صلح طعام کی۔ جناب عمر بیٹھ گئے اتفاقاً حضرت عمر کی انگلی حضرت عائشہ کی انگلی سے لگ گئی تو حضورؐ کو ناگوار گذرا۔ اسی وقت آیت حجاب نازل ہوئی۔ (تفسیر در منثور نمبر ۵ ص ۲۱۲)

سوال:۔ خلفائے اربعہ میں سے کس نے بیت المقدس فتح کرتے وقت پیدل چلنا منظور کیا؟

جواب:۔ یہ اتفاق بھی جناب عمر سے پیش آیا ہے کیوں کہ معاہدہ کی تکمیل کے بعد جب حضرت صاحب نے بیت المقدس کا ارادہ کیا تو اس وقت ان کے گھوڑے کے سم گھس کر بیکار ہو گئے تھے۔ جناب عمر یہ دیکھ کر اتر گئے دوسرا ترکی نسل کا ایک گھوڑا جو بہت عمدہ قسم کا تھا حاضر کیا گیا۔ گھوڑا شیوخ و چالاک تھا مگر حضرت عمر نا تجربہ کار شہسوار تھے اُسے قابو میں لانا ممکن نہ ہوا۔ مجبوراً پیدل چلنا منظور کر لیا ورنہ ممکن تھا کہ گھوڑا صحیح و سالم نہ پہنچاتا کھسیانے ہو کر کہا" کمبخت یہ غرور کی چال تو نے کہاں سے سیکھی" (الفاروق حصہ اول ص ۲۰۱)

سوال:۔ اس خلیفے کا نام بتائیے جو راتوں کو رعیت پر پہرہ دیا کرتا تھا۔

جواب:۔ ویسے تو سب خلیفے ایسے ہی تھے مگر حضرت عمر کا پہرہ ایک خاص مقصد کے لئے تھا کہ مخالفت حکومت معلوم ہو جائے۔

سوال:۔ کعبہ کے غلاف کو اعلےٰ درجہ کا حسین غلاف سے کس نے بدل دیا تھا۔

جواب:۔ اگر سُنت کے خلاف بدلا تو بدعت قرار پایا ورنہ غلاف تو زمانہ جاہلیت میں بھی بدل جاتا تھا باقی مصریوں نے قباطی کا غلاف بنا کر دیا حضرت نے چڑھا دیا۔ کوئی امر فضیلت نہ ہوا۔

سوال:۔ اس خلیفہ رسولؐ کے نام کی تصریح فرمایئے جس نے متعدد ممالک فتح کر کے ان میں چار ہزار مسجدیں تعمیر کرائیں؟

جواب:۔ دنیا میں اسلام کے طلوع سے قبل اور حضرت عمر کے بعد کئی فاتح گذرے ہیں

جنہوں نے حضرت عمر سے زیادہ فتوحات کی ہیں اور مسلمانوں میں لاتعداد حاکم ہوئے ہیں جنہوں نے ہزاروں مساجد بنوادی ہیں۔ دور کیوں جاتے ہیں صرف فیلڈ مارشل ایوب خان مرحوم کے دور حکومت میں محتاط انداز کے مطابق پاکستان میں ہزاروں مساجد تعمیر کی گئی ہیں۔ اسی طرح انگریز ہی دور حکومت میں بھی مساجد بنوائی گئی ہیں صرف ملک فتح کرنا اسلامی ارضی فتوحات کی اجازت ہی نہیں دیتا بلکہ صرف دفاعی جہاد کا حکم دیتا ہے کوئی کارنامہ نہیں ہے اور مساجد تعمیر کرانا کار نیک ضرور ہے لیکن دار غصب اور غیر شرعی طریقہ سے حاصل کردہ زمین پر مسجد بنانا شرعاً مستحسن نہیں ہے۔

سوال:۔ سب سے پہلے کس مسلمان بادشاہ نے رعیت میں مردم شماری کی رسم ڈالی تھی۔

جواب:۔ یہ کام بھی ایک خلاف شرعی امر کے تحت سرانجام پایا تھا مفتوحہ اراضی کی تقسیم کے معاملہ میں ایک غلط پالیسی کے تحفظ کے لئے ایسا کیا گیا اس پر تفصیلی بحث "البلاغ المبین" میں ملاحظہ جائے یہ کام بھی حضورؐ نے نہیں کیا تھا۔

ملا باقر مجلسی کے وہ مطاعن جو اس نے فاروق اعظمؓ کی نسبت حق الیقین میں پیش کیے ہیں

سوال:۔ ملا باقر مجلسی نے حق الیقین ص ۲۵۸ مطبوعہ تہران میں فاروق اعظمؓ کے متعلق لکھا کہ۔

عمر گفت که تو نگفتی که ما داخل مکه

خاهیم شده طواف خواهیم کرد چرانشد حضرت فرمود که من نگفتم امسال خواهد شدبعد ازیں خواهد شدپس غضبناک برخاست و گفت اگر باورے می یافتم با انیها جنگ می کردم و نزدابوبکر آمد و شکایت آنحضرت کردابوبکر اور امنع کردچوں روز فتح مکه شدورسول خدا کا یدرا گرفت حضرت فرمود عمررابطلبید چوں آمد حضرت فرمود ایں است آنچه خدا مراوعده داده بود

عمر نے کہا کیا تو نے نہ کہا تھا کہ ہم مکہ میں داخل ہوں گے اور طواف کریں گے کیوں نہ ہوا۔ حضرت نے فرمایا، کہ میں نے یہ تو نہ کہا تھا کہ اس سال ہوگا، پس عمر غضبناک ہو کر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا اگر کوئی میرا امدادی ہوتا تو میں کفار سے ضرور لڑتا جنگ کرتا ابو بکر کے پاس آیا اور حضرت کی شکایت کی ابو بکر نے اسے منع کیا جب فتح مکہ کا دن ہوا اور رسولؐ خدا نے کعبے کی چابیاں ہاتھ میں لے کر عمر کو طلب کیا اور فرمایا یہ ہے وہ عدہ جو کہ خدا نے میرے ساتھ کیا ہوا تھا

یہ واقعہ لکھ کر پھر آیت چپاں کی ہے۔

"فلا وربک لایومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لایجدوانی انفسھم حرجا قضیت ویسلموا تسلیماً"

اہل سُنت کی کسی معتبر کتاب میں اگر طاقت ہے تو یہ پہلا مضمون بایں الفاظ ثابت کیجئے اور منہ مانگا انعام حاصل کیجئے۔

جواب:۔ جواب اعتراض سے قبل یہ وضاحت ضروری ہے کہ علامہ مجلسیؒ نے یہ عبارت اپنی نہیں لکھی ہے بلکہ اس تحریر سے قبل لکھا ہے کہ بخاری و مسلم و ابن ابی الحدید (معتزلی) اور تمام مورخین و محدثین نے روایت کی ہے کہ جب صلحنامہ حدیبیہ میں یہ لکھا کہ اہل اسلام سے جو مشرکوں کی طرف جائے اس کو وہ لوگ نہ پھیر دیں۔ اور مشرکوں سے جو اہل اسلام کے پاس آئے یہ لوگ اس کو پھیر دیں۔ حضرت عمر غضبناک ہوئے اور حضرت رسالتؐ مآب کے پاس آ کر پوچھا کہ آپ خدا کے رسولؐ ہیں فرمایا ہاں پھر پوچھا ہم مسلمان ہیں اور وہ کافر آپؐ نے فرمایا ہاں حضرت عمر نے کہا پھر ہم اس ذلت کو اپنے دین میں کیوں قرار دیں پس حضور رسالتؐ مآب نے فرمایا مجھے خدا نے جس چیز کا حکم دیا ہے وہ کرتا ہوں اور خدا مجھے ضائع نہ کرے گا۔ بلکہ میری مدد کرے گا حضرت عمر نے کہا اس کے بعد منقولہ عبارت کا بیان ہے۔ پس اس تمہید کی موجودگی میں علامہ مجلسی ذاتی طور پر بری الذمہ ہیں۔ اب ہم معترض کے مطالبہ کے مطابق یہی عبارا اہل سنۃ والجماعت کی بہت ہی معتبر کتاب سے دوبارہ نقل کرتے ہیں اور راوی خود عمر ہیں۔

"حضرت عمر کہتے ہیں یہ حال دیکھ میں حضورؐ کے پاس آیا۔ میں نے کہا کیا آپؐ اللہ کے سچے

پیغمبر نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر اور ہمارے دشمن ناحق پر نہیں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا بے شک میں نے کہا تو پھر ہم اپنے دین کو کیوں ذلیل کرتے ہیں آپؐ نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ وہ میری مدد کرے گا میں نے کہا آپ فرماتے تھے کہ ہم کعبہ کے پاس پہنچیں گے اور طواف کریں گے آپؐ نے فرمایا بے شک مگر میں نے یہ کب کہا تھا کہ اسی سال ہوگا۔ میں نے کہا حقیقت میں آپ نے یہ تو نہیں فرمایا تھا آپؐ نے تو فرمایا تھا تم کعبے کے پاس ایک دن ضرور پہنچو گے۔ اور اسکا طواف کرو گے۔ حضرت عمر نے کہا اور پھر میں ابوبکر کے پاس گیا اور میں نے کہا کیا آپؐ اللہ کے سچے پیغمبر نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بے شک ہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق اور ہمارے دشمن ناحق پر نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کیوں نہیں (الاخرہ)" (تیسیر الباری ترجمہ صحیح بخاری کتاب الشرط مع الناس پ ۱۱ ص ۱۰ مطبع احمد لاہور) بحوالہ ثبوت خلافت حصہ دوم ص ۱۰۱۔۱۰۰

اس عبارت میں صرف "اگر کوئی میرا امدادی ہوتا تو میں کفار سے ضرور جنگ کرتا" کی عبارت موجود نہیں ہے ہے جسے ابن ابی الحدید نے نقل کیا ہے۔ اب جبکہ تمام مطالب اہل سنت کی معتبر کتب سے ثابت ہیں۔ تو ہم یہ حق رکھتے ہیں کہ انعام کا مطالبہ کریں اور ہمارے لئے صرف یہی انعام کافی ہوگا کہ معترض اس گستاخی گفتگو کو تسلیم کرتے ہوئے گستاخ رسولؐ سے اپنی عقیدت کا رشتہ توڑ کر متمسک بالثقلین ہونے کا اعلان کردے۔"

سوال:۔ اہل سنت کی معتبر کتاب سیرۃ النبویہ ابن ہشام جلد نمبر ۳ ص ۳۳۱ مطبوعہ مصر میں متفقہ طور پر واقعہ نقل کیا گیا ہے مگر اس بناوٹی جسارت کا کہیں بھی ذکر نہیں وہاں تو صاف لفظ موجود ہیں۔

انا اشهد انه رسول الله ثم اتی رسول الله فقال یارسول الله الست رسول الله قال بلیٰ قال اولسنا بالمسلمین قال بلکی قال اویسوا بالشر کین قال بلیٰ قال فعلی مانعطی الدنیة فی اذیننا (بحوالہ تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۱۹۶، ص ۹۹)

میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ واقعی حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں پس عرض کیا کیا آپ خدا کے رسول نہیں فرمایا ہاں رسول ہوں عرض کیا گیا ہم مسلمان نہیں ہیں فرمایا بلاشبہ تم مسلمان ہو عرض کیا کیا وہ مشرک نہیں ہیں فرمایا ہاں وہ مشرک ہیں بس عرض کیا کہ کس لئے ہم دین میں نقصان برداشت کریں۔

کیا اس اظہار تاسف اور فرط احساس کا جذبہ معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ سوال و جواب سے واضح ہے۔

جواب:۔ جواب اعتراض سے قبل ہم حضرت عمر کے وکیل خاص شمس العلماء شبلی نعمانی کی رائے سپرد قلم کرنا مناسب سمجھتے ہیں شبلی لکھتے ہیں۔ "حضرت عمر کی یہ گفتگو اور خصوصاً انداز گفتگو اگرچہ خلاف ادب تھا چنانچہ بعد میں ان کو سخت ندامت ہوئی اور اس کے کفارہ کے لئے روزے رکھے۔ نفلیں پڑھیں خیرات دی غلام آزاد کئے تاہم سوال و جواب کی اصل بنیاد اس نکتہ پر تھی کہ رسول اللہ کے کون سے افعال انسانی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کون سے رسالت کے منصب سے" (**الفاروق حصہ اول ص ۹۴**)

اب سوال یہ ہے کہ اگر حضرت عمر کا یہ کلام گستاخانہ نہ تھا تو پھر کفارے ادا کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ اور شبلی نے اعتراف خط کرتے ہوئے رسولؐ کی حیثیت کا بٹوارا کرنا کیوں ضروری سمجھا۔ یقیناً یہ گفتگو پر بنائے تشکیک نبوت تھی جسکا اعتراف خود حضرت عمر نے بایں الفاظ کیا، **قال عمر ابن الخطاب واللہ ماشککت منذ اسلمت الا یومئذ** "حضرت عمر ابن الخطاب نے کہا کہ قسم ہے خدا کی ایسا شک (نبوت محمدیہ پر) مجھے کبھی نہ ہوا جب سے میں مسلمان ہوا ہوں مگر آج کیدن زیادہ شک ہوا۔

(تفسیر ابن جریر جز وسادس والعشرون ص ۵۸ زادالمعاد ابن قیم جلد ا ص ۳۷۶ تاریخ خمیس جلد ۲۰ ص ۲۲ وغیرہ) ابن ہشام کی سیرت میں پورے واقعات کا اندراج نہ ہونا ہرگز دلیل نہیں ہوسکتا ہے کہ واقعہ رونما ہی نہ ہوا جبکہ کردار کی اپنی شہادتیں یا یہ ثبوت تک پہنچی ہوئی۔ میں پس ایسے احساسات اظہار بے ثباتی کم ایمانی اور عدم یقین کی علامات ہیں اگر یہ گفتگو نا قابل اعتراض ہوتی تو نہ ہی حضرت عمر اس کی تلافی میں کفارے ادا کرتے اور نہ ہی شبلی رسولؐ کی زندگی کے دو حصے بنانے پر مجبور ہوتے۔

سوال:۔ کیا آپ کو اس علم نہیں کہ جب دستخط نہیں لگے تھے تو حضور علیہ السلام نے بطور شہادت حضرت عمر کا نام بھی لکھوا دیا تھا۔ کیا منکر کو بھی کبھی اپنی تائید میں گواہ کے طور پر لیا جاتا ہے۔

جواب:۔ جب معاہدہ صلح لکھا گیا تو اس پر بہت سے بڑے بڑے صحابہ جن میں حضرت عمر بھی داخل تھے کے دستخط ثبت ہوئے جیسا کہ شبلی نے لکھا ہے۔ لیکن یہ ثبتی کسی فضیلت کا باعث نہیں ہوسکتی ہے۔ اور نہ ہی ثبوت ایمان بن سکتی ہے۔ کیونکہ فریق مخالف کے افراد نے بھی دستخط کئے تھے اور

معاہدہ دونوں کے مابین اور مساوی حیثیت رکھتا ہے جس طرح دشمنی کے دستخط ثبوت ایمان نہیں ہو سکتے ہیں اُسی طرح مسلمانوں کے دستخط دلیل ایمان قرار نہیں دیئے جا سکتے ہیں۔

سوال:۔ احتجاج طبرسی ص ۲۵۰ میں ان السکینته تنطق علی لسان کم (یعنی اللہ کی رحمت فاروق اعظم کی زبان پر بولتی ہے) فرمایئے اگر یہ قول مبنی برصدق ہے تو تمہارے نزدیک وہ روایت کیوں قابل اعتبار ہے اگر وہ روایت قابل اعتبار ہے تو اس روایت کا کیا جواب ہے۔

جواب:۔ جس طرح روایت سنی کتب میں موجود ہے اسی طرح یہ روایت بھی سینوں کی ہے اور علامہ طبرسیؒ نے اس روایت کو بطور احتجاج لکھ کر جرح کی ہے طبرسی نے اس روایت کو صحیح تسلیم نہیں کیا ہے اور اہل سنت میں بھی یہ روایت موضوع سمجھی گئی ہے اور کتب شیعہ سے یہ روایت ثابت نہیں ہے۔ پہلی روایت کے بارے میں خود حضرت عمر کی شہادت اور دونوں مذاہب کی کُتب میں موجودگی اس کو قبول کرنے پر مجبور کرتی ہے جبکہ دوسری روایت کا ذکر شیعہ کتب میں موجود نہیں اور سنی کتب میں یہ روایت قابل اعتبار قرار نہیں دی گئی ہے پس نا قابل قبول ہے۔ کسی روایت کے ناقل کے لئے یہ ضروری نہیں ہوتا ہے کہ وہ اس روایت کو صحیح بھی مانتا ہے طبرسیؒ نے اسے محض نقل کیا ہے اور اس پر احتجاج کیا ہے۔

سوال:۔ کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فاروق اعظم کے اس قول کے بعد مبغوضانہ نگاہوں سے دیکھا ہو تصریحی عبارت درکار ہے۔

جواب:۔ اگر رسولؐ اکرم حضرت عمر کی اس گفتگو سے ناراض نہ تھے۔ بلکہ راضی تھے تو پھر

حضرت عمر نے بقول شبلی کفارے کے روزے کیوں رکھے؟ نفلیں کیوں پڑھیں خیرات کیوں دی، غلام کیوں آزاد کیے؟ کیا یہ سب کچھ راضی ہونے کا شکرانہ تھا یا ناراض کرنے کا کفارہ؟ اگر رسولؐ ناراض نہ ہوتے اور عمر کے دل میں شک نبوت پیدا نہ ہوا تو پھر حضرت ابوبکر نے جناب عمر سے یہ کیوں کہا کہ

یا عمر الزم عرزہ فانی اشھدانہ رسول اللہ (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۸۰)

اے عمر تم ان کی رکاب تھامے رہو میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ یقیناً رسولؐ ہیں

نیز حضرت عمر خود فرماتے ہیں کہ ایک مدت گذر چکی ہے کہ میں اس وسوسہ شیطانی اور نفس کے فریب سے جو اس روز میں نے کھایا تھا توبہ استغفار کر رہا ہوں اور اپنے اعمال صالحہ وصدقہ خیرات کو میں نے وسیلہ بنایا ہے تا کہ اس گناہ سے مجھے برات حاصل ہو سکے۔ (**ترجمہ مدارج ج ۲ ص ۳۰۴ مترجمہ شمس صاحب بریلوی**) جب عمل عمر بزبان عمر یہ گفتگو آداب ثابت ہے تو پھر حضورؐ کی گواہی کی کیا ضرورت رہ گئی۔ اس موقع پر تو ناراضگی صحابہ کی تھی اور طبری کے مطابق ان کا یہ عالم تھا کہ حضورؐ کے تین مرتبہ حکم دینے کے باوجود کوئی تعمیل کے لئے کھڑا نہ ہوا تھا (**طبری جلد ۲، ص ۲۸۳**) حضورؐ تو اس صورت حال سے بارخاطر ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے خیمہ میں خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئے۔ بی بی ام سلمہؓ نے پیغمبرؐ کے چہرے پر آثار ملال دیکھے تو وجہ پوچھا آپؐ نے صحابہ کی نافرمانی اور بے اعتنائی کا شکوہ کیا۔ یہ تمام تفصیلات تاریخ طبری کی دوسری جلد میں معاہدہ حدیبیہ کے واقعات کے بیان میں محفوظ ہیں مطالعہ کی جاسکتی ہیں۔

سوال:۔ لقد رضی اللہ عن المومنین۔ میں فاروق اعظم بھی شامل تھے یا نہ؟ اگر شامل تھے تو یہ روایت قرآن مجید کی نص کے خلاف ہے جواب درکار ہے۔

جواب: لقد رضی اللہ عن المومنین میں حضرت عمر کا شمولیت ہمارے نزدیک مسلمہ نہیں ہے۔ پس روایت و آیت کا تناقض جاتا رہا۔

سوال:۔ جب اہل سنت کے تمام تفسیروں میں یہ بات موجود ہے کہ فاروق اعظم نے یہ ساری کلام تحقیق کے طور پر کی تھی معاذ اللہ آپ کو نہ ہی نبوت پر شک تھا اور نہ اخبار غیب پر ورنہ آپ **اشھد اللہ رسول اللہ** منہ فرماتے تو خوامخواہ آپ لوگ ان کی کلام کو انکار پر کیو محمول کرتے ہیں؟

جواب:۔ اہل سنت کی تمام تفسیروں میں یہ بات ہرگز مرقوم نہیں کہ حضرت عمر نے یہ ساری گفتگو تحقیق کے طور پر کی تھی۔ بلکہ تفاسیر کی کثیر تعداد اس موقف کے برخلاف ہے۔ یہ ظنی توضیح آج وضع کی جاری ہے لیکن جب خود حضرت عمر کا اقرار دربارہ شک موجود ہے۔ اور حضرت ابوبکر کا مشورہ محفوظ ہے کہ رکاب رسولؐ تھامے رکھو اور سب سے بڑھ کر کفارات کی ادائیگی کا عمل شاہد ہے کہ یہ کلام تحقیق کے طور پر نہ تھا بلکہ اشھد انہ رسول اللہ کا فرمان ہرگز دلیل ایمان نہیں ہوسکتا ہے کیوں کہ قرآن مجید میں ہے کہ۔ "اے رسولؐ جب تمہارے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپؐ یقینا خدا کے رسولؐ ہیں۔ مگر اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ یہ منافقین ضرور جھوٹے ہیں۔ ان لوگوں نے اپنے (غلط) ایمان کو سپر بنا رکھا ہے۔" (المنافقون ا) پس از روئے قرآن زبان شہادت رسالت بھی کذب و انکار کی گنجائش رد کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔

سوال:۔ شیعی دارالاستفتاء سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کیو فتوی عائد

ہوتا ہے جبکہ انہوں نے بھی اس قسم کے سوالات بارگاہ ربوبیت میں کئے تھے خدا تعالٰی کی طرف سے حکم ہوا تھا (یعنی اے ابراہیم علیک السلام کیا آپ ایمان نہیں لائے؟) تو آپ نے جواب دیا بلاشبہ ایمان لایا ہوں لیکن یہ ساری تحقیق اطمینان قلب کے لئے کر رہا ہوں۔

جواب:۔ حضرت ابراہیمؑ کے کلام کا انداز ہی طالبانہ ہے اور طرز گفتگو محققانہ ہے جبکہ حضرت عمر کے کلام میں گستاخی و بے ادبی نمایاں ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خود کہا ہے کہ میں اطمینان قلب کی خاطر علم حاصل کرنا چاہتا ہوں جبکہ حضرت عمر نے اقرار کیا ہے کہ اتنا شک مجھے پہلے کبھی نہیں ہوا ہے چلئے اس بات کو ہم مان لیں گے اگر زبان عمر سے اپنی کسی حدیث کی کتاب (صحاح وستہ مشکوٰۃ موطاء) سے کوئی ایک صحیح الاسناد روایت ثابت کر دیں کہ انہوں نے خود کہا ہو کہ میں نے یہ سوال جواب تحقیق کے لئے کئے تھے میرے بھائی حضرت ابراہیمؑ نے حصول علم کی خاطر پوچھا اللہ نے جواب دیا مشاہدہ کروادیا اور حضرت ابراہیمؑ نے اظہار تشکر کیا نہ کہ کفارے ادا کئے جبکہ جناب عمر کو کئی کفارے بڑے بڑے ادا کرنے پڑے اگر یہ طلب علم کی خاطر تھا تو پھر جرمانے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو عمر کے وکلاء کی بھاگ دوڑ ہے کسی نے رسولؐ کی حیات کو دو حصوں میں کو تقسیم کرنے میں دفاع امر سمجھا ہے۔ اور کسی نے محض خیال وظن کے تحت تحقیق کا پہلو وضع کر لیا مگر بندوبست خدا ایسا ہے کہ ہر ارہ بند ہے سوائے تسلیم تشکیک کے اب کوئی اور حیلہ ڈھونڈے۔

سوال:۔ فرمایئے ابراہیم علیہ السلام خدا تعالٰی کے سامنے برائے تحقیق سوال کریں تو جائز اور فاروق اعظم نبوی دربار میں سوال کریں تو قابل گرفت۔

جواب:۔ ابراہیمؑ اللہ کے معصوم اولی نبی ہیں اور حضرت عمر تو مسلم غیر معصوم اُمتی دونوں میں کیا مقابلہ خلیل اللہ نے برائے تحقیق سوال کیا اور حضرت عمر نے بر بنائے تشکیک سوال کیا جتنا فرق

ابراہیمؑ اور عمر کی ذاتوں میں ہے اتنا ہی فرق دونوں سوالات ہے اولذکر سوال جواب پاکر شکرانہ ادا کرنا پڑا موخرالذکر کو کفارات کی سزا بھگتنا پڑی حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ ایزدی میں مودبانہ سوال کیا اور حضرت عمر نے بارگاہ رسالتؐ میں گستاخانہ استفارات کیئے۔

کیا عمر فاروق نے وفات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا

سوال:۔ سنا ہے کہ فاروق اعظم کے اس قول پر بھی آپ لوگ اعتراض کرتے ہیں جبکہ فاروق اعظم نے (کہا) حضورؐ نے وفات نہیں پائی گویا کہ حضرت عمر نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کا انکار کیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا کوئی شخص دیدہ دانستہ بھی وفات کا انکار کرسکتا ہے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ فاروق اعظم نے یہ کلمات فرط محبت اور صدمہ جدائی اور انقلاب طبیعت کی وجہ سے کہے تھے۔

جواب:۔ سیاسی اغراض کو پانے کی خاطر لوگ ایسا بھی کرنا نا گوارہ کر لیتے ہیں۔ حضرت عمر کے انکار کو اہم واقعات کے پس منظر اور آئندہ ردعمل کی روشنی میں جب دیکھتے ہیں تو ہمیں افسوس ہے نہ ہی فرط محبت کے جذبات نظر آتے ہیں اور نہ ہ صدمہ وجدائی کے اثرات البتہ انقلابی طبیعت کسی حد تک درست ہے مگر یہ انقلاب سیاسی تھا نہ کی جذباتی۔

سوال:۔ بزعم شما شہادت حسینؑ پر اگر سیدہ زینب نوحہ ماتم واویلا اور گریبان چاک کرسکتی ہیں جن کے متعلق صراحتاً حضور علیہ صلوۃ والسلام سے منع ثابت ہے تو اس واقعہ

جانکاہ کی وجہ سے فاروق اعظم سے اس قسم کے الفاظ سرزد کیوں نہیں ہوسکتے۔

جواب:۔ بی بی زینب صلوۃ اللہ علیہا عرصہ دراز تک سوگوار رہیں اور وہ تمام رسومات ادا کرتی رہیں جو کوئی عزادار کیا کرتا ہے۔ لیکن حضرت عمر کا یہ نام نہاد صدمہ ایک گھنٹہ بھی جاری نہ رہا۔ نہ ہی ان کی آنکھوں سے آنسو بہے اور نہ ہی انہوں نے ماتم کیا نہ ہی حضور کی تدفین میں شرکت کی بلکہ سقیفہ جا کر ایک پہلے سے مرتب کردہ تقریر کرنا چاہی حضرت عمر کی مبینہ صدماتی کیفیت اس قدر عجیب و مختلف ہے کہ اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

سوال:۔ فرمایئے حضرت عمر پر یہ کیفیت ہمیشہ تک کے لئے رہی یا وقتی طور پر اگر وقتی طور پر یہ کیفیت رہی تو کیوں قابل اعتراض ہے کیا وقتی طور پر کیفیات کا ظہور فطرت انسانی میں داخل نہیں؟

جواب:۔ حضرت عمر کی یہ کیفیت صرف اتنی دیر رہی جب تک ان کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی اور حضرت ابوبکر کے آتے ہی۔ ان کا صدمہ جاتا رہا۔ اور دفن و کفن کا انتظار کئے بغیر اپنے حصول اقتدار کی کوشش میں مصروف ہو گئے اور سقیفہ کے اکھاڑا میں دنگل کرنے چلے گئے فطری کیفیات کا ظہور عین ممکن ہے مگر جو کیفیت حضرت عمر پر طاری تھی اُسے فطری کہنا خلاف فطرت ہوگا۔ کیونکہ اس کیفیت کے اثرات اور بعد کے واقعات ثابت کرتے ہیں۔ کہ یہ ڈھونگ بھی ان سیاسی تدبیر میں سے ایک تھی جو حصول اقتدار کے لئے اختیار کی گئی تھیں ورنہ صدمے اس قدر عارضی نہیں ہوتے ہیں اور نہ ہی عزاداروں کے تیور ایسے ہوتے ہیں۔

سوال:۔ اور اگر ہمیشہ تک فاروق اعظم پر یہ اثر رہا اور وہ اس کے قائل رہے تو کیا یہ قول روایات صحیحہ کے خلاف نہیں۔ جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔ **وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل** تو فاروق اعظم نے فرمایا؛ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت آج نازل ہو رہی ہے۔ فاروق اعظم کے اس قول سے کیا آپ کے شبہات کی تردید نہیں ہوئی۔

جواب:۔ اس اثر کی ضرورت صرف آمد ابوبکر تک ہی تھی۔ لہذا اب ہم حضرت ابوبکر کے خطبے پر غور کرتے ہیں اس سے بھی ہماری دعویٰ کی تائید ہوتی ہے اور آپ کے شبہات کی تردید ہوتی ہے۔ کارکنان سقیفہ کا مقصد اول حصول اقتدار تھا۔ لہذا انہوں نے تدبیر تفرقہ اختیار کی تاکہ اُمت میں پھوٹ پڑے اور اس میں ایک جماعت ان کی حامی کار بن جائے چنانچہ جونہی حضرت ابوبکر آئے تو حضرت عمر کو اشارہ کیا وہ خاموش ہوئے اور ابوبکر نے خطبہ دیا۔ علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ۔ حضرت ابوبکر خطبے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو تم میں سے جو محمد کی عبادت کرتا تھا اسے جاننا چاہئے کہ محمدؐ مر گئے اور جو خدا کی عبادت کرتا ہے وہ معلوم کرے کہ خدا زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اس امر کے لئے ضروری ہے کہ کوئی حاکم مقرر کیا جائے پس آؤ اور اپنی رائیں دو لوگوں نے کہا تم نے یہ درست کہا۔ ہم اس میں مشورہ کرتے ہیں۔ **(صواعق محرقہ المقدمۃ الثانیہ ص ۵)**

اب یہ تدبیر بھی بغور دیکھئے کہ حضرت ابوبکر نے اُمت کی تقسیم کر دی ایک طبقہ وہ قرار دیا جو سوگوار تھا اور موت رسولؐ پر رنجیدہ تھا۔ دوسرا وہ جوان حضرات کے ہمراہ تکمیل مقصد میں شریک کار تھا۔ ماتم داروں سے علیحدہ تھا۔ ان کا انہماک ہی دوسری طرف تھا اور جو طبقہ تخت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے

حضرت ابوبکر نے ان کو خدا کا عبادت گذار کہا ہے کیونکہ خود سے متعلقہ تھا دوسرا عزادار گروہ کو محمدؐ کا پرستار قرار دیا تا کہ لوگوں کو ادھر شامل ہونے میں تامل ہو جائے اس میں ایک راز مضمر تھا فطرت انسانی ہے کہ مرنے والے کیساتھ ہمدردی ہو جاتی ہے اور وہ ہمدردی و محبت اس کی اولاد و اقرباء کی طرف عود کر جاتی ہے۔ اُمت میں رحلت رسولؐ نے کہرام پیدا کر دیا لوگ محبوب رسولؐ کے احسانات یاد کر کے رو پیٹ رہے تھے بڑا نازک وقت تھا کھٹکا لگا کر کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ متوفی کے اہل بیت کی طرف جذبات محبت و ہمدردی انتقال کر جائیں حضرت ابوبکر نے فوراً محبت رسولؐ کو عبادت سے تعبیر کر کے اسے مکروہ بنانے کی کوشش کی اور اس کی کراہیت میں اضافہ یوں کیا۔ کہ اسے عبادت الٰہی کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا جس سے اتحاد مجروح ہوا۔ اختلاف نے جنم لیا اور اس طرح سوچا سمجھا منصوبہ کامیاب ہو گیا پس یہی اس آیت کی تلاوت کا راز تھا ورنہ آیت عمر کو بھی یاد تھی۔

فضائل سیدنا عثمان کے متعلق بحث!

سوال:۔ فرمایئے سیدنا عثمان کے متعلق آپ حضرات کا کیا عقیدہ ہے کیا آپ کے نزدیک وہ صاحب ایمان تھے یا نہ اور وہ دنیا کے اندر صادقین کے گروہ سے تھے یا نہ اگر جواب اثبات میں ہے تو فہوالمقصود۔

جواب:۔ ہر وہ شخص جس نے ثقلین سے تخلف کیا ہمارے نزدیک کامل الایمان ہرگز نہیں ہے حضرت عثمان بن عفان کے متعلق ام المومنین بی بی عائشہ کا فتویٰ اب تک مسند احمد حنبل میں موجود ہے کہ وہ کیا کرتی تھیں کہ "اس نعثل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا" بہر حال ہمارا جواب اثبات میں نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر جواب نفی میں ہے تو فرمایئے فروع کافی کتاب الروضہ ج ۳

ص۹۹ کی ذیل کی عبارت کا کیا جواب ہے؟

دنیاوی منادفی اخرالنہار الاان عثمان و شعیتہ ہم الفائزون

اور ندا دینے والا دن کے آخر حصے میں ندا دیتا ہے خبردار حضرت عثمان اور اسکے تابعدار وہی کامیاب ہیں

جواب:۔اس عبارت کا جواب ہم نے ذکاء الافہام میں پہلے ہی دیدیا ہے کہ یہاں عثمان بن عفان مراد نہیں ہیں۔

سوال:۔ جب امام معصوم نے سیدنا عثمان اوران کی جماعت کے فائز المرام ہونے کے متعلق فرمادیا اور قرآن مجید میں اصحاب الجنۃ کو فائزین قرار دیا گیا ہے کو(تو) نص قرآن یہ ثابت نہ ہوا کہ سیدنا عثمان اوران کا گروہ خالص جنتی ہیں

جواب:۔امام معصوم نے ہرگز حضرت عثمان اوران کی جماعت کے فائز المرام ہونے کے متعلق نہیں فرمایا ہے جب قول بمطابق واقعہ ہی نہیں تو کیسے ثابت ہوگیا کہ عثمان اوران کا گروہ خالص جنتی ہے ہم آئندہ اعتراض کے جواب میں پوری روایت نقل کررہے ہیں تاکہ ناظرین پر حقیقت آشکار ہوسکے۔

سوال:۔ فروع کافی کی مذکورہ عبارت میں جہاں سیدنا علی اوران کی جماعت کو کامیاب کہا گیا ہے وہاں حضرت عثمان اوران کی جماعت کو بھی کامیاب کہا گیا ہے فرق

صرف اتنا ہے کہ سیدنا علیؓ اور ان کی پارٹی کی کامیابی کا اعلان ہر صبح کو ہوتا ہے اور سیدنا عثمان اور ان کی پارٹی کی کامیابی کا اعلان دن کے آخری حصے میں تو فرمائیے ایک پارٹی کے ایمان کا اقرار کیوں اور دوسری پارٹی کے ایمان کا اقرار (انکار) کیوں؟

جواب:۔ پہلے گزارش یہ ہے کہ یہ روایت فروع کافی میں موجود نہیں ہے بلکہ کتاب الروضہ میں ہے جو الگ کتاب ہے۔ اور روایت میں یہ الفاظ علامات قیامت کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں کہ قریب ظہور امام مہدی علیہ السلام آسمان میں منادی یہ ندا کریگا دن کے پہلے حصہ میں کہ بے شک علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ کامران ہیں لیکن دن کے آخری حصہ میں ایک ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا عثمان اور اس کے شیعہ کامیاب ہیں۔ اگر اس روایت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی کامیابی کا اعلان آسمان میں دن کے ابتدائی وقت میں منجانب خدا ہوگا۔ لیکن حضرت عثمان کی پارٹی (بزعم شما) کی کامیابی کا اعلان شام کو ہوگا اور یہ ندا آسمان سے نہ آئے گی روایت کے الفاظ یوں ہیں۔

"محمد بن یحییٰ عن احمد بن محمدؒ عن ابن فضال عن ابی جمیلہ عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت ابا عبداللہ علیہ السلام یقول اختلاف نبی العباس من المحتوم وخروج القائم من المحتوم قلت وکیف الندا قال ینادی منادمن السماء اول النہار الا ان علیا علیہ السلام و شعیتہ ہم الفائزون قال وینادی مناد اخرا لنہار الا ان عثمان و شیعتہ ہم الفائزون عدہ من اصحابنا"

پس معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی کامیابی کا اعلان آسمان میں خدا کی طرف

ہوگا۔ جبکہ حضرت عثمان کا اعلان منجانب خدا نہ ہوگا لہٰذا کامیاب پارٹی شیعان علی قرار پائے۔

سوال:۔ شیعہ جماعت متبعین اور مطیعین کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ متبعین کی تصریح سے متبوع کی امامت اور ان کے مقتدا ہونیکا اعلان ہوتا ہے پس اس روایت سے آپ کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ جس طرح سیدنا علی امام مقتدا رہبر اور پیشوا تھے اسی طرح سیدنا عثمان بھی ہادی مُرشد اور رہنما تھے۔

جواب:۔ اس بات کا جواب یہ ہے کہ احادیث رسولؐ سے ثابت ہے کہ علی علیہ السلام متقیوں کے امام مومنوں کے امیر اور مسلمانوں کے سردار ہوں گے جبکہ دوسری طرف حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان کے مطیعین وہ لوگ ہوں گے جو دجال کے گروہ سے وابستہ ہوں گے۔ جیسا کہ امام اہلسنت علامہ ذہبی نے اپنی کتاب "میزان الاعتدال" میں حضرت حذیفہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جبکہ دجال خروج کریگا تو اس کے ساتھی حضرت عثمان کے متبعین و مطیعین یعنی شیعان عثمان ہوں گے۔ **"عن حذیفه قال رسول الله صلعم اذاخرج الدجال تبعه من کان یحب عثمان "**(الا آیا ص ۱۲۹) پس شیعہ علی اور شیعہ عثمان کا فرق بقول رسولؐ بشہادت رازدار رسولؐ حضرت حذیفہؓ بذریعہ امام ذہبی واضح ہوگیا کہ علی کا گروہ فائزون کا ہوگا اور عثمان کا گروہ دجال کا ہوگا۔ فافہم۔

سوال:۔ بعض عالم نما جاہل یہ تاویل کرتے ہیں کہ سیدنا علی اور ان کی جماعت کی کامیابی کا اعلان فرشتہ کرتا ہے اور سیدنا عثمان اور ان کی جماعت کے فائز المرام ہونیکا اعلان شیطان کرتا ہے پس اگر یہ تاویل مبنی برصدق ہے تو میرا چیلنج ہے کہ فروع کافی کی

اسی روایت میں بقول امام معصوم ثابت کیا جائے اور منہ مانگا انعام لیا جائے۔

جواب:۔ روایت میں مرقوم الفاظ "من السماء" حضرت علیؑ کی پارٹی کے لئے ہیں اور حضرت عثمان کے متعلق ایسی آواز کا آسمان سے آنا ثابت نہیں ہے لہذا صاف معلوم ہوا کہ یہ آواز شیطانی ہی ہوگی خواہ وہ شیطان بنی آدمؑ سے ہوا یا غیر بنی آدمؑ سے پھر "**عدة من اصحابنا**" کے الفاظ سے فیصلہ ہو جاتا ہے کہ وعدہ (کامرانی) ہمارے اصحاب کے لئے ہے۔ پس جب وعدہ فائز المرا اصحاب آل محمد علیہم السلام سے مخصوص ہے تو ان کے غیر کا اخراج خود بخود ثابت ہو گیا۔ لہذا اسی روایت ہی سے ثابت ہو گیا کہ عثمان کے بارے میں آنے والی ندا صدائے شیطانی ہوگی۔ جبکہ بر ادیت اہل سنتہ بھی یہ ثابت ہے کہ جماعت عثمان کو گروہ دجال کی حمایت و تائید حاصل ہوگی۔ پس آپکا چیلنج ٹوٹ گیا اور مدعا ثابت ہو گیا اس لئے ہم اپنا انعام آپ سے یہی طلب کرتے ہیں کہ خدارا اس گروہ میں شامل نہ رہیئے جو دجال کا گروہ ہے اور اپنی عاقبت اندیشی کا خیال کرتے ہوئے شیعان علیؑ میں آ کر ٹکٹ حاصل کر لیجئے جو بقول حضرت ابوبکر پروانہ راہداری پل صراط ہے اللہ آپ کو ہدایت بخشے (آمین)

سوال:۔ بر تقدیر کیا اس سے یہ ثابت نہ ہوا کہ شیطان بھی سیدنا عثمانؓ اور ان کی پارٹی کی کامیابی کے اعلان پر مجبور ہو گیا اور اسکا ان کے ورغلانے کے متعلق کوئی داؤ نہ چل سکا جیسا کہ جنگ کے موقعہ پر جب شیطان نے ملائکہ کی فوجوں کو آسمان سے اترتا ہوا دیکھا تھا تو فوراً اس امر کا اعلان کر دیا کہ اے میرے متبعین۔

انی اری مالا ترون انی اخاف اللہ و اللہ شدید العقاب

بلاشبہ میں وہ چیز دیکھ رہا ہوں جسے تم نہیں دیکھ رہے میں خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سخت گیر ہے۔

جواب:۔ جب شیطان کے حسب خواہ اس کے چیلے یہ کام بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں تو پھر اس کو کیا ضرورت کو ورغلائے بلکہ وہ تو خوش ہے اور کامیابی کے نعرے اپنے گروہ کے متعلق لگا رہا ہے ورغلانے کی ضرورت تب ہوتی جب شیطان کی اپنی جماعت نہ ہوتی۔ البتہ ان نعروں سے دیگر لوگ ورغلائے جائیں گے جو ابھی تک اس جماعت سے لاتعلق ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ شیطان کے اس اعلان کو مبنی بر صدق سمجھتے ہیں یا مبنی بر کذب اگر یہ اعلان مبنی بر صدق ہے تو وہ اعلان مبنی بر صدق کیوں نہیں جب کہ حدیث شریف میں سیدنا عثمان کے فائز ہونے پر پورے قرائن موجود ہیں۔

جواب:۔ جس طرح منافق کی شہادت رسالت محمدؐ یہ مبنی بر صدق ہونے کے باوجود خدا کے نزدیک کذب ہے اسی طرح ہم شیطان کی سچی بات کو بھی مبنی بر صدق نہیں سمجھتے بلکہ یوں جانتے کہ "بغل میں چھری اور منہ میں رام رام" جب نیت میں فتور ہے تو سچ بھی جھوٹ ہی ہوتا ہے اور سچ کا تعلق سچے دل سے ہے حدیث میں حضرت عثمان کے فائز ہونے پر سوائے نام "عثمان" کے اور کوئی بھی قرینہ نہیں پایا جاتا ہے جبکہ علامات قیامت ہی میں ہے کہ ایک شخص منحوس از اولاد ابوسفیان بن حرب جسکا نام عثمان ہوگا۔ ظہور امام مہدیؑ کے وقت خروج کریگا اور وہ آٹھ ماہ تک برسر اقتدار بھی رہیگا ہوسکتا ہے کہ یہ منادی اسی ملعون کے بارے میں ہو۔ واللہ اعلم۔

سوال:۔ کیا یہ ٹھیک ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوۃ

والسلام نے اپنی طرف سے وکیل اور ترجمان بنا کر بھیجا تھا یا نہ؟

جواب:۔ جی ہاں یہ ٹھیک ہے کہ حضورؐ نے حضرت عثمان کو اس کام پر مامور فرمایا مگر یہ حکم اولاً حضرت عمر کے لئے تھا مگر انہوں نے معذوری کا اظہار کر دیا اور سفارش کی کہ حضرت عثمان کو بھیجا جائے کیونکہ حضرت عثمان ان سے زیادہ بااثر تھے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت عمر نے بارگاہ رسالتؐ میں یوں عرض کیا۔ " مکہ میں میرے قبیلہ بنی عدی کی کوئی ایسی فرد نہیں ہے جو میری حفاظت کا ذمہ لے اور قریش سے میری عداوت اور ان کے خلاف میری سختی و تشدد پسندی ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہے مجھے تو ان سے اپنی جانی کا خطرہ ہے آپ عثمان کو بھیج دیجئے وہ مجھ سے زیادہ بااثر ہیں " تاریخ کامل جلد ۱۳۸ پس عثمان کے تعلقات کی وجہ سے ان کو بھیجا گیا۔

سوال:۔ اگر جواب نفی میں ہے تو اعلام الوری غزوات حیدری، تفسیر کبیر کی روایات کا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ جواب اثبات میں ہے۔

سوال:۔ اور اگر جواب اثبات میں ہے تو فرمایئے حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان کو منتخب کس مصلحت کے پیش نظر فرمایا۔

جواب:۔ انتخاب نہیں فرمایا عمر کے بدلے قبول فرمایا چونکہ حضرت عثمان اور قریش کے باہمی تعلقات کشیدہ نہ تھے دونوں باہم شیر و شکر تھے۔ اور عثمان کو خطرہ جان نہ تھا لہذا حضورؐ نے ان کو بھیجا۔

سوال:۔ فرمایئے کہ سیدنا عثمان نے حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام کو پوری دیانت داری سے پہنچایا مداہنت سے کام لیا؟

جواب:۔ حضرت عثمان کے عقب میں آنحضرتؐ نے دس مہاجرین کا ایک اور وفد ارسال فرمایا۔ جب یہ لوگ مکہ میں پہنچے تو حضرت عثمان نے ابوسفیان اور دیگر قریش سرداروں کو آنحضرتؐ کا پیغام دیا مگر قریش نے ایک نہ سُنی اُن سب کو روک لیا۔ حضرت عثمان نے اپنے ایک عزیز ابان ابن سعید کے ہاں پناہ پائی باقی ماندہ اصحاب قریش کے رحم وکرم پر رہ گئے۔

سوال:۔ برسبیل شق ثانی ثبوت درکار ہے برسبیل شق اول آپ کے نزدیک غیر معتمد علیہ کیوں ہیں؟

جواب:۔ شق ثانی کو چھوڑیئے شق اول کے تحت غور کیجیے دس مہاجرین کا حضرت عثمان کے پیچھے روانہ کرنا کس مصلحت کے تحت تھا جبکہ ان افراد کو دراصل موت کے کنویں میں دھکیلنے کے مترادف تھا۔ ہم اس سے زیادہ کچھ کہنا پسند نہیں کرتے ہیں عمل رسولؐ اور دس آدمیوں کی یہ خطرناک مہم اعتراض کے لئے جواب مہیا کرتے ہیں۔ بس ذرا عقیدت کی پٹی اتار کر تحقیق فرمالیجیے۔

سوال:۔ بروئے کتب روافض مشرکین مکہ نے کیا جواب دیا اور حضرت عثمانؓ نے کیا کہا؟

جواب:۔ پیغام رسول مقبول سُنکر قریش نے حضرت عثمان کو کہا کہ اگر تم طواف کعبہ کرنا چاہو تو کرلو لیکن حضرت عثمان نے کہا کہ میں رسول اللہ کے بغیر ایسا نہیں کرسکتا۔

سوال:۔ کیا یہ سچ ہے کہ حضرت عثمان نے حضورؑ علیہ السلام کی عدم موجودگی کے باعث طواف نہ کیا۔

جواب:۔ جی ہاں یہ بات صحیح مگر شاید دس مزید اصحاب کی موجودگی اس کا سبب نبی ورنہ لدھنیاوی عثمان کے دشمن نہ تھے۔

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ قتل عثمان کی خبر کی بنا پر حضور علیہ السلام نے چودہ سو صحابہ کو بیعت کے لئے جمع فرمایا تا کہ قصاص عثمان کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔

جواب:۔ جب حضرت عثمان اور دس دیگر اصحاب مکہ میں روک لئے گئے تو مسلمانوں میں یہ افواہ پھیل گئی حضرت عثمان اور دوسرے مہاجر قتل کر دیئے گئے ہیں چونکہ یہ لوگ نبی اکرمؐ کی طرف سے بسلسلہ سفارت بھیجے گئے تھے اور سفیروں کا قتل مسلمہ بین الاقوامی آئین کے خلاف تھا اس لئے اس غیر آئینی قتل پر مسلمانوں میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور کہنے لگے ہم اس قتل کا بدلہ لئے بغیر مدینہ واپس نہیں ہوں گے حضورؐ نے مسلمانوں کو جنگ پر مصر دیکھا تو اس خیال سے کہ کہیں یہ وقتی وہنگامی جوش اور ولولہ نہ ہو انہیں ایک ببول کے درخت کے نیچے جمع کیا اور ان سے اس امر پر بیعت لی کہ وہ جنگ چھڑ جانے کی صورت میں میدان سے منہ نہیں موڑیں گے اور پورے ثبات قدم کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں "ہم سے رسول خداؐ نے اس بات پر بیعت لی کہ ہم فرار اختیار نہیں کریں گے" (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۷۹) پس یہ بیعت ثابت قدمی اور استقامت جہاد کے لئے تھی نہ کہ قصاص عثمان کے لئے۔

سوال:۔ سیدنا علی مرتضےٰ نے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا ہے۔

واللہ ما اقول لک ما اعرف شیا تجھلہ

ولا اولک علی شی الا تعرفہ

خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میں اپ سے کیا کہوں میں نہیں جانتا

کوئی ایسی چیز جس کو آپ نہ جانتے ہوں اور نہ ایسی چیز کی

راہنمائی کرسکتا ہوں جسکا آپکو علم نہ ہو۔

(بحوالہ نہج البلاغۃ ج۲ ص ۸۴ مطبوعہ انتقامیہ مصریہ)

کیا اس سے مساوات فی العلم والمعرفت ثابت نہیں ہوتی اگر ہمارا یہ استدلال واقع کیمابق ہے تو سیدنا علی کے اس ارشاد کا جواب دیجئے یا تو ان کی تکذیب کیجئے عثمان کو تسلیم کیجئے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

جواب:۔ یہ عبارت ان کلمات میں سے ہے جو عہد فتن میں حضرت عثمان کی وفات سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے سفیر کی حیثیت سے حضرت عثمان سے ارشاد فرمائے۔ ان الفاظ میں جو خلوص جھلکتا ہے اور جو محبت نظر آتی ہے اس کا رنگ ہستیں وہی سمجھ سکتا ہے جو آداب سفارت سے آشنا ہو اس عبارت میں جناب امیر علیہ السلام نے انتہائی عمدہ طرز بیان میں تمام ہنگاموں اور شورشوں کی ذمہ داری حضرت عثمان کے سر مہذب الفاظ کے ساتھ رکھی ہے اور ان پر واضح کیا ہے کہ مجھے مکمل حالات سے بخوبی آشنائی ہے اور باجود یہ کہ آپ پوری واقفیت رکھتے ہیں پھر بھی ان کا تدارک کرنے میں غفلت سے کام لے رہے ہیں۔ لہذا قوم کو فتنوں سے نجات دینے کے لئے عملی اقدام کیجئے کیونکہ آپ یہ کہنے

کے مجاز نہیں ہیں کہ حالات آپ کی لاعلمی کی وجہ سے کشیدہ ہوئے ہیں۔ بلکہ جسطرح مجھے صورت حالات سے پوری آگاہی ہے اسی طرح آپ پر بھی ہر چیز عیاں ہے اور عدم واقفیت کا عذر آپ پیش نہیں کر سکتے۔ پس آپ اس کہنہ سالی اور سال خوردگی کے عالم میں مردان کے ہاتھ کٹھ پتلی نہ بن جایئے۔ بلکہ ملی حالات کو سدھارنے کی کوشش کیجئے اور عوام کا مطالبہ تسلیم کر لیجئے۔ اس عبارت سے نہ ہی حضرت عثمان کی سیادت عملی وعرفی ثابت ہوتی ہے اور نہ ہی حقیقت بلکہ تنقیص ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا صیاد نہیں شکار ہی دام میں آیا ہے۔

سوال:۔ اگر آپ اس کا یہ جواب دیں کہ سیدنا علی کو حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے الگ جا کر ایسے عوام (علوم) کی تعلیم دی تھی جس سے وہ سیدنا عثمان سے سبقت لے گئے تو سوال یہ ہے کہ سیدنا علی مرتضےٰ کے اس ارشاد کا کیا جواب؟

انک لتعلم مانعلم ما سبقناک الی شیء فنخبرک عنہ ولا خلونا لنبئی قبلغلہ

(نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۴)

بلا شبہ آپ وہی جانتے ہیں جو میں جانتا ہوں ہم نے آپ سے کسی چیز کی طرف سبقت نہیں لے گئے جس کی ہم آپکو خبر دیں اور نہ علیحدگی میں حضور علیہ السلام سے ہم نے کوئی ایسی چیز حاصل کی ہے کہ ہم آپ تک پہنچائیں۔

جواب:۔ اس عبارت کا ترجمہ معترض نے قطعاً غلط کیا ہے ہماری گذارش ہے ہمیں وہ عربی

عبارت نشان دہی کروائی جائے جس کا ترجمہ معترض نے یوں کیا ہے اور نہ علیحدگی میں حضور سے ہم نے کوئی ایسی چیز حاصل کی ہے کہ ہم آپ تک پہنچائیں "عبارت کا صحیح مطلب اس طرح ہے"۔ جو آپ جانتے ہیں بلاشبہ وہی ہم جانتے ہیں کوئی بات ایسی ہے جسے ہم پہلے سے جانتے ہوں کہ اس سے آپکو باخبر کریں (یعنی آپ صورت حالات سے پوری طرح واقف ہیں) کسی بات میں ہم آپ سے جُدا ہوئے کہ اب وہ آپ کو بتادیں (جس طرح ہم نے دیکھا) (وقد رایت کمارائنا کا جملہ معترض نے نہیں لکھا ہے)۔ پس اس عبارت سے بھی مطلب وہی ہے جو گذشتہ بیان میں عرض کیا مراد در پیش سیاسی صورت حال ہے نہ کہ علم ومعرفت۔

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ سیدنا علی کی نظر اور تھی اور حضرت عثمانؓ کی اور ان دونوں کے درمیان تو زمین وآسمان کا فرق ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ سیدنا علی کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے؟

وقد رائت کمارائنیا و سمعت کما سمعنا و صحبت رسول اللہ کما صحبنا۔ (نہج البلاغتہ ص ۸۴)

بے شک آپ نے ویسا دیکھا ہے جیسا کہ ہم نے دیکھا اور ویسا سنا ہے جیسا کہ ہم نے سنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ویسی صحبت حاصل کی ہے جیسی کہ ہم نے کی ہے۔

جواب:۔ ایک جماعت طلبہ کے تمام طالب علم ایک ہی اُستاد سے ویسا ہی سنتے ہیں جسطرح

سب، ویسا ہی دیکھتے ہیں جیسے تمام ان کی صحبت بھی ایک ہوتی ہے لیکن ہر طالب علم کا ظرف حسب استطاعت ہوتا ہے فراست، لیاقت، ذہانت اور قابلیت میں سب برابر نہیں ہوا کرتے ہیں۔

سوال:۔ کیا اس سے زیادہ فضیلت کی کوئی بات بھی ہو سکتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے سیدنا عثمان کے نکاح میں عنایت فرمائیں۔

جواب:۔ اسلام میں رشتہ داری معیار فضیلت نہیں ہو سکتی مگر تقویٰ ساتھ۔ جبکہ رشتہ داری فضیلت ہی نہیں تو عثمان افضل کیونکر ہوئے؟ دوم یہ کہ جب بیٹیوں کی فضیلت ثابت نہ ہو تو داماد کی فضیلت کس طرح قائم ہو گی۔

سوال:۔ اگر آپ اس کے منکر ہیں تو فرمایئے حضور علی اللہ علیہ وسلم کو ایک سے زیادہ صاحبزادیوں کے منکر ہیں، یا تزویج سیدنا عثمان کے۔

جواب:۔ ہم جناب سیدہ فاطمہ الزہراء اصلوٰۃ اللہ علیہا کو پیغمبر کی اکلوتی دختر مانتے ہیں۔

سوال:۔ اگر بنات اربعہ کا انکار ہے تو قرآن مجید کی اس آیت کا کیا جواب ہے جبکہ اس میں بنات بصیغہ جمع وارد ہے۔

قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین

یھدنین علیھن من جلابیبھن پ ۲۲ ص۔

اے محمد مصطفےٰ ﷺ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مومنین کی بیویوں سے فرمادیجئے کہ اپنے دوپٹے اوڑھ لیں۔

جواب:۔ قرآن مجید میں اکثر واحد کے لئے جمع کے صیغے اور جمع کے لیئے واحد کے صیغے استعمال ہوئے ہیں۔ عربی میں صیو جمع تین سے کم استعمال نہیں ہوتا ہے جبکہ حضرت لوط علیہ السلام کی دو بیٹیوں کے لیئے بھی اللہ نے صیغہ جمع مونث استعمال کیا ہے پھر یہ کہ ربیبہ بٹیاں بھی رواج عرب کے مطابق بنات ہی کہلواتی ہیں۔

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ یہاں تو ایمان داروں کی بیویوں پر بنات کا اطلاق کیا گیا ہے ورنہ بنات سے حضور علیہ السلام کی بنات نہیں تو یہ تفسیہ بالسان حبیب کبریا اہل سنت یا اہل تشیع کی کسی معتبر کتاب سے ثابت کیجئے اور منہ مانگا انعام حاصل کیجئے۔

جواب:۔ مکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے حضورؐ روحانی باپ ہیں لہذا ازواج محترمات کے علاوہ تمام عورتیں حضورؐ کی روحانی بیٹیاں ہیں۔ اور یہ وضاحت ہم ذکا الافہام اور چودہ مسئلے میں کر چکے ہیں۔ یہاں ایک اضافی بات یہ کرتے ہیں کہ متفقہ امر ہے کہ آیت سورہ احزاب کی ہے جو مدنی ہے اگر وقت نزول آپؐ کے زعم کے مطابق حضورؐ کی صاحبزادیاں اتنی تعداد میں تھیں کہ جن پر جمع کے صیغے کا اطلاق ہو جاتا ہے تو آپ تاریخ سے یہ ثابت کر دیجئے جبکہ رقیہ کا انتقال جنگ بدر کے روز ہوا اور جس وقت فتح بدر کی خوشخبری مدینہ پہنچی تو اس وقت بی بی رقیہ کی تدفین ہو رہی تھی۔ (تاریخ الخلفاء) اسی طرح بی بی زینب کا مدینہ آنا ہی ثابت نہیں ہے جیسا کہ ہشام کی روایت ہے

کہ ان کا دیور اُن کو مدینہ لا رہا تھا کہ راستہ میں ان پر حملہ ہوا اور حمل ساقط ہو گیا لہذا واپس مکہ چلی گئیں۔ پس وقت نزول صرف بی بی ام کلثوم اور جناب سیدہ طاہرہؑ کی موجودگی مدینہ میں ثابت ہوتی ہے جبکہ دو پر جمع کا صیغہ استعمال نہیں ہوسکتا ہے۔ سردار دو عالم ﷺ کی زبان وحی بیان سے ایسی تفسیر یوں ثابت ہوتی ہے کہ مشہور حدیث رسولؐ ہے کہ۔

عن ابی الحمرا أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعلى ايت ثلثالم يوتهن احدولا انا اوتيت صهومثلى ولماوت انا مثلى اوتيت زوجته صديقته مثلا انبتى ولم اوت مثلها زوجته واوتيت الحسن و الحسين من صلبك ولم اوت من صلبى مثلها ولكن كم منى وانا منكم۔ (اخرجه ابو سعيدفى شرف النبوة والديلمى فى فردوس الاخبار والامام على الرضانى مسنده)

ابوالحمراؑ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ تجھے تین ایسی باتیں دی گئی ہیں کہ کسی ایک کو بھی نہیں دی گئی اور مجھے بھی نہیں دی گئی ہیں۔

(۱) تجھے مجھ سا خسر دیا گیا ہے اور مجھے مجھ سا خسر نہیں دیا گیا۔

(۲) تجھے میری بیٹی جیسی صدیقہ زوجہ ملی ہے اور مجھے ویسی زوجہ نہیں ملی۔

(۳) اور حسنؑ و حسینؑ جیسے بیٹے تجھے دیئے گئے ہیں کہ میری پشت سے مجھے ویسے نہیں دیئے گئے لیکن تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ (ارجح المطالب ص ۸۵۳)

حضورؐ کی فرمودہ حضرت امیرؑ کی اول خصوصیت سے ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ سوائے حضرت علی

علیہ السلام کے کسی دوسرے کے خسر نہ تھے۔ اب جبکہ کتب سُنیہ ہی سے بالسان نبیؐ ایسی تفسیر دستیاب ہوگئی کہ جو ثابت کرتی ہے حضور کی دختر صرف سیدہؑ طاہرہ ہی تھیں تو معترض سے بصد ادب ہم اس انعام کا مطالبہ کرتے ہیں وہ نصیحت رسولؐ کے مطابق متمسک بالثقلین ہونے کا اعلان فرمادیں۔

سوال:۔ اگر بزعم شابنات سے مراد اُمت کی بیویاں تھیں تو نساء المومنین لانے کا فائدہ جب کہ ازیاد عزت و توقیر جملہ مومنات کے لیئے حضرت کی طرف نسبت سے حاصل ہو چکی تھی۔

جواب:۔ اگر آپ کو باب مدینۃ العلم سے کچھ علم کی بھیک مل جائے تو ایسا اعتراض نہ کریں۔ پردہ کا حکم صرف بیویوں کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام عورتوں کے لئے ہے۔ اسی لئے حضور پر ازواج و بنات کے الفاظ جُدا جُدا استعمال کیئے اور اسی صورت میں چند آیات قبل حضورؐ کو مزید شادی فرمانے سے بھی روک دیا گیا۔ اور آپؐ کی ازواج کے علاوہ اُمت کی تمام عورتیں آپؐ کی روحانی بنات قرار دیں۔ اور ان بنات میں نساء المومنین کو جدا کیا اور باقی عورتیں جو امت کی رشتہ میں مائیں بہنیں بیٹیاں تھیں ان کو شامل کرلیا۔ اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پردہ صرف بیویوں تک محدود رہ جاتا اور بیٹیوں و بہنوں اور ماؤں کے رشتہ سے منسلک عورتیں خارج ہو جاتیں پس حکم عام کی خاطر یہ انداز کلام استعمال کیا گیا۔

اعتراض:۔ حضور علیہ السلام کے فرمان کا کیا جواب ہے کہ آپ نے فرمایا۔

خدیجۃ را خدا رحمت کند از من طاہر و مطہر
بہم رسانیہ کہ او عبداللہ بود و قاسم را آدر و

درقیہ و فاطمہ و زینب وام کلثوم ازاں بھم رسید نہ۔ (حیات القلوب ج ۲ ص ۸۲)

خدیجہؓ پر خدا تعالیٰ رحمت کرے کہ مجھ سے اس نے طاہر و مطہر بچے میں کہ وہ عبداللہ و قاسم میں اور رقیہ اور فاطمہ اور زینب اور اُم کلثوم اس سے پیدا ہوئیں۔

جواب:۔ یہ روایت ضعیف و موضوع ہے اس کے قطعی ثبوت ہم نے چودہ مسئلے "میں تحریر کر دیئے ہیں ملاحظہ کر لیں"۔

سوال:۔ خدا اور اقوال خدا اور قول رسول ﷺ کا یا تو اقرار کیجئے اور یا ان کے مقابلے میں آیت اور حدیث صحیح پیش کیجئے اور اگر تزویج عثمان رضی اللہ عنہ کا انکار ہے تو سیدنا علی مرتضےٰ علیہ السلام کے اس اعلان کا کیا مطلب ہے جبکہ جناب امیر نے جناب عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سامنے ان کی فوقیت اور برتری جتلاتے ہوئے یوں مدح سرائی فرمائی۔

انت اقرب الی رسول اللہ و شیجۃ رحم منھا و قدنلت من صھرہ مالم نیالا (نہج البلاغتہ ج ص ۸۵)

آپ حضور علیہ السلام کے ساتھ رحمی حیثیت کے پیش نظر ابو بکر و عمر سے زیادہ قریب ہیں۔ آپ کو حضور علیہ السلام کی دامادی کا وہ شرف حاصل ہوا کہ ان دونوں کو نہیں ہوا۔

جواب:۔ چونکہ رواج عرب کے مطابق ربیبہ بٹیاں بھی بنات ہی ہوا کرتی ہیں لہذا اس لحاظ سے حضرت علیؑ نے حضرت عثمان کی اس قرابتداری کا تذکرہ فرمایا ہے کیونکہ دونوں ربیبہ بٹیاں حضرت عثمان کے نکاح میں آئی ہیں۔اور یہ اعزاز عتبہ وعتیبہ اور ابوالعاص کو بھی حاصل تھا جن کا ایمانی مرتبہ تھا ہی نہیں۔

سوال:۔ اگر یہ کہا جائے کہ جن دو صاجزادیوں سے سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نکاح ہوا تھا وہ حضورﷺ کی صاجزادیاں نہیں تھیں تو نہج البلاغۃ کی مذکورہ عبارت کے حاشیہ ذیل کی تصریح کا جواب دیجئے۔

فلانہ تزوں بنتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقینہ وام ملثوم توفیت الاولی فزوجد النبی بالثانیتہ (حاشیہ نہج البلاغہ ۲ ص۸۵)۔

پس اس لئے سیدنا عثمانؓ نے حضور علیہ السلام کی دونوں صاجزادیوں رقیہ اور اُم کلثوم کیساتھ نکاح کیا جب پہلی وفات پا گئی تو حضور علیہ السلام نے ان کے ساتھ دوسری صاجزادی کا نکاح کردیا۔

جواب:۔ حاشیہ نہج البلاغہ کی منقولہ بالا عبارت سے مراد مطلب ہے کہ چونکہ بی بی رقیہ اور بی بی اُم کلثوم حضور علیہ السلام کی پروردہ تھیں لہذا مروجہ زبان کیمطابق اُن کو بنات الرسول ہی کہا گیا ہے اہم نے نہ ہی ان نکاحوں سے انکار کرتے ہیں۔اور نہ ہی ربیبہ بیٹیاں ہونے کا۔

سوال:۔ اگر سیدنا علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر اعتبار نہیں ہے تو سیدنا جعفر صادق کے فرمان کو یا تسلیم کیجئے اور یا جواب دیجئے۔

بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد ند طاہر و قاسم و طامہ وام کلثوم ورقیہ و زینب۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۷۱۸ مطبوعہ نولکشور لکھنو)۔

سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طاہر و قاسم فاطمہ اور ام کلثوم اور رقیہ اور زینب پیدا ہوئیں۔

جواب:۔ ہم نے اپنی کتاب "چودہ مسئلے" کے سوال ۱۳ کے جواب میں ثابت کر دیا ہے کہ علامہ مجلسی نے جو حیات القلوب میں بیٹیوں کا ذکر کیا ہے اس کی بنیاد ایک راوی کی روایت پر ہے وہ راوی زبیر بن بکار ہے جو مشہور دشمن اہل بیتؑ ہوا ہے اور اسی روایت کی تردید میں علماء شیعہ کافی اثبات فراہم کر چکے ہیں۔

سوال:۔ فرمایئے سید مرتضےٰ اور شیخ طوسی کی تصریحات کا کیا جواب ہے۔

چار ورقہ دختر از برائے حضرت آور دو زینب ورقیہ وام کلثوم و فاطمہ

(بحوالہ حیات القلوب ج ۲ ص ۷۲۸)

اور چار صاحبزادیاں حضور علیہ السلام کے خدیجہ سے اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائیں زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ۔

جواب:۔ محولہ عبارت ہم حیات القلوب جلد۲ ص۴۲۸ یا اس کے قریب ڈھونڈنے میں کامیاب نہیں ہوسکے ہیں تاہم جناب سید مرتضےٰ طاب ثراہ اور شیخ ابوجعفر طوسی علیہ الرحمہ کا قول صرف اس قدر ہے کہ حضور نے جب خدیجۃ الکبریٰ سے عقد فرمایا تو وہ معظّمہ عذرا تھیں جیسا کہ علامہ شہر آشوب نے لمناقب میں لکھا ہے۔روی احمد البلاذری وابولقاسم الکوفی فی کتابیھما والمرتضیٰ فی الشافی وابو جعفر فی التلخیص ان النبی علیه السلام تزوجها و کانت عذرا یعنی احمد بلاذری اور ابوالقاسم الکوفی نے اپنی اپنی کتابوں میں اور سید مرتضےٰ نے شافی اور ابوجعفر نے تلخیص میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے جب جناب خدیجہ سے شادی کی تو وہ عذرا تھیں پس اس کے علاوہ کوئی امر سید مرتضےٰ اور شیخ طوسی کے کلام سے ثابت نہیں ہے لہذا پہلے حوالہ صحیح تحریر کیا جاوے پھر جواب طلب کریں۔

سوال:۔ ابی علی طبرسی کی اس تصریح کا جواب دیجئے

اما رقیه بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم تفزوجها عتبه ابی ابی هب فطلقها قبل ان یدخل بها ولحتها منه اذی فقال النبی صلی الله علیه وسلم الهم سلط علی عتبته کلبا من کلابک فقتنا وله الاسدمن اصحابه وه تزوجها بعده بالمدیته عثمان ابن عفان فولدت له عهد الله ومات صگیرا واما کلثو فتزوجها رقیه توفیت

عنده (اعلام الوری ص ۱۴۸)

بہر حال رقیہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادی پس اس کے ساتھ
شادی کی بعد ابو لہب کے بیٹے نے پس اس نے دخول سے پہلے طلاق
دیدی اور عتبہ سے حضرت رقیہ کو کچھ تکلیف بھی پہنچی جس بنا پر
حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں بدعا کی کہ یا اللہ! عتبہ پر
اپنے کتوں میں سے کوئی کتا مسلط کر دے پس اسکو شیر کھا گیا
اسکے بعد سیدنا عثمانؓ سے انکا عقد ہوا ان سے عبداللہ پیدا ہوا جو
طفولیت کے وقت وفات پا گیا بہر حال ام کلثوم ان کے ساتھ سید
نا عثمان کا عقد ہوا

جنہوں نے سیدنا عثمان کے ہاں وفات پائی۔

جواب:۔ یہ قول دراصل مشہور سنی مورخ علامہ واقدی کا ہے جسے نقل کیا گیا ہے تاہم اس میں بھی صرف لفظ "بنت" جواب کے قابل ہے اور ہم یہ تکرار کرتے آرہے ہیں کہ رواج عرب کے مطابق ربیبہ "پر بنت" کا لفظ بلا جھجک مستعمل ہوسکتا ہے۔ کیونکہ بیبیاں آنحضرتؐ کے گھر پلی تھیں لہذا انہیں بنات کہا گیا ہے۔ واضح ہو کر عثمان کی شادی کے سلسلہ میں روایات میں سنگین اختلافات کتب فریقین میں پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے علما کے نزدیک یہ مسئلہ متنازعہ فیہ ہے اور اسے کسی بھی طرف سے محبت قرار نہیں دیا جاسکتا جب تک اختلافات دور نہ ہو جائیں۔ اس موضوع پر ہم نے تفصیلی بحث اپنی کتاب "چودہ مسئلے" کے تیرھویں سوال میں ہدیہ ناظرین کی ہے مطالعہ فرمالیا جاوے۔

سوال:۔ ملا خلیل قزوینی شاعر اصول کافی کی عبارت کا جواب دیجئے؟

پس زادہ شد برائے او از خدیجہ پیش از رسالت او قام ورقیہ وزینب وام کلثوم وزادہ شُد برائے اور بعداز رسالت طیب و طاہر و فاطمہ (صافی شرح اصول کافی ص ۱۴۷ کتاب الحجۃ جز ۳ حصہ ۲ باب مولد النبی ووفاتہ)

پس دعویٰ رسالت سے پہلے حضور علیہ السلام کو سیدہ خدیجہ سے قسم رقیہ زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئے اور دعویٰ رسالت کے بعد طیب طاہر اور فاطمہ پیدا ہوئے۔

جواب:۔ اس عبارت کی اساس بھی زبیر بن بکار کی موضوع روایت پر ہے جسے ہم غیر معتبر کا ذب اور دشمن آل محمد ثابت کر چکے ہیں۔ ملا خلیل نے خود اس روایت کو قبول نہیں کیا ہے ملاحظہ کیجئے (رجال کشی)

سوال:۔ صحاح اربعہ کی معتبر کتاب تہذیب الاحکام ج ا ص ۱۵۴ کی عبارت کا جواب دیجئے!

اللھم صلی علی القاسم والطاھر ابنی بنیک اللھم صلی علی رقیۃ بنت بنیک اللھم صلی علی ام کلثوم بنت بنیک

اے اللہ قاسم اور طاہر پر رحمت کر جو کہ تیرے نبی کے بیٹے ہیں۔

اے اللہ اپنی نبی کی بیٹی رقیہ اور اپنے نبی کی بیٹی ام کلثوم پر رحمت فرما۔

جواب:۔ چونکہ مذکورہ بیبیاں پروردہ رسولؐ ہیں۔ لہذا ہماری کتب میں ایسی عبارات موجود ہیں جیسے حسنینؑ کو فرزندان رسول کہا جاتا تھا یا زید کو ابن محمد کہا گیا یا حضرت ابراہیم کو فرزند آزر فرمایا گیا۔ ایسی طرح بی بی رقیہ اور ام کلثوم کو بنت نبی کہا گیا جس طرح صلبی لحاظ سے حضور حسنینؑ کے باپ نہ تھے اور نہ ہی زید کے اور آزر ابراہیم کا باپ نہ تھا اسی طرح موضوعہ بیٹیوں کے بھی حضور حقیقی والد نہ تھے بلکہ سرپرست دپالنہار تھے۔

سوال:۔ فرمائیے صاحب اعلام الوریٰ کے محشی علی اکبر غفاری شیعہ نے اعلام الوریٰ کے حاشیہ ص ۱۴۷ میں جو تصریح کی ہے آپ کے پاس اس کا جواب ہے۔

زنیب اکبر بناته فلما اکرام الله رسوله بنبوته۔ امنت خدیجة و بناته

سیدہ زینب حضورؐ علیہ السلام کی صاحبزادیوں میں سے بڑی صاحبزادی ہے

پس جب حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شرف نبوت سے نوازا تو خدیجہ بھی ایمان لائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں بھی۔

جواب:۔ محشی کی تصریح قطعاً تاریخ کے خلاف ہے کیونکہ فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ سیدہ خدیجہ کے ساتھ کوئی دوسری بی بی ایمان نہ لائیں روایات کے متناقص و متہافت ہونے باعث مکمل ہے

غفاری نے ازراہ کثرت خلط وقلت ضبط ایسا لکھا ہے کیونکہ مورخین کے اقوال اس باب خاص میں بہت مختلف ہیں اور ناقلین کو اقوال مذکورہ کی نقل مین اکثر وہاں واقع ہوتے ہیں بہر حال یہاں بھی مغالطہ لفظ ہی سے پیدا ہوتا ہے جس پر معروضات ہم اُوپر بیان کر چکے ہیں۔

سوال:۔ نیز یہ بھی بتایئے کہ حضور علیہ السلام (بنا پر تصریح علی اکبر غفاری شیعہ) چالیس برس کی عمر کے بعد شرف نبوت سے نوازے گئے یا حضرت کریم روز اول سے نبی تھے؟

جواب:۔ حضورؐ روز اول ہی سے نبی تھے جس کی تصریح قرآن واحادیث سے ملتی ہے۔

سوال:۔ اگر روز اول سے نبی تھے اللہ بنوتہ کا کیا مطلب ہے۔ ذرا سوچکر جواب دیجئے؟

جواب:۔ اکرم اللہ بنوتہ کے معنی ہیں خدا نے اپنی نبوت کو عزت یا قوت بخشی۔ کسکو؟ رسولہ یعنی اپنے رسول کو معلوم ہوا کیا اس سے مراد اظہار نبوت ورسالت ہے۔ ورنہ حضورؐ رسولؐ و نبیؐ اس حکم اظہار سے قبل بھی تھے۔

سوال:۔ اگر پہلے سے نبی نہیں تھے تو کیا تھے ان کا مقام متعین کر کے دلائل مرحمت فرمایئے؟

جواب:۔ رسولؐ تھے اور ہیں جیسا کہ لکھا ہے فلما اکرم اللہ رسولہ کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو نبوت کا

اعزاز بخشا یعنی بعث کا حکم کیا قرآن مجید میں ہے کہ تمام انبیاء سے رسالت محمدیہ کا میثاق لیا گیا۔ کتب سماویہ میں آنحضرت کی نبوت کے بارہ میں بشارات و پیشگوئیاں کی گئی ہیں اور خود حضورؐ کے ارشادات ہیں کہ آپؐ اس وقت بھی نبی تھے جبکہ آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔ یعنی آدم ابھی خلق بھی نہ ہوئے تھے۔

سوال:۔ سیدہ خدیجہ کے متعلق آپ حضرات کا کیا خیال ہے کہ حضرت علیہ السلام کا جب ان کیساتھ عقد ہوا تو وہ بیوہ تھیں یا کنواری؟

جواب:۔ تاریخی روایات کے مطابق سنی شیعہ مکاتب فکر میں سے اکثر کا یہ خیال ہے ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ کا جب حضورؐ سے عقد ہوا تو آپ بیوہ تھیں لیکن مجیب کو اس سے اختلاف ہے میری تحقیق کے مطابق بی بی صاحبہ کنواری تھیں۔

سوال:۔ اگر کنواری تھیں جیسا کہ آپ کے بعض جہلا کا خیال ہے تو اس پر کوئی صریح دلیل از آئمہ کرام پیش کیجئے؟

جواب:۔ تاریخ کی روشن حقیقت پر بددیانت مورخین نے کچھ اس طرح مجاز کا دبیز پردہ ڈال رکھا ہے جس سے اچھے اچھے سمجھدار بھی فریب میں مبتلا ہو گئے۔ مورخین کی متفقہ یلغار نے صاحبان عقل و شعور کو بھی بے دست و پا کر دیا ہے اور پوری ملت اسلامیہ نے باور کر لیا کہ محسنہ اسلام خدیجہ طاہرہؑ حضورؐ کے عقد میں آنے سے پہلے بیوہ تھیں۔ چونکہ تاریخ کی تدوین اور کتب کی تالیف آئمہ کے بعد ہوئی اور زمانہ آئمہ میں اس مسئلہ میں کوئی نمایاں اختلاف نہیں تھا اس لئے کسی ایسے امر پر جس پر نہ عقائد و ارکان کا انحصار ہے اور نہ ہی اس وقت موجود ہیں اس میں کوئی نزاع تھی آئمہ کا کوئی واضح ارشاد اس سلسلہ میں ملنا مشکل نظر آتا ہے لیکن بعد مسلمان سلاطین اور شاہان زمانہ کے متشددانہ طرز اور

بربریت نوازیوں کی وجہ سے آزادی تحقیق وتبصرہ پر پہرے بٹھا دیئے گئے۔ اس کے نتیجے میں تاریخی کذب وافترا کے پلندوں کو حقائق ومعاف کا ذخیرہ سمجھا جانے لگا لیکن پھر بھی حقیقت چھپ نہیں سکتی تھوڑی محبت اور غور وتامل سے جھوٹ کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔ یہ موضوع نہ ہی اصول میں ہے نہ ہی فروع میں لہذا اس کی کوئی شرعی اہمیت نہیں ہے کہ دلیل صریح از آئمہ کرام پیش کی جائے چونکہ تاریخی اختلاف ہے لہذا اس کا جواب تاریخ ہی سے دیا جانا چاہیے اور تاریخ میں ورزہ بن نوفل کا یہ جملہ اب بھی محفوظ ہے کہ "**اتحمدون ان نکوبلا بعل** " کیا تم یہ پسند کردے کہ وہ (خدیجہ) بغیر شوہر کے زندگی بسر کرے یہ فقرہ از خود بتاتا ہے کہ حضرت خدیجہ کی پہلے کوئی شادی نہ ہوئی تھی ورنہ صاحب اولاد دو دفعہ کی بیوہ عورت کے لئے ایسا کلام نہ کیا جاتا۔

سوال:۔ نیز اعلام الوریٰ ص ۱۴۶ کی اس عبارت کا بھی جواب عنایت فرمایئے۔

**کانت قبله عندعتیق بن عائد المخروصی
قولدت له جاریه ثم تزوجها ابوهالة الاسدی
فولدت له هندابن ابی هالة**

خدیجہ حضور علیہ السلام سے پہلے عتیق بن عائد مخرومی کے پاس تھیں وہیں سے ان کو لڑکی پیدا ہوئی پھر ان کے بعد انکا نکاح ابوہالہ اسدی سے ہوا اس سے ہند ابن ہالہ پیدا ہوا۔

جواب:۔ شیخ طبرسی نے یہ عبارت اپنی طرف سے نہیں لکھی ہے بلکہ ابن سعد واقدی جو کہ مشہور علماء اہل سنت میں سے ہیں کا قول نقل کیا ہے۔

سوال:۔ اور اگر بیوہ تھیں جیسا کے مطابق تحقیق ہے تو کیا ایسی بیوی سے آپ کے نزدیک ایسی صاحبزادی پیدا ہو سکتی ہے جو انبیاء کی طرح معصوم ہو یا نہ؟

جواب:۔ ہماری تحقیق کے مطابق بی بی خدیجہ بیوہ نہ تھیں باقی معصوم یا معصومہ کے والدین کا پاک ہونا ضروری ہے اور روایات کے مطابق کے جو کہ حضرت خدیجہ کی شادیاں منسوب کی گئی ہیں اس لحاظ سے سیدہ جیسی معصومہؑ کی ولادت مجروح ہو گی صرف بیوگی تو کوئی عیب نہیں ہے لیکن روایات کی ستم ظریفیاں اور بھی بہت کچھ چھپائے ہوئے ہیں۔ جنکا اظہار مناسب نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر پیدا ہو سکتی ہے جیسا کہ سیدہ کا ظہور ان سے ہوا ہے جس کا کوئی فریق بھی انکار کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تو کیوں کیا غیر معصوم سے معصوم ظہور جائز ہے۔

جواب:۔ غیر معصوم سے معصوم کا ظہور جائز ہے اور اسی طرح معصوم سے غیر معصوم کا ظہور بھی جائز ہے۔ جس طرح والد سید المرسلین جناب عبداللہ معصوم نہ تھے اور ابو طالب علیہ السلام بھی معصوم نہ تھے نیز یہ کہ بی بی زینب و ام کلثوم دختران سیدہ طاہرہؑ بھی معصوم نہ تھیں۔ لیکن ہمارے ہاں شرط ایمان و پاکیزہ ہونے کی ہے نہ کہ عصمت کی۔

سوال:۔ اگر جائز نہیں تو مسئلہ نسب انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے سلسلے میں اس قدر تعویق کیوں؟

جواب:۔ دستور اسلامیہ یہ ہے کہ ہر ذمہ داری صاحب ایمان کو سونپی جائے پس حجت خدا کی حفاظت کی ذمہ داری بھی صاحب ایمان پر ہی ہو گی کہ خدا کی سنت یہی ہے لہذا ہمارا اعتقاد ہے کہ معصوم کے لئے ارحام بھی پاک ہی مقرر کئے جاتے ہیں۔

سوال:۔ اوراگر جائز نہیں تو یہ کیوں تسلیم ہے۔

جواب:۔ جواب دیا جاچکا ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ معصوم کے والدین بھی معصوم ہی ہوں البتہ پاکیزہ اور صاحب ایمان ہونا ضروری ہے۔

سوال:۔ پھر تصریح فرمایئے معصوم کے دونوں والدین کا ایمان آپ کے نزدیک ضروری ہے اور ساتھ ساتھ معصومیت بھی یا کسی ایک کا اگر دونوں کا ہے تو یہاں اس شرط کا فقدان ہے جواب درکار ہے؟

جواب:۔ معصوم کے دونوں والدین کا ایمان نزدیک ضروری ہے لیکن عصمت دونوں کے لئے ہی ضروری نہیں ہے اور ہماری شرط پوری ہو جاتی ہے کہ حضورؐ اور ام المومنینؑ کا ایمان بمطابق شرط مطلوب ہے اور عصمت شرط ہی نہیں ہے۔

سوال:۔ اوراگر دونوں میں سے ایک فرد کا ایمان دار ہونا ضروری ہے تو ترجیح بلا مرجح کیوں؟

جواب:۔ دونوں کا ایماندار ہونا ضروری ہے لیکن معصوم ہونا کسی کے لئے بھی ضروری نہیں ہے۔

سوال:۔ پھر یہ بھی تصریح کیجئے کہ مولود کی معصومیت کیلئے والد کا معصوم ہونا ضروری ہے یا والدہ کا؟

جواب:۔ کسی کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر والد کا معصوم ہونا ضروری ہے تو ابو طالب کا ایمان از ابتدا نیز معصومیت ثابت کیجئے۔

جواب:۔ والد کا معصوم ہونا ضروری نہیں ہے اور ایمان ابو طالب ہمارے ہاں ثابت ہے۔ کفر ابو طالب پر کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔

سوال:۔ اور اگر والدہ کا معصوم ہونا ضروری ہے تو پھر سید زین العابدینؑ کی والدہ حضرت شہر بانو کا معصوم ہونا نیز ابتدا سے ایماندار ہونا ثابت کیجئے۔

جواب۔ والدہ کا معصوم ہونا بھی ضروری نہیں ہے البتہ بی بی شہر بانو کا ایماندار ہونا متفقہ امر ہے۔ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی بی بی صاحبہ مروجہ دین الٰہی پر تھیں آپکا کفر و شرک ثابت نہیں ہے نیز یہ کہ پیدائشی طور پر کسی غیر معصوم کا مومن ہونا شرط بھی نہیں ہے۔

سوال:۔ سیدہ کا معصوم ہونا آپ کے نزدیک لغوی معنی کے ساتھ ہے یا اصطلاحی شرعی کے لحاظ سے؟

جواب:۔ دونوں معنی کے اعتبار سے ہم سیدہ طاہرہؑ کو معصومہ اعتقاد کرتے ہیں۔

سوال:۔ اگر لغوی طور پر ہے تو دلائل سے فیضیاب فرمایئے۔

جواب:۔ سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپؑ سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا آپ بتول ہیں اور صدیقہ طاہرہ ہیں۔ جنت کی سب عورتوں کی سردار ہیں۔

سوال:۔ اور اگر اصطلاحی شرعی لحاظ سے ہے تو پھر بتایئے کہ آپ کے نزدیک معصومین کی تعداد کیا رہے گی اور نیز غیر امام پر تو آپ معصومیت کا لقب استعمال نہیں کر رہے۔

جواب:۔ اصطلاحی معنی لینے کی صورت میں معصومین کی تعداد ۱۴ ہی رہی اور غیر امام پر بھی لقب معصومیت استعمال ہوسکتا ہے مثلاً ملائکہ آئمہ نہیں ہیں مگر معصوم ہیں۔ سیدہ طاہرا امام نہیں مگر معصوم ہیں ۱۴ کی تخصیص بھی اصطلاحی معنوں کے تحت ہے کہ مراد از خاتم الانبیاء تا مھدیؑ مراد ہیں۔ ورنہ حضورؐ سے قبل انبیاءؑ بھی معصوم ہیں۔

سوال:۔ اگر آپ یہ مکر کریں کہ اگر حضور علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں ہوتیں تو مباہلہ کے دن ضرور ان کے ساتھ لاتے تو پھر ذیل عبارت کا جواب دیجئے؟

زینب درسال هفتم هجرت وبردایتے ورسال هشتم برحمت ایزدی واصل شد دوم رقیه درمدینه برحمت ایزدی واصل شدد رهنگامے که جنگ بدر ردعاد سوم ام کلثوم که درسال هفتم هجرت برحمت ایزدی واصل شده (حیات القلوب ج۲ص۷۱۹)

حضرت زینب ہجرت کے ساتویں سال ایک روایت میں ہے۔ آٹھویں سال فوت ہوئیں اور دوسری حضرت رقیہ مدینہ میں جنگ بدر کے موقعہ پر فوت ہوگئیں تیسرے ام کلثوم کہ ہجرت

کے ساتویں سال فوت ہوئیں۔

کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ مباہلہ سے پہلے باقی تین صاحبزادیاں وفات پا چکی تھیں؟

جواب:۔ ہماری طرف سے یہ اعتراض نہیں کیا جاتا ہے یہ درست ہے کہ بوقت مباہلہ تینوں بیبیاں وفات پا چکی تھیں۔

سوال:۔ کیا غزوات حیدری ترجمہ حملہ حیدری مطبوعہ لکھنو میں تصریح موجود نہیں کہ مباہلہ ۱۰ھ میں ہونے لگا تھا۔

جواب:۔ جی ہاں موجود ہے

سوال:۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ بنات رسول مقبول تو سادات میں سے تھیں اور حضرت عثمان اُمت میں سے تھے تو یہ نکاح کیسے ہو سکتا ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا سید القوم قریش میں سیدنا عثمان جب شامل ہیں تو مکر کیسا؟

جواب:۔ ہم یہ اعتراض بھی نہیں کر سکتے اس لئے کہ سرچشمہ سیادت ذات حضورؐ ہے جسے وہ سید بنا دیں ہمیں منظور ہے آپؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کو سید الشباب اہل الجنۃ فرمایا ہم نے مان لیا۔ ان کے باپ علیؑ ابن ابی طالب کو اُن سے افضل قرار دیا۔ ہم نے تسلیم کیا۔ سیدۂ خاتون جنتؑ کو تمام جنت کی عورتوں کی سردار ارشاد فرمایا ہم نے مان لیا لوگوں نے بڈھے سردار بنانے چاہئے ہم نے نہ مانے کہ بڑھاپا نقص و مرض ہے اور پھر جنت میں کوئی بوڑھا جائیگا ہی نہیں پس چونکہ حضورؐ

نے نہ ہی عثمان کو اور نہ ہی ان کی ازواج واولاد کو سید فرمایا ہے لہذا ہم بھی ان کو سید نہیں مانتے خواہ وہ سید القوم القریش ہوں یا اس بھی بڑے۔

سوال:۔ نیز بنات رسولؐ نے جب اپنے والد مکرم کا کلمہ پڑھ لیا تو بتائے آپ کے نزدیک وہ اُمت مین داخل ہوئیں یا نہ۔

جواب:۔ اُمت میں داخل ہوئیں۔

سوال:۔ اگر نہیں ہوئیں تو نفی میں دلائل دیجئے۔

جواب:۔ جواب اثبات میں ہے۔

سوال:۔ اگر ہو گئیں تو کیا یہ ٹھیک ہے کہ اُمتی کا نکاح اُمتی سے ہوا۔

جواب:۔ جی ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔ کیونکہ ربیبہ تھیں۔

سوال:۔ فرمایئے میدان کربلا میں جو مستورات مقدسات بیوہ ہوئی تھیں ان کا نکاح کن حضرات سے ہوا؟

جواب:۔ اس اعتراض کا جواب بھی ہم نے ذکاوالا فہام میں دیدیا ہے کہ سیدانیوں کے نکاح سیدوں سے ہی ہوئے۔

سوال:۔ اگر آپ کے پاس حضور علیہ السلام کی کوئی ایسی حدیث ہو جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ آپ کی صاحبزادی ایک تھی تو پیش کیجئے۔

جواب:۔ رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا "تجھے تین چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو کسی کو نہیں دی گئیں اور نہ ہی مجھے دی گئی ہیں (۱) تجھے مجھ ایسا خسر دیا گیا اور مجھے ایسا نہیں دیا گیا (۲) تجھے صدیقہ زوجہ دی گئی میری بیٹی جیسی اور مجھے ویسی زوجہ نہیں دی گئی۔ (۳) تجھے حسن و حسین دیئے گئے تیرے صلب سے اور مجھے ان دونوں جیسے میرے صلب سے نہیں دیئے گئے ہاں مگر تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہو (**کتاب اہل سنت والجماعت "ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ مصنفہ محب طبری مطبوعہ مصر جلد نمبر ۲ ص ۲۰۲**") فرمان رسولؐ سے ثابت ہوا کہ علیؑ کو تین چیزیں دی گئیں وہ کسی کو بھی نہیں دی گئیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو رسولؐ جیسا خسر ملا یعنی سوائے حضرت علیؑ کے رسولؐ مقبول کسی اور کے خسر نہیں لہذا حضرت فاطمہ الزہراؑ کے سوا رسولؐ کی کوئی دختر نہ تھی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ "صدیقہ" حضرت فاطمہؑ ہیں۔

سوال:۔ ازیں قسم سیدنا علی مرتضٰے سے تصریح دکھایئے اور منہ مانگا انعام لیجئے۔

جواب:۔ گذشتہ اعتراض کے جواب میں جو حدیث رسولؐ پیش کی گئی اس کے مخاطب جناب امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں۔ صراحت خود بخود ثابت ہے انعام یہی مانگتے ہیں۔ کہ آپ بھی ان فرمان رسول کو تسلیم کر لیجئے۔

سوال:۔ ازیں قسم کوئی ارشاد سیدہ فاطمہ زہرا سے ثابت کیجئے ان کا فرمان ہو کہ میں اپنے والد مکرم کی اکلوتی بیٹی ہوں میری نسبی بہن کوئی نہیں ہے۔

جواب ۔ یہ تنازعہ زمانہ قرن اول میں وجود نہ رکھتا تھا بلکہ تیسری صدی ہجری میں اس مسئلہ کو پیدا کیا گیا اور جھوٹی روایات سے یہ افسانہ بنایا گیا جب سیدہؑ کے زمانہ میں ایسا کوئی جھگڑا ہی پیدا نہ ہوا لہذا ایسی صراحت کیوں طلب ہو رہی ہے مگر پھر بھی ایسے اثبات مل جاتے ہیں جو سیدہ کو اکلوتی بیٹی ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں مثلاً جب دعویٰ فدک پیش کیا گیا خود حضرت ابوبکر نے سیدہ کو اکلوتی بیٹی قرار دیا۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر نے سیدہؑ طاہرہ سے کہا "پس اگر ہم ان (رسولؐ اللہ) کا ذکر کریں تو تمام دنیا کی عورتوں میں ان کو صرف آپ کا باپ اور مردوں میں صرف آپ کے شوہر کا بھائی پائیں گے" (بلاغات النساء ابن طاہر بغدادی) حضرت ابوبکر کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور جناب سیدہؑ کے علاوہ دنیا کی کسی دوسری عورت کے حقیقی والد نہ تھے لہذا حضرت فاطمہ اکلوتی بیٹی تھی ۔ یہ کلام براہ راست بی بی پاک کے ساتھ کی گئی سیدہؑ نے اعتراض نہ فرمایا جس سے دلیل قائم ہوئی آپ بھی اس کلام کی تائید میں تھیں ۔ اگر کوئی اور نسبی بہن ہوتی تو سیدہؑ طاہرہ فوراً حضرت ابوبکر کو ٹوک دیتیں کہ میرے علاوہ فلاں بی بی ایسی ہیں جن کا باپ میرا باپ ہے۔ اسی گفتگو میں حضرت ابوبکر نے کہا ہے کہ " اے سب عورتوں میں سے بہترین مخدرہ اور نبیوں میں سے بہترین نبی کی لخت جگر تم اپنے قول میں سچی اور اپنی زیادتی عقل میں سب سے آگے ہو تم نہ حق سے روکی جاؤ گی اور نہ سچ بولنے سے باز رکھی جاؤ گی" پس اگر بات جھوٹی ہوتی تو سیدہؑ فوراً تردید کر دیتیں۔

سوال: اگر آپ اس قسم کی تصریحات سے عاجز ہیں تو اپنی کتب معتبرہ سے کسی امام کی تصریح اپنے حق میں دکھا دیجئے۔

جواب:۔ ہم نے حضورؐ جناب امیر سیدہؑ کی تصریحات دکھا دی ہیں اب آپ مسند امام رضا علیہ السلام میں امام کی تصریح بھی اسی حدیث میں دیکھ لیجئے جو ہم نے اعتراض کے جواب میں نقل کی ہے۔

سوال:۔ کیا ہمارا یہ اندازہ صحیح نہیں کہ آپ محض عداوت عثمان کے سلسلے میں بنات النبی کا انکار کررہے ہیں۔

جواب:۔ آپ کا یہ اندازہ بالکل غلط ہے بلکہ خاص تعصب اور گہری چال کی عکاسی کرتا ہے ہمیں کسی سے عداوت کے سلسلے میں اس کے تعلقات و رشتہ داری تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہے کیونکہ ہم رشتہ داری کو معیار فضلیت ہی قرار نہیں دیتے ہیں بلکہ ہمارے ہاں فضل کا انحصار نص اور تقوئی پر ہوتا ہے اگر ہم انکار بر بنائے عداوت کرنے کی روہ غیر معقول اختیار کرتے تو پھر سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور حضرعمر کے خسران ہونے کا انکار کرتے۔ ابوسفیان کو سسر نبی نہ کہتے۔ معاویہ کو سالا نہ کہتے۔ محمد بن ابوبکر کو فرزند ابوبکر ہونے کی وجہ سے واجب الاحترام نہ سمجھتے یزید کے بیٹے معاویہ ثانی کو قدر کی نگاہ سے نہ دیکھتے اور زبیر بن عوام پر تنقید نہ کرتے ہمیں کسی کی رشتہ داری سے کوئی عداوت نہیں ہے بلکہ ہماری عداوت و محبت کا مرکز مودت اہل بیتؑ ہے۔

سوال:۔ کیا آپ میں یہ جرات ہے کہ آپ شیعی کتب سے سیدہ خدیجہ الکبریٰ کا یہ قول ثابت کردیں کہ یہ دونوں میری بٹیاں حضور علیہ السلام سے نہیں ہیں بلکہ حضور علیہ السلام سے پہلے خاوندوں سے ہوئی ہیں۔

جواب:۔ ہم عرض کر چکے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی سالوں میں یہ جھگڑا ہی پیدا نہ ہوا تھا۔ لہذا جب نزاع وقوع پذیر نہ ہو تو ایسی تصریحات کا مطالبہ خلاف دستور ہے۔ باقی بی بی خدیجہ تو بیوہ ہی نہ تھیں۔ لہذ بیٹیوں کا ذکر کیسا؟

سوال:۔ آخر وجہ کیا ہے کہ موجودہ دور کے اہل تشیع تعدد بنات کے انکار پر

مصُر یں اور سابق شیعی مجتہدین محققین و موثقین اقرار پر کمالا خفی علی ارباب البصیرہ التامتہ

جواب:۔ یہ تاریخی تحقیق ہے جس میں رائے کا اختلاف ہو ہی جاتا ہے تاہم جدید تحقیق کے مطابق علمائے اہل تشیع کا اتفاق ہے کہ مزعومہ بیٹیاں دراصل ربیبہ بٹیاں تھیں۔ شیعہ تو رہے ایک طرف خود سنی علماء بھی اسی تحقیق کے دعویدار ہیں جیسا کہ ابن ہشام نے سیرۃ میں، ابن حجر عسقلانی نے صابہ میں احمد طاہر فتنی نے سجار میں اور حسین دیار بکری نے تاریخ خمیس میں ان بیبیوں کو ربیبہ بٹیاں تسلیم کیا ہے۔

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ سیدنا عثمان جب محصور تھے تو دروازے پر تبصرح حاشیہ نہج البلاغتہ پہرہ سیدنا حسن اور سیدنا حسینؓ نے دیا تھا۔

جواب:۔ جی ہاں یہ صحیح ہے۔

سوال:۔ اگر یہ بات مطابق واقع ہے تو فرمایئے حسنین مکرمین پہرہ داری کے لئے خود بخود گئے تھے یا اپنے والد مکرمؓ کے امر سے۔

جواب:۔ اپنے والد کے حکم سے۔

سوال:۔ اگر خود بخود تشریف لے گئے تو امر الحسن والحسین ان یزبا الناس منہ کا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ حضرت علی علیہ السلام کے حکم ہی سے حسنینؑ نے عثمان کی حفاظت کے لئے پہرہ دیا۔

سوال:۔ سیدنا علی مرتضیٰ کا ان کو اتنا بڑی قربانی کے لئے بھیجنا کیا اس امر پر دلالت نہیں کرتا کہ سیدنا عثمان کا وجود ان کو اپنی اس اولاد سے بھی زیادہ تھا جو باتفاق مسلمین حضرت علی علیہ السلام کے بعد جسمانی طور پر شبیہ رسول مقبول تھے۔

جواب:۔ حضرت علی علیہ السلام کو حضرت عثمان سے اصولی اختلافات ضرور تھے لیکن وہ قطعاً اس رائے کے حق میں نہ تھے کہ عثمان کو بے دردی سے قتل کر دیا جائے لہذا انہوں نے وہ تمام طریقے استعمال کئے کہ مخالفین اور حضرت عثمان میں سمجھوتہ ہو جائے لیکن حضرت عثمان اپنی بات پر اڑے رہے۔ جب انکا محاصرہ ہوا تو خود حضرت عثمان نے جناب امیر علیہ السلام کو امداد و مشکل کشائی کے لئے پکارا بس امداد مانگنے پر جناب امیر علیہ السلام نے بسلسلہ پیاس حضرت عثمان کی امداد فرمائی اور حسنینؑ کو ان کی حفاظت پر مامور فرما دیا۔ یہ اس گھر کی خاص نشانی ہے کہ دشمن کو بھی مدد کرتے ہیں۔ معاویہ کے لشکر کو پانی لینے کی اجازت دی حُر کے پورے دستے کو سیراب فرمایا۔ حتیٰ کہ خود اپنے قاتل عبدالرحمٰن کو آب شیریں پلانے کا بندوبست کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اخلاقیات اپنی جگہ پر ہیں لیکن اصولی اختلافات اپنی جگہ پر قاتل کو شربت پلانے پر اگر کوئی یہ کہہ دے کہ حضرت علیؑ ابن ملجم پر خوش تھے اور حسنینؑ بھی راضی تھے کہ انہوں نے شربت پلا کر اس کی پیاس بجھائی تو یہ دلیل مبنی بر جہل ہوگی۔ اسی طرح جناب امیرؑ کا مصیبت میں حضرت عثمان کی مدد کرنا یہ دلیل نہیں ہے کہ حضرت عثمان کی پالیسیوں سے اتفاق تھا یا اُن کو برسرِ حق سمجھتے تھے۔

سوال:۔ کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ سیدنا حسن اور سیدنا حسین اپنے والد سمیت دین کے بقا و احیاء کے لئے اپنے نورانی وجودوں سے سیدنا عثمان کا وجود ضروری سمجھتے تھے۔

جواب:۔ جی نہیں ایسا سوچنا محض خوش عقیدگی ہوگا۔ دراصل اس واقعہ سے اسلامی تعلیمات اجاگر

ہوتی اگر مخالف بھی عالم بے کسی میں امداد کے لئے پکارے تو اس کی مدد کرنا چاہئے۔ اور انسان کا خون قیمتی ہے اس کو فضول نہیں بہانا چاہئے یہی عمل رسول تھا کہ جانی دشمنوں تک سے اخلاق سے پیش آتے تھے۔

سوال:۔ اگر ارتکاب معصیت ہے تو معصومیت نہ رہی معصومیت کے فقدان سے امامت کا فقدان لازم آئے گا اور یہ سراسر آپ کے مسلمات کیخلاف ہے سوچکر جواب دیجئے۔

جواب:۔ کوئی بھی عقلمند شخص اس فعل کو گناہ نہیں کہہ سکتا ہے لہذا فقدان عصمت و امامت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔

سوال:۔ اور اگر یہ فعل حسن ہے تو حسن بعینہ ہے یا بغیرہ؟ ہر دو شقوں کو مفصل بیان فرما کر دلائل سے بہرہ ور فرمائیے۔

جواب:۔ ڈوبتے ہوئے کو بچانا" یا کسی کی جان بچانے میں کوشش کرنا فعل حسن نفسہ ہے خواہ وہ دشمن ہو یا دوست حضرت عثمان کچھ بھی تھے لیکن انسان تھے اُن کے حقوق انسانیہ کا لحاظ کرتے ہوئے طلب امداد پر جناب امیرؑ نے ان کی جان بچانے کی کوشش فرمائی"

سوال:۔ سنا ہے کہ آپ حضرات سیدنا عثمان کے جنازے متعلق بھی طرح طرح کی بہتان تراشیاں کرتے ہیں کہ ان کا جنازہ نہ پڑھا گیا۔ کیا اہل سنت کی معتبر مشہور تاریخوں میں یہ سطور نہیں کہ ان کا جنازہ عبداللہ ابن زبیرؓ نے پڑھایا؟ جیسا کہ تاریخ اسلام مصنفہ معین الدین ندوی میں موجود ہے۔

جواب:۔ معین الدین ندوی کی تاریخ اسلام کا شمار اہل سنت کی معتبر ومشہور کتابوں میں ہرگز نہیں ہوتا ہے کسی پرانی تاریخ سے بروایت صحیحہ ثابت کیا جائے یا پھر سند معتبر اور توثیق مورخ سے آگاہ کیا جائے نیز یہ کہ سینکڑوں اصحاف رسولؐ کی موجودگی کے باوجود آخر عبداللہ ابن زبیر نے یہ کام کیوں کیا اور اکابر اصحاب نبیؐ سعادت سے کیوں محروم رہ گئے۔ عبداللہ ابن زبیر صحابی بھی نہ تھے اور نہ ہی ان کا اقتدار اس وقت مسلمہ ہے پھر بھی ہم مان لیں گے مگر تاریخ سے صحیح ثبوت دیا جائے معین الدین ندوی کی تاریخ ایک عام کتاب ہے اس سے استدلال لینا قلت دلیل کی دلیل ہے کسی ماخذ تاریخ کا نام لیجئے اور واقعہ کی صحت بھی ثابت کیجئے۔

سوال:۔ فرمایئے انسان کا بس اپنی زندگی تک چلتا ہے یا موت کے بعد بھی اگر موت کے بعد کی ذمہ داری بھی پڑتی ہے تو کیا معاذ اللہ کسی ایماندار کی زبان سید ناحسینؑ کے متعلق کچھ کہہ سکتی ہے کہ شہادت کے بعد ان کے اور ان کے عزیزوں کیساتھ ظالموں نے کیا کیا اور سر مبارک کو کہاں کہاں تک لے جایا گیا؟

جواب:۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعہ اور حضرت عثمان کے واقعہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے حضرت امامؑ کی شہادت وطن سے دور عالم غربت میں جنگ کے میدان میں فوج سرکار کے ہاتھوں ہوئی اور شہادت کے بعد کوئی والی وارث موجود نہ رہا اور لواحقین کو قیدی بنالیا گیا۔ مگر حضرت عثمان کا قتل بحیثیت بادشاہ وقت حامل اقتدار و قوت ہوا اور یہ واقعہ عین مدینہ میں پیش آیا جبکہ تمام قریش اقارب و احباب موجود تھے حسینؑ کا کوئی دوست نہ تھا جبکہ عثمان کے دوستوں کی تعداد بہت کثیر تھی یا تو ان سب صحابہ کو مخالف عثمان مان لیجئے جو موجود تھے یا پھر تسلیم کیجئے کہ انہوں نے جان بوجھ کر جنازہ میں شرکت کی۔ اگر حسینؑ سے مثال دیں گے تو جس طرح سارے موجود افراد دشمن تھے

اسی طرح ماننا پڑیگا کہ سارے موجود اصحاب دشمن ابن عفان تھے جو آپ قبول نہ کریں گے۔

سوال:۔ اگر کہ ہے تو کیا ایمان کے تقاضے کے مطابق ہے؟

جواب:۔ پس جس طرح ہم کہتےہیں کہ مخالفین حسینؑ نے تدفین نہ کر کے بے دینی کی آپ بھی مان جائیے کہ اصحاب نے اپنے مانے ہوئے امام سے بے وفائی کی۔

سوال:۔ اور اگر نہیں تو پھر سیدنا عثمان کے جنازہ اور ان کے وجود کے حصص کے متعلق بے جا کلمات کا استعمال کیوں؟

جواب:۔ اس لیے کہ حسینؑ کی نعش مبارک کا حشر باوجود میدان جنگ نرغہ اعداء بے دیسانہ ہوا جیسا کہ تاریخ میں حضرت عثمان کی لاش کا منظر داوی مدینہ میں نظر آتا ہے تاریخی حقائق ہیں ہم اپنی طرف سے کوئی بے جا کلمہ نہیں کہتے ہیں سوائے حامیان کے کردار پر تنقید کرنے کے۔

مروان کو کیوں بلایا؟

سوال:۔ فرمایئے مدینہ سے اخراج کا حکم حضور علیہ السلام نے مروان کے لئے کیا تھا یا حکم کے لئے جو کہ مروان کا باپ تھا؟

جواب:۔ اخراج کا حکم تو حکم ہی کے لئے تھا مگر مروان اللہ کی لعنت میں اپنے باپ کیساتھ برابر کا حصہ دار تھا جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے امام نسائی کی ایک حدیث بی بی عائشہ سے نقل کی ہے "بلکہ رسول علیہ وسلم نے مروان کے باپ پر اس حالت میں لعنت فرمائی جبکہ مروان باپ کے صلب میں تھا پس

مروان لعنت خدا میں حصہ دار ہے" (تفسیر ابن کثیر)

سوال:۔ اگر مروان کے لئے حکم اخراج فرمایا تھا تو بتایئے مروان سے کون سا جرم سرزد ہوا تھا اور مروان کی عمر اس وقت کیا تھی؟

جواب:۔ دجال پر جو کتب احادیث میں لعنت و مذمت کی احادیث ہیں بتایئے۔ اس نے بوقت ارشاد کیا جرم کیا تھا۔ جو جواب ہوگا۔ وہی مروان دجال کے بارے میں دھرا لیا جائے مروان ملعون کی عمر عہد نبوی میں تقریباً پانچ سال تھی۔ بعض لوگوں نے اُسے صحابی مانا ہے اور بعض نے تابعی مروان کے متعلق شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں کہ "اہلبیت کی محبت فرائض ایمان سے ہے نہ کہ لوازم سنت سے ہے۔ کہ مروان کو لعنت کرنا چاہئے" اور اس سے دل سے بے زار رہنا چاہئے علی الخصوص اس نے نہایت بدسلوکی کی حضرت امام حسین اور ان کے اہلبیت کیساتھ اور کامل عداوت ان حضرات سے رکھتا تھا اس خیال سے اس شیطان سے نہایت بیزار رہنا چاہئے" (فتاوی عزیزی ص ۲۲۵)

سوال:۔ اہل السنۃ والجماعت کی کس معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے کہ مروان کو صدیق و فاروق نے اپنے عہد خلافت میں پہلے سے کئی میل آگے دھکیل دیا تھا۔

جواب:۔ یہ بات مروان کے باپ حکم کے لئے لکھی گئی ہے اور عموماً واعظین اسے بیان کرتے ہیں گویا کہ کسی پرانی تاریخ سے یہ بات نہیں ملتی ہے کہ شیخین نے مروان کو آگے دھکیل دیا لیکن ہندو پاکستان کی غیر معتبر کتابوں میں یہ بات مرقوم ہے تاہم مجھے خود ذاتی طور پر اس بات سے اتفاق نہیں ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر نے حکم و مروان کے لئے ایسا احکام جاری کئے ہوں البتہ یہ بات مسلمہ ہے کہ حضور نے باپ و بیٹے کو طائف کی طرف جلاوطن کیا۔ ملعون قرار دیا۔ حتیٰ کہ عثمان نے واپس بلایا۔ اور ایک

لاکھ روپیہ بھی ادا کیا۔ اور مروان کو مشیر خاص و وزیر مقرر کیا۔

سوال:۔ اہل السنۃ کی اس معتبر کتاب کی نشاندہی فرمایئے جس میں علیٰ سبیل التصریح حضور کا فرمان مسطور ہو کر مروان کو مدینہ میں قدم رکھنے نہ دیا جائے

جواب:۔ امام ذہبی لکھتے ہیں کہ اس سال مروان کا والد حکم بن ابی العاص فوت ہوا۔ وہ فتح مکہ کے روز مسلمان ہوا تھا مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے راز فاش کر دیا کرتا تھا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضورؐ کی رفتار مبارکہ کی نقلیں اُتارتا تھا۔ پس آپؐ نے اُسے طائف میں جلاوطن کر دیا۔ اور اس پر لعنت بھیجی۔ وہ جلاوطن ہی رہا۔ حتیٰ کہ حضرت عثمان خلیفہ ہوئے تو اُسے مدینہ میں داخل کیا اور ایک لاکھ عطیہ اُنسے دیا (**العبر فی خبر من غبر ج اول ص۳۲**) جب جلاوطن کا حکم ثابت ہے تو جب تک حضورؐ سے معافی ثابت نہ ہو جائے اور واپسی کا حکم بزبان رسولؐ صادر نہ ہو جلاوطن کو مدینہ میں قدم رکھنے کی اجازت نہ ہوگی بصورت دیگر حکم رسولؐ کی خلاف ورزی ہوگی۔

اب رہا یہ سوال کہ حکم مروان کے باپ کے لئے تھا تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضورؐ نے لعنت میں اور جلاوطنی میں دونوں باپ بیٹوں کو شریک کیا جیسا کہ حضرت عائشہ نے کہا ہے کہ "**ولکن رسوالله صلی الله علیه وسلم لعن ابامروان ومروان فی صلبه فمروان فضض من لعنة الله** "(**تاریخ الخلفا سیوطی**) اسی طرح حضورؐ نے فرمایا "**وزغ ابن وزغ و معلون ابن ملعون** "(چھپکلی کی اولاد چھپکلی اور ملعون باپ کا ملعون بیٹا) (**ابن ماجہ ترمذی۔ نسائی۔ ناصیہ عن دم معاویہ**) پس جب تک حضورؐ اپنا حکم واپس نہ لیں اخراج و لعنت برقرار رہے گی لہذا عدم معافی کی بنا پر بصراحت یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسولؐ کا حکم مروان اور اس کے باپ کے

لئے یہی تھا کہ وہ مدینہ نہ آنے پائیں اور ملعون رہیں۔

سوال:۔ جب سید عثمان مروان کو بلایا تو صحابہ کرامؓ اور عترت رسول مقبول میں سے کس نے انکار و اعتراض کیا؟

جواب:۔ حضرت عثمان کا حاکم اسلام بن جانا تاریخ اسلامی کا وہ حیرت ناک واقعہ ہے جس کی کوئی معقول توجیہ آج تک کوئی نہ مواقف کر سکا انہوں نے تمام عہدوں پر اپنے خاندانکے افراد کو فائز کیا اور جی بھر کہ کنبہ پروری کی۔ معمولی تنقید پر مقتدر اور جلیل الشان صحابہ کرام کو اذیت ناک سزائیں دیں۔ مروان کو بلانے پر عبداللہ ابن مسعود، عمار یاسر اور ابوذر غفاری وغیرہ کے شدید مخالفت کی مگر ان کا کوئی زور نہ چلا مسعوری کے مطابق طلحہ زبیر اور عبدالرحمان بن عوف و سعد وغیرہ بھی اس رائے کے مخالف تھے۔ مولوی کرم الدین دبیر نے خودساختہ توضیح گھڑی ہے کہ جب صحابہ نے اعتراض کیا کہ مروان اور اس کے باپ کو کیوں واپس بلایا گیا ہے تو حضرت عثمان نے اُن سے کہا کہ میں نے حیات رسولؐ میں ان کو حضورؐ سے معافی دلوادی تھی جس کا علم ابوبکر و عمر کو بھی نہ تھا۔ کچھ لوگوں نے عثمان کی اس بات پر اعتبار کرلیا۔ مگر اکثر صحابہ اس بات پر خفا رہے بنی ہاشم جن کو امور سلطنت سے بہت دور رکھا جاتا تھا اس حرکت کے خلاف تھے اس موضوع پر مفصل بحث مولانا مودودی نے اپنی کتاب خلافت و ملوکیت میں بھی کی ہے۔

سوال:۔ کیا یہ سچ ہے کہ مروان نے آتے ہی سیدنا علی کے ہاتھ پر بیعت ارشاد کرلی تھی؟

جواب:۔ جی نہیں یہ غلط ہے۔

سوال:۔ اگر مطابق واقع ہے تو بیعت کی وجہ سے آگاہ فرمایئے کہ آپ نے ایسے شخص کو ایسے حلقہ ارادت میں کیوں داخل فرمایا جو حضور کی نگاہ میں مطعون تھا؟

جواب:۔ یہ بات بالکل واقع کے خلاف ہے۔

سوال:۔ اور اگر سیدنا علی علیہ السلام نے مروان کو اپنے سلسلہ طریقت میں داخل نہیں فرمایا تو نہج البلاغہ کی عبارت ذیل کا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ پہلے عبارت سے مطلع کیجئے پھر جواب طلب فرمایئے۔

سوال:۔ مروان جنگ جمل کے بعد جب سیدہ عائشہ کے لشکر سے گرفتار ہو کر سیدنا علی مرتضےٰ کے پاس لایا گیا تو مروان نے رہائی کے لئے سیدنا حسن اور سیدنا حسین کی سفارش کے لیئے کن توقعات کی بنا پر عرض کیا تھا؟

جواب:۔ جنگ جمل میں جب مروان بن حکم گرفتار ہوا تو اس نے حضرت حسنین علیہما السلام کو امیر المومنین کے پاس سفارشی بنا کر بھیجا چنانچہ ان دونوں نے اس کی سفارش کی اور اسے امیر علیہ السلام نے مان لیا اسے رہا کر دیا۔ پھر دونوں شہزادوں نے عرض کیا کہ یہ آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہے۔ مگر حضرت امیرؑ نے اسے نامنظور کر دیا خاندان نبوت وارث رحمت ہے۔ ان کا کردار یہ ہے کہ ان کو کسی سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے بلکہ ان کی دشمنی اسلام کی دشمنی پر ہے۔ ان کی مخالفت محض اصول کی بنا پر ہوتی ہے لہٰذا دستور شریعت ہے کہ جب کوئی تائب ہو تو اس کو معاف کر دیا جائے جس طرح حضور نے ابوسفیان جیسے دشمن کو معاف کر دیا تھا۔ اسی طرح جب مروان نے بظاہر معافی مانگ لی تو امامین نے اس کی سفارش کی۔ یہ عمل شرعاً جائز و مباح تھا۔ اس میں کوئی خطا نہ کی گئی۔ نہ ہی اس میں کوئی خصوصی

تعلقات کارفرما تھے۔ بلکہ ایک شکست خوردہ دشمن نے راہ راست پر آنے کا وعدہ کرتے ہوئے امان طلب کی تھی۔ اگر اس وقت اس کی یہ پیش کش ٹھکرا دی جاتی تو یقیناً غلطی ہوتی۔ کیوں کہ رسولؐ نے عمر بن خطاب اور ہندہ جیسے افراد کو معاف کر دیا تھا۔

سوال:۔ تعلقات کی تفصیل کے بعد یہ بھی واضح فرمائیے کہ حسنین مکرمین نے ایسے مطعون شخص کی سفارش اپنے والد بزرگوار کے دربار میں کیوں فرمائی؟

جواب:۔ حجت خدا فطری طور پر حریص ہوتے ہیں اور ان کا یہ منشا ہوتا ہے کہ ہر کوئی ہدایت پا جائے چنانچہ اسی بات پر اللہ نے قرآن میں حضورؐ اکرم کو حریص فرمایا ہے۔ لہذا ایک گمراہ کو ہدایت کی راہ پر لانے کی خاطر امامین نے ایسا کیا کیونکہ امام کی بنیادی ڈیوٹی یہی ہوتی ہے۔ اسی لئے خود سُنی کتب میں ابوجہل جیسے مطعون شخص کیلئے حضور کا بارگاہ الٰہی میں یہ سفارش و دعا فرمانا۔ مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے مسلمان بنا دے۔ جب مروان نے راہ راست پر آنے کا وعدہ کر لیا تو پھر ایسی سفارش قابل اعتراض کیونکر ہو سکتی ہے؟

سوال:۔ اگر وہ مطعون اور قابل سزا تھا تو سفارش کنندگان کی معصومیت کے متعلق کیا رائے ہے؟

جواب:۔ توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے جب نادم اعتراف گناہ کرے اور آئندہ محتاط ہونے کا عہد کرے تو اس کو معاف کرنا ہرگز معصومیت کے خلاف نہیں ہے ورنہ شرعی فتویٰ پیش فرمائیے۔

سوال:۔ اگرآپ کوان باتوں سے انکار ہے تو نہج البلاغتہ ج اص ۱۲۰ الاستقامہ مصریہ کی عبارت ذیل کا کیا جواب ہے؟

قالواخذ مروان ابن الحکم اسیر یوم الجمل فاستشفع الحسن والحسین (علیہما اسلام) الی امیر المومنین (علیہ السلام) فکلماہ فیہ سبیلہ فقالا لہ یبالعیک یا امیر المومنین فقال علی (علیہ السلام) ولم یبایعنی قبل قتل عثمان (رضی اللہ عنہ)

معتبر راویوں نے کہا کہ جمل کے دن مروان ابن الحکم گرفتار کر کے سیدنا علی کے سامنے لایا گیا تو مروان نے حسنین کو رہائی کے لیئے سفارش پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے باپ کو یہ کہہ کر اس کو چھڑالیں۔ پس انہوں نے سفارش کی اور حضرت علیؑ نے مروان کو چھوڑ دیا پس حسنینؑ نے حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ کے ہاتھ پر مروان بیعت کریگا تو آپ نے فرمایا کیا اس نے قتل عثمان سے پہلے میری بیعت نہ کی تھی۔

جواب:۔ اگر کوئی شخص مندرجہ بالا عبادت نہج البلاغت میں بایں الفاظ دکھادے تو ہم اس کو منہ مانگا انعام دیں گے ہمیں سخت افسوس ہے کہ لدھیاوی صاحب نے حسب عادست یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے اور ایک غلط محرف عبارت کوامام کے نام سے منسوب کر کے اپنا الّو سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے اصل عبارت مع ترجمہ درج ہے۔

قالوا اخذ مروان ابن الحکم اسیر یوم الجمل فاستشفع الحسن والحسین (علیہا السلام) الی امیر المومنین (علیہ السلام) فکلماہ فیہ فخلی سبیلہ فقالالہ یبالیک یا امیر المومنین فقال (علیہ السلام) ولم یبالعنی بعد قتل عثمان؟ لا

حاجة لی فی بیعتہ انہا کف یھویة لو بایعنی بیدہ لغدر بسبتہ ان لہ امر کلعقة الکلب انفہ وھوالا کبش الاربعة وستلقی الامتہ منہ ومن ولدہ یوماً احمر۔ (نہج البلاغہ ارشاد ۷۳)

کہا گیا ہے کہ جب مروان بن حکم گرفتار ہوا تو اس نے حضرات حسنینؑ کو امیر المومنین کے پاس شفیع حدا بنا کر بھیجا چنانچہ ان دونوں نے اس کی سفارش فرمائی آپؑ نے اس سفارش کو مان لیا۔ اور اُسے رہا کر دیا۔ پھر دونوں (حسنینؑ) نے امیر المومنینؑ سے عرض کیا یہ (مروان) آپؑ کی بیعت کرنا چاہتا ہے! اس پر جناب علیؑ نے فرمایا کیا اس نے قتل عثمان کے بعد میری نہیں کی تھی؟ (نہیں اب) مجھے اس کی بیعت کی (ضروری نہیں ہے یہ ہاتھ بہت بڑے عہد شکن کا ہاتھ ہے ص ۲) اگر آج بیعت کریگا تو کل اسے توڑ بھی دیگا۔ خبردار یہ حکومت حاصل تو کرے گا مگر اتنی ہی دیر کے لئے جتنی دیر کتا اپنی ناک کو چاٹتا ہے۔ یہ چار سرداروں کا باپ ہے اور وہ دن بہت جلد آنے والا ہے جب مروان اور اس کے فرزندوں سے مسلمانوں کو روز سرخ دیکھنا پڑے گا۔

اب آپ خود اندازہ لگالیں اصل معاملہ کیا ہے؟ اور کس طرح لدھیانوی صاحب نے بعد قتل عثمان کو قبل قتل عثمان میں تبدیل کیا ہے۔ حضور شفیع المذنبین ہیں۔ اگر شفاعت گنہگاران خلاف عصمت ہے تو آ ت کے بارے میں کیا رائے ہوگی! ص ۲ عربی مثال کف یہودتیہ، الی غادرتہ ساکرۃ یعنی یہودی اپنی بدعہدی میں مشہور ہے۔

فضائل سیدنا معاویہؓ

سوال:۔ آپ کے نزدیک حضرت معاویہ صحابہ رسول مقبولؐ میں داخل ہیں یا نہ؟

جواب:۔ ہمارے نزدیک معاویہ اصحاب میں داخل ہے۔

سوال:۔ اگر داخل نہیں تو کیوں؟ کیا انہوں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں کفر سے توبہ اور ایمان کا اظہار نہیں کیا؟

جواب:۔ معاویہ اصحاب میں ضرور داخل ہے اور بظاہر اس نے حضورؐ کی خدمت میں کفر چھوڑ کر مسلمان ہونے کا اظہار کیا ہے۔ توبہ اور ایمان ہمارے نزدیک ثابت نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر آپ یہ کہیں کہ نہیں کیا تو سراسر خلاف واقع ہے کیونکہ سیدنا علی علیہ السلام نے ان سے مطالبہ بیعت ایمان دار سمجھ کر ہی تو کیا تھا سیدنا حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عالم اسلام کی پوری باگ دوڑ ایماندار جان کر ہی تو سپرد کی تھی۔

جواب:۔ حضرت علیؑ نے اس سے مطالبہ بیعت ایمان دار سمجھ کر ہرگز نہیں کیا ہے اور نہ ہی امام حسنؑ نے اُسے کبھی کامل الایمان فرمایا ہے۔ ورنہ دونوں اماموں کی زبان سے بصراحت معاویہ کا کامل الایمان ہونا ثابت کیا جائے۔

سوال:۔ اور اگر آپ کو اقرار ہے تو ان کے سالم الایمان ہونے پر بھی ایمان ہے یا نہ؟

جواب:۔ ہم ہرگز معاویہ کو سالم الایمان نہیں سمجھتے ہیں۔

سوال:۔ اگر نہیں ہے تو اعتراض سابق پورے کا پورا عائد ہوگا سوچ سمجھ کر جواب دیجئے۔

جواب:۔ بیعت کا مطالبہ منجانب امامؑ عادل برائے اطاعت ہوتا ہے اس میں مومن وغیر مومن یا مسلم وغیر مسلم کی شرط کا لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے اسی لئے ذمیوں سے بھی عہد وفا لیا جاتا ہے اور امام عادل کی موجودگی میں بے ایمان کا بادشاہ بن جانا ممکن ہے ایسی صورت میں نہ ہی بادشاہ صاحب ایمان مانا جاتا ہے اور نہ ہی خلیفہ برحق کے استحقاق کو ضعف آتا ہے جیسا کہ فرعون بادشاہ تھا اور موسیٰؑ خلیفہ خدا تھے یا نمرود حاکم وقت تھا اور جناب خلیلؑ امام برحق تھے پس حکومت اور تخت وتاج دلیل ایمان نہیں ہوسکتی۔ حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ معاویہ مجبوراً (کرہا) اسلام میں داخل ہوا تھا۔ لیکن اپنی خوشی سے اسلام سے نکل گیا۔ کیا کُل ایمان کی یہ شہادت معاویہ کی بے ایمانی کے لئے کافی نہیں ہے۔

سوال:۔ اور اگر اقرار ہے تو وجوہ اعتراض کیا ہیں حوالہ کے لئے اہل السنت کی معتبر کتابیں تسلیم ہوں گی۔

جواب:۔ ہمیں سب سے بڑا بلکہ صرف ایک اعتراض ہے کہ معاویہ متمسک بالثقلین نہ تھا۔ متفق بین الفریقین احادیث ہیں کہ جس نے علیؑ پر سب کیا اس نے رسولؐ پر سب کیا علی سے لڑائی رسولؐ سے لڑائی ہے چونکہ معاویہ نے ساری عمر اہلبیتؑ رسول سے تخلف کیا لہذا وہ ہرگز مومن نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک اہل بیتؑ کی دشمنی ایمان کو کھا جاتی ہے۔ یہ ایسی مسلمہ بات ہے کہ کسی حوالہ کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال:۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت معاویہ حضرت علیؓ کی طرح کاتب وحی تھے؟

جواب:۔ جی نہیں یہ بالکل جھوٹ ہے اور علمائے سُنیہ نے اس روایت کوتسلیم نہیں کیا ہے سوائے نواصب کے چنانچہ مولوی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں صاف اقرار کیا ہے کہ معاویہ کا کاتب وحی ثابت نہیں ہے صحاح ستہ میں کوئی ایک بھی مرفوع حدیث جس کے راوی ثقہ ہوں نہیں ملتی ہے جو معاویہ کو کاتب الوحی ثابت کر سکے۔

سوال:۔ اگر حضرت رسُول مقبول ﷺ کے نزدیک معاذ اللہ کامل الایمان نہیں تھے تو آپ نے قرآن مجید کے لکھنے والوں کی صف میں انہیں بیٹھنے کا موقعہ کیوں دیا۔ اور معاذ اللہ نص قرآن دیمسہ الا المطہرون کیخلاف کیوں فرمایا؟

جواب:۔ اولاً معاویہ بن ابوسفیان کا کاتب الوحی ہونا ہی ثابت نہیں ہے۔ دوم قرآن مجید کی کتاب ایمان کی دلیل نہیں بن سکتا ہے کیونکہ کتابت کی ذمہ داری ایسے افراد پر بھی ڈالی گئی جو نقص الایمان تھے مثلاً حکم بن العاص اور عبداللہ ابن ابی سراح۔ ابومروان حکم طرید رسُول قرار پایا اور ابن ابی سراح مرتد ہو گیا جیسا کہ علامہ حافظ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر در منثور میں بصراحت لکھا ہے **لائیسہ لا المطہرون** سے یہ مراد نہیں ہے کہ ناپاک قرآن کو چھو نہیں سکتا ہے کیونکہ یہ بات خلاف واقع ہے لاکھوں کی تعداد میں غیر مسلم کفار قرآن کو چھاپ رہے ہیں۔ پڑھ رہے ہیں اور چھو رہے ہیں نص سے مراد ہے کہ مفاہیم ومضامین کی حقیقت سے آشنائی حاصل کرنا اور یہ شرف سوائے محمد آل محمد علیہم السلام اور اُن کے متمسکین کسی مسلمان کو بھی حاصل نہیں ہو سکتا خواہ وہ لاکھ مرتبہ قرآن کو پڑھ لے بلکہ حفظ بھی کر لے تب بھی کوراہی رہے گا۔ نولکشور کے چھاپہ خانے میں ہندو کاتب بھی قرآن کی کتابت کیا کرتے تھے۔ اور آجکل دیگر غیر مسلم بھی پریسوں وغیرہ میں قرآن کی طباعت واشاعت میں کام کرتے ہیں۔ پس محض قرآن لکھ دینا کسی کے ایماندار ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے۔

سوال:۔ اگر خاکم بدہن بر تقدیر مذہب شما تسلیم کر لیا جائے کہ حضور علیہ السلام نے قرآن مجید برائے کتابت ایک ایسے شخص کے سپرد کیا جو کامل الایمان نہیں تھا اور قرآنی نص کے خلاف کیا تو کیا اس سے حضور علیہ السلام کے مقام پر حرف نہیں آتا؟

جواب:۔ جب کتابت قرآن کے لئے صاحب الایمان ہونے کی شرط بھی منصوص نہیں ہوئی ہے تو پھر حضورؐ پر حرف کس طرح آسکتا ہے قرآن ایک تبلیغی کتاب ہے جب آپ اس پر ایسی پابندی لگا دیں گے کہ اُسے کوئی غیر مسلم چھوئے ہی نہیں تو پھر ہدایت کس طرح ہو سکتی ہے حضورؐ تو کفار کے نوٹس بورڈ پر آیات چیلنج کے طور پر تحریر کروا دیا کرتے تھے جس کے مطالعہ کے بعد ان کو اعتراف کرنا پڑتا تھا کہ یہ کلام انسانی نہیں ہے۔ فرمایئے جب سورہ کوثر کے آگے **وماھذا کلام البشر** کفار نے لکھا تھا تو سورۃ سے مس ہوئے تھے یا نہیں کیا کسی صحابی نے اعتراض کیا تھا کہ یا رسول اللہ قرآن کو تو غیر مطہر چھو نہیں سکتا اس نے قرآن کے آگے اپنی عبارت کیوں کر لکھ دی چونکہ کتابت قرآن کے لئے ایسا کوئی حکم ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ غیر مومن اس کو پڑھ یا لکھ نہ سکے لہذا حضورؐ نے ایسا کوئی فعل نہ کیا جو خلاف قرآن ہو۔ شریعت کا حکم ظاہر پر ہوتا ہے تو جب کوئی شخص زبانی مسلمان ہونے کا دعویٰ کریگا تو اُسے اسلام میں دیگر مسلمانوں جیسے تمام مراعات حاصل ہوں گے تا وقتیکہ اس کا نفاق عیاں نہ ہو جائے حجت خدا اپنے علم خاص کا استعمال بلا مصلحت و ضرورت نہیں کیا کرتے ہیں۔

سوال:۔ جب تاریخ الخلفاء میں مصرح ہے کہ حضرت معاویہ حضورؐ علیہ السلام کے کاتب تھے تو کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ حضرت معاویہ کو کامل الایمان ہونے کے علاوہ حضور علیہ السلام دیانتدار متقی سمجھتے تھے ورنہ آپ نے غیر ذمہ دار انسان کو قرآن پاک کی کتابت کیوں سپرد فرمائی؟

جواب:۔ اگر کوئی شخص تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی میں سیوطی کی عبارت سے ثابت کر دے کہ معاویہ کاتب الوحی تھا یا حضورؐ نے اُس سے قرآن مجید کی کتابت کروائی تو میں اُسے منہ مانگا انعام دوں گا۔علامہ سیوطی نے بلا سند صرف یہ کلمہ لکھا ہے "وکان احد الکتاب الرسول اللہ" گو کہ مترجمین نے بغلی سُرخی" کتاب وحی کی خدمت" جمادی ہے لیکن متن میں اصل عبارت سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ ایک میر منشی رہا تھا۔چنانچہ شمس بریلوی مترجم تاریخ الخلفاء ص ۲۸۷ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں حضرت علامہ سیوطی کے الفاظ ہیں" **وکان احد الکتاب الرسول اللہ** "عام طور پر آپ کو کاتب وحی کہا جاتا ہے علامہ سیوطیؒ نے اس امر کی کوئی صراحت نہیں فرمائی صرف "**احد الکتاب** " تحریر فرمایا ہے اسی کا میں نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے کاتبوں محرروں میں سے تھے (جو رسول اللہ ﷺ) کے ان خطوط و فرامین کو تحریر کرتے تھے جو حسب ضرورت آنحضرت ﷺ ارسال فرمایا کرتے تھے۔ (شمس)

علامہ سیوطی اسی جگہ لکھتے ہیں کہ آپ (معاویہ) کی فضیلت میں بہت سی احادیث وار ہیں لیکن ان میں سے یہ پایہ ثبوت کو پہنچنے والی بہت کم ہیں۔امام ترمذی نے ایک حدیث حسن عبدالرحمان ابن ابی عمر کے حوالہ سے بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے امیر معاویہؓ کے بارے میں دعا فرمائی کہ الٰہی معاویہ کو ہدایت یاب اور ہدات کرنیوالا بنادیجئے نیز امام احمدؒ نے اپنی مُسند میں عرباضؓ بن سارِیہؓ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ الٰہی! تو معاویہ کو حساب کتاب لکھادے اور اس کو عذاب سے محفوظ رکھ (تاریخ الخلفاء ص ۲۸۷) ان من گھڑت روایات سے ثابت ہوا کہ معاویہ حساب کتاب کا کام کیا کرتا تھا۔ نہ کہ کاتب الوحی تھا۔ اور جس طرح حضورؐ نے ابوجہل کے لئے ہدایت پانے کی دعا کی تھی اسی طرح معاویہ کے لئے کی۔اگر معاویہ دیانتدار اور متقی ہوتا تو حضورؐ اُس کی ہدایت یاب ہونے کی دعا نہ کرتے (بزعم شما) اور حساب کتاب سکھانے کی استدعا بارگاہ الٰہی میں نہ کرتے (بقول شما)۔

حضرت مالک ابن نویرہ رضی اللہ عنہ کو خود رسول مقبول ﷺ نے صدقات کی وصولی پر عامل مقرر فرمایا تھا حضرت ابوبکر نے انہیں مُرتد قرار دیکر قتل کروادیا۔ کیا حضورؐ نے غیر ذمہ دار منافق کو اتنی بڑی ذمہ داری سونپی تھی تو حضرت ابوبکر کو ایک متقی و دیانت دار صحابیِ رسُول کا قاتل وظالم تسلیم کر لیجئے۔ یا پھر مان جایئے کہ زمانہ رسُول میں حضورؐ کی عطا کردہ ذمہ داری دلیل ایمان نہیں ہوسکتی جبکہ آنحضرتؐ کا حُسن سلوک سب کلمہ گو مسلمانوں کے لئے مساوی ہوتا تھا اور تمام مراعات ان لوگوں کے ظاہری اسلام کے مطابق یکساں حاصل ہوتے تھے۔ پس اولاً تو معاویہ کا کاتب الوحی ہونا ہی بصراحت ثابت نہیں ہے اور اگر ہو بھی تو یہ بات اس کے ایمان کامل کی دلیل نہیں ہوسکتی ہے۔ کیونکہ بعد از رسُولؐ اس نے وہ احداث کئے جن پر تاریخ اسلام شرما جاتی ہے۔

سوال:۔ جب قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری پروردگار عالم نے لے لی ہے تو بتایئے بر تقدیر نا اہلیت خدا تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی وساطت سے امر کتابت سید نا معاویہؓ کے سپرد کیوں ہونے دیا کیا یہ خلافِ حفاظت نہیں؟

جواب:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ حضورؐ نے امر کتابت معاویہ کے سپرد ہی نہ فرمایا۔ پھر یہ کہ حفاظت اور کتابت کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے قرآن کی حفاظت آج بھی خدا کر رہا ہے۔ لیکن کتابت آپ کسی بھی عربی محرر سے کرواسکتے ہیں اور غیر مسلم ممالک میں جہاں قرآن چھپتے ہیں عموماً سارا عملہ غیر مومنین ہی کا ہوتا ہے پہلے آپ وہ توضیحات بتائیں جن کی بنا پر کتابت غیر مومن مانع حفاظت خداوندی ہوتی ہے۔ خدائی حفاظت کی شان تو تب ہی بلند ہوسکتی ہے کہ مخالفین اپنی کوششوں کے باوجود ان حفاظتی اقدامات کو نقصان نہ پہنچا سکیں اور اگر مخالفین اُدھر نگاہ ہی نہ اٹھائیں تو پھر حفاظت کا مزاہ کیا رہ گیا بلکہ اہمیت ہی جاتی رہی۔

سوال:۔ اگر آپ لوگوں کا زیادہ اعتراض اس پر ہے کہ سیدنا معاویہؓ نے سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کیوں نہ کی تو فرمایئے یہ مسئلہ سیدنا حسن کے سامنے بھی واضح تھا یا نہ؟

جواب:۔ مجھے معاویہ کی ہر حرکت بلکہ اس کے وجود پر ہی اعتراض ہے صرف بیعت نہ کرنا اعتراضوں میں سے ایک اعتراض ہے مگر میں اسے بنیادی مسئلہ نزاع نہیں سمجھتا کیونکہ دوسرے بھی کئی لوگ تھے انہوں نے بیعت نہ کی یا پھر بیعت کر کے توڑ ڈالی۔ امام حسنؑ اس امر سے خوب واقف تھے اور یہ مسئلہ اُن کے سامنے پوری طرح واضح تھا۔

سوال:۔ اگر نہیں تھا تو معاذ اللہ امامت اپنے پورے معنی میں سیدنا حسن پر صادق نہ آئی جبکہ شیعی مسلمات سے ہے کہ امام عالم ما کان وما یکون ہوتا ہے۔

جواب:۔ امام حسن علیہ السلام حقیقت سے بخوبی عالم تھے۔

سوال:۔ اور اگر واضح تھا تو آپ نے سیدنا علیؓ کی وفات کے بعد عالم اسلام کی تفویض فرما کر سیدنا معاویہؓ کے ساتھ مصالحت اور بیعت کیوں فرمائی! دیکھئے رجال کشی ص ۷۲ مطبوعہ بمبئی۔

جواب:۔ معاہدہ جنگ بندی سے امام حسن السلام نے معاویہ کو خلافت سپرد نہیں کی اور نہ ہی اس کی خلافت کو تسلیم کیا امام حسنؑ کے خط سے جو انہوں نے معاویہ کو لکھا ہے ظاہر ہے آپؑ نے اس خط میں واشگاف الفاظ میں تحریر فرمایا ہے۔ "اے معاویہ خلافت میرا اور میرے اہل بیت کا حق ہے تجھ پر اور تیرے اہل بیت پر حرام ہے جیسا کہ میں نے اپنے جد پاکؐ سے سنا ہے" (تاریخ حسن مجتبیٰ) اب مقام غور یہ ہے کہ جس چیز کو امام پاک حرام سمجھتے ہیں اور بقول رسولؐ حرام سمجھتے تھے تو اُسے کس طرح تسلیم کر سکتے تھے۔ شیعہ تو رہے ایک

طرف سُنی نکتہ نگاہ سے بھی معاویہ خلیفہ نہ تھا جیسا کہ مستند احادیث سُنیہ سے معلوم ہوتا ہے اور جن کے متعلق ابو الکلام آزاد نے اپنے مقالہ مسئلہ خلافت میں لکھا ہے کہ "اس بارے میں جو احادیث موجود ہیں وہ کثرت طرق شہرت متن قبول طبقات کی بنا پر حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں" (مسئلہ خلافت ص۱۰) علامہ سیوطی نے واضح لکھا ہے کہ معاویہ نے حضرت علی پر خروج کیا اور اسی طرح امام حسن پر خروج کیا نیز سیوطی نے یہ بھی قرار کیا ہے کہ معاویہ خلیفہ نہیں بلکہ بادشاہ تھا (تاریخ الخلفا ص۲۹۳)۔

امام حسنؑ نے حکومت چھوڑ کر معاویہ کے ایمان کی ہرگز گواہی نہیں دی ہے امامؑ نے مجبور و مضطر ہو کر حکومت چھوڑی ہے تاکہ مسلمانوں میں خونریزی نہ برقرار رہے دو بظاہر نقصانوں میں سے ایک آسان نقصان کو پسند کیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ معاویہ جنگ کرنے اور خون بہانے پر مصر ہے اور اس سے باز نہیں آئے گا۔ پس امامؑ نے حکومت ظاہری چھوڑ کر اُمت کو مزید خون کی ہولی سے بچالیا اور اپنے نانا کا یہ قول سچ کر دکھایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے جو مسلمانوں کے دو گروہ عظیم میں صلح کا موجب ہوگا۔" پس حسنؑ بلاشبہ اس صلح میں داخل ثواب ہیں اور اس فعل میں درستی اور نیکی پر ہیں اور معاویہ اس معاملہ میں خطا کار اور مستحق عذاب ہے اور اس معاملہ میں کوئی بزرگی اور کرامت نہیں (نصائح کافیہ ص۱۵۲)۔

امام حسن علیہ السلام نے اپنی صلح سے حضور کی اس حدیث کی تصدیق فرمائی تھی کہ میرا یہ فرزند مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کا موجب ہوگا اس حدیث میں لفظ مسلمین خصوصی توجہ کا حامل ہے اور یہ لفظ تواتر کیساتھ کتب احادیث و تواریخ میں درج ہے مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم استیعاب جلد ا ص ۱۳۹۔ تاریخ الخلفاء ص۱۹۰، تاریخ ابوالفدا ص ۱۹۳، تاریخ خمیس ص ۳۲۳ وغیرہ)۔ لفظ "مسلم" کا اطلاق زمانہ رسول میں مومن و منافق دونوں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا پس اس حدیث سے گروہ بنی اُمیہ کے لئے جو بظاہر اسلام کا چولا پہنے ہوتے تھے مگر حقیقت میں مسلمان اور مومن کامل نہ تھے کوئی بزرگی اور

فضیلت ثابت نہیں ہوتی اور معاویہ اور اس کے بہی خواہوں کے برحق ہونے اور سچے مسلمان کہلانے کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اور نہ اس کی اطاعت کا اقرار فرمایا اور نہ ہی بیعت کی بلکہ محض خونریزی روکنے کی خاطر دیکھتے ہوئے کہ معاویہ کی سازشیں کارفرما ہیں اور مسلمان نصرتِ حق سے منہ موڑ رہے ہیں مجبوراً آپ نے اپنی بیعت کو ان کی گردنوں سے نکال لیا اور حکومت سے علیحدگی کی اختیار فرمائی۔ علامہ عقیلی۔ مشہور سنی عالم اس صلح کے متعلق لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ نے روز حدیبیہ کفار سے اس امر پر صلح فرمائی کہ حضرت مع اپنے اصحاب کے مدینہ کو لوٹ جائیں۔ اور نہ حج کریں نہ عمرہ اور کفار قریش میں سے جو مسلمان ہو گئے وہ اہل مکہ کو واپس دے دیئے جائیں اور آئندہ سال بھی مکہ میں داخل نہ ہوں مگر صرف تین دن کے لئے اور وہ بھی صرف مسافروں کی طرح اور پھر باوجود ان سب باتوں کو قبول فرمالینے کے کفار مکہ صلحنامہ میں لفظ محمدؐ رسول اللہ لکھے جانے پر راضی نہ ہوئے اور حضرتؐ نے خود اس لفظ کو اپنے دست مبارک سے مٹا کر محمد بن عبداللہ لکھوایا کیا یہ صلح رسول کی طرف سے حق اور کفار کی جانب سے باطل نہ تھی۔ اور ایسا ہی رسول اللہ نے عینیہ اور اقرع یہودیوں کے دو قبیلوں سے اس امر پر صلح فرمائی کے باغات مدینہ کے پھولوں کا ایک ثلث حصہ (۱/۳) ان کو دیا جائیگا۔

اور اگر وہ مع اپنے ساتھیوں کے ابوسفیان اور اس کے گروہ کی امداد سے ہٹ جائیں۔ سعد نے اشارۃ عرض کیا۔ اگر وحی اس کے خلاف نہ ہو تو اس کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہیئے۔ حضرت نے اس رائے کو پسند کیا اور اس تجویز کو نہ چھوڑا۔ پس کیا یہ صلح اور یہ تجویز رسول اللہ کی برحق نہ تھی۔ فریق دوم کی طرف سے کذب بطلان پس اسی طرح امام حسن علیہ السلام کی صلح ان کی طرف سے حق ہے اور معاویہ کی جانب سے باطل ہے بے شک معاویہ زبردستی غلبہ کرنے والا۔ گنہگار تھا اس نے باوجود سینہ زوری سے حکومت

لینے کے جو عہد کیا تھا اس کو توڑ دیا کسی ایک شرط پر وفا نہ کی اس قضیہ صلح کا یہ سب حال فتح الباری شرح صحیح بخاری اور ابو جعفر طبری کی تاریخ طبری اور کامل ابن اثیر وغیرہ سے لکھا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ امام حسن اس صلح کے لئے کس قدر مجبور ہو گئے تھے اور معاویہ نے اپنے عہدوں کو کس طرح توڑا۔" (نصائح کافیہ ص ۲۵۲) پس جس طرح حضورؐ کا کفار سے مصالحت کر لینا بیعت نہیں بلکہ معاہدہ امن ہے اسی طرح حسنؑ نے بڑے عمدہ شرائط کے ساتھ معاویہ سے پیمان امن فرمایا جس طرح حضورؐ نے خیبر و فدک وغیرہ کی اراضیات کے متصرف و مالک و فاتح و حاکم نہ ہونے کے باوجود کچھ شرائط کے تحت وہ علاقے یہودیوں کے قبضے میں دیدیئے اسی طرح امام حسنؑ نے مطلوبہ شرائط کا پابند بنا کر معاویہ کو امور سلطنت دیدے امام حسنؑ کا یہ عمل عین بمطابق سنت رسولؐ ہے اور اگر امام پر اس فعل کی وجہ سے اعتراض ہوگا۔ تو یہ اعتراض حضورؐ پر ہوگا۔ اور جو جواب حضور کے لئے ہوگا۔ وہی نواسہ رسول کے لئے بھی ہوگا۔

سوال:۔ اور اگر آپ کو بیعت سے انکار ہے تو ذیل کی عبارت کا جواب خوش ہو کر دیجئے۔

قال سمعت ابا عبدالله ان معاويه كتب ابى الحسن بن على ان اقدم انت والحسين واصحاب على فخرج معهم قيس بن مسور بن عباده الانصارى فقدمو الشام فاذن لهم معاويه واعد لهم الخطباً فقال يا حسن قم فبايع فقام فبايع.

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے سنا ہے

فرمایا کہ حضرت معاویہؓ نے حضرت حسنؑ کو خط لکھا کہ آپ بمع حسینؑ اور حضرت علیؑ کے ساتھیوں کے تشریف لائیے پس ان کے ساتھ قیس بن مسور بھی چلے گئے اور ملک شام میں پہنچ گئے پس حضرت معاویہؓ نے ان کو آنے کی اجازت دی اور ان کے تعارف نیز مدح وتوصیف کے لئے خطیب مقرر فرمائے پس امیر معاویہ نے فرمایا اُٹھئے اے حسنؑ بیعت کیجئے پس اُٹھے اور بیعت کی اسی طرح حسینؑ نے بھی بیعت کی۔

جواب:۔ اس روایت میں جو لفظ بیعت استعمال ہوا ہے اس سے یہ معنی مراد نہیں کہ خلیفہ یا پیشوائے دین سے اقرار ووفاداری کیونکہ معاویہ نہ ہی خلیفہ تھا اور نہ ہی دین کا امام کیونکہ جب کسی امام کی بیعت کی جاتی ہے تو اس کی اطاعت پر بیعت ہوتی ہے۔ نہ کہ اس کو اپنی شرائط کا پابند بنا کر بیعت کی جاتی ہے اور اسے کٹھ پتلی حاکم بنانے کی کوشش کی جاتی ہے چونکہ یہ مصالحت کا ایک عہد نامہ کے تحت ہوئی تھی لہذا یہاں بیعت کے اصل معنی یعنی "عہد وپیمان ومعاہدہ" لئے جائیں گے۔ امامؑ نے تو یہاں تک شرط باندھ دی تھی کہ معاویہ خود کو امیر المومنین نہیں کہلوا سکتا۔ نیز یہ کہ گواہ اس کے دربار میں گواہی نہ دیں گے (تاریخ حسن مجتبیٰ) واضح ہو کہ منقولہ عربی عبارت میں امام حسینؑ کے بیعت کرنے کا ذکر موجود نہیں ہے معترض نے ترجمہ میں اضافہ کیا ہے۔

سوال:۔ اگر اس عبارت اور کتاب کے ثبوت پر اعتراض ہے تو اس کی تردید اسی کتاب یا اس سے معتبر کتابوں میں دکھایئے۔ اور جواب مرحمت فرمایئے۔

جواب:۔ اس عبارت کا ترجمہ صحیح کر دیجئے تو خود بخود تردید ثابت ہو جائے گی۔ باقی ثقتہ

الاسلام محمد یعقوب کلینیؒ کی روایت کے یہ الفاظ اس کی تردید کے لیئے کافی ہیں۔ ان الحسن اشترط علے معاویۃ ان لا یسمیہ امیر المومنین یعنی امام حسن علیہ السلام نے بلاشبہ یہ شرط عائد فرمائی تھی کہ معاویہ اپنے آپ کو امیر المومنین نہ کہلائے کیا یہ شرط اس کی امارت کی تکذیب کے لئے کافی نہیں ہے۔

سوال:۔ نیز سیدنا حسنین مکرمین نے امیر معاویہ کے اس حکم کی تعمیل فرمائی جبکہ ان کے لئے بحیثیت امامت ایسے حکم کا ماننا ضروری نہ تھا۔

جواب:۔ پہلے ہمیں اس حکم سے مطلع فرمایئے جو معاویہ نے دیا۔ روایت میں کوئی حکم موجود نہیں ہے بلکہ تحریراً درخواست کی گئی ہے کہ امامین تشریف لائیں۔ ان کا شاہانہ استقبال کیا لکھا جائے اور عہد نامہ پیش کرنے کی التماس کی گئی ہے اگر معاہدہ کے شرائط کو پیش کرنا حکم کی تعمیل سمجھا جائے تو یہ جلی جہالت وضلالت ہوگی۔

سوال:۔ اگر تشریف بھی لے گئے تو وہاں جائز انکار کیوں نہ کر دیا تا کہ حق و باطل واضح ہو جاتا اور لوگ قیامت تک اس مغالطے سے بچ جاتے؟

جواب:۔ ہر ایک شرط جو امامؑ پاک نے رکھی معاویہ کی امارت کو ناجائز ثابت کرتی ہے اور امام برحق نے حق و باطل کا واضح فیصلہ فرما دیا ہے تمام شرائط کو معاویہ کا قبول کر لینا یہ دلیل ہے کہ وہ پہلے ان باتوں پر کاربند نہ تھا۔ مگر افسوس کہ اس نے ایک بھی وعدہ پورا نہ کیا۔

سوال:۔ اگر ان کے ایمان میں اس لیئے آپ حضرات کو شبہ ہے کہ انہوں

نے سیدنا علیؓ سے جنگ کی تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ پہلا حملہ سیدنا علیؓ نے امیر معاویہؓ پر کیا یا سیدنا معاویہؓ نے سیدنا علیؓ پر؟

جواب:۔ اوّلاً تو معاویہ امام عادل کا باغی تھا اور ایک سرکش گورنر تھا لہذا خلیفہ برحق کا فرض منصبی یہ ہے کہ بغاوت کو کچل کر باغی کو کیفر کردار تک پہنچادے اس لئے معاویہ اور امیر المومنین کو ایک سطح پر رکھ کر حملہ میں تقدم کا سوال کرنا خلیفہ راشد کی خلافت سے منکر ہو جانے کی دلیل ہے جو کہ عقیدہ سُنیہ کیخلاف ہے چنانچہ اہل سُنت کے آئمہ اربعہ میں کے امام اعظم جناب ابوحنیفہ کے نزدیک معاویہ ایسا باغی تھا جس سے قتال واجب تھا۔ امام ابوحنیفہ نے لوگوں سے سوال کیا کہ جانتے ہو کہ اہل شام ہمیں کیوں دشمن رکھتے ہیں۔ لوگوں نے نفی میں جواب دیا تو اس پر انہوں نے فرمایا اس وجہ سے کہ ہمارا یقین واعتماد ہے کہ ہم لوگ حضرت علیؑ کے لشکر میں ہوتے تو معاویہ کے خلاف حضرت علیؑ کی مدد کرتے اور علیؑ کی وجہ سے ان سے جنگ کرتے اسی وجہ سے شام والے ہمیں محبوب نہیں رکھتے (نصائح کافیہ۔ کتاب التمہید فی بیان التوحید) لیکن بہر حال جنگ کی پہل معاویہ نے کی اور فرات کا پانی بند کر دیا۔ بعد میں لشکر علیؑ نے گھاٹ پر قبضہ کیا۔ اگر حضرت علیؑ علیہ السلام نے معاویہ کے خلاف جنگ میں پہل بھی کی ہو تب بھی انہوں نے اپنا فرض پورا کیا ہے۔

سوال:۔ اگر سیدنا معاویہؓ نے آکر کوفہ پر چڑھائی کر دی تو یقیناً زیادتی حضرت معاویہؓ سے متصور ہوگی مگر اس کا ثبوت آپ پر ہوگا؟

جواب:۔ معاویہ نے کوفہ پر چڑھائی کر دی یا وہ شام میں امام عادل کیخلاف لڑا۔ دونوں صورتوں میں قصور وار ہے کیونکہ خلیفہ برحق کا باغی تھا۔ خلیفہ راشد نے اس کو معزول کرنے کے احکام صادر فرمائے تھے اور اس نے نامزد گورنر سہل ابن حنیف کی بے عزتی کی اور گفت وشنید اور

افہام وتفہیم کی تمام راہیں بند کردیں۔ شام پر غاصبانہ قبضہ جمالیا مرکز کے خلاف شورش برپا کردی۔ قصاص عثمان کو حیلہ بنا کر اہل شام کو اپنا ہمنوا بنالیا۔ اور جنگی ساز وسامان کی تکمیل کی گئی اور یلغار کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ جب امیر المومنین کو شام کے باغیوں کے اس اقدام کا علم ہوا تو آپ نے اس پیش قدمی کو روکنے کے لئے شام کی جانب لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ خطبہ دیا کہ اے لوگو قرآن وسنت کے دشمنوں کیطرف چل دو۔ مہاجرین وانصار کے قاتلوں کی طرف نکل کھڑے ہوان درشت خواور کمینہ فطرت لوگوں کی طرف جنہوں نے ڈر کے مارے بادل ناخواستہ اسلام قبول کیا تھا اور جنہیں محض دلجوئی کے لئے مسلمانوں کی صف میں شامل کیا گیا تھا۔ اُٹھ کھڑے ہوتا کہ وہ مسلمانوں کی ہلاکت وبربادی سے باز آئیں (**اخبار الطوال ص ۱۶۲**)

امیر المومنین کی فوج وادی نخیلہ میں اکھٹی ہورہی تھی۔ کہ ایک شخص کے ذریعہ اطلاع موصول ہوئی کہ شامی فوجوں نے عراق سرحدوں کی طرف پیش قدمی شروع کردی ہے حضرت علیؑ نے آٹھ ہزار کا ایک ہراول دستہ زیاد ابن نصر حارثی کی زیر سرگردگی اور چار ہزار کا ایک دستہ شریح ابن حارث کی زیر قیادت سرحدوں کی حفاظت اور فوج مخالف کی قوت وطاقت کا اندازہ لگانے کے لئے روانہ کیا اور انہیں ہدایت فرمائی کہ جب تک میرا حکم نہ پہنچے یا دشمن ابتدا نہ کرے تم جنگ نہ کرنا (**سیرت امیر المومنین ص ۵۷۳**) پس ثابت ہوا کہ پہلی پیش قدمی شامی فوجوں نے کی اور اس کی سرکوبی کے لئے امیر علیہ السلام نے اپنا لشکر روانہ کیا۔ اس لحاظ سے بھی معاویہ باغی، مفسد، دشمن قرآن وسنت، قاتل مہاجرین و انصار درشت خو کمینہ فطرت اور منافق ثابت ہے۔

سوال:۔ اور اگر سیدنا علیؑ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر چڑھائی

فرمائی تو کیا یہ صحیح ہے کہ وہ ان کو کامل الایمان نہیں سمجھتے تھے؟

جواب:۔ جی ہاں یہ صحیح ہے کہ حضرت علیؑ معاویہ کو قرآن وسنت کا دشمن، مہاجرین وانصار کا قاتل، درشت خواور کمینہ فطرت اور منافق سمجھتے تھے حوالہ بالائی جواب میں دیکھ لیجئے۔

سوال:۔ اگر یہی بات آپ کے نزدیک واقع کیمطابق ہے تو ذیل کے خطبے کا جواب دیجئے۔

وکان بداء امرنا انا التقینا والقوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا وا حدود عوتنانی الا سلام واحدة ولا نستزیدهم فی الایمان بالله والتصدیق برسوله والا یستربد وننا

بلاشبہ ہماری جنگ ہوئی اور مقابلے میں قوم شامی تھی اور ظاہر یہ ہے کہ ہمارا رب ایک ہے ہمارا نبی ایک ہے اور اسلام کی طرف دعوت بھی ایک ہے ہم ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں ان سے زیادہ نہیں اور وہ ہم سے زیادہ نہیں۔

کیا اس سے سیدنا علی علیہ السلام اور ان کی فوج سیدنا معاویہ اور ان کی فوج کے ایمان میں برابر معلوم نہیں ہوتی؟

جواب:۔ منقولہ بالا ارشاد امیرؑ میں لفظ "الظاہر" قابل غور ہے کہ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ بظاہر شامی قوم اور علوی لشکر میں اس لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ کہ وہ بھی دعویدار اسلام ہیں اور خدا اور

رسول کو ماننے کا اعلان کرتے ہیں۔ (مگر باطن میں فرق ہے) اس ظاہری نمائش و اظہار اسلام سے ایمان کا کمال ہرگز ثابت نہیں ہوتا ہے موجودہ دور ہی کی مثال لے لیجئے۔ کہ فرقہ احمدیہ یعنی مرزائی بظاہر خُدا ایک رسولؐ ایک دین اسلام ایک کلمہ ایک ہے لیکن باطن اعتبار سے درحقیقت وہ کافر ہیں پس ایک خُدا کی توحید کا ظاہری اقرار اور ایک رسولؐ کی رسالت کا نمائشی اعلان بظاہر مسلمان کہلوانے کے لئے تو کافی ہوسکتا ہے لیکن ایمان کے لئے کافی نہیں ہے۔ اسی لئے جناب امیرؑ نے اسی کلام کو مندرجہ ذیل الفاظ پر ختم کر کے شامیوں کے گروہ کو ناقص الایمان اور بدترین انجام پانے والے قرار دیا ہے۔

فھو الذی انقذہ اللہ من الھلکۃ ومن لج و تمادیٰ فھو الراکس الذی ران للہ علیٰ قلبہ و صارت السوء علیٰ رأسہ

یعنی اب ان میں سے جو لوگ اپنے عہد میں پورے اتریں گے خدا انہیں ہلاکت سے بچالے گا۔ اور جو لوگ ضلالت میں دھنسے چلے جائیں گے وہ عہد شکن قرار پائیں گے خدا ان کے دلوں پر پردہ ڈال دیگا اور انہیں بدترین انجام سے دوچار ہونا پڑے گا۔

پس ثابت ہوا اگر دونوں گروہوں کا ایمانی پلہ برابر ہوتا ہے تو ہرگز حضرت یہ کلمات ارشاد فرما کر ان کی ہلاکت، ضلالت عہد شکنی دلوں کے پردہ اور بدترین انجام کا تذکرہ نہ فرماتے۔

سوال: اگر یہ شبہ کیا جائے کہ معاذ اللہ سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے یہ بیان تقیۃً دیا تھا تو فرمایئے اظہار حق کے طور پر جو بیان دیا ہے اس کی نشان دہی کیجئے۔

جواب:۔شبہ کی یہاں گنجائش ہی نہیں اور نہ ہی تقیہ کی ضرورت ہے لفظ ظاہر سے مولا نے ظاہر کردیا ہے کہ اہل معاویہ ظاہری مسلمان میں ورنہ ایمان و ہدایت کے قریب بھی نہیں بھٹکتے ہیں۔ اسی طرح جنگ صفین کے موقع پر مولا نے ارشاد فرمایا ہے کہ "خبردار! معاویہ گمراہوں اور نادانوں کی ایک جماعت میدان کارزار میں گھیسٹ لایا ہے اور حقیقت امر کو اس سے پنہاں رکھتا ہے تا آنکہ (اس جماعت نے) اپنے حلقوم وگلو کو ہدف مرگ قرار دیدیا ہے (**نہج البلاغۃ خطبہ ۵۱**)" مولائے کائنات پھر ارشاد فرماتے ہیں "اور مجھے تو یہ تامل اس لئے زیادہ پسند ہے کہ ان کی (لشکر معاویہ کی) گمراہی وضلالت کی حالت میں مجھے جنگ آزما ہونا پڑا ہے اور انہیں قتل کردوں اگر چہ یہ) بہرحال اپنے گناہوں ہی سے (میرے ہاتھوں قتل ہونے کے بعد) لپٹے ہوں گے" **خطبہ ۵۴**

مولا علیؑ اعلان فرماتے ہیں "خُدا کی راہ میں جان دینے سے خوش ہو اور سکون کے ساتھ موت کی طرف قدم بڑھاؤ تمہارے لئے ضروری ہے کہ اس انبوہ (لشکر معاویہ) اور طنابوں والے سراپردے (خیمہ معاویہ) اور رداق (سراپردہ) پر حملہ کرو۔ کیونکہ شیطان اسی کے گوشہ میں پنہاں ہے اور اس نے جست کرنے کے لئے ایک ہاتھ آگے اور (جلد بھاگ جانے کے لئے) ایک پاؤں پیچھے کر رکھا ہے بس ثبات قدم اور استقامت کو ہاتھ سے نہ جانے دو تا کہ حق کا منارہ تم پر ظاہر ہو جائے۔ تم برتر و بالا ہو خدا تمہارے ساتھ ہے وہ ہرگز تمہارے اعمال کو جزا دینے میں کمی روا نہ رکھے گا۔ خطبہ ۶۵"

جناب امیر علیہ السلام متنبہ فرماتے ہیں کہ "**واقرب بقوم من الجهل بالله قائدهم معاويه و موربهم ابن النابغة** "اس قوم میں خدا سے نا آشناؤں میں سب سے قریب ان کا رہنما معاویہ اور ان کا مشیر ابن نابغہ (عمرو بن العاص) ہے پس حضرت امیر المومنین نے حتمی فیصلہ دیدیا ہے کہ معاویہ اور اسکا دست راست ابن العاص دونوں ذات خدا سے جاہل تھے یعنی کافر و غیر مومن تھے۔ اب اس سے زیادہ اور اظہار حق کس طرح ہو سکتا ہے۔

سوال:۔ اگر تقیہ تسلیم کرلیا جائے تو کیا ایسے صاحب کے متعلق بھی تقیہ کا شبہ برحق جس کے ہاتھ میں پورے اسلامی ممالک کی باگ ڈور ہو اور ممبر امامت پر فائز ہو؟

جواب:۔ یہاں تقیہ تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے باقی ہر جگہ بوقت ضرورت تقیہ کیا جا سکتا ہے کہ امر جائز ہے۔ امام علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے متعدد مرتبہ معاویہ کو ناقص الایمان فرمایا ہے لہذا اس قدر اعلان عام کی موجودگی میں توضیح تقیہ کی کیا ضرورت ہے۔ امامؑ نے معاویہ کو لکھا کہ "تم (معاویہ) ان لوگوں میں سے تھے جو دین میں طمع یا خوف سے داخل ہوئے تھے" مکتوب ۱۷ اسی طرح مولا تحریر فرماتے ہیں کہ "ہم ایمان لائے تھے مگر تم نے کفر اختیار کیا تھا آج بھی ہم حق پر استوار ہیں اور تم فتنے کی راہ پر دوڑے چلے جا رہے ہو" (مکتوب ۶۴)

سوال:۔ کیا آپ کے علم میں نہیں ہے کہ اسی خطبے کی ابتدا میں مسطور ہے۔

كتبه الى اهل الامصار يقص فيه ما جرىٰ بينه وبين اهل صفين (نہج البلاغہ ج ۳ ص ۱۲۵)

سیدنا علیؓ نے متعدد شہریوں کی طرف یہ خط لکھ کر بھیجا تھا کہ اور اس خطبے میں وہ حالات بیان فرمائے جو ان کے اور حضرت معاویہ کے درمیان واقع ہوئے تھے۔

جواب:۔ جی نہیں یہ بات ہمارے علم میں نہیں جو نسخہ ہمارے پاس ہے اس میں یہ تحریر ایک عام خط کے عنوان سے ہے۔ اور یہ مضمون کسی خطبہ میں نہیں ہے۔

سوال: اگر آپ حضرات کی بات کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے رفع فساد اور ازالہ غیض متصور ہوگا یا اخفا فساد۔

جواب:۔ رفع فساد اور ازالہ غیض متصور ہوگا کیونکہ ہم شجرہ ملعونہ کی فتنہ پرور جڑ ہی پر کاری ضربات لگا کر اس کا ستیاناس کردیں گے اور ابتر سے ایسی آسان راہ پیدا کردیں گے کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔

سوال: اور اگر اہل السنت والجماعت کے مسلک کو تسلیم کرلیا جائے تو فرمایئے اس میں کیا حرج ہے رحما بینھم کے بھی خلاف نہ ہو اور بات بھی اپنے موقع پر ٹھیک بیٹھ جائے؟

جواب:۔ اہل سنت کے مسلک کو تسلیم کرلینے سے اول اخفاء فساد ہوگا اور فساد پر پردہ پوشی کرنا گھناؤنا جرم ہے دوم عقلاً اور نقلاً یہ ثابت کرنا محال ہوگا کہ معاویہ اور علیؑ کی محاذ آرائی رحما بینھم کے مطابق تھی اسے صرف ظن تک محمول کیا جاسکتا ہے سوم بات بھی ٹھیک نہ بیٹھے گی کہ ظالم و مظلوم، باغی و امام عادل، حق و باطل، مومن و منافق، کل ایمان اور تمام کفر سب کے سب برابر نظر آئیں گے جو عدل و انصاف کے سریحاً خلاف ہے۔ اور سب سے سنگین جرم مسلک سنیہ مان لینے میں یہ ہے کہ ثقل دوم کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے جو کہ سفینہ نوح کی مانند ہے اور اس سے تخلف یقینی ہلاکت کا سبب ہے۔ معاویہ کے چھوڑ دینے سے کفر لازم نہیں آتا اور نہ ہی رتی بھر گناہ ہوتا ہے جبکہ اہل بیت کو چھوڑ دینے سے ایمان ہی سلامت نہیں رہ سکتا اور دو کشتیوں میں پیر رکھنا ویسے دانشمندانہ فعل نہیں بلکہ ناعاقبت اندیشی کا ثبوت ہے۔

سوال: سیدنا علیؑ کے اسی خطبے سے اس کا کیا جواب ہے۔

الا مرواحد الاما اختلفنافی دم عثمان ونحن منه براء(نہج البلاغہ ص ۱۲۶)

معاملہ ایک ہی ہے صرف فرق سیدنا عثمان کے قصاص کیمتعلق تھا اور ہم اس سے بری ہیں!

کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اختلاف محض سیدنا عثمان ے قصاص کے جلدی لینے اور تاخیر کے سلسلے میں تھا جس پر آپ نے قتل سے برائت کا اظہار فرمادیا ہے۔

جواب:۔اس بات سے بھی اہل معاویہ کی گمراہی ثابت ہے کہ اس نے ایک امام عادل پر قتل عثمان کا الزام عائد کیا اور صدیق اکبر اور ولی برحق کی برأت کلی کے باوجود فتنہ برپا کیا۔ حالانکہ وارثان عثمان کی موجودگی میں نہ ہی معاویہ کے قصاص کا مطالبہ جائز تھا اور نہ ہی یہ مقدمہ بقائدہ خلیفہ وقت کے سامنے پیش کیا بلکہ محض شورش وہنگامہ آرائی کی خاطر اس واقعہ کو سیاسی چال بنالیا گیا۔ حالانکہ خود معاویہ نے اپنے زمانہ حکومت میں اس کے بارے میں قطعی کوئی قدم نہ اُٹھایا۔ جو شخص حکم قرآن کے خلاف مباہلہ میں شامل صادق ہستی کی تکذیب کرے فرمان رسول کے اس فرمان کو جھٹلا دے کہ "علی حق کے ساتھ ہے" اور خلیفہ راشد کیخلاف علانیہ بغاوت کرے اور مرکزیت کو کمزور کرنے کی ریشہ دوانیوں میں مصروف ہو اور ہر جائز و ناجائز طریقہ پر اقتدار پر قبضہ کرلینا چاہے۔ ہم اُسے صاحب ایمان نہیں مان سکتے ہیں جبکہ تاریخ میں مکمل طور پر ثابت ہے کہ معاویہ کی ابتدا ہی سے نگاہ تخت پر لگی تھی۔ اور ایسی کوششیں اُس نے دور عثمان میں شروع کررکھی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ طویل محاصرہ عثمان کے باوجود اس بے مروت وحریص دوست نے حضرت عثمان کی کوئی مدد نہ کی۔

سوال:۔ اگر خدانخواستہ آپ حضرات کو اس پر اعتبار نہیں ہے تو اہل السنت کی کسی

معتبر کتاب سے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تصریحی بیان ثابت کیجئے کہ قتل میں ان کا ہاتھ تھا۔

جواب:۔ ہم تو یہ بات کرتے ہی نہیں ہیں کہ حضرت کا قتل عثمان میں ہاتھ تھا پھر ثبوت کس بات کا دیں۔

سوال:۔ فرمایئے سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا حسین نے سیدنا معاویہؓ کے ساتھ بیعت کیوں کی اور مملکت اسلامیہ کو ان کے سپرد کیوں فرمایا؟

جواب:۔ امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام نے معاویہ کی بیعت ہرگز نہ کی البتہ صرف مسلمانوں میں امن دامان کی بحالی کے لیئے مندرجہ ذیل شرائط پر صلح کا معاہدہ کیا اور مملکت کا انتظام عارضی طور پر بلکہ ٹھیکے پر اسے دیدیا۔

۱) معاویہ کتاب سنت اور خلفاء و برحق کے طریقہ پر عمل کرے گا۔

۲) معاویہ کو اپنے بعد کسی کو امیر نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔

۳) شام و عراق و حجاز و یمن سب جگہ کے لوگوں کی امان ہوگی۔

۴) شیعان علیؑ جہاں بھی رہیں ان کے جان و مال و ناموس محفوظ ہوں گے۔

۵) معاویہ حسنؑ بن علیؑ اور حسینؑ بن علیؑ اور خاندانِ رسول میں سے کسی کو نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ نہ خفیہ اور نہ علانیہ۔

۶) علیؑ و آل علیؑ پر سب و شتم نہیں ہوگا۔

۷) معاویہ خود کو امیر المومنین نہیں کہلائے گا۔

۸) کوئی گواہ معاویہ کے حضور گواہی نہ دے گا، وغیرہ وغیرہ۔

امام حسن علیہ السلام کے ظاہری حالات سے صلح کے مندرجہ ذیل اسباب نظر آتے ہیں۔

۱) اقلت انصار معاویہ نے خفیہ پروپیگنڈہ اور غلط افواہوں سے اہل عراق میں پھوٹ ڈلوای۔اور امام کی نصرت کے لئے بیس افراد سے زائد لوگ تیار نہ ہوئے لہذا مجبوراً آپ کو صلح کرنا پڑی اور آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ میرے جد پاکؐ کے پاس جب انصار کی کمی تھی۔تو انہوں نے خاموشی سے مکہ چھوڑ دیا۔اس طرح میرے والد بزرگوار نے اور میں نے خاموشی اختیار کی جبکہ لوگوں نے اغیار کی بیعت کر کے ہمیں چھوڑ دیا۔

۲) امام حسنؑ علیہ السلام کی فوج میں معاویہ کے مقرر کردہ اور ضمیر فروش منافق بھی آ ملے تھے کچھ خوارج بھی شامل تھے۔ان کے علاوہ امارت ودولت کے حریص بھی تھے جن کے عزائم مذموم تھے اور امام کی ذاتی دشمنی لوگوں کے دلوں میں یہاں تک تھی کہ آپ نماز کے لئے بھی زرہ پہن کر تشریف لائے تھے۔ایسے حالات میں معاویہ سے جنگ جاری رکھنا قتل گری اور اسیری کے کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوتا۔اگر امام صلح نہ فرماتے تو بہت سے خطرات مول لینے پڑتے اور نتیجہ مخلصوں کی مختصر جماعت بھی ختم ہو جاتی۔

۳) صلح نہ کرنے کی صورت میں معاویہ کے رویہ استبدادی میں اور اضافہ ہو جاتا اس کی غلط کاریوں پر کسی کو اعتراض کرنے کا حوصلہ ہی نہ ہوتا۔

۴) امام حسنؑ کو خود ہی قتل کروا کر مشہور کر دیا جاتا کہ امامؑ کو ان کے شیعوں نے قتل کر دیا اور صورت حالات ایسی خطرناک تھی کہ قیامت تک اس کا فیصلہ مشکل تھا ایسی صورت میں واقعہ قتل پر پردے پڑ جاتے اور حق وباطل میں تمیز نہ رہتی۔

۵) ہر صورت میں شیعوں کا قتل عام ہوتا اور بہانہ قصاص قتل امام بنالیا جاتا لہذا دنیا سے گر رہ

مولائی کا خاتمہ ہو جاتا۔

۶) امام حسن علیہ السلام کو اس صلح میں اُمت اسلامیہ کی فلاح و بہبود ملحوظ تھی چنانچہ خود امام فرماتے ہیں۔

" گو معاویہ مجھ سے حق چھیننا چاہتا ہے مگر میں نے امت کی اصلاح اور فتنہ وفساد کی بیخ کنی کے لئے صلح ہی کو مناسب سمجھا اور میں نے امن عامہ کو خونریزی پر ترجیح دی ہے"۔ حضرت سلیمان بن صرد خزاعی رضی اللہ عنہ نے جب اس صلح کے اسباب دریافت کیے تو اس کے جواب میں امامؑ نے فرمایا اگر میری کوششیں دنیاوی اغراض، ذاتی خواہشات اور سلطنت ظاہری کے لئے ہوتیں تو یہ معاویہ نہ مجھ سے زیادہ دانا ہے اور نہ زیادہ چالاک ہے بلکہ جو مصالح و مفاسد میرے پیش نظر ہیں ان کو تم نہیں دیکھتے۔ میں نے اُمت اسلامیہ کو خونریزی سے بچانے کے لئے یہ اقدام کیا ہے چنانچہ امن عامہ کی بحالی کی بھی شرائط صلح میں داخل کر دیا ہے۔ (تاریخ حسن مجتبیٰ)

صلح کی پیش کش معاویہ کی طرف سے تھی لہذا بظاہر اس نے دوستی وامن کا ہاتھ بڑھا دیا تھا تو امامؑ اگر اسکو ٹھکرا دیتے تو یہ تاریخی غلطی ہوتا۔ اس لئے امام نے مضبوط شرائط کا پابند بنا کر اس حریص اقتدار کو حکومت کا اختیار عطا کر دیا اور تاریخ الخلفا علامہ سیوطی کے مطابق امام نے یہ بھی عہد لیا کہ معاویہ کے مرنے کے بعد حکومت ہمیں واپس کر دی جائے گی۔ پس صلح کر کے جنگ بندی کرنا اور سلطنت معاویہ کو دیدینا امام علیہ السلام کا وہ راست اقدام ہے جس کی بشارت رسول اللہ عہد رسالت میں فرما چکے تھے اور پھر معاہدہ صلح میں شرائط پر پابندی کا عہد لینا ثابت کرتا ہے۔ کہ معاویہ کا عمل اُن امور کیخلاف تھا جو مرقوم ہوئے ورنہ معاویہ دستخط کرنے سے قبل اعتراض کر دیتا کہ میں تو یہ سب باتیں پہلے ہی کرتا ہوں لہذا معاہدہ کیا اور شرائط کیسے؟ یہ صلح اور صلح حدیبیہ

بالکل ایک ہی طرح کے ہیں۔ تفصیل صرف ایک راستہ میں ملاحظہ کریں۔

سوال:۔ اگر انکار ہے تو حسب ذیل عبارت کا جواب دیجئے۔

لما صالح الحسن ابن علی ابن ابی طالب ابن ابی سفیان دخل علیه الناس فلامه بعضهم علی بیعته فقال یحکم ما تدرون ما عملت خیر شیعتی مما طلعت علیه الشمس۔ (احتجاج طبرسی ص ۱۶۳)

جب سیدنا حسنؓ نے سیدنا معاویہ سے صلح کی لوگ ان کے پاس آئے اور بعض نے ان کو بیعت معاویہؓ پر ملامت کی تو آپ نے فرمایا تم پر مجھے سخت افسوس ہے تمہیں خبر ہی نہیں جو کچھ میں نے کیا ہے۔

جواب:۔ ہم نے پہلے عرض کر دیا ہے بیعت سے مراد عہد نامہ و پیچان ہے نہ کہ معاویہ کی امامت واطاعت کی قبولیت کیونکہ بیعت کے اصلی معنی معاہدہ کے ہیں۔ اور پھر جب یہ ذکر ہوا اس وقت صلح پر آمادگی کا اظہار ہوا تھا ابھی شرائط صلح مرتب نہ ہوئے تھے اور نہ ہی نام نہاد بیعت وجود میں آئی تھی۔ لوگوں نے محض افواہ کی بنا پر امامؑ پر ایسا الزام لگایا اور معاہدہ صلح کو بیعت سمجھ لیا اس لئے امام نے جواباً فرمایا ہے کہ تم لوگوں کو حقیقت کی خبر نہیں ہے جو کچھ میں نے کیا ہے۔ اور جملہ نام نہاد بیعت کی تردید کرتا ہے۔ اور قول امامؑ سے ثابت ہے جو لوگ سمجھ رہے ہیں کہ میں نے بیعت کر لی ہے وہ امر واقعی حقیقی سے بے خبر و جاہل ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ میں نے کیا کیا ہے یعنی میں نے بیعت نہیں کی ہے بلکہ ایک معاہدہ صلح کیا ہے۔

سوال:۔ اگر سیدنا حسن کی مصالحت اور اسلامی مملکت کی تفویض نیز بیعت بقول شما خلاف عقل و نقل ہے تو یا اس کی وجہ بیان کیجئے جو کہ مستند الی السند الصحیح ہو اور کسی امام کے قول سے ثابت ہو اور امام معصوم کی تغلیط و مذہب کر کے اپنے مسلک کو خیر باد کہہ دیجئے۔

جواب:۔ امام حسنؑ کی مصالحت اور مملکت اسلامیہ کی تفویض نہ خلاف عقل ہے اور نہ ہی خلاف نقل البتہ بیعت عقل کے بھی خلاف ہے اور نقل کے بھی برعکس ہے عقل کے خلاف اسطرح ہے کہ کسی خلیفہ کی بیعت اس کی اطاعت کرنے کے لئے کی جاتی ہے نہ کہ اس سے اطاعت کروانے کے لئے امام حسنؑ نے شرائط صلح میں معاویہ کو اپنی اطاعت پر مجبور و پابند بنایا ہے نقل کے خلاف اس لئے ہے کہ معاویہ کو کسی بھی مسلک نے خلیفہ برحق یا خلیفہ راشد تسلیم نہیں کیا ہے اور سب اسے بادشاہ مانتے ہیں پس جب وہ خلیفہ ہی نہیں تو بیعت کیسی؟

علاوہ ازیں خود امام حسن علیہ السلام نے حکومت معاویہ کے حوالے کرنے کے بعد اس کی خلافت کی نفی کی ہے امامؑ نے کوفہ میں اہل شام و اہل کوفی کے اجتماع میں تقریر فرمائی۔ "معاویہ کا خیال ہے کہ میں نے انہیں خلافت کا اہل اور اپنے آپ کو نا اہل سمجھا معاویہ جھوٹا ہے ہم تمام لوگوں سے زیادہ سزاوار و اولیٰ ہیں یہ مرتبہ ہمیں کتاب خدا و کلام رسول اللہ سے حاصل ہے"۔ (تاریخ حسن مجتبیٰ) دوسری تقریر میں امام نے ارشاد فرمایا معاویہ خلیفہ نہیں ہے جو ظلم کے ساتھ حکومت کرتا ہے اور سنتوں کو معطل بناتا ہے۔ دنیا کو اپنا ماں اور باپ قرار دیتا ہے یہ شخص بادشاہ ہے جس نے ملک ہتھالیا اور اس سے بہرہ اندوز ہوا"۔ (المحاسن والمساوی بیہقی جلد نمبر ۲ ص ۶۳)

پس خود جناب سرکار امن حضرت امام حسن مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے ارشادات سے معاویہ کی خلافت و بیعت کی نفی ثابت ہوئی۔ لہذا امام کی نہ ہی کوئی تغلیط ہوئی اور نہ ہی کتاب لہذا اہمار

مسلک مقتدر قرار پایا اور زندہ ٹھہرا جس طرح ہمارے امامؑ نے جو ریحان رسول کریم ہیں معاویہ کو جھوٹا۔ ظالم۔ بدعتی، دنیا پرست اور غاصب بادشاہ فرمایا ہے ہم بھی اس کو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور سنت رسول کے مطابق بدعا کرتے ہیں کہ "اللہ اس کا پیٹ کبھی نہ بھرے"۔

سوال:۔ اگر شہادت حسینؓ کے سلسلے میں آپ کا یہ کہنا بجا ہے کہ اگر یزید تخت پر نہ بیٹھتا تو شہادت حسینؓ معرض وجود میں نہ آتی اسی طرح اگر معاویہؓ ان کو تخت پر نہ بٹھاتے تو یزید حاکم نہ بنتا تو کیا یہ کہنا بھی بجا ہے یا نہ کہ اگر سیدنا حسنؓ حضرت معاویہؓ کو مملک اسلامیہ سپرد نہ فرماتے تو یہ نہ ہوتا اگر علی رضی اللہ عنہ حضرت حسن کو تفویض نہ فرماتے تو حضرت حسینؓ سپرد نہ کرتے ایجابی سلبی میں جو بھی اختیار کیا جائے اُسے مدلل اور مبرہن بیان کیا جائے۔

جواب:۔ شہادت امام حسینؑ کے سلسلے میں ہمارا یہ کہنا کہ اگر معاویہ یزید کو حاکم نہ بناتا تو یہ شہادت معرض وجود میں آتی اس لئے بجا ہے کہ معاویہ نے معاہدہ صلح کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے یزید کو نامزد کیا اور عہد شکنی شریعت میں سنگین جرم ہے جبکہ امام حسنؑ نے معاویہ کو حکومت سپرد کر کے کسی عہد کو نہیں توڑا ہے۔ اور نہ ہی حضرت علیؑ نے امام حسنؑ کو حکومت تفویض فرما کر کوئی وعدہ خلافی فرمائی ہے۔ پس یہ معاہدہ کی عہد شکنی بھی جو اسباب شہادت حسینؑ میں سبب قرار پائی اور یہ ایسی برہان دلیل ہے جسے رد کرنا ممکن نہیں ہے۔ حالانکہ ایک بالغ نظر ہاشمی نے کہا تھا کہ حسینؑ روز سقیفہ شہید ہوئے ہیں۔

سوال:۔ احتجاج طبرسی ص ۱۶۳ میں ہے۔

عن زید بن وهب الجهنی قال لما طعن

الحسن بالمدأن اتیته وهو متوجع فقلت ما تری یا ابن رسول الله فان الناس متحیرون فقال اری والله ان معویه خیر لی من هولاء یزعمون انهم لی شیعة۔

زید بن وہب سے روایت ہے فرمایا کہ جب حضرت حسنؓ کو مدائن میں نیزہ مارا گیا تو میں آپ کے پاس ایسے وقت میں آیا کہ آپ وردرسیدہ تھے میں نے عرض کیا اے بیٹے رسولؐ کے لوگ حیران ہیں جو کہ آپ نے کیا ہے پس فرمایا مجھے خبر ہے خدا کی قسم بلاشبہ حضرت معاویہؓ میرے لئے ان لوگوں سے بہتر ہے جو کہ میرے شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

فرمائیے یہ روایت آپ کے نزدیک قابل قبول ہے یا نہ؟

جواب:۔ نقل روایت صحیح ہے۔

سوال:۔ اگر قابل قبول نہیں تو عدم قبولیت پر دلائل پیش کیجئے؟

جواب:۔ مجھے اس روایت کو قبول کر لینے کوئی عذر نہیں ہے۔

سوال:۔ اگر قابل قبولیت نہیں تو احتجاج طبرسی کے مقدمہ ص ۳ میں صاحب احتجاج کی اس عبارت کا کیا جواب ہے؟

اما لو جود الا علیه او مافقه لما ولت العقول الیه اولا شتهار فی البیر

یعنی صاحب احتجاج نے یہ تصریح کی ہے کہ میں نے اس کتاب میں وہ روائتیں پیش کی ہیں جن پر اجماع معہ عقول واذہان کے موافق ہیں اور کتب سیر میں مشہور ہیں۔

جواب:۔ روایت کو تو ہم نے قبول کر لیا ہے مگر مقدمہ علامہ طبرسی کے مندرجہ بالا اقتباس کے بارے میں یہ وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ احتجاج میں شیعہ و سنی دونوں طرح کی روایات مشہورہ درج ہیں اور علامہ نے سب کو درست تسلیم نہیں کیا ہے بلکہ نقلاً اور احتجاجاً تحریر فرمایا ہے۔ اس عبارت سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ احتجاج کی تمام باتیں مسلمہ ہیں۔

سوال:۔ اگر قابل قبول ہے تو فرمایئے سیدنا حسینؑ کو نیزے مارنے والے کون تھے؟ ان کی نشاندہی کیجئے۔

جواب:۔ حضرت امام حسنؑ پر مدائن میں حملہ کرنے والا خارجی تھا اور اس نے حملہ کے وقت کافرانہ جملہ کہا تھا۔ **"یا حسن اشرک ابوک و اشرکت انت"** اے حسنؑ (معاذ اللہ) تیرا باپ مشرک تھا تھا پھر تو بھی مشرک ہے۔ اس ملعون کا نام جراح بن سنان اسدی لعین تھا۔ جو آج بھی اشد عذاب میں مبتلا ہے۔

سوال:۔ زید بن وہب کا کیا مذہب تھا اور طبع پرسی کرنے کے لئے فی الواقع آیا تھا یا ملمع سازی کے طور پر۔

جواب:۔ زید بن وہب بھی معاویہ کا جاسوس تھا اور ملمع سازی کے طور پر آیا تھا۔

سوال:۔ فرمایئے وہ حیران ہونے والے لوگ کون تھے۔

جواب:۔ حقیقت یہ ہے کہ امام حسنؑ کے ساتھیوں میں کافی تعداد منافقین وخوارج کی تھی اور لوگوں کی کثیر تعداد کو افواہوں۔اور حرص لالچ کی وجہ سے بدظن کیا جاچکا تھا۔جو مخلص ساتھی تھے وہ بھی اسے صلح کی حکمت عملی کی تہہ تک پہنچ نہ سکے تھے اور جس طرح صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عمر اور دیگر اصحاب قلت علم کے سبب شرائط صلح کی مصلحت سمجھنے سے قاصر رہے تھے اسی طرح امام حسنؑ کے ساتھی بھی اس پالیسی کے مقاصد سے ناآشنا تھے لہذا ان کی ذاتی رائے اس کے خلاف تھی اور لوگ اس بات پر حیران تھے کہ امامؑ نے معاویہ سے صلح کیوں کرلی۔اور ان حیران لوگوں میں تقریباً مخلص وغیر مخلص سب قسم کے افراد تھے مگر جو کامل الایمان لوگ تھے انہوں نے امامؑ کی مصلحت کو قبول کرلیا لیکن ناقص الایمان افراد نے مخالفت کی۔

سوال:۔ سیدنا حسنؓ نے جواب میں سیدنا معاویہؓ کے ساتھ مصالحت اور بیعت کی تحسین تقیۃً کی یا اظہار حقیقت کے طور پر؟

جواب:۔ عبارت زیر بحث کی روشنی میں یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ اس میں مصالحت اور بیعت کی تحسین کا ذکر نہیں جبکہ بلاشبہ امام حسنؑ کا یہ اقدام قابل تحسین تھا۔اس عبارت میں معاویہ کا جو ذکر کیا گیا ہے اس سے معاویہ کی نہ ہی کوئی تعریف نظر آتی ہے اور نہ ہی کوئی تحسین کا پہلو دکھائی دیتا ہے روزمرہ کی گفتگو میں لوگوں کا عموماً تکیہ کلام ہوتا ہے اور محاورۃً ایسی تشبیہات مستعمل رہتی ہیں جن سے تنقیص کرنا مقصود ہوتا ہے مثلاً لوگ کہتے ہیں کہ بے وقوف دوست سے عاقل دشمن اچھا ہوتا ہے حالانکہ یہاں دشمن کا تعریف کرنا مقصود نہیں ہوتا ہے بلکہ دوست کی بے وقوفی پر طعن کیا جاتا ہے اسی طرح اظہار ناراضگی کے لئے لوگ اپنے دوستوں کو عموماً یہ طعنہ دیتے ہیں کہ اپنے سے تو غیر اچھا ہے جبکہ حقیقت میں

اپنا اپنا اور غیر غیر ہی ہوتا ہے اسی طرح امام حسنؑ نے اپنے مخالفین کو جو بظاہر کو دوست ظاہر کیئے تھے فرمایا ہے کہ ان لوگوں سے جو میرے دوست بنے پھرتے ہیں میرے لئے معاویہ ہی اچھا ہے۔ ایسے موقعہ پر معاویہ کی مثالی دینا بالصراحت ثابت کرتا ہے کہ معاویہ حقیقت میں امام علیہ السلام کا دوست نہ تھا بلکہ دشمن تھا اور چونکہ معاویہ کی دشمنی ظاہر و علانیہ تھی اور مشار الیہ لوگوں کی دوستی منافقانہ تھی لہذا اُسے بہتر کہا گیا۔ "من ھوں یزعمون انھم شیعہ" کے الفاظ سے صاف ظاہر ہے مراد حضرت کی مخصوص افراد تھے جو اپنے زعم میں شیعہ بنے ہوئے تھے اور اندر سے نیک نیت نہ تھے مخصوص منافق تھے۔ اور جس طرح منافق مشرک و کافر سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے اسی لئے ان سے معاویہ کو بہتر کہا گیا کہ وہ ظاہر دشمن ہے اور یہ آستین کے سانپ ہیں۔ حقیقت میں سانپ دونوں ہی ہیں لیکن معاویہ چونکہ اس وقت مار استین نہیں ہے اس لئے سانپ ضرور ہے مگر مار آستین سے بہتر ہے اور میرے لئے کم خطرناک ہے امام کا یہ ارشاد بلا شبہ اظہار حقیقت پر مبنی تھا۔

اعتراض:۔ اگر اظہار حقیقت کے طور پر کی تو آپ اپنی رائے سے مطلع فرمایئے اور نیز یہ بھی فرمایئے کہ تم لوگوں کو عظمت سیدنا معاویہ سے انکار کیوں ہے؟

جواب:۔ جس حقیقت کا اظہار امامؑ نے فرمایا ہم اس سے متفق ہیں اور اس سے معاویہ کی کوئی عظمت ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ ظاہری دشمن اور مخالف امام حسنؑ ہونا معلوم ہوتا ہے کسی دشمن فرزند رسولؐ کی ہمارے نزدیک کوئی عظمت نہیں ہے جبکہ معاویہ نے سازش کر کے امام حسنؑ کو زہر دلوایا اور آپ کی شہادت پر خوشیاں مناتے ہوئے کہا کہ معاذ اللہ ایک انگارہ تھا جسے خدا نے بجھا دیا۔ ریحان رسولؐ کو انگارہ کہنے والا بد بخت شقی کبھی قابل عظمت نہیں ہو سکتا ہے (سنن ابوداؤد)۔

سوال:۔ اور اگر تقیہ کی تو آپ کی قسم کس مقصد پر محمول ہے؟

جواب:۔ یہاں کوئی تقیہ کی بات نہیں حضرت نے بالکل کھلے الفاظ میں معاویہ کو اپنا دشمن قرار دیا ہے۔ اور چھپے دشمنوں کے مقابل اسکا نام لاکر دشمنی پر مہر ثبت کردی ہے کہ یہ میرا کھلا ہوا دشمن ہے اور میرے پوشیدہ دشمنوں سے بہتر ہے امام کی اس عبارت سے معاویہ کی شان ثابت کرنا بالکل ویسا ہی ہے جس طرح ابلیس کے انکار سجدہ آدم کو دلیل بنا کر توحید ثابت کردی جائے۔

سوال:۔ جب مملکت اسلامیہ نیز ممبر اور مصلے بھی حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ کے سپرد کردیا تو جو نمازیں لوگوں نے حضرت معاویہ کے پیچھے ادا کیں یا کرتے رہے نزدشما وہ نمازیں صحیح رہیں یا ناجائز۔

جواب:۔ جب معاویہ نے تحریراً پابند کتاب وسُنت بقول شما سیرۃ خلفا برحق رہنے کا عہد سنداً دیدیا تو امام نے اسے سلطنت سونپ دی یعنی توحید رسالت وامامت کا اقرار لے لیا گیا) اگر اس نے اپنے عہد کو پورا کیا تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نماز دوست ہوگی۔ مگر افسوس کہ وہ مرتبہ ہوگیا۔ پس عہد شکنی کے علم کے ساتھ جس کسی نے اُسے امام بنا کر اس کی اقتدار کی نیت سے نماز پڑھی وہ نماز نا قابل قبول ہوگی۔ اپنی نیت فرادی اور بغیر اقتدار کے اس کے پیچھے پڑھ لی گئی نماز صحیح رہی۔ معاویہ کے نماز پڑھنے کا عالم نہ تھا کہ اس نے نماز جمہ بدھ وار کو پڑھادی (تاریخ الخلفاء عربی ص۱۰۸) تذکرہ الخواص سبط ابن جوزی۔

امام حسن علیہ السلام نے جب امارت معاویہ کے ہاتھ تفویض فرمائی تو اس نے جو عہد کیا وہ سابقہ اعمال سے بمنزلہ توبہ کے تھا اور معاویہ نے عہد کیا تھا کہ وہ شرائط کی پابندی کریگا۔ یہ اقراری و

تحریری وعدہ معاویہ کی پچھلی زندگی وجدوجہد کو برسرِ خطا ثابت کرتا ہے اور آئندہ کی وعدہ خلافی اُسے قصور وار ٹھہراتی ہے اور مشہور مقولہ اسی کے لائق ہے کہ "معاویہ اس پر راضی نہیں ہوا کہ نجات پا جائے"۔

سوال:۔ اگر صحیح ہیں تو کیوں اور کیسے؟

جواب:۔ اگر معاویہ اپنے وعدوں کی پابندی کرتا تو نمازیں بھی صحیح ہوتیں مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔

سوال:۔ اگر ناجائز رہیں تو ان کا سبب کون ٹھہرا۔ سوچکر جواب دیجئے؟

جواب:۔ یہ وہم کی راہ ہے کہ معاویہ کے پیچھے پڑھی گئی۔ ناجائز نمازوں کا سبب امام حسنؑ کو ٹھہرا لیا جائے کیوں کہ سلطنت کی تفویض ایسے شخص کے ہاتھ میں کرنے سے جو پیشتر باغی ہو اور پھر تائب ہوکر کتاب وسُنت اور سیرت آئمہ کے اتباع کا عہد کرتا ہو کوئی جوازِ اعتراض نہیں ہوسکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ ایک گاؤں کے مالک نے غلہ کا انبار مساکین پر خیرات کرنے کے لئے جمع کیا ہو۔ ایک راہزنوں کا سردار اُسے غارت کرنا چاہے۔ مالک اُس کی حفاظت کے لئے اس سے جنگ کرے پھر ایک مدت کے بعد مالک انتقال کرجائے۔ اور اُس کا بیٹا اُس کی حفاظت کرے مگر وہی رہزنوں کا سردار اس نئے مالک کو صُلح کی پیش کش کردے اور یہ بیٹا اُس ڈاکو سے یہ عہد لے کہ ہم تم سے صُلح کرتے ہیں بشرطیکہ تم اعتراف غلطی کرکے آئندہ کے لئے یہ عہد کرلو کہ امن دیہات کو نقصان نہ پہنچاؤ گے۔ یہ مال تو ہے دیہاتیوں کا ہم یہ تمہاری سپردگی میں اس شرط پر کرتے ہیں کہ تم مساکین پر صرف کیا کرو۔ اس میں خیانت نہ کرو۔ اس تفویض سے فتنہ فساد فرو ہوجائے گا۔ اور آئے دن کی مار دھاڑ اور لُوٹ مار وخونریزی مٹ جائے۔ اس پر وہ رہزن آمادہ ہوجائے اور توبہ کرلے اور آئندہ محتاط رہنے کا عہد کرے تو اس سے اس غلہ کے حقیقی مالک ونگران کی نسبت جو اس غارت گر سے حفاظت جان و

مال کے لئے جنگ کرتا تھا۔ کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس مالک کے بیٹے پر جس نے یہ عہد لے کر غلہ اُس رہزن کی سپردگی میں دے دیا۔ اُس نے غلہ کی حفاظت سے نہ ہی اپنا پیچھا چھڑایا ہے بلکہ اس خلق خدا کو ناحق کشت وخون سے بچایا ہے اور یہ بھی کہ رہزنوں کا افسر جس زمانہ تک کہ غلہ اس کی تفویض نہیں ہوا تھا وہ اس میں بے جا تصرف کرنا چاہتا تھا اعتراض سے بچ سکتا ہے البتہ اگر اس عہد کی قبولیت کے بعد وہ اپنے قول وفعل میں صادق نکلے اور غلہ کو عہد کو موافق مساکین پر صرف کرتا رہے تو یہ خیال کیا جائے گا۔ کہ اس نے اپنے اعمال سابقہ سے توبہ حقیقی کر لی تھی اور اب اُس کو غلہ میں تصرف کرنا جائز ہو گیا ہے مگر جب وہ رہزن یا اُس کا جانشین عہد سے انحراف کر کے شرائط کو پورا نہ کرے پھر عاصی متصور ہوگا۔ اور تمام جائز و ناجائز کا ذمہ دار اسی کو ٹھہرایا جائے گا پس اسی مثال کی روشنی میں کہتے ہیں امام حسنؑ نے جائز شرائط پر اُسے سلطنت کا انتظام سونپا تھا۔ مگر وہ بدعہد قرار پایا۔ اس لئے تمام تر ذمہ داری اُس پر بدستور عائد ہوگی۔

سوال:۔ امارتؓ معاویہ کے دور میں جو فتوحات ہوئیں اُن کو آپ کے نزدیک اسلامی فتوحات سے تعبیر کرنا جائز ہے یا نہ؟

جواب:۔ فتوحات معاویہ غیر اسلامی ہیں۔

سوال:۔ اگر جائز ہے تو فساد نہ رہا؟

جواب:۔ بالکل ناجائز ہیں۔

سوال:۔ اور اگر اسلامی فتوحات سے تعبیر کرنا ناجائز ہے تو معصومیت امام صاحب مقام کے متعلق اظہار خیال فرمایئے؟

جواب:۔ شریعت اسلامیہ ارضی فتوحات کی اجازت ہی نہیں دیتی ۔صرف دفاعی جہاد ومشروط طور پر فرض ہے چونکہ امامؑ نے پابندی شریعت کے عہد پر مصالحت فرما کر سلطنت کی زمام معاویہ کے ہاتھ دی تھی اور اُس نے معاہدہ سے انحراف کر کے غاصبانہ قبضہ جمالیا تھالہذا امام کی معصومیت قائم رہی اور معاویہ کی معصیت میں اضافہ ہوا۔

عقیدہ توحید نیز عظمت رسالت اور مقام عترت اور عقیدہ رجعت پر نظر ثانی کرنے کی دعوت

سوال:۔ جب قرآن مجید کے متعلق آپ حضرات کا عقیدہ واضح ہو چکا کہ اس میں تحریف بھی ہو چکی ہے اور تغیر وتبدل بھی ۔تو ذرا توحید کے متعلق بھی ارشاد فرمائیے کہ تاریخ الائمہ معتبر شیعی کتاب میں سیدنا علیؑ کے متعلق لکھا گیا ہے کہ

علیؑ کا معجزہ اک اک ہے نادر۔علیؑ کی ذات ہے ہر شے پہ قادر کیا جناب کا اس سے اتفاق ہے یا نہ؟

جواب:۔ جس طرح نے مکمل طور پر ثابت کر دیا ہے کہ سُنی مذہب کے مطابق وجود قرآن ہی ثابت نہیں ہوتا انشاء اللہ اسی طرح سُنی توحید کے ڈھول کا پول بھی کھول دیں گے۔شعر مذکرہ بالا سے ہمیں اتفاق ہے۔

سوال:۔ اگر اتفاق ہے تو کیا آیت "ان اللہ علی کل شیئ قدیرا" اس امر پر دلالت نہیں کرتی کہ یہ صفت خدا تعالیٰ کے لئے خاص ہے اور جو شخص

اس صفت میں کسی مخلوق کو شریک کرتا ہے وہ شرک کا ارتکاب کرتا ہے۔

جواب:۔ خدا کی صفت کا مظہر اس کا مخلوق ہو سکتا ہے وہ خالق ہے مگر اس نے جناب عیسیٰ کو قدرت خلق عطا کی اور انہوں نے مٹی کے پرندے میں جان ڈال دی۔ وہ کریم ہے اس نے رسولؐ پر کرم کیا اور رسول کریم بنا دیا۔ جب یہ صفت عطائے پروردگار تسلیم ہوگی تو ہرگز شرک نہیں بلکہ اعتراف سخاوت وعظمت باری تعالیٰ ہے۔ خدا قادر مطلق ہے اس نے اپنی اس صفت کا مظہر اپنے مخلوق حضرت علیؑ کو بنایا۔ علیؑ کی قدرت ذاتی نہیں بلکہ خدا کی بخشندہ ہے۔ پس شرک نہ ہوا۔۔ بلکہ اس بخشش خدا کا انکار کرنا کفر ہوگا اگر علیؑ کو قادر کہنا یا ماننا شرک ہے تو پھر بتائیے سچی ذات خدا کی ہے اس سے بڑا سچا کوئی نہیں پھر ابوبکر کو "صدیق اکبر" کہنے سے کیوں شرک کا ارتکاب نہیں ہے۔ حق و باطل میں امتیاز کرنا بھی خدائی صفت ہے پھر آپ ایک غیر معصوم صحابی کو "فاروق اعظم" کہہ کر ارتکاب شرک کیوں کرتے ہیں۔ غنی اللہ کے سوا کوئی نہیں پھر عثمان کو اس صفت خاص سے متصف کر کے "عثمان غنی" کیوں کہا جاتا ہے۔ اللہ نور ہے۔ حضرت عثمان کو "ذوالنورین" کہہ کر خدا سے کیوں بڑھاتے ہیں؟

سوال:۔ اور اگر اتفاق نہیں ہے تو ایسے عقیدہ رکھنے والے پر جناب کا کیا فتویٰ ہے۔ نیز یہ بھی فرمائیے کہ جناب سیدنا علیؑ کے متعلق ہر شے پر قادر ہونے کے منکر ٹھہرے تو کیا قضائے حاجات میں ان کو امداد کے لئے غائبانہ پکارنے اور ان کے حاجت روا ہونے کے بھی منکر ہیں یا نہ تفصیلی طور پر آگاہی بخشیئے۔

جواب:۔ ہمارا اس عقیدے سے اتفاق ہے اسی لئے ہم حضرت علی علیہ السلام کو مشکل کشا اور حاجت روا مانتے ہیں۔ اور اس کے اساس ہمارے عقیدہ ولایت پر ہے۔ جو قرآن مجید سے ثابت ہے کہ "ولی" کہتے ہی اسے ہیں جو صاحب اختیار ہو اور ولایت کے معنی قرآن مجید میں سورہ کہف میں بھی

بیان ہوئے ہیں۔ اگر ساریہ کو حضرت عمر جو نہ معصوم ہیں نہ منصوص کی آواز جاسکتی ہے تو علیؑ جو معصوم و منصوص ہیں وہ غائبانہ پکارنے کو کیوں نہیں سُن سکتے۔ خود حضرت رسول اکرمؐ نے خیبر میں علیؑ کو پکار کر دنیا کو بتادیا ہے کہ یہ میرا خلیفہ مدینہ میں بیٹھا میری آواز سُن کر لبیک کہہ سکتا ہے۔ پس علیؑ کو امداد کے لئے غائبانہ پکارنا سنت رسولؐ سے ثابت ہے۔ عقیدہ استمداد غلویہ کو تو ہم سائنس و فن کی مروجہ تھیوریوں سے بھی ثابت کر سکتے ہیں۔ پروفیسر تصدق حسین بخاری صاحب کی کتاب "کیا یا علیؑ مدد کہنا شرک ہے" ملاحظہ فرمائیں۔

سوال:۔ قرآن و توحید کے بعد حضور علیہ السلام سے متعلق اپنے عقیدے سے آگاہ فرمایئے کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رتبہ ساری مخلوقات سے افضل نہیں؟

جواب:۔ بیشک ہمارا ایمان ہے کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ بعد از خدا تمام مخلوقات سے افضل ہے۔

سوال:۔ اگر افضل ہے اور یقیناً افضل ہے تو کیا مرید کا درجہ شیخ کے درجے سے کم نہیں ہوتا اگر نہیں ہوتا تو کیسے؟

جواب۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ شیخ کا درجہ مرید سے بلند ہوتا ہے۔

سوال:۔ اور اگر کم ہوتا ہے تو مختصر بصائر الدجات کی ذیل کی روایت کا کیا جواب ہے جبکہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام رجعت کے زمانہ میں حضرت علی مرتضی سمیت حضرت مہدی کے ہاتھ بیعت کریں گے۔

اول مایبایعه محمد رسول الله ولی صلوة الله (مختصر بصائر الدرجات ص ۲۱۳ مولفہ شیخ الجلیل حسن بن سلیمان تلمیذ شیخ الشہید الاول مطبوعہ نجف)

بیعت کرنے والے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوں گے

جواب:۔ آپ کی جہالت رفع کرنے کی خاطر گزارش ہے کہ بیعتؑ تصدیق وشہادت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور بیعت صرف حاکم تسلیم کرنے کے لئے ہی نہیں ہوتی عہد کے لئے بھی کی جاسکتی ہے۔ جیسے بیعت رضوانؐ ہوئی اور اس بیعت میں یدفوق خود خدا کا تھا۔ اب اگر شیخ و مرید کی افضلیت و مغضولیت کی بحث کرتے ہیں تو بتایئے خدا اور رسولؐ میں افضل کون تھا۔ کیا خدا نے رسول کو حاکم سمجھ کر اپنا ہاتھ سب سے اوپر رکھ دیا تھا۔ بلکہ اللہ بطور شاہد ہے اسی طرح حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام حضرت امام مہدی علیہ الصلوۃ والسلام کی تصدیق وشہادت بیان فرمائیں گے ورنہ امام پاک تو دراصل بیعت خدا اور رسولؐ لیں گے۔ کیونکہ وہ امام منصوص اور حجت اللہ ہیں اور بلاشبہ حضرت رسول خداؐ اور جناب امیرؑ امام مہدیؑ سے افضل ہیں۔ بس یہی بات تھی جس کا آپ بتنگڑ بنانا چاہتے تھے۔ اب کوئی اور وسواس تلاش کیجئے۔

سوال:۔ جب مفضولیت حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کا عقیدہ معلوم ہو چکا تو کیا یہ سچ ہے کہ حضرت علی مرتضی حضرت مقداد حضرت سلمان حضرت ابوذر حضرت عمار ابن یاسر کے علاوہ باقی تمام حضرات کو آپ معاذ اللہ (۱) مرتد سمجھتے ہیں

(۲) ابوبکر و عمر کو فرعون و ہامان سمجھتے ہیں۔

(۳) عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق آپ کا عقیدہ ہے کہ زمانہ رجعت میں ان کی جان پر کوڑے لگیں گے۔

جواب:۔ اگر آپ کی وضع کی ہوئی کوئی دوسری بات صحیح ہوتی تو شاید ہم اس بات کو سچ مان لیتے لیکن حسب معمول یہ بات بھی غلط اور افتراء ہے ہم اُن تمام اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم کو کامل الایمان سمجھتے ہیں جو متمسک بالثقلین تھے۔ ہاں جو بھی دشمن اہل بیتؑ تھا ہم اس کے بارے میں اچھا گمان نہیں رکھتے ہیں اس لئے کہ ہم خلوص نیت سے عقیدت کا انحصار محبت اہل بیتؑ کے معیار کے مطابق رکھتے ہیں تو جس کو محبوب رکھتے ہیں تو صرف اس لئے اُس نے اہل بیتؑ کو محبوب رکھا جس سے عداوت رکھتے ہیں تو اس لئے کہ اس نے اہل بیتؑ سے دشمنی رکھی۔ اس جوش محبت میں اگر خدانخواستہ کوئی ایسا شخص بھی نکل آیا جو دراصل محبّ اہل بیتؑ تھا مگر غلطی سے اس سے ایسے کبائر منسوب کر دیئے گئے جس سے وہ دشمن اہل بیتؑ دکھائی دیتا ہے تو بھی ہم بوجہ خلوص نیت کے بری و محفوظ ہیں۔ کیونکہ صحابہ پر ایمان واعتقاد رکھنا جزو دین نہیں ہے بلکہ سنی مسلک ہی کے مطابق خلفائے راشدین کے قاتل بھی نجات کا استحقاق محفوظ رکھتے ہیں (شرح فقہ اکبر ملا علی قادری) تو پھر ہم تو محض اہل بیت کی محبت کی خاطر ان کے دشمنوں سے بیزاری اختیار کئے ہوئے ہیں۔

سوال:۔ کیا یہ بھی سچ ہے کہ آپ کا یہ عقیدہ ہے حضرات ثلاثہ کے دور خلافت میں سیدنا علیؑ نے تقیہ پر عمل کیا اگرچہ قرآن معاذ اللہ بدلتا رہا۔ کفر پھلتا رہا اور حق والوں کو حق نہ دیا گیا۔

جواب:۔ اس میں بھی جھوٹ کی آمیزش ہے بلاشبہ حضرت علیؑ نے زمانہ ثلاثہ میں تقیہ اختیار

فرمایا اور اپنے پائمال حقوق کے لئے دستہ تلوار پر ہاتھ نہ رکھا مگر قرآن جو کلام خدا ہے محفوظ رہا گو کہ لوگوں نے ایسے مذموم کوشش ضرور کی مگر محافظ قرآن نے اس کی حفاظت کی باقی کفر کا پھیلاؤ تو آج تک بھی نہیں رک سکا ہے۔

سوال:۔ کیا اصول کافی میں یہ حدیث موجود ہے لا ایمان لمن تقیہ لہ جو تقیہ نہ کرے اس کا ایمان نہیں رہتا۔

جواب:۔ جی ہاں یہ حدیث اصول کافی میں موجود ہے مگر اس کا ترجمہ اس طرح نہیں ہے جو آپ نے کیا ہے اس کا جواب بھی ہم ذکاء الافہام کے جواب ۱۶ میں دے چکے ہیں کہ اس کا مطلب ہے "جس کے لئے تقیہ نہیں اس کے لئے ایمان نہیں" یہی حدیث آپ کے ہاں کنز العمال میں بھی موجود ہے۔

سوال:۔ میدان کربلا میں امام العصر سیدنا حسینؑ کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے کہ آپ نے یزید ابن زیاد اور شمر اوران کی افواج کے مقابلہ میں تقیہ پر عمل فرمایا یا نہ؟

جواب:۔ اور ہم نے اس کا جواب اس کتاب میں بارہا دیا ہے کہ تقیہ کے معنی ایمان و دین کو فروخت کر دینے کے نہیں ہیں بلکہ حفاظت دین کے لئے تقیہ کیا جاتا ہے اور یزید لعین کے خلاف تقیہ کرنا دین کے لئے نقصان دہ تھا پس امامؑ نے جہاد فرمایا۔

سوال:۔ اگر عمل فرمایا تو لڑائی کیوں ظہور میں آئی اور اگر عمل نہیں فرمایا تو کیوں؟

جواب:۔ عرض کر دیا کہ امامؑ نے جہاد فرمایا کیونکہ محل تقیہ معدوم تھا۔

سوال:۔ کیااس لئے کہ یہ خلیفہ ان کے نزدیک ناحق تھا یا تقیہ ان پر فرض نہ تھا۔ ہر دو جہتوں پر تفصیل سے روشنی ڈال کر ہمارے قلوب کو مطمئن فرمایئے۔

جواب:۔ تقیہ حفاظت دین وناموس کے لئے روا ہوتا ہے اور یہ فرض یا واجب نہیں ہے۔ یزید نہ صرف ناحق خلیفہ تھا بلکہ اس نے منہیات شرعیہ کو اعلانیہ رواج دینے کی کوشش شروع کردی تھی اس وقت تقیہ دین کے لئے مضرت بخش تھا لہذا امام علیہ السلام نے تقیہ نہ فرمایا اور جابر، غاصب، فاسق اور ظالم حکمران کے خلاف اعلان جہاد فرمادیا۔

سوال:۔ سیدنا حسنؑ کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے جبکہ انہوں نے حضرت معاویہ کو پوری مملکت اسلامیہ جس کو سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بامر اللہ ان کے سپرد فرمایا۔

جواب:۔ امام حسن علیہ السلام نے معاویہ کو سلطنت انتہائی معقول شرائط کے تحت دی کیونکہ اس نے پابند شریعت رہنے کا عہد کیا اور اپنے گذشتہ اعمال قبیحہ سے باز رہنے کا وعدہ کیا تھا۔ امام علیہ السلام نے اتمام حجت کی خاطر اس کو انتظام سلطنت سونپ دیا تاکہ اس کا کردار پوری طرح واضح ہوجائے۔

سوال:۔ فرمایئے آپ کا اور اہل سنت والجماعت کا (کلمہ) ایک ہے یا مختلف؟

جواب:۔ کلمہ بظاہر لفظاً ایک ہی سا ہے مگر مفہوم وتشریح مختلف ہے۔

سوال:۔ فرمایئے آپ کا اور اہل سنت والجماعت کا درود ایک ہے یا مختلف؟

جواب:۔ درود بھی لفظی اعتبار سے تو ایک ہی ہے لیکن عملاً اور معناً مختلف ہے کہ اہل سنت

درود عموماً ادھورا پڑھتے ہیں۔

سوال:۔ فرمایئے آپ کا اہل سنت کی صحاح ستہ سے اتفاق ہے یا اختلاف؟

جواب:۔ اختلاف ہے۔

سوال:۔ اگر اتفاق ہے تو من کل الوجوہ یا من بعض الوجوہ۔

جواب:۔ ہمیں اتفاق ہی نہیں ہے۔

سوال:۔ کیا یہ صحیح ہے کہ آپ حضرات کا اس مذہب سے دور کا بھی تعلق نہیں جس مذہب کی ترویج زمانہ حال میں بیت اللہ اور مدینہ الرسول میں ہے۔

جواب:۔ جی یہ صحیح ہے کہ ہمارا مذہب مکہ و مدینہ میں مروجہ مذہب سے مختلف ہے۔

سوال:۔ کیا آپ اپنی ذمہ داری پر یہ ثابت فرما سکتے ہیں کہ آپ کے مذہب اور اصول مذہب کا رواج فتح مکہ سے لے کر اس دور تک کیوں نہ ہو سکا؟

جواب:۔ جی ہاں میں پوری ذمہ داری سے کتب اہل سنۃ والجماعۃ سے پورا مذہب شیعہ ثابت کر سکتا ہوں کہ اصلی مذہب اسلام اور دین محمدؐ نے رائج فرمایا وہ صرف اور صرف مذہب آل محمد علیہم السلام یعنی مسلک شیعہ اثناء عشریہ ہے۔ نیز مذہب سنیہ کی پوری تکذیب عہد نبویؐ سے ثابت کر سکتا ہوں۔

سوال:۔ فرمائیے اس مذہب کو دنیا میں کس طرح پیش کر سکتے ہیں؟

۱۔ جس کا قرآن محرف، مغیر، مبدل اور ناقص ہو۔

۲۔ جس کا نبی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرے۔

۳۔ جس میں علی کل شی قدیر خدا تعالیٰ کے بغیر کسی اور کو بھی تسلیم کیا جائے۔

۴۔ جس کا صحیح خلیفہ تقیہ کر کے دین کو چھپا جائے۔

۵۔ جس کے باطل خلفاء معاذ اللہ اپنی من مانی کاروائیاں کر کے دین میں فساد برپا کریں۔

۶۔ جس کے صحیح خلیفے کا معصوم بیٹا مملکت اسلامیہ کو ایسے شخص کے سپرد کر دے جو اس کے باپ کا معاذ اللہ مخالف ہو اور بارہا اُن کے ساتھ لڑ چکا ہو۔

۷۔ جس کا نہ کلمہ طیبہ پر اتفاق ہو، نہ درود پر اور نہ مذہب راجح فی الکعبہ پر۔

جواب:۔ (۱) بیشک اس مذہب کو دنیا میں پیش نہیں کیا جا سکتا جس کی الہامی کتاب محرف ثابت ہو اور مذہب سنیہ کے قرآن کو ہم نے نہ صرف کتب سنیہ سے محرف ہی ثابت کیا ہے بلکہ اس کا عدم وجود بھی ثابت کر دیا۔ لہٰذا سنیوں کو اپنے محرف مذہب کا پرچار بند کر دینا چاہئے۔ شیعوں کا قرآن بفضل خدا محفوظ غیر محرف، مکمل و غیر مبدل ہے اور اس قرآن کو اپنے محافظ اور وارث کا سایہ نصیب ہے۔ اس تک غیر مطہر ہاتھ کی رسائی ہی ممکن نہیں ہے۔

(۲) ہمارے مذہب کا نبی خدا کے بعد بزرگ ترین ہے۔ وہ معصوم اور مطہر ہے جب کہ سنی مذہب کا نبی عام بشر ہے۔ خطا کار ہے۔ معاذ اللہ وہ تمام برائیاں اس میں ہیں جس سے رکنے کی اس نے تعلیم دی ہے۔ وہ نبی ایسا ہے کہ بہک جاتا ہے اور ہذیان بھی کہہ دیتا ہے اکثر اللہ میاں کو اس کے جعلی مریدوں کی رائے پسند آتی ہے اور اللہ میاں رسول کی بجائے ان لوگوں کی بات کو صحیح سمجھ کر آیت

نازل کرکے رسول کو شرمندہ کرتا ہے۔ ہمارا نبی کسی غیر کی بیعت نہیں کرتا ہے بلکہ اس کا مقرر کردہ ہادی اس کے لئے بیعت لیتا ہے جس کی وہ اور اس کا وصی تصدیق کرتے ہیں۔ جبکہ سُنی رسولؐ ایک غلط موقف پر بیعت کرتا ہے۔ اپنی شرط کے خلاف بیعت لیتا ہے۔ (بیعت شجرہ مراد ہے)۔

(۳) سُنی خدا بخیل ہے وہ ہاتھ بند رکھتا ہے اور اپنے انعامات و کرام اپنے پاس سمیٹے رکھتا ہے۔ جبکہ شعیہ کا خدا وہ ہے جس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں وہ اپنے بندوں پر کرم نوازی کرتا ہے۔ اپنے مصطفے عباد کو اپنی صفات کا مظہر قرار دیتا ہے۔ اگر وہ قادر ہے تو اس نے انسان کو بھی صفت قدرت بخشی ہے لہذا جس مرتبہ کا انسان ہو اس کو اس مناسبت سے قدرت عطا کرتا ہے۔ تاکہ دنیا کو معرفت حقیقی بالمشاہدہ ہو سکے اگر مخلوق کی قدرت ایسی ہے تو پھر خالق کیسا قدیر مطلق ہوگا۔

(۴) سُنی مذہب کے خلیفے یزید و ولید جیسے بدکار و بدمعاش لوگ ہیں جو احکام دین و شریعت میں تصرف کرکے اعلانیہ فسق و فجور کو رواج دیتے ہیں جبکہ شیعہ خلیفے ہر قدم پر دین کی حفاظت کرتے ہیں کہ تقیہ حفاظت دین کا ایک طریقہ جسے قرآن و حدیث کی تائید حاصل ہے۔

(۵) شیعہ وجود شیاطین کے قائل ہیں اور اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنی من مانی کاروائیاں کرکے دین میں رخنہ اندازی کی ہے گروہ شیطان کے کارکن سمجھتے ہیں جبکہ سُنی ایسے ابلیس صفت لوگوں کو مذہبی پیشوا مانتے ہیں۔

(۶) جس طرح خدا نے ابلیس جیسے سرکش کو ڈھیل دے دی اور اغواء کی قوت و اقتدار بھی بخش دی تا کہ امتحان خلق ہو جائے اسی طرح شیعوں کے معصوم ابن معصوم خلیفہ نے ایک ابلیس ارض کو

سلطنت کا انتظام دیا تا کہ دیندار و بے دین کا امتحان ہو جائے۔ جبکہ سنیوں نے اس اختیار کو حقیقت سمجھ کر لیا ہے اور اس کو خلیفہ خدا کی کمزوری سمجھ رکھا ہے اور اس کے ہاتھوں ان کا اغواء ہو گیا ہے۔

(۷) شیعوں کا کلمہ طیبہ وہ ہے جو در جنت پر حروف ذہبیہ میں مرقوم ہے ان کا درود پورا ہے اور زمانہ رسولؐ میں ان کا ہی مذہب رائج ہوا اور آج بھی تمام دنیا میں ان کے مذہب کو برتری حاصل ہے کہ اس کے علاوہ دنیا کے کسی مذہب میں یہ صلاحیت موجود نہیں ہے کہ تقاضائے وقت کے مادی و روحانی مسائل کا حل پیش کر سکے۔ یہ خصوصیت صرف شیعہ مذہب کو ہی نصیب ہے کہ عقل و نقل اس کی تائید کرتے ہیں۔ رواج فی الکعبہ دلیل حق نہیں ہے کہ زمانہ گمراہی کے متعلقہ ایسے اخبار احادیث میں موجود ہیں کہ ظلمت حرمیت کی حدود میں وارد ہوگی۔ اگر کعبہ کے مذہب کو دلیل بنایا جائے تو پھر واقعہ حرہ میں جو احادیث پیش آئے ان کا کیا جواب ہوگا اور اب سے پہلے جو مذہب تھا اس کا کیا حشر ہوگا۔

پس شیعہ مذہب ہی کو یہ حق ہے کہ اُسے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے کیونکہ:

(۱) اس کا خدا ذاتی طور پر صاحب اقتدار ہے۔

مگر سنی خدا میں صفات موجود نہیں وہ بے اختیار ہے۔

(۲) شیعوں کا اللہ عادل ہے اور منصف ہے۔

مگر سنی خدا ظالم ہے، شریر ہے، جہنمی ہے۔

(۳) شیعوں کا رسول معصوم ہے نمونہ اخلاق ہے۔

سنی رسول گنہگار، خاطی، غلط کار اور بد اخلاق ہے۔

(۴) شیعوں کا نائب رسول بھی معصوم ہے اور منصوص ہے۔

سنیوں کے خلیفے آثم، غادر، خائن، کاذب اور جمہوری ہے۔

(۵) شیعوں کا قرآن خشک وتر کا علم رکھتا ہے۔

سنیوں کے قرآن میں تاثیر ہی نہیں ہے کہ اس کا وجود مشکوک ہے۔

(۶) شیعوں کی احادیث کی اساس معصومین پر ہے۔

سنی روایات کی اساس خطا کاروں پر ہے۔

(۷) شیعہ کا مذہب خاندان رسول کا مذہب ہے۔

سنیوں کا مذہب دشمنان خاندان رسول کا مذہب ہے۔

(۸) شیعوں کا نام اور ہر کام کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

سنیوں کا نہ ہی کتاب وسنت میں نام ملتا ہے اور نہ ہی کسی کام کی تائید ثابت ہے۔

(۹) شیعوں کو حضورؐ سے نجات کی ضمانت حاصل ہے۔

سنی نام زبان رسولؐ سے ثابت نہیں ہے

الغرض سائنس اور فن کے موجودہ دور میں اور کسی بھی وقت استقبال یا ماضی میں تمام مادی و روحانی مسائل کا حل اور ہر سوال کا تسلی بخش جواب ہر مرض کا شافی علاج تمام گمراہیوں سے نجات پانے کا صحیح راستہ صرف مذہب شیعہ اثناعشریہ ہے۔

بحث صبر ورد فزع

سوال:۔ جولوگ جزع فزع کرتے ہیں آپ کے نزدیک صابرین کے گروہ میں داخل ہیں یا نہ۔ اگر داخل ہیں تو دلائل سے واضح کیجئے نیز والصبر مندہ الجزع مندرجہ

ص ااا اصول کافی مطبوعہ ایران کا کیا جواب ہے جبکہ صاحب کتاب نے صبر کو جزع فزع کی ضد قرار دیا ہے۔

جواب:۔ جزع فزع کرنا منافی صبر نہیں ہے بشرطیکہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کیا جائے۔ "جزع" "فزع" دو الفاظ کا مرکب ہے اور اس کے عام معنی عزاداری سمجھے جاتے ہیں مثلاً رونا، پیٹنا، آہ و بکا کرنا وغیرہ۔ صبر کا طلب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو ایسی چیز کے اظہار سے روکے جو اس کے مناسب نہیں ہے لیکن فطری و طبعی افعال سے روکنا صبر نہیں کہلاتا۔ کتاب "چودہ مسئلے" میں ثابت کیا ہے کہ غم و رنج کے مواقع پر گریہ و بکا کا سرزد ہونا ایک فطری امر ہے اور عام رواجِ زمانہ کے مطابق بھی مظلوم پر کئے گئے ظلم سے متاثر نہ ہونا، کسی دوست و محبوب کی مصیبت سے متالم نہ ہونا قساوت قلب اور سنگدلی کہلاتا ہے جو نہایت ہی مذموم ہے لہذا ایسا انسانیت سے گرا ہوا معیوب فعل "صبر" کی فہرست میں جگہ نہیں پاسکتا ہے چنانچہ قرآن مجید شاہد ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی فراق پسر میں آنکھیں سفید ہوگئیں اور اس کثرت سے گریہ کرنے کے باوجود حضرت یعقوبؑ کو اللہ تعالیٰ نے "صبر جمیل کرنے والا" فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ گریہ وزاری خلاف صبر نہیں بلکہ عین صبر ہے۔

جزع اور فزع دونوں لفظوں کے معنی جدا جدا ہیں۔ "جزع" بے قراری و بے صبری کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جبکہ فزع کے معنی ڈرنا، مدد کرنا، فریاد رسی کرنا، پناہ تلاش کرنا، بیدار ہونا، اٹھنا، جاگنا وغیرہ ہوتے ہیں۔ لفظی ترکیب کے لحاظ سے دونوں لفظوں میں ربط معلوم نہیں ہوتا ہے کہ لیکن جب یہ دونوں لفظ مل جاتے ہیں اور "جزع فزع" کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو ان کے انفرادی معنی کی صورت بھی قائم نہیں رہتی ہے بلکہ دونوں کے معنی محاورہ کے تحت استعمال میں لائے جاتے ہیں کہ عزاداری کرنا، رونا پیٹنا وغیرہ۔ جس طرح محاورہ ہے "پانی پھیرنا" پانی کے معنی آب ہیں اور پھرنا کا مطلب موڑنا ہے جبکہ دونوں کا مل کر معنی ضائع کر دینا ہے اب اگر میں جہالت سے کام لیتے ہوئے

کہہ دوں کہ جہاد میں پیٹھ پھیرنا عدم استقامت ہے لہٰذا پانی پینا بھی بے ثباتی ہے تو ہر عقلمند میری عقل کا ماتم کرنا شروع کر دے گا۔ چنانچہ اسی مثال کی روشنی میں لدھیانوی صاحب کے استدلال کو لیجئے کہ جزع کے لفظی معنیٰ کو "جزع فزع" کے محاورہ میں لے کر اپنی جہالت کے کرشمے دکھا رہے ہیں۔ صرف "جزع" بلاشبہ "صبر" کی ضد ہے کہ اس کے معنی بے صبری ہیں لیکن "جزع فزع" کے مرکب کے معنی ہی اور ہیں۔ پس "جزع فزع" صبر کی ضد ہرگز اقرار نہیں پاسکتا۔

سوال:۔ اور اگر داخل نہیں تو بے صبر گروہ کی سزا کے متعلق تصریح فرمائیے۔

جواب:۔ عزادار کو بے صبر کہنا ہی معنوی لحاظ سے درست نہیں ہے اور ہم جزع فزع کرنے والوں کو گروہ صابرین میں جانتے ہیں۔ جیسے خدا نے یعقوبؑ جیسے عزادار نبی کو صبر جمیل کرنے والا فرمایا ہے۔

سوال:۔ اگر آپ جزع فزع کے قائل ہیں تو یقیناً صبر کے خلاف ہیں پس قرآن مجید کی اس آیت کا جواب عنایت فرمائیے "ان اللہ مع الصابرین" جبکہ خدا تعالیٰ کی تائید و حمایت صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جواب:۔ جزع فزع چونکہ منافی صبر ہی نہیں ہے بلکہ فاعل جزع فزع کو خود خدا نے صابر قرار دیا ہے تو پھر ہم صبر کے خلاف کیونکر ہوئے۔ جس طرح حضرت یعقوب علیہ اسلام نے جزع فزع کی اور صبر والے رہے اور خدا کی حمایت و تائید ان کو حاصل رہی اسی طرح اُن کی سنت پر عمل کرنے والوں کے ساتھ بھی اللہ کی تائید و نصرت و حمایت شامل ہے۔

سوال:۔ کیا جزع فزع کرنے والے تارکین صبر آیت ذیل میں درج شدہ

بشارت سے محروم نہیں:

و بشر الصابرین الذین اذا اصابتھم مصیبتہ قالوا انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

اور خوشخبری دیجئے ان صبر کرنے والوں کو جبکہ ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو کہتے ہیں انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

جواب:۔ جی نہیں یہ بشارت دراصل ہے ہی ان صابرین کے لئے جو جزع وفزع کرتے ہیں کیونکہ آپ کے زعم کے مطابق مصیبت میں پکارنا منافی صبر ہے جبکہ یہ بشارت اُن صابرین کے لئے جو پکارتے ہیں کہ ہر شے اللہ ہی کی ہے اور اسی کی طرف لوٹ جانے والی ہے۔ یعنی جزع فزع کرتے ہیں۔ بالفاظ دیگر بوقت مصیبت چپ رہنے والے نہ ہی صابر ہیں اور نہ ہی مستحق بشارت۔

سوال:۔ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کو حکم دیا گیا ہے صبر کیجئے جس طرح پیغمبروں نے صبر کیا تھا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمام پیغمبروں کا دستور العمل صبر ہے اور جو لوگ جزع فزع کرتے ہیں وہ پیغمبروں کے دستور کے خلاف کرتے ہیں۔

جواب:۔ جب جزع وفزع صبر کے خلاف ہی نہیں ہے تو پھر پیغمبروں کے دستور کی خلاف ورزی کیسے ہوئی۔ اگر عزاداری صبر کی ضد ہوتی تو پھر حضور اکرم ﷺ گریہ وزاری وآہ وبکا کیوں کرتے جیسا کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، کی شہادت پر کی یا قتل حسینؑ کی اطلاع پاتے پر تمام اثبات از کتب اہل سنتہ میں نے اپنی کتاب چودہ مسئلے میں پیش کئے ہیں کہ عزاداری سنت رسولؐ ہے۔ سنت قولی بھی ہے اور فعلی بھی۔ عمل اصحاب وتابعین بھی ہے اور سنت آل رسول بھی ہے۔ اگر عزاداری منافی صبر ہوتی یا خلاف سنت انبیاء ہوتی تو حضورؐ اصحاب اور آل رسولؐ یہ فعل ہرگز نہ کرتے۔

سوال:۔ اصول کافی مطبوعہ ایران ص ۳۴۰ میں ہے۔

الصبرمن الایمان بمنزلة الراس من الجسد فاذا ذھب الراس ذھب الجسد کذلک اذاذ ھب الایمان۔

صبر ایمان سے بمنزلہ سر کے ہے جسم سے پس جب سر چلا جائے تو جسم نہیں رہتا اسی طرح جب صبر چلا گیا تو ایمان نہیں رہتا۔

براہ کرم جواب مرحمت فرمائیے۔

جواب:۔ عزاداری سے صبر کا جب ٹکراؤ نہیں ہے تو پھر عزاداری کے ذیل میں صبر کی بحث ہی بے محل ہے۔

سوال:۔ اصول کافی ص ۳۴۱ مطبوعہ ایران میں ہے۔

الصبرین من الایمان بمنزلة الراس من الجسد فاذ اذھب الراس ذھب الجسد کذلک اذا ذھب الصبر ذھب الایمان۔

حضرت زین العابدین سے روایت ہے فرمایا صبر ایمان سے بمنزلہ سر سے ہے جسم سے اس کا ایمان نہ رہا جس کا صبر نہ رہا۔

جواب:۔ صبر کی فضیلت میں وارد روایات کو عزاداری کے امتناع کی دلیل بنانا نامعقول ہے جبکہ عزاداری بے صبری نہیں۔

سوال:۔ جواب دیجئے کہ کیا ترک صبر ترک ایمان کو مستلزم ہے یا نہ۔ اگر ہے تو ادعاء ایمان کیسا اور اگر نہیں تو زین العابدین کے فرمان کا مطلب بیان کیجئے۔

جواب:۔ ترک صبر ترک ایمان کو مستلزم ضرور ہے مگر میرا ادعا یہ ہے کہ جزع فزع سبب ترک صبر ہرگز نہیں ہے۔ جب صبر محفوظ ہے تو دعویٰ ایمان غیر محفوظ کیوں کر ہو گیا۔ اصولی طور پر اولاً آپ کو عزاداری خلاف صبر ہونے کو پایۂ ثبوت تک پہنچانا چاہیئے پھر صبر کے دلائل سے جزع فزع کی بحث ہو سکتی ہے۔

سوال:۔ اصول کافی ص ۳۴۲ مطبوعہ ایران میں ہے "صبر عند المصیبۃ" صبر مصیبت کے وقت بہت بہتر ہے۔ ان لوگوں کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے جو صبر ترک کر کے جزع وفزع کو نہ صرف اپناتے ہیں بلکہ اتراتے ہیں۔

جواب:۔ اس کا جواب قرآن میں ہے کہ جزع فزع کرنے کے باوجود یعقوبؑ کے صبر کو جمیل کہا گیا۔ پس جزع وفزع کو اپنانا صبر کے خلاف نہیں بلکہ عین صبر ہے بلکہ صبر جمیل ہے شاید شیعہ اسی جمال پر اتراتے ہیں کہ حُسن کے ساتھ نزاکت بھی آ ہی جاتی ہے۔

سوال:۔ اصول کافی ص ۳۴۲ مطبوعہ ایران میں ہے

فمن صبر علی المصیبته کتب الله ثلثمائة درجة ما بین الدرجتین الیٰ الدرجته کما بین السماء الی الارض۔

پس جس نے مصیبت پر صبر کیا خدا تعالیٰ اس کے لئے تین سو

درجے ہوں گے درجوں کے درمیان اتنی مسافت ہوگی جتنا
آسمان وزمین کے درمیان ہے۔

جواب:۔ اس روایت میں بھی صبر کے درجات مرقوم ہیں جبکہ ہم صبر اور عزاداری میں تصادم ہی نہیں مانتے ہیں۔

سوال:۔ جب واضح ہوگیا کہ جزع فزع خلاف صبر ہے تو فرمایئے موجودہ طرز اعزاداری حضور علیہ السلام سے ثابت ہے یعنی کیا آنحضور نے سابقہ انبیاء کے سوگ میں اس قسم کا عمل فرمایا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو دلائل سے نوازیئے۔

جواب:۔ کس طرح واضح ہوگیا کہ جزع فزع صبر کے خلاف ہے گھر بیٹھے ہی اکوئی ایک ہی ایسی روایت صحیح نقل تو کی ہوتی جو ثابت کرتی کہ جزع فزع صبر کے خلاف ہے۔ جبکہ ہم نے ابتدائی سوال ہی میں ثابت کردیا ہے کہ عزاداری صبر کی ضد ہرگز نہیں ہے۔ باقی حضور علیہ السلام سے عزاداری ثابت ہے۔ عزاداری امام حسینؑ سنت قولی اور سنت فعلی ہے۔ حضورؐ کی گریہ زاری ملاحظہ کیجئے (۱) کنز العمال برحاشیہ مسند احمد بن حنبل۔ (۲) مشکوٰۃ شریف میں تبرکات عزاداری کا استحباب ثابت ہے۔ صحیح مسلم میں صحابہ اور رسول کا حضرت آمنہ کی قبر پر گریہ زاری کرنا لکھا ہے۔ وفات ابراہیمؑ پر حضورؐ کا بین کرنا مشکوٰۃ شریف میں ہے۔ مسند احمد بن حنبل میں وفات رسولؐ پر بی بی عائشہ کا ماتم کرنا لکھا ہوا ہے۔

موجودہ طرز یا غیر موجودہ طرز کا سوال کرنا ٹیڑھی بحث ہے۔ جب اصولی طور پر عزاداری کا استحباب بمطابق رسول قول و فعل سے ثابت ہے تو پھر طرز یا انداز کی شرط لگانا خلاف قاعدہ ہے کیونکہ یہ سوال ویسا ہی ہے کہ اگر کوئی کہہ دے کہ بتایا جائے رسولؐ اللہ نے کب پتلون پہن کر نماز پڑھی۔ یا حضورؐ

نے کب بادشاہی مسجد لاہور میں آ کر نماز پڑھائی۔ جب نفس فعل کا مستحب ہونا ثابت ہے تو اس کے طرز پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا کہ ہر قوم وطن کے مراسم و رسومات و رواج الگ الگ ہوسکتے ہیں۔ چونکہ شہادت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ وہ ہے جس میں تمام نبیوں اور رسولوں کے مصائب کو یکجا کر دیا گیا ہے اس لئے حضور قبل از شہادت حسینؑ ہی عزادار رہتے تھے اور اس مصیبت کا سوگ جمیع سلسلہ انبیاؑ کو محیط کر لینے کے لئے کافی ہے پھر بڑا سانحہ چھوٹے حادثہ کی اہمیت کو لازمی کم کرتا ہے اور شہادت حسینؑ کے سامنے انبیاء کرامؑ کی مصیبتیں ماند پڑ جاتی ہیں پس حضورؐ نے اسی یادگار واقعہ کی یاد قبل از وقوع گریہ زاری کرتے ہوئے مٹی سامنے رکھ کر منائی۔

سوال:۔ نیز حسب ذیل ارشاد نبویؐ کا بھی جواب عنایت فرمایئے جبکہ بروایت جعفر صادق حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے بحوالہ حیات القلوب ص ۵۴۸ ج ۲۔

حضرت فرمود کہ در مصیبت با طپانچہ برروئی خود مزنید و روی خود را فخراشید و موی امکنید و گریبان خود را چاک مکنید و جامہ خود را سیاہ مکنید و وادیلاہ مکنید۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مصیبتوں میں طمانچہ منہ پر نہ مارو۔ اپنے منہ کو نہ نوچو اپنے بال نہ کھسوٹو اپنے گریبان چاک نہ کرو اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے ہائے نہ کرو۔

جواب:۔ یہ ارشاد عام مصیبت کے لئے ہے عزاداری اہل بیتؑ سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ دیکھئے تحفۃ العوام۔

سوال:۔ جب حضور علیہ السلام کی وفات ہوئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

"حضرت فرمود صبر کنید" یعنی میری وفات کے بعد جزع فزع نہ کرنا۔ یہ امر کیا اس پر دلالت نہیں کرتا کہ حضرت نے جزع فزع سے منع فرمایا اور صبر کا حکم فرمایا۔

جواب:۔ چونکہ صبر منافی جزع فزع نہیں ہے لہذا دلیل غلط ہے۔

سوال:۔ ترجمہ مقبول ص ۱۰۹۹ کے حاشیہ ا میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارو۔ اپنے منہ نہ نوچو۔ اپنے بال نہ کھسوٹو۔ اپنے گریبان چاک نہ کرو اپنے کپڑے کالے نہ رنگو اور ہائے وائے کر کے نہ روو۔ پس یا تو اس فرمان کا جواب دیجئے اور یا ان افعال سے توبہ کیجئے۔

جواب:۔ یہ ہدایت بھی عام مصیبت کے لئے ہے عزاداری امام مظلوم اس سے مستثنیٰ ہے۔ اس سوال کے جواب کے طور پر ہم آیت قرآن کا مفہوم پیش کرتے ہیں کہ فتح الباری شرح بخاری شریف میں قرآن مجید کے چھٹے پارے کی آیت "**لا یحب اللہ الجھربا لسوء من القول الامن ظلم......... الخ**" کے ذیل میں شرح کی ہے جزع حرام ہے مگر مظلوم کے لئے نہیں۔ پس چونکہ اہل بیتؑ مظلوم ہیں لہذا ان کے مصائب پر اعزاداری کرنا جائز و مباح ہے۔

سوال:۔ نہج البلاغۃ ج ۳ ص ۱۸۵ مطبوعہ استقامہ میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔

ینزل الصبر علی قدر المصیبتہ ومن ضرب یدہ علی فخذہ عند مھیبتہ حبط

عملہ۔

صبر مصیبت کے انداز پر ہوتی ہے جس نے اپنا ہاتھ ران پر مارا
مصیبت کے وقت، اس کے عمل ضائع ہو گئے۔

جب پیٹنا حبط اعمال کا باعث ہے تو اس فعل سے اظہار برأت.......... کیوں نہیں کرتے؟

جواب:۔ یہ بھی عام مصیبت کے پیٹنے کے لئے ہے حالانکہ صحیح بخاری میں خود حضور کا ران پیٹنا مرقوم ہے۔

سوال:۔ اشعث بن قیس کا بیٹا فوت ہوا سیدنا علی مرتضیٰ نے ان کو تعزیت میں فرمایا۔

ان صبرت جری علیک القدر وانت ماجور
وان جزعت جری علیک القدر وانت ماذور

(نہج البلاغہ ص ۲۲۴)

اگر تو صبر کرے گا تقدیر تیرے اوپر جاری ہو چکی ہے اور تجھے
اجر دیا جائے گا اور اگر تو جزع فزع کرے گا تقدیر تیرے اوپر
جاری ہو چکی ہے اور تو عذاب دیا جائیگا

آپ حضرات کے نزدیک حضور علیہ السلام کے بعد یقیناً سیدنا علی المرتضیٰؓ کا درجہ ہے۔ جب حضور علیہ السلام اور سیدنا علی دونوں جزع فزع کے خلاف ہیں تو آپ کا عمل ان کے احکام کے برعکس کس مصلحت اور کون سی نص پر مبنی ہے؟

جواب:۔ اس ارشاد میں بھی جزع کا بیان ہے جو کہ صبر کی ضد ہے نہ کہ "جزع فزع" کا چونکہ

جزع کے معنی اور "جزع فزع" کے معنوں میں فرق ہے لہذا یہ روایت عزاداری کے لئے مانع قرار نہیں دی جاسکتی اور پھر یہ کہ اس کا حکم بھی عام مصیبت کے لئے ہے اور مخصوص ہے اشعث بن قیس سے جبکہ عام حالات مصائب سے ہم بحث نہیں کرتے ہیں بلکہ ہمارا موضوع "عزاداری سید الشہداء علیہ السلام" ہے اور امامؑ مظلوم کی عزاداری کے سلسلے میں کثرت سے ایسی روایات موجود ہیں جو استحباب ثابت کرتی ہیں۔

سوال:۔ من لایحضرہ الفقیہ ص۳۵۹ ج۳ میں ہے

من ضرب یدہ علی فخذہ عند مصیبة حبط علمه

جس نے اپنا ہاتھ ران پر مصیبت کے وقت مارا اس کے عمل برباد ہو گئے۔

فرمایئے کیا جواب ہے؟

جواب:۔ یہ روایت بھی عام مصیبت سے متعلقہ ہے جب کہ ہم عزادری پر اصرار نہیں کرتے ہیں ہمارا موضوع بیان ماتم شبیرؑ ہے۔

سوال:۔ من لایحضرہ الفقیہ ص۸۱ ج۱ میں ذیل کے الفاظ کے معنی بیان کیجئے:۔

"قال امیر المومنین فیما علم اصحابه لا تبلسوا السواد فانه لباس فرعون"

جواب:۔ اس کا مطلب ہے کہ کالا لباس نہ پہنو یہ فرعون کا لباس ہے ہم بھی غم معصوم کے علاوہ کالا لباس پہننا ضروری نہیں سمجھتے لیکن اتنا ضرور پوچھتے ہیں کہ کالی کملی والے کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟ کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ خلفاء سیاہ لباس پہنتے تھے۔ غلاف کعبہ بھی سیاہ ہے نیز یہ تحقیق ہے کہ روایت بالا مجہول ہے دیکھئے مراۃ العقول جلد ۳ ص ۱۵۹۔

سوال:۔ جب مدینہ سے سیدنا حسین بعزم کوفہ تشریف لے جانے لگے تو یہ لفظ فرمائیے:

بخدا سوگندے دھم کہ صبر پیش آورید دست ازجزع فزع وبے تابی روارید (جلاء العیون ص ۳۵۳)

تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ صبر کرنا اور جزع فزع بے تابی سے ہاتھ کو اٹھالینا

جواب:۔ جلاء العیون میں "جزع وفزع" کے الفاظ نہیں مل سکے صرف "جزع" ہے جو صبر کی ضد ہے اور عزاداری صبر کی ضد نہیں ہے۔

سوال:۔ جلاء العیون ص ۳۸۷ کی اس عبارت کا کیا جواب ہے:

چوں من ازتیغ اہل جفا بعالم بقا رملت نمایم گریباں چاک مکنید ورو مخراشید و واویلا مگوئید

جب میں اہل جفا کی تلوار سے شہید کیا جاؤں تو تم گریبان کو چاک نہ کرنا منہ نہ چھیلنا اور ہائے ہائے نہ کرنا

جواب:۔ روایت کے مطابق یہ نصیحت امام عالی مقام نے حضرت سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو فرمائی کیونکہ شہادت کے بعد اہل بیتؑ کی نگہداشت بی بی ثانی زہراؑ کو سونپنا مقصود تھا لہذا آپ کو ایسی

تلقین کی گئی تا کہ کہیں بی بی عزاداری میں مصروف ہو کر نگرانی کی ذمہ داری سے غافل نہ رہ جائیں۔ نیز نسوانی حجاب کو مدنظر فرماتے ہوئے امامؑ نے خاتونؑ کو بلا کر ایسی ہدایت جاری فرمائیں یہ بھی حکم عام نہیں ہے بلکہ بی بی زینب صلوۃ اللہ علیہا سے مخصوص ہے ایک وقت خاص کے لئے۔

سوال:۔ ہیئت کذائیہ طریقہ ماتم وسوگواری جب جملہ انبیاء ورسل اور آئمہ کرام سے ثابت نہیں تو اس کا موجد آپ کی تحقیق میں کون ہے؟

جواب:۔ ویسے تو یہ فطری امر ہے اور اس کا موجد فطرت ہے اسی لئے باوجود پابندی وممانعت کے متوفی کے اہل وعیال کو رونے پیٹنے سے روکنے کی کوشش بارآور ثابت نہیں ہوتی ہیں۔ مشاہدہ گواہ ہے کہ جانور تک پر جب مصیبت پڑتی ہے تو وہ واویلا کئے بغیر نہیں رہتے ہیں۔ اسی لئے کسی بھی طریقہ و مسلک میں عزاداری مذموم نہیں ہے البتہ عدل کے لحاظ سے حدود متعین ہیں اور زمانہ جاہلیت کی رسومات عزاداری پر پابندی نافذ کرنے کا دراصل مقصد یہی تھا کہ اُن طریقوں میں بے صبری بے قراری اور ذات باری تعالیٰ سے گلے شکوے کئے جاتے تھے۔ لیکن جس حد تک آدمی پر جذبات کا اثر انداز ہونا ممکن ہے اور اس کو قابو پانا مشکل ہے شرع اسلام نے اس پر پابندی نہیں لگائی ہے کیونکہ اسلام مذہب فطرت ہے۔ اسی لئے انبیاء روتے پیٹتے رہے یا مروجہ ثقافت کے مطابق عزاداری کرتے رہے اور خدا نے ان کی عزاداری اور سوگواری کو منافی صبر قرار نہ دیا۔

آخر دین اسلام کے خاتم النبین رسولؐ نے بھی اپنی والدہ کی قبر پر گریہ زاری فرمائی۔ حمزہؓ کی شہادت پر مرثیہ ونوحہ کہا۔ انسانی بے صبری وطبع نزاعی پر بقول بخاری زانو پیٹ کر ماتم کیا۔ زندہ حسینؑ کو گود میں لے کر گریہ فرمایا۔ اُس کی مٹی قتل گاہ کو سونگھا اور دیکھا پھر متبرک خیال کر کے ام

المومنین بی بی اُم سلمہؓ نے محفوظ کر کے رکھا اور آپ نے روزانہ اس کی زیارت کرنا شروع کر دی۔ جب ابراہیمؑ فرزند رسولؐ کی وفات ہوئی تو حضور کی اشکباری پر صحابہ نے اعتراض بے صبری کیا جسے خود حضورؐ نے بیان کر کے تعلیم دی کہ سوگواری فطری امر ہے اور صبر کے خلاف نہیں ہے۔ اسی طرح تمام اہل بیتؑ کا عزادار ہونا کتب فریقین سے مکمل طور پر ثابت ہے جسے مع حوالہ جات معتبرہ ہم نے "چودہ مسئلے" میں پیش کر دیا ہے۔ سنت رسولؐ مقبول اور آئمہ طاہرینؑ کو رہنے دیجئے کہ وہ پوری طرح ہماری تائید کا ثبوت ہیں۔ ہم برائے خاتمہ بحث اور اتمام حجت ایک ایسی شہادت پیش کرتے ہیں جسے آپ صدیقہ مانتے ہیں۔ اب یا تو اپنی صدیقہ کی تکذیب کر دیجئے یا پھر ماتم کی موجدہ فی الحال اُن کو مان لیجئے۔ چنانچہ سُنی آئمہ اربعہ کے امام احمد حنبل تحریر کرتے ہیں کہ "بی بی عائشہ نے وفات رسولؐ پر ماتم کیا" مسند جلد ۶ ص ۲۷۴ مزید دیکھئے سیرۃ ابن ہشام جلد ۴ ص ۳،۵، سیرہ حلبیہ جلد ۲ ص ۲۷۶ پس ہم مسلمانوں کی صدیقہ ماں کو موجد ماتم قرار دیتے ہیں۔

سوال:۔ سیدنا حسینؑ کا تعزیہ بنانا اور باقی حضرات کا نہ بنانا، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی بقول شہادت امام حسینؑ درحقیقت شہادت سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس طرح سرکار رسالت مآبؐ کی نبوت و رسالت کی گواہی تمام سلسلہ انبیاء کے لئے کافی ہے اسی طرح تعزیت حسین مظلوم صفحہ ہستی پر وجود پذیر ہر ظلم کی تعزیت کے لئے کافی ہے۔ کافی مراسم عزاداری میں عزادار شہید کی یادگار بناتے ہیں اور ہر ناصر دین کو خراج عقیدت اظہار تعزیت سے دیتے ہیں۔ علم عباسؑ، مشک سکینہؑ، گہوارہ اصغرؑ وغیرہ وغیرہ تمام نشانیاں حسب رسومات بنائی جاتی ہیں۔ اگر تعزیہ سے مراد شبیہ قبر لی جائے تو گذارش ہے کہ کربلائے معلی میں جناب عباسؑ اور حضرت حرؑ کے علاوہ باقی تمام شہدائے کرام ایک ہی حرم میں مدفون ہیں۔ ایک جالی گنج شہیداں کی ہے جس میں انصار حسینؑ مدفون ہیں اور ایک جالی میں امام پاک اپنے دو فرزندوں کے ساتھ دفن ہیں۔

سوال:۔ بہیت لاآئیہ مراسم عزاداری کے تارکین پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

جواب:۔فطرت کے منحرف اور انتہائی سنگدل اور شقی القلب ہیں وہ لوگ جو مظلومیت حسینؑ یں سوگوار نہیں ہیں۔فطر و اخلاقی اقدار سے تو ان کی مذمت جتنی بھی کی جائے کم ہے مگر عزادری کے اثبات میں تو آیات بھی موجود ہے۔

سوال:۔ مراسم عزاداری (عزاداری) کے درجہ کی تصریح کیجئے فرض ہے یا واجب؟

جواب:۔مستحب ہے اور اگر نذر یا عہد کرلیا جائے تو فرض بن جاتے ہیں۔

سوال:۔ مسلم ممالک میں سے اس سلسلے میں آپ کے ساتھ کونسا مسلک متفق ہے؟

جواب:۔چونکہ خوشی کے موقع پر خوش منانا اور غم و رنج کے مواقع پر متالم وسوگوار ہونا فطرت انسانی ہے لہذا دنیا کا ہر مسلک اس سے اتفاق کرتا ہے،انفرادی ضد سے بحث نہیں بلکہ جولوگ مخالف عزاداری بھی بنتے ہیں وہ بھی زندگی میں کبھی کبھار روئے پیٹے بغیر نہیں رہ سکتے۔پس ساری دنیا متفق ہے۔خداوند کریم کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی توفیق و برکت سے معترض کے تمام اعتراضات کا جواب مکمل ہوا۔ہم نے کوشش کی ہے کہ کتاب کو بالکل روزمرہ کی عام زبان میں لکھا جائے اور جوابات میں دقیق ترکیبات اور ثقیل الفاظ استعمال نہ کئے جائیں تا کہ ہر خاص و عام قاری مطالب سے بخوبی واقف ہوجائے اور بوقت ضروری اپنے مذہب کی مدلل حفاظت اور مضبوط دفاع کر سکے۔غیر متعلقہ مباحث اور عمیق تشریحات سے بھی اجتناب کیا تا کہ ضخامت کتاب بار خاطر نہ گذرے۔حدامکان تک مختصر اگر

مکمل و جامع جوابات دینے کی سعی کی ہے اور ایک مضمون کو دوسرے مضمون سے خلط ملط نہیں ہونے دیا ہے حالانکہ بات میں سے بات نکلتی رہی ہے لیکن خدشہ طوالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اضافی تشریحات کو ترک کر دیا ہے تاہم جہاں ضروری سمجھا گیا ہے اشارۃً تحریر کر دیا ہے یوں تو اعتراضات کے مطالعہ سے قارئین پر ان کی حقیقت منکشف ہو چکی ہوگی لیکن ایک خاص امر کا ظاہر کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ معترض نے جن سوالات میں بعض حضرات کا ایمان ثابت کرنے کے لئے ہاتھ پیر مارے ہیں وہاں وہ تمام خواص و خصلتیں صاحبان ایمان کی بیان کر کے اپنے ممدوحین کے خصائل میں پیش کی ہیں حالانکہ اصولاً پہلے ایمان ثابت کرنا چاہئے۔

یہاں مجھے ایک مثال یاد آئی ہے کہ میرے میز پر ایک دودھ سے بھرا شیشے کا گلاس رکھا تھا۔ پاس ایک خالی گلاس پڑا تھا۔ میرے ایک دوست تشریف لائے۔ انہوں نے دریافت فرمایا کہ گلاس میں کیا ہے میں نے بتایا کہ دودھ ہے۔ دو منٹ وہ خاموشی سے بیٹھے پھر میز پر سے خالی گلاس اٹھایا اور کمرہ سے باہر چلے گئے کچھ دیر بعد وہ خالی گلاس بھرا ہوا واپس لائے اور میز پر دودھ کے گلاس کے ساتھ ٹکا دیا اور مجھ سے پوچھا یہ کیا ہے۔ میں ان کی اداکاری کو بھانپ چکا تھا۔ گلاس کو غور سے دیکھا اور انجان بن کر کہا آپ بتائیے یہ کیا ہے مجھے کیا معلوم؟ انہوں نے کہا یہ دودھ ہے۔ میں نے جواباً عرض کیا مجھے یہ دودھ معلوم نہیں ہوتا ہے گو بظاہر ایسا نظر آتا ہے انہوں نے تاڑ لیا کہ معاملہ فہم ہے مگر دل میں کہا ہوگا ذہین و مدبر ہم بھی ہیں۔ شیطان تک ہماری ذہنیت کا معترف ہے اور ہمارے سایہ سے بھاگتا ہے کہ استاد کے سامنے شاگردی نہیں چلے گی۔ مگر یہ کل کا بچہ کس طرح ہماری بات پر شک کر سکتا ہے چنانچہ بڑی محبت سے مجھے فرمانے لگے کہ برخوردارتم کیوں اس کو دودھ نہیں تسلیم کرتے۔ ہم نے کہا حضرت جی اس کے عنوان ہی کچھ ایسے دیکھتے ہیں۔ انہوں نے رعب جمایا اور فلسفیانہ دلائل شروع کئے۔ دیکھو تمہارے گلاس میں دودھ ہے وہ میز پر رکھا ہوا ہے۔ یہ گلاس بھی اسی میز پر رکھا گیا ہے اور میں جو تمہارا

دوست بھی ہوں میں نے رکھا ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ دودھ ہے۔ گلاس میں دودھ ہے وہ میز پر رکھا ہوا ہے۔ یہ گلاس بھی اسی میز پر رکھا گیا ہے اور میں جو تمہارا دوست بھی ہوں میں نے رکھا ہے اور میں کہتا ہوں کہ یہ دودھ ہے۔

گلاس کا سائز ایک ہے برتن بھی تمہارے گھر کا ہے رکھا بھی اسی جگہ پر کیا ہے جہاں تمہارا دودھ ہے پھر یہ قدر مشترک کافی نہیں ہے کہ یہ بھی دودھ ہے جبکہ تصدیق بھی کر رہا ہوں اور گواہ بھی ہوں اور دوست بھی میں نے عرض کیا آپ کا فرمانا بجا ہے مگر مجھے اس پر شبہ ہے کہ پہلے خالی پڑا تھا آپ اس کو اٹھا کر گھر سے باہر لے گئے اور تھوڑی دیر بعد میری اطلاع کے بغیر اس کو میز پر رکھ دیا اور پھر اگر یہ دودھ ہے بھی تو آخر مجھے پوچھنے یا میری تائید حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ استفسار تشکیک کا سبب ہے۔ انہوں نے کہا دیکھو کسی پر شک کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ دوست کے خلوص پر اعتماد کرو اور مان لو کہ یہ دودھ ہے کیونکہ اس کا رنگ بھی سفید ہے اور دودھ کی خاصیت ہے کہ سفید ہوتا ہے۔ یہ مائع ہے اور دودھ بھی ٹھوس نہیں ہوتا ہے۔ یہ ظرف نوشہ میں رکھا ہوا۔ پھر تمہارے دودھ کے بالکل قریب ہے صحبت و تاثیر بھی حاصل ہے۔ جب یہ ساری علامتیں اور خواص جو دودھ کی ہوتی ہیں اس میں موجود اور ظاہر ہیں تو پھر تم حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے دودھ کو دودھ کیوں نہیں کہتے۔ ان کی یہ منطق بھری گفتگو جاری تھی اور مجھے قائل کرنے کی سر توڑ کوشش میں مصروف تھے اسی اثنا میں ان کے دودھ کا پانی ہونا شروع ہوا۔ آدھے گلاس کے نیچے سفیدہ سا بیٹھ گیا اور پانی اوپر نظر آنے لگا۔

آدمی وہ بھی منجھے ہوئے تھے میری نگاہ کو بھانپ گئے اور ترکیب سوجھی کہ مجھے کہا دودھ میں چمچہ چلاؤ۔ میں نے عمل کیا اور اسی عمل کو انہوں نے اپنے گلاس پر دہرایا تاکہ رنگت ایک سی ہو جائے۔ پس کہنے لگے دیکھو میاں ہلانے میں دونوں یکساں حالت پر ہیں۔ لہذا مان لو کہ دودھ ہے۔

ہم انکی اس بحث سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگے اور چاہا کہ اس کو پایہ تکمیل تک پہنچادیں چنانچہ عرض کیا کہ صاحب آپ جو اس کو ظاہری علامات سے دودھ ثابت کرنے کی کوشش فرمارہے ہیں وہ بارآور ثابت نہ ہوگی کیونکہ معاملہ مشکوک ہو چکا ہے یا تو دودھ والے اس کی تصدیق کروائے اور اگر وہ موجود نہ ہو تو از راہ مہربانی اس کو چکھ لینے دیجئے۔ چنانچہ اس پر وہ کھسیانے ہوئے کہ ابن تو پول کھل جائے گا۔ چنانچہ چکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ دودھ نہ تھا بلکہ چونا تھا۔ اگر دودھ سمجھ کر نوش کرلیا جاتا تو جل جاتے۔ پس یہی طریقہ لدھیانوی صاحب نے ایمان ثابت کرنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ مومن کی صفات سے ناقص الایمان کا ایمان ثابت کرنے کی کوشش کی حالانکہ وہ صفات اسی وقت متصور ہوسکتی ہے جب وجود ایمان ثابت ہوجائے اور ایمان کی شرط اول یہ ہے کہ کلی طور پر مطیع پیغمبرؐ ہو جبکہ ثقلین رسول کا مخالف کبھی بھی مطیع رسول نہیں ہوسکتا ہے۔ آخر میں ہم اظہار معذرت پیش کرتے ہیں کہ اگر دوران جوابات کسی مقام پر کسی مکتب فکر پر تنقیدی عبارت ناگوار گزری ہو تو اسے افہام و تفہیم اور تحقیق و تجسس کے جذبات پر محمول فرما کر درگذر کرلیا جائے اور صرف سہو اور قلت علم مجیب سمجھا جائے۔

10 لاکھ کے 10 سوال

ہزار سوالات کے جوابات دینے کے بعد اب ہم مذہب شیعہ کی طرف سے صرف دس سوالات دریافت کرتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ جو کوئی غیر شیعہ مسلمان بھائی ان سوالات کا تسلی بخش جواب دے گا اس کی خدمت میں مبلغ دس ہزار روپے صرف بطور انعام پیش کیا جائے گا۔ مجیب کے لئے ہماری یہ پیشکش غیر مشروع ہوگی مگر جوابات بمطابق سوالات ہونے چاہیئں اور غیر متعلقہ یا خارج الموضوع مباحث سے اجتناب کیا جائے۔ ظنی استدلات اور نامکمل جوابات نا قابل قبول ہونگے۔

سوال ا:۔ آپ حضرت خود کو "سُنی" یا "اہل سنتہ والجماعت" کہلواتے ہیں براہ مہربانی کتب صحاح ستہ یں کوئی ایسی روایت دکھایئے جس میں حضرت ثلاثہ (ابوبکر، عمر، عثمان) میں سے کسی ایک نے بھی یہ کہا ہو کہ "میں سُنی ہوں" یا "یا میرا مذہب اہل سنتہ والجماعتہ" ہے۔ حوالہ مکمل دیجئے اور پیش کردہ روائیت کی توثیق بھی تحریر فرمایئے۔

سوال ۲:۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے لکھا ہے کہ "افعال قبائح کو قدرت تمکین بندے پر بخشنا اُسی (خدا) کا کام ہے" (تحفہ اثنا عشریہ) جب ہم اس جملے کا تجزیہ کرتے ہیں تو نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ اہل سنتہ صدور برائیوں کا باری تعالیٰ سے تجویز کرتے ہیں اس تجویز سے ذات خداوندی کی بے ادبی ظاہر ہوتی ہے عقلاً جواب دیجئے کہ یہ عقیدہ کیونکر معقول ہے؟

سوال ۳:۔ "رنگیلا رسول" نامی ایک کتاب شانِ رسالت مآب کی گستاخی میں لکھی گئی۔ اس میں تمام روایات معتبر کتبِ سُنیہ سے نقل کی گئی ہیں۔ کیا کوئی سُنی المذہب صاحب یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ گستاخی رسول مصنف نے کوئی ایک ہی بات کسی شیعہ کتاب سے نقل کی ہو؟ اگر جواب بن پڑے تو مکمل حوالہ درکار ہے۔

سوال ۴:۔ خلافت ثلاثہ کی تائید میں اکثر آپ کی طرف سے قرآن مجید کی آیت استخلاف سے استدلال پیش کیا جاتا ہے۔ کیا صحاستہ میں کوئی ایک بھی ایسی روایت ملتی ہے جو مرفوع و متواتر ہو اور اس کے تمام راوی ہوں جس میں اصحاب ثلاثہ میں کے کسی ایک نے دعویٰ کیا ہو کہ آیت استخلاف ہماری خلافت کی دلیل ہے اگر کوئی ایسی روایت ہے تو اس شرف کے ساتھ مکمل نشاندہی کرایئے کہ سلسلہ رواۃ میں سے کوئی ایک صاحب ضرور موجود ہے۔

سوال ۵:۔ حافظوا علی الصلوۃ والصلوٰۃ الوسطیٰ وقوموا للہ قانتین" (البقرہ ۲۳۸) یعنی تمام نمازوں کی عموماً اور درمیانی نماز کی خصوصاً حفاظت کرو اور اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے رہو۔ یہ حکم قرآن مجید میں موجود ہے۔ لیکن جب ہم کسی سُنی المذہب کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ہمیں قنوت میں کھڑا نظر نہیں آتا ہے۔ بتایئے آپ کی نماز قرآن کے مطابق کیوں نہیں پڑھی جاتی؟

سوال ۶:۔ اتقان جلد ا ص ۲۰ پر علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ حضرت عثمان نے قرار کیا کہ اُن کے جمع کردہ قرآن میں غلطیاں ہیں مگر ان کی تصحیح عرب خود ہی کر لیں گے۔ جواب دیجئے اس قول کی موجودگی میں قرآن کو غلطیوں سے پاک ماننے کا عقیدہ آپ کے مذہب کے مطابق کس طرح درست ہوا؟

سوال ۷:۔ آپ حضرات کو امام مہدیؑ کی غیبت پر اعتراض ہے بتایئے شیطان غائب ہے یا ظاہر؟ اگر غائب ہے تو معلوم ہوا کہ وہ عالم غیبت میں گمراہی پھیلاتا ہے لہذا جواب دیجئے کہ جب عالم غیبت میں گمراہی پھیلائی جا سکتی ہے تو ہدایت کا سلسلہ کیوں جاری نہیں رہ سکتا ہے؟

سوال ۸:۔ کیا آپ کسی معتبر تاریخی حوالہ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ جب حضرات شیخین نے جنازہ رسولؐ بلا دفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ روانہ ہونے کا ارادہ کیا تو انہوں نے حضرت علیؑ یا حضرت عباس بن عبد المطلب کو اپنے عزائم سے آگاہ کیا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو ثبوت فراہم کریں۔

سوال ۹:۔ قرآن مجید کے پانچویں پارے کی ابتدا میں آیت متعہ موجود ہے۔ آپ کا پرچار ہے کہ "متعہ" زنا ہے۔ مہربانی کر کے آیت میں مستعمل لفظ "متعہ" کا ترجمہ انہی معنوں میں کیجئے۔

سوال ۱۰:۔ قرآن کی اُس آیت کا نشان بتائے جس میں حکم ہو کہ "ماتم شبیرؑ کرنا حرام ہے"۔

ۃ۔۱۷۶ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ط ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ہ

اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی وہ ہانپے یا اسکو چھوڑ دے تب بھی ہانپے یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔ (سورۃ اعراف آیت ۱۷۶)

«قبول اسلام میں اول نماز پڑھنے میں اول»

۱۔ عن ابی حمزة رجل من انا انصار، سمعت زید بن ارقم یقول اول من اسلم علی روزه الترمذی۔ (اخرجه التمذی فی الجامع الحیح، ابواب المناقب، باب مناقب علی، ۶۴۲/۵، الحدیث رقم: ۳۷۳۵، والطبرانی فی المعجم الکبیر، ۲۰۶/۱۱، الحدیث رقم: ۱۲۱۵۱،

والهيثمی فی مجمع الزوائد، ۱۰۲/۹)۔

وقال هذا حديث حسن صحيح۔

"ایک انصاری شخص ابوحمزہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت زید بن ارقمؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حضرت علیؓ ایمان لائے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے"۔

۲۔ فی رواية عنه اول من اسلم مع رسول الله ﷺ علیؓ رواه احمد۔ (أخرجه احمد بن حنبل فی المسند، ۳۶۷/۴، والحکم فی المستدرک، ۴۴۷/۳، الحديث رقم: ۴۶۶۳، وابن أبی شيبة فی المصنف، ۳۷۱/۶، الحديث رقم: ۳۲۱۰۶، والطبرانی فی المعجم اكبير، ۲۰۲/۲۲، الحديث رقم: ۱۱۰۲)۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے ہی مروی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ "حضور نبی اکرم ﷺ پر سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علیؓ ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے روایت کیا۔"

۳۔ عن انس بن مالک، قال بُعث النبی ﷺ الاثنين و صلی علی يوم الثلاثاء رواه الترمذی۔ (أخرجه الترمذی فی الجامع الصحيح، ابواب المناقب، باب مناقب علی بن ابی طالب، ۶۴۰/۵، الحديث رقم: ۳۷۲۸، والحاکم فی المستدرک علی الصحيحين،

۱۲۱/۳، الحدیث رقم: ۲۵۸۷، و المناوی فی فیض القدیر، ۳۵۵/۴)۔

"حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ پیر کے دن حضور نبی اکرم ﷺ کی بعثت ہوئی اور منگل کے دن حضرت علیؓ نے نماز پڑھی۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے"۔

۴۔ عن ابن عباس قال: اول من صلی علی. رواہ الترمذی۔

وقال قد اختلف اھل العلم فی ھذ بعضھم: اول من اسلم ابوبکر الصدیق، قال بعضھم: اول من اسلم علی وقال بعض اھل العم: اول من اسلم من الرجال ابوبکر، واسلم علی وھو غلام ابن ثمان سنین، واول من اسلم من النساء خدیجة (اخرجه الترمذی فی الجامع الصحیح، ابواب المناقب، باب مناقب علی، ۶۴۲/۵، الحدیث رقم: ۳۷۳۴)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں سب سے پہلے حضرت علیؓ نے نماز پڑھی۔ اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے بارے میں اہل علم کا اختلاف۔ بعض نے کہا: سب سے پہلے ابوبکر صدیق اسلام لائے اور بعض نے کہا: سب سے پہلے حضرت علی اسلام لائے جبکہ محدثین کا کہنا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابوبکر ہیں اور بچوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت علیؓ ہیں کیونکہ وہ آٹھ برس کی عمر میں اسلام لائے اور عورتوں میں سب سے پہلے مشرف بہ اسلام ہونے والی حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔"

۵۔ عن عمرو بن میمون عن ابن عباس فی روایة طریلة منھا

عنہ قال: وکان اول من اسلم من الناس بعد خدیجة، رواہ احمد.

(اخرجه احمد بن حنبل فی المسند، ۱/ ۳۳۰ـ الحدیث رقم: ۳/ ۶۲، وابن ابی عاصم فی السنة، ۲/ ۲.۳، والھیثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۱۱۰، وابن سعد فی الطبقات الکبری، ۳/ ۲۱)

"حضرت عمرو بن میمونؓ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد حضرت علیؓ لوگوں مین سب سے پہلے اسلام لائے۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔"

۶۔ عن ابن عباس قال: اول من صلی مع النبی ﷺ بعد خدیجه، علی، وقال مرة: اسلم، رواہ احمد (أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند ۱/ ۳۷۳، الحدیث رقم: ۳۵۴۲، والطالسی فی المسند ۱/ ۳۶۰، الحدیث رقم: ۲۷۵۳)

"حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد جس نے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کی وہ حضرت علیؓ ہیں اور ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے جو شخص اسلام لایا وہ حضرت علیؓ ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے"

۷۔ عن اسماعیل بن ایاس بن عفیف الکندی عن ابیه، عن جده قال: کنت امراء اتاجرا، فقدمت الحج فاتیت العباس بن عبد المطلب لابتاع منه بعض التجارة وکان امرء اتاجرا، فواللہ انی لعنده بمنی، ازخرج رجل من خباء قریب منه فنظر الی الشمس، فلما راھا مالت،

یعنی قال یصلی قال: ثم خرجت امراة من ذلک الخباء الذی خرج منه ذلک الرجل، فقامت خلفه تصلی، ثم خرج غلام حین راهق الحلم من ذلک الخباء، فقام معه یصلی، قال: فقلت للعباس من هذا یا عباس؟ قال: هذا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب ابن اخی قال: قالت: من هذا الفتی؟ قال: هذا علی بن ابی طالب ابن عمه قال: فقلت: فما هذا الذی یصنع؟ قال: یصلی و هو یزعم انه یسفتح علیه کنوز کسری و قیصر قال: فکان عفیف وهو ابن عم الاشعب بن قیس یقول: واسلم بعد ذلک فحسن اسلامه لو کان الله رزقنی الا سلام یومئذ، فاکون ثالثا مع علی بن ابی طالب، رواه احمد. (اخرجه احمد بن حنبل فی المسند ۲۰۹/۱ والحدیث رقم:۱۷۸۷ وابن عبدالبر فی الاستیعاب،۱۰۹۶/۳، والمقدسی فی الا حادیث المخارة، ۸ /۳۸۸، الحدیث رقم: ۲۴۸۹)

"حضرت اسماعیل بن ایاس بن عفیف کندیؓ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک تاجر تھا، میں حج کی غرض سے مکہ آیا تو حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے ملنے گیا تا کہ آپ سے کچھ مال تجارت خریدلوں اور آپؓ بھی ایک تاجر تھے۔ بخدا میں آپؓ کے پاس منیٰ میں تھا کہ اچانک ایک آدمی اپنے قریبی خیمہ سے نکلا اس نے سورج کی طرف دیکھا، پس جب اس نے سورج کو ڈھلتے ہوئے دیکھا تو کھڑے ہوکر نماز ادا کرنے لگا۔ راوی بیان کرتے ہیں: پھر اس خیمہ سے جس سے وہ آدمی نکلا تھا ایک عورت نکلی اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے کھڑی ہوگئی پھر اسی خیمہ میں سے ایک لڑکا جو قریب البلوغ تھا نکلا اور اس شخص کے ساتھ کھڑا ہوکر نماز پڑھنے لگا۔ راوی بیان

کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عباسؓ سے کہا اے عباس! یہ کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے۔ میں نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ ان کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے۔ میں نے پوچھا: یہ نوجوان کون ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ ان کے چچا کا بیٹا علی بن ابی طالب ہے۔ راوی کہتے ہیں: پھر میں نے پوچھا کہ یہ کیا کام کر رہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ نبی ہیں حالانکہ ان کی اتباع سوائے ان کی بیوی اور چچا زاد اس نوجوان کے کوئی نہیں کرتا اور وہ یہ بھی گمان کرتے ہیں کہ عنقریب قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے لئے کھول دیئے جائیں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: عفیف جو کہ اشعث بن قیس کے بیٹے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ اس کے بعد اسلام لائے پس اس کا اسلام لانا اچھا ہے مگر کاش اللہ تبارک وتعالیٰ اس دن مجھے اسلام کی دولت عطا فرما دیتا تو میں حضرت علیؑ کے ساتھ تیسرا اور اسلام قبول کرنے والا شخص ہو جاتا۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔"

۸۔عن حبة العرني قال: سمعت عليا يقول: انا اول رجل صلى مع رسول اللهﷺ رواه احمد. (أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند ۱۴۱/۱، الحديث رقم: ۱۱۹۱، وابن ابی شيبة فی المصنف، ۳۶۸/۲، الحديث رقم: ۳۲۰۸۵، والشيباني فی الآحاد والمثاني، ۱۴۹/۱، الحديث رقم: ۱۷۹)

"حضرت حبہ عرنیؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علیؑ کو فرماتے ہوئے سنا: میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے حضور نبی اکرمﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔"

۹۔ عن حبة العرنی قال: رایت علیا ضحک علی المنبر، لم اره ضحکا اکثر منه حتی بدت نواجذه ثم قال: ذکرت قول ابی طالب ظهر علینا ابو طالب وانا مع رسول اللهﷺ ونحن نصلی ببطن نخلة، فقال: ما تصنعان یا بن اخی؟ فدعاه رسول اللهﷺ الی الاسلام فقال: ما لذی تصنعان باس او بالذی تقولان باس ولکن والله! لاتعلونی سنی ابدا! وضحک تعجبا لقول ابیه ثم قال: اللهم! لا اعترف ان عبدالک من هذه الامة عبد ک قبلی، غیر نبیک ثلاث مرات لقد صلیت قبل ان یصلی الناس سبعا، رواه احمد۔ (أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، ۱ /۹۹، الحدیث رقم: ۷۷۶، والهیثمی فی مجمع الزوائد،۹ /۱۰۲، والطیالسی فی المسند، ۱/۳۶ الحدیث رقم:۱۸۸)

"حضرت حبہ عرنی علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام کو منبر پر ہنستے ہوئے دیکھا اور میں نے کبھی بھی آپؑ کو اس سے زیادہ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ آپؑ کے دانت نظر آنے لگے۔ پھر آپؑ نے فرمایا: مجھے اپنے والد ابو طالبؑ کا قول یاد آ گیا تھا۔ ایک دن وہ ہمارے پاس آئے جبکہ حضور نبی اکرمﷺ کے ساتھ تھا اور ہم وادی نخلہ میں نماز ادا کر رہے تھے پس انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضور نبی اکرمﷺ نے آپ کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا: جو کچھ آپ کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں لیکن کبھی بھی (تجربہ میں) میری عمر سے زیادہ نہیں ہو سکتے۔ پس حضرت علیؑ اپنے والد کی اس بات پر ہنس دیئے پھر فرمایا: اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ مجھ سے پہلے اس امت کے کسی اور فرد نے تیری عبادت کی ہو سوائے تیرے نبیﷺ کے، یہ تین مرتبہ دہرایا پھر فرمایا: تحقیق میں نے عامۃ الناس کے نماز پڑھنے سے سات سال پہلے نماز ادا کی۔

اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے"

۱۰۔ عن سلمان، قال اول هذه الامة ورودا علی نبیها ﷺ اولها اسلاما، علی بن ابی طالبؑ۔ رواه ابن ابی شیبه والطبرانی والهیثمی۔ (أخرجه ابن أبی شیبه فی المصنف، ۷/۲۶۷، الحدیث رقم: ۳۵۹۵۴، والطبرانی فی المعجم الکبیر، ۶/ ۲۶۵، الحدیث رقم: ۶۱۷۴، والهیثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۱۰۲، والشیبانی فی الآحاد المثانی، ۱/۱۴۹، الحدیث رقم: ۱۷۹)

"حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے: وہ بیان کرتے ہیں کہ امت میں سے سب سے پہلے حوض کوثر پر حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے والے اسلام لانے میں سب سے اول علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ، امام طبرانی اور امام ہیثمی نے روایت کیا ہے"

۱۱۔ عن مجاهد اول من صلی علی، وهو ابن عشر سنین و عن محمد بن عبدالرحمن بن زراة قال: اسلم علی وهو ابن تسع سنین وعن الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب، ان علی بن ابی طالب، حین دعاه النبی ﷺ الاسلام کان ابن تسع سنین قال احسن بن زید ویقال: دون تسع سنین ولم یعبد الاوثان قط لصغره رواه ابن سعد فی الطبقات الکبری (أخرجه ابن سعد فی الطبقات الکبری، ۳/۲۱)

"حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؑ نے نماز ادا کی اور وہ اس وقت دس سال کے تھے اور حضرت محمد بن عبدالرحمٰن بن زرارہؓ سے مروی ہے کہ آپؑ نے اسلام قبول کیا جب آپؑ کی عمر نو سال تھی اور حسن بن زید بن حسن بن علی ابی طالب سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ نے آپؑ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اس وقت آپؑ کی عمر نو سال تھی اور حسن بن زید بیان کرتے ہیں کہ کہا جاتا ہے کہ آپؑ نو سال سے بھی کم عمر میں اسلام لائے لیکن آپ نے اپنے بچپن میں کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی تھی۔ اسے ابن سعد نے الطبقات الکبریٰ" میں روایت کیا ہے۔"

سیدہ کائنات فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا سے شادی کا اعزاز پانے والا مولائے کائنات

۱۴۔عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہا، عن رسول اللہ ﷺ قال: ان اللہ امرنی ان ازوج فاطمة من علی۔ رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر (أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۱۰ /۱۵۶، رقم ۱۰۳۰۵، والھیثمی فی مجمع الزوائد ۹ /۲۰۴، والمناوی فی فیض القدیر، ۲/۲۱۵، والحسینی فی البیان و التعریف، ۱/۱۷۴)

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا نکاح علی سے کردوں۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے"

۱۳۔ عن سعيد بن المسيب عن أم ايمن قالت: زوج رسول الله ﷺ ابنته فاطمة من علی بن ابی طالب وامره ان يدخل علی فاطمة حتی يجيه. وكان اليهود يوخرون الرجل عن اهله. فجاء رسول الله ﷺ حتی وقف بالباب ولم، فاستاذن فاذن له، فقال: اثم أخی؟ فقالت أم ايمن: بابی انت وأمی يارسول الله! من أخوک؟ قال: علی بن أبی طالبه طالب قالت: وكيف يكون أخاک وقد زوجته ابنتک؟ قال: هو ذاک يا أم ايمن، اناء فغسل فيه يديه ثم دعا عليا فجلس بين يديه فنضخ علی صدره من ذلک الماء وبين كتفيه، ثم دعا فاطمة فجاء بغير خمار تعثر فی ثوبها ثم نضخ عليها من ذلک الماء، ثم قال: والله ما ألوت أن زوجتک خير أهلی وقالت أم ايمن: وليت جهازها فكان فيما جهزتها به مرفقة من أدم حشوها ليف، وبطحاء مفروش فی بيتها. رواه ابن سعد فی الطبقات الكبرىٰ

(أخرجه ابن سعد فی الطبقات الكبرىٰ، ۲۲/۸)

"حضرت سعید بن مسیبؒ حضرت اُم ایمنؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کی اور آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ وہ فاطمہ کے پاس جائیں یہاں تک وہ حضرت فاطمہؓ کے پاس آ گئے (یہ حکم اس لیے فرمایا گیا کہ یہودیوں کی مخالفت ہو کیونکہ یہودیوں کی یہ عادت تھی کہ وہ شوہر کی اپنی بیوی سے پہلی ملاقات کرانے میں تاخیر کرتے تھے) پس حضور نبی اکرم ﷺ تشریف لائے یہاں تک کہ آپ ﷺ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی پس آپ ﷺ کو اجازت

دی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا یہاں میرا بھائی ہے؟ تو ام ایمن نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کا بھائی کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا بھائی علی بن ابی طالب ہے حالانکہ اپ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح ان کے ساتھ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے ام ایمن! وہ اس طرح ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پانی کا ایک برتن منگوایا اور اس میں ہاتھ مبارک دھوئے اور حضرت علیؑ کے سامنے بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے اس پانی میں سے کچھ آپؑ کے سینہ پر اور کچھ آپؑ کے کندھوں کے درمیان چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہؑ کو بلایا پس آپ اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی آئیں، حضور نبی اکرم ﷺ نے وہ پانی آپؑ پر بھی چھڑکا پھر فرمایا: خدا کی قسم! اے فاطمہ! میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان میں سے بہترین شخص کے ساتھ کر دی ہے اور تمہارے حق میں کوئی تقصیر نہیں کی۔ حضرت ام ایمن فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت فاطمہؑ کے جہیز کی ذمہ داری سونپی گئی پس جو چیزیں آپؑ کی جہیز میں تیار کی گئیں ان میں ایک چمڑے کا تکیہ تھا جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا اور ایک بچھونا تھا جو آپؑ کے گھر بچھایا گیا۔ اسے ابن سعد نے "الطبقات الكبرى" میں روایت کیا ہے"

۱۴۔ عن أنسؓ، قال: بينما رسول الله ﷺ في المسجد، اذ قال ﷺ لعلي: هذا جبريل يخبرني أن الله زوجك فاطمة، و أشهد على تزويجك اربعين الف ملك، وأوحى الى شجرة طوبى أن انثري عليهم الدر والياقوت، فنثرت عليهم الدر و الياقوت فابتدرت اليه الحور العين يلتقطن من أطباق الدر و الياقوت، فهم يتهادونه بينهم الى يوم القيامة. رواه محب الدين احمد الطبراى في الرياضالنضرة. (أخرجه محب الدين أحمد الطبرى في الرياض النضره في مناقب العشره، ۲/۳ ۱۸۳، وفي ذخائر العقبى في مناقب ذوى القربى: ۷۲)

"حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ حضرت علیؓ سے فرمایا: یہ جبرئیل امین علیہ السلام ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فاطمہ سے تمہاری شادی کر دی ہے۔ اور تمہارے نکاح پر (ملاءِ اعلیٰ میں) چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ کے طور پر مجلس نکاح میں شریک کیا، اور شجر ہائے طوبی سے فرمایا: ان پر موتی اور یاقوت نچھاور کرو، پھر دلکش آنکھوں والی حوریں اُن موتیوں اور یاقوتوں سے تھال بھرنے لگیں۔ جنہیں (تقریب نکاح میں شرکت کرنے والے) فرشتے قیامت تک ایک دوسرے کو بطور تحائف دیتے رہیں گے۔ اس کو امام محب الدین احمد الطبری نے روایت کیا ہے"

۱۵۔ عن علیؓ قال: قال رسول الله ﷺ: اتانی ملک، فقال: یا محمد! ان الله تعالیٰ یقرأ علیک السلام، ویقول لک: انی قد زوجت فاطمة ابنتک من علی بن أبی طالب فی الملا الا علی، فزوجها منه فی الارض. رواه محب الدین احمد الطبری فی ذخائر العقبی۔

"حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرے پاس ایک فرشتے نے آ کر کہا ہے اے محمد! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور فرمایا ہے: میں نے آپ کی صاحبزادی فاطمہ کا نکاح ملاءِ اعلیٰ میں علی بن ابی طالب سے کر دیا ہے، پس آپ زمین پر بھی فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیں۔ اس کو امام محب الدین احمد الطبری نے روایت کیا۔"

اھل البیت علیھم السلام اسانید حدیث کساء

﴿علی المرتضیٰؑ اہل بیت میں سے ہیں﴾

۱۶۔عن سعد بن أبی وقاصؓ قال: لما نزلت هذه الاية ﴿فقل تعالو اندع أبناء کم﴾ آل عمران:۶۱، دعا رسول الله ﷺ علیا و فاطمة و حسنا و حسینا فقال: اللهم هولاء اهلی. رواه مسلم و الترمذی.

وقال الترمزی: هذا حدیث حسن. (أخرجه مسلم فی الصحیحم کتاب فضائل الصحابة، باب: من فضائل علی ابی أبی طالبؓ، ۱۸۷۱/۴، الحدیث رقم: ۲۴۰۴ والترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله ﷺ، باب: ومن سورة آل عمران، ۲۲۵/۵، الحدیث رقم: ۲۹۹۹، وفی کتاب المناقب عن رسول الله ﷺ باب: (۲۱)، ۶۳۸/۵، الحدیث رقم: ۳۷۲۴، والبیهقی فی السنن الکبری، ۶۳/۷، الحدیث رقم: (۱۳۱۶۹، ۱۳۱۷۶)، والنسائی فی السنن الکبری، ۱۰۷/۵، الحدیث رقم: ۸۳۹۹، والحاکم فی المستدرک، ۱۶۳/۳، الحدیث رقم: ۴۷۱۹)

"حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ جب آیت مباہلہ "آپ فرما دیں آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ" نازل ہوئی تو حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حسین علیھم السلام کو بلایا، پھر فرمایا: یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اس حدیث کو

امام مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔"

۱۷۔ عن صفیه بنت شیبة، قالت: قالت عائشه رضی الله عنها: خرج النبی ﷺ غداة و علیه مرط مرحل، من شعر اسود. فجاء الحسن بن علی رضی الله عنهما فادخله، ثم جاء الحسینؑ فدخل معه، ثم جائت فاطمةؑ فادخلها ثم جاء علیؑ فادخله، ثم قال: ﴿اما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهر کم تطهیرا﴾ رواه مسلم.
(أخرجه مسلم فی الصحیح، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل أهل بیت النبی، ۱۸۸۳/۴، الحدیث رقم: ۲۴۲۴، وابن أبی شیبه فی المصنف، ۳۷۰/۶، الحدیث رقم: ۳۶۱۰۲، وأهدم بن حنبل فی ضائل الصحابه، ۶۷۲/۲، احدیث رقم: ۱۱۴۹، وابن راهویه فی المسند، ۶۷۸/۳، الحدیث رقم: ۱۱۴۹، والحاکم فی المستدرک، ۱۰۹/۳، الحدیث رقم: ۴۷۰۷، واولبیهقی فی السنن الکبری، ۱۴۹۲)

"حضرت صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ صبح کے وقت اس حال میں باہر تشریف لائے کہ آپ ﷺ نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس پر سیاہ اُون کے کجاووں کے نقش بنے ہوئے تھے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے انہیں اس چادر میں داخل فرما لیا، پھر حضرت حسینؑ آئے اور ان کے ساتھ چادر میں داخل ہو گئے، پھر سیدہ فاطمہؑ آئیں تو آپ ﷺ نے انہیں بھی چادر میں داخل فرما لیا۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: "اے اہل بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی)

آلودگی دُور کردے اور تمہیں خوب پاک وصاف کردے" اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔"

۱۸۔ عن انس بن مالکؓ: ان رسول الله ﷺ کان یمر بباب فاطمة ستة اشهر اذا خرج الی صلاة الفجر، یقول: الصلاة! یا أهل البیت ﴿انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا﴾ رواه الترمذی۔

وقال هذا حدیث حسن۔ (أخرجه الترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الأحزاب، ۵/ ۳۵۲، الحدیث رقم: ۳۲۰۶، وأحمد بن حنبل المسند، ۳/۲۵۹، ۲۸۵، والحاکم فی المستدرک، ۳/۱۷۲، الحدیث رقم: ۴۷۴۸، وأحمد بن حنبل فی فضائل الصحابه، ۲/۷۶۱، الحدیث رقم: ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، وابن أبی شیبه فی المصنف، ۶/۳۸۸، الحدیث رقم: ۳۲۲۷۲، والشیبانی فی الآحاد والمثانی، ۵/۳۶۰، الحدیث رقم: ۲۹۵۳، وعبد بن حمید فی المسند: ۳۶۷، الحدیث رقم: ۱۲۲۳)

"حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ چھ (۶) ماہ تک حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول ر کہ جب نماز فجر کے لئے نکلتے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے دروازہ کے پاس سے گزرتے ہوئے فرماتے: اے اہل بیت! نماز قائم کرو (اور پھر یہ آیت مبارک پڑھتے:) ...اے اہل بیت! اللہ چاہت ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی دور کردے اور تم کو خوب پاک وصاف کردے۔ اس حدیث کو اما ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔"

۱۹۔عن بن ابی سلمة ربیب النبی ﷺ قال: لما نزلت هذه الآية
على النبي ﷺ ﴿انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت
ویطهرکم تطهیرا﴾ فی بیت أم سلمة، فدعا فاطمة وحسنا و حسینا
فجللهم بکساء وعلیؑ خلف ظهره فجلله بکساء، ثم قال: اللهم اهولاء
اهل بیتی، فاذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهیرا رواه الترمذی (أخرجه
الترمذی فی الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، باب ومن سورة الآ
حزاب ۵/ ۳۵۱، الحدیث رقم: ۳۲۰۵، وفی کتاب المناقاب، باب مناقب
اهل بیت النبی، ۵ /۶۶۳، الحدیث رقم: ۳۷۸۷، وأحمد بن حنبل فی
المسند، ۶ /۲۹۲، والحکم فی المستدک علی الصحیحین، ۲ /۴۵۱،
الحدیث رقم: ۳۵۵۸، وفیه أیضا، ۳ /۱۵۸، الحدیث رقم:۴۸۰۵،
والطبرانی فی المعجم الکبیر، ۳/۵۴، الحدیث رقم: ۲۶۶۸، وأحمد بن
حنبل أیضا فی فضائل الصحابة، ۲/۵۸۷، الحدیث رقم: ۹۹۴)

"پروردہ نبی حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ پر حضرت ام
سلمہؓ کے گھر میں یہ آیت مبارکہ ...اے اہل بیت! اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) آلودگی
دور کر دے اور تم کو خوب پاک و صاف کر دے..... نازل ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ،
حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھم کو بلایا اور ایک چادر میں ڈھانپ لیا۔ حضرت علی حضور نبی
اکرم ﷺ کے پیچھے تھے، آپ ﷺ نے انہیں بھی کملی میں ڈھانپ لیا، پھر فرمایا: الٰہی! یہ میرے اہل
بیت ہیں، ان سے ہر آلودگی کو دور کر دے اور انہیں خوب پاک و صاف فرما دے۔ اس حدیث کو امام
ترمذی نے روایت کیا ہے۔"

۲۰۔ عن ابی سعید الخدریؓ فی قوله تعالیٰ: ﴿ انما یرید الل
لیذهب عنکم الرجس اهل البیت﴾ قال: فی خمسة: فی رسو
اللهﷺ، ولی، وفاطمة، والحسن، والحسینؓ رواه الطبرانی ف
المعجم الاوسط۔ (أخرجه الطبرانی فی المعجم الاوسط، ۸۰/۳
الحدیث رقم: ۳۴۵۶، والطبرانی فی المعجم الصغیر، ۲۳۱/۱، الحدی
رقم: ۳۷۵، وابن حیان فی طبقات المحدثین باصبهان، ۸۴/۳
وخطیب البغدادی فی تاریخ بغداد، ۲۷۸/۱۰)

"حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمان خداوندی: "اے اہل بیت! اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ تم۔
(ہر طرح کی) آلودگی دُور کردے" کے بارے میں کہا ہے کہ یہ آیت مبارکہ پانچ تن کے حق میں ناز
ہوئی؛ حضور نبی اکرمﷺ، حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسینؓ کے حق میں، ا
حدیث کو طبرانی نے "المعجم الآوسط" میں روایت کیا ہے۔"

۲۱۔ عن ابن عباس رضی الله عنهما۔ قال: لما نزلت هذه الآی
﴿قل لا اسئلکم لیه أجرا الا الموده فی القربی﴾ قالوا: یا رسول اللهﷺ
من قرابتک هولاء الذین وجبت علینا مودتهم؟ قال: علی وفاطم
وابنا هما۔ رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر۔ (أخرجه الطبرانی فی
المعجم الکبیر، ۴۷/۳، الحدیث رقم: ۲۶۴۱، والهیثمی فی مجم
الزوائد ۱۶۸/۹)

"حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ "اے محبو

فرما دیجئے کہ میں تم سے صرف اپنی قرابت کے ساتھ کا سوال کرتا ہوں" تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کی قرابت والے کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب کی گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: علی فاطمہ، اور ان کے دونوں بیٹے (حسن اور حسین)۔ اس حدیث کو طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں روایت کیا ہے۔"

۲۲۔عن ابی برزۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: لا ینعقد قدما عبد حتی یسال عن اربعۃ عن جسدہ فیما ابلاہ، وعمرہ فیما افناہ، ومالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ، ون حب أھل البیت فقیل یا رسول اللہ ﷺ فما علامۃ حبکم فضرب بیدہ علی منکب علی. رواہ البطرانی فی الاوسط. (أخرجہ الطبرانی فی المعجم الأوسط، ۳۴۸/۲، الحدیث رقم: ۲۱۹۱، والھیثمی فی مجمع الزوائد، ۳۴۶/۱۰)

"حضرت ابو برزہؓ بیان کرتے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آدمی کے دونوں قدم اس وقت تک اگلے جہان میں نہیں پڑتے جب تک کہ اس سے چار چیز دن کے بارے سوال نہ کرلیا جائے، اس کے جسم کے بارے میں کہ اس نے اسے کس طرح کے اعمال میں بوسیدہ کیا؟ اور اس کی عمر کے بارے میں کہ کس حال میں اسے ختم کیا؟ اور اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے یہ کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا؟ اور اہل بیت کی محبت کے بارے میں؟ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! آپ کی (یعنی اہل بیت کی) محبت کی کیا علامت ہے؟ تو آپ ﷺ نے اپنا دست اقدس حضرت علیؓ کے شانے پر مارا (کہ یہ محبت کی علامت ہے) اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں روایت کیا ہے۔"

(۴) باب فی قول النبی ﷺ: من کنت مولاہ فعلی مولاہ

فرمان مصطفیٰ ﷺ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے

۲۳۔ عن شعبة، عن سلمة بنكهيل، قال: سمعت أبا الطفيل يحدچ عن أبى سريحة...... أو زيد بن أوقم، (شكك شعبة)...... عن النبى، قال: من كنت مولاه فعلى مولاه. رواه الترمذى۔

وقال هذا حدى حسن صحيح (قال:) وقد روى شعبة هذا الحديث عن ميمون ابى عبدالله عن زيد بنِ ارقم عن النبى ﷺ (أخرجه الترمذى فى الجامع الصحيح، ايواب المناقب باب مناقب على ابن أبى طالبؑ، ۶۳۳/۵، الحديث رقم: ۳۷۱۳، والطبرانى فى المعجم الكبير، ۱۹۶/۵، ۲۰۴، الحديث رقم: ۵۰۷۱، ۵۰۹۶)

وقد روى هذالحديث عن حبشى بن جنادة فى الكتب الآتية۔

(أخرجه الحاكم فى المستدرك، ۳/۱۳۴، الحديث رقم: ۴۶۵۲، والطبرانى فى المعجم الكبير، ۱۲/۷۸، الحديث رقم: ۱۲۰۹۳، ابن ابى عاصم فى السنه: ۶۰۲، الحديث رقم: ۱۳۰۹، وحسام الدين الهندى فى كنز العمال، ۶۰۸/۱۱، رقم: ۳۲۹۳۶، وابن عساكر فى تاريخ دمشق الكبير، ۷۷/۴۵، ۱۴۴، واخطيب البغدادى فى تاريخ بغداد، ۱۲ /۳۴۳، وابن كثير فى البدايه والنهايه، ۴۵۱/۵، والهيثمى فى مجمع الزوائد، ۱۰۸۹،

وقد روى هذا الحديث أيضا عن جابر بن عبدالله فى الكتب الآتية۔

أخرجه ابن ابى عاصم فى السنه: ۶۰۲، الهديث رقم: ۱۳۵۴،

والطبرانی فی المعجم الکبیر، ۲ /۱۷۳، الحدیث رقم: ۲۰۵۲، والطبرانی فی العجم الاوسط، ۲۲۹/۱، الحدیث رقم:۳۴۸۔

قد روی هذا الحدیث عن عن بریدة فی الکتب الآتیة

أخرجه عبدالرزاق فی المصنف، ۱۱ /۲۲۰، الحدیث رقم:۲۰۳۸۸، و الطبرانی فی المعجم الصغیر، ۱:۱۷، وابن عساکرفی تاریخ دمشق الکبیر، ۴۵/۱۴۳، وابن ابی عاصم فی السنه:۱: ۲۰۱، الحدیث رقم: ۱۳۵۳، وابن عساکر فی تاریخ دشمن الکبیر، ۴۰ /۱۴۶، وابن کثیر فی البدایه و النهایه۔۵/۴۵۷، وحسام الدین هندی فی کنز العمال، ۱۱/ ۲۰۲، رقم:۲، ۳۲۹

وقد روی هذا الحدیث عن مالک بن حویرث فی الکتب الآتیة۔

أخرجه الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۱۹ /۲۵۲، والحدیث رقم:۶۴۶، وابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، ۴۵: ۱۷۷، والهیثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۱۰۶)

"حضرت شعبہ سلمہ بن کہیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوطفیل سے سنا کہ ابوسریحہ...... یا زید بن ارقمؓ ...... سے مروی ہے (شعبہ کو راوی کے متعلق شک ہے) کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے۔" اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ شعبہ نے اس حدیث کو میمون ابوعبداللہ سے، اُنہوں نے زید بن ارقم سے اور اُنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے۔

۲۴۔ عن سعد بن أبی وقاص، قال فی روایة سمعت رسول الله ﷺ یقول: من کنت مولاه فعلی مولاه، وسمعته یقول: أنت منی بمنزلة هارون من موسی، الا انه لا نبی بعدی، وسمعته: لاعطین الرایة الیوم رجلا یحب الله ورسوله. رواه ابن ماجة والنسائی.
(أخرجه ابن ماجة فی السنن، المقدمه، باب فی فضائل أصحاب رسول الله ﷺ، ۱/۴۵، الحدیث رقم: ۱۲۱، والنسائی فی الخصائص أمیر المؤمنین أبی طالب ص: ۳۲، ۳۳، الحدیث رقم: ۹۱)

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس کا میں ولی ہوں اُس کا علی ولی ہے اور میں نے آپ ﷺ کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) یہ فرماتے ہوئے سنا: تم میرے لیے اسی طرح ہو جیسے ہارون علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں، اور میں نے آپ ﷺ کو (غزوہ خیبر کے موقع پر) یہ بھی فرماتے ہوئے سنا: میں آج اس شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔"
اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔"

۲۵۔ عن البراء بن عازب، قال: اقبلنا مع رسول الله ﷺ فی حجته التی حج، فنزل فی بعض الطریق، فامر الصلاة جامعة، فاخذ بید علی فقال: الست اولی بالمومنین من انفسهم؟ قالوا: بلی، قال: الست اولی بکل مومن من نفسه؟ بلی، قال: فهذا ولی من انا مولاه، اللهم! وال من والاه، اللهم! عاد من عاداه۔ رواه ابن ماجة (أخرجه ابن

ماجة فی السنن، المقدمه، باب فی فضائل أصحاب رسول اللهﷺ، ۸۸/۱، الحدیث رقم:۱۱۶)

"حضرت براء بن عازبؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضور نبی اکرمﷺ کے ساتھ حج ادا کیا، آپﷺ نے راستے میں ایک جگہ قیام فرمایا اور نماز با جماعت (قائم کرنے) کا حکم دیا، اس کے بعد حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! آپﷺ نے فرمایا: کیا میں ہر مومن کی جان سے قریب تر نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا: کیوں نہیں! آپﷺ نے فرمایا: پس یہ (علی) ہر اس شخص کا ولی ہے جس کا میں مولا ہوں۔ اے اللہ! جو اسے دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ (اور) جو اس سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ" اس حدیث کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

۲۶۔عن بریدة، قال: زوت مع علی الیمن فرایت منه جفوة، فلما قدمت علی رسول اللهﷺ ذکرت علیا، فتنقصته، فرایت وجه رسول اللهﷺ یتغیر، فقال: یا بریدة! الست أولی بالمومنین فی انفسهم؟ قلت: بلی، یارسول الله! قال: من کنت مولاه فعلی مولاه. رواه احمد والنسائی فی السنن الکبری والحاکم وابن ابی شیبه۔ (أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، ۳۴۷/۵، الحدیث رقم: ۲۲۹۹۵، والنسائی فی السنن الکبری، ۱۳۰/۵، الحدیث رقم: ۸۴۶۵، والحاکم فی المستدرک، ۱۱۰/۳، الحدیث رقم: ۴۵۷۸، وابن ابی شیبه فی المصنف، ۸۴/۱۲، الحدیث رقم: ۱۲۱۸۱)

"حضرت بریدہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کے ساتھ یمن کے غزوہ میں شرکت کی جس میں مجھے آپ سے کچھ شکوہ ہوا۔ جب میں حضور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں واپس آیا تو میں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے حضرت علیؓ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے بارے میں تنقید کی۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: "اے بریدہ! کیا میں مومنین کی جانوں سے قریب تر نہیں ہوں؟" اس حدیث کو امام احمد نے اپنی مسند میں، امام نسائی نے "السنن الکبریٰ" میں اور امام حاکم اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے اور امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔"

۲۷۔ عن میمون أبی عبدالله، قال: قال زید بن أرقمؓ وأنا أسمع: نزلنا مع رسول الله ﷺ بواد یقال له وادی خم، فأمر بالصلاة، فصلاها بهجیر، قال: فخطبنا وظلل لرسول الله ﷺ بثوب علی شجرة سمرة من الشمس، فقال: ألستم تعلمون أولستم تشهدون أنی أولی بكل مومن من نفسه؟ قالو: بلی، قال: فمن كنت مولاه فان علیا مولاه، اللهم! عاد مین عاداه و وال من والاه. رواه احمد والبیهقی فی السنن الكبری والطبرانی فی المعجم الكبیر. (أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، ۳۷۲/۴، والبیهقی فی السنن الكبری، ۱۳۱/۵، والطبرانی فی المعجم الكبیر، ۱۹۵/۵، الحدیث رقم: ۵۰۶۸، بسنده)

"حضرت میمون ابو عبداللہؓ بیان کرتے ہیں میں نے زید بن ارقمؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک وادی ...... جسے وادی خم کہا جاتا تھا ...... میں اترے۔ پس آپ ﷺ نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں جماعت کروائی۔ پھر ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا درآنحالیکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو سورج کی گرمی

سے بچانے کے لئے درخت پر کپڑا لٹکا کر سایہ کیا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم نہیں جانتے یا (اس بات کی) گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن کی جان سے قریب تر ہوں؟" لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: "پس جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! تو اُس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے اور اُسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے۔ اس حدیث کو امام احمد نے اپنی "مسند" میں بیہقی نے "السنن الکبریٰ" میں اور طبرانی نے "المعجم الکبیر" می روایت کیا ہے۔"

۲۸۔عن علیؑ ان النبی ﷺ قال یوم غدیر خم: من کنت مولاہ فعلی مولاہ. رواہ احمد والطبرانی فی المعجم الاوسط۔(أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، ۱/ ۱۵۲، و الطبرانی فی المعجم الاوسط، ۷ /۴۴۸، الحدیث رقم: ۶۸۷۸، و الهیثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۱۰۷ وأحمد بن حنبل فی فضائل الصحابه، ۲ /۷۰۵، الحدیث رقم: ۱۲۰۶، وابن ابی عاصم فی کتاب السنه: ۶۰۴، الحدیث رقم: ۱۳۰۶، وابن عساکر فی تاریخ دمشق الکبیر، ۴۵، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، وابن کثیر فی البدیه و النهایه، ۴/ ۱۷۱، وحسام الدین الهندی فی کنز العمال، ۱۳/ ۷۷، ۱۶۸، الحدیث رقم: ۳۶۴۹۵، ۳۶۵۱۱)

"(خود) حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے غدیر خم کے دن فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے، اور طبرانی نے المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے"

۲۹۔عن عمار بن یاسرؓ یقول: وقف علی علی بن ابی طالبؑ

سائل وهو راكع في تطوع فنزع خاتمه فاعطه السائل، فاتى رسول الله ﷺ فاعلمه زلك، فنزلت على النبي ﷺ هذا الاية: ﴿انما وليكم الله و رسوله والذين امنوا الذين يقيمون الصلاة ويوتون الزكاة وهم راكعون﴾ فقراها رسول الله ﷺ ثم قال: من كنت مولاه فعلي مولاه، اللهم! وال من والاه و عاد من عاداه. رواه احمد والحاكم والطبراني في المعجم الاوسط (أخرجه أحمد بن حنبل في المسند، ١:١١٩ وفيه أيضا، ٣٧٢/٢ والحاكم في المستدرك، ١١٩/٣، ٣٧١، الحديث رقم: ٥٥٩٤،٤٠٧٦، والطبراني في المعجم الاوسط، ١٢٩/٧، ١٣٠، الحديث رقم: ٦٢٢٨، والطبراني في المعجم الكبير، ١٧٢/٧، الحديث رقم: ٤٠٥٣، وفي، ١٩٥/٥، ٢٠٣، ٢٠٤، الحديث رقم: ٥٠٦٨، ٥٠٦٩، ٥٠٩٢، ٥٠٩٧، والطبراني في العجم الصغير، ٦٥/١، والهيثمي في مجمع الزوائد ١٧/٧، والهيثمي في موارد الظمآن: ٥٤٤، الحديث رقم: ٢٢٠٥، وخطيب البغدادي في تاريخ بغداد، ٣٧٧/٧)

"حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ ایک سائل حضرت علیؑ کے پاس آ کر کھڑا ہوا۔ آپؑ نماز میں حالت رکوع میں تھے۔ اس نے آپؑ کی انگوٹھی کھینچی۔ آپؑ نے انگوٹھی سائل کو عطا فرما دی۔ حضرت علیؑ رسول اکرم ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ کو اس کی خبر دی۔ اس موقع پر آپ ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿بے شک تمہارا (مددگار) دوست اللہ اور اس کا رسول ہی ہے اور (ساتھ) وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں﴾ آپ ﷺ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا: "جس کا مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے۔ اے اللہ! جو اسے دوست

رکھے تو اُسے دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے تو اس سے عداوت رکھ۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل، امام حاکم اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر اور المعجم الاوسط میں روایت کیا ہے۔"

۳۰۔ عن عطية العوفي، قال: سالت زيد بن أرقم، فقلت له: ان ختنا لي حدثني عنك بحديث في شان عليؓ يوم غدير خم، فانا أحب ان اسمعه منك. فقال: انكم معشر أهل العراق فيكم مافيكم، فقلت له: ليس عليك من باس، فقال: نعم، نعم، كنا بالجحفة، فخرج رسول اللهﷺ الينا ظهرا وهو اخذ بعضد عليؓ فقال: يا ايها الناس! الستم تعلمون اني اولى بالمومنين من انفسهم؟ قالو: بلى، قال: فمن كنت مولاه فلعي مولاه، قال: فقلت له: هل قال: اللهم! وال من والاه وعاد من عاداه؟ فقال: انما أخبرك كما سمعت. رواه احمد والطبراني في المعجم الكبير. (أخرجه احمد بن حنبل فس المسند ۳۶۸/۴، والطبراني في المعجم الكبير، ل۱۹۵/۵، الحديث رقم: ۵۰۷۰)

"حضرت عطیہ عوفیؒ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے زید بن ارقم سے پوچھا: میرا ایک داماد ہے جو غدیر خم کے دن حضرت علیؓ کی شان میں آپ کی روایت سے حدیث بیان کرتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس حدیث کو آپ سے (براہ راست) سنوں۔ زید ابن ارقم نے کہا: تم اہل عراق ہو تمہاری عادتیں تمہیں مبارک ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ میری طرف سے انہیں کوئی اذیت نہیں پہنچے گی۔ (اس پر) انہوں نے کہا: ہم جحفہ کے مقام پر تھے کہ ظہر کے وقت حضور نبی اکرمﷺ حضرت علیؓ کا بازو تھامے ہوئے باہر تشریف لائے۔ آپﷺ نے فرمایا: "اے لوگو! کیا تمہیں علم نہیں کہ میں مومنوں کی

جانوں سے بھی قریب تر ہوں؟" انہوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے" عطیہ نے کہا: میں نے مزید پوچھا: کیا آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: اے اللہ! جو علی کو دوست رکھے اُسے تو بھی دوست رکھ اور جو اس سے عداوت رکھے اُس سے تو بھی عداوت رکھ؟" زید بن ارقم نے کہا: میں نے جو کچھ سنا تھا وہ تمہیں بیان کر دیا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔"

۳۱۔ عن ابی الطفیل، قال: جمع علیؓ الناس فی الرحبة، ثم قال لهم، انشد الله کل امری مسلم سمع روسول الله ﷺ یقول یوم غدیر خم ما سمع الما قام، فقام ثلاثون من الناس، وقال ابونعیم: فقام ناس کثیر فشهدوا حین اخذه بیده، فقال للناس: اتعلمون انی اولی بالمومنین من انفسهم؟ قالو: نعم، یارسول الله! قال: من کنت مولاه فهذا مولاه، اللهم! وال من واله وعاده من عاداه، قال فخرجت و کان فی نفسی ، شیئا فلقیت زید بن ارقم فقلت له: انی سمعت علیاً یقول کذا و کزا، قال تنکر قد سمعت رسول الله ﷺ یقول ذلک له۔ راوه ابن حبان وأحمد والحاکم (أخرجه ابن حبان الصحیح، ۱۵/ ۳۷۶، الحدیث رقم: ۶۹۳۱ وأحمد بن فی المسند، ۴/ ۳۷۰، وأحمد بن حنبل، فضائل الصحابه، ۲: ۶۸۲، رقم: ۱۱۶۷، والحاکم فی المستدرک، ۳/ ۱۰۹، الحدی رقم: ۴۵۷۶، والنبزار فی المسند، ۲/ ۱۳۳، والهیثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۱۰۴، وابن ابی عاصم فی کتاب السنه: ۲۰۳، الحدیث رقم: ۱۳۶۶، والبیهقی فی السنن الکبری، ۵/ ۱۳۴، ومحب الدین أحمد

الطبری فی الریاض النضرة فی مناقب العشره، ۱۲۷/۳، وابن عساکر فی تاریخ دمشق الکبیر، ۱۵۶/۴۵، وابن کثیر فی البدایه والنهایه، ۴۶۰/۵، ۴۶۱)

"ابوطفیل سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے لوگوں کو ایک کھلی جگہ (رحبہ) میں جمع کیا، پھر اُن سے فرمایا: ہر مسلمان کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس نے رسول اکرم ﷺ کو غدیر خم کے دن (میرے متعلق) کچھ فرماتے ہوئے سنا ہے وہ کھڑا ہو جائے۔ اس پر تیس (۳۰) افراد کھڑے ہوئے جبکہ ابونعیم نے کہا کہ کثیر افراد کھڑے ہوئے اور انہوں نے گواہی دی کہ (ہمیں وہ وقت یاد ہے) جب حضور نبی اکرم ﷺ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے فرمایا: "کیا تمہیں اس کا علم ہے کہ میں مومنین کی جانوں سے قریب تر ہوں؟" سب نے کہا: ہاں، یا رسول اللہ! تو اُسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اُس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔" راوی کہتے ہیں کہ جب میں وہاں سے نکلا تو میرے دل میں کچھ شک تھا۔ اسی دوران میں زید ابن ارقمؓ سے ملا اور انہیں کہا کہ میں نے حضرت علیؑ کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (اس پر) زید بن ارقمؓ نے کہا: تو کیسے انکار کرتا ہے جبکہ میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو حضرت علیؑ کے متعلق ایسا ہی فرماتے ہوئے سنا ہے؟ اس حدیث کو ابن حبان، احمد بن حنبل اور حاکم نے روایت کیا ہے۔"

۳۲۔ عن ریاح بن الحارث: قال جاء رهط الی علیؑ بالرحبة فقالوا! السلام علیک یا مولانا! قال: کیف اکون مولاکم وانتم قوم عرب؟ قالوا: سمعنا رسول الله ﷺ یوم غدیر خم یقول: من کنت مولاه فان هذا مولاه، قال ریاح: فلما مضوا تبعتهم فسالت من هوالاء؟ قالوا: نفر

من الانصار فیهم ابو ایوب الانصاری۔ رواه أحمد والطبرانی فی المعجم الکبیر۔ (أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند، ۵/ ۴۱۹، و الطبرانی فی المعجم الکبیر، ۴/ ۱۷۳، ۱۷۴، الحدیث رقم: ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، وابن ابی شیبه فی المصنف، ۱۲/ ۶۰، الحدیث رقم: ۱۲۱۲۲۔ وأحمد بن حنبل فی فضائل الصحابه، ۲/ ۵۷۲، الحدیث رقم: ۹۶۷، والهیثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۱۰۳، ۱۰۴، ومحب طبری فی الریاض النضره فی مناقب العشر، ۴/ ۱۷۲، وابن کثیر فی البدایه والنهایه، ۵/ ۴۶۲)

"حضرت ریاح بن حارث سے روایت ہے کہ ایک وفد نے حضرت علیؑ سے ملاقات کی اور کہا: اے ہمارے مولا! آپ پر سلامتی ہو۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: میں کیسے آپ کا مولا ہوں حالانکہ آپ تو قوم عرب ہیں (کسی کو جلدی قائد نہیں مانتے)۔ انہوں نے کہا: ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا ہے: "جس کا میں ہوں بے شک اس کا یہ (علی) مولا ہے۔" حضر ریاح نے کہا: جب وہ لوگ چلے گئے تو میں ان سے جا کر پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا کہ انصار کا ایک وفد ہے، ان میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی ہیں۔ اس حدیث کو امام احمد حنبل نے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں روایات کیا ہے۔"

۳۳۔ عن ریاح بن الحارث قال: بینا علیؑ جالس فی الرحبة اذجاء رجل و علیه اثر السفر فقال: اسلام علیک یا مولی فقیل من هذا؟ ابو ایوب انصاری قال: ابو ایوب سمعت رسول الله ﷺ یقول: من کنت مولاه فعلی مولاه۔ رواه الطبرانی فی المعجم الکبیر وابن ابی

شيبة (أخرجه الطبرانی فی المعجم الكبير، ۴/ ۱۷۳، الحديث رقم: ۴۰۵۲، ۴۰۵۳، وابن ابی شيبة فی المصنف، ۶/ ۳۶۶، الحديث رقم: ۳۲۰۷۳، والنيسابوری فی شرف المصطفی، ۵: ۴۰۵)

"حضرت رباح بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ اس دوران جبکہ حضرت علیؑ صحن میں تشریف فرما تھے ایک آدمی آیا، اس پر سفر کے اثرات نمایاں تھے، اس نے کہا: السلام علیک اے میرے مولا! پوچھا کیا یہ کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا: ابو ایوب انصاری ہیں۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیان کرتے ہیں میں نے حضور نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے۔ اس حدیث کا امام طبرانی نے "المعجم الکبیر" میں اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے۔"

۳۴۔ عن زيد بن أرقم، قال استشهد علی الناس، فقال: أنشد الله رجلا سمع النبی ﷺ يقول: اللهم! من كنت مولاه، فعلی مولاه، اللهم! وال من والاه، وعاد من عاداه، قال: فقام ستة عشر رجلا، فشهدوا، رواه أحمد والطبرانی فی المعجم الكبير. (أخرجه أحمد بن حنبل فی المسند ۵/ ۳۷۰، والطبرانی فی المعجم الكبير، ۵/ ۱۷۱، الحديث رقم: ۴۹۸۵، والهيثمی فی مجمع الزوائد، ۹/ ۱۰۶، ومحب الدين أحمد الطبری فی ذخائر العقبی فی مناقب ذوی القربی: ۱۲۵، ۱۲۶، وايضا فی الرياض النضره فی مناقب العشره، ۳/ ۱۲۷، وابن كثير فی البدايه والنهايه، ۵: ۴۶۱)

"حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے لوگوں سے گواہی طلب کرتے ہوئے کہا کہ میں تمہیں قسم دیتا ہوں جس نے نبی اکرمﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اے اللہ! جس کا میں مولا ہوں، اُس کا علی مولا ہے، اے اللہ! تو اُسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور تو اُس سے عداوت رکھ جو اس سے عداوت رکھے۔" پس اس (موقع) پر سولہ (۱۶) آدمیوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل اور طبرانی نے روایت کیا ہے۔

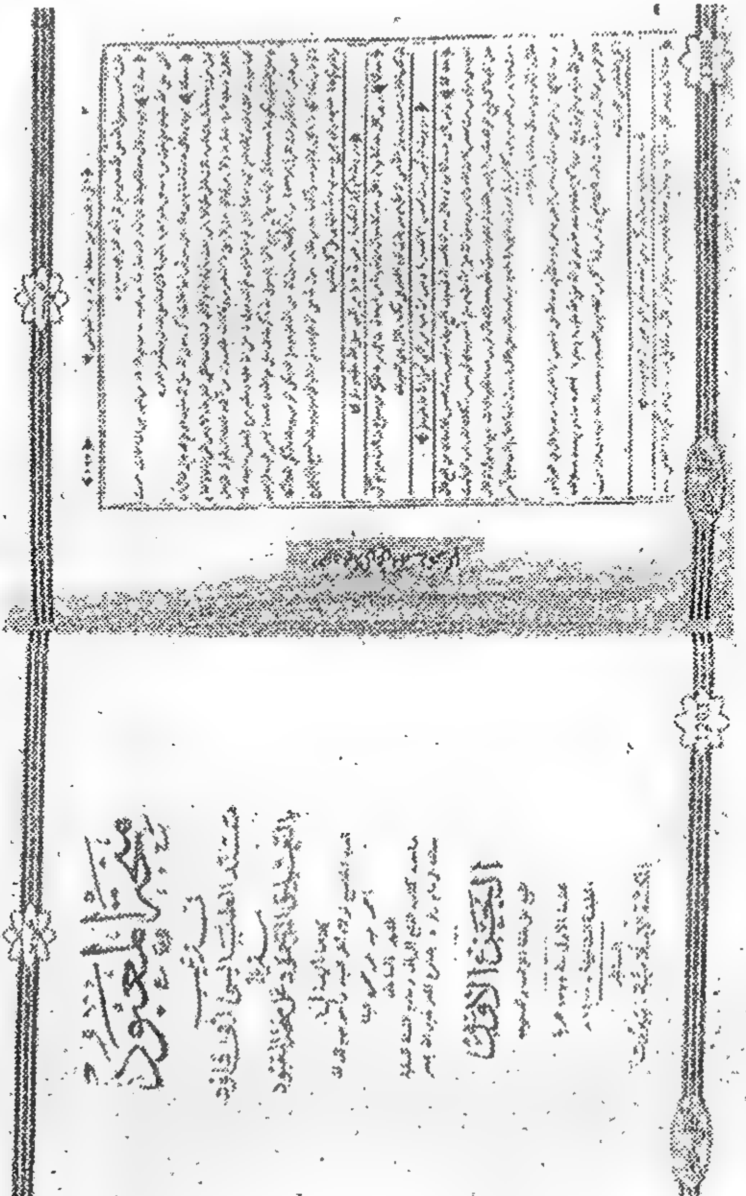

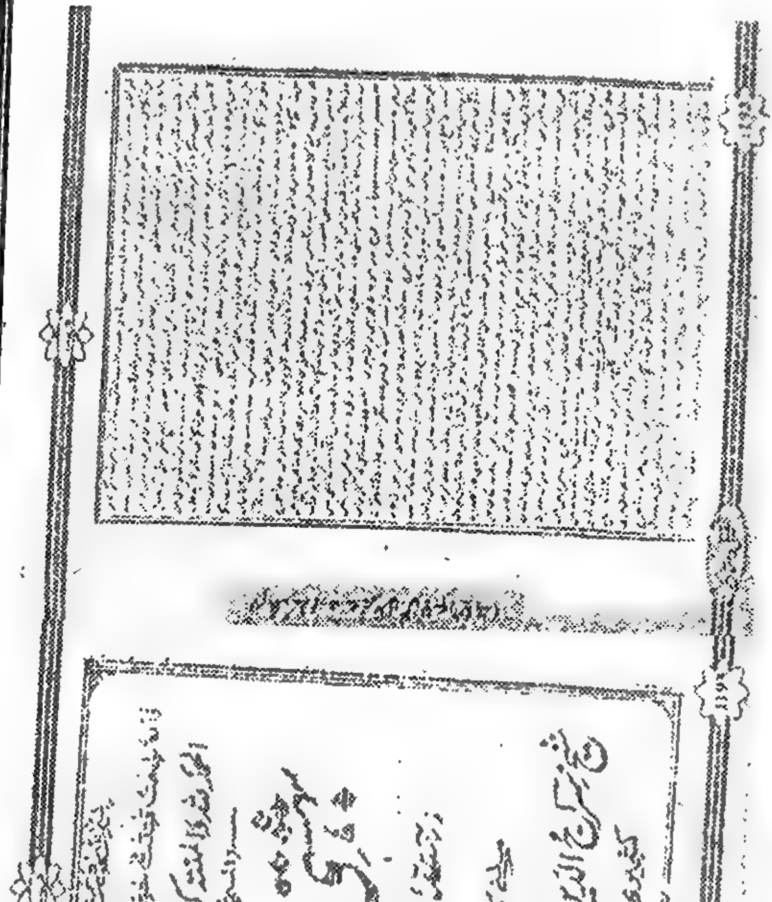

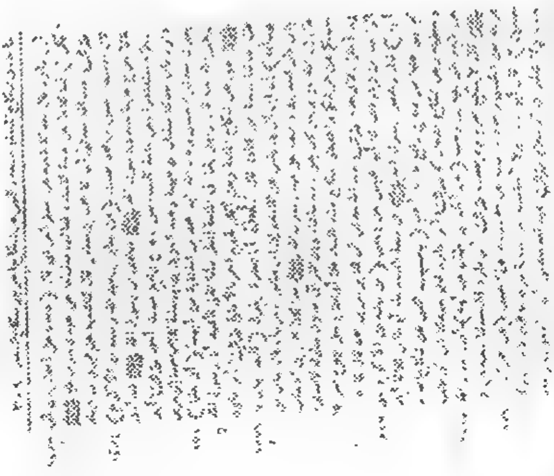

[illegible] الصلاة معها [illegible] [illegible] مثل الكلب [illegible] [illegible] إذا كان [illegible] [illegible] الصلاة فيه [illegible] الشرع من الصلاة .

وكذلك جواز الصلاة في جلد الكلب

والكلب حيوان [illegible] [illegible] الكلب [illegible] وأمر الشارع بقتل الكلب [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] من [illegible] الكلب [illegible] من الكلب [illegible] الله تعالى [illegible] الشرع [illegible] ؟

[illegible] الصلاة

وقال الشافعي رحمه الله [illegible] [illegible] الصلاة [illegible]

العقد الفريد

[illegible]

الجزء الثالث

[illegible]

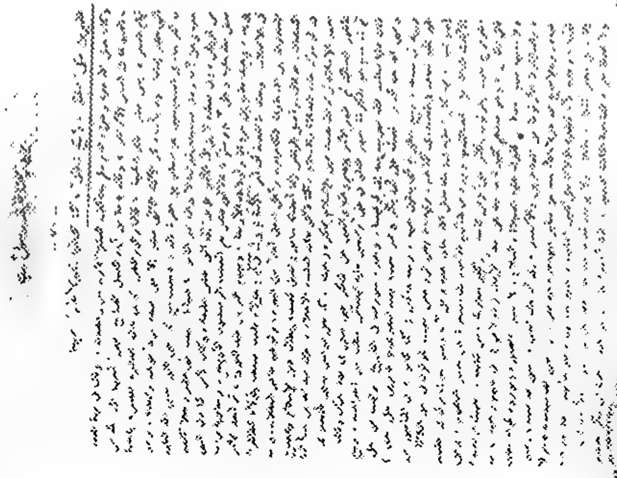

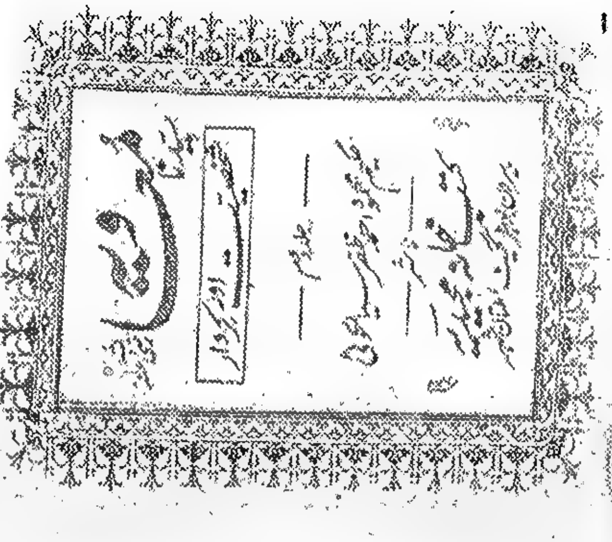

السلام علیک یا مهدی صاحب الزمان العجل العجل العجل

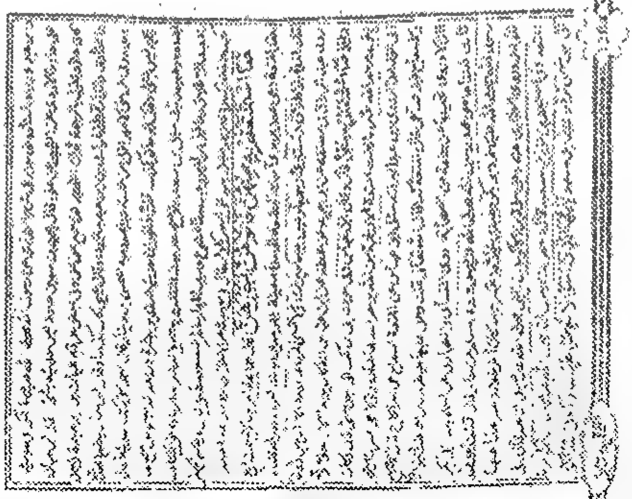

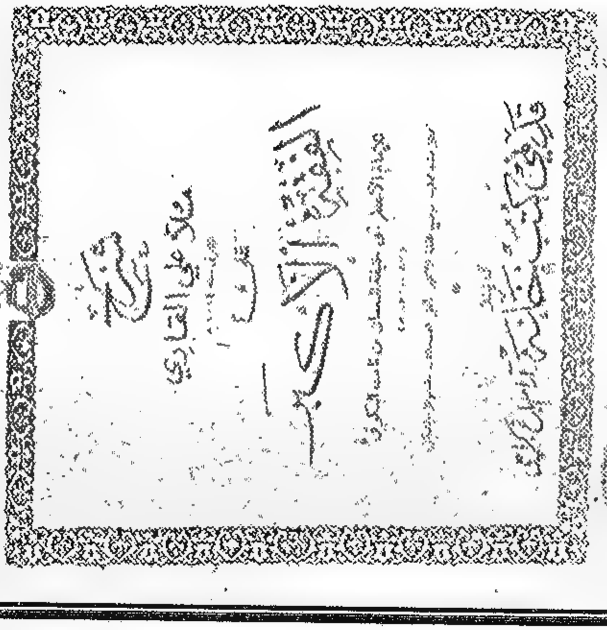

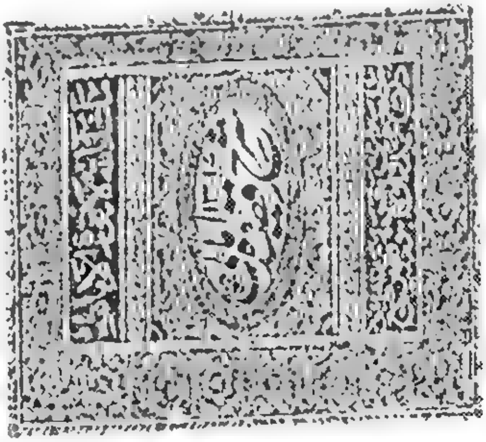

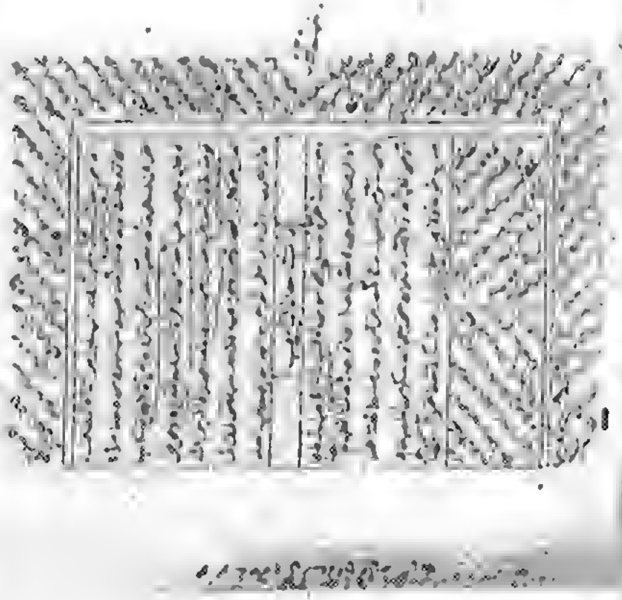

الدر المنثور

في

التفسير بالمأثور

للإمام عبد الرحمن جلال الدين السيوطي
رحمه الله تعالى

وبهامشه القرآن الكريم
مع تفسير ابن عباس رضي الله عنهما

الجزء الأول

دار المعرفة
للطباعة والنشر

السلام علیک یا مہدی صاحب الز

Knowledge for All
...-e-Sakina
...istan Sindh
Hyderabad

مغيث الخلق

في ترجيح القول الأحق

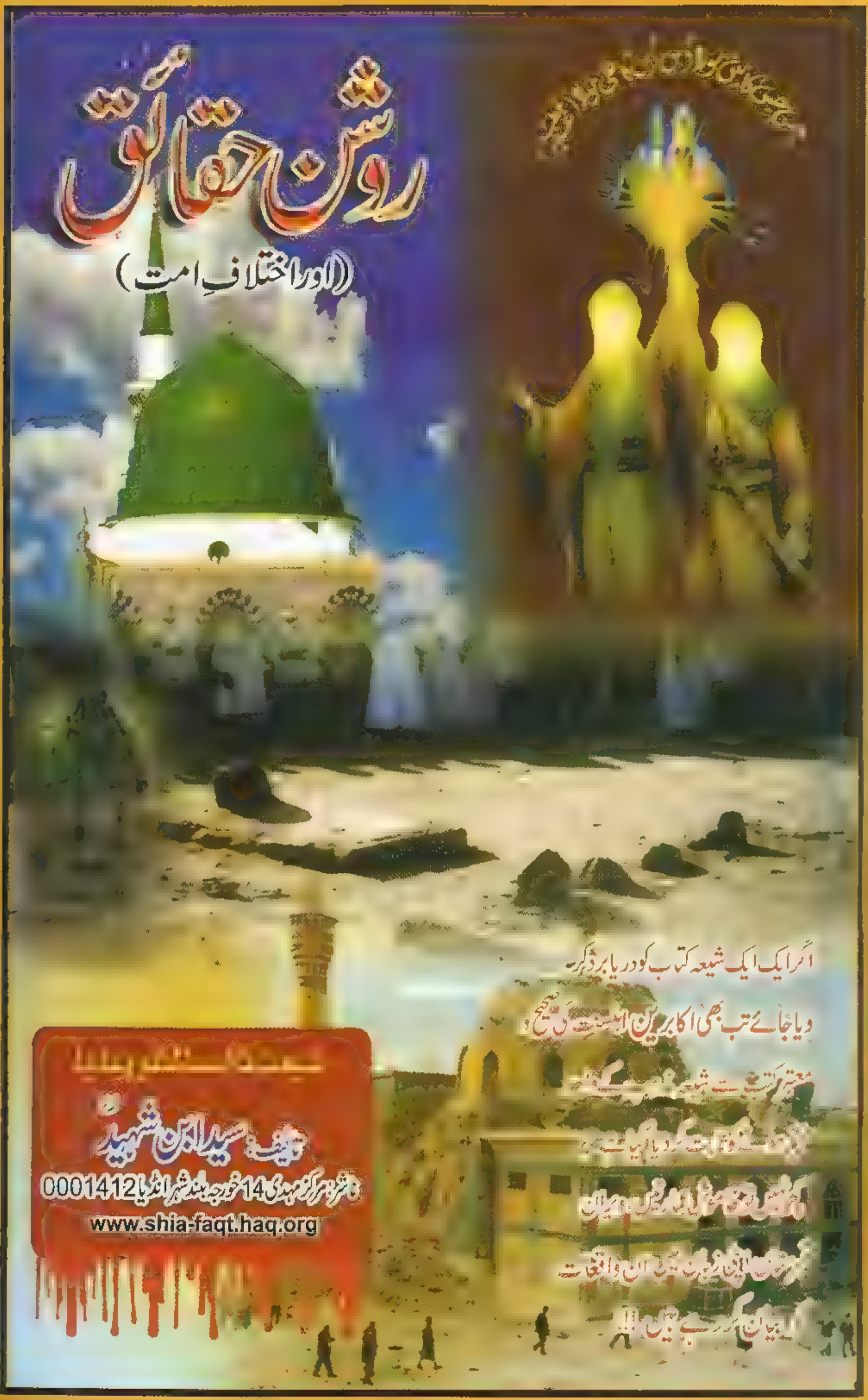
روشن حقائق
(اور اختلافِ امت)
اگر ایک ایک شیعہ کتاب کو دریا برد کر
دیا جائے تب بھی اکابرین
تالیف: سید ابن شہید
www.shia-faqt.haq.org

روشن حقائق

(اور اختلافِ امت)

Knowledge for All
e-Sakina
kistan Sindh
Hyderabad

جلد 3

تالیف: سید ابنِ شہیدؒ

ناشر مرکز مہدی 14 خورجہ بلند شہر انڈیا 0001412
www.shia-faqt.haq.org

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
3	آپ کے کیئے ہوئے اعتراضات کے جوابات	1
4	کیا امامؑ بھی پیغمبر ﷺ کی طرح منصوص ہوتا ہے؟؟؟	2
10	جب امامت منصوص ہوئی تو مغصوب نہ ہوئی۔ تو خلفاؑ ثلثہ پر غصب کا الزام لگانا خلاف عقل ونقل نہیں؟؟؟	3
14	امام کیوں منتخب کیے گئے اس کی علت غائی کیا ہے؟	4
14	امام زمانہ حضرت امامؑ علیہ السلام آج بھی ہدایت پر جلوہ افروز ہیں	5
19	اگر امام المتقین کا لقب سیّدنا علیؓ سے مختص ہے تو پھر ان آیات میں عام مسلمانوں کو درخواست کی تلقین کا کیا معنیٰ؟؟	6
20	اذان میں جب بارہ اماموں کی امامت آپ کے نزدیک منصوص ہے کے اسماء گرامی ذکر کیوں نہیں کیئے جاتے؟؟	7
22	فرمایئے اس رتبہ امامت کو آپ رتبہ نبوت کا عین سمجھتے ہیں یا غیر۔ اگر عین سمجھتے ہیں تو جاعلک کا مفہوم کیا ہے؟	8
23	اگر دونوں صفتوں سے حضور علیہ السلام موصوف ہیں تو وہ صفِ امامت کی تصریح قرآن پاک سے ثابت کیجئے؟	9

10	فرمایئے قرآنی اصطلاحات کی روشنی میں آپ کی مزعومہ امامت کا کیا مقام ہے؟	25
11	امام کا لقب ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے یا غیر ذوی کے لئے	26
12	فرمایئے یوم ندعو کل اناس بامامھم میں جن آئمہ کرام کا تذکرہ کیا گیا یہ وہی آپ کے آئمہ کرام ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہیں؟	28
13	اور اگر انبیاء ہی مراد ہیں تو ان کو ترک کرکے بارہ امام کیوں مراد لئے جاتے ہیں؟	29
14	کیا جملہ انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں کے آئمہ صرف یہی ہیں؟	29
15	اگر ارادۂ الٰہی خداوندی میں بدا تسلیم کرلیا جائے تو پھر احسانِ امامت توریت اور تمکین سب کی نفی ہوگی۔ فرمایئے کیا جواب ہیں؟	33
16	لفظ اصحاب کی توضیح پیش کردہ آیات کے جوابات	47
17	صرف دست دنبوت پر بیعت کرکے جنت میں جانے والوں خدا کی طرف سے جو بیعت پر شرط لگائی گئی ہے اس پر بھی تو غور کریں قرآن:	53

18	دوسری تفسیر کی جاتی ہے کہ اشداء علی الکفار سے مراد حضرت عمر ہیں	63
19	کیا غیر خدا سے مدد مانگنا شرک ہے یا نہ مانگنا کفاران نعمت ہے	66
20	ملاحظہ ہوں آیات وسیلہ اور آیات حق شفاعت بحکم قرآن	86
21	کوئی غیر شیعہ جوان سوالات کا جواب دے دے تو ہم اس کو پچاس لاکھ انعام دیں گے:	94
22	اعتراض عقیدہ امامت شیعت کی اصل بنیاد ہے	105
23	کیا امام انبیاء سے افضل ہیں	138
24	امام مہدیؑ کے بارے میں مستقل تصانیف	150
25	کیا آئمہ طاہرین کو تحلیل و تحریم کا اختیار ہے؟؟	159
26	خلفاء موعود من اللہ ہوں گے	164
27	اندھے کو اندھیرے میں کیا دُور کی سوجھی	172
28	اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذہب شیعہ کے پانچوں اصول بیان فرمائے ہیں	176
29	شدید پریشان خواب او از کثرت تعبیرہا	183
30	کیا آئمہ طاہرین انبیاء کرام کی طرح معصوم ہیں؟؟	183

31	امامت الہیہ فی القرآن	193
32	اللہ کا بقیہ علی کا فرزند باروان امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)	194
33	یوم دین سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور و خروج کا دن ہے	196
34	"ہم صراط مستقیم ہیں	197
35	اور اس شخص نے جس کے پاس علم کتاب کا ایک ادنیٰ جزو تھا	198
36	ذٰلک الکتاب یعنی وہ کتاب سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں	199
37	الف لام میم یہ وہ کتاب ہے	200
37	تفاسیر میں ہے کہ قرآن مجید میں کل مقطعات تیرہ ہیں	201
39	احتجاج طبرسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت منقول ہے	204
40	اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں میں خدا کے نام کا ذکر کیے جانے کو منع کرے	205
41	اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں مشرق اور مغرب	206

42	اور (وہ وقت یاد کرو) جب کہ ابراہیم کے رب نے اس کا امتحان لیا	207
43	یعقوب پر موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے	208
44	جہاں کہیں بھی تم ہو گے اللہ تم کو ایک جگہ جمع کر دے گا	209
45	اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کرینگے	211
46	اللہ تعالیٰ سرپرست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لا چکے	217
47	پھر اس کے پروردگار نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کیا	222
48	(وہ وقت یاد کرو) جبکہ اللہ نے کہا اے عیسیٰؑ میں تمہاری مدت پوری کرنیوالا ہوں	224
49	اس کے اندر روشن نشانیاں ہیں (منجملہ ان کے) مقام ابراہیم ہے	228
50	ان لوگوں کو بھی اسی طرح کا زخم لگ چکا ہے	233
51	اے اہل ایمان کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہو	238

خلافت الٰہیہ اور

کردار صحابہ

آپ کے کیئے ہوئے اعتراضات کے جوابات

اے حبیب آپ تو فقط ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے (سورۃ رعد، ۷)
اور ہم نے ہر چیز کا علم امام مبین کو عطا کر دیا ہے (سورۃ یسین ۱۲)
اور یہ پوچھتے ہیں کہ کیوں ہمارے رب کی طرف سے کوئی نشانی نہیں آئی، کہہ دو انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کر رہے ہیں (سورۃ یونس ۲۰)

«علماء دیو بند کا اعتراض نمبر ۱»:۔

فرمایئے امامت امارت اور خلافت میں مفہوم کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟

جواب نمبر ۱:۔ ہمارے نزدیک مسئولہ الفاظ کے مفہوم مندرجہ ذیل ہیں۔

امامت:۔ دین و دنیا میں پیشوائی کا نام ہے۔ جو دلائل و شرائط اجراء نبوت و ارسال رسل کے ہیں وہی نصب امام کے بھی ہیں یعنی نبی شریعت کا اجراء کرتا ہے اور امام اس کی حفاظت و نگہداشت کرتا ہے۔

امارت:۔ کسی امر میں حکم چلانے کو امارت کہتے ہیں یعنی حاکم بننا نیز یہ لفظ ریاست و اسٹیٹ

کے معنی میں بھی استعمال ہوسکتا ہے۔

خلافت :۔ایک کام میں کسی جگہ ہونا، کسی کے بعد باقی رہنا یا کسی کے بعد آنا یعنی کسی کا جانشین بننا یا ولی عہد ہونا، خلیفہ مقرر ہونا، خلافت کہلاتا ہے۔

سوال نمبر ۲:۔

کیا امام بھی پیغمبر کی طرح منصوص ہوتا ہے یا امام کا انتخاب دینی اعتبار سے ممتاز اشخاص کرتے ہیں ۔اگر آئمہ کرام بانصِ قرآن منصوص ہوتے ہیں تو اس قسم کی آیت کی نشان دہی فرمایئے جس میں آئمہ کرام کی تعداد اور اشخاص کی تصریح ہو۔

جواب نمبر۲:۔امام کا پیغمبر کی مانند منصوص و معصوم ہونا ضروری ہے۔اور جس طرح اُمت نبی و رسول کو منتخب نہیں کرسکتی اسی طرح افرادِ امت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ اپنی صوابدید کے مطابق کسی کو امام چن لیں۔چونکہ آئمہ کرام منصوص ہوتے ہیں لہٰذا نصِ قرآن ملاحظہ فرمایئے سورۃ مزمل آیت نمبر ۱۵ میں ہے کہ تحقیق ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا۔تم پر شاہد جس طرح ہم نے فرعون کی جانب ایک رسول (حضرت موسیٰ) بھیجا تھا۔آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسالت مآب حضرت موسیٰ کے مثیل تھے۔ لہٰذا اُمتِ رسولؐ مقبول کو بھی اُمتِ موسیٰ سے مماثلت حاصل ہے۔قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمتِ موسیٰ کے اماموں کا تقرر خود خدا نے کیا۔چنانچہ ارشاد ہے۔ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی۔پس آپ کو تو شک نہیں ہوسکتا اس میں اور ہم نے کتاب کو بنی اسرائیل کے لئے ہدایت قرار دیا۔ ۲۴.ۃ **وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ط وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ہ** اور اُن (بنی

اسرائیل) میں ہمارے امر سے ہدایت دینے والے امام ہم نے ہی بنائے جبکہ انہوں نے صبر کیا اور وہ ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔(سورہ سجدہ نمبر۲۴، پارہ نمبر۲۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اُمتِ موسیٰ میں آئمہ کا تقرر اللہ نے خود کیا تھا۔ آئمہ بنی اسرائیل کی شان بھی معلوم ہوگئی کہ ان کے تمام احکام وہدایت خدا کی مرضی کے مطابق اسی کے امر سے ہوتے تھے یعنی ان سے غلطی وحکم خدا کی نافرمانی کبھی ہو ہی نہیں سکتی تھی یعنی جس طرح تقرر آئمہ کا اعلان فرمایا اسی طرح عصمت کا اظہار بھی کردیا گیا۔ اللہ کی سُنّت تبدیل نہیں ہوتی لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ اُمتِ محمدیہؐ کے آئمہ کا تقرر بھی سنت اللہ کے مطابق منجانب خدا ہی ہونا چاہیئے۔ بصورت دیگر اُمت آخری کی فوقیت برقرار نہ رہے گی۔ اب جبکہ آئمہ کا منصوص ہونا بانص قرآن ثابت ہوگیا آئمہ کرام کی تعداد کی تصریح ملاحظہ فرمایئے۔ "اور خداوند عالم نے بنی اسرائیل کا عہد و پیمان لیا اور ان میں بارہ (۱۲) نقیب مقرر کیئے۔

۱ نقیب کے معنی ترازو کی زبان یعنی عدل، قول کا بڑا آدمی جو قوم کے حقوق ومفادات کی حفاظت کرے سردار۔ جو لوگوں کے نسبوں سے واقف۔ اور خدا نے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز کو قائم رکھو اور زکوٰۃ دیتے ہو۔ اور میرے مقرر کردہ رسولوں پر ایمان رکھو۔ اور خدا کو قرض حسنہ دو تو میں تمہارے گناہوں کو تم سے اتار دوں گا اور تم کو داخل کردوں گا ان بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں ہوں گی۔ پس جو اس عہد کے بعد منکر ہوا تو وہ راہ سے دور بھٹک گیا۔ (سورۃ مائدہ نمبر۱۲) اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے اس بات کا اعلان فرمایا ہے کہ قوم موسیٰ میں نقباء کی تعداد بارہ (۱۲) تھی۔ اس قوم سے ان کی پیروی کا عہد لیا گیا ہے۔ تائید کی صورت میں جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اور کفر ومخالفت پر ہلاکت کا پیغام دیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بعد نزول آئیہ مجیدہ یــا ایھا الــذین اٰمنوا اطیعو الله و اطیعو الرسو ل و ا ولی الامر منکم ۔یعنی اے مومنو اللہ کی اطاعت کرو، اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولی الامر کی ۔ میں پیغمبر خداؐ سے پوچھا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول کو تو پہچان لیا۔ اُن کی اطاعت وفرمانبرداری بھی کی لیکن حضورؐ میں نے "اولی الامر" کو نہیں پہچانا۔ جس کی اطاعت کا حکم دیا جا رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ میرے جانشین ہیں وہ میرے بعد تم پر حاکم ومتصرف، نگران ومتولی بنائے گئے ہیں۔ ان میں کا پہلا میرا بھائی علیؑ ہے۔ اس کے بعد میرا بیٹا حسنؑ بن حسینؑ (امام زین العابدینؑ) پھر محمدؑ بن علیؑ (امام محمد باقرؑ) اے جابرؓ ا جب تو میرے اس فرزند کو پائے تو میرا اسلام پہنچا دینا۔ پھر جعفرؑ بن محمدؑ (امام جعفرؑ صادق) پھر موسیٰؑ بن جعفرؑ (امام موسیٰ کاظمؑ) پھر علیؑ بن موسیٰؑ (امام علی رضاؑ) پھر محمدؑ بن علی التقیؑ (امام محمد تقیؑ) پھر علیؑ بن محمد التقیؑ (امام علی نقیؑ) پھر حسنؑ بن علیؑ (امام حسن عسکریؑ) پھر م، ح، م، د بن حسنؑ المهدی (امام آخر الزمانؑ) میرا یہ فرزند آخری زمانہ میں زمین کو عدل وانصاف سے اسی طرح پُر کر دے گا۔ جس طرح ظلم وجور سے پُر ہو چکی ہوگی ۔(ینابیع المودۃ علامہ سلیمان قندوزی ص ۳۶۹ اور شواہد النبوۃ ص ۱۹۵) منقولہ بالا روایت سے اشخاص کی تصریح بالترتیب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا امام کا معصوم ومنصوص ہونا اور آئمہ کرام کی تعداد (۱۲) اور حقیقی آئمہ اثنا عشر کے نام قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

سوال نمبر ۳: نیز نہج البلاغہ کی اس عبارت کا کیا جواب ہے

"جواب"

انه با یعنی القو م الذ ین با یعو ابو بکر و عمر عثما ن علــی مـا یـا یعو هم علیه فلم لکن للشا هدان

یحتا د و لا للغائب ان یر د انّما الشو رئ للمها جرین (وا لا نصار) دارالانصار فان اجتمعو ا علی رجل و سموہ اما ما کان اللہ رضی۔

بلاشبہ میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے جنہوں نے ابوبکر وعمر وعثمان کے ہا تھ پر کی تھی بالکل انہیں شرائط پر جن شرائط پر ان سے بیعت ہوئی۔ پس مو جود رہنے والے حضرات کو اختیار کا حق نہیں اور غائب کو رد کرنے کا بلاشبہ مشورہ مہاجرین وانصار کا حق ہے۔ پس اگر وہ کسی شخصیت پر متفق ہو کر اسے امام نامزد کرلیں تو اس میں اللہ کی رضا ہوتی ہے۔

جبکہ امام عالی مقام نے واضح کردیا ہے۔ کہ مہاجرین وانصار کے مشورے سے ہی امامت کا انعقاد ہوتا ہے۔

جواب نمبر۳:۔ اسی کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ دلیل ہمیشہ مسلمات خصم سے پیش کی جاتی ہے اس لئے معاویہ کے خلاف حضرت امیرؑ نے گذشتہ حکومتوں کے حالات کو دلیل بنا کر حجت قائم فرمائی۔ آپؑ نے معاویہ کو کہا کہ جس طرح تم لوگوں نے خلفاء ثلاثہ کو امام مانا کہ مہاجرین وانصار نے ان کی تائید کی اسی طرح مجھے بھی ان ہی لوگوں نے تسلیم کیا ہے لہٰذا حسب دستور سابقہ اور اپنے عقیدہ کے مطابق تم بھی میری اطاعت قبول کرلو۔ یہ ایسی دلیل تھی جس سے انکار نہ ہوسکتا تھا۔ اور حضرتؑ نے مخالف ہی کے مسلمات سے استدلال کرکے اپنا موقف ثابت کیا۔ نہ کہ آپ نے اصول شوریٰ کو درست تسلیم فرمایا۔ بلکہ حضرت امیرؑ نے معاویہ کے عقیدے کو بھی بیان کردیا کہ اس نے اور دیگر لوگوں نے اجتماعی خلافت کو

رضائے الٰہی سمجھ کر قبول کیا تھا۔

«سوال نمبر ۴»: جب امیر المومنینؑ نے یہ تصریح کردی ہے کہ امام کو منتخب کیا جاتا ہے تو فرمائیے آپ لوگ امامتِ منصوصہ کا اعلان کیوں کرتے پھرتے ہیں؟

جواب نمبر۴: مذکورہ بالا بات صرف عقیدہ معاویہ کے مطابق اس کے اپنے ہی اصول پر حجت قائم کرتی ہے۔ حضرت امیر المومنینؑ خلافت و امامت کو اپنا حق سمجھتے رہے اور انہوں نے کبھی اجماع و شوریٰ وغیرہ کو درست خیال نہ فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپؑ کی بیعت ہوئی تو آپ نے اپنے پہلے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اس کے اس احسان پر کہ حق اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ بتائیے اگر انتخاب امام کا حق اُمت کو حاصل تھا تو پھر جناب امیرؑ نے ایسا ارشاد کیوں فرمایا؟ لہٰذا جناب حیدر کرارؑ نے یہ تصریح قطعاً نہیں فرمائی ہے کہ امام منتخب کیا جاتا ہے۔ مگر صرف اتمام حجت کی خاطر معاویہ کے خلاف اس کے مذہب کے مطابق دلیل بیان کی ہے۔ حالانکہ ہم نے سوال نمبر۲ کے جواب میں از روئے قرآن ثابت کر دیا ہے کہ امام کا تقرر خداوند عظیم کرتا ہے۔ لہٰذا امامتِ منصوصہ کا اعلان ہم اس لئے کرتے پھرتے ہیں کہ یہ اعلان خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب المبین میں کیا ہے۔

«سوال نمبر۵»:

حضرت امام عالی مقام نے یہ بھی فرما دیا ہے کہ منتخب خلیفے میں خدا تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔ تو آپ ان خلفا پر ناراض کیوں ہیں؟

جواب نمبر۵:۔ حضرت علیؑ نے معاویہ کے عقیدے کو بیان کیا ہے کہ اس نے اجتماعی خلافت کو رضائے الٰہی سمجھ کر قبول کرلیا تھا لہٰذا اب اسے کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیئے۔ کہ لوگوں نے اجتماعی طور پر حضرت کو خلیفہ مان لیا تو تم کیسے میری خلافت کے باغی ہوتے ہو۔ رضائے الٰہی سمجھ کر کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ چونکہ معاویہ اور اس کے ساتھیوں کا مذہب یہ تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ ہم عرض کرچکے ہیں کہ فریق مخالف کو اس ہی کے عقائد و مسلمات سے قائل کرنا یہ کبھی دلیل نہیں ٹھہرا کرتا کہ دلیل پیش کرکے قائل کرنے والا بذات خود بھی اس مسئلہ سے اتفاق رکھتا ہو۔ لہٰذا امام معصوم کا یہ ارشاد معاویہ اور اس کے متبعین کے لئے تو حجت ٹھہر سکتا ہے لیکن "امام" کی ذاتی رائے نہیں ہوسکتا چونکہ اجتماعی منتخب خلفأ منصوص و معصوم نہیں تھے لہٰذا ہم ان سے مفاہمت نہیں رکھتے کیونکہ بدترین دشمنان دین ابوسفیان و ہندہ کے بیٹے اور یزید کے والد کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔

﴿سوال نمبر ۶﴾:۔ اگر امامت آئمہ کرام کے لئے دربار خداوندی سے منصوص ہوتی ہے تو یہ ایک صفت ہے، جس طرح نبوت کسی نبی سے غصب نہیں کی جاسکتی۔ فرمایئے امامت کس طرح غصب ہوسکتی ہے؟

جواب نمبر۶:۔ کسی جھوٹے خدا کا خدائی کا دعویٰ کرنا، کسی کاذب کا دعویٰ نبوت کردینا عین ممکن اور ثابت ہے۔ جس طرح ان دعووں سے خدائی و نبوت غصب نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹے امام کے دعوے سے امام حقیقی کی امامت غصب نہیں ہوسکتی۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی بھی شخص نے کسی امام معصوم کی امامت غصب کرلی بلکہ ہماری شکایت یہ ہے کہ لوگوں نے ایسے افراد کو امام تسلیم کرلیا یا ایسے لوگ خود امام بن بیٹھے جو درحقیقت امامِ منصوص و معصوم نہ تھے۔

﴿سوال نمبر ۷﴾:۔ جب امامت غصب نہیں ہوسکتی تو فرمایئے وہ کون سی چیز تھی جسے (جو) خلفاً ثالثہ نے ان سے غصب کر لی؟

جواب نمبر ۷:۔ امامت عہدۂ خداوندی ہے جسے چھینا نہیں جا سکتا۔ امام عادل و برحق کی موجودگی میں حکومت کا حق اسی کو حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا چونکہ جناب امیر علیہ السلام معصوم و منصوص امام ہیں لہٰذا حکومت کا حق اُن کو تھا لیکن حضرات ثلثہ نے ان کا یہ حق غصب کر لیا اور حکومت پر فائز ہو گئے۔ لہٰذا شے مقبوضہ حکومت دینوی قرار پائی۔

﴿سوال نمبر ۸﴾:۔ جب امامت منصوص ہوئی تو مغصوب نہ ہوئی۔ تو خلفاً ثلثہ پر غصب کا الزام لگانا خلاف عقل ونقل نہیں؟؟؟

جواب نمبر ۸:۔ بلاشبہ منصوص امامت نا قابلِ غصب ہے۔ خلفاً ثلثہ پر غصب کا الزام منصوص امام کے حقوق کو پامال کرنے کی بنا پر لگانا عقل ونقل سے پوری طرح ثابت ہے۔ اور یہ سارے اثبات کتب اہلسنت میں موجود ہیں۔

﴿سوال نمبر ۹﴾:۔ کیا منصوص خلیفہ بھی کسی غیر منصوص خلیفے کے ہاتھ پر بیعت کر سکتا ہے۔

جواب نمبر ۹:۔ نہیں

﴿سوال نمبر ۱۰﴾:۔ اگر بیعت نہیں کر سکتا تو احتجاج طبرسی صہ۵۳ کی اس عبارت کا کیا جواب ہے۔ ثمه تناول ید ابی بکر فبا یعه ۔ اس کے بعد حضرت علیؑ نے ابو بکر کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی؟؟

جواب نمبر ۱۰:۔ علمائے امامیہ نے مذکورہ روایت کو درست تسلیم نہیں کیا ہے۔ بحث میں مسلّمات لائے جاتے ہیں نہ کہ مردود اقوال۔ اگر اس قول کو صحیح مانا گیا ہوتا تو پھر شیعہ سنّی اختلاف ہی ختم ہو جاتا۔

﴿سوال نمبر ۱۱﴾:۔ اگر انہوں نے بطورِ تقیہ بیعت کی تو فرمایئے کیا حضور علیہ السلام نے اس طرح عمل کیا؟

جواب نمبر ۱۱:۔ اولاً تو حضرت امیرؑ کا بیعت نہ کرنا مکمل طور پر ثابت ہے لیکن اگر بالفرض محال یہ مان لیا جائے کہ انہوں نے تشدد اور دباؤ کے تحت بیعت کر لی یا کسی اور مصلحت کی بنا پر ایسا کر لیا تو بھی یہ عمل خلافِ سُنّتِ رسول نہیں ہوگا۔

﴿سوال نمبر ۱۲﴾:۔ اگر نہیں کیا تو کیا امام خلافِ پیغمبر کوئی عمل کر سکتا ہے؟

جواب نمبر ۱۲:۔ امام پیغمبرؐ کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتا کیونکہ وہ محافظِ سُنّت ہوتا ہے۔ لیکن مسئولہ عمل قطعاً عملِ رسولؐ کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ کتب صحاحِ اہلسنت میں کافی احادیث ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ظالم حاکموں کی اطاعت قبول کر لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ مثلاً مسلم شریف میں ہے کہ سلمہ جعفی نے رسول اللہ کی خدمت میں سوال کیا کہ یا حضرت کیا حکم ہے آپ کا اگر

ایسا شخص حاکم بن بیٹھے جو اپنے حقوق تو ہم سے وصول کرے لیکن ہمارے حقوق ہمیں نہ دے۔ سرورِ کائناتؐ نے فرمایا کہ ان کی بات سنو، ان کی اطاعت کرو کیونکہ وہ اپنے فرائض کے جوابدہ ہیں اور تم اپنے فرائض کے (صحیح مسلم جلد نمبر ۲ صہ ۱۲۰) پس سُنّی روایت کے مطابق الزام بیعت کی صورت میں بھی مذہب شیعہ محفوظ و مضبوط رہتا ہے۔ حالانکہ حضرت علیؑ نے قطعاً بیعت نہیں کی ہے۔

«سوال نمبر ۱۳»:۔ اگر حضرت علیؑ مرتضیٰ نے تقیہ پر عمل کر کے ناحق خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو سیدنا حسینؑ نے اپنے باپ اور بھائی سیدنا حسنؓ کے خلاف کیوں کیا؟

جواب نمبر ۱۳:۔ حضرت امیر المومنینؑ نے کسی ناحق خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی ہے البتہ آپ نے اپنا حق تلوار سے طلب نہیں فرمایا ہے۔ اسی طرح امام حسن علیہ السلام نے کسی بھی ناحق خلیفہ کی بیعت نہیں کی بلکہ مفادِ امت کے پیش نظر چند شرائط عائد کر کے معاویہ کو حکومت کرنے کا موقع فراہم کیا تھا۔ اگر اس صلح کو بیعت سمجھا جائے تو جہالت ہوگی کیونکہ صلحنامہ کے شرائط از خود ثابت کرتے ہیں کہ معاویہ خلیفہ برحق نہیں تھا۔ باقی رہ گئی بات امام حسین علیہ السلام کی کہ انہوں نے خاموشی اختیار کرنے کی بجائے جہاد کیوں فرمایا تو یہ معاملہ بھی ہم آپ کے امام مُسلم ہی سے حل کروا دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنی صحیح میں روایت نقل کی ہے کہ راوی اس کی اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب تم پر چند فرمانروا مسلّط ہوں گے جو برائیوں کا ارتکاب کریں گے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ ہم نے ان سے برسرِ پیکار ہوں تو آپ نے ارشاد فرمایا جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں تب تک نہیں۔ (صحیح مُسلم جلد نمبر ۲ صہ ۱۲۲) پس چونکہ یزید ملعون علانیہ فاسق و فاجر تھا منہیات شرعیہ کو رواج دے رہا تھا۔ لہٰذا امامؑ برحق کے لئے ضروری ہوا کہ اس

کے خلاف بمطابق سنت رسولؐ جہاد فرمائیں۔ نیز یہ کہ امام حسین علیہ السلام نے بھی اتمام حجت کی خاطر کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ فرمایا کہ جنگی حالات پیدا نہ ہوں مگر تاریخ گواہ ہے کہ یزیدی انتظامیہ نے امن و امان کی تمام راہیں مسدود کر دیں اور امامؑ کے معاملہ زیر پیش کی نوعیت ہی جداگانہ ہے لہٰذا اس کا تقابل ان کے والد گرامی قدر اور برادر صدر سے نہیں کیا جا سکتا ہے۔

«سوال نمبر ۱۴»:۔ نیز ان حضرات میں سے کون حق پر تھا؟

جواب نمبر ۱۴:۔ تمام آئمہؑ برحق، حق بجانب تھے۔

«سوال نمبر ۱۵»:۔ اگر آیت میں عترت رسول مقبولؐ مراد لی گئی ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ آپ حضرات ان کو معصوم سمجھتے ہیں اور اس میں ظلمات سے نکالنے اور نور ایمان میں لے آنے کا ذکر ہے جو کہ اول زمانہ میں غیر معصومیت پر دلالت کرتا ہے۔

جواب ۱۵:۔ اگر آیت میں عترت رسولؐ بھی مراد لے لی جائے تو بھی مانع معصومیت نہیں ہے کیونکہ نور محمدؐ بہر حال مخلوق نور ہے اور خلقت سے قبل ان کا وجود نہ تھا جبکہ اللہ خالق موجود تھا۔ ظلمات کے معنی صرف گمراہی نہیں بلکہ حقیقی مطلب تاریکی ہے۔ عترت کے لئے ایمان میں لانے کا سوال ہی نہیں جبکہ خود رسولؐ نے حضرت علیؑ کو روز خندق فرمایا کہ یہ کُل ایمان ہے۔ پس جس نے علیؑ کو چھوڑ دیا کُل ایمان کو چھوڑ دیا اور ایمان سے اپنے سارے رشتے منقطع کر لئے خواہ کوئی صحابی ہو یا تابعی۔

﴿سوال نمبر ۱۶﴾:۔ امام کیوں منتخب کئے گئے اس کی علت غائی کیا ہے؟

جواب نمبر ۱۶:۔ اس کا جواب خداوند کریم نے قرآن حکیم میں یوں دیا ہے "ان میں ہمارے امر سے ہدایت دینے والے امام ہم نے ہی بنائے" (سورۂ سجدہ نمبر ۲۴،پ ۲۱) یعنی امام امرِ الٰہی سے ہدایت دیتا ہے۔ یہی اس کی علتِ غائی ہے۔

﴿سوال نمبر ۱۷﴾:۔ اگر خدا تعالیٰ نے ان کو اس لئے منتخب فرمایا ہے کہ لوگوں کے ایمان کا تحفظ فرماسکیں تو فرمائیے امام حسن عسکریؑ سے لے کر آج تک جب تمہارے مذہب کے مطابق امام مہدیؑ غار میں غائب ہیں تو آپ لوگوں کی رہنمائی کون کررہا ہے؟

جواب نمبر ۱۷:۔ امام زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آج بھی ہدایت پر جلوہ افروز ہیں اور مکمل رہنمائی پردۂ غیبت میں فرما رہے ہیں۔ واضح ہو کہ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ وہ کسی غار میں چھپے بیٹھے ہیں بلکہ ہمارا ایمان ہے وہ بند و بست قدرت کے مطابق اپنے فرائض منصبی خوش اسلوبی سے ادا فرما رہے ہیں مگر مشیت ایزدی ہے کہ ہماری ظاہر بین نگاہوں کو ان تک رسائی نہیں ہو سکی۔ حالانکہ کتبہ مستند سے قومی شواہد کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ بعض حضرات نے شرف ملاقات و زیارت کی سعادت حاصل کی ہے۔

«سوال نمبر ۱۸»:۔ اگراس وقت بحیثیت امام دنیا میں کوئی موجود نہیں تو اعلاءِ کلمۃ الحق کی ذمہ داری کن پر عائد ہوتی ہے۔ معصومین پر یا غیر معصومین پر۔ اگر معصومین پر عائد ہوتی ہے تو وہ غائب ہیں اگر غیر معصومین پر تو خلفاٗ پر اعتراض کیسا؟

جواب نمبر ۱۸:۔ بفضل خدا ہمارے امام دنیا میں موجود ہیں کیونکہ حدیثِ رسولِ مقبولؐ ہے کہ زمین کبھی حجتِ خدا سے خالی نہ ہوگی لہٰذا سلسلہ ہدایت جاری ہے اور یہ منصب صرف معصوم کے لئے مخصوص ہے۔ جس طرح خداوند عالم غائب ہوتے ہوئے بھی نظامِ خداوندی چلاتا ہے اسی طرح اس کا مقرر کردہ ہادی معصوم لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہوئے بھی اپنے فرائض بجالاتا ہے۔ ہدایت دینے کی ذمہ داری کسی غیر معصوم پر عائد نہیں کی جاسکتی۔ اُن خامیوں کی روشنی میں غیر معصوم خلیفوں پر اعتراض کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ خلفاٗ غیر منصوص تھے لہٰذا دین کے شرعی احکام میں ان کے نام نہاد اجتہاد کی وجہ سے کافی تعبیر و تبدیل ملتا ہے ویسے قرآن کی آیت ہے اے ایمان والوں تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ کے حکم سے صادقین میں سے کسی ھادی کا ہونا لازم آتا ہے دوم اگر کوئی ھادی برحق موجود نہ ہو تو عدل الٰہی کے خلاف ہوگا۔

«سوال نمبر ۱۹»:۔ سُنا ہے کہ آپ حضرات اثباتِ امامت کے لئے انی جاعلك للناس اماماً سے دلیل قائم کیا کرتے تھے۔ اگر واقعی یہ آیت امامت ابراہیمی کے لئے مثبت ہے تو فرمایئے کہ آپ آئمہ کی تعداد بارہ (۱۲) حضرات میں کیوں بند کرتے ہیں۔ کیا اس لحاظ سے آپ کے امام تیرہ (۱۳) نہ ہوگئے؟

جواب نمبر ۱۹:۔ ہم اب بھی عقیدۂ امامت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں اور حضرت ابراہیم کو

"امام للناس" تسلیم کرتے ہیں کہ لیکن تیرھواں امام اس لئے نہیں مانتے کہ آئمہ اثناعشر حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کے نائب ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کو ان آئمہ میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارے آئمہ اثناعشر جناب خلیل اللہ علیہ السلام کے بھی امام ہیں کیونکہ آپ جناب بھی محمدؐ کے اُمتی ہیں اور حضرت محمدؐ کا مقام بے انتہا بلند و بالا جس کے سبب ان کے جانشین افضل تر ہیں، اگر آپ حضرات مقام ختم رسالتؐ کو سمجھ لیتے تو اس طرح کے اعتراض نہ کرتے۔

﴿سوال نمبر ۲۰﴾:۔ فرمایئے یہ امامت جس کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے اور وہ امامت جس کا تصور آپ کے ذہن میں موجود ہے ایک ہے یا مختلف؟

جواب نمبر۲۰:۔ مفہوم کے لحاظ سے ضرور فرق ہے جس طرح نبوت محمدیہ اور نبوتِ خلیلیہ میں فرق ہے اسی طرح امامت ابراہیمیؑ اور امامتِ اثناءعشر میں فرق ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی امامت انسانوں تک محدود ہے جب کہ آئمہ اہل بیت رسول العالمین ﷺ کی نیابت کے عہدہ پر فائز ہیں۔

﴿سوال نمبر ۲۱﴾:۔ اگر ایک چیز ہے تو کیا آپ اس امامت کے قائل نہیں جو روزِ ازل سے ہوتی ہے اور یہ امامت وہی نہیں جو ابراہیم علیہ السلام کو اب عطا ہو رہی ہے تو پھر دعویٰ وحدت کہاں گیا؟

جواب نمبر۲۱:۔ کچھ اقدار مشترکہ کی بنا پر یہ امامت وہی ہو سکتی ہے جو ابراہیمؑ کو عطا ہوئی لہٰذا دعویٰ وحدت برقرار رہتا ہے۔ مثلاً یہ کہ امام کا تقرر خود خدا کرتا ہے۔ امام معصوم ہوتا ہے۔ یہ عہد ظالم یعنی مشترک و فاسق کو نہیں پہنچتا۔

﴿سوال نمبر ۲۲﴾:۔ نیز یہ امامت تو امتحان کی کامیابی کے بدلے میں مل رہی ہے اور جو امامت اس طریقہ سے حاصل ہوا سے کیسی کہا جاتا ہے حالانکہ جو امامت آپ مانتے ہیں وہ وہبی ہے جواب درکار ہے؟

جواب نمبر۲۲:۔ ہمارے عقیدے کے مطابق امام پیدائشی امام ہوتا ہے۔لیکن فطری اصول کے مطابق قدرت اتمام حجت کی خاطر امتحان لیتی ہے جس میں امام کامیاب ہوتا ہے اور اس امتحان کا مقصود علاوہ دیگر باتوں کے ایک یہ بھی ہوتا ہے کہ شرطِ امامت سے آگاہی ہوجائے کہ کسی بھی میدانِ آزمائش میں ناکام رہ جائے والا شخص دعویٰ امامت نہیں کرسکتا۔پس جو بھی نام نہاد خلیفہ مسائل میں لاجواب رہ جائے اور کسی دوسرے سے ہدایت لینے کا محتاج ہو ہرگز حقدارِ امامت نہیں ہے اسی لئے خطیب سلونی نے اعلان فرمایا کہ "جو مرضی آئے پوچھو کہ علیؑ زمین کی نسبت آسمانی راہوں سے زیادہ واقف ہے"۔

علم امام کو کسی علم سے کوئی علاقہ نہیں ہوتا کیونکہ وہ کسی دینوی مکتب یا عام بشر سے تعلیم حاصل نہیں کرتا بلکہ اس کا کسب علم براہ راست علمِ سرمدی سے مربوط ہوتا ہے۔ایسے علم کو علمِ لدنی کہا جاتا ہے۔اور حضرت ابراہیمؑ کی امامت کو کسبی کہا نہیں جاسکتا ورنہ وہ طریقہ کسب بیان کردیا ہے؟ واضح ہو کہ لدھنیاوی صاحب کے نزدیک اس امامت سے مراد نبوت ہی ہے اور فیصلہ جمہور یہ ہے کہ کسب و جدو جہد سے نبوت حاصل نہیں ہوسکتی ہے۔پس بمطابق شیعہ امامت اور بقول اہل سُنّت نبوت اگر وہبی نہ مانی جائے تو حضرات کو انکارِ نبوت کرنا ہوگا اور تسلیم کرنا پڑے گا کہ کسب ذاتی سے نبی یا رسول بن جانا ممکن ہے جب کہ اہل اسلام کے نزدیک یہ امر محال ہے۔اس لئے اتفاق کرنا پڑے گا کہ وہ امامت خلیلی

کبھی نہیں بلکہ وہی تھی۔اور انعقاد امتحان شناختِ معیار تعلیم شرط کی غرض سے ہوا۔

﴿سوال نمبر ۲۳﴾:۔ جس طرح جاعِل'' کا صیغہ اس آیت میں موجود ہے اسی طرح واجعلنا للمتقین میں بھی موجود ہے۔فرمایئے اگر" جاعل" سے مزعومہ امامت مراد ہے تو" واجعلنا" سے ویسی مراد کیوں نہیں لی جا سکتی؟

جواب نمبر ۲۳:۔ایسی مراد لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے جب کہ ہمارے نزدیک کوئی اعتراض نہیں ہے تو معلوم نہیں حضرت صاحب نے کیوں سوال کیا؟

﴿سوال نمبر ۲۴﴾: ۔اگر امامت بارہ (۱۲) اماموں میں بند ہے،تو واجعلنا للمتقین اماماً کا کیا جواب ہے جبکہ اس میں سب مسلمانوں کو امامت کی درخواست کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب نمبر ۲۴:۔قرآن مجید کے منقولہ الفاظ سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہے کہ سب مسلمانوں کو امامت کی درخواست کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔آیت موصوفہ اس طرح ہے۔ ۷۴

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ یعنی اور وہ لوگ جو (ہم سے) عرض کرتے ہیں کہ پروردگار ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہم کو متقین کا امام بنا (الفرقان نمبر ۷۴) آیت سے چند مخصوص ہستیوں کی دعا گوئی کی تصدیق ہو رہی ہے نہ کہ حکم دیا جا رہا ہے۔کہ تمام مسلمان امام بننے کی دعا کریں۔

چونکہ حکم کا ہونا ہی ثابت نہیں ہے لہٰذا اعتراض بے بنیاد ہے مگر یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اس کے مخاطب و مراد حضرات اہلبیتؑ ہیں جیسا کہ امام جعفرؑ صادق نے فرمایا کہ "اس سے مراد ہم اہلبیتؑ ہیں"۔ (تفسیر قمی) نیز کتب اہلسنت سے ثابت ہے کہ یہ آیت اہلؑ بیت کی شان میں ہے۔ جیسا کہ دیلمی نے لکھا ہے کہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرور عالمؐ نے فرمایا کہ پروردگار نے مجھ کو علیؑ کی نسبت وحی بھیجی ہے کہ وہ امام المتقینؑ ہے۔ (ارجح المطالب ص ۲۰)

﴿سوال نمبر ۵۲﴾:۔ اگر امام المتقین کا لقب سیّدنا علیؓ سے مختص ہے تو پھر ان آیات میں عام مسلمانوں کو درخواست کی تلقین کا کیا معنی؟؟

جواب نمبر ۵۲:۔ عام مسلمانوں کو درخواست کی تلقین قطعاً ثابت نہیں ہے۔ اور لقب امام المتقین حضرت علی علیہ اسلام کے لئے مخصوص ہے جس کا ثبوت کتب سنیہ میں موجود ہے۔ مثلاً عبداللہ بن سعد بن زرارہ سے روایت ہے کہ حضورؐ فرماتے تھے شب معراج جب ہم اپنے پروردگار کے پاس پہنچے تو خدا نے مجھے علیؑ کے تین القاب القا فرمائے کہ وہ سیّد المسلمین، امام المتقین، اور قائد المحجلین۔ (ارجح المطالب بحوالہ مستدرک حاکم، حلیہ ابونعیم، مناقب ابن مردودیہ وابن بانع ۲۰) پس چونکہ یہ لقب خود حضورؐ نے بحکم خدا حضرت امیرؑ کو عطا فرمایا اور کسی دوسرے شخص کو یہ لقب آنحضرت نے نہیں بخشا لہٰذا مختص ہے۔ امام المتقین، امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ اسلام ہے۔

﴿سوال نمبر ۶۲﴾:۔ اور اگر یہ لقب مختص نہیں تو اذان میں

بالخصوص ذکر کرنے کی وجہ کیا ہے؟

جواب نمبر ۲۶:۔ عرض کر دیا ہے کہ یہ لقب مخصوص ہے حضرت امیر علیہ اسلام کے لئے لہٰذا اس تخصیص کے لئے اذان میں زکر کیا جاتا ہے کیونکہ یہ لقب بارگاہ رسالتؐ سے کسی دوسرے شخص کو نصیب نہ ہوا۔

﴿سوال نمبر ۲۷﴾:۔ اذان میں جب بارہ اماموں کی امامت آپ کے نزدیک منصوص ہے کے اسماء گرامی ذکر کیوں نہیں کئے جاتے ؟؟

جواب نمبر ۲۷:۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی نبوت کی منصوص ہے لیکن اذان میں صرف محمد صلی علیہ وآلہ وسلم کی نبوتؐ و رسالت ک گواہی دی جاتی ہے۔ جو وجہ اس دیگر انبیاء کے اسماء گرامی کے ذکر کرنے کی ہے وہی وجہ دیگر آئمہ کے نام نہ لینے کی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ حضورؐ سید المرسلین ہیں لہٰذا صرف آپ کا ذکر پورے سلسلہ رسالت کی شہادت کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح حضرت علی علیہ اسلام سید الآئمہ ہیں۔ لہٰذا آپ کا ذکر پورے سلسلۂ امامت اثناءعشر کیلیے محیط ہے۔

﴿سوال نمبر ۲۸﴾:۔ کیا آپ کسی برحق امام سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ انہوں نے اذان میں اس اہمیت کے ساتھ ولایت علی کا ذکر کیا ہو؟

جواب نمبر ۲۸:۔ جی ہاں، ملاحظہ فرمائیں کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ جب بھی **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کہوں تو ولایت علیؑ کا اقرار بھی کیا کرو۔ (بحار الانوار جلد نمبر ۱۸ صفحہ نمبر ۱۶۴، احتجاج طبرسی ۲۴، رسالہ اذانیہ ۵ وغیرہ)

﴿سوال نمبر ۲۹﴾:۔ کیا آئمہ کرام کا مسلک منصوصیت امامت کے متعلق یہی تھا کہ سب امام منصوص نصب القران ہیں؟

جواب نمبر۲۹:۔ جی ہاں۔

﴿سوال نمبر ۳۰﴾:۔ اگر امامت ابراہیمی اور امامت آئمہ کرام ایک نہیں تو پھر استدلال کیسا؟

جواب نمبر۳۰:۔ تقویت دلیل کے لئے۔

﴿سوال نمبر ۳۱﴾:۔ پیش کردہ آیت میں وارد ہے کہ جب ابراہیم علیہ اسلام نے عرض کیا کہ یا اللہ کیا میری اولاد میں سے بھی کوئی امامؑ بنیں گے تو دربار ربوبیت سے جواب ملا یہ میرا وعدہ ظالموں سے نہیں یعنی ظالم امام نہ بن سکیں گے۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اماموں کے علاوہ اُن کی اولاد آپ کے نزدیک درجہ امامت فائز ہے یا نہ۔ اگر فائز ہے تو بارہ اماموں میں حصر کی کیا وجہ ہے؟

جواب نمبر۳۰:۔ آئمہ اثناء عشر علیہم السلام کے علاوہ اولاد ابراہیمؑ میں اُمت مسلمہ میں بعداز نبی اکرم ﷺ کوئی دوسرا شخص امام معصوم و منصوص نہیں ہے۔ آئمہ برحق کے لئے حصر کی ظاہری وجہ یہ بھی ہے کہ شرط امامت سے آگاہی ہو جائے کہ کوئی ظالم فرد امام نہیں ہو سکتا ہے۔ اور یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا کرے۔

﴿سوال نمبر ۲۳﴾:۔ اگر وہ وصفِ امامت سے متصف نہیں تھے تو فرمائیے کہ انہوں نے کون سے ظلم کا ارتکاب کیا؟

جواب نمبر ۲۳:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے سلسلے مشہور ہیں۔ حضرت اسحاقؑ کی اولاد اور حضرت اسرائیلؑ کی اولاد۔ آپ کی ساری اولاد نہ ہی امام ہوئی اور نہ ہی صالح و نیکوکار مثلاً یہ کہ بنی اسرائیل کے اولادِ ابراہیمؑ ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے اور جناب یعقوبؑ کے فرزندوں کی داستان مشہور ہے اور قصہ یوسفؑ میں ان کے بھائیوں کا ظلم کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت اسمٰعیلؑ سے جو سلسلہ اولادِ ابراہیمؑ جاری ہوا اُن میں ظالم لوگ گزرے ہیں مثلاً ہم حضورؐ کے حقیقی چچا ابولہب کی مثالِ ظلم پیش کرتے ہیں حالانکہ ابولہب کے اولادِ ابراہیمؑ ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

﴿سوال نمبر ۲۴﴾:۔ فرمائیے اس رتبہ امامت کو آپ رتبہ نبوت کا عین سمجھتے ہیں یا غیر۔ اگر عین سمجھتے ہیں تو جاعلک کا مفہوم کیا ہے؟

جواب نمبر ۲۴:۔ رتبہ امامت و رتبہ نبوت میں فرق ہے۔ جبکہ دونوں بارگاہ خداوندی سے عطا ہوتے ہیں۔ ہم پہلے سوال کے جواب میں وضاحت کر چکے ہیں کہ نبی شریعت کا اجراء کرتا ہے اور امام اس کی نگہداشت کرتا ہے۔ نبی صاحب نبوت ہوتے ہوئے بھی امام ہو سکتا ہے لیکن چونکہ تکمیل شریعت کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن نہیں ہے لہٰذا دین اکمل و جامع کے محافظ کو امام کہا جاتا ہے۔

﴿سوال نمبر ۲۵﴾:۔ اگر غیر ہے تو پھر ابراہیم علیہ السلام میں آپ

ایسی دوصفتوں کا اجتماع تسلیم کرتے ہیں جن کو حضور علیہ السلام میں تسلیم نہیں کیا کرتے؟

جواب نمبر ۳۴:۔ ہم حضورگوامام الانبیاء تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی امامت ورسالت ونبوت سے کسی کو انکار نہیں ہے۔

﴿سوال نمبر ۳۵﴾:۔ اگر دونوں صفتوں سے حضور علیہ السلام موصوف ہیں تو وصفِ امامت کی تصریح قرآن پاک سے ثابت کیجئے؟

جواب نمبر ۳۵:۔ تلاوت فرمایئے سورہ آلِ عمران نمبر ۶۸۔

۶۸۔ اِنَّ اَوۡلَی النَّاسِ بِاِبۡرٰھِیۡمَ لَلَّزِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّزِیۡنَ اٰمَنُوۡا ط وَاللّٰہُ وَلِیُّ الۡمُوۡءمِنِیۡنَ ہ

یعنی بے شک حضرت ابراہیم کے والی وہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا اتباع کیا اور نبی ﷺ اور صاحبان ایمان اور اللہ مومنین کا ولی ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے ہوا کہ ذریعت ابراہیمؑ ان کی وراثت نبوت وامامت کے لئے سزاوارترین وہ ہیں جو کہ ان کے مطیع ہیں اور حضور ختم المرسلینؐ اولی ہیں اور وہ اوْلی ہے جو کہ ایمان دار ہیں اور خدا اولی مومنین ہے۔ یعنی اولی الناس کہ حاکم، سردار، پیشوا وامام بعد حضورؐ اور آپؐ کے بعد تابع فرمان نبی ہیں۔

﴿سوال نمبر ۳۶﴾:۔ اگر تصریح دکھانے سے آپ عاجز ہیں تو ابراہیم علیہ السلام کا رتبہ افضل الانبیاء سے زیادہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ فرمایئے کیا جواب ہے؟

جواب نمبر ۳۶: ۔ہم نے عاجز رہنے والے لوگوں کو امام ہی نہیں مانا۔

﴿سوال نمبر ۳۷﴾: ۔ فرمایئے جس امامت کی بشارت خالقِ کائنات نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو دی۔سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اسی کے متعلق اپنی اولاد کے استحقاق کے سلسلے میں سوال کیا یا کسی اور امامت کے سلسلے میں؟

جواب نمبر ۳۷: ۔اسی امامت کے مکمل سلسلہ کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ خداوندی میں سوال کیا۔

﴿سوال نمبر ۳۸﴾: ۔ اگر وہی امامت ان کی مراد تھی تو کیا ابراہیم کے نزدیک ان کی پوری مستحق امامت نہ ٹھری اور ابراہیم علیہ السلام کے نزدیک امامت کا حصر معین افراد میں غلط نہ ٹھرا؟

جواب نمبر ۳۸: ۔حضرت ابراہیم نے جس امامت کی دعا فرمائی اس میں پوری طرح ذریت شامل نہ تھی کیونکہ سرداری و پیشوائی سب کیلئے نہیں ہوسکتی تھی بلکہ یہ دعا عمومی الفاظ میں مخصوص تھی اور خود خداوند نے عہد کیا کہ یہ منصب کسی ظالم کیلئے نہ ہوگا۔خدا نے دعا قبول کر لی اور عہد فرمایا کہ یہ عہد تیری یہ اولاد کے عادل افراد کو ملے گا تو پھر اس حصر سے ابراہیمؑ کا ناخوش ہونا یا اُسے غلط سمجھنا آنجناب کی غلط سوچ ہی کا نتیجہ ہوسکتا ہے۔تمام ذریت کے لئے تمنا نہیں کی بلکہ "ومن ذریتی" عرض کیا ہے۔

﴿سوال نمبر ۳۹﴾: ۔ اگر خدانخواستہ دوسرے قسم کی امامت تھی تو کیا

ابراھیم علیہ السلام خداوندی حکم کے سمجھنے سے قاصر نہ رہے۔ تشریح درکار ہے۔

جواب نمبر ۳۹:۔ امامت منصوص ہی مراد تھی لہٰذا درکار تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

﴿سوال نمبر ۴۰﴾:۔ امامت مطلق اور مطلق امامت کے درمیان مفہوم کی حیثیت سے کیا فرق ہے؟

جواب نمبر ۴۰:۔ ہمارے ہاں اِن اصطلاحوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ جبکہ ہم صرف منصوص امامت پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ چونکہ یہ تقسیم آپ کے ہاں ہے لہٰذا مفہوم کا فرق دیکھنے کے لئے اپنے امام جناب شاہ محمد اسمٰعیل شہید بریلوی کی کتاب " منصب امامت " کا دوبارہ مطالعہ فرمائیں جہاں سے آپ نے یہ سوال اخذ کیا ہے۔ ہمارے لئے مفہوم بیان کرنا ضروری نہیں ہے۔

﴿سوال نمبر ۴۱﴾:۔ فرمایئے قرآنی اصطلاحات کی روشنی میں آپ کی مزعومہ امامت کا کیا مقام ہے؟ کیا یہ لفظ گمراہ فرقے کے مقتداؤں پر بھی استعمال ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب نمبر ۴۱:۔ ہمارے اعتقاد کردہ امام کو تائید قرآن حاصل ہے۔ باقی لفظ امامِ حقیقی اور امام کاذب کیلئے استعمال ہوسکتا ہے۔ جس طرح لفظ الٰہ یا ولی وغیرہ خداؤں اور جھوٹے معبودوں کے لئے وارد ہوا ہے۔

﴿سوال نمبر ۴۲﴾:۔ اگر نہیں ہوسکتا تو **قاتلوا آئمتہالکفر**

(التوبہ) کا کیا جواب ہے۔ جبکہ اس آیت میں کفار کے پیشواؤں پر ایسے خاص الخاص لقب استعمال کیا گیا ہے؟

جواب نمبر۴۲:۔ اپنی معنی مفہوم کے اعتبار سے یہ لفظ بلا لحاظ نیک و بد استعمال ہوا ہے۔ لیکن اصطلاح اسلام میں اس کے معنی خاص ہو گئے ہیں لہٰذا یہ معنی عام سے معنی خاص ہو گئے ہیں لہٰذا یہ معنی عام سے معنی خاص کی طرف اس طرح مشہور ہو گیا ہے کہ ہمارے ہاں امام سے مراد امامِ معصوم لی جاتی ہے۔ اگر لفظی استعمال پر آئیں گے تو پھر شاید ہی کوئی ایسا لفظ بچ سکے جو نیک و بد دونوں گروہوں کے لئے استعمال نہ ہوا، لفظ حدیث کے معنی دعام بات ہوتے ہیں جبکہ ہمارے ہاں اس سے مراد قولِ رسول ہے۔ لیکن قرآن میں یہی لفظ گمراہوں کی فضولیات پر استعمال ہوا ہے۔ اِسی طرح ملت، دین، سنت، وغیرہ دونوں وارد ہوئے ہیں۔ دور نا جائیے تھوڑے عرصے کی بات ہے کہ وزیر اعظم بھارت آنجہانی پنڈت جواہر لال نہرو کو عربوں نے "رسول امن" کہہ دیا تھا۔ فرمایئے کیا نہرو پر اس لفظ کا استعمال حضورؐ کے لئے باعث قدح (نعوذ باللہ) ہو سکتا ہے؟

﴿سوال نمبر ۴۳﴾:۔ اگر کیا گیا ہے تو تخصیص نہ رہی جواب درکار ہے؟

جواب نمبر۴۳:۔ کسی لفظ کی تخصیصِ لفظی معنی کی محتاج نہیں ہوتی ہے بلکہ خصوصیت اصطلاحی معنوں سے متعلق ہوا کرتی ہے۔

﴿سوال نمبر ۴۴﴾:۔ امام کا لقب ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے یا غیر ذوی کے لئے۔ اگر ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے تو توریت شریف کو خدا تعالیٰ نے اس

لقب سے ملقب کیوں فرمایا۔ ومن قبلہ کتاب موسیٰ امامؤ (ہود)؟

جوب نمبر۴۴:۔ موقع محل وسیاق کے مطابق لفظ امام ہر مطلوبہ مقام پر استعمال کیا جاسکتا ہے اور اپنے لغوی معنی کے لحاظ سے اس لفظ کا مفہوم سمجھا جاسکتا ہے ذوی عقل کی کوئی قید نہیں ہے۔ البتہ مذکورہ آیت میں امام سے مراد توریت شریف نہیں ہے۔ کیونکہ آیت اس طرح ہے۔ **انمن کا ن علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ ومن قبلہ کتاب موسیٰ اماماؤرحمۃ** حاصل آیہ یوں ہے کہ جو شخص منجانب خدا خلائق پر برہان وحجت کے ساتھ نامور ہوا (نبی) اس کے لئے ایک شاہد کا ہونا جو اُسی میں سے ہو (امام) لازمی ہے۔ اور اسی شاہد یعنی امام کو خدا نے امام ورحمت فرمایا ہے۔ علمائے اہلِ سنت کی کثیر تعداد نے تسلیم کیا ہے کہ یہ آیت رسول مقبولؐ اور جناب امیرؑ کی فضلیت میں اتری۔ دیکھئے فرائد السمطین تفاسیر واحدی، ثعلبی، خصائص طبری، ابونعیم، مناقب ابن مغازی وغیرہ۔

﴿سوال نمبر ۴۵﴾:۔ ذیل کی آیت میں امام کا لفظ شاہراہ پر استعمال کیا گیا۔ اگر واقعہ راستے کو بھی امام کہا جاتا ہے تو تخصیص کا تخیّل قطعاً خلافِ عقل ٹھہرا؟

جواب نمبر۴۵:۔ **وان کان اصحاب الایکۃ لظلمین** اور بلاشبہ بستی والے ظالم ہیں **فانتقمنا منھم وانھما لبامام مبین** پس ہم نے ان سے انتقام لیا بے شک دونوں بستیاں شاہراہ پر واقع ہیں۔

جواب نمبر۴۵:۔ آپ کا اعتراض خلاف عقل ہے کیونکہ ایک کثیر المعنی لفظ معنی لغوی مفہوم کے تحت مطالب میں استعمال ہوسکتا ہے اور ایسا استعمال کبھی اصطلاحی معنیٰ خاص کے لئے مضر نہیں ہوسکتا

ہے۔ورنہ کوئی مثال پیش کیجئے۔

﴿سوال نمبر ٤٦﴾:۔ فرمایئے یوم ندعو کلّ اناس با مامھم میں جن آئمہ کرام کا تذکرہ کیا گیا یہ وہی آپ کے آئمہ کرام ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور ہیں؟

جواب نمبر ۴۶:۔عرض یہ ہے کہ یہاں آئمہ برحق و آئمہ ناحق سب مراد ہیں۔

﴿سوال نمبر ٤٧﴾:۔ اگر صرف بارہ امام مراد ہیں تو پھر اناس کے مفہوم کو صرف حضور علیہ السلام کی اُمت سے خاص کرنا پڑے گا حالانکہ حشر کے دن آدم علیہ السلام کی پوری اولاد نیز ہر طبقے کے لوگ جمع ہوں گے جن میں آئمہ اخیار بھی ہونگے اور آئمہ اشرار بھی فرمایئے باما مھمہ سے مراد کون سے آئمہ مراد ہیں؟

جواب نمبر ۴۷:۔ہاں ہر طرح کے امام سچے اور جھوٹے مراد ہیں۔اور ہر کوئی جس جس امام کا ماموم ہو گا اس کے ساتھ بلایا جائے گا۔

﴿سوال نمبر ٤٨﴾:۔ آپ کے مسلکی اصول کے پیش نظر اما مھمہ سے مراد انبیاء علیہم السلام بھی لئے جاسکتے ہیں یا نہیں۔

جواب نمبر ۴۸:۔ لئے جاسکتے ہیں۔

﴿سوال نمبر ٤٩﴾:۔ اگر باما مھمہ سے مراد انبیاء علیہم السلام نہیں تو امتناعی وجوہ بیان فرمایئے؟

جواب نمبر ۴۹:۔کوئی امتناعی وجہ نہیں ہیں۔

﴿سوال نمبر ۵۰﴾:۔ اور اگر انبیاء ہی مراد ہیں تو ان کو ترک کر کے بارہ امام کیوں مراد لئے جاتے ہیں؟

جواب نمبر ۵۰:۔ صرف انبیاء کرامؑ ہی مراد نہیں ہیں بلکہ اُمتِ محمدیہ کے بارہ معصوم و منصوص آئمہؑ بھی ان میں شامل ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ ملّتِ مسلمہ کے حقیقی آئمہ اثنا عشر کی امامت نصوص قطعہ سے ثابت ہے۔

﴿سوال نمبر ۵۱﴾:۔

کیا جملہ انبیاء علیہم السلام کی اُمتوں کے آئمہ صرف یہی ہیں؟

اور قیامت کے دن سب کو ان کی طرف منسوب کر کے بلایا جائے گا۔ کیا اس ثبوت متفقہ طور پر اہلِ سنت و اہلِ تشیع کی کتابوں میں موجود ہے۔ اگر ہے تو پیش کیجئے؟

جواب نمبر ۵۱:۔ ہمارے آئمہ اثناء عشر صلواۃ اللہ علیہم نہ صرف آدم تا عیسیٰ علیہم السلام کی اُمتوں کے امام ہیں بلکہ آنحضرت کے علاوہ تمام انبیاء کے بھی امام ہیں اور اس کا سب سے بڑا اور متفقہ ثبوت اہلسنت و اہل تشیع یہ امر ہے کہ ظہور امام مہدی علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے امامؑ برحق کے پیچھے بحیثیت مقتدی نماز ادا کریں گے۔ جب انبیاء کرام جو امام بھی ہیں ہمارے سلسلہ امامت کے آخری امام کی امامت تسلیم کریں گے تو یہ بات از خود ظاہر ہے کہ پیرو رکاران بھی ہمارے ائمہ کی طرف آئیں گے۔ مشہور حنفی عالم مولوی محمد صلح چشتی اپنی کتاب مناقب مرتضوی کے باب اول میں منقبت نمبر ۲۷ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ تمام " انبیاء نے معراج میں جناب رسولِ خدا سے کہا ہم

سب لا الـہ الا الـلہ کی شہادت پر اور آپ کہ نبوّت اور علی ابن ابی طالب کی ولایت (امامت) کے اقرار کرنے پر مبعوث ہوئے ہیں۔اسی طرح میثاق امامت کی تاکید روز الست سے کتب فریقین میں ثابت ہے۔

﴿سوال نمبر ۵۲﴾:۔اگر تسلیم کرلیا جائے کہ قیامت کے روز حضرت علی مرتضٰی سے لے کر امام مہدی تک سارے ہدایت یافتہ لوگ ان کے پیچھے اٹھائے جائیں گے تو اس سے جمع انبیاء علیہم السلام کی ہتک نہیں کیونکہ تبلیغ کر کے امت تو حضور جمع فرمائیں اور قیامت کے دن لے جائیں آئمہ کرام؟

جواب نمبر۵۲:۔بلکل کوئی ہتک نہیں کیونکہ جب انبیاء اپنے میثاق کے مطابق آئمہ معصومین کی امامت تسلیم کرتے ہیں تو پھر ایفائے عہد باعث عزت وتکریم ہوگا نہ کہ باعث ہتک۔کسی فوجی کرنیل کے تحت فوج کے دستہ کا اپنے کسی جرنیل کی قیادت میں مارچ کرنا کبھی بھی کرنیل کو ہتک نہیں ہوا کرتا۔

﴿سوال نمبر ۵۳﴾:۔ثمرہ العقول شرح الفروع والاصول مطبوعہ ایران میں ہے کہ امام ام سے مشتق ہے اور ام عربی میں ماں کو کہتے ہیں۔جناب کے نزدیک یہ تفسیر حق و صداقت پر مبنی ہے یا نہیں؟

جواب نمبر۵۳:۔یہ تفسیر ہمیں ثمرہ العقول میں کہیں نظر نہیں آسکی ہے اگر تکلیف کر کے حوالہ مکمل لکھتے تو اس پر اظہار خیال کیا جاتا۔تاہم یہ بات درست ہے کہ "امام" "اِمہ" سے مشتق ہے نہ

کہ " أمّ " کے معنی ماں ہوتے ہیں جبکہ اُمّ کا مطلب قصد کرنا، پیشوا، امام ہونا، اور دماغ میں ہارنا ہونا ہوتا ہے۔ تمام کتاب لغت دیکھی جاسکتی ہیں۔ مگر ذاتی رائے کے مطابق اگر یہ تفسیر تسلیم بھی کر لی جائے تو مضر نہیں ہیں۔

﴿سوال نمبر ۵٤﴾:۔ اگر حق وصداقت پر مبنی ہے تو اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال؟

جواب نمبر ۵۴:۔ یہاں نہ یہ ہی کوئی احتمال ہے اور نہ ہی ابطال استدلال کی گنجائش ورنہ ثابت کیجئے۔

﴿سوال نمبر ۵۵﴾:۔ اگر یہ تفسیر صحیح نہیں تو عدم صحت پر دلائل بیان فرمائیے؟

جواب نمبر ۵۵:۔ اوّلاً تو تفسیر مذکورہ محولہ کتاب میں موجود ہی نہیں لہٰذا عدم صحت کا اوّل ثبوت عدم موجود ہے مگر چونکہ حقیر نے اس تفسیر کو باعثِ ضرر نہیں تسلیم کیا لہٰذا ایسے دلائل کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا ہوں۔

﴿سوال نمبر ۵٦﴾:۔ نیز تقدیر تسلیم جب سلسلۂ نسب والد سے چلتا ہے تو والد کے نام سے قیامت کے دن کیوں پکارا جائے گا؟

جواب نمبر ۵۶:۔ یہ سوال ہماری ناقص سمجھ سے باہر ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ شاید معترض سے سہو ہو گیا ہے والدہ کے بجائے والد لکھا ہے۔ تاہم اگر حسب فہم سوال ہے تو جواب یہ ہے کہ اللہ ستار العیوب ہے لہٰذا والدہ کے نام سے اٹھائے گا تاکہ غیر احلالی لوگوں کا پردہ فاش نہ ہو ممکن ہے کسی مشہور

ہستی کا حرام زادہ ہونا نشر ہو جاتا۔

﴿سوال نمبر ۵۷﴾:۔ اگر امام کا معنی شاہراہ لیا جائے جیسا کہ گزر چکا ہے اور یوں پکارا جائے اے فلاں مسلک والو تو اس میں کیا حرج ہے؟

جواب نمبر ۵۷:۔ شیعان اہل بیتؑ کو تو اس میں جرح نہیں کے کہ شیعہ کے اصلاحی معنی یہ پیرو کارانِ علیؑ و فاطمہؑ ہیں۔ لیکن ایسی صورت میں سُنیوں کے لئے افتراق ہوگا کہ کہا جائیں گا، مالکیو! شافعیو! حنبلیوں! حنفیو! وہابیو! چکڑالویو وغیرہ۔

﴿سوال نمبر ۵۸﴾: آیت کے سیاق و سُباق سے پتہ چلتا ہے کہ اس آیت میں امام کا اطلاق اعمالناموں پر کیا گیا ہے۔ فرمایئے کیا رائے ہے؟

جواب نمبر ۵۸:۔ لفظ امام کا اطلاق اعمالناموں پر ہونا ہمارے مذہب کے لئے باعثِ نقصان نہیں ہے۔

﴿سوال نمبر ۵۹﴾:۔ قرآن مجید میں ہے **وجعلنا همه آئمة يهدون بامرنا**۔ ضمیر ھمہ کا مرجع بیان فرمایئے؟

جواب نمبر ۵۹:۔ آیت کے لفظ یو ہیں "**وجعلنا هم آئمة يهدون بامرنا**" اور ضمیر "**همه**" اولادِ یعقوب علیہ السلام یعنی بنی اسرائیل کی طرف راجع ہے۔

﴿سوال نمبر ۶۰﴾:۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ جن حضرات کو اہل

تشیع امام منصوص مانتے ہیں کیا ان کو دنیا میں سلطنت اور تمکین فی الارض (قوت) نصیب ہوئی یا نہیں؟؟

جواب نمبر ۶۰:۔ شیعوں کے اکثر آئمہ طاہرین کو نہ ہی سلطنت وقوت حاصل ہوئی اور نہ ہی ظاہری حکومت۔ تفصیل آگے آرہی ہے۔

﴿سوال نمبر ۶۱﴾:۔ اگر ہوئی تو اسرار خلاف واقع ہے الا ماشاءاللہ اور اگر نہیں ہوئی تو ارادہ خداوندی کا کیا مطلب رہا؟

جواب نمبر ۶۱:۔ ارادہ خداوندی کا مطلب اگلے اعتراض کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں

﴿سوال نمبر ۶۲﴾:۔ اگر ارادہ الٰہی خداوندی میں بدا تسلیم کرلیا جائے تو پھر احسانِ امامت توریت اور تمکین سب کی نفی ہوگی۔ فرمایئے کیا جواب ہیں؟

جواب نمبر ۶۲:۔ ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس موقعہ پر ارادہ الٰہی میں بداء تسلیم کریں یا احسان امامت توریت شریف اور تمکین وغیرہ کی نفی کریں۔ لہٰذا اعتراضات کے مکمل کواب سے قبل ہم منقولہ آیات کو سیاق وسباق کے ساتھ دوبارہ لکھتے ہیں۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ مِنَ

الْمُفْسِدِیْنَ ہ ﴿۵﴾ وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ﴿۶﴾ وَنُمَکِّنَ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَنُرِیَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا کَانُوْا یَحْذَرُوْنَ ہ (القصص ۲ تا ۶)

(اے رسولؐ) یہ واضح و روشن کتاب ہے۔ ہم تمھارے سامنے موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ قومِ مومنین (کے نفع کے لئے) ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ بے شک فرعون نے زمین میں بہت سر اُٹھایا تھا۔ اور اس نے وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ کر دیا تھا اور اُن ہی (گروہوں) میں سے ایک گروہ کو عاجز کر دیا تھا کہ ان کے بیٹوں کو ذبح کرا دیتا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ بلاشبہ وہ فسادیوں میں سے تھا اور ہم یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ روئے زمین پر کمزور کر دیئے گئے ان پر احسان کریں اور ان کو امام بنائیں اور ان کو وارث بنائیں اور ان کو زمین پر پوری قوت عطا کریں۔ اور فرعون اور ھامان اور دونوں لشکروں کو ان ہی کمزوروں کے ہاتھ سے وہ چیزیں دکھائیں جس سے یہ لوگ ڈرتے تھے۔

خداوندِ حکیم نے ان آیات میں حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ بطورِ تمثیل بیان کیا ہے۔ کہ فرعون ملعون زمین پر ظالم و جابر حکمران تھا۔ اس نے رعایا کو متفرق کر دیا تھا اور ایک فرقہ شیعہ پر ظلم و ستم کا پہاڑ توڑ کر عاجز کر رکھا تھا۔ اس گروہ کی نرینہ اولاد کو ذبح کر دیتا تھا اور عورتوں کو مغموم حالت میں میں زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ اور اس کے اس فساد نے اس مخصوص گروہ کو ضعیف کر رکھا تھا۔ مگر کسی بھی ظالم و

مفسد کو خدا امام نہیں بنا تا ہے خواہ وہ کتنا ہی صاحب جاہ وحشم ہو اور وسیع مملکت وقوی اقتدار کا حامل ہو، بلکہ اللہ کی مرضی وارادہ یہ ہے کہ وہ اپنا احسان بظاہر کمزوروں ومظلوموں پر کرتا ہے، یعنی ذاتِ خداوندہ ہرگز ظالم ومفسد پر احسان نہیں کرتا خواہ وکتنا ہی بڑا بادشاہ کیوں نہ ہو۔ بلکہ اس کا احسان اُن کمزوروں کے لیے ہے جو ظلم وستم برداشت کرتے ہیں اور مشیت الٰہی یہ ہے کہ وہ ان مظلوموں کو امام بنائے، یہ ضروری نہیں ہے ان کو شاہی تخت دے کر بادشاہ سلطنت ظاہری بنائے بلکہ وہ امام بناتا ہے جو دین و دنیا میں پیشوائی کرتا ہے۔ اور ایسے ہی مظلوم اماموں کو ربّ العزت وارث بناتا ہے۔ اور وارث اسے کہتے ہیں جس کی طرف کوئی چیز منتقل ہو کر پہنچے اور میراث امرِ ہدایت کی ہے نہ کہ دنیاوی جائیداد یا ریاست کی اور آئمہ کو زمین پر پوری قدرت عطا کرتا ہے اور یہ قوت وقدرت بھی شاہی طاقت نہیں ہے بلکہ دیکھنے میں وہ امام کمزور ہاتھ نظر آتے ہیں لیکن ان ہی بظاہر ناتواں ہاتھوں میں یہ جوہر قدرت ہوتی ہے کہ صاحب سلطنت اُن کے ہاتھ دیکھ کر لرزتے ہیں۔

اِن آیات میں کسی صورت سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ آئمہ کے لئے حامل حکومت ہونا شرطِ امامت ہے کیونکہ قصّہ فرعون وموسیٰ کا ہے پیشوائی موسیٰؑ کے پاس تھی اور آخری دم تک تاج وسلطنت فرعون کے پاس رہا۔ چنانچہ باوجود محرومی سلطنت واقتدار کے موسیٰؑ امام ٹھہرے اُن کو وارث ہدایت بنایا گیا اور بادشاہ نہ ہوتے ہوئے اُن کو اللہ نے زمین پر یہ تصرف دیا کہ ارض تابع فرمان تھی کہ ارض پر دریا پر لاٹھی مار کر راستہ بنا کر اپنا تصرف روحانی وشانِ امامت کا ثبوت دیا۔ بظاہر کمزور ہاتھوں سے عصا تھام کر جابر حکمران کے چھکے چھڑائے اور ید بیضاء سے اس کے ہوش وحواس گم کر دیئے، پس مندرجہ بالا آیات سے شانِ امامت معلوم ہوئی کہ امام منصوص کے لئے تخت وتاج ضروری نہیں ہے بلکہ وہ ہادی ہوتا ہے علوم الٰہی کا وارث ہوتا ہے اور زمین پر تصرف پر رکھتا ہے، حاکم صاحبانِ سلطنت ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ اس سے خائف رہتے ہیں چنانچہ ارادۂ خداوندِ کریم آئمہؑ کے لئے کیا ہمارے آئمہؑ پورا ہوتا ہے کہ وہ سب کے سب مظلوم رہے۔ حکمران ہمیشہ

ان سے خائف رہے۔علم میں ان کا کوئی ثانی نہیں اور کتاب علوم فرقان حمید اُن سے اس طرح ساتھ ہے کہ دونوں میں جدائی نہیں ہے۔ارض پر تصرف تو رہا ایک طرف ہمارے ہی آئمہ کی شان ہے کہ ڈوبا سورج لوٹا دیا۔اور لوگوں نے خدا ہونے کا گمان کر لیا۔اگر یہ اوصاف کسی اور میں موجود ہوں تو ظاہر کر دیجئے۔خدا کا احسان، امامت، توریت اور تمکین تمام ثبت قرار پائیں۔

﴿سوال نمبر ٦٣﴾:۔ وجعلناهم آئمة يدعون الى النار ويوم القيامة لا ينصرون ۔ اور بنا دیا ہم نے خود آپ امام جو دیتے ہیں آگ کی طرف دعوت اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی۔اس میں ثابت کیا گیا ہے کہ کفار کے اماموں کی امامت بھی خدا ہی کرتا ہیں جیسا کہ جعلنا کے صیغہ سے عیاں ہے۔فرمایئے ان کی امامت کو آپ حضرات منصوص کیوں نہیں کہتے جبکہ جعل کا صیغہ سب آیتوں میں مذکور ہے؟

جواب نمبر ٦٣:۔ چلئے آپ کی یہ بات مان لی کیونکہ " جعل " ٹھہرانے اور قرار دینے کے معنی ہو سکتے ہیں۔اور خدا نے آئمہ ضلالت کہ داعی جہنم قرار دیا ہے۔آپ کو خوش کرنے کی خاطر یہ بھی گوارہ کرتا ہوں کہ آئمہ ضلالت کا تقرر بھی خدا نے کر دیا لیکن آخر اس میرے ذاتی اقرار سے آپ کے مذہب کو کیا فائدہ جبکہ بیان کر دیا گیا ہے کہ ایک لفظ مستحق مقام پر بھی بولا جا سکتا ہے اور مقدوح جگہ پر بھی۔یہ طریقہ ہر زبان میں اختیار کیا گیا ہیں۔جیسا کہ ہم نے پیچھے لکھا ہے کہ عربوں نے محمدؐ کو بھی رسول کہا اور پنڈت نہرو کو بھی۔لیکن دونوں رسالت میں زمین آسمان کا فرق ہیں۔

﴿سوال نمبر ٦٤﴾:۔ دیکھئے اس آیت میں قائدین ظلمت پر بھی

آئمہ کا لفظ اطلاق کیا گیا ہے تو تخصیص کہاں رہی؟

جواب نمبر ۶۴:۔ صرف آپ کی سمجھ کا فرق ہے ورنہ ہدایت و گمراہی میں امتیاز پیدا نہ کر کے دراصل اس آیت میں تخصیصی پہلو ہے کہ آئمہ ضلالت اور آئمہ ہدایت میں فرق ہوتا ہے کہ اوّل لذکر جہنم کی دعوت دیتے ہیں اور مؤخر الذکر جنت کی ضمانت۔

﴿سوال نمبر﴾:۔ وجعلنا منھم آئمة یھدون با مر نا لما صبرو د کا نو آ آبا یتنا یو قنون۔ اور بنائے ہم نے ان میں سے امام بلاتے ہیں لوگوں کو ہمارے امر سے جونہی کے انہوں نے صبر کیا اور تھے ہماری آیات سے یقین رکھتے۔ اس آیت میں صبر کی جزاء پر منصبِ امامت کا عطا ہونا ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ صبر کی جزاء میں منصب امامت عطا ہونا ذکر کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ درجہ امامت نہ تو مزعومہ معینہ آئمہ پر بند ہے اور نہ امامت وہبی ہوتی ہے۔

جواب نمبر ۶۵:۔ اس آیت سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو رہا کہ صبر کی جزا میں منصب امامت عطا ہوتا ہے بلکہ اظہار شرط ہے کہ امام صابر ہوتا ہے اور حامل ایقان۔ اللہ تعالیٰ بلا وجہ کسی کو امام مقرر نہیں کرتا بلکہ اس کا بنایا ہوا امام صابر ہوتا ہے۔ اور صبر کی تعریف یہ ہے کہ مجبور نہ ہو بلکہ مختار ہوتے ہوئے بھی صبر کرے۔ نیز یہ کہ امام صاحب یقین ہوتا ہے اور اس کے دل میں شک کبھی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ صبر و یقین کے معیار پر سوائے آئمہ اثنا عشر علیہم السلام کے اور کوئی بھی شخص پورا نہیں اتر سکا۔ لہٰذا ہم کھلا چیلنج دیتے ہیں کہ کوئی بھی نقلی امام معیار صبر اور یقین پر ہمارے آئمہ برحق سے افضل دکھا دیا جائے تو ہم قائل ہو جائیں گے۔ یہی دونوں معیار امامت کے وہبی ہونے کی روشن دلیل ہیں۔

اس اعتراض کی تردید بصورت دیگر ہے کہ معترض کے نزدیک امام سے مراد نبی ہے۔ اگر نبوت کسبی ہوسکتی ہے تو امامت بھی ہو سکے گی ورنہ سوچ لیجئے توہینِ نبوت ہوگی۔ کیونکہ آپ کے زعم کے مطابق امامت سے مراد نبوّت ہے۔

﴿سوال نمبر ٦٦﴾:۔ نیز اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جن کو بارگاہِ خداوندی سے منصب عطا ہوتا ہے ان سے اللہ تعالیٰ تبلیغ دین اور اعلانِ حق کا کام لیتا ہے اور اگر کسی امام سے یہ فرائض ادا نہ ہو تو سمجھا جائے گا کہ یہ منصب امامت پر فائز نہیں ہیں۔فرمایئے ان حالات میں تقیہ کے تصور کیا حقیقت رہتی ہے؟

جواب نمبر ٦٦:۔ چونکہ حکم تقیہ بذات خود تبلیغ دین میں شامل ہے اور اعلان حق ہے۔ لٰہذا تقیہ منصب امامت کے لئے کسی نقص کا باعث نہیں ہے۔افسوس ہے آپ نے اپنے مرشد اسمٰعیل شہید صاحب کی منصب امامت دیکھی پھر نہیں دیکھی۔ امامت باطنہ کے ضمن میں موصوف نے اس بات پر سیر حاصل بحث کی اور تسلیم کیا ہے کے منصب امامت کے لئے سیاسی اقتدار ضروری نہیں ہے۔مطالعہ کر کے اپنے شکوک وشبہات دور کر سکتے ہیں۔

﴿سوال نمبر ٦٧﴾:۔ اعلائے کلمۃ اللہ کے فقدان سے امامت کی نفی معلوم ہوتی ہے آیت کی تشریح درکار ہے؟

جواب نمبر ٦٧:۔ تقیہ حکم دین ہے قرآن وحدیث سے مکمل طور پر ثابت ہے عقل ونقل کی تائید سے تقیہ معقول ہے۔لٰہذا تقیہ پر عمل کرنے سے امامت کی نفی نہیں معلوم ہوتی بلکہ یہ عمل اعلائے کلمۃ

اللہ کے تحت ہے کے اس وسوسہ کا شافی جواب بھی منصب امامت میں اسی جگہ شاہ اسمٰعیل صاحب نے تحریر کیا ہے۔

﴿سوال نمبر ٦٨﴾:۔ من قبلہ کتاب موسیٰ ہے جو امام بھی ہے اور رحمت بھی۔اس آیت میں (کتاب) توریت پر امام کا لفظ اطلاق کیا گیا ہے تو لامحالہ آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امامت کا مفہوم ہرف (صرف) وہی نہیں ہے جو آپ حضرات کے تخلیل میں مسلمات سے ہے؟

جواب نمبر ٦٨:۔ ہم امانت کے دیگر مفہومات سے انکار نہیں کرتے البتہ ہمارا عقیدہ امامت خاص مطالب رکھتا ہے اور امامت کے معنی خاص اس قدر معروف ہیں کہ بلاقرینہ ہم امامت سے مراد نیابت رسول سمجھتے ہیں۔

﴿سوال نمبر ٦٩﴾:۔ آیت مباہلہ بھی شہادتِ امامت کے لئے پیش کی جاتی ہے فرمایئے اس کا پیش کیا جانا بطور استدلال کے ہوتا ہے یا بطور تائید کے؟

جواب نمبر ٦٩:۔ آیت مباہلہ دونوں طریقوں سے ثبوتِ امامت ہے۔

﴿سوال نمبر ٧٠﴾:۔ اگر بطورِ استدلال کے لئے تو یہ خلاف واقع ہے کیونکہ اس واقعہ سے یوم مباہلہ حضور علیہ السلام نے استنباط نہیں کیا؟

جواب نمبر ٧٠:۔ آیت مباہلہ دلیل ہے کہ حضرت علیؑ نفسِ رسولؐ ہیں لہٰذا نفسِ رسول کا اعزاز پاکر از روئے قرآن حضرت امیرؑ وارث وقائم رسول قرار پا جاتے ہیں۔ جو شخص رسول کا نفس ہوگا وہ تمام امت سے افضل ہوگا اور یہ فضلیت معیارِ امامت ہے۔

«سوال نمبر ۷۱»:۔ اور اگر بطور تائید ہے تو بھی خلاف عقل ہے کیونکہ مباہلہ سے مقصد ظالموں پر لعنت کرنا ہے اور شبِ ہجرت تحفظ رحمت تھا جس سے غرض ظلموں پر لعنت ہو وہ تو مستحق ٹھہریں اور جس صدیق اکبر کو شب ہجرت ساتھ لے جائیں جس کا مقصد تحفظ رحمت تھا وہ منصبِ امامت سے کیوں محروم رہیں؟

جواب نمبر ۷۱:۔ واقعہ مباہلہ تاریخ اسلام میں بہت اہمیت کا حامل ہیں لیکن آپ پر سخت تعجب ہے کہ آپ نے استدلال تسلیم کرنے کو خلاف واقع قرار دیا ہے حالانکہ تمام تواریخ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت ابوبکر مسلمانوں کے بادشاہ بنے تو انہوں نے انصار کے سامنے اپنا قرابت اور رسولؐ ہونا دلیل بنایا اور کہاں کہ ہم قریش جو کہ خاندانِ رسولؐ ہے کہ علیؑ نفسِ رسولؐ ہیں اور ان کے دونوں بیٹے فرزندِ پیغمبرؐ ہیں۔لہٰذا آیت مباہلہ خود عمل ابوبکر سے دلیل و تائید ثابت ہوئی۔لہٰذا آپ کو حضرت ابوبکر کی مخالفت کرنا زیب نہیں دیتا۔یہ بات عقل کے عین مطابق ہے کہ جن افراد کو حضورؐ اپنے وارث،فرزند اور نفس قرار دیں۔بعد از رسولؐ ان کو مراتب وفضائل سے گرانے کی کوشش کیجائے۔ مباہلہ کا مقصد صرف یہی نہ تھا کہ ظالموں پر لعنت کی جائے بلکہ یہ ایک حق و باطل کی کسوٹی تھا جیسا کہ آیت شانِ نزول کو اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ یہ واقعہ حضورؐ کے وقت کا ہے کہ نجران کے عیسائی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔پیغمبر کریمؐ نے خاطر تواضع فرمائی۔مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور وہاں وہ اپنے طریقے سے عبادت بھی کرتے تھے۔حضورؐ نے آدمؑ کی مثال دیکر ان کو سمجھایا کہ الوہیت و ابنیت مسیحؑ کا عقیدہ درست نہیں ہے۔لیکن نصاریٰ پر اس وعظِ رسولؐ کا کوئی اثر نہ ہوا۔آخر حضورؐ نے ان سے قسماقسمی کرنا چاہی جس کو اصطلاحِ اسلام میں مباہلہ کہتے ہیں آپؐ اپنی صاحبزادی سیدہؑ وصدیقہ،حسنینؑ شریفین اور حضرت علیؑ کو لے کر میدان مباہلہ میں تشریف لے جانے کے لئے چلے مگر نصاریٰ نجران بھاگ گئے۔صاحب تفسیر کشاف کی رائے ہے کہ آلِ عبا کی فضلیت میں اس سے بڑھ کر اور کوئی دلیل

نہیں کیونکہ جس وقت یہ آیت اتری تو جناب رسولؐ خدا نے ان چار بزرگوں کو بلایا جناب امام حسینؑ کو گو دمیں لیا اور امام حسنؑ کا ہاتھ پکڑا، حضرت فاطمہؑ اور جناب امیرؑ پیچھے پیچھے تشریف لائے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا جب میں دعا مانگوں تو تم آمین کہنا اسقب لارڈ بیشپ نے عیسائیوں سے کہاں اے عیسائیوں ایسے چہرے نورانی دیکھتا ہوں اگر خدا سے دعا مانگیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو خدا اس کو اپنی جگہ سے ہٹا دے گا۔ تم ان سے مباہلہ مت کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور زمین پر کوئی بھی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ پس ان کے لارڈ پادری نے آکر عرض کیا کہ ہم مباہلہ نہیں چاہتے۔ جزیہ قبول کیا آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر یہ نصاریٰ لوگ مباہلہ کرتے تو خنزیر اور بندر ہو جاتے، اور اس وادی میں آگ لگ جاتی۔ **(تفسیر کشاف جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۳۰۷) (تفسیر کبیر جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۶۹۹، تذکرہ خواص الامۃ صفحہ ۹)**

اس مباہلہ میں دراصل تصدیق نبوّت و رسالت اور حقانیت دین اسلام کی ضرورت تھی محض لعنت فرمانا مقصود ہرگز نہ تھا، یہ مباہلہ حضرات پنجتنؑ پاک کی تمام صحابہ پر فضیلت کی دلیل ہے اور ان سب کو صدیق اکبر، مصّدق نبوّت، شاہد رسالت اور حجت حقّہ ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ آنحضرت نبی مکرمؐ سچے رسول نہ ہوتے تو اپنی اولادِ طاہرہ کو ایسے پُرخطر مقام پر ہرگز لے جانے کا قصد نہ کرتے جہاں کہ عذاب کا احتمال تھا۔ مگر یہ ہستیاں بلا خوف و خطر یقینِ کامل کے ساتھ اللہ کی راہ میں جان فدا کرنے کو حاضر ہو جائیں۔ چنانچہ ہمیشہ مخالفینِ اسلام کے مقابلہ میں پنجتن پاک ہی اپنی ہر قسم کی قربانی پیش کرتے رہے اور اسلام کو محفوظ رکھا۔ باقی باتوں کے علاوہ ایک انتہائی لطیف اور سبق آموز نکتہ یہ ہے کہ جو بھی ان پاک نفوس کے مقابلے میں آئے گا وہ ملعون ہوگا۔ اب خود فیصلہ کرلو کہ جن کی صداقت پر غیر مسلم یقین کر کے مقابلہ سے دستبردار ہو گئے آپ کے صدیق نے اُن ہی سچوں کو جھوٹا قرار دے کر آپ کے مبینہ مقصد کی زد میں آگئے۔ علیٰ مدبا البیان مباہلہ صرف لعن طعن سے غرض سے نہ تھا بلکہ حفاظتِ دین کے لئے تھا۔ اور چونکہ دین کی پیشوائی کا منصب معصوم ہستیوں کے لئے وقف ہے لہٰذا حضورؐ نے کسی ایک بھی غیر معصوم کو ساتھ نہ لیا اور عملاً اس بات کو واضح کر دیا کہ دنیا جس

کومرضی صدیق اکبر سمجھے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس مزعومہ فرد کو خدا اور رسول بھی ایسا ہی بتائیں ورنہ مباہلہ میں ضرور حضورؐ اور بھی صدیقوں کو شامل فرما لیتے۔

آنجناب نے روز مباہلہ اور شب ہجرت میں موازنہ کیا ہے اور میدانِ شناخت حق و باطل کو محض لعنت کدہ سے تعبیر کر کے روز مباہلہ کی فضیلت سے انکار کیا ہے جبکہ شب ہجرت شب برات سے کم نہیں کہ روز مباہلہ روز عید ہے اور شبِ ہجرت شب برات سے کم نہیں لیکن اتنا فرق ضروری ہے کہ مباہلہ کا دن حق و باطل کے فیصلے کا دن تھا۔ اور ہجرت کی رات بظاہر پر مصائب تھی کہ سید المرسلین کو شہر بدر نہ ہونا پڑا، ذرا گستاخی کروں کہ حق کو میدان چھوڑ کر جانا پڑا۔ عام الفاظ میں باطل سے بھاگنا پڑا۔ مگر نہیں دراصل حق مغلوب ہونے کے لئے آیا ہی نہیں ہے۔ اگر ایک حق نے جگہ چھوڑی تو دوسرا حق اس پر قائم مقام ہوا۔ کیونکہ خلافت و امامت قائمقامی میں پیشوائی کا نام ہے لہٰذا ہم اس واقع پر فیصلہ کئے لیتے ہیں جب کوئی حاکم کو کسی دوسری جگہ دورے پر جاتا ہے اس کی کرسی پر جو عہدہ دار اس کے فرائض کی نگہداشت کرتا ہے اسے قائمقام کہا جاتا ہے۔ نہ کہ اس افسر کے ساتھ دورہ پر جانے والے افراد کو قائمق م کہا جاتا ہے۔ شب ہجرت حضورؐ نے تمام امور کا چارج عملاً حضرت علیؑ کو عطا کیا۔ امانتیں سپرد کیں۔ اہلِ خانہ کی حفاظتی ذمہ داریاں عائد فرمائیں۔ اپنا بستر حوالے کیا۔ ضروری و متعلقہ ہدایات و احکامات صادر فرمائے اپنا ولی عہد مقرر فرمایا، اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے مرضاتِ خداوندی کی کنجیاں لے کر تمام خزانے حوالے کر دیے۔

جبکہ حضرت ابو بکر کو نہ ہی جانشین مقرر کیا اور نہ ہی ساتھ لے کر جانے کا حکم دیا بلکہ حضرت صاحب خود ہی پیچھے ہو لئے کہ شاید حضورؐ جب دورے پر تشریف لے جا رہے ہیں تو خوب خاطر تواضع ہو گی اور مہمان نوازی کی جائے گی، دوران سفر افسر صاحب کو اس ساتھی صاحب کی تشفی کرنا پڑی اور تسلی

دینا پڑی کہ مت خوف کھا اللہ میاں عنقریب تمہیں خوب زردہ پلاؤ کھلائے گا۔

اب عقلاً انصاف سے فرمایئے کہ جو شخص تلوار کے سائے میں سوتا رہے رحمت کی حفاظت اس نے کی یا جو غارِ محفوظ میں چھپا اور باوجود مشاہدہ حفاظتِ قدرت کے خوفزدہ رہا اور دشمن کو سر پر پا کر آنسوے بہاتا رہا کہ خدا کو قرآن میں مذمت کرپڑی۔ ایک حفاظت کرنے والے کو مرضات الٰہی نصیب ہوئیں اور دوسرے کو لاتحزن کی سرزنش۔ پس جو حامل مرضاتِ الٰہی ہوا معصوم و منصوص امام ہوگا اور جو محفوظ مقام پر بھی خوف زدہ رہا اور رحمت کی حفاظت کرنے کی بجائے عملاً زحمت ثابت ہوا قطعاً منصب، امامت الٰہیہ کے لائق نہیں ہے۔

﴿سوال نمبر ۷۲﴾:۔ اثبات امامت کے لئے آیت **انما ولیکم اللہ و رسولہ و لمو منین** بھی پیش کی جاتی ہے فرمایئے عربی لغت میں لفظ ولی کے کتنے معنی ہیں۔

جواب ۷۲:۔ لفظ ولی کے عربی زبان میں کافی معنی ہیں مثلاً حاکم، والی، وارث، مہربان، مددگار، دوست، نگہبان، مالک، رشتہ دار وغیرہ لیکن دراصل موسم بہار کی دوسری بارش کو ولی کہتے ہیں۔

لفظ اصحاب کی توضیح
پیش کردہ آیات کے جوابات

نہیں برابر اصحاب دوزخ کے اور اصحاب جنت کے جو اصحاب جنت کے ہیں وہی مراد پانے والے ہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کی ہدایت کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی بھیجے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہر آنے والا نبی معصوم۔ ہر نبی صدیق۔ ہر نبی طاہر۔ ہر نبی بے عیب اور ہر نبی کی زبان پر عصمت کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر ہر پیغمبر علیہ السلام اور رسول علیہ السلام کی ہر ممکن ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ میری امت میں افتراق اور تشتت پیدا نہ ہو مگر نتیجہ ہمیشہ اس کے برعکس ہی نکلا کہ جب بھی کوئی نبی یا رسول اس دنیا فانی سے عالم جاودانی کی طرف تشریف لے گیا تو اس کی امت کو افتراق اور گروہ بندی نے گھیر لیا اور ہر نبی کی امت فرقہ فرقہ ہوگئی۔

میں ایک مشہور حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کر کے اپنے اس دعوے کو ثابت کرتا ہوں۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ "ان بنی اسرائیل تفرقت علی ستتین و سبعین ملة وتتفرق اُمتی علی ثلاث و سبعین ملة کُلُهم فی

السنا الا واحلسة"۔ کتاب شرح فقہ اکبر ص۲ فرمایا بنی اسرائیل میں افتراق ہوا تو ان کے بہتر فرقے ہو گئے اور میری امت کے افتراق کی وجہ سے تہتر فرقے ہوں گے۔ بہتر جہنم میں جائیں گے اور صرف ایک فرقہ میری امت کا جنت میں جائے گا۔ کیونکہ مسلمان نمازیں تو ہر فرقے کے لوگ پڑھتے ہی ہیں اور روزے بھی ہر گروہ کے لوگ رکھتے ہیں۔ حج ہر امام کے ماننے والے ادا کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت تو سارے مسلمان کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جنت میں ایک گروہ جائے گا اور باقی بہتر فرقے دوزخ میں سکونت پذیر ہوں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں صرف ایک فرقہ کے پاس اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منشاء کے مطابق دین ہے اور باقی بہتر فرقوں کے پاس اپنی مرضی کا دین ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک فرقہ حقیقی مسلمان ہے اور بہتر فرقے لفظی مسلمان ہیں۔ مجھے ایک لفظ پر بحث کرنا ہے اور وہ لفظ ہے۔ اصحاب

بہتر فرقے تو کہتے ہیں کہ اصحاب ایک مبارک ومقدس لفظ ہے۔ لہذا اصحاب یقیناً جنتی ہوا کرتے ہیں اور ایک فرقہ کہتا ہے کہ اصحاب ہر اچھے برے انسان بلکہ حیوان تک کو بھی کہا جا سکتا ہے۔ جنت میں جانے کے لئے عمل وکردار اور ایمان کی ضرورت ہے نہ لفظ اصحاب کہ جس پر ہی بولا گیا وہ چاہے جیسا بھی ہو جنتی ہوگا۔ قرآن کے شواہد پر غور کرو۔ نہیں برابر ہوتے اصحاب نار کے اور اصحاب جنت کے بلکہ جنت کے اصحاب فائزون ہیں۔ معلوم ہوا کہ لفظ اصحاب جنتی اور جہنمی لوگوں پر بھی بولا جاتا ہے اور (پ ا ع ۱۴)۔ میرے حبیب آپ سے اصحاب جہنم کے بارے میں سوال نہ ہوگا تو یہاں بھی تو خالق نے دوزخی بزرگوں کو اصحاب کے لفظ سے یاد فرمایا ہے اور مارے گئے کھائیوں والے اصحاب کہ وہ آگ تھی ایندھن والی۔ اس مقام پر بھی دوزخیوں کو اصحاب کہا گیا ہے اور پکاریں گے اصحاب جنت کے اصحاب دوزخ کو۔ ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ لفظ **اصحاب ہر نیک وبد پر قرآن پاک میں استعمال ہوا ہے۔**

اب میں قرآن مجید سے ان آیات کو پیش کرتا ہوں جن پر عامتہ المسلمین کو ناز ہے کہ ہر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قابل احترام اور واجب التعظیم و نجات یافتہ ہے۔ ہو تم بہتر امت جو نکالی گئی ہے۔ واسطے لوگوں کے حکم کرتے ہو ساتھ بھلائی کے اور منع کرتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو ساتھ اللہ کے۔ اس آیت میں ایک دو یا تین حضرات تو نا کام نہیں ہے بلکہ لفظ عام ہے۔ اصحاب نواز حضرات فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد اصحاب ثلاثہ ہیں کہ وہ بہتر امت ہیں۔ مگر یہ صاف قرآن الحکیم کے فرمان کے خلاف ہے۔ اس میں لفظ امت ہے۔ مسلمانوں اگر ساری امت کو خطاب ہے تو کیا ساری امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین امت ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ امت تو بدترین امت ہے۔ کس نبی کی امت نے اپنے رسول ﷺ کے بچوں کو تین دن کا بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کیا؟ کس نبی کی امت نے اپنے نبی کے بچوں کے خیمے جلائے؟ کس نبی کی امت نے اپنے نبی کے بچوں کی لاشوں پہ گھوڑے دوڑائے؟ کس نبی کی امت نے اپنے پیغمبر کی بیٹیوں کو سر برہنہ بازاروں اور درباروں میں پھرایا؟ کیا یزید؟ شمر؟ عمر بن زیاد؟ حرملہ؟ حصین؟ حجاج؟ متوکل وغیرھم بہترین امت ہیں۔ اگر یہ بہترین امت ہے تو بدترین کونسی امت ہوگی؟

عمر بن عبدالعزیز نے نہایت سچ کہا کہ اگر اور پیغمبروں کی امتیں سب مل کر اپنے اپنے زمانہ کے بدکاروں کو پیش کریں اور ہم صرف حجاج کو مقابلہ میں لائیں تو اللہ ہمارا پلہ بھاری رہے گا۔ امام اعظم شبلی نعمانی ص ۳۶۔ کیا یہ امت ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے بہترین امت کا خطاب عطا فرمایا ہے۔ مسلمانوں اس مقام پر سوائے آل محمد ﷺ کے کوئی بھی فرد مراد نہیں ہے۔ بس آل محمد ﷺ ہی بہترین امت ہیں۔ اعتراض ہوسکتا ہے کہ لفظ امت ہے۔ اس میں دو ایک فرد کس لئے مراد لئے جاسکتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ لفظ امت تو ایک انسان کو بھی قدرت نے فرمایا ہے۔ (پارہ ۱۴ع ۲۲)۔ تحقیق ابراہیم علیہ السلام امت تھا فرمان بردار اور حنیف تھا۔ واسطے اللہ تعالیٰ کے تو خالق نے صرف اکیلے ابراہیم علیہ

السلام کو امت فرمایا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اکیلے ابراہیم علیہ السلام کو امت فرمایا ہے۔ اسی طرح اکیلے حیدر کرار علیہ السلام کو بھی امت فرمایا گیا ہے۔

صاحب یہ روز روز کا جھگڑا چکایئے ہم مرتبہ علیؑ کوئی ہے تو لایئے
یہ کان وہ ہیں جن میں اذاں دی رسولؐ نے یہ وہ دہن ہے جس میں زباں دی رسولؐ نے

اگر کوئی اصحاب نواز اعتراض کرے کہ یہ آیت تو اس وقت کے تمام اصحاب رسول ﷺ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو میری عرض ہے کہ کیا عبداللہ ابن ابی۔ مروان ابن حکم اور خود حکم اور اس کے ساتھ عبداللہ ابن ابی کے تین صد ساتھی جو جنگ احد کو جاتے ہوئے راستہ سے واپس آگئے تھے تو ان کے متعلق کیا رائے ہے۔ غور فرمایئے آیت مندرجہ ذیل میں ہے:

اور تمہارے اردگرد رہنے والے بعض اعراب منافق ہیں اور بعض مدینے کے لوگ بھی نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ اے رسول ﷺ تم ان کو نہیں جانتے ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔ عنقریب ہم ان کو دوہرا عذاب دیں گے۔ پھر لوٹا دیئے جائیں گے طرف عذاب عظیم کے۔ کیوں مسلمانوں یہ کون لوگ ہیں۔ اس کے علاوہ سورہ منافقون اور سارے قرآن پاک میں جابجا منافقوں کا ذکر ہے۔ یہ بھی تو اصحاب رسول ﷺ تھے۔ بس اُس کے علاوہ چارہ ہی نہیں کہ **کُنتم خیر اُمةٍ** سے مراد صرف آل محمد ﷺ ہیں۔

دوسری آیت جو فخر سے پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے:

پس جن لوگوں نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ایزا دیئے گئے۔ بیچ راہ

میری کے اورلڑے اور مارے گئے البتہ دور کروں گا ان سے برائیاں ان کی اور البتہ داخل کروں گا ان کو بہشتوں میں چلتی ہیں۔ نیچے ان کے سے نہریں۔ یہ ثواب ہوگا خدا کی طرف سے اور اللہ نزدیک اس کے سے جو اچھا ثواب (ترجمہ رفیع الدین) اس آیت کریمہ نے خود ہی فیصلہ کر دیا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ حکم ہے **أوذو افی سبیلی**۔ ایزا دیئے گئے میری راہ میں۔

بتاؤ مسلمانوں اصحاب ثلاثہ کو کیا ایذا مشرکین نے دی ہے۔ اول اور ثانی تو شعیب ابی طالب میں بھی نظر نہیں آتے جب کہ رسول خداﷺ سے مشرکین مکہ نے بائیکاٹ کیا تھا۔ تمام ہاشمی تو نہایت عسرت و تنگی سے وقت گزار رہے تھے اور یہ بزرگ آرام اور امن سے مکہ میں ہی سکونت پذیر تھے۔ آگے ہے۔ **وقتلو و قتلوا** کہ وہ قتل کرتے بھی ہیں اور قتل ہوتے بھی ہیں مگر قسمت کی بات ہے کہ ان بزرگوں نے نہ کسی کو قتل کیا اور نہ خود قتل ہوئے اور یہ صرف ان ہی بزرگوں کا خاصئہ کمال ہے کہ تاریخ عالم اس سلسلے میں مدد دینے سے مجبور و معذور ہے۔ مسلمانوں یہ آیت تو حضرت بلالؓ اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہا کی شان میں ہے کہ مشرکین مکہ ان کو ایذا دیتے تھے۔ دیکھو تفسیر حسینی قادری جلد اص ۱۴۸۔ جن بزرگوں کو ذکر مسلمان فرمایا کرتے ہیں تو ان کو کون ایذا دے سکتا تھا۔ بلکہ وہ دنیا کو ایذائیں دیا کرتے تھے۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت آرہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں درہ تھا تو سعد بن ابی وقاص ان کی تعظیم کے لئے کھڑا نہ ہوا پس حضرت عمر نے اس کے سر پر درہ مارنا شروع کیا اور فرمایا کہ اگر تیرے دل میں خلافت کا رعب نہیں تو میں تجھے بتانا چاہتا ہوں کہ خلافت بھی تجھ سے مرعوب ہے۔ المجالس المرضیہ ص ۲۲۵۔ اسی طرح ایک دفعہ ابی ابن کعب کہیں جا رہا تھا اور اس کی قوم اس کے پیچھے تھی تو اس کو درے مارنا شروع کئے۔ شرح ابن ابی الحدید نہج البلاغہ میں ہے کہ حضرت عمر نے درے کو سب سے پہلے حضرت ابوبکر کی بہن ام فروہ بنت ابی قحافہ پر استعمال کیا کہ جب ابوبکر کی وفات ہوئی تو عورتیں

رو رہی تھیں اور ام فروہ بھی ان میں شامل تھیں تو عمر نے ان کو کئی مرتبہ رونے سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئیں پس ام فروہ کو علیحدہ کر کے اس پر جب درہ رسید کیا تو باقی تمام عورتیں بھاگ گئیں اور یہ مثل مشہور تھی کہ حجاج بن یوسف کی تلوار سے حضرت عمر کا درہ زیادہ خوفناک تھا۔ المجالس المرضیہ ص ۲۲۶۔

البتہ تحقیق راضی ہو اللہ مومنین سے جس وقت کہ بیعت کرتے تھے۔ تجھ سے نیچے درخت کے پس جانا جو کچھ بیچ دلوں ان کے تھا۔ پس اتاری تسکین اوپر ان کے اور ثواب دیا ان کو فتح کے نزدیک (رفیع الدین) مولوی حضرات اس آیت سے بھی اپنے بزرگوں کی فضیلت ثابت کرنے کی سعی ناکام کرتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ نے مقام حدیبہ پر حضورﷺ کی بیعت کی تھی۔ لہذا ان سے اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا مگر قرآن پاک نے اصحاب نواز لوگوں کی تمناؤں کو پورا نہ ہونے دیا۔ کیونکہ ارشاد قدرت ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا نہ کہ سب سے اگر تمام بیعت کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا تو لفظ مومنین نہ فرماتا بلکہ ارشاد ہوتا کہ **لقد رضی اللہ عنہ الناس** اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے راضی ہوا۔ مسلمانوں ہمارا بھی تو یہی ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے راضی ہوا ہے۔

پہلے بزرگوں کو مومن تو ثابت کرو۔ ایک بڑے بزرگ کے بارے میں حضور کا حکم بھی سنو **الشرک فیکم اخفی من دبیب النمل شرک** تم میں چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ چھپی چال چل رہا ہے۔ یہ تو حضور پر نورﷺ کے زمانہ کا حال ہے۔ حضورﷺ کے بعد تو شرک نے خوب پنجے جما لیے ہوں گے اور چیونٹی کی چال نہیں بلکہ گھوڑے کی دوڑ لگائی ہوگی۔ نور العصر ص ۱۰۶ بحوالہ (تفسیر در منثور)۔ بس جس بندے نے اپنے پیر و بزرگ کو راضی اللہ کہنا ہے پہلے اس کا ایمان ثابت کرے۔ جب مومن ثابت ہو گیا تو **لقد رضی اللہ عن المومنین** میں خود بخود شامل ہو جائے گا۔

جہاں نے کس طرح بدلے ہیں اپنے طور سنو فریب و مکر کا قصہ ذرا بغور سنو
ہم اس کے دعویٰ ایمان پہ ہی حیراں تھے وہ مقابل علی بن بیٹھا لو اور سنو

صرف دست نبوت پر بیعت کر کے جنت میں جانے والوں خدا کی طرف سے جو بیعت پر شرط لگائی گئی ہے اس پر بھی تو غور کریں قرآن:

تحقیق وہ لوگ کہ بیعت کرتے ہیں تجھ سے سوائے اس کے نہیں کہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے ہاتھ اللہ کا ہے اوپر ہاتھ ان کے پس جس نے عہد توڑا پس سوائے اس کے نہیں کہ عہد توڑا اوپر جان اپنی کے کیوں مسلمانوں حضور پورنو ﷺ کو میدان میں چھوڑ کر بھاگنے والوں نے عہد توڑا ہے یا کہ نہیں ہاں اگر میدان سے بھاگنے کے بعد عہد ٹوٹ سکتا ہے تو اول و ثانی اور ثالثہ وغیرہ نے تو ہر مقام پر عہد توڑنے کا مظاہرہ خوب فرمایا ہے اور بیعت رضوان سے خارج ہو گئے۔

جنگ خیبر میں حضرت عمر علم لے کر گئے وہ شکست خوردہ واپس پلٹے اصحاب ان کی بزدلی کی شکایت کرتے تھے اور وہ اصحاب کی بزدلی کا شکوہ کرتے تھے۔ تاریخ طبری۔ ماخوذ المجالس المرضیہ ص ۸۳ شبلی نعمانی فرماتے ہیں کہ حضرت عمران بزرگوں میں سے تھے جو احد کے میدان سے بھاگ گئے تھے مگر خدا نے انہیں معاف کر دیا۔ الفاروق ص ۹۵۔ جنگ خیبر میں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر کو سپہ سالار بنا کر بھیجا لیکن وہ نا کام آئے۔ پھر حضرت عمر مامور ہوئے وہ برابر دو دن جا کر لڑے لیکن دونوں دن نا کام رہے۔ الفاروق ص ۱۰۴۔ حضرت عثمان جنگ احد میں سب سے پہلے بھاگ گئے تھے

اور تیسرے روز پلٹ کر مدینے تشریف لائے۔ تذکرۃ الخواص ص ۶۶۔ میں کہتا ہوں اصحاب نواز حضرات ان کی زندگی کا نظر عمیق سے مطالعہ فرما کر ثابت کریں کہ جنگ بدر۔ احد۔ خندق۔ خیبر۔ حنین و غیرہم میں انہوں نے کیا اسلامی کارنامہ پیش کیا ہے۔ ہاں اگر سوائے بھاگنے کے اور کوئی کمال ان بزرگوں کا نہ ملے تو مان لینا۔ چاہئے کہ انہوں نے نکث بیعت کی ہے۔

اب چوتھی آیت دیکھیں جو اصحاب پرور حضرات پیش کرتے ہیں (پارہ ۱۰ ع ۶) جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا۔ بیچ راہ خدا کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی۔ یہ لوگ یقیناً ایمان والے ہیں واسطے ان کے بہشت ہے اور رزق با کرامت ہے (رفیع الدین) اس آیت میں ہر مہاجر کو جنت کی خوشخبری نہیں ہے بلکہ ایمان لانا۔ ہجرت کرنا اور خدا کے راستہ میں جہاد کرنا شرط ہے۔ اگر کوئی بزرگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ پر ایمان بھی لایا ہو اور خدا کی راہ میں ہجرت بھی کی ہو اور میدان جہاد میں ثابت قدم بھی رہا ہو تو ہمیں ان کے فضائل تسلیم کرنے میں کوئی انکار نہیں ہے۔ جن لوگوں کے کمال ایمان کے طبل بجائے جاتے ہیں ان کا اپنا ہی فرمان ہے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ صلح حدیبیہ کے دن جب مشرکین سے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ نے دب کر صلح کی تو میں نہایت حیران ہوا اور اسی اضطراب کی حالت میں ابوبکر کے پاس گیا اور کہا کہ اس طرح دب کر کیوں صلح کی جائے۔ انہوں نے سمجھایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ جو کچھ کرتے ہیں اسی میں مصلحت ہوگی۔ اس پر بھی حضرت عمر نے کہا کہ مجھے تسکین نہ ہوئی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس گیا اور اس طرح سے گفتگو ہوئی۔

حضرت عمر: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کیا آپ رسول خدا صلعم نہیں ہیں۔

رسول اللہ: بے شک ہوں۔

حضرت عمر: کیا ہمارے دشمن مشرک نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلعم: ضرور ہیں۔

حضرت عمر: پھر ہم اپنے مذہب کو کیوں ذلیل کریں۔

رسول اللہ صلعم: میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کے خلاف نہیں کرتا۔

حضرت عمر کی گفتگو اور خصوصاً انداز گفتگو اگرچہ خلاف ادب تھا۔ چنانچہ بعد میں ان کو سخت ندامت ہوئی اور اس کے کفارے کیلئے روزے رکھے۔ نفل پڑھے۔ خیرات دی اور غلام بھی آزاد کیے۔ (بخاری مترجم پارہ ۱۱ص ۹،ص ۱۰۔ الفاروق ص ۱۰۱)۔ حضرت عمر بن خطاب نے کہا کہ اس روز خدا کی قسم مجھے نبوت پر ایسا شک ہوا ہے۔ (رسول مقبول صلعم ص ۱۵۷ تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۲۲۔ تاریخ حبیب السیر جلد ا جز و سوم ص ۵۳ پر بھی مکالمہ عمر درج ہے)۔ فرمایں کیا یہ کامل الایمان انسان کی نشانی ہے یا اس سے ضعیف الایمان بزرگ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ جنگ احد کے میدان سے حضرت عمر بھاگ گئے تھے تفسیر کبیر میں ہے کہ حضرت عمر بھاگے تو تھے مگر ان کا شمار پہلے بھاگنے والوں میں سے نہیں تھا۔ بروایت درمنثور حضرت عمر فرماتے ہیں کہ جب میں احد کے دن بھاگا تو پہاڑ پر چڑھ گیا جس طرح کے پہاڑی بکرا کود کر چڑھ جاتا ہے۔ (المجالس المرضیہ ص ۸۴)۔ مسلمانوں فیصلہ تو کریں کہ آیت مذکورہ میں ان بزرگوں کا کونسا اور کتنا حصہ ہے؟؟؟

عدو میں چھوڑ کے جو بھاگ جائے دشمن ہے — جنازہ جان کے پڑھنے نہ آئے دشمن ہے
اٹھایا جاتا ہے دشمن کو اپنی محفل سے — کسی کو آگ سے جو گھر جلائے دشمن ہے

تصدیق شیرازی

اس کے بعد اب پانچویں آیت پیش کرتا ہوں جو اصحاب ثلاثہ کی شان میں مسلمان فخر سے

بیان کرتے ہیں۔اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا۔ اللہ ان سے اور راضی ہوئے اور اس سے اور تیار کی ہیں واسطے ان کی بہشتیں چلتی ہیں نیچے ان کی نہریں ہمیشہ رہیں گے بیچ اس کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا (ترجمہ رفیع الدین) اس آیت کریمہ نے خود رہنمائی فرمادی کہ **والسبقون الاولون** سے مراد سبقت الی الایمان ہے نہ کہ سبقت الی الہجرت مراد ہے۔ اگر سبقت الی الہجرت ہوتی تو انصار کے نام کی کیا ضرورت تھی۔

اور سابق بالا ایمان حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ جلال الدین سیوطی نے تسلیم کیا ہے کہ جب ابوبکر ایمان لائے تو اس سے پہلے پانچ آدمی ایمان لا چکے تھے۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۳۱۔ سید ابوطالب ہروی اور صاحب تفسیر ثعلبی جو علمائے اہل سنت سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ اسماعیل بن ایاس بن عفیف نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا کہ میں تجارت کی غرض سے مکہ آیا اور عباس بن عبدالمطلب کا میں مہمان ہوا کیونکہ اس سے میرے تعلقات بہت اچھے اور گہرے تھے۔ ایک روز میں اور عباس مقام منیٰ میں تھے کہ ایک جوان آیا اور آسمان کی طرف وہ دیکھتا تھا بعد اس کے وہ کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہوا اور اسی وقت ایک لڑکا آیا اور اس جوان کے جانب راست کھڑا ہوا اور بعد اس کے ایک عورت آئی جوان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوئی اور اس جوان نے رکوع کیا تو اس کے ہمراہ اس لڑکے اور عورت نے بھی رکوع کیا۔

بعد اس کے اس نوجوان نے سجدہ کیا تو ان دونوں نے بھی اس کے ہمراہ سجدہ کیا اور جس وقت اس نوجوان نے سر اٹھایا تو ان دونوں نے بھی سر اٹھایا۔ تب میں نے کہا کہ یہ نوجوان میرا بھتیجا محمد بن عبداللہ ہے جو کہتا ہے کہ خدا نے مجھ کو پیغمبر بنا کر کے بھیجا ہے اور کسریٰ اور قیصر کے خزانوں کا میں مالک ہوں اور یہ لڑکا علی ابوطالب علیہ السلام کا بیٹا ہے اور یہ عورت خدیجہ بنت خویلد ہے جو زوجہ ہے میرے

بھتیجے محمدﷺ کی اور ان دونوں ہی نے محمدﷺ کے دین کی پیروی کی ہے۔ خدا کی قسم تمام روئے زمین پر اس مذہب کا آدمی سوائے ان شخصوں کے کوئی نہیں ہے۔ اسماعیل کا دادا عفیف جب مسلمان ہوا تو اس نے کہا کہ کاش کہ میں چوتھا ان میں سے ہوتا۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد۲ ص۴۔ سید ابوطالب ہروی نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ رسول خداﷺ نے فرمایا کہ درود بھیجا مجھ پر اور علی علیہ السلام پر فرشتوں نے سات برس سب سے پہلے اور عبداللہ بن موسیٰ نے روایت کی ہے۔ عباد بن عبداللہ سے کہ میں نے علی علیہ السلام سے سنا ہے فرمایا کہ میں بندہ خدا کا ہوں اور بھائی اس کے پیغمبر کا اور میں صدیق اکبر ہوں اور بعد میرے صدیق اکبر نہ کہلائے گا اپنے تئیں مگر دروغ گو افتراء کرنے والا۔ میں نے نماز پڑھی ہے سات برس سب آدمیوں سے پہلے۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد۲ ص۴۔ یہ ہیں سابق بالایمان اور اس آیت میں شرط بھی پیروی کی لگائی گئی ہے۔ اگر کوئی سابق بالایمان بھی ہوا اور اس کی پیروی نہ کرتے تو اس سے اللہ تعالیٰ ہرگز راضی نہیں ہے۔

ہاں اگر السابقون سے مراد ہجرت ہی لی جائے تو سب سے پہلے ہجرت تو حبشہ کی طرف مسلمانوں کی ہے اور اس وقت کے راس و رئیس حضرت جعفر بن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ اول وثانی تو پھر بھی محروم ہی رہے۔ میں کہتا ہوں کہ کسی آدمی کا ایمان لانا کافی نہیں ہے۔ بلکہ خاتمہ بالخیر ضروری ہے۔ روایت ہے کہ سعد بن معاذ صحابی کا انتقال ہوا تو حضور پرنورﷺ نے ہی اسے غسل دیا۔ کفن پہنایا اور قبر تک ننگے پاؤں تشریف لے گئے۔ سعد کی ماں نے اپنے بیٹے کو جنت کی خوشخبری دی تو نبی اکرمﷺ نے فرمایا خاموش رہو۔ سعد فشار قبر میں مبتلا ہے۔ صحابہ نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ سعد اپنے اہل وعیال کے ساتھ بدخلقی کیا کرتا تھا۔ (احسن الفوائد ص ۲۳۸)۔

اس کے بعد ایک حدیث بھی پیش خدمت کرتا ہوں۔

عن انس بن مالک ان النبی صلی الله علیه واله وسلم قال یردن علی الحوض رجال ممن صاحبنی حتی اذا رائتهم ورفعوا الی اختلجوا ذونی فلاقولنا الی رب اصیحابی اصیحابی فلیقالن لی انک لا لاتدری ما احد ثو ابعد ک۔ مسلم شریف جلد۲ ص۲۷۔

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ حوضِ کوثر پر چند آدمی ایسے آئیں گے جو دنیا میں میرے ساتھ رہے جب میں ان کو دیکھوں گا میرے سامنے کر دیئے جائیں گے تو روکے جایں گے میرے سامنے سے میں کہوں گا پروردگار یہ تو میرے صحابی ہیں۔ صحابی ہیں تو جواب ملے گا تم نہیں جانتے کہ جو تمہارے بعد انہوں نے کیا۔ احداث کئے تھے۔ بس ایمان اور عمل کے بغیر نجات ناممکن ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اب میں چھٹی آیت پیش کرتا ہوں جس پر مسلمان یارِ غار کے فضائل ترتیب دیا کرتے ہیں۔ (پارہ ۱۰ ع ۱۲)۔ پس تحقیق مدد دی ہے اس کو اللہ نے جس وقت نکال دیا تھا اس کو ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے دوسرا دو میں کا جس وقت کے وہ دونوں بیچ غاروں کے تھے۔ جس وقت کہ کہتا تھا واسطے رفیق اپنے کے مت غم کھا۔ تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اتاری اللہ نے تسکین اوپر اس کے اور قوت دی ساتھ اس کو لشکروں کے کہ نہیں دیکھا تم نے ان کو۔ (ترجمہ رفیع الدین)

اس آیت میں دو لفظوں پر زیادہ تر زور دیتے ہیں ایک لفظ صاحب اور دوسرا لفظ سکینہ۔ ان دونوں کا جواب عرض کرنا ہے کہ صاحب تو خدا تعالیٰ نے کافروں کو بھی فرمایا ہے سنو۔ اے میرے قید

کے ساتھیوں ۔حضرت یوسف علیہ السلام کے قید خانے کے صحابی کافر تھے ۔مگر قید خانے میں ساتھی ہی تھے اور سنو نہیں بہکا ساتھی تمہارا اور نہ راہ سے پھر گیا ۔اس مقام پر حضور پر نور ﷺ کو کافروں کا صاحب کہا گیا ہے ۔اور امت ہونا مانند مچھلی والے کے جس وقت کے پکارا اور وہ غم سے پھرا تھا ۔تو یہاں حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے صحابی کہلائے جا رہے ہیں اور قرآن مجید میں کئی مقام پر **اصحب النار** ہے تو اس مقام پر خدا نے اول کو حضورؐ کا صاحب فرمادیا تو کونسا اس بزرگ کا کمال ہے ۔

ایک آیت اور دیکھیں (پارہ ۱۵ ع ۱۳) تو قدرت نے غار کو کہف فرما کر لفظ اصحاب کو واضح فرمایا ہے ۔دوسرا ہے لفظ سکینہ کہ جس پر زور دیا جاتا ہے کہ سکینہ ابوبکر پر نازل ہوا ہے یہ غلط اور محض غلط ہے ۔آیت کی تمام ضمیریں حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہیں اور مصیبت میں بھی رسول خدا ﷺ ہی ہیں اور سکینہ ابوبکر کے لئے کیسے ہوگا ۔ملاں کہتے ہیں کہ نبی تو بالکل مطمئن تھے ۔انہیں تسکین اوپر رسول ﷺ اپنے کے اور اوپر ایمان والوں کے ۔کیوں مسلمانوں سکینہ رسول ﷺ پر بھی اترا کرتا ہے کہ نہیں ثابت ہوا کہ اس مقام پر سکینہ نبی اکرم ﷺ پر ہی نازل کیا گیا تھا ۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ابوبکر نے غار کے منہ پر فوراً ببول کا درخت اگتا دیکھا ۔مکڑیؑ نے جالا تنا اور فوراً کبوتری نے انڈے بھی دے دیئے ۔

یہ تین معجزے ابوبکر نے دیکھے اور پھر ایسا کردار ادا فرمایا کہ خدا نے لاتحزن کہنے کی ضرورت محسوس فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے حبیب تسکین رکھ جو کچھ اس کا جی چاہے کرتا رہے اللہ آپ کے ساتھ ہے ۔اس کے علاوہ **ان اللہ معنا** پر آپ لوگ خوش ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے ۔مگر میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ نہیں ہے ۔نحن اقرب الیہ من حبل الورید ۔میں تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں ۔جہاں بھی کوئی ایک ہوگا تو خدا دوسرا اگر دو ہوں گے تو خدا تیسرا ہر مقام پر اس کی ذات ساتھ ہے ۔حضرت ابوبکر کی فضیلت میں کوئی واضح آیت پیش کریں ۔اشد خطرے کے

مقام پر رونا تو کوئی فضیلت نہیں بلکہ کمزوری ایمان کی دلیل ہے۔

جرار کو فرما کے اسد اللہ جزا دے دی کسی فرار کو فرما کے لاتحزن سزا دے دی
کچھ اس انداز سے حیدرؑ نے اپنی جان نچھاور کی مسرت میں علیؑ کو کبریا نے ہر رضا دے دی

اب ساتویں آیت بھی پیش خدمت ہے۔(پارہ ۵ ع ۶)

جو کوئی فرمانبرداری کرے اللہ کی اور رسول ﷺ کی پس یہ لوگ ساتھ ان کے ہیں کے نعمت کی ہے۔اللہ نے اوپر ان کے پیغمبروں سے اور صدیقوں سے اور شہیدوں سے اور صالحین سے اور اچھے ہیں یہ لوگ رفیق (ترجمہ رفیع الدین) اس آیت میں فرمانبرداری کی شرط اول ہے اور فرمانبرداری کرنے والے انبیاء۔صدیق۔شہدا اور صالحین کے ساتھ ہوں گے۔ان بزرگوں کی فرمانبرداری کیا خوب ہے کہ ان کے حمایتی فخر سے یہ فرماتے ہیں سنو لکھا ہے کہ تمام لشکر جنگ حنین میں پسپا ہو گیا اور فقط چار آدمی سلطان الانبیاء علیہ الصلوۃ والثناء کے ساتھ رہ گئے۔حضرت علی علیہ السلام۔عباس علیہ السلام۔ابو سفیان بن الحارث اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔تفسیر حسینی قادری جلد اص ۳۸۵۔جن کی بہادری اور کراری کا ڈھونڈرا بجایا جاتا ہے وہ کہیں نظر ہی نہیں آتے۔

اب صحابہ کی صداقت کے بھی دو فقرے سن لو۔(مولف بخاری شریف جلد اص ۵۷ پر تحریر فرماتے) ہیں کہ میں نے چھ لاکھ احادیث دو۔دو نفل پڑھ کر اور خدا سے استخارہ کر کے جمع کی تھیں۔جن سے میں نے ساتھ ہزار دو صد پچھتر حدیثیں چن لیں اور باقی پانچ لاکھ بانوے ہزار سات صد پچیس حدیثیں میں نے غلط سمجھ کر رد کر دیں۔یہ ہے صحابہ کی صداقت بیانی کی دلیل میں نے روز حساب لگایا تو ثابت ہوا کہ ایک دن میں صرف بخاری شریف کے مولف کی تحقیق کے مطابق لوگوں نے نبی اکرم ﷺ

کی طرف ساڑھے اکہتر احادیث غلط منسوب کی تھیں۔اس کے علاوہ بھی حدیث کی درجنوں کتابیں ہیں کم از کم صحاح ستہ اور موطا امام مالک ہی سہی۔ان سب کی کیفیت جمع کرنے کے بعد کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔کیا یہ لوگ صدیقین ہیں۔شبلی نعمانی اپنی کتاب امام اعظم کے ص ۱۹۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ سینکڑوں، ہزاروں، بلکہ لاکھوں حدیثیں دانستہ لوگوں نے وضع کر لیں۔حضرت ابو ہریرہ سے ابو سلمہ نے پوچھا کہ آپ حضرت عمر کے زمانہ میں بھی اس طرح حدیثیں روایت کیا کرتے تھے۔بولے کہ نہیں ورنہ عمر درے مارتے تھے۔امام اعظم ص ۱۹۰۔اگر کوئی صاحب یہ فرمائے کہ صحابہ کے زمانہ میں تو ایسا نہیں ہوا بلکہ بعد میں حدیثیں وضع ہوئیں تو میں عرض کروں گا کہ حضرت ابو ہریرہ کا اپنا بیان ہی کافی ہے اور وہ خود بھی تو اصحاب رسول ﷺ تھے۔اس کے علاوہ شبلی نعمانی نے تحریر فرمایا ہے کہ خود صحابہ کے عہد میں اہل بدعت نے سینکڑوں ہزاروں حدیثیں ایجاد کر لی تھیں۔امام اعظم ص ۱۹۰۔

اب میں آٹھویں آیت جو صحابہ کی شان میں بیان ہوتی ہے۔پیش کرتا ہوں۔

محمدؐ رسول کا ہے اور جو لوگ کہ ساتھ اس کے ہیں سخت ہیں اور کفار کے اور رحمدل ہیں درمیان اپنے دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے چاہتے ہیں۔فضل خدا کا اور رضامندی اس کی نشانی ان کے بیچ مرہون ان کے کہ ہے اثر سجدے کے سے یہ ہے صفت ان کی بیچ تورات کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے (رفیع الدین)۔اس آیت میں آپ لوگ نرالا تک لگاتے ہیں کہ **والذین معه** سے حضرت ابوبکر **اشداءُ علی الکفار** سے حضرت عمر اور **رحماء بینهم** سے حضرت عثمان اور **رُکعاً و سجداً** سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں۔مگر قابل غور مقام یہ ہے کہ اگر ایسا ہی ہے تو سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کے بارے میں کیوں انصار و مہاجرین میں جھگڑا فساد ہوا۔

کیا اچھا ہوتا کہ کوئی صاحب یہی آیت پڑھ کر خلافت کو ترتیب دے لیتا اور بعد میں حضرت ابوبکر کو حضرت عمر کے بارے میں وصیت نامزدگی نہ کرنی پڑتی اور حضرت عمر کو چھ آدمیوں کی کمیٹی نہ بنانی پڑتی اور حضرت عثمان کے بعد حضرت علی علیہ السلام بھی چپکے سے ظاہری خلافت کی بوسیدہ مسند سنبھال لیتے کہ اب میری باری آگئی ہے اور خال المومنین اور ام المومنین اسی آیت کا ہی احترام فرماتے اور ہزاروں مسلمانوں کا خون نہ بہاتے۔ کیوں مسلمانوں حضرت عائشہ اس تمہاری ترتیب سے ناواقف تھیں جو ہزاروں مسلمانوں کو ساتھ لے کر بصرہ میں تشریف لائیں اور اپنے پردے کی عظمت کو بھی قصاص عثمان پر قربان کر دیا۔ معلوم ہوا کہ مسلمان واقعہ قرآنی آیات کو ترتیب دے دیا کرتے ہیں جیسا ظہور میں آتا گیا ہے۔ ویسی ہی تفسیر ہوتی گئی۔ استغفر اللہ ربی واتوب الیہ۔

ہاں اگر ایسا ہی ہے کہ معہ سے حضرت ابوبکر مراد ہیں تو تین سال حضور پر نور ﷺ شعب ابی طالب میں نہایت عسرت و تنگی کی زندگی گزار رہے تھے اور درختوں کے پتے کھاتے تھے۔ وہاں معہ، کو دکھلاؤ اس واقعہ پر دنیا کی ہر تاریخ اس کا جواب نہیں میں دے گی کہ ابوبکر شعیب ابی طالب میں کہیں نظر آتے۔ چلو تین سال کا انہوں نے روزہ ہی رکھ لیا ہوگا تو دعوت ذوالعشیر ۃ میں ہی دکھلا دو ہرگز نہیں دکھلا سکو گے۔ ہاں اگر یہ نہ دکھلا سکو تو طائف کی طرف آتے جاتے ہی کہیں ابوبکر کو ساتھ دکھلا دو۔ چلو مسلمانوں تم نبی کے غسل و کفن اور جنازہ پر ہی دکھلا دو۔ اگر نہ دکھلا سکو تو قرآن مجید کو اپنی مرضی سے بیان نہ کیا کرو قیامت کا دن نہایت سخت دن ہوگا۔ فاتقو اللہ۔

تم تو پھولوں کے خریدار نظر آتے ہو
میرے دامن میں تو کانٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں

دوسری تفسیر کی جاتی ھے کہ اشداءُ علی الکفار سے مراد حضرت عمر ھیں

تعجب کا مقام ہے کہ جس بزرگ نے ساری زندگی میں کسی ایک کافر ومشرک کو بھی قتل کرنا گوارہ نہیں کیا اسے اشدءعلی الکفار کا خطاب دیا جاتا ہے۔ بتاؤ جنگ بدر میں جنگ احد میں۔ جنگ خیبر میں جنگ حنین میں کتنے کافر اس بزرگ نے قتل کیے ہیں۔ کسی کافر کا نام تو بتلاؤ؟

ہاں ایک واقعہ اشدُ اءعلی الکفار کا ضرور ملتا ہے۔ اسے میں قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ مقام حدیبہ پر پہنچ کر آنحضرت ﷺ نے چاہا کہ قریش مکہ کے پاس اکابر صحابہ میں سے کسی کو سفارت کے طور پر بھیجیں کہ ہم کو لڑنا مقصود نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت عمر کو اس خدمت پر مامور کرنا چاہا۔ انہوں نے عرض کی کہ قریش کو مجھ سے عداوت ہے اور میرے خاندان میں وہاں کوئی شخص میرا حامی موجود نہیں۔ عثمان کے عزیز واقارب وہی ہیں اس لئے ان کو بھیجنا مناسب ہوگا الفاروق ص ۱۰۰۔ رسول مقبول ۱۵۳۔ معارج النبوت رکن چہارم ص ۱۹۱۔ تاریخ اسلام جلد ا ص ۱۹۹ یہ ہے **اشداءُ علی الکفار** ۔ مسلمانوں! کافروں سے ڈرنے والا اگر اشداءعلی الکفار ہے تو کافروں کو قتل کرنے والا کیا ہوگا۔ کاش کہ مسلمان اس مقام پر واقعہ شب ہجرت میرے مولا کا بستر رسول ﷺ پر چین سے سونا پڑھ کر انصاف کرتے کہ اشداءعلی الکفار کون ہے۔

تاریخ کا ایک اور واقعہ دیکھ لیں کہ جنگ خندق میں عمرو بن عبدود نے خندق پار کر کے رسول خدا ﷺ کے خیمہ میں نیزہ مارا اور کہا اے محمد ﷺ کسی جوان کو میرے مقابلہ کے لیے بھیجو یا خود باہر نکل کر میرا

مقابلہ کرے حضور ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس کتے کو جواب دے۔ جب تیسری بار عمر بن عبدود نے **ھل من مبارز** کہا تو حضرت عمر نے عمرو بن عبدود کا اس طرح قصیدہ بیان کرنا شروع کیا کہ اے مسلمانو ہم ایک مرتبہ طائفہ قریش کے ساتھ جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا۔ بہت سا مال تجارت لے کر شام کی طرف جا رہے تھے کہ ناگاہ ہزار کے قریب رہزنوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ اہل قافلہ نے مال و جان سے ہاتھ دھو لئے۔ اسی اثناء میں عمرو بن عبدود نے ایک شتر کا بچہ بجائے ڈھال ہاتھ میں لیا اور شیر ژیاں اور پیپل و دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ کیا اور اس طرح انہیں مارا کہ سب کے سب بھاگ گئے۔ رسول مقبول ﷺ ص ۱۴۷۔ سیرت رسول ص ۱۰۱۔ کیوں مسلمانوں عمر بن عبدود کا اس انداز سے تعارف کرانے والا **اشداء علی الکفار** ہے یا عمرو بن عبدود کو قتل کرنے والا **اشدء اعلی الکفار** ہے۔

آگے ہے **رُحماء بینھم** میں رحم دل، اصحاب پرور اور بنی امیہ کے نمک خواروں کا بیان ہے کہ اس سے مراد حضرت عثمان ہیں کہ وہ بڑے رحمدل تھے۔ بتاؤ مسلمانوں اگر واقعی عثمان رحمدل ہی تھے تو ابوذر غفاری کو کس نے جلا وطن کیا تھا اور حضرت عمر کو کس قدر اس نے مارا کہ عمار کو فتق کی بیماری ہوگئی تھی اور ابن مسعود تو اس کی زدوکوب سے مر گیا۔ تاریخ آعثم کوفی ص ۲۷۹۔ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۳ ص ۲۷۷۔ کیا یہی رحمدلی ہے کہ والی مصر عبداللہ ابن سعد کو ابن ابی سرح کو خفیہ خط لکھ جارہا ہے کہ جب محمد بن ابوبکر مصر میں پہنچے تو اسے اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر دیا جائے۔ تاریخ اعثم کوفی ص ۱۳۷۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۶۵۔ یا یہ رحمدلی ہے کہ اپنے قاتل عبدالرحمن ابن ملجم ملعون کو شربت شیر پلایا جارہا ہے۔ اپنی غرض کی تفسیر کرنے والوں انصاف کرو اور اپنے ایمان کا سینہ چاک نہ کرو۔ کیا صحابہ کرام نے بھی اس آیت کی اس طرح تفسیر بیان کی ہے۔ یا مدعی سست اور گواہ چست کی مثال تم ہی نے قائم کی ہے۔

اب آخر میں صرف صحابی کی تعریف بیان کر کے میں تمہید ختم کرتا ہوں۔

هم المومنون الذین ادر کو اصحبة النبی صلی الله علیه واله وسلم مع الأیمان ای مع استوء الایمان و بقائه وعند و فاته۔ حاشیه شرح تهذیب اول خطبه ص۳۔

وہ مومن لوگ جنہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی صحبت اختیار کی ہو ایمان پختہ کے ساتھ اور باقی زندگی بھی پختہ ایمان پر گزری ہو اور مرتے وقت بھی شمع ایمان لے کر قبر میں جائے وہ حقیقی صحابی ہے۔ مسلمانوں اگر کوئی صحابی بنے تو ہم اس کے غلام ہمارے بچے اس کے غلام۔ ہماری قوم اس کی خادم۔ ہمارا مذہب اس کا مداح۔ ہماری جان اس پر قربان ہمارا قائم اس پر ایمان اور یہ قرآن کی آیتیں اور اسی کی شان۔ کیوں مسلمانوں! اگر سب لوگ رسول خدا ﷺ کے ساتھی نیک ہوتے تو کربلا میں جو لوگ حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کرنے آئے تھے۔ ان میں بائیس صحابی رسول ﷺ بھی تھے۔ (مواعظ حسنہ ص ۳۷۴)۔

آخر وقت رسول خدا ﷺ نے فرمایا! اے میرے صحابیو کاغذ قلم دوات لے کر آؤ تا کہ میں تمہیں ایک نوشتہ لکھ دوں کہ میرے بعد گمراہی سے بچ جاؤ۔ حضور ﷺ کے مکرر فرمانے پر ایک صحابی نے کہا **حسبنا کتاب الله** ہمیں لکھوانے کی کوئی ضرورت نہیں اللہ کی کتاب کافی ہے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا **قوموا عنی** یہ سن کر صحابہ کرام تشریف لے گئے اور حضور ﷺ کے چہرہ انور پر پریشانی افسردگی کی لہر دوڑ گئی۔

من یطع الرسول فقد اطاع الله ج ومن تولی فمآ ارسلنک علیهم حفیظا

جو کوئی اطاعت کرے رسول کی یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی اور جو کوئی پھر جاوے پس نہیں

بھیجا ہم نے تجھ کو اوپر ان کے نگہبان۔

کیا غیر خدا سے مدد مانگنا شرک ہے یا نہ مانگنا کفران نعمت ہے

دنیا کا کام ہو یا دین کا ہر کام میں وسیلہ کی ضرورت ہے۔ وسیلہ کے بغیر کوئی کام پورا ہو ہی نہیں ہوسکتا۔ مثلاً کپڑے کی سلائی کرنی ہو تو سوئی دھاگے کی ضرورت ہے، درخت کاٹنا ہو تو کلہاڑا کی ضرورت ہے۔ پانی گرم کرنا ہو تو دیگچی کی ضرورت ہے۔ علم حاصل کرنا ہو تو استاد کا وسیلہ ضروری ہے۔ دنیا میں آنا ہو تو ماں باپ کے وسیلے کی ضرورت ہے۔ مکان پر چڑھنا ہو تو سیڑھی کو سیلہ بنانا ضروری ہے فرمایے کیا خدا تعالیٰ کی منشاء کو حاصل کرنا ہو تو کیا وسیلہ کی ضرورت نہ ہوگی، حضور سیڑھی مکان پر چڑھنے کا وسیلہ تو تب ہی ہو سکے گی جبکہ اس کا ایک کونہ مکان کی چھت سے ملا ہوا اور دوسرا سرا زمین سے ملا ہوا ہو۔ اگر سیڑھی کا واسطہ و تعلق صرف مکان کی چھت کے ساتھ ہوا تو زمین والوں کیلئے بے کار ہوگی اور اگر سیڑھی کا تعلق صرف زمین کے ساتھ ہوا تو مکان کی چھت پر چڑھنا ناممکن و مشکل ہوگا اسی طرح میرا وسیلہ وہ ہو سکے گا کہ اس کا ادھر تعلق و ہم سے ہوا اور ادھر اس کا واسطہ اللہ تعالیٰ سے ہو۔ ادھر مجھ جیسا ادھر اِس جیسا نرا ہم جیسا ہوا اور نہ نرا اس جیسا ہو۔ چونکہ ہم خاکی انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی منشاء کو معلوم کیا جا سکے۔ ادھر اللہ تعالیٰ اتنا بلند وارفع واعلیٰ ہے کہ اس کی ذات پاک دیکھنے میں آتی ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی ذات دیکھائی دینے سے مبرا اور منزہ ہے۔

اگر وہ ہمیں دکھائی دے تو وہ خدا، خدا نہ رہے، ارے جس کو دیکھا جائے گا وہ کوئی جسم ہوگا اور اللہ تعالیٰ جسم و جسمانیات اور مکانیات سے ارفع و اعلیٰ ہے تو نہ ہم خدا تعالیٰ تک جا سکتے ہیں کہ مجبور و

معذور ہیں اور اللہ ہماری محفل میں آتا نہیں کہ اس کی ذات والا صفات غائب اور مستور ہے تو پھر ہمیں وسیلہ کی ضرورت ہے کہ کوئی ایسا انسان ہو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا و منشاء سے آگاہ کرے۔ ہاں اگر وہ خدا تعالیٰ کی طرح ہوا تو ہم تک نہیں آسکے گا کیونکہ خدا تعالیٰ کے حضور براہ راست جو نہیں جاسکتے تو ہم جیسا ہو تو وہ کیسے جاسکے گا تو وہ بھی نہیں جاسکے گا، پس ثابت ہوا ہے کہ ہمارا وسیلہ وہ ڈھنگ اس جیسا ہو، شکل ہم جیسی ہو، عقل اس جیسی ہو، ذکر ہم جیسا ہو فکر اس جیسا ہو، نام ہم جیسا ہو کام اس جیسا ہو۔ ہم میں آئے تو بالکل بشر نظر آئے اور نوریوں میں جائے تو فرشتوں کا مولا کہلائے اور اللہ تعالیٰ کی منشاء و رضا معلوم کر کے ہمیں بتلائے پھر بارگاہ ایزدی میں ہم گنہگاروں کی شفاعت فرمائے پیاسوں کو کوثر پلائے اور علی والوں کو جنت جانے کی اجازت فرمائے اور اپنے رحم و کرم سے پل صراط سے پار پہنچائے۔

مسلمانو! خالق کائنات نے ایسے بندے پیدا فرمائے ہیں کہ جو مظہر ذات خدا ہیں، تبھی تو کہا صفی اللہ، نجی اللہ، خلیل اللہ، کلیم اللہ، روح اللہ، حبیب اللہ، وجہ اللہ، لسان اللہ، عین اللہ، ید اللہ، ولی اللہ، کون کہتا ہے کہ یہ خاصان خدا، ہمارے معبود ہیں، بے شک وہ بندہ مشرک ہے جو کسی نبی یا ولی کو خدا کی ذات، خدا کی صفات ذاتیہ اور خدا کی عبادت میں شریک مانے، ارے کوئی اس کا شریک کیسے جبکہ ہر نبی اور ہر ولی اس کی مخلوق ہے وہ خالق، یہ مخلوق، وہ رازق یہ مرزوق، وہ اللہ یہ بندے، وہ معبود یہ عابد، وہ مسجود یہ ساجد، اللہ تعالیٰ کی مخلوق اس کے کسی کمال میں اس کی شریک نہیں ہوسکتی اور اگر کوئی ایسا عقیدہ رکھے تو بے شک وہ مشرک ہے اور اگر کوئی طاہر و مقدس اشرف و معصوم مخلوق کو اپنے جیسا سمجھے وہ بھی مردود، بے دین کافر و ملحد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ تم چونکہ مجھ تک نہیں پہنچ سکتے میں اپنے اور تمہارے درمیان ایک مخلوق وسیلہ قرار دیتا ہوں۔ **من یطع الرسول فقد اطاع اللہ** ۔ جس نے میرے رسول صلعم کی اطاعت کی یقیناً اس نے میری اطاعت کی۔ فرمایا اس کی اطاعت میری اطاعت اس کی منشاء

میری منشاء اس کی ناراضگی میری ناراضگی اس کا غضب میرا غضب، اس کی مرضی میری مرضی، بس محمد صلعم کی اطاعت کرتے جاؤ اور میری رضا پاتے جاؤ، یہ ہے تمہارے اور میرے درمیان وسیلہ کامل، مسلمان وسیلے کا واضح اعلان سنو کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

یاایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و ابتغوا الیہ الوسیلۃ وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون (المائدہ ۳۵)

اے لوگو! جو ایمان لائے ڈرو اللہ سے اور تلاش کرو اس تک وسیلہ اور جہاد کرو بیچ راہ اس کی کے تا کہ تم فلاح پاؤ۔

تو خالق کائنات نے فرمایا کہ چار چیزوں کے ہونے کے بغیر فلاح ونجات نہیں پاسکو گے، ایک ایمان، دوسرا تقویٰ، تیسرا وسیلہ اور چوتھا ہے جہاد، اگر دعویٰ ایمان ہے مگر تقویٰ نہیں تو جنت نہیں ملے گی۔ ایمان اور تقویٰ دونوں ہیں مگر وسیلہ کامل نہیں تو بخشش نہیں ہوگی اور اگر ایمان تقویٰ اور وسیلہ بھی ہو مگر میدان سے پشت دکھا کر بھاگ جانے کا عادی ہے تو جنت ہرگز نہیں ملے گی اللہ جانے میدان سے بکریوں کی طرح چال بھاگنے والے کس بل بوتے پر جنت میں جانے کا خیال رکھتے ہیں۔ سنو جب تک ایمان، تقویٰ، وسیلہ کامل اور میدان جہاد میں جم کر نہیں لڑو گے۔ جنت میں کبھی جاسکتے ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ **واتبعوا الیہ الوسیلۃ** میری طرف آنے کیلئے وسیلہ تلاش کرو۔ وسیلہ بناؤ نہیں بلکہ تلاش کرو۔ وسیلہ بنانا اور بات ہے اور وسیلہ تلاش کرنا اور بات ہے۔ ایک مثال ہی لے لو تا کہ بات واضح ہو جائے۔ مثلاً مہمان کے آنے پر آپ نے ملازم سے کہا کہیں سے مرغی تلاش کرو تا کہ ذبح کی جائے۔ آپ نے مرغی بناؤ نہیں کہا بلکہ تلاش کرو فرمایا ہے لفظ تلاش اس بات کی دلیل ہے

کہ مرغی پہلے سے ہے صرف تلاش کرنا ہے۔اسی طرح **وابتغوا الیہ الو سیلۃ** کا جملہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وسیلہ پہلے سے ہے ہمیں تو صرف تلاش کرنے کا حکم ہے وسیلہ بنانے کا حکم نہیں ہے بلکہ تلاش کرنے کا حکم ہے وسیلہ بنانا خدا کا کام ہے اور صرف تلاش کرنا ہمارا کام ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وسیلہ سے مراد نماز ہے یعنی اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ نماز ہے نماز کا وسیلہ قرار دو۔ارے نماز تو خود محتاج وسیلہ ہے بھلا نماز میں محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود نہ بھیجو اور کسی قاضی سے فتویٰ تو لادو، کہ بغیر محمدؐ و آل محمد کے اوپر درود پڑھے نماز قبول ہو جاتی ہے آج سے پہلے تو کسی بزرگ نے ایسا فتویٰ نہیں دیا آج کوئی یزید نواز ملاں فتویٰ صادر کردے تو اور بات ہے جب نماز خود محتاج وسیلہ ہے تو میرا وسیلہ کیسے بن سکتی ہے میرا وسیلہ تو وہ ہوگا۔کہ جو صرف خدا کا محتاج ہو اور خدا کی ساری مخلوق اس کی محتاج ہو اور اسی کے بارے میں حکم ہے کہ **وابتغوا الیہ الوسیلۃ** مجھ تک اگر پہنچنا ہے تو وسیلہ تلاش کرو۔

جب میں قرآن وحدیث کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے ہے کہ وسیلہ کی تو انبیاء علیہم السلام کو بھی ضرورت پڑی اور وسیلہ کے بغیر نبی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو میں اور آپ گنہگار انسان بغیر وسیلہ کے کس طرح اپنے گناہوں کی بخشش کروا کر کامیاب ہو جائیں۔تاریخ وتفسیر گواہ ہے کہ حضرت ابوالبشرہ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے نکالے گئے تو انہوں نے دوسو برس تک کی مدت زمین پر بارگاہ ایزدی میں آہ وزاری اور بے قراری میں گزاری۔تو ایک روز حضرت جبرئیل نے بحکم رب جلیل حضرت آدم کو توبہ کرنے کا طریقہ سمجھایا (بقرہ ۳۸) پس سیکھ لیے آدمؑ نے پروردگا اپنے سے کچھ باتیں پس توبہ قبول کی اس کی، تحقیق وہی ہے توبہ قبول کرنے والا۔مہربان۔یعنی حضرت آدمؑ نے یہ دعا کی تھی۔اے میرے اللہ میں محمد وآل محمد را واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ تو میری کمزوریوں سے درگزر فرما۔پس ادھر محمد و آل محمد کا واسطہ دے کر دعا کی ادھر اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول

فرمائی ۔(جذب القلوب ص۲۳۵۔تفسیر انوار النجف جلد۲ ص۱۱۴)۔مسلمانوں! جب حضرت آدمؑ کی بغیر وسیلہ کے نہ گزری تو تیری میری کیسے گزر جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ وسیلہ کی ہر کام میں اور ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہے ایک مثال دیتا ہوں۔ مولوی صاحب نے حکم کیا کہ چند روز کے لئے گائے میرے پاس بھیج دینا میں نے خیال کیا کہ مولوی صاحب وسیلہ کے تو قائل ہیں ہی نہیں میں نے ڈر کے مارے بغیر وسیلہ کے گائے بھیجنا چاہی تو بس میں نے گائے کو چھوڑ دیا کہ مولوی صاحب کے پاس پہنچ جائے، گائے چلی اور زمیندار کے کھیت جوار میں پھر باجرے میں، پھر کما میں، پھر کپاس میں، پھر پھاٹک میں پھر چودہ دن کے بعد نیلام ہونے کے لئے بازار میں ۔فرمایئے بغیر وسیلے کے میاں جی کے پاس گائے پہنچ جائے گی۔ ہرگز نہیں تو دنیا کا معمولی کام بھی جب بغیر وسیلہ کے نہیں ہوسکتا تو دین کا کام کس طرح بغیر وسیلہ کے نہیں ہوسکتا تو دین کا کام کس طرح بغیر وسیلہ کے ہو جائے گا۔ کیا کبھی کسی نے کسی وہابی ملاں کو دیکھا ہے کہ اگر اس کے گھر میں چوری ہو جائے تو تھانہ کی بجائے مسجد میں جا کر رپٹ درج کرائے۔ ہاں یہ درست ہے کہ رپٹ تھانے میں درج کرائیں اور خدا سے دعا مسجد میں مانگنی چاہیے۔

اسی طرح جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی کو لے کر چلے تو ایک مقام پر پہنچ کر کشتی بھنور میں آ گئی اور ڈوبنے کا خطرہ لاحق ہوا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے بھی بایں الفاظ خدا تعالیٰ کو وسیلہ کا واسطہ دیا۔ یعنی اے میرے اللہ میں تجھ سے بحق محمد و آل محمد سوال کرتا ہوں کہ مجھے غرق ہونے سے نجات دے پس ادھر حضرت نوح علیہ السلام کی دعا ختم تو ادھر خطرات کے لمحات ختم۔ **تفسیر انوار النجف جلد۲ ص۱۱۴**۔ مسلمانو! جب حضرت نوح علیہ السلام **نجی اللہ** کی کشتی ان کے وسیلہ

کے بغیر کنارے نہ لگ سکی تو تیری میری کشتی بحرِ عصیاں سے کس طرح بچ کر کنارے لگ جائے گی۔ یہ روایت مشہور ہے کہ جب کوئی سائل حاجت مند دعا منگوانے کے لئے بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا اور اپنی تکلیف عرض کر کے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کے لئے عرض کرتا اور رسول صلعم اس کے لئے دعا مانگتے تو حضور پرنور صلعم فرماتے **اللھم ارحم علی فلاں بحق علی ابن ابی طالب** میرے اللہ میں تجھے تیری بارگاہ میں علی ابن ابی طالب کا واسطہ دیتا ہوں کہ فلاں بندے پر رحم فرما کر اس کی فلاں حاجت پوری کر دے۔

کہتے ہیں کہ یہی رسول اللہ روش وطور طریقہ دعا کر رہا۔ صحابہ کرام تشریف لا کر اپنی حاجت عرض کرتے اور رسول اللہ صلعم علیؑ کا واسطہ دے کر دعا مانگتے ہیں۔ صحابی بھی آخر انسان ہی تھے ان کے دل میں خیال آیا کہ جب ہمارے لئے حضور پرنور دعا مانگتے ہیں تو وسیلہ ابو طالب کا لال ہوا کرتا ہے اور جب کبھی علیؑ کو دعا کی ضرورت پڑی تو یقیناً تو ہم میں سے ہی کوئی وسیلہ بنے گا۔ مدت گزر گئی اسی تمنا میں کسی روز حضرت علی بارگاہ رسالت میں دعا کے لئے حاضر ہوں، لوگ کہتے ہیں کہ بارہ سال کے بعد تو خدا دشمن کی بھی سن لیتا ہے آخر وہ دن آ ہی گیا کہ ایک روز صحابہ کرام تاجدار رسالت کی خدمت میں تشریف فرما تھے کہ جناب حیدر کرار نے حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ میرے لئے دعا فرما دیں کہ میری فلاں مراد پوری ہو جائے، صحابہ کرام نے سنا کہ مدت کے بعد آج ہماری تمنا بھی پوری ہو ہی گئی۔ پہلے رسول اللہ صلعم ہمارے لئے دعا کرتے تھے تو خدا تعالیٰ کو علیؑ کا واسطہ دیا کرتے تھے آج علیؑ کے لئے دعا کرتے ہوئے کسی صحابی کا واسطہ ہو گا۔ ممکن ہے کسی کے دل میں خیال آیا ہو گا کہ آج ہماری عظمت ظاہر کرنے کا وقت آ ہی گیا۔ ادھر علی کے حق میں دعا کرنے کے لئے دست نبوت بلند ہوئے ادھر صحابہ کرام کے جوش وہوش بلند ہوئے۔ جبرائیل نے آسمانوں کی مخلوق سے کہا کہ ذرا جھک کر دیکھو کہ آج سرور

کائنات حضرت امیر علیہ السلام کے لئے دعا کر رہے ہیں۔کائنات نے کان لگا کر سنا کہ نبی اکرمؐ بارگاہ احدیث میں عرض کر رہے تھے۔**اللہ ارحم علی بحق علی ابن ابی طالب** ۔میرے اللہ علیؑ پر رحم فرما تجھے علیؑ ابن ابی طالب کا واسطہ۔اللہ اکبر۔حیدر کرار علیہ السلام کو اگر دعا کی حاجت ہو تو بھی علیؑ کے لئے علیؑ ہی کا واسطہ بنتا ہے۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

پاک پیغمبرؐ نے فرمایا ہے علیؑ وہ ذی وقار
عظمت حیدرؑ کا عارف ہے نبی یا کردگار
مرتضٰی کی شان میں جو کرے تقصیر کچھ
اس قسم کے حجۃ الاسلام پر بھی بے شمار
(تصدق شیرازی)صلوۃ

تفسیر برہان میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک یہودی خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور تیر نظر سے اس نے حضور صلعم کی طرف دیکھنا شروع کیا۔آپ نے فرمایا اے یہودی تیری کوئی حاجت ہے تو سوال کر۔اس نے عرض کی کہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ افضل ہیں یا کہ حضرت موسیٰؑ جس کو اللہ نے اپنا کلیم بنایا ہے اور اس پر توریت نازل کی۔عصا کا معجزہ عطا کیا۔سمندر کو چیرا اور بادل کا سایہ عطا کیا۔یہودی کی گفتگو آپ خاموشی سے سنتے رہے۔جب وہ اپنے بیان کو ختم کر چکا تو آپ نے فرمایا انسان کے لئے مناسب نہیں ہے کہ اپنی خود تعریف کرے لیکن میں کہتا ہوں کہ آدمؑ سے جب ترک اولیٰ ہوا تو اس نے توبہ میں محمد آل محمد کا واسطہ پیش کر کے دعا مانگی تو قبول ہوئی۔اسی طرح حضرت نوحؑ کشتی پر سوار ہوئے اور غرق ہونے کا خطرہ لاحق ہوا تو محمد و آل محمد کے وسیلہ سے دعا مانگی پس نجات پا کر کنارے پر پہنچے اور **حضرت ابراہیم نے آگ میں جاتے ہوئے دعا کی**

اللھم انی اسئلک بحق محمد وآل محمد لما انجیتنی منھا

یعنی اے اللہ محمد و آل محمد کے صدقہ میں مجھے اس سے نجات عطا فرما پس خدا تعالیٰ نے دہکتی ہوئی آگ کو گلزار کر دیا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں گھبراہٹ محسوس کی تو یہ ہی لفظ اپنی زبان پر جاری کیے۔ اللھم انی اسئلک بحق محمد وال محمد لما امنتنی ۔یعنی اے اللہ میں محمد و آل محمد کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے ایمان عطا فرما تو ارشاد قدرت ہوا یعنی ڈر نہیں کیونکہ تو ہی غالب ہوگا۔اے یہودی اگر آج موسیٰ زندہ ہوتے اور اگر میری نبوت پر ایمان نہ لاتے تو ان کا کوئی عمل بھی قبول نہ کیا جاتا اور اس کی اپنی نبوت کوئی فائدہ نہ دیتی اے یہودی جب میری ذریت سے مہدیؑ کا ظہور ہوگا۔تو حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ اتریں گے اور ان کی نصرت کریں گے اور بوقت نماز ان کو اپنے آگے کھڑا کر کے ان کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے۔تفسیر انوار النجف جلد ۹ ص ۱۸۲،۱۸۳۔

مسلمانو! جب تمام اولی العزمؑ انبیاء علیہم السلام اپنی ہر مشکل میں انہیں مشکل کشا سمجھ کر محمد و آل محمد ہی بارگاہ احدیث میں رسائی تک کامل و اکمل وسیلہ ہیں۔سعید ابی خالد باھلی سے مروی ہے کہ اس روز رسول صلعم بخار میں مبتلا تھے تو ہم حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت علی علیہ السلام نے اپنا دائیاں ہاتھ رسول اللہ صلعم کے سینے پر رکھ دیا اور کہا ام ملدم چلے جاؤ یہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔میں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا کہ اٹھا کر بیٹھ گئے اور حضور صلعم نے چادر اتار دی اور فرمایا اے علی علیہ السلام اللہ تعالیٰ نے تم کو خصوصیات سے نوازا ہے ان میں سے یہ بات بھی ہے کہ دردوں کو تمہارے تابع کیا ہے جس چیز کو تم بھاگتے ہو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے

بھاگ جاتی ہے۔ دیکھو میرا بخار اتر گیا۔ (کنوز المعجزات ص ۲۲۰)۔

جب کہہ دیا نصیریوں نے ہے علی خدا   فرمایا میں ہوں خادم دربار مصطفی

انکار کرر ہے تھے جو حق کے امام کا   ان سے کہا ہوں مظہر اوصاف کبریا

(تصدق شیرازی)

اعتراض ہوسکتا ہے کہ یہ تمام کتابوں کے حوالے ہیں اور روایات ضعیف بھی ہوا کرتی ہیں تو عرض ہے کہ میں کلام پاک سے ثبوت پیش کرتا ہوں۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

نماز ہم اس لئے پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنا واجب قرار دیا ہے۔ ہم پر نماز فرض ہے ساری دنیا پر نماز صرف اور صرف فرض و واجب ہے۔ مگر معصوم یعنی رسول اللہ پر دو طرح سے نماز واجب ہے ایک تو یہ کہ نماز پڑھنا نبی پر بھی واجب ہے اور دوسرا یہ کہ نماز پڑھنے کا طریقہ مخلوق خدا کو سکھانا بھی نبی پر واجب ہے۔ روزہ رکھنا امت پر بھی واجب مگر صرف ایک طرح سے اور معصوم پر دو طرح سے واجب ایک تو رسول اللہ ﷺ پر واجب ہے کہ روزہ رکھے بھی سہی اور دوسرا واجب ہے کہ مخلوق خدا کو روزہ رکھنے کا طریقہ اوقات میں بھی بتلائے سمجھائے۔ ہم پر واجب ہے کہ زکوۃ ادا کریں اور ضرور کریں مگر محمد ﷺ پر دو واجب کہ ایک زکوۃ ادا بھی کرے اور دوسرا اپنی امت کو زکوۃ کا نصاب وطریقہ بھی سکھائے۔ صاحب استطاعت کے لئے واجب ہے کہ حج کرے مگر محمد مصطفی ﷺ کے لئے دو طرح سے واجب ہے ایک تو یہ کہ حج کرے بھی سہی اور دوسرا مخلوق خدا کو ارکان حج بتلائے اور

سمجھائے بھی سہی۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ نیک لوگوں سے حسن سلوک کا برتاؤ کریں تا کہ معاشرہ درست رہے مگر معصوم کے لئے دو طرح سے ضروری ہے ایک تو یہ کہ اچھے لوگوں سے اچھا برتاؤ کرے بھی سہی اور دوسرا ایسا کرنے کا طریقہ بھی امت کو سکھائے۔ ہمیں حکم ہے کہ ہم برے لوگوں سے درگزر کریں اور دوسرا درگزر کرنے کا طریقہ امت کو بتلائے بھی۔

مسلمانو! ہماری زندگی اس وقت تک اسلامی زندگی نہیں بن سکتی، جب تک کہ رسول اللہ صلعم کے اسوہ حسنہ پر گامزن نہ ہوں۔ ہمیں حکم ہے کہ اگر تمہاری قسمت میں نیک بیوی ہو تو اس سے اچھا برتاؤ کرو مگر نبی صلعم کے لئے اس میں دو حکم ہیں۔ ایک تو نیک و پارسا بیوی سے اچھا سلوک کرے اور دوسرا امت کو سکھلائے بھی سہی ہماری قسمت میں اگر بدخلق اور کج رو بیوی ہو تو اس سے درگزر کا برتاؤ کریں تا کہ معاشرہ خراب نہ ہو۔ مگر رسول اللہ صلعم کے لئے اس میں دوہرا حکم ہے ایک تو ایسی بیوی سے درگزر کرے اور دوسرا امت کو درگزر کرنے کا طریقہ سکھلائے۔ اسی طرح ہمیں حکم ہے کہ **وابتغوالیه الواسیلة** کہ ایمان لانے والو وسیلہ تلاش کرے۔ ہمیں صرف وسیلہ تلاش کرنے کا حکم ہے مگر نبی اکرم ﷺ کو یہاں پر بھی وہ دو طرح کا حکم ہے ایک تو یہ کہ وسیلہ تلاش کرنے بھی سہی اور دوسرا وسیلہ امت کو دکھائے بھی سہی کہ یہ وسیلہ ہے تو اللہ تعالیٰ کی منشاء ورضا معلوم کرنے کا صحیح و درست وہی وسیلہ ہوگا جو رسول اللہ صلعم نے خود وسیلہ پکڑا ہوا اور امت کو پکڑنے کا طریقہ بتلایا ہو۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھئے کہ شیعان حیدر کرار کا اعتقاد و ایمان ہے کہ جناب امیر المومنین علی ابی طالب علیہ السلام ساری کائنات سے اکمل و افضل ہیں۔ مگر خدا کے معصوم بندے اور رسول اللہ ﷺ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ **ہمارا ایمان تو ہے کہ حضرت آدمؑ سے حضرت علیؑ افضل ہیں**۔ مگر رسول اللہ صلعم کے غلام ہیں خود حضرت امیر کا فرمان ہے **انا عبد من عبید محمد** ﷺ فرمایا میں محمد صلعم کے

غلاموں میں سے ایک غلام ہوں۔ مسلمانو! حضرت امیر ہوں یا حضرت سیدہ زہرا حضرت امام حسنؑ ہوں یا حضرت امام حسینؑ تو یہ رسول اللہ ﷺ کے جزو ہیں اور آمنہ کا لال ہے کل یہ رسول اللہ ﷺ کے محتاج ہیں رسول اللہ ﷺ صرف خدا کی ذات والاصفات کا محتاج ہے، جب ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہے تو قرآن مجید میں ایک سورہ ہے جسے مباہلہ کہا جاتا ہے اس کی طرف غور کرو، منقول ہے کہ ہجری ۱۰ھ میں آنحضرت نے نجران کے عیسائیوں کو اسلام بذریعہ خط دعوت دی تو نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد جس میں کل ساٹھ آدمی تھے اوران میں چودہ شخص ان کے سردار تھے جن کے نام یہ ہیں عاقب جس کا نام عبدالمسیح تھا، دوسرا سید جس کا نام ایہم تھا تیسرا ابوحارثہ ابن علقمہ جو بکر بن وائل کا بھائی تھا اور چوتھا ادریس بن حارث پانچواں زید، چھٹا قیس، ساتواں یزید نامی ایک سردار اور اس کے دونوں لڑکے، دسواں خویلد، گیارہواں عمرو، بارہواں خالد، تیراھواں عبداللہ اور چودھواں محسن تھا۔ مگر ان چودہ سرداروں میں سے تین بڑے سردار تھے۔ عاقب جو امیر قوم تھا اور عقل مند سمجھا جاتا تھا اور صاحب مشورہ تھا اسی کی رائے پر یہ لوگ مطمئن ہو جاتے تھے۔ دوسرا سید جوان کالاٹ پادری تھا۔

تیسرا ابوحارثہ جو رئیس اعلیٰ تھا۔ یہ بنوبکر بن وائل کے عرب قبیلہ میں سے تھا لیکن نصرانی بن گیا تھا اور رومیوں کے ہاں اس کی بڑی آؤ بھگت تھی تفسیر ابن کثیر (جلد ا پارہ ۳ ص ۷۱) یہ وفد رسول اللہ صلعم کی خدمت میں بڑی ٹھاٹ سے زرق برگ لباس ریشمی عبائیں اور سونے انگوٹھیاں پہنے ہوئے بڑی شان وشوکت سے مدینہ آیا۔ ان کی سج دھج دیکھ کر صحابہ کرام حیرت میں کھو گئے۔ کیونکہ اس سے پیشتر کوئی وفد اس طنطنہ اور طمطراق کے ساتھ یہاں نہیں آیا تھا۔ جب وہ بنے ٹھنے مسجد نبوی کے قریب پہنچ کر سواریوں سے اترے اور اینٹھتے اکڑتے مسجد میں داخل ہوئے تو آنحضرت صلعم نے ان کے ہاتھوں میں سونے کی انگوٹھیاں اور جسموں پر دیبا وحریر کے لباس فاخرہ دیکھ کر نفرت سے ان کی طرف سے منہ

پھیر لیا۔ اسی دوران ان کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنی طریق پر مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی کچھ لوگوں نے انہیں منع کرنا چاہا آپ نے فرمایا انہیں اپنے طریق پر نماز پڑھنے دو جب نماز سے فارغ ہوئے تو بھی رسول اللہ صلعم نے توجہ نہ فرمائی تھوڑی دیر بیٹھ کر مسجد سے اٹھ کر باہر نکل آئے اور حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن کو دیکھ کر ان سے شکوہ آمیز لہجہ میں کہا کہ تمہارے رسول صلعم نے ہمیں پیغام بھیجا اور جب ہم حاضر ہوئے تو ہماری طرف سے منہ پھر لیا۔

حضرت عثمان نے کہا کہ تم حضرت علی علیہ السلام سے وجہ دریافت کرو، وہ تمہیں بتلائیں گے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ جب ان لوگوں نے علیؑ سے عرض کی تو آپ نے فرمایا سونے کی انگوٹھیاں اتار دو اور سادے سفری لباس میں دربار رسالت ﷺ میں حاضری دو۔ یقیناً اللہ کے رسول صلعم تم سے نفرت نہیں کریں گے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ صلعم نے ان کی طرف توجہ فرمائی اور نماز عصر کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ جب آنحضرت صلعم نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا کہ ہم پہلے ہی سے مسلمان ہیں۔ فرمایا تم مسلمان کیونکہ ہو سکتے ہو جبکہ خنزیر کا گوشت کھاتے ہو، تم صلیب کی پرستش کرتے ہو اور مسیح کو ابن اللہ سمجھتے ہو انہوں نے کہا بے شک مسیح ابن اللہ ہیں اگر وہ ابن اللہ نہیں تو آپ ہی فرما دیجئے ان کا باپ کون تھا؟ کیا کوئی بغیر باپ کے بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ آنحضرت نے کلام پاک سے یہ آیت پڑھی۔ تحقیق مثال عیسیٰ کی نزدیک اللہ کے مانند مثال آدم کے ہے پیدا کیا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ہو جا پس ہو گیا فرمایا نصرانیو! عیسیٰ کا تو باپ نہیں ماں تو ہے مگر آدم اور حوا کی نہ ماں ہے اور نہ ان کا باپ ہے بتاؤ انہیں کیا کہو گے۔ ارے میرے اللہ اس بات کا محتاج نہیں کہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہی نہ کر سکے وہ جس کو چاہے اور جس طرح چاہے مخلوق کو پیدا کرتا ہے دیکھو دلیل کتنی قوی ہے اور سمجھانے والا خدا کا رسول صلعم ہے مگر نجران کے عیسائیوں نے نہ ماننا تھا اور نہ ہی مانے تو معلوم ہو گیا کہ اگر انسان

منہ پر آ جائے تو دلائل کی مضبوطی اور زبان کی صداقتیں بھی ضلالت گمراہی اور شیطنت کے مضبوط قلعے کو فتح نہیں کر سکتی۔ مسلمانو! جب **ضدی انسان تاجدار رسالت کی بات کو بھی قبول نہیں کرتے تو آج کا شیعہ مولوی ان بدنصیبوں کو کس طرح حقائق منوا سکتا ہے** جب رسول اللہ کو قرآن کافی نہ ہوتو نبی نے دوسرا رخ اختیار فرمایا قدرت کا حکم ہوا۔

پس جو کوئی جھگڑے تجھ سے بیچ اس کے بعد اس کے کہ تم نے علم سے سمجھایا ہو۔ پس کہو کہ آ ؤ بلا دیں ہم بیٹوں اپنوں کو بیٹوں تمہاروں کو اور عورتیں تمہاری کو اور جاں اپنی اور جانوں تمہاری کو پھر التجا کریں پس کریں ہم لعنت اللہ تعالیٰ کی اوپر جھوٹوں کے، مسلمانو! **یہ ہے مباہلہ جس کو تمام مفسرین نے اپنی اپنی تفسیروں میں درج کیا ہے تفسیر ابن کثیر جلد ا پارہ ۳ ص ۵۷ پر تحریر ہے** کہ رسول اللہ صلعم مباہلہ کے لئے ایک حضرت علی علیہ السلام اور دوسری جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا تیسرے امام حسن اور چوتھے امام حسین علیہا السلام کو لے کر مدینہ برآمد ہوئے۔

تفسیر حسینی قادری جلد ا ص ۱۱۱ پر مرقوم ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت رسالت مآب صلعم نے نجران کے پیشواؤں کو بلا کر فرمایا کہ جس قدر ہم دلیلیں زیادہ دیتے ہیں تم عداوت اور نزاع بڑھاتے ہو۔ اب آؤ تو مباہلہ میں مشغول ہوں تا کہ اس بات میں امتیاز ہو جائے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے اور باطل پر کون ہے نصاریٰ اس پر راضی ہو گئے وقت اور جگہ بھی مقرر کر دی دوسرے دن جناب رسول خدا ﷺ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو گود میں اٹھایا اور امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا۔ جناب سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیچھے اور امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ ساتھ چلے۔ حضرت سرور عالم عالم صلعم نے ان سے فرمایا کہ میں جب دعا کروں تو تم آمین

کہنا۔ اس طرف نصاریٰ بڑے تامل کے بڑے مباہلہ سے پشیمان ہوئے اور اپنی بہتری صلح میں دیکھی باانہمہ رسول اللہ صلعم کے برابر صف باندھی جب ان کے سردار نے حضرت سرور انبیاء علیہ الفضل الصلوۃ الثنا کو اہل بیت کے سمیت دیکھا تو چلایا یاروان بزرگون کی بددعا سے بچو قسم خدا کی میں دیکھتا ہوں اگر یہ خدا سے چاہیں کہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہٹا دے تو پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اگر انہوں نے بددعا کردی تو ایک نصرانی بھی روئے زمین پر باقی نہیں رہے گا پس اس بات پر صلح کر لی کہ ہر سال ماہ رجب اور ماہ صفر میں دو ہزار پارچے بطور جزیہ دیا کریں گے اور ہر پارچہ چالیس درہم کا ہوگا اور اگر یمن میں جنگ چھڑی تو وہ جنگی امداد کے سلسلہ میں تیس زرہیں، تیس نزے، اور تیس گھوڑے عاریۃً دیں گے اور اس کے صلہ میں وہ اپنی زمینوں پر بدستور آباد رہیں گے اور ان کے مال وجان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ ہوگی۔ نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے ساتھ مباہلہ کرتے **تو حق تعالیٰ انہیں مسخ کر کے ان پر آگ نازل کرتا اور سب نجران والے بلکہ جن چڑیوں کے گونسلے ان کے مکانوں کی چھت میں تھے وہ سب ہلاک ہو جاتے۔ یہ سب اہل سنت کی تفاسیر میں موجود ہے۔**

اب میرا سوال مسلمانوں سے یہ ہے کہ اگر رسول خدا صلعم اکیلے ہی بددعا کردیتے تو کیا نجران کے عیسائی بچ جاتے ہرگز نہیں اور پھر خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کے ساتھ ان چار نفوس کو کیوں شامل کیا۔ ان میں دو تو بچے چھ سات برس کے ہیں ایک خاتون پردہ دار اور صرف ایک بھائی ہے آیت اتنی وسیع ہے کہ **ابناءنا** میں سارے مدینے کے بچے اور **نساءنا** تمام دینے کی عورتیں اور **انفسنا** میں مع یار غار کے کل صحابی شامل ہو سکتے ہیں پھر نبی اکرم صلعم نے انہیں کیوں فراموش کر دیا جنہیں صدیق اور صدیقہ کا خطاب آج تک لوگ دیتے چلے آرہے ہیں یہ تو ان کی صداقت کو نمایاں کرنے کا زریں

موقع تھا کہ جھوٹوں پر تو وہی لعنت کرے گا جو خود صدیق ہوگا؟ ورنہ لعنت بٹ جائے گی لوگو ہمارا قیفہ سے کیا واسطہ ہم تو سیرت رسول اللہ صلعم کو واجب العمل سمجھتے ہیں بس جس جس کو رسول اللہ صلعم مباہلہ میں ساتھ لے گئے وہی انسان حقیقت میں صدیق تھا باقی مرید کے بخشے ہوئے تمغے ہیں اور یہ مقام کچھ ایسا خطرناک صحابہ کرام کو محسوس ہوا کہ کسی روایت میں نہیں ملتا کہ کسی صحابی نے عرض ہی کی ہو یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی ساتھ لے چلئے میں بھی تو صدیق ہوں۔ صحابہ کرام کا میدان مباہلہ میں ساتھ جانے کی تمنا نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جانتے تھے یہ ہمارا مقام نہیں اس پر صدیق کی ضرورت ہے جس کو حق تعالیٰ نے تمغہ صداقت عطا کیا ہو۔

کہ اکیلے اگر نبی کریم صلعم بد دعا کر دیتے تو یقیناً کافی تھا ارے ہمارے رسول صلعم کے اشارے سے تو چاند بھی اپنی منزل چھوڑ دیتا ہے اور سورج واپس آ کر سلام کرتا ہے علی ہوں یا بتول، حسن ہو یا حسین علیہا السلام یہ سب نبی ﷺ کے جزو ہیں۔ صرف انہیں اسلئے لے گئے کہ بے مروت مسلمانوں کو دکھلانا مقصود تھا کہ جب ان کے بغیر محمد مصطفیٰ کامیاب نہ ہوسکا تو تم مسلمان ان کو چھوڑ کر کس طرح کامیاب ہو جاؤ گے یہ ہے **خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا وسیلہ اور خدا کے حبیب کا دکھلایا ہوا وسیلہ۔**

ایک بات اور ابھی ذہن میں لایئے کہ رسول اللہ صلعم قرآن سناتے رہے کافی نہ ہوسکا تو جب رسول اللہ صلعم کو قرآن مجید اکیلا کافی نہ ہوسکا اور کوئی مائی کالال ہے کہ جسے اکیلا قرآن کافی ہو جائے قرآن تو خود صاحب قرآن کو بھی کافی نہ ہوا اہل بیت کو آخر بلانا ہی پڑا۔ پس قرآن پاک سے ثابت ہوا کہ نبی کریم بھی مشکل کے وقت اپنی اہل بیت کو ہی وسیلہ قرار دیتے تھے۔ **من ترک سنتی فلیس منی** کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جس نے میری سنت ترک کر دی وہ ہم سے نہیں ہے یعنی

میری امت سے خارج تو کیا یہ آیت قرآن مجید سے میاں کو یاد نہ رہی کہ ال محمد سے انحراف کر بیٹھا۔ ادھر تو یہاں تک مسلمانوں نے لکھ دیا کہ ایک روز رسول خدا صلعم بیر اریس (ایک کنویں کا نام) پر کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان نے بھی ایسا ہی کیا کہ کنوئیں پر بیٹھ کر اس میں پاؤں لٹکا دیئے کہ رسول اللہ صلعم کی سنت پوری ہوائے کیوں بھائی ادھر رسول اللہ صلعم کی سنت کا اتنا خیال اور ادھر اتنی بے پرواہی کہ آل رسول کو بالکل فراموش کر دیا جذب القلوب ص ۱۵۹۔ ہاں یہ بھی یاد رہے کہ آیت مباہلہ میں جھوٹوں پر لعنت کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان کی پیروی کرنے کا حکم ہے لوگو! قرآن اعلان کر رہا ہے کہ کاذبوں پر لعنت کرنے کا حکم ہے نہ کہ ان کی پیروی کرنے کا حکم ہے۔ قرآن اعلان کر رہا ہے کہ کاذبوں پر لعنت کرو اور یہی خدا کا حکم ہے فرماؤ ہم اللہ کا فرمان چھوڑیں یا قرآن کا بیٹا چھوڑیں یا محمد صلعم عرب کا اعلان چھوڑیں، یا ہر زب پر لعنت کر کے باطل کی گردن مروڑیں۔

آیت مباہلہ نے ایک مسئلہ بھی حل کر دیا کہ آیت میں تمام صیغے جمع کئے ہیں۔ **ابناء نا** صیغہ جمع ہے مگر رسول اللہ ﷺ دو بچے لے گئے **انفسنا** صیغہ جمع ہے مگر نبی ایک بھائی حیدر کرار کو لے گئے **ونساء نا** میں صیغہ جمع ہے مگر رسول اللہ صلعم صرف ایک بیٹی فاطمہ زہرا کو لے گئے تو ثابت ہو گیا کہ جب اللہ اہل بیت محمد صلعم کا تذکرہ فرما دیے ہیں تو واحد کے لئے بھی لفظ جمع استعمال فرما دیا کرتا ہے ملاں لوگ نبی اکرم صلعم کی بیٹیاں ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید کی یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ اے نبی کہہ واسطے بی بیوں اپنی کے اور بیٹیوں اپنی کے اور بی بیوں مسلمانوں کی کے کہ چادریں بڑی سے پردہ کیا کریں، اس آیت پردہ میں چونکہ لفظ بنت نہیں بلکہ بنات ہے لہذا ثابت ہوا کہ نبی کی ایک بیٹی نہ تھی بلکہ چار تھیں فرماؤ مسلمانوں مباہلہ میں صیغہ جمع کا ہے یا نہیں تو فرماؤ وہاں کتنی تشریف لے گئیں تھیں۔ وہاں صیغہ جمع میں ایک ہے تو یہاں جمع میں ایک کیوں نہیں ہو سکتی اور ستو اگر عقل و دانش سے بیر نہیں ہے

تو خالق کائنات نے چوتھے پارے کے آخر میں حرام رشتوں کی فہرست دی ہے ارشاد ہوتا ہے۔ حرام کی گئیں ہیں اوپر تمہارے مائیں تمہاری اور بیٹیاں تمہاری نواسیاں مسلمانوں سارے قرآن پاک سے پوتیاں اور نواسیاں کہیں حرام دکھلاؤ۔ ہر گز نہیں دکھلاسکو گے پھر کیا خیال ہے میاں جی آپ کے مذہب میں نواسیاں اور پوتیاں حرام ہیں یا کہ ان سے نکاح جائز ہے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ نواسی اور پوتی بھی شامل ہے تو بس فیصلہ ہو ہی گیا کہ پردے کی آیت میں جہاں بنات ہے وہاں نبی صلعم کی بیٹی، نواسیاں اور قیامت تک کی تمام سادات کی مستورات شامل ہیں کیونکہ یہ سب نبی کی بیٹیاں ہی تو ہیں۔ آج اگر رسول اللہ صلعم تشریف لے آئیں تو کسی سیدانی سے عقد نہیں کر سکتے کیونکہ یہ نبی کی بیٹیاں ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ پردے کی آیت جب اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی تو اس وقت جن کو مسلمان رسول اللہ صلعم کی بیٹیاں فرماتے ہیں وہ کب زندہ تھیں جنگ احزاب ۵ ہجری میں ہوئی اور بعد میں یہ سورہ نازل ہوئی تو وہ زندہ کب تھیں انہیں قبروں میں پردے کا حکم دیا گیا تھا بنات رسول اللہ صلعم کا مسئلہ قرآن مجید کی رُو سے تو ثابت ہے نہیں مگر کیا کہنا مسلمانوں کا کہ نبی کریم صلعم کی بیٹیاں تو ضرور ثابت کرنی ہی ہیں چاہے قرآن پاک کی توہین ہو یا عظمت رسول پر حرف آئے قرآن مجید سے اللہ تعالیٰ کا حکم سنو۔ اور تم نکاح مت کرو شرک کرنے والوں سے یہاں تک کہ ایمان لائیں تو قرآن مجید کی نص ہے کہ مشرکوں کو رشتہ نہ دو یہ حرام ہے مگر رسول اللہ صلعم کی چار بیٹیاں چونکہ میاں جی نے ثابت کرنی ہی ہین اس لئے تمام ملاؤں نے متفق ہو کر کہا کہ حضور پرنور صلعم نے اپنی تین بیٹیاں مشرکوں کے نکاح میں دے رکھی تھیں۔ ملاں فخر سے فرماتے ہین کہ رقیہ کا عقد عتبہ سے تھا اور ام کلثوم کا عتیبہ سے یہ دونوں مشرک تھے اور ابولہب کے بیٹے تھے۔ خلفائے راشدین ص ۱۷۲ اور تیسری لڑکی زینب کا نکاح ابوالعاص سے حالت کفر شرک میں نبی نے کر دیا تھا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۱۱۶۲ اکبر نجیب آبادی کیوں

بھائیو! جن مسلمانوں کا رسول اپنی بیٹیاں مشرکوں کو نکاح میں دے دیا کرے (خدا جانے مشرکین کا خطبہ نکاح کیسا ہوتا ہوگا) تو ان مسلمانوں کو تو یہ بھی سنت پوری کرنی چاہئے کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھنے والے اس شرف سے کیوں محروم رہ جاتے ہیں اگر کوئی مولوی صاحب **من ترک سنتی فلیس منی** کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اپنے نبی صلعم کی یہ سنت پوری کر دے تو کشمیر میں لڑائی کی کیا ضرورت ہے۔

کہتے ہیں کہ نبی صلعم نے اعلان نبوت سے پہلے یہ رشتے کئے تھے پھر اسلام نے منع کر دیئے اگر ایسا ہی ہے تو رسول اللہ صلعم کی اور توہین اس سے زیادہ کیا ہوگی کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اعلان کیا ہے کہ اور جس وقت لیا عہد اللہ نے عہد پیغمبروں اے البتہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب سے اور حکمت سے پھر آوے تمہارے پاس پیغمبر سچا کرنے والا اس چیز کو کہ ساتھ تمہارے ہے۔ البتہ ایمان لایو ساتھ اس کے اور البتہ مدد دینا اس کو کہا کیا اقرار کیا تم نے؟ اور لیا تم نے اوپر اس کے بھاری عہد میرا۔ کہا انہوں نے اقرار کیا ہم نے۔ کہا پس شاہد رہو؟ اور میں ساتھ تمہارے شاہدوں سے ہوں۔ پس جو کوئی پھر جاوے پیچھے اس کے پس یہ لوگ وہی ہیں بدکار (ترجمہ رفیع الدین) کیوں مسلمانو یہ روز میثاق کی بات ہے تو فرماؤ اس وقت رسول اللہ صلعم کیا تھے جبکہ خدا تعالیٰ انبیاء سے عہد لے رہا تھا اس آیت سے تو ثابت ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اس روز سے قدرت نے نبی بنا دیئے تھے اگر نبی نہ ہوتے تو نبیوں سے عہد کیسا؟ اور اگر رسول خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سرتاج انبیاء نہ تھے تو دوسرے انبیاء سے ان کے افضل واکمل ہونے اور ان پر ایمان لانے کا اقرار کیسا ہوسکتا ہے؟ کہ کوئی اصحاب نواز ملاں کہہ دے کہ یہ باتیں تو روح کی ہیں تو میری عرض ہے کہ مولانا اگر روح کی باتیں ہیں تو معلوم تو ہوگیا کہ رسول اللہ صلعم کی روح اس وقت بھی نبی تھی تو جب روز میثاق سے رسول اللہ صلعم کی

روح نبی تھی تو نبی کی روح نے مشرکین کو بیٹیاں دینا کس طرح گوارا کرلیا۔

اس جگہ میں مولانا علامہ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی کتاب جذب القلوب سے ایک دوشہادتیں پیش کیئے دیتا ہوں مولانا فرماتے ہیں کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ کلمات آدم صفی اللہ نے دربار خداوند سے سیکھے تھے اور ان کی توبہ مغفرت کا ذریعہ ہوئے تھے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے **فتلقی اٰدم من ربه کلمات فتاب علیه** پس سیکھ لے آدم نے اپنے رب سے چند باتیں پس رجوع کیا اس پر وہ کلمات یہ تھے۔ **الٰهی بحرمة محمد واٰله اغفرلی** (جذب القلوب ص ۲۳۵) یہاں سے تو ثابت ہوا کہ حضرت آدمؑ کا وسیلہ محمد وآل محمد ہی نہیں بنے بلکہ جس دن حضرت آدمؑ ان کا خدا کو واسطہ دے رہے تھے اس روز بھی محمد وآل محمد پاک وطاہر افضل واکمل اور ذریعہ نجات تھے اور سنیں ایک حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ہے علمائے حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے کہ جب آدم صفی اللہ سے خطا سرزد ہوئی تو توبہ کے لئے کہا **یارب اسالک بحق محمد ان تغفرلی** اے میرے رب میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بطفیل محمدؐ صلعم کے مجھ کو بخش دے۔

مجیب الدعوات کے دربار سے فرمان آیا کہ تم نے محمد مصطفیٰ صلعم کو کس طرح پہچانا۔ حالانکہ میں نے ابھی ان کو جوہر روح کو صدف جسمانیت میں نہیں رکھا ہے آدمؑ نے کہا اے خالق تو جانتا ہے کہ جس روز مجھ کو اپنے دست قدرت سے تو نے پیدا کیا اور میرے قلب بشری میں روح علوی پھونکی تو میں نے سر اٹھایا عرش کے پایوں پر لکھا دیکھا **لا اله الا الله محمد رسول الله** اس دن سے میں نے پہچان لیا کہ وہ تیرے ایک بندے ہیں اور تیرے نزدیک کل مخلوقات میں سے محبوب ترین اور تیرے دربار کے مقرب ترین ہیں۔ حکم آیا ہے کہ جب تم نے ان کو میرے دربار میں وسیلہ مغفرت ٹھہرایا

ہے تو میں نے تمہارے گناہ معاف کئے اے آدمؑ گر محمد صلعم نہ ہوتے تو تم کو بھی نہ پیدا کرتا۔ (کتاب جذب القلوب ص ۲۳۴)۔

حیف ہے ان مسلمانوں پر کہ جس کا کلمہ حضرت آدمؑ پیدا ہوتے ہی پڑھ رہے تھے اس کے متعلق ایمان رکھتے ہیں کہ اس نے اپنی بیٹیاں مشرکوں کو دے دی چھوڑی تھیں، رسول اللہ صلعم کی توہین کی کوئی بات نہیں ایک بزرگ تو ذوالنورین بنتا ہی ہے تو عرض ہے کہ جب یہ لڑکیاں کنواری ہو کر عتبہ عتیبہ کو شرک سے نہ نکال سکیں اور وہ ایک نور والے نہ بن سکے تو پھر مطلقہ ہو کر کسی کو کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔ ہاں اگر یہ خیال ہے کہ احکام شریعت بعد میں جاری ہوئے تھے تو مسلمانوں ایک ایسا نبی کا فعل دکھلاؤ جو رسول اللہ صلعم نے چالیس برس کیا ہوا اور اعلان نبوت پر قدرت نے اپنے حبیب کو منع کر دیا ہو۔ ارے **جو رسول اللہ صلعم چالیس سال کرتے رہے وہی تو قرآن بنا ہے** بس ہمارا رسول (ص) وہ ہے جس کے ہر قول و فعل کی قرآن مجید نے آ کر تصدیق کی ہے نہ کہ کافروں مشرکوں کو اپنی لڑکیاں دینے والا۔

بات دور نکل گئی کہ اللہ تعالٰی نے محمد و آل محمد اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان وسیلہ قرار دیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا **نحن وسیلۃ بینکم وبین اللہ** ہم ہیں تمہارے اور خالق کے درمیاں وسیلہ کامل ہیں ان کا آدم نے وسیلہ پکڑا تو حوامل گئی اور ترک اولی سے معافی مل گئی، حضرت نوحؑ نے وسیلہ ان کا پکڑا تو کشتی بچ گئی۔ خلیلؑ نے انہیں وسیلہ قرار دیا تو آگ گلزار ہو گئی کلیمؑ نے وسیلہ پکڑا تو جادوگروں پر غالب آ گئے اور دریا شگافتہ ہو گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے وسیلہ پکڑا تو چرخ چہارم پر مسکن بن گیا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آل کو وسیلہ قرار دیا تو

مباہلہ جیت لیا۔ میں نے محمد و آل محمد کا وسیلہ پکڑا تو عاقبت سنور گئی۔ واعظ و مقرر بن گیا۔ دولت انسانیت سے سرفراز کیا گیا۔ لوگو تم بھی محمد و آل محمد کو خدا کے حضور میں وسیلہ قرار دو۔ ہر مشکل حل ہو جائیگی۔

ملاحظہ ہوں آیات وسیلہ
اور آیات حق
شفاعت بحکم قرآن

۳۸۔ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (سورۃ البقرہ)

ہم نے کہا تم سب یہاں سے چلے جاؤ، جب کبھی تمہارے پاس میری ہدائت پہنچے تو اس کی تابعداری کرنے والوں پر کوئی خوف و غم نہیں۔

۲۵۵۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ (سورۃ البقرہ)

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا

تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں ہیں۔ کون جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے، وہ جانتا ہے جو اس کے سامنے ہے جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ جتنا چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین اور آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے، وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

۳ـ۳۹ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًام بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ (سورۃ العمران)

پس فرشتوں نے انہیں آواز دی، جب وہ حجرے میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، کہ اللہ تعالیٰ تجھے یحییٰ کی یقینی خوشخبری دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی تصدیق کرنے والا سردار، ضابطہ نفس اور نبی ہے نیک لوگوں میں سے۔

۳ـ۶۱ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْم بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ (سورۃ العمران)

اس لیئے جو شخص آپ کے پاس اس علم کے آجانے کے بعد بھی آپ سے

اس میں جھگڑے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم تم اپنے اپنے فرزندوں کو اور ہم تم اپنی اپنی عورتوں کو اور ہم تم خاص اپنی اپنی جانوں کو بلا لیں، پھر ہم عاجزی کے ساتھ التجا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

ق۔۶۱ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ہ (سورۃ النساء)

ان سے جب کبھی کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کی اور رسول ﷺ کی طرف آؤ تو آپ دیکھ لیں گے کہ یہ منافق آپ سے منہ پھیر کر رکے جاتے ہیں۔

ق۔۶۳ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ط فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا م بَلِيْغًا ہ (سورۃ النساء)

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے دلوں کا بھید اللہ تعالیٰ پر بخوبی روشن ہے آپ ان سے چشم پوشی کیجئے انہیں نصیحت کرتے رہیے اور انہیں وہ بات کہئے جو ان کے دلوں میں گھر کرنے والی ہو۔

ق۔۸۵ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ط وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى

كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ہ (سورۃ النساء)

جو شخص کسی نیکی یا بھلے کام کی سفارش کرے اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا اور جو برائی اور بدی کی سفارش کرے اس کے لئے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔

۲۳ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ط وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ہ (سورۃ الانفال)

اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتا تو ان کو سننے کی توفیق دے دیتا اور اگر ان کو اب سنا دے تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔

۵ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ہ (سورۃ النساء)

بے عقل لوگوں کو اپنا مال نہ دے دو جس مال کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری گزران کے قائم رکھنے کا ذریعہ بنایا ہے ہاں انہیں اس مال سے کھلاؤ پلاؤ، پہناؤ، اوڑھاؤ اور انہیں معقولیت سے نرم بات کہو۔

۹۵ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ہ (سورۃ الكهف)

اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو دے رکھا

ہے وہی بہتر ہے، تم صرف قوت طاقت سے میری مدد کرو۔

ق۳۵ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ہ (سورۃ المائدہ)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کا قرب تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔

ق۹۶ فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰہُ عَلٰی وَجْھِہٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ہ (سورۃ الیوسف)

جب خوش خبری دینے والے نے پہنچ کر ان کے منہ پر وہ کرتا ڈالا اسی وقت پھر بینا ہو گئے کہا! کیا میں تم سے نہ کہا کرتا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

ق۹۷ قَالُوْا یٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا کُنَّا خٰطِئِیْنَ ہ (سورۃ الیوسف)

انہوں نے کہا ابا جی آپ ہمارے لئے گناہوں کی بخشش طلب کیجئے بیشک ہم قصوروار ہیں۔

۹۸ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ط اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ہ (سورة الیوسف) کہا اچھا میں جلد ہی تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش مانگوں گا وہ بہت بڑا بخشنے والا اور نہایت مہربانی کرنے والا ہے۔

۱۵ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ہ (سورہ القصص)

اور موسٰی (علیہ السلام) ایک ایسے وقت شہر میں آئے جبکہ شہر کے لوگ غفلت میں تھے یہاں دو شخصوں کو لڑتے ہوئے پایا، یہ ایک تو اس کے رفیق میں سے تھا اور دوسرا اس کے دشمنوں میں سے اس کی قوم والے نے اس کے خلاف جو اس کے دشمنوں میں سے تھا اس سے فریاد کی، جس پر موسٰی (علیہ السلام) نے اس کے مکا مارا جس سے وہ مر گیا موسٰی (علیہ السلام) کہنے لگے یہ تو شیطانی کام ہے، یقیناً شیطان دشمن اور کھلے طور پر بہکانے والا ہے۔

۳۳ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ہ (سورۃ الانفال)

اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو

عذاب دے اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے ہوں۔

آیۃ ۸۷ لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ہ (سورۃ المریم)

کسی کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا سوائے ان کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کیطرف سے کوئی قول قرار لے لیا ہے۔ سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

آیۃ ۲۸ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُونَ ہ (سورۃ الانبیاء)

وہ ان کے آگے پیچھے کے تمام امور سے واقف ہے وہ کسی کی بھی سفارش نہیں کرتے بجز ان کے جن سے اللہ خوش ہو وہ خود ہیبت الٰہی سے لرزاں و ترساں ہیں۔

آیۃ ۲۳ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهٗ ط حَتّٰى إِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ط قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ہ (سورۃ سبا)

شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے اجازت ہو جائے یہاں تک کہ جب ان کے ان کے دلوں سے

گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند بالا اور بہت بڑا ہے۔

ق۸۳:۵ وَ اِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ط وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ط وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ہ (سورۃ النسا)

جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کر دیا، حالانکہ اگر یہ لوگ اس رسول ﷺ کے اور اپنے میں سے ایسی باتوں کی تہہ تک پہنچنے والوں کے حوالے کر دیتے تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار ہوتے۔

ق۱۵۳:۲ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ہ (سورۃ البقرۃ)

اے ایمان والو صبر اور نماز کے ذریعہ سے مدد چاہو، اللہ تعالیٰ صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے۔

ق۷:۱ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ

وَلَا الضَّآلِّيْنَ ہ (سورۃ الفاتحۃ)

اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ ان کا نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کا.

کوئی غیر شیعہ جو ان سوالات کا جواب دے دے تو ہم اس کو پچاس لاکھ انعام دیں گے:

سوالات ملاحظہ ہوں

سوال نمبر ۱:۔ تاریخ شاہد ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ سے مکمل طور پر بائیکاٹ کر لیا تھا۔ اس بائیکاٹ کا عرصہ تین سال کا ہے۔ حضرت ابو طالب علیہ السلام تمام بنی ہاشم کو شعب ابو طالب علیہ السلام میں لے گئے تھے۔ یہ تین برس کا عرصہ بنی ہاشم نے نہایت عسرت اور کٹھن تکالیف سے گزارا۔ ان تین سال کے دوران حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کہاں تھے اگر یہ بزرگ مکہ میں ہی تھے تو انہوں نے حضرت کا ساتھ کیوں نہ دیا اور اگر شعب ابی طالب علیہ السلام میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نہ جاسکے تو کیا کسی وقت ان بزرگوں نے آب ودانہ ہی کی کوئی آنحضرت ﷺ کی مدد کی ہو۔ جب کہ کفار مکہ میں سے زبیر ابن امیہ بن مغیرہ نے پانی اور کھانے پہنچانے اور عہد نامہ کو توڑنے پر دوستوں کو آمادہ کیا؟؟؟

سوال نمبر ۲:۔ حضرت فاطمہ زہرصلوت اللہ علیہا کا انتقال بقول اہل سنت

جناب رسول خداؐ کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضرت ابو بکر کا انتقال اڑھائی برس رسول خداؐ کے بعد اور حضرت عمر نے ۲۶ ذی الحجہ ۲۴ھ کو انتقال کیا تو کیا وجہ تھی کہ ان دونوں بزرگوں کو جو کافی عرصہ کے بعد انتقال کرتے ہیں روضہ رسولؐ میں دفن ہونے کے لئے جگہ مل گئی اور رسول خداؐ کی اکلوتی بیٹی سیدہ طاہرہ مادر حسنین علیہم السلام کو باپ کے پاس قبر کی جگہ نہ مل سکی۔ کیا خود بتول علیہ السلام نے باپ سے علیحدگی قبر کی وصیت کی تھی یا حضرت علی علیہ السلام نے حکومت وقت کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا یا مسلمانوں نے بضعتہ الرسولؐ کو قبر رسولؐ کے پاس دفن نہ ہونے دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار؟؟؟

سوال نمبر ۳:۔ دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے وعدۂ نصرت کیوں نہ فرمایا۔ کیا یہ دونوں بزرگ دعوت ذوالعشیرہ میں شامل تھے؟ اگر نہیں تو یہ دونوں رسولؐ کے قریبی کیونکر ہو سکتے ہیں؟؟؟

سوال نمبر ۴:۔ جب حضرت ابوبکر بقول اہل سنت تمام امت محمدیہ سے افضل ہیں تو بوقت موخات یعنی رسول خداؐ نے بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت ابوبکر کو کیوں نہ اپنا بھائی بنایا جبکہ تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرتؐ نے دعوت ذوالعشیرہ اور مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر بوقت مواخات فرمایا **علی انت اخی فی الدنیا و الاخیرۃ**۔ انصاف مطلوب ہے۔

سوال نمبر ۵:۔ اہل سنت کی حدیث کی کتابوں میں حضرت ابوہریرہ۔ حضرت عبداللہ ابن عمر۔ حضرت عائشہ وغیرہم سے کثرت سے احادیث پیغمبر مروی ہیں کیا وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ۔ حضرت فاطمہ زہرا۔ حضرت امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین علیہم السلام سے احادیث کثرت سے

بیان نہیں ہوئیں جبکہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا **انا مدینه العلم و علی بابها نیز اعلم امتی علی بن ابی طالب وغیرها** احادیث کثرت سے ملتی ہیں۔ کیا حضرت علی علیہ السلام کو رسول خدا ﷺ کے پاس رہنے کا موقع کم ملا تھا؟؟؟

سوال نمبر ۶:۔ اگر حضرت علی علیہ السلام کا حکومت وقت سے اختلاف نہ تھا تو ان تینوں حکومتوں کے دور میں کسی جنگ میں شریک کیوں نہ ہوئے جبکہ کفار سے جنگ کرنا بہت بڑی عبادت وسعادت ہے اور اگر اکثرت افواج کی وجہ سے ضرورت محسوس نہ ہوئی تو جمل وصفین اور نہرد ان کی جنگوں میں کیوں بہ نفس نفیس ذوالفقار کو نیام سے نکال کر میدان میں اترے۔ کیا حکومت نے سیف اللہ کا خطاب دینا کسی اور کو مناسب سمجھا یا خالد بن حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ شجاع اور بہادر تھا۔ نیز تعلقات اچھے ثابت کرتے ہوئے تاریخ طبری سے دو مکالمے جو مالانا شبلی نعمانی نے کتاب الفاروق ص ۲۸۵ پر نقل کیے ہیں پیش نظر ہیں۔ حضرت عمر اور عبداللہ ابن عباس کے دونوں مکالمے پڑھیں؟؟؟

سوال نمبر ۷:۔ اگر حضرت امام حسین علیہ السلام کو بقول وہابی علماء کے شیعوں نے ہی شہید کیا تو اہل سنت نے امام مظلوم علیہ السلام کی مدد کیوں نہ کی جبکہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں اہل سنت موجود تھے۔ (الفاروق ص ۱۱۳)؟؟؟

سوال نمبر ۸:۔ اگر **حسبنا کتاب الله** کہنا ایک امتحان کا جواب تھا جو بزرگ نے درست دیا، تو اسی واقعہ قرطاس میں اس بزرگ نے کس سیاحت کے تحت ارشاد فرمایا کہ اس مرد کو ہذیان ہو گیا ہے۔ دیکھو بخاری؟؟؟

سوال نمبر ۹:۔ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کی بھی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ پیغمبر کے انتقال پر امت نے اپنے نبی کے جنازہ پر خلیفہ کے انتخاب کو فوقیت دی ہو۔ اگر ایسی کوئی مثال ماسلف میں نہ ملے تو امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ نے ایسا کرنا کیونکر مناسب سمجھا؟؟؟

سوال نمبر ۱۰:۔ کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کا واقعہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ جس کے انتقال پر ملال پر اس کا تمام ترکہ صدقہ ہوگیا اور امت نے صدقہ سمجھ کر آپس میں تقسیم کر کے اس کی اولاد کو باپ کے ورثہ سے محروم کردیا اور اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کا ترکہ صدقہ ہی تھا تو ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے گھروں میں کچھ تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کا مال ہوگا۔ کیا یہ ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے مال کو صدقہ تسلیم کر کے وہ مال حکومت وقت کے حوالے کردیا تھا۔ کیونکہ صدقہ اہل بیت علیہ السلام پر حرام ہے اور ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کو اہل بیت میں اہل سنت شمار کرتے ہیں تو صدقہ ان کے لئے کس طرح حلال ہوگیا۔ جواب باصواب ہونا چاہئے؟؟؟

سوال نمبر ۱۱:۔ قرآن پاک میں قدرت کا ارشاد ہے اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جان کر پس سزا اس کی دوزخ ہے ہمیشہ رہنے والا بیچ اس کے اور غصہ ہوا اللہ اوپر اس کے اور لعنت کی اس کو اور تیار رکھا ہے واسطے اس کے عذاب بڑا۔ (ترجمہ رفیع الدین) فرمادیں اگر ایک آدمی مومن کو عمداً قتل کرنے والا اس سزا کا مستحق ہے تو جمل و صفین اور نہروان میں فریقین کے کل میزان ستاون ہزار آٹھ سو ساٹھ قتل شہید ہوئے۔ ان کے قاتلوں کے بارے میں کیا خیال ہے کیا کلام پاک کی مندرجہ بالا آیت سے یہ مستثنیٰ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا قانون اعلیٰ، ادنیٰ کے لئے یکساں ہے تو خلیفہ وقت کی مخالفت کر کے مسلمانوں کا قتل عام کرانے والے قیامت کو کس جگہ تشریف لے جائیں گے۔ غور کریں؟؟؟

سوال نمبر ۱۲:۔ کلام مجید شاہد ہے کہ اوران لوگوں سے کہ گرد تمہارے ہیں بادیہ نشینوں سے منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ کے بھر سرکشی کرتے ہیں اور پر نفاق کے تو نہیں جانتا ان کو ہم جانتے ہیں ان کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو دوبارہ پھر پھیرے جایں گے طرف عذاب بڑے کے ترجمہ رفیع الدین۔اس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی رسول خداﷺ کے زمانے میں مافق لوگ تھے۔اس کے علاوہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ مدینہ رسولﷺ میں سے کثرت منافقین رہا کرتے تھے۔انتقال مصطفیﷺ کے بعد مسلمانوں میں دو پارٹیاں معرض وجود میں آئیں۔ ایک حکومت کی پارٹی دوسری بنی ہاشم کی پارٹی۔ ارشاد فرمایں کہ منافقین کس پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔جولوگ اللہﷺ کے زمانے میں منافق تھے۔انتقال رسول کے بعد ان منافقین کو آسمان نے اٹھالیا یا زمین نگل گئی یا تمام منافقین حکومت سے تعاون کرتے ہیں فرشتے اور نیک ہو گئے تھے ان منافقین کی نشاندہی تو کرو کہ وہ کہاں گئے جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ اُن دو پارٹیوں کے علاوہ کوئی تیسری پارٹی نہ تھی۔تحقیق ضروری ہے؟؟؟

سوال نمبر ۱۳:۔ اہل سنت والجماعت کا دین چار اصولوں پر مبنی ہے۔

(۱) قرآن مجید۔(۲) حدیث۔(۳) اجماع۔(۴) قیاس۔

ثقیفہ کی کارروائی کو پیش نظر رکھ کر ارشاد فرمادیں کہ خلافت ثالثہ قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے یا کہ اجماعی خلافت ہے۔اگر اجماعی خلافت ہے تو بمطابق قرآن پر غور فرما کر ارشاد فرمادیں کہ انہوں نے قرآن پاک سے اپنی خلافت کو کیوں نہ ثابت کیا جبکہ قرآن مجید میں ہر خشک وتر کا ذکر موجود ہے؟؟؟

سوال نمبر ۱۴:۔ اگر کوئی خلیفہ وقت کو نہ مانے اور اس کی علی الاعلان مخالف

کرے تو اس کی سزا کیا ہے۔ مگر یاد رہے کہ بی بی عائشہ اور معاویہ نے تو خلیفہ وقت حضرت علی علیہ السلام سے جنگیں کی ہیں۔ ان کے واقعات جنگ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمادیں کہ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ انصاف مطلوب ہے؟؟؟

سوال نمبر ۱۵:۔ اصول فلسفہ ہے کہ کسی ایک چیز کے متعلق اگر دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑیں تو دونوں جھوٹے تو ہو سکتے ہیں مگر دونوں سچے نہیں ہو سکتے جب ایسا ہے تو جمل۔ صفین کے طرفین کے بارے میں دونوں کس طرح سچے ہوئے۔ جو صاحب غلطی پہ تھے ان کی نشاندہی تو کرو کہ فلاں بزرگ سے خطاب ہوا۔ کیا قاتل و مقتول دونوں جنگ میں جائیں گے۔ استغفر اللہ۔

سوال نمبر ۱۶:۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار **یا علی انت و شیعتک ھم الفائزون** ۔ اے علی علیہ السلام تو اور تیرے شیعہ ہی نجات یافتہ ہیں۔ تو کیا ایسی کوئی حدیث۔ حنفی۔ شافعی۔ حنبلی۔ مالکی حضرات کے لئے مل سکتی ہے؟ اگر نہیں تو دیوبندی۔ بریلوی۔ نجدی حضرات کے لئے ہی تلاش کر کے اطمینان دلا دیجئے؟؟؟

سوال نمبر ۱۷:۔ بی بی عائشہ کے تاثرات اور ارشاد حضرت عثمان کے بارے میں خلافت عثمان کے وقت کیا تھے۔ کیا بی بی عائشہ نے فرمایا کہ لوگ اسے بڈھے نعثل کو قتل کرو۔ خدا اسے قتل کرے۔ اگر ایسا ارشاد فرما کر آپ مکہ تشریف لے گئیں تو حضرت علی علیہ السلام کی خلافت ظاہری کو سن کر حضرت عثمان کو کس طرح انہوں نے مظلوم تسلیم کر لیا۔ کیا حضرت علی علیہ السلام سے حضرت عائشہ کو ذاتی رنجش نہ تھی کہ مسلمانوں کو جمع کر کے بصرہ پہنچ کر جنگ کرنے پر میدان کارزار میں اترائیں۔ کیا یہ حضرت عثمان کا بدلہ تھا یا علی علیہ السلام سے دیرینہ دشمنی کا نتیجہ ہے؟؟؟

سوال نمبر ۱۸:۔ مسلمانوں کے چار امام ابوحنیفہ۔شافعی۔مالکی اور احمد بن حنبل کیا نص سے ان کی امامت ثابت ہے یا حکومت وقت کی پیداوار ہے اور چار مصلے جو خانہ کعبہ میں رکھے گئے تھے وہ کس شرعی حکم سے حکومت نے رکھے تھے۔سنا ہے اب وہ مصلے اٹھا بھی دیئے ہیں اور اگر خدا اور رسولؐ کے حکم سے رکھے تھے تو چاروں مصلے کس کے حکم سے اٹھائے گئے تھے اور اگر یہ مصلے حکومت نے رکھے تھے۔تو کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی امامت حکومت کی مرہون منت ہے۔

سوال نمبر ۱۹:۔ اگر حضرت عائشہ کو نہ ماننے والا جہنمی ہے تو اس بی بی کا قاتل کیونکہ رضی اللہ رہ سکتا ہے؟ مہربانی کر کے تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۴۴ نجیب آبادی وغیرہ ملاحظہ کر کے فتویٰ صادر فرمائیں؟؟؟

سوال نمبر ۲۰:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ حیات ظاہری میں تمام صحابہ سے شجاع کون بزرگ تھے اور سب سے زیادہ عالم کون تھے۔سب سے زیادہ سخی کون تھے اور صحابہ سے زیادہ عبادت گزار کون تھا۔اگر آپ کسی بزرگ کو شجاع ثابت کرنا چاہیں تو ارشاد فرمادیں کہ اس بزرگ نے جنگ بدر۔احد۔خندق۔خیبر وغیرہ میں کتنے کافر قتل کیے تھے اور اگر اشد اللہ الکفار کسی کو ثابت کرنا ہی ہے تو اس بزرگ کا اپنا ارشاد بھی زیر غور رہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی تھی کہ آپ مجھے مکہ نہ بھیجیں۔کیونکہ میرا کوئی مکہ میں حامی نہیں ہے آپ عثمان کو بھیج دیں۔کیونکہ اس کے حامی مکہ میں موجود ہیں۔یہ بھی ارشاد دیں کہ اشد علی الکفار نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں کتنے کافر قتل کیے اور اپنے دور حکومت میں اپنی تلوار سے کتنے مشرک مارے؟؟؟

سوال نمبر ۲۱:۔ کیا کوئی روایت بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ ابوداؤد۔ نسائی ان کے علاوہ مشکوٰۃ شریف اور موطا امام مالک۔۔ یعنی ان آٹھ کتابوں میں مل سکتی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام۔ امام حسن علیہ السلام۔ امام حسینؑ علیہ السلام۔ امام علی زین العابدین علیہ السلام۔ امام محمد باقر علیہ السلام۔ امام جعفر صادق علیہ السلام۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ امام علی رضا علیہ السلام۔ امام محمد تقی علیہ السلام۔۔ امام علی نقی علیہ السلام۔ امام حسن عسکری اور امام صاحب العصر والزمان علیہم السلام اہل سنت والجماعت کے امام ہیں۔ اگر نہیں تو اپنے بارہ اماموں کے نام بتلائیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **عن جابر ابن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یقول لا یزال الاسلام عزیزاً الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش (مشکوٰۃ)** کیا آپ کے بارہ امام وہی تو نہیں جن کو تاریخ الخلفاء ص ۱۸ اور شرح فقہ اکبر ص ۷۶ وغیرہ نے بیان کیا ہے اور ان میں چھٹا یزید ابن معاویہ ہے مگر حدیث **من مات ولہ یعرف امام زمانہ فقد مات میتہ الجاھلیۃ** ص ۴۷۔ منصب امامت کو دیکھ کر جواب دیں۔

سوال نمبر ۲۲:۔ کیا کسی آدمی کو دین میں کمی بیشی کرنے کا اختیار اور حق ہے اگر نہیں تو حضرت عمر کا **الصلوٰۃ خیر من النوم** نماز تراویح با جماعت چار تکبیروں پر نماز جنازہ۔ متعہ کو حرام قرار دینا۔ تین طلاق کو جو ایک ساتھ دی جائیں طلاق بائین قرار دینا اور قیاس کو اصول قائم کرنا کہاں تک درست ہے اور کیا یہ صراحتہ مداخلت فی الدین نہیں ہے جو ناجائز اور حرام ہے؟؟؟

عتراض عقیدہ امامت شیعت کی اصل بنیاد ہے

جواب:۔ امامت کا تعلق اصول اسلام ہے اور شیعہ اس پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ جو چیز اس گروہ کو دوسرے گروہوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ شیعہ امامت کے لئے نص کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کے بعد اسلامی معاشرہ کو ایک بلند قامت شخصیت کی ضرورت تھی، قرآن حکیم نے اس مسئلہ کو آپ کے نظریہ کے برعکس ایک کُلی صورت میں بیان کیا ہے ارشاد خداوندی ہے۔ ۃ_۵۵ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ ا صَلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ہ (سورۃ المائدہ /۵۵)

"تمہارا والی صرف خدا ہے اور رسول ہے اور وہ جو ایمان لائے، نماز کو قائم کیا اور زکوۃ دیتے ہیں جب وہ رکوع میں ہوتے ہیں"۔ بہت سے مفسرین نے اس آیت کی شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک سائل مسجد میں آیا اور اس نے نمازیوں سے مدد کی درخواست کی لیکن کسی نے اسے کچھ نہ دیا۔ حضرت علیؑ رکوع کی حالت میں تھے، آپ نے سائل کو اپنی اُس انگلی کی طرف اشارہ کیا جس میں آپ نے انگوٹھی پہنی ہوئی تھی۔ سائل آگے بڑھا اور اس نے آپ کی انگلی سے انگشتری اتار لی اور مسجد سے چلا گیا۔ پیغمبرؐ نے یہ سنا اور اللہ سے درخواست کی "خدایا جس طرح تو نے موسیٰ کے لئے ان

کے خاندان میں سے وزیر مقرر کیا تھا اسی طرح میرے خاندان میں سے میرا وزیر مقرر فرما"۔ نبی کریم نے اپنی حدیث میں یوں بیان کیا ہے "اے علیؑ تم میرے اور ہر مومن کے ولی (سرپرست) ہو"۔ ہاں شیعہ عقیدہ کے مطابق مسئلہ امامت امت کے سپرد نہیں کیا گیا۔ مسئلہ امامت کا تعلق خدا اور پیغمبر اکرمؐ کے اعلان سے ہے۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق امامت ایک منصب الٰہی وسماوی ہے اور جانشین رسول کے تعین کے لئے وحی الٰہی کی ضرورت ہے۔ شیعہ علماء امامت کو اصول اعتقادی میں سے قرار دیتے ہیں۔

﴿۲﴾ امامت خود شیعوں کی نظر میں کیا ہے؟﴾

جواب:۔ شیعہ زیادہ تر روایات اپنے ائمہ سے لیتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول خداؐ نے کتاب اللہ کے بعد انہیں دوسری حجت قرار دیا تھا۔ آپ نے فرمایا تھا: (میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اور وہ ہیں اللہ کی کتاب اور میری عترت)۔ لہذا وہ لوگ جو عقیدہ شریعت کو قرآن وعترت کے شفاف چشموں سے حاصل کرتے ہیں رسول اللہ کے فرمان کے مطابق وہ گمراہی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اگر امت اہل بیت کو چھوڑ کر اور لوگوں کی طرف رجوع کرتی ہے تو اس نے رسول مقبول کے حکم کی مخالفت کی ہے۔ معصومین نے کچھ احادیث کو بلا واسطہ اور کچھ احادیث کو اپنے آبائے طاہرین کی وساطت سے رسول کریمؐ سے نقل کیا ہے اور وہ احادیث لوگوں تک پہنچائیں۔

ائمہ ہدیٰ معارف واحکام کے استنباط کے لئے نو وارد نہ تھے کہ ان کی گفتگو کی جڑیں قرآن و سنت میں نہ ہوتیں۔ وہ ہمیشہ قرآن وسنت سے استخراج کرتے تھے جب کہ دوسروں کو یہ حاصل نہیں تھا۔ اہلبیت علیھم السلام کے باتین علم ودانش کا ایک اور سرچشمہ تھا اور اس منبع کو "الہام" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ واضح رہے کہ "الہام" انبیاء سے مخصوص نہیں ہے۔

کیوں عقیدہ امامت شیعت کی اصل بنیاد ہے

امامت کی اہمیت:۔

علماءشیعہ اور محدثین اہلسنت نے پیغمبر اسلام ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا!

من مات ولم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیه

☆ الغدیر، جلد۱۰، ص۳۵۹، ۳۲

"جو شخص مر جائے اس حال میں کہ اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانتا ہوں تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہے"۔

یہ حدیث اور اسی مضمون کی دوسری خبریں نہ صرف شیعہ منابع میں بلکہ اہلسنت علماء کی کتابوں میں بھی تواتر کے ساتھ آئی ہیں، ان میں سے ہیثمی نے مجمع الزوائد میں، ابوداؤد طیالسی نے اپنی مسند میں، مسلم نے اپنی صحیح میں، بیہقی نے اپنی سنن میں، ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں، احمد نے اپنی مسند میں اور تفتازانی نے اپنی کتاب شرح المقاصد میں مختلف الفاظ کے ساتھ اسی معنی کو نقل کیا ہے۔ان احادیث سے استفادہ ہوتا ہے کہ ایمان کی اولین شرف اور انسان کے اعمال کی قبولیت کا سب سے زیادہ اہم معیار امام کی معرفت ہے۔البتہ معرفت کے درجات مختلف ہوتے ہیں، سب سے پہلا مرحلہ جو کہ توحید کا راستہ اور عبادات کی قبولیت کی شرط ہے وہ آئمہ معصومینؑ کی معرفت اور ان حضرات کی اطاعت کے وجوب کا اعتقاد ہے، یعنی ہر انسان کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ پیغمبر اکرم ﷺ کے جانشین کون حضرات ہیں اور وہ لوگ جو آنحضرتؐ کے بعد مخلوق پر الٰہی حجت اور مرتبہ عصمت و ولایت کے حامل ہیں وہ کون افراد ہیں، پھر ان حضرات کو صاحب اختیار اور اپنے نفس پر اولیٰ بالتصرف جانے اور ان کی محبت اور حکم کی اطاعت لازم سمجھے۔

پھر اس کے بعد انسان جتنا اس مرحلے سے آگے بڑھے گا اور آئمہ معصومین کی نسبت اپنی معرفت میں اضافہ کرے گا اتنا ہی اللہ تعالیٰ سے نزدیک ہوگا اور بلند تر نورانیت اور کمالات کا حامل ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ اہلبیت علیھم السلام کی ولایت کے استحکام اور محبت کی شدت کے اثر سے خود ملکوتی نفس کا حامل ہوجائے گا، اس کا ارادہ جہان آفرینش پر نافذ ہوگا نیز کرامات اور عالی مقامات و مراتب کا مالک بن جائیگا۔

«اهلبیت کا مرتبہ:۔»

اہلبیت علیھم السلام معدن عصمت وطہارت کا مرتبہ ادراک انسان سے بالاتر ہے اور بزرگان بشر کی عقلیں کی معرفت سے عاجز ہیں جبکہ خدا کے علاوہ کوئی شخص ان کے فضائل کو نہ تو سمجھ سکتا ہے اور نہ ان کے کمالات و مناقب کا احصاء کرسکتا ہے تو بھلا ان کے مراتب کی حقیقی معرفت اور علمی احاطہ کیسے کرسکتا ہے؟ جیسا کہ اہلسنت کی کتابوں میں بھی یہ مسلم الثبوت واقعیت وحقیقت بیان کی گئی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لو ان اله سجار اقلام و البحر مداد و الجن حساب و الانس کتاب ما احصو افضائل علی ابن ابی طالب۔

☆ "ینابیع المودۃ تالیف حافظ سلیمان قندوزی حنفی ص ۱۴۳ء

یعنی یقیناً اگر تمام درخت قلم ہوجائیں اور دریا سیاہی ہوجائیں اور تمام جن حساب کرنے والے اور تمام انسان لکھنے والے ہوجائیں تب بھی علی ابن ابی طالبؑ کے کمالات وفضائل کو نہ تو شمار کر سکتے ہیں اور نہ لکھ سکتے ہیں"۔

لیکن فضائل اہلبیت علیھم السلام کا نقل کرنا اور جو کچھ مکتب وحی میں ان حضرات کے بلند

مراتب کے متعلق آیا ہے ان سے آشنائی بہت سے اہم آثار و نتائج کی حامل ہیں کہ جن میں سے دو حیات بخش اور اہم اثر یہ ہیں۔

«خطبہ غدیر میں الفاظ "وصی" اور "خلیفہ"»

مُفتی اعظم اہل سنتہ والجماعتہ علامہ محمد سلیمان حنفی نقشبندی قندوزی بلخی نے اپنی تصنیف "ینابیع المودۃ" مطبوعہ استنبول جلد اول ۱۱۵ میں لکھا ہے کہ جب رسول خدا نے "**مَن کُنتُ مولہ فھذ علی مولا**" ارشاد فرمایا تو قرآن مجید کی آیہ مبارکہ **اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَا مَ دِيْنًا** یہ آیت پارہ ۶ سورۃ المائدہ کی ہے ترجمہ: آیہ مبارکہ: آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین اور تم پر پورا کر دیا اپنی نعمت کو اور میں راضی ہوا کہ اسلام تمارا دین مانا جائے۔

☆ لفظ وصی کا مزید ثبوت مروج المذہب مسعودی پر حاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۱۷۰ اور شواہد النبوۃ مولانا جامی مطبوعہ نولکشور ۱۲۳ پر ملاحظہ فرمایئے۔

مندرجہ بالا تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ مقام غدیر خُم پر رسول نے حضرت علیؑ کو دوست کے معنیٰ میں بلکہ وصّی و خلیفہ کے معنیٰ میں مولا فرما کر دستار ولیعہدی باندھی تھی۔ اور حضرت علیؑ سے امام مہدیؑ تک بارہ اوصیاء کی خبر دے دی تھی۔

«اثناء عشر (یعنی ۱۲) خلفاء»

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بارہ خلفاء کا ذکر کئی مرتبہ فرمایا اور اُنہی کو " آئمہ "،

"اُمرا"، "اوصیا" ارشاد فرمایا جیسا کہ قرآن مجید مع ترجمہ وتفسیر شاہ عبدالقادر محدث دہلوی مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ پارہ ۵ (۲) صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعدی کراچی، جلد ۳، تاب الاحکام ۷۹۰ حدیث نمبر ۲۰۸ باب ۱۱۸۶ (۳) صحیح مُسلم مع شرح نوی (عربی) مطبوعہ مصر الجزاء الثالث کتاب الامارۃ ۱۴۵۲/۱۴۵۳ (۴) مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد سوم باب مناقب قریش وذکر القبائل ۲۲۹ حدیث نمبر ۵۷۲۹ (۵) ترمذی (نور محمد اصح المطابع کراچی والی) مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی جلد دوم ۱۹ حدیث ۹۰۔

اب فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ وہ بارہ ۱۲ واجب الاطاعت خلفاء کونسے ہیں؟ مذہب شیعہ امامیہ کے مطابق وہ بارہ ۱۲ واجب الطاعت خلفائے رسولؐ یہ ہیں:۔

۱:۔ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ (۲) حضرت امام حسنؑ (۳) حضرت امام حسینؑ (۴) حضرت امام زین العابدین علیؑ (۵) حضرت امام محمد باقرؑ (۶) حضرت امام جعفر صادقؑ (۷) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ (۸) حضرت امام علی رضاؑ (۹) حضرت امام محمد تقیؑ (۱۰) حضرت امام علی نقیؑ (۱۱) حضرت امام حسن عسکریؑ (۱۲) حضرت امام مہدی علیھم السلام وعجل فرجھم۔

مذہب اثناء عشری کا یہ عقیدہ ارشادات رسولؐ کے مطابق ہے جیسا کہ مفتی اعظم اہل سنۃ والجماعتہ علامہ محمد سلیمان حنفی کی کتاب ینابیع المودۃ مطبوعہ استنبول جلد ۱۱۵ سے حدیث تقدیر نقل ہوئی۔ لیکن شرح فقہ اکبر علامہ علی قاری حنفی مطبوعہ مجتبائی دہلی کے ص ۸۴ پر "بارہ خلفا" کی دوسری فہرست لکھی ہوئی ہے جس میں یزید بن معاویہ کو چھٹا "خلیفہ" شمار کیا گیا ہے اسی سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۹۔ ۶۲۹ بھی ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد ۳ کتاب الفتن ۷۴۸ حدیث نمبر ۱۹۸۴ کی مندرجہ ذیل عبارت بھی قابل غور ہے:۔

"سلیمان بن حرب، حماد بن زید، ایوب، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت فسخ کر دی تو ابن عمر نے اپنے ساتھیوں اور بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ہر عہد شکنی کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ اور ہم اس شخص کی (یعنی یزید کی) (بیعت) خدا اور اس کے رسول کے (**معاذ اللہ یعنی یزید کی اطاعت کو، خدا اور رسول کی اطاعت سمجھا**) (موافق) کر چکے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس سے بھی بڑھ کر کوئی بیوفائی ہو سکتی ہے کہ ایک شخص کی بیعت خدا اور اس کے (رسولؐ) کے موافق کی جائے پھر اس سے جنگ کی جائے میں نہیں جانتا کہ تم میں سے جو شخص (اس کو) (**یعنی یزید کو**) تخت خلافت سے معزول کرے گا اور اُس کی اطاعت سے رُوگردانی کرے گا تو ہمارے اور اس کے درمیان جُدائی کا پردہ حائل ہوگا۔

صحیح بخاری کی مندرجہ بالا عبارت اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ عبداللہ ابن عمر نے یزید کی بیعت کی تھی۔ اور عبداللہ مذکور کی نظر میں یزید خلیفہ برحق تھا (معاذ اللہ) بلکہ وہ یزید کی بیعت کو خدا اور رسُولؐ کی بیعت سمجھتے تھے۔ (نعوذ باللہ) مہتمم دارالعلوم دیوبند حافظ قاری محمد طیب صاحب اپنی کتاب "شہید کربلا اور یزید" مطبوعہ کراچی کے ۸۸ مقدمہ ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں:۔ " کہیں تم اس غلطی میں مت پڑ جانا کہ تم اُن لوگوں کو جو حضرت حسینؑ کی رائے کے مخالف تھے اور ان کی مدد کے لئے (عملاً) کھڑے نہیں ہوئے گنہگار کہنے لگو اس لئے کہ وہ صحابہ کی اکثریت سے جو یزید کے ساتھ تھے اور اس پر خروج جائز نہیں سمجھتے تھے"۔

اور "شہید کربلا اور یزید" کے ص ۸۲ پر یوں لکھتے ہیں:۔

حضرت حسینؑ کو باغی کہنے کا منصوبہ اس خیال پر مبنی ہے کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور اس کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ظاہر کی گئی ہے کہ صحابہ کی اکثریت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی

تھی۔لیکن شرح فقہ اکبر علامہ علی قاری حنفی کی فہرست میں سے،سوائے حضرت علیؑ کے کسی کو بھی مذہب امامیہ میں خلیفہ تسلیم نہیں کیا جاتا یزید کا تو ذکر ہی کیا؟ لیکن عام طور پر محض بُغض وتعصب کی وجہ سے مذہب امامیہ کے پیروکاروں کو قاتلانِ حسینؑ کہا جاتا ہے۔(نعوذ باللہ)

«شیعہ و سنی کا افتراق عقیدہ امامت اثنا عشر عملی وجہ»

«پہلی وجہ سرور کائناتؐ کے آخری لمحاتِ زندگی»

حجتہ الوادع سے واپسی کے بعد آپؐ کی وہ علالت جو بروایت مشکوٰۃ تشریف خیبر میں دیئے ہوئے زہر کے کروٹ لینے سے اُبھرا کرتی تھی۔مستمر ہوگئی۔آپؐ اکثر علیل رہنے لگے۔بیماری کی خبر کے نشر عام ہوتے ہی جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہونے لگے۔جن میں مسلیمہ کذاب۔السود عنسی۔فلیحہ۔سجاح زیادہ نمایاں تھے۔لیکن خدا نے انھیں ذلیل کیا۔اسی دوران میں آپ کو اطلاع ملی کہ حکومتِ روم مسلمانوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کر رہی ہے۔آپؐ نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں وہ حملہ نہ کردیں اسامہ ابن زید کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا۔اور حکم دیا کہ علی کے علاوہ اعیان مہاجر وانصار میں سے کوئی بھی مدینہ بھی نہ رہے۔اور اس روانگی پر اتنا زور دیا کہ یہ تک فرمادیا۔"**لعن اللہ من تخلف عنہا**"۔ جو اس جنگ میں نہ جائے گا اُس پر خدا کی لعنت ہوگی۔اس کے بعد آنحضرتؐ نے اسامہ کو اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے روانہ کیا۔انہوں نے تین میل کے فاصلہ پر مقامِ جرف میں کیمپ لگایا اور اعیان صحابہ کا انتظار کرنے لگے۔لیکن وہ لوگ نہ آئے۔

مدارج النبوۃ جلد۲ص ۴۸۸ و تاریخ کامل جلد۲۔۱۲۰ و طبری جلد۳۔۱۸۸ میں ہے کہ نہ جانے والوں میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی تھے۔مدارج النبوت جلد۲۔۴۹۴ میں ہے کہ آخر صفر میں جب

کہ آپ کو شدید درد سر تھا۔ آپ رات کے وقت دعا کی خاطر تشریف لے گئے۔ حضرت عائشہ نے سمجھا کہ میری باری میں کسی اور بیوی کے وہاں چلے گئے ہیں۔ اس پر وہ تلاش کے لیے نکلیں تو آپ نے فرمایا کیا اچھا ہوتا اے عائشہ کہ تم مجھ سے پہلے مر جاتیں اور میں تمھاری اچھی طرح تجہیز و تکفین کرتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ چاہتے ہیں میں مر جاؤں تو آپ دُوسری شادی کر لیں۔ اسی کتاب کے ۹۵ میں ہے کہ آنحضرتؐ کی تیمارداری آپؐ کے اہل بیت کرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اہل بیت کو تیمار داری میں پیچھے رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی۔

﴿دوسری وجہ واقعہ قرطاس: تاریخ عالم کی سب سے پہلی توہین رسالت:﴾

حبیبؐ خدا حجتہ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیر خم اپنی جانشینی کا اعلان کر چکے تھے۔ اب آخری وقت میں آپؐ نے یہ ضروری سمجھتے ہوئے کہ اُسے دستاویزی شکل دیدوں اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم دوات اور کاغذ دے دو تا کہ میں تمھارے لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جو تمھیں گمراہی سے ہمیشہ ہمیشہ بچانے کے لیے کافی ہو۔ یہ سُن کر اصحاب میں باہمی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ لوگوں کے رجحانات قلم و دوات دے دینے کی طرف دیکھ کر حضرت عمر نے کہا۔ "**ان الرجل یھجر حسبنا کتاب اللہ** یہ مرد ہذیان بک رہا ہے۔ ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے (صحیح بخاری پ ۳۰۔ ۸۴۲۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔ روایت ہیں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں..... حضرت عمر نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا۔

حجتہ الاسلام امام ابو حامد محمد الغزالی اپنی کتاب "سر العالمین" طبع بمبئی کے ۹ پر لکھتے ہیں کہ "غدیر خم میں حضرت رسُول کریمؐ کے "**من کنت مولاہ فھذا علی مولا**"۔ فرمانے کے

بعد اور موقع پر مبارک باد دینے کے بعد جب لوگوں پر خلافت کی ہوا و ہوس غالب آ گئی تو انہوں نے غدیر خم کی تمام باتیں بھلا دیں۔ پھر جب رسولِ خدا کے انتقال کا وقت آیا اور انہوں نے وفات سے قبل فرمایا۔ "**ایتونی بدوات و بیاض لازیل عنکم اشکال الامرواز کر لکم من المستحق لھا بعدی، قال عمر رعوالرجل فانه لیھجه الخ**" مجھے قلم دوات کاغذ دے دو۔ تا کہ میں دستاویزی طور پر خلافت کے اشکال کو دور کر دوں اور تمھیں تحریراً بتا دوں کہ میرے بعد خلافت کا حق دار کون ہے؟ یہ سُن کر حضرت عمر نے کہا کہ "اس مرد کو چھوڑ دو یہ ہذیان بک رہا ہے"۔ یہی کچھ مختلف الفاظ میں صحیح بخاری طبع کراچی جلد ۱۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵ و جلد ۲۔ ۸۱۔ ۶۹۶ و جلد ۳۔ ۸۴۳۔ ۸۴۳ و صحیح مسلم جلد ۵۔ ۷۶ و فتح الباری شرح بخاری عسقلانی ۱۲۹ حاشیہ و جز ۱۰ و نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض طبع مصر جز ۴۔ ۲۷۸ و شرح شفا ملا علی قاری بر حاشیہ نسیم الریاض و مدراج النبوت طبع کا چور ۵۴۲، حبیب السیر ج ۷۹ و مکتوبات شیخ احمد سرسندی مجدد الف ثانی ج ۲۔ ۶۲۔ ۶۱ وغیرہ میں ہے۔ انہیں کُتب کی روشنی میں شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی لکھتے ہیں۔ اسی بیماری کے زمانے میں ایک دن بہت سے لوگ حضرت صلعم کے پاس جمع تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ لاؤ کاغذ میں تم کو کچھ لکھدوں تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ .... یہ سُن کر (حضرت عمر) بولے حضرت ﷺ پر بخار کی تکلیف کا غلبہ ہے اس کے سبب ایسا فرماتے ہیں۔ وصیت نامے کی کچھ ضرورت نہیں ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے۔ (محرم نامہ ۱۰ طبع دہلی)۔

(الفاروق ۲۱) لغت میں ہذیان کے معنی "بیہودہ گفتن" یعنی بکواس کے ہیں۔ (صراح جلد ۲۔ ۱۴۳) شمس العلما مولوی نذیر احمد دہلو لکھتے ہیں۔ "جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی۔ انہوں نے تو دھینگا مشتی سے منصوبہ ہی چٹکیوں میں اڑا دیا۔ اور مزاحمت کی یہ تاویل کی کہ ہماری ہدایت کے لیے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب کے حواس صحیح نہیں ہیں۔ کاغذ

قلم دوات کالا نا کچھ ضروری نہیں ۔خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں گے ۔ (مہارت الامتہ صفحہ ۹۲) اس واقعہ سے آنحضرت کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے جھنجلا کر فرمایا۔تو مواعنی میرے پاس سے اُٹھ کر چلے جاؤ۔ نبی کے روبرو شور وغل انسانی ادب نہیں ہے۔علامہ طریحی لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں پانچ افراد نے حضرت ابوبکر۔حضرت عمر۔ابوعبیدہ۔عبدالرحمٰن۔سالم غلام حذیفہ نے متفقہ عہد و پیمان کیا تھا۔کہ **"لا نردھذا الامرفی بنی ھاشم"**۔پیغمبر کے انتقال کے بعد خلافت بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے (مجمع البحرین) میں کہتا ہوں کون یقین کرسکتا ہے کہ جیش اسامہ میں رسول سے سرتابی کرنے والوں جس میں لعنت تک کی گئی ہے اور واقعہ قرطاس میں حکم کو بکواس بتلانے والوں کو رسولِ خدا نے نماز کی امامت کا حکم دے دیا ہوگا میرے نزدیک امامت نماز کی حدیث نا قابل قبول ہے۔

﴿وصیت اور احتضار:۔﴾

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آخری وقت آپ نے فرمایا۔میرے حبیب کو بلاؤ۔ میں نے اپنے باپ ابوبکر پھر عمر کو بُلایا۔انہوں نے پھر یہی فرمایا تو میں نے علی کو بُلا بھیجا۔آپؐ نے علیؑ کو چادر میں لے لیا اور آخر تک سینے سے لپٹائے رہے۔(ریاض النضرہ ۱۸۰) مورخین لکھتے ہیں کہ جناب سیدہ اور حسنینؑ کو طلب فرمایا اور حضرت علیؑ کو بلا کر وصیت کی اور کہا جیش اسامہ کے لیے میں نے فلاں یہودی سے قرض لیا تھا۔اُسے ادا کر دینا اور اے علی تمہیں میرے بعد سخت صدمات پہنچیں گے۔تم صبر کرنا اور دیکھو جب اہل دنیا دنیا پرستی کریں تو تم دین اختیار کیے رہنا۔(روضۃ الاحباب جلد ا۔۵۵۹ مدارج النبوۃ جلد ۲۔۵۱۱ و تاریخ بغداد جلد ا۔۲۱۹۔

﴿رسولِ کریمؐ کی شہادت:۔﴾

حضرت علی علیہ السلام سے وصیت فرمانے کے بعد آپ کی حالت متغیر ہوگئی۔حضرت فاطمہ

جن کے زانو پر سر مبارک رسالت مابؐ تھا۔ فرماتی ہیں کہ ہم لوگ انتہائی پریشانی میں تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے اذنِ حضوری چاہا۔ میں نے داخلہ سے منع کر دیا، اور کہا اے شخص یہ وقت ملاقات نہیں۔ اس وقت واپس چلا جا۔ اس نے کہا میری واپسی ناممکن ہے۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہو جاؤں۔ آنحضرتؐ کو جو قدرے افاقہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔ اے فاطمہؑ اجازت دے دو۔ یہ ملک الموت ہیں۔ فاطمہؑ نے اجازت دے دی اور وہ داخل خانہ ہوئے۔ پیغمبر کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی۔ مولا! یہ پہلا دروازہ ہے جس پر میں نے اجازت مانگی ہے۔ اور اب آپؐ کے بعد کسی کے دروازے پر اجازت طلب نہ کروں گا۔ (عجائب القصص علامہ عبدالواحد ۲۸۲ و روضۃ الصفا جلد ۲۔ ۲۱۲ و انوار القلوب ۱۸۸)۔

الغرض ملک الموت نے اپنا کام شروع کیا اور حضور رسولِ کریم نے بتاریخ ۲۸ صفر ۱۱ ھج یوم دوشنبہ بوقت دوپہر ظاہری خلعت حیات اُتار دیا۔ (مودۃ القربیٰ ۴۹ م ۱۴ طبع بمبئی ۱۳۱۰ ھج اہلبیت کرام میں رونے کا کہرام مچ گیا۔ حضرت ابوبکر اس وقت اپنے گھر محلہ سخ گئے ہوئے تھے۔ جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا حضرت عمر نے واقعہ وفات کو نشر ہونے سے روکا اور جب حضرت ابوبکر آ گئے تو دونوں سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے۔ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ اور باطل پر مشوروں کے لیے بنایا گیا تھا۔ (غیاث اللغات) اور انہیں کے ساتھ ابوعبیدہ بھی چلے گئے۔ جو غسال تھے غرضکہ اکثر صحابہ رسُولِ خدا کی لاش چھوڑ کر ہنگامہ (تاریخ طبری جلد ۳۔ ۴۳۶ میں ہے کہ انصار نے جب حضرت علیؑ کی بیعت کرنا چاہی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کر لی اور کہا کہ آپ بھی قرشی ہیں اور ہم میں سزاوار تر ہیں) (خلافت) میں جا شریک ہوئے۔ اور حضرت علیؑ نے غسل و کفن کا بندوبست کیا۔ حضرت علیؑ غسل دینے میں۔ فضل ابن عباس حضرت کا پیراہن اُونچا کرنے میں۔ عباس اور میثم کروٹ بدلوانے میں اور اسامہ وشقران پانی ڈالنے میں مصروف ہو گئے۔ اور انھیں چھ آدمیوں نے نمازِ جنازہ پڑھی اور اسی حجرہ میں آپ کے جسم اطہر کو دفن کر دیا گیا۔ جہاں آپ نے وفات پائی تھی۔

ابوطلحہ نے قبر کھودی۔ حضرت ابوبکر وحضرت عمر آپ کے غسل وکفن اور نماز میں شریک نہ ہوسکے۔ کیونکہ جب حضرات سقیفہ سے واپس آئے تو آنحضرتؐ کی لاش مطہر سپرد خاک کی جاچکی تھی کنز العمال جلد ۳۔ ۱۴۰ ارحج المطالب ۶۷۰ المرتضیٰ ۳۹ فتح الباری جلد ۲۔۴) وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی۔ (تاریخ ابوالفدا جلد ا۔۱۵۲)۔

«وفات اور شہادت کا اثر:۔»

سرور کائناتؐ کی وفات کا اثر یوں تو تمام لوگوں پر ہوا۔ اصحاب بھی روئے اور حضرت عائشہؓ نے بھی ماتم کیا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶۔۲۷۴ وتاریخ کامل ۲۔۱۲۲ وتاریخ طبری جلد ۳۔۱۹۷)۔ لیکن جو صدمہ حضرت فاطمہؑ کو پہنچا اس میں وہ منفرد تھیں۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات سے عالم علوی اور عالم سفلی بھی متاثر ہوئے اور ان میں جو چیزیں ہیں ان میں بھی اثرات ہویدا ہوئے۔ علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرتؐ نے ام معبد کے وہاں قیام فرمایا۔ آپؐ کے وضو کے پانی سے درخت اُگا۔ جو بہترین پھل لاتا رہا۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ اس کے پتے جھڑے ہوئے ہیں اور میوے گرے ہوئے ہیں۔ میں حیران ہوئی کہ ناگاہ خبر وفات سرور عالم پہنچی۔ پھر تیس سال بعد دیکھا گیا کہ اس میں تمام کانٹے اُگ آئے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ نے شہادت پائی۔ پھر مُدت مدید کے بعد اس کی جڑ سے خون تازہ اُبلتا ہوا دیکھا گیا۔ بعد میں معلوم ہوا حضرت امام حسینؑ نے شہادت پائی ہے۔ اس کے وہ خشک ہوگیا۔ (عجائب القصص ۲۵۹ بحوالہ ربیع الابرار زمخشری)۔

«آنحضرت کی شہادت کا سبب:۔»

یہ ظاہر ہے کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو درجہ شہادت

پر فائز ہوا ہو۔ حضرت رسول کریمؐ سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک سب ہی شہید ہوئے ہیں۔ کوئی زہر سے شہید ہوا، کوئی تلوار سے شہید ہوا۔ ان میں ایک خاتون تھیں حضرت فاطمہ بنت رسولؐ وہ ضرب شدید سے شہید ہوئیں۔ ان چودہ معصوموں میں تقریباً تمام کی شہادت کا سبب واضح ہے۔ لیکن حضرت محمد مصطفےٰؐ کی شہادت کے سبب سے اکثر حضرات ناواقف میں اس لیے میں اس پر روشنی ڈالتا ہوں۔ حجتہ الاسلام امام ابوحامد محمد الغزالی کی کتاب سر العالمین کے ۷ طبع مبی ۳۱۴ ھج اور کتاب مشکوٰۃ شریف کے باب ۳۔ ص ۵۸ سے واضح ہے کہ آپ کی شہادت زہر کے ذریعہ سے ہوئی ہے اور بخاری شریف کی ج ۳ طبع مصر ص ۱۳۱۴ کے باب اللدص ۱۲۷۔ کتاب الطب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہے کہ "آنحضرت کو دوامیں ملا کر زہر دیا گیا تھا۔

میرے نزدیک رسول کریم کے بستر علالت پر ہونے کے وقت کے واقعات وحالات کے پیش نظر دوا میں زہر ملا کر دیا جانا غیر متوقع نہیں ہے۔ علامہ محسن فیض " کتاب الوافی " کی جلد ا کے ص ۱۶۶ میں بحوالہ تہذیب الاحکام تحریر فرماتے ہیں کہ حضور مدینہ میں زہر سے شہید ہوئے ہیں۔ الخ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں زہر خورانی کی تشہیر اخفائے جُرم کے لیے کی گئی ہے۔

فضائله غفر الله له الذنوب التي اكتبها بالنظر ثم قال النظر الي اخي علي ابن ابي طالب عبادة و ذكره عبادة ولا يقبل الله ايمان عبد الا بولايته والبراءة من اعدائه.

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے بھائی علی علیہ السلام کیلئے اتنے فضائل قرار دیئے ہیں جو باعتبار کثر شمار کے قابل نہیں ہیں، پس جو شخص اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کا ذکر کرے

اس حال میں کہ اس کا اقرار و ایمان رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے تمام گزشتہ اور آئندہ گناہ بخش دیتا ہے، اور جو شخص اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو لکھے تو جس وقت تک اس تحریر کا نشان باقی ہے فرشتے مسلسل اس کیلئے طلب مغفرت کرتے ہیں، اور جو شخص اس کے فضائل میں سے ایک فضیلت کو سنے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کے ان تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے جن کا وہ کانوں کے ذریعہ مرتکب ہوا ہے، اور جو شخص ان حضرات کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کی تحریر کو دیکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ان تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے جن کا وہ آنکھ کے ذریعے سے مرتکب ہوا ہے، پھر رسول اکرمؐ نے فرمایا: کہ میرے بھائی علی ابن ابی طالبؑ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے اور اس کا ذکر عبادت ہے اللہ تعالیٰ بغیر اطاعت امام کی بندے کے اعمال قبول نہیں کرتا ہے۔

انسان فقط عقیدہ امامت کا مکلف ہے

﴿امامت:﴾

انسان بس مکلف امامت ! یعنی وہ امتیازی مسئلہ ہے جس کی بناء پر شیعہ فرقہ عام فرقوں سے الگ تھلگ نظر آتا ہے۔ اور یہی وہ اساسی اور بنیادی فرق ہے جو اس مکتب خیال کو عام مکاتب سے علیحدہ کرتا ہے۔ اس کے علاوہ جو اختلافات ہیں، ان کی حیثیت اصولی نہیں بلکہ فروعی ہے۔ اس قسم کے فروعی اور فقہی اختلافات خود سواد اعظم کے ائمہ اجتہاد میں بھی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً حنفیوں کے بہت سے مسائل شافعیوں سے میل نہیں کھاتے۔ اور ان کے ان سے۔ امامیہ فرقے کے نزدیک امامت وہ منصب الٰہی ہے جو نبوت کی طرح پروردگار عالم کی جانب سے ہدایت خلق کے لئے عطا ہوتا ہے۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ جناب باری عز اسمہ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ وہ علی ابن ابی طالب کو اپنا جانشین کریں۔ تاکہ "ختم نبوت" کے بعد کار تبلیغ جاری رہے۔ رسول اکرمؐ کو معلوم تھا کہ یہ عہدہ لوگوں کو کھٹکے گا اکثر اسے بھائی کی چاہت، اور داماد نوازی پر محمول کریں گے۔ اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ اس زمانے

سے لیکر آج تک مسلمان رسُولؐ کی واقعی بے لوثی اور حقیقی عصمت کے معاملے میں متحد الایمان نہیں نظر آتے، لیکن قدرت نے اس کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اور بالکل صاف صاف لفظوں میں حکم دیا:

٦٧ یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ط وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ ہ (اے رسُولؐ! تمھیں جو حکم دیا گیا ہے اس کا فوراً اعلان کردو۔ اور اگر مفوضہ کام کی انجام دہی میں ذرا بھی تساہل برتا تو یہ سمجھا جائے گا کہ تم نے کارِ رسالتؐ انجام ہی نہیں دیا۔

اس صورت میں سوائے تعمیلِ حکم کے اور کیا چارہ تھا؟ چنانچہ آپ نے حجتہ الوداع کے بعد غدیر خم میں لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا:

الست اولی بالمو منین من انفسھم

کیا میں تمام مومنین سے اولیٰ نہیں ہوں؟

یعنی میری ذات سب سے پر مقدم نہیں ہے؟

پورے مجمع نے ایک زبان ہو کر جواب دیا۔ بے شک رسولِ مقبولؐ آپ ہم سب سے اولیٰ ہیں۔

ان گواہیوں کے بعد پیغمبرؐ نے فرمایا:

من کُنتُ مولاہُ فھذا علی مولاہُ

"جن لوگوں نے میری ولایت کو تسلیم کیا، یہ علیؑ بھی ان کا ولی امر ہے" تا آخر خطبہ (سورۂ مائدہ: آیت، ٦٧، اس موضوع پر حجتہ الاسلام شیخ عبدالحسین امینی مرحوم کی انسائکلو پیڈیا تی

تصنیف "الغدیر" کی ۱۱ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ قابلِ دید کتاب ہے۔ اور اختصار پیش نظر ہو تو ناچیز کی کتاب "غدیر اور خطبہ غدیر" کا مطالعہ مفید ہوگا۔ نجفی)

اس کے علاوہ بھی مختلف مواقع پر اس حقیقت کی توضیح وتصریح فرمائی ہے۔ گاہے اشاروں میں اور کبھی کھلم کھلا۔ حضورؐ نے اپنا فرض پورا کر دیا حکم خدا کی تعمیل ہوگئی لیکن ختم المرسلین کی آنکھ بند ہوتے ہی بعض دیدہ دلیر مسلمان حقیقت پر پردہ ڈالنے کے درپے ہو گئے۔ نصِ صریح کی تاویل کی گئی اور اپنے اجتہاد سے احکام میں تغیر وتبدل کرنے لگے، نتیجہ جو ہوا ظاہر ہے۔ بہر حال علیؑ اور ان کا گروہ جو بڑے بڑے جلیل القدر صحابیوں پر مشتمل تھا، اس خود ساختہ روش سے علیحدہ رہا اور اس جماعت کے ہر فرد نے بیعت سے انکار کر دیا۔ چنانچہ امیر المومنینؑ مصالحِ دینی کے پیش نظر ایک زمانے تک تو خاموش رہے مگر جب معاویہ نے اسلامی حکومت واقتدار کو زیرِ نگیں کرنا چاہا، اور اس ضمن میں اس نے مختلف تخریبی کارروائیاں شروع کر دیں تو علیؑ ابن ابی طالب معارض ہوئے۔ کیونکہ معاویہ جیسے شخص کی موافقت اور اس کے غلط طرزِ حکمرانی کو طرح دینا، اسلامی مفاد کے لئے زہر ہلاہل تھا اور دین الٰہی کی حفاظت علیؑ کا سب سے بڑا فرض! مختصر یہ کہ امامیہ حضرات اس امر کے معتقد ہیں کہ ہم علیؑ کے ساتھی ہیں، اور آپ ہی کے پیرو۔ علیؑ جس کے دوست ہم اس کے دوست اور علیؑ جس کے دشمن ہم اس کے دشمن!

یہ اعتقاد پیغمبر اکرمؐ کے اس ارشاد پر مبنی ہے:

اللھم وال من والاہُ وعاد من عاداہُ

"پروردگارا جو علیؑ کا دم بھرے تو اسے دوست رکھ اور جو علیؑ سے بغض باندھے تو بھی اس سے دشمنی کر۔ امامیہ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خلاقِ عالم صفحہ گیتی کو کبھی کسی نبی یا وصی کے وجود سے خالی نہیں رکھتا۔ عام اس سے کہ یہ "حجت" ظاہر ہو یا غائب۔ سرورِ کائناتؐ نے "نصِ صریح" کے ذریعہ علیؑ مرتضیٰ کو اپنا وصی

بنایا۔ علیؑ نے حسنِ مجتبیٰ کو جانشین کیا، اور امام حسنؑ نے اپنے بھائی سید امام حسین علیہ السلام کو یہ امانت سپرد کی۔ اس طرح یہ سلسلہ گیارھویں امام تک پہنچا گیارھویں رہبر امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے بارھویں امام حضرت "مہدی منتظر" سلام اللہ علیہ کو صاحب الامر قرار دیا۔

یہ اعتقاد شیعوں کی اُپج نہیں بلکہ ایک "سنت الٰہیہ" ہے، جو آدمؑ سے خاتمؐ تک پہنچی۔ اس موضوع پر اعاظم علماء کی بے شمار کتابیں موجود ہیں۔ ہم قرنِ اولیٰ اور صدر اول کے اُن چند ممتاز علماء کے نام درج کرتے ہیں، جنہوں نے وصیت کے عنوان پر قلم فرسائی کی ہے۔

۱۔ "الوصیۃ" ہشام ابن الحکم

۲۔ "الوصیۃ" حسین ابن سعید

۳۔ "الوصیۃ" حکم ابن مسکین

۴۔ "الوصیۃ" علی ابن مغیرہ

۵۔ "الوصیۃ" علی ابن الحسین ابن الفضل

۶۔ "کتاب الوصیۃ" محمد ابن علی ابن الفضل

۷۔ "کتاب الوصیۃ" ابراہیم ابن محمد ابن سعید

۸۔ "کتاب الوصیۃ" احمد ابن محمد خالف البرقی صاحب "المحاسن"۔

۹۔ "الوصیۃ" مورخ جلیل عبدالعزیز ابن یحییٰ الجلمودی۔

ان میں سے اکثر لکھنے والے قرنِ اول اور قرنِ دوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے مولفات کی تعداد بھی اچھی خاصی ہے۔ مثلاً:

۱۔ "الوصیۃ" یحییٰ ابن مستفاد

۲۔ "الوصیۃ" محمد ابن احمد الصابونی

۳۔ "الوصیۃ" علی ابن رئاب

۴۔ "الوصیۃ" محمد ابن الحسن ابن فروخ

۵۔ "اثبات الوصیۃ للامامۃ" مورخ شہیر علی ابن الحسین المسعودی صاحب "مروج الذہب"۔

۶۔ "الوصیۃ" شیخ الطائفہ محمد ابن الحسن الطوسی

۷۔ "الوصایا" محمد ابن علی الشلمغانی

۸۔ "الوصیۃ" موسیٰ ابن الحسن ابن طاہر

چوتھی صدی ہجری کے بعد جو کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان کا تو شمار ہی مشکل ہے مسعودی اپنی مشہور کتاب "اثبات الوصیۃ" میں تحریر فرماتے ہیں: "ہر نبی کے بارہ وصی ہوئے" مؤلف نے سب کے نام اور مختصر حالات بھی قلم بند کیے ہیں اور آخر آئمہ اثنا عشر کا ذکر کیا ہے یہ کتاب ایران میں چھپ چکی ہے۔

وجود حجت:

البتہ وجود حجت کے سلسلے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں حلقوں سے شیعوں پر اعتراضات کی بوچھار کی جاتی ہے لہٰذا چند جملوں میں اہم اس حقیقت کی بھی توضیح کرتے چلیں معترضین کا خیال ہے کہ شیعہ ایک بے بنیاد مضحکہ خیز عقیدے کے قائل ہیں لیکن جب ہم اعتراض کرنے والوں کی فکر کا تجزیہ کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو نا فہمیدہ سوالوں پر مبنی ہے

☆ پہلا سوال یہ کہ طبعی طور پر ایک شخص ہزار برس سے زیادہ کیسے جی سکتا ہے؟

☆ دوسرا سوال یہ کہ آپ کے غائب ہونے میں کون سی مصلحت کارفرما ہے؟ اور ایک "غائب امام" کے وجود سے فائدہ؟ ہونا نہ ہونا دونوں برابر۔"

پہلے اشکال کے متعلق ترقیم ہے کہ ذرا عمرِ نوحؑ کا خیال رہے۔

قرآنی تصریحات کے مطابق جنابِ نوحؑ نے نو سو برس اپنی قوم میں گزارے، اور علماء نے آپ کی عمر کا جو اندازہ لگایا ہے وہ کم سے کم ایک ہزار چھ سو سال ہے اور بہت سے دیدہ ورافاضل تو تین ہزار برس کی خبر لائے ہیں! حضرت نوحؑ کے علاوہ بھی جمہور کے علمائے حدیث دُوسری ہستیوں کی درازیِ عمر کا اقبال کرتے ہیں، محدث کبیر نووی اپنی کتاب "تہذیب الاسماء" میں ذکر فرما ہیں کہ جناب خضرؑ کی عمر اور نبوت کے ضمن میں اگر چہ علماء مختلف الرائے ہیں لیکن محققین کی اکثریت اس امر کی معترف ہے کہ جناب خضرؑ موجود ہیں، اور صُوفیائے کرام تو بالاتفاق آپ کی حیات پر مصر ہیں۔ چنانچہ آپ کے دیدار، ملاقاتوں اور سوال و جواب وغیرہ کی ان گنت حکایات مشہور ہیں۔ شیخ ابو عمرو ابن صلاح نے "اپنے فتاوے" میں تحریر کیا ہے کہ جنابِ خضرؑ کے بارے میں جمہور علماء کا یہ فیصلہ ہے کہ آپ زندہ ہیں، لیکن بعض محدثین اس کا اقرار نہیں کرتے اور خیال پڑتا ہے کہ ایک دُوسرے موقع پر موصوف یوں رقم طراز ہیں۔ نیز زمخشری نے "ربیع الابرار" میں تحریر کیا ہے کہ

"تمام مسلمان متفقاً چار انبیاء کی حیات اور وجود کے قائل ہیں۔ ان میں سے دو آسمان پر ہیں۔ یعنی عیسیٰؑ اور ادریسؑ اور دو زمین پر، اور یہ ہیں خضرؑ و الیاسؑ"۔ جنابِ خضرؑ حضرت ابراہیم خلیلؑ کے زمانے میں پیدا ہوئے تھے اور ایسی بہت سی شخصیتیں ہیں جنھوں نے عمرِ طبیعی کی حدیں گزار کر زندگی کی سینکڑوں بہاریں دیکھیں۔ علامہ سید مرتضیٰ نے اپنی کتاب "امالی" میں کچھ لوگوں کا ذکر کیا ہے اور صدوق علیہ الرحمتہ نے "اکمال الدین" میں اس سے بھی زیادہ طویل فہرست درج فرمائی ہے۔ عہدِ حاضر میں بھی ایسے اشخاص مل جاتے ہیں جنھوں نے ایک سو تیس سال اور بعضو ںنے اس سے بھی کچھ زیادہ زندگیاں پائی ہیں۔ اور

دیکھئے! اگر آپ منطقی طور پر سوچیں گے تو معلوم ہوگا کہ جو شخص ایک دن کی زندگی بچانے کی صلاحیت پیدا کر سکتا ہے وہ حفاظتِ حیات کے سلسلے کو کئی ہزار سال تک بھی طول دے سکتا ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ اسے "خرقِ عادت" قرار دیں گے۔ اچھا۔ یہی سہی۔ تو کیا انبیاء و اولیا کے معاملات میں "خرقِ عادت" کوئی عجیب و غریب بات ہے؟ "مجلۃ المقتطف" کے پُرانے شمارے اُٹھا کر دیکھئے! اس موضوع پر علمائے مغرب کے مقالے بھرے پڑے ہیں، جن میں انہوں نے سائنٹفک طریقوں سے ثابت کیا ہے کہ انسان دُنیا میں حیاتِ جاوداں حاصل کر سکتا ہے، اور بعض مغربی مفکر کہتے ہیں کہ:

"اگر ابن ملجم کی تلوار نہ ہوتی تو علیؑ ابن ابی طالب حیات ابدی کے مالک تھے"۔ کیونکہ کمال و اعتدال کی جملہ صفتیں آپ کی ذات میں جمع تھیں۔ اس مبحث میں بہت کچھ شامل کیا جا سکتا ہے، مگر زیادہ گنجائش نہیں۔ دُوسرے اعتراض کے سلسلہ میں نگارش ہے کہ صاحب! کیا یہ قوم خدا کی تمام حکمتوں سے آگاہ ہونا چاہتی ہے؟ جملہ اسرار تکوینی و تشریعی سے واقفیت مطلوب ہے؟ اگر یہی منشاء ہے تو پھر بسم اللہ مگر اتنا ضرور غور کر لینا چاہیئے کہ حجابِ مصلحت میں اس کے علاوہ تو اور کوئی راز پوشیدہ نہیں۔ پارہ سنگ نہ تو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، لیکن اس کے باوجود حجرِ اسود کو بوسہ دیا جاتا ہے! بتایئے کون سی حکمت مستور ہے؟ مغرب کی نماز تین رکعتوں میں ادا ہو جاتی ہے عشاء کی چار رکعتیں پڑھنا پڑتی ہیں۔ صبح کو دو ہی رکعت میں فرض پورا ہو جاتا ہے کہیئے اس میں کیا مصلحت ہے؟ نیز یقین مانیئے بہت سے ایسے امور بھی ہیں جن کا علم نہ کسی ملک مقرب کو ہے اور نہ نبیِ مرسل کو، مثلاً علم الساعۃ "باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

۳۴۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ (گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے۔ وہی مینہ برساتا ہے، سورہ لقمان آیت: ۳۴)۔

علاوہ ازیں اور باتیں بھی ہیں جو پردہ خفا میں رکھی گئی ہیں، اور مصلحت نامعلوم!

مثال کے طور پر اسم اعظم، شب قدر، ساعت استجابت دعا وغیرہ وغیرہ۔

اس تمہید سے ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ باری تعالیٰ کے ان احکام و افعال کے سلسلہ میں جن کی حکمت غیر ظاہر ہو حیرت زدہ ہونے کی ضرورت نہیں، بلکہ دیکھنا یہ چاہیے کہ آیا وہ حکم یا فعل وجود رکھتا ہے یا نہیں؟ اب اگر پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اوصیائے معصومینؑ کے اقوال صحیحہ سے یہ ثابت ہے تو ہمیں بس اسے تسلیم کرنا پڑے گا اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں! بحث حکمت لاحاصل اور علم کی تلاش بے سود۔ امکانی طور پر ہم نے کوشش کی ہے کہ اس مختصر سے رسالے میں دلائل و براہین کا انبار نہ لگنے پائے۔ کیونکہ سیر حاصل بحث کے لئے بڑی بڑی کتابیں موجود ہیں اور قائم آل محمدؑ کے متعلق فریقین کے علمی خزانوں میں مستند احادیث کا کافی ذخیرہ محفوظ ہے۔ نیز اس ضمن میں فیصلہ کن بات یہ ہے کہ ہر زمانے میں امام کا ہونا ضروری ہے "دُنیا حجت سے خالی نہیں رہ سکتی، اس کا وجود بھی "لطف" ہے اور تصرف بھی "لطف"۔ لہٰذا مصلحت کا سوال ساقط۔ اور غیبت کا اقرار لازم! کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

☆ اے حبیب آپ تو بس ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کے لیے ایک ھادی ہے۔ (الرعد ۷)

☆ اطاعت کرو اللہ کی اسکے رسول کی اور اولامر کی جو تم میں ہے (النساء ۵۹)

☆ اس دن ہر انسان اپنے امام کے ساتھ بلایا جائے گا (اسراء ۷۱)

☆ اور ہم نے ان کو امام بنایا اور وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں (الانبیاء ۷۳)

☆ اے رسول کبھی یہ آپکو دیکھتے ہیں اور کبھی ہم درمیان میں گہرا پردہ حائل کر دیتے ہیں (سورہ انفال)

☆ اللہ تمہارا ولی ہے اسکا رسول اور وہ مؤمنین ولی ہیں جو حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں (سورہ المائدہ ۵۵)

☆ ہم نے ہر شے امام مبین کے حصار میں رکھ دی ہے (سورہ یسین ۱۲)

☆ جب تک آپ ان میں موجود ہیں اللہ ان پر عذاب نہیں نازل کرے گا (سورہ انفال ۳۳)

☆ اللہ اس کا رسول اور مومنین تمہارے اعمال پر نگران ہیں (سورۃ التوبہ ۱۰۲)

☆ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو (سورۃ المائدہ ۳۵)

شیعوں کا لقب "امامی" ہونے کا سبب

حضرت: گزشتہ بحث میں ہم نے ایک ہادی برحق کے وجود پر استدلال کیا تو اس باب میں آپ کی صحیح کتب سے کچھ حوالہ جات پیش کریں گے اور اس دعویٰ کے ساتھ کہ سوائے اہل تشیع کے کوئی بھی فرقہ خلفاء الہیہ ہادیان اثناعشریہ کے علاوہ محض قاصر و عاجز ہے کہ بارہ کی تعداد ثابت کرے وہ روایات جن میں رسول اکرم ﷺ کے بارہ خلفاء کا تذکرہ ہے وہ مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے حوالے سے کتب حدیث میں مدون ہوئی ہیں۔ ان روایات کے متون (Texts) میں اختلافات ہیں۔ کتب میں پینتیس چالیس سے زیادہ متون کے ساتھ ہمیں یہ روایت نظر آتی ہے اور اگر چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بھی شمار کیا جائے تو یہ تعداد سینکڑوں تک پہنچ جائے گی۔ سب سے زیادہ روایات حضرت جابر کا شمار جید صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ کے قول کے مطابق آپ نے سو (۱۰۰) سے زیادہ مرتبہ رسول اکرم کی پاکیزہ صحبت سے استفادہ فرمایا ہے (معجم کبیر طبرانی جلد دوم صفحہ ۱۹۵ طبع ثانی موصل)۔

۱۔ عن جابر بن سمرۃ قال انطلقت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و معی ابی فسمعتہ یقول لا یزال ھذا الدین عزیزا منیعا الی اثنی عشر خلیفہ فقال کلمۃ صمنیھا الناس فقلت لابی ماقال قال کلھم من قریش۔ حضرت جابر نے کہا کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی طرف گیا تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلسل یہ دین بارہ خلفاء تک قوی اور غالب رہے گا۔ پھر آپ نے کوئی کلمہ فرمایا جو لوگوں نے مجھے سننے نہ دیا (اس جملہ کا ترجمہ علامہ وحید الزمان نے اس

طرح فرمایا ہے کہ پھر آپ نے کچھ ارشاد فرمایا جو لوگوں نے مجھے سننے نہ دیا (یعنی ان کی باتوں نے مجھے سننے نہ دیا۔ بہرا کر دیا اس کے سننے سے) تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا (کہ آپ نے فرمایا ہے کہ) وہ سب (خلفاء) قریش سے ہوں گے۔

۱۔صحیح مسلم حافظ مسلم بن حجاج قشیری جلد ششم صفحہ ۳ طبع مصر

۲۔ترجمہ صحیح مسلم مع شرح نووی از وحید الزمان جلد پنجم و ششم صفحہ ۱۲ طبع نعمانی لاہور

۲۔عن جابر بن سمرة قال انتهيت الىٰ النبی صلی الله علیه وسلم مع ابی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایزال هذه الامة مستقیم امرها حتی یکون اثنیٰ عشر خلیفه ثم قال کلمة خفیة فقلت لابی ماقال قال کلهم من قریش۔ جابر کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ رسول کی خدمت میں پہنچا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلسل اس امت کا امر سیدھا (مستقیم) رہے گا بارہ خلفاء کے ہونے تک پھر آپ نے ایک مخفی جملہ فرمایا تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ رسول نے کیا فرمایا انہوں نے کہا وہ سب قریش سے ہوں گے۔ (**معجم کبیر حافظ سلیمان بن احمد طبرانی جلد دوم صفحہ ۱۹۷ طبع موصل**)۔

۳۔عن جابر بن سمرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایزال الامة مستقیم امرها ظاهرة علی عدوها حتی یمضی عنهم اثنیٰ عشر خلیفة کلهم من قریش فلما رجع الی منزله اتته قریش قالوا ثم یکون ماذا قال ثم یکون الهرج۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلسل امت کا امر مستقیم (اور سیدھا) رہے گا اور یہ امت اپنے دشمن پر غالب رہے۔ پھر جب رسول اکرم اپنے گھر واپس آئے تو قریش والے آپ کے پاس آئے انہوں نے پوچھا کہ پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپ

نے فرمایا کہ پھر اس کے بعد قتل اور فتنہ وفساد ہوگا۔

ا۔ المعجم الکبیر حافظ طبرانی جلد دوم صفحہ ۲۵۳
۲۔ البدایہ والنہایۃ ابن کثیر دمشقی جلد ششم صفحہ ۲۴۸ طبع سعادت میں یہ روایت کلھم من قریش تک ہے۔

۲۔ قال رخلت مع ابی علی النبی صلی الله علیه وسلم فسمعته یقول ان هذا الامر لاینقضی حتی یمضی فیهم ائنی عشر خلیفة قال ثم تکلم بکلام خفی علی قال فقلت لابی ماقال قال کلهم من قریش۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے پاس داخل ہوا تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ یقیناً یہ امر ختم نہیں ہوگا یہاں تک کہ ان میں بارہ خلفاء گزریں۔ پھر آپ نے ایک بات کہی جو مجھ سے مخفی رہی تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ کیا فرمایا انہوں نے کہا کہ فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہونگے۔

ا۔ صحیح مسلم جلد ششم صفحہ ۳ طبع مصر
۲۔ ترجمہ صحیح مسلم وحید الزمان جلد پنجم صفحہ ۱۱۱
۳۔ فتح الباری ابن حجر عسقلانی جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۹ میں یہ روایت لفظ خلیفہ تک ہے۔
۴۔ الاضواء علی السنتہ المحمدیہ شیخ محمد ابوریہ صفحہ ۲۱۰ می بھی مثل حوالہ بالا ہے۔
۵۔ مسند ابوعوانہ (کمپیوٹر سی ڈی) میں دو الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ہے۔

۵۔عن الأسود بن الهمدانی سمعت جابر بن سمرة سمع النبی صلی الله علیه وسلم یکون بعدی اثنیٰ عشر خلیفه۔ اسود کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے سنا انہوں نے نبی اکرم سے سنا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے۔ التاریخ الکبیر بخاری جلد اول قسم اول ۴۴۶ طبع حیدر آباد دکن

۶۔اسود بن سعید نے جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا یا انہوں نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یکون بعدی اثنی عشر خلیفة کلهم من قریش قال ثم رجع الی منزله فاتته قریش فقالو اثم یکون ماذا قال ثم یکون الهرج۔ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے وہ سب قریش سے ہوں گے۔ پھر رسول اکرم اپنے مکان واپس آئے تو قریش آپ کی خدمت میں آئے اور پوچھا کہ پھر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ پھر فتنہ وفساد ہوگا۔

☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۹۲ مطبع میمنیہ مصر

۷۔حضرت جابر فرماتے ہیں کنت عند النبی صلی الله علیه وسلم مع ابی فسمعته یقول اثنیٰ عشر خلیفة ثم اخفی صوته فقلت لابی یا ابت سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول اثنی عشر خلیفة ولم اسمع ما بعده قال کلهم من قریش۔ میں اپنے والد کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے پاس تھا تو میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بارہ خلفاء ہوں گے پھر آپ نے اپنی آواز دبالی تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ بابا میں نے نبی اکرم کو اثنا عشر خلیفہ تو کہتے سنا لیکن اس کے بعد نہ سن سکا تو انہوں نے کہا کہ سب قریش سے ہوں گے۔

☆ مسند ابوعوانہ جلد چہارم صفحہ ۳۹۶ حیدر آباد دکن

۲۔ یہ متن روایت قول جابر کے تھوڑے سے فرق کے ساتھ مسند احمد بن حنبل اور بدایہ ونہایہ ابن کثیر اور دیگر کتب میں بھی پایا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل حدیث بھی اسی سلسلہ کی ہے۔

۸۔عن جابر بن سمرة قال جئت الی المسجد مع ابی والرسول صلی الله علیه وسلم یخطب قال فسمعته یقول یکون من بعدی اثنی عشر خلیفة ثم خفض صوته فلم ادر مایقول فقلت لابی مایقول قال کلهم من قریش۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ مسجد میں آیا اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے تو میں انہیں کہتے ہوئے سنا کہ میرے بعد بارہ خلفاء ہوں گے پھر آپ نے اپنی آواز آہستہ کر لی تو میں جان نہ سکا کہ آپ نے کیا فرمایا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ کیا فرمارہے ہیں؟ کہا سب قریش سے ہوں گے۔

☆ حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم اصفہانی جلد چہارم صفحہ ۳۶۸ دار الکتب العلمیہ بیروت

☆ المعجم الکبیر طبرانی صفحہ ۱۹۷ طبع موصل۔ (انتہائی مختصر فرق کے ساتھ)

۹۔عن عامر بن سعد قال سالت جابر بن سمرة عن حدیث رسول الله صلی الله علیه وسلم قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لایزال الدین قائما حتی یکون اثنی عشر خلیفه من قریش۔ عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے جابر بن سمرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بارے

میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلسل دین قائم رہے گا یہاں تک کہ بارہ خلیفہ قریش سے ہوں گے۔

☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۸۶ طبع مصر

۱۰۔قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول لا یزال هذا الدین قائما حتی یکون علیکم اثنی عشر خلیفة کلهم تجتمع علیه الامة فسمعت کلا مامن النبی صلی اللہ علیه وسلم لم افهمه قلت لابی مایقول قال کلهم من قریش۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ مسلسل یہ دین قائم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفہ ہوں گے ان سب پر امت مجتمع ہوگی پھر میں نے نبی اکرم ﷺ سے کوئی بات سنی جو میں سمجھ نہ سکا تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ کیا فرمارہے ہیں

انہوں نے کہا کہ سب قریش سے ہوں گے۔

۱۔سنن ابوداؤد سجستانی جلد چہارم صفحہ ۱۵۰ طبع سعادت مصر

۲۔الحاوی للفتاوی عبدالرحمن سیوطی صفحہ ۱۰۲

۳۔فتح الباری ابن حجر عسقلانی

۴۔صواعق محرقہ ابن حجر باب اول فصل سوم صفحہ ۱۲

۱۱۔قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یعقول لا یزال هذا الدین عزیز الی اثنی عشر خلیفة قال فکبر الناس و ضجوا ثم قال کلمة خفیة قلت لابی یا ابت ماقال قال کلهم من قریش۔ جابر نے کہ میں نے رسول اللہ

علیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ مسلسل یہ دین طاقتور رہے گا بارہ خلفاء تک۔ اس پر لوگوں نے تکبیر کہی اور شور کیا۔ پھر آپ نے ایک مخفی کلمہ فرمایا تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ بابا رسول اللہ نے کیا فرمایا تو کہا کہ سب قریش سے ہوں گے۔

ا۔ سنن ابوداؤد بجستانی (ترجمہ یون کیا گیا ہے یہ دین مسلسل معزز رہے گا بارہ خلفاء کے ہونے تک۔ یہ سن کر لوگوں نے نعرہ تکبیر لگایا اور زور سے چلائے) (ترجمہ محمد زکریا اقبال) جلد سوم صفحہ صفحہ ۲۸۲ طبع کراچی

۲۔ الحاوی للفتاوی عبدالرحمن سیوطی جلد دوم صفحہ ۱۰۲ طبع دار الفکر بیروت۔ اس روایت میں خلیفہ اور کلھم من قریش کے درمیان کا حصہ نہیں ہے۔

۱۲۔عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یزال ھذا الامر عزیزا ینصرون علیٰ من ناواھم علیہ اثنیٰ عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔ حضرت جابر نے نبی اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مسلسل یہ امر طاقتور (اور باعزت) رہے گا اور جو بھی ان سے اس امر (دین) میں دشمنی کرے گا اس کے مقابل نصرت کریں گے بارہ خلیفہ سب قریش سے ہوں گے۔

☆ تاریخ الخلفاء حافظ سیوطی صفحہ ۷ طبع لاہور

۱۳۔سمعت رسول اللہ صلی علیہ وسلم یقول ان الاسلام لایزال عزیزا الیٰ اثنیٰ عشر خلیفۃ ثم قال کلمۃ لم افھمھا فقلت لابی

ماقال رسول الله علیه وسلم فقال کلهم من قریش۔ جابر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اسلام مسلسل طاقتور اور باعزت رہے گا بارہ خلفاء تک پھر آپ نے ایک بات فرمائی جسے میں سمجھ نہ سکا تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا فرمایا تو انہوں نے کہا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

☆ صحیح مسلم بن حجاج قشیری (ترجمہ وحید الزمان) جلد پنجم صفحہ ۱۱۱

☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۹۰/۱۰۰/۱۰۶ طبع میمنیہ مصر

۱۴۔ **عن عامر بن سعد بن ابی وقاص قال کتبت الی جابر بن سمرة مع غلامی نافع ان اخبرنی بشیء سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فکتب الی سمعت رسول الله صلی علیه وسلم یوم جمعة عشیة رجم الا سلمی یقول لا یزال الدین قائماً حتی تقوم الساعة او یکون علیکم اثنیٰ عشر خلیفة من قریش** (بقدر الحاجۃ) عامر بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے اپنے غلام نافع کے ذریعہ جابر بن سمرۃ کو یہ لکھ بھیجا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے جو کچھ سنا ہے وہ مجھے بتلائیں۔ انہوں نے جواب میں لکھا کہ جمعہ کے دن شام کے وقت جس دن ماعز اسلمی کو سنگسار کیا گیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ دین ہمیشہ قائم رہیگا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور (واؤ کے معنی میں بھی آتا ہے اور اسی معنی سے ترجمہ درست قرار پاتا ہے) تم پر بارہ خلیفہ ہوں سب قریش سے ہوں گے۔

☆ صحیح مسلم بن حجاج مترجم جلد پنجم صفحہ ۱۱۲ طبع لاہور

☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۸۹ طبع میمنیہ مصر

۱۵۔قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یزال هذا الامر عزیزا الیٰ اثنیٰ عشر خلیفة قال فضج الناس وقد النبی صلی الله علیه وسلم کلمة خفیت علی فقلت لابی ماقال قال کلهم من قریش۔
حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلسل یہ امر طاقتور (اور باعزت) رہے گا بارہ خلفاء تک۔ پھر لوگوں نے شور کیا اور نبی اکرم ﷺ نے کوئی بات فرمائی جو مجھ سے مخفی رہی تو میں نے اپنے والد سے پوچھا آپ نے کیا فرمایا کہا کہ فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم ۹۸/۹۳ طبع میمنیہ مصر
☆ صحیح مسلم بن حجاج جلد ششم صفحہ۳ طبع صبیح مصر اس روایت میں فضج الناس نہیں ہے۔

۱۶۔سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فی حجة الوداع ان هذا الدین لن یزال ظاهرا علی من ناواه لایضره مخالف ولا مفارق حتی یمضی من امتی اثنیٰ عشر خلیفة قائم ثم تکلم بشیء لم افهمه فقلت لابی ماقال قال کلهم من قریش۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں کہتے سنا کہ یہ دین ہمیشہ غالب رہے گا اپنے دشمن پر، نہ اسے مخالف نقصان پہنچا سکے گا اور نہ چھوڑنے والا یہاں تک کہ میری امت سے بارہ خلفاء گزر یں گے۔ پھر آپ نے کچھ فرمایا جسے میں سمجھ نہ سکا تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ نے کیا فرمایا تو انہوں نے کہا کہ فرمایا ہے کہ سب قریش سے ہوں گے۔

☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۸۷ طبع میمنیہ مصر
☆ معجم کبیر طبرانی جلد دوم صفحہ ۱۹۶ طبع موصل۔ تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہ روایت موجود ہے۔

۱۷۔قال جئت اناو ابی الی النبی صلی الله علیه وسلم و هول یقول لایزال هذا الامر صالحا حتی یکون اثنیٰ عشر امیراثم قال کلمة لم افهمها فقلت لابی ماقال قال کلهم من قریش۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو وہ فرما رہے تھے کہ ہمیشہ یہ امر صالح رہے گا جب تک کہ ان پر بارہ امیر ہوں پھر آپ نے ایک بات کہی جو میں سمجھ نہ پایا تو میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ کیا فرمایا کہا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۱۰۷/۹۷

☆ فتح الباری ابن حجر عسقلانی جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۹۔اس روایت میں لا یزال امر امتی صالحا ہے۔

☆ الاضواء علی السنۃ المحمدیہ محمد ابوریہ صفحہ ۲۱۰۔یہ روایت مذکورہ بالا حوالہ کے مطابق ہے۔

۱۸۔قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یکون من بعدی اثنا عشر امیر اقال تکلم بشئی لم افهمه فسالت الذی یلینی فقال کلهم من قریش۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے پھر آپ نے کچھ فرمایا جو میں سمجھ نہ سکا۔تو میں نے اپنے پاس یا عقب والے سے پوچھا اس نے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

☆ مسند احمد حنبل جلد پنجم صفحہ ۱۰۸/۹۲۔جب کہ یہی روایت صفحہ ۹۲ پر من کے بغیر ہے۔

☆ جامع ترمذی (مترجم) محمد بن عیسیٰ ترمذی صفحہ ۸۸۰ جلد اول طبع کراچی۔

۱۹۔قال سمعت النبی صلی الله علیه وسلم یقول یکون اثنیٰ عشر امیرافقال کلمة لم اسمعها فقال ابی انه قال کلهم من قریش۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ بارہ امیر ہوں گے پھر آپ نے کچھ کہا جسے میں سن نہ سکا تو میرے والد نے کہا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

☆ صحیح محمد بن اسماعیل بخاری جلد نہم ۸۱ طبع الامیر قاہرہ

☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۹۲۔ ایک لفظ یا چند الفاظ کے فرق کے ساتھ یہ روایات مسند میں کئی مقامات پر ہے۔

☆ معجم کبیر طبرانی جلد دوم طبع موصل میں بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ متعدد جگہوں پر ہے۔

۲۰۔قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول فى حجة الوداع لايزال هذا ظاهرا على من ناواه لايضره مخالف ولا مفاروق حتى يمضى من امتى اثنا عشر اميرا كلهم ثم خفى من قول رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وكان ابى اورب الىٰ راحلة رسول الله صلى الله عليه وسلم منى فقلت يا ابتاه ما الذى خفى من قول رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يقول كلهم من قريش۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حجۃ الوداع میں فرماتے سنا کہ ہمیشہ یہ دین اپنے دشمن پر غالب رہے گا۔ کوئی مخالف چھوڑ کر جانے والا اسے ضرر نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ میری امامت سے بارہ امیر گزریں گے وہ سب کے سب (جابر کہتے ہیں کہ) پھر رسول اللہ ﷺ کا قول مجھ سے مخفی ہو گیا اور میرے والد میری نسبت رسول اللہ ﷺ کی سواری سے زیادہ قریب تھے تو میں نے پوچھا کہ بابا مجھ سے رسول اللہ ﷺ کا کیا جملہ مخفی رہ گیا انہوں نے کہا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم صفحہ ۸۷ طبع مصر

- ☆ مسند احمد بن حنبل جلد پنجم ۹۰ طبع میمنیہ مصر
- ☆ البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر دمشقی جلد ششم صفحہ ۲۴۸ طبع سعادت مصر
- ☆ مسند احمد بن حنبل جزء خاص صفحہ ۹۹ المکتبہ الالفیۃ للسنۃ النبویہ (کمپیوٹر ڈسک) حدیث نمبر ۲۰۹۷۲
- ☆ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی صفحہ ۶۱ طبع سعادت قاہرہ
- ☆ مسند احمد بن حنبل جلد اول صفحہ ۳۹۸ احادیث عبداللہ بن مسعود
- ☆ تفسیر در منور جلال الدین سیوطی جلد دوم آیت ۱۲ سورۂ مائدہ
- ☆ فتاوائے عزیزی صفحہ ۲۲۲
- ☆ صواعق محرقہ باب اول فصل سوم
- ☆ فتح الباری ابن حجر عسقلانی جلد ۱۳ صفحہ ۱۷۹ طبع البھیہ مصر
- ☆ فتاوائے عزیزی عبدالعزیز دہلوی صفحہ ۶ مطبع مجتبائی دہلی۔

کیا امام انبیاء سے افضل ہیں

﴿آپ ہی کے ہاں یہ بحث اٹھائی گئی ہے:﴾

حضرت امام مہدیؑ کے متعلق علامہ ابن سیرین کے اس قول کی حقیقت بھی معلوم کر لینا ضروری ہے جس میں انہوں نے حضرت امام مہدیؑ کو حضرت ابوبکر و عمر پر فضیلت دی ہے چنانچہ نعیم بن حماد ان کے اس قول کو اس طرح نقل کرتے ہیں:

﴿عن ابن سیرین قیل له المهدی خیر او ابوبکر و عمر رضی

الله عنهما؟ قال هوا خیر منهما ویعدل بنبی﴾

(کتاب الفتن: ص ۲۵۰)

علامہ ابن اسیرین سے پوچھا گیا کہ امام مہدی زیادہ افضل ہیں؟

"علامہ ابن سیرین نے کہا کہ امام مہدی ابوبکر عمر سے کیا بلکہ وہ تو بعض انبیاء سے بھی افضل ہیں"۔

اس قسم کی دو روایتیں علامہ سیوطیؒ نے بھی الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۹۲ پر نقل فرمائی ہیں جن میں سے ایک روایت تو ضمرہ کی سند سے ابن سیرین سے یوں منقول ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اذا کان ذلک فاجلسوافی بیوتکم حتی تسمعوا علی الناس بخیر من ابی بکر و عمل، قیل افیاتی خیر من ابی بکر و عمر؟ قد کان یفضل علی بعض﴾

(الحاوی للفتاوی: ج ۲ ص ۲۹)

"جب فتنوں کا زمانہ آجائے تو تم اپنے گھروں میں بیٹھ جانا یہاں تک کہ تم حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ بہتر آدمی کے آنے کی خبر کا سن لو (پھر باہر نکلنا) لوگوں نے پوچھا کہ کیا حضرت ابوبکر عمر رضی اللہ عنہما سے بھی افضل کوئی شخص آئے گا؟ فرمایا کہ وہ تو بعض انبیاء پر فضیلت رکھتا ہوگا"۔
اس روایت کے الفاظ میں کچھ کمی معلوم ہوتی ہے، غالباً کتاب کی غلطی ہے کیونکہ "**افیاتی خیر من ابی بکر و عمر ؟**" کے بعد "قال" کا لفظ ہونا چاہیے جو ابن سیرین کے جواب پر دلالت

کرے، پھر "قد کان" میں زیادہ صحیح "قد کاد" یوں معلوم ہوتا ہے کیونکہ علامہ ابن حجر مکیؒ اپنی کتاب "القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر" ص ۷۱ پر "کاد" کا لفظ ہی تحریر فرماتے ہیں اسی طرح لفظ "بعض" کے بعد "الانبیاء" کا لفظ بھی ہونا چاہیئے جیسا کہ علامہ ابن حجر مکیؒ ہی کی مذکورہ صدر کتاب میں یہ لفظ موجود ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے دوسری روایت مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالے سے نقل کی ہے جس میں ابن سیرین کا قول یوں نقل کیا گیا ہے:

﴿یکون فی هذه الامة خلیفة لا یفضل علیه ابوبکر ولا عمر﴾

(الحاوی: ج ۲ ص ۹۳)

"اس امت میں ایک خلیفہ ہوگا جس پر حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو بھی فضیلت نہ ہوگی"۔

﴿علامہ ابن حجر ہیتمی مکیؒ کا جواب﴾

علامہ سیوطیؒ کے اس جواب کو علامہ ابن حجر ہیتمی مکیؒ نے بھی اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے اور آخر میں تحریر فرمایا ہے: "امام مہدیؑ کی افضلیت اور ثواب کا اضافہ ایک امر نسبی ہے اس لیے کہ کبھی کبھار مفضول میں کچھ ایسی خصوصیات ہوتی ہیں جو افضل میں نہیں ہوتیں اسی وجہ سے تو طاؤس نے امام مہدیؑ کا زمانہ پانے کی تمنا کی ہے اس لیے کے امام مہدیؑ کے زمانے میں نیک کام کرنے والے کو زیادہ ثواب ملے گا اور گناہ گار کو توبہ کی توفیق ہوں گی۔ الخ (القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر: ص ۷۱)

﴿امام مہدیؑ سے متعلق روایات کے راوی صحابہ کرام﴾

اس سے قبل آپ حضرات یہ پڑھ آئے ہیں کہ ظہور مہدیؑ کی روایات اس قدر کثرت سے

مروی ہیں کہ ان پر تواتر معنوی کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے۔اس بات کو ثابت کرنے کے لیے یہاں ان صحابہ کرامؓ کی فہرست مع حوالہ جات کے دی جا رہی ہے جنہوں نے امام مہدیؑ سے متعلق روایات نقل کی۔

نمبر شمار	نام صحابی	حوالہ جات
(۱)	حضرعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ	کتاب البرھان ج۲ص ۵۵۲
(۲)	حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ	کتاب البرھان ج ۲ ص ۵۹۱، بحوالہ افراد للدار قطنی والتاریخ لابن عساکر۔
(۴)	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	مسند ابی یعلی ج ۱ ص ۳۵۹، المصنف لعبدالرزاق ج ۱۱ ص ۳۷۳، ابوداؤد ج ۱۱ ص ۳۷۳، ابن ماجه ۳۰۸۰
(۵)	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	التذکرہ للقرطبی ص ۷۰۳
(۶)	حضرحفصہ رضی اللہ عنہا	کتاب الفتن ص ۲۲۷، کتاب البرھان، ج۲ ص ۷۰۲، مسلم شریف ۷۲۴۲، ابن ماجه ۴۰۴۳
(۷)	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	الاشاعة لاشراط الساعة ص ۲۴۲، ترمذی ۲۱۸۴، ابن ماجه ۳۰۶۴

(۸)	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	کتاب البرہان، ج ۲ ص ۲۶۲
(۹)	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	ابوداؤد، ج ۲ ص ۲۴۰، مشکوٰۃ ص ۴۷۰، ترجمان السنۃ ج ۴ ص ۳۵، مسلم شریف ۷۲۴۰، ابن ماجہ ۲۰۶۰
(۱۰)	حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	ترمذی ض ۲ ص ۴۶، ترجمان السنۃ ض ۴ ص ۳۸۴، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۷۰، مسلم ۷۲۸۱، ابوداؤد ۴۲۸۲، ابن ماجہ ۴۰۸۲
(۱۱)	حضر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ	المصنف لعبد الرزاق ج ۱۱ ص ۳۷۱، ابوداؤد ج ۲ ص ۲۳۹، ترمذی ج ۲ ص ۳۶، ابن ماجہ ۴۰۸۳
(۱۲)	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ	ترمذہ ج ۲ ص ۲۶، بخاری ۷۱۱۰_۴۴۹ مسلم شریف ۷۲۷۵_۷۲۷۴

(۱۳)	حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ	مشکوٰۃ ص ۴۷۱، ترجمان السنۃ ج ۴ ص ۳۸۱، ابن ماجه ۴۰۸۴
(۱۴)	حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ	کتاب البرهان ج ۲ ص ۷۴۸، ابن ماجه ۴۰۸۸
(۱۵)	حضرت انس رضی اللہ عنہ	کتاب البرهان ج ۲ ص ۷۵۶، ابن ماجه ۴۰۸۷
(۱۶)	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۷۵
(۱۷)	حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ	ترجمان السنۃ ج ۴ ص ۳۹۹، الاشاعۃ لاشراط الساعۃ ص ۲۲۳
(۱۸)	حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ	کتاب البرهان ج ۲ ص ۵۸۲
(۱۹)	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	کتاب الفتن ص ۲۳۸
(۲۰)	حضرت عمار رضی اللہ عنہ	کتاب الفتن ص ۲۳۶، کتاب البرهان ج ۲ ص ۵۴۱
(۲۱)	حضرت عباس رضی اللہ عنہ	آثار القیامه فی حجج الکرامه ص ۳۵۶، الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۷۶

(۲۲)	حضرتس عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما	کتاب الفتن ص ۲۶۴، کتاب البرھان ج ۲ ص ۵۱۳، ص ۷۳۱
(۲۳)	حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	کتاب البرھان ج ۲ ص ۶۵۲
(۲۴)	حضرت حسین رضی اللہ عنہ	کتاب البرھان ج ۲ ض ۵۴۶
(۲۵)	حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ	کتاب البرھان ج ۲ ص ۵۱۰
(۲۶)	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	کتاب البرھان ج ۲ ص ۶۶۷
(۲۷)	حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ	کتاب الفتن ص ۳۲۰
(۲۸)	حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ	کتاب الفتن ص ۳۶۰
(۲۹)	حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہ	کتاب البرھان ج ۲ ص ۲۱۱، ترجمان السنۃ ج ۴ ص ۲۹۶، ابوداؤد ۴۲۹۲
(۳۰)	حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما	کتاب البرھان ج ۲ ص ۵۲۳، کتاب الفتن ص ۲۳۷
(۳۱)	حضرت قرۃ المزنی رضی اللہ عنہ	الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۷۲
(۳۲)	حضرت قیس بن جابر رضی اللہ عنہ	الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۹۵

(۳۳)	حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ	الحاوی للفتاوی ج ۲ ص ۱۰۲، ابوداؤد ۴۲۷۹ـ ۴۲۸۱، ترمذی ۲۲۲۳
(۳۴)	حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ	کتاب الفتن ص ۱۹۰،
(۳۵)	حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ	مسلم شریف ۲۲۷۶
(۳۶)	حضرت ذی مخبر رضی اللہ عنہ	ابوداؤد ۴۲۹۲

﴿علماء کرام کی احادیث مھدیؑ کی بابت آراء﴾

احادیث مہدیؑ کے راوی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اجمالی فہرست آپ ملاحظہ فرما چکے اب آپ احادیث مہدیؑ کی بابت علماء کرام کی آرا بھی ملاحظہ فرمالیں۔ شیخ یوسف بن عبداللہ ابوابل اپنی کتاب "اشراف الساعۃ" کے ص ۲۵۹ پر "تواتر احادیث المہدی" کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے امام مہدیؑ کے سلسلے کی جو روایات ذکر کی ہیں (اور ان سے زیادہ وہ روایات جو میں نے بخوف طوالت چھوڑ دی ہیں) وہ تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے، ان میں سے چند علماء کے اقوال میں یہاں بھی ذکر کرتا ہوں۔

﴿(۱) حافظ ابوالحسن آبریؒ کی رائے:﴾

"امام مہدیؑ کے تذکرہ سے متعلق احادیث بڑی شہرت کے ساتھ حضورﷺ سے تواتر منقول ہیں، نیز یہ کہ وہ آپ کے اہل بیت میں سے ہوں گے، سات سال تک حکومت کریں گے۔ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو امام مہدیؑ دجال کے قتل کے سلسلے میں ان کی مدد کریں گے اور یہ کہ وہ اس امت کے امام ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی اقتدا کریں گے"۔

﴿(۲) سید محمد برزنجیؒ کی وضاحت:﴾

"تیسرا باب ان بڑی اور قریبی اعلامات کے بیان میں ہے جن کے بعد قیامت آجائے گی اور یہ علامت بہت زیادہ ہیں۔ منجملہ ان کے ایک امام مہدیؑ کا ظہور ہے جو کہ قیامت کی پہلی بڑی علامت ہے اور یہ بات آپ کو معلوم ہونی چاہیئے کہ اس سلسلے میں مختلف روایات اس قدر کثرت سے مروی ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا"۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا کہ "یہ بات تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ امام مہدیؑ کے وجود اور آخر زمانے میں ان کے ظہور اور حضورﷺ کی اولاد میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہونے کی احادیث تواتر معنوی کی پہنچی ہوئی ہیں لہذا ان کا انکار کرنے کا کوئی مطلب نہیں"۔

﴿(۳) علامہ سفارینیؒ کا بیان:﴾

"امام مہدیؑ کے ظہور کی روایات کثرت سے وارد ہوئی حتیٰ کہ وہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ چکی ہیں اور یہ بات علماء اہل سنت والجماعت کے درمیان مشہور اور ان کے عقائد میں ہے۔ اس کے بعد علامہ سفارینیؒ نے ظہور مہدیؑ سے متعلق احادیث وآثار اور ان کے راوی صحابہؓ کے نام ذکر کیے ہیں اور فرمایا کہ مذکورہ اور غیر مذکورہ صحابہ اور متعدد تابعین سے اس سلسلے کی اتنی روایات متعددہ مروی ہیں کہ وہ

سب مل کر علم قطعی کا فائدہ دیتی ہیں لہذا امام مہدیؑ کے ظہور پر ایمان لانا واجب ہے جیسا کہ یہ بات اہل علم کے یہاں ثابت شدہ اور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں داخل ہے"۔

﴿(٤) قاضی شوکانیؒ کی تحقیق:﴾

"امام مہدیؑ کی آمد کے بارے میں جن روایت پر با آسانی مطلع ہونا ممکن ہے۔ وہ پچاس احادیث ہیں جن میں سے کچھ صحیح، کچھ حسن اور کچھ ایسی ضعیف ہیں کہ ان کے ضعف کی تلافی ہو جاتی ہے۔ لیکن ان روایات سے جو مجموعی بات حاصل ہوتی ہے وہ متواتر ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کیونکہ اصولِ حدیث کی اصطلاح کے مطابق اگر کسی سلسلے میں پچاس سے کم روایات مروی ہوں تو اس سے تواتر حاصل ہو جاتا ہے، باقی رہے صحابہ کرامؓ کے وہ ارشادات جن میں امام مہدی کے نام کی صراحت آئی ہے وہ تو بہت زیادہ ہیں اور ان کا حکم بھی وہی ہے جو مرفوع روایت کا ہوتا ہے اس لیے کہ اس قسم کے واقعات کے بارے میں اجتہاد کی بنیاد پر اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا جا سکتا"۔

﴿(٥) نواب صدیق حسن خانؒ کی رائے:﴾

"امام مہدیؑ کے بارے میں مختلف روایات بہت کثرت سے وارد ہوئی ہیں جو تواتر معنوی کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں اور یہ روایات اسلامی کتب کے مجموعہ علم مثلاً سنن، معجم اور مسانید وغیرہ میں موجود ہیں"۔

﴿(٦) شیخ جعفر کتانیؒ کا حوالہ:﴾

"خلاصہ کلام یہ ہے کہ مہدیؑ منتظر کے بارے میں احادیث متواترہ موجود ہیں، اسی طرح خروج دجال اور نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی متواتر احادیث موجود ہیں"۔ (یہ تمام اقوال

کتاب "اشراط الساعۃ" ص ۲۵۹ تا ص ۲۶۲ سے ماخوذ ہیں)

﴿(۷) حافظ ابو جعفر عقیلیؒ کی وضاحت:﴾

حافظ ابو جعفر عقیلیؒ اپنی کتاب "کتاب الضعفاء" میں علی بن نفیل نہدی کے حالات زندگی تحریر فرماتے ہوئے امام مہدیؑ سے متعلق اس کی روایت کردہ ایک حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ: "امام مہدیؑ کے بارے میں اس حدیث کے لیے اس کا کوئی متابع موجود نہیں اور نہ ہی یہ حدیث اس کے علاوہ کسی اور سے مشہور ہے البتہ سند کے علاوہ امام مہدیؑ کے بارے میں بہت سی جید احادیث وارد ہیں"۔ اسی طرح زیاد بن بیان الرقی کی سوانح حیات لکھتے ہوئے بھی کہا ہے کہ: "امام مہدیؑ کے بارے میں بہت سی صحیح سند والی روایات موجود ہیں"۔

﴿(۸) علامہ ابن حبانؒ کی تحقیق:﴾

امام ابو حاتم ابن حبانؒ البستی نے اپنی صحیح میں متعدد ابواب امام مہدیؑ سے متعلق ذکر کر کے ان سے استدلال کیا ہے جس سے ان کے نزدیک بھی ان روایات کا صحیح اور قابل استدلال ہونا معلوم ہوتا ہے۔

﴿(۹) امام ابو سلیمان خطابیؒ کا بیان:﴾

امام ابو سلیمانی خطابیؒ حضرت انس بن مالکؓ کی اس حدیث:

﴿لاتقوم الساعة حتى يتقارب الزمان وتكون السنة كالشهر و الشهر كالجمعة﴾

پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"سال کا مہینے کے برابر اور مہینے کا جمعہ کے برابر ہونا امام مہدیؑ کے زمانے میں ہوگا یا حضرت

عیسٰی علیہ السلام کے زمانے میں یا پھر دونوں کے زمانے میں ہوگا"۔

(۱۰) امام بیہقیؒ کی رائے:

امام بیہقیؒ احادیث مہدیؑ پر یوں تبصرہ نگاری فرماتے ہیں:

"امام مہدیؑ کے ظہور سے متعلق وضاحت احادیث میں یقینی طور پر صحت کے ساتھ ثابت ہے اور یہ صحت سند کے اعتبار سے بھی ہے، نیز ان احادیث میں یہ بھی بیان ہے کہ امام مہدیؑ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ کی اولاد میں سے ہوں گے"۔ (کتاب البرہان: ج ا ص ۳۳۰ تا ۳۳۲)

یہ چند اہلسنت و اہلحدیث کے علماء کرام کے اقوال آپ کے سامنے مشتے از نمونہ خروارے کے طور پر پیش کئے گئے ہیں اور ابھی اس سے زیادہ پیش کیے جاسکتے ہیں لیکن بخوف طوالت انہیں ترک کیا جاتا ہے۔

اب یہاں امام مہدیؑ ابن امام علی ابن ابیطالب علیہم السلام کے بارے میں تصنیف شدہ کتابوں کی اجمالی فہرست بھی ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(وہ کتابیں جن میں ضمناً امام مہدیؑ کا تذکرہ آیا ہے)

(۱)	المصنف لعبدالرزاق	اس میں گیارہ احادیث مہدیؑ ہیں
(۲)	کتاب الفتن	یہ سب سے زیادہ قدیم اور وسیع ماخذ ہے جس میں احادیث مہدیؑ کثرت سے موجود ہیں۔

(۳)	الجامع للترمذی	اس میں تین احادیث مروی ہیں۔
(۴)	المصنف لابن ابی شیبۃ	اس میں سولہ روایات ہیں۔
(۵)	سنن ابن ماجه	اس میں سات احادیث مروی ہیں۔
(۶)	سنن ابی داود	اس میں تیرہ احادیث مروی ہیں۔

جبکہ بخاری اور مسلم میں امام مہدی کا نام لیے بغیر کچھ احادیث ذکر کی گئی ہیں جس کی تفصیل قارئین آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

﴿امام مہدیؑ کے بارے میں مستقل تصانیف﴾

نمبر شمار	مصنف کا نام	کتاب کا نام
(۱)	ابن ابی خثیمہ بن زہیر بن حربؒ	بقول سہیلی کے انہوں نے اس موضوع کی احادیث کو جمع کیا تھا
(۲)	ابوالحسین احمد بن جعفر بن المناوی	علامہ ابن حجرؒ نے ان کے رسالے کا ذکر کیا ہے۔

(۳)	ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانیؒ	ابن قیم نے ان کی کتاب کا نام "کتاب المہدی" اور سیوطی نے "اربعین" ذکر کیا ہے
(۴)	یوسف بن یحییٰ السلمی الشافعیؒ	عقد الدرفی اخبار المہدی المنتظر
(۵)	امام ابن کثیرؒ	"الفتن والملاحم" میں انہوں نے اپنے رسالے کا تذکرہ کیا ہے۔
(٦)	علامہ سخاویؒ	بقول عجلونی کے اس کتاب کا نام "ارتقاء العرف" ہے۔
(۷)	علامہ سیوطیؒ	العرف الوردی فی اخبار المہدی۔
(۸)	ابن کمال پاشا حنفیؒ	تلخیص البیان فی علامات مہدی آخر الزمان
(۹)	محمد بن طولون الدمشقیؒ	المہدی الی ماور دفی المہدی
(۱۰)	ابن حجر ہیتمی مکیؒ	القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر۔
(۱۱)	شیخ علی متقی ہندیؒ	کتاب البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان:
(۱۲)	ملا علی قاریؒ	المشرب الوردی فی مذہب المہدی۔

(۱۳)	ابن بریدہؒ	بقول ابن مناوی کے اس رسالے کا نام "**العواصم من الفتن القواصم**" ہے۔
(۱۴)	مرعی بن یوس الکرمیؒ	**فوائد الفکر فی الامام المھدی المنتظر۔**
(۱۵)	محمد بن اسماعیل الامیر الصنعانیؒ	ان کی کتاب کا ذکر نواب صدیق حسن خان نے کیا ہے۔
(۱۶)	قاضی شوکانیؒ	**التوضیح فی تواتر ماجاء فی المھدی المنتظر والدجال والمسیح**
(۱۷)	شہاب الدین حلوانیؒ	**القطر الشھدی فی اوصاف المھدی۔**
(۱۸)	محمد بن محمد البلبیسیؒ	انہوں نے امام حلوانیؒ کی مذکورہ کتاب کی شرح بنام "**المطر الوردی**" لکھی۔
(۱۹)	ابو العلاء ادریس العراقیؒ	بقول کتانی کے ان کا بھی امام مہدیؑ کے بارے میں ایک رسالہ ہے۔
(۲۰)	شیخ مصطفی بکریؒ	**الھدایة الندیة للامة المھدیة فیما جاء فی فضل الذات المھدیة۔**
(۲۱)	محمد بن عبد العزیز مانعؒ	**تحدیق النظر فی اخبار الامام المنتظر۔**

(۲۲)	رشید راشد الحلبیؒ	تنویر الرجال فی ظهور المهدی والدجال۔
(۲۳)	احمد بن محمد بن صدیقؒ	المرشد المبدی لفساد طعن ابن خلدون فی احادیث المهدی۔

اعتراض: کیا عقیدہ امامت ختم نبوت کی نفی ہے؟

کتاب خدا اور اہل بیت تا بہ حوض کوثر ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے

اخرج عبدبن حمید، فی مسنده، عن زید بن ثابت، قال: قال رسول ﷺ: ((انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به بعدی لن تضلوا، کتاب الله و عترتی اهل بیتی، وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض))

عبد بن حمید (۱) اپنی مسند میں زید بن ثابت (۲) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمھارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اس سے تمسک کیا تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے، اور وہ کتاب خدا اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیت ہیں، اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے۔ (۳)

﴿حدیث ثقلین﴾

اخرج احمد، وابو یعلی، عن ابی سعید الخدری ان رسول الله ﷺ قال: ((انی اوشک ان ادعی فاجیب، وانی تارک فیکم الثقلین، کتاب

اللہ، و عترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر خبرنی انھمالن یفترقاحتی یرداعلی الحوض، فانظروا کیف تخلفونی فیھما))

احمد اور ابو یعلی (۴) نے ابی سعید خدری (۵) سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسالتماب نے اپنے (اصحاب کو مخاطب قرار دیتے ہوئے) فرمایا: مجھے عنقریب بلایا جائے گا اور میں چلا جاؤں گا، چنانچہ میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت، جو میرے اہل بیت ہیں، اور بیشک خدائے لطیف وخبیر نے مجھے آگاہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گی، پس میں دیکھتا ہوں کہ میرے بعد تم ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرتے ہو، اور ان سے کیا سلوک کرتے ہو؟ (۶)

«اسناد و مدارک کی تحقیق:»

(۱) ابو محمد بن عبد بن حمید بن نصر کشی، آپ سمرقند کے دیہات "کش" کے باشندہ ہیں، موصوف نے عبدالرزاق بن ہمام، ابوداود اور طیالسی و دیگر محدثین سے روایت نقل کرتے تھے، امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے بھی آپ سے روایات نقل فرمائی ہیں، آپ کا شمار ثقہ اور ان علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث، اور تفسیر میں کتابیں تالیف کیں، بہرکیف آپ کی وفات ۲۴۹ھ میں ہوئی، آپ کے حالات زندگی درج ذیل کتابوں میں دیکھئے: تھذیب التھذیب ج ۶، ص ۴۵۷۔ رجال قیسرانی ص ۳۳۷۔ شذرات الذھب ج ۲، ص ۱۲۰۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۵۳۴۔ طبقات الحفاظ سیوطی ج ۲، ص ۴۔ (۲) ابوسعید زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی، موصوف کاتبین وحی میں سے تھے، آپ کی ۴۵ھ میں وفات ہوئی، بقیہ حالات زندگی درج ذیل کتابوں میں دیکھئے:

الاصابۃ جلد ا،ص ۵۶۲، ۵۲۱۔ الاستیعاب جلد ا،ص ۵۵۴، ۵۵۱۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۲، ص ۲۴،۲۳ (۳) مذکورہ حدیث حسب ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے: مسند عبد بن حمید (قلمی نسخہ، ظاھریہ لائبریری دمشق) کنز العمال جلد ا،ص ۱۲۲۔ العقد الفرید جلد ۲،ص ۱۱۱۔ (۴) حافظ ابویعلی احمد بن علی بن مثنیٰ بن یحییٰ بن عیسی بن ہلال تمیمی موصلی: آپ ہی محدث الجزیرہ اور کتاب المسند الکبیر کے مولف ہیں، آپ ۲۱۰ ھجری میں شہر موصل عراق میں پیدا ہوئے، اور ۳۰۷ھ میں وفات پائی، آپ نے احمد بن حاتم بن طویل، یحییٰ معین اور دوسرے لوگوں سے روایتیں سنی اور پھر انھیں نقل کیا ہے، آپ کی مشہور کتاب المسند الکبیر ہے، بقیہ حالات درج ذیل کتابوں میں دیکھیے: معجم البلدان جلد ۵،ص ۲۲۵۔ شذرات الذھب جلد ۲،ص ۲۵۰۔ تذکرۃ الحفاظ جلد ۲،ص ۷۰۹، ۷۰۷۔ آنجناب احقر امید رکھتا ہے کہ اپنی ہی کتاب کے حوالہ جات سے اثبات قبول فرمائیں گے۔

کیا آئمہ طاہرین کو تحلیل و تحریم کا اختیار ہے؟؟

حضرات غور فرمایئے آئین حیات جو خالق نے مخلوق کے لئے فرمایا

ق۵۹ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (النساء ۵۹)

حضرات: ایمانداروں پر تین ہستیوں کی اطاعت واجب ہے، اللہ، رسولؐ، اولی الامر اور عند التنازعہ رجوع صرف اللہ اور رسولؐ ہی کی طرف ہوسکتا ہے۔ کیونکہ احکام کے ماخذ صرف دو ہیں، قرآن اور حدیث۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔ **تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول**۔ لہذا اولی الامر کا تقرر خدا اور رسولؐ کی نص کے بغیر نہیں ہوسکتا۔ اجماع وشوریٰ ختم شد اور مدعیوں کا یہی دعویٰ تھا جو تو ڑ نہ چڑھ سکا۔ **امرهم شوریٰ بینهم** پر ہمارے سوال کا جواب ندارد۔ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ اولی الامر وہ ہے جس کو خدا اور رسولؐ مقرر کریں۔ معصوم عن الخطاء ہو اور علم قرآن وحدیث میں **راسخون فی العلم** کا درجہ رکھتا ہوتا کہ تاویل قرآن شریف وحدیث میں اس کا قول سند ہو، اس کی حدیث حدیث رسولؐ کہلا سکتی ہو۔ مگر اس اولی الامر کو حکم دینے کا مجاز کس نے بنا دیا؟ سوائے اللہ ورسولؐ کے۔

حد ہوگئی امراءِ لشکر کا تقرر تو نص سے ہوتا رہا واجب الاطاعت اولی الامر شوریٰ سے مقرر ہو رہا ہے ذرا جنگ موتہ میں امراءِ لشکر کے تقرر پر حضورؐ کی نص ملاحظہ فرمائیے کہ:۔

استعمل عليهم زيدبن حارثه وقال ان اصيب زيد جعفر بن ابی طالب على الناس فان اصيب جعفر فعبدالله بن رواحله على الناس۔ (سیرۃ ابن ہشام ۱۵ جلد ۴) کہ حضورؐ نے جنگِ موتہ میں پہلے زید بن حارثہ کو امیر لشکر مقرر کیا اور فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائے تو حضرت علی بن ابی طالب امیر ہوگا۔ اگر جعفر بھی شہید ہو جائے تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوگا۔ سبحان اللہ امراءِ لشکر کی نص تو یکے بعد دیگرے حضورؐ تین بار فرما چکے ہیں مگر خلفاء کی نص نہیں ہو سکتی؟ ان کا گذارہ صرف **لم يستخلف رسول الله** پر ہے دیکھئے صحیح مسلم ۱۲۰ جلد ۲ اور ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ایسے اولی الامر جو معصوم منصوص اور راسخون فی العلم ہونے کی حیثیت سے واجب الاطاعت اولی الامر ہیں وہ صرف آئمہ اہلبیت علیہم السلام ہیں۔

تعداد آئمہ علیہم السلام

عن مسروق قال كنا جلوسا عند عبدالله بن مسعود وهو يقرئنا القرآن فقال له رجل يا اباعبدالرحمن هل سالتم رسول الله كم يملك حذا الامة من خليفة فقال عبدالله ما سالنی عنهما احد منى قدمت العراق قبلك ثم قال نعم ولقد سئالنا رسول الله فقال اثنى عشر كعدة نقبا بنى اسرائيل۔ (مسند احمد بن حنبل ۲۹ ج ۲ و ۸۹ ج ۵ و صواعق محرقہ فصل ۳ باب ۱۔)

مسروق سے روایت ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہم کو قرآن

پڑھا رہے تھے اور ایک آدمی نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ اے ابو عبدالرحمن کیا تم نے رسول ﷺ سے یہ دریافت نہیں کیا تھا کہ اس اُمت کے مالک کتنے خلیفے ہوں گے۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا: عراق میں آج تک یہ مسئلہ مجھ سے کسی نے نہیں پوچھا پھر فرمایا کہ ہم نے پوچھا تھا۔ جس پر حضورؐ نے فرمایا تھا کہ نقباء بنی اسرائیل کی تعداد پر بارہ خلیفے ہوں گے۔

لیجئے! حضورؐ کی زبانی تعداد بھی منصوص ہوگئی اور یہ حدیث صاف دلالت کرتی ہے کہ خلافت کا انحصار صرف بارہ خلفاء میں ہوگا اور وہ خلفاء بالنص ہوں گے۔ کیونکہ حضورؐ نے ان کی تشبیہ کعدۃ نقبا بنی اسرائیل میں نقباء باری ہے **ولقد اخذنا میثاق بنی اسرائیل ولعتنا منهم اثنی عشر نقیباً** ۔ اور صحابہ کرام سوال خلفاء منصوص کا ہی کر سکتے تھے۔ کیونکہ شوریٰ اور غلبہ کے امراء پر دین کی بنیاد کا دارومدار نہیں ہے اور سلاطین بلانص کے سوال کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ تو بیشمار ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں۔ پس ظاہر ہوا کہ صحابہ کا یہ سوال خلفاء منصوص ہونے کا نہ کوئی قائل ہے اور نہ ان کا وجود ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وہی بارہ آئمہ اہلبیتؑ ہیں اس کی تفصیل آیہ استخلاف میں ہے۔ قارئین کرام وہاں سے دیکھ لیں۔ لہذا اولی الامر وہی ہستیاں ہیں جن کے حق میں آیہ تطہیر اور حدیث ثقلین، حدیث منزلت، حدیث ولایت وارد ہوئی ہیں۔ ان کا حکم حکم خدا ہے اور وہ راسخون فی العلم ہیں کیونکہ وہ قرآن سے جدا نہیں ہوتے اور قرآن ان سے جدا نہیں ہوتا۔ اور وہ قرآن کی تاویل پر جہاد کرنے کے مجاز ہیں۔

مشکوۃ شریف ۳۲۱ سے جو حدیث بحق ابوذر نقل کی گئی ہے وہ اصحاب جنگ جمل کی رد میں ہے اور جو مشکوۃ شریف ص ۳۲۰ سے بحق حضرت ابوذر نقل کی گئی ہے اس سے بھی امیر کے لئے نص کی ضرورت معلوم ہو رہی ہے۔ حضرت ابوذر اس لئے حضورؐ سے نص کا سوال کر رہے ہیں کہ **علی ان الا ننازع الامر اهله** سے مراد ہی امراء لشکر ہیں جو حضورؐ کی نص سے باہر مقرر ہو کر جاتے ہیں۔ حضرت نے بلا کفر

ظاہران سے نہ لڑنے کیلئے بیعت کی تھی، اس سے شوریٰ اور اجماعی حکام مراد نہیں۔

«تعداد اطاعت کا فلسفہ»

یہ نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت علیحدہ اس لئے ذکر کی گئی ہے کہ اصل الاصول صرف اطاعت خدا ہے کیونکہ حاکم اصل صرف وہی ہے جیسا کہ ارشاد ہے۔

(۱) ۱۰ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ پارہ ۲۵۔شوریٰ

ترجمہ:۔پس جس چیز میں تمہارا اختلاف ہوجائے پس حکم اسکا طرف اللہ کے ہے۔

(۲) ۶۲ ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ط أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ہ پارہ ۷ سورہ انعام

ترجمہ:نہیں ہے حکم سوائے اللہ کے۔

(۳) ولا يُشرك بعبادة ربه احداً پارہ ۱۶ سورہ الکہف

ترجمہ:۔نہ شریک کر اس کی عبادت میں کسی کو۔

(۴) ۴۱ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ط وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ط وَهُوَ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ہ پ ۱۳ الرعد

ترجمہ: یعنی جس کے حکم کے بعد تعاقب نہیں ہوسکتا وہ صرف ذات باری ہے

(۵) ق۔۴۷ وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا انزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ہ (پ ۶ سورۃ المائدہ) لہذا اولی الامر بارہ ہیں۔ باقی جو عمدۃ القاری ۶۷ ا جلد ۱۸ اسے حوالہ جات کی صحت کا ریکارڈ قائم کرتے ہوئے گیارہ اقوال کی نشاندہی کی گئی ہے نہ معلوم یہ عمدۃ القاری کس مطبع کی ہے جس کی ۱۸ جلدیں ہیں یا کہاں سے نقل درنقل مارنے میں غلطی کی گئی ہے۔ حالانکہ عینی شرح صحیح بخاری عمدۃ القاری کی کل تیرہ ۱۳ جلدیں ہیں اور یہ گیارہ اقوال درتفسیر اولی الامر اس کی جلد ۵۵۴۸ مطبوعہ مصر باب ق۔۵۹ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَ اُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ میں موجود ہے اور گیارہ کے گیارہ اقوال بھی صحابہ اور تابعین کے ہیں جو غیر معصوم ہیں۔ مگر ہم کو عندالتنازعہ قول رسولؐ کی ضرورت ہے، اگر تحقیق اور تدقیق سے کام لیا جائے تو شاید ایک قول بھی اس پر صادق نہ آئے اور عکرمہ کا قول سند نہیں کیونکہ وہ خارجی ہے۔ شیخین پر اکتفا کی وجہ صاف بتارہی ہے کیونکہ خوارج حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کے منکر ہیں۔ علاوہ اس کے اہلبیت نے ان بزرگوں کے امور سے اتفاق نہیں کیا۔ لہذا ہمارے لئے واجب الاطاعت نہ ہوئے۔ حضرت علیؑ کا خلافت شیخین سے صحیح بخاری ۱۰۰۹ اور امر عثمان سے خلاف اور انکار جمع قرآن میں شفا قاضی عیاض ۱۱ جلد دوم۔

﴿آئمہ طاہرین پر وحی نازل نہیں ہوتی﴾

ق۔۵۵ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ا

رْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ط
یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰ
لِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ پ۱۸۔ س۔ النور

ترجمہ:۔ وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے البتہ ان کو زمین میں خلیفہ کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو خلیفہ کر چکا ہے اور محکم کرے گا ان کے واسطے ان کا وہ دین جو ان کے لئے پسند کیا ہے اور ان کے خوف کے بعد ان کو امن میں بدل دے گا۔ وہ خلفاء میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں کریں گے۔ جو لوگ اس کے بعد انکار کریں پس وہی لوگ فاسق ہیں۔

حضرات ہمارے آئمہ طاہرین پر وحی نازل نہیں ہوتی بلکہ ختم نبوت کے بعد امامت کا وعدہ ہے کہ اس اُمت میں بھی حسب سابق واجب الاطاعات خلفاء ہوں گے ان کا منکر فاسق ہوگا۔ پس اس آیت سے امامت کا اُصول دین میں داخل ہونا ثابت ہوا۔ ورنہ ان کا منکر فاسق اور کافر نہ کہلاتا۔ جیسا کہ من کفر بعد ذالک **فاولئک هم الفاسقون۔** کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں جن کے ہاں امامت غیر ضروری ہے۔ اس سے ان کی رد ہوگی۔

خُلفاء موعود من اللہ ہوں گے

کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین وعدے فرمائے ہیں۔

اول:۔ اُمت محمدیہ میں استخلاف مثل سابق۔ دوم خلفاء کیلئے دین مرتضی کی تمکین سوئم خوف وتقیہ خلفاء کے بعد امن کامل۔ لہذا ثابت ہوا کہ خلفاء موعود من اللہ ہوں گے۔ نہ باجماع نہ شوریٰ۔

«موعود خلفاء کے چار صفات»

اور اس آیت میں خلفاء موعود من اللہ کے چار صفات بھی بیان فرمائے ہیں جو باقی صفات کے لئے بمنزلہ اصل الاصول ہوں گے۔ ایمان کامل وجمیع اعمال کا صالح ہونا عبودیت۔ شرک خفی وجلی سے مطہر ہونا۔

«ایمان کامل»

سے مراد تحقیقی۔ کشفی ایمان ہے جو تمام حجابات ظلمات ختم ہونے کے بعد مشاہد اور شہود ذاتی تک پہنچنے کا نام ہے کمانی العزیزی۔

«قید نکم کامفاد»

امنو امنکم یا اولی الامر منکم۔ یا بخاری شریف کی حدیث **واما مکم** میں کُم ضمیر مخاطب کی قید سے سابقہ اُمتوں سے احتراز مقصود ہے۔ یعنی امامت وخلافت اور اولی الامر ہونے کا دروازہ صرف اُمت محمدیہ کے لئے کھلا ہے۔ کُل بنی آدم کے لئے نہیں اس سے ان کی بھی رد ہوجاتی ہے جو **یابنی ادم امایا تینکم رُسُل منکم** سے استدلال شروع کرکے اُمت محمدیہؐ میں نبوت کے دروازے کھولنے شروع کردیتے ہیں۔ کیونکہ یہ بشارت بنی آدم کے لئے نہیں بلکہ اُمت محمدیہؐ کے لئے ہے یعنی اُمت محمدیہ کی بنی آدم سے تخصیص مقصود ہے۔ بابی ذبہائی اور احمدی حضرات اجرائے نبوت کی دلیل پیش کرتے وقت دعویٰ اور دلیل میں عموم خاص کے تطابق کا خاص خیال رکھا کریں اور **عملو الصالحات** سے عصمت خلفاء کی طرف اشارہ ہے کیونکہ **الصالحات جمع محلی باللام** ہے جو حقیقۃً مفید استغراق ہے۔ اور تمام اعمال کا صالح ہونا سوائے معصوم کے محال ہے **لیستخلفنھم** میں فعل کی نسبت ذات باری تعالیٰ کی طرف ہے۔ لہذا امام کا منجانب اللہ منصوص بنص شرعی ہونا ضروری ہے ورنہ تکوین عام ہے۔ لہذا نص شرعی کی ضرورت ہے۔

کما استخلف الذین من قبلهم کی تشبیہ سے خلفاء کے طریقہ تعیین اور تعداد کی وضاحت مطلوب ہے **ولیمکنن لهم دینهم** سے خلفاء کے **راسخون فی العلم** ہونے کی طرف اشارہ ہے کہ ہم دین کے ماہر اور وارثان کتاب اللہ ہوں گے۔ قرآن ان کے ساتھ ہوگا۔

مسائل دینیہ میں ان کا قول سند ہوگا۔ **لهم** کا لام ان کی تخصیص کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان کے علاوہ غیر کو یہ منصب حاصل نہیں ہوگا **ولیبدلنهم من بعد خوفهم** میں خوف اور تقیہ کی زندگیوں کے بعد امن کامل اور ظہور امام آخر الزمان کی پیشگوئی ہے۔ جو **لیظهره علی الدین** کا وقت ہے **یعبدوننی** میں ان کی عبودیت کی طرف اشارہ ہے جو ولایت کے لئے شرط اول ہے کمافی منصب امامت از اسماعیل شہید دہلوی ص ۷ کہ باوجود صاحب کمال ہونے کے ہر وقت عبودیت کا اظہار کریں گے۔

۶۳ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ہ **۶۴** وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ہ پ۱۹۔ الفرقان۔

رحمٰن کے وہ بندے ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو سلام کہہ کر گذر جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام میں راتیں گذارتے ہیں۔

۷۴ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا ہ

اماماً۔ پ۱۹

اور کہتے ہیں۔اے رب ہمارے ہم کو اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے
آنکھوں کو ٹھنڈک بخش اور ہم کو امام المتقین بنادے۔

یہ ہے خلفائے برحق اور آئمہ طاہرین کی عبودیت اور یعبدوننی کا مطلب **لا یشرکون بی شیئاً** سے مراد یہ ہے کہ ان میں شریک اخفی من دبیب النمل بھی نہیں ہوگا۔بالکل ہر قسم کے شرک سے پاک ہوں گے۔اسی لئے شیئاً کو نکرہ لایا گیا ہے۔**ومن کفر بعد ذالک فاولئک ہم الفاسقون** میں ان کے واجب الاطاعت ہونے اور ان کے منکر کے فاسق ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ حدیث ہے:۔**من مات بغیر امام فقدمات میتة جاهلیة** (مسند امام احمد۔جلد چہارم ۱۶) رسولِ خدا نے فرمایا کہ جو شخص امام کے بغیر مرگیا وہ عہد جاہلیت کی موت مرگیا۔یہ آیت اور حدیث امامت کے ضروری اصول دین ہونیکی دلیل ہے۔

۵۹۔ **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ** (پ۵۔نساء)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو فرمانبرداری کرو اپنے اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور ان کی جو تم میں اولی الامر ہیں۔

اس آیت سے ایمانداروں کے لئے تین ہستیوں کی اطاعت کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ایک اللہ واجب الوجود مستجمع جمیع الصفات کی اطاعت کا۔دوئم محمد رسول اللہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ کی اطاعت،سوئم اولی الامر کا اطاعت۔دوئم میں الرسول اور اولی الامر منکم کو جمع فرمادیا ہے کہ دونوں کی اطاعت یکساں اوقات اور احوال سے غیر مقید اور مطلق ہے اور یہ ظاہر ہے کہ غیر معصوم کی اطاعت ہر

وقت صحیح نہیں۔لہذا اولی الامر معصوم ہی ہوں گے جس کی تفصیل آئندہ آرہی ہے۔

«بحث مفهوم أولی الامر»

لہذا اب دیکھا یہ ہے کہ اُولی الامر سے مراد کون لوگ ہیں؟؟ کیا آج کے فاسق و فاجر شرابی حکمران ہیں اگر نہیں تو سب سے پہلے کتاب اللہ کو دیکھا جائے گا۔کیونکہ القرآن لفسیر بعضا مسلمہ اصول ہے لہذا پہلے سیاق وسباق کا دیکھ لینا ضروری ہے۔لیجئے اس سے پہلی آیت یہ ہے:۔

۵۸ اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ط اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا م بَصِيْرًا پ۵۔النساء

ترجمہ:۔تحقیق اللہ تم کو حکم دیتا ہے امانتوں کو ان کے اہل کی طرف ادا کردو اور جب لوگوں کے درمیان حکم کرو تو عدل کے ساتھ کرو تحقیق اللہ تم کو اس کی نصیحت کرتا ہے اور وہ سُننے والا دیکھنے والا ہے۔اس آیت کے شان نزول میں ہمارے برادران اسلام کے ہاں یہ لکھا ہے کہ یہ آیت عثمان بن طلحہ بن عبدالدار کلید بردار کعبہ کے متعلق نازل ہوئی ہے چنانچہ دیکھئے:۔

لما اغلب باب الكعبة وابى ان يدفع المفتاح فيها رسول الله وقال لو علمت انه رسول الله لم امنعه فلوعى على كرم الله وجهه يده واخذه منه و فتح فدخل رسول الله صلى الله عليه واله وسلم صلى ركعتين فلما خرج ساله العباس رضى الله عنه ان يعطيه

المفتاح ویجمع له السقایة والسدنة فنزلت فامر الله ان یرده الیه فامر علیاً رضی الله عنه ان یرده ویعتذر الیه وصار ذالک سبباً لا سلامه ونزله الوحی بان السدانة فی اولاده ابداً۔ (بیضاوی ۱۰۷ ومدارک ۱۸۰ ج ا۔ وجلالین ۷۹ وابن کثیر ۵۱۵ ج ا۔ مطبوعہ مصر)۔ کہ یہ آیت یوم فتح مکہ اتری ہے جب عثمان بن طلحہ بن عبدالدار نے کعبہ کا دروازہ بند کرلیا اور حضورؐ کو کعبے کی چابی دینے سے انکار کردیا۔ حضورؐ کو اس میں داخل ہونے سے مانع ہوا اور کہا کہ میں اگر جانتا کہ وہ اللہ کا رسول ہے تو میں اس کو منع کیوں کرتا۔ پس اس پر حضرت علی علیہ السلام نے اس کا ہاتھ مروڑ کر اس سے چابی لے لی اور کعبے کا دروازہ کھول دیا۔

پس رسول خدا داخل ہو گئے اور آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھی

پس حضورؐ جب باہر آئے تو حضرت عباسؓ نے سوال کیا کہ حضورؐ یہ چابی مجھے عطاء فرمائیے۔ حاجیوں کو پانی پلانے اور دربانی کا منصب دونوں میرے ہی لئے جمع کر دیجئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ پس آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ یہ چابی اسے واپس لوٹا دو اور ذرا عذر خواہی بھی کردو۔ پس یہی چیز اس کے اسلام لانے کا سبب ہوگئی اور وحی نازل ہوئی کہ کعبہ کی دربانی کا شرف اس کی اولاد میں ہمیشہ رہے گا۔ لیجئے حضورؐ سباق کی آیت سے رسول کا بھی پتہ چل گیا ہے کہ کون ہے اور اولی الامر کا بھی اور فاتح مکہ کا بھی۔ کعبہ کا دروازہ کھولنے والے کا بھی حضورؐ کو داخل کعبہ کرنیوالے کا بھی نائب رسول کا بھی۔ اب نہ معلوم اس اولی الامر کو چھوڑ کر غیر کی طرف جانیکی کیا ضرورت ہے جس کا ذکر پہلی آیت میں ہے اب ذرا اس آیت سے اگلی آیت بھی ملاحظہ فرمالیجئے تاکہ حق واضح ہو جائے۔

۱۶۰ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَحَاکَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِهٖ ط وَیُرِیْدُ

الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًۢا م بَعِیۡدًا ۱ ہ پ۵ النساء

کیا نہ دیکھا تو نے طرف ان لوگوں کو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ایمان لائے ہیں ساتھ اس چیز کے اُتاری گئی ہے طرف تیری اور جو کچھ کہ اُتاری گئی ہے پہلے تجھ سے کہ یہ مقدمہ لے جاویں طرف سرکش کے اور حالانکہ حُکم کئے گئے ہیں اس کے ساتھ انکار کرنے کا اور ارادہ کرتا شیطان یہ کہ گمراہ کرے ان کی گمراہی دور کی۔

اس آیت کی شانِ نزول میں برادرانِ اسلام کی تفسیروں میں ایک منافق کا قصہ نقل ہے کہ پہلے وہ اپنا مقدمہ رسول اللہ کی بجائے کعب بن اشرف یہودی کی طرف لے جانا چاہتا تھا اور بعد فیصلہ سرکار دو عالم پھر حضرت خلیفہ ثانی کی طرف۔ اور لکھا ہے کہ حضرت عُمر نے اس کو قتل کر دیا۔ اور خدا نے اس منافق کی رد میں یہ آیت نازل فرمائی۔ پس معلوم ہوا کہ اس منافق کے دونوں قصد غلط اور خدا و رُسولؐ کے خلاف تھے۔ فیصلہ کا حق صرف اللہ اور رُسولؐ اور اُولی الامر کو ہے۔ ان کو چھوڑ کر غیر کی طرف مقدمہ لے جانا منع ہے اور حضرعمر نے بھی اس کو اسی بنا پر قتل کر دیا تھا کہ وہ بے محل فیصلہ کا متمنی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اولی الامر نہیں ہیں ورنہ اللہ اور رسولؐ اور اولی الامر کی طرف مقدمہ لے جانے والا واجب القتل نہیں ہے نہ منافق ہے۔ دیکھیے پہلی آیت نے حضرت پہلی آیت سے حضرت علی علیہ السلام کا اولی الامر ہونا اور پچھلی آیت سے دیگر بزرگوں کا اولی الامر نہ ہونا صاف ثابت ہو گیا۔

اب ذرا اصل آیت کو لیجیے۔ ق۵۹ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ

آیت سورہ نساء میں ہے۔ سورہ نساء کو چھوڑ کر دُور جانے کی ضرورت ہی

نہیں۔ ۸۳۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ط وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ پ۵۔النساء

ترجمہ:۔اور جب آتا ہے کہ ان کے پاس کوئی امر امن کا ڈر کا تو پھیلاتے ہیں اس کو اور اگر پھیرتے طرف رسُول کے اور صرف والیانِ امر کے جو ان میں سے ہیں تو البتہ جان لیتے ہیں اس کو وہ لوگ کہ تحقیق کر سکتے ہیں اس کی ان میں سے۔

اس آیت نے صاف ظاہر کر دیا ہے کہ اولی الامر سے مراد وہ عالم ہیں جو حضورؐ کے وقت میں موجود تھے، مادہ استنباط بھی رکھتے تھے۔ اب تمام صحابہ کرام سے اعلم الصحابہ کا پتہ کر لینا چاہیے جس کو سب سے زیادہ قرآن و حدیث کا علم ہوگا وہی اولی الامر کا مصداق ہوگا۔ اعلم الصحابہ کا پتہ **انا مدینۃ العلم و علی بابھا** سے ظاہر ہے اور عندہ علم الکتاب اس کی شان ہے جو ناطقِ قرآن اور ثانی رسُول ہے اور امرھم شوریٰ بینھم سے جو بعض مدعیان امام نے اپنے بزرگوں کی خلافت یا حکومت پر استدلال فرمایا ہے خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ ان کی اپنی **تفسیر بیضاوی ۱۶۵ جلد۲ اور مدارک ۳ جلد۴** پر صاف لکھا ہے:۔

۸۴۔ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ہ (پ۲۵الشوریٰ)

اور وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کو قبول کیا اور نماز قائم کی اور ان کے معاملات صلاح و مشورہ سے طے ہوتے ہیں اور ہمارے رزق سے خرچ کرتے ہیں، کی آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی

ہے۔ جب وہ مکہ معظمہ میں جا کر مشرف با اسلام ہوئے تھے۔ دیکھو **نزلت فی الانصار دعاھم رسول اللہ الی الایمان فاستجابوا**۔ کی آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جب ان کو حضورؐ نے ایمان کی طرف بلایا اور انہوں نے قبول کیا اور یہی **حاشیہ، ۱۷ جلالین، ۴۰۴** میں لکھا ہے کہ یہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی ہے کہ وہ حضورؐ سے پہلے وہ اپنے اُمور مشورہ سے طے کیا کرتے تھے۔ اب آپ ہی فیصلہ فرمائیے کہ آیت انصار کے حق میں نازل ہوئی اور حکومت پر مہاجرین قابض ہوئے جن کے حق میں یہ آیت اُتری ان کو حکومت کا ذرہ بھی نصیب نہ ہوا۔ حالانکہ اُمر علم میں امران کی طرف مضاف ہو رہا ہے۔ نہ معلوم ایسے اماموں کا کیا حشر ہوگا جو نہ سیاق سمجھتے ہیں نہ سباق نہ تفسیر نہ حدیث۔ صرف اپنی امامت کے زور سے کام چلانا جانتے ہیں حالانکہ ان کی امامت کو نہ اپنے مانتے ہیں نہ بیگانے۔ اگر یقین نہ ہو تو اخباریں دیکھ لیں۔ مگر تاہم دعویٰ امامت میں فرق نہیں آتا۔ الامر کے معرف باللام ہونے معہود کے تلاش کرنے میں بھی حد کر دی ہے۔

اندھے کو اندھیرے میں کیا دُور کی سوجھی

یعنی جن کو اولی الامر بنایا وہ مہاجر اور جن کے حق میں آیت اُتری وہ انصار، یہ بن گئی حکومت خاص۔ شاید ایسے ہی ربط پر کسی منچلے نے کہا تھا:

چہ خوش گفتہ اس سعدی درزلیخا
الا یا ایھا الساقی اورکا سأ وناولھا

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو امر کے معنی نہیں آتے اور اپنی کتابوں پر نظر نہیں کی ورنہ یوں پریشان

نہ ہوتے۔ لیجئے! اہم عرض کر دیتے ہیں کہ یہاں امر بمعنی سمت اور طریقہ ہے۔ **فلیحذر الذین یخالفون عن امره ای عن سمته و طریقه فی افعاله وقال تعالیٰ وما امر فرعون برشید والمراد فعله و طریقته وقال تعالیٰ و امرهم شوریٰ بینهم ای افالهم وقال تعالیٰ تنازعتم فی الامر ای فیما تقدمون علیه من الفعل وقال تعالیٰ ان الامر کله الله المراد الشان والفعل۔**(اصول سرخسی ا ج۔ا۔ مطبوعہ مصر)۔ کہ ان تمام آیات میں امر سے مراد طریقہ اور فعل ہے۔ مگر صاحب امرھم سے حکومت مراد لے رہے ہیں اور ان کے بزرگ امرھم کا مطلب ان کے افعال اور جملہ کام لے رہے ہیں۔ یہاں نہ تو کوئی معہود مقرر ہے نہ حکومت سے مطلب ہے۔

﴿امر بمعنی قضا﴾

قال الله یدبر الامر من السماء الی الارض وقال تعالیٰ الاله الخلق ولامر۔ کہ ان دونوں آیتوں میں امر بمعنی قضاء خداوندی ہے۔

﴿امر بمعنی دین﴾

ومنها الذین قال الله تعالیٰ حتی جاء الحق وظهر امر الله کہ حق اور دین خدا ظاہر ہوا۔

﴿امر بمعنی قول﴾

ومنها القول قال الله تعالیٰ یتنا زعون بینهم امرهم کہ وہ باہم

اپنے قول میں تنازعہ کرتے ہیں۔

﴿امر بمعنی قیامت﴾

ومنھا القیامة قال الله تعالیٰ اتیٰ امر الله۔ اللہ کا امر آیا یعنی قیامت یہاں عندالشیعہ ظہور صاحب الامر مراد ہے۔

﴿امر بمعنی عذاب﴾

فما اغنت عنھم التھم یدعون من دون الله من شیئی ولما جآء امرربک و مازاد و ھم غیرتتبیت۔ جب آیا تیرے رب کا عذاب ان کے معبود بچا نہ سکے۔ یہاں امر بمعنی عذاب ہے۔

﴿امر بمعنی گناہ﴾

قل ان الامر کله الله۔ کہ تحقیق ہر امر اللہ کے لئے ہے۔

﴿امر سے مُراد صیغئہ امر﴾

انما امرہ اذا اراد شیأ ان یقول له کن فیکون وکما قال الله تعالیٰ انما قولنا بشئی اذا اردناہ ان نقول له کن فیکون کہ امر خدا کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ جب کسی چیز کو کن کہنا چاہتا ہے تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ ہیں امر کے مختلف معانی جن میں سے ایک بھی آنجناب کی معہود حکومت پر فٹ نہیں آتے اور نہ ہی کسی مفسر نے یہ معنی لکھے ہیں۔ ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اولی الامر کی تفسیر میں خلافت ثلاثہ کا ذکر کوئی شخص اپنے مسلمات میں بھی حدیث

مرفوع متصل میں رسول اللہ ﷺ کی زبانی نہیں دکھلا سکے گا۔ رہے صحابہ اور تابعین کے اقوال سو باہم متعارض ہیں۔ کسی نے امراور کسی نے علماء مراد لئے ہیں۔ کلبی نے بخیال خویش بعض لوگوں کے نام تو لئے مگر ساتھ عبداللہ بن مسعود کا بھی نام لے دیا۔ **(تفسیر درمنثور ۱۷۷ جلد۲)**۔ اور عکرمہ نے تو صرف شیخین پر ہی کفایت کی ہے کسی دوسرے کا نام ہی نہیں لیا۔ **(درمنثورہ ۱۷۷ جلد۲)**۔ عبداللہ بن عباس سے دو قول مروی ہیں اول کہ عبداللہ بن حذافہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ دوم کہ اولی الامر سے مراد اہل العلم ہیں، درمنثور ۱۷۷ جلد۲۔ یہاں بزرگوں کے اپنے اپنے قیاسات ہیں مگر ہمارا مطالبہ صرف حدیث مرفوع متصل کا ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں کیا فرمایا۔ کیونکہ اولی الامر کے معنی میں تنازعہ ہے اور عندالتنازعہ صرف اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ **فاتنازعتم فی شئی فرده وه الی الله والرسول** اور یہی قوم امام ابوحنیفہ کا ہے کہ **اذجاء عن النبی فعلی الراس والعین** **(تفسیر مظہری ۱۵۳ جلد۲۔ النساء)** کہ جب کوئی حکم رسالت مآبؐ سے آئے تو سر اور آنکھوں پر ہے۔

«انکشاف اصل حقیقت اُولی الامر»

یایها الذین امنو اطیعو الله الرسول و اولی الامر منکم فان تنازعتم شی فردوه الی الله والرسول ان کُنتم تومنون بالله والیوم الاخر ذالک خیر واحسن تاویلاً (پ۵۔ س نساء)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسُول کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہوں۔ پس اگر تمہارا کسی چیز میں تنازعہ پڑ جائے تو اس کو اللہ اور رسُول کی طرف لوٹا دو۔ اگر تم اللہ اور روز

آخرت پر ایمان رکھتے ہو یہی بہتر ہے اور تمہاری اپنی تاویلوں سے بہت ہی اچھا ہے یا بلحاظ انجام اچھا ہے۔

«آیت هذا میں اصول خمسه شیعه»

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مذہب شیعه کے پانچوں اصول بیان فرمائے ہیں

اول:۔ اطیعو الله اور توضون بالله سے توحید۔

دوم:۔ رُسول الله اور اولوالامر کو حکم بالعدل ان تحکموابالعدل سے عدل

سوم:۔ اطیعو الرسول سے نبوت

چھارم:۔ اُولی الامر سے امامت

پنجم:۔ والیوم الاخر سے قیامت

الحمد الله علی ذالک

اور اس آیت میں مومنین کو تین حکم فرمائے گئے ہیں۔

اول:۔ اطاعتِ خداوند تعالیٰ جل شانہٗ

دوم:۔ اطاعتِ پیغمبر اور اُولی الامر

سوم:۔ عندالاختلاف رجوع الی الکتاب والسنة

اطاعت اولی الامر

خداوند تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا علیحدہ حکم دیا اور اُولی الامر اور رسُولؐ اللہ کی اطاعت کو بحکم

واحد جمع فرمایا۔ لہذا دونوں کی اطاعت مطلق واجب ہوگی۔ چونکہ ایک ہی لفظ اطیعو الرسول اور اولی الامر دونوں کیلئے مستعمل ہوا ہے۔ لہذا معانی میں بھی مختلف نہیں ہوگا۔ کیونکہ علامہ زمخشری تفسیر کشاف ۹۰۲ جلد۲ میں فرماتے ہیں:۔

لان اللفظ الواحد الایصح استعماله فی حالة واحدة علی معنیین مختلفین کہ ایک ہی لفظ کا استعمال ایک ہی حالت مین دو مختلف معنی پر نہیں ہو سکے گا۔ پس معلوم ہوا کہ ایک ہی لفظ کا استعمال ایک ہی حالت میں دو مختلف معنی پر نہیں ہو سکے گا۔ پس معلوم ہوا کہ اولی الامر کی اطاعت بلا قید شرط مثلِ رسولؐ واجب ہے اور غیر معصوم کی اطاعت مطلق طور پر بلا قید ثابت نہیں ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اُولی الامر سے مُراد معصومین ہیں۔ **جیسا کہ ہمارے برادرانِ اسلام کی مشہور تفسیر کبیرہ ۲۴۳ جلد۲ پر ہے۔**

ان اللہ تعالیٰ امر بطاعة اولی الامر علیٰ سبیل الجزم فی هذه الایة و من امر اللہ بطاعته علیٰ سبیل الجزم و القطع الابدو ان یکون معصوماً عن الخطاء اذلو لم یکن معصوماً عن الخطاء و الخاطالکونه خطاء منهی عنه فهذ أیفضی الی اجتماع الامر والنهی فی الفعل الواحد بالا عتبار الواحد وانه محال فثبت ان اللہ تعالیٰ امر بطاعة اولی الامر علیٰ سبیل اجزم وجب ان یکون معصوماً عم الخطا فثبت قطعاً ان اولی الامبر المذکور فی هذه الایة الابد ان یکون معصوماً۔

تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اولی الامر کی اطاعت کا پختہ طور پر حکم دیا ہے۔ اور جس کی

اطاعت کا خداوند تعالیٰ قطعی طور پر حکم کرے اس کا خطاء سے معصوم ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر وہ معصوم عن الخطاء نہیں ہوگا تو اس کی خطا کے وقت بھی بامر خدا اس کی متابعت کرنی پڑے گی۔ تو اس کا یہ مطلب ہو جائے گا کہ خدا نے اس خطا کے کرنے کا حکم دیا ہے حالانکہ خطا بحیثیت خطا ہمیشہ منہی عنہ ہے یعنی اس کے کرنے سے منع کیا گیا ہے تو ان کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ ایک ہی فعل میں باعتبار واحد امر اور نہی جمع ہو جائیں گے اور یہ محال ہے۔

پس ثابت ہوا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا قطعی حکم دیا ہے اور اس کا معصوم ہونا ضروری ہے۔ پس اس صغریٰ اور کبریٰ کے ملانے سے قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلا کہ وہ اولی الامر۔ جو اس آیت میں مذکور ہیں، معصوم ہیں الخ۔ چونکہ عصمت سوائے آئمہ اہل بیت کے غیر میں پائی نہیں جاتی بالاتفاق۔ پس معلوم ہوا کہ اولی الامر سے مراد آئمہ معصومین ہیں اور یہی رسولؐ خدا اور آئمہ طاہرین سے منقول ہے۔ چنانچہ تفسیر صافی ۱۰۸ خلاصہ الصادقین ۱۱۸ تفسیر عمدۃ البیان جلد ۱۲ ۲۴۱ ص ۲۴۱)

عن جابر بن عبدالله الانصاری قال لما نزلت هذا الاية قلت رسول الله عرفنا الله رسوله فمن اولوالامر الذین قرنهم الله طاعتهم بطاعتک فقال هم خلفائی یا جابر وائمة المسلمین من بعدی اولهم علی ابن ابی طالب ثم الحسن ثم الحسین ثم علی بن الحسین ثم محمد بن علی المعروف فی التوراته بالباقرؑ ستدرکه یا جابر فاذ القیته اقرمنی السلم ثم الصادق جعفر بن محمد ثم موسیٰؑ بن جعفرؑ ثم علیؑ بن موسیٰؑ ثم

محمدؑ بن علیؑ ثم علیؑ بن محمدؑ ثم الحسنؑ بن علیؑ ثم سیمی محمدؑ ق کنیتی حجة الله فی ارضه وبقیه فی عباده ابن الحسن بن علی ذاک الذی یفتح الله علی یدیه مشارق الارض ومغاربها ذاک الذی یغیب عن شیعته واولیائه غیبته الایثبت فیها علی القول باما مته الامن امتحن الله قلبه للایمانؑ غیبته فقال ای والذی بعثنی بالنبوة انهم یستصنیئون بنوره ویتفعون بولایته فی غیبته کا نتقاع الناس بالشمس وان تجلاها سحاب یاجابر هذا امر مکنون سرالله فخزون علم الله فاکتمه الاعن اهله.

جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسولؐ اللہ میں خدا کو اور رسُول کو تو جانتا ہوں مگر اولی الامر کو نہیں جانتا کہ وہ کون ہیں۔ فرمایا کہ اے جابر وہ میرے خلفاء ہیں اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ اول ان کا علیؑ بن ابی طالبؑ ہے اور بعد اس کے حسنؑ ہے اور بعد اسکے حسینؑ ہے اور بعد اس کے علیؑ ابن حسینؑ ہے اور بعد اس کے محمدؑ بن علیؑ ہے توریت میں وہ باقر مشہور ہے۔ اور تو ان کو پائے گا۔ اور جس وقت تو اس کو دیکھے گا میرا اسلام اس کو پہنچانا۔ بعد اس کے رسولؐ خدا نے باقی کے آئمہ معصومین حضرت جعفرؑ بن محمدؑ پھر موسیٰؑ بن جعفرؑ پھر علیؑ بن موسیٰؑ پھر محمد بن علیؑ پھر علیؑ بن محمد پھر

حسنؑ بن علیؑ معصومینؑ ہر ایک کا نام فرمایا۔ یہاں تک کہ جس وقت حضرت صاحب العصر والزمان کے نام پر پہنچے تو فرمایا کہ کہ نام میرا اس کا نام ہوگا۔اور کنیت اس کی کنیت میری ہوگی۔اور وہ حجت خدا ہے زمین خدا میں اور بیٹا حسینؑ بن علیؑ کا ہے۔اور وہ شخص ہے کہ فتح کرے گا خدا اس کے ہاتھوں مشارق اور مغارب زمین کو۔اور غائب ہوگا وہ اپنے شیعوں سے اور دوستوں سے یہاں تک کہ بسبب درازی مدت کے کوئی تصدیق اس کی امامت کی نہ کرے گا مگر وہ شخص کہ امتحان کیا ہے۔خدا نے دل اس کے واسطے ایمان کے جابر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یارسولؐ اللہ شیعوں کو ان کی غیبت میں کچھ ان سے فائدہ ہوگا۔فرمایا قسم ہے خدا کی کہ جس نے مجھ کو پیغمبر کر کے بھیجا ہے۔شیعہ اس کے نور سے روشنی پائیں گے اور فائدہ حاصل کریں گے اس کی خلافت سے اس کی غیبت میں جیسے کہ فائدہ پاتے ہیں آدمی آفتاب سے اگر چہ زیر ابر ہوتا ہے جابر وہ سر مکنون خدا اور مخزن اس کے علم کا ہے اور جو کچھ میں نے بیان کیا ہے اس کو اپنے دل میں نگاہ رکھ اور کسی کے روبرو اس کو بیان مت کر مگر ان لوگوں سے کہ جو اس کے اہل ہیں۔

اور امیر المومنین سے بھی تفسیر صافی ۱۰۸ میں یہی منقول ہے

وفی العلل عن امیر المومنینؑ قالا لاطاعة لمن عصی اللہ وانما الطاعة اللہ والرسولہ ولالاة الا مرانما امراللہ بطاعة الرسول لانہ معصوم مطھر لایا مر بمعصیةٍ وانما امربطاعة اولی الامر لانھم

مطھرون لایامرون بمعصیة۔ کہ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ خدا کے نافرمان کی کوئی اطاعت نہیں۔ اطاعت صرف اللہ اور اس کے رسولؐ اور والیان امر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی اطاعت کا حکم اس لئے فرمایا کہ وہ معصوم و مطہر ہے معصیت کا حکم نہیں کرے گا اور اولی الامر کی اطاعت کے حکم کا بھی یہی راز ہے کہ وہ بھی معصوم اور مطہر ہیں۔ کبھی گناہ کا حکم نہیں دیں گے پس معلوم ہوا کہ جس سے گناہ کے حکم کا امکان ہے اس کی اطاعت واجب نہیں ہوسکتی۔ اور یہی کتب اہل السنّت والجماعت میں لکھا ہے۔ چنانچہ حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ اسی کی موید ہیں۔

قال رسول اللہ انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا بعدی احدھما اعظم من الاخر کتاب اللہ عزوجل ممدود من السماء الی الأرض وعترتی اھل بیتی ولن یفترقا حتیٰ یردا علی الحوض۔
(ترمذی ۶۳۶، مشکوٰۃ ۵۶۸)۔ کہ حضورؐ نے فرمایا تحقیق میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اس کی اطاعت کی تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک ان میں سے بڑی ہے دوسری سے کتاب آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی رسی ہے۔ اور میری عترت اور میرے اہل بیت علیہم السلام۔

وفی روایة صحیحتہ انی تارک فیکم لن تضلوا ان اتبعتموھما وھما کتاب اللہ واھل بیت عترتی زاد الطبرانی انی سالت ذالک لھما فلا تقدمواھما فتھلکو او الاتقصرواعنھا فتھلکو اولا اذلولم یکن معصوماً عن الخطأء اعلم منکم۔ (صواعق محرقہ ۸۹) کہ روایت صحیحہ میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہارے درمیان دو امر چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اگر تم نے ان کی تابعداری کی تو ہرگز ہرگز گمراہ نہیں ہوگے اور وہ دونوں اللہ کی کتاب اور میری عترت اور اہل بیت ہیں اور طبرانی

کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ میں نے یہ ان کیلئے مانگ کر لیا ہے پس تم ان سے آگے نہ بڑھنا ہلاک ہو جاؤ گے، اور ان سے کوتاہی نہ کرنا تمہاری ہلاکت کا موجب ہوگی۔ اور ان کو علم نہ سکھلانا وہ تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور علامہ ابن حجر نے ان حدیثوں کو لکھنے کے بعد اسی ۸۹ پر صاف فرمایا ہے۔

والحاصل ان البحث وقع علی التمسک بالکتاب وبالسنته وبالعلماء بهما من اهل البیت ویستفاد من مجموعه ذالک بقاء الامور الثلاثة الی قیام الساعة۔ کہ حاصل ان تمام حدثیوں کا یہ ہے کہ کتاب وسُنت اور اہل بیت میں سے علماء کے ساتھ تمسک کرنے پر تاکید کی گئی ہے۔ لیجئے یہ ہے اصلی اولی الامر جن کی اطاعت کا خدا اور رُسول کے حکم میں معلوم ہوتا ہے کہ جب امام صاحب لکھنے بیٹھتے ہیں تو لوازمات مضمون قلت علم یا ضعف دماغ کی وجہ سے عقل الذهن نہیں رکھتے ورنہ اتنا تو بچے بھی سمجھ سکتے ہیں کہ غیر معصوم کی اطاعت کیا، اور اگر اہل بیت معاذ اللہ غیر معصوم ہوتے تو ان کی اطاعت کا حکم کیوں دیا جاتا اور ان کو قرینِ قرآن کیوں فرمایا جاتا۔

«عصمت اهلبیت»

حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ اور عدم افتراق علیؑ اور قرآن اور معیت بالحق اور آیۂ تطہیر اور صلوٰۃ بر آل محمدؐ سے ظاہر ہے اور اولی الامر کی تفسیر میں آئمہ اہلبیت کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آئمہ معصومین مراد ہیں۔ مگر ہمارے برادران اسلام کا اس مفہوم میں کسی معنی پر بھی اتفاق نہیں۔ بعض نے امراء لشکر مراد لیے ہیں۔ اکثر سلاطین، بادشاہوں اور حکام کی طرف گئے اور بعض نے اہل فتویٰ مراد لئے۔ اور فخر الدین تفسیر کبیر میں اولی الامر کی عصمت کا معترف ہونیکے بعد ارباب

حل وعقد کی طرف گیا، سچ ہے:۔

شدید پریشان خواب اوازکثرت تعبیرها

فان تنازعتم فی شی

پس اگر تم کسی چیز میں تنازعہ کرو۔ چونکہ شیئ مطلق ہے۔ لہذا جس شئے میں بھی تنازعہ اور اختلاف امر خلافت میں ہوا۔ لہذا اس کا فیصلہ صرف قرآن اور حدیث سے ہی کرایا جائے۔ اجماع شوریٰ اس میں فیصل نہیں ہوسکتا پس جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہم نے لوٹایا تو شاھد منہ کی آیت نظر آئی۔ کہ حضرت کا شاہد آپ کا جزہی آپ کا تالی اور بلافصل خلیفہ ہوگا۔ اور جب حدیث کی طرف نظر کی تو حدیث من کنت مولیٰ نظر آئی۔ پس حکومتِ شوریٰ کی ضرورت ہی نہ رہی۔

کیا آئمہ طاہرین انبیاء کرام کی طرح معصوم ہیں؟؟

حضرات اب ہم اہل حدیث اور اہل السنت کی مستند تفسیروں سے چند حوالے فضائل شیعہ خیر البریہ کے پیش کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ جن کو حق سے پھرے کہا جارہا ہے قرآن وحدیث میں ان کی اصل کیا ہے۔

عن جابر بن عبداللہ قال کنا عندالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاقبل علی فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والذی

نفسی بیده ان هذا وشیعته هم الفائزون یوم القیامة ونزلت ان الذین آمنوا الآیة فکان محمد صلی الله علیه وآله وسلم اذاقبل قالو اقد جاء خیر البریة۔ حضرت جابر ابن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت علی علیہ اسلام تشریف لائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ تحقیق یہ علیؑ اور اس کے شیعہ قیامت کے دن کامیاب ہوں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ة4 ا
نَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ط ہ ۔اس دن سے جب کبھی حضرت علیؑ آتے تو صحابہ کرام ان کو خیر البریہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ کہ خیر البریہ آیا۔ خیر البریہ یعنی تمام مخلوق سے بہتر اور افضل۔ اس حدیث سے حضرت کی افضلیت اور شیعہ کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ قرآن کا مذہب اور رسول اللہ کے فرمان کا مذہب ہے۔

قولہ: مگر باوجود مذہب شیعہ کی بنیاد جن عقائد پر ہے ان میں دو عقیدے بڑے اہم ہیں۔

ا۔ جس طرح نبی معصوم اور واجب الاطاعت ہوتے ہیں اسی طرح شیعوں کے امام بھی معصوم ہیں اور نجات کے لئے ان کی اطاعت ضروری ہے۔

الجواب

بیشک شیعہ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء اور آئمہ طاہرین معصوم ہیں اور واجب الاطاعت ہوتے ہیں۔ اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ جناب رسول خدا حضرت محمد مصطفٰے ﷺ کے بعد مخلوقات پر حجت خدا حضرات آئمہ اثناعشر ہیں۔ ان میں سے اول حضرت امیر المومنین علیہ السلام پھر حضرت امام حسنؑ پھر امام حسینؑ پھر امام زین العابدینؑ پھر امام محمد باقرؑ پھر امام جعفر صادقؑ پھر امام موسیٰ کاظمؑ پھر امام علی رضاؑ پھر امام محمد تقیؑ پھر امام علی نقیؑ پھر امام حسن عسکریؑ پھر حضرت حجت علیہم السلام خلیفہ ہوئے (بارھویں

امام) حکم خدا سے قیام کرنے والے امام زمانہ زمین پر خلیفۃ اللہ شہروں میں موجود نظروں سے غائب ہیں خدا کی رحمت اور درُود ان حضرات پر نازل ہو۔ ان بزرگون کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ حضرت صاحبان امر ہیں جن کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اور یہ حضرت تمام آدمیوں پر گواہ اور علم الٰہی کے ابواب اور اس کی طرف پہنچنے کے لئے راہ اور دلیل ہیں اور اس کے علم کے مخزن ہیں اور اس کی وحی کے ترجمان ہیں جن سے خدا نے پلیدی کو دور رکھا، اور جتنا چاہئے تھا اُتنے درجے کا ان کو پاکیزہ بنایا۔ ان کے پاس معجزے اور دلیلیں تھیں۔ یہ حضرات تمام اہل زمین کے واسطے امان ہیں جس طرح کے ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں اور ان بزرگوں کی مثال اس اُمت میں کشتی نوح کی مانند ہے اور یہ سب خدا کے بزرگ بندے ہیں جو کسی بات میں اس پر سبقت نہیں لے گئے اور اسی کے حکم کے مطابق عمل کرتے رہے اور ہم ان حضرات کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کی محبت ایمان ہے اور عداوت ان سے کفر ہے۔ ان کا حکم خدا کا فرمان ہے۔ ان کی ممانعت خدا کی ممانعت ہے۔ ان کی پیروی خدا کی اطاعت ہے۔ ان کی نافرمانی خدا کی معصیت ہے۔ ان کا دوست خدا کا دلی ہے اور ان کا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ زمین خالی نہیں رہ سکتی ایسے شخص سے جو بندگان خدا پر اس کی حجت ہو خواہ وہ ظاہر و مشہور ہو یا مخفی اور پوشیدہ ہو۔

اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ زمین پر خدا کی حجت اور بندوں پر اس کا خلیفہ اس زمانہ میں حضرت قائم منتظر محمدؑ بن الحسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیہم السلام ہیں۔ اور یہ وہی جناب ہیں جن کے نام و نسب کی حضور نبیؐ نے خبر دی تھی اور آپ ہی زمین کو عدل اور داد سے اس طرح بھر دیں گے کہ جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔ اور آپ ہی کے ذریعہ سے اللہ اپنے دین کو ظاہر کر کے تمام دینوں پر اس کو غالب کر دے گا۔ اگرچہ مشرک اس سے کراہت کریں گے اور اللہ آنحضرتؑ کے ہاتھوں پر زمین کو مشرق سے مغرب تک فتح کر دے گا یہاں تک کہ زمین پر کوئی جگہ باقی نہ

رہے گی۔ مگر یہ کہ اس جگہ سے آوازِ اذان آئیگی اور ساری دُنیا میں بس خدا ہی کا دین ہوگا۔

اور یہ جناب وہی مہدی ہیں جن کی خبر رسُولؐ اللہ نے دی ہے اور جب یہ جناب ظاہر ہوں گے تو اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریمؑ نازل ہوں گے اور ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور آنحضرت کے پیچھے نماز پڑھنے والا ایسا ہوگا کہ اس نے رسُول اللہ کے پیچھے نماز پڑھی ہو۔ کیونکہ وہ حضرت جناب رسُول خدا کے خلیفہ ہیں۔ اور ہم یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان جناب کے سوا کوئی شخص قائم نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ جناب طولانی مدت تک غائب رہیں اور آئمہ اہل بیت نے ان حضرت کے نام ونسب کو بتلا دیا ہے اور خلافت آنحضرت پر نص فرمادی اور ان کے ظہور کی بشارت دی ہے۔ خدا کا درود ان پر نازل ہو (اور اُن کی خوشیوں میں جلدی ہو) جو مثلِ خضرؑ والیاسؑ واصحاب کہف گناہ گار نظروں سے دور ہے مگر نیکوں کار دلوں میں موجود ہیں اور باوقت ضرورت ملاقات بھی فرماتے ہیں اور اپنے نورِ اقدس سے مومنین کے قلوب کو اپنی محبت کے نور سے منور فرما رہے ہیں۔

﴿عصمت کے متعلق عقیدہ﴾

شیخ ابوجعفر نے فرمایا ہمارا اعتقاد نبیوں اور وصیوں اور فرشتوں کے بارے میں یہ ہے کہ یہ سب معصوم ہیں۔ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہیں۔ انہوں نے کبھی گناہ نہیں کیا۔ نہ صغیرہ کے یہ حضرات مرتکب ہوئے اور نہ ہی کبیرہ ان سے سرزد ہوا۔ یہ حضرات حکم الٰہی کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے موافق اس کے عمل کرتے ہیں اور جو شخص ان کی عصمت کا کسی حال میں کچھ بھی انکار کرے تو ان سب کے رُتبہ سے جاہل ہے اور جو شخص ان سے جاہل ہو وہ کافر ہے۔ اور ہمارا عقیدہ ان حضرات کے بارے میں یہ ہے کہ یہ سب معصوم ابتداء سے آخر تک کمال اور تمامیت صفات اور علم سے موصوف ہیں۔ کسی حال میں یہ حضرات کچھ بھی نقصان اور جہالت سے متصف نہیں ہوسکتے۔ (ہدیہ

جعفریہ اعتقادیہ شیخ صدوق مطبع اثناء عشری دہلی صفحہ ۸۴ تا ۸۷)۔ حضرات! یہ ان سادہ لوح خالی الذہن بے مطالعہ کنوئیں کے مینڈک مولویوں کی قرآن اور حدیث و تاریخ سے عدم واقفیت کا نتیجہ ہے ورنہ مذہب شیعہ خیر البریہ وہی صراط مستقیم، سبیل اقوم، عردۃ الوثقیٰ، حبل اللہ المتین ہے جس کی بنیاد قرآن وحدیث کے مطابق ملت ابراہیم مجدد صراط مجدد صراط مستقیم پر ہے۔ اس کے اصول وفروغ ثابت از قرآن وحدیث ہیں۔ دیکھو **من یرغب عن ملۃ ابراھیم الامن سفہ** کہ بے احمقوں کے سوا ملت ابراہیم سے کون منہ پھیرتا ہے۔ مذہب شیعہ کی بنیاد امام، آل اور شیعہ پر ہے اور یہ تینوں لفظ شیعہ کے ثابت از ابراہیم بقرآن کریم ہیں۔

﴿لفظ امام﴾

۱۲۴ء وَاِذِابْتَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ط
قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ط قَالَ وَمِنْ
ذُرِّیَّتِیْ ط قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ہ

جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی کئی باتوں سے آزمایا اور انہوں نے سب کو پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا کہ میں تمہیں لوگوں کا امام بنا دونگا، عرض کرنے لگے میری اولاد کو فرمایا میرا وعدہ ظالموں سے نہیں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ کی امامت کا مدار استحقاق بالفضائل اور انی جاعلک للناس امام کی نص پر ہے اور من ذریتی سے اختصاص امامت باولاد حضرت ابراہیم اور "لا ینال عھدی الظالمین" سے امامت کیلئے عصمت کی شرط ثابت اور یہی شیعہ کے اصول ہیں۔ مذہب شیعہ امامت کی وجہ سے امامیہ ہے۔ استحقاق بالفضائل کی وجہ سے افضل کو چھوڑ کر مفضول کی امامت کا قائل اور مجوز

نہیں۔آلِ ابراہیم کے بعد آلِ محمدؐ کی امامت کا قائل ہے۔اور غیر معصوم کی امامت کو نہیں مانتا جس کی نفی الاینال عھدی الظالمین سے ثابت ہورہی ہے۔یہی مذہب شیعہ ہے یہاں پر امام سے مراد نبی لینا خلافِ معقول و منقول ہے۔کیونکہ اعلان امامت سے پہلے ابراہیمؑ نبی تھے۔یہ امامت کا محل محل ثانی ہے۔نبوت حضور پرنور سرکار دو عالم نورِ مجسم پر ختم ہے۔امامت باقی ہے جس کا پہلا امام **خلیفتہ الرسول، زوجِ بتولؑ، شاهد نبوت، مالک ولایت، پیکر شجاعت، عالم راز خفی و جلی مولانا علیؑ ولی هے کرم الله وجهه واید الله یده اطهر الله محاسنه وعزاسمه، علیه السلام۔**

علیؑ امام من است ومنم غلامِ علیؑ
ہزار جان گرامی فدائے نام علیؑ

بقول شاہ شمس علیہ الرحمتہ:۔

سرِ خدا است رازِ من
عشقِ علیؑ نمازِ من

اقول فی مدحہ:۔

علیؑ زورِ خدائے لم یزل ہے — علیؑ شاہِ ولایت بے بدل ہے
علیؑ نے جنگِ خندق میں مدد کی — خدا کے دین کی اس کے نبیؐ کی
علیؑ مظہر عجائب کا غرائب کا — علیؑ مشکل کشا دافع مصائب کا
علیؑ قاتل ہے مرحب اور عنتر کا
علیؑ فاتح بدر کا اور خیبر کا

۳۳۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ ۳۴۔ ذُرِّيَّةً م بَعْضُهَا مِنْ م بَعْضٍ ط وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام جہان کے لوگوں میں سے آدم علیہ السلام کو اور نوح علیہ السلام کو، ابراہیم علیہا السلام کے خاندان اور عمران کے خاندان کو منتخب فرمایا کہ یہ سب آپس میں ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔ پ۳۔س۔ آلِ عمران۔ شیعہ آلِ محمدؐ کو اس معنی سے آل سمجھتے ہیں جس معنی میں آل ابراہیم اور آل عمران آئی ہے اللھم صلی علیٰ محمدٍ وعلیٰ آل محمدٍ کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید۔ اگر آلِ عمران میں حضرت مریم اور ان کا بیٹا حضرت عیسیٰ داخل ہیں تو آل محمدؐ میں حضرت فاطمہ اور ان کے بیٹے داخل ہیں۔ اگر آل ابراہیم میں اسماعیل اور اسحاق داخل ہیں تو آل محمدؐ میں حسنینؑ داخل ہیں کما قال رسولؐ اللہ۔

سوال:۔ گزشتہ صدیوں میں کئی رنگ بدلے۔

الجواب:۔ بفضلہٖ تعالیٰ مذہب حقہ شیعہ خیر البریہ وہی ہے جو حضرت نُوح علیہ السلام سے شروع ہوا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس کی تجدید کی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے لئے صاحب کتاب ہو کر آئے۔ اللہ تعالےٰ نے تورات میں اس کی وضاحت فرمائی۔ ۱۵۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ؕ کہ ہم نے تمہاری طرف رسُول بھیجا تم پر گواہ کر کے۔ جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف اس کو بھیجا تھا۔ (سُورہ مزمل) معلوم ہوا حضور مثیل موسیٰ ہیں اور اسی سبب سے قرآن مجید میں ہزار بار حضرت مُوسیٰؑ کے قصہ کو دُہرایا گیا ہے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دشمنوں کے اندر زندگی بسر کی یہی حال آنحضرت ﷺ کا تھا۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے فرعون اور اس کے اہل دربار کو ہر طرح سمجھایا مگر وہ نہ ایمان لائے اور بالآخر حضرت موسیٰؑ کو بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے ہجرت کرنا پڑی۔ جس طرح ہجرت کے دوران حضرت موسیٰؑ کے اصحاب فرعون کا تعاقب دیکھ کر گھبرا

گئے۔ ۶۱۔ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۵ ۶۲۔ قَالَ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۵ (پ۱۹، الشعراء)۔

پھر دونوں جماعتیں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو حضرت موسیٰ کے اصحاب ہمراہی اور ساتھی گھبرا کر کہنے لگے اے موسیٰ ہم تو پکڑے گئے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا ہرگز نہیں کیونکہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ مجھے دریا سے پار جانے کا راستہ دکھلائے گا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے حسب حکم رب العزت دریا میں عصا مارا، دریا پھٹ گیا، دروازے ہو گئے اور اصحاب موسیٰ پار چلے گئے۔ گھبراہٹ بوجہ عدم عرفان اور عدم اطمینان تھی۔ اس طرح حضور سرکار دو عالمﷺ کو بھی ہجرت کا واقعہ پیش آیا اور کفار نے آپ کا تعاقب کیا اور آپ کا ساتھی بتقاضائے بشریت مضطرب ہوا اور گھبرا گیا اور رونے لگا۔ اس کے اضطراب اور گھبراہٹ کو دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا "لاتحزن ان اللہ معنا۔ "پ۱۰ ۔س توبہ"۔ کہ کچھ غم نہ کر تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

خليفة الله

فى كتاب الله

سبیل سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

امامت الہیہ فی القرآن

سورۃ فاتحہ

بِسۡمِ اللهِ الرَّحۡمنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ۔ الرَّحۡمنِ الرَّحِیۡمِ۔ مَالِكِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ۔ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِمۡ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّیۡنَ۔

ترجمہ

کل عالموں کی پرورش کرنے والے خدا کے لئے ہر قسم کی تعریف خاص ہے۔ جو رحمٰن (و) رحیم ہے۔ (اور) فیصلے کے دن کا مالک۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔ خاص راہ خدا پر ہم کو ثابت قدم رکھو۔ ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے انعام کیا نہ ان کی جن پر غضب نازل کیا گیا اور نہ ہی گمراہوں کی۔

یونس بن عبدالرحمٰن نے روایت کی ہے کہ اباعبداللہ علیہ السلام سے اس قول خدا (وَلَقَدۡ آتَیۡنَاكَ سَبۡعاً مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَالۡقُرۡآنَ الۡعَظِیۡم) کے بارے میں سوال کیا گیا۔ اباعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا اس کا ظاہر سورہ حمد ہے اور اس کا باطن (شکر نعمت الہیہ) میرے فرزند ہیں جن کا ساتواں مہدی

آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہے۔

☆ تفسیر عیاشی (ج2ص250ح39)

☆ اثبات الھداۃ (ج3ص551ب32ف28ح567)

☆ تفسیر البرہان (ج2ص354ح8)

☆ بحارالانوار (ج24ص117ب39ح6)

☆ تفسیر نورالثقلین (ج3ص27ح101)، المحجۃ (ص113)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ کوکب دری (ص338)

☆ منقبت (ص22)

☆ کتاب الفتن (صفحہ 241)

☆☆☆☆☆

فاتحہ(4)

مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

☆ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (مدثر46)

☆ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ (معارج 26)

☆ يَسْأَلُوْنَ أَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ (ذاریات12)

☆ هَذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّينِ (واقعہ 56)

☆ وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ (انفطار 17)

☆ ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الدِّينِ (انفطار 18)

ترجمہ

(۱) اے روز جزا کے مالک
(۲) ہم نے روز جزا کو جھٹلایا
(۳) اور جو لوگ جزا کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔
(۴) پوچھتے ہیں فیصلہ کا دن کب آئے گا
(۵) جزا و سزا کے دن یہ ان کی مہمانی ہوگی
(۶) اور تم کو کیا خبر کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟
(۷) پھر تم کو کیا معلوم ہے کہ فیصلے کا دن کیا ہے؟

☆ تفسیر البرہان (ج8 ص161)

☆ روضہ کافی (ص287 ح432)

☆ تاویل الآیات (ج2 ص736)

☆ بحار الانوار (ج24 ص325)

☆ القطرۃ من بحار مناقب النبی والعترۃ (ج2 ص252)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداؤد: کتاب المہدی، حدیث نمبر 282

☆ سنن ترمذی: ابواب الفتن من باب ماجاء فی المہدی جلد 6 صفحہ 487/484 حدیث نمبر 2231

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر (ص 37,38)

☆ صحیح ابوداؤد حدیث نمبر 4281/4279

☆ سنن ابوداؤد: کتاب المھدی حدیث نمبر 4282

☆ سنن ترمذی ابواب الفتن میں باب ماجاء فی المھدی حدیث نمبر 2231 جلد 6 صفحہ 487/484

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ (اول) یوم دین سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور وخروج کا دن ہے۔

☆☆☆☆☆

فاتحہ (6-7)

اهدِنَــــا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ

ترجمہ

ہدایت کرتا رہ ہمیں سیدھے راستے کی، راستہ انکا جن پر تو نے انعام فرمایا نہ ان کا جن پر تو

غضبناک ہوا اور نہ گمراہوں کا۔

- ☆ تفسیر البرہان (ج1 ص111)
- ☆ تفسیر قمی (ج1 ص41)
- ☆ تفسیر صافی (ج1 ص86)
- ☆ تفسیر نمونہ (ج1 ص75)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج1 ص21)
- ☆ شواہد التنزیل (ج1 ص22)
- ☆ من لایحضر الفقیہ (ج1 ص45)
- ☆ معانی الاخبار (ص32)
- ☆ مجمع البیان (ج1 ص32)
- ☆ ینابیع المودۃ (ص178)
- ☆ معانی الاخبار (ص36)
- ☆ تفسیر امام عسکری (ص7)
- ☆ الامام المہدی فی کتب اہل سنت
- ☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ، صفحہ 198
- ☆ کتاب الفتن (ص236)
- ☆ (آثار القیامہ: ص322)

ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا" ہم صراط مستقیم ہیں دنیا میں صراط سے مراد امام عصر علیہ السلام کی معرفت و اطاعت ہے۔ صراط مستقیم سے مراد امیر المومنین علیہ السلام کا راستہ اور

امام وقت (معصوم فرزند امیر المومنینؑ) کی معرفت ہے انعمت علیھم آئمہ اہلبیتؑ کے حق کے معترف اور مغضوب علیھم والضالین سے مراد ان کے حق معرفت کے غاصب ہیں۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (2-1)

(1) الم ۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

(2) وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ (انعام 59)

(3) وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ (ھود 6)

(4) طس تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ (نمل 1)

(5) قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ اَنَا آتِيْكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لِيَبْلُوَنِيْ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ (نمل 40)

ترجمہ

(1) یہ وہ کتاب جس میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے

(2) کوئی تر اور خشک ایسا نہیں ہے جس کا ذکر کھلی کتاب میں نہ ہو۔

(3) اور وہی (خدا) اس کے رہنے کی جگہ اور (پیدائش سے پہلے کے) اس کے سپردگی کے مقام کو جانتا ہے کھلی کتاب میں ہر بات موجود ہے۔

(4) طس۔ یہ قرآن مجید اور کھلی کتاب کی آیتیں ہیں۔

(5) اور اس شخص نے جس کے پاس علم کتاب کا ایک ادنیٰ جزو تھا یہ عرض کی کہ میں اسے لائے دیتا ہوں قبل اس کے کہ آپ کی پلک بھی جھپکے چنانچہ جب اس کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو یہ فرمایا کہ

یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تا کہ مجھ کو آزمائے کہ آیا میں شکر گزاری کرتا ہوں یا کفران نعمت۔ اور جو شکر کرے گا تو سوائے اس کے نہیں ہے کہ اپنی ذات کے لئے شکر کرے گا اور جو کفران نعمت کرے گا تو یقیناً میرا پروردگار بے پرواہ اور صاحب کرم ہے۔

☆ تفسیر قمی بحوالہ تفسیر عیاشی (ج 1 ص 44)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 1 ص 31)

☆ تفسیر نمونہ (ج 1 ص 90)

☆ تفسیر البرہان (ج 1 ص 125)

☆ تفسیر عیاشی (ج 1 ص 44)

☆ معانی الاخبار (ص 23 ح 2)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ فوائد الاخبار، صفحہ 157

☆ الروض الانف، جلد 2 صفحہ 431

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر

ذلک الکتاب یعنی وہ کتاب سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں ہے اور متقیان سے مراد (انکے زمانے) کے شیعہ ہیں۔ (یعنی آئمہ اطہار فی زمانہ)۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (1-3)

الم ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ

ترجمہ

الف لام میم یہ وہ کتاب ہے جس (کے منزل من اللہ اور سچے ہونے میں) کوئی شک شبہ نہیں ان خدا کا ڈر رکھنے والوں کے لئے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

- ☆ کمال الدین (ج1 ص17) (ج2 ص340)
- ☆ کمال الدین وتمام، ینابیع المودۃ (ج2 باب76 ص388)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج1 ص577 ب9 ف27 ح492)
- ☆ المحجۃ (ج2 باب33 ص14 ح19)
- ☆ غایۃ المرام (ج4 ص119 ح6)
- ☆ الحجۃ (ص149)
- ☆ احقاق الحق (ج13 ص53)
- ☆ ینابیع المودۃ تفسیر برہان (ج1 ص33) (ج3 ص283,285 ح2)
- ☆ ملا محسن تفسیر صافی (ص21)
- ☆ معانی الاخبار (ص23 ح2)

کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

- ☆ ینابیع المودۃ (ج 3 ص 240 ح 19)
- ☆ البیان فی اخبار صاحب الزمان (ص 336)
- ☆ الفصول المہمہ (ص 273)
- ☆ تذکرۃ الخواص
- ☆ صواعق المحرقہ
- ☆ صحاح الاخبار

تفاسیر میں ہے کہ قران مجید میں کل مقطعات تیرہ ہیں ان میں سے مکرر حرفوں کو گرا دینے کے بعد جو حروف باقی رہ جاتے ہیں وہ یہ ہیں ص ر ا ط ع ل ی ح ق ن م س ك ہ ان کو ملا دینے سے یہ فقرہ بنتا ہے صراط علی حق نمسکہ یعنی علی کی راہ حق ہے ہم اسکو اختیار کریں گے اس میں ایک لطافت بھی ہے وہ یہ ہے کہ ان حروف کی تعداد چودہ ہے معصومین علیہم السلام کی تعداد بھی چودہ ہے اگر چہ علماء نے ان حروف میں اسرار خدا ہیں جنھیں اللہ رسولؐ اور راسخون فی العلم ہی جانتے ہیں لا ریب یعنی اس میں کوئی شک نہیں اعتراض سوال ہے کہ کس کو شک نہیں اگر یہ کہا جائے کہ اس کے پڑھنے والوں کو شک نہیں تو غلط ہے کیونکہ خدا خود فرماتا ہے ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ (پ 1 بقرہ 23)۔ اسی آیت سے کچھ آگے پھر یہ کس طرح صحیح ہوگا جواب یہ ہے کہ کتاب اللہ سے جن لوگوں کا خاص تعلق تھا ان کو کبھی اس میں شک ہوا ہی نہیں چنانچہ فرماتا ہے انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا (پ 26 حجرت ع 2) یہ وہی مومنین تھے جو قرآن کے حقیقی وارث تھے البتہ جو لوگ حقیقی وارث نہ تھے لیکن خواہ مخواہ زبردستی وارث بن بیٹھے وہ ہمیشہ شک میں پڑے رہے چنانچہ خدا فرماتا ہے

الـذیـن اور ثـوالـکـتـاب مـن بـعـدھـم لفـی شـک مـنـہ مـریـب (پ 25 شوریٰ 2) یعنی جولوگ ان کے بعد (خواہ مخواہ زبردستی) وارث بنائے گئے وہ قرآن کے متعلق ہمیشہ شک میں پڑے رہے۔

☆غیب: فن لغت کے امام عبدلملک بن محمد اسمعیل ثقالی سرالادب میں لکھتے ہیں کلما اغاب عن العیون کان محصلا فی الصدور فھوا غیب یعنی جو چیزیں آنکھوں سے پوشیدہ اور دلوں میں موجود ہوں وہ غیب کہلاتی ہیں۔

مثلاً وجود باری تعالی، بہشت، دوزخ، قیامت کے دن جی اٹھنا۔ حساب و کتاب وغیرہ وغیرہ نیز مسئلہ رجعت اور قیام، قائم علیہ السلام یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہویں خلیفہ حضرت مہدی آخرالزمان علیہ السلام چنانچہ بسند معتبر ابوالبصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ کتاب خدا کا بیان ہے ہمارے شیعوں کے لئے جو غیب (امام غائب) پر ایمان رکھتے ہیں نیز یحییٰ بن ابی القاسم لکھتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب سے کیا مقصود ہے تو فرمایا متقی حضرت علی علیہ السلام کے شیعہ ہیں۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (37)

فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

ترجمہ

پس آدمؑ نے اپنے پروردگار سے کلمے سیکھے (ان کی برکت سے) اللہ تعالیٰ نے آدمؑ (کے اس بے محل فعل) سے درگذر کیا بیشک وہ بڑا درگزر کرنے والا مہربان ہے۔

- ☆ کمال الدین وتمام النعمۃ (ج 2 ص 358 ب 33 ح 57)
- ☆ معانی الاخبار (ص 126 ح 1)
- ☆ مناقب ابن شہر آشوب (ج 1 ص 283)
- ☆ مجمع البیان (ج 1 ص 200)
- ☆ ارشاد القلوب (ص 421)
- ☆ تاویل الآیات (ج 1 ص 77 ح 57)
- ☆ تفسیر الصافی (ج 1 ص 138)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج 1 ص 645 ب 9 ف 53 ح 783)
- ☆ غایۃ المرام (ج 1 ص 261 ح 31)
- ☆ تفسیر البرہان (ج 1 ص 147 ح 1)
- ☆ بحار الانوار (ج 11 ص 177 ب 3 ح 24)
- ☆ منتخب الاثر (ص 77 ف 1 ب 6 ح 33)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج 1 ص 120 ح 338)
- ☆ ینابیع المودۃ (ج 1 ص 290 ب 24 ح 6)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

- ☆ درمنثور سیوطی (جلد 1 صفحہ 6)

☆ بخاری شریف (ج2 ص96)

احتجاج طبرسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت منقول ہے کہ آپ نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی "اے اللہ تجھے محمد وآل محمد علیہم السلام کے حق کا واسطہ میری مغفرت فرما" تو اللہ نے آدمؑ کی خطا معاف فرمائی اور توبہ قبول کی اور ان ہی کے وسیلہ سے تمام انبیاء کرام کو مصاحب وآلام سے چھٹکارا ملا تھا۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (60)

فَانفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا

ترجمہ

پس اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج1 ص84)

☆ کمال الدین واتمام النعمۃ

☆ کتاب غایۃ المرام

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مهدی المنتظر (ص37)

امام ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف مکہ سے خروج کریں گے تو ایک منادی ندا دے گا کوئی بھی طعام یا مشروب ساتھ نہ لے مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے پاس موسیٰ بن عمران کا پتھر ہوگا۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (114)

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّهِ أَن يُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ وَسَعَى فِي خَرَابِهَا أُوْلَـئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَن يَدْخُلُوهَا إِلاَّ خَآئِفِينَ لهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ترجمہ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں میں خدا کے نام کا ذکر کیے جانے کو منع کرے اور ان کی ویرانی میں ساعی ہو۔ ان لوگوں کو کچھ حق نہیں کہ ان میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

☆ کشف البیان (ج1 ص261)
☆ الدر المنثور (ج1 ص108)
☆ تفسیر الطبری (ج1 ص399)
☆ برہان المتقی (ص156 ب8 ح3)
☆ فتح القدیر (ج1 ص132)
☆ التبیان (ج1 ص420)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر
☆ صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث نمبر 247

اسباط سدی سے نقل کرتا ہے کہ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ سے مراد یہ ہے کہ قبل قیامت اور حکومت مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے دوران ہی قبلہ اول بیت المقدس اسلام کے پاس واپس آجائے گا (دوبارہ وہاں نماز ہوگی) اور یہود اپنے کیفر کردار کو پہنچیں گے جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ان کو رسوا کر دیں لیکن تمہیں نہیں کریں گے۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (115)

وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ

اور اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں مشرق اور مغرب پس جس طرف تم منہ پھرو گے وہیں خدا کا سامنا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا بڑا ہی جاننے والا ہے۔

☆ الاحتجاج (ج 1 ص 240)،
☆ بحار الانوار (جلد 93 ص 118 ب 129)،
☆ تفسیر نور الثقلین (ج 1 ص 118 ح 324)،

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر 125

امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت منقول ہے وہ انسان جس پر ملائکہ تمام امور مثلاً ولادت، رزق، موت حیات (حرکات وسکنات) آسمان وزمین کی غیبت کی خبریں اللہ عزوجل اور انبیاء کرام ومرسلین کے مخصوص معجزات لے کر نازل ہوتے ہیں وہ اللہ سبحانہ کی تجلی نور ہم ہیں اور وہ معبود از خود فرماتا ہے "تم جس طرف منہ کروگے خدا کو وہیں پاؤ گے" وہ ہی خدا کا ذخیرہ ہیں یعنی مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف اس دور کے آخر میں آئیں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوگی۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (124)

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ

ترجمہ

اور (وہ وقت یاد کرو) جب کہ ابراہیم کے رب نے اس کا امتحان لیا چند کلمات سے تو اس نے انھیں پورا کردیا تو خدا نے فرمایا کہ تمھیں سب انسانوں کا امام بنانیوالا ہوں ابراہیم نے کہا کہ میری اولاد میں سے بھی امام بنائیو خدا نے فرمایا میرا عہد ظالموں کے لئے نہیں ہوا کرتا۔

☆ الزام الناصب (ج1 ص76)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن، صفحہ 241,242

تفسیر

کتاب الخصال میں مفضل بن عمر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کو جو کلمات جبرائیل امینؑ نے تعلیم دیئے وہ یہ تھے اے میرے رب تجھے محمدؐ کا واسطہ، علیؑ کا واسطہ، فاطمہؑ کا واسطہ، حسنؑ کا واسطہ اور حسینؑ کا واسطہ بے شک تو توبہ قبول کرنے والا ہے ان کلمات کے واسطے سے آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی سائل نے دریافت کیا یا ابن رسول اللہ اللہ عزوجل کا قول "فاتمھن" سے کیا مراد ہے امام علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں جو بارویں امام علیہ السلام ہیں جو امام حسین علیہ السلام کے نویں بیٹے ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (133)

أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ

ترجمہ

کیا تم اس وقت موجود تھے جبکہ یعقوب پر موت آئی جبکہ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے۔ انھوں نے کہا کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود خدائے واحد کی عبادت کریں گے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

☆ تفسیر البرہان(ج1ص156ح1)

☆ اثبات الھداۃ(جلد3ص548ب32ف28ح544)،

☆ تفسیر الصافی(جلد1ص192)؛

☆ المیزان(ج1ص309)،

☆ تفسیر عیاشی(ج1ص61ح102)،

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن(صفحہ241)

جابر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ میں نے آپؑ سے اس آیت کی تفسیر دریافت کی تو امامؑ نے فرمایا یہ آیت حضرت قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف پر صادق آتی ہے۔

☆☆☆☆☆

البقرہ(148)

وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللَّهُ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

ترجمہ

جہاں کہیں بھی تم ہوگے اللہ تم کو ایک جگہ جمع کردے گا بیشک اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے۔

☆ تفسیر العیاشی،(ج1،ص45)

☆ الغیبۃ، محمد بن ابراہیم، (ص282)

☆ الغیبۃ، شیخ طوسی (ص477)

☆ مدینۃ المعاجز (ج7،ص409)

☆ کمال الدین وتمام النعمۃ (ج2،ص654)

☆ الزام الناصب (ج1 ص51)(ص75)

☆ غیبۃ النعمانی (ص327ب20ح4)

☆ منہج الصادقین (ج1 ص413)

☆ اثبات الھداۃ (ج2 ص546ب32ف27ح536)

☆ الحجۃ (ص19)، حلیۃ الابرار (ج5 ص309ب34ح1)

☆ تفسیر البرہان (ج1 ص162ح1)

☆ بحار الانوار (ج52 ص368ب26ح154)

☆ نوادر الاخبار (ص269)

☆ الخرائج والجرائح (ج3 ص1156)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر

☆ سنن ابوداؤد، کتاب المہدی، حدیث نمبر 2486

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ آیت مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کے اصحاب

کے لیے نازل ہوئی جوجمع کئے جائیں گے صادق العلوم علیہ السلام سے منقول ہے اس آیت سے مراد اصحاب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں۔ اسی کتاب میں ایک اور جگہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اس آیت کے مصداق اصحاب مہدی آلِ محمد علیہ السلام ہیں جن کی تعداد ۳۱۳ ہوگی وہ ہی امت معدودہ ہیں اللہ عزوجل ایک پل میں انہیں ان کے امام کے حضور پہنچا دے گا جبکہ وہ اپنے بستروں سے غائب ہو جائیں گے اور رکن ومقام کے درمیان امام کے روبرو حاضر ہو جائیں گے یہ ہی خبر رسول خداؐ اور میرے اجداد معصومین علیہم السلام نے بیان فرمائی ہے۔

☆☆☆☆☆

البقرة(155-156)

وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ

ترجمه

اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کرینگے تو صبر کرنے والوں کو بشارت دے دو

☆ بحارالانوار (ج52 ص229 ب25 ح94)

☆ تفسیر عیاشی (ج1 ص68 ح125)

☆ غیبۃ نعمانی (ص260 ب14 ح7)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص734 ب34 ف9 ح94)

☆ حلیۃ الابرار (ج5 ص287 ب29 ح5)

☆ المحجۃ (ص48)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 1 ص 142 ح 446)

☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ج 2 ص 649 ب 57 ح 3)

☆ الارشاد (ص 361)

☆ الخرائج والجرائح (ج 3 ص 1153 ب 20 ح 60)

☆ تفسیر الصافی (ج 1 ص 153)

☆ تفسیر البرہان (ج 1 ص 167 ح 1)

☆ منتخب الاثر (ص 440 ف 6 ب 3 ح 4)

علی بن احمد نے عبداللہ بن موسیٰ علوی سے، انھوں نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے انھوں نے اپنے والد سے، انھوں نے محمد بن حفص سے، انھوں نے عمرو بن شعر سے، انھوں نے جابر الجعفی سے روایت بیان کی ہے اور جابر الجعفی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابوعبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اے جابر! یہ آیت خاص بھی ہے اور عام بھی۔ خاص تو یہ ہے کہ اہل کوفہ بھوک میں مبتلا ہوں گے اور اس کو آل محمدؐ کے دشمنوں کے لیے مخصوص کر دیا ہے اور عام یہ کہ بھوک اور خوف میں اہل شام ایسے مبتلاء ہوں گے کہ اس سے پہلے کبھی مبتلا نہیں ہوئے ہوں گے اور قبل ظہور قائم عجل اللہ فرجہ الشریف بھوک میں مبتلا ہوں گے اور بعد ظہور قائم علیہ السلام خوف میں مبتلا ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (157)

أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ

ترجمہ

یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے صلوۃ اور رحمت ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔

☆ بحارالانوار (ج36 ص217 ب40 ح19)،

☆ اثبات الھداۃ (ج1 ص709 ب9 ف18 ح149)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر

عتیق بن یعقوب، عبداللہ بن ربیعہ سے نقل کرتے ہیں کے فرمایا: ایک طولانی حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ علیہم السلام کی فضیلت میں ہے: پھر امام منتظر ہے کے اس کا نام پیغمبرؐ کا نام ہے جو عدل پر حکم دیتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے اللہ عزوجل اسکی وساطت سے شک وتردد اور اندھیرے کو ختم کردے گا یہاں تک کے بھیڑیا اور گوسفند انکی حکومت میں سکون سے زندگی بسر کریں گے آسمانی پرندے اور دریائی مچھلیاں اس سے راضی ہیں وہ عجیب بندہ ہے کہ ایسی کرامت الٰہی کا آئینہ ہے۔ خوش نصیب ہے وہ جو اسکی اطاعت کرے اور حیف اس پر جو اسکی نافرمانی کرے خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس کے حکم سے قتال کرتا ہے یا مارا جاتا ہے یہ وہی ہیں جن پر خدا کی رحمت اور درود ہے یہی ہدایت یافتہ اور رستگار ہیں اور یہی کامیاب ہیں۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (210)

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِى ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَآئِكَةُ وَقُضِىَ الْأَمْرُ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ

ترجمه

کیا وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کے سایہ میں ان کے پاس آئے اور فرشتے آئیں اور سب معاملہ کا فیصلہ ہو جائے۔ حالانکہ کل امور کی بازگشت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج1 ص206 ح772)

☆ الزام الناصب (ج2 ص179)

☆ تفسیر عیاشی (ج1 ص103 ح301)

☆ تفسیر الصافی (ج1 ص243)

☆ تفسیر البرہان (ج1 ص209-208 ح7)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت مرقوم ہے میں وہ ہوں جو دو مرتبہ مارا جائے گا اور دو مرتبہ زندہ کیا جائے گا اور میرے لیے بازگشت کے بعد بازگشت ہے اور میرے لیے رجعت کے بعد رجعت ہے اور آئمہ طاہرینؑ کی رجعت جاری رہے گی مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف تک ہر مومن کے لیے ایک موت ہے پہلی دفعہ مارا گیا تو یہ ایک موت ہے اور ابلیس اپنے تمام چیلوں کے ساتھ جمع ہو گا اور فرات کے قریب روحا کے مقام پر مارا جائے گا مومنین الٹے پیر پلٹ آئیں گے حتیٰ کہ بعض لوگ فرات

میں گر جائیں گے اور روایت میں ہے یہ تیس آدمی ہونگے اور اس کے بعد اسی کی تاویل اس آیت ربانی میں ہے(هل ينظرون الا ان ياتيهم الله فی ظُلَلٍ من الغمام والملئكة وقُضِيَ الامر والی الله ترجع الامور)

☆☆☆☆☆

البقرہ(222)

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ

ترجمہ

بے شک اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

☆ دارالسلام دراحوال حضرت مہدیؑ(ص557)

☆ الزام الناصب(ج2ص130)

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا آخری زمانے میں ایک مرد جو ذریت آل محمدؐ سے ہوگا زمین کے مشرق سے ظاہر ہوگا اور اسکی خوشبو مشک کی طرح مغرب تک پھیل جائے گی مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کوفہ میں داخل ہونگے اور اپنے اجداد کے خون کا انتقام لیں گے ان ہی کے لیے اور ان کے اجداد کے لیے خداوند متعال نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔

☆☆☆☆☆

البقرہ(245)

مَّن ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ أَضْعَافاً كَثِيْرَةً وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

ترجمہ

کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے تا کہ اللہ اُسے بڑھا چڑھا کر کئی گنا اسے واپس کرے۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج1 ص478)

☆ ثواب الاعمال (ص927)

☆ تفسیر صافی (ص515)

☆ تفسیر البرہان (ج ص515)

☆ تفسیر العیاشی (ج ص151)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم، حدیث نمبر 7317

کتب اربعہ میں من لا یحضر الفقیہ میں مرقوم ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد امام زمانہؑ کی مالی مدد کرنا ہے اور ایک درہم جسے کوئی شخص امام وقت کی خدمت میں پیش کرے تو اللہ سبحانہ اس ایک درہم کو جنت میں کوہ احد جتنا بنا دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (257)

اللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُواْ یُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّوُرِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُواْ أَوْلِیَآؤُهُمُ الطَّاغُوتُ یُخْرِجُونَهُم مِّنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُونَ

ترجمہ

اللہ تعالیٰ سرپرست ہے اُن لوگوں کا جو ایمان لا چکے وہ انھیں اندھیروں سے نور کی طرف نکال لاتا ہے اور جو لوگ کافر ہو گئے ان کے سرپرست طاغوت ہیں وہ انھیں نور سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے آتے ہیں وہی تو (جہنم کی) آگ کے ساتھی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج1 ص515)

☆ تفسیر البرہان (ج1 ص536)

☆ الزام الناصب (ج1 ص29)

☆ تفسیر الکافی (ج1 ص307)

☆ تفسیر العیاشی (ج1 ص158)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند باروان امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مھدی المنتظر: ص72

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص کسی ظالم امام کی ولایت کا عقیدہ رکھے تو اس کا کوئی دین نہیں اور اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں ہے اور جو خدا کے مقرر کردہ امام کی امامت کا عقیدہ رکھے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں نے کہا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ ان کا کوئی دین نہیں اور ان پر کوئی ملامت نہیں ہے؟ آپؑ نے فرمایا: جی ہاں، ان کا کوئی دین نہیں اور ان پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سنا:

اللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

"اللہ اہل ایمان کا سرپرست ہے وہ انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے"

مقصد یہ ہے کہ اللہ اہل ایمان کو گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر توبہ اور مغفرت کی روشنی میں لے جاتا ہے کیونکہ وہ خدا کے مقرر کردہ امام عادل کی امامت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

البقرہ(261)

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

ترجمہ

غالب حکمت والا ہے جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بال میں سو سو دانے ہوں اور خدا جس کے مال کو چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے وہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص548 ب32 ح550)

☆ تفسیر الثقلین (ج1 ص282 ح1106)

☆ تفسیر برہان (ج1 ص253 ح6)

☆ تفسیر الکافی (ج1 ص167)

☆ تفسیر عیاشی (ج1 ص147 ح470)

کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ علامت یوم القیمۃ، صفحہ 32

☆ تحقیق الاستاذ عبداللطیف عاشور

فضل بن محمد جعفی کہتے ہیں: امام صادق علیہ السلام سے خدا اس قول، اس دانہ کے مثل ہے جو سات خوشہ رکھتا ہے، کے بارے میں سوال کیا: حضرت نے فرمایا: حبہ سے مراد حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں، اور سات خوشہ ان کے سات فرزند ہیں جن کا ساتواں قائمؑ ہے (راوی کہتا ہے) میں نے کہا: کیا امام حسن علیہ السلام ان سات افراد میں شامل ہیں؟ حضرت نے فرمایا: امام حسن علیہ السلام خداوند تعالیٰ کی طرف سے امام و پیشوا ہیں جنکی اطاعت واجب ہے لیکن ان سات خوشوں میں شامل نہیں بلکہ انکا پہلے امام حسین علیہ السلام اور آخری قائمؑ ہیں۔ میں نے کہا: یہ جو خدا نے فرمایا: فِی كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ سے کیا مراد ہے؟ حضرت نے فرمایا: یعنی ہر فرد سے سو افراد وجود میں آئیں گے اور وہ ان سات افراد کے علاوہ نہیں ہیں۔

☆☆☆☆☆

البقرہ (269-270)

يُؤتِي الْحِكْمَةَ مَن يَشَاءُ وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُوا الْأَلْبَابِ وَمَا أَنفَقْتُم مِّن نَّفَقَةٍ أَوْ نَذَرْتُم مِّن نَّذْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُهُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ

ترجمہ

وہ جس کو چاہتا ہے حکمت دیتا ہے اور جس کو حکمت دی گئی تو بیشک اُسے بہت زیادہ خیر و برکت دی گئی۔ حالانکہ سوائے عقلمندوں کے کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا اور جو کچھ بھی تم نے خرچ کیا یا نذر مانی

اللہ اس کو جانتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

☆ بحارالانوار (ج27 ص126 ح116)

☆ تفسیر نورالثقلین (ج1 ص557)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ سنن ابن ماجہ، صفحہ 300

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ نے فرمایا ہے: وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْراً كَثِيراً (جسے حکمت ملی اسے خیر کثیر ملا) اور حکمت کے بنیادی نکتے دو ہیں: امام کی معرفت اور ان گناہوں سے پرہیز کرنا جن پر اللہ نے دوزخ کا وعدہ کیا ہے۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں اس آیت مجیدہ کے ضمن میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے بعد والے آئمہؑ کی معرفت خیر کثیر ہے۔

البقرہ (285)

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ

ترجمہ

ایمان لایا رسولؐ اس پر جو انکے رب کی طرف سے اس پر نازل کیا گیا۔

☆ تفسیر البرہان (ج1 ص585)

☆ تفسیر صافی (ج1 ص313)

☆ احتجاج الطبرسی (ص660)

☆ بحارالانوار(ج27ص200)

☆ الزام الناصب (ج اص80)

☆ کمال دین(ج1ص364)

☆ غایۃ المرام(ج1ص42)

☆ کفایۃ الاثر(ص152)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ فرائد السمطین(ج2)

☆ مقتل الحسین علیہ السلام(ج1ص95)

☆ اقرب الاموارد(ج1)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ شب معراج اللہ سبحانہ نے فرمایا میں اس پر قادر ہوں کہ جن لوگوں پر ظلم کیا گیا اور جو کلمہ حق نافذ نہ ہوا اور قبل از قیامت ہوگا جس میں اسلام تمام ادیان غالب آئے گا اور شرق سے غرب تک کوئی دین نہ ہوگا سوائے دین اسلام کے اور دشمنان اسلام سے جزیہ لیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

آل عمران(37)

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنبَتَهَا نَبَاتاً حَسَناً وَ كَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا

الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقاً قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَـٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ

ترجمہ

پھراس کے پروردگار نے اسے اچھی قبولیت کے ساتھ قبول کیا اور اسے خوبی کے ساتھ بڑھایا اور زکریا نے اس کی کفالت کی جب کبھی زکریا اس کے پاس محراب (عبادت) میں داخل ہوا اُس کے پاس رزق پایا۔دریافت کیا کہ اے مریم یہ تمھارے پاس کہاں سے آیا وہ بولی یہ اللہ تعالی کی طرف سے ہے بے شک اللہ تعالی جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔

☆ تفسیر العیاشی (ج1ص171ح41)

☆ تاویل الآیات (ج1ص110ح16)

☆ تفسیر الصافی (ج1ص332)

☆ تفسیر البرہان (ج1ص282ح9)

☆ بحار الانوار (ج14ص197ب16ح4)

☆ مراۃ العقول (ج5ص347)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن، صفحہ 252

تفسیر عیاشی میں امام باقر علیہ السلام سے نقل کیا گیا کہ آپ نے فرمایا: فاطمہ سلام اللہ علیہا امیر المومنین علیہ السلام کے لیے گھر کے کام جیسا کے آٹا گوندھنا اور روٹی بنانا اور صفائی کرتی تھیں اور علی

بھی فاطمہؑ کے لیے باہر کے کام جیسا کہ گندم کی فراہمی کرتے تھے ایک دن علی علیہ السلام فاطمہ سلام اللہ علیہا سے کہنے لگے: کیا گھر میں کھانے کو کچھ ہے؟ حضرت فاطمہؑ نے فرمایا: خدا کی قسم تین دن ہو گئے گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: مجھے بتایا کیوں نہیں؟" حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "رسول اللہ نے مجھے منع فرمایا کہ آپ سے کچھ طلب کروں اور فرمایا" اپنے چچا زاد سے کچھ درخواست نہ کرو، اگر کچھ لائے تو قبول کر لینا ورنہ کچھ بھی طلب مت کرنا۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا علی علیہ السلام گھر سے باہر گئے اور ایک شخص سے ایک دینار قرض لیا اور گھر کی طرف آئے تا کہ اپنے گھر کے لیے کچھ کھانا فراہم کریں راستے میں حضرت مقدادؓ مل گئے حضرتؑ نے ان سے سوال کیا اس وقت گھر سے باہر کیوں ہو مقدادؓ نے کہا خدا کی قسم جس نے آپ کو ہمارے لیے بزرگ قرار دیا بھوک کے سوا کسی اور چیز نے مجھے باہر آنے سے منع نہیں کیا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا اسی بھوک نے مجھے بھی ایسے باہر کیا ہے اور میں نے ایک دینار قرض لیا ہے اور میں تم کو اپنے اوپر مقدم رکھتا ہوں یہ دینار لے لو وہ دینار مقداد کو دے دیا اور گھر کی طرف لوٹ آئے کیا دیکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے پاس بیٹھے ہیں اور فاطمہ سلام اللہ علیہا نماز پڑھنے میں مشغول ہیں اور کھانا ان کے پاس رکھا ہوا ہے اور فاطمہؑ نماز سے فارغ ہوئیں تو کھانا پیش کیا حضرتؑ نے دیکھا کہ یہ کھانا روٹی اور گوشت ہے سیدہ طاہرہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا اے فاطمہؑ یہ کھانا کہاں سے آیا؟ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا یہ کھانا خدا کی طرف سے آیا ہے وہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے روزی دیتا ہے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا بیان کروں تمہاری اور زہراء سلام اللہ علیہا کی مثال کیسی ہے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں، رسول خداؐ نے فرمایا تمہاری مثال زکریاؑ اور زہراءؑ مریمؑ کی سی مثل ہے جب زکریاؑ محراب میں مریمؑ کے پاس آئے اور کھانا مریمؑ کے پاس پایا تو کہنے لگے یہ کھانا کہاں سے آیا؟ مریمؑ نے کہا یہ کھانا خدا کی طرف سے آیا ہے وہ جسے

چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اس کھانے سے ایک ماہ تک کھاتے رہے اور وہ پھر بھی ختم نہ ہوا اور یہ وہی کھانا ہے جس سے حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف استفادہ کریں گے اور اب تک ہمارے پاس ہے۔

☆☆☆☆☆

آل عمران(55)

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ

ترجمہ

(وہ وقت یاد کرو) جبکہ اللہ نے کہا اے عیسیٰؑ میں تمہاری مدت پوری کرنیوالا ہوں اور تم کو اپنی طرف اٹھانیوالا ہوں اور کافروں (کے میل جول کی گندگی) سے تجھے پاک کرنیوالا ہوں اور جن لوگوں نے تیری پیروی کی ہے ان کو قیامت تک کافروں پر فوقیت دینے والا ہوں۔ پھر تم سب کی میری ہی طرف بازگشت ہے پس جن باتوں میں تم اختلاف کیا کرتے تھے میں ان میں تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا۔

☆ الفتن لابن حماد(ج2ص578ح1614)

☆ تفسیر البرہان(ج2ص41ح1)

☆ تفسیر قمی(ج1ص111)

کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ (صحیح مسلم، جلد 1 صفحہ 987)

صفوان بن عمرو، مشائخ کعب الاحبار سے نقل کرتے ہیں اور اس کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبت نہیں دی اور کہا: جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے قلیل انصاران کو دیکھا تو خدا سے شکایت کی خدا نے فرمایا: میں تمہیں اپنے پاس بلند مقام عطا کرتا ہوں اور موت دیتا ہوں اور ایسا نہیں کہ جس کو میں اپنے پاس اٹھالیتا ہوں مرجاتا ہے بلکہ تم کو ایک آنکھ والے دجال کے خروج کے وقت دوبارہ ظاہر کروں گا تم اس کو قتل کرو گے اور اس کے بعد 24 سال زندگی بسر کرو گے اور پھر تم کو موت آئے گی بے شک موت حق ہے۔

☆☆☆☆☆

آل عمران (81)

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ

ترجمہ

اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا تھا کہ میں جو کچھ تمھیں کتاب اور حکمت سے دوں پھر (سب کے بعد) ایک رسول آئے جو تمھارے پاس والی چیزوں کی تصدیق کرنے والا ہو تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اسکی مدد کرنا فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس (اقرار) پر میرا بوجھ اُٹھالیا (ان) سب نے کہا اقرار کرلیا فرمایا پس تم گواہ ہو اور میں بھی تمھارے ساتھ

گواہوں میں سے ہوں۔ پاس اسکے بعد جو منہ پھیر لے۔

☆ تفسیر البرہان (ج1 ص295 ح8)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج1 ص358,359 ح213)

☆ تفسیر عیاشی (ج1 ص181 ح86)

☆ بحار الانوار (ج53 ص41 ب29 ح9)

☆ تفسیر قمی (ج1 ص106)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص25)

☆ تفسیر صافی (ج2 ص80)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بار وان امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن، صفحہ 237

آئمہ طاہرین علیہم اجمعین نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے تمام ارواح انبیاء علیہم السلام سے عالم الست میں عہد و پیمان لیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم کی مدد کرنا اور اپنی اقوام کو ان کی آگاہی اور مدد کے لیے خبردار کرنا اور ان کی نبوت کی تصدیق اور امیر المومنین علیہ السلام کی امامت پر مطلع کرنا اور جب وہ دشمنان سے انتقام لیں تو ان کی نصرت کرنا۔

☆☆☆☆☆

آل عمران (83)

أَفَغَيْرَ دِيْنِ اللَّهِ يَبْغُوْنَ وَلَهُ أَسْلَمَ مَن فِيْ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعاً وَكَرْهاً وَإِلَيْهِ يُرْجَعُوْن

ترجمہ

کیا یہ اللہ کے دین کے علاوہ (کسی اور دین کو) چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں میں اور زمین میں خوشی سے اور بے اختیار سے اسی کے فرمانبردار ہیں اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

- ☆ اثبات الہداۃ (ج 3 ص 549 ب 32 ف 28 ح 551)
- ☆ المحجہ (ص 50)
- ☆ کتاب الارشاد (ص 414)
- ☆ تفسیر البرہان (ج 1 ص 296 ح 4)
- ☆ بحارالانوار (ج 52 ص 340 ب 27 ح 89)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج 1 ص 362 ح 229)
- ☆ منتخب الاثر (ص 293 ف 2 ب 35 ح 3)
- ☆ مختصر بصائر الدرجات (ص 195)
- ☆ ینابیع المودۃ (ج 3 ص 236 ب 71 ح 3)
- ☆ کشف الغمہ (ج 3 ص 465)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

- ☆ ینابیع المودۃ (ص 506)

رفاعہ بن موسیٰ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابو عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس

آیت کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا: جب امام قائم آل محمد علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو زمین کا کوئی حصہ ایسا باقی نہ رہے گا کہ جہاں سے یہ گواہی کی آواز بلند نہ ہو کہ: "نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور بے شک وبتحقیق محمدؐ اللہ کے رسول ہیں" صالح بن میثمؒ سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوجعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے قول خدا (اور اسی کے مطیع ہیں آسمانوںؐ اور زمین میں جو کچھ بھی ہے، خوشی سے اور ناخوشی سے) کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اس وقت ہوگا جب حضرت علی علیہ السلام فرمائیں گے کہ میں لوگوں میں اس آیت کا سب سے زیادہ حقدار ہوں۔ اور وہ اللہ کی پکی قسمیں کھاتے تھے (یہ کہتے ہوئے کہ) جو مر گیا اللہ اس کو نہیں اٹھائے گا۔ یقیناً اس کے وعدے کی وفا اس پر واجب ہے لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔ تا کہ وہ ان پر وہ بات واضح کر دے جس کے بارے میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے اور تا کہ وہ لوگ جنھوں نے انکار کیا جان لیں کہ بیشک وہی جھوٹے تھے۔

آل عمران (97)

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّـنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ وَمَن دَخَلَهُ كَانَ آمِناً وَلِلّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ الله غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

ترجمہ

اس کے اندر روشن نشانیاں ہیں (منجملہ ان کے) مقام ابراہیم ہے اور جو اس میں داخل ہو گیا وہ امن میں ہے اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کیلئے اس گھر کا حج واجب ہے جس کو بھی اس (بیت اللہ) تک (پہنچنے کی) راہ میسر ہو جائے اور جو کافر ہو جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

☆ حلیۃ لابرار، (ج4ص31,36ب7ح1)

☆ بحارالانوار (ج2 ص292 ب34 ح13)

☆ تفسیر نورالثقلین (ج1 ص368 ح258)

☆ علل الشرائع (ص89 ب81 ح5)

☆ تفسیر الصافی (ج1 ص359)

☆ نوادرالاخبار (ص46)

☆ تفسیر البرہان (ج2 ص73 ح17)

☆ تفسیر العیاشی (ج1 ص209 ح90)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر

زھیر بن شبیب بن انس، امام صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر حضرمی کے سوال کے جواب میں (جو اس نے امام صادق علیہ السلام سے کیا تھا) آپ پر قربان جاؤ جواب دیں پہلا مسئلہ اور دوسرا مسئلہ کیا ہے) مولاؑ نے جواب میں فرمایا! اے ابو بکر "سیروا فیھا لیالی وایاما آمنین" اس سے مقصود یہ ہے کہ راتوں اور دنوں میں آرام کریں یہ ہے کے ہمارے مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اور اہلبیت علیھم السلام سے سیر و مسافرت کریں گے تو مکمل امن میں رہو گے "ومن دخلہ کان امنا؛ پھر جو بھی اس میں داخل ہوا امان پائے گا سے مراد یہ ہے کہ ہمارے مہدیؑ کے ہاتھ پر بیعت کرو تو اس کے انصار کے زمرہ میں ہو گے اور اس بزرگوار کے ہاتھوں کو مس کرو گے تو اس کے مددگاروں میں ہو گے اور امن و امان میں رہو گے اور

کوئی زیاں تمہیں چھو نہ پائے گا۔

☆☆☆☆☆

آل عمران (103)

وَاعْتَصِمُواْ بِحَبْلِ اللّهِ جَمِيعاً وَلاَ تَفَرَّقُواْ

ترجمہ

اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

☆ تفسیر قمی (ج1 ص108)

☆ امالی شیخ طوسی (ص272)

☆ تفسیر عیاشی (ج1 ص334)

☆ معانی الاخبار (ص132)

☆ ینابیع المودۃ (ج1 ص124)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداود، کتاب المهدی، حدیث نمبر 4266

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر

امامانؑ علیہم السلام نے فرمایا حبل اللہ سے مراد توحید و ولایت (امام وقتؑ) ہے۔

☆☆☆☆☆

آل عمران (106)

یَوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡهٌ وَتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ

ترجمہ

اس دن کو یاد رکھو جس دن کچھ چہرے سفید ہوں گے اور کچھ چہرے کالے ہوں گے

☆ روضہ کافی (ص 30)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداؤد، کتاب المہدی، حدیث نمبر 4286

☆ مستدرک حاکم، کتاب الفتن، جلد 4 صفحہ 431

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف قرآن کریم لائیں گے تو جو بحکم خدا ان کے پاس ہے تو بعض لوگ انکار کریں گے تو اتمام حجت کے بعد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف انکی گردنیں کاٹ دیں گے۔

☆☆☆☆☆

آل عمران (125)

بَلَىٰٓ إِن تَصۡبِرُواْ وَتَتَّقُواْ وَيَأۡتُوكُم مِّن فَوۡرِهِمۡ هَٰذَا يُمۡدِدۡكُمۡ رَبُّكُم بِخَمۡسَةِ ءَالَٰفٖ مِّنَ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِينَ

ترجمہ

ہاں اگر تم صبر کرو اور پرہیز گار بنے رہو اور وہ (دشمن) اپنے جوش میں بھی تم پر چڑھ آئیں، تو تمھارا پروردگار پانچ ہزار نشان دار فرشتوں سے تمھارے مدد کرے گا۔

☆ تفسیر برہان (ج 1 ص 313 ح 5)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 1 ص 388 ح 346)

☆ تفسیر عیاشی (ج 1 ص 197 ح 138)

☆ اثبات الهداة (ج 3 ص 549 ب 32 ف 28 ح 553)

☆ بحار الانوار (ج 19 ص 284 ب 10 ح 26)

﴿قادة المهدی خیر الناس، اهل نصرته و بیعته من اهل کوفان والیمن و ابدال الشام، امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کے لیے پانچ ہزار ملائکہ کا لشکر نازل ہوا تھا اور وہ ابھی تک واپس نہیں گیا اور جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف خروج کریں گے تو وہ ان کی نصرت کریں گے۔

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن، صفحہ 250

﴿قادة المهدی خیر الناس، اهل نصرته و بیعته من اهل کوفان والیمن و ابدال الشام، امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کے لیے پانچ ہزار ملائکہ کا لشکر نازل ہوا تھا اور وہ ابھی تک واپس نہیں گیا

اور جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف خروج کریں گے تو وہ ان کی نصرت کرینگے۔

☆☆☆☆☆

آل عمران(140)

إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الأيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُواْ وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاء وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِينَ

ترجمہ

ان لوگوں کو بھی اسی طرح کا زخم لگ چکا ہے۔ اور یہ تو اتفاقات زمانہ ہیں جو ہم آدمیوں کے درمیان الٹ پھیر کرتے رہتے ہیں اس لئے کہ خدا جان لے کہ ایمان والے کون ہیں اور تم میں سے بعض کو گواہ بنالے اور ظالموں کو دوست نہیں رکھتا۔

☆ تفسیر برہان (ج1 ص318 ح2)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج1 ص395 ح374)

☆ بحار الانوار (ج51 ص53 ب5 ح38)

☆ اثبات الہداۃ (ج1 ص135,136 ب6 ف21 ح258)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر

امام باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا تخلیق آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک اللہ سبحانہ تعالیٰ کی

حکومت کاملہ کے سامنے لعین ورجیم شیطان کی حکومت ہے اور اللہ عزوجل کی حکومت کریمہ تو مہدی آل محمد عجل اللہ تعالٰی فرجہ الشریف نافذ کریں گے۔

☆☆☆☆☆

آل عمران (141)

وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِيْنَ

ترجمہ

تاکہ مومنوں کو امتحان میں ڈال دیں اور ہر عیب سے پاک کر دیں اور کافروں کو ہلاک کر دے۔

☆ فرائد السمطین (ج2 ص336)

☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص397)

☆ احقاق الحق (ج13 ص156)

☆ منتخب الاثر (ص188)

☆ کتاب الیقین (ص494)

☆ بحار الانوار (ج38 ص126)

علامہ مجلسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ مہدی آل محمد عجل اللہ تعالٰی فرجہ الشریف طویل غیبت میں چلے جائیں گے تاکہ اللہ مومنوں کو ہر عیب سے پاک کر دے اور کافروں کو ہلاک کر دے۔

کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

- ☆ فرائد السمطین (ج 2)
- ☆ مجمع الفوائد (ج 7 ص 318)
- ☆ مقدمہ ابن خلدون (ص 229)
- ☆ مشکوۃ المصابیح، صفحہ 470
- ☆ التذکرہ، صفحہ 700
- ☆ مرقاۃ المفاتیح، جلد 10 صفحہ 174

ابن عباس سے نقل کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بعد میرے امور کا عہدہ دار علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہے ان کی نسل سے مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہونگے جو دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح پُر کردینگے جس طرح ظلم وجود سے بھری ہوگی اور وہ طویل غیبت میں چلے جائیں گے تاکہ مومنوں کو ہر عیب سے پاک کیا جائے اور ظالموں کو ہلاک کردیا جائے۔

☆☆☆☆☆

آل عمران (142)

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ

ترجمہ

کیا تم نے یہ گمان کرلیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ظاہر ہی نہیں کیا جنھوں نے تم میں سے جہاد کیا اور نہ انکو جو (جہاد پر) ثابت قدم رہے اور یقیناً تم موت

کی خواہش کیا کرتے تھے سوتم نے اس کوآنکھوں سے دیکھ لیا۔

☆ بحارالانوار(ج52ص113ب21ح25)

☆ قرب الاسناد(ص162)

☆ کمال الدین(ج1ص336)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر

امام رضا علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ فرمایا خدا کی قسم جب تک وہ واقعہ رونما نہیں ہوگا جب تک تم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو جاؤ اور آزمائش میں مبتلا نہ کیے جاؤ پھر ہر دس آدمیوں میں سے کچھ خارج ہوں گے اور تم میں سے قلیل جماعت رہ جائے گی پھر امام علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت میں داخل کر دیے جاؤ گے۔

☆☆☆☆☆

آل عمران(179)

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ

ترجمہ

لوگوں جب تک اللہ سبحانہ، ناپاک سے پاک کو علیحدہ نہ کردے مومنوں کو اس حال میں جس حال میں تم ہو ہرگز نہیں رہنے دیگا۔

- ☆ تفسیر عیاشی (ج2 ص112 ح139)
- ☆ مختصر بصائر الدرجات (ص19)
- ☆ دار السلام دراحوال حضرت مہدیؑ (ص529)
- ☆ تفسیر الصافی (ج1 ص387)
- ☆ تفسیر البرہان (ج1 ص322 ح3)
- ☆ بحار الانوار (ج53 ص65 ب29 ح58)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج1 ص417 ح464)
- ☆ الارشاد (ص59 باب علامت القیام)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر (ص34)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ایسا وقت آئے گا جب منادی آسمان سے آواز دے گا "اے اہل حق اہل باطل سے الگ ہو جاؤ اور اے اہل باطل اہل حق سے دور ہو جاؤ (یہ مہدی آل محمد عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے ظہور کی علامت ہے)۔

☆☆☆☆☆

آل عمران(200)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ اصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُون

ترجمہ

اے اہل ایمان کفار کے مقابلے میں ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو اور جمے رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ فلاح پا سکو۔

- ☆ اصول کافی (ج2ص411)
- ☆ تفسیر نعمانی (ص27)
- ☆ تفسیر مجمع البیان
- ☆ تاویل الآیات (ج1ص127ح47)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج3ص531ب32ف27ح459)
- ☆ غایۃ المرام (ج4ص228,229ب40ح3)
- ☆ المحجۃ (ص52)، بحار الانوار (ج24ص219ب57ح14)
- ☆ تفسیر البرہان (ج1ص334ح4)
- ☆ تفسیر البرہان (ج1ص334ح4)
- ☆ ینابیع المودۃ (ج3ص326ب71ح4)
- ☆ الزام الناصب (ج1ص78)

اصول کافی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے اصبروا سے مراد مصائب و آلام پر صبر کرنا اور رابطوا سے مراد (امام زمانہ علیہ السلام) مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے رابطہ رکھنا ہے۔

☆☆☆☆☆

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر (ص 67)

امام مہدیؑ مکہ مکرمہ سے رات کے وقت اس حال میں ظہور فرمائیں گے کہ ان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم کا جھنڈا ہوگا اور دیگر علامات میں ان کی قمیض اور تلوار ہوگی اور روشن نور اور بیان ہوگا تو امام مہدیؑ عشاء نماز پڑھالیں گے تو ایک طویل خطبہ ارشاد فرمائیں گے اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف بلائیں گے پھر ان کے لئے حجاز کی زمین مسخر کر دی جائے گی اور سمندری جزیروں میں روپوش بنی ہاشم بھی نکل کر ان کے ساتھ ہو جائیں گے اور سیاہ جھنڈے کوفہ سے ان کی مدد و نصرت کے لئے اٹھیں گے اور وہ اپنے لشکر اطراف عالم میں بھیجیں گے۔

☆☆☆☆☆

النساء (47)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُم مِّن قَبْلِ أَن نَّطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا عَلَىٰ أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا أَصْحَابَ السَّبْتِ ۚ وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا

ترجمہ

اے وہ لوگو جنھیں کتاب دی گئی ہے اس پر ایمان لاؤ جو کچھ ہم نے نازل کیا ہے جو تصدیق کرتا ہے اسکی جو تمھارے پاس ہے پیشتر اسکے کہ ہم چہرے بگاڑ ڈالیں پھر ہم انکو پشت کی طرف پھیر دیں یا ان پر ایسی لعنت کریں جیسی ہم نے اصحاب سبت پر لعنت کی تھی۔ اور اللہ تعالٰے کا کام ہو کر رہے گا۔

☆ ینابیع المودۃ (باب 71 ج 5)

☆ تفسیر البرہان (ج2 ص237)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ فرمایا آخر زمانہ میں لشکر سفیانی سے اہل ایمان نجات پائیں گے اور لشکر سفیانی بیداء زمین میں دھنس جائے گا ان میں سے تین اشخاص کی شکلیں پشت کی طرف موڑ دی جائیں گی اور یہ واقعہ مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانہ قیام میں رونما ہوگا۔

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ التذکرہ للقرطبی (صفحہ 694)

سفیانی کا نام عتبہ بن ہند ہوگا اور وہ اہل دمشق کے درمیان ہو کر کہے گا کہ میں تم ہی میں کا ایک فرد ہوں، میرے دادا معاویہ بن ابی سفیان اس سے پہلے تمہارے ولی امر رہ چکے ہیں، انہوں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کیا اور تم نے ان کی خوب اطاعت کی۔ پھر ابو الحسین نے ایک طویل کلام ذکر کیا یہاں تک کہ ایک جرہمی کی طرف سفیانی کے بھیجے ہوئے خط کا تذکرہ کیا جو سرزمین شام میں رہتا ہوگا اسی طرح برقی کے خط کا جو کہ برقہ کی سرحد کے ساتھ مغرب میں رہتا ہوگا، ابو الحسین نے سلسلہ کلام جارہ رکھتے ہوئے کہا کہ پھر جرہمی آ کر سفیانی سے بیعت کرے گا اور اس جرہمی کا نام عقیل بن عقال ہوگا اس کے بعد برقی شخص آئے گا جس کا نام ہمام بن الورد ہوگا (روایت میں اس کے بیعت کرنے کا تذکرہ نہیں ہے۔) پھر ابو الحسین نے سفیانی کے ملک مصر جانے اور وہاں کے بادشاہ سے جنگ کرنے کا تذکرہ کیا کہ سات دن تک برابر ان لوگوں کو تہ تیغ کرے گا حتی کہ اہل مصر کے ستر ہزار افراد قتل ہو

جائیں گے پھر اہل مصر تھک ہار کر اس سے صلح کر لیں گے اور اس کی بیعت میں داخل ہو جائیں گے اور سفیانی شام واپس آ جائے گا۔

النساء(59)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ

ترجمہ

بیشک اللہ تعالیٰ ہر بات کا سننے والا لاؤں سب کچھ دیکھنے والا ہے اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (انکی) جو تم میں (اللہ کے) امر والے ہیں۔

☆ غایۃ المرام (ص265)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج2 ص406)

☆ تفسیر البرہان (ج2 ص265)

الحسن بن صالح امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد آئمہ اطہار اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم ہیں۔

☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ج2 ص461)

☆ کفایۃ الاثر (ص53)

☆ اعلام الوریٰ (ص375)

☆ تفسیر روح الجنان (ج3 ص423)

☆ قصص الانبیاء (ص360)

☆ مناقب ابن شہر آشوب (ج1 ص282)

☆ کشف الغمۃ (ج3 ص299)

☆ العدد القویۃ (ص85ح149)

☆ الصراط المستقیم (ج2 ص143ب10)

☆ تاویل الآیات (ج1 ص135ح13)

☆ تفسیر الصافی (ج1 ص464)

☆ اثبات الھداۃ (ج1 ص500ب9ف6ح212)

☆ حلیۃ الابرار (ج3 ص357ب2ح2)

☆ المحجہ (ص57)

☆ الانوار البہیۃ (ص340)

☆ بحار الانوار (ج23 ص289ب17ح16)

☆ منتخب الاثر (ص101ف1ب8ح4)

☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص398,399ب94ح54)

علامہ بحرانی نے شافعی عالم ابراہیم بن محمد الحموینی سے ان اسناد کے ساتھ جو اس کتاب میں مذکور ہیں روایت کی ہے سلیم بن قیس الہلالی ایک ایسی مفصل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ جناب علی علیہ السلام نے اصحاب اور تابعین (اصحاب رسولؐ سے سن کر عمل کرنے والے) کے دوسو سے زیادہ مجمع میں عثمان بن عفان کے زمانہ حکومت میں حلفیہ کہا کہ جناب علی علیہ السلام نے اس مجمع میں کہا اس میں یہ بھی تھا۔ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا جانتے ہو کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرمایا اس سے مراد میں حسن و حسین علیہم السلام اور نسل حسین علیہ السلام سے نو امامؑ وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے ان کی اطاعت اللہ عزوجل کی اطاعت ہے۔

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ترمذی، جلد 2 صفحہ 56

امام مہدیؑ واردین سے بیعت لینے کے بعد اپنی فوج کو لے کر آہستہ آہستہ وادی قرٰی کی طرف روانہ ہوں گے۔ وہاں ان کے چچازاد بھائی بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ ان سے آکر ملیں گے اور کہیں گے کہ اے برادرِ عم! میں اس امرِ خلافت کا تم سے زیادہ حقدار ہوں کیونکہ میں حضرت حسنؑ کی اولاد میں سے ہوں اور میں ہی مہدیؑ ہوں امام مہدیؑ ان سے کہیں گے کہ نہیں! مہدی تو میں ہوں! حسنی کہیں گے کہ آپ کے پاس کوئی نشانی بھی ہے جس میں آپ کا مہدی ہونا معلوم ہو جائے؟ اور میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلوں؟ اس پر امام مہدیؑ ایک اڑتے ہوئے پرندے کی طرف اشارہ فرمائیں گے وہ ان کے سامنے آگرے گا اور زمین کے ایک کونے میں خشک ٹہنی گاڑ دیں گے وہ اسی وقت سرسبز ہو کر برگ بار لانے لگے گی۔ یہ کرامت دیکھ کر حسنی کہیں گے کہ اے برادرِ عم! یہ آپ ہی کا منصب ہے اور آپ ہی کو مبارک ہو یہ کہہ کر امام مہدیؑ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں گے۔

☆☆☆☆☆

النساء (69)

وَمَن يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُولَ فَأُوْلَـٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَـٰئِكَ رَفِيقًا

ترجمہ

اور جو اللہ تعالی اور رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ

تعالی نے انعام کیا ہے کہ بعض نبیوں میں سے ہیں اور بعض صدیقوں میں سے اور بعض شہیدوں میں سے اور بعض صالحین میں سے اور وہی لوگ رفاقت کیلئے سب سے اچھے ہیں۔

- ☆ شواہد التنزیل (ج1 ص155)
- ☆ تفسیر البرہان (ج2 ص277)
- ☆ تفسیر قمی (ج1 ص142)
- ☆ تاویل الآیات (ج1 ص139 ح17)
- ☆ منہج الصادقین (ج3 ص66)
- ☆ تفسیر البرہان (ج1 ص393 ح10)
- ☆ بحار الانوار (ج24 ص31 ب26 ح1)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج1 ص516 ح395)
- ☆ اثبات الهداة (ج1 ص595 ب9 ف27 ح557)
- ☆ کفایۃ الاثر (ص172)
- ☆ الصراط المستقیم (ج2 ص122 ب10 ف3)
- ☆ عوالم النصوص علی الائمۃ (ص184 ح158)

حافظ الحسکانی حنفی نے کہا حذیفہ یمانی سے مروی ہے ایک دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت آنحضرتؐ پر یہ آیت نازل ہوئی تھی آپؐ نے فرمایا اے حذیفہ جن لوگوں پر اللہ عزوجل کا انعام ہوا مرسلین ہیں سے، میں ہوں اگرچہ مبعوث ہونے میں ان کے بعد ہوں اور صدیقین سے علی علیہ السلام ہیں جب اللہ عزوجل نے مجھے رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا تو علی علیہ السلام نے سب سے پہلے میری تصدیق کی پھر شہدا میں حمزہ و جعفر طیار علیہم اجمعین ہیں صالحین

میں حسن وحسین علیہم السلام جو اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور بہترین ساتھی ہیں اور ان صالحین میں امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف اپنے زمانے میں صالح ہیں۔

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ شواہد التنزیل (ج1 ص155)

☆ الطرائف (ص173)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر (ص60)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلیہ وسلم نے فرمایا "اے حذیفہ اس رفاقت جسکی آیت مذکورہ ہے اور النَّبِيِّينَ سے مراد میں ہوں الصِّدِّيقِينَ سے مراد علیؑ ہیں شہدا سے مراد حمزہ وجعفر طیار ہیں صالحین میں سے حسن وحسین علیہم السلام ہیں جو جنت میں جانے والوں کے سردار ہیں اوز بہترین ساتھی ہیں اور ان صالح میں مہدی آل محمد (عجل اللہ فرجہ الشریف) اپنے زمانے میں صالح ہیں۔

☆☆☆☆☆

النساء(77)

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّواْ أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ وَآتُواْ الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً وَقَالُواْ رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلاَ أَخَّرْتَنَا إِلَى أَجَلٍ قَرِيبٍ قُلْ مَتَاعُ الدَّنْيَا قَلِيلٌ وَالآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى وَلاَ تُظْلَمُونَ فَتِيلاً

ترجمہ

کیا تم نے لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جن کو یہ کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو (جنگ سے) روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو پھر جب ان پر جنگ کرنا واجب کر دیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اسی طرح ڈرتا ہے جیسا کہ اللہ کا ڈر (ہو) یا اس سے بھی زیادہ ڈر۔ اور وہ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار تم نے ہم پر جنگ واجب کیوں کیا۔ نہ تو نے ہمیں قریبی مدت تک مہلت دے دی کہہ دو (اے رسول) دنیا کی پونجی بہت تھوڑی ہے۔ اور جو لوگ پرہیز گار ہیں ان کیلئے آخرت بہتر ہے اور تم پر دھاگہ برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

☆ روضہ الکافی (ص330ح06)
☆ تفسیر نور الثقلین (ج2ص553ح411)(ج2ص553ح128)
☆ تفسیر عیاشی (ج1ص285ح196)
☆ اثبات الھداۃ (ج3ص551ب32ف28ح565)
☆ المحجۃ (ص61)
☆ بحار الانوار (ج44ص25ب18ح9)
☆ العوالم (ج16ص518ح12)
☆ تفسیر البرہان (ج ص394ح2)
☆ اصول کافی (ج8ص330)
☆ المحجۃ (ص61)

محمد بن مسلم امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا خدائے بزرگ و برتر کی قسم جو کچھ حسن ابن علی علیہ السلام نے اس امت کے لیے انجام دیا (یعنی صلح معاویہ) وہ سورج کی روشنی سے بہتر تھا واللہ یہ آیت اسی بارے میں نازل ہوئی اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ سے مراد امام کی اطاعت و

فرمانبرداری تھی انہوں نے جنگ درخواست کی تھی اوران کے بعد امام الحسین علیہ السلام کے ساتھ ان پر جنگ مسلط ہوگئی پھر وہ لوگ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار تو نے ہم پر جنگ کو کیوں واجب کیا اے کاش ہم کو کچھ مدت تک مہلت دی ہوتی اوران لوگوں کا مقصد اس قول سے یہ ہے کہ جنگ ظہور و قیام مہدی آلِ محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف تک مؤخر ہو جائے۔

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح بخاری، حدیث نمبر 7119

☆ صحیح مسلم، حدیث نمبر 7274

☆ سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 4313

☆ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 446

حضرت امام مہدیؑ کے ظہور سے قبل دریائے فرات سے سونے کا پہاڑ نکلے گا، لوگوں کو جب اس کی خبر ہوگی تو وہ اس کے حصول کیلئے دریائے فرات کی طرف روانہ ہوں گے، وہاں تین آدمی قائدانہ حیثیت سے اکھٹے ہوں گے اور دریائے فرات پر سونے کے پہاڑ کے حصول کے لئے یہ تینوں باہم اپنے لشکر کے ساتھ جنگ کریں گے ان تینوں میں ہر ایک کسی نہ کسی خلیفہ یا بادشاہ کا بیٹا ہوگا، ان تینوں کے لشکروں کے درمیان اس قدر شدید قتال ہوگا کہ ہر سو میں سے ننانوے افراد قتل ہو جائیں گے۔ اور صحیحین کی روایت میں اس موقع پر امت محمدیہ کے لئے بارگاہ نبوت سے یہ ہدایت نامہ موجود ہے کہ جو شخص اس موقع پر حاضر ہو وہ اس سونے میں سے کچھ نہ لے۔

☆☆☆☆☆

النساء(83)

وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ

ترجمہ

اگر وہ اس خبر کو رسول اور مومنین میں سے صاحبان حکومت تک پہنچاتے تو بے شک جو لوگ ان میں سے اس کی تحقیق کرنے والے ہیں اس کو جان لیتے۔

☆ تفسیر البرہان (ج2ص287)

☆ تفسیر عیاشی (ج1ص286)

☆ الکافی (ج1ص234)

عبداللہ بن عجلان نے امام ابی جعفر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا اولی الامر سے مراد ہم آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں جو حلال وحرام کو جانتے ہیں اور خلق خدا پر اللہ کی حجت ہیں۔

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ینابیع المودۃ (ص506)

الحافظ القندوزی (الحنفی) نے اسناد کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے جس کی روایت کی ہے ابن معاویہ نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے ضمن میں: "وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ" امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا معاملہ اولی الامر کی طرف حل کرنے کے لیے لوٹایا گیا ہے اولی الامر وہ صاحبان حکم ہیں جن کی اطاعت

اوران کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کلمہ اولی الامر کی تفسیر میں فرماتے ہیں پہلے ولی امر حکم کے مالک علی علیہ السلام ہیں ان کے بعد حسن علیہ السلام پھر حسین علیہ السلام ان کے بعد علی بن الحسین علیہ السلام پھر ان کے بعد محمد بن علی علیہ السلام اسی طرح باقی بارہ امام علیہم السلام ان کا بارھواں امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہے تحقیق کہ زمین بغیر امام کے باقی نہیں رہ سکتی۔

☆☆☆☆☆

النساء(130)

وَإِن يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّهُ كُلاًّ مِّن سَعَتِهِ وَكَانَ اللّهُ وَاسِعاً حَكِيماً

ترجمہ

اوراگر وہ دونوں الگ الگ ہو جائیں تو اللہ تعالی ہرایک کواپنی وسعت سے بے نیاز کر دیگا۔ اور اللہ تعالی بہت کشائش والا حکمت والا ہے۔

☆ روضہ کافی (ص167)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص195)

☆ دارالسلام دراحوال حضرت مہدیؑ (ص644)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص519)

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے اصحاب سے فرمارہے تھے "میں منبر کوفہ پر اپنے قائمؑ کو بیٹھا ہوا دیکھ رہا ہوں مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اپنی قبا کی جیب سے ایک کتاب نکالیں گے اس پر سونے کی مہر لگی ہوگی مہر توڑیں گے لوگوں کے سامنے کتاب پڑھیں گے وہ تین سو تیرہ اشخاص جو حلقہ

بگوش محو ساعت ہونگے جسطرح بکریاں بدک کر بھیڑیوں سے بھاگتی ہیں اسطرح ۳۱۲ بھاگیں گے صرف نقیب بچ جائیں گے اور دوسری روایت میں ہے ایک وزیر بچے گا اور گیارہ نقیب بچیں گے یعنی ۳۱۳ میں سے ۳۰۱ بھاگ کھڑے ہونگے اور وزیر کون ہیں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام (اضافہ من مولف: اسمائے وزراء صاحب الزمان عجل اللہ فرجہ الشریف حضرت عیسیٰؑ۔ حضرت ادریسؑ۔ حضرت خضرؑ اور حضرت الیاس علیہم السلام)۔

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر

☆ ابوداؤد، کتاب المہدی، حدیث نمبر 2486

امام مہدیؑ کے زمانے میں امت خوشحال ہو جائے گی اور اس امت کے نیک اور بد سب ہی اس وقت ایسے خوشحال ہوں گے کہ ان سے پہلے کبھی نہ ہوئے ہوں گے۔ ان پر خوب موسلادھار بارشیں ہوں گی اور ان پر ذرا سا پانی بھی نہ روکا جائے گا اور زمین خوب (اناج و پھل وغیرہ) اگائے گی کہ اپنی نباتات میں سے کچھ بھی ان سے نہ روکے گی۔

☆☆☆☆☆

النساء (159)

وَإِن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا

ترجمہ

اوراہل کتاب میں سے کوئی ایسانہ ہوگا مگر یہ کہ اس کی موت سے پہلے اس پر ضرورایمان لائے گااوروہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوگا۔

☆ تفسیرقمی (ج1ص158)
☆ مجمع البیان (ج2ص137)
☆ منہج الصادقین (ج3ص138)
☆ تفسیرالصافی (ج1ص519)
☆ الحجہ (ص62)
☆ تفسیرنورالثقلین (ج1ص571ح662)
☆ حلیۃ الابرار (ج5ص305ب33ح1)
☆ بحارالانوار (ج14ص349ب34ح13)
☆ منتخب الاثر (ص479ف7ب8ح1)
☆ ینابیع المودۃ (ج3ص237ب71ح6)

علی بن ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ امام باقر العلوم علیہ السلام نے فرمایا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے اذن سے قبل قیامت آسمان سے نیچے اتریں گے اور امام مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے پیچھے نماز ادا کریں گے اور اس منظر کو دیکھ کر کوئی اہل کتاب ایسا نہ ہوگا کہ ایمان نہ لائے۔

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر (صفحہ 40)

☆ عقد الدرر، صفحہ 17

امام مہدیؑ متوجہ ہوں گے اس حال میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت یہ ہوگی کہ) گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہوگا تو امام مہدیؑ عرض کریں گے کہ آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھائیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ یقیناً یہ نماز آپ کے لئے کھڑی کی گئی ہے! تو حضرت عیسیٰؑ میری اولاد میں سے ایک آدمی کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ جیسا کہ حدیث تواتر ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم۔

☆☆☆☆☆

مائدہ (3)

وَأَنْ تَسْتَقْسِمُواْ بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُواْ مِن دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ

یہ کہ تم تیروں سے حصہ بانٹو، یہ نافرمانی ہے وہ لوگ جو کافر ہوئے آج کے دن تمہارے دین سے ناامید ہوگئے پس تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے (ہی) ڈرو میں نے آج کے دن تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کردیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا پس جو شخص بھوک میں بیقرار ہوجائے (لیکن) گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہ ہو تو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 1 ص 587 ح 24)

☆ تفسیر البرہان (ج 1 ص 434 ح 2)

☆ بحار الانوار (ج 1 ص 55 ب 5 ح 39)

☆ تفسیر عیاشی (ج 1 ص 292 ح 19)

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ جب مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کا ظہور ہوگا تو بنی امیہ کی مایوسی انتہا کو پہنچ جائے گی اور یہ لوگ آل محمدؐ سے مکمل مایوس ہو جائیں گے۔

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن، صفحہ 189

☆ کتاب البرہان، جلد 2 صفحہ 624

سفیانی کا فتنہ اس قدر سخت ہوگا کہ ایک حدیث میں ہے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک شخص اسلام میں ایسا سوراخ کھول دے گا کہ پھر اس کو بند نہیں کیا جاسکے گا، نیز حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دین کا یہ امر ٹھیک چلتا رہے گا یہاں تک کہ سب سے پہلے اس کا مثل بنوامیہ کا ایک شخص کرے گا۔ اسی طرح کی ایک اور روایت میں ہے کہ: بنوہاشم میں سے ایک شخص حکمران بن جائے گا اور وہ بنوامیہ کو قتل کرے گا چنانچہ بنوامیہ میں سے صرف چند افراد ہی قتل ہونے سے بچیں گے پھر بنوامیہ کا ایک شخص "سفیانی" نکلے گا اور وہ بنوہاشم کے دو آدمیوں کو اس ایک آدمی کے بدلے قتل کرے گا جس کو بنوہاشم نے

قتل کیا ہوگا (یعنی ایک آدمی کے بدلے دو آدمی قتل کرے گا) یہاں تک کہ صرف عورتیں بچیں گی۔ اس کے بعد امام مہدیؑ کا ظہور ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

المائدہ (12)

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا

ترجمہ

اور بیشک اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے پکا عہد لیا اور ان میں سے ہم نے بارہ سردار اٹھائے۔

- ☆ بحار الانوار (ج 36 ص 263)
- ☆ ملۃ منقبۃ (ص 71 المنقبۃ 41)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج 2 ص 601)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

- ☆ صحیح بخاری (ج 4 ص 175 طبع مصر 1355)
- ☆ صحیح ترمذی (ج 2 ص 45 طبع دہلی 342 ابات ماجاء فی الخلفاء)
- ☆ صحیح ابی داود کتاب المہدی (ج 2 ص 207 طبع مصر)
- ☆ صحیح مسلم کتاب الامارہ (ج 2 ص 91 طبع مصر 1348)
- ☆ کتاب کفایت الاثر
- ☆ کتاب الخصال

☆ کتاب مناقب

☆ جمال المنتظر ص124

☆ تفسیر ابن کثیر، جلد2 صفحہ 47

اصبغ بن نباتہ، ابن عباس سے روایت کرتا ہے کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے لوگو جان رکھو کے خدا نے تمہارے لیے ایک دروازہ قرار دیا جو بھی اس میں داخل ہوا تو روز قیامت کی آگ اور خوف سے امان میں رہے گا۔ ابو سعید کھڑا ہوا اور نزدیک آیا اور کہنے لگا: اے پیغمبرؐ! ہمیں اسکی طرف ہدایت کریں تا کہ اس کو پہچان لیں حضرت نے فرمایا: وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں جو سید الاوصیاء اور امیر المومنین اور رسول خدا کے بھائی ہیں۔ اے لوگو! جو بھی چاہتا ہے ایک ایسے دامن سے منسلک ہو جائے جس کے بعد اسے شکست کا سامنا نہ ہو اسے چاہیے کے علی بن ابی طالب علیہ السلام سے تمسک رکھے اسکی ولایت میری ولایت، اسکی اطاعت میری اطاعت ہے۔

اے لوگو! جو بھی چاہتا ہے میرے بعد کے حجت کو پہچانے اسے چاہیے کے علی بن ابی طالب علیہ السلام کو پہچانے اے لوگو! جو چاہتا خدا اور رسول سے محبت رکھے، اسے چاہیے کے علی بن ابی طالب علیہ السلام کی اقتدا کرے کہ وہی علم کے گنجینہ ہیں۔ جابر بن عبداللہ انصاریؓ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے رسول خداؐ! آئمہ اطہارؑ (آپ کے بعد) کتنے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا: اے جابر! خدا تم پر اپنی رحمت نازل کرے، تم نے سارے اسلام کے بارے میں سوال کر دیا۔ انکی تعداد سال کے مہینوں کے تعداد کے برابر ہے جنکی تعداد بارہ ہے۔ اماموں کی تعداد ان چشموں کی تعداد کے برابر ہیں جو موسیٰ بن عمران کے لیے جاری ہوئے تھے جب انہوں نے اپنا عصا پتھر پر مارا تھا، اور بارہ چشمے جاری ہوئے تھے اماموں کی تعداد بنی اسرائیل کے نقباء کے برابر ہے، خدا نے فرمایا: (وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ

نَقِيبًا) اس لیے اے جابر! امام بارہ ہیں، پہلے علی بن ابی طالب علیہ السلام اور آخری قائم مہدی علیہ السلام ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

المائدہ (14)

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُواْ إِنَّا نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُواْ حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُواْ بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاء إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّهُ بِمَا كَانُواْ يَصْنَعُون

ترجمہ

جنہوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں ان سے ہم نے عہد لیا تھا مگر انہوں نے بھی اس نصیحت کا جو انکو کی گئی تھی ایک حصہ فراموش کر دیا تو ہم نے ان کو درمیان قیامت تک کیلئے دشمنی اور کینہ ڈال دیا۔ اور جو کچھ وہ کرتے رہے خدا عنقریب انکو اس سے آگاہ کریگا۔

☆ اصول کافی (ج 5 ص 352)

☆ تفسیر البرہان (ج 1 ص 454)

☆ التھذیب الاحکام (ج 7 ص 405 ح 1621)

☆ الکافی (ج 5 ص 352 ح 2)

☆ وسائل الشیعہ (ج 14 ص 56 ب 32 ح 1)

☆ تفسیر البرھان (ج 1 ص 544)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 452 ب 32 ح 64)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ آثار القیامہ، صفحہ 365

☆ کتاب الفتن، صفحہ 259

تفسیر آیت میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا بہت جلد ان میں سے ایک جماعت مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ساتھ خروج کرے گی۔

☆☆☆☆☆

المائدہ (20)

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ اذْكُرُواْ نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاء وَجَعَلَكُم مُّلُوكاً وَآتَاكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَداً مِّن الْعَالَمِينَ

ترجمہ

اور (وہ وقت یاد کرو) جبکہ موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میرے قوم تم یاد کرو اس نعمت کو جو اللہ تعالیٰ کی تم پر ہوئی جبکہ اس نے تم میں انبیاء بنائے اور تمہیں بادشاہ (بھی) بنایا اور تمہیں وہ کچھ عطا کیا جو اس نے تمام دنیا میں کسی کو بھی نہ دیا تھا۔

☆ مختصر بصار الدرجات (ص 38)

☆ بحار الانوار (ج 53 ص 45)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص 28)

☆ بحار الانوار (ج 53 ص 45)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ کتاب البرہان (جلد 2 صفحہ 805)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کے قول "جَعَلَ فِيكُمْ أَنبِيَاءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا" سے مراد انبیاء علیھم السلام ہیں اور سید الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور وَجَعَلَكُم مُّلُوكًا سے مراد آئمہ طاہرین علیہم اجمعین ہیں سائل نے عرض کی کونسا ملک آپکو دیا گیا ہے صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا ملک بہشت اور ملک رجعت (اسکے وارث یہ ہی ہیں)۔

☆☆☆☆☆

المائدہ (41)

أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

ترجمہ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو خدا نے پاک کرنا نہیں چاہا ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

☆ تفسیر التبیان للطوسی (ج 1 ص 419)

☆ نہج البلاغہ (خطبہ 138 ص 261)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر

☆ حافظ ابو نعیم نے اس کی تخریج کی ہے حوالہ کے لیے دیکھیں عقد الدرر فی اخبار المنتظر: ص19

اللہ عزوجل کے قول کے " أُولَـٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَن يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ " کے بارے میں منقول ہے ان لوگوں کے لیے عذاب ظہور و قیام مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اور قسطنطنیہ (استنبول) کو تہس نہس کرنا ہے۔

☆☆☆☆☆

المائدہ (54)

فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ

ترجمہ

پس عنقریب اللہ (تمہاری جگہ) ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہے، اور جو اس سے محبت کرتے ہیں، وہ مومنوں کے ساتھ منکسر مزاج ہوں گے، اور کافروں کے لیے تند مزاج ہوں گے۔

☆ تفسیر البرہان (ج ا ص 478 ح 1)

☆ ینابیع المودۃ (507)

☆ ینابیع المودۃ (ج 3 ص 337,338 ب 83)

☆ منتخب الاثر (ص 157 ف 1 ب 2 ح 49)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 3 ص 50)

☆ غیبت نعمانی (ص 316 ح 12)

☆ تفسیر عیاشی (ج 1 ص 326 ح 135)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر

☆ عقد الدرر (صفحہ 84)

☆ ابوداؤد سجستانی (ج 2 ص 422.423)

صادق آل محمد علیہ السلام کا فرمان ہے مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اللہ کی حفاظت میں ہیں اگر سارے اشخاص ختم بھی ہو جائیں تب بھی اللہ عزوجل ان کو ان کے اصحاب کے ساتھ لائے گا اسی لیے ارشاد خداوندی ہے پس وہ تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے وہ محبت کرتا ہے اور جو اس سے محبت کرتے ہیں وہ مومنوں کے ساتھ منکسر المزاج ہوں گے اور کافروں کے لیے تند مزاج ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

المائدہ (55,56)

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ
وَمَن يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ

ترجمہ

ماسوا اسکے نہیں ہے کہ تمھارا حاکم اللہ تعالیٰ ہے اور اسکا رسول اور وہ لوگ جو ایمان لا چکے نماز قائم کرتے اور زکوۃ دیتے ہیں درحالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور ان لوگوں کو جو ایمان لا چکے حاکم بنائے گا پس یقیناً اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی غالب رہنے والے ہیں۔

☆ تفسیر عیاشی (ج1 ص357)،
☆ تفسیر نور الثقلین (ج3 ص57)،
☆ تاویل الآیات (ص157)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الحاوی: (ج2 ص91)
☆ کتاب البرہان (ج2 ص521)

مفضل ابن عمر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کے اس آیت (إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ وَمَن يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ) کے بارے میں میں نے سوال کیا تو امام نے جواب دیا اس سے مراد ہم ائمہ اہلبیت علیہم السلام ہیں۔

☆☆☆☆☆

المائدہ(101)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ

ترجمہ

اے ایمان لانے والوں ان چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جو اگر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔

- ☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ج2 ص483 ب45 ح4)
- ☆ غیبۃ الطوسی (ص290 ح237)
- ☆ اعلام الوریٰ (ص423 ف3)
- ☆ الخرائج والجرائح (ج2 ص1113 ب20 ح30)
- ☆ کشف الغمۃ (ج 2 ص469)
- ☆ الدرۃ الباھرۃ (ص47)
- ☆ منتخب الانوار المضیئۃ (ص122 ف9)
- ☆ نوادر الاخبار (ص240 ح3)
- ☆ وسائل الشیعۃ (ج17 ص291 ب26 ح15)
- ☆ ھدایۃ الامۃ (ج1 ص33 ح16)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص33 ح27)
- ☆ بحار الانوار (ج50 ص227 ب6 ح1)
- ☆ معادن الحکمۃ (ج2 ص280)
- ☆ مستدرک الوسائل (ج12 ص316 ب36 ح23)
- ☆ انوار البہیۃ (ص373)

☆ منتخب الاثر (ص 267 ف 2 ب 28 ح 2)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 1 ص 280)

☆ احتجاج طبرسی (ج 2 ص 542)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعه لاشراط الساعة (ص 240)

اسحاق بن یعقوب سے منقول ہے کہ مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے کچھ سوال لکھ کر محمد بن عثمان السمری کے سپرد کیے گئے کہ ان کا جواب آقا صاحب الزمانؑ سے لے کر دیں ان سوالات کے جواب میں مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے یہ کلمات بھی تحریر فرمائے "جہاں تک ہماری غیبت کا معاملہ ہے تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ایمان والوں ایسی چیزوں کے متعلق سوال نہ کرو اگر وہ تمہارے لیے ظاہر کر دی جائیں تو تمھیں ناگوار لگیں۔

☆☆☆☆☆

المائدہ (118)

إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

ترجمہ

اگر تو انھیں عذاب دے تو بیشک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انھیں بخش دے تو بیشک تو غالب حکمت والا ہے۔

☆ الدر منثور (ج2ص350)

☆ التصریح (ص292,293ح100)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ج2ص15)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص192.197)

☆ کتاب الفتن (ص250)

ابوشیخ نے ابن عباس سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا خدایا تیرے بندے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں عذاب کے حقدار ہیں ان کو بخش دے یعنی جن کو تو نے عذاب سے رہائی عطا فرمائی ہے اوران کی عمر کو طولانی کیا اتنی طولانی کے حضرت عیسٰی علیہ السلام دجال کو قتل کریںگے اور زمین پر اتریں گے۔لہذا لوگوں کو چاہیے اللہ عزوجل کو تعریف خشوع اور وجدان کے ساتھ پکاریں اور التجا کریں گے ہم تیرے بندے ہیں اور اگر تو اس بنا پران کو بخشے گا تو یقیناً تو عزیز وحکیم ہے۔

☆☆☆☆☆

الانعام (2)

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُم مِّن طِيْنٍ ثُمَّ قَضَى أَجَلاً وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِندَهُ ثُمَّ أَنتُمْ تَمْتَرُونَ

ترجمہ

(اللہ) وہ ہے جس نے تمھیں مٹی سے پیدا کیا پھر اس نے ایک مدت مقرر کردی اور ایک معین

مدت (کا علم) اسکے پاس ہو پھر بھی شک کرتے ہو۔

☆ تفسیر البرہان (ج1 ص517 ح4)

☆ غیبت نعمانی (ص301 ح4)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 باب34 ح121)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ (مرقاۃ المفاتیح: ج10 ص174)

حمران بن اعین امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اجل (زمان) کا وجود ہے ہر زمانے میں ایک حتمی اجل دوسرا مشروط اجل میں نے عرض کی مولا اجل (زمان) قطعی کونسا ہے آپؑ نے فرمایا جب مشیت الٰہی ہو، حمران کتنے ہیں میں نے کہا زمان سفیانی مشروط ہوگا امام علیہ السلام نے فرمایا خروج سفیانی قطعی اور حتمی ہے۔

☆☆☆☆☆

الانعام (31)

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يَا حَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ أَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُوْنَ

ترجمہ

تحقیق کہ نقصان اٹھایا ان لوگوں نے جنہوں نے اللہ کے پاس حاضر ہونے کو جھٹلایا یہاں تک کہ جب ان پر اچانک وہ گھڑی آجائے گی تو کہیں گے ہائے افسوس! اے ہماری حسرت! کہ اس

میں ہم نے کوتاہی کی اور وہ اپنا بوجھ جو اٹھائیں گے۔

☆ تفسیر الدر المنثور (ج 6 ص 50,51)

☆ روضۃ الکافی (ص 347)

☆ تاویل الآیات (ص 498)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص 212)

جلال الدین سیوطی الفقیہ الشافعی نے بیان کیا ہے کہ امام بخاری نے ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی (جنگل میں ڈیروں پر رہنے والے عرب) نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب امانت ضائع ہونے لگے تو قیامت کا انتظار کر۔ اس اعرابی نے پھر دریافت کیا کہ امانت کس طرح ضائع کی جائے گی؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی کام کسی نااہل کے سپرد ہو تو یہ امانت کی خیانت ہے۔ (کوئی منصب عہدہ کام نااہل کو دے دینا یہ امانت کا ضائع کرنا ہے)

☆☆☆☆☆

الانعام (37)

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

ترجمہ

اور انھوں نے کہا کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے کیوں کوئی نشانی نہ اتاری گئی (اے رسولؐ) کہہ دو کہ یقیناً اللہ تعالی قادر ہے کہ کوئی نشانی اتارے لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔

☆ تفسیر صافی (ص 54)

☆ بحار الانوار (ج 17 ص 204 ب 1 ح 5)

☆ نوادر الاخبار (ص 260 ح 1)

☆ تفسیر البرہان (ج 1 ص 524 ح 3)

☆ تفسیر قمی (ج 1 ص 206)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 3 ص 186)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مسند احمد ابن حنبل (2/58 ح 245)

☆ سنن ابن ماجۃ (2/1367)

امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر نقل ہے کہ آپؑ نے فرمایا عنقریب آخری زمانے میں (جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف خروج فرمائیں گے) اللہ سبحانہ تمہیں نشانیاں دکھائے گا ان میں سے یہ بھی ہوں گی دابۃ الارض اور دجال کا آنا، نزول عیسی ابن مریم علیہ السلام اور مغرب سے سورج کا طلوع ہونا۔

☆☆☆☆☆

الانعام (40)

قُلْ أَرَأَيْتَكُم إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

ترجمہ

اے رسولؐ! آپ کہہ دیں کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا وہ گھڑی آجائے تو کیا غیر خدا کو پکارو گے اگر تم سچے ہو۔

☆ الدر المنثور (ج 6 ص 60)

☆ تفسیر الدر المنثور (ج 6 ص 60)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر (ص 40)

امام جلال الدین السیوطی الفقیہ الشافعی نے روایت کی ہے کہ مشہور حاکم نے اس حدیث کو ذکر کیا اور اسے واثلہ بن الاسقع سے روایت کرتے ہوئے صحیح قرار دیا ہے مذکورہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا وہ فرماتے تھے۔ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک دس نشانیاں پوری نہ ہوں زمین مشرقی حصہ میں اندر دھنس جائے گی۔ اسی طرح مغرب میں بھی اندر دھنس جائے گی۔ جزیرہ عرب میں زمین دھنس جائے گی دجال خروج کرے گا۔ یاجوج و ماجوج نازل ہوں گے۔ دابتہ الارض برآمد ہوگا (دابتہ کا لغوی معنی زمین پر چلنے والے ہے مگر تاویلاً احادیث میں حضرت علی علیہ السلام کے متعلق بیان ہوا ہے۔ سورج مغربی افق سے طلوع کرے گا عدن کے وسط سے آگ بھڑکے گی جو لوگوں کو میدان محشر کی طرف ہانک لے جائے گی چیونٹیاں اور ٹڈیاں بکثرت نکلیں گی۔

☆☆☆☆☆

الانعام(45,44)

فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

ترجمہ

پھر جب وہ اس نصیحت کو بھول گئے جو ان کو کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز دروازے کھول دیئے یہانتک کہ جب وہ ان چیزوں سے خوش ہو گئے جو انکو دی گئیں ہم نے انھیں یکا یک پکڑ لیا تو وہ مایوس ہو کر رہ گئے پس جن لوگوں نے ظلم کیا انکی بیخ بنیاد کاٹ دی گئی اور ہر حمد اللہ تعالی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج3 ص192)

☆ تفسیر قمی (ج1 ص200)

☆ تفسیر الصافی (ج2 ص121)

☆ اثبات الهداة (ج3 ص520)

☆ المحجة (ص66)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص30)

☆ دلائل الامامة (ص250)

☆ بصائر الدرجات للصغار (ج78 ح95)

☆ بصائر الدرجات للصغار (ج78 ح95) بحار الانوار (ج35 ص371)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ کتاب البرہان: ج2 ص805)

امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت مجیدہ کا مفہوم دریافت کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا حکم دیا گیا تھا جب انھوں نے اسے فراموش کر دیا تو انھیں حکومت دے دی گئی اور جب وہ اپنی خوشحالی پر ناز کر رہے ہوں گے تو اچانک مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی حکومت قائم کر دی جائے گی تو یوں محسوس ہوگا کہ منکرین علی علیہ السلام کی حکومت دنیا میں کبھی قائم ہی نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆☆☆

الانعام (65)

قُلۡ هُوَ الۡقَادِرُ عَلَى أَن يَبۡعَثَ عَلَيۡكُمۡ عَذَاباً مِّن فَوۡقِكُمۡ أَوۡ مِن تَحۡتِ أَرۡجُلِكُمۡ

ترجمہ

(اے رسولؐ) کہہ دو کہ وہ اس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ وہ تمھارے اوپر سے یا تمھارے پاؤں کے نیچے سے تم پر عذاب بھیج دے۔

☆ بحارالانوار (ج25 ص181)

☆ تفسیر قمی (ج2 ص204)

☆ بحارالانوار (ج25 ص181)

☆ القول المختصر فی علامات مهدی المنتظر (ص74.75)

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت صیحہ آسمانی کا عذاب اور زمین کے دھنس جانے کے عذاب اور مسلمانوں کا اختلاف اور ایک دوسرے کو قتل کرنے کی خبر دے رہی ہے۔

☆☆☆☆☆

الانعام(89)

فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَـٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْماً لَّيْسُواْ بِهَا بِكَافِرِينَ

ترجمه

پس اگر یہ لوگ اسے بھی نہ مانیں (تو کچھ پرواہ نہیں) ہم نے تو اس پر ایسے لوگوں کو مقرر کر دیا ہے جو ان کی طرح انکار کرنے والے نہیں۔

☆ تفسیر عیاشی (ج1ص326)
☆ ینابیع المودة (ص462)
☆ بصائرالدرجات (ص174)
☆ الکافی (ج1ص232)
☆ الارشاد (ص274)
☆ اعلام الوریٰ (ص278)
☆ الاحتجاج (ج2ص371)
☆ کشف الغمة (ج2ص382)
☆ تفسیر البرہان (ج1ص479)

☆ الحجۃ (ص64)

☆ حلیۃ الابرار (ج5 ص239)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص440)

☆ بحارالانوار (ج26 ص201)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ابن حجر مکی (القول المختصر فی امام المنتظر: ص35)

الحافظ سلیمان القذوزی الحنفی نے روایت کی ہے اسناد مذکور کے ساتھ حضرت امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ سے حضور فرماتے ہیں کہ اس امر کا مالک یعنی القائم المہدیؑ محفوظ ہیں اگر سارے لوگ اس دنیا سے اٹھ جائیں گے تو اللہ ان کے اصحاب کو لائے گا اللہ تعالیٰ انہی کے بارے میں فرماتا ہے۔فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَـٰؤُلَاءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ

الانعام (158)

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنفَعُ نَفْسًا إِيمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِن قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلِ انتَظِرُوا إِنَّا معکم من لَمُنتَظِرُونَ

ترجمہ

کیا وہ اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا تمھارا پروردگار (ہی)

آ جائے، یا تمھارے پروردگار کی کچھ نشانیاں آئیں جس دن تمھارے پروردگار کی بعض نشانیاں آ جائیں گی تو کسی نفس کو جو پہلے ایمان نہ لا چکا ہو گا یا جس نے اپنے ایمان میں کوئی نیکی نہ کمائی ہو گی اس کا ایمان فائدہ نہ دے گا کہہ دو کہ تم انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرنے والے ہیں۔

- ☆ آیۃ الولایۃ (ص120)
- ☆ تفسیر صافی (ج2 ص187)
- ☆ تفسیر البرہان (ج1 ص465)
- ☆ کمال الدین (ج2 ص39 باب 33 ح54)
- ☆ بحار الانوار (ج51 ص51 حدیث 25)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

- ☆ القول المختصر فی علامات مھدی المنتظر: ص53، لقناعۃ (ص14)

امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ مِن قَبلُ یعنی پہلے سے انکار سے مراد یوم میثاق میں انکار ہے اَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا سے مراد انبیاء و آئمہ علیہم السلام کا اقرار ہے اور جو شخص مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کو دیکھ کر اقرار کرے گا تو اس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

الاعراف (46)

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ

ترجمه

اوران دونوں (گروہوں) کے درمیان پردہ ہوگا اور اعرف پر کچھ مرد ہونگے جو ہر ایک کو انکے نشانوں سے پہچان لیں اور جنت والوں کو آواز دیں گے کہ تم پر سلامتی ہو وہ اس میں داخل نہ ہوئے ہوں گے حالانکہ وہ خواہش رکھتے ہوں گے۔

☆ بحار الانوار (ج8 ص339)

☆ کفایۃ الاثر (ص194)

☆ مناقب ابن شہر آشوب (ج1 ص296)

☆ العوالم (ج15 ص195)

☆ عوالم امام الحسین (ص74)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص167)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج3 ص377)

☆ ینابیع المودۃ (ص102)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر: ص57

تفسیر قمی میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ہر امت کا حساب اس زمانے کے امام علیہ السلام کے ذمہ ہے اور آئمہ اہلبیت علیہم اجمعین اپنے دوستوں اور

دشمنوں کوان کے چہروں سے پہچان لیں گے اور یہ ہی معنی ہیں اس آیت مجیدہ "وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ " اور اس دن آئمہ اطہار علیہم السلام اپنے محبان کے اعمال نامے ان کے سیدھے ہاتھ میں دیں گے اور وہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے اور دشمنوں کے اعمال نامے ان کے الٹے ہاتھ میں دیا جائے گا اور سارے ظالمین دشمن آل محمدؐ جہنم میں داخل کیئے جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

الاعراف(48)

وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَى عَنكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ

ترجمہ

اور اعراف والے کچھ جہنمی لوگوں کو جنہیں ان کا چہرہ دیکھ کر پہچان لیں گے آوازیں دیں گے اور کہیں گے کہ اب نہ تو تمہارا جتھا ہی کام آیا اور نہ وہ جو تم تکبر کیا کرتے تھے فائدہ مند ثابت ہوا۔

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص167)

☆ معانی الاخبار (ص59)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص51)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ینابیع المودۃ (ص429)

حضرت امام مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اوران کے معصوم آباءواجداد ہی أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ ہیں الحافظ سلیمان الحنفی القندوزی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضرت سلمان فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم سے سنا انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں دس بار سے زیادہ فرمایا اے علیؑ تو اور تیری اولاد میں سے جو اوصیاء ہیں جنت اور دوزخ کے درمیان اعراف ہیں نہیں داخل ہوگا دوزخ میں مگر وہ شخص جس نے آپ نے اسے اپنا محب نہیں جانا۔

☆☆☆☆☆

Knowledge for All
...e-Sakina
...istan Sindh
Hyderabad

الاعراف(53)

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ

ترجمہ

کیا وہ اس کی حقیقت کا انتظار کرتے ہیں جس دن اسکی حقیقت ظاہر ہوگی تو وہ لوگ جنھوں نے اسے پہلے ہی بھلا رکھا تھا کہیں گے، بیشک ہمارے پروردگار کے رسول حق لے کر آئے۔

☆ تفسیر قمی (ج1 ص235)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص179)

☆ المحجۃ (ص72)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القوال المختصر فی علامات مہدی المنتظر: ص92

صحیح مسلم شریف۔ کتاب الایمان۔ باب نزول عیسیٰ ابن مریم حاکما بشریعة نبینا محمدؐ (137/1)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِن قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ " یہ آیت قیام مہدی آل محمد علیہ السلام اور قیامت کے بارے میں ہے۔

☆☆☆☆☆

الاعراف (71)

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ

ترجمہ

ہودؑ نے کہا کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب کا نازل ہونا مقرر ہو چکا ہے۔ کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے اپنی طرف سے رکھ لئے ہیں۔ جنکی خدا نے کوئی سند نازل نہیں کی۔ تو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

☆ تفسیر عیاشی (ج2 ص138 ح50)

☆ کمال الدین اتمام النعمة (ج2 ص645)

☆ تفسیر صافی (ج2 ص428)

☆ بحار الانوار (ج52 ص128)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج3 ص400)

☆ تفسیر البرہان (ج 3 ص 181)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر (ص 60)

محمد بن فصیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے محمد وآل محمد علیہ السلام کے فرج وکشائش کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا" کیا تو نہیں جانتا کہ فرج کا انتظار خود کشائش ہے کیونکہ خالق کائنات فرماتا ہے" تم انتظار کرو اور میں بھی منتظر ہوں"۔

☆☆☆☆☆

الاعراف (128)

قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

ترجمہ

موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور صبر کرو بیشک زمین اللہ تعالیٰ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اسکا وارث بنادیتا ہے اور انجام تو پرہیز گاروں ہی کے لئے ہے۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 3 ص 427)

☆ تفسیر عیاشی (ج 2 ص 25)

☆ الاستبصار (ج 3 ص 108)

☆ تہذیب الاحکام (ج7 ص152)

☆ تاویل الآیات (ج1 ص177)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص454)

☆ وسائل الشیعہ (ج17 ص329)

☆ الحجہ (ص73)

☆ بحار الانوار (ج52 ص390)

☆ ملاذ الاخیار (ج11 ص249)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج2 ص56)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص192)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ (سورۃ الکہف آیت نمبر82)

☆ (مظاہر حق جدید: ج5 ص37)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہمارا عہد حکومت تو سب کے بعد ہی آئے گا ہم سے قبل ہر خاندان اور قبیلے کو حکومت کرنے کا موقع دیا جا چکے گا، تا کہ ہمارے دور حکومت کو دیکھ کر کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ اگر ہمیں حکومت کرنے کا موقع ملا ہوتا تو ہم بھی ایسا ہی طریقہ اختیار کرتے۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ کتاب امیر المومنین علیہ السلام میں لکھا ہے میں اور میرے اہلبیت علیہم اجمعین وہ ہیں جنھیں خدا نے زمین کا وارث بنایا ہے اور ہم ہی اہل تقوی ہیں۔ ساری زمین ہماری میراث ہے

جوشخص کسی بنجر زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسکی ملکیت ہے اسے چاہیے کہ وہ اس زمین کا خراج اہلبیت کے امام زمانہ علیہ السلام کو پہنچائے باقی پیداوار وہ خود استعمال کرے اگر وہ اس زمین کو چھوڑ دے اور کوئی دوسرا مسلمان اس زمین کو آباد کرے تو وہ زمین اسکی ملکیت قرار پائے گی وہ اس زمین کا خراج امام زمان اہلبیت علیہم اجمعین تک پہنچائے اور زمین کی پیداوار کو خود استعمال کرے۔ جب میری اولاد میں سے مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا ظہور ہوگا تو وہ تمام زمینوں پر قبضہ کرلیں گے جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام زمینیں اپنے قبضے میں لے لیں تھیں البتہ وہ زمین جو ہمارے شیعہ کے تصرف میں ہوگی اس پر وہ قبضہ نہیں کریں گے اور وہ بدستور ان کے تصرف میں رہے گی۔

☆☆☆☆☆

الاعراف(157)

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوباً عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَآئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالأَغْلاَلَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُواْ بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُواْ النُّورَ الَّذِيَ أُنزِلَ مَعَهُ أُوْلَـئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

ترجمہ

وہ لوگ جو اس رسول نبی اُمی کی پیروی کرتے ہیں جس (کی اوصاف) کو وہ اپنے ہاں توریت اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انھیں نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے اور وہ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال کرتا ہے، اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتا ہے اور وہ ان کے بوجھ اور طوقوں کو جو ان پر تھے ان سے اتارتا ہے پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لائے اور جنھوں نے اسکو قوت پہنچائی اور اسکی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج3 ص464)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص222)

☆ تاویل الآیات (ج1 ص178)

☆ وسائل الشیعۃ (ج18 ص45)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص447)

☆ الحجۃ (ص74)

☆ بحار الانوار (ج24 ص353)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج2 ص83)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص222)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القوال المختصر فی علامات مھدی المنتظر: ص36

امام رضا علیہ السلام نے ایک جاثلیق سے کہا تھا کہ تم اپنے آپ کو خدا اور اسکے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت میں سمجھو ہماری طرف سے تم پر کوئی ناروا سلوک نہیں کیا جائے گا اب بتاؤ کیا تمہاری کتاب میں ہمارے نبیؐ کا ذکر موجود ہے جاثلیق نے کہا: ہماری کتاب میں محمدؐ نامی نبی کا ذکر موجود ہے اس کے ذکر میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اسکے وصی کا نام علیؑ ہوگا اور اسکی بیٹی کا نام فاطمہ سلام اللہ علیہا ہوگا اور اس کے نواسے حسن و حسین علیہم السلام ہونگے۔ چنانچہ توراۃ زبور انجیل میں محمدؐ وآل محمدؐ کا ذکر موجود ہے۔

☆☆☆☆☆

الاعراف(159)

وَمِن قَوْمِ مُوسَى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ

ترجمہ

اور موسیٰ کی قوم میں بھی ایک گروہ تھا جو حق کے ساتھ ہدایت کرتے تھے، اور اسی (حق) کے ساتھ عدل کیا کرتے تھے۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 89)

☆ تفسیر البرہان (ج 3 ص 225)

☆ دلائل الامامۃ (ص 247)

☆ الارشاد (ص 365)

☆ مجمع البیان (ج 2 ص 489)

☆ روضۃ الواعظین (ج 2 ص 266)

☆ اعلام الوریٰ (ص 433)

☆ کشف الغمۃ (ج 3 ص 256)

☆ تفسیر عیاشی (ج 2 ص 35)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ (الاشاعہ: ص 224)

مفضل بن عمر راوی ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب مہدی آلِ محمد عجل اللہ

تعالیٰ فرجہ الشریف ظاہر ہونگے اور جب خانہ کعبہ سے اللہ کے حکم سے ظہور فرمائیں گے تو آپ کے ساتھ اللہ عزوجل آپؑ کے 313 اصحاب کو بھیج دے گا جن میں 15 قوم موسیٰؑ کے مومنین 17 اصحاب کہف اور مقداد، جابر انصاری، مومن آل فرعون اور یوشع بن نون جو وصی موسیٰؑ تھے۔ 313 میں شامل ہونگے اور یہ ہی اس آیت مجیدہ میں آگاہ کیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاعراف(181)

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ

ترجمہ

اور جن کو ہم نے پیدا کیا ان میں سے ایک گروہ ایسا ہے جو حق کیساتھ ہدایت کرتا ہیں اور اسی کے مطابق عدل کرتا ہیں۔

☆ مناقب ابن شہر آشوب(ج4ص400)

☆ تفسیر البرہان(ج3ص250)

☆ تفسیر الکافی(ج1ص343)

☆ مجمع البیان(ج4ص400)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ (الحاوی: ج2ص102)

عبداللہ بن سنان کہتا ہے: امام صادق علیہ السلام اس آیت کی تفسیر کے بارے "ہمارے مخلوق

میں سے کچھ لوگ حق کی طرف ہدایت کرتے ہیں اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں" کے بارے میں فرمایا: اس سے مراد ہم آئمہ اطہار علیہم اجمعین ہیں۔

☆☆☆☆☆

الاعراف(187)

إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

ترجمہ

اور وہ اسکے معین وقت پر نازل کردے گا اور وہ آسمان وزمین پر بڑا بھاری ہوگا وہ تم پر محض اچانک ہوگا۔

☆ کمال الدین (ج2ص272)
☆ اعلام الوریٰ (ص317)
☆ کشف الغمۃ (ج3ص118)
☆ منتخب الانوار المضیئۃ (ص38)
☆ نوادر الاخبار (ص225)
☆ حلیۃ ابرار (ج4ص613)
☆ غایۃ المرام (ج7ص90)
☆ مستدرک الوسائل (ج10ص393)
☆ فرائد السمطین (ج2ص337)
☆ ینابیع المودۃ (ج3ص309)
☆ کفایۃ الاثر (ص248)
☆ الصراط المستقیم (ج2ص156)

☆ اثبات الھداۃ (ج 1 ص 601)

☆ الانصاف (ص 270)

☆ عیون الاخبار الارضا (ج 2 ص 265)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ رواہ البخاری

☆ مشکوۃ (ص 466)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کی مثال قیامت کی طرح ہے وہ اچانک آئے گا اور وہ اہل آسمان و زمین کے لیے کٹھن وقت ہوگا اس ساعت کا علم اللہ سبحانہ کو ہے۔

☆☆☆☆☆

الانفال (7,8)

وَيُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُحِقَّ الحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِيْنَ۔ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ

ترجمہ

اور اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو حق ثابت کر دیا جائے اور کافروں کی نسل کو قطع کر دے تاکہ حق کو حق ثابت کر دیا جائے اور باطل کو باطل خواہ مجرم اسے ناپسند ہی کریں۔

☆ تفسیر عیاشی (ج 2 ص 54)

☆ بحار الانوار (ج 8 ص 128)

☆ تفسیر البرہان (ج 2 ص 68)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 550 ب 32 ح 557)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 3 ص 546)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ (التعلیق الصبیح: ج 6 ص 200)

تفسیر عیاشی کی ایک روایت میں مذکور ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: یُحِقَّ الحَقَّ بِکَلِمَاتِهِ کے جملہ کی ایک باطنی تفسیر بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ لفظ یرید اللہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ ایک چیز کو واقع کرنا چاہتا ہے جو کہ ابھی تک رونما نہیں ہوئی اور وہ چیز یہ ہے یُحِقَّ الحَقَّ بِکَلِمَاتِهِ کہ وہ اپنے کلمات کے ذریعہ سے حق کو ثابت کرے۔ اور "کلمات" کی باطنی تفسیر میں اس سے حضرت علی علیہ السلام مراد ہیں اور وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ سے بنی امیہ مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے وقت آل محمدؐ کے حق کو ثابت کردے گا اور بنی امیہ کے باطل کو بھی واضح کردے گا خواہ مجرمین کو یہ بات ناگوار ہی کیوں نہ گزرے۔

☆☆☆☆☆

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ

ترجمه

اللہ سبحانہ ایسا نہ کرے گا کہ آپؑ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے۔

☆ کتاب دار السلام احوال حضرت مھدیؑ (ص 150)

☆ تفسیر البرہان (ج 3 ص 313)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مسلم شریف (حدیث نمبر 7240 تا 7244)

☆ سنن ابن ماجہ (4063 تا 4065)

آیت کی تفسیر میں مرقوم ہے کہ مہدی آل محمد عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کا وجود اقدس مثل حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اسی لیے عذاب موخر ہے۔

☆☆☆☆☆

الانفال (39)

وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ

ترجمه

اور ان کو قتل کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ فساد باقی نہ رہے اور ہر طرف اللہ کا دین باقی رہ جائے۔

☆ روضۃ الکافی (ج 8 ص 201)

☆ تفسیر الصافی (ج 2 ص 303)

- ☆ المحجۃ (ص78)
- ☆ تفسیر البرہان (ج2 ص81)
- ☆ المیزان (ج9 ص87)
- ☆ منتخب الاثر (ص290)
- ☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص239)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج3 ص585)
- ☆ الزام الناصب (ج1 ص90)
- ☆ تفسیر العیاشی (ج2 ص60)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

- ☆ الحاوی: (ج2 ص73)
- ☆ کتاب البرہان: (ج20 ص310)

محمد بن مسلم روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام سے قول خدا کے بارے میں سوال کیا: آپؑ نے فرمایا: "یہ آیت جب سے نازل ہوئی ہے اس کی تاویل ابھی تک نہیں آئی، بلاشبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اور اپنے اصحاب کی ضرورت کی بناء پر رہنے کی اجازت دیدی مگر جب اس آیت کی تاویل آجائے گی تو پھر ان لوگوں کا عذر قبول نہ ہوگا، اور سب کے سب قتل کردیے جائیں گے تاکہ شرک باقی نہ رہے اور سب کے سب اللہ کو واحد و یکتا ماننے لگیں۔

☆☆☆☆☆

الانفال (75)

وَالَّذِينَ آمَنُواْ مِن بَعْدُ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ مَعَكُمْ فَأُوْلَـئِكَ مِنكُمْ وَأُوْلُواْ الأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَى بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللّهِ إِنَّ اللّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ

ترجمہ

اور وہ لوگ جو بعد میں ایمان لائے، اور تمھارے ساتھ ہو کر ہجرت کی اور جہاد کیا، تو وہ تم میں سے ہی ہیں اور اللہ تعالی کی کتاب میں بعض رشتہ دار بعض سے زیادہ حقدار ہیں یقیناً اللہ تعالی ہر ایک چیز کو اچھی طرح جاننے والا ہے۔

- ☆ اثباۃ الھداۃ (ج3 ص467 ب32 ح128)
- ☆ الزام الناصب (ج1 ص67,69)
- ☆ تفسیر الصافی (ج4 ص387)
- ☆ تفسیر البرھان (ج3 ص293 ح14)
- ☆ المحجۃ (ص200)
- ☆ بحار الانوار (ج51 ص135 ب4 ح1)
- ☆ نور الثقلین (ج1 ص511 ح375)
- ☆ نوادر الاخبار (ص227 ح5)
- ☆ کمال الدین (ج1 ص323 ب31 ح8)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

- ☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص239)

ثابت ثمالی، امام سجاد علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت بعض کے چاہنے والے دوسرے کے بہ نسبت زیادہ سزاوار ہے کتاب ہذا کے لیے ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی: اس نے کلمہ توحید کو اپنے بعد کے نسلوں کے لیے قرار دیا اور روز قیامت تک امامت نسل حسین بن علی علیہ السلام سے ہوگی اور ہمارے قائم علیہ السلام کے لیے دو غیبتیں ہیں، جسکی دوسری غیبت طولانی ہوگی۔ پہلی غیبت چھ دن چھ ماہ یا چھ سال تک طولانی ہوگی اور دوسری غیبت اتنی طولانی ہوگی کہ بہت سے مومنین اس عقیدے سے منحرف ہو جائیں گے اور اس عقیدے پر ثابت قدم نہ رہیں گے، مگر وہ لوگ جن کے عقیدے یقین پر مبنی ہوں گے اور انکی معرفت زیادہ ہوگی۔

☆☆☆☆☆

التوبه (3)

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ

ترجمه

اور یہ اللہ تعالی اور اس کے رسول کی طرف سے حج اکبر کے دن سب لوگوں کے لئے اعلان ہے کہ یقیناً اللہ تعالی اور اسکا رسول مشرکوں سے بری الذمہ ہیں پس اگر تم توبہ کرلو تو وہ تمھارے لئے بہتر ہے اور اگر روگردانی کروگے تو جان لو کہ تم یقیناً اللہ تعالے کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور وہ لوگ جو کافر ہوگئے انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے۔

☆ تفسیر عیاشی (ج2 ص82)

☆ بحار الانوار (ج 51 ص 55 ب 5 ح 40)

☆ غایۃ المرام (ج 4 ص 80)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 550 ب 32 ح 560)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الحاوی (ج 2 ص 80)

☆ کتاب البرہان (ج 2 ص 611)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری روایت کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تاویل میں فرمایا کہ یہ آیت خروج قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے متعلق ہے اور اذان سے مراد انکی دعوت اپنی طرف ہے۔

☆☆☆☆☆

التوبہ (16)

أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

ترجمہ

کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ تم یوں ہی چھوڑ دیئے جاؤ گے اور ابھی تک تو خدا نے ان لوگوں کو ممتاز کیا ہی نہیں جو تم میں سے راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور خدا اور اس کے رسول اور مومنین کے سوا کسی کو

اپنا راز نہیں بناتے اور اللہ تمہارے عملوں سے باخبر ہے۔

☆ غیبۃ الطوسی (ص336)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص510)

☆ بحار الانوار (ج52 ص113)

☆ منتخب الاثر (ص315)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص380)

☆ تفسیر قمی (ج1 ص282)

☆ لکافی (ج1 ص425)

☆ غایۃ المرام (ص264-265)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص311)

ابی الجارود نے ابی جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس آیت میں مومنین سے مراد ہر زمانہ کے امام علیہ السلام ہیں۔

☆☆☆☆☆

التوبہ (33،32)

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِؤُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ

الَّذِیْ أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

ترجمہ

یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے نور کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں۔ اور خدا اپنے نور کو پورا کیے بغیر رہنے کا نہیں۔ اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے۔ (اللہ) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک اسے ناپسند ہی کریں۔

☆ الصراط المستقیم (ج1ص303)

☆ تفسیر مجمع البیان (ج3ص25)

☆ بحار الانوار (ج37ص201)

☆ العوالم الامام علیؑ (ص186)

☆ تفسیر مجمع البیان (ج3ص25)

☆ اثبات الھداۃ (ج3ص448)

☆ الاحتجاج (ج1ص55)

☆ العدد القویۃ (ص176)

☆ ینابیع المودۃ (ج71ص423)

☆ کمال الدین (ج2ص670)

☆ آیات الولایۃ (ص151)

☆ تفسیر الاصفی (ج2ص231)

☆ تفسیر مجمع البیان (ج3ص25)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مھدی المنتظر: ص37

علی بن ابراہیم قمی اپنی تفسیر میں کہتے ہیں یہ وہ آیت ہے جو مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے لیے نازل ہوئی ہے جنکو تمام ادیانوں پر فتح نصیب ہوگی۔ مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف دنیا کو عدل وانصاف سے پُر کردیں گے جب کہ وہ ظلم وجور سے بھری ہوگی یہ وہ آیت ہے جسکی تاویل تنزیل کے بعد ہوگی۔

☆☆☆☆☆

التوبہ (36)

وَقَاتِلُواْ الْمُشْرِكِينَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَآفَّةً وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ

ترجمہ

پس تم ان میں اپنے آپ پر ظلم نہ کرو اور تم سب مل کر مشرکوں سے جنگ کرو جس طرح وہ سب مل کر تمھارے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالی پرہیز گاروں کے ساتھ ہے۔

☆ غایۃ المرام (ص244)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص411)

☆ الزام الناصب (ج1 ص91)

☆ البحار (ج1 ص55)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات المھدیؑ منتظر: ص59

ابن عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا اے جابر! امام بارہ ہیں پہلے علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آخری مہدی آل محمد علیہ السلام ہیں پورے اسلام کے مطابق ان کی تعداد اتنی ہے جتنے سال کے مہینے ہوتے ہیں اور وہ بارہ مہینے ہیں اور امام صادق علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں اس آیت کی تاویل ابھی نہیں ہوئی اس آیت کی تاویل کا وقت اس وقت ہوگا جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ظہور کرینگے تو کوئی مشرک باقی نہ رہے گا۔ مگر وہ ان کے ظہور کو ناپسند کرے گا اور قتل کر دیا جائیگا۔

☆☆☆☆☆

التوبہ(52)

قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمُ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بِأَيْدِينَا فَتَرَبَّصُوا إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ

ترجمہ

کہہ دو ہمارے بارے میں تم کیا انتظار کرتے ہو سوائے اس کے کہ دو بھلائیوں میں سے ایک (حاصل ہو) اور ہم تم سے اس بات کا انتظار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے کوئی عذاب پہنچائے پس تم انتظار کرتے رہو اور ہم بھی تمھارے ساتھ انتظار کرتے ہیں۔

☆ اصول کافی (ج 8 ص 286)

☆ تفسیر البرہان (ج 2 ص 133)

☆ تفسیر الصافی (ج 2 ص 348)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 311 ب 67 ح 17)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 2 ص 225 ح 178)

☆ روضۃ الکافی (ص 275، 287 ح 431)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر: ص 37

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ منکرین مہدیؑ کو دنیا دی مشکلات کے عذاب سے سابقہ رہے گا یہاں تک کہ جب ظہور امام علیہ السلام کو وہ درک کر لیں گے تو امام علیہ السلام ان اشقیاء کو فی النار کر دیں گے۔

☆☆☆☆☆

توبہ (105)

وَقُلِ اعْمَلُوا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ وَالْمُؤْمِنُونَ

ترجمہ

کہو عمل کیے جاؤ خدا رسول اور مومنین تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

☆ الشافی فی الامامۃ (ص475)

☆ دارالسلام احوال حضرت مہدیؑ (ص149)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص494)

☆ تفسیر عیاشی (ج2 ص115)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب البرہان: ج2 ص625

امام علیہ السلام نے فرمایا مومنین سے مراد آئمہ طاہرین علیہم اجمعین ہیں (جیسا کہ آج بھی ایک امامؑ پردہ غیب میں ہمارے اعمال کا مشاہدہ کرر ہا ہے ملائکہ ہمارے اعمال خدا تک پہنچانے سے پہلے مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے حضور پیش کرتے ہیں۔)

☆☆☆☆☆

التوبہ (119)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

ترجمہ

جو ایمان لاچکے ہو تم خدا سے ڈرتے رہو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

☆ سلیم بن قیس (ص189)

☆ نورالثقلین (ج4 ص190)

☆ غایۃ المرام (ص248ب43ح5)

☆ تفسیر البرہان (ج2ص170)

☆ بحار الانوار (ج33ص149)

☆ تفسیر قمی

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص314)

حضرت مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف صادقین میں ہیں۔ سلیم بن قیس ہلالی کہتے ہیں امام علی علیہ السلام حدیث (مناشدہ) میں فرماتے ہیں: تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا جانتے ہو کہ خدا اپنی کتاب میں نازل کرتا ہے کے (یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِینَ) حضرت سلمانؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ یہ آیت عام ہے یا خاص؟ فرمایا: جن کو حکم دیا گیا ہے وہ عام ہیں کیوں کہ مومنین کو یہ حکم دیا گیا ہے لیکن (صادقین) مخصوص ہیں میرا بھائی علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور میرے جانشین تا قیامت۔

☆☆☆☆☆

یونس (20)

وَيَقُولُونَ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ ءَايَةٌ مِّن رَّبِّهِۦ فَقُلْ إِنَّمَا ٱلْغَيْبُ لِلَّهِ فَٱنتَظِرُوٓا۟ إِنِّى مَعَكُم مِّنَ ٱلْمُنتَظِرِينَ

ترجمہ

کہ اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر کیوں کوئی آیت نہیں نازل کی جاتی پس تم کہہ دو کہ ماسوا اسکے نہیں ہے کہ غیب تو اللہ ہی کیلئے ہے پس تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمھارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں سے ہوں۔

- ☆ ینابیع المودۃ (ص507)
- ☆ بحارالانوار (ج52 ص123)
- ☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ج2 ص340)
- ☆ تاویل الآیات (ج1 ص32)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص458)
- ☆ تفسیر البرہان (ج1 ص53)
- ☆ المحجۃ (ص16)
- ☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص240)
- ☆ المصدر (ص125)، تفسیر نور الثقلین (ج4 ص219)
- ☆ الزام الناصب (ج1 ص75,92)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

- ☆ القول المختصر فی علامات المھدی المنتظر: ص72

یحیٰی بن ابو القاسم کہتے ہیں: امام صادق علیہ السلام خدا کے اس قول کی تفسیر میں فرماتے ہیں (وَيَقُولُونَ لَوْلَآ أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوٓا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ

الْمُنتَظِرِينَ) یہاں غیب سے مراد حجت قائم علیہ السلام ہیں۔

☆☆☆☆☆

یونس(24)

حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا

ترجمہ

یہاں تک کہ جب زمین کی اس سے زینت ہوئی اور وہ بن سنور گئی اور اہل زمین نے یہ خیال کر بھی لیا کہ اب ہم اس پر قابو پانے والے ہیں تو یکا یک ہمارا عذاب رات کو یا دن کو آ پہنچا۔

☆ الزام الناصب(ج1ص92)

☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ص469ب43ح23)

☆ بحارالانوار(ج52ص42ب18ح32)

☆ تفسیرنورالثقلین(ج2ص299ح41)

☆ تبصرۃ الولی(ص773)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ (اثارالقیامہ:ص366)

☆ (الاشاعہ:ص198)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ آیات آل فلاں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جیسے کہ "حَتّیٰ إِذَا أَحْدَثَتِ الْأَرْضُ" یعنی ظالمین اور "او نہارا" یعنی القائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف بالسیف بنی امیہ بنی عباس اور دشمنان خدا و اہل بیتؑ کو نیست و نابود کر دیں گے۔

☆☆☆☆☆

یونس (35)

قُلْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ قُلِ اللَّهُ يَهْدِي لِلْحَقِّ أَفَمَن يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَن يُتَّبَعَ أَمَّن لَّا يَهِدِّي إِلَّا أَن يُهْدَى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ

ترجمہ

تم کہہ دو کہ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے جو حق کی طرف رہبری کرے تم کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ حق کی طرف رہبری کرتا ہے پھر کیا وہ شخص جو حق کی طرف رہبری کرتا ہے زیادہ حقدار ہے کہ اس کی پیروی کی جائے یا وہ جو راہ نہیں پاتا ہے سوائے اسکے کہ اسے راہ دکھلائی جائے پھر تمھیں کیا ہو گیا ہے تم کیسا فیصلہ کرتے ہو۔

- ☆ روضۃ الکافی (ص209ح253)
- ☆ الکافی (ج8 ص208ح252)
- ☆ بحار الانوار (ج52 ص296)
- ☆ غیبت نعمانی (ص274ب14ح32)
- ☆ الحجۃ (ص99)
- ☆ تفسیر البرھان (ج52 ص296ب26ح50)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج4 ص234)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 93)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص 240)

داؤد بن فرقد کہتے ہیں: عجلیہ سے ایک شخص نے اس حدیث کوسنا کہ کہا گیا (ظہور کے وقت) دن کے پہلے حصے میں منادی ندا کرے گا: آگاہ رہو فلاں بن فلاں اور اسکے پیرو کامیاب ہیں اور دن کے آخری حصے میں منادی ندا دے گا: آگاہ رہو کے عثمان اور اس کے پیرو کامیاب ہیں: اس شخص عجلی نے کہا: ان میں سے کونسا سچا ہوگا؟ حضرت نے جواب دیا اسکی تصدیق کرو جس کو تم پہلے سے حق کے ساتھ جانتے تھے خدا فرماتا ہے کیا جو حق کی طرف ہدایت کرے وہ سزاوار ہے اسکی پیروی کی جائے یا وہ کے ہدایت نہیں کرتا صرف ہدایت چاہتا ہے۔

☆☆☆☆☆

یونس (48)

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَـٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

ترجمہ

اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا۔

☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ج 1 ص 317 ب 30 ح 3)

☆ عیون الاخبار الرضاؑ (ج 1 ص 68 ب 6 ح 36)

- ☆ مقتضب الاثر (ص 23)
- ☆ الصراط المستقیم (ج 2 ص 111)
- ☆ العدد القویۃ (ص 71)
- ☆ منتخب الانوار المضیئۃ (ص 78)
- ☆ العوالم (ج 15 ص 257)
- ☆ کشف الاستار للنوری (ص 109)
- ☆ منتخب الاثر (ص 62)
- ☆ الانصاف (ص 213)
- ☆ کفایۃ الاثر (ص 231)
- ☆ اعلام الوریٰ (ص 384)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج 1 ص 479)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

- ☆ مستدرک الحاکم (ج 4 ص 463)

عبدالرحمن بن سلیط کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ہمارے خاندان کا بارھواں میرا فرزند حضرت مہدیؑ ہوگا پہلے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور آخری میرے فرزندوں میں سے نواں فرزند ہے جو قائم بہ حق ہے خدا زمین کو اسکی وسیلہ سے موت کے بعد زندہ کرے گا، سب ادیان پر اپنے دین کو اسکی بدولت غالب کرے گا اسکی ایک غیبت طولانی ہوگی پچھ لوگ

اس دوران مرتد ہو جائیں گے اور دوسرے کچھ لوگ ثابت قدم رہیں گے ان کو اذیت دی جائے گی اور کہا جائے گا اگر سچ بولتے ہو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ یادرکھو کے اسکی غیبت کے دوران سب مشکلات پر صبر سے کام لینا جو بھی ایسا کرے گا اس مجاہد کے مانند ہوگا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہو۔

☆☆☆☆☆

یونس (50)

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتاً أَوْ نَهَاراً مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ

ترجمہ

تم یہ کہہ دو کہ آیا تم نے یہ سوچا کہ اگر اس کا عذاب تم پر یکایک رات کو یا دن میں آپہنچے تو یہ گنا ہگار اس کے متعلق جلدی کا ہے کی کرتے ہیں۔

☆ تفسیر البرہان (ج2ص187ح2)

☆ بحارالانوار (ج52ص185ب25ح10)

☆ الزام الناصب (ج1ص92)

☆ تفسیر الصافی (ج2ص405)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج2ص306ح73)

☆ تفسیر قمی (ج1ص312)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم(ص401)

☆ ترمذی(ص1324)

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتاً أَوْ نَهَاراً مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ۔(آپ کہہ دیں کہ ذرا سوچو تو سہی اگر تم پر اس کا عذاب رات کے وقت آجائے یا دن میں آجائے تو تم کیا کرو گے آخران مجرمین کو کس بات کی جلدی ہے؟) کی آیت مجیدہ کے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ وہ عذاب ہے جو آخری زمانہ میں فاسق اہل قبلہ پر نازل ہوگا اور وہ اس سے قبل عذاب آنے کا انکار کر رہے ہوں گے۔

یونس (62)

أَلا إِنَّ أَوْلِيَاء اللّهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ

ترجمہ

آگاہ ہو کہ یقیناً اللہ تعالے کے اولیا (وہ ہیں) کہ ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم کریں گے۔

☆ آیۃ الولایۃ (ص164)

☆ اثبات الھداۃ (ج3ص475,476ب32ف5ح163)

☆ کمال الدین (ج2ص357ب33ح54)

☆ حلیۃ الابرار (ج5ص420ب51ح4)

☆ تفسیر صافی (ج2ص173)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج4ص243)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات المھدی المنتظر (ص69)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ہمارے قائم عجل اللہ فرجہ الشریف کے ان شیعوں کیلئے خوشخبری ہو۔ جو دوران غیبت ان کے ظہور کا با معرفت انتظار کر رہے ہیں اور ظہور کے وقت ان کے اطاعت کریں گے خدا کے وہ دوست ہیں جنہیں کوئی خوف وحزن نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

یونس (64)

لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

ترجمہ

یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں ان کے لئے دنیا کی زندگانی میں (بھی) خوشخبری ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالی کے کلموں میں کوئی بھی تبدیلی نہیں یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

☆ تفسیر الصافی (ج 2 ص 410)،

☆ وسائل الشیعۃ (ج 18 ص 45 ب 7 ح 16)،

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 447 ب 32 ح 43)،

☆ المحجہ (ص 74)،

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 2 ص 83 ح 299)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 89)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ التذکرہ (ص 699)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ان کو خوشخبری دیں گے اپنے قیام اور ظہور کی دشمنوں سے انتقام، اور مومنین کی شفاعت اور حوض کوثر پر اپنی اقتدا میں محشور ہونے کی۔

☆☆☆☆☆

یونس (98)

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ فَنَفَعَهَا إِيمَانُهَا إِلَّا قَوْمَ يُونُسَ لَمَّا آمَنُوا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ

ترجمہ

پس کوئی بستی ایسی نہیں ہوئی کہ وہ ایمان لائی ہو تو اس کو اسکے ایمان نے کوئی فائدہ دیا ہو سوائے یونس کی قوم کے کہ جس وقت وہ ایمان لائے ہم نے دنیا کی زندگانی میں ان سے رسوا کرنے والا عذاب ہٹا دیا۔ اور ایک مدت تک ہم نے انھیں فائدہ پہنچایا۔

☆ بحار الانوار (ج 52 ص 241)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 737 ب 34 ف 9 ح 109)

☆ تفسیر البرھان (ج 4 ص 107 ح 1)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ بالقوم المختصر فی علامات مهدی المنتظر (ص 41)

ابو بصیر نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کیا؛ یہ جو خدا فرماتا ہے:(عَذَابَ الخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنَاهُمْ إِلَى حِينٍ) دنیا میں کافروں کے لیے کونسا عذاب ہے؟ حضرتؑ نے فرمایا: ابوبصیر! اس عذاب سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ کوئی شخص اپنے خاندان میں بیٹھا ہوگا تو اچانک اسکے اہل وعیال اسکا گریبان پکڑیں گے اور فریاد کریں گے، لوگ پوچھیں کیا ہوا؟ کہیں گے ابھی فلاں شخص مسخ ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا یہ واقعہ قیام قائم سے پہلے رونما ہوگا یا بعد میں؟ حضرت نے فرمایا: ہاں! قیام قائم علیہ السلام سے پہلے۔

یونس (102)

فَهَلْ يَنتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِهِمْ قُلْ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ

ترجمہ

پھر کیا وہ ایسے دنوں کا انتظار کرتے ہیں جیسا کہ ان لوگوں کے دن تھے جو ان سے پہلے گذر گئے ہیں کہہ دو پس تم انتظار کرو یقیناً میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنیوالوں میں سے ہوں۔

☆ تفسیر عیاشی (ج2 ص142)

☆ بحار الانوار (ج13 ج138)

☆ تفسیر صافی (ج1 ص775)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مھدی المنتظر: ص72

محمد بن فضیل راوی ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا فرج (کشائش) کا انتظار کرنا خود فرج (سکون) ہے اسی لیے اس آیت میں اللہ عزوجل فرماتا ہے انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں۔

☆☆☆☆☆

ھود(8)

وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَى أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ أَلاَ يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفاً عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُواْ بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ

ترجمہ

اور اگر ہم ایک گنی ہوئی جماعت کے آنے تک ان سے عذاب موخر کر دیں تو یقیناً یہ لوگ کہیں گے کہ اسے کس نے روکا ہے آگاہ رہو! جب وہ آئے گا تو ان سے ٹالا نہ جاسکے گا اور انہیں وہ عذاب آکر گھیر لے گا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔

☆ غیبت نعمانی (ص127)

☆ المحجۃ (ص102)

☆ الموسوعۃ احادیث امیر المومنین (ج1 ص158)

☆ تفسیر البرہان (ج1 ص208)

☆ بحار الانوار (ج51 ص58)

☆ تفسیر میزان (ج10 ص186)

☆ مجمع البیان (ج5 ص144)

☆ الزام الناصب (ج1 ص94)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن (ص241)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے "عذاب" سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا خروج ہے اور امت معدودۃ سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب ہیں جو اہل بدر کے اصحاب کی تعداد کے مطابق ۳۱۴ ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

ھود(18)

أَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ

ترجمہ

خبردار ہو کہ ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ج2 ص520 ب45 ح49)

☆ من لایحضرہ الفقیہ (ج1 ص498 ح1247)

☆ الخرائج والجرائح (ج3 ص1118 ب20 ح34)

☆ الاحتجاج (ج2 ص479)

- ☆ وسائل الشیعہ (ج3 ص172 ب38 ح8)
- ☆ ھدایۃ الامۃ (ج4 ص161 ح4)
- ☆ بحار الانوار (ج53 ص182 ب31 ح11)
- ☆ کفایۃ الاثر (ص158)
- ☆ غیبۃ الطوسی (ص439)
- ☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ج2 ص370)
- ☆ عیون الاخبار الرضا (ج2 ص6)
- ☆ منتخب الانوار المضیئہ (ص36)
- ☆ منتخب بصائر الدرجات (ص38)
- ☆ الرجعۃ (ص173)
- ☆ الایقاظ من الھجعۃ (ص356)
- ☆ مراۃ الانوار (ص209)
- ☆ بشراۃ الاسلام (ص154)
- ☆ اثبات الوصیۃ (ص227)
- ☆ غیبت النعمانی (ص186)
- ☆ دار السلام در احوالات حضرت مہدی (ص41)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمانہ آخر میں مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے دوران آسمان سے تین آوازیں آئیں گی جن میں پہلی الا لعنۃ اللہ علی الظلمین دوسری ازفۃ الازفۃ اور تیسری آواز آگاہ ہو جاؤ کے اللہ سبحانہ نے مہدی آل محمد عجل اللہ

تعالیٰ فرجہ الشریف کو مبعوث کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

ھود(80)

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ

ترجمہ

اس نے کہا کاش مجھے تمھارے مقابلہ کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط قلعہ کی پناہ لے سکتا۔

☆ الزام الناصب(ج1ص94)

☆ تفسیر البرہان(ج4ص134)

☆ کمال الدین وتمام النعمۃ(ج2باب58ص610ح26)

☆ اثبات الھداۃ(ج3ص494)

☆ حلیۃ الابرار(ج5ص258)

☆ المحجۃ(ص106)

☆ بحار الانوار(ج52ص327)

☆ منتخب الاثر(ص486)

☆ ینابیع المودہ(ج3ص241)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ مرقاۃ(ج10ص177)

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا اس آیت میں قوۃ سے مراد وہ طاقت ہے جو اللہ عزوجل نے مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کو عطا فرمائی ہے اور رکن شدید سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے 313 اصحاب ہیں، اور اسی قوت اور طاقت کی حضرت لوط علیہ السلام نے حسرت کی تھی تاکہ وہ اپنی بدترین سرکش قوم سے لڑسکیں یہاں تک کہ اللہ سبحانہ راضی ہوجائے اور کلمۂ حق عام ہوجائے۔

☆☆☆☆☆

ھود (82)

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ۔

ترجمہ

پھر جس وقت ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے اس طبقہ کو زیر وزبر کردیا اور ان کے اوپر مٹی کے پتھروں کا مینہ برسایا جو تمہارے پروردگار کے پاس چنے بنے ہوئے۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 60)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن (ص 228)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا یہ آیت علامات ظہور مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی طرف اشارہ کررہی ہے جب شدید زلزلے آئیں گے جب کثیر قتل وغارت ہوگی اور اس خوف سے

تمام انسان آہ و بکا کریں گے (یہ ایک طویل حدیث ہے جو مذکورہ حوالے سے پڑھی جاسکتی ہے)

☆☆☆☆☆

ھود (86)

بَقِيَّةُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ

ترجمہ

اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ کا بقیہ تمھارے لئے بہتر ہے۔

☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ص330 ب32 ح16)
☆ اعلام الوریٰ (ص433 ب4 ف3)
☆ الفصول المھمۃ (ص302)
☆ تفسیر صافی (ج2 ص468)
☆ نوادر الاخبار (ص266 ح8)
☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص528 ب32 ف22 ح441)
☆ تفسیر نور الثقلین (ج2 ص212 ح124)
☆ بشارۃ الاسلام (ص95 ب6)
☆ منتخب الاثر (ص292 ف2 ب35 ح1)
☆ انوار المضیۃ (ص374,375)
☆ نور الابصار (ص172)
☆ تفسیر عیاشی (ج2 ص168)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ابن ابی شیبہ۔

☆ المصنف:7:514:5: رقم:37653

الاکمال میں سے آئمہ علیہ السلامؑ سے منقول ہے کہ جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف خروج فرمائیں گے تو کہہ رہے ہوں گے کہ میں اللہ کا بقیہ ہوں اور جانشین خدا ہوں آئمہ طاہرین علیہم اجمعین نے فرمایا کہ جب دوران غیبت اپنے امام علیہ السلام کو سلام کرو تو کہو کہ السلام علیک یا بقیة اللہ فی ارضه

☆☆☆☆☆

ھود(110)

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ

ترجمہ

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی پھر اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے طے نہ ہو چکی ہوتی تو ضرور انکے درمیان فیصلہ کر دیا جاتا اور یقیناً وہ اس شک میں پڑے ہوئے ہیں۔

☆ روضۃ الکافی ص287ح432)

☆ تاویل الآیات (ج2 ص510)

☆ تفسیر الصافی (ج 2 ص 474)

☆ اثبات الهداة (ج 3 ص 451)

☆ الحجۃ (ص 183)

☆ الحجۃ (ص 183)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 313)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ فوائد الاخبار (صفحہ 157)

☆ الروض الانف (جلد 2 صفحہ 431)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر

امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس امت نے قرآن کے بارے میں اختلاف کیا اور جب قائم علیہ السلام کے بارے میں بھی اختلاف کریں گے تو یاد رکھو کہ بہت سے لوگ ان کی مخالفت کریں گے جس کے نتیجے میں حضرت ان کی گردن مار دیں گے۔

☆☆☆☆☆

یوسف (94)

إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ لَوْلَا أَن تُفَنِّدُونِ

ترجمہ

اگر مجھے یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے تو مجھے یوسف کی بو آرہی ہے۔

☆ غیبت نعمانی (ص310)

☆ کمال الدین (ج2ص672)

☆ دارالسلام دراحوال حضرت مہدیؑ (ص584)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب البرہان (ج2ص583)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا پیراہن یوسف علیہ السلام وہ کرتہ ہے جو جبرائیل امین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے لے کر آئے تھے جب آتش نمرود میں انہیں ڈالا گیا اور ان پر آگ کا اثر نہ ہوا اور یہ ہی قمیض حضرت یوسف علیہ السلام تک پہنچی جسکی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچی اور انھوں نے اس آیت کی تلاوت کی ہمارے مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے پاس یہ قمیض ہوگی اور وہ سارے تبرکات ہونگے جو انبیاء ماسبق کے ہیں یہ سب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف پر منتہی ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

یوسف(102)

ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ

ترجمہ

اور یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپؐ پر وحی کرتے ہیں۔اور جب برادران یوسف نے اپنی بات پر اتفاق کیا تھا اور وہ فریب کر رہے تھے تو تم ان کے پاس تو نہ تھے۔

☆ بحارالانوار (ج51ص109)
☆ آیت اللہ مصطفیٰ خمینی تفسیر القرآن الکریم (ج2ص227)
☆ تفسیر الاصفی (ج1ص12)
☆ تفسیر عیاشی (ج1ص24)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ ترمذی
☆ الجامع الصحیح، 505:4

مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا فرمان ہے " ہمارے قائمؑ کی غیبت طویل مدت رہے گی۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کی غیبت کے زمانے میں شیعہ اسطرح حیران و پریشان پھر رہے ہیں جیسے پرندے چراگاہ کی تلاش میں پھرتے ہیں لیکن ان کو چراگاہ نہیں ملتی۔ یاد رکھو جو شخص بھی اس زمانہ غیبت میں اپنے دین پر ثابت قدم رہا اور اسکا دل اپنے امامؑ کی طویل غیبت سے مایوس نہ ہوا تو وہ شخص قیامت کے دن میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔

☆☆☆☆☆

یوسف (110)

حَتّٰی إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا جَاءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَشَاءُ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ

ترجمه

یہاں تک کہ جب پیغمبر قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے اور ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ وہ جھٹلائے گئے ہیں تو ان کے پاس ہماری خاص مدد آ پہنچی تو جسے ہم نے چاہا نجات دی اور ہمارا عذاب گنہگار لوگوں سے ٹالا نہیں جا سکتا۔

☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ج2 ص352)

☆ کتاب دارالسلام احوالات حضرت مھدیؑ (ص108)

☆ تفسیر البرہان (ج4 ص240)

☆ دلائل الامامۃ (ص248)

☆ الحجۃ (ص107)

☆ منتخب الاثر (ص314)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ سیوطی

☆ الحاوی للفتاوی، 76:2

☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص242)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی

غیبت اتنی طویل ہوگی کہ خالص حق ہی رہ جائے گا اور لوگ کہیں گے کہاں ہے خدا کی مدد؟ تو جو لوگ جن کے قلوب میں خیانت ہوگی مرتد ہو جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

الرعد(7)

اِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَاد

ترجمه

سوا اسکے نہیں کہ تو ایک ڈرانے والا ہے اور ہر قوم کیلئے ایک ہادی ہے۔

- ☆ آیات الولایۃ (ص176)
- ☆ اصول کافی (ج1 ص179)
- ☆ نوادرالاخبار (ص280)
- ☆ بصائرالدرجات (ص335)
- ☆ تفسیر صافی (ص257)
- ☆ مجمع البیان
- ☆ اصول کافی (ج1 ص193)
- ☆ غیبت النعمانی (ص109)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج1 ص81)
- ☆ بصائرالدرجات (ج1 ص30)
- ☆ بحارالانوار (ج23 ص3)
- ☆ تفسیر نورالثقلین (ج2 ص483)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بار وان امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ السنن ابن ماجہ، 1367:2

ابو بصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا منذر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ہادی حضرت علی علیہ السلام اور باقی آئمہ ہیں اور لکل قدم ھاد سے مراد یہ ہے کہ ہر زمانے ایک امام مبین کا وجود ضروری ہے۔

☆☆☆☆☆

الرعد (13)

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ

ترجمہ

اورزعد (گرج کا فرشتہ) اسکی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور سب فرشتے اسکے خوف سے (تسبیح کرتے ہیں) اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے۔

☆ غیبت نعمانی (ص286ب14ح62)

بحار الانوار (ج52ص245ب25ح124)

اثبات الھداۃ (ج3ص738ب34ح115)

☆ الزام الناصب (ج1ص96)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مسلم شریف (ح7333)

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا فرمان ہے کہ مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف خروج وقیام کے بعد صادق اور کاذب کو الگ الگ کردیں گے اور کاذبین (جھوٹوں) کو سخت ترین عذاب میں ڈال دیں گے جو "رو بیضہ "یعنی سخت ترین عذاب ہے۔

☆☆☆☆☆

الرعد (13,14)

وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ

ترجمہ

اور وہ سخت قوت والا ہے اسی کیلئے سچی پکار ہے اور جو لوگ اس کے سوا غیر کو پارتے ہیں وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے۔

☆ الزام الناصب (ج1 ص96)

☆ غیبت النعمانی

☆ نہج البلاغہ (خطبہ 138 ص261)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے سنا: آپ فرماتے ہیں کہ: قیام قائم علیہ السلام سے پہلے چند سال سخت اور مشکلات سے بھرپور ہوں گے: جن میں سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا کہا جائے گا اور مکار شخص کو اپنے قریب کیا جائے گا۔ اور رو بیضہ کی بات مانی جائے گی میں نے کہا: رو بیضہ اور ماحل کیا ہے؟ فرمایا: تم نے قرآن نہیں پڑھا "اور وہ سخت محال ہے" اس سے مراد مکر ہے۔

☆☆☆☆☆

الرعد (29)

الَّذِينَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ طُوبَى لَهُمْ وَحُسْنُ مَآبٍ

ترجمہ

جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے ان کیلئے خوشحالی اور بہتر انجام ہے۔

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 457)

☆ کمال الدین و اتمام النعمۃ (ج 2 ب 33 ح 55)

☆ غایۃ المرام (ج 4 ص 171)

☆ بحار الانوار (ج 52 ص 123)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 2 ص 505)

☆ منتخب الاثر (ص 514)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سیوطی

☆ الحاوی للفتاوی، 64:2

ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو ہمارے قائم کی غیبت میں ہمارے امر سے تمسک رکھے گا اور اس کا قلب ہدایت کے بعد منحرف نہیں ہوگا راوی کہتا ہے میں نے کہا مولا میں آپ پر قربان یہ طوبیٰ کیا ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کی جڑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے گھر میں ہے اور ہر مومن کے گھر میں اس درخت کی ایک شاخ پھیلی ہوئی ہے۔

☆☆☆☆☆

ابراهیم (5)

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ

ترجمہ

اور یقیناً ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے نور کی طرف نکال اور انھیں اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلا یقیناً اس میں ہر صبر کرنیوالے شکر گزار کے لئے کئی نشانیاں ہیں۔

☆ تفسیر البرہان (ج 2 ص 305)

☆ الصراط المستقیم (ج 2 ص 264)

☆ مشارق انوار الیقین (ص187)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص41)

☆ روضۃ الواعظین (ص392)

☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص242)

☆ معانی الاخبار (حدیث58 ص166)

☆ الخصال (ج1 ص108)

☆ الحجۃ (ص108)

☆ بحارالانوار (ج53 ص63)

☆ تفسیر نورالثقلین (ج4 ص571)

☆ تفسیر قمی (ج1 ص369)

☆ تفسیر البرہان (ج4 ص309)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ ترمذی

☆ق الجامع الصحیح، 505:4

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ان دنوں جن کے یاد دلانے کا حکم دیا جارہا ہے ان ہی دنوں میں سے ایک دن ظہور وقیام مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہے۔

☆☆☆☆☆

ابراھیم (24)

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاء

ترجمہ

کیا تو نے نہیں دیکھا کس طرح اللہ نے مثال بیان کلمہ طیبہ کی کہ وہ مثل ایسے پاکیزہ درخت کے ہے جس کی جڑ زمین میں گڑی ہوئی اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔

☆ تفسیر البرہان (ج4 ص318)

☆ بصائر الدرجات (ص73)

☆ الکافی (ج1 ص355)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ شواہد التنزیل (ج1 ص311)

ابا عبداللہ علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ شجرہ طیبہ سے کیا مراد ہے؟ امامؑ نے جواب دیا شجر سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آئمہ طاہرین علیہم السلام جن کے آخری مہدی آل محمد علیہ السلام ہیں شاخیں ہیں اور آئمہ اطہار علیہم السلام کا علم اس کے ثمر ہیں اور شیعہ اس کے پتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

ابراھیم (37)

رَبَّنَا إِنِّیٓ أَسۡكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِی بِوَادٍ غَيۡرِ ذِی زَرۡعٍ عِندَ بَيۡتِكَ ٱلۡمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُواْ ٱلصَّلَوٰةَ فَٱجۡعَلۡ أَفۡـِٔدَةً مِّنَ ٱلنَّاسِ تَهۡوِیٓ إِلَيۡهِمۡ وَٱرۡزُقۡهُم مِّنَ ٱلثَّمَرَٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَشۡكُرُونَ

ترجمہ

اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی بعض ذریت کو تیرے خانہ محترم کے پاس اس وادی بے زراعت میں سکونت پذیر کیا ہے پروردگار اس لیے کہ وہ نماز قائم کریں۔

☆ الکافی (ج 1 ص 322 ح 1)

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 337 ح 2)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ مستدرک حاکم (ج 4 ص 600)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اس آیت سے مراد باخدا ہم عترت رسول اللہؐ ہیں اور ہم میں باقی آئمہ اطہار علیہم السلام ہیں۔

☆☆☆☆☆

ابراھیم (42)

إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمۡ لِيَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِيهِ ٱلۡأَبۡصَٰرُ

ترجمہ

وہ انہیں اس دن تک ڈھیل دیتا ہے جس میں آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیگی۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج4 ص604)

☆ تفسیر البرہان (ج4 ص342 ح6)

☆ الزام الناصب (ج1 ص95)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مرقاۃ المفاتیح (ج10 ص174)

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے جس کا ماحاصل یہ ہے کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے صلح کر کے امت کی بہتری کے لیے اقدام کیا تھا لیکن اس وقت لوگوں نے ان کی صلح پر اعتراض کیا اور جب سید الشہداء علیہ السلام نے کربلا میں جنگ کی لوگوں نے ان کی جنگ پر اعتراض کیا اور بولنے لگے (تو نے ہمیں قریبی زمانے تک مہلت کیوں نہ دی) اس دن اور اس مہلت سے مراد حکومت مہدی آل محمد علیہ السلام ہے۔

☆☆☆☆☆

ابراهیم (45)

وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ

ترجمہ

اورتم نے ان لوگوں کے مکانوں میں سکونت اختیار کی تھی جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اورتم پر ظاہر ہوگیا کہ ہم نے انکے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا۔اور ہم نے تمھارے لئے مثالیں بیان کردی تھیں۔

☆ تفسیر عیاشی (ج2 ص250)

☆ اثبات الھداۃ (ج2 ص551 ب23 ح566)

☆ تفسیر البرہان (ج2 ص321)

☆ المحجۃ (ص110)

☆ بحار الانوار (ج52 ص357)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص223)

میں ہے کہ ایک سائل نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے بنی عباس کے گھروں کے متعلق بات کی اور کہا" خدا ہمیں ان گھروں کو خراب ہوتا دکھائے یا ہمارے ہاتھوں سے انہیں خراب کرے "امام صادق علیہ السلام نے فرمایا" ایسے نہ کہو بلکہ یہ گھر مہدی آل محمد علیہ السلام اوران کے اصحاب کے ہوجائیں اور مولاؑ نے جواب میں یہ تلاوت فرمائی۔وَسَكَنتُمْ فِي مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ

☆☆☆☆☆

حجر (36،38)

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ

ترجمہ

شیطان نے کہا اے رب مجھے قیامت تک مہلت دے اللہ سبحانہ نے فرمایا تو انتظار کرنے والوں میں سے ہے ایک مقرر دن تک۔

- ☆ تفسیر عیاشی (ج2 ص242 ح14)
- ☆ دلائل الامامۃ (ص240)
- ☆ تاویل الآیات (ج2 ص509 ح12)
- ☆ الحجۃ (ص112)
- ☆ حلیۃ الابرار (ج5 ص410 ب48 ح3)
- ☆ بحار الانوار (ج63 ص221 ب3 ح63)
- ☆ کتاب انوار المضیئۃ (ص203)
- ☆ تفسیر البرہان (ج4 ص391)
- ☆ تفسیر صافی (ج3 ص112)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج4 ص15)
- ☆ سعد السعود (ص34)
- ☆ الزام الناصب (ج1 ص96)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ سیوطی

☆ الحاوی للفتاوی، 64:2

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا قیام مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے دن جب وہ لوگوں کے درمیان مسجد کوفہ میں جلدہ افروز ہونگے وہیں پر ابلیس روتا ہوا آئے گا اور کہے گا یہ وہی وقت معلوم ہے جسکا وعدہ اللہ سبحانہ نے فرمایا تھا۔

☆☆☆☆☆

حجر (76,75)

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ وَإِنَّهَا لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ

ترجمہ

یقیناً اس (واقعہ) میں پہچان والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور یقیناً وہ (بستی) ایک آباد سڑک پر ہے۔

☆ بحار الانوار (ج36 ص270 ب41 ح91)

☆ ملحمۃ منقبۃ (ص24)

☆ الدر النظیم (ص795)

☆ مناقب ابن شہر آشوب (ج1 ص292)

☆ الصراط المستقیم (ج2 ص150)

☆ عوالم النصوص علی الائمۃ (ص134)

☆ منتخب الاثر (ص117 ف1 ب8 ح26)

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 408 ح 9)

☆ روضۃ الواعظین (ص 291)

اللہ کا بقیہ علیٰ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ الحاوی (ج 2 ص 97)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا ظہور ہو جائے گا تو وہ حضرت داود علیہ السلام کی طرز پر فیصلے کریں گے جو بھی مخلوق خدا میں سے ان کے سامنے کھڑا ہو گا وہ اسکو فوراً پہچان لیں گے نیک ہے یا بد سمجھنے والوں کے لیے امام علیہ السلام کی یہ ہی نشانی کافی ہے اور سبیل مقیم سے مراد خود وہی حضرت قائم علیہ السلام ہیں۔

☆☆☆☆☆

حجر (87)

وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ

ترجمہ

اور یقیناً ہم نے تمھیں سات دہرائی جانے والی (آیتیں) (سورۃ فاتحہ) اور بڑی عظمت والا قرآن دیا ہے۔

☆ تفسیر عیاشی (ج 2 ص 250)

☆ تفسیر البرہان (ج 2 ص 354)

☆ الحجہ (ص110)

☆ بحارالانوار (ج24 ص117)

☆ الزام الناصب (ج1 ص97)

☆ تفسیر نورالثقلین (ج3 ص27)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ آثارالقیامہ (ص366)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص199)

صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا جو اللہ سبحانہ نے اپنے محبوب کو عطا فرمایا ظاہر اس سے مراد سورہ الحمد ہے اور باطنی معنی ومراد ہم آئمہ معصومین علیہم اجمعین ہیں اور ان میں ساتویں مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں۔

☆☆☆☆☆

نحل (1-2)

اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ یُنَزِّلُ الْمَلَآئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ

ترجمہ

پس تم اسکی جلدی نہ کرو جن چیزوں کو یہ (خدا کا) شریک قرار دیتے ہیں ان سے وہ پاک اور

برتر ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فرشتوں کو وحی کے ساتھ نازل کرتا ہے تا کہ تم کو ڈراؤ
کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے پس تم مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔

☆ اصول کافی (ج 4 ص 185)
☆ علل الشرائع (ج 2 ص 429)
☆ کمال الدین (ج 2 ص 671 ب 58 ح 9)
☆ دلائل الامامۃ (ص 252)
☆ تفسیر عیاشی (ج 2 ص 254)
☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 492)
☆ تفسیر البرہان (ج 2 ص 359)
☆ حلیۃ الابرار (ج 5 ص 299)
☆ المحجۃ (ص 114)
☆ بحار الانوار (ج 52 ص 285)
☆ نوادر الاخبار (ص 271)
☆ دار السلام در احوال حضرت مہدیؑ (ص 569)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (صفحہ 198)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جب جبرائیل علیہ السلام سفید پرندے کی شکل میں مہدی

آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی بیعت کریں گے تو ان کا ایک قدم بیت اللہ پر ہو گا اور دوسرا بیت المقدس پر اور وہ بلند آواز سے اس آیت کی ندا دے رہے ہوں گے اور ہر مخلوق اس آواز کو سن لے گی۔

☆☆☆☆☆

نحل (16)

وَعَلامَاتٍ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ

ترجمہ

اور بہت سی نشانیاں (بھی) اور ستارے سے بھی لوگ راہ پاتے ہیں۔

☆ شواہد التنزیل (ج 1 ص 327)

☆ تفسیر مجمع البیان

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 5 ص 55)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر: ص 73

☆ سیوطی

☆ الحاوی للفتاوی، 83:2

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ نجم سے مراد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور علامات سے مراد ان کے اوصیا ہیں۔

☆☆☆☆☆

نحل (38)

وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَمُوتُ بَلَى وَعْداً عَلَيْهِ حَقّاً وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ

ترجمہ

انہوں نے اللہ کی سخت سے سخت قسم کھا کر کہا کہ جو مر جائے گا اس کو اللہ ہر گز مبعوث نہ کرے گا ضرور (مبعوث کرے گا) اس کے بارے میں پختہ وعدہ ہے لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔

☆ تفسیر عیاشی (ج 2 ص 280)

☆ دلائل الامامۃ (ص 248)

☆ الحجۃ (ص 118)

☆ تفسیر البرہان (ج 2 ص 368)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 3 ص 354)

☆ سعد السعود (ص 116)

☆ تاویل الآیات (ج 1 ص 253)

☆ تفسیر الصافی (ج 3 ص 135)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 449)

☆ الایقاظ من الھجعۃ (ص 247)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ مقدمہ ابن خلدون (ص 311)

☆ امام ربانی مجدد الف ثانی

☆ مکتوبات (3:251،252)

جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت نے ابو بصیر سے دریافت کیا کہ لوگ اس آیت کا مطلب کیا بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کا یہ خیال تھا۔ اور وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قسمیں کھا کھا کر یہی کہا کرتے تھے کہ جو مر چکے ہیں ان کو اللہ پھر مبعوث نہ کریگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اس کے ہم خیال ہوئے وہ ہلاک ہوئے ذرا ان سے یہ تو دریافت کرو مشرک اللہ کی قسم کھایا کرتے تھے یا لات وعزیٰ کی؟ ابو بصیر کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں آپ پر فدا ہو جاؤں مجھ سے اس کا مطلب بیان فرما دیجئے فرمایا ابو بصیر جس وقت قائم آل محمد علیہ السلام ظہور فرمائیں گے خدا تعالیٰ ہمارے شیعوں کے گروہ کو مبعوث فرما دے گا اور وہ اس طرح آ کر امام زمانہؑ کی بیعت کریں گے کہ ان کی تلواریں ان کے کندھوں پر ہونگی یہ خبر ہمارے شیعوں کے گروہ کو جو اس وقت زندہ ہونگے پہنچے گی اور وہ یہ ذکر کرنے لگیں گے کہ فلاں و فلاں زندہ ہو گئے اور جناب قائم آل محمد علیہ السلام کی خدمت میں ہیں تب یہ خبر ہمارے دشمنوں کے ایک گروہ کو پہنچے گی تو وہ کہیں گے کہ اے گروہ شیعہ تم سے زیادہ جھوٹا کون ہو سکتا ہے یہ تو تمہارے سلطنت کا زمانہ ہے پھر بھی تم اس میں جھوٹ بولتے ہو خدا کی قسم نہ وہ لوگ زندہ ہوئے اور نہ قیامت تک زندہ ہونگے امامؑ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے یہاں ان ہی کا قول حکایۃً نقل فرمایا ہے۔

☆☆☆☆☆

نحل (45)

أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

يَشْعُرُون

ترجمہ

جو بری چال چلتے ہیں کیا وہ اس سے مطمئن ہو گئے ہیں کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے یا عذاب ان پر اس طرح آئے کہ وہ کچھ نہ سمجھیں۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج5ص76)

☆ تفسیر عیاشی (ج1ص64)

☆ غیبت النعمانی (ص288)

☆ الاختصاص (ص255)

☆ الارشاد (ص359)

☆ غیبت الطوسی (ص441)

☆ اعلام الوریٰ (ص427)

☆ الخرائج والجرائح (ج3ص1156)

☆ کشف الغمۃ (ج3ص249)

☆ المستجاد (ص276)

☆ منتخب الانوار المضیئۃ (ص33)

☆ الفصول المھمۃ (ص301)

☆ تاویل الآیات (ج1ص82)

☆ المحجۃ (ص22)

☆ المحجۃ (ص22)

☆ حلیۃ الابرار (ج5ص311)

☆ غایۃ المرام (ج 3 ص 271)

☆ مستدرک الوسائل (ج 11 ص 37)

☆ ملحقات احقاق الحق (ج 29 ص 406)

☆ عقد الدرر (ص 79)

☆ ینابیع المودۃ (ج 3 ص 236)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مھدی منتظر: ص 54

تفسیر عیاشی میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عہد امامت حضرت علی بن الحسین علیہ السلام تک پہنچا ان کے بعد محمد بن علی علیہ السلام تک پہنچا اس کے بعد خدا جو چاہے سرانجام دے تم ان سے وابستہ رہو جب ان میں سے ایک شخص خروج کرے گا اور اس کے ساتھ تین سو مددگار ہوں گے اور اس کے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرچم ہوگا اور وہ مدینہ کی طرف جا رہا ہوگا اور جب وہ میدان، بیداء، میں پہنچے گا تو وہ اپنے ساتھیوں سے کہے گا کہ اس مقام پر اللہ نے ہمارے دشمنوں کو زمین میں دھنسایا ہے۔ اس واقعہ کی طرف خدا نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے: أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَن يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ۔

☆☆☆☆☆

نحل (98)

فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

ترجمہ

پھر جس وقت تم قرآن پڑھنا چاہو تو شیطان ملعون کے شر سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔

☆ تفسیر قمی (ج1 ص392)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج5 ص113)

☆ معانیالاخبار

☆ تفسیر البرہان (ج4 ص482 ح1)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلامؑ (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مھدی المنتظر (ص71)

سماعہ نے منقول ہے میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جب قرآن پڑھو تو شیطان رجیم سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ طلب کرو۔ آپ یہ بتائیں کہ میں کن الفاظ سے پناہ طلب کروں؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ تم یہ پڑھو۔ استعیذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم پھر امام نے فرمایا "رجیم" سب سے خبیث شیطان کا لقب ہے۔ میں (راوی) نے عرض کیا اسے "رجیم" کیوں کہا جاتا ہے؟ آپؑ نے فرمایا لفظ رجیم، رجم، سے ہے اسے رجم کیا جائے گا میں نے کہا، تو کیا ابھی تک وہ رجم نہیں ہوا؟ آپؑ نے فرمایا نہیں البتہ اللہ کے علم میں ہے کہ وہ رجم کیا جائے گا کتاب معانی الاخبار میں حضرت سید عبدالعظیم حسنی

سے منقول ہے کہ امام نقی علیہ السلام نے فرمایا: "رجیم" کا معنی ہے جس پر پتھر برستے ہوں اور نیکی سے دھتکارا گیا ہو جب بھی کوئی مومن اس کا نام لیتا ہے تو وہ اس پر لعنت کرتا ہے خدا کے علم سابق میں یہ بات تھی کہ جب حضرت قائم علیہ السلام ظہور کریں گے تو ان کے زمانہ میں ہر مومن ابلیس کو پتھر مارے گا۔ قائم آل محمد علیہ السلام کے ظہور کے بعد وہ ظاہری صور پر رجم کیا جائے گا جبکہ اس سے قبل وہ لعنت کے پتھروں سے رجم ہوتا رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاسراء (4)

وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ فِيْ الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِيْ الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوّاً كَبِيْراً

ترجمہ

اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل کی طرف فیصلہ دے دیا کہ تم ضرور زمین میں دو مرتبہ فساد کرو گے اور ضرور تم بہت بڑی سرکشی کرو گے۔

☆ کامل الزیارات (ص62)

☆ الرجعة (ص91)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص48)

☆ تاویل الآیات (ج1 ص277)

☆ تفسیر الصافی (ج3 ص179)

☆ الایقاظ من الهجعة (ص309)

☆ المحجة (ص121)

☆ حلیة الابرار (ج5 ص362)

☆ بحارالانوار (ج 45 ص 297)

☆ تفسیر نورالثقلین (ج 3 ص 138)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مھدیؑ منتظر: ص 55

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت بھی بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلے گی اگر وہ کسی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوئے تو میری امت بھی ان کی پیروی میں سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوگی۔" مسلمانوں اور بنی اسرائیل کی تاریخ میں بھی کافی مماثلت پائی جاتی ہے اس لیے ہادیان دین نے درج بالا آیات کے ضمن میں قاعدہ "جری وتطبیق" کے تحت اسے بنی امیہ اور دشمنان آل محمدؑ کی حکومتوں کے سقوط کی پیش گوئی کے طور پر بیان کیا اور فرمایا کہ بنی امیہ کی پہلی سرکشی حضرت علی علیہ السلام امام حسن علیہ السلام کے قتل کی صورت میں نمودار ہوئی اور ان کی دوسری سرکشی امام حسین علیہ السلام اور آپؑ کے ساتھیوں کی شہادت کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قیام قائم علیہ السلام سے قبل ایک قوم کو ان پر مسلط کرے گا جو آل محمد علیہم السلام کے خون ناحق کا ان سے بدلہ لے گی اور ان پر دوسرا عذاب قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کی شکل میں نازل ہوگا۔

☆☆☆☆☆

الاسراء (6،5)

فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ

وَعْداً مَّفْعُولاً ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا

ترجمہ

پھر جب ان فسادوں میں پہلے کا وقت آ پہنچا تو ہم نے تم پر اپنے بندوں کو مسلط کر دیا جو بہت سخت قوت والے تھے تو وہ تمہارے گھروں میں آ گھسے اور خدا کا وعدہ عذاب پورا ہو گیا۔ پھر ہم نے دوبارہ تم کو ان پر غلبہ دے کر تمہارے دن پھیرے اور مال اور بیٹوں سے ہم نے تمہاری مدد کی اور تم کو بڑے جتھے والا بنا دیا۔

- ☆ تفسیر قمی (ج2ص 14)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج5ص181)
- ☆ روضۃ الکافی (ص206ح250)
- ☆ نوادر الاخبار (ص128)
- ☆ الصراط المستقیم (ج2ص142)
- ☆ المحتضر (ص152)
- ☆ مصباح الشریعۃ (ص63)
- ☆ الھدایۃ الکبریٰ (ص73)
- ☆ دلائل الامامۃ (ص237)
- ☆ حلیۃ الابرار (ج5ص358)
- ☆ نفس الرحمن (ص94)
- ☆ بحار الانوار (ج25ص6)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مھدی المنتظر (ص 37)

معصوم سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت قائم علیہ السلام اور ان کے انصار ہیں۔

☆☆☆☆☆

الاسراء (7، 8)

إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوؤُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا عَسَى رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا

ترجمہ

اگر تم نیکوکاری کرو گے تو اپنے جانوں کیلئے کرو گے اور اگر اعمال بد کرو گے تو ان کا وبال بھی تمہاری ہی جانوں پر ہوگا پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے پھر اپنے بندے بھیجے تا کہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں۔ اور جس طرح پہلی دفعہ مسجد بیت المقدس میں داخل ہو گئے تھے اسی طرح پھر اسمیں داخل ہو جائیں اور جس چیز پر غلبہ پائیں اسے تباہ کر دیں۔ امید ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے۔ اور اگر تم پھر وہی حرکتیں کرو گے تو ہم بھی وہی پہلا سلوک کریں گے اور ہم نے جہنم کو کافروں کیلئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 5 ص 181)

☆ تفسیر البرہان (ج4 ص538)

☆ بحار الانوار (ج51 ص45)

☆ تفسیر قمی (ج1 ص406)

☆ اصول کافی (ج8 ص208)

روایت ہے کہ " فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ " سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں (اسراء۷) " وَإِنْ عُدتُّمْ عُدْنَا " یعنی عدتم لشکر سفیانی جو مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے لڑے گا اور عدنا سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں اور ان کا گروہ ہے جو سفیانی کو قتل کرینگے۔

☆☆☆☆☆

الاسراء(13)

وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ

ترجمہ

اور ہم نے ہر آدمی کے نامہ اعمال کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

☆ تفسیر البرہان (ج4 ص543ح4)

☆ تفسیر ینابیع المودۃ

☆ کمال الدین واتمام النعمۃ (ص330ح50)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج5 ص186)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ (روہ مسلم7278،

☆ مشکوۃ ص466)

الحافظ سلیمان القندوزی (الحنفی) نے سند کے ساتھ حضرت ابی عبداللہ امام جعفر الصادق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، امام جعفر الصادقؑ ایک حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی کا فرمان وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ :اور ہم نے ہر آدمی کے نامہ اعمال کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔ہم نے ہر انسان کے طائر (نامہ اعمال) کو اس کی گردن میں چسپاں کر دیا ہے میں طائرہ سے مراد ولایۃ الامام ہے۔

☆☆☆☆☆

الاسراء(33)

"وَمَن قُتِلَ مَظْلُوماً فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَاناً فَلاَ يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورا

ترجمہ

اور جو شخص بے گناہ قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو قصاص (قتل کا بدلہ قتل) لینے کا قاتل پر غلبہ و قابو دے دیا ہے تو وارث کو چاہیے کہ خون کا بدلہ لینے میں زیادتی نہ کرے بیشک مقتول کے وارث کی مدد کی جائے گی۔

☆ تاویل الایات (ج1ص280)

☆ تفسیر البرہان (ج4ص418)

☆ کامل الزیارات (ص63)

☆ مدینۃ المعاجز (ج5ص575)

☆ عوالم الامام الحسینؑ (ص610)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج3ص162)

☆ المحجۃ (ص128) حلیۃ الابرار (ج5ص406)

☆ بحارالانوار (ج44ص219)

☆ الزام الناصب (ج1ص99)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند باروان امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن (ص263)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا مظلوم مقتول امام حسین علیہ السلام سید الشہداء ہیں اور ان کے ولی مہدی آل محمد عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف ہیں جب وہ ظہور کریں گے تو انتقام لینے میں اگر تمام اہل زمین کو قتل کر دیں گے تو کوئی اسراف یا خون ناحق نہ ہوگا۔

☆☆☆☆☆

الاسراء (71)

یَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ فَمَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَأُولَٰئِكَ يَقْرَءُونَ كِتَابَهُمْ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيلًا

ترجمہ

(یاد کرو) اس دن کو جبکہ ہم سب لوگوں کو انکے امام کے ساتھ بلائیں گے پھر جنھیں ان کا اعمال نامہ انکے سیدھے ہاتھ میں دیا جائے گا تو وہ اپنا اعمالنامہ (خوش ہوکر) پڑھیں گے اور انھیں ایک سوت برابر بھی نقصان نہ پہنچایا جائیگا۔

☆ غیبت نعمانی (ص350)

☆ غیبت الطوسی (ص459)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص515)

☆ غایۃ المرام (ج3 ص133)

☆ تفسیر البرہان (ج2 ص429)

☆ بحار الانوار (ج52 ص131)

☆ مجمع البیان (ج6 ص430)

☆ اصول کافی (ج1 ص371)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ تفسیر درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی (ج4 ص194)

☆ مسند احمد ابن حنبل و مسند ابوداؤد

ابن شہر آشوب نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا تم اللہ کی اس نعمت پر شکر کیوں نہیں کرتے کہ وہ قیامت کے دن ہر شخص کو اپنے رہبر کے ساتھ بلائے گا پس ہم (آئمہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں ہوں گے اور تم (شیعہ) ہمارے زیر سایہ ہو گے۔

☆☆☆☆☆

الاسراء (81)

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

ترجمہ

اور (اے رسولؐ) کہہ دو کہ حق آ گیا، اور باطل نکل بھاگا، یقیناً باطل نکل بھاگنے والا ہی ہے۔

☆ تفسیر عیاشی (ج2 ص89)

☆ الزام الناصب (ج1 ص100)

☆ تاویل الآیات (ج2 ص510)

☆ تفسیر الصافی (ج2 ص474)

☆ اثبات الهداة (ج3 ص451)

☆ المحجہ (ص183)

☆ بحار الانوار (ج24 ص313)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج2 ص200)

☆ تفسیر البرہان (ج4 ص610)

☆ اصول الکافی (ج8 ص287)

☆ سیوطی

☆ الحاوی للفتاوی (ج 2 ص 66، 67)

☆ طبرانی

☆ المعجم الکبیر (ج 3 ص 57 رقم 2675)

ابوحمزہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ مہدی آل محمد علیہ السلام قیام فرمائیں گے تو باطل مٹ جائے گا اور حق کو پوری دنیا غلبہ کلی حاصل ہوگا۔

☆☆☆☆☆

الاسراء (95)

قُل لَّوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَّسُولًا

ترجمہ

اگر زمین پر فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے ہی نازل کرتے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 632 ح 3)

☆ انوار مھدی (ص 39)

☆ تفسیر عیاشی (ج 2 ص 340)

☆ تفسیر نورالثقلین (ج 5 ص 289)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مسلم شریف (ج7333)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے لیے اور ایمان لانے والوں کے لیے ایک ہدایت کرنے والے سے زمانہ خالی نہیں رہتا اور ایک بشر منجانب اللہ ان کی ہدایتؑ کے لیے مامور ہے۔

☆☆☆☆☆

کھف (9)

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبا

ترجمہ

کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ غار والے اور پہاڑ والے ہمارے عجائبات میں سے کچھ تعجب کی چیز تھے۔

☆ الزام الناصب (ج1 ص89)

☆ ملحقات احقاق الحق (ج29 ص438)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص224)

☆ برہان المتقی (ص150)

☆ العطر الوردی (ص70)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ تفسیر در منثور علامہ سیوطی (ج 4 ص 312)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص 224)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب مہدی آل محمد علیہ السلام خروج کرینگے تو آپ کے 313 اصحاب ساتھ ہونگے جن میں 7 اصحاب کہف شامل ہیں۔

☆☆☆☆☆

کھف (22)

سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْماً بِالْغَيْبِ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ قُل رَّبِّىٓ أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ

ترجمہ

عنقریب وہ یہ کہیں گے کہ وہ تین ہیں ان کا چوتھا ان کا کتا ہے اور وہ کہیں گے وہ پانچ ہیں ان کا چھٹا ان کا کتا ہے (یہ لوگ) بغیر دیکھے بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکال دیتے ہیں اور وہ کہیں گے وہ سات ہیں اور انکا آٹھواں انکا کتا ہے تم کہدو کہ میرا پروردگار انکی گنتی سے خوب واقف ہے، ان کو نہیں جانتے ہیں مگر نہایت تھوڑے۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 5 ص 319)

☆ تفسیر برہان (ج 5 ص 18)

☆ روضۃ الواعظین (ج 5 ص 291)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح بخاری (کتاب الجزیہ: باب ما یحذر من الغدر، 1376)

☆ مسند احمد ابن حنبل (34/6)، ابوداؤد (500)

☆ سنن ابن ماجہ (4091)

☆ مستدرک الحاکم (466/4)

☆ شرح السنۃ (430/7)

حضرت عوف بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پس آیا جبکہ آپ ایک چمڑے کے شیخ مفید روضۃ الواعظین میں لکھتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: پشت کعبہ سے ستائیس افراد برآمد ہوں گے اور وہ قائم آل محمد علیہ السلام کی مدد کریں گے پندرہ افراد کا تعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے ہوگا اور یہ وہ ہوں گے حق کے مطابق ہدایت کرتے تھے سات اصحاب کہف ہوں گے ان کے علاوہ یوشع بن نون، ابودجانہ انصاری، مقداد اور مالک اشتر ہوں گے وہ امام علیہ السلام کے مددگار ہوں گے اور آپ کی طرف سے حاکم ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

کہف (25)

وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا

ترجمہ

وہ لوگ اپنے غار میں تین سو برس اور اس سے نو برس اوپر سوتے رہے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 5 ص 28)

☆ تفسیر عیاشی (ج 2 ص 352)

☆ غیبت نعمانی (ص 231)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ تفسیر الصاوی (ج 4 ص 1193)

محمد بن ابراہیم، احمد ابن محمد بن سعید بن عقدہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ سنا کہ آپ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زمین کے مرنے کے بعد خدا ہمارے اہل بیت میں سے ایک ایسے شخص کو حاکم بنائے گا جو کہ 309 سال حکومت کرے گا یہ قائم علیہ السلام کی وفات کے بعد ہوگا۔

☆☆☆☆☆

مریم (37)

فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا مِن مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ

ترجمہ

وائے ہو کافروں پر ایک بڑے دن کے ہونے سے خرابی ہوگی۔

☆ تفسیر البرہان (ج 5 ص 120)

☆ تفسیر عیاشی (ج 1 ص 83)

☆ الاختصاص (ص 255)

☆ غیبت الطوسی (ص 441)

☆ اعلام الوریٰ (ص 427)

☆ الخرائج والجرائح (ج 3 ص 1156)

☆ کشف الغمۃ (ج 3 ص 249)

☆ المستجاد (ص 276)

☆ الفصول المہمۃ (ص 301)

☆ منتخب الانوار المضیئۃ (ص 33)

☆ تاویل الآیات (ج 1 ص 82)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 548)

☆ المحجۃ (ص 22)

☆ حلیۃ الابرار (ج 5 ص 311)

☆ غایۃ المرام (ج 3 ص 271)

☆ بحار الانوار (ج 51 ص 56)

☆ نور الثقلین (ج 1 ص 485)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مسند احمد ابن حنبل (386,370,363,301/1)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے جابر جعفی روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا یوم عظیم سے مراد جنگ سفیانی ہے جو مہدی آل محمد علیہ السلام کے ظہور کے بعد برپا ہوگی۔

☆☆☆☆☆

مریم (73)

وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَأَحْسَنُ نَدِيًّا

ترجمہ

اور جس وقت ہماری کھلی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو کافر مومنوں سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ، دونوں گروہوں میں سے مکان کس کے زیادہ اچھے ہیں اور مجمع کس کے زیادہ شاندار ہیں۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج5 ص436)

☆ اصول کافی

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداؤد (کتاب المہدی، حدیث نمبر 4282)

☆ سنن ترمذی (ابواب الفتن من باب ما جاء فی المہدی جلد 6 صفحہ 487/484 حدیث نمبر 2231)

مرقوم ہے کہ ابوبصیر نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا من

کان فی الضللۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدا(جوگمراہی میں ہوتا ہے خدا اسے ڈھیل دے دیتا ہے) کا کیا مقصد ہے؟ آپ نے فرمایا جولوگ امیر المومنین علیہ السلام اور ہماری ولایت کے منکر ہوتے ہیں خدا انہیں دنیا میں چند دنوں کی ڈھیل دیتا ہے بعد میں ان کی سخت گرفت کرتا ہے۔ میں (راوی) نے کہا حتیٰ اذا راوا ما یوعدون کی آیت کا کیا مقصد ہے؟ آپؑ نے فرمایا اس سے حضرت قائم علیہ السلام کا ظہور مراد ہے اور وہی "ساعت" ہیں جب وہ ظہور کریں گے تو ہمارے دشمنوں کو پھر پتہ چلے گا کہ ان دوگروہوں میں سے بدترین ٹھکانہ کس کا ہے اور کمزور لشکر رکھنے والا کون ہے؟ اور جہاں تک اہل بیت کا معاملہ ہے تو ظہور قائمؑ کے وقت ان کی ہدایت میں خدا مزید اضافہ کر دے گا اس لیے وہ حضرت قائم علیہ السلام کا انکار نہیں کریں گے۔

☆☆☆☆☆

مریم (74,75,76)

وَ كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُم مِّن قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثاً وَرِئْياً قُلْ مَن كَانَ فِي الضَّلَالَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمَنُ مَدّاً حَتَّى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَاناً وَأَضْعَفُ جُنداً وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِندَ رَبِّكَ ثَوَاباً وَخَيْرٌ مَّرَدّاً

ترجمہ

حالانکہ ہم ان سے پہلے بہت سے زمانوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے سامان بھی اچھے اچھے تھے اور دکھاوا بھی۔ تم یہ کہدو کہ جو شخص بھی گمراہی میں ہوگا خدائے رحمٰن ضرور اس کو بہت سی ڈھیل دیتا رہے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ اسے دیکھیں گے جس سے ان کو ڈرایا گیا تھا یعنی عذاب یا قیامت تو اس وقت وہ جان لیں گے کہ مکان یا منزلت کن کے بدتر ہیں اور گروہ کن کا کمزور ہے۔ اور جنہوں نے

ہدایت پائی بے خدا ان کی ہدایت کو اور زیادہ کردے گا اور باقیات الصالحات تمہارے پروردگار کے ازروئے ثواب بھی بہتر ہیں اور ازروئے انجام بھی۔

☆ تاویلالآیات (ج1 ص306 ح13)

☆ تفسیر الصافی (ج3 ص20 ح1)

☆ اثباتالھداۃ (ج3 ص447 ب32 ح44)

☆ المحجۃ (ص132)

☆ اصول کافی (ج1 ص357 ح90)

☆ بحارالانوار (ج24 ص332 ب67 ح58)

☆ تفسیر نورالثقلین (ج3 ص355 ح142)

☆ تفسیر البرہان (ج5 ص138 ح1)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ فوائدالاخبار، صفحہ 157

☆ الروض الانف، جلد 2 صفحہ 431

امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت (حَتّٰی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ) سے مراد خروج مہدی آل محمد علیہ السلام ہے اور ساعۃ سے مراد وہ دن ہے اور وہ عذاب جو اللہ عزوجل اپنے ولی کے ذریعے مخلوقات پر نازل فرمائے گا اسی کی طرف یہ آیت مذکورہ اشارہ فرما رہی ہے (مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا) یعنی جب مہدی آل محمد علیہ السلام ظاہر ہونگے تو منکرین سب سے کمزورترین گروہ ہونگے

سائل نے دریافت کیا(وَيَزِيدُ اللَّهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى)تو آپ نے فرمایا وہ دن جس میں ہماری امت میں اضافہ دراضافہ ہوتا جائے گا یہ لوگ انکار نہ کریں۔

☆☆☆☆☆☆

مریم (87)

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا

ترجمه

ان کو شفاعت کا کوئی اختیار نہ ہوگا سوائے اس شخص کے جس کا کوئی عہد خدائے رحمٰن کے پاس ہو۔

☆ تفسیر نورالثقلین (ج5 ص443)

☆ مہج الدعوات (ص334)

☆ بحارالانوار (ج95 ص337)

☆ الصحیفة المهدیة (ص62)

☆ کامل الزیارات (ص174)

☆ مصباح المتهجد (ص713)

☆ مصباح الکفعمی (ص482)

☆ وسائل الشیعة (ج10 ص398)

☆ بحارالانوار (ج101 ص290)

☆ البلدالامین (ص269)

☆ مستدرک الوسائل (ج10 ص315)

☆ الزام الناصب (ج1 ص102)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ درمنثور سیوطی، جلد 1 صفحہ 6، بخاری شریف (ج 2 ص 96)

اصول کافی میں مرقوم ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ لَا یَمْلِکُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَنِ عَهْداً کے تحت یہ فرمائیں کہ حصول شفاعت کے لئے پروانہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آپؑ کے بعد آئمہ کی ولایت ہی خدا کی نظر میں عہد ہے۔

☆☆☆☆☆

مریم (96)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدّاً

ترجمہ

بہ تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے عنقریب خدائے رحمن ان کے لیے ایک محبت قرار دے گا۔

☆ تفسیر البرھان (ج 5 ص 138 ح 1)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 102)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 30)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی منتظر

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس آیت کا سبب نزول امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں کہ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تشریف فرما تھے آپؐ نے فرمایا یا علیؑ کہو (الھم اجعل لی فی قلوب المومنین ودا) ترجمہ: یا اللہ مومنین کے دلوں میں بھی محبت ڈال دے۔ تو اللہ نے یہ آیت اتار دی۔

☆☆☆☆☆

مریم (97)

فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَتُنذِرَ بِهِ قَوْمًا لُّدًّا

ترجمہ

پس سوائے اس کے نہیں ہے کہ ہم نے اس (قرآن) کو تمہاری زبان میں آسان کر دیا ہے اور غرض یہ ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے پرہیز گار لوگوں کو خوشخبری سناؤ۔

☆ تفسیر البرہان (ج 2 ص 39 ح 2)

☆ الکافی (ج 1 ص 429 ح 83)

☆ تفسیر الصافی (ج 2 ص 410)

☆ وسائل الشیعہ (ج 18 ص 45 ب 7 ح 16)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 447 ب 32 ح 43)

☆ بحارالانوار (ج 63 ص 353 ب 67 ح 73

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 2 ص 83 ح 299)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن (ص 241,242)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا متقین کو قیام قائم علیہ السلام کی خوشخبری دو اور دشمنوں کو قتل اور آخرت کے عذاب کی خبر دو۔

☆☆☆☆☆

طٰہٰ (113)

وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا

ترجمہ

اور اسی طرح ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن اتارا ہے اور اس میں بار بار خوف دلایا ہے تا کہ وہ باز رہیں یا یہ ان کے لئے نصیحت تازہ کرے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 5 ص 190 ح 1)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 38)

☆ تفسیر الصافی (ج 3 ص 321)

☆ المحجۃ (ص 134)

☆ بحار الانوار (ج 51 ص 46)

☆ نورالثقلین (ج 3 ص 395)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص 328)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس آیہ مبارکہ میں أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْراً سے مراد حکومت مہدی آلِ محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اور فتنہ سفیانی ہے۔

☆☆☆☆☆

طٰہٰ (115)

وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْماً

ترجمہ

اور یقیناً ہم نے اس سے پہلے آدم سے عہد لیا تھا پس اس نے خیال نہ رکھا اور ہم نے اسے عزم بالجزم نہ پایا۔

☆ تفسیر نورالثقلین (ج 5 ص 503)

☆ تاویل الآیات (ص 313)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 103)

☆ تفسیر البرھان (ج 5 ص 190 ح 1)

☆ اصول کافی (ج 1 ص 344 ح 22)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص70)

☆ تفسیر الصافی (ج3 ص324)

☆ الحجۃ (ص136)

☆ تفسیر قمی (ج2 ص39)

سلسلہ سکینہ

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ابوداؤد کتاب المہدی (ح4282)

☆ مسند احمد ابن حنبل (ص1/99)

☆ ترمذی، ماجاء فی المہدی (ح2230)

☆ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن (ح4085)

☆ الدر المنثور (ص6/85)

☆ سنن ابوداؤد، کتاب المہدی (ح4110)

☆ بیہقی دلائل النبوۃ (ص6/520)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم اجمعین کا عہد لیا گیا تھا مگر انہوں نے عہد میں پختگی کا مظاہرہ نہیں کیا تھا جبکہ اس کے برعکس پانچ انبیاء "اولی العزم" کہا جاتا ہے اور اس تعلق سے یہ ہے کہ اللہ نے ان سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد کے اوصیاء اور مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اور ان کی سیرت کے متعلق عہد لیا تو انہوں نے اپنے عہد میں پختگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ چنانچہ ان سے عزم مصمم

وجہ سے انہیں" اولی العزم" کا نام دیا گیا بصائر الدرجات میں بھی یہ روایت مرقوم ہے۔ اصول کافی کی ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آئمہ طاہرین علیہم اجمعین اور ذریت حسین علیہ السلام کے آئمہ طاہرین علیہم السلام کا عہد لیا گیا تھا، لیکن انہیں وہ عہد یاد نہ رہا تھا۔

☆☆☆☆☆

طٰہٰ(124-127)

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ أَعْمَى وَقَدْ كُنتُ بَصِيراً قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنسَى وَكَذَلِكَ نَجْزِيْ مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِن بِآيَاتِ رَبِّهِ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى

ترجمہ

اور جس نے ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہے تو ضرور اس کے لیے نہایت تنگ معیشت وبنویہ ہے اور روز قیامت ہم اسکو اندھا اٹھائیں گے اور اس وقت وہ کہے گا کہ پروردگار تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا حالانکہ میں تو دیکھتا تھا۔ اس وقت آواز قدرت آئے گی اسی طرح تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں تو نے انہیں ترک کیا اور بھلا دیا پس اسی طرح آج تو بھی بھلا دیا جائے گا چھوڑ دیا جائے گا۔ خدائے تعالی فرمائے گا ایسے ہی تو تو نے کیا تھا یعنی جب ہماری نشانیاں تیرے پاس آئی تھیں تو تو نے ان کو بھلا دیا تھا اور آج کے دن اسی طرح تو بھی اسی حالت میں چھوڑ دیا جائے گا۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج5 ص509)

☆ اصول کافی (ج1 ص361 ح92)

☆ تفسیر قمی (ج2 ص65)

☆ تفسیر الصافی (ج3 ص325)

☆ الرجعۃ (ص 40)

☆ الایقاظ من الھجعۃ (ص 255)

☆ نوادر الاخبار (ص 285)

☆ غایۃ المرام (ج 4 ص 215)

☆ تفسیر البرہان (ج 5 ص 194 ح 2)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ح 7333)

☆ مشکوۃ المصابیح (ص 467)

اصول کافی کی ایک روایت میں مرقوم ہے کہ ذکر رب سے اعراض کا ایک مقصد امیر المومنین علی علیہ السلام اور امام وقت علیہ السلام کی رویت سے انحراف ہے۔

☆☆☆☆☆

طٰہٰ (132)

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى

ترجمہ

اور تو اپنے اہل کو نماز کا حکم دیتا رہ اور اس پر قائم رہ ہم تم سے روزی نہیں مانگتے (بلکہ) ہم خود تمہیں روزی دیتے ہیں اور (اچھا) انجام تو پرہیز گاری ہی کا ہے۔

☆ تفسیر قمی (ج2 ص40)

☆ تاویل الآیات (ج1 ص322 ح22)

☆ تفسیر البرہان (ج5 ص201 ح2)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند باروان امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ح7315)

امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے یہ آیت اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے جب یہ آیت نازل ہوئی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزانہ صبح دروازے پر آتے اور فرماتے تھے السلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا اہل بیت نبوۃ اور آیۃ تطہیر کی تلاوت کرتے۔

☆☆☆☆☆

طٰہٰ (135)

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوا فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ أَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدَىٰ

ترجمہ

(اے رسول) کہدو (کہ) ہر ایک انتظار کرنیوالا ہے پس تم بھی انتظار کرو پھر عنقریب تم جان لوگے کہ سیدھی راہ والے کون ہیں اور ہدایت یافتہ کون؟

☆ تاویل الآیات (ص323)

☆ الحجة (ص 137)

☆ غایۃ المرام (ج 4 ص 217)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 150)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن (ص 238)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ صراط سے مراد مہدی آل محمد علیہ السلام ہیں وہ ہدایت یافتہ ہے جو ان کی اطاعت کرے وہ قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق ہے۔

☆☆☆☆☆

الانبیاء (12,13,14,15)

فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُم مِّنْهَا يَرْكُضُونَ لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ فَمَا زَالَت تِّلْكَ دَعْوَاهُمْ حَتَّىٰ جَعَلْنَاهُمْ حَصِيدًا خَامِدِينَ

ترجمہ

مت بھاگو اور پلٹ آؤ اپنے مساکن اور اس عیش و آسائش کی طرف جو تمہیں دیے گئے تھے۔ تاکہ تم سے جواب طلب کیا جائے۔ کہنے لگے ہائے شامت بے شک ہم ظالم تھے تو وہ ہمیشہ اسی طرح پکارتے

رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو کھیتی کی طرح کاٹ کر اور آگ کی طرح بجھا کر ڈھیر کر دیا۔

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص451 ب32 ح62)
☆ تفسیر قمی (ج2 ص205)
☆ روضۃ الکافی (ح15)
☆ الزام الناصب (ج1 ص104)
☆ تفسیر کافی (ج8 ص313 ح487)
☆ مجمع البیان (ج5 ص144)
☆ تاویل الآیات (ج1 ص223 ح2)
☆ منہج الصادقین (ج4 ص454)
☆ تفسیر الصافی (ج2 ص433)
☆ المحجۃ (ص18)
☆ حلیۃ الابرار (ج5 ص313 ب34 ح7)
☆ غایۃ المرام (ج4 ص210 ب24 ح6)
☆ تفسیر البرہان (ج1 ص316 ح7)(ج2 ص83، 1 ح83) (ج2 ص209 ح4و7)(ج3 ص208 ح8)
☆ بحار الانوار (ج52 ص288 ب26 ح26)(ص315 ب27 ح10) (ص341 ب27 ح91)
☆ تفسیر شبر (ص228)
☆ منتخب الاثر (ص422 ف6 ب1 ح2)
☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص235 ب71 ح1)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مرقاۃ المفاتیح (ج10 ص146)

حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سوال کیا، اس آیت کے بارے میں حضرت نے فرمایا: اس آیت کا ربط قیام حضرت مہدی عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے وقت سے ہے۔

☆☆☆☆☆

الانبیاء (38)

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ

ترجمہ

اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو (بتاؤ کہ) یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

☆ عیون اخبار الرضا (ج1 ص68 ب6 ح36)

☆ کفایۃ الاثر (ص231)

☆ مقتضب الاثر (ص23)

☆ اعلام الوریٰ (ص384)

☆ الصراط المستقیم (ج2 ص111)

☆ العدد القویۃ (ص71)

☆ اثبات الھداۃ (ج1 ص479)

☆ الانصاف (ص213)

☆ بحارالانوار (ج 36 ص 385)

☆ العوالم (ج 15 ص 257)

☆ نورالثقلین (ج 2 ص 212)

☆ منتخب الاثر (ص 62)

☆ کشف الاستار للنوری (ص 109)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ح 7281)

☆ مشکوۃ المصابیح (ص 467)

عبدالرحمٰن ابن سلیط امام حسین علیہ السلام سے روات کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ ہم بارہ افراد ہیں، ہمارے پہلے امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں اور آخرین میرا نواں فرزند ہے جو حق کے ساتھ قیام فرمائے گا اور اسکے وسیلے سے مردہ زمین زندہ ہوگی۔ دین اسلام کو سب ادیان پر غالب فرمائے گا۔ اسکی ایک غیبت ہوگی جسکی طولانی ہونے کی وجہ سے بعض لوگ مرتد ہو جائیں گے اور بعض لوگ ثابت قدم اس رہیں گے جو اذیت میں مبتلا رہیں گے: ان سے کہا جائے گا: اگر سچ کہتے ہو تو یہ وعدہ الٰہی کب آئے گا؟ آگاہ رہو، جو زمانہ غیبت میں لوگوں کی اذیت اور تکذیب کو برداشت کرے گا اور صبر سے کام لے گا اس شخص کے مانند ہے جو ہمرکاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ میں شریک ہوا ہو۔

☆☆☆☆☆

الانبیاء(105)

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ

ترجمه

اور یقیناً ہم نے زبور میں بعد نصیحت کے یہ لکھ دیا تھا کہ بے شک زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔

- ☆ تفسیر قمی (ج2 ص77)
- ☆ مجمع البیان (ج4 ص66)
- ☆ جوامع الجامع (ج2 ص83)
- ☆ تاویل الآیات (ج1 ص332)
- ☆ منہج الصادقین (ج6 ص125)
- ☆ مجمع البحرین (ج2 ص268)
- ☆ تفسیر الصافی (ج3 ص357)
- ☆ الحجۃ (ص141)
- ☆ تفسیر القرآن الکریم لشبر (ص322)
- ☆ مراۃ العقول (ج3 ص21)
- ☆ منتخب الاثر (ص159)
- ☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص243)
- ☆ الزام الناصب (ج1 ص104)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب البرہان: (ج 2 ص 805)

امام صادق علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: صالحین سے مراد حضرت قائم علیہ السلام کے انصار ہیں۔ دوسری روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے: بندگان صالح سے مراد حضرت مہدی علیہ السلام کے انصار ہیں جو آخر الزمان میں آئیں گے۔

☆☆☆☆☆

حج (7)

وَأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا

ترجمہ

اور یقیناً قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

☆ تفسیر در منثور (ج 6 ص 50)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ح 7333)

☆ مسند امام احمد حنبل

☆ مشکوۃ المصابیح (ص 467)

مسلک شافعی کے عالم فقیر عبدالرحمٰن سیوطی نے سنن ابن داود سے نقل کیا کہ وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک میری ذریت سے مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف زمین کا وارث نہیں بنے گا مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف روشن پیشانی اونچی ناک والے ہوں گے جو زمین کو عدل وانصاف سے اسطرح بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم وجود سے بھری ہوگی۔

☆☆☆☆☆

حج (39)

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ

ترجمہ

جن (مسلمان) لوگوں سے جنگ کی جاتی ہے انہیں (جنگ کرنیکی) اجازت اس لئے دی جاتی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا اور یقیناً اللہ تعالیٰ انکو مدد دینے پر پوری پوری قدرت رکھنے والا ہے۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 104)

☆ اثبات الهداة (ج 3 ص 563 ب 32 ح 640)

☆ تاویل الآیات (ج 1 ص 338)

☆ المحجة (ص 142)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 227)

☆ غیبت نعمانی (ص 248)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 86

☆ الصافی (ج 3 ص 380,381)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (7333)

عن ابی جعفر علیه السلام ان الذین یقتلون بانهم ظلموان الله علی نصرهم لقدیر فی القائمؑ واصحابی. امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جن لوگوں سے جنگ کی جاتی ہے انہیں جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا اور یقیناً! اللہ عزوجل انکو پوری پوری مدد دینے والا ہے ان افراد سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اور انکے اصحاب کرام ہیں۔

☆☆☆☆☆

حج (40)

وَلَيَنصُرَنَّ اللَّهُ مَن يَنصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ

ترجمہ

جو اللہ کی مدد کرتا ہے یقیناً اللہ اس کی مدد کرتا ہے اور اللہ بڑا طاقتور ہے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 5 ص 300)

☆ تفسیر صافی (ج 3 ص 381)

☆ تفسیر قمی (ج2 ص87)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص563)

☆ المحجۃ (ص143)

☆ بحار الانوار (ج24 ص165)

☆ منتخب الاثر (ص470)

☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص243)

☆ تفسیر فرات الکوفی (ص100)

☆ تاویل الایات (ج1 ص340)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ترمذی (ج2 ص56)

امام علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد انتظار کرنا تاوقتیکہ مہدی آل محمد علیہ السلام قیام کریں اور آل محمد علیہم السلام کی کشائش ہو اور جب وہ قیام کریں تو ان کی مدد کرو تو یہ اللہ سبحانہ کی مدد ہو گی ظالمین، مفسدین کے خلاف اور حکومت الٰہی کے نفاذ کا وعدہ و دعویٰ پورا ہو گا جبکہ ہر مخلوق صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرینگے۔

☆☆☆☆☆

حج (41)

الَّذِيْنَ إِنْ مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ

الْمُنكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ

ترجمہ

یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جن کو اگر ہم زمین میں اقتدار عطا کریں گے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

☆ ینابیع المودۃ (ص 70)

☆ تفسیر الصافی (ج 3 ص 382)

☆ المحجہ (ص 143)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 165 ب 48 ح 9)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 3 ص 506 ح 181)

☆ منتخب الاثر (ص 470 ف 7 ب 1 ح 1)

☆ تفسیر البرہان (ج 5 ص 300)

☆ تاویل الآیات (ص 340)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ کتاب الفتن، صفحہ 241

حسین بن علی بن بزیع نے زید بن علی سے روایت ہے انھوں نے بیان کیا۔ جب قائم آل محمد علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو وہ فرمائیں گے: اے لوگو! ہم وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے

تم لوگوں سے اپنی کتاب قرآن مجید میں وعدہ کیا ہے یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جن کو اگر ہم زمین میں اقتدار عطا کریں گے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ ادا کریں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

☆☆☆☆☆

حج (45)

وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَّشِيْدٍ

ترجمہ

ایسا کنواں جو پانی سے پُر ہو اور اس سے فائدہ نہ اٹھایا گیا ہو ایسا محل جو ویران پڑا ہو۔

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 85)

☆ تاویل الآیات (ج 1 ص 345)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 101)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 3 ص 507)

☆ تفسیر البرہان (ج 3 ص 96)

☆ المناقب (ج 2 ص 230)

☆ المناقب (ج 2 ص 230)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ مشکوۃ المصابیح (ص 469)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ آیت مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے لیے نازل ہوئی ہے۔

☆☆☆☆☆

حج (60)

ذَٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ

ترجمہ

اور جو شخص اپنے دشمن کو اتنا ہی ستائے (سزا دے) جتنا کہ اسے ستایا گیا ہے پھر دوبارہ اس پر دشمن کی طرف سے زیادتی کی جائے تو خدا اس مظلوم کی ضرور مدد کرے گا بے شک وہ بڑا معاف کرنے والا اور بہت بخشنے والا ہے۔

☆ تفسیر صافی (ج3 ص388)

☆ تفسیر البرہان (ج5 ص317)

☆ تفسیر قمی (ج2 ص61)

☆ الزام الناصب (ج1 ص106)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ینابیع المودۃ از سلیمان قندوزی حنفی

☆ ابن ماجہ، کتاب الفتن (ح4088)

☆ ابن ماجہ، خروج المہدی (ح4082)

☆ کنز العمال (ح85)

تاریخ کا وہ دورِ ظلم وستم کی بدترین سفاکی جنگ بدر جنگ احد وغیرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستایا گیا اور یہاں تک کہ کربلا کا حادثہ پیش آنا جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ سبحانہ مظلومین اور سید الشہداء کی ضرور مدد کرے گا ہمارے فرزند مہدی آل محمد علیہ السلام کے ذریعے جو اللہ سبحانہ کی مدد ہے اور وہ اپنے اجداد کا انتقام لیں گے۔

☆☆☆☆☆

حج (65)

وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَؤُوفٌ رَّحِيمٌ

ترجمہ

اور اس نے آسمان کو اس بات سے روک رکھا ہے کہ وہ اس کے حکم کے بغیر زمین پر گر پڑے یقیناً اللہ تعالیٰ لوگوں پر البتہ بڑا مہربان بہت رحم کرنے والا ہے۔

☆ غایۃ المرام (ص 692)

☆ کمال الدین (ج1 ص207 ب21 ح22)

☆ تفسیر صافی (ج3 ص389)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ الحاوی (ج2 ص73)

☆ کتاب البرہان (ج2 ص512)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جابر علی ابن ابیطالب علیہ السلام میرے خلیفہ اور جانشین ہیں اور اسکی اولاد میں سے آئمہ اطہار میری حجتیں ہیں میں اس کو جنت میں داخل کروں گا جو انکے حق کا معترف ہوگا یہاں تک کہ جابر اٹھ کھڑے ہوئے اور پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمو ہ آئمہ اطہار کون ہیں حسن علیہ السلام و الحسین علیہ السلام جنت کے سردار علی ابن الحسین علیہ السلام اور محمد باقر ابن علی علیہ السلام اے جابر تو ان سے ملاقات کرے گا تو جب ان سے ملے تو ان کو میرا اسلام کہنا اسی طرح گیارہ آئمہ طاہرین علیہم اجمعین کا تعارف کروانے کے بعد مہدی آل محمد علیہ السلام کا ذکر فرمایا اے جابر وہ میری امت کا مہدیؑ ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی اے جابر جس کسی نے ان آئمہ طاہرین علیہم اجمعین کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا ان ہی کے ذریعے اللہ نے آسمان کو روک رکھا ہے اور زمین قائم ہے۔

☆☆☆☆☆

حج (78،77)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ

ترجمہ

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدے کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور نیکی کرو تا کہ تم

کامیاب ہو جاؤ۔اور خدا کی راہ مین جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے،اس نے تمھیں چن لیا ہے اور امور دین میں تم پر سختی نہیں کی۔تمہارے باپ ابراہیم کی ملت کو(تمہارا مذہب بنا دیا ہے)اسی نے تمہارا نام پہلے ہی سے مسلمان رکھا ہے اور اس قرآن میں بھی(تو جہاد کرو)تاکہ رسول تم پر گواہ بنیں اور تم لوگوں پر گواہ بنو پس نماز پڑھا کرو اور زکوۃ دیتے رہو اور خدا کے احکام مضبوطی سے پکڑو،وہ کیا اچھا آقا اور کیا ہی اچھا مددگار ہے۔

☆ غایۃ المرام
☆ تفسیر قمی(ج2ص62)
☆ مختصر بصائر الدرجات(ص17)
☆ الرجعۃ(ص37)
☆ تفسیر البرہان(ج1ص329)
☆ بحار الانوار(ج53ص64)
☆ تہذیب(ج2ص77ح287)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ کتاب البرہان(ج1ص420)

شافعی مسلک کے عالم ابراہیم بن محمد الحموینی سے اسناد مذکورہ کے ساتھ سلیم بن قیس الہلالی سے ایک روایت درج کی ہے ایک طویل حدیث میں جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام نے اصحاب رسول اور تابعین کے دوسو سے زیادہ مجمع میں جو کہ ایک مجلس میں جمع تھے قسم دے کر چند امور کی بابت

وضاحت فرمائی جو کچھ آپ نے فرمایا اس میں یہ بھی تھا کہ اے گروہ انصار و مہاجرین اے گروہ اصحاب و تابعین اتمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالی نے سورۃ الحج میں یہ آیات نازل فرمائی ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کی تو حضرت سلمانؓ نے اٹھ کر کہا یا رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوہ کون لوگ ہیں کہ آپ ان پر گواہ ہیں اور وہ لوگوں پر گواہ ہیں وہ لوگ جن کو خدا نے چن لیا اور ان پر دین میں سختی نہیں کی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ "اس سے ۱۳ خاص مرد ہیں نہ کہ یہ امت" سلمان نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے نام بیان فرمادیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں اور میرا بھائی علیؑ اور میری اور ان کی اولاد سے گیارہ امام! تو اس وقت اصحابؓ اور تابعینؒ کے دوسو سے زائد مجمع نے حضرت علی علیہ السلام کی تصدیق کی اور کہا کہ ہاں! اے اللہ ہاں بے شک۔

☆☆☆☆☆

مومنون(101)

فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ

ترجمہ

پس جب (قیامت کو) صور میں پھونکا جائیگا تو اس دن نہ انکے درمیان رشتے ناطے رہ جائیں گے اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔

☆ الزام الناصب(ج1ص106)

☆ تفسیر البرہان(ج5ص356ح6)

☆ تفسیر البرہان(ج3ص120ح6)

☆ دلائل الامامۃ (ص 260)

☆ الحجہ (ص 146)

☆ دلائل الامامۃ (ص 256)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم

☆ سنن ابن ماجہ

☆ صحیح بخاری

☆ ترمذی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ سبحانہ نے ارواح کو ابدان سے پہلے خلق فرمایا ہے اور اجسام کو بعداز خلق فرمایا اور ان سے آسمان و زمین کا تعارف فرمایا اور ان کو قیام مہدی آل محمد علیہ السلام کی وراثت سے اور ان کی ولادت کے بارے میں آگاہ کیا اور یہ ہی اس آیت مجیدہ میں مذکورہ ہے۔

☆☆☆☆☆

نور (35)

اللّٰهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ زَيْتُونِةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُّورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ

ترجمہ

اللہ تعالی آسمانوں اور زمین کا نور دینے والے ہے اس کے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو وہ چراغ ایک شیشہ کی قندیل میں ہو وہ قندیل ایسی ہو گویا وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے وہ زیتون کے برکت والے درخت (کے تیل) سے روشن کیا جاتا ہو، جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی قریب ہے کہ اس کا تیل (خود بخود) روشن ہو جائے۔ اگر چہ اسے آگ نہ چھوئے وہ نور بالائے نور ہے اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی راہ پر لگا دیتا ہے۔

☆ المحکم والمتشابہ (ص 4)

☆ بحار الانوار (ج 93 ص 3)

☆ عوالم النصوص علی الأئمۃ الاثنی عشر (ص 21)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ اخبار الدول وآثار الاول (ج 1 ص 463)

جابر بن عبداللہ انصاری راوی ہیں کہ میں امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی خدمت میں گیا مولاؑ انگشت مبارک سے زمین پر لکیریں کھینچ رہے تھے اور مسکراتے جا رہے تھے میں نے دائیں بائیں دیکھا کچھ نظر نہ آیا میں نے دریافت کیا مولاؑ و آقا وہ کیا شے ہے جسکی وجہ سے آپ مسکرا رہے ہیں امیر المومنین علیہ السلام مزید مسرت سے فرماتے ہیں مجھے حیرت اور ہنسی آتی ہے اس شخص پر جو اس آیت کو پڑھتا ہے اور اس معرفت نہیں رکھتا میں نے عرض کیا مولاؑ کون سی آیت؟ مولاؑ نے فرمایا جابر اللہ آسمان وزمین کا نور ہے اور اس کے نور کی مثال "کَمِشْکَاۃ" امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اس

کے نور کا نمونہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں "فِيهَا مِصْبَاحٌ" اپنے سینے اقدس کی طرف اشارہ فرمایا وہ چراغ میں علیؑ ہوں " الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ "الزُّجَاجَةُ سے امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام ہیں اور قندیل جس میں چراغ پوشیدہ ہے وہ حسن و حسین علیہم السلام ہیں "كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ "علی ابن الحسین علیہ السلام ہیں "شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ" وہ محمد باقر علیہ السلام ہیں " زَيْتُونَةٍ " سے مراد جعفر صادق علیہ السلام ہیں" لَا شَرْقِيَّةٍ" سے مراد موسیٰ کاظم "غَرْبِيَّةٍ" سے مراد علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام ہیں "يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ " سے مراد محمد تقی علیہ السلام ہیں "وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ " سے مراد علی نقی علیہ السلام ہیں" نُورٌ عَلَى نُورٍ " سے مراد حسن عسکری علیہ السلام ہیں بڑی بے تابی سے جابر نے پوچھا مولاؑ " يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ " سے کیا مراد ہے فرمایا واللہ مہدی آل محمد علیہ السلام مراد ہیں۔

☆☆☆☆☆

نور(53)

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ أَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ قُلْ لَا تُقْسِمُوا طَاعَةٌ مَعْرُوفَةٌ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ

ترجمہ

اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کیساتھ پوری کوشش سے قسمیں کھائیں کہ اگر تو انھیں حکم کریگا تو وہ البتہ نکل جائیں گے (اے رسولؐ) کہہ دو کہ قسمیں نہ کھاؤ (ہمیں) معقول فرمانبرداری مطلوب ہے، (نہ کہ قسمیں) یقیناً اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو اس سے پورا پورا خبردار ہے۔

☆ نوادر الاخبار (ص264ح4)

☆ بحار الانوار (ج52 ص305 ب26 ح76)

☆ حلیۃ الابرار (ج5 ص351 ب43 ح1)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج3 ص616 ح213)

☆ منتخب الاثر (ص440 ف6 ب3 ح5)

☆ اثبات الهداة (ج3 ص528 ح768)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ فتوحات مکیہ (ج1 ص102، 107)

عبداللہ بن عجلان راوی ہیں کہ ہمارا ایک گروہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ ہمیں کچھ مہدی آل محمد علیہ السلام کے بارے میں آگاہ فرمائیں کہ ہم کیسے ان کے ظہور اقدس کو درک کر سکتے ہیں؟ صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا جب صبح ظہور رونما ہوگی تو ہر شخص اپنے سرہانے ایک کاغذ پائے گا جسمیں تحریر ہوگا" اطاعت ہی کامیابی ہے"۔

☆☆☆☆☆

نور (55)

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِن قَبْلِهِمْ

ترجمہ

اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو کہ ایمان لائے اور اعمال صالح بجالائے وعدہ کیا ہے کہ وہ بالضرور ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح کہ ان سے قبل والوں کو اس نے خلیفہ بنایا تھا۔

☆ الزام الناصب (ج1 ص108)

☆ اثبات الھداۃ (ب32ح421)

☆ مجمع البیان (ج7 ص152)

☆ اثبات الھداۃ (ب32ح422)

☆ الاحتجاج طبرسی (ج1 ص256)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ سنن ابن ماجہ (ج1 ص289)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ آیت کریمہ امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اور ان کے صلب مطہرہ سے جو آئمہ طاہرین علیہم اجمعین ہیں ان کے بارے میں ہے اور ظہور مہدی آل محمد علیہ السلام تک ہے۔

☆☆☆☆☆

فرقان (26)

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ وَكَانَ يَوْماً عَلَى الْكَافِرِيْنَ عَسِيْراً

ترجمہ

سلطنت اس دن خدا ہی کی ثابت ہوگی اور وہ دن کافروں پر بہت ہی سخت ہوگا۔

☆ المحجہ (ص155)

☆ منتخب الاثر (ص 471)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 79)

☆ تاویل الآیات (ج 1 ص 372ح 4)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مھدی المنتظر (ص 75)

امام تقی الجواد علیہ السلام سے روایت منقول ہے آپؑ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ وَكَانَ يَوْماً عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيراً۔ یعنی ملک اللہ کا ہے آج بھی آج سے قبل بھی اور آج کے بعد بھی اور جب مہدی آلِ محمد علیہ السلام قیام فرمائیں تو اللہ کی عبادت نہیں ہوگی مگر اطاعت کے ذریعے سے۔

☆☆☆☆☆

فرقان (34)

الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَى وُجُوهِهِمْ إِلَى جَهَنَّمَ أُوْلَئِكَ شَرٌّ مَّكَاناً وَأَضَلُّ سَبِيلاً

ترجمہ

وہ لوگ اپنے منہ کے بل جہنم میں جمع کیے جائیں گے وہی تو برے سے برے ہیں اور سب سے زیادہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہوں گے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 5 ص 456)

☆ غیبت نعمانی (ص 96)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی المنتظر (ص 29)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص 311)

ایک طویل روایت جس کو کعب الاحبار نے نقل کیا ہے جس میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ذریت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے ہوں گے جو فسق و فجور سے بھری زمین کو عدل و انصاف سے تبدیل کر دیں گے۔ (روایت جاری ہے)

☆☆☆☆☆

الشعراء (4)

إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ

ترجمہ

اگر ہم چاہیں تو ہم ان پر آسمان سے ایک نشانی اتاریں، پھر ان کی گردنیں اس کے لئے جھک جائیں۔

☆ کمال الدین (ج 2 ب 35 ح 5)

☆ الارشاد (ص 359 ب 40 ح 8)

☆ روضۃ الکافی (ص 310 ح 483)

☆ الارشاد (ص359 ب40 ح8)
☆ تفسیر برہان (ج3 ص180 ح9)
☆ تفسیر صافی (ج4 ص29)
☆ تاویل الآیات (ج1 ص386 ح2)
☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص563 ب32 ف39 ح642)
☆ الحجۃ (ص159)، بحار الانوار (ج52 ص284 ب26 ح13)
☆ منتخب الاثر (ص447 ف6 ب4 ح1)
☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص246 ب71 ح35)
☆ کفایۃ الاثر (ص270)
☆ اعلام الوریٰ (ص408)
☆ کشف الغمۃ (ج3 ص314)
☆ فرائد السمطین (ج2 ص336)
☆ نوادر الاخبار (ص267)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص200)

حسین بن خالد امام علی رضا علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو ورع نہ رکھے گا اس کا کوئی دین نہیں اور جو تقیہ نہ کرے اس کا ایمان نہیں پروردگار کے نزدیک تم میں سے سب

سے زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ تقیہ پر عمل کرے راوی کہتا ہے میں نے کہا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب تک؟ حضرتؑ نے فرمایا: وقت معلوم کے دن تک جو کہ خروج قائم آل محمد علیہ السلام کا دن ہوگا اور جو خروج قائم آل محمد علیہ السلام سے پہلے تقیہ سے کام نہ لے وہ ہم میں سے نہیں راوی کہتا ہے میں نے کہا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قائم آل محمد علیہ السلام کون ہیں حضرتؑ نے فرمایا: میرے فرزندوں میں سے چوتھا فرزند جس کی وساطت سے خدا زمین کو ہر ظلم وستم سے پاک کردے گا اور وہ ایسا شخص ہے جس کی ولادت میں لوگ شک کرینگے اور اس کے خروج سے پہلے اس کی غیبت ہوگی خروج کے وقت زمین اس کے نور سے روشن ہوگی اور وہ لوگوں کے درمیان عدالت کو قائم کرے گا کسی پر ذرا برابر ظلم نہیں ہوگا اس کا کوئی سایہ نہیں ہوگا اس کو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا دیگا اور لوگوں کو ان کی طرف دعوت دے گا یہ ندا سب لوگ سن سکیں گے اور ندا یہ ہوگی: (الا ان حجة الله قد ظهر عندبيت الله فاتبعوه فان الحق معه وفيه) اور یہی قول خدا ہے إِن نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ

☆☆☆☆☆

الشعراء(21)

فَفَرَرْتُ مِنكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْماً وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ

ترجمه

اس وقت جب کہ میں تم سے ڈرا تو میں خود ہی تم سے بھاگ گیا تھا اور اب تو میرے پروردگار نے مجھے حکمت عطا کی ہے اور مجھے رسولوں میں سے قرار دیا ہے۔

☆ کمال الدین اتمام النعمۃ (ج1 ص328ب32ح10)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص468)

☆ حلیۃ الابرار (ج 5 ص 273)

☆ بحار الانوار (ج 52 ص 281)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 4 ص 49)

☆ بشارۃ الاسلام (ص 237)

☆ تاویل الآیات (ج 1 ص 388)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامات مہدی منتظر (ص 55)

مفضل بن عمر امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور وہ امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا جب قائم قیام کرینگے تو فرمائیں گے کیوں کہ تم سے خوف تھا تم سے دور ہو گیا اور پروردگار نے مجھے حکومت بخشی اور مجھے مرسلین میں قرار دیا۔

☆☆☆☆☆

الشعراء (206,205)

أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ

ترجمہ

پس کیا تو نے غور کیا کہ اگر ہم انھیں کئی سال نفع پہنچایا، پھر ان پر وہ آ گیا جسکا یہ وعدہ دیئے جاتے تھے۔

☆ تاویل الایات (ج1ص392)

☆ تفسیر البرہان (ج3ص198)

☆ غیبت نعمانی (ص179)

☆ حلیۃ الابرار (ج5ص273)

☆ المحجہ (ص161)

☆ بحار الانوار (ج24ص372)

☆ تاویل آیات (ج1ص392)

☆ تاویل الآیات الظاھرۃ (ج1ص392,393ح18)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند باروان امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ مسند احمد بن حنبل (88,35/3)

☆ سنن ابوداؤد (2485)

☆ ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی المھدی (2232)

☆ مستدرک الحاکم (600/4)

☆ الحلیۃ (101/3)

☆ شرح السنۃ (457/7)

☆ السلسلۃ الصحیحۃ (336/2)

السید شرف الدین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے مراد مہدی

آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا خروج ہے۔

الشعراء(207)

مَا أَغْنَى عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُون

ترجمہ

۔ اور جن چیزوں سے یہ نفع اٹھا چکے ہیں وہ ان کو کچھ فائدہ نہ دیں گی۔

- ☆ تفسیر البرہان(ج5ص508)
- ☆ تاویل الآیات(ج1ص392ح18)
- ☆ المحجۃ(ص161)
- ☆ بحار الانوار(ج24ص372)
- ☆ الزام الناصب(ج1ص110)
- ☆ تاویل ما نزل من القرآن الکریم فی النبی وآلہ(ص203)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

- ☆ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب خروج المہدی (4084)
- ☆ مستدرک الحاکم(463/4)
- ☆ النھایۃ فی الفتن(26/1)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "قال ھم بنوا میة الذین

متعوا بدنیا ھم۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا اس آیت سے مراد بنوامیہ ہے۔

☆☆☆☆☆

الشعراء(227)

إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيراً وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُون

ترجمہ

ہاں وہ لوگ مستثنے ہیں جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور اللہ کی یاد زیادہ کی اور بعد اس کے کہ ان پر ظلم کیا گیا تھا انہوں نے بدلہ لیا۔ اور عنقریب وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے یہ جان لیں گے کہ کس کروٹ وہ پلٹتے ہیں۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 110)

☆ تفسیر البرہان (ج 5 ص 520)

☆ کمال الدین وتمام النعمۃ (ج 1 ص 248 باب 24 ح 6)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ آثار القیامہ (ص 366)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص 198)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسین علیہ السلام اپنے بابا کے بعد امت کے امام

برحق اور سرداران جنت ہیں اور انکی والدہ خاتون جنت میں انکے والد سید الاوصیاء ہیں اور صلب حسین علیہ السلام سے نو آئمہ علیہم اجمعین ہیں اور ان میں نویں مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں جس نے انکی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

☆☆☆☆☆

النمل (59)

قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى آللَّهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُون

ترجمہ

کہہ دو کہ سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے اور اسکے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ اس کا شریک ٹھراتے ہیں۔

☆ مناقب ابن شہر آشوب (ج 3 ص 380)

☆ معجم احادیث امام المہدی (ج 7 ص 435)

ابن عباس فرماتے ہیں اصفیاء سے مراد اہلبیت رسول صلوات اللہ علیھم ہیں جس میں علی ابن ابیطالب، فاطمہ، حسن، حسین اور انکی اولاد تا قیامت شامل ہے۔ اور سب مخلوق سے بہتر ہیں۔

☆☆☆☆☆

النمل (62)

أَمَّن يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَٰهٌ مَّعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُون

ترجمه

بھلا وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جس وقت بھی کہ وہ اسے پکارے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تمھیں زمین کے خلیفے مقرر کرتا ہے کیا اللہ تعالی کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (پھر بھی) تم بہت تھوڑی نصیحت حاصل کرتے ہو۔

☆ حلیۃ الابرار (ج5ص313)

☆ تفسیر صافی (ج2 ص433)

☆ غایۃ المرام (ج4ص210)

☆ بحار الانوار (ج52ص288)

☆ ملحقات احقاق الحق (ج29ص605)

☆ نور الثقلین (ج1ص139)

☆ تفسیر شبر (ص228)

☆ منتخب الاثر (ص422)

☆ عقد الدرر (ص177)

☆ برہان المتقی (ص171)

☆ ینابیع المودۃ (ج3ص235)

☆ تفسیر برہان (ج6ص32)

☆ تفسیر عیاشی (ج2ص56)

☆ اصول کافی (ج8ص313)

☆ غیبت نعمانی (ص187)

☆ مجمع البیان (ج5ص144)

☆ تاویل الآیات (ج 1 ص 223)

☆ منہج الصادقین (ج 4 ص 454)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اس آیت سے مراد مہدیؑ آل محمدؐ ہیں جس وقت وہ مسجد الحرام میں داخل ہونگے مقام ابراہیم و خانہ کعبہ کے درمیان کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھیں گے اور خطبہ فرمائیں گے "اے لوگوں میں وارث آدم علیہ السلام ہوں میں وارث ابراہیم علیہ السلام ہوں میں وارث اسمٰعیل علیہ السلام ہوں میں ہی وارث محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں ہاتھ بڑھا کر فرمائیں گے آؤ یہ ہی قول اللہ عزوجل اس آیت میں فرما رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

النمل (65)

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ

ترجمہ

کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب (زندہ کر کے) اٹھائے جائیں گے؟

☆ معجم احادیث الامام المہدی (ج 6 ص 173)

☆ الاحتجاج (ج 2 ص 473)

☆ معادن الحکمۃ (ج 2 ص 282)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 763)

☆ البحار (ج 25 ص 266)

توقیع میں جو محمد بن علی بن ھلال کرخی کے خط کے جواب میں امام مھدی عجل اللہ فرجہ الشریف نے لکھی ہے اس مرقوم ہے کہ: میں اور میرے اجداد اولین جن میں آدم، نوح، ابراھیم، موسیٰ اور دوسرے انبیاء اور آخرین میں سے: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی ابن ابی طالب اور دوسرے ائمہ صلوات اللہ علیھم اجمعین جو ماضی میں گذرے سب کے سب اللہ کے بندہ ہیں پھر امام عجل اللہ فرجہ الشریف نے یہ آیت تلاوت کی قُل لَّا یَعۡلَمُ مَن فِی السَّمَاوَاتِ وَالۡأَرۡضِ الۡغَیۡبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا یَشۡعُرُونَ أَیَّانَ یُبۡعَثُونَ۔

النمل (71)

وَیَقُولُونَ مَتَى هَذَا الۡوَعۡدُ إِن كُنتُمۡ صَادِقِینَ

ترجمہ

اور کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟۔

☆ اثبات الھداۃ (ج1 ص479)

☆ الانصاف (ص213)

☆ البحار (ج36 ص385)

☆ العوالم (ج15 ص257)

☆ کشف الستار للنوری (109)

☆ نور الثقلین (ج2 ص212)

☆ منتخب الاثر (ص62)

☆ اعلام الوری (ص384)

☆ الصراط المستقیم (ج2 ص111)

☆ منتخب الانوار المضیئہ (ص78)

عبدالرحمٰن بن سلیط روایت کرتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: امام قائم عجل اللہ فرجہ الشریف قیام حق ہے۔ انکی غیبت میں لوگ مرتد ہو جائیں اور دوسری ادیان پر ثابت قدم رہیں گے اور مومنین کو اذیت دی جائے گی اور کافرین کہیں گے: اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟۔

☆☆☆☆☆

النمل (82)

وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ

ترجمہ

جب ان لوگوں پر قیامت کا وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے واسطے زمین سے ایک چلنے والا نکال کھڑا کریں گے جو ان سے باتیں کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین نہیں رکھتے تھے۔

☆ تفسیر البرہان (ج6 ص36)

☆ تفسیر قمی (ج2 ص131)

☆ مجمع البیان (ج7 ص234)

☆ الرجعۃ (ص81)

☆ تفسیر الصافی (ج4 ص74)

☆ الایقاظ من الہجعۃ (ص336)

☆ نور الثقلین (ج4 ص98)

☆ جامع البیان (ج20 ص11)

☆ عقد الدرر (ص 391 ب 12 ف 6)

☆ تفسیر ابن کثیر (ج 3 ص ۸۸۳)

☆ الدر المنثور (ج 5 ص 115)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص 175)

☆ التبیان (ج 8 ص 106)

☆ لامام المہدی فی کتب اہلسنت

☆ البیان فی اخبار صاحب الزمان

ابوبصیر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: اے علیؑ آخری زمانے میں خدا تمہیں ایک اچھی شکل وصورت اور عصا کے ساتھ مبعوث فرمائے گا اور اس سے تم اپنے دشمنوں پر ضرب لگاؤ گے۔

☆☆☆☆☆

النمل (83)

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجاً مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ

ترجمہ

اور ہم ہر قوم کے ایک گروہ کو محشور کریں گے جو کہ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتا تھا پس انھیں صف آرا کیا جائے گا۔

☆ المحکم والمتشابہ (ص 3)

☆ الایقاظ من الھجعۃ (ص 377)

☆ بحارالانوار (ج 53 ص 118)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ لوامع الانوار البہیہ

☆ علامہ سفارینی (ج 2 ص 70)

☆ عقیدہ اہل السنہ والاثر فی المہدی المنتظر (ص 172) طبع مدینہ منورہ۔

تفسیر نعمانی میں ان روایت کے ذیل میں جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے وارد ہوئی ہیں کہ ان لوگوں کی رد کے لئے جو رجعت کے منکر ہیں اللہ تعالی کے یہ قول ہیں: اس دنیا میں محشور کریں گے اور آخرت کے لیے محشور کرنے کے متعلق قرآن کی دوسری آیت ہے (اور ہم ان سب کو محشور کریں گے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے) (سورۃ الکہف 47) یعنی: ہم آخرت کے لیے محشور کریں گے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے۔ منکرین رجعت کی رد کے لیے دوسری آیت: (اور وہ آبادیاں جن کو ہم نے عذاب نازل کر کے ہلاک کیا ہے وہ زمانہ رجعت میں دوبارہ پلٹائے نہیں جائیں گے۔) (الانبیاء آیت 95) لیکن قیامت میں تو سب ہی پلٹائے جائیں گے کسی کو نہ چھوڑا جائے گا۔

اور ان لوگوں کی رد کے لیے مثال کے طور پر یہ آیت (اور جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا کہ جس کتاب وحکمت سے میں نے تمہیں نوازا ہے۔ پھر جو کچھ تمھارے پاس ہے اس کے تصدیق کرنے والا ایک رسول بھی تمہارے پاس آیا ہوا ہے تو تمھیں ضرور اس رسول پر ایمان لانا ہوگا اور ضرور اس کی مدد کرنہ ہوگی۔ (سورہ آل عمران آیت 81) ظاہر ہے کہ انبیاء کا یہ وعدہ نصرت زمانہ رجعت ہی میں پورا

ہوگا۔نیز یہ آیت جس میں اللہ تعالیٰ نے آئمہ علیہم السلام سے نصرت اور دشمنوں سے انتقام کا وعدہ کیا:
اللہ نے تم میں سے ان لوگوں سے جو کہ ایمان والے اور اعمال صالح بجالانے والے ہیں وعدہ کیا ہے کہ
وہ ضرور ان کو زمین میں نائب وخلیفہ بنائے گا جس طرح کہ ان سے پہلوں کو اس نے نائب وخلیفہ بنایا
تھا اور ان کے دین کو جو کہ اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے یقیناً ان کے لیے مستحکم کریگا تا کہ ان کے خوف
کو امن سے بدل دے پس وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہ قرار دیں گے۔(سورۃ
النور 55)اور یہ وعدہ بھی اسی وقت پورا ہوگا جب وہ دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔یعنی رجعت میں علاوہ
ازیں یہ آیت بھی رجعت کے لیے ہے:"اور ہم نے چاہا کہ زمین میں بے بس کیے گئے تھے ان پر
احسان کریں اور انھیں امام بنادیں اور وارث قرار دیں"(سورہ قصص 5)اور یہ آیت بھی رجعت کے
بارے میں ہے۔

"بیشک وہ جس نے آپ پر قرآن فرض کیا۔وہ آپ کو آپ کی منزل (معاد) کی طرف ضرور
لوٹادے گا۔"(قصص 85)ایک مثال اور ہے قول خدا ہے: کیا تو نے ان کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں
سے موت سے ڈر کر نکل کھڑے ہوئے اور وہ ہزاروں تھے پس اللہ نے ان سے کہا مر جاؤ (وہ مر گئے)
پھر (اللہ نے) ان کو زندہ کر دیا۔(سورۃ البقرۃ 243)ایک اور قول خدا رجعت کے لیے:اور موسیٰ نے
اپنی قوم کی ستر آدمیوں کو ہماری میقات (ملاقات کے لیے منتخب کیا۔۔(سورۃ
الاعراف:155)(پس اللہ تعالیٰ نے انھیں (ستر آدمیوں کو) موت کے بعد (زندہ کر کے) دنیا میں
بھیجا اسی طرح حضرت عزیز علیہ السلام کا قصہ ہے جو قرآن میں موجود ہے۔حضرت امیر المومنین علیہ
السلام سے قول کی شرح میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا:(رجعت میں
قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ میرے اور میری ذریت کے ذریعے مومنین کی نصرت فرمائے گا۔

☆☆☆☆☆

النمل(93)

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَتَعْرِفُونَهَا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ

ترجمہ

اور کہو کہ اللہ کا شکر ہے وہ تمہیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم اُن کو پہچان لو گے اور جو کام تم کرتے ہو تمہارا رب ان سے بے خبر نہیں ہے۔

☆ تفسیر قمی (ج2ص132)

☆ الرجعۃ (ص83)

☆ تفسیر الصافی (ج4ص79)

☆ تفسیر البرھان (ج3ص214)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج4ص106)

☆ البحار الانوار (23ص207)

آیات سے مراد امیر المومنین اور ائمہ اطہار علیہم السلام ہیں۔ جب رجعت میں ائمہ علیہم السلام کی مبعوث ہوں گے اپنے دشمنوں کو ان کے چہروں سے پہچان لیں گے۔

☆☆☆☆☆

القصص(5)

وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ

ترجمہ

اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ان لوگوں پر جو اس سرزمین میں کمزور کر دیئے گئے ہیں احسان

کریں اوران کوامام بنائیں اوران کوہم وارث قرار دیں۔

- ☆ اثبات الھداۃ(ج3ب32ح299)
- ☆ الزام الناصب(ج1ص111)
- ☆ الھدایۃ الکبریٰ(ص73)
- ☆ منتخب الاثر(ص6)
- ☆ مصباح الشریعۃ(ص63)
- ☆ المستقیم(ج2ص142)
- ☆ المحتضر (ص152)الصراط
- ☆ نوادرالاخبار(ص128)
- ☆ اثبات الھداۃ(ج1ص708)
- ☆ حلیۃ الابرار(ج5ص358)
- ☆ بحارالانوار(ج25ص6)
- ☆ نفس الرحمٰن(ص94)

امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں "اس آیت سے مراد آل محمد علیہم السلام ہیں کے خدا سختیوں کے بعد، انکے مہدی علیہ السلام کومبعوث فرمائے گا اور وہ اہل حق کوآباد کریں گے اوردشمنوں کوزائل فرمائیں گے۔

☆☆☆☆☆

القصص (6)

وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ

ترجمہ

اور ان کمزوروں کو زمین پر پوری قدرت عطا کریں اور فرعون و ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو (انہی کمزوروں کے ہاتھوں) وہ چیزیں دکھا دیں جن سے یہ لوگ ڈرتے تھے۔

- ☆ تفسیر البرہان (ج6 ص59)
- ☆ تفسیر قمی (ج2 ص110)
- ☆ الزام الناصب (ج1 ص111)
- ☆ الھدایۃ الکبریٰ (ص73)
- ☆ مقتضب الاثر (ص6)
- ☆ مصباح الشریعہ (ص...)
- ☆ المحتضر (ص152)
- ☆ الصراط المستقیم (ج2 ص142)
- ☆ نوادر الاخبار (ص128)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج1 ص708)
- ☆ حلیۃ الابرار (ج5 ص358)
- ☆ بحار الانوار (ج25 ص6)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند (اروان امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ینابیع المودۃ (ص 450)

اس آیت میں اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم اجمعین کو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل سے تشبیہ دی ہے اور ان کے اعداء کو فرعون اور ہامان اور اس کے لشکر سے تشبیہ دی ہے فرعون نے بنی اسرائیل کو قتل کیا پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون پر غلبہ حاصل کیا خدا تو سب کو ہلاک کر دیا اسی طرح اہل بیتؑ رسول کو بھی ان کے دشمنوں نے اذیت دے کر قتل کیا خدا کے وعدے کے مطابق ان کو دوبارہ رجعت کے وقت واپس دنیا میں لوٹایا جائے گا اور ان کو قتل کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

القصص (85)

إِنَّ الَّذِىْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَى مَعَادٍ

ترجمہ

بیشک وہ جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا، تجھے تیری منزل (معاد) کی طرف ضرور پلٹا دے گا۔

☆ تفسیر البرہان (ج 6 ص 102)
☆ المحکم والمتشابہ (ص 3)
☆ الایقاظ من الھجعۃ (ص 377)
☆ بحار الانوار (ج 53 ص 118)
☆ تاویل الآیات (ج 1 ص 423)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الفوائد البهیة فی تراجم الحنفیه (ص6)

عمرو بن شمر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس جابرؒ کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جابر پر رحمت نازل فرمائے ان کا علم اس حد تک جا پہنچا تھا کہ وہ اس آیت کی تاویل جانتے تھے۔ بیشک وہ جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا، تجھے تیری منزل (معاد) کی طرف ضرور پلٹا دے گا۔ یعنی وہ رجعت کو جانتے تھے۔

☆☆☆☆☆

العنکبوت (1,2)

الم أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ

ترجمہ

الم کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اگر وہ اتنا ہی کہہ دیں کہ ہم ایمان لے آئے اور فتنہ میں نہ ڈالے جائیں گے۔

☆ دار السلام در احوال حضرت مهدی (ص387)

☆ کمال الدین (ج2 ص510)

☆ بحار الانوار (ج53 ص190)

☆ کتاب الارشاد (ص360)

☆ غیبت نعمانی (ص202)

☆ الارشاد (ص 360 ب 40 ح 15)

☆ قرب الاسناد (ص 154)

☆ غیبت الطوسی (ص 448)

☆ الخرائج والجرائح (ج 3 ص 1170)

☆ کشف الغمۃ (ج 3 ص 251)

☆ منتخب انوار المضیئۃ (ص 38)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 296)

☆ بحار الانوار (ج 52 ص 183)

☆ مرآۃ العقول (ج 4 ص 51)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 4 ص 150)

☆ ملحقات احقاق الحق (ج 29 ص 390)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (2884)

☆ مسند احمد بن حنبل (121/6)

☆ سنن ابوداؤد (4280)

امام حسین عسکری علیہ السلام نے اس آیت کی تلاوت کر کے فرمایا کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ زمین

حجت خدا سے خالی ہو سکتی ہے نہیں کبھی بھی نہیں چاہے حجت خدا ظاہر ہو یا پوشیدہ (غائب) اس دوران سچ و جھوٹ کو اللہ سبحانہ واضح کر دیتا ہے اور سخت آزمائش ہوتی ہے تاکہ حق ثابت ہو جائے ☆

☆☆☆☆☆

العنکبوت (10)

وَلَئِن جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ

☆☆☆☆☆

ترجمہ

اور تمہارے پروردگار کی طرف سے مدد پہنچے تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ تھے۔

☆ تفسیر البرہان (ج6 ص114 ح1)

☆ تفسیر الصافی (ج4 ص112)

☆ بحار الانوار (ج9 ص229)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج4 ص153)

☆ الزام الناصب (ج1 ص112)

☆ تفسیر قمی (ج2 ص122)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ مسند احمد بن حنبل (316/6)

☆ سنن ابوداؤد (377,376/11)

☆ معجم طبرانی اوسط حدیث (9613)

☆ صحیح ابن حبان

☆ الموارد(1881)

☆ مجمع الزوائد(315/7)

آئمہ اہلبیت علیہم اجمعین نے فرمایا اس آیت مجیدہ میں نصرت سے مراد مہدی آل محمد علیہ السلام ہیں۔(وَلَئِن جَاء نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ)یعنی القائم علیہ السلام۔

☆☆☆☆☆

العنکبوت(49)

بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ

ترجمہ

ان لوگوں کے سینوں میں واضح آیتیں ہیں، جن کو علم عطا کیا گیا ہے اور ہماری آیتوں کا انکار سوائے ظالموں کے کوئی نہیں کرتا۔

☆ تاویل ما نزل من القرآن الکریم فی النبی وآلہ(ص231)

☆ تاویل الآیات(ج1ص432)

☆ بحار الانوار(ج23ص189)

☆ تفسیر صافی(ج4ص120)

☆ مستدرک الوسائل(ج17ص328)

☆ تفسیر قمی(ج2ص128)

☆ اثبات الھداۃ(ج3ص49)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی المهدی (2230)

☆ مسند احمد بن حنبل (471/1)

☆ سنن ابوداؤد (2482)

☆ طبرانی کبیر (133/10)

☆ مستدرک الحاکم (488/4)

ابوبصیر امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اس آیت سے مراد ہم آئمہ طاہرین علیہم اجمعین ہیں اور کوئی نہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہارون بن حمزہ بیان کرتے ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا یہ آیت ہم آئمہ اطہار علیہم اجمعین کے لیے مخصوص ہے اور ہم ہی راسخون فی العلم ہیں۔

الروم (5,4)

يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنصُرُ مَن يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ

ترجمہ

اور اس دن ایمان والے اللہ تعالی کی نصرت سے خوش ہوں گے وہ جس کی چاہتا ہے نصرت کرتا ہے اور وہ زبردست (اور) بہت رحم کرنیوالا ہے۔

☆ دلائل الامامۃ (ص 248)

☆ تفسیر برہان (ج 6 ص 143)

☆ اثبات الهداۃ (ج 3 ص 32)

☆ (ص172)

☆ تفسیر البرہان (ج3 ص258)

☆ دلائل الامامۃ (ص464)

☆ حلیۃ الابرار (ج5 ص302)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکما (395)

☆ مسند احمد بن حنبل (443,359/2)

☆ مسند ابن عوانہ (106/1)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا ہمارے دوست اپنی قبروں میں شاد و مسرور (رہیں) گے اس دن کے بعد جب خروج مہدی آل محمد علیہ السلام ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

الروم (50)

فَانظُرْ إِلَىٰ آثَارِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

ترجمہ

پس تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانیوں کو دیکھو کہ وہ زمین کو اسکے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح

زندہ کرتا ہے۔

☆ غیبت الطوسی (ص120)

☆ الزام الناصب (ج1)

☆ یوم الخلاص (ص386)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ السنن الواردۃ فی الفتن ابوعمرو الدانی (1058/5 حدیث 577,576)

☆ مستدرک الحاکم (558,557/4)

☆ سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (ج2 ص336 ح711)

سند با معتبر ابوجعفر طوسی رقمطراز ہیں کہ اللہ سبحانہ القائم مہدی آل محمد علیہ السلام کے ذریعے مردہ زمین کو زندہ کرے گا۔

☆☆☆☆☆

لقمان (20)

واسبغ علیکم نعمه ظاهرة وباطنة

ترجمہ

یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تابع کر رکھا ہے اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر دی۔

☆ کمال دین (ج2 ص438)

☆ امالی شیخ صدوق (ج2 ص154)

☆ تفسیر برہان (ج6 ص184)

☆ تفسیر الصافی (ج4 ص148)

☆ بحارالانوار (ج51 ص150)

☆ کفایۃ الاثر (ص266)

☆ الخرائج والجرائح (ج3 ص1165)

☆ مناقب ابن شہر آشوب (ج4 ص180)

☆ الصراط المستقیم (ج2 ص229)

☆ منتخب الانوار المضیئۃ (ص20)

☆ نوادر الاخبار (ص220)

☆ الانصاف (ص13)

☆ عوالم النصوص علی الائمۃ (ص25,28)

☆ العوالم للامام الجواد علیہ السلام (ص37,38)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج4 ص212)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الفتن، نعیم بن حماد (99 الف)

☆ الاحادیث الواردۃ (214/1)

محمد بن زیاد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں نے مولا سے اس آیت کی تفسیر کے بارے میں پوچھا تو آپؑ نے فرمایا ظاہری نعمت امامؑ ظاہر ہے اور غیب باطن نعمت امام غائب ہے میں نے دریافت کیا مولاؑ کیا آئمہ طاہرین علیہم اجمعین میں سے کوئی غائب بھی ہو گا حضرتؑ نے فرمایا ہاں ایسا ایک غائب ہو گا لیکن اسکی یاد مومنین کے دل سے غائب نہیں ہو گی وہ آئمہ طاہرین علیہم اجمعین میں بارھواں ہے اس کے لیے خدا ہر مشکل کو آسان کر دے گا خدا زمین کے خزانوں کو ظاہر کر دے گا اور ان کے ذریعے ہر ظالم کو نیست و نابود کر دے گا ہر شیطان اور شیطان صفت اسکے ہاتھوں سے ہلاک ہو گا جسکی ولادت لوگوں سے پوشیدہ ہو گی اور اس کا نام لینا جائز نہ ہو گا یہاں تک کے خدا اسکو اذن ظہور عطا کرے گا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

السجدہ (21)

وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَى دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

ترجمہ

اور ہم ضرور انھیں بڑے عذاب کے علاوہ چھوٹا عذاب چھکائیں گے تاکہ وہ رجوع کریں۔

- ☆ تفسیر الصافی (ج 4 ص 158)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج 4 ص 232)
- ☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 444)
- ☆ الایقاظ من الھجعۃ (ص 386)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 564)
- ☆ بحار الانوار (ج 53 ص 114)
- ☆ تفسیر صافی (ص 397)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 148)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 112)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ ترمذی، الفتن (2184)

☆ سنن ابن ماجہ، الفتن، باب جیش البیداء (504/2)

☆ مسند احمد بن حنبل (337,336/6)

محمد بن عباس امام علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں عذاب ادنیٰ سے مراد دنیاوی مشکلات اور عذاب اکبر سے مراد مہدی آل محمد علیہ السلام کی تلوار ہے

☆☆☆☆☆

السجدہ (28)

وَيَقُولُونَ مَتَى هَذَا الْفَتْحُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

ترجمہ

یہ لوگ کہتے ہیں اگر سچے ہو تو بتاؤ یوم فتح کب ہوگا۔

☆ تفسیر القرآن (ج 4 ص 199)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 147)

☆ تفسیر البرہان (ج 2 ص 211)

☆ تفسیر الصافی (ج 4 ص 160)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 4 ص 233)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 445 ح 9)

للہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مسند احمد بن حنبل (84/1) ابن ماجہ (519/2)

☆ تاریخ کبیر، امام بخاری (317/1/1)

☆ السنن الوردۃ فی الفتن (1059/5)

☆☆☆☆☆

تفسیر صافی اور تفسیر قمی میں منقول ہے کہ یہ ایک مثال ہے جو اللہ تعالیٰ نے رجعت کے بارے میں اور ظہور مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے بارے میں بیان فرمائی ہے۔

☆☆☆☆☆

السجدہ (29)

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُم

ترجمہ

آپ کہہ دیں اے پیغمبر! کہ فتح کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 440)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 4 ص 233)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 148)

☆ تفسیر الصافی (ج 4 ص 160)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مسند احمد بن حنبل (259/6)

☆ مسند ابویعلی (1668/4)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد خروج مہدی آل محمد علیہ السلام ہے جسکو دیکھ کر ایمان لانے والے کا ایمان بے سود ہوگا اور اس دن مومنین کے دل مسرور اور درجات بلند ہونگے۔

☆☆☆☆☆

السجدہ (29)

قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِيمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ

ترجمہ

فتح اور کامیابی کے دن کافروں کا ایمان لانا ان کو فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی مہلت دی جائے گی۔

☆ تفسیر البرہان (ج 3 ص 289)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 445)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 148)

☆ تفسیر الصافی (ج 4 ص 160)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 4 ص 233)

☆ الحجۃ (ص174)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ صحیح بخاری(460/3)

☆ صحیح مسلم(2210/4)

☆ مستدرک الحاکم(520/4)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا فتح کے دن سے مراد جس دن مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف دنیا فتح کریں گے اس دن کافروں کا ایمان ان کو فائدہ نہ دے گا اور نہ ہی مہلت دی جائے گی۔

☆☆☆☆☆

الاحزاب (33)

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً

ترجمہ

سوائے اس کے نہیں کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ اہل بیت اتم سے ہر قسم کی پلیدی کو دور رکھے اور یوں پاک و پاکیزہ رکھے جس طرح کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

☆ تفسیر البرہان (ج6 ص252)

☆ الکافی (ج1 ص350 ح54)

☆ علل الشرائع (ج 1 ص 226 ح 2)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ البیان فی اخبار صاحب الزمان

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اس آیت سے مراد آئمہ طاہرین علیہم اجمعین کی ولایت ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر مہدی آل محمد عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف تک سب کو خدا نے رجس سے دور رکھا ہے جو بھی اس ولایت کے حصار میں داخل ہو گیا ایسا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں داخل ہوا۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

الاحزاب (61,62)

مَلۡعُوۡنِیۡنَ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا سُنَّةَ اللّٰہِ فِی الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا

ترجمہ

اور ہر طرف سے ان پر لعنت ہوتی رہے گی وہ جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور ایسے قتل کئے جائیں گے جیسا کہ قتل کئے جانے کا حق ہے۔ اللہ کا قاعدہ ان لوگوں میں جو پہلے گذر گئے (یہی تھا) اور تم اللہ کے قاعدہ میں ہرگز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 113)

☆ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید (ج7 ص58)

☆ ینابیع المودۃ (ج3 ص408)

☆ بحار الانوار (ج8 ص641)

☆ منتخب الاثر (ص238)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ابوداؤد (106/4)

☆ معجم طبرانی کبیر (163/1)

☆ مستدرک الحاکم (442/4)

☆ ترمذی، باب ماجاء فی المھدی (484/6)

ابن حدید نے شرح نہج البلاغہ میں امیر المومنین علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے جو بنی امیہ کے ذکر پر مشتمل ہے تم منتظر رہو اور جب وہ پکارے اسکی مدد کرو اللہ عزوجل ہم اہلبیت علیہم اجمعین میں سے ایک مرد کے ذریعے تمہارے لیے آسانی پیدا کرے گا۔

☆☆☆☆☆

الاحزاب (71)

يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيماً

ترجمہ

وہ تمھارے عملوں کو تمھارے لئے درست کردے گا، اور تمھارے لئے تمھارے گناہ بخش دیگا اور جس نے اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی اطاعت کی پس یقیناً وہ بہت بڑی مراد کو پہنچا۔

☆ تفسیر البرہان (ج6 ص317)

☆ اصول کافی (ج1 ص342 ح8)

☆ تاویل الآیات (ج2 ص479 ح39)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ابوداؤد (106/4)

☆ معجم طبرانی کبیر (163/1)

☆ مستدرک الحاکم (442/4)

☆ ترمذی، باب ماجاء فی المہدی

☆ (484/6)، مسند احمد بن حنبل (199/5)

ابوبصیر امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں اس آیت سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام اور بعد کے آئمہ اطہار علیہم اجمعین کے مطیع ہوں اور اولامر امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے مخلص مطیع رہیں۔

☆☆☆☆☆

السباء(18)

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ سِيرُوا فِيهَا لَيَالِيَ وَأَيَّامًا آمِنِينَ

ترجمہ

ہم نے ان سباوالوں کی بستیوں کے درمیان جن میں ہم نے برکت دی تھی کئی ظاہر بظاہر بستیاں بنائیں اور ہم نے ان میں چلنے پھرنے کا اندازہ مقرر کردیا تم ان میں راتوں اور دنوں کو امن امان سے چلو پھرو۔

- ☆ علل الشرائع (ج1 ص81)
- ☆ تفسیر صافی (ص414)
- ☆ اکمال دین واتمام النعمۃ (ج2 ص438)
- ☆ غیبۃ الطوسی (ص345)
- ☆ اعلام الوریٰ (ص424)
- ☆ احتجاج طبری (ص313)
- ☆ تفسیر طبری (ج22 ص72)
- ☆ تفسیر الثعلبی (ج8 ص94)
- ☆ تفسیر منہج الصادقین (ج7 ص421)
- ☆ البحار (ج52 ص186)
- ☆ نور الثقلین (ج4 ص343)
- ☆ الفتن لابن حماد (ج1 ص329)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مسند احمد بن حنبل (26,27/3)

☆ الاحادیث الوردۃ فی المہدی (179/1)

حضرمی سے روایت ہے کہ میں نے مولا صادق علیہ السلام سے دریافت کیا ابن رسول اللہ آپ پر قربان جاؤں اس آیت کی تفسیر فرمائیں مولا نے فرمایا "سیرو وافیھا لیالی وایا ما امنین" سے مراد مہدی آل محمد علیہ السلام ہمارے قائم ہیں جو مسافرت کریں گے اور امن کی حالت میں ہوں گے اور "ومن دخلہ کا امنا" سے مقصود جو کوئی مہدی آل محمد علیہ السلام کی بیعت کرے گا اور ان کے ساتھ ہوگا اور ان کے ہاتھ کو مس کرے گا تو وہ ہر بلا سے امان میں رہے گا۔

☆☆☆☆☆

السباء (51,52)

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ

ترجمہ

اے رسول کاش تم اس گروہ کو دیکھ سکو جو دہشت سے دوچار ہوا اور ہمارے قبضہ قدرت سے فرار نہیں کر سکتے اور مکان قریب سے ان کی پکڑ ہوگی اور کہیں گے ہم اس پر ایمان لے آئے اور اب اتنی دور سے ان کا ہاتھ ایمان کے لینے کو کیونکر پہنچ سکتا ہے۔

☆ بحاالانوار (ج52، ص186)

☆ الزام الناصب (ج1 ص117)

☆ تفسیر مجمع البیان (ج8، 228)

☆ الغیبۃ (ص304)

☆ تفسیر قمی (ج2، ص205)

☆ تفسیر عیاشی (ج2، ص52)

☆ تاویل الآیات الظاہرہ (ج2، ص478)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص564)

☆ تفسیر البرھان (ج3 ص355)

☆ الحجۃ (ص180)

☆ البحار (ج52 ص187)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الزواجر عن اقتراف الکبائر للہیثمیؒ (204/1)

یہ آیت چند امور پر دلالت کرتی ہے۔

۱۔ اس گروہ کا دہشت وخوف میں گھر جانا

۲۔ اس گروہ کی نجات اور خلاصی

۳۔ مکان قریب سے آواز کا آنا

۴۔ ایمان کا لانا اور اس کی عدم قبولیت۔

کہا جاتا ہے یہ دہشت اور عدم قبولیت ایمان یا موت کے زمانے میں ہے یا بعث کے وقت، لیکن زمخشری ابن عباس سے روایت کرتے ہیں یہ آیت خسف بیداء کے لئے نازل ہوئی۔ ثعلبی، حذیفہ بن یمانی بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے نزول کا خسف بیداء میں روایت کرتے ہیں لیکن مخصوص روایات جو تواتر میں ملتی ہیں یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ رسول خدا اور آئمہ اطہار علیہم اجمعین اس آیت مبارکہ کو خسف بیداء کی جہت سے لشکر سفیانی کی ہلاکت امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کے وقت کے لئے تفسیر میں لاتے ہیں۔ مجمع البیان میں اسی نکتہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسن بن حسن بن علی وحضرت امام سجاد صلوات اللہ علیہم سے روایت مذکور ہے۔ غیبت نعمانی میں اسی روایت کو امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے۔ تفسیر عیاشی میں علی بن ابراہیم اور محمد بن عباس امام باقر علیہ السلام سے اس روایت کو نقل کرتے ہیں۔ اوپر دیے گئے حوالاجات میں اس آیت کی تفسیر میں امام باقر علیہ السلام نے فرمایا، کاش تم ان لوگوں کو دیکھ سکو یعنی لشکر سفیانی کو جب وہ آسمانی صیحہ سے دہشت اور خوف میں مبتلا ہو جائیں گے تو وہ فرار نہ ہوسکیں گے اور ان کے قدم زمین میں دب جائیں گے اسے مقام کو مکاّن قریب کہا گیا ہے جب وہ اس حالت میں گرفتار ہو جائیں گے تو امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے کہیں گے ہم ایمان لے آئے اور ان کو قائم آل محمد علیہ السلام سے فرار کا کوئی مقام یعنی مکان بعید نہ ملے گا۔

☆☆☆☆☆

السباء (52)

وَاَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ

ترجمہ

اور مقام بعید سے ان کی اس تک رسائی کیونکر ممکن ہے۔

☆ البحار (ج52 ص187)

☆ الغیبہ (ص205)

☆ تفسیر البرہان (ج6 ص347 ح1)

☆ تفسیر عیاشی (ج2، ص52)

☆ تاویلا لآیا تالظاہرہ (ج2، ص478)

☆ اثبا تالھداۃ (ج3 ص564)

☆ تفسیر البرھان (ج3 ص355)

☆ المحجۃ (ص180)

حارث ہمدانی امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں مولاؑ نے فرمایا مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا سب سے زیادہ انتظار کیا جائے گا آپؑ کے دائیں گال پر تل ہوگا اور مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف مشرق کی طرف خروج فرمائیں گے جب یہ ہوگا تو سفیانی بھی خروج کرے گا شام سے اہل شام اسکے ساتھ ہو جائیں گے سوائے بعض حاملان حق کے علاوہ اللہ عزوجل ان شامیوں کو سفیانی کے ساتھ شامل خروج ہونے سے بچائے گا جبکہ ایک لشکر جرار کے ساتھ مدینے کی طرف آئے گا یہاں تک زمین بیدا تک پہنچے گا تو زمین میں اللہ عزوجل کے حکم سے دھنس جائیں گے۔

☆☆☆☆☆

فاطر (24)

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيراً وَنَذِيراً وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ

ترجمہ

یقیناً ہم نے تمھیں حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) بھیجا اور کوئی امت ایسی نہیں مگر یہ کہ اس میں کوئی ڈرانیوالا نہ گزرا ہو۔

☆ تفسیر البرہان (ج6 ص361 ح1)

☆ تفسیر قمی (ج2 ص183)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے نذیر سے مراد ہر زمانے کا امام معصومؑ ہے اور امام علیہ السلام نے امام وقت کی عظمت و کبریائی بیان فرمائی ہے۔

☆☆☆☆☆

فاطر (28)

وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَٰلِكَ إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ

ترجمہ

اور لوگوں اور جانوروں اور چوپایوں میں سے (بھی) ایسے ہیں کہ انکے رنگ مختلف ہیں ماسوا اس کے نہیں کہ اللہ تعالی سے اسکے بندوں میں سے عالم لوگ ہی ڈرتے ہیں یقیناً اللہ تعالی ہی زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔

☆ تفسیر البرہان (ج6 ص362 ح5)

☆ تاویل الآیات (ج2 ص480 ح6)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداود (ج2 ص589)

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ علماء سے مراد علی علیہ السلام اور ہر زمانے کا امامؑ ہے۔

☆☆☆☆☆

یٰسین (30)

يَا حَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُون

ترجمہ

اے افسوس ان بندوں پر کہ ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا، مگر یہ کہ اسکے ساتھ وہ ٹھٹھا ہی کرتے رہے۔

☆ غیبت نعمانی (ص141)

☆ تفسیر البرہان (ج6 ص393 ح1)

☆ الغیبۃ النعمانی (ص141 ب10 ح2)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص532)

☆ البحار (ج51 ص112)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداؤد (ج2 ص589)

مفضل بن عمر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کیا ہے امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے فرمایا "یادرکھو زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی نزدیک ہے خدا اپنے بندوں کی نادانی اور ظلم کی وجہ سے حجتؑ کے دیدار سے محروم کردے۔ اگر ایک گھڑی زمین حجت خدا سے خالی ہوجائے تو اہل زمین سمیت تباہ ہوجائے حجت (مہدیؑ آل محمدؐ) لوگوں کو پہچانتا ہوگا لیکن لوگ اس کو نہیں پہچانتے ہوں گے جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو پہچان لیا تھا لیکن ان کے بھائیوں نے انہیں پہچانا تھا۔

☆☆☆☆☆

یٰسین (33)

وآیة لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُون

ترجمہ

اور (یوں تو) مردہ زمین بھی انکے لیے ایک معجزہ ہے کہ ہم اس کو زندہ کر دیتے ہیں اور وہ اس میں سے غلے پیدا کر دیتے ہیں جن میں سے یہ کھاتے ہیں۔

☆ الزام الناصب (ج1 ص117)

☆ البحار (ج52 ص387)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص585)

☆ معجم احادیث الامام المھدی (ج7 ص509)

کتاب غیبت سے روایت منقول ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف مدینے میں ظالمین کو قتل کرینگے یہاں تک کہ بہت تھوڑے لوگ رہ جائیں اور شدید بھوک کا شکار ہو جائیں پھر مولاؑ نے فرمایا کہ لوگ صبح کرینگے ایسی حالت میں کہ انواع واقسام کے میوے تیار ہو چکے ہونگے اور اس ہی کو تناول کریں گے یہاں تک کہ اس میں اضافہ ہوتا جائے گا یہ ہی مراد اللہ عزوجل کے اس قول سے ہے (وَآيَةٌ لَّهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ)۔

☆☆☆☆☆

یٰسین (52)

قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَن بَعَثَنَا مِن مَّرْقَدِنَا هَٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمَٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ

ترجمہ

کہنے لگے وائے ہو ہمارے خوابگاہوں سے ہمیں کس نے اٹھایا، یہ وہی وعدہ ہے جو رحمٰن نے تم سے کہا تھا اور مرسلین نے سچی بات کہی۔

☆ اصول کافی (ج7 ص247)
☆ تاویل الآیات (ص491)
☆ البرھان (ج4 ص12)
☆ تفسیر نور الثقلین (ج4 ص388)
☆ روضۃ کافی (ص347)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مستدرک الحاکم (ج 4 ص 431)

حضرت امام رضا علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں یعقوب کلینی نقل کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا صبر کرو استقامت سے رہوتا وقتیکہ مہدی آل محمد علیہ السلام ظہور کریں اور جب مخلوق کا آقا خروج کرے گا تو یہ لوگ کہیں گے "افسوس کس نے ہم کو ہماری قبروں سے نکالا یہ وہی خداوند رحمان کا وعدہ ہے۔

☆☆☆☆☆

الصافات (83)

وَإِنَّ مِن شِيعَتِهِ لَإِبْرَاهِيمَ

ترجمہ

اور یقیناً ابراہیم ضرور اسکے شیعوں میں سے تھا۔

☆ اثبات الھداۃ (ج 1 ص 656)

☆ الفضائل (ص 158)

☆ روضۃ الکافی (ص 151)

☆ احقاق الحق (ج 13 ص 59)

☆ مدینۃ المعاجز (ج 4 ص 37)

☆ بحار الانوار (ج 36 ص 213)

☆ العوالم (ج 15 ص 75)

☆ مستدرک الوسائل (ج 3 ص 287)

☆ تفسیر صافی (ص 448)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداؤد (ج 2 ص 588)

حر عاملی ایک حدیث ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرش پر کچھ انور کو دیکھا تو عرض کی بار الہا یہ انوار کیسے ہیں جواب آیا یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے، یہ نور علی علیہ السلام کا ہے، یہ نور فاطمہ سلام اللہ علیہا کا ہے یہ نور حسن علیہ السلام ہے یہ نور حسین علیہ السلام کا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی پالنے والے میں 9 انوار اور دیکھ رہا ہوں جو ان انوار کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اے میرے رب مجھے ان کی معرفت کروا جواب آیا اے ابراہیمؑ اول علی بن الحسین علیہ السلام ہیں پھر ان کے فرزند محمد بن علی علیہ السلام، پھر انکے فرزند جعفر بن محمد علیہ السلام ان کے فرزند موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام ان کے فرزند علی بن موسیٰ علیہ السلام ان کے فرزند محمد بن علی علیہ السلام ان کے فرزند علی بن محمد علیہ السلام ان کے فرزند حسن بن علی علیہ السلام اور پھر حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب مجھے ان کے شیعوں میں سے قرار دے اسی لیے اللہ سبحانہ نے قرآن میں خبر دی اور "ابراہیمؑ انکے شیعہ ہیں"

☆☆☆☆☆

ص (17)

اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ

ترجمہ

(اے رسول) جو کچھ وہ کہتے ہیں اس پر صبر کر۔

☆ اثبات الهداة (ج1 ص656)

☆ التنزيل والتحريف (ص49)

☆ بحار الانوار (ج24 ص220)

☆ تاویل الآیات (ص492)

☆ اثبات الهداة (ج3 ص564 ب32 ح648)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعة لاشراط الساعة (ص315)

حر عاملی ابو بصیر سے روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "اے محمد صبر کر" مولا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبر کر جو تمہاری تکذیب کرتے ہیں، پرہیز کرو میں تماری نسل سے ایک ایسے شخص کو ان پر مسلط کروں گا جو ان سے انتقام لے گا۔

☆☆☆☆☆

ص (79-80)

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۔قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ

ترجمہ

ابلیس نے کہا اے پروردگار! مجھے مہلت دے (زندہ رکھ) اس دن تک جس دن مردے قبروں سے اٹھائے جائیں گے اللہ نے فرمایا بے شک تو ان لوگوں میں سے ہے جن کو مہلت دی گئی مگر ایک مقرر دن تک۔

☆ تفسیر عیاشی (ج2ص242)
☆ دلائل الامامۃ (ص240)
☆ تاویل الآیات (ج2ص509)
☆ تفسیر الصافی (ج2ص183)
☆ المحجۃ (ص112)
☆ تفسیر البرہان (ج2ص343)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ینابیع المودۃ (ج3ص242)، مشکوۃ

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ قیام قائم علیہ السلام ہی وقت معلوم کا دن ہے جب وہ مسجد کوفہ میں مبعوث ہوں گے تو ابلیس کہے گا کہ آج کا دن میرے لئے بہت بھاری ہے یہاں تک کہ امام قائم علیہ السلام ابلیس ملعون کو بالوں سے پکڑ کر اس کی گردن ماریں گے یہی وقت معلوم

کا دن ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔

☆☆☆☆☆

ص (88)

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ

ترجمہ

اور کچھ مدت کے بعد ضرور تمھیں اسکی خبر کا علم ہو جائے گا۔

☆ روضہ کافی (ص287)

☆ القطرۃ (ج2 ص244)

☆ تاویل الآیات (ج2 ص510)

☆ اثبات الھداۃ (ج3 ص451)

☆ المحجۃ (ص183)

☆ تفسیر البرہان (ج2 ص441)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج2 ص200)

☆ روضۃ الکافی (ص287 حدیث432)

☆ الزام الناصب (ج1 ص118)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مستدرک الحاکم (ج4 ص456)

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس "مدت" سے مراد خروج وحکومت مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہے۔

☆☆☆☆☆

الزمر (56)

أَن تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَى عَلَى مَا فَرَّطتُ فِي جَنبِ اللَّهِ وَإِن كُنتُ لَمِنَ السَّاخِرِينَ

ترجمہ

کہ تم میں سے کوئی شخص کہنے لگے کہ ہائے افسوس! میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے پہلو (قرب حاصل کرنے) میں کی ہے اور میں تو ہنسی مذاق کرنے والوں میں سے تھا۔

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 520 ح 27)

☆ امالی الطّوسی (ج 2 ص 267)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ینابیع المودۃ (ص 459)

سدیر صیرفی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ کسی نے آپ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ہم وہ ہیں جنہیں جنب اللہ کے نور سے خلق کیا گیا اور کافر حسرت کرے گا کاش میں ولایت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے فرزند آئمہ طاہرین علیہم اجمعین مولا علی علیہ السلام سے لے کر

مہدی آل محمد علیہ السلام پر یقین رکھتا۔

☆☆☆☆☆

الزمر (69)

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتَابُ وَجِيءَ بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

ترجمہ

اور زمین اپنے مالک کے نور سے روشن ہو جائیگی اور نوشتے رکھ دیئے جائیں گے اور نبی اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان کے مابین ٹھیک (ٹھیک) فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا۔

☆ الارشاد (ص 410)

☆ الزام الناصب (ج 2 ص 280)

☆ بحار الانوار (ج 52 ص 337)

☆ دلائل الامامۃ (ص 241)

☆ غیبت الطوسی (ص 467)

☆ روضۃ الواعظین (ج 2 ص 264)

☆ اعلام الوریٰ (ص 434)

☆ الخرائج والجرائح (ج 3 ص 1176)

☆ کشف الغمۃ (ج 3 ص 253)

☆ المستجاد (ص 281)

☆ منتخب الانوار المضیئہ (ص 190)

☆ الصراط المستقیم (ج 2 ص 251)

☆ تفسیر الصافی، ج 4 ص 331)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 515)

☆ حلیۃ الابرار (ج 5 ص 335)

☆ نوادر الاخبار (ص 277)

☆ الحجۃ (ص 184)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 4 ص 356)

☆ الانوار البھیۃ (ص 381)

☆ ملحقات احقاق الحق (ج 29 ص 339)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص 357)

☆ القول المختصر فی علامات مھدی المنتظر (ص 73)

شیخ مفید امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ظہور کرینگے تو زمین اپنے پروردگار کے نور سے نورانی ہو جائے گی اور لوگ اس وقت سورج کی روشنی کے محتاج نہیں ہونگے اور ظلمت واندھیرا ختم ہو جائے گا۔

☆☆☆☆☆

مومن (7)

الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا

ترجمہ

وہ فرشتے جو عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو عرش کے آس پاس ہیں سب اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور بخشش کی دعائیں کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں۔

☆ عیون اخبار الرضاؑ (ج 1 ص 237)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 528)

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 10)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ ینابیع المودۃ (ص 485)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص 314)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علیؑ جو فرشتے عرش کو اٹھائے رکھتے ہیں اور اس کے اردگرد موجود ہیں سب خدا کی حمد و تسبیح کرتے ہیں اور خدا پر ایمان رکھتے ہیں اور جو لوگ میری اور اے علیؑ تمہاری اور تمہارے فرزند امامؑ تا مہدیؑ آل محمدؑ کی ولایت پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لیے رحمت طلب کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حم السجدة(16)

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَى

ترجمہ

(ہم انھیں) حیات دنیا میں رسوا کرنیوالا عذاب دیں گے اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی زیادہ ہوگا

☆ بحارالانوار(ج 52 ص 241)

☆ تفسیر غیبۃ نعمانی(ص 277)

☆ اثبات الهداة(ج 3 ص 737)

☆ تفسیر البرھان(ج 4 ص 107)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ مستدرک الحاکم(ج 4 ص 520)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے ابوبصیر! اب اس سے بڑھ کر عذاب اور کیا ہوگا کہ ایک شخص اپنے گھر میں، اپنے اہل خاندان اور اہل وعیال کے ساتھ بیٹھا ہوگا کہ اچانک اس کے اہل وعیال اپنے گریبان پھاڑنے لگیں گے اور چیخنے چلانے لگیں گے لوگ پوچھیں گے کہ کیا ہوگیا تم لوگوں کو بتایا جائے گا کہ ابھی ابھی فلاں شخص (کا چہرہ) مسخ ہوگیا۔ میں نے عرض کیا: یہ بات ظہور امام قائمؑ سے پہلے ہوگی یا ظہور کے بعد؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں، بلکہ ظہور سے قبل۔

☆☆☆☆☆

حم السجدة (17)

وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَى عَلَى الْهُدَى فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ

ترجمہ

ہم نے قوم ثمود کی ہدایت کی لیکن انہوں نے خود گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دی پس ان کو رسوا کرنے والا عذاب صاعقہ یعنی بجلی کے عذاب نے آلیا۔

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 804)

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 108)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 566)

☆ الایقاظ من الھجعۃ (ص 298)

☆ الحجۃ (ص 186)

☆ بحار الانوار (ج 52 ص 279)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم

☆ سنن ابن ماجہ

☆ صحیح بخاری، ترمذی

سید شرف الدین امام الصادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: رسوا کرنے والا عذاب سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی تلوار کا عذاب ہے۔

☆☆☆☆☆

حم السجدہ(53)

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ترجمہ

ہم عنقریب ان کو اطراف عالم میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کے ان پر ظاہر ہو جائے کہ یہ حق ہے۔

☆ تفسیر غیبت نعمانی (ص 277)
☆ المحجہ (ص 188)
☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 114)
☆ بحار الانوار (ج 52 ص 241)
☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 737)
☆ تاویل الآیات (ص 527)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم
☆ سنن ابن ماجہ
☆ صحیح بخاری
☆ ترمذی

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کو ان کے نفسوں ہی میں دکھائے گا کہ ان کے لیے

آفاق عالم کی فضا کو تنگ کر دے گا اس طرح وہ اللہ کی قدرت کو اپنے نفوس میں اور آفاق میں دیکھیں گے پھر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ" تا کہ ان پر واضح ہو جائے کہ یہی حق ہے" اس سے مراد اللہ تعالیٰ نے ظہور امام قائم علیہ السلام کو لیا ہے کہ یہ حق ہے اور یہ منجانب اللہ ہے، یہ سب مخلوق کو دکھایا جائے گا اور یہ لازمی ہونا ہے۔

☆☆☆☆☆

شوریٰ(1)

حم عسق

☆ المحجۃ(ص 190)

☆ تفسیر البرہان(ج7 ص 64 ح4)

☆ بحار الانوار(ج 60 ص 376)

☆ تفسیر نور الثقلین(ج 4 ص 557)

☆ تفسیر البرہان(ج7 ص 64 ح4)

☆ تفسیر قمی(ج 2 ص 240)

☆ تاویل الآیات(ج 2 ص 542)

☆ تفسیر الصافی(ج 4 ص 366)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداؤد

علی بن ابراہیم امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا" حمٓ" کا مطلب ہے ختم کیا گیا" ع" یعنی عذاب" س" یعنی سنین یوسف کے مقدار میں" ق" یعنی قذف و مسخ جو آخری زمانے میں سفیانی اور اس کے اصحاب اور طایفہ کلب جو تیس ہزار کی تعداد میں ہیں جو سفیانی کے ساتھ خروج کریں گے کے ساتھ پیش آئے گا (وذلک حین یخرج القائم بمکۃ وھو مھدی ھذہ الامۃ) اور یہ حضرت قائم علیہ السلام کے زمانے میں خروج کریں گے جو اس امت کے مہدی علیہ السلام ہیں۔ اس آیت کی تفسیر کا خلاصہ اس روایت کی رو سے یوں واضح ہوگا کہ عذاب اور سختی کا حتمی طور پر آنا قیامِ قائم سے پہلے ہوگا اور پندرہ سال تک قحط کا ہونا جو کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے کے قحط کی مدت کے برابر ہے اور لشکر سفیانی کا قذف و مسخ ہونا امام زمانہؑ کے ظہور کے بعد یہی اس آیت کی تفسیر ہے۔ یحیٰ بن حسن بن بطریق کتاب تفسیر ثعلبی جس میں عظیم مفسرین کی تفاسیر ہیں میں نقل کرتے ہیں (سین سناء المھدی و ق قوۃ عیسی حین ینزل، فیقتل النصاری و یخرب البیع) یعنی سین کا اشارہ حضرت امام زمانہؑ کی سناء وضیاء ہے ،ق، کا اشارہ حضرت عیسیٰؑ کی قوت کی طرف ہے جب وہ آسمان سے اتریں گے تاکہ اپنے انصار یعنی عیسائیوں کو قتل کریں اور عبادت گاہوں کو مسمار کردیں

☆☆☆☆☆

شوریٰ (17)

وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ

ترجمہ

اور تمہیں کیا معلوم شاید قیامت قریب ہی ہو۔

☆ البیان فی اخبار صاحب الزمان (ص 528)

☆ الفصول المہمۃ (ص 300)

☆ الصواعق المحرقۃ (ص 162)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ اسعاف المودۃ (ج 2 ص 453)

☆ ینابیع المودۃ (ص 514)

مقاتل بن سلیمان فرماتے ہیں کہ وہ مھدی عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں جو آخر الزمان میں خروج کریں گے، ساعت سے مرد وہی گھڑی ہے۔

☆☆☆☆☆

شوریٰ (18)

یَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِهَا وَالَّذِیْنَ آمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا وَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ اَلَا اِنَّ الَّذِیْنَ یُمَارُوْنَ فِی السَّاعَةِ لَفِیْ ضَلَالٍ بَعِیْد

ترجمہ

جلدی اسکی طرف وہی کرتے ہیں جو ایمان رکھتے اور جو ایمان نہیں رکھتے اس سے ڈرتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے آگاہ رہو جو بھی اس وقت معلوم میں جھگڑا کرے تو وہ ہی گہری گمراہی میں ہے۔

☆ ینابیع المودۃ (ج 3 ص 251)

☆ طبری نوادر المعجزات (ص198)

☆ المحجۃ (ص 191)، الزام الناصب (ج1 ص 88)

☆ دلائل الامامۃ (ص 450)، اثبات الھداۃ (ج 2 ص 572)

☆ بحار الانوار (ج 31)، علل الشرائع (ج1 ص 264)

☆ دارالسلام دراحوال حضرت مھدیؑ (ص 603)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداؤد

مفضل بن عمر امام ابوعبداللہ صادق العلوم علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کے خدا کی قسم یہ مہدی آل محمد علیہ السلام کے سوا کچھ اور مراد نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

شوریٰ (20)

مَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِن نَّصِيبٍ

ترجمہ

جو آخرت کی کھیتی چاہتا ہے ہم اس کیلئے اس کی کھیتی میں زیادتی کر دیتے ہیں اور جو دنیا کی کھیتی چاہتا ہے ہم اسے اس میں سے کچھ حصہ دے دیتے ہیں اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

☆ تفسیر البرہان (ج7 ص76)

☆ اصول کافی (ج1 ص361 حدیث 92)

☆ تفسیر صافی (ج5 ص451)

☆ الکافی (ج1 ص435)

☆ الحجۃ (ص192)

☆ بحار الانوار (ج24 ص349)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج4 ص568)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ص392)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہم اسکی کھیتی میں زیادتی کر دیتے ہیں سے مراد ہم آئمہ طاہرین علیہم اجمعین اور میں ہوں اور دولۃ الحق رزق طلب آخرت رکھنے والے کو میسر آئے گی وہ مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی حکومت کے دوران نصیب ہوگی طوبیٰ اور عظیم ترین دولت وراحت ہے۔

☆☆☆☆☆

شوریٰ (21)

وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ

ترجمہ

اور اگر فیصلہ کی بات نہ ہو چکی ہوتی تو ضرور انکے درمیان فیصلہ کر دیا گیا ہوتا اور یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 120)

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 86 ح 2)

☆ اصول کافی (ج 1 ص 361 ح 92)

☆ روضۃ الکافی (ص 278 ح 432)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ (مسلم شریف حدیث نمبر 7240 تا 7244، ابن ماجہ 4063 تا 4065)

ابو بصیر راوی ہیں کہ میں مولا جعفر صادق علیہ السلام سے تفسیر آیت پوچھی تو امام علیہ السلام نے فرمایا من کان یرید حرث الاخرہ سے مراد امیر المومنین علی علیہ السلام اور آئمہ طاہرین علیہم السلام ہیں نزدلہ فی حرثہ سے مراد ان کی حکومت ہے جو ان کو نصیب ہونا ہے و من کا یرید حرث الدنیا نوتہ منھا ومافی الاخرۃ من نصیب سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی حکومت حقہ ہے جو دنیا پرستوں کو نصیب نہ ہوگی۔

☆☆☆☆☆

شوریٰ (23)

قُل لَّا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ

ترجمہ

اے پیغمبر! آپ کہہ دیں کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا مگر اپنی قربیٰ کی محبت کا سوال کرتا ہوں۔

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 77)

☆ الکافی (ج 1 ص 342)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 275)

☆ تفسیر الصافی (ج 4 ص 374)

☆ المحجۃ (ص 194)

☆ بحار الانوار (ج 23 ص 237)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 4 ص 576)

☆ امالی صدوق (ص 141 ح 32)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ القول المختصر فی علامت مہدی المنتظر

محمد بن یعقوب روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اس آیت سے مراد امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام، ملیکۃ الجنت فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا یعنی ہم خانوادہ رسالت جس میں ہمارے پہلے حضرت علی علیہ السلام اور آخری مہدی آل محمد عجل اللہ ظہورک ہیں۔

☆☆☆☆☆

شوریٰ (41)

وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعدَ ظُلمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيهِم مِّن سَبِيلٍ

ترجمہ

اور البتہ جس نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیا پس یہ وہ لوگ ہیں کہ ان پر کوئی (الزام کی) راہ نہیں ہے۔

☆ تفسیر فرات (ص 150)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 549)

☆ تفسیر الصافی (ج 4 ص 380)

☆ المحجہ (ص 196)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 229)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 4 ص 585)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص 326،327)

امام باقر العلوم علیہ السلام سے روایت ہے کہ یہ آیت مہدی آل محمد عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں ہے اور جب وہ قیام کرینگے تو بنی امیہ اور لوگوں سے جنہوں نے آئمہ اطہار علیہم اجمعین کی ولایت کو جھٹلایا یعنی وہ جو ناصبی ہیں علی الاعلان دشمنی کرتے ہیں سے سخت ترین انتقام لیں گے۔

☆☆☆☆☆

شوریٰ (45)

وَتَرَاهُمْ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا خَاشِعِينَ مِنَ الذُّلِّ يَنظُرُونَ مِن طَرْفٍ خَفِيٍّ

ترجمہ

اور تو انھیں دیکھے گا کہ وہ ذلت سے عاجزی کرتے ہوئے اس (دوزخ) کے سامنے پیش کئے جائیں گے، وہ چھپی نظر سے دیکھتے ہوں گے۔

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 32)

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 129)

☆ تاویل الایات (ج 2 ص 550)

☆ المحجۃ (ص 189)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 229)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ب 32 ح 653)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ص 393)

☆ صحیح بخاری

جابر بن یزید کہتا ہے: امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: کے حضرت قائم علیہ السلام کو دیکھیں گے۔

☆☆☆☆☆

زخرف(28)

وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ

ترجمہ

اور اس نے اسے اپنی اولاد میں باقی رہنے والا کلمہ قرار دیا تا کہ وہ (اللہ تعالی کی طرف) رجوع کرتے رہیں۔

- ☆ کمال الدین (ج 1 ص 317)
- ☆ دارالسلام احوالات نصرت مهدی (ص ۴۳)
- ☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 118)
- ☆ کفایۃ الاثر (ص 86)
- ☆ مناقب ابن شہر آشوب (ج 4 ص 26)
- ☆ الانصاف (ص 105)
- ☆ المحجہ (ص 199)
- ☆ بحار الانوار (ج 25 ص 253)
- ☆ العوالم (ج 36 ص 315)
- ☆ العوالم (الامام الجواد علیہ السلام) (ص 39)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

- ☆ مستدرک الحاکم (ج 4 ص 557)

سید اشہدا امام حسین علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم یہ آیت ہماری شان میں نازل ہوئی ہے خداوند متعال نے تا قیامت امامت کو ہماری نسل میں باقی رکھا ہمارا بارہواں مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہوگا جسکی دو غیبتیں ہونگی اور دوسری غیبت پہلی سے زیادہ طویل ہوگی۔

☆☆☆☆☆

زخرف (61)

وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ

ترجمہ

وہ قیامت کی ایک روشن دلیل ہے تم لوگ اس میں ہرگز شک نہ کرو اور میری تابعداری کرتے رہو یہی سیدھا راستہ ہے۔

- ☆ البیان فی اخبار صاحب الزمان (ص 528)
- ☆ الفصول المہمۃ (ص 300)
- ☆ الصواعق المحرقۃ (ص 162)
- ☆ نور الابصار (ص 186)
- ☆ اسعاف الراغبین (ج 3 ص 345)
- ☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 144)
- ☆ ینابیع المودۃ (ج 2 ص 453)
- ☆ حلیۃ الابرار (ج 5 ص 497)
- ☆ منتخب الاثر (ص 149)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ص 401)

☆ صحیح بخاری (ج 2 ص 158)

☆ تفسیر در منثور (ج 6 ص 21)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے جابر بن عبداللہ انصاری وہ علم الساعۃ علی ابن ابیطالب علیہ السلام ہیں اوران کے شیعہ جو امیر المومنین علیہ السلام کی محبت پر کبھی شک نہیں کرتے اور یہ ہی تقدم فرمان اللہ سبحانہ ہے (فاما نذھبن بک فانا منھم منتقمون) میں تم ہی میں سے ایک منتقم بھیجوں گا۔

☆☆☆☆☆

زخرف (66)

هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ

ترجمہ

کیا وہ قیامت کا انتظار کرتے ہیں یہ کہ وہ ان پر اچانک آجائے اور وہ شعور ہی نہ رکھتے ہوں۔

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 145)

☆ المحجۃ (ص 201)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 164)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 571)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 565)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ص 400)

☆ ینابیع المودۃ (ج 3 ص 249)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا الساعۃ سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کے خروج کا وقت ہے۔

☆☆☆☆☆

الدخان (10-13)

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ أَنَّى لَهُمُ الذِّكْرَى وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ

ترجمہ

تو تم اس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے ظاہر بظاہر دھواں نکلے جو لوگوں کو ڈھانک لے گا یہ دردناک عذاب ہے (پھر یہ لوگ گھبرا کے کہیں گے) کہ پروردگار! ہم سے عذاب کو دور کردے ہم بھی ایمان لاتے ہیں (اس وقت) بھلا کیا ان کو نصیحت ہوگی جب ان کے پاس پیغمبر آچکے ہیں جو صاف صاف بیان کردیتے تھے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 162)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 264)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الدرالمنثور (ج 5 ص 116)

علی بن ابراہیم اپنی تفسیر "تفسیر قمی" میں نقل کرتے ہیں کہ اس دن سے مراد رجعت میں قبروں سے نکلنا ہے

☆☆☆☆☆

الجاثیہ (14)

قُل لِّلَّذِینَ آمَنُوا یَغْفِرُوا لِلَّذِینَ لا یَرْجُون أَیَّامَ اللَّهِ

ترجمہ

(اے رسول) کہہ دو ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے کہ وہ ان لوگوں کو معاف کرتے رہیں جو اللہ تعالی کے دنوں کی امید نہیں رکھتے۔

☆ معانی الاخبار (ص 365)

☆ روضۃ الواعظین (ص 392)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص 41)

☆ مشارق انوار الیقین (ص 187)

☆ الصراط المستقیم (ج 2 ص 264)

☆ تفسیر الصافی (ج 3 ص 80)

☆ الرجعۃ (ص 75)

☆ الایقاظ من الھجعۃ (ص 235)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 457)

☆ تفسیر البرہان (ج 2 ص 305)

☆ المحجۃ (ص 108)

☆ بحار الانوار (ج 7 ص 61)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 2 ص 526)

☆ ینابیع المودۃ (ج 3 ص 242)

اللہ کا بقیہ علیٰ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مستدرک الحاکم (ج 4 ص 442)

امام محمد باقر علیہ السلام سے مثنی الحناط نقل کرتا ہے کے مولاؑ نے فرمایا اللہ سبحانہ کے دن تین ہیں۔

1) مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کا دن

2) رجعت کا دن

3) قیامت کا دن

مذکورہ بالا کتب میں یہ روایت موجود ہے جبکہ یہی فرمان امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی منقول ہے۔

☆☆☆☆☆

محمد (18)

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا فَأَنَّى لَهُمْ إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرَاهُمْ

ترجمہ

پس کیا قیامت کے سوا وہ اور کسی چیز کے منتظر ہیں کہ انہیں اچانک آ لے۔ سو اس کی علامتیں تو آ چکی ہیں پس اب جب ان کی نصیحت بھی ان کے پاس آ گئی تو یہ آ گئی تو یہ ہیں کس خیال میں؟

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 125)
☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 211)
☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 276 ح 3)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مستدرک الحاکم (ج 4 ص 557)

مفضل بن عمر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے پوچھا مولا اللہ عزوجل نے کیوں نہیں مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور و قیام کا وقت لوگوں کو بتایا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم یہ وہ وقت ہے جس کے بارے میں یہ آیت ویسئلونک عن الساعة ایان مرساها قل انما علمها عند ربی فی الکتاب۔ یعنی الساعۃ سے مراد وقت ظہور مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف ہے جسکے وقت کے بارے میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆

فتح (10)

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ

ترجمه

یقیناً جولوگ تیری بیعت کرتے ہیں ماسوائے اسکے نہیں کہ وہ اللہ سبحانہ کی بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کی ہاتھ ہے۔

☆ دارالسلام دراحوال حضرت مھدیؑ (ص 607)

☆ بحارالانوار (ج 13)

☆ ینابیع المودۃ (ص 434)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند باروان امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ مستدرک الحاکم (ج 4 ص 452)

علامہ مجلسی بحار الانوار کی جلد ۱۳ میں روایت کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ظہور کریں گے تو مسجد الحرام میں ہونگے ہاتھ اٹھائیں گے جس سے نور ساطع ہوگا اسی لیے خلاق عالم نے فرمایا جولوگ تیری بیعت کرتے ہیں ماسوائے اسکے نہیں کہ وہ اللہ سبحانہ کی بیعت کرتے ہیں سب سے پہلے جو مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ہاتھوں پر بیعت کرے گا وہ جبرائیل امین ہونگے پھر نقباء ملائکہ بیعت کرینگے۔

☆☆☆☆☆

فتح (25)

لَوْ تَزَيَّلُوا لَعَذَّبْنَا الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا

ترجمہ

اگر وہ (مومن) جدا ہو جاتے تو انہیں سے جو کافر ہو گئے ہم ضرور انہیں دردناک عذاب کی سزا دیتے۔

- ☆ کمال الدین وتمام النعمۃ (ص 582)
- ☆ علل الشرائع (ج 1 ب 122 ح 3)
- ☆ تفسیر الصافی (ج 5 ص 43)
- ☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 489)
- ☆ المحجۃ (ص 206)
- ☆ حلیۃ الابرار (ج 1 ص 419)
- ☆ غایۃ المرام (ج 6 ص 22)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج 5 ص 70)
- ☆ منتخب الاثر (ص 290)
- ☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 241 ح 2)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ابراہیم قرنی نقل کرتے ہیں کہ مولاؑ نے فرمایا جب تک کسی کافر کے صلب میں مومن ہے اس وقت تک مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ظہور نہیں کریں گے اور جب کافرین کے صلب مومنین سے خالی ہو جائیں گے اور مومنین دنیا میں آ جائیں گے تو امام ظہور کریں گے اور دشمنان خدا کو نیست و نابود کر کے غلبہ کریں گے۔

☆☆☆☆☆

فتح (28)

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

ترجمہ

وہ اللہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو بھیجا ہدایت اور سچے و برحق دین کے ساتھ تا کہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔

☆ تفسیر الصافی (ج 2 ص 338)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص 413)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 448)

☆ حلیۃ الابرار (ج 5 ص 363)

☆ بحار الانوار (ج 23 ص 318)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 2 ص 212)

☆ ینابیع المودۃ (ج 5 ص 240)

☆ الکافی (ج 1 ص 432)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ البیان فی اخبار صاحب الزمان (ص 73)

محمد بن یعقوب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ دین حق سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا امر یعنی وصیؑ کی ولایت

اور یہ ولایت تمام ادیان پر قیام قائم علیہ السلام کے وقت ظہور ظاہر ہوگی اور متم نورہ سے مراد قائم کی ولایت ہے۔

☆☆☆☆☆

ق (41)

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ

ترجمہ

غور سے سن لو جب ندا دور سے ہوگی اور ہر سننے والا سمجھے گا کہ قریب سے آئی جب لوگ حق کے ساتھ ایک چیخ سنیں گے اور وہ ہی تو خروج کا دن ہوگا۔

☆ تفسیر صافی (ج 5 ص 65)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص 18)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 94)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 258,259)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 531)

☆ الرجعۃ (ص 41)

☆ نوادر الاخبار (ص 281)

☆ الایقاظ من الہجعۃ (ص 344)

☆ بحار الانوار (ج 11 ص 27)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سیوطی، الحاوی للفتاوی (ج 2 ص 82)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد رجعت کا زمانہ ہے۔ "وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ" کی تفسیر میں علی بن ابراہیم قمی وغیرہ نے لکھا ہے آواز دینے والا آواز دے گا کہ اے لوگو مہدیؑ آل محمدؐ حجۃ ابن الحسن العسکری علیہ السلام کا ظہور ہو گیا ہے جو نہایت قریب سے آتی محسوس ہو گی اور ہر ذی روح سنے گا زندہ یا مردہ۔

☆☆☆☆☆

ق (41-42)

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ

ترجمہ

اور کان لگا کر سن رکھو کہ جس دن پکارنے والا قریب ہی کی جگہ سے آواز دے گا جس دن کہ لوگ ایک سخت چیخ کو بخوبی سن لیں گے وہی دن نکلنے کا دن ہو گا۔

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 306)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 303)

☆ تفسیر صافی (ج 5 ص 65)

☆ مختصر بصائر الدرجات (ص 18)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ

☆ ینابیع المودۃ (ص 446)

علی بن ابراہیم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا کہ منادی حضرت قائم علیہ السلام اور ان کے والد کے نام سے دے گا اور "الصیحہ" سے مراد آسمان سے قائم علیہ السلام کی آواز ہے کہ یہ خروج کا دن ہے۔

☆☆☆☆☆

الذاریات (22)

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ

ترجمہ

اور آسمان میں تمہارے رزق ہے اور وہ (بھی) جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 32)

☆ غیبت الطوسی (ص 175)

☆ منتخب الانوار المضیئہ (ص 18)

☆ الحجۃ (ص 211)

☆ بحار الانوار (ج 51 ص 53)

محمد ابن عباس اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں اس وعدے سے مراد خروج وظہور مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہے۔

☆☆☆☆☆

الذاریات (22,23)

وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ فَوَرَبِّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنطِقُونَ

ترجمہ

تمہارا رزق آسمان میں اور جس کا وعدہ دیا گیا آسمان وزمین کے پروردگار کی قسم کہ یہ حق ہے اسطرح جس طرح وہ آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔

☆ غیبت الطوسی (ص 176)

☆ المحجۃ (ص 210)

☆ منتخب الاثر (ص 161)

☆ بحارانوار (ج 51 ص 53)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 127)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 615)

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 313 ح 3)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ص 401)

☆ ترمذی (ص1324)

ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ اس سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا قیام ہے جو اللہ کا اٹل وعدہ ہے۔

☆☆☆☆☆

القمر (1)

اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ

ترجمہ

(قیامت کی) گھڑی قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔

☆ اثبات الھداۃ (ج2 ص615)

☆ بحار الانوار (ج17 ص351)

☆ تفسیر قمی (ج2 ص340)

☆ تفسیر الصافی (ج5 ص99)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج5 ص175)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح بخاری

☆ صحیح مسلم

☆ ینابیع المودۃ

معصوم علیہ السلام سے روایت ہے کہ اس گھڑی سے مراد ظہور و خروج مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہے۔

☆☆☆☆☆

الرحمن (41)

یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمَاهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَالْاَقْدَامِ

ترجمہ

گناہ گار لوگ اپنے چہروں ہی سے پہچانے جائیں گے پھر وہ پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑ لئے جائینگے۔

☆ تفسیر الصافی (ج 5 ص 112)

☆ تاویل الآیات (ص 18)

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 268)

☆ المحجہ (ص 217)

☆ بحار الانوار (ج 52 ص 195)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم

☆ صحیح بخاری (ص 253)

ابوبصیر امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ مولاؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ آیت مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی شان میں نازل ہوئی ہے وہ گناہ گاروں کو ان کے چہروں سے پہچانیں گے اور اپنی تلوار سے انہیں قتل کر دینگے۔

سہیل سکینہ

الحدید(16)

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَن تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ

ترجمہ

کیا ان لوگوں کے لئے جو ایمان لا چکے، وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالےٰ کی یاد اور (اس کیلئے) جو حق کی طرف سے نازل ہوا، عاجزی کریں اور وہ ان لوگوں کی طرف نہ ہو جائیں جو اس سے پہلے کتاب دیے گئے پھر ان پر لمبی مدت گزاری پھر ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں سے اکثر فاسق ہیں۔

- ☆ کمال دین (ج 2 ص 688)
- ☆ الصراط السوی فی احوال المہدی (ص 432)
- ☆ العدد القویہ (ص 69)
- ☆ تفسیر الصافی (ج 5 ص 135)
- ☆ اثبات الہداۃ (ج 3 ص 492)
- ☆ المحجہ (ص 219)
- ☆ تفسیر نور الثقلین (ج 5 ص 242)
- ☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 291)

☆ بحار الانوار (ج 51 ص 53)

امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں روایت ہے کہ ان کی طرح نہ ہو جانا جن کو کتاب دی گئی تھی آنکی مدت طویل ہوگئی انکے دل سخت ہو گئے اور وہ دین سے خارج ہو گئے مولاؑ نے فرمایا یہ آیت مہدی آل محمد علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

☆☆☆☆☆

الحدید (17)

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ

ترجمہ

یاد رکھو کہ یقیناً خدا زمین کو موت کے بعد پھر زندہ فرمائے گا ہم نے اپنی نشانیاں تمھارے لئے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں تا کہ تم سمجھو۔

☆ کمال الدین (ج 2 ص 668)

☆ العدد القویہ (ص 69)

☆ تفسیر الصافی (ج 5 ص 135)

☆ تفسیر البرہان (ج 1 ص 291)

☆ المحجہ (ص 221)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 325)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 5 ص 242)

☆ منتخب الاثر (ص 295)

☆ ینابیع المودة (ج 3 ص 252)

☆ غیبت الطوسی (ص 175)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ مستدرک الحاکم (ج 4 ص 557)

شیخ صدوق علیہ الرحمہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا زمین کی موت زمین کا کفر ہے چاہے کافر میت ہی کیوں نہ ہو پھر خدا اس کو حضرت قائم آل محمد عجل اللہ فرجہ کے توسط سے زندہ فرمائے گا اور اہلیان زمین کو زندہ کرے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

☆☆☆☆☆

الحدید (19)

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِندَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ

ترجمہ

اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی لوگ ان کے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کا اجر اور ان کا نور انہی کے لئے ہوگا۔

☆ مجمع البیان (ج 9 ص 396)

☆ منہج الصادقین (ج 9 ص 185)

☆ تفسیر الصافی (ج 5 ص 136)

☆ اثبات الھداة (ج 3 ص 525)

☆ غایۃ المرام (ج4 ص264)

☆ بحارالانوار (ج 24 ص 38)

☆ تفسیر نورالثقلین (ج5 ص 244)

☆ تفسیر البرہان (ج7 ص 449)

☆ تاویل الآیات (ج2 ص 665)

امام باقر العلوم علیہ السلام سے روایت ہے کہ امامؑ نے فرمایا جو بھی مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کا بامعرفت انتظار کر رہا

☆☆☆☆☆

المجادلة (22)

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔

ترجمہ

وہی لوگ تو اللہ کا گروہ ہیں آگاہ رہو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے وہ مراد پانے والے ہیں۔

☆ کفایۃ الاثر (ص 56,57)

☆ اثبات الھداۃ (ج1 ص 577)

☆ غایۃ المرام (ج4 ص 119)

☆ المحجۃ (ص 149)

☆ الانصاف للبحرانی (ص 305)

☆ العوالم النصوص علی الائمۃ الاثنی عشر (ص 120)

☆ بحار الانوار (ج 36 ص 304)

☆ مستدرک الوسائل (ج 12 ص 279)

☆ احقاق الحق (ج 13 ص 53)

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 490)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ ینابیع المودۃ (ج 3 ص 283)

علی بن ابراہیم نقل کرتے ہیں کہ حزب اللہ سے مراد آئمہ طاہرین علیہم اجمعین ہیں جو حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے لے کر مہدیٔ آل محمد عجل اللہ تعالیٰ ظہور تک ہیں۔

☆☆☆☆☆

الصف (8)

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ

ترجمہ

خدا اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے۔

☆ الایقاظ من الہجعۃ (ص 320)

☆ اثبات الہداۃ (ج 3 ص 448)

☆ بحار الانوار (ج 23 ص 318)

☆ المحجہ (ص 87)

☆ حلیۃ الابرار (ج 5 ص 363)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 2 ص 212)

☆ تاویل الایات (ج 2 ص 676)

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 527)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ مجمع الزوائد (ج 7 ص 317)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا یہ دعویٰ خالق کائنات مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی رہبری سے حاصل ہوگا۔

☆☆☆☆☆

الصف (9)

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ

ترجمہ

وہ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے اگرچہ مشرکوں کو ناخوش لگے۔

☆ بحار الانوار (ج 53 ص 73)

☆ تاویل الآیات (ص 662)

☆ تفسیر البرہان (ج 7 ص 529)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 130)

☆ الایقاظ من الہجعۃ (ص 279)

☆ حلیۃ الابرار (ج 5 ص 366)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مجمع الزوائد (ج 7 ص 315)

محمد ابن فضیل ابوالحسن امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اس سے پہلے والی آیت میں (لیطفوا نور اللہ) سے مراد ولایت امیر المومنین علیہ السلام ہے جس کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں (لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ) سے مراد اسلام کا تمام ادیان پر غالب آنا ہے جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف قیام فرمائیں گے (واللہ متم نورہ) سے مراد ولایت مہدی آل محمد علیہ السلام ہے۔

☆☆☆☆☆

التغابن (8)

فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنزَلْنَا وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

ترجمہ

پس تم اللہ تعالے اور اس کے رسول اور اس نور پر ایمان لاؤ جسے ہم نے نازل کیا اور اللہ تعالی جو کچھ تم کرتے ہو اس کی خوب خبر رکھنے والا ہے۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 130)

☆ الکافی (ج 1 ص 151 ح 6)

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 27 ح 4)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مجمع الزوائد (ج 7 ص 317)

☆ مستدرک الحاکم (ج 4 ص 553)

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ اس آیت میں نور سے مراد آئمہ علیہم السلام ہیں (یعنی ہر زمانے کا امام معصوم آج مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف مراد ہیں)

☆☆☆☆☆

الطلاق (3)

وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

ترجمہ

جو بھی اللہ سبحانہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اسکے لیے کافی ہے۔

☆ غیبت نعمانی (ص 283)

☆ دارالسلام دراحوال حضرت مہدیؑ (ص 595)

☆ حدیقۃ الشیعہ (ص 761 علامات ظہور)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح بخاری

☆ احادیث الانبیاء (حدیث نمبر 3347)

☆ بیہقی معرفۃ السنن والآثار (ص 5/455)

☆ کنزالعمال (حدیث نمبر 12410)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: میرے فرزند مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف صاحب الامر علیہ السلام سے کچھ لوگ معجزہ طلب کریں گے۔ ایک شخص حضرت الیاس علیہ السلام کا معجزہ ماورائے النہر طلب کرے گا۔ مہدی آل محمد علیہ السلام یہ آیت تلاوت کر کے پانی پر چل کر دکھائیں گے تو وہ شخص کہے گا آپ نے سحر کیا تو پانی حکم امامؑ سے اس شخص کو نگل لے گا اور یہ سات متر بہ سات دن تک پانی کا عذاب ہوگا اور یہ اس شخص کی ہلاکت اور سزا ہوگی۔

☆☆☆☆☆☆

الملک (30)

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ

ترجمہ

(اے رسول) کہدو کیا تم نے غور کیا کہ اگر تمہارا پانی گہرائی میں جذب ہو جائے پھر کون تمہارے لئے جاری پانی لائے گا۔

☆ کفایۃ الاثر (ص 120)
☆ الصراط المستقیم (ج 2 ص 118)
☆ الانصاف (ص 285)
☆ الحجۃ (ص 228)
☆ بحار الانوار (ج 8 ص 486)
☆ العوالم (ج 15 ص 175)
☆ کفایۃ المھتدی (ص 15)
☆ الزام الناصب (ج 1 ص 98)
☆ کمال الدین (ج 1 ص 325)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ صحیح بخاری
☆ فضائل المدینہ (حدیث نمبر 1878)
☆ صحیح مسلم
☆ کتاب الفتن (حدیث نمبر 7176)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اس آیت کی تفسیر میں کہ اگر تمہارا امام تمہاری نظروں سے غائب ہو جائے اور تم نہ جانتے ہو کہ وہ کہاں ہے تو کون ہے جو اس امامؑ کو ظاہر کرے تا کہ آسمان و زمین کی تمہیں خبریں دے اور اللہ کے حلال و حرام کو بیان کرے۔ امامؑ نے فرمایا خدا کی قسم اس آیت کا مطلب و معنی ابھی تک وقوع پذیر نہیں ہوا۔

☆☆☆☆☆

القلم (15,16)

إِذَا تُتْلَى عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ

ترجمہ

جس وقت اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتا ہے کہ یہ تو پہلوں کی کہانیاں ہیں۔ عنقریب ہم اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 133)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 367)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 771)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 280)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ درمنثور (ص 5/116)

☆ المطالب العالیہ ابن حجر (حدیث نمبر 4555)

☆ تفسیر ابن کثیر (ص 2/221)

امام جعفر صادق علیہ السلام (اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ سَنَسِمُهٗ عَلَی الْخُرْطُوْمِ) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ وہ اشخاص جو آل محمد علیہ السلام کی تکذیب کرتے ہیں جیسے مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی تھی۔

☆☆☆☆☆

المعارج (1)

سَاَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ

ترجمہ

ایک سوال کرنیوالے نے ایک عذاب مانگا۔

☆ الحجہ (ص 233)

☆ غیبت النعمانی (ص 281)

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 38)

☆ بحار الانوار (ج 52 ص 188)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح بخاری

☆ کتاب الفتن (حدیث نمبر 793)

ایک آگ مغرب سے چلے گی اور ایک بادشاہ اس کو اس کے پیچھے سے بڑھاتا ہوا لائے گا، یہاں تک کہ خنہ سعد بن ہمام کے پاس ان لوگوں کی مسجد کے قریب جا پہنچے گا اور بنی امیہ کا کوئی گھر بغیر جلائے نہ چھوڑے گی اور آل محمدؐ پر جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان سب کو جلا کر خاک کر دے گی اور وہ امام مہدی علیہ السلام ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

المعارج (23-26)

الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ
وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ

ترجمہ

جو اپنی نمازوں پر قائم رہنے والے ہیں اور وہ لوگ جن کے مالوں میں مانگنے والوں اور نہ مانگنے والوں کیلئے ایک مقرر حق ہے اور جو لوگ جزا کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔

☆ تفسیر مقبول (ص 682)
☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 123)
☆ الکافی (ج 8 ص 287)
☆ روضہ الکافی (ص 287 ح 432)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ ابوداؤد کتاب المھدی (ح، 4282)

☆ مسند احمد ابن حنبل (ص 1/99)

☆ ترمذی ماجاء فی المہدی (ح 2230)

☆ سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن (ح 4085)

☆ الدر المنثور (ص 6/85)

☆ سنن ابو داؤد

☆ کتاب المہدی (ح 4110)

☆ بیہقی دلائل النبوۃ (ص 6/520)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ یَوْمِ الدِّیْنِ سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کے ظہور کا دن ہے۔

☆☆☆☆☆

المعارج (26)

وَالَّذِیْنَ یُصَدِّقُوْنَ بِیَوْمِ الدِّیْنِ

ترجمہ

اور جو لوگ جزا کے دن کی تصدیق کرتے ہیں۔

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 2 ص 200)

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 161)

☆ روضہ کافی (ص 287 ح 432)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 736)

☆ روضۃ الکافی (ص 287)

☆ اصول کافی (ج 8 ص 287)

☆ تفسیر الصافی (ج 2 ص 212)

☆ اثبات الھداۃ (ج 3 ص 451)

☆ المحجۃ (ص 183)

عاصم بن حمید کہتا ہے امام محمد باقر علیہ السلام اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں روز جزا سے مراد قائم آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے ظہور کا دن ہے۔

☆☆☆☆☆

المعارج (44)

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذَلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ

ترجمہ

ان کی آنکھیں عاجز کرنے والی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہوگی۔ یہی وہ دن ہے جس کا وہ وعدہ دیئے جایا کرتے تھے۔

☆ تاویل الایات (ج 2 ص 726)

☆ المحجۃ (ص 236)

☆ بحار الانوار (ج 53 ص 120)

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 125 ح 2)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم

☆ سیوطی

☆ ابوعمروالدانی

☆ ابویعلی

☆ الحاوی

☆ ابونعیم

☆ ابن ماجہ

☆ کنزالعمال

میسر امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا وہ دن قائم آل محمد علیہ السلام کے ظہور کا دن ہے۔

☆☆☆☆☆

الجن (24)

حَتّٰى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِراً وَأَقَلُّ عَدَداً

ترجمہ

یہاں تک کہ وہ اسے دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا تو وہ یہ سمجھ لیں گے کہ مددگار کی حیثیت سے کون زیادہ کمزور ہے اور تعداد کی حیثیت سے کون زیادہ کمزور ہے۔

☆ تفسیر مقبول (ص 687)

☆ تفسیر صافی (ج 2 ص 380)

☆ ینابیع المودۃ (ص 515)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 391)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 134)

☆ الرجعۃ (ص 88)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (بااختلاف الفاظ)

☆ طبرانی کی معجم کبیر (حدیث نمبر 4/4270)

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا مَا یُوعَدُونَ سے مراد مہدی آلِ محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف اوران کے انصار ہیں جن کا خروج وقیام وعدہ الٰہی ہے۔

☆☆☆☆☆

الجن (26)

عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَداً

ترجمہ

وہ غیب کا جاننے والا ہے پس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

☆ تفسیر صافی (ج 5 ص 238)

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 144)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 391)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 391)

☆ تفسیر صافی (ج 5 ص 238)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ابن داؤد (ح 4265)

☆ سنن ترمذی (ح 2178)

بحوالہ کافی امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ رسولؐ ہیں جنہیں اللہ سبحانہ نے مرتضٰی کیا اور امام رضا علیہ السلام سے کتاب الخرائج والجرائح میں اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرتضٰی ہیں اور ہم ان کے وارث ہیں جن کے اللہ سبحانہ نے اپنے غیب میں سے جس چیز کو چاہا اس پر مطلع کیا پس جو کچھ ہو چکا ہم اسے جانتے ہیں اور جو کچھ قیامت تک ہونیوالا ہے ہم اسے بھی جانتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

الجن (27)

فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَداً

ترجمہ

منتخب کرے کہ اسکے آگے کی طرف سے اور پیچھے کی طرف سے نگہبان مقرر فرما دیتا ہے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 144 ح 18)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 380)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ج 1 ص 87)

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت ہے اللہ عزوجل نے اپنے حبیب کو ان واقعات سے آگاہ فرمایا جو بعد از رونما ہونگے جیسے قیام مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف، رجعت وقیام وغیرہ۔

☆☆☆☆☆

المزمل (10)

وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْراً جَمِيلاً

ترجمہ

اور لوگ جو کچھ بھی کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور ان کو خوبی کے ساتھ چھوڑ بیٹھو۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 125)

☆ التنزیل والتحریف (ص 49)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 503)

☆ اثبات الهداة (ج 3 ص 564)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 220)

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 150)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ سنن ابوداود (ج 2 ص 588)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے (وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ) اے حبیبؐ آپ صبر کریں ان کے جھٹلانے پر پس میں ان سے انتقام لینے والا ہوں آپ میں سے کسی ایک مرد کے ذریعے سے اور وہ ہوگا میرا قائم علیہ السلام جسکو میں نے ظالموں کے اوپر مسلط کیا ہے۔

☆☆☆☆☆

المزمل (20)

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ هُوَ خَيْراً وَأَعْظَمَ أَجْراً وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ

ترجمه

اور اللہ سبحانہ کو قرض حسنہ دیتے رہو اور بھلائی میں سے جو کچھ تم اپنی جانوں کے لیے آگے بھیجو گے تم اسے اللہ تعالی کے ہاں پاؤ گے وہ بہتر اور اجر کے لحاظ سے سے بہت عظمت والا ہوگا اور تم اللہ سے بخشش مانگتے رہو یقیناً اللہ سبحانہ بڑا بخشنے والا بہت رحم کرنے والا ہے۔

☆ ثواب الاعمال (ص 927)

☆ تفسیر البرہان (ج 1 ص 515)

☆ تفسیر العیاشی (ج 1 ص 151)

☆ ثواب الاعمال (ص 927)

☆ تفسیر صافی (ص 515)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ج 2 ص 395)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس قرض حسنہ کے بارے میں آنحضرتؐ نے فرمایا اس سے امامؑ وقت کی مالی مدد مراد ہے۔

☆☆☆☆☆

المدثر (1,2)

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ قُمْ فَأَنذِرْ

ترجمہ

اے جو کپڑا لپیٹے پڑے ہو اٹھو اور ہدایت کرو۔

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 393)

☆ الزام الناصب (ج 2 ص 382)

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 244)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 5 ص 453)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتبِ عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ مصنف ابن ابی شبیہ (ج 5 ص 197)

تفسیر علی بن ابراہیم میں قول خدا (قُمْ فَأَنْذِرْ) اٹھو اور لوگوں کو ڈراؤ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رجعت میں لوگوں کو عذاب سے ڈرائیں گے۔

☆☆☆☆☆

المدثر (4)

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

ترجمہ

اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ۔

☆ الکافی (ج 6 ص 455)
☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 145 ح 6)
☆ وسائل الشیعہ (ج 3 ص 365)
☆ حلیۃ الابرار (ج 2 ص 216)
☆ غایۃ المرام (ج 7 ص 6)
☆ بحار الانوار (ج 41 ص 159)
☆ تفسیر نور الثقلین (ج 5 ص 353)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مصنف ابن ابی شیبہ (ج 5 ص 199)

معلیٰ بن خنیس امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے ایک دن حضرت علی علیہ السلام بنی دیوان کی طرف جارہے تھے راستے میں انہوں نے ایک دینار میں تین لباس خریدے ایک قمیض جس کی لمبائی پاؤں تک تھی اور احرام کا ایک ٹکڑا جس کی لمبائی گھٹنوں سے تھوڑا نیچے تک تھی اور ایک رداء جو آدھے بدن کو ڈھانپ رہا تھا جب بنی دیوان پہنچے اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کیا اور نعمت لباس کا شکر ادا کیا اور فرمایا مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسا لباس زیب تن کریں۔ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا لیکن آج کے مسلمان یہ لباس نہیں پہن سکتے اور اگر ایسا لباس زیب تن کرینگے تو لوگ ان کو پاگل اور ریاکار کہیں گے خدا فرماتا ہے اپنے لباس کو پاکیزہ رکھو۔ امام علیہ السلام نے فرمایا اپنے لباس کو زمین سے رگڑ نہ کھانے دو جب قائم آل محمد علیہ السلام قیام کرینگے تو یہی لباس زیب تن کیا جائے گا۔

☆☆☆☆☆

المدثر (8)

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ

ترجمہ

پس جب صور میں پھونکا جائے گا۔

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 732)

☆ تفسیر رجال کشی، المحجۃ (ص 238)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ سنن ابن ماجہ (ص 307,308)

بلاشبہ ہم میں سے ایکؑ امام پوشیدہ و مستور ہوگا اور جب اللہ کا ارادہ ہوگا کہ اپنے امر کو ظاہر کرے تو ان کے دل میں یہ بات ڈال دے گا پس وہ ظاہر ہوں گے اور اللہ کے حکم سے قیام کریں گے۔

☆☆☆☆☆

المدثر (10)

عَلَى الْكَافِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْر

ترجمہ

کافروں پر سخت دن ہوگا آسان نہ ہوگا۔

☆ تاویل الآیات (ص 708)

☆ تفسیر صافی (ج 5 ص 276)

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 156 ح 5)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 135)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ مستدرک الحاکم (ج 4 ص 439)

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا جب مہدی آل محمد عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف کو اذن ظہور ملے گا تو وہ مسرور ہو جائینگے اور بہت زیادہ خوش ہو جائینگے بحکم خدا قیام فرمائینگے اس آیت کی یہی معنی ہیں۔

☆☆☆☆☆

المدثر (11,12,13,14,15,16)

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيداً وَجَعَلْتُ لَهُ مَالاً مَّمْدُوداً وَبَنِينَ شُهُوداً وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيداً ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيداً

ترجمہ

مجھے اس سے بھگت لینے دو جسے میں نے وحید (اکیلا) پیدا کیا۔ اور اسے بہت سامان دیا اور آنکھوں کے سامنے رہنے والے بیٹے دیئے۔ اور اس کے لیے بہت کچھ ساز و سامان بہم پہنچا دیا۔ پھر بھی وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اور بڑھا دوں۔ ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ وہ تو ہماری نشانیوں کا دشمن ہے۔

☆ حلیۃ الابرار (ج 5 ص 407)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 135)

☆ المحجۃ (ص 240)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 325)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 734)

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 402)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ صحیح مسلم (ص 310,392)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایاذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا اس آیت سے مراد ابلیس لعین ہے جس کو اللہ نے اکیلا پیدا کیا بغیر ماں باپ کے اور وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُوْدًا اس سے مراد وہ حکومت ہے جو وقت معلوم کو ہو گی یعنی جس دن امام زمانہ عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف قیام کریں گے۔ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيْدَ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِاٰيَاتِنَا عَنِيْدًا سے مراد آئمہ اطہار علیہم اجمعین سے دشمنی میں دوسرے راستے کی طرف بلائے گا اور ان کو اللہ کی آیات سے روکے گا یعنی نشانیوں سے روکے گا۔

☆☆☆☆☆

المدثر (20,19)

فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ

ترجمہ

خدا اسے قتل کرے کیسی غلط فکر کی ہے پھر خدا اسے قتل کرے کیسی غلط فکر کی ہے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 402)

☆ المحجۃ (ص 241)

☆ بحار الانوار (ج 8 ص 210)

☆ تفسیر قمی (ج 2 ص 395)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 733)

☆ تفسیر نور الثقلین (ج 5 ص 454)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 101)

اللہ کا بقیہ علی کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ مصنف ابن ابی شیبہ (ج 5 ص 197)

صاحبِ تفسیر صادق آل محمد علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد مولا امیر المومنین علیہ السلام ہیں جن کے قاتل سے دوبار مہدی آل محمد عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف بدلہ لیں گے

☆☆☆☆☆

المدثر (31)

وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ آمَنُوا إِيمَاناً وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْكَافِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلاً كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْبَشَرِ

ترجمہ

اور ہم نے جہنم کے داروغہ سوائے فرشتوں کے اور کوئی نہیں کیے ہیں۔ اور ہم نے گنتی ان کی نہیں مقرر کی ہے مگر اس لئے کہ کافروں کے واسطے آزمائش ہوتا کہ وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی ہے یقین کرلیں اور جو ایمان لے آئے ہیں ان کہ ایمان اور بڑھ جائے اور جن کو کتاب دی گئی ہے وہ اور

ایمان لانے والے شک نہ کریں اور تا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے اور کفار یہ کہیں کہ اللہ نے اس مثل سے کیا غرض رکھتی ہے؟ اللہ جس سے چاہتا ہے یونہی توفیق ہدایت سلب کر لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت فرمادیا کرتا ہے۔ اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا اور یہ تو آدمی کے لئے صرف ایک نصیحت ہے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 160 ج 9)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 136)

☆ تاویل الآیات (ص 710 طبع ایران)

☆ تاویل الآیات (ص 711)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 137)

☆ الامام المہدی فی کتب اہلسنت

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص 315)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ (وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً) نار سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہیں جو اپنا نور عالم پر آشکار فرمائیں گے اور ان کا خروج اہل مشرق و مغرب کے لیے ہوگا اور ملائکہ وہ ہیں جو آل محمد علیہم السلام کے علم کے مالک ہوں گے۔

☆☆☆☆☆

المدثر (34)

وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ

ترجمہ

اور صبح کی جب وہ روشن ہو جائے۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 136)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 737)

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 161)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص 315)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے (وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ) سے مراد صبح مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف ہے۔ (والمراد بالصبح القائم)

☆☆☆☆☆

المدثر (37)

لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ

ترجمہ

نہ آدمیوں کے لیے ڈرانے والی (خصوصاً) اس کے لیے جو تم میں سے یہ چاہے کہ آگے بڑھ جائے یہ پیچھے رہ جائے۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 137)

☆ تاویل الآیات (ص 712)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (با اختلاف الفاظ)

☆ الاشاعۃ لاشراط الساعۃ (ص 315)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے اس آیت سے مراد خروج مہدی آل محمد عجل اللہ فرجہ الشریف سے ایک دن قبل کا دن ہے۔ جو چاہے حق قبول کر کے ساتھ ہو جائے یا ان کو چھوڑ دے۔

☆☆☆☆☆

المدثر (46)

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ

ترجمہ

ہم نے روز جزا کو جھٹلایا۔

☆ تفسیر البرہان (ج 4 ص 402)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 736)

☆ روضہ کافی (ص 287 ح 432)

☆ بحار الانوار (ج 24 ص 325)

☆ تفسیر فرات الکوفی (ص 194)

☆ القطرۃ من بحار مناقب النبی والعترۃ (ج 2 ص 252)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ فتوحات مکیہ (باب 366)

اس آیت کی تفسیر میں روایت ہوئی کہ اس روز سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے خروج وقیام کا دن ہے۔

☆☆☆☆☆

المدثر (50,51)

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ

ترجمہ

گویا وہ وحشی گدھے ہیں۔ جو شیر سے بھاگتے ہیں۔

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 137)،

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 161 ح 9)،

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 734 ح 6)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعۃ لاشراط (323)

امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ خروج مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کے وقت دشمنان اہلبیتؑ اس طرح بھاگیں گے جیسے گدھے شیر کو دیکھ کر بھاگتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

المدثر (53)

كَلَّا بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ

ترجمه

ایسا ہرگز نہ ہوگا بلکہ وہ آخرت ہی سے نہیں ڈرتے۔

☆ تفسیر البرہان (ج 8 ص 161 ح 9)

☆ الزام الناصب (ج 1 ص 138)

☆ تاویل الآیات (ج 2 ص 737)

اللہ کا بقیہ علیؑ کا فرزند بارواں امام فی کتب عالم اسلام (باختلاف الفاظ)

☆ الاشاعہ لاشراط الساعۃ (ص 324)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اس آیت میں آخرت سے مراد مہدی آل محمد عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کی حکومت ہے۔

☆☆☆☆☆

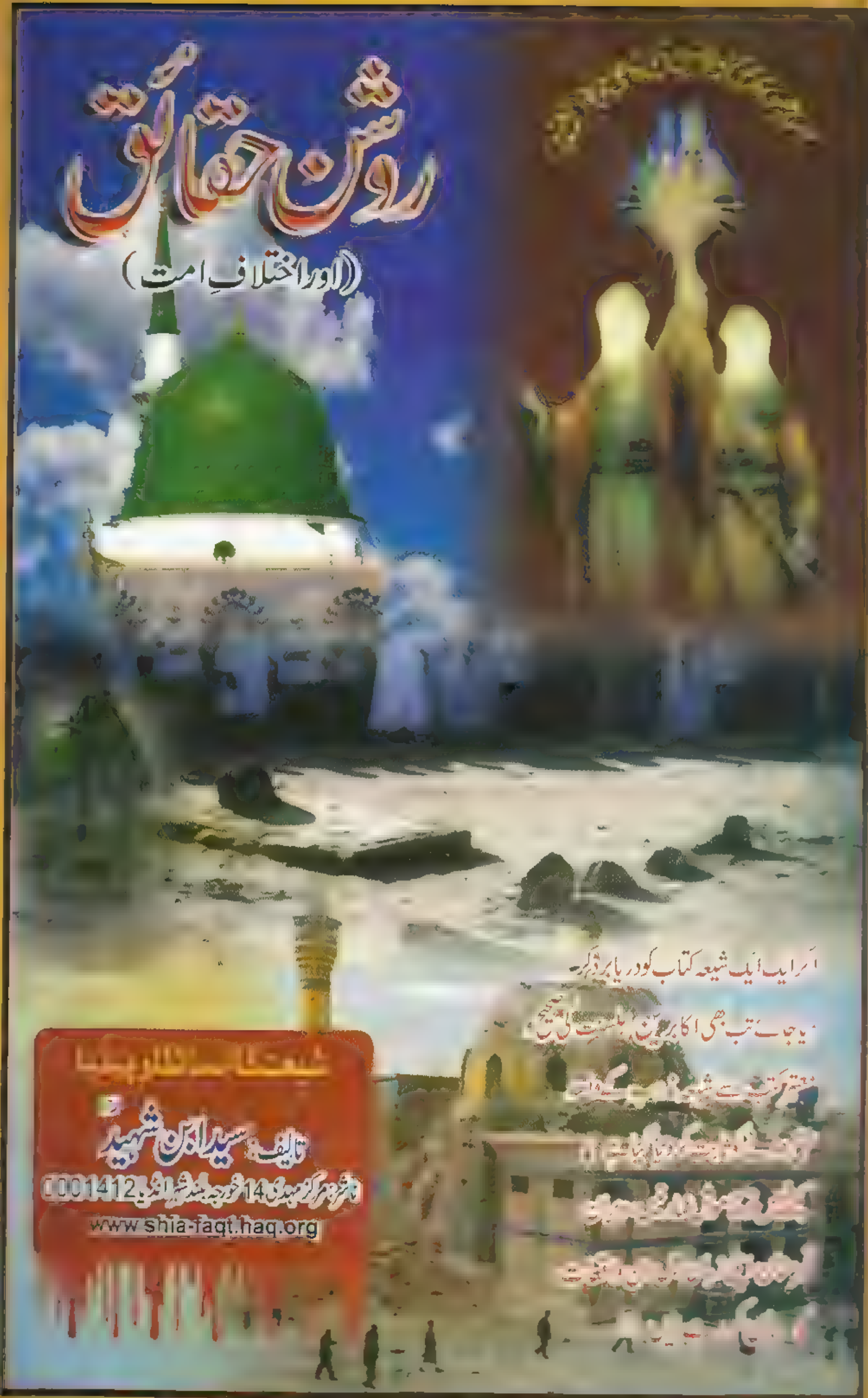

روشن حقائق
(اور اختلافِ امت)
اگر ایک ایک شیعہ کتاب کو دریا برد کر
دیا جائے تب بھی اکابرین اہلسنت کی
تالیف سید ابن شہید
www.shia-faqt.haq.org

روشن حقائق

(اور اختلافِ امت)

Knowledge for All
e-Sakina
Sindh
Hyderabad

جلد 4

تالیف: سید ابنِ شہیدؒ

ناشر مرکز مہدی 14 خورجہ بلند شہر انڈیا 0001412

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	عدم تحریف القرآن	3
2	فریقین کی دو کتابیں بابت تحریف القرآن	3
3	خدارا فرقہ وارانہ دشمنی کی خاطر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا نہ کیا جائے	6
4	عدم تحریف پر عقلی اور نقلی دلیلیں	7
5	سب کو مرنا ہے اللہ کے واسطے دن رات تحریف قرآن کی باتیں نہ کیجئے	11
6	بلاشبہ جو نسخہ قرآن امام مہدی علیہ السلام کے پاس ہے وہ پورا ہے اس میں تمام منسوخ آیات اور موجودہ آیات اسی ترتیب سے موجود ہیں	20
7	لہذا آپ حضرات تحریف قرآن کے معتقد بھی ہیں اور دشمنان اسلام کے لیے مفید بھی پھر یہ کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے	35
8	کچھ خوف خدا کیجئے	108

109	شیعہ مومنین قطعاً تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں لیکن آپ؟	9
113	اگر تحریف قرآن کا قائل فرد مرتد ہے تو حضرت عمر	10
123	علمائے اُمت سے چند سوال	11
132	کتاب فصل الخطاب کی شیعہ علماء کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے	12
133	فصل الخطاب نا قابل اعتبار ہے	13
133	اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن کامل ہے اور اسکی آیات میں نہ ہی کمی ہوئی ہے اور نہ ہی زیادتی ہوئی ہے	14
136	شیعوں کے آئمہ کا فرمان کہ ہر نماز کے بعد قرآن کی حقانیت کی گواہی دو	15
137	حضرت عمر نے آیت رجم کے قرآن سے گم ہونے کا اعلان فرمایا:	16
138	حضرت عمر سورہ جمعہ میں اپنی طرف سے (فامضوا الی ذکر اللہ) کے بجائے (فاسعوا الی ذکر اللہ) پڑھتے تھے، جو قرآن کریم میں عقیدہ تحریف کا ثبوت ہے۔	17

18	امام اہلسنت حافظ ابن مردویہ کی گواہی کہ قرآن پاک میں حضرت علیؑ کا نام موجود تھا اور حضرت عثمان نے نکال دیا	139
19	امہات المومنین میں سے حضرت عائشہ اور حفصہ اور ام سلمٰی کا الزام کے حضرت عثمان نے تحریف قرآن کی	140
20	مُستند علماء اہلسنت کا دعویٰ کہ سورہ احزاب میں مولا علیؑ کا نام تھا	141
21	مفتی بغداد شہاب الدین کا عقیدہ کہ قرآن پاک میں علیؑ کا نام تھا	142
22	حضرت عثمان نے الفاظ قرآن کو غلط قرار دیا:	142
23	مذہب اصحاب میں قرآن کو آگ لگانا بھی خدمت اسلام ہے۔	143
24	جناب عائشہ کی گواہی کہ حضرت عثمان کے جمع کردہ اور لکھوائے گئے قرآنوں میں بعض الفاظ غلط ہیں اور یہ خطا قرآن لکھنے والے کاتبوں سے ہوئی ہے	145
25	حضرت عثمان نے قرآن پاک کو آگ لگا کر اسکی توہین کی ہے	146

26	ابن مسعود صحابی کا معوذتین کے قرآن ہونے سے انکار	147
27	اور امام اعظم کے نزدیک بسم اللہ کو جزء قرآن ثابت نہیں کر سکتے	149
28	حمد خدا اور درود وسلام بر محمدؐ وال محمد علیہم السلام کے بعد نعرہ "یا صاحب الزمان ادرکنی" کے ساتھ لدھیانوی صاحب کے مرقومہ اعتراضات نامہ کی جانب رجوع کرتے ہیں۔	153
29	پس جب رسول ﷺ کا دامن ہاتھ میں نہ رہا تو پھر سنت کیسی اور اہل سنت ہونے کا دعویٰ کیسا؟	175
30	رسول خداؐ نے شیعوں کے کامیاب و کامران ہونے کی ضمانت دی ہے	226
31	﴿آپ کے اعتراضات کا آپ ہی کی کتب سے، شیعہ جواب دیتے ہیں﴾	229
32	حضرت زہراؑ نے بھی ماتم کیا	231
33	حضرت عائشہ نے بھی ماتم کیا	232
34	تکمیل شریعت کے بعد ماتم	233
35	قرآن مجید میں ثبوت ماتم	233

36	حضرت اُویس قرنیؒ نے نو شدید ترین ماتم کیا	235
37	ماتم فعل اہلبیتؑ ہے	236
38	شبیہ کا جواز	237
39	عہدِ رسالتؐ میں شبیہ بنائی گئی	238
40	سواریٔ حسینؑ کی نقل بنانا ثبوت ذوالجناح	241
41	حضرت شرف الدین بُو علی قلندر کے تین مزار کیوں؟؟	242
42	شبیہ پر پھول ڈالنا یہ بھی عقیدت ہے	244
43	کالے کپڑے یہ مودت اہلبیتؑ اور سنت رسالتؐ ہے	245
44	بر سر عام، مُخدرات کے نام لینا کیا بے ادبی ہے؟	246
45	قرآن میں ذکر متعہ	247
46	فرمان مُرتضویؑ بابت متعہ	248
47	نکاح دائمی اور متعہ میں فرق	249
48	وضو میں پاؤں کا مسح	250
48	حضرت رسول خداؐ نے پیروں پر مسح کا حکم دیا (شرح صحیح بخاری)	254
50	رسول خداؐ پیروں پر مسح کرتے تھے	254

255	حضرت علی مرتضیٰ بھی مسح ہی کرتے تھے	51
255	امام محمد باقرؑ بھی مسح کرتے تھے	52
256	حافظ ابن حجر عسقلانی کا عذر	53
257	طریقہ نماز رسولؐ اعظم صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم نماز رسالت ماب کی ابتداء اور اختتام	54
259	جہرِ بسم اللہ مذہب آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے	55
260	آل محمدؐ "تامین" کے مخالف ہیں	56
261	حضرت رسولؐ خدا سفر یا بارش کے بغیر بھی دو نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے تھے	57
262	خاک پر سجدہ کرنا	58
267	نماز ہاتھ کھول کر پڑھنے کے ثبوت	59
267	مسئلہ تراویح	60
270	حکم قرآن سے روزہ افطار کرنے کا صحیح وقت	61
270	تکبیرات جنازہ اور اذان کا مسئلہ	62
271	قیاس کا مسئلہ	63
274	تحقیق افسانہ عقد ام کلثوم	64

65	کیا وہ رسول اللہ کی بنات تھیں؟؟	278
66	یا علی آپ کو تین شرف ایسے دیئے گئے	282
67	احوال مصاحف قرآن	283
68	حضرت عمر کا دروازہ سیدہ کونینؑ کو آگ لگانا	284
69	لاو کاغذ کے میں لکھ دوں کے تم گمرائی سے بچ جاؤ (حدیث قرطاس)	290
70	وارثت فدک اور امت	296
71	کیا حضرت سیدہ وقت وفات اصحاب سے راضی تھیں؟	303
72	تینوں کو مولا علیؑ نے کیسا سمجھا؟	306
73	قرآن میں اعلانِ ولایتِ علیؑ	308
74	کیا خلیفہ اللہ و رسول کا بنائیں گے چند لوگ؟؟؟؟	311
75	اعلانِ ولایتِ مولا علیؑ	316
76	جس جس کا میں مولا ہوں اُس اُس کا علی مولا ہے	319
77	لفظ مولا کا معنی کیا ہے؟؟	321
78	منکر مولایت حرث فہری کا واقعہ عذاب	323
79	تین قسم کے شیعہ	337

80	اللہ سبحانہ نے سب سے پہلے ہمارا نور خلق فرمایا	339
81	حق الحقائق	350
82	رسم عزاداری و ماتم حسینؑ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات اہلسنت ووہابی حضرات کی کتب سے:	351
83	مفہوم ماتم بقول مولوی جامی علیہ الرحمتہ	353
84	غرض شیعہ از ماتم حُسینؑ بقول علامہ ابن کثیر دمشقی شافعی سُنی	354
85	حضرات! ہم نے فلسفہء ماتم غرض ماتم شیعہ اور نواصب کے اعمال آپ کے سامنے کُتب اہل سُنت سے جُدا جُدا لکھ دیئے ہیں۔	355
86	نظام خلافت بدعت	359
87	فقہہ اربعہ بدعت	360
88	نماز تراویح بدعت	362
89	آپ جناب کا وجود بدعت	363
	حضرت یعقوبؑ کا گریہ ماتم وعزاداری	366

تحریف القران

کے معتقد کون؟؟

عدم تحریف القرآن

شیعوں کے خلاف ہونے والے جھوٹے پروپگنڈے کے برعکس ہم اعتقاد رکھتے ہیں کہ آج قرآن مجید ہمارے اور تمام مسلمانوں کے پاس ہے یہ بالکل وہی قرآن مجید ہے جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور اس میں حتی ایک لفظ کی بھی کمی و زیادتی نہیں ہوئی ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کو اپنی تفسیر، اصول فقہ وغیرہ کی متعدد کتب میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے اور عقلی و نقلی ادلہ کے ذریعہ اسے ثابت کیا ہے۔ ہم قائل ہیں کہ تمام مسلمان علماء از شیعہ و سنی کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن مجید میں کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوا ہے اور دونوں مذہب کے محققین کی اکثریت جو اتفاق کے قریب ہے اس بات کی قائل ہے کہ اس میں کسی قسم کی کمی بھی واقع نہیں ہوئی ہے۔ دونوں طرف کے چند گنے چنے افراد اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن مجید میں کمی واقع ہوئی ہے جبکہ مشہور علماء اسلام ان کی اس بات کی طرفدار نہیں ہیں۔

فریقین کی دو کتابیں بابت تحریف القرآن

ان گنتی کے چند علماء میں سے ایک اہل سنت عالم دین "ابن الخطیب مصری" ہیں جنہوں نے

"الفرقان فی تحریف القرآن" نامی کتاب لکھی جو ۱۹۴۸ عیسوی بمطابق (۱۳۶۷ ہجری قمری) میں شائع ہوئی۔لیکن بروقت جامعۃ الازہر یونیورسٹی کے علماء اس کتاب کی طرف متوجہ ہوگئے اور انہوں نے، اس کتاب کے نسخوں کو جمع کر کے ضائع کردیا لیکن اس کے چند نسخے غیر قانونی طور پر آس پاس کے لوگوں تک پہنچ گئے۔اسی طرح کتاب (فصل الخطاب فی تحریف کتاب رب الارباب) کے نام سے شیعہ مولف حاجی نوری کے توسط سے لکھی گئی جو ۱۲۹۱ ہجری قمری میں شائع ہوئی۔اگرچہ حاجی نوری طبرسی تائب ہوکر دنیا سے گئے لیکن اس کتاب کی اشاعت وعلماء شیعہ کے ابطال کا غم اتنا شدید تھا کہ بیمار ہوگئے اور پھر جانبر نہ ہوسکے (حالات نوری طبرسی از مولف) اس کتاب کے شائع ہوتے ہی حوزہ علمیہ نجف اشرف کے بزرگ علماء نے اس کتاب کے مطالب سے اظہار برائت کیا اور اس کتاب کی جمع آوری کا حکم دیدیا۔اور اس کے بعد کئی کتابیں اس کے رد میں لکھی گئیں۔جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔نامور فقیہ مرحوم محمد بن ابی القاسم المعروف بہ معرب طہرانی (متوفی سال ۱۳۱۳ھ۔ق) نے (کشف الارتیاب فی عدم تحریف الکتاب) نامی کتاب لکھی جو کتاب فصل الخطاب کا رد تھا۔

۲۔مرحوم علامہ سید محمد حسین شہرستانی (متوفی ۱۳۱۵ھ۔ق) نے بھی ایک کتاب بنام (حفظ الکتاب الشریف عن شبھۃ القول بالتحریف) حاجی نوری کی کتاب فصل الخطاب کے جواب میں لکھی ہے۔

۳۔مرحوم علامہ بلاغی (متوفی ۱۳۵۲ھ۔ق) حوزہ علمیہ نجف کے عظیم محقق نے بھی اپنی مشہور کتاب (تفسیر آلاء الرحمٰن) میں ایک قابل ملاحظہ باب، فصل الخطاب کے رد میں لکھا ہے۔

(آلاء الرحمٰن، جلد ا ص ۲۵)

۴۔شیعہ محققین نے مولفین کی جمع شدہ احادیث کی رد میں اور عدم تحریف قرآن مجید کے بارے میں انتہائی مفصل بحث کی ہے اور فصل الخطاب کے شبہات کا دندان شکن جواب دیا ہے۔

مرحوم حاجی نوری اگرچہ عالم دین تھے لیکن بقول علامہ بلاغی انہوں نے ضعیف روایات پر اعتماد کیا

ہے اور مذکورہ کتاب شائع ہونے کے بعد خود بھی نادم و پشیمان ہوئے۔ اور حوزہ علمیہ نجف اشرف کے تمام بزرگ علماء نے اس اقدام کو واضح طور پر ایک غلطی قرار دیا۔ (آلاء الرحمٰن، جلد۲ص ۳۱۱)

اور دلچسپ بات یہ ہے کہ کتاب فصل الخطاب کے شائع ہونے کے بعد ہر طرف سے حاجی نوری کی مخالفت کا ایسا عظیم طوفان اٹھا کہ وہ خود اپنے دفاع میں ایک رسالہ لکھنے پر مجبور ہو گئے جس میں انہوں نے لکھا کہ میری مراد عدم تحریف قرآن مجید تھی لوگوں نے میری تعبیرات سے سوء استفادہ کیا ہے۔ (**الذریعہ، جلد۱۶ص ۲۳۱**) مرحوم علامہ سید حبۃ الدین شہرستانی کہتے ہیں کہ میں اس وقت سامرا میں تھا اور میرزا شیرازی بزرگ نے اس وقت سامرا کو علم و دانش کا مرکز بنا دیا تھا۔ جس محفل میں بھی ہم جاتے ہر طرف سے حاجی نوری اور اُن کی کتاب کے خلاف صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ اور بعض لوگ تو انتہائی نازیبا الفاظ کے ساتھ انکو یاد کرتے تھے۔ (**برہان روشن، ص ۱۴۳**) کیا اتنی مخالفت کے باوجود بھی حاجی نوری کی باتوں کو شیعہ عقیدہ شمار کرنا چاہیے؟ بعض متعصب وہابی اس کتاب (فصل الخطاب) کو بہانہ بنا کر تحریف قرآن کے نظریہ کو شیعوں کی طرف نسبت دیتے ہیں حالانکہ:

اب ایک کتاب کی تالیف اس مسئلہ میں شیعہ عقیدہ پر دلیل بن سکتی ہے تو پھر اس تحریف قرآن والے نظریہ کو علمائے اہل سنت کی طرف بھی نسبت دینی چاہیے کیونکہ ابن الخطیب مصری نے بھی (الفرقان فی تفسیر القرآن) نامی کتاب لکھی تھی اور اگر جامعۃ الازہر کے علماء کی تردید اس کتاب کے مطالب کی نفی پر دلیل بن سکتی ہے تو علمائے نجف اشرف کا اظہار برائت بھی فصل الخطاب کے مفاہیم کی نفی پر دلیل بن سکتا ہے۔

۲۔ اہل سنت کی دو مشہور تفاسیر، تفسیر قرطبی، اور تفسیر در منثور میں حضرت عائشہ (زوجہ رسولؐ)

سے نقل کیا گیا ہے کہ: (و انھا۔ ای سورۃ الاحزاب (ا.ا) کانت ماتی آیۃ فلم یبق منھا الاثلاث و سبعین) (تفسیر قرطبی، جلد ۴ ص ۱۱۱۳ و تفسیر الدر منثور، جلد ۵ ص ۱۸۰) سورۃ الاحزاب کی ۲۰۰ آیات تھیں اور اب ۷۳ سے زیادہ باقی نہیں بچی ہیں! اس سے بڑھ کر صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی ایسی روایات نظر آتی ہیں جن سے تحریف کی بو آتی ہے۔ (صحیح بخاری، جلد ۸ ص ۲۰۸ تا ۲۱۱ و صحیح مسلم، جلد ۳، ص ۱۶۷ و جلد ۵، ص ۱۱۶)۔ لیکن ہم ہرگز کسی ایک مصنف یا چند ضعیف روایات کی وجہ سے تحریف والے قول کو اہل سنت کی طرف نسبت نہیں دیتے ہیں۔ اسی طرح انہیں بھی کسی ایک مصنف یا چند ضعیف روایات کی وجہ سے کہ جنکا جمہور علمائے شیعہ نے انکار کیا ہے، اس قول کی تحریف کو شیعوں کی طرف نسبت نہیں دینی چاہیے۔

۳۔ حاجی نوری کتاب فصل الخطاب میں عام طور پر ان تین راویوں سے احادیث لی گئی ہیں کہ جو یا تو فاسد المذہب، یا کذاب اور جھوٹے یا مجہول الحال ہیں۔ (احمد ابن محمد السیاری، فاسد المذہب، علی ابن احمد کوفی، کذاب، اور ابی الجارود مجہول یا مردود) (ان تین راویوں کے مزید حالات کے لیے رجال نجاشی، فہرست شیخ اور دیگر رجال کتب کی طرف رجوع کیا جائے)۔

خدارا فرقہ وارانہ دشمنی کی خاطر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا نہ کیا جائے

۴۔ جن لوگوں کا اصرار ہے کہ مذہب شیعہ کو تحریف قرآن کے عقیدہ سے متہم کیا جائے، گویا وہ اس بات کی طرف متوجہ نہیں ہیں کہ فرقہ وارانہ فساد کی خاطر وہ اسلام کی جڑیں کاٹ رہے ہیں۔ کیونکہ

غیر مسلم لوگ کہیں گے عدم تحریف کا عقیدہ مسلمانوں کے درمیان مسلم اور متفقہ عقیدہ نہیں ہے۔ کیونکہ ایک عظیم گروہ تحریف قرآن کا قائل ہے۔ ہم ان بھائیوں کو نصحت کرتے ہیں کہ فرقہ واریت اور تعصب آمیز دشمنی کی خاطر قلب اسلام یعنی قرآن مجید کو نشانہ نہ بنائیں۔ آیئے اسلام اور قرآن پر رحم کیجئے اور بے جا تحریف کی باتوں کو اُچھال کر دشمن کو موقع فراہم نہ کیجئے۔

۵۔ ہمارے بہت سے قاری، انٹرنیشنل مقابلہ قرآئت میں اول نمبر پر آئے ہیں۔ ہمارے حافظ، بالخصوص ہمارے کمسن حفاظ نے بہت سے اسلامی ممالک میں تعجب خیز اور قابل تحسین قرآنی منظر پیش کیئے ہیں۔ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں ہمارے حفاظ اور قاریوں میں اضافہ ہوتا۔ ہمارے وسیع و عریض ملک میں جگہ جگہ حفظ و تفسیر قرآن کی کلاسیں اور علوم قرآن کے کالج و یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ ان تمام چیزوں کا اثبات، نزدیک سے مشاہدہ کے ذریعہ تمام لوگوں کے لئے آسان ہے۔ ان تمام مواد میں صرف اسی قرآن مجید سے استفادہ کیا جاتا ہے جو تمام مسلمان ممالک میں مقصد اول ہے اور ہمارا کوئی بھی باشندہ اس معروف قرآن کے علاوہ کسی دوسرے قرآن کو نہیں پہچانتا ہے۔ اور ہمارے ہاں کسی بھی مجلس یا محفل میں تحریف قرآن کی بات نہیں کی جاتی ہے۔

عدم تحریف

پر عقلی اور نقلی دلیلیں

۶۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق بہت سے عقلی اور نقلی دلائل موجود ہیں جو قرآن مجید کی عدم تحریف پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ ایک تو خود قرآن مجید فرماتا ہے: (9:15 اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ٥) ہم نے قرآن مجید کو نازل کیا اور اس کی حفاظت بھی ہمارے ذمہ

ہے(سورۃ حجر آیت ۹) ایک اور مقام پر یوں ارشاد ہوتا ہے۔

۴۱ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ وَاِنَّهٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ ۝ ۴۲ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ ۝ (سورۃ فصلت آیت ۴۱ و ۴۲)۔

"یہ کتاب شکست ناپذیر ہے۔اس میں باطل اصلا سرایت نہیں کرسکتا ہے نہ سامنے سے اور نہ پیچھے کی طرف سے کیونکہ یہ حکیم خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہے"

کیا اس قسم کی کتاب جسکی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہو اس میں کوئی تحریف کرسکتا ہے؟! اور ویسے بھی قرآن مجید کوئی متروک اور بھلائی گئی کتاب نہیں تھی کہ کوئی اس میں کمی یا زیادتی کر سکے۔کاتبان وحی کی تعداد چودہ سے لیکر تقریباً چار سو (۴۰۰) تک نقل کی گئی ہے۔جیسے ہی کوئی آیت نازل ہوتی یہ افراد فوراً اسے لکھ لیتے تھے۔علاوہ بریں سینکڑوں حافظ قرآن پیغمبر اکرمؐ کے زمانہ میں تھے جو آیت کے نازل ہوتے ہی اس کو حفظ کر لیتے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا اس زمانے میں انکی سب سے اہم عبادت شمار ہوتی تھی۔اور دن رات قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی تھی۔اس سے بڑھ کر قرآن مجید ، اسلام کا بنیادی قانون اور مسلمانوں کی زندگی کا آئین واصول تھا اور زندگی کے ہر شعبے میں قرآن مجید حاضر و موجود تھا۔

عقل یہ حکم لگاتی ہے کہ ایسی کتاب میں تحریف اور کسی کمی اور زیادتی کا امکان نہیں ہے۔آئمہ معصومین علیہ السلام سے جو روایات ہم تک پہنچی ہیں وہ بھی قرآن مجید کی عدم تحریف اور تمامیت پر تاکید کرتی ہیں۔

امیر المومنین علیؑ، نہج البلاغہ میں واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

(انزل علیکم الکتاب تبیانا لکل شی و عمر فیکم نبیہ ازمانا حتی اکمل لہ ولکم فیما انزل من کتاب، دینہ الذی رضی لنفسہ) (نہج البلاغہ خطبہ ۸۶)

(اللہ تعالیٰ نے ایسا قرآن مجید نازل کیا جو ہر شے کو بیان کرتا ہے پھر اس نے اپنے پیغمبر کو اتنی عمر فرمائی کہ وہ اپنے دین کو تمہارے لیے قرآن مجید کے وسیلہ سے کامل کر دیں)۔

نہج البلاغہ کے خطبوں میں بہت سے مقامات پر قرآن مجید کا تذکرہ ہوا ہے لیکن کہیں بھی قرآن مجید کی تحریف سے متعلق ذرہ برابر اشارہ نہیں ملتا بلکہ قرآن مجید کے کامل ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

نویں امام حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے ایک صحابی کو لوگوں کے حق سے منحرف ہو جانے کے بارے میں فرماتے ہیں۔

(وہ کان من نبذھم الکتاب ان اقاموا حروفہ و حرفوا حدودہ) (کافی، جلد ۸، ص ۵۳)

(بعض لوگوں نے قرآن مجید کو چھوڑ دیا ہے، وہ اس طرح کہ اس کے الفاظ کو انہوں نے حفظ کر لیا ہے اور اس کے مفاہیم میں تحریف کی ہے۔

یہ اور اسکی مانند دیگر احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ اس کے معانی میں تحریف ہوئی ہے۔ بعض لوگ اپنی خواہشات اور ذاتی منافع کی خاطر آیات کی خلاف واقع تفسیر و توجیہ کرتے ہیں۔ یہاں سے ایک اہم نکتہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر بعض

روایات میں تحریف کی بات ہوئی بھی ہے تو اس سے تحریف معنوی اور تفسیر بالرائی مراد ہے ہرگز الفاظ و عبارات کی تحریف نہیں۔

دوسری طرف سے بہت ہی معتبر روایات جو ائمہ معصومین علیہ السلام سے ہم تک پہنچی ہیں میں بیان کیا گیا ہے کہ روایات کے صحیح وغیر صحیح ہونے کی تشخیص کے لئے بالخصوص جب انکے درمیان ظاہراً تضاد و اختلاف پایا جارہا ہو تو معیار، قرآن مجید کے ساتھ تطبیق دینا ہے۔ جو حدیث قرآن مجید کے مطابق ہو وہ صحیح ہے اس پر عمل کیا جائے اور جو حدیث قرآن مجید کے خلاف ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔

(اعرضواهما علی کتاب الله فماوافق کتاب الله فخذوه وما خالف کتاب الله فردوه)(وسائل الشیعه، جلد۱۸ص۸۰)

یہ بالکل واضح دلیل ہے کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی ہے۔ کیونکہ اگر تحریف ہوجاتی تو قرآن مجید حق و باطل کی تشخیص کا معیار قرار نہیں پاسکتا تھا۔

ان تمام ادلہ سے بڑھ کر مشہور حدیث "حدیث ثقلین" شیعہ و اہل سنت کتابوں میں کثرت کے ساتھ نقل ہوئی ہے (وسائل الشیعہ، جلد ۱۸ص۸۰) جس میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

(انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله وعترتی اهلبیتی ما ان تمسکتم بهمالن تضلو)

میں تمہارے درمیان دو یادگار گرانبہا چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری عترت ہے اگر ان دونوں سے تمسک رکھا تو ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔

یہ پر مغز حدیث شریف بالکل واضح کر رہی ہے کہ قرآن مجید، عترت پیغمبرؐ کے ساتھ قیامت تک لوگوں کی ہدایت کیلئے انتہائی مطمئن پناہ گاہ ہے۔ اب اگر قرآن مجید خود تحریف کا شکار ہو جاتا تو وہ کس طرح لوگوں کیلئے ایک مطمئن پناہ گاہ بن سکتا تھا اور انہیں ہر قسم کی گمراہی سے نجات دلا سکتا تھا۔ الغرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ گناہ کبیرہ ہے کہ کسی پر ایسی بات یا ایسے کام کی تہمت لگائی جاتی جو اس نے نہ کہی ہو یا اُسے انجام نہ دیا ہو۔ ہم نے ہر مقام پر کہا ہے اور اب بھی کہتے ہیں کہ مذہب شیعہ کے علماء و محققین میں سے کوئی بھی (خود انکی اپنی کتابوں کی گواہی کے مطابق) تحریف کا قائل نہیں تھا اور نہ ہے۔ لیکن پھر بھی بعض متعصب اور ہٹ دھرم قسم کے لوگ اس تہمت پر اصرار کرتے ہیں۔ پتہ نہیں قیامت والے دن وہ کیا جواب دیں گے کیونکہ ایک طرف تو تہمت لگا رہے ہیں اور دوسری طرف قرآن مجید کی اہمیت کو کم کر رہے ہیں۔ (نعوذ باللہ)

اگر آپ کا بہانہ وہ بعض ضعیف روایت ہیں جو ہماری کتابوں میں نقل ہوئی ہیں تو اس قسم کی ضعیف روایات آپ کی حدیث و تفسیر کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ جنکی طرف پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ کوئی بھی مذہب ضعیف روایات کی بنا پر استوار نہیں ہوتا ہے۔ اور ہم نے کبھی بھی ابن الخطیب مصری کتاب (الفرقان فی تحریف القرآن) کی خاطر یا آپ کی ان ضعیف روایات کی خاطر جو تحریف قرآن پر مشتمل ہیں آپ پر تحریف قرآن کی تہمت نہیں لگائی۔ اور ہم کبھی بھی قرآن مجید کو تخریب کاری کرنے والے تعصب کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔

سب کو مرنا ہے اللہ کے واسطے دن رات تحریف قرآن کی باتیں نہ کیجئے

اسلام، مسلمین اور قرآن مجید پر ظلم نہ کیجئے اور اپنے مذہبی تعصب کی وجہ سے بار بار تحریف

قرآن کی رٹ لگا کر پوری دنیا کے مسلمانوں کے اصلی سرمائے یعنی قرآن مجید کے اعتبار کو کم نہ کیجئے۔ دشمن کو بہانہ فراہم نہ کیجئے۔ آپ اگر اس طریقے سے شیعوں اور اہل بیتؑ کے پیروکاروں سے انتقام لینا چاہتے ہو تو جان لیں عنقریب رسوائی آپکا مقدر ہوگی۔ (انشاءاللہ العزیز) اب ہم آج تک اپنے اوپر لگنے والے بہتانوں کا ایک ایک کر کے جواب دے رہے ہیں تا کہ آئندہ کوئی اسطرح کی مذموم سازش کرنے کی جرات بھی نہ کرے۔

عقیدہ تحریف قرآن پر نظر ثانی کرنیکی دعوت

اعتراض (1): کیا یہ سچ ہے کہ مذہب کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہوتا ہے اور دلائل میں سے پہلا درجہ قرآن مجید کا ہے اگر قرآن مجید پر ایمان نہ ہو تو انسان ایماندار کہلانے کا حقدار نہیں رہتا؟

جواب:۔ جی ہاں! یہ سچ ہے۔

اعتراض (2): اگر جواب اثبات میں ہے تو فرمایئے جو لوگ تحریف قرآن کے قائل ہیں وہ آپ کے نزدیک مسلمان ہیں یا نہ؟

جواب:۔ جو شخص قرآن مجید کو محرف جانے مسلمان نہیں ہے مگر یہ شیعہ عقیدہ ہے۔ مسلک اہلسنت یہ دعویٰ ثابت نہیں کر سکتا ہے جیسا کہ آگے بیان میں آئے گا۔

نوٹ:۔ لفظ تحریف مصدر ہے باب تفصیل سے جو حرف ماخوذ ہے اور حرف سے حد اور طرف

مراد ہے تفسیر کبیر میں امام رازی نے لکھا ہے کہ تحریف دراصل حق سے کسی چیز کا املہ ہونا ہے تحریف قلم اور محرف قلم سے قلم کو قط دیا جانا مراد ہوتا ہے۔ تحریف کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ کسی عبارت کے تغیر و تحویل اور کسی کلمہ کی تقلیب و تبدیل کو تحریف کہتے ہیں۔ خواہ لفظ میں یہ تعبیر و تحریف واقع ہو۔ جیسے سراط کو صراط بنا دیا جائے۔ یا معنی میں واقع ہو جیسے ولیکم اللہ میں خلاف قرینہ ولی کو دوست مددگار کے معنی میں تبدیل کر دیا جائے۔ خواہ لفظی و معنوی دونوں قسم کی تحریف اور تبدیلی کی جائے۔ مثلاً صراط علی کو صراط علی سے بدل دیا جائے۔ یہ تحریف بالاعراب کہلاتی ہے۔ خواہ زیادتی کر دی جائے۔ جیسے والضالین کے ساتھ آمین کر دیا جائے۔ یہ سب اقسام تحریف کے ہیں۔

اعتراض (3):۔ اگر مسلمان ہیں تو کیوں؟ مدلل جواب درکار ہے؟؟

جواب:۔ شیعہ عقیدہ کے مطابق تحریف قرآن کا معتقد مومن و مسلمان نہیں ہے مگر مذہب سُنیہ میں یہ شرط موجود نہیں ہے بلکہ قرآن مجید کو پورا و مکمل کہنا ممنوع ہے۔ جیسا کہ مذہب اہل سُنت کے اساسی رہنما جناب عبداللہ بن عمر بن خطاب نے نصیحت کی۔

"لایقولن احد کم قداخذت القرآن کله ومایدریه ما کله قدزهب منه قرآن کثیر ولکن ظهر لیقل قد اخذت منه ما"

ظہر "(ابن عمر نے کہا) تم میں سے ہرگز کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن لے لیا۔ اُسے کس نے بتایا کہ پورا قرآن کتنا تھا۔ درآنحالیکہ بہت سا قرآن جاتا رہا ہے اور لیکن اُسے یہ کہنا چاہیے کہ میں نے اُتنا لیا ہے جتنا قرآن میں ظاہر ہوا ہے"۔ **(اتقان جلد ۲۔ ۲۵)** پس جس طرح عبداللہ بن

عمر اور اُن کے مخاطبین قرآن کو نامکمل اعتقاد کرتے ہوئے اور اس کے اذہاب کی تشہیر و نصیحت کرتے ہوئے مسلمان تھے اسی طرح دوسرے مسلمانوں جو اپنے **ثقہ راوی و تابعی و صحابی** کی نصیحت پر عامل ہیں وہ بھی مسلمان ہیں۔

اعتراض (4):۔ اور اگر مسلمان نہیں تو آپ کی معتبر کتابوں میں ایسی روائتیں موجود کیوں ہیں؟

جواب:۔ جو قرآن حکیم رسول کریمؐ کے قلب پر نازل ہوا ہے اُس کے بارے میں ہمارے کسی کتاب میں ایک بھی ایسی روائت موجود نہیں ہے بلکہ اس کی محافظت و غیر محرف ہونے کے بارے میں واضح احادیث موجود ہیں البتہ نقلی قرآنوں کے بارے میں ایسی روایات ضرور موجود ہیں کہ جن میں اغلاط کمی و بیشی کا تذکرہ کیا گیا ہے اور ایسی روایات کتب اہل سُنت میں کثیر تعداد سے موجود ہیں۔ جو وقتاً وقتاً از راہ مثال نقل ہوں گی۔ ہماری کتب کی روایات کا تعلق مصاحف صحابہ سے ہے اور وہ قرآن الحکیم سے متعلقہ نہیں ہیں جب کہ سُنی روایات براہ راست قرآن کے متعلق ہیں پس وضاحت اُن کو کرنا چاہئے کہ وہ ان کی موجودگی میں مسلمان کہلوانے کے حقدار کیسے ہیں؟

تفسیر صافی مصنفہ اخوند فیض کے ۱۰ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کے سامنے ترتیب نزولی والا قرآن پیش کیا تو لوگوں نے قبول نہ کیا تو آپ نے فرمایا۔

ما واللہ ماترونہ بعدیومکم ھذا ابداً

خدا کی قسم اس کو قیامت تک اب تم نہ دیکھو گے۔

پس جس پر آپ کا ایمان ہے وہ دنیا میں ناپید ہو گیا اور جو موجود ہے اس پر آپ کا ایمان

نہیں۔ جواب مطلوب ہے؟

جواب:۔ حضرت امیرؑ نے اُن لوگوں کو یہ جملہ فرمایا جس کے معنی ہیں "خُدا کی قسم اسکو تم آج کے بعد کبھی نہ دیکھو گے عرب میں الی القیامت کے الفاظ نہیں ہین۔ مخاطب صرف وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کو قبول نہیں کیا (قرآن کو رد کر کے بھی مسلمانوں کے امام رہے) چونکہ ارشاد رسولؐ کے خلاف اُن لوگوں نے قرآن کے اصلی ساتھیوں سے تخلف کیا جو کبھی قرآن سے جُدا نہیں ہوسکتے جب تک بارگاہ رسولؐ میں حوض تک وارد نہ ہو جائیں۔ لہٰذا اُن کی شومیٔ قسمت یہی ٹھہری نہ ہی اُن کو دیدار قرآن نصیب ہوا۔ اور نہ ہی حصول ناطق قرآن کا شرف حاصل ہوا۔ ایک ثقل کو خود چھوڑ دیا۔ دوسرا خود بخود چھپ گیا۔ نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے۔

پس ہمارا ایمان اُس قرآن پر ہے جس کے متعلق صاحب قرآن نے فرمایا کہ "علی قرآن کے ساتھ ہے" اور ارشاد کیا۔ "قرآن علؑی کے ساتھ ہے" نہ قرآن علؑی سے جدا اور نہ علؑی قرآن سے علیحدہ ہوسکتے ہیں مگر آپ کے بزرگوں نے نہ ہی علؑی کو مانا اور نہ ہی اُن کے ساتھی قرآن کو۔ یہی راہ آپ کی اختیار کردہ ہے کہ علؑی کے قرآن کو فرضی اور ناپید کہتے ہیں اور خود اپنے لکھے ہوئے کو خدا کا لکھا کہ کراتے ہو۔ اب خود فیصلہ کرلو خدا کے قرآن پر ہمارا ایمان ہے یا تمہارا۔

کسی شے کا آنکھوں سے اوجھل ہونا اُس کے ناپید ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ ہمارا اس قرآن پر ایمان ہے جو اپنے ساتھی کے ساتھ اُس دنیا میں موجود ہے جسے غیر مطہرین چھو تک نہیں سکتا جبکہ تمہارا اس قرآن پر ایمان ہے جسے ہر ناپاک چھوسکتا ہے اور وہ اکیلا بے یار و مددگار ہے۔ جب ہمارا قرآن امام طاہر کا دائمی ساتھی ہے۔ تمہارے قرآن کا کثیر حصہ اذہاب ہوچکا ہے یعنی ضائع ہوچکا ہے اور جسے پورا کہنے پر بھی تمہارے

مذہب میں پابندی ہے جب کہ ہمارے اعتقاد کردہ قرآن میں ہر خشک و تر موجود ہے اور وہ مکمل و جامع ہے اور اپنے مفسر و وارث کی حفاظت میں ہے۔ ایمان کا تعلق ہمیشہ اصل سے ہوا کرتا ہے نقل پر نہیں۔ پس ہمارا اصلی ہے اور تمہارا نقلی۔ آپ کے بزرگ اس اصل قرآن کو ٹھکرا چکے ہیں اور قبول کرنے سے انکار کر چکے ہیں اور ان ہی کی سنت پر آپ کاربند ہیں۔ لہذا آپ کا ایمان بالقرآن ناقص ہے اور آپ کا ایمان اس قرآن پر ہے جس کا بیشتر حصہ رفت و گذشت ہو چکا ہے۔ پس جب تک عبداللہ ابن عمر کی نصیحت موجود ہے آپ کا قرآن پر ایمان ویسا ہی ہے جس طرح یہود و نصاریٰ کا ایمان توریت اور انجیل پر ہے جو کہ محرف ہیں۔ لیکن ہمارا ایمان قرآن صامت اور قرآن ناطق دونوں پر ہے اور ہم عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن میں کسی قسم کی کوئی تحریف نہ ہو سکی کیونکہ اسکی حفاظت کا ذمہ خدا نے اپنے ذمہ لیا ہے اور یہ قرآن کسی بھی حالت میں اہلبیت سے جدا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ضمانت خود صاحب قرآن کی موجود ہے۔ یہ ملاحظہ کیجئے حدیث ثقلین۔

اعتراض (5):۔ امام محمد باقر کا فرمان ہے (معاذ اللہ)

وفی تفسیر العیاشی عن ابی جعفر قال لوہ انہ زید فی کتاب اللہ ونقص ماخفی حقنا۔

(تفسیر صافی ۱۰)

تفسیر عیاشی میں ہے کہ امام محمد باقرؑ نے فرمایا اگر قرآن مجید میں کمی وبیشی نہ کی جاتی تو عقل والوں پر ہمارا حق مخفی نہ رہتا۔

جواب:۔ مذہب سُنّیہ کے چوٹی کے امام عکرمہ سے مروی ہے کہ جب ابوبکر سے بیعت ہو چکی تو علیؑ بن ابی طالب گوشہ نشین ہوگئے۔ حضرت ابوبکر سے کہا گیا کہ علیؑ نے آپ کی بیعت سے کراہت کی ہے بس ابوبکر نے کسی کو بھیج کر انہیں بلوایا اور کہا کہ آپؑ نے میری بیعت سے کراہت فرمائی ہے۔انہوں نے جواباً کہا۔قسم بخدا نہیں۔ابوبکر نے کہا۔پھر آپ مجھ سے مخفی کیوں ہوئے؟ فرمایا میں دیکھا کہ قرآن میں اضافہ کیا جارہا ہے۔پس میرے دل نے کہا۔میں نماز کے سوا اپنی ردا نہ پہنوں گا حتیٰ میں قرآن جمع کرلوں۔حضرت ابوبکر کہا آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔(**اتقان جلد ا۔۹۵**) پس اس معتبر روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ نے قرآن میں اضافہ کی کوشش کی جس کی تصدیق آپ کے صدیق اکبر نے کی اور گواہی حضرت حیدرؑ کرار نے دی جو جواب آپ کا اس روایت کے بارے میں ہوگا۔وہی جواب ہمارے طرف سے دہرالیا جائے۔

جب کبھی ہمارے طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عثمان نے قرآن کیوں جلوادیے۔تو آپ لوگ عموماً یہی جواب دیتے ہیں کہ ان مصاحف میں کمی وبیشی تھی۔لہذا اتحاد و مرکزیت برقرار رکھنے کی خاطر حضرت غنی صاحب نے ایسا گوارہ کیا۔جب آپ کے خلیفہ راشد نے قرآن میں کمی وبیشی کا اعتراف کیا ہے۔تو پھر آپ کسی اور پر اعتراض کرنے کی جرات کس طرح کرتے ہیں۔پس قرآن میں کمی وبیشی کا اعتراف آپ کے تین خلفائے راشدین ہی سے حاصل ہوگیا۔لہذا اگر امام محمد باقرؑ نے ایسا فرمایا تو ایک تاریخی حقیقت بیان فرمائی۔اور آپ سے پہلے یہی بات خود حضرت علیؑ،حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کہہ چکے تھے۔

اعتراض (6):۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ لوگوں کے نزدیک موجود قرآن مجید مشکوک ہے کیونکہ یہ کمی بیشی سے پاک نہیں ہے۔اسی تفسیر صافی میں ہے؟؟ امام صاحب نے فرمایا ان القرآن قد طرح منہ ای کثیرہ بلاشبہ قرآن مجید میں آیتیں ڈال دی گئی ہیں جب آپ لوگ نقص قرآن کے قائل ہوئے تو آپ کا ایمان موجودہ قرآن پر کیسے رہا؟

جواب:۔ جو کچھ قرآن مجید میں موجود ہے۔ وہ ہرگز ہمارے نزدیک مشکوک نہیں ہے اور قرآن میں کمی وبیشی تسلیم نہ کرنا خلاف قرآن ہے۔ کیونکہ جو آیات منسوخ ہوگئیں وہ بھی منزل من اللہ تھیں۔اور قرآن کا حصہ تھیں۔اسی طرح قرآن سات حروف میں نازل ہوا تھا جب کہ اب صرف ایک حرف میں ہے۔ جن آیات کی طرح کا ذکر قول امام میں ہے وہ آیات منسوخہ بھی سمجھی جاسکتی ہیں۔ ہمارا ایمان پوری وحی پر ہے جبکہ سنی صرف ظاہر پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس صرف موجودہ قرآن پر ایمان رکھنا اور اس کے علاوہ کلام خدا کی تکذیب کرنا ناقص الایمانی کی دلیل ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے کہ جو متین قرآن اس وقت موجود ہے خدا کا کلام اور اس کا منسوخ شدہ حصہ اور احادیث قدسیہ بھی اللہ کا کلام ہے۔ پس ہمارا ایمان پورے قرآن پر ہے اور آپ کا ایمان صرف ظاہر قرآن پر ہے۔اور جو کلام آپ کی نگاہوں سے اوجھل ہے آپ اس کے منکر ہیں۔ ہم ظاہر وغائب دونوں پر ایمان رکھتے ہیں۔آپ کے مذہب کے مطابق قرآن کو مکمل کہنا ممنوع ہے۔ جبکہ ہم پورے وسارے قرآن پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔

اعتراض (7):۔ تفسیر صافی میں ہے

ان فی القرآن ما مضی و مایحدث وماھو کائن
کانت فیہ اسما الرجال فالقیت

بلاشبہ قرآن میں ہے جو کچھ گذر چکا اور جو کچھ پیدا ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے اور اُسی قرآن میں لوگوں کے نام تھے پس ان کو گرا دیا گیا۔

جب آپ کے مسلک میں موجودہ قرآن ناقص ٹھہرا کیوں کہ اس میں لوگوں کے نام نہیں ہیں تو کیا اس کے باوجود آپ کا ایمان موجودہ قرآن کے ساتھ وابستہ رہا۔ کیا آپ لوگ سالمیت قرآن کے منکر نہ ٹھہرے؟

جواب:۔ علامہ سیوطی تحریر کرتے ہیں کہ ان میں سے بعض نے نزولی ترتیب پر قرآن مرتب کیا وہ مصحف علی ہے۔ **(اتقان جلد ا۔ ۶۲)** تاریخ الخلفا ۹۹ میں ہے کہ ابن سیرین کہتے تھے کاش کہ حضرت علی کا جمع کیا ہوا قرآن مل جاتا تو وہ علوم کا بہت اچھا ذخیرہ ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ سنیوں کے نزدیک موجود قرآن علوم کا ذخیرہ نہیں ہے حالانکہ اسی قرآن کا دعویٰ ہے **لا یسب ولا یابس الافی کتاب مبین** ۔پس ہمارا اعتقاد اُس قرآن پر ہے جس میں ہر خشک و تر کا ذکر ہے۔ اور ہم سالم قرآن پر ایمان رکھتے ہیں جب آپ قرآن کے کثیر حصہ کا انکار کرتے ہیں۔ تفسیر در منثو جلد ۳۔ ۲۰۸ مطبوعہ مصر میں ہے کہ اخراج کیا ابن ابی شیبہ طبرانی، حاکم اور ابن مردویہ نے حضرت حذیفہ سے کہا کہ یعنی جس سورہ کو تم توبہ کے نام سے یاد کرتے ہو وہ در حقیقت سورہ عذاب ہے خدا کی قسم ہم صحابہ میں سے ایک بھی ایسا نہیں چھوٹا جس کے متعلق کوئی نہ کوئی عذاب کی آیت نہ آئی ہو اور تم (اب) اس سورہ توبہ میں (ان آیات کو) نہیں پڑھتے ہو جو کچھ کہ ہم پڑھا کرتے تھے مگر اس کا چوتھائی حصہ اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۸ ہی پر علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے کہا کہ سورہ برائت نازل ہوئی تو ہم نے گمان کیا کہ ہم صحابہ میں سے کوئی بھی ایسا صحابی باقی نہ رہے گا۔ جس کے متعلق کوئی نہ کوئی فضیحت نہ نازل ہو۔ اور اسی لئے اس سورہ کا نام فاضحہ ہے۔

آپ فرمایئے آپ کے مذہب کے مطابق حسب نقل سیوطی و تخریج محدثین بقول عمر و حذیفہ قرآن

ناقص وغیر سالم ثابت ہوا یا نہ ہوا۔ اور نام غائب ہو گئے کہ نہیں ہمارا ایمان یہ ہے کہ ہم اس قرآن موجود کو بھی کلام خدا اعتقاد کرتے ہیں اور جو غیب ہوا یا جس کا نخ ہوا اسے بھی اللہ کا کلام مانتے ہیں جب کہ تم صرف موجود کو مانتے حاضر کو تسلیم کرتے ہو۔ اور غیب کے منکر بنتے ہو۔ قرآن تمہارا سالم ہوا یا ہمارا؟

اعتراض (8):۔ تفسیر صافی ص ۱۰ میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے کہا کہ کیا اصلی قرآن کے ظہور کا وقت بھی معلوم ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔

نعم اذا اقام القائم من ولدي يظهره (تفسیر صافی ص ۱۰ سطر ۳۳)

ہاں جب میری اولاد میں سے امام مہدیؑ اٹھیں گے تو اُس قرآن کو ظاہر کریں گے۔

معلوم ہوا کہ حضرت مہدی والا قرآن اور ہے موجودہ قرآن اور ہے بس جس پر آپ کا ایمان ہے وہ موجود نہیں اور جو موجود ہے اس پر آپ حضرات کا ایمان نہیں تفصیلی جواب عنایت فرمائیں؟؟

جواب:۔ بلاشبہ جو نسخہ قرآن امام مہدی علیہ السلام کے پاس ھے وہ پورا ھے اس میں تمام منسوخ آیات اور موجودہ آیات اُسی ترتیب سے موجود ھیں

جس طرح وحی کی گئیں اور تمام تفسیری نوٹ اور وضاحتیں اُس نسخہ میں ہیں اس میں حضور کی بیان کردہ مکمل تشریح موجود ہے اس میں ماضی حال اور مستقبل کی تمام باتیں موجود ہیں۔اور وہ جامع نسخہ ہے کہ جس میں ہر خشک وتر کا بیان جمع ہوا ہے۔اور آپ حضرات کا اس بمطابق ترتیب نزولی قرآن پر ایمان نہیں ہے بلکہ صرف اس قرآن موجود پر ایمان ہے جس کا آپ ہی کے بقول کثیر حصہ جاتا رہا ہے۔یعنی آپ کا ایمان غیر سالم قرآن ہے اور ہمارا مکمل وسالم قرآن پر ایمان ہے جو اہلبیتؑ سے جُدا نہیں ہوا۔اسی لئے زمانہ عدلیہ میں یہ قرآن ظاہر ہوگا۔اور باطل کو مٹائے گا۔اور خدا کی ضمانت کو ثابت کرے گا کہ اس میں ہر خشک وتر کا بیان ہے اسے کوئی غیر ظاہر بھی نہیں کرسکتا ہے مگر صرف مطہرین اسے چھو سکتے ہیں۔جب امام اس قرآن کو ظاہر کریں گے تو دنیا سے باطل بھاگ اُٹھے گا۔اور حق کا غلبہ آجائے گا۔قرآن مجید جو اس وقت موجود ہے وہ اُسی قرآن کی آیات ہیں مگر اس کی ترتیب نزولی نہیں ہے اور اس میں حضور کی تعلیم کردہ تفسیر وتشریحات نہیں ہیں۔جب ہم موجودہ قرآن کو خدا کا کلام تسلیم کرتے ہیں تو پھر ہمارے ایمان کے بارے میں شبہ کیوں؟ ایمان کا نقص تو آپ کے مذہب میں پایا جاتا ہے جو صرف موجودہ کتاب کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔

اور اس کے اُس حصہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں جو ظاہر نہ ہوا۔حالانکہ اقرار کرتے ہیں کہ اس کا بیشتر حصہ جاتا رہا ہے مگر اس جانے والے حصہ کو خُدا کا کلام تسلیم نہیں کرتے بلکہ تکذیب کرکے غیر سالم قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ہمارا ایمان تو ظاہر بھی ہے اور غائب پر بھی۔لہذا ہم سالم الایمان ہیں۔جب آپ ظاہر ایمان رکھتے ہیں اور غیب پر منکر ہیں۔اس لئے آپ ناقص الایمان ہیں جب آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کا پورے قرآن پر ایمان ہے تو اس سے مُراد موجودہ ہوتا ہے۔کہ جب کہ دعویٰ قرآن ہے کہ اس میں ہر خشک وتر کا بیان موجود ہے جب کہ آپ کے اعتقاد کردہ مکمل قرآن میں وجود

پاکستان کا ذکر نہیں مل پاتا مگر ہم جس پورے قرآن پر ایمان رکھتے ہی اُس میں جو کچھ گذر چکا اور جو کچھ گذرنے والا ہے ہر امر کا بیان موجود ہے۔ اور وہ مکمل قرآن اس دنیا میں محافظ کی حفاظت میں موجود ہے جسے کہ غیر طاہر لوگ مس نہیں کر سکتے یہ قرآنی فیصلہ ہے آپ کہ قرآن کی حفاظت کا یہ حال ہے اُسے ہر پاک و ناپاک جس حالت میں چاہے چھو سکتا اُس کے نسخوں میں اغلاط و سہو کا امکان ہے۔ اس میں آپ موجودہ مملکت خُداداد پاکستان تک کا ذکر نہیں دکھلا سکتے ہیں جب کہ ہمارا دعویٰ جو قرآن مجید کا نسخہ ہمارے امام کی حفاظت میں محفوظ ہے اُس میں ہر وہ بات موجود ہے جو ہو چکی یا ہونے والی ہے۔ پس ہمارا ایمان مکمل ہے اور آپ کا ناقص ہے کیونکہ آپ جزوی کلام کو مانتے ہیں اور بقیہ کلام کا انکار کرتے ہیں جبکہ ہم جزوی و کلی کلام کے معتقد ہیں۔

اعتراض (9):۔ الصافی ص ۱۱ میں ہے

انهم اثبتوافي الكتاب مالم قيله الله ليلبسوا علے الخليقته

انہوں نے قرآن مجید میں وہ چیزیں ثابت کر دیں جو کہ خدا تعالےٰ نے نہیں کہی تھیں تا کہ مخلوقات پر کلام الٰہی کو لا ملا دیں۔

پس جب موجودہ قرآن کلام خالق اور کلام مخلوق کا مجموعہ ہوا تو ان پر آپ کا ایمان کیسے رہا؟

جواب:۔ اس عبارت منقولہ بالا سے مُراد ہے کہ انہوں نے خود ساختہ تاویلیں بنا کر کتاب خدا میں لکھ دی ہیں اور اُن تاویلات کو منشاء خُدا کے مطابق سمجھا جاتا ہے اور یہ ایسی حقیقت ہے جن کا انکار خلاف واقع ہے "اثبتوافی الکتاب" اسی لئے کہا گیا ہے کہ کتاب میں ثابت کی ہیں یعنی متن وحی

میں لفظی تغیر کی بجائے اپنی اپنی تاویلیں گھڑی ہیں۔ اور مخلوق میں اختلافات کا بیج بو دیا ہے۔ ایک ہی آیت کے مختلف مطالب کی تاویلیں اور اُن پر اپنے اثبات و دلائل قائم کر کے انسانی رائے کو مقصود خدا کہا جاتا ہے۔ ایک ہی کتاب میں جو الفاظ خدا نے نازل کئے ہیں اُن کے ساتھ اپنی من گھڑت تفاسیری دلیلیں ثبت کر کے خالق و مخلوق کے کلام کو خلط ملط کرنے کی کوشش کی ہے جیسے "والضالین" کے ساتھ "آمین" اپنی طرف سے بڑھا لیا ہے پس ہمارا ایمان صرف قرآن کے وحی کردہ کلمات ہے پردہ بے شک اللہ کا کلام ہیں جب کہ آپ کی توضیحات کو ہم کلام خدا نہیں سمجھتے۔ پس اس عبارت میں مخلوقات کی بنائی ہوئی تاویلیں مُراد ہیں جو خالق کے کلام کے ساتھ ثبت کی جاتی ہیں کہ لوگ گمراہ ہو جائیں۔ اور چونکہ یہ تاویلات اللہ نے نازل نہیں کی ہیں بلکہ انسانوں نے قیاس کر کے بنائی ہیں لہذا ہم اُن کو غیر خدا کا کلام سمجھتے ہوئے وحی تسلیم نہیں کرتے ہیں۔

اعتراض (10): الصافی ص ۱۱ میں ہے

اثبتوه من تلقائهم فی الکتاب بمافی ذالک من تقویه اهل العطیل والکفر والمل المنحرفقه عن قبلتنا

انہوں نے اپنی طرف سے قرآن میں ایسی عبارتیں داخل کر دیں جن سے کافروں اور قبلے سے منحرف شدہ لوگوں کو تقویت ہوتی ہے۔

تو کیا واقعی ایسی عبارتیں موجودہ قرآن مجید میں موجود ہیں جن سے کفر کو تقویت پہنچتی ہے۔

جواب۔ اس سے مُراد ہی تاویلی عبارات اور تفاسیر بالرائے مُراد ہیں۔ جن سے مخالفین کو قرآن مجید پر تنقید کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور خوب دل کھول کر قرآن کے خلاف لکھتے ہیں جس کا جواب

آپ سے بن نہیں پڑتا ہے۔ اور آپ کی جمائی ہوئی گرد پھر شیعہ بے چاروں کو جھاڑنا پڑتی ہے۔ جب ہندوستان میں ایک سابق سُنی المذہب پادری عمادالدین نے ایک کتاب "المسلمین" لکھی اور قرآن پر اعتراضات کیے تو سُنی سوئے رہے مگر ایک حیدری ملنگ نے نعرہ حیدری بلند کیا اور "تنزیہ الفرقان" جیسی شاہکار کتاب پیش کر کے عیسائیت کو عبرت ناک ضرب لگائی اور جناب السید محمد صاحب قبلہ اعلیٰ اللہ مقالہ نے عمادالدین کے تابوت میں آخری کیل لگادی۔ چونکہ ہمارا ایمان قرآن مجید پر پختہ تھا۔ لہذا نصاریٰ کو منہ کی کھانا پڑی۔ اور سُنیوں کا ایمان ادھورا تھا۔ لہذا روپوش ہو گئے۔

اگر تاویلات واختلافی تفاسیر کے انکار پر کسی کو منکر قرآن کہا جاسکتا ہے تو پھر شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہوگا جو اس انکار سے محفوظ ہو۔ چونکہ ہم قرآن کی اُن عبارتوں پر مکمل اعتماد رکھتے ہیں۔ جو متن وحی ہیں اور اُن عبارتوں کی انسانی توضیحات سے اختلاف رکھتے ہیں لہذا ہمیں منکر قرآن کہنے والا خود منکر قرآن ہے کیونکہ وہ غیر قرآن کو قرآن سمجھتا ہے۔ یہ بات تو تھی تاویلات کی مگر اہل سنۃ والجماعت متن قرآن موجود میں بھی کمی اور زیادتی کے معتقد ہیں مثلاً علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ سورہ اعراف پ ۵ کا شروع جو اس وقت المص سے ہوتا ہے دراصل صرف الم تین حروف تھے اس میں ایک صرف "ص" اس لئے بڑھایا گیا ہے کہ اس میں انبیاء کے قصص ہیں (تفسیر اتقان مطبوعہ احمدی ۲۴۴) اب غیرت مند کے ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ جس کے گھر کا یہ حال ہو وہ کسی کامل الایمان مذہب پر تحریف کا بہتان کیسے باندھ سکتا ہے۔

اعتراض (11):۔

ثم دفعهم الاضطرار بورود المسائل عليهم

عمالا یعلمون تاویله الی جمعه و تالیفه و تضمنه من قلقائهم مایقیمون به دعائم کفرهم فصرخ منا دلیهم من کان عنده شی من کان عنده شی من القرآن فلیا تنابه ووکلوا تالیف ونظمه الی بعض من وافقهم الی معاداة اولیاء الله فالفه علی اختیارهم و ترکوا منه ماظهر تناکره و تنافره الذی جده فی الکتاب من الازراء علی النبی فریة الملحدین۔ (تفسیر صافی ص۱۱)

اس کے بعد ان سے ایسے مسائل پوچھے گئے جن کی تاویل نہ جانتے تھے تو قرآن کو جمع کرتے، تالیف کرنے اور انہی طرف سے اس میں ایسے کلمات ملانے پر مجبور ہو گئے جن سے انہوں نے اپنے کفر کے ستون کھڑے کئے پس ان کے مناوی نے آواز دی جس کے پاس قرآن سے کچھ ہو تمہارے پاس لے آئے اور قرآن کا بنانا۔ انہوں نے ایسوں کے سپرد کیا جو ان کے اولیاء اللہ کی دشمنی میں موافق تھے پس انہوں نے اپنے اختیار پر قرآن کی تالیف کی اور جس قدر ان کی قدرت ہوئی چھوڑ دیا۔ اور ایسی چیزیں زائد کر دیں۔ جن کا تناکر اور تنافر ظاہر تھا۔ اور جو کچھ قرآن میں سے حضور کی بے عزتی ظاہر ہوتی ہے یہ ملحدین کا افترا ہے۔

فرمایئے یہ روایت تفسیر صافی میں موجود ہے یا نہ؟

جواب۸۷۶:۔ تاویل سازی کے سلسلے میں یہ عبادت تفسیر صافی میں مرقوم ہے۔

اعتراض (12):۔ اگر نہیں ہے تو خلاف واقع ہے اور اگر موجود ہے تو آپ کے نزدیک یہ روایت صحیح یا غلط؟

جواب:۔ مجیب کے نزدیک یہ روایت صحیح ہے۔

اعتراض:۔ اگر غلط ہے تو وجہ بیان کیجئے اور آئمہ کے اقوال سے اس کی تردید کیجئے؟

جواب۸۷۸:۔ روایت ٹھیک ہے لہذا سبب بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ مطلب و مفہوم کا فرق ہے۔

اعتراض (13):۔ اور اگر صحیح ہے تو فرمایئے کیا آپ کے نزدیک موجودہ قرآن مجید کلام الٰہی کا مجموعہ نہیں بلکہ لوگوں کے من گھڑت افسانوں کا مرقع ہے (العیاذ باللہ)

جواب:۔ روایت میں متن کلام الٰہی کی بات نہیں ہے بلکہ تاویل کا بیان ہے اور تمام مذاہب اسلامیہ اس بات پر متفق ہیں تاویلات کا شمار متن قرآن مجید میں نہیں ہوتا ہے۔ ان تاویلات کی بدولت دین میں تفرقہ بازی ہوئی۔ اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید کا متن کلام الٰہی ہے مگر اس کی تاویلات خودساختہ ہیں اور ان میں تناکر و تنافر آج تک ظاہر ہے اور اُمت کی مرکزیت قائم نہیں ہو سکتی ہے۔ اللہ کے کلام کے ساتھ ساتھ اپنی تشریحات ظنی و تفاسیر قیاسی کو لکھ کر کلام الٰہی کو نشانہ تنقید بنا دیا گیا۔

پس ہم آیات قرآنی کو کلام الٰہی تسلیم کرتے ہیں مگر اُن کی تاویلات مزعومہ کو من گھڑت

افسانوں کا مُرتقع قرار دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے امام اول نے تاویل قُرآن پر جہاد کیا۔ اور رسولؐ اللہ کی یہ پیش گوئی کہ میں نے تنزیل قُرآن پر جہاد کیا، اور علی تاویل پر جہاد کرے گا۔ ارشاد پیغمبرؐ سے ثابت ہے کہ صحابہ نے غلط تاویلات وضع کر کے دین میں رخنہ اندازی اور فساد کا بیج بویا۔

اعتراض (14):۔ جب آپ نے تصریح کر دی کہ اس قرآن میں ایسی روایتیں بھی موجود ہیں جن سے کُفر کے ستون کھڑے ہوتے ہیں تو بتایئے آپ کا اس پر ایمان کیسے رہا؟

جواب:۔ یہ بات ایسی ہے جس پر اعتراض کرنا در حقیقت قرآن الحکیم پر معترض ہونا ہے اور اس کو تسلیم نہ کرنا قرآن کی تکذیب کرنا ہے۔ آپ کا اثبات کو قبول نہ کرنا ہی آپ کے عدم ایمان قرآن کی ناقابل تردید دلیل ہے کیونکہ خود ارشاد ربانی ہے کہ:۔ "**یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً**"۔ یعنی اُس قرآن ہی سے خدا بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور اُسی سے بہتوں کو ہدایت کرتا ہے گمراہ تو اُن کو کرتا ہے جو مفسد ہوتے ہیں۔ اور خدا کے احکام کی اطاعت نہیں کرتے۔ پس اب خود ہی فیصلہ کر لو کہ تمہارا قرآن پر مکمل ایمان ہے یا ناقص۔ باقی اسی بات پر فیصلہ ہو گیا کہ آپ کے مذہب کے ستون بھی ایسے ہی ہیں کہ **اقرار ایمان کر کے بھی تکفیر قرآن کرتے ہیں۔ بتایئے آپ کا ایمان کیسے قرآن پر قائم رہا اور ہمارا ایمان کیونکر مشکوک ہوا؟**

اعتراض (15):۔ بقول آپ کے کیا واقعی اس قُرآن کے جمع کرنے والے اولیاء اللہ کے دُشمن تھے۔ اگر ایسا تھا تو یقیناً انہوں نے قُرآن میں تصرف کیا ہوگا۔ (معاذ اللہ)

جواب ۔ اولاً گذارش یہ ہے کہ جمع قرآن اور اس کی حفاظت اللہ کے ذمہ ہے۔ اور یہ ذمہ داری خدا نے حضورؐ پر ڈالی اور حکم دیا کہ جو کچھ اُس نے اپنے رسولؐ پر نازل کیا ہے پہنچا دے۔ پس حضورؐ نے اپنا فرض منصبی پورا کیا اور اُمت کو مکمل کلام خدا پہنچایا۔ جمع قرآن بعد از رسولؐ جو کیا گیا۔ اصولاً غلط ہے اور اس سے توہین رسولؐ لازم آتی ہے پس ایسے لوگ جنہوں نے رسولؐ کے جمع فرمودہ اور حوالہ کردہ قرآن کو قبول نہ کیا۔ وہ کبھی بھی اولیاء اللہ کے دوست نہیں ہو سکتے۔ اور نُسخہ قرآن مرتبہ سرکار دو عالم کو ٹھکرا دینا اس بات کی قوی دلیل ہے کہ ان کی نیتیں خراب تھیں اور کلام خدا میں تصرف کرنے کی کوششوں کا ذکر ہم بزبان علیؑ بتائید ابوبکر علامہ سیوطی کے حوالہ سے اُوپر سُپردِ قلم کر چکے ہیں۔ اگر یہ سعی تصرف نہ ہوتا تو جناب امیرؑ ہرگز ردا نہ پہننے کی قسم نہ کھاتے۔ یہ تو اعجاز خدا ہے کہ اس نے اپنے کلام کی حفاظت کی اور حق و باطل میں فرق نمایاں رکھا ورنہ یاروں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا تھا۔ ایسی کوشش کی معمولی سی جھلکی آپ کو اپنی ہی کتابوں کے آئینہ میں دکھاتے ہیں۔

فجلس الیٰ بی الدرداء فقاله ابولدر دامن انت قال من اهل الکوفة قال کیف سمعت عبدالله یقراء واللیل اذا یغشیٰ! قال علقمه والذکرو لانثیٰ فقال ابوالدرداء اشهد انی سمعت رسول الله صلعم لیقراء هکذاو هولاء یریدونی علیٰ ابی اقراء ها خلق الذکرو الانثیٰ والله لا اتابعهم الانثیٰ والله لا اتالبهم (تفسیر درمنشور۔ جلد ۲ ص ۳۵۸ مطبوعہ مصر۔ امام جلال الدین سیوطی نے سعید بن منصور احمد، عبد بن حمید، بخاری مسلم، ترمذی، نسائی، ابن جریر ابن المنذر اور ابن مردویہ سے روایت کی ہے)

یعنی علقمہ ایک مرتبہ شام میں آیا اور ابوالدرداء کے پاس بیٹھا انہوں نے

پوچھا کہ تم کن لوگوں میں سے ہو۔ علقمہ نے کہا میں اہل کوفہ میں سے ہوں پس ابودرداء نے کہا تم نے عبداللہ کو سورہ والیل اذ یغشیٰ کس طرح پڑھتے سُنا ہے۔ علقمہ نے کہا میں (بجائیے **وما خلق الذکر والانثی**) کے **والذکر والانثی** پڑھتے سُنا ہے۔ پس ابودرداء نے کہا۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول صلعم کو بھی یہی پڑھتے سُنا ہے لیکن یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میں **وما خلق الذکر والانثیٰ** پڑھوں بخدا میں ہرگز ان کی متابعت نہ کروں گا۔ (غور فرمائیں)

اعتراض (16):۔ مذکورہ بالا عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام کا جتنا بس چل سکتا تھا اتنا قرآن سے کم کردیا۔ (فرمایئے) ایسے عقیدہ رکھنے والے پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

جواب:۔ روایت زیر بحث میں یہ بات مرقوم نہیں ہے اور نہ قرآن سے جو کچھ کم یا زیادہ کرنا انسان کے بس میں ہے کیونکہ اس کا محافظ اللہ تعالےٰ خود ہے روایت میں ترک کی بات ہے کہ جتنا اُن کو میسر آیا جمع کرلیا۔ باقی جو نہ ملا چھوڑ گئے۔ لیکن یہ بات آپ کے مذہب سے ثابت ہے کہ صحابہ نے قرآن کم کردیا۔ چونکہ آپ کا عقیدہ ہے۔ لہذا فتویٰ اپنے ہاں تلاش کیجئے۔ ثبوت میں دیئے دیتا ہوں۔

عنه عائشة قالت سورة الاحزاب تقرفی زمان النبی صلعم مائتی آیة فلما کتب عثمان المصاحب لم تقدر منها الا علیٰ ماهو الآن (اتقان ۲۱۶)

یعنی حضرت عائشہ نے کہا کہ سورہ احزاب زمانہ پیغمبرؐ میں دوسو آیتیں تلاوت کیں جاتی تھیں لیکن عثمان نے لکھتے وقت صرف اسی قدر (۷۳)

آیات سورہ احزاب میں لکھی ہیں جو اس وقت قرآن میں موجود ہیں۔

(تفسیر درمنشور ج ۵ ص ۱۸۰)

ملاحظہ فرمالیا آپ نے۔ اب بتایئے صحابہ نے آپ کے مذہب کے مطابق قرآن کو کم کیا یا نہیں۔ تحریف کے قائل ہم ہیں یا آپ۔ بی بی عائشہ کے قول سے ثابت ہوا کہ زمانہ رسولؐ سورۂ احزاب میں نہ صرف تنسیخ واقع ہوئی نہ تحریف بلکہ حضورؐ کی حیات میں یہ سُورت دوسو ۲۰۰ آیات پر مشتمل تھی۔ اگر حضورؐ کے زمانہ میں تنسیخ ہوتی تو ناسخ آیات نازل ہوتیں۔ وہ سب کو معلوم ہو جاتیں۔ مگر پردہ اس طرح چاک ہوتا ہے کہ بی بی صاحبہ کہہ رہی ہیں کہ حضرت عثمان نے قرآن لکھتے وقت سُورۂ احزاب میں بجائے دوسو آیتوں کے صرف تہتر آیات لکھیں۔ اب فتویٰ لگانے سے پہلے ذرا ٹھنڈے دل سے غور کر لیجئے گا کہ اس کی زد میں آپ کے تیسرے خلیفہ راشد نہ آجائیں۔

اعتراض (17):۔ کیا موجودہ قرآن آپ کے نزدیک غیر فصیح نہ ہوا۔ جب کہ کلام اللہ کی بہت سی آیتیں آپ کے نزدیک متنا کرالحروف اور متنافرالحروف ٹھہریں؟

جواب:۔ ہمارے نزدیک قرآن کی فصاحت مسلمہ ہے۔ روایت میں متنا کر و متنافرالحروف کی جو بات مرقوم ہے اُس کا تعلق تاویلات سے ہے یہ عقیدہ بھی آپ ہی کے مذہب کا ہے کہ آپ کا قرآن غیر فصیح ہے جیسا کہ ابوعبیدہ نے فضائل القرآن میں کہا ہے کہ ہم سے ابومعاویہ نے ہشام بن عروہ کی حدیث بیان کی۔ عروہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہ سے قرآنی غلطیوں کے متعلق سوال کیا یعنی قوم خدا تعالےٰ میں المقمین کیوں ہے (بلکہ المقیمون ہونا چاہئے) اور دوسرے قوم میں ان ھذان کیوں ہے (بلکہ ان ھذین ہونا چاہئے) اور تیسرے قوم باری تعالےٰ میں الصابئون کیوں ہے (بلکہ

الصائبین ہوتا) حضرت عائشہ نے فرمایا: اے میرے بھانجے یہ عمل کاتبوں کا ہے جنہوں نے لکھنے میں غلطی کی۔ (اتقان جلد۱ص۱۸۳)

نوٹ:۔ اس روایت کے بارے میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق اس کے اسناد صحیح ہیں۔ پس آپ کے مذہب سے قرآن موجود میں اغلاط ثابت کرنے اور اس کے غلط کرالحروف اور متنافرالحروف قرار دینے کیلئے صرف یہی ایک حدیث کافی ہے جس کا جواب آج تک آپ نہ دے سکے اور نہ ہی تا قیام قیامت آپ سے اس کا جواب بن سکتا ہے۔

اعتراض (18):۔ براہ کرم اُن آیات کی نشاندھی کیجئے جن کو صحابہ کرام نے اپنی طرف سے داخل کیا ہے۔

جواب:۔ ہماری روایت میں ایسی کوئی بات نہیں کہی گئی ہے جس سے یہ ثابت ہوجائے کہ صحابہ نے قرآن میں اپنی طرف سے کوئی آیات داخل کی ہیں بلکہ ہم اُن تاویلات پر معترض ہیں جو قرآن کے ساتھ لکھی جاتی ہیں جب کہ وحی سے اُن کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ یہ عقیدہ بھی آپ ہی کے مذہب میں ہے کہ قرآن میں آیات داخل کی گئیں جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے **اتقان ص۴۴۶** میں اس طرح لکھا ہے کہ سورۂ رعد (پ۱۳) کا شروع جو موجودہ قرآن میں **آلمٓمٓر** سے شروع ہوتا ہے یہ بھی دراصل **آلمٓمٓ** نازل ہوا تھا۔ اس میں ایک حرف زیادہ کردیا۔ کیونکہ اس سورت میں رعد اور برق کا ذکر ہے۔ اسی طرح علامہ سیوطی نے احمد، بزار، طبرانی اور ان مردویہ سے ابن مسعود اور ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ ابن مسعود نے معوذتین (یعنی سورۂ الناس اور سورۂ الفلق) کو اپنے قرآن سے کاٹ دیا تھا اور کہتے تھے کہ قرآن میں غیر قرآن کو خلط ملط نہ کرو۔ یہ دونوں سورتیں کتاب خدا میں شامل نہیں ہیں۔ (**تفسیر در منشور جلد۶ ص۴۱۶**)

اسی طرح امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ ابن مسعود سورت الفاتحہ اور معوذ تین کو داخل قرآن ہونے سے انکار کیا کرتے تھے۔ (یعنی قرآن نہ سمجھتے تھے) (تفسیر کبیر۔ جلد ا ص ۱۶۹) اب غور فرمائیں کہ اتقان، درمنثور اور تفسیر کبیر سنیوں کی معتبر کتب سے یہ ثابت ہوا نہ تو سورت فاتحہ قرآن ہے اور نہ ہی سورہ فلق اور سورۃ الناس، حالانکہ موجودہ قرآن میں یہ تینوں سورتیں موجود ہیں۔ فرمایئے سنیوں کے مذکورہ بالا حوالہ جات کے مطابق قرآن میں زیادتی ثابت ہوئی یا نہیں اب معترض کس بل بوتے پر ہم سے غیر قرآنی آیات کی نشاندہی طلب فرماتے ہیں۔ جب کہ خود اُن کے نزدیک ابتداء قرآن بھی غیر قرآنی آیات سے ہے اور انتہائے کلام بھی غیر کلام الٰہی ہے۔ حالانکہ ہمارا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے۔

اعتراض (19):۔ مذکورہ بالا عبارت کے مطابق وہ کون سی آیتیں ہیں جن میں حضرت ﷺ کی توھین کی گئی ہے۔

جواب:۔ مذکورہ بالا عبارت سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ قرآن میں کوئی ایسی آیات موجود ہیں جن میں معاذ اللہ حضورؐ کی توہین ظاہر ہو مگر موضوع ادیلات اور معنوی تحریفات کی روشنی میں ایسی رکیک باتیں لوگوں نے قرآن سے منسوب کردی ہیں جن سے توہین رسولؐ ہوتی ہے مثلاً اُمی کی تاویل کرکے ان پڑھ معنی اخذ کرکے علم رسولؐ کا انکار کرنا اور انہیں معاذ اللہ جاہل ثابت کرنا یا لفظ "بشر" معنوی تحریف کرکے رسولؐ کو اپنے جیسا سمجھنا لفظ "ذنب" کی موضوع تاویلیں قیاس کرکے حضورؐ کو گنہگار و خاطی اعتقاد کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح قرآن سے اپنی موضوع تاویلات کی روشنی میں حضورؐ کا بتوں کی تعریف کرنا، بیان کرنا آپؐ کی توہین کے مترادف ہے۔

اعتراض (20):۔ تفسیر صافی ص ۱۲ میں ہے کہ ان دو آیتوں کے درمیان تیسرے

حصے قرآن سے زیادہ گرادیا گیا ہے۔ کیا اس روایت کے پیش نظر موجودہ قرآن ناقص و نقص نہ ٹھہرا۔ ایسے عقیدے والے پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

جواب:۔ یہ تو دو آیتوں میں سے ایک تیسری آیت کے گرانے کا ذکر ہے۔ مگر آپ کے ہاں تو متعدد آیات کا ضائع ہونا مسلمہ ہے۔ مثلاً ہم نے ادھر ذکر کیا سورۂ احزاب کی ۲۰۰ آیات میں سے صرف ۷۳ باقی ہیں اسی طرح سورۂ توبہ کا صرف ۱/۴ باقی بچا اور ۱/۳ جاتا رہا۔ آیتوں کی تحریف کو تو جانے دیجئے سینکڑوں مثالیں نقل کر سکتا ہوں۔ آپ کے ہاں تو یہ بھی مرقوم ہے کہ قرآن کے سورے گرا دیے گئے۔ جیسا کہ امام سیوطی نے اتقان میں حسین بن منادی نے کتاب "ناسخ والمنسوخ" میں کہا ہے کہ۔

"ومما رفع رسمه من القرآن ولم يرفع من القلوب حفظه سورتا القنوت فی الوتر تسی سورتی الخلع و الحفه" یعنی منجملہ ان سورتوں اور آیتوں کے جن کے نقوش قرآن سے اُٹھا لئے گئے ہیں مگر ان کی یادولوں سے نہیں گئی وہ دو سورے ہیں جو قنوت میں پڑھے جاتے ہیں اور سوہ الخلع اور سوہ الحفد کے نام سے یاد کئے جاتے تھے۔ مگر اس وقت حضرت عثمان کے جمع کردہ قرآن میں ان کا نشان نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح مُلا مرزا محسن کشمیری نے دلبستان المذاہب کے ص ۲۲۰ پر لکھا ہے کہ ایک سُورہ "نورین" کے نام سے مشہور تھا جو اب قرآن میں موجود نہیں ہے مولوی موصوف نے اس پورے سُورہ کی نقل بھی کی ہے اب جب کہ آپ کے علماء مشائخ نے اقرار کیا ہے کہ موجود قرآن مکمل نہیں ناقص و نقص ہے تو یہ آپ کے گھر کی بات ہے خود ہی فتویٰ قائم کرتے رہیے۔ ہمارے ٹانگ کیوں پکڑتے ہیں۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے ہی نہیں۔ کیوں کہ ہمارا ایمان مکمل و جامع قرآن مجید پر ہے اور اس کا جو حصہ اس وقت ظاہر ہے بلاشبہ کلام خدا ہے اور جو حصہ ظاہر نہیں ہے وہ بھی کلام الٰہی ہے۔

اعتراض (21):۔ تفسیر صافی ۱۲ میں ہے کہ۔حضرت علیؑ فرماتے ہیں:۔

ولو هشرت ١١ء كل ما اسقط و حرف و بدل مما يجرى هذا المجرى لطال وظهر ما نخطره التقيه اظهاره

مجھے تقیہ مانع ہے ورنہ میں بتا دیتا کہ قرآن مجید کو کچھ قرآن سے ساقط کیا گیا اور تحریف و تبدیل کی گئی ہے۔

ذرہ برابر بھی مخفی نہ رہا۔اس مسئلے میں کہ آپ حضرات تقیہ کی وجہ سے اپنے مسلک تحریف سے ہمیں آگاہ نہیں فرماتے ورنہ آپ قرآنی آیات کے اسقاط کے قائل بھی ہیں۔ اور تحریف کے بھی اور تبدیل کے بھی پس ایک آیت کے قائم مقام جب دوسری عبارت رکھ دی گئی تو قرآن پر اعتبار نہ رہا۔صحیح جواب عنایت فرمائیے؟

جواب:۔ مجیب عرض گذار ہے کہ مُراد حضرت امیرؑ کی اس عبارت سے ناسخ و منسوخ کلام بھی ہے آپ کو معلوم تھا کہ کون سی آیت منسوخ ہوئی اور اُس کی جگہ کون سی ناسخہ آئی۔اور پھر یہ کہ کس ترتیب سے وحی کا نزول ہوا اور تفسیر کلام ہے کہ انہوں نے تقیہ کی خاطر ایسا نہ کیا کیونکہ حکومت نے ان کے پیش کردہ نسخہ قرآن کو لینے سے انکار کر دیا تھا۔اور در پیش حالات کی موجودگی میں حضرت کا اپنے پیش کردہ نسخہ پر اصرار قبولیت کرنا یقیناً باعث افتراق و سبب انتشار اور وجہ ضعف مرکزیت و اتحاد تھا۔لہذا سُنت الہیہ کے مطابق سکوت اختیار کر لیا جس پر خدا نے اپنی پہلی کتب کی قطع و برید پر خاموشی کو مصلحت سمجھا۔چلئے کم سے کم آپ نے اتنا تو تسلیم کر لیا کہ ہم تقیۃً مسلک تحریف کے قائل نہیں یہ بھی ہماری فوقیت ہے کہ بقول آپ کے ہم حرف و بدل کو معلوم قبول نہیں کرتے۔مگر آپ کی بے ایمانی کا یہ حال ہے کہ مسلسل تحریف کے قائل بھی ہیں۔اور انکار بھی کرتے ہیں پھر یہ کہ اُلٹا چور ہوتے ہوئے کوتوال کو ڈانٹتے ہیں۔

لہذا آپ حضرات تحریف قرآن کے متعقد بھی ہیں اور دشمنان اسلام کے لیے مفید بھی پھر یہ کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

جبکہ ہمارا ایمان بالقرآن یہ ہے کہ اس میں تحریف کا ہونا محال امر ہے کیونکہ ناپاک ہاتھ اس تک رسائی ہی نہیں پا سکتے لیکن آپ کے چند علماء اقبال کرتے ہیں کہ آپ کا قرآن محرف ہے مثلاً آیت صلوٰۃ ہے ۲۳۸ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ہ البقرہ پ ۲) یعنی تمام نمازوں کا عموماً اور درمیانی نماز کا خصوصاً تحفظ کرو۔ اور نماز میں اللہ کے آگے قنوت میں کھڑے رہو۔ شیعوں کا نماز میں قنوت کھڑا ہو کر پڑھنا اس آیت سے ثابت ہے۔

اب مستند روایات اہل سنۃ والجماعۃ سے اس آیت کی تحریف ملاحظہ فرمالیجئے

"تفسیر در منثور مطبوعہ مصر جلد اول ۳۰۲ میں امام سیوطی تحریر کرتے ہیں کہ تخریج کیا ہے۔ مالک ابوعبیدہ، عبد بن حمید، ابو یعلے، ابن جریر، ابن الانباری، المصاحف میں اور بیہقی نے سنن میں عمرو بن رافع سے کہ حفصہ نے کہا جب حافظو اعلی الصلٰوۃ والصلٰوہ الوسطی تک پہنچو تو مجھ سے پوچھ لینا۔ عمرو کہتا ہے کہ میں جب اس آیت پر پہنچا تو میں نے حفصہ سے حکم پوچھا۔ بی بی نے یہ آیت مجھے اس طرح املا کرائی ۲۳۸ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ہ۔ اور فرمایا میں شہادت دیتی ہوں کہ میں نے اس آیت کو اس طرح رسول سے سنا ہے۔ سلیوطی نے بالکل ایسی ہی روایت کو مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، مالک، احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن ابی داؤد وابن الانباری اور بیہقی نے اپنی کتب میں بی بی عائشہ سے تخریج کیا ہے۔"

اب بتائیے اس میں ہمارا کیا قصور ہے مسلمانوں کی دو۲ مائیں گواہ ہیں کہ "**والصلوٰۃ والعصر**" کا جملہ بمطابق قول سنیہ آیت میں سے گرا دیا ہے۔

آیت تبلیغ:۔ **۱۷ یَآ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ** (پ۶)، اس وقت قرآن میں موجود ہے یعنی اے رسول صلعم جو (حکم) تم پر تمہارے خدا کی جانب سے نازل ہوا ہے (بلاکم وکاست لوگوں کو) پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائے گا کہ تم نے رسالت کا کوئی کام ہی نہیں کیا۔ اور اللہ تم لوگوں سے محفوظ رکھے گا"۔ اب ذرا سنیوں کا اقبال جرم تحریف ملاحظہ فرمائیے کہ اس آیت کی قائم مقام آیت کون سی ہے۔ علامہ سیوطی رقمطراز ہیں کہ اخراج کیا ابن مردویہ نے ابن مسعود سے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ہم جماعت صحابہ اس آیت تبلیغ کو اس طرح پڑھتے تھے۔

۱۷ یَآ اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ط وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ط وَاللّٰهُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ" مگر اس وقت ان علیا مولےٰ المومنین کا جملہ قرآن میں موجود نہیں ہے۔

فرمائیے جب عہد نبویؐ میں "ان علیا مولےٰ المومنین" بمطابق روایت سنیہ مذکورہ قرائت ہوتا رہا ہے۔ تو پھر اس کے اخراج و تحریف کا کسی کو کیا حق تھا۔ مگر یہ جملہ آیت سے نکال لیا گیا۔ جب سنیوں کے نزدیک ابن مسعود راوی ثقہ سیوطی سنیوں کا مسلم امام در منثور معتبر و مشہور تفسیر اس پر بھی اگر تم علیؑ کا نام قرآن سے نکال دینے کے بعد مسئلہ تحریف القرآن میں خود کو پاک دامن بناؤ تو یہ الو بنانے کے سوا اور کوئی کھیل نہ ہوگا۔ چلئے بقول آنجناب کے ہم نے پھر بھی تقیہ کا پردہ اوڑھ لیا۔ مگر آپ تو بالکل برہنہ نظر آتے ہیں۔ قرآنی آیات کے اسقاط کے لئے علانیہ مقر بھی ہیں اور تحریف کے قائل بھی۔ ترمیم کے بھی اقبالی ہیں اور اضافہ کے معترف ہیں۔ آیت کے مقابلہ میں دوسری آیت بھی رکھتے ہیں۔ جب یہ سب کچھ کرنے کے باوجود آپ

اپنے ایمان کو معتبر خیال کئے ہوئے ہیں۔تو پھر ہماری علانی تحریف لاتعلقی کے باجود آپ ہمارے ایمانوں پر کس طاقت کے سہارے اعتراض کرتے ہیں۔حالانکہ ہم صدیوں سے اعلان کررہے ہیں کہ ہم قرآن مجید کو کلام الٰہی مانتے ہیں۔اس میں تحریف کے قائل نہیں ہیں۔ایسی تمام روایات ہمارے نزدیک ناقابل قبول ہیں۔ہمارا ایمان ہے کہ خدا کے کلام میں کوئی مخلوق ردوبدل نہ کرسکا۔وہ ہر ترمیم سے پاک اور محفوظ ہے۔ لیکن خدا کی قسم آپ کا تو قرآن کی ایک آیت پر بھی ایمان ثابت نہیں ہے کیونکہ آپ کے مذہب میں ابھی تک حقیقت وماہیت قرآن کا فیصلہ بھی نہیں ہوسکا۔اور آپ عبارتِ متنِ قرآن کو قرآن ہی تسلیم نہیں کرتے جیسا کہ آپ کا قول ہے "صرف معانی کا نام قرآن ہے"۔جبریل صرف معنی لائے پھر رسولؐ نے عربی میں اسکی تعبیر کردی۔" (اتقان جلد ۱ص ۴۴)

اعتراض (22):۔ تفسیر صافی ۱۲ میں ہے۔

المستفاد من مجموع هذالاخبار و غيرها من الروايات من طريق اهل البيت ان القرآن الذی بين اظهر نا ليس بتماله كما انزل علىٰ محمد بل منه ماهو خلاف ما انزل الله ومنه ماهو مغير محرف وانه قد حذف عنه اشياء كثيرة.

ان حدیثوں اور اُن کے علاوہ اہل بیت کی روایات سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ قرآن پورا وہی نہیں ہے جو کہ حضرت محمدؐ پر نازل ہوا تھا۔بلکہ بعض تو اصلی نازل شدہ قرآن کے خلاف ہے اور بعض متغیر ہے اور اس سے بہت سی چیزیں حذف کردی گئی ہیں۔!

کیا اس سے ثابت نہ ہوا کہ موجودہ قرآن محرف بھی ہے مبدل بھی ہے اور کلام الہیٰ کے خلاف ہے کیا اب بھی ایسے اعتقاد رکھنے والے کے متعلق ہم ایمان بالقرآن کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔

جواب۔ صاحب تفسیر صافی نے ازالہ شبہ اور رفع شک کی خاطر مفروضاً یہ عبارت عقیدہ تحریف کے خلاف قلم بند کی ہے اور بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ ان روایات کا تعلق متن قرآن مجید سے نہیں ہے بلکہ تاویلی توضیحات سے ہے لیکن چونکہ معترض کی بنیاد ایمانی تحریف پر قائم ہے اس لئے انہوں نے عملی خیانت کرتے ہوئے اس مفروضہ عبارت کو نقل کر کے اعتراض وارد کیا ہے حالانکہ مفسر نے خود ہی اس پوری عبارت کی تردید کردی ہے جو آئندہ نقل کی جائے گی دراصل صاحب تفسیر نے یہ مفروضہ قائم کر کے بڑی عمدہ بحث کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ہم تحریف کے قائل نہیں ہیں۔ اُن کے برعکس سُنی مذہب کے مطابق قرآن محرف ہے اور مبدل بھی نیز کلام خدا کے خلاف بھی ہے۔ بلکہ اُن کے مذہب میں قرآن سے مراد کوئی لفظی کتاب ہے ہی نہیں بلکہ وہ صرف معانی اور مطالب کو قرآن سمجھتے ہیں۔ پس میں کہتا ہوں کہ جب ان کا ایمان وعقیدہ یہ ہے کہ لفظی قرآن، قرآن ہی نہیں بلکہ صرف معنوی قرآن ہے پھر اُن کا ایمان کلام خدا پر نہ رہا۔ بلکہ صرف فہم قرآن پر ہوا۔ اندریں صورت معترض کو منکر کلام الہیٰ ہوتے ہوئے یہ حق ہی نہیں ہے کہ کتاب خدا کے ایمان پر گفتگو کریں۔ کلام کی تحریف پر وہ آدمی بولے جو کلام پر ایمان لائے جب کہ سُنی معنی ومفہوم کو مانتے ہیں کلام کو منزل ہی اعتقاد نہیں کرتے۔ یعنی پورے قرآن کی عبادت سے انکار کرتے ہیں۔ جب کہ ہم کلام وکلیم دونوں پر اعتقاد کرتے ہیں۔ تحریف کے قائل نہیں ہیں۔ پس ہمارا دعویٰ ایمان سچا وپختہ ہے اور آپ کا تو ایمان ہی نہیں ہے۔ کچھ نہیں تو عدم وجود سے نقص وجود بہتر مان لو۔

اعتراض (23):۔ جب اس میں تصریح کردی گئی کہ ان روایات ... قرآنی

تحریف مستفاد ہوتی ہے۔پس محبت اہل بیت کے مدعیان کیا اس کا انکار کر سکتے ہیں۔؟

جواب:۔ جب خدا نے قرآن میں یہ تصریح کردی ہے کہ یہ اکثروں کو گمراہ کرتا ہے اور آیات متشابہات کی تاویلیں بھٹکا دیتی ہیں تو کیا توحید کے پرستار اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ خدا کی کتاب گمراہی کا سبب بھی ہوسکتی ہے۔ جو جواب قرآن صامت کیلئے نام نہاد توحید پرستوں کا ہوگا وہی جواب محبین اہل بیتؑ کی جانب سے سمجھ لی جئے۔اہل بیتؑ بھی قرآن ناطق ہیں صامت قرآن سے جدا نہیں ہیں۔ایک دوسرے کے لازم وملزم ہیں۔لیکن صاحب صافی نے یہ بات تحریر نہیں کی ہے کہ اہل بیتؑ کی روایات سے قرآنی تحریف مستفاد ہوتی ہے۔ بلکہ یہ محض فرضاً وتمثیلاً افہام وتفہیم کی خاطر لکھا گیا ہے جس کی تردید عبارت کے خاتمہ پر کردی گئی ہے۔

اعتراض (24):۔ اگر یہ مکر کہا جائے کہ اس پوری کی پوری عبارت کو نقل کر کے صاحب تفسیر نے اس کی تردید کردی ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے۔

ان صحت هذا الا مینا فلعل اتغیر انما وقع فمالا اخل بالمقصود کثیرا۔

اگر حدیثیں صحیح ثابت ہوجائیں تو شاید تغیر واقع ہوئی ہے تو اس میں سے جن سے مقصود میں زیادہ خلل واقع نہ ہو۔

فرمائیں اس عبارت میں صاحب تفسیر نے تغیر کا انکار کیا ہے یا اقرار۔

جواب (25):۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے سچی بات کی مخالفت مخالف ہی کے منہ سے اُگلوادی اور اُس نے قبول کرلیا کہ صاحب تفسیر نے اپنی پوری عبارت کی تردید کردی ہے لہذا مجھے ثبوت

پیش کرنے کی زحمت سے چھٹکارا مل گیا۔ اب جواب طلب امر کی جانب آیئے کہ اُصول عدالت یہ ہے کہ شہادت یقینی ہونی چاہیئے نہ کہ شکی۔ آپ نے جو عبارت نقل فرمائی وہ حتمی نہیں فرضی ہے اور گواہی کے درمیان اگر و بالفرض کی قید ممنوع ہوتی ہے اس عبارت سے بھی ہمارے مطلب کو تقویت ملتی ہے کہ اگر بالفرض ان روایات کو صحیح مان لیا جائے جن سے تحریف کا شبہ گزرتا ہے تو بھی تغیر و تبدل و خلل اصل مقصود (قرآ مجید) پر واقع نہ ہوگا بلکہ تاویلات و توضیحات سے متعلقہ ہوگا۔ اس عبارت میں صاحب صافی نے بالوضاحت تغیر کلام الٰہی کا انکار کیا ہے اور تاویلات میں رد و بدل کا اقرار کیا ہے۔

اعتراض (26):۔ صاحب تفسیر صافی کا عذر کب مسموع ہوسکتا ہے جب کہ مُلا باقر مجلسی نے مرءۃ العقول شرح الفروع والاصول ص ۱۷۱ جلد ۱ میں تصریح کردی ہے۔

والاخبار من طریق الخاصه والعامة فی النقص و التغیر متواترة ۔

قرآن مجید کے نقص اور تغیر کے سلسلہ میں حدیثیں متواتر ہیں۔

فرمایئے کیسی ہے طبیعت

جواب:۔ علامہ مجلسیؒ کے اس جملہ کا یہ مطلب ہرگز خلاف واقعہ ہے جو معترض نے ترجمہ کر کے اخذ کیا ہے اول "تو لفظ حدیث کا وجود ہی نہیں بلکہ "اخبار" ہے حدیث اور اخبار میں اتنا فرق ہے جتنا معصوم اور غیر معصوم میں ہوتا ہے۔ اور پھر یہاں متواتر سے مُراد حدیث متواتر نہیں ہوسکتی ہے کیونکہ حدیث متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جو زمانہ پیغمبرؐ میں بھی مشہور ہو۔ جب کہ کوئی ایک بھی شخص اس کا قائل نہیں کہ حضورؐ کے دور میں تحریف ہوئی۔ اور پھر ہر طبقہ میں اُسے تواتر ہونا چاہیئے۔ دراصل علامہ مجلسی کی مُراد یہ ہے کہ نقص و تغیر کی اخبار جو ہر خاص و عام طریقہ سے (یعنی شیعہ سنی روایات) ملی ہیں مسلسل

ہیں ۔ اوران اخبار کا تعلق یقیناً کلام خدا سے نہیں ہے بلکہ موضوع تاویلات سے ہے کیونکہ ہمارا ایمان ہے کہ قرآن مجید میں ایک صرف بلکہ ایک نقطہ تک مبدل ومحرف نہیں ہوسکتا ہے۔ جب کہ آپ کا اعتقاد قرآن مجید کے بارے میں اس روایت سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

ابوعبیدہ نے فرمایا! ہم سے حجاج نے ہارون بن موسیٰ کی حدیث فرمائی وہ کہتے تھے کہ مجھ سے زبیر بن حریث نے عکرمہ کی زبانی خبر بیان کی اُس نے کہا جبکہ مصاحف (قرآن) مکتوب ہونے کے بعد حضرت عثمان کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے ان مصاحف میں کچھ غلطیاں پائیں تو فرمایا انہیں بدلنا مت کہ عرب ان کو ٹھیک کرلیں گے"۔ (اتقان جلد ۱ ص ۱۸۴) غلطیوں کا ہونا محرف ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جب خود جامع القرآن اغلاط کا معترف ہو تو پھر اور کسی گواہی کی ضرورہی نہیں ہے۔

اعتراض (27):۔ فرمایئے کیا فصل الخطاب میں تصریح نہیں کی گئی۔

ان الاصحاب قد اطبقوا علی صحة الاخبار المستفیضة!

بلاشبہ علماء کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ تحریف قرآن کے سلسلے میں حدیثیں صحیح ہیں اور کثیر ہیں۔

جواب:۔ جی نہیں آپ نے اُلٹا مطلب نکالنا چاہا ہے۔ مُراد اس سے یہ ہے کہ لوگوں میں بہت کم افراد نے ایسی اخبار کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

اعتراض (28):۔ کیا مرأة العقول ص ۵۳۶ میں یہ عبارت موجود ہے۔

ولا یخفی ان ھذا الخبر وکثیر من الاخبار الصحیحة دالة علی التغیر

مخفی نہ رہے یہ بات کہ یہ حدیث اور بہت سی حدیثیں بتائی جاتی ہیں کہ قرآن میں تبدل وتغیر واقع ہو چکا ہے۔!

جواب:۔ یہاں بھی لفظ حدیث استعمال نہیں ہوا ہے بلکہ اخبار ہے اور اس تغیر سے مُراد ویلات موضوعہ ہیں۔ نیز اس عبارت روایت میں لفظ قُرآن بھی نہیں ہے۔ اور گفتگو تاویلات ہی سے متعلق ہے۔

اعتراض (29):۔ کیا مرأۃ العقول ص ۱۷۱ میں یہ تصریح نہیں ہے۔؟

ذھب الکلینی والشیخ العفیه رخماعته الی ان جیع القرآن عندالئمة!

محمد بن یعقوب کلینی مصنف اصول کافی اور شیخ مفید اور شیعوں کی بڑی جماعت اس طرف ہے کہ قرآن اماموں کے پاس ہے۔

اب جو غیر قرآن غیر آئمہ کے پاس ہے وہ ناقص ثابت ہوا یا نہ؟ اور جو قرآن آئمہ کے پاس تھا اُسے انہوں نے چھپایا نہ؟

جواب:۔ یہ درست ہے کہ قرآن کا وہ نسخہ جسے حضورؐ نے املاد کروایا تھا اور اس میں تمام حواشی وتفاسیر آنحضرتؐ نے قلمبند کروائے۔ جسے حضرت علیؑ نے اکٹھا کر کے حکومت کو پیش کیا۔ جسے بر سر اقتدار طبقے نے لینے سے انکار کر دیا آئمہ کے پاس ہے اب جو قرآن غیر آئمہ کے پاس ہے وہ آئمہ کے نسخہ قرآن کے مقابلہ میں تھوڑا ہے۔ اور نقل بمطابق اصل نہیں ہے اس لئے علماء سنیہ نے اس میں غلطیاں تسلیم کی ہیں۔ جیسا کہ ابن الانباری نے بطریق ابو بشر سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ

تلاوت کرتے تھے **والمقیمین الصلٰوۃ** اور کہتے تھے یہ بات کہ قرآن میں کاتبوں سے یہ غلطی ہوئی ہے۔ (اتقان جلد ا ص ۱۸۴) پس چونکہ نقل برطابق اصل نہیں ہے از روئے مسلک اہل سنت والجماعت ان کا قرآن جو غیر آئمہ کے پاس ہے ناقص ٹھہرا۔ کیونکہ نقل کی غلطی اصل کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے اصل نسخہ قرآن جو آئمہ کے پاس ہے تمام نقائص و اغلاط سے پاک و منزا ہے۔ بروئے قرآن مجید غیر آئمہ قرآن کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔ لہذا غیر آئمہ کے قرآن کو اصلی کہنا اصلاً خلاف نص اصول ہے۔ اور جس طرح خدا نے لوحِ محفوظ میں قرآن مجید کو چھپایا ہے۔ اُسی طرح آئمہ نے بحکمِ خدا اُسے پوشیدہ کیا ہے اور ضرورت کے وقت اُسے ظاہر کیا جائے گا۔

اعتراض (30):۔ کیا مراءۃ العقول ص ۱۷۱ میں فیصلے کے طور پر اس مسئلے کو بیان نہیں کیا گیا۔

والعقل یحکم بانه اذا کان متفرقاً ستشراً عندالناس :

عقل حکم کرتی ہے کہ جب قرآن لوگوں کے پاس متفرق و منتشر تھا۔

کہ صحیح عقل کا یہ فیصلہ ہے کہ جب قرآن آیات منتشر ہوں، متفرق ہوں، غیر معصوم لوگوں کے پاس ہوں۔ جمع کرنے والے بھی غیر معصوم تو لامحالا غلطی کا وقوع یقینی ہے۔

جواب:۔ علامہ مجلسیؒ کی اس رائے کے خلاف کہنا بالکل ایسا ہوگا جس طرح چڑھا سورج دیکھ کر روزِ روشن کا انکار کر دیا جائے۔ اور کہا جائے کہ ابھی رات ہے نقل قرآن میں اغلاطِ سہوی کا رہنا بالکل ممکن ہے اور عملاً ایسی مثالیں موجود ہیں کہ آج بھی قرآن نسخوں میں اغلاط ہوتی رہتی ہیں اور حکومت پاکستان نے مجبوراً نیا قانون وضع کیا ہے کہ نقل قرآن میں احتیاط کی جائے۔ اور غلطی کی صورت

میں تعزیر کا حکم دیا گیا ہے۔ عقل کا یہ فیصلہ اپنی جگہ اٹل ہے لیکن یہ بات نقل سے مکمل طور پر ثابت ہے کہ اہل سنتہ کے بقول خود جامع القرآن حضرت عثمان نے غلطیوں کی موجودگی اور وقوع کا اعتراف کیا ہے۔ کُتب سنیہ سے ایسی مثالیں کثیر تعداد میں پیش کی جا سکتی ہیں۔ مثلاً علامہ جلال الدین سیوطی کی اتقان کی دوسری جلد کے ص ۲۵ پر ہے کہ "علامہ ابو عبیدہ نے فرمایا کہ ہم سے حجاج نے ابن جریج کی روایت بیان کی۔ اُس نے کہا کہ مجھے ابن ابی حمیدہ نے حمیدہ بنت ابو یونس نے خبر دی۔ حمیدہ نے کہا میرے سامنے حضرت ابی بن کعب نے درآنحالانکہ وہ اسی برس کے تھے مصحف عائشہ میں آیت پڑھی۔

ان اللــه وملائکتـه یصلـون علـی النبی یا ایها الذین امنوا صلو علیه وسلمو تسلیما وعلی الذین یصلون الصفوف الاول

حمیدہ نے کہا عثمان کے تغیر مصاحف سے پہلے کا یہ واقعہ ہے"۔ (یہ روایت صحیح ہے کہ سنیوں نے اس پر کوئی جرح قدح نہیں کی۔) اب جب حکم عقل و نقل سے آپ کے مذہب کے مطابق جامع القرآن مجرم تحریف قرار پاتے ہیں۔ اور آپ کے مسلک کے رد سے آپ کا قرآن محرف و ناقص ثابت ہوتا ہے۔ تو پھر آپ شیعوں سے بحث کر کے اپنا بھرم کیوں گنواتے ہیں پہلے اپنے علماء کے ایمان کی حفاظت کریں پھر ہمارے ساتھ بات کریں۔ ہم تو غیر معصوم اور قرآن کے باہمی انسلاک کے قائل ہی نہیں لہذا ہمارا قرآن محفوظ ہے۔

اعتــراض (31): علامہ باقر مجلسی اصفہانی گیارہویں صدی کے مجتہد کے اس فیصلے سے آپ کو اتفاق ہے یا اختلاف اگر اتفاق ہے تو فھو المقصود اور اگر اختلاف ہے تو وجوہ اختلاف پر روشنی ڈالئے؟

جواب:۔ علامہ مجلسیؒ کے مرقوم بالا قول سے مجھے اتفاق ہے اور سُنی علماء بھی اس سے متفق ہیں۔ زمانہ عثمان میں مدینہ کی جماعت صحابہ نے ان اصحاب کو تحریر کیا جو مصر میں رہائش پذیر تھے کہ " خدا کی کتاب میں تبدیلی کی گئی ہے۔ (الامامت والسیاست ج ا ص ۵۹) جب اہل مدینہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس تبدیلی کا ذکر کیا اور احتجاج کیا تو علامہ مجلسیؒ کے محض عقلی استدلال پر آپ سیخ پاء کیوں ہو رہے ہیں حالانکہ علامہ موصوف کی مراد امکان غلطی بسبب عدم معصومیت کو استحکام دینا ہے اور عقیدہ عصمت وطہارت کو تقویت پہنچانا ہے۔

اعتراض (32):۔ تفسیر صافی ص ۱۲ میں مشائخ اہل تشیع کا قول ملاحظہ فرما کر تائید فرمایئے یا اظہار برات

اما اعتقاد مشائخنافی ذالک فا الظاهر من ثقة الاسلام محمد بن يعقوب الكليني طاب ثراهانه كان يعتقد التحريف والنقصان

ہمارے مشائخ کا عقیدہ تحریف قرآن کے سلسلے میں پس ظاہر ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی سے یہ ہے کہ وہ تحریف ونقصان قرآن کا عقیدہ رکھتا ہے؟

جواب:۔ ہم اس قول کی تائید کرتے ہیں کہ ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کلینی تحریف کے معتقد ہیں لیکن درحقیقت ایسا نہیں ہے بلکہ آنجناب صرف تاویلات وتشریحات وتفسیری حاشیوں کی تحریف وردوبدل کے قائل تھے۔ قرآن سے مراد اُن کی مصحف علی تھا جو حضورؐ نے املا کرایا تھا۔ اور اُس میں تمام توضیحات وعلوم مشرح تحریر تھے۔ صاحب تفسیر صافی نے بھی آگے جا کر اسی غلط فہمی کو دور کیا ہے جو ظاہرؔ دکھائی دیتا ہے کہ کلینی تحریف کے قائل تھے وہ تحریف دراصل قرآن مجید کی نہیں ہے بلکہ مراد وہ تشریحات جو بطور

نوٹ نوٹ حضورؐ نے قلمبند کرائے تھے جن کو گرا دیا گیا اور اپنی من پسند تاویلات وتھا دی گئیں۔

اعتراض (33):۔ یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ وہ تحریف کا قائل ہے۔ جب آپ نے محمد بن یعقوب کو مشائخ میں سے تسلیم کرلیا۔ نیز ثقۃ الاسلام بھی کہہ دیا تو کیا ہم حق بجانب نہیں کہ ہم آپ کو بھی اسی قائلین تحریف کی صف میں شمار کرلیں؟

جواب:۔ اولاً حضرت ثقۃ الاسلام جناب کلینیؒ اس تحریف کے قائل نہیں ہیں لیکن اگر بالفرض محال ہوں بھی تو وہ مشائخ وثقۃ الاسلام کہلانے کے حق سے محروم نہیں کئے جا سکتے۔ کیونکہ حضرت ابوبکر سے لے کر دور حاضر کے جید علماء اہل سُنت نے اقرار تحریف کیا ہے۔ ہم نے گذشتہ صفحات مسلک سُنیہ کے مطابق حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابودرداء، حضرت ابوکعب، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ اور حضرت علی علیہ السلام وغیرہ کے اقوال سے تحریف ثابت کی ہے۔ جب یہ صحابہ وصحابیات بھی اس قطار میں کھڑے نظر آتے ہیں پھر کلینیؒ کی اور ہماری لائن الگ کیوں بناتے ہیں۔ پہلے اپنی صف کو دیکھیں پھر ادھر نظر کریں۔ مگر کچھ اپنی بھی خبر لیں کہ آپکے قرآن کا ایک حرف بمطابق مسلک اہلسنت قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ یہ نص آپ کے مذہب کے مطابق حدیث متواتر سے قائم ہے کہ قرآن حرف سبعہ (۷) میں نازل ہوا۔ علامہ سیوطی نے اکیس صحابہ سے یہ حدیث نقل کی ہے جن میں عمر بن خطاب، اور عثمان بن عفان جیسے سنی راشد خلیفے بھی شامل ہیں۔ لیکن اس بات پر سخت تعجب ہے کہ سیوطی لکھتے ہیں "اختلاف کیا گیا ہے آیا مصاحف عثمانیہ مشتمل ہیں کل حروف سبعہ (۷) پر"۔ پس فقہا اور قاریوں اور متکلمین کی جماعتوں کا اس کے خلاف مذہب ہے۔ انہوں نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔ اس بات پر کہ قرآن میں کسی حرف کی نقل چھوڑ دینا ہرگز صحابہ کو جائز نہ تھا۔

(بقول سیوطی) حالانکہ صحابہ نے اتفاق کیا تھا اس بات پر کہ صحف عثمانیہ نقل کیے جائیں ان صحیفوں سے جو ابوبکر نے لکھے تھے اُن کے ماسوا کو چھوڑ دینے پر صحابہ نے اتفاق کرلیا"۔ (اتقان جلدا ص ۵۱) "الحاصل فقہائے اہل سُنتہ اور سنی قاریوں اور متکلمین کے اقوال نا قابلِ انکار سے آپ کے جرم تحریف کی پردہ پوشی نہیں ہوسکتی اور آپ کو قائلین تحریف کی صف سے الگ نہیں کیا جاسکتا"۔

اعتراض (34):۔ اگر یہ مکر کریں کہ تفسیر صافی کے ص ۱۲ سطر ۲۵ میں مندرج ہے۔

ان القرآن علی عھد الرسول الله صلی الله علیه وسلم کان معبسوعاً مولفا علی ماھو الان

بلاشبہ قرآن حضور علیہ الصلوۃ و السلام کے زمانہ میں مجموعہ مولف اسی طرح تھا جیسا کہ آج ہے۔

تو ذرا سطر ۳۲ پر نظر ڈال کر بتایئے کہ کیا اس میں آپ کے نظریے کی نقاب کشائی نہیں کی گئی۔

واما کونه محبوعاً نی عھید البنی علے ماھو علیه الان فلم یثبت۔

بہر حال قرآن کا حضور علیہ السلام کے زمانہ میں جمع ہونا جیسا کہ آج ہے یہ ثابت نہیں

جواب:۔ اس میں رتی بھر بھی شبہ کی گنجائش نہیں ہے رسول کریم ﷺ نے خود پورا مکمل و مشرح نسخہ قرآن املا کروایا۔ اور اُمت کو کتاب اللہ و عترت کے حوالہ کیا۔ اور موجودہ قرآن کا نسخہ نقل بمطابق اصل نسخہ نہیں بلکہ نسخہ رسولؐ میں تحریر شدہ وہ اضافی عبارتیں جن میں علوم کے سمندر تھے اور

گمراہی سے نجات کے طریقے تھے۔ قدسی احادیث تھیں اس حالیہ مجموعہ میں موجود نہیں ہیں ان کی جگہ خودساختہ تشریحات لکھ دی گئیں ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ قرآن کا اصلی نسخہ زمانہ حضورؐ میں موجود تھا اور جس طرح وہ تھا اب بھی ویسا ہی موجود ہے مگر جو نقل بنائی گئی وہ ایسی مکمل و مشرح نہ بنائی گئی جس طرح نسخہ اصل ہے۔ گو کہ کلام الہٰی میں تغیر ممکن نہ ہوسکا مگر تشریح و تاویل کا حشر کر دیا گیا۔

اعتراض (35):۔ صاحب تفسیر صافی ص ۱۲ میں تصریح کی ہے کہ۔

قدحذف عنه اشیأ کثیره منها اسم علی فی کثیر من المواضع و منها لفظ آل محمد غیر مرة و منها الفاظ المنافقین نے مواضعهاوغیر ذالک!

بے شک قرآن سے بہت سی چیزیں حذف کی گئی ہیں حضرت علیؑ کا نام بہت سے مقامات سے اسی طرح لفظ آل محمد بہت مرتبہ اور بعض جگہ منافقین کے نام تھے وہ بھی گرا دیے گئے ہیں۔

جواب:۔ اس مبینہ حذف سے مراد وہی چیزیں ہیں جو بطور تشریح و تفسیر حضورؐ نے لکھوادی تھیں۔ ہم کلام الہٰی کے رد و بدل کے معترف نہیں ہیں۔ جب کہ آپ کے ہاں آیات کا اخراج بھی شامل ہے جیسا کہ مسلمہ بن مخلد انصاری نے کہا کہ مجھے قرآن کی وہ دو آیتیں بتاؤ جو مصحف میں مکتوب نہیں ہیں۔ پس کسی نے ان کو یہ نہ بتائیں۔ پس ابوالکنور سعد بن مالک ان کے پاس بیٹھا تھا مسلمہ نے دونوں آیتیں تلاوت کیں۔ (اتقان ص ۲۱۷)

اعتراض (36):۔ اگر قابل قبول نہیں ہے کیا آیات کی ترتیب یا سورتوں کی یعنی

اسی ترتیب جس سے دین کے اثبات پر حرف آتا ہو.... اگر قابل قبول ہے تو ذیل کی عبارت کا کیا جواب ہے؟

لیس ھو علی الترتیب المرضی عنداللہ وعند رسولہ (تفسیر صافی ص۱۲)

قرآن کی ترتیب خدا کی رضا کے مطابق نہیں ہے اور نہ رسولؐ کی رضا کے موافق ہے۔

جواب:۔ اگر ہمیں یہ ترتیب قبول نہ ہوتی اور یہ اعتقاد کرتے کہ اس ترتیب سے اثبات دین پر حرف آتا ہے تو ہم قرآن ہی دوسرا بنا لیتے۔ ہمارا نظریہ صرف یہ ہے کہ یہ ترتیب بمطابق نزول نہیں ہے یہی بات صاحب تفسیر صافی نے لکھی ہے کہ یہ ترتیب کے موافق نہیں ہے جو خدا نے رسولؐ پر نازل کی ہے اور مرضی سے مطلب موافقت ہے نہ کہ رضامندی۔ مذہب سنیہ کے نزدیک بھی موجودہ ترتیب بمطابق نزول نہیں بلکہ غیر توفیقی ہے۔ جیسا کہ لکھا۔ ہاں! ترتیب آیات کے توفیقی ہونے پر اسی حدیث سے اشکال دارد ہوگا جس کو ابن ابوداود نے المصاحف میں اپنے والد زبیر سے روایت کی ہے زبیر نے کہا حارث بوحر بمیہ آخر سورہ برات کی یہ دو آئیتیں لائے اور بولے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ دونوں آئیتیں رسول اللہ سے سماعت کر کے یاد رکھی ہیں۔ عمر بن خطاب نے کہا واللہ میں بھی شاہد ہوں کہ اس نے ان دونوں کو سنا کاش کہ یہ تین آئیتیں ہوتیں تو میں ان کا جداگانہ سورہ بنا دیتا۔ خیر اب تم قرآن کا آخری سورہ دیکھو اور ان دونوں کو اسی میں لگا دو۔ (اتقان جلد نمبر ۱ ص ۶۳)

اس سے ظاہر ہوا کہ اصلاً قرآن کے آخر میں سورہ برات تھی اور اب قرآن مجید میں سورہ نواں ہے۔ پس اگر جناب عمر والا قرآن جس پر وہ ایمان رکھتے تھے بمطابق تعلیم رسولؐ تھا۔ تو یہ قرآن

جو موجود ہے اور جس کے آخر میں حسب حکم عمر یہ سورہ برات نہیں ہے۔ سنی مذہب اور عمر کے فتویٰ کے تحت غلط ہے اور معترض کے مطابق غلط و محرف قرآن پر ایمان ممکن ہے۔ لہذا معترض بقول خود مومن با القرآن نہیں ہیں۔ اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اور اگر موجودہ قرآن صحیح ہے تو حضرت عمر والا قرآن غلط ہوگا۔ اور اگر موجودہ قرآن صحیح ہے تو خلیفہ کا ایمان جاتا رہے گا۔ اب ہم پر ترتیب کے اعتراض کو تو چھوڑیں اپنے اور اپنے فاروق اعظم کے ایمان کو بچائیں۔ واضح ہو کہ اس حدیث کو موضوع بھی کہہ کر جان نہیں چھڑائی جا سکتی۔ کیونکہ علامہ سیوطی نے اسے غلط نہیں سمجھا ہے اور اس پر کوئی جرح نہیں کی ہے پس اسی روایت سے ثابت ہوا کہ رسولؐ اللہ کے قرآن کے مطابق اس قرآن کی ترتیب نہیں ہے۔

اعتراض (37):۔ اگر آپ قائل تحریف نہیں ہیں تو ذیل کی عبارت کا جواب دیجئے جبکہ خیر امتہ موجودہ قرآن میں نہیں ہے؟

واما ما کان خلاف ما انزل اللہ نھو نولہ تعالیٰ کنتم خیر امتہ اخرجت للناس فقال ابوعبداللہ لقاری ھذا لایۃ خیر امۃ یقتلون امیر المومنین والحسین بن علي فصیل لہ کیف نزلت یا بن رسول اللہ فقال انما نزلت خیرائمۃ الخرجت للناس۔ (تفسیر صافی ص۱۲)

بہر حال جو کلام الہی کے خلاف ہے وہ کنتم خیر امتہ ہے الی قولہ راوی نے عرض کیا اے بیٹے رسول اللہ! کیسے نازل ہوئی خیر امتہ اخرجت للناس نازل ہوگئی

جواب:۔ یہ قرآت کی غلطی ہے اور سہو کتابت بھی ہو سکتا ہے۔ اسے تحریف میں شمار نہیں کیا جا

سکتا ہے۔ کیونکہ امت کی دونوں شکلیں ایک سی ہیں اعراب کا فرق ہے جو بعد میں لگائے گئے۔ لیکن کتب اہل سنۃ کا یہ حال ہے کہ وہ وہاں لفظوں کی ردبدل ہے۔ جیسا کہ لکھا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب، "صراط الذین انعمت علیہم" کو "صراط من من انعمت علیہم" قرآت کرتے تھے اور "ولا الضالین" کو "وغیر الضالین" پڑھا کرتے تھے۔ (تفسیر در منشور جلد ا ص ۱۵ مطبوعہ مصر) اسی طرح عبداللہ ابن زبیر بھی "من انعمت علیہم" اور "غیر االضالین" پڑھا کرتے تھے۔ (حوالہ مذکورہ بالا) فرمایئے جبکہ کہ مذکورہ الفاظ موجودہ قران میں موجود نہیں ہیں کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سنی فاروق اور ابن زبیر تحریف کرتے تھے اور اہل سنۃ والجماعۃ تحریف کے قائل ہیں حالانکہ لفظی اشکال میں بھی واضح فرق نمایاں ہے۔ جو جواب ہوگا وہی ہمارا ہوگا۔

اعتراض (38):۔ اگر آپ تحریف کا عقیدہ نہیں رکھتے تو ذیل کی عبارت کا جواب دیجئے جبکہ من المتقین موجودہ قرآن میں نہیں ہے؟

نقیل لہ ابن رسول اللہ کیف نزلت فقال انانزلت واجعل لنامن المتقین اماماً۔ (تفسیر صاف ص ۱۲)

پس کہا گیا اے ابن رسول اللہ کیسے نازل ہوئی ہے فرمایا واجعل لنا من المتقین امامانازل ہوئی ہے!

جواب:۔ ہم آپ کے اعتراض کا جواب اس روایت سے دیتے ہیں کہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ:۔

واما اخرجه ابن اشتة وابن ابی حاتم من طریق عطاعن ابن عباس فی قوله تعالیٰ مثل نوره کمشکوٰة قال حی خطاء من الکاتب هو اعظم من

ان یکون نوره مثل نور المشکوٰة انماھی مثل نورالمومن کمشکوٰة

یعنی وہ حدیث جسے ابن اشتہ اور ابن ابی حاتم نے بطریق عطا ابن عباس سے قوم باری مثل کمشکوٰۃ کے بارے میں نقل کیا ہے یہ ہے کہ ابن عباس نے فرمایا یہ کاتب کی غلطی ہے خدا اس سے بزرگ ہے کہ اس کے نور کی مثل کشکوٰۃ سے ہو بلکہ آیت یوں ہے۔ "ومثل نورالمومن کمشکوٰۃ" (اتقان جلد ا ص ۱۸۶)

لفظ "المومن" موجودہ قرآن شریف میں نہیں ہے بتائیے آپ کا عقیدہ تحریف ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ وکیل اہلسنت ہ ابن اشتہ ایسی روایات کا جواب دیتے کہ جامعین قرآن نے انتخاب حرف میں خطا کی ہے اور حروف سبعہ میں سے لوگوں کے اتفاق کیلئے حرف کے منتخب کرنے میں غلطی کی ہے اور ایسی روایات میں جو کچھ لکھا گیا یہ غلط ہے قرآن سے خارج ہے حالانکہ ایسی روایات کو ابن اشتہ نے قبول کیا ہے اور راویوں پر کوئی جرح یا شبہ کا اظہار نہیں کیا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک ابن اشتہ کی ایسی روایات رکیک ہیں۔ تاہم جب آپ کی چادر پر ایسے داغ نمایاں ہیں تو پھر ہم پر اعتراض کیسے کر سکتے ہیں۔ جو بھی جواب آپ اس روایت کا دیں گے وہی ہمارے اعتراض کے جواب میں دھرا لیجئے گا۔ ہم کہتے ہیں کہ "من المتقین" وضاحت کے طور پر لکھا گیا ہے۔ اس سے مطالب پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جب کہ آپ کی روایت کے مطابق تشبیہ ہی غلط ثابت ہوتی ہے اور مفہوم میں خطا ظاہر ہوتی ہے۔ یہ رکیک غلطی ہے۔

اعتراض (39):۔ ذیل کی عبارت کا مطلب ضرور سمجھایئے اگر آپ خدانخواستہ قائل تحریف نہیں ہیں جب کہ موجودہ قرآن میں من خلفہ ورقیب کا لفظ نہیں ہے؟

نقال انما انزلت له معقبات من خلفه ورقیب من بین یدیه یحفظونه بامر الله۔ (تفسیر صافی ص۱۲)

فرمایا آیت یوں نازل ہوتی ہے **لہ معقبات من خلفہ ورقیب من بین یدیہ یحفظونہ بامر اللہ**

جواب:۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کسی بھی حالت میں ہو مگر اس کے لئے اس کے آگے پیچھے دائیں بائیں اس کے نگہبان مقرر ہیں کہ اس کی حکم خدا سے حفاظت کرتے ہیں "من خلفہ ورقیب" کے الفاظ تشریحی ہیں۔ مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں معنی میں کوئی تغیر و تبدیلی پیدا نہیں کرتے ہیں۔ غلط تاویلات سے روکتے ہیں۔ ان سے نہ ہی معنوی تحریک کا خدشہ ہے اور نہ ہی لفظی تحریک کا یہ الفاظ خطوط وحدانی کے ہیں۔ راوی کی غلطی سے حصہ متن دکھائی دیتے ہیں۔ مگر آپ سے گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل عبارت کا مطالب باضروری ہمیں سمجھا دیں کہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ احمد ابوداؤد، ترمذی، نسائی ابن النباری، ابن حبان، حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے ابن مسعود سے روایت کی ہے۔ **قال اقرء فی رسول اللہ صلعم انی انا الرزاق ذوا لقدۃ المتین۔** یعنی ابن مسعود نے کہا پیغمبر صلعم نے مجھے پڑھایا "**ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین** "یعنی اس آیت میں ان انا کو "**ان اللہ ھو**" کے ساتھ تبدیل کر دیا ہے۔

اب فرمایئے اور تفسیر جلد ۲ ص ۱۱۶ مطبوعہ مصر کا مطالعہ فرما کر فیصلہ کیجئے کہ آپ کے مذہب کے مطابق قرآن میں لفظی تحریف واقع ہوئی یا نہیں جب اس تغیر سے لفظی تبدل کے ساتھ معنوی تغیر بھی پیدا ہوتا ہے۔ آیت ۲۷ ویں پارے کے تیسرے رکوع کی ہے۔ تلاوت فرمائے اور گریبان جھانکئے کہ جب آپ کا مذہب آپ کے علماء کے مطابق قابل تحریف قرآن ہے۔ تو آپ کو ہم پر یہ الزام لگاتے وقت کچھ تو شرم کرنا چاہئے۔ ہماری تو ہر بات کو تقیہ سمجھتے ہیں۔ مگر خود کی خبر ہی نہیں۔ ہم جب بار بار کہتے ہیں

کہ ہم تحریف کے قائل نہیں تو آپ جھٹ سے کہہ دیتے ہیں کہ شیعہ تقیہ کر رہے ہیں۔ اور ہماری غلط سلط روایات جن کو صدیوں سے ہمارے علماء نا قابلِ اعتبار قرار دیتے ہیں لیکر بات کا بتنگڑ بناتے چلے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہی باتیں آپ کے ہاں بھی پائی جاتی ہیں۔ لیکن اُن کا کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔ اور خوامخواہ اپنا جرم ہمارے سر تھوپے جا رہے ہیں۔

اعتراض (40):۔ تفسیر قمی ۱۲۱ میں ہے فان تنازعتم فی شی فارجعوه الی الله والی الرسول والی اولی الامر منکم! فرمایئے آپ کا اس عبارت پر ایمان ہے یا قرآن مجید کی اصلی آیت پر اگر موجودہ قرآن مجید کی اصلی آیت پر ایمان ہے تو مہربانی فرما کر اس سے مطلع فرمایئے اور صاحب تفسیر قمی پر جناب کا کیا فتویٰ ہے کہ اس نے پوری آیت کو بدل ڈالا ہے۔

جواب:۔ اگر آپ کسی شیعہ ادارہ کا شائع کردہ قرآن مجید (شروع سے آج تک) ہمیں دکھا دیں جس کے متن میں یہ عبارت مرقوم ہو تو پھر ہم سرکار قمیؒ کے بارے میں فتویٰ تلاش کریں گے لیکن اگر یہ تفسیری نوٹ ہے اور تشریحی عبارت ہے تو پھر اُن پر فتویٰ دینے سے قبل ہم آپ پر کذب کا خدائی فتویٰ صادر کریں گے کہ جھوٹوں پر خدا کی بے شمار لعنت اور آپ کے لئے دُعا کریں گے اللہ میاں آپ کا حشر آپ کے اُن بزرگوں کے ساتھ کرے جنہیں تخلف اہلبیتؑ کی سزا مل رہی ہے۔ ہمارا قرآن کی صرف لفظی عبارت پر ہی ایمان نہیں بلکہ ہم مفاہیم و مصادیق کے بھی معتقد ہیں اور یہ تشریحی عبارت موجودہ آیت کی وضاحت کرتی ہے۔ لہذا ہم لفظی آیت پر بھی ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اور معنوی مفہوم پر بھی۔ لیکن براہ نوازش ذرا مندرجہ ذیل عبارت مطالعہ فرما کر تو فتویٰ صادر فرمایئے۔ علامہ سیوطی، امام

مالک، امام بخاری، امام مسلم اور ابن خریس کی ابن عباس سے روایت لکھتے ہیں کہ۔

"عمر بن خطاب ایک روز خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے پس حمد و ثناء الٰہی کے بعد یہ کہا کہ اے لوگو! محمد صلعم کو حق کے ساتھ بھیجا اور اپنی کتاب ان پر نازل کی پس جو کچھ ان پر نازل کیا۔ اس میں آیت رجم بھی تھی۔ جس کو ہم نے خود پڑھا اور سنا تھا اور وہ یہ آیت تھی۔ **الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموھما البتته** اور رسول ﷺ نے رجم کیا تھا اور ان کے بعد ہم کرتے تھے"۔ اب فرمایئے حضرت عمر نے آیت رجم کا خدا کی طرف سے نازل ہونا۔ حضورؐ سے سننا اور خود پڑھنا حضورؐ کا عمل کرنا اور پھر ان کے بعد خود راوی کا عمل کرنا جب ثابت ہے تو پھر یہ آیت موجودہ قرآن سے کہاں چلی گئی یا تو اپنے فاروق؟ کو جھوٹا کہیئے یا پھر تحریف کا اقرار کر لیجئے۔ اور دونوں صورتوں میں فتویٰ سنا دیجیئے۔ ہم پر جو اعتراض ہے وہاں نہ ہی آیت بدل اور نہ نکلی بلکہ صرف حاشیہ میں تفسیری الفاظ لکھے گئے مگر یہاں تو پوری آیت غائب ہے اور منسوخ کہی نہیں جا سکتی کہ حضرت عمر نے اعتراف کیا ہے کہ بعد از رسولؐ ہم نے اُس پر عمل کیا۔ بہر حال جو بھی بن پڑے جواب بتایئے۔

اعتراض (41): الصافی شرح اصول کافی مصنفہ ملا خلیل قزوینی ص۷۹ ج۳ حصہ۲ ترجمہ مقبول ص۸۵۲ ج۳ میں آیت کو یوں درج کیا گیا ہے **ومن یطع اللہ و رسولہ فی ولایة علی من بعدہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔**

آپ کا اگر آیت کے ان الفاظ پر ایمان ہے تو موجودہ قرآن مجید کی آیت آپ کے نزدیک ناقص ٹھہری فرمایئے کیا جواب ہے؟؟

جواب:۔ یہ عبارت بھی کسی قرآن کے نُسخہ میں متن کی عبارت میں نہیں دکھائی جاسکتی۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت بھی محرف نقل کی گئی ہے حالانکہ اصلی الفاظ یوں ہیں کہ **ومن یطع اللہ ورسولہ فی ولایۃ علی و آلائمۃ من بعدہ فقد فاز فوزاً عظیماً**۔ اور ترجمہ مقبول ص۵۱۲ میں بالصراحت اس سے قبل یہ جُملہ لکھا گیا ہے کہ اس آیت کی تفسیر منقول ہے۔" جب یہ عبارت تفسیری حاشیہ میں درج کی گئی ہے تو کسی صورت میں بھی اسے تحریف میں شُمار نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے آیت کو کوئی نقص پہنچتا ہے۔ حالانکہ آپ کے ہاں آیت درود اس طرح لکھی گئی ہے کہ "ابوداؤد نے الصاحف میں حمیدہ سے یہ روایت کی ہے کہ اُم المومنین حضرت عائشہ کے نُسخہ میں آیت یوں مرقوم ہے **ان اللہ وملائکۃ یصلون علی النبی والذین یصفون الصفوف الاول**" اب آپ بتایئے کہ آیات موصوفہ پارہ ۲۲ رکوع ۴ میں ہے مگر وہاں **والذین یصفون الصفوف الاول** کے الفاظ موجود نہیں ہیں اور اتقان نوع ص ۴۷، ص۳۱۶ میں علامہ سیوطی نے جو روایت لکھی ہے وہ اُس میں صاف اقرار کیا ہے کہ قرآن میں حضرت عثمان کے تغیر کرنے سے پہلے یہ الفاظ آیت میں موجود تھے۔ یعنی عثمان نے تحریف کی تھی۔ کیا اندریں صُورت آیت مرقومہ آپ کے مذہب کے مطابق ناقص ٹھہرتی ہے یا نہیں۔ تفسیر درمنشور جلد۵ ص۲۲۰ مطبوعہ مصر اور اتقان حوالہ مذکورہ مطالعہ فرما کر فیصلہ کیجئے۔

اعتراض (42):۔ ترجمہ مقبول ص۴۰۴ کے حاشیہ پر والمومنون کی تردید کی گئی ہے۔ الماموُنون کو صحیح بتایا گیا ہے کیا اس طریقہ سے موجودہ قرآن مجید غلط نہ ٹھہرا؟؟

جواب:۔ ترجمہ مقبول میں لفظ "مومنون" کی تاکید کی گئی ہے نہ کہ "مامونون" کی۔ ناظرین دیکھ سکتے ہیں۔

مگر معترض سے پوچھتے ہیں کہ حافظ سیوطی نے جو یہ لکھا ہے کہ شافعی عبدالرزاق قریابی، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبید بن حمید، ابن خریر ابن المنذر، ابی ابی حاتم، ابن الانباری اور بیہقی نے ابن عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ **قال ماسمعت عمر یقرئو ھافظالا مضوا الی ذکر اللہ انتھی یلفظہ۔** "یعنی ابن عمر نے کہا کہ میں حضرت عمر کو سورہ جمعہ میں یہ آیت **فاسعوا الی ذکر اللہ** کو ہمیشہ فامضوا الی ذکر اللہ پڑھتے سُنا ہے اور پھر سیوطی تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمر وقت موت تک "فامضو" بجائے فاسعوا کے تلاوت کرتے اور کہ ابن مسعود، حضرت ابن عباس اور ابن زبیر بھی یہی پڑھتے رہے۔ (تفسیر در منشور جلد ۶ ص ۲۱۹ مطبوعہ مصر)

اب جواب دیجئے کیا حضرت عمر ابن الخطاب، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضر ابن عباس اور ابن زبیر غلط قرآن پڑھتے تھے۔ یا موجودہ آیت غلط ہے۔ (معاذ اللہ) حالانکہ یہ سورہ جمعہ کی آیت ہے جس میں ناسخ و منسوخ کا سوال بھی پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اب تو اُن تمام قاری حضرات کو خطاوار قرار دیجئے۔ یا فامضوا کا فاسعوا سے بدل جانا قبول کر کے تحریک کا اقرار دیجئے۔ یا فامضوا کا فاسعوا سے بدل جانا قبول کر کے تحریف کا انکار کر لیجئے۔ آپ کے مذہب کی گردن کی اب یہ حالت ہے کہ دونوں پھندے پورے آرہے ہیں۔ دیکھتے ہیں کس کو گلے کا ہار بناتے ہیں۔ اور کس سے گلو خلاصی پاتے ہیں ادھر عدالت صحابہ ہے ادھر صحت قُرآن جدھر جائیں گے اُدھر ہی یا علی مدد کہنے والا ہی غالب آئے گا۔

اعتراض (43): الصافی ص ۹۳ بسما اشتروابہ انفسھم ان یکفروا کی جس قدر تغلیط کی گئی ہے آپ اس کے حق میں ہیں یا نہ اگر حق میں ہیں تو آپ کیا منکر قرآن نہ ٹھہرے؟؟

جواب: ۔ الصافی ص ۹۳ میں مذکورہ آیت کی کوئی تغلیط نہیں کی گئی ہے یہ اختراء ہے کہ ثبوت دیا

جائے پھر اعتراض کا جواب طلب کیا جائے۔ اگر تشریحی وتفسیری بحث کو تغلیط کہہ دیا جائے تو پھر کوئی آیت نہ رہیگی جس کے بارے میں یہ گمان نہ کیا جائے۔ جب تغلیط ثابت ہی نہیں تو تائید وتردید کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کو منکر یا مومن قرار دینے کا جواز۔

اعتراض (44):۔ اور اگر اس کے حق میں نہیں ہیں تو ملا خلیل پر فتوے اصادر فرمایئے۔۔۔دیدہ باید۔

جواب:۔ علامہ قزوینیؒ پر ہم وہی فتویٰ صادر کرنے کی سفارش کرتے ہیں جو قدرت نے آپ کے قلم سے نقطوں کی صورت میں ظاہر کروایا ہے کہ علامہ اعلیٰ اللہ مقامہ نچیتی ہیں۔ دیدہ باید۔ نقطے شمار کر لیجئے۔ پورے پانچ ہیں اور یہ اس لئے کہ ہم اُس کے حق میں ہیں۔ انہوں نے کوئی تغلیط نہیں فرمائی ہے۔ محض تفسیر بیان کی ہے۔

اعتراض (45):۔ الصافی ص ۹۳ میں ہے ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فی علی فرمایئے "فی علی" کی زیادتی آپ کے نزدیک آیت میں داخل ہے یا تفسیر میں؟

جواب:۔ تفسیر میں۔ اگر ہم آیت داخل کرتے ہیں تو آپ کوئی کا نسخہ ثبوت میں لایئے۔ جہاں متن آیت میں یہ الفاظ قرآنی عبارت کی شکل میں مسطور ہوں۔

اعتراض (46):۔ اگر آیت میں داخل ہے تو موجودہ قرآن ناقص رہا۔ اور

اگر داخل ہیں بلکہ تفسیری کلمہ ہے تو کسی امام کے قول مستند الی السند الصحیح سے ثابت کیجئے۔

جواب:۔قرآن مجید میں آیت کے ساتھ اس کلمہ کا مرقوم نہ ہونا کیا یہ کافی ثبوت نہیں ہے کہ آئمہ کے نزدیک یہ کلمہ معنوی ومفہومی لحاظ سے مُراد لیا گیا ہے اگر وہ ایسا حکم بڑھا لیتے۔ یہ تو محض تفسیری کلمہ کی بات ہے آپ ذرا درج ذیل عبارت پر تو غور فرمایئے کہ امام جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ عبدالرزاق ابن منذر، حاکم اور ابن مردویہ نے ابن عمر سے روایت کی ہے **ان رسول الله صلعم قرء فطلقر هن فی قبل عدتهن** یعنی سورہ طلاق پ ۲۸ رکوع ۱۲ میں اس وقت **فطلقو هن فی قبل عدتهن** حالانکہ پیغمبر صلعم **فطلقوهن فی قبل عدتهن آیت** میں پڑھا کرتے تھے۔ یعنی اس میں بھی قبل عاتھں کو بعدتھن سے تبدیل وتحریف کر دیا گیا۔ اس تغیر کو تفسیری نوٹ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ اور نہ ہی نسخ کی بحث کی جاسکتی ہے کیونکہ دونوں میں معنوں کا متضادی فرق ہے۔ بہر تفسیر در منشور جلد ۶ ص ۲۲۹ مطبوعہ مصر میں پوری عبارت کا مطالعہ کیجئے اور پھر بتایئے کہ کیا آپ کے مذہب کے مطابق آپ کے نزدیک موجود قرآن ناقص ومحرف قرار پاتا ہے یا نہ بصورت دیگر کسی حدیث متواتر سے اپنا موقف ثابت کر دیجئے۔

اعتراض (47):۔ حاشیہ ترجمہ مقبول ۴۰۷ میں التائبوف العابدون الحامدون کے قائمقام التائبین العابدین لکھا گیا ہے آپ کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے۔ موجودہ قرآن کا انکار ہے یا زائد کلمات کی تشریحی تفصیلی جواب درکار ہے؟؟

جواب:۔ اس اعتراض کا جواب بھی ہم نے تفصیلی وتشریح کے ساتھ کاء الافہام کے جواب ۸۸ میں لکھ دیا ہے ملاحظہ فرمالیجئے گا۔ یہاں صرف اتنی گذارش کروں گا کہ تشریح بر بنائے انتخاب صرت ہیں کیونکہ ساتھ حرفوں میں جو ایک لیا گیا ہے اس سے یہ لفظی فرق ہو جاتا ہے ورنہ معنی و

مفہوم میں مفاہمت ہے۔ نہ ہی یہ زائد کلمات ہیں اور نہ ہی انکو بدلا گیا۔ حرفی و لفظی سہو ہے جس کی مثال ہم نے بی بی عائشہ کی روایت میں اُوپر بیان کردی ہے۔

اعتراض (47):۔ ترجمہ مقبول ص ۵۷۹ کے حاشیہ میں وہ یزدی الظلمین ال محمد الاخسارا لکھا گیا ہے آپ شیعی مسلک سے آگا فرمایئے؟؟

جواب:۔ ترجمہ مقبول ص ۵۷۹ کے حاشیہ میں یہ بات لکھی ہوئی ہمیں نہیں ملی یہ آیت ص ۳۴۷ میں ہے مگر حاشیہ میں ایسی کوئی عبارت مرقوم نہیں ہے اور نہ ہی ضمیمہ میں ہے تاہم اگر حاشیہ میں ایسا لکھا ہوا بھی ہو تو بھی قابل اعتراض نہیں کیونکہ حاشیہ کی عبارت جزو متن نہیں ہوا کرتی۔ البتہ یہ تشریح حقیقت پر مبنی ہے کہ ظالم آل محمدؑ کے نقصان میں زیادتی ہوتی ہے۔ مگر مندرجہ ذیل روایت کی روشنی میں آپ ہمیں سُنی مسلک سے باخبر فرمادیجئے۔ عبد بن صالح نے ہشام بن سعید اور اُس نے زید بن اسلم اور اُس نے عطا بن یسار سے اور اُس نے واقد لیثی سے روایت کی ہے۔ **قال كان رسول الله صلعم اذا اوحى اليه ايتناه فعلمنا مما اوحى اليه قال محبت ذات يوم فقال ان الله يقول انا انزلنا المال وقام الصلٰوة وايتاء ار زكٰوة ولو انّ لابن آدم و ادياً من ذهب لاحب انيكون اليها الثالث والا يمدء ابن آدم الا استراب ويتوب الله على من تاب انتهى بلفظه۔**

خلاصہ یہ ہے کہ ابی واقد نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوئے پس حضور صلعم وہ وحی ہمیں تعلیم دیا کرتے۔ لیثی نے کہا کہ حسب معمول ایک روز جب پیغمبر صلعم کی خدمت میں گیا تو یہ خط کشیدہ آیت پیغمبرؐ نے پڑھ کر سُنائی اور فرمایا کہ خدا تعالٰے ایسا فرماتا ہے (تفسیر اتقان نوع ۴۷ ص ۳۱۹)

مگراس آیت مال کوہم موجودہ قرآن مجید میں نہیں پاتے ہیں کیااس سے صاف ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ سُنیوں کے مذہب کے مطابق قرآن میں تحریف کی گئی ہے قابل خصوصی توجہ بات ہے کہ یہ آیت مال سُنیوں کے ہاں ناسخ ومنسوخ میں کہیں موجود نہیں ہے۔اب کہیئے تحریف کے قائل سُنی میں یا شیعہ اس روایت پر اپنے تبصرہ سے آگاہ کرکے مطلع کیجئے کہ آپ کا مسلک کیا ہے؟

اعتراض (48):۔ ترجمہ مقبول ص۴۱۴ کے حاشیہ میں لقد جاناء رسول من انفسنا عزیز علیہ ماعنتنا حریص علینا حالانکہ موجودہ قرآن مجید میں یہ اس طرح ہے لقد جارکم۔۔۔ من انفسکم۔۔۔ من انفسکم۔۔۔ ماعنتم۔۔۔ حریص علیکم۔۔۔

فرمایئے آپ آیت مذکورہ کے کن الفاظ کی تائید میں ہیں۔

جواب:۔ مختصراًیہ کہ ترجمہ مقبول کے حاشیہ میں قرائت کا تذکرہ ہے اور وہاں صرف "انفسکم" کا مفتوح الف ہونا بیان کیا گیا ہے باقی کوئی بات نہیں۔اگر ہم آیت کواس قدر غلط سمجھتے ہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ ہم نے اس کو قرآن سے نکال کر اس کی جگہ صحیح آیت کیوں نہ لگالی۔جب کہ آپ نے خوامخواہ اور مُفت میں بدنام کررہی رکھا ہے۔کیا ہمارے ایمان بالقرآن کے ثبوت میں صرف یہی ایک بات کافی نہیں ہے کہ صدیوں کے جھوٹے پروپگنڈے کے باوجود کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا ہے ہم نے کوئی مختلف قرآن بنالیا ہو۔اگر ہم محرف ہوتے تو یقیناً یہ کوشش کرلیتے کیونکہ الزام تو بلا ارتکاب ہی ہم پر عائد کیا جاتا رہا ہے۔لیکن یہ ہماری پختہ ایمانی کی برہان تامہ ہے کہ جب کبھی بھی قرآن کے خلاف غیر مذہب والے کوئی گستاخی کرتے ہیں۔تو دفاع ہمارا ہی کوئی ملنگ کرتا ہے اور دُشمن کے دانت کھٹے کرکے

رکھ دیتا ہے۔ جب کہ آپ حجروں میں بغلیں بجاتے رہتے ہیں ہم بدنامی ورُسوائی کے باوجود قرآن کی معنوی ولفظی لحاظ سے حفاظت کرتے ہیں اور اسے ثقلِ رسولؐ مانتے ہیں۔ اس سے متمسک ہیں اس کے ابدی ساتھی عترت کا دامن مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں۔

اعتراض ۵۱۹:۔ تفسیر صافی ۱۲ میں ہے اما ما ھو محذوف عنه فھو قوله لکن الله یشھد بما اُنزل الیک فی علی۔ اس سے صاحب کتاب نے ثابت کیا ہے کہ فی علی کا لفظ صحابہ نے گرادیا ہے اب یہ آیت کامل نہیں ہے۔ جواب دیجئے؟

جواب ۹۱۵:۔ صاحب تفسیر کی مُراد تشریحی الفاظ کا گرانا ہے جو حضورؐ نے املا کروائے تھے۔ بہرحال اس کا تفصیلی جواب اگلے اعتراض کے جواب میں دے رہے ہیں۔

اعتراض (49):۔ اسیطرح یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من رب فی علی کے متعلق بھی تفسیر صافی ص ۱۲ میں منقول ہے کہ فی علی کو اس آیت میں گرادیا گیا ہے؟؟

جواب:۔ صاحب تفسیر صافی کا مدعا دراصل یہ ہے کہ آیت تبلیغ دراصل شان علیؑ میں نازل ہوئی اور حضورؐ نے بصراحت جناب امیرؑ کا نام زبان وحی بیان سے تشریحاً ارشاد فرمایا اور جو نسخہ شرح آنحضرت نے املا کروایا۔ وہاں اس قسم کی تمام تفسیری وتاویلی عبارات موجود تھیں لیکن اس مودہ کو قبول نہ کیا گیا لہذا اس آیت کو بلاتشریح جمع کیا گیا۔ لیکن خود سُنی علماء اقرار کرتے ہیں کہ اس آیت میں ان کے

مذہب کے مطابق تحریف ہوئی ہے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی رقمطراز ہیں کہ "ابن مسعود نے کہا پیغمبر صلعم کے زمانے میں ہم صحابہ اس آیت تبلیغ کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔

یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیا مولے المومنین فان لم تفعل بلغت رسالتہ واللہ یعصمک الناس۔ (تفسیر در منثور ۲۹۸ جلد ص ۲) لیکن اس وقت قرآن مجید میں ان علیا مولے المومنین کا کلمہ موجود نہیں ہے زمانہ رسولؐ کے مشہور قاری عبداللہؓ بن مسعود کی گواہی مشہور مفسر امام جلال الدین سیوطی کی تائید جیسے شواہد کیا یہ ثابت نہیں ہے کہ سُنی مذہب کے مطابق آیت میں تحریف کردی گئی جب کہ یہ آیت سورہ مائدہ کی ہے جس میں مسلک سُنیہ کے مطابق زیادہ سے زیادہ نو آیات میں تنسیخ واقع ہوئی ہے۔ اوران میں آیت زیر بحث کو شمار نہیں کیا گیا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے افادۃ الشیوخ فی الناسخ والمنسوخ ص ۴۰ مطبوعہ لاہور، اب جب اس قسم کی روایات آپ کے مذہب میں موجود ہیں تو پھر کیوں نہ آپ کو تحریف کا قائل سمجھا جائے مجھے معترض پر تعجب ہے کہ اپنی مذہبی پوٹلی پر نظر کئے بغیر خوامخواہ ہم پر طعن کر کے اپنے مذہب کی رہی سہی ساکھ ختم کر رہے ہیں اور ذلت اٹھا رہے ہیں۔

اعتراض (50):۔ تفسیر صافی ص ۱۲ میں وسیعلم الذین ظلموا ال محمد حقھم ای منقلب ینقلبون لکھا ہے حالانکہ موجودہ قرآن میں آل محمد حقھم موجود نہیں ؟؟

جواب:۔ یہ بھی تفسیری الفاظ ہیں۔ لیکن اگر ہم بالفرض آیت کہ دیں تب بھی ہم پر آپ کے مذہب کے مطابق کوئی حرف نہیں آسکتا کیونکہ قرآن سے کسی آیت کا کم کردینا آپ کے مذہب میں قابل مذمت نہیں ہے ثبوت کے لئے روایت پیش کرتا ہوں۔ ابن ابی داؤد نے حسن کے طریقہ سے روایت کی ہے حضرت عمر نے قرآن کی ایک آیت کے متعلق سوال کیا کسی نے جواب دیا۔ فلاں

(صحابی) کے ساتھ تھی۔ (یعنی اُسے زبانی یاد تھی)۔ جو جنگ یمامہ میں مارا گیا آپ (عمر) نے فرمایا انا اللہ اور جمع قرآن کا حکم صادر فرما دیا (یعنی آیت کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کی)۔ (ارتقان جلد اص ۵۹)

اب جب کہ آپ کے مذہب میں جمع قرآن کا ایسا نقشہ دکھائی دیتا ہے تو پھر آپ ایسی غیر احتیاطی صورت میں اپنے مذہب کے مطابق قرآن مجید کو کس طرح پورا اور مکمل و غیر محرف ثابت کر سکتے ہیں ہماری تفسیری عبارتیں آپ کو گراں گذرتی ہیں اور اپنی فاش کاروائی بھی اوجھل نظر آتی ہے۔

اعتراض (51):۔ تفسیر صافی ص۱۲ میں وسیعلم الذین ظلموا آل محمد حقھم ای منقلب ینقلبون لکھا ہے حالانکہ موجودہ قرآن اس زیادتی سے پاک ہے فرمایئے آپ کے نزدیک موجودہ قرآن ناقص رہا کہ نہ؟

جواب:۔ یہ بھی تفسیری عبارت ہے مگر میں آپ کے محرف چہرہ سے نقاب کھینچ کر ثابت کرتا ہوں کہ خود اُن صاحب نے جنہوں نے قرآن کو جمع کروایا۔ اقرار کیا ہے اس میں غلطیاں ہیں اور جس میں غلطی ہوگی وہ خود بخود ناقص ہوا۔ ملاحظہ فرمائیں جناب عثمان پکارتے ہیں کہ۔ حضرت عثمان نے ان تینوں قریشیوں سے فرمایا تم اور زید بن ثابت قرآن کی کسی بات میں اختلاف کرو۔ تو اُسے قریش کی زبان میں لکھ دینا کہ قرآن انہی قریش کی زبان میں نازل ہوا۔ پس ان لوگوں نے بمطابق حکم عمل کیا (یعنی اختلاف کو قریشی زبان میں اپنے الفاظ میں لکھ دیا) (اتقاق جلد اص ۶۰، ص ۶۱)

اب میں پوچھتا ہوں کہ قرآن کا لوح محفوظ سے سات حرفوں میں اُترنا متواتر حدیثوں سے ثابت ہے پھر حضرت عثمان کا باقی چھ زبانوں کو چھوڑ کر صرف قریش کی زبان لکھنے کا حکم صادر کرنا کلام خدا میں انسانی کلام ملانے کا حکم دینے کے برابر ہے جو ناقص قرار دینے کا بین ثبوت ہے۔

اعتراض (52):۔ تفسیر صافی ص۱۲ میں **وتری الذین ظلموا ال محمد فتھم فی غمرات الموت۔** مسطور ہے حالانکہ موجودہ قرآن میں اس زیادتی کا کہیں نام ونشان تک نہیں ہے۔

جواب:۔ یہ عبارت بھی تفسیر ہی میں مرقوم ہوئی ہے مگر ذرا بتانے کی زحمت گوارہ کیجئے کہ ان الانباری بطریق عکرمہ ابن عباس ایک روایت نقل کرتے ہیں کہ ان عباس نے پڑھا تھا۔ "**افلمیتبین الذین امنون لویشاء اللہ یھدی الناس جمیحاً**" کسی نے ابن عباس سے کہا کہ یہ آیت مصحف عثمان میں اس طرح نہیں ہے بلکہ **افلم پیاس الخ** ہے فرمایا میرا گمان ہے کہ کاتب کو اس وقت اونگھ آ گئی جب اُس نے یہ آیت لکھی (اتقان ص۱۸۶ جلد۱) کیا موجودہ قرآن میں بھی یہ آیت اس طرح نقل ہوتی ہے۔ حالانکہ عکرمہ بہت بڑا امام مانا جاتا ہے اور ابن عباس کو بحر العلوم کہا جاتا ہے۔

اعتراض (53):۔ اگر آپ مکر کریں کہ ہم تحریف کے قائل نہیں تو براہ کرم ذیل عبارت کا جواب دیجئے؟

ثواب الاعمال میں امام جعفر صادقؑ سے منقول ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ سے زیادہ سے طویل تھی مگر چونکہ اس میں عرب کے مردوں اور عورتوں کی عموماً اور قریش کی خصوصاً بداعمالیاں ظاہر کی گئی تھیں اس لئے اسے کم کر دیا گیا اور اس میں تحریف کر دی گئی۔ (ترجمہ مقبول ص۸۵۳)

جواب:۔ یقیناً ہم تحریف کے قائل نہیں ہے اور جس عبادت کی بنیاد پر آپ نے ہم پر ایسا نا جائز شبہ کیا ہے وہی بات آپ کے ہاں بھی لکھی جاتی ہے۔ جیسا کہ امام اہل سنتہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ ذرین جبشی نے کہا کہ ابی بن کعب نے مجھ سے کہا کہ سورہ احزاب کی تم کتنی آئیتیں شمار کرتے ہو؟ میں نے کہا ۷۲ یا ۷۳ آیات۔ ابی کعب نے کہا کہ اگر یہ سورت پوری رہنے دی جاتی تو سورہ بقر کے برابر ہوتی (اتقاق ص ۳۱۶) پھر اسی جگہ حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ عہد رسالت میں یہ سورت دوسو آیات سے تلاوت کی جاتی تھی لیکن حضرت عثمان نے لکھتے وقت بس اتنی آیات لکھی ہیں جتنی اس وقت موجود ہیں۔ اگر سوا سو سے زیادہ آیات کی تحریف بااعتراف صدیقہ اہل سنتہ آپ کو قائل تحریف ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے تو پھر ہم غریبوں پر طعن کس وجہ سے کیا جاتا ہے جو جواب آپ اپنی روایت کا وضع کرتے ہیں۔ آخر اس کا فائدہ ہمیں کیوں نہیں پہنچ سکتا ہے۔

اعتراض (54):۔ حاشیہ ترجمہ مقبول ا ص ۸۴۰ میں یہ آیت "**ترجن من تشاء منهن یا یها النبی قال لازواجک**" کے ساتھ مگر قرآن مجید جمع کرنے کے وقت پیچھے ڈال دی گئی۔

فرمایئے آپ اس تقدیم تاخیر فی القرآن کے قائل ہیں یا نہ اور اس کا کیا جواب ہے جبکہ یہ روایت امام جعفر صادق نقل کیا گیا ہے۔

جواب:۔ ہمیں موجودہ قرآن کی ترتیب پر اتفاق نہیں کیونکہ یہ نزولی ترتیب نہیں ہے ایسی صورت میں موخر و مقدم کا ہونا ممکن امر ہے لیکن آپ حضرات ترتیب موجودہ ہی کو اصلی ترتیب سمجھتے ہیں۔ اور بظاہر تقدیم و تاخیر القرآن کے قائل نہیں ہیں حالانکہ آپ کی کتب معتبرہ سے ثابت ہوتا ہے آپ

تقدیم وتاخیر فی القرآن کے معتقد معترف ہیں مثلاً علامہ سیوطی نے روایت لکھی ہے کہ سعید بن منصور وغیرہ نے بطریق عمرو بن دینار عکرمہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس پڑھتے تھے **ولقد آئیننا موسیٰ و ھارون الفقان ضیاء** اور کہتے تھے اس واؤ کو لواسے یہاں یعنی آئینہ **الذین قال لھم الناس ان الناس قدجمعود الکم** سے پہلے لکھ دو۔(اتقان جلدا) اس روایت سے معلوم ہوا کہ آئیہ ولقد آتینا میں سے ابن عباس نے واؤ کو اٹھوا کر آیہ **الذین قال لھم الناس** کے پہلے رکھوایا تھا۔ جس سے ثابت ہوا کہ آپ بھی تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں۔

اعتراض(55):۔ حاشیہ ترجمہ اص ۱۰۵ میں ہے تفسیر قمی میں وارد ہے کہ یہ آیت اس طرح "**ان اللــه اصطفی ادام وال ابراھیم وال عمران وال محمد علے العلمین** "تو لوگوں نے اصل کتاب سے لفظ آلِ محمد کو گرادیا۔ بتایئے اب بھی آپ کا ایمان قرآن پر رہا؟

جواب:۔ آل عمران مراد آل محمدؐ ظاہر کی گئی ہے جو حضورؐ نے ارشاد فرمائی یعنی تفسیری ہدایت یا توسی عبارت تھی جو حضورؐ نے تحریر کروائی اور نسخہ علویہ میں مرقوم تھی مگر لوگوں نے اسے گرادیا۔ اگر ایسی تفسیر بیان کردینے سے قرآن پر ایمان خطرہ میں پڑ جاتا ہے تو جواب مطلوب ہے کہ لفظی ردو بدل تحریف کیوں نہیں ہے جیسا کہ سیوطی نے لکھا ہے "اور وہ روایت جس کا اخراج سعید بن منصور نے بطریق سعید بن جبرا ابن عباس سے کیا ہے یہ ہے کہ ابن عباس نے قول باری تعالیٰ وقضی ربک کے بارے میں فرمایا کہ اصل میں یہ آیت ووصی ربک تھی کہ "ص" سے "و" مل گیا۔ ابن اشتہ نے اس روایت کو مزید مضبوط کیا ہے اور لکھا ہے کہ کاتب نے بہت سی روشنائی قلم میں لی تھی کہ واؤ صاد سے مل گیا (مگر افسوس ہے کہ درستی پھر بھی نہ ہوئی)(اتقان جلد اص ۱۸۶)

انتہائی حیرت کا مقام ہے کہ معترض اپنی فاش اغلاط کو تسلیم کرتے ہوئے بھی اپنے چہرہ تحریف کو چھپا رہے ہیں مگر ہماری تو سی ضمیمی عبارتوں کو بھی تحریف کہہ کہ علمی خیانتوں کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

اعتراض (56):۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اصل آیت یوں تھی ال ابراہیم وال محمد بجائے محمد کے عمران بنا دیا۔ جواب دیجئے اور مذکورہ دو روایتوں میں ایک روایت بایں الفاظ کو ترجیح دیجئے۔

جواب:۔ پہلے اس روایت کا مکمل حوالہ درکار ہے پھر جواب دیا جائیگا۔

اعتراض (57):۔ جب آپ کے نزدیک موجودہ قرآن محرف، مبدل، مغیر، متنا کرالحروف، مدخل فیہ، محذوف الآیات، محذوف الکلمات، محذوف السور ناقص قرار پایا اور اصلی قرآن آپ حضرت کے نزدیک ہی وہی ہے جو امام مہدیؑ کے پاس ہے تو کیا آپ اس مسئلے پر روشنی ڈال سکتے ہیں کہ اس اصلی قرآن کا تعارف کیا ہے؟

جواب:۔ ہمارے نزدیک قرآن ان عیوب سے منزا ہے اور یہ ساری باتیں آپ کے مذہب سے قرآن کے لئے ثابت ہوتی ہیں جیسا کہ ہم نے متعدد روایات سے اپنا دعویٰ پایہ ثبوت کو پہنچایا۔ ہمارا چیلنج یہ ہے کہ آپ اپنے مذہب کے مطابق نہ ہی قرآن کو الہامی ثابت کر سکتے ہیں اور نہ اس کا متواتر ہونا کسی حدیث سے بتا سکتے ہیں بلکہ ہم نے اوپر درج کیا ہے کہ آپ کے مذہب میں قرآن کلام نہیں ہے پس جو مذہب اپنی کتاب کو الہامی ہی ثابت نہ کر سکے اسے حق نہیں ہے کہ وہ دوسروں پر اعتراض

کرے۔آپ کا ایمان بالقرآن اس لحاظ سے بھی نا قابل اعتبار ہے کہ آپ اصل کا انکار کرتے ہیں اور نقل کی تائید کرتے ہیں درحالیکہ دستو عدالت رائج ہے کہ گواہی وثبوت شمار نہیں کرتا ہے کہ آپ کے اعتقاد اور ہمارے ایمان میں یہی فیصلہ کن فرق ہے کہ آپ صرف نقلی ثبوت پر اکڑ رہے ہیں جبکہ ہم اصل ونقل دونوں سے متمسک ہیں۔ظاہر ہے کہ قرآن قلب رسول ﷺ پر نازل ہوا۔آپ نے اسے اُمت کو پہنچانے کا اہتمام کامل فرمایا۔پس وہ قرآن جو امام مہدیؑ کی تحویل میں ہے اس کا تعارف یہ ہے کہ وہ لوح محفوظ سے نازل شدہ آیات کا ایسا مجموعہ ہے کہ جس کو موافق تنزیل حضورؐ نے خود تدوین فرمایا اور اس کی مکمل شرح ولسط لکھوائی تا کہ تمام گمراہیوں کا علاج ہو جائے۔ہر مسئلہ کا حل بن جائے اس قرآن کے مسودہ کو آنحضرتؐ نے اہل بیتؑ کے سپرد فرمایا اور ضمانت دی کہ قرآن اور اہل بیتؑ میں جدائی نہ ہوگی۔اُمت کو ان دونوں کو سپرد کیا۔

کتاب اور معلم کتاب کو فرائض ہدایات تفویض فرمائے پس یہی وجہ ہے وہ قرآن اصل اہل بیتؑ کا دائمی ساتھی قرار پا گیا۔اب اس کا تعارف یہ ہے کہ اس تمام خشک وتر کے حالات مکمل تفسیر شرح وتاویلات حقیقی کے ساتھ مندرج ہیں۔حکم خدا کے مطابق اس قرآن کو کسی بھی حالت میں کوئی نجس ہاتھ نہیں چھو سکتا ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی پہچان ہے کہ موجودہ القرآن نقلی ہے اس کو ہر پاک ونا پاک مس کر سکتا ہے۔مشرک ونجس افراد تک اٹھائے پھرتے ہیں جبکہ قرآن کا حکم ہے کہ مطہرین کے سوا اس کو کوئی نہیں چھو سکتا ہے پس یہ قرآن اصل جس تک ناپاک ہاتھ کی رسائی ممکن ہے وہ امام مہدیؑ کے پاس محفوظ ہے۔

اعتراض،۹۲۵:۔ کیا اس قرآن اور موجودہ قرآن میں عینیت ہے یا غیریت

اگر عنیت ہے تو چھپانے کا کیا مطلب۔وہ تو ظاہر ہو چکا ہے۔

جواب،۹۲۵:۔عقل کا تقاضا یہ ہے کہ اصل و نقل میں غیرت تسلیم کی جائے نقل خواہ بمطابق اصل ہی کیوں نہ ہو پھر بھی اس کا اپنا وجود غیر ہی ہوتا ہے۔عین نہیں ہوسکتا ہے کہ امر محال ہے۔

اعتراض (58):۔ اگر غیریت ہے تو من کل الوجوہ یا من بعض الوجوہ؟

جواب:۔ میرے خیال کے مطابق جو قرآن آپ کے ہاتھ میں ہے اس میں کل الوجوہ غیریت ہے (آپ کے مطابق)

اعتراض (59):۔ اگر من کل الوجوہ غیریت ہے تو فرمایئے آئمہ کرام کا عمل زمانہ ماضی میں کس درجہ کا رہا۔مقبول یا غیر مقبول۔

جواب:۔ اگر آپ نے آئمہ کے عمل کو قبول اعتقاد کیا ہوتا تو پھر ان سے تخلف کر کے اکیلی کتاب کو کافی کیوں سمجھتے آپ کے مذہب کے مطابق آئمہ کا عمل غیر مقبول ہے جبکہ رسولؐ کی حدیث کے مطابق اور شیعہ عقیدہ کی رو سے آئمہ بذات خود بولتا قرآن ہیں ان کی ہر حرکت قرآن تھی وہ مجسم قرآن تھے۔قرآن اور ہمارے آئمہ میں افتراق نہیں ہوسکتا اور دونوں میں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں ہے۔

اعتراض (60):۔ اگر مقبول رہا تو کیسے۔کیا غیر قرآن پر عمل بھی مستوجب جنت بن سکتا ہے۔

جواب:۔ غیر قرآن پر عمل مستوجب جنت نہیں بن سکتا ہے جبکہ آئمہ کا ہر عمل تفسیر قرآن ہے کیونکہ وہ خود قرآن ناطق ہیں۔

اعتراض (61):۔ اگر غیر مقبول رہا تو معصومیت کے بقا کا ابھی سے انتظام فرما لیجئے؟

جواب:۔ آپ کے مسلک کی رو سے آئمہ کا عمل غیر مقبول تھا اسی لئے آپ ان کی عصمت کے قائل نہیں ہیں جبکہ ہمارے عقیدہ عصمت آئمہ اطہار پر اساس رکھتا ہے جو بغیر موافقت قرآن کے ممکن ہی نہیں۔

اعتراض (62):۔ فرمایئے جامع جس کا ذکر اصول کافی میں وارد ہے اس سے مراد قرآن یا کچھ اور

جواب:۔ جامعہ ایک جدا کتاب ہے جو قرآن کی تشریح وتفسیر ہی سے متعلقہ ہے۔

اعتراض،(۹۳):۔ اگر کچھ اور ہے تو اس کا ثبوت چاہیئے اور اگر عین قرآن ہے تو اس عبارت کا جواب مرحمت فرمایئے:

فیھا کل حلال و حرام و کل شئی یحتاج الناس الیه (اصول کافی ایرانی ۱۱۵)

اس میں سب حلال اور حرام ہے اور ہر وہ چیز ہے جس کی طرف لوگ محتاج ہوں

کیا یہی عبارت ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین کا ترجمہ نہیں؟؟

جواب۔۹۳۱: ۔صحیفہ جامع عین قرآن تو نہیں مگر قرآن الحکیم کی صرف ایک آیت کی تفسیر ہے کہ اس میں خشک وتر کا مفصل بیان ہے اس کا ثبوت اسی روایت میں موجود ہے کہ یہ کتاب قرآن مجید کی اضافی ومشرح ہے جیسا کہ امام پاک نے فرمایا" اے بومحمد (کنیت ابوبصیر) رسول خدا نے علی کو ہزار باب علم کے تعلیم کے لئے اور ان کے ہر باب سے ہزار باب اور ظاہر ہوئے میں نے کہا واللہ علم اس کا نام ہے پس حضرت کچھ دیر خاموش رہے پھر فرمایا اے ابومحمد! ہمارے پاس جامعہ ہے۔لوگ کیا جانیں جامعہ کیا ہے میں نے کہا میں قربان۔

(اوان عندنا الجامعه ومایدر یهم ما الجامعه قال قلت فداک وما الجامعه) آپ بتائیں؟ فرمایا وہ ایک صحیفہ ہے ستر ہاتھ (گز) لمبا رسولؐ اللہ نے اپنے زبان مبارک سے بیان فرمایا اور حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے اس کو لکھا اس میں تمام حلال وحرام کا ذکر ہے اور ہر اس شئے کا جس کی احتیاج لوگوں کو ہوتی ہے۔**(قال صحیفه طولها سبعون ذراعا بذراع رسول الله واملائه من فلق فیه وخط علی علی بمینه فیها کل حلال وحرام کل شی لیحتاج الناس الیه)**۔قرآن شریف کو ہر مسلمان جانتا ہے امامؑ کا ابوبصیرؒ سے یہ فرمانا کہ لوگ کیا جانیں جامع کیا ہے؟ اور پھر ابوبصیر کا اظہار ناواقفیت کر کے دریافت کرنا اس کا ستر ہاتھ لمبا ہونا اور حضورؐ کا املا کروانا بھی ظاہر کرتا ہے کہ یہ کتاب قرآنی تفسیر تو ہوسکتی ہے مگر بعینہ قرآن نہ ہی روایت سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔قرآن مخزن ہے مگر طب کی مشہور کتاب کا نام بھی مخزن حکمت ہے کیا ہم اس کتاب پر اعتراض کر دیں کہ یہ قرآن ہے کیونکہ قرآن کی صفت کا دعویٰ ظاہر ہے کوئی صاحب علم وحکمت ایسی بیہودگی نہیں کرے گا۔

اعتراض (63): ۔ اور اگر اس سے مراد قرآن ہے تو کیا آپ کا قرآن ستر گز کا ہے

اگر قرار ہے تو فہوالمقصو داور اگر انکار ہے تو ذیل کی عبارت کا جواب عنایت فرمائیے؟

ما الجامعة صحيفة طولها سبعون ذراعا.

کیا ہے جامعہ قرآن ہے جس کی لمبائی ستر گز ہے۔(اصول کافی ۔ ایرانی ص ۱۱۵)

جواب ۔اگر آپ اس جملے کا ترجمہ بایں الفاظ صحیح ثابت کر دیں اور عبارت میں اس کے سیاق و سباق میں "قرآن" کا لفظ متن میں دکھا دیں تو میں سنی مذہب اختیار کرلوں گا۔پچھلے اعتراض کے جواب میں ہم نے یہ جملہ مع عربی لکھ دیا ہے ناظرین خود فیصلہ فرماسکتے ہیں کہ جامعہ سے مراد قرآن نہیں ہے بلکہ الگ صحیفہ تفسیری ہے۔ستر گز کی طوالت کو بھی ہمارے مخالفین نے طعن بنا رکھا ہے۔اس کی وضاحت یہ ہے کہ پرانے زمانہ میں کاغذ ایجاد نہ ہوا تا لہذا لوگ چمڑے اور پتوں وغیرہ پر لکھتے تھے اور اُن کو جوڑ کر لمبا کر لیتے تھے۔کتابوں کی موجودہ شکل سے واقف نہ تھے۔لہذا وہ مختلف چیزیں ایک دوسرے سے مل جب جڑتی تھیں تو اتنی لمبائی کو زیادہ نہ تھی۔حالانکہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ اگر میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر کروں تو ستر اونٹوں کا بوجھ بن جائے۔اسی طرح دوسری جگہ مولاؑ نے فرمایا ہے کہ سارا علم ایک نقطہ میں ہے۔یہ ہمارے آئمہؑ برحق کی علمی فضیلت ہے کہ انہیں فصاحت وبلاغت پر مکمل عبور ہے۔

اعتراض(64):۔ فرمایئے سیدہ فاطمہؑ کے مصحف پر آپ کا ایمان ہے یا نہ۔اگر جواب نفی میں ہے تو بلا دلیل ہے اور اگر اثبات میں ہے تو کیا یہ سچ ہے کہ مصحف فاطمہؑ میں موجودہ قرآن مجید کا ایک لفظ بھی نہیں تھا۔

جواب:۔ ہمارا مصحف فاطمہؑ پر یقیناً ایمان ہے لیکن یہ بالکل سفید جھوٹ ہے کہ اس

مصحف میں موجودہ قرآن مجید کا ایک لفظ بھی نہیں تھا۔ یہ بات ہمارے ہاں قطعاً مرقوم نہیں ہے۔ سراسر افترا اور بے بنیاد الزام ہے۔

اعتراض (65): اگر جواب اثبات میں ہے تو فہو المقصود کہ آپ موجودہ قرآن کے منکر قرار پائے اور اگر جواب نفی میں ہے تو ذیل کی عبارت کا جواب دیجئے:

وان عندنا المصحف ومایدرھیم ما مصحف فاطمہ قال قلت وما مصحف فاطمہ قال مصحف فیہ مثل قرانکم ثلاث مرات واللہ مافیہ قرانکم حرف واحد۔ (اصول کافی ایرانی ص ۱۱۵)

بلاشبہ ہمارے پاس سیدہ فاطمہؑ والا قرآن ہے اور ان کو کیا خبر کہ مصحف فاطمہؑ کیا ہے۔ مصحف سیدہ فاطمہؑ کا تمہارے قرآن سے سہ گنا زیادہ ہے خدا کی قسم اس میں تمہارے قرآن میں سے ایک حرف بھی نہیں ہے۔

جواب:۔ میں بڑے دکھ کے ساتھ یہ عرض کرتا ہوں کہ جن لوگوں کے بارے میں قرآن میں ہے کہ قرآن بہتوں کو گمراہ کرتا ہے یقیناً آپ بھی ان ہی افراد میں سے ہیں کہ آپ کو دروازہ علم و حکمت سے کوئی خیرات نہیں ملی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ بہکی بہکی باتیں بناتے ہیں آپ کے اس اعتراض کا جواب بھی بندہ ناچیز اپنی کتاب ذکاء الافہام کے اعتراض ۹۴ کے جواب میں دے چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مصحف اور قرآن ایک چیز نہیں مصحف کئی ہیں مثلاً مصحف عائشہ، مصحف حفصہ، مصحف عبداللہ ابن مسعود اور مصحف عثمان وغیرہم جبکہ قرآن مجید صرف ایک کتاب ہے۔ لہذا جب مصحف فاطمہؑ صرف قرآن نہیں بلکہ اس میں قرآن کی تشریح و تفسیر بھی موجود ہے تو پھر آپ کس طرح کہہ سکتے

ہیں کہ ہم قرآن کو نہیں مانتے اسی عبارت میں یہ وضاحت موجود ہے کہ قرآن اور کتاب ہے جبکہ مصحف فاطمہ قرآن سے سہ گنا بڑی ہے کہ اس میں تفصیلات وتشریحات کے تفسیری نوٹ مرقوم ہیں ابن مصحف کو علم جفر کی ایک کتاب کہا گیا ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب "صرف ایک راستہ" میں "علم جفر واسرار الحروف" کے باب میں اس کی مفصل وضاحت کی ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے اپنی عادت کے مطابق اس عبارت کے ترجمہ میں بھی معنوی تحریف کی ہے مصحف کا ترجمہ قرآن کیا ہے۔ عبارت کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے کہ امام اس عبارت سے قبل علم جفر کی حقیقت ارشاد کرتے ہیں اور اس کے بعد خاموش ہو جاتے ہیں پھر فرماتے ہیں "ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے۔ لوگ کیا جانیں مصحف فاطمہ ہے۔ میں نے کہا کہ وہ کیا ہے (سائل کا تعارف پوچھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مصحف قرآن کے علاوہ کتاب ہے) فرمایا تمہارے اس قرآن سے (بلحاظ تفصیل وتوضیح احکام) وہ مصحف تین گنا ہے۔ واللہ تمہارے اس قرآن میں ایک حرف ہے یعنی اجمال ہے۔ معترض نے بالکل غلط ترجمہ کیا ہے کہ "اس میں سے تمہارے قرآن سے ایک حرف بھی نہیں جب یہ بات مسلمات میں سے ہے کہ قرآن سات حروف میں ہے اور موجودہ قرآن صرف ایک حرف میں ہے تو پھر حدیث میں کونسی ایسی بات ظاہر ہوتی ہے کہ جس سے قرآن کی تکذیب ہو۔ ہم ناظرین سے گزارش کریں گے وہ اصول کافی جلد ا کتاب الحجت باب ۳۹ کی پہلی حدیث ۱۷۱ پر ضرور ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کریں۔

اعتراض (66) جب آپ کے قرآن کی حقیقت معلوم ہو چکی کہ اس قرآن میں موجودہ قرآن کے حروف ہجا میں سے ایک حرف بھی نہیں تو براہ کرم آگاہ فرمایئے کہ آخر وہ کون سے حروف ہیں جن سے ان آیات کا ربط ہے؟

جواب:۔ جب ہم نے آپ کی خیانت ثابت کردی کہ ہم مصحف فاطمہؑ کو قرآن مجید کی تفسیری کتاب مانتے ہیں اور یہ آپ نے جھوٹا الزام لگایا ہے کہ اس مصحف میں موجودہ قرآن کا ایک حرف بھی نہیں ہے تو پھر اعتراض خود بخود باطل قرار پاجاتا ہے باقی مصحف فاطمہؑ کے بارے میں خود اسی حدیث میں یہ مرقوم ہے کہ اس میں قرآن کے احکام کی تفصیل وتوضیح بیان ہوئی ہے اور وہ ضخامت کے اعتبار سے اس قرآن سے سہ گنا ہے۔ راوی حدیث نے آگے بیان کیا ہے کہ امام جعفرؑ صادق کو فرماتے سنا کہ ۱۲۸ ہجری میں منکر فلاسفہ ظاہر ہوں گے میں نے یہ مصحف فاطمہؑ میں دیکھا ہے میں نے پوچھا مصحف فاطمہؑ کیا ہے فرمایا جب رسول اللہ کا انتقال ہوگیا تو سیدہ فاطمہؑ پر ہجوم غم واندوہ ہوا ایسا کہ جس کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا خدا نے ان کے پاس اس غم میں تسلی دینے کیلئے ایک فرشتہ بھیجا جس نے ان سے کلام کیا حضرت سیدہ طاہرہ نے یہ واقعہ امیر المومنینؑ سے بیان فرمایا۔ حضرت علیؑ نے ارشاد کیا اب جب فرشتہ آئے اور تم اس کی آواز سنو تو مجھے بتانا چنانچہ جب پھر فرشتہ آیا تو حضرت فاطمہؑ نے آگاہ فرمایا امیر المومنینؑ فرشتے کی تمام باتوں کو لکھتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ باتیں اس مصحف میں لکھی گئیں۔ پھر امامؑ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں حرام وحلال کا ذکر نہیں بلکہ آئندہ ہونے والے واقعات کا ذکر ہے" اب ظاہر ہوگیا کہ قرآن زمانہ رسولؐ میں نازل ہو چکا تھا اور یہ مصحف بعد از رسولؐ سیدہ طاہرہؑ کی تشفی کی خاطر فرشتے نے بتایا جسے جناب امیرؑ نے محفوظ کیا۔ پس قرآن مجید اور ہے اور مصحف فاطمہؑ دیگر چیز ہے جس میں معصومہ کو آئندہ کے واقعات سے باخبر کیا گیا ہے۔

اعتراض (67):۔ اصول کافی ص ۶۱۱ مطبوعہ ایران میں ہے کہ وہ قرآن اونٹ کی ران جتنا موٹا ہے۔ کیا آپ اس کی تشریح آسان لفظوں میں فرما سکتے ہیں جس سے قلب مطمئن ہو جائے؟؟

جواب:۔ اگر آپ کا ایمان ہے کہ روز قیامت حساب دینا ہوگا تو آپ کو خوف خدا کرنا چاہئے اور دین کے معاملہ میں کذب و افتراء سے اجتناب فرمانا چاہئے۔ اصول کافی میرے سامنے موجود ہے مجھے تو یہ کہیں بھی لکھا نہیں ملا ہے کہ قرآن اونٹ کی ران جتنا موٹا ہے اگر آپ اصل عبارت میں یہ الفاظ ثابت کر دیں تو میں آپ کو منہ مانگا انعام دوں نیز تاحیات آپ کی غلامی قبول کرلوں گا یہ بات کتاب "جامعہ" کے بارے میں اصول کافی میں اس طرح لکھی گئی ہے کہ اصحاب نے پوچھا کہ جفر کیا ہے امام جعفرؑ صادق نے ارشاد فرمایا وہ بیل کی کھال ہے جو مسائل علمیہ سے بھری ہوئی ہے پوچھا جامعہ کیا ہے فرمایا وہ ایک صحیفہ ہے جس کا طول ستر ہاتھ (گز) ہے اور جو لپیٹے جانے کے بعد اونٹ کی ران کے برابر ہو جاتا ہے۔ اس میں وہ تمام باتیں ہیں جن کی لوگوں کو احتیاج ہوتی ہے کوئی مسئلہ ایسا نہیں جو اس میں نہ ہو یہاں تک کہ ہلکے سے زخم کی دیت کا بھی ذکر ہے۔ **(قال لہ فالجامعہ قال تللک صحیفہ طولھا سبعون ذراعاً فی عرض الادیم مثل فخذالفالیج فیھا کل مایحتاج الناس الیہ ولیسن من قضیۃ الاوھی فیھا حتی ارش الخدش)**

پس معلوم ہوا کہ یہ بات کتاب الجامعہ کے بارے میں ہے اگر خدا نے آپ کے دل پر جہالت کا قفل نہیں لگایا ہے تو اس آسان تشریح سے آپ کا اطمینان قلب ہو جانا چاہئے کہ پرانے زمانے میں کتابوں کی موجودہ شکل نہ تھی لوگ کھالوں اور پتوں وغیرہ پر لکھتے تھے۔ لہذا جس چیز پر کتاب الجامعہ لکھی گئی تھی اگر اس کو جوڑ کر رول بنا دیا جاتا تو وہ یقیناً اونٹ کی ران کی برابر بن جاتا۔ یہ کوئی خاص خلاف عقل یا مخالف تجربہ و مشاہدہ بات نہیں ہے۔ ستر ہاتھ کا محاورہ زیادتی کیلئے استعمال ہوا ہے اور آج بھی اگر ستر گز کپڑے کو تھان کی شکل میں لپیٹ لیا جائے تو اس کی موٹائی تقریباً اونٹ کی ران کے برابر ہو جائے گی۔ یہ بات افہام و تفہیم کیلئے کہی گئی ہے جس سے مراد لوگوں کو ضخامت کا تعارف کروانا ہوتا ہے۔

اعتراض (68):۔ اگر آپ یہ مکر کریں کہ قرآن مجید میں "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحفظون" وارد ہے معلوم ہوا کہ قرآن محفوظ ہے لہذا سب روایتیں مردود ہیں تو سوال یہ ہے کہ ملا خلیل قزوینی کی عبارت مندرجہ الصافی شرح اصول کافی ص ۷۹ سطر ۲ باب النوادر جز ششم کا کیا جواب ہے جب اس نے کھلے لفظوں میں اعلان کر دیا ہے۔

"ایں آیت دلالت نمے کند بر محفوظ بودن جمیع القرآن" یہ آیت دلالت نہیں کرتی کہ جمیع القرآن محفوظ ہے کیونکہ اس کے نسخ پر اور آیتیں نازل ہو چکی ہیں یا یہ مراد ہے کہ صرف ایک نسخہ امام مہدی کے پاس محفوظ ہے۔

جواب:۔ مجھے ایسے مکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں تو سیدھا سا آدمی ہوں۔ متمسک بالثقلین ہونے کے علاوہ اور کسی خوبی کا دعویدار نہیں ہوں۔ جاہل ضرور ہوں مگر گدائے باب مدینہ العلم ہوں۔ لہذا اس دروازے کے مخالفین پر محض تمسک کی برکت سے غالب آ جاتا ہوں۔ محترم میری صاف رائے یہ ہے کہ اس آیت کا دراصل موجودہ قرآن سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے اگر کوئی شیعہ عالم بھی ایسا کہتا ہے کہ قرآن موجود کی حفاظت کی دلیل ہے تو مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے اس لیے کہ یہ خلاف واقعہ ہے۔ کیونکہ یہ بات صرف عقیدہ کے تحت تو کہی جا سکتی ہے مگر غیر مسلم اسے صرف خوش فہمی سمجھیں گے۔ جب کتب سنیہ سے مکمل طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قرآن موجود میں بہت سی آیات موجود نہیں۔ کئی سورے چھوٹ گئے ہیں۔ کئی الفاظ سہو کتابت سے غلط لکھے گئے ہیں۔ ترتیب میں تاخیر و تقدیم ہے۔ لفظی و معنوی تغیر پایا جاتا ہے تو خدا کا وعدہ کہاں پورا ہوا ہے اور کس طرح قرآن محفوظ رہا۔ اگر خدا نے قرآن کی حفاظت کا وعدہ فرمایا تو پھر قرآن نذر آتش کیوں ہو گئے؟ آج بھی لوگ کتابت قرآن میں غلطیاں کر جاتے ہیں اور چھپ جاتے ہیں۔ عدالتوں میں لوگ پیسے لے کر جھوٹے قرآن اٹھا کر

گواہیاں دے دیتے ہیں۔ایک ہی آیت کے مختلف مطالب وضع کیے جاتے ہیں اور نزاع پیدا ہوتے ہیں تفرقہ بازی جنم لیتی ہے۔پس ان حقائق کی موجودی میں خدا کا وعدہ حفاظت قرآن موجود معاذ اللہ صحیح ثابت نہیں ہو پاتا ہے اور یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ "الذکر" جس کی حفاظت کا ذمہ خداوند تعالٰی نے لیا ہے وہ ذات محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

چنانچہ قرآن مجید سرکارِ دوعالم ہی کو "ذکر" کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔"**قد انزل الله اليكم ذكراً رسولا يتلوا عليكم ايات الله مبينت** (طلاق پ۲۸)" یعنی (تم کو) آگاہ کرنے کے لئے پیغمبر (محمدؐ) کو تمہارے طرف بھیج دیا ہے جو تم کو خدا کی کھلی کھلی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔(ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد سنی المذہب) اسی لیے احادیث میں اہل الذکر سے مراد اہل الرسول لی گئی ہے۔پس جب میں اس آیت کو حفاظت قرآن موجود کی دلیل ہی تسلیم نہیں کرتا تو پھر اعتراض کے جواب دینے کی ذمہ داری سے بری ہوں۔علامہ قزوینی نے بھی اس آیت کو حفاظت قرآن کی دلیل تسلیم نہیں کیا ہے۔میرے نزدیک قرآن کی حفاظت کے سلسلے میں حدیث ثقلین سے بڑی اور کوئی دلیل نہیں ہے اور خود قرآنی شہادت ہے" **۸۵:۲۱ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ ۸۵:۲۲ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝**" اور امامؑ کا ارشاد ہے کہ لوح محفوظ ہم اہل بیت ہیں۔بلکہ اس کا درجہ محض عربی زبان کی ایک نثر کی کتاب کا ہے۔اگر قرآن اہل بیت کے ساتھ ہے تو کتاب المبین ہے۔شفاء امراض ہے۔ہر مسئلہ حیات و ممات پر حاوی ہے۔

اکیلا کافی نہیں ہے۔پس دعویٰ عام ہے کہ کروڑ قرآن کے نسخے اکٹھے کر لو اور ارب مرتبہ ان سب کی تلاوت کر لو ذرہ برابر بھی ثواب نہ ہوگا اگر اہل بیتؑ کی محبت دل میں نہ ہوگی۔لیکن اگر صدق ایمان سے محمد وآل محمد علیہم السلام کی مودت اور عقیدت کے ساتھ قرآن کا ایک حرف "الف" کہہ دو گے تو بیڑا پار ہو جائے گا۔

اعتراض (69):۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ صاحب تفسیر صافی نے یہ تصریح کی ہے کہ "بل ھوالقرآن مجید فی لوح محفوظ" تو سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے مذکورہ بالا عبارتوں سے صاحب تفسیر صافی کا عقیدہ معلوم نہیں کرلیا۔ کیا اب بھی اس کی تفسیری عبارت سے استدلال درست ہوسکتا ہے؟

جواب:۔ تفسیر صافی کی تمام عبارات کا جواب دے دیا گیا ہے اور ثابت کیا ہے صاحب تفسیر کا عقیدہ تحریف قرآن کے خلاف ہے اور یہی تمام شیعوں کا ہے اس حقیقت کا بھی انکشاف کردیا گیا ہے اہل سنتہ والجماعت اپنے چہرہ تحریف کو چھپانے کیلئے یہ داغدار چادر ہمارے اوپر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تفسیر صافی کی منقولہ عبارتوں کی روشنی میں صاحب تفسیر کی مذکورہ تصریح متعارض قرار نہیں پاسکتی ہے اس لئے استدلال درست ٹھہرتا ہے۔

اعتراض (70):۔ جب آئمہ معصومین (عندکم) کا عقیدہ مطابق تصریحات مذکورہ اس تفسیر کے خلاف ہے تو پھر استدلال کیسا؟

جواب:۔ آئمہ معصومینؑ کا عقیدہ تحریف قطعاً ثابت نہیں ہوسکا ہے بلکہ آئمہ نے بذات خود حفاظت قرآن کر کے اس تفسیر کی تقویت کیلئے دلیل مہیا کردی ہے اگر آئمہ مخالف قرآن ہوتے تو پھر حفاظت کیوں کرتے اور شیعوں کو کتاب اللہ کی پیروی وتمسک کا حکم کیوں دیتے؟

اعتراض (71):۔ کیا آپ کے مذہب میں امام کے قول پر کسی غیر امام کے قول کو ترجیح

دی جاسکتی ہے اگر جواب ثبوت (اثبات) میں ہے تو دلائل پیش کیجئے ورنہ مکر واپس لیجئے۔

جواب:۔ جب تک قول امام پیش نہ کیا جائے اعتراض کی کوئی بنیاد قائم نہیں ہوسکتی کیونکہ کسی امام نے "قرآن الحکیم" مین تحریف کے عقیدہ کی تعلیم نہین دی ہے ورنہ ثابت کیجئے اور منہ مانگا انعام لیجئے۔ پس جب قول ثابت نہیں تو ترجیح کا تقابل کیسے ہوسکتا ہے۔

اعتراض (72):۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ صفین میں حضرت علیؑ کا امیر معاویہؓ کے سامنے موجودہ قرآن پیش کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ شیعہ کا اس قرآن پر ایمان ہے تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ تب مقصود ہوتا جب اہل سنت حضرت علیؓ کی عظمت و منزلت کے منکر ہوتے اور ان کو اہل السنّت والجماعت میں تسلیم نہ کرتے پس جب ایسا نہیں تو مکر قابل تسلیم کریں؟؟

جواب:۔ اولاً یہ بات تاریخ کے خلاف ہے کہ حضرت علیؑ نے معایہ کے سامنے قرآن پیش کیا۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ لشکر معاویہ نے شکست سے بچنے کی خاطر یہ مکاری کی۔ دوم یہ کہ ہم ذات علیؑ کو قرآن ناطق سمجھتے ہیں۔ لہذا ایسی دلیل ہمارے نزدیک کوئی وزن ہی نہیں رکھتی۔ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اگر بزعم شما ہم قرآن پر اعتبار نہیں کرتے ہیں تو پھر وہ قرآن جو ہم پڑھتے ہیں اور جو موجودہ قرآن سے مختلف ہے آج یا کسی ماضی کے زمانہ میں ثبوت کے طور پر پیش کردو تا کہ یہ جھگڑا ختم ہو جائے۔ جب آپ الزام لگاتے ہیں تو اخلاقی اور قانونی تقاضا کو پورا کیجئے اور نسخہ ڈھونڈ کر لایئے جو آپ کے زعم میں ہمارا قرآن ہے یا کبھی تھا۔

اعتراض (73):۔ اگر یہ فکر کیجیے کہ قرآن مجید اور بھی کہیں نہ ہو لیکن لوح محفوظ میں تو ہم محفوظ ہونے کے قائل ہیں تو سوال یہ ہے کی پھر قرآن اور توریت و انجیل میں کیا فرق رہا جبکہ وہ کتابیں بھی لوح محفوظ میں ہیں اگر چہ دنیا میں محرف ہو چکی ہیں۔

جواب:۔ ہم کہتے ہیں کہ لوح محفوظ اہل بیت کے سینے ہیں اور اہل بیت میں کا آخری محافظ قرآن اس دنیا میں موجود ہے جس کے پاس قرآن بھی توریت بھی اور انجیل وزبور وصحائف متفرقہ بھی ہیں۔ خدا کی آیات تک عام انسانی ہاتھ کی رسائی نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے عظمت قرآن کے بارے میں ارشاد کیا ہے کہ اگر قرآن پہاڑ پر اتارا جاتا تو ریزہ ریزہ ہو جاتے جس سے صاف ظاہر ہے عام انسانی ظرف متحمل قرآن ہو ہی نہیں سکتا ہے۔ اسی لئے خدا نے صرف مخصوص ہستیوں ہی کو وراثت و حفاظت قرآن کیلئے منتخب کیا ہے۔ یہ قرآن کی بڑی بے قدری ہوگی اگر ہم اور آپ سب قرآن کے محافظ وارث قرار پا جائیں۔

ہمیں تو صرف اتنا ہی علم قرآن حاصل ہے جتنا ہماری استطاعت کے ظرف سے منطبق ہوسکتا ہے۔ اگر ہم یہ کہنا شروع کردیں کہ ہمارے پاس پورا قرآن اسی طرح ہے جس طرح قلب رسول پر نازل ہوا تو میں دنیا کے سب مسلمانوں کو کہوں گا کہ اس دعویٰ کا ثبوت پیش کریں۔ قران سے پہاڑوں کو چلایا جاسکتا ہے۔ کوئی فرد مسلمان جو بہت بڑا حافظ وقاری مانا گیا ہو ذرا مجھے ایک ریت کا ٹیلہ ہی تلاوت قرآن سے متحرک کر کے دکھا دے۔ جب وارث قرآن نے سورج کو انگلی کے اشارے سے لوٹا کر کائنات کی کایہ پلٹ دی۔ اس کے استاد نے انگلی سے چاند میں شگاف پیدا کر دیا اور چاند کے دونوں ٹکڑے اپنے دامین بامیں گزار کر دکھا دیئے۔ جب آپ کے پاس قرآن کی تاثیر ہی مفقود ہے تو پھر آپ کے مذہب کے مطابق دعوئ حفاظت قرآن ایسا ہی ہے کہ بے جان و مردہ جسم کو کسی لیبارٹری میں محفوظ کرلیا جائے۔ دیگر کتب اور قرآن

میں فرق یہ ہے کہ ان کتابوں کی عبارتیں مفہوم اور اشکال سب محرف ہو چکی ہیں۔ وہ کتابیں ناپید ہیں اور موجودہ محرف کتابوں کا تضاد مضامین ثابت کرتا ہے کہ یہ کتب اصل کتب کی نقل نہیں ہیں۔ جبکہ قرآن مجید کی عبارتیں اور مفہوم میں نہ ہی تضاد ہے نہ اختلاف جس قدر موجودہ زمانہ کی ہدایت کیلئے تعلیمات کافی ہو سکتی ہیں وہ اس میں ظاہر کر دی گئی ہیں اور اگر محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی ہدایات کی روشنی میں اس سے رہنمائی حاصل کی جائے تو یہ ہدایت ہے ورنہ گمراہی کا سبب ہے۔ دیگر نام نہاد اسلامی کتب میں آئے دن تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے جبکہ قرآن میں کوئی رد و بدل نہ کیا جا سکا۔ اگر کوئی تغیر ہوا ہے تو ترتیب میں جس سے ہدایت پر کوئی ضعف نہیں آتا ہے۔ پس چونکہ قرآن موجود ہے اور اس کے مقابلہ میں کوئی دوسرا قرآن نہیں بنا ہے اور نہ ہی اس میں اختلاف ہوا ہے اس لئے یہ خاصیت اسے دوسری کتب پر فوقیت دیتی ہے کیونکہ دوسری کتب میں تضاد ہے جو مانع الہام ہے۔

اعتراض (74):۔ کیا اسی نظریے کے پیش نظر آپ انا لہ لحافظون کا مفہوم مسلم طور پر پیش کر سکتے ہیں؟

جواب:۔ ہم نے عرض کر دیا ہے حفاظت کا وہ مفہوم جو آپ کے زعم میں ہے میرے لئے قابل قبول ہی نہیں ہے۔ لہذا بحث فضول ہوگی۔

اعتراض (75):۔ اگر یہ کہا جائے کہ صحیفہ علویہ ص ۲۰۴ میں قرآن مجید کے فضائل موجود ہیں کیا پھر بھی تحریف کے قائل ہونے کی ملامت ہم پر باقی ہے تو سوال یہ ہے

کہ بحث فضیلت میں ہے یا ایمان بالقرآن میں۔ پھر کیا آپ فضیلت کے باب میں موجودہ قرآن کی قید دکھا سکتے ہیں؟

جواب:۔ آپ کو ملامت کرنے کا حق ہی حاصل نہیں ہے کیونکہ نہ ہی آپ کے مذہب کے مطابق آپ کا قرآن پر ایمان ثابت ہوسکتا ہے اور نہ ہی آپ کو تحریف کے جرم کی سزا سے بچایا جانا ممکن ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ جو ہم پر تحریف کا الزام لگاتے ہیں ہمیں اس کا ثبوت دیجئے کہ کون سے نسخہ قرآن سے آپ ہم کو اس مذموم فعل کا مرتکب قرار دیتے ہیں۔ ڈیڑھ ہزار سال میں کروڑ ہا نسخے قرآن کے لکھے گئے ہیں ان میں سے کوئی ایک ایسا نسخہ لے آیئے جس میں ہم نے تحریف کی ہے۔ جب آپ کے پاس ایسا کوئی ایک بھی ثبوت نہیں ہے تو پھر آپ یہ الزام بلا ثبوت کیوں لگاتے ہیں۔ جب آپ صحیفہ علویہ کے مرقوم فضائل کی موجودگی تسلیم کرتے ہیں تو بتایئے ایمان کے بغیر بھی کسی چیز کی فضیلت کا اقرار ہوتا ہے اور قرآن کی قید تو تب دکھائی جائے جب ہم دو قرآن تسلیم کریں یہ تو آپ پر واجب ہے کہ آپ ثابت کریں کہ فضائل قرآن کے نہیں بلکہ کسی اور قرآن کے ہیں۔ ہم جب قرآن کی تعداد ہی ایک مانتے ہیں تو پھر تخصیص و وضاحت کیسی؟

اعتراض (76):۔ اگر تحریف قرآن کو بقول آپ تسلیم کرلیا جائے تو کیا شہادت کی کوئی وقعت رہتی ہے جبکہ آپ حضرات کا اعلان ہے کہ قرآن کی خاطر جان کو قربان کی تھی؟

جواب:۔ چونکہ ہم تحریف قرآن قبول نہیں کرتے اسی لئے کہتے ہیں قرآن کی حفاظت کے لئے حسین علیہ السلام نے سر کٹایا۔ جبکہ آپ تحریف کے قائل ہیں اور آپ کے مذہب کے سرخیل شخص نے یزید کی بیعت کو خدا اور رسول کی بیعت کہا اور قرآن سے محروم ہوا۔ بخاری اور مسلم شریف میں ان

صاحب کا تعارف حاصل کر لیجے۔ آپ کا قرآن وہ ہے جس کے حفاظ و قاریوں نے قتل حسینؑ کا فتویٰ دیا اور ہمارا قرآن وہ ہے جس کی تلاوت کٹے ہوئے سر نے نیزہ پر کی۔

اعتراض (77):۔ اگر یہ مکرر کیا جائے کہ اہل سنت بھی تو نسخ کے قائل ہیں۔ کیا وہ تحریف میں شمار نہیں ہوتا تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ نسخ اور تحریف کے درمیان ما بہ الامتیاز لغوی اور اصطلاحی فرق بتایئے؟

جواب:۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اہل سنتہ والجماعتہ نسخ سے واقف ہی نہیں ہیں اور وہ تحریف ہی کو نسخ کہہ کر اپنا عیب چھپاتے ہیں۔ ورنہ نسخ و تحریف میں بہت فرق ہے۔ نسخ کے لغوی معنی مٹانے کے ہیں اور اصطلاحی معنی نسخ الایتہ بالآیتہ یعنی ایک آیت کو دوسری آیت کے حکم سے اللہ تعالیٰ کا بدلنا۔ تحریف کا لغوی معنی رُخ بدلنا ہے جبکہ اصطلاحی معنی کسی عبارت کے معنی یا الفاظ بدل دینے کے ہوتے ہیں۔

اعتراض (78):۔ کیا نسخ امن ایۃ اور "یحرفون الکلمہ عن مواضعہ" میں پروردگارِ عالم نے یہ واضح نہیں کر دیا کہ نسخ فعل اللہ ہوتا ہے اور تحریف فعل العباد؟؟

جواب:۔ یہی تو ہم کہتے ہیں نسخ فعل خدا ہے نسخ معنی ہیں کہ ایک حکم منسوخ ہو تو دوسرا اس کی جگہ ناسخ آئے پس سُنی جس کو منسوخ کہتے ہیں اس کی ناسخ دکھانے سے قاصر رہ جاتے ہیں لہذا ان کے مذہب میں تحریف ثابت ہو جاتی ہے کیونکہ منسوخ بلا ناسخ محرف ہوگا۔

"میری گذارش یہ ہے کہ مذہب اہل سنتہ و الجماعتہ میں نسخ فعل اللہ ثابت نہیں ہو سکتا ہے بلکہ یہی نسخ جرم تحریف کے لئے آڑ بنایا گیا ہے۔ پس اب مجھے موقعہ ہاتھ لگ گیا ہے کہ اسی پردہ کو چاک کردوں تاکہ چہرہ تحریف بے نقاب ہو کر ہر شخص کے سامنے نمایاں ہو جائے۔ اول ہم نسخ کے معنی سُنیوں کی مشہور تفسیر خازن سے نقل کرتے ہیں"۔

"لفظ نسخ کی وضع لغوی بمعنی نقل وتحویل ہے۔ اسی معنی سے نسخ الکتاب ہے وہ نسخ ہے کہ ایک تحریر ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کردی جائے۔ نقل کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ عبارت کی صورت اولی مٹادی جائے۔ بلکہ نقل یہ چاہتی ہے کہ نوشتہ اول کی مانند تحریر دوسری جگہ رکھی جائے۔ اسی معنی سے پورا قرآن منسوخ ہے اس لئے کہ قرآن لوح محفوظ سے نقل ہوکر آیا تھا اور سب کا سب دنیا پر نازل ہوتا تھا اور کبھی نسخ بمعنی رفع وازالہ بھی مستعمل ہوتا ہے وہ ایک چیز کو دوسری بعد والی چیز سے زائل کردیتا ہے۔ مثلاً آفتاب کا سایہ کو اور بڑھاپے کا جوانی کو دور کرنا۔ پس آیں معنی بعض قرآن منسوخ ہے اور بعض قرآن ناسخ ہے اور یہی معنی آیہ ناسخ آیۃ میں مراد ہے اس آیت میں نسخ کے معنی ہیں۔ ایک حکم کو بعد والے حکم سے زائل کرنا"۔ (تفسیر خازن بغدادی جلد ۱ص ۸۰) پس "نسخ" تقاضا کرتا ہے کہ ایک حکم کی جگہ دوسرا حکم قائمقام آئے پس اگر آپ کا دعویٰ نسخ ہے تو تمام منسوخات کا بدل ناسخات کی صورت میں قرآن میں

دکھانا آپ کے ذمہ ہے۔ اس ضعف کو آپ کے علامہ ابن حصار نے رفع کرنے کی کوشش کی ہے اور لکھتے ہیں کہ "اگر کہا جائے قرآن میں بغیر بدل کے نسخ کیسے ہوگیا حالانکہ خدا نے فرمایا ہے "**ماننسخ من آية** "ہم کسی کو نسخ یا ترک نہیں کرتے کہ اس سے بہتر یا اس کا مثل لاتے ہیں اور یہ ایسی چیز ہے جس میں غلطی کو دخل نہیں ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے کہ ہم کہیں گے جو اس وقت قرآن میں موجود ہے اور منسوخ نہیں ہوا ہے پس وہ بدل ہے ان آیتوں کا جن کی تلاوت نسخ ہو چکی ہے۔ الغرض اللہ نے قرآن کا جتنا حصہ نسخ فرما دیا جو اس وقت ہم کو معلوم نہیں ہے اسی کے بدلے میں یہ ہے جو ہمارے علم میں آچکا ہے۔ جس کے الفاظ اور معانی تواتر کے ذریعہ سے ہمارے پاس پہنچے ہیں"۔ (اتقان جلد ۲ ص ۲۷)

لیکن مجیب کہتا ہے کہ یہ انتہائی لغو اور مہمل انداز صفائی ہے لہذا علمائے شیعہ نے اس عبارت پر کئی اعتراضات اٹھائے ہیں۔ اول اعتراض یہ ہے کہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ کو یقینی طور پر سلسلہ نسخ تلاوت کا ختم ہونا معلوم تھا اور آیت کے بدل کا آجانا علم رسولؐ میں تھا تاکہ قرآن موجود میں ہر ایک منسوخ التلاوہ کا بدل مقصود ہو سکے حالانکہ سُنی مسلک کے مطابق یہ مطلب صحیح نہیں ہے کیونکہ زمانہ رسولؐ میں قرآن کے جمع ہونے کی دلیل میں اہل سنت سر فہرست اسی بات کو لیتے ہیں کہ حضورؐ کو آخر حیات تک نسخ تلاوت کا انتظار تھا لہذا عہد نبوی میں قرآن مجموع و مرتب نہ ہو سکا پس پھر یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ حضورؐ کو سلسلہ نسخ تلاوت کا انتظار تھا لہذا الیقین ہو گیا تھا ورنہ بروئے مسلک سُنیہ آپ نسخ تلاوت کا انتظار کیوں فرماتے؟ دوم یہ کہ یہ بات واقعتہً غلط ہے کہ جتنی آیات منسوخ التلاوہ تسلیم کی جاتی ہیں ان کا بدل اس قرآن موجود میں موجود ہے۔ ورنہ آئیہ رجم، آیہ رضا کبیر پانچ رکوع والی سورہ احزاب کی ۱۲۷ آیتیں منسوخ التلاوہ کہی جاتی ہیں ہر ایک کا بدل قرآن موجود میں دکھایا جائے اور حدیث متواتر سے ایسا بدل صحیح ثابت کیا جائے۔ پھر روایات سُنیہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جنگ

یمامہ میں بہت سا قرآن صحابہ کے ساتھ شہید ہو گیا۔ یہ آیات نہ منسوخ التلاوۃ تھیں کہ قرآن میں ان کا بدل فرض کیا جائے اور نہ ہی اس قرآن میں بروئے اہل سنتہ ان آیات کا وجود ملتا ہے۔ سوم اعتراض یہ ہے کہ یہ بات بھی حقیقت کے خلاف ہے کہ آپ کو منسوخ التلاوۃ آیات کا علم نہیں ہے اگر ایسا ہے تو نسخ تلاوت میں مثالیں کس بنیاد پر لکھی گئی ہیں۔ چہارم اعتراض ہے کہ جب وہ منسوخ التلاوۃ آیات آپ کو معلوم نہیں ہیں اور ان کے احکام کی اطلاع آپ کو نہیں ہوئی ہے تو پھر آپ نے لاعلمی کے باوجود یہ کیسے سمجھ لیا کہ فلاں فلاں آیت ناسخہ ہے اور ان کی آیا منسوخہ نا معلوم کا بدل ہے۔ پانچواں اعتراض یہ ہے کہ یہ بات آپ کے مذہب سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ الفاظ قرآن متواتر ہیں کیونکہ آج تک آپ یہ فیصلہ کرنے سے قاصر ہیں کہ بسم اللہ جزو سورہ ہے یا نہ۔ نیز اختلاف قرأت بکثرت موجود ہے جو تواتر لفظی کے منافی ہے تو اتر معانی کا دعویٰ بھی مہمل ہے ورنہ اہل سنتہ آیات قرآنیہ کے معنی میں اختلاف کر کے متعدد فرقوں میں تقسیم نہ ہو جاتے۔ پھر اگر تواتر ثابت بھی ہوتا ہے تو محرف۔ پس جب نسخ ثابت نہ ہوا تو لامحالہ تحریف آپ کے حصہ میں آئی۔

اعتراض (79):۔ اگر آپ مکر کریں کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن جلوا دیئے تھے لہذا اہل سنت کا ایمان بھی قرآن پر نہ رہا تو سوال یہ ہے کہ یہ کہاں لکھا ہے قرآن جلا دیئے تھے۔ کیا بخاری شریف میں یہ عبارت موجود نہیں "امران یحرق بسما سواہ من القران" کیا تفسیری نوٹوں کا جلا دینا بھی قابل عیب ہے؟

جواب:۔ حضرت عثمان کا قرآنوں کو جلانا کم از کم ان معتبرہ کتب اہل سنتہ میں مرقوم ہے بمطابق حوالہ جات ملاحظہ فرمالیں:

ا۔ صحیح بخاری پ ۲۱ باب فضائل القرآن ص ۲۵ مطبوعہ بمبئی جلد ۲

۲۔ مشکوٰۃ شریف مطبوعہ محمدی دہلی ص ۱۵۰

۳۔ تفسیر خازن جلد ا ص ۸

۴۔ اتقان ص ۸۴

۵۔ تاریخ اعثم کوفی فارسی ترجمہ مطبوعہ بمبئی ص ۱۴۷

۶۔ روضۃ الاحباب جلد ۲ ص ۲۲۹

۷۔ صواعق محرقہ مطبوعہ مصر ص ۱۰۱

۸۔ تاریخ خمیس مطبوعہ مصر جلد ا ص ۳۰۴

۹۔ تحفہ نذریہ ص ۵۵

۱۰۔ فتح الباری اور فیض الباری وغیرہ

بخاری شریف میں جو عبارت لکھی گئی ہے اس سے بھی صاف ظاہر ہے سوائے القرآن (مصحف عثمان) کے سب کا احراق کر دینے کا حکم ہوا۔ اگر کوئی شخص بخاری کے متن سے یہ ثابت کر دے کہ تفسیری نوٹوں کے جلانے کا حکم دیا گیا ہم اس کو منہ مانگا انعام دیں گے اور پھر اگر بالفرض محال یہ قیاس آرائی مان لی جائے تو بھی تفسیری نوٹوں کا علیحدہ لکھا جانا ثابت نہ ہو سکے گا کیونکہ یہ نوٹ قرآن ہی کے حاشیے میں لکھے گئے تھے اور جب وہ تفسیری نوٹ جلائے گئے تو یقیناً آیات قرآنیہ بھی جل گئی ہوں گی۔

اعتراض (80):۔ اگر کوئی شخص کہنہ مسجد کو گرا دے اور اس کے قائم مقام نئی تعمیر کر دے تو کیا یہ بھی قابل اعتراض ہے؟

جواب:۔ پرانی مسجد کو گرا کر نئی مسجد بنا دینا کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے لیکن اگر مسجد

ایک کنال کے احاطہ میں ہو اور اس کے قطعہ زمین میں سے کچھ زمین کو کاٹ کر کسی دوسرے غیر دینی مصرف میں لیا جائے اور بقیہ حصہ پر اپنی مرضی کا سامان عمارت لگا مسجد کھڑی کر دی جائے تو یہ حرکت یقیناً قابل اعتراض ہوگی۔

اعتراض (81):۔ جس روایت میں خرق آیا ہے اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو کیا پھر تحریق کا مفہوم باقی رہے گا؟؟

جواب:۔ قتل چاقو سے کیا جائے یا پستول کی گولی سے، مفہوم قتل قائم رہے گا۔ اب تحریق ہو یا اخراق بات ایک ہی رہتی ہے جبکہ زیادہ شواہد جلانے کے ہی ہیں اس لئے کثرت شہادت کی بنا پر رائے و فیصلہ کا جھکاؤ احراق کی طرف ہوتا ہے۔

اعتراض (82):۔ خرق بعد الغسل تو آپ کے نزدیک قابل عمل ہے پھر اعتراض کیسا؟

جواب:۔ اعتراض اس لئے ہے کہ وہاں استحباب و استحقاق کا فقدان ہے۔

اعتراض (83):۔ اگر تسلیم کر لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ جس قرآن مجید کی اشاعت کی تھی وہی موجودہ قرآن تھا یا کوئی اور، اگر کوئی اور تھا تو ثابت کیجئے؟

جواب:۔ میں کہتا ہوں کہ جو قرآن جلائے گئے تھے وہ یہی تھے یا کوئی اور اگر کوئی اور تھے

صحابی عادل نہ قرار پائے۔ اور اگر یہی تھے تو توہین کا ارتکاب ثابت ہوا۔ بہر حال یہی قرآن تھا جس کی اشاعت ہوئی۔

اعتراض (84):۔ اگر موجودہ قرآن تھا تو آپ کا یہ استدلال پیش کرنا تحریف کے قائل ہونے کے سلسلے میں غلط ٹھہرا۔ کیونکہ جس کا ایمان نہ ہو کیا وہ بھی اس پر عمل اور اس کی مذہبی طور پر اشاعت کر سکتا ہے؟

جواب:۔ تفسیری نوٹوں کا احراق و اخراق آپ نے قبول کیا ہے ظاہر ہے کہ آپ کے مذہب میں صحابہ کی عدالت مسلمہ ہے لہذا ضروری ہوا کہ نوٹ صحابہ نے بمطابق ہدایت و تعلیم رسولؐ ہی محفوظ و مرقوم کیے ہوں گے اور تعلیم رسولؐ سراسر ہدایت تھی پس ان فرمودات رسولؐ کی تضیع دراصل ہدایت کے احکامات و تعلیمات میں تحریف تھی۔ اگر وہ نوٹ باعث گمراہی ہوتے یا بے فائدہ ہوتے یا فضول و بیکار ہوتے تو نہ ہی رسول اللہ ان کو بتاتے اور نہ ہی صحابہ لکھتے بصورت دیگر عصمت رسولؐ اور عدالت صحابہ مجروح ہوتی ہے۔ پس ان تفاسیری ارشادات کو ضائع کرنا تعلیم رسولؐ میں تحریف کہی جائے گی۔ باقی جنہوں نے قرآن کو نذر آتش کر دیا ان کا ایمان بالقرآن مشکوک قرار پا گیا۔ باقی رہ گئی اس کی اشاعت کرنا تو یہ ایک سیاسی حربہ تھا۔ اشاعت قرآن اگر دلیل ایمان بن جائے تو پھر آج عیسائی مشنریاں بھی قرآن شائع کر رہی ہیں۔ نولکشور نے بھی قرآن چھاپے تھے۔ مرزائی بھی قرآن ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں لیکن یہ اشاعت قرآن ان کا ایمان ثابت نہیں کر سکتی ہے۔

اعتراض (85):۔ اگر یہ مکر کیا جائے کہ اہل سنت کے قرآن کی فلاں سورت کو

بکری کھا گئی تھی تو سوال یہ ہے کہ اس سے ایمان بالقرآن کیسے ثابت ہوا۔ سورۃ کھا جائے بکری اور ثابت ہو آپ کا ایمان بالقرآن؟؟

جواب:۔ یہ روایت بھی آپ ہی کے عدم ایمان کی دلیل ٹھہرتی ہے کہ جو حصہ قرآن بکری ہضم کر گئی اور بی بی عائشہ نے اس کی گواہی بھی دے دی تو پھر کیا وہ آیت جزو قرآن تھی یا نہ۔ اگر تھی تو اپنے مذہب کے مطابق موجودہ قرآن میں دکھایئے اور نہ تھی تو آپ کے مطابق قرآن میں کمی ہوئی اگر نہیں ہوئی تو عائشہ صاحبہ کاذبہ ٹھہریں۔ بہر صورت جو بھی بکری بکرے کا کھیل ہو آپ کے لئے مضر ہوا۔ ہم جو قرآن پر ایمان رکھتے ہیں ہمارے نزدیک قرآن دنیا میں محفوظ ہے اور موجود ہے۔ یہ آپ کے گھر کا معاملہ ہے کہ قرآن میں کمی بھی مانتے ہیں اور پھر بھی تحریف کا الزام بلاوجہ ہم پر تھوپتے ہیں۔ جبکہ ہم قرآن مجید تک انسانی ہاتھ کی رسائی تک کا بھی ہونا ممکن نہیں جانتے جب ہمارا عقیدہ یہ ہے تو پھر ہم قابل تحریف کیسے ٹھہرے؟

Knowledge for All
e-Sakina
Pakistan Sindh
Hyderabad

اعتراض (86):۔ قرآن کا مقام کاغذ کی سطح یا مسلمانوں کا دل ہے براہ کرم قرآنی آیات سے ثابت کیجئے؟

جواب:۔ قرآن کا مقام نہ ہی کاغذ کی سطح ہے اور نہ مسلمانوں کا دل ہے بلکہ اس کی منزل قلب محمد مصطفیٰ ہے۔

اعتراض (87):۔ محدث نوری ایک مشہور شیعہ عالم تھے۔ انہوں نے تحریف کے

اثبات کے لئے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام "فصل الخطاب" ہے۔ اگر شیعہ تحریف کے قائل نہیں ہیں تو وہ اس کتاب کی تردید کیوں نہیں کرتے؟؟

جواب:۔ جب یہ کتاب شائع ہوئی تو شیعہ محققین نے اس کتاب کی تردید میں کتابیں لکھی تھیں جن میں سے کچھ حسب ذیل ہیں

ا۔ فقیہ محقق شیخ محمود فرزند مرحوم شیخ ابوالقاسم المعروف بہ معرب تہرانی (المتوفی ۱۳۱۳ھ) نے فصل الخطاب کی تردید میں تین سو صفحات پر مشتمل کتاب لکھی۔ جس کا نام "کشف الارتیاب فی عدم تحریف الکتاب" ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے مضبوط دلائل سے تحریف قرآن کی نفی کی تھی اور جب محدث نوری نے اس کتاب کو پڑھا تو انہوں نے اپنے کچھ نظریات دیئے تھے۔

۲۔ سید محمد حسین شہرستانی المتوفی (۱۳۱۵ھ) نے فصل الخطاب کی تردید میں عمدہ کتاب لکھی جس کا نام انہوں نے "**حفظ الکتاب الشریف عن شبهة القول بالتحریف**" رکھا۔

۳۔ علامہ شیخ محمد جواد بلاغی (۱۲۸۴۔۱۳۵۱ھ) نے اپنی کتاب "الاء الرحمٰن" کے مقدمہ میں فصل الخطاب کی تردید کی۔

۴۔ مرجع عالیقدر سید ابوالقاسم خوئی (۱۳۱۷۔۱۴۱۱ھ) نے تفسیر "البیان" میں ایک فصل قائم کی ہے جس کا عنوان "**صیانة القرآن عن التحریف**" ہے۔ اس فصل میں انہوں نے محدث نوری کی بیان کردہ احادیث کا مدلل جواب دیا ہے۔

۵۔ ہمارے استاد بزرگوار مرحوم آیت اللہ خمینی رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: محدث نوری ایک صالح اہل تشیع تھے لیکن انہیں ضعیف وعجیب وغریب روایت جمع کرنے کا بڑا اشتیاق رہتا تھا وہ ایسی روایات نقل کرتے تھے جنہیں انسانی عقل قبول نہیں کرتی تھی۔

مگر اس کے باوجود فصل الخطاب انتہائی قدر وقیمت کی حامل ہے۔واضح رہے کہ فصل الخطاب میں تحریف کے اثبات کے لئے مجموعی طور پر ۱۱۲۲ احادیث سے ثابت کیا گیا ہے۔ان میں سے اکسٹھ روایات ایسی ہیں جن میں عمومی طور پر تحریف کا اثبات کیا گیا ہے جب کہ ۱۰۶۸ روایات میں خاص جگہوں کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں تحریف واقع ہوئی ہے۔مذکورہ روایات کی بھاری اکثریت کو بے سند اور بے اعتبار کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔بعض ایسی کتابوں سے بھی روایات نقل کی گئی ہیں جن کے مولف ہی مجہول ہیں یا ان کی سند منقطع ہے یا پھر جعلی اور بے اعتبار ہیں۔فصل الخطاب کی زیادہ تر روایات حسب ذیل تین کتابوں سے ماخوذ ہیں۔

۱۔کتاب قراءات۔مئولفہ احمد بن محمد سیاری۔اس کا تعلق آل طاہر کے کاتبوں سے تھا اور اس کے متعلق علماء لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف الحدیث، فاسد المزہب اور زیادہ تر مرسل روایات نقل کرتا تھا۔ (فہرست شیخ طوسی ص ۴۷ شمارہ ۷۰۔رجال نجاشی جلد اول ص ۲۱۱ شمارہ ۱۹۰)۔

۲۔کتاب علی بن احمد کوفی (المتوفی ۳۵۲ھ) علمائے رجال نے اسے کذاب اور باطل کا پرستار قرار دیا ہے۔

علم الرجال کے مشہور شیعہ ماہر "نجاشی" اس کے متعلق لکھتے ہیں

وہ کوفی تھا اور آل ابوطالب میں سے تھا اس نے زندگی کے آخری ایام میں "غلو" کا عقیدہ اپنایا تھا۔ اس کا مذہب ختم ہوگیا۔ اس نے بہت سی کتابیں لکھی تھیں اور اس کی اکثر کتابیں خطا اور اشتباہ سے بھری ہوئی ہیں۔ البتہ غالیوں کے ہاں اس شخص کا بڑا مقام ہے۔ (رجال نجاشی جلد۲ص۹۶ شمارہ ۶۸۹)

۳۔ تفسیر علی بن ابراہیم قمی۔ یہ تفسیر اگر چہ علی بن ابراہیم کے نام سے معروف ہے لیکن یہ ساری کتاب ان کی تالیف نہیں ہے۔ اس کتاب کا ایک حصہ انہوں نے لکھا تھا جب کہ کچھ حصہ ابوالجارود کا لکھا ہوا ہے۔ علی بن ابراہیم قمی کے شاگرد نے ابولجاردو کے لکھے ہوئے حصہ کو بھی ان کی تحریر کے ساتھ شامل کر دیا تھا۔

عجیب بات یہ ہے کہ اس کتاب کا روای جو اپنے کو علی بن ابراہیم کا شاگرد بتاتا ہے اور اس کا نام ابوالفضل عباس بن محمد بن علوی ہے، وہ مجہول ہے اور کتاب رجال میں ان کا کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ اسی لئے ایسی تفسیر پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

(تفسیر قمی کی قدر و قیمت معلوم کرنے کیلئے کتاب "کلیات فِی علم الرجال "۳۲۹۔۳۴۰ کی طرف رجوع فرمائیں") چنانچہ اس طرح کی کتابوں سے محدث نوری نے ۸۱۵ روایات نقل کی ہیں۔ اگر ان روایات کو علیحدہ کر دیا تو پھر ۳۰۷ روایات باقی بچتی ہیں اور ان میں سے ۱۰۷ روایات کا تعلق اختلاف قرات سے ہے اور مسئلہ تحریف سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ جبکہ محدث نوری نے صرف ۲۰۰ روایات معتبر کتابوں سے نقل کی ہیں جو کہ سب کی سب قابل توجیہ ہیں یا پھر یہ کہ وہ سرے سے تحریف پر دلالت ہی نہیں کرتیں اور محدث نوری نے انہیں خواہ مخواہ تحریف کی روایات میں شامل کیا ہے۔ جو حضرات اس مسئلہ کے تفصیلی جائزے کے خواہش مند ہوں تو انہیں آیت اللہ معرفت کی کتاب "**صیانۃ القرآن من التحریف**" کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔ (مزید معلومات کیلئے سید ہاشم المعرف حسینی لبنانی کی کتاب

بین التصوف والتشیع کا مطالعہ فرمائیں اس کتاب کا اُردو زبان میں ترجمہ شائع ہو چکا ہے جس کا نام "تصوف اور تشیع کا فرق" ہے)۔

اعتـــراض(88):۔ کہا جاتا ہے کہ شیعوں کے پاس ایک اور قرآن ہے جسے "مصحف فاطمہ" کہا جاتا ہے۔ یہ بات کس حد تک صحیح ہے؟

جواب:۔ قرآن کریم میں لفظ "صحف" استعمال ہوا ہے جس کے معنی کتاب کے ہیں جیسا کہ فرمان خداوندی ہے۔

۱۰ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ہ (سورہ التکویر آیت ۱۰)

(جب اعمال نامے پھیلا دیئے جائیں گے)۔

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔

۱۸ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ہ ۱۹ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ہ (سورہ اعلیٰ ۱۸/۱۹)

(یہ بات پہلے صحیفوں میں موجود ہے۔ ابراہیم اور موسیٰ کی کتابوں میں)۔

لفظ مصحف بھی اسی مادہ سے ماخوذ ہے جس کا معنی رجسٹر یا جلد شدہ کتاب کے ہیں۔ واضح رہے کہ صدر اسلام اور حضرت رسول اکرمؐ کی حیات طیبہ میں قرآن کریم کو لفظ "مصحف" سے یاد نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ ہر کتاب کو لفظ مصحف سے یاد کیا جاتا تھا۔

اب ابی داؤد سجستانی نے قرآن کریم کو مصحف میں جمع کرنے کے متعلق محمد ابن سیرین سے یہ روایت نقل کی ہے:

جب نبی ﷺ کا انتقال ہوگیا تو علیؑ نے فرمایا:

"اقسم علی علی ان لایرتدی الرداء الا لجمعة حتی یجمع القران مصحف"

(علیؑ نے قسم کھائی ہے کہ وہ جمعہ کے علاوہ اپنی دوش پر ردا نہیں رکھیں گے جب تک قران ایک مجلک شکل میں جمع نہ کردے)۔

ابوالعالیہ نے لفظ مصحف کو مجلد کتاب کے معانی میں استعمال کرتے ہوئے کہا

"انهم جمعوالقران فی مصحف فی خلافة ابی بکر"

(انہوں نے حضرت ابوبکر کے دور خلافت میں قران کو "مصحف" میں جمع کیا)

ابوالعالیہ نے مزید کہا:

ان عمربن الخطاب امر بجمع القران و كان اول من جمعه فی المصحف۔ (کتاب المصاحف تالیف حافظ ابوبکر عبداللہ بن ابی داؤد سجستانی ص ۹۔۱۰)

(عمر بن خطاب نے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا اور وہ پہلا شخص ہے جس نے قرآن کو "مصحف" میں جمع کیا)۔

مذکورہ جملوں سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں "مصحف" بڑے رجسٹر یا مجلد کتاب کو کہا جاتا تھا جس کے اوراق کو منتشر ہونے سے بچانے کیلئے جلد بندی کردی جاتی تھی پھر وقت گزرنے کے ساتھ

ساتھ لفظ "مصحف" کے مفہوم میں تبدیلی آئی اور اس کا معنی قرآن کیا جانے لگا۔ ہمارے ائمہ کرام کی روایات میں بھی لفظ "مصحف" جلد شدہ کتاب یا لکھے ہوئے رجسٹر کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"من قرا القران فی المصحف یتمتع ببصره" (اصول کافی: ج۲ ص۶۱۳)

(جو کوئی قرآن کو مجلد کتاب سے پڑھے تو وہ اپنی نگاہ سے لطف اندوز ہوتا رہے گا)۔

ایک اور مقام پر آپ نے فرمایا:

"قراۃ القران فی المصحف تخفف العذاب عن الوالدین" (اصول کافی جلد۲ ص۶۱۳)

(مصحف پر دیکھ کر قرآن کو پڑھنے سے والدین کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے)۔

مورخین نے خالد بن معدان کے حالات زندگی میں یہ کلمات لکھے۔

"ان خالد بن معدان کان علمه فی مصحف له از ارو عری" (المصاحف سجستانی ص۱۳۴۔۱۳۵) (خالد بن معدان نے اپنی معلومات کو ایک کتابچہ میں لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور کتابچہ پر اس نے بٹن لگوائے تھے اور اس کو پکڑنے کی جگہ بھی بنوائی ہوئی تھی) واضح رہے کہ خالد بن معدان تابعی تھا اور اسنے ستر صحابہ سے ملاقات کی تھی۔ ابن اثیر نے اس کے حالات مادہ "کلاعی" میں نقل کیے ہیں۔ (اللباب فی تھذیب الانساب، ابن اثیر جلد۳ ص۲۶۔۶۳) مذکورہ بیانات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ پہلی صدی ہجری کے اختتام تک لفظ "مصحف" قرآن کریم کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔ یہ لفظ کسی بھی مجلد کتاب اور کسی بھی ایسے مجلد رجسٹر کیلئے استعمال ہوتا تھا جس میں لوگ اپنی معلومات کو جمع کرتے تھے۔ قرآن مجید کو "صحف" کہنے کا رواج بہت بعد میں ہوا اور اس

کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ الفاظ قرآن ذہن سے باہر آئے اور انہیں اوراق پر منتقل کیا گیا اور ایک مجلد کتاب کی شکل دی گئی۔ کلینی نے الکافی میں ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے "**ان الائمة محدثون مفهمون**" اور اس موضوع کی احادیث جمع کی ہیں۔ تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ "محدث" وہ ہوتا ہے جو فرشتے کی آواز کو سنتا ہے لیکن اسے فرشتہ دکھائی نہیں دیتا۔ پھر کلینی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ تمام ائمہ اہل بیت "محدث" تھے۔ **(اصول کافی جلد اول ص ۳۲۵۔۳۲۷)**

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا محدث تھیں

رسول اکرمؐ کی دختر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اپنے کمال وجود کی وجہ سے "محدثہ" تھیں یعنی آپ فرشتے کی آواز سنتی تھی لیکن دیکھ نہیں سکتی تھیں۔ جب آپ کے والد ماجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو آپ پر غموں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبریل امینؑ آپ کے گھر میں آتے تھے اور آکر حضرت سیدہؑ کو آنے والے حالات سے آگاہی دیتے تھے اور اس طرح سے بی بی کو تسلی اور ڈھارس بندھاتے تھے۔ آیئے مصحف فاطمہؑ کی خصوصیات اولاد فاطمہؑ کی زبانی سنیں: امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو وفات دی تو شدید غم نے حضرت فاطمہؑ کو گھیر لیا تب اللہ تعالیٰ نے سیدہ کی تسلی کیلئے ایک فرشتے کو بھیجا۔ حضرت فاطمہؑ اس کی زبان سے جو کچھ سنتی تھیں امیر المومنینؑ سے بیان فرمادیتی تھیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جب آپ فرشتہ کی آواز سنیں تو مجھے آگاہ کریں تاکہ میں اس کی کہی ہوئی باتوں کو لکھ لوں۔ چنانچہ فرشتہ حضرت فاطمہؑ سے کلام کرتا تھا اور حضرت علیؑ اسے لکھ لیتے تھے یہاں تک کہ وہ ایک کتابچہ کی شکل میں جمع ہوا۔ اور اسے "مصحف" کا نام دیا گیا۔ اس میں حلال وحرام کے مسائل نہیں تھے۔

بلکہ اس میں آنے والے واقعات کی جھلکیاں تھیں۔(الکافی جلد اول، باب فیہ ذکر الصحیفۃ حدیث۲)

اعتراض(89):۔ کیا حضرت علی بن ابی طالبؑ کے پاس کوئی علیحدہ مصحف موجود تھا؟

جواب:۔یہ سوال دو طرح سے پیش کیا جاتا ہے:

ا۔کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ مصحف علؑی سے کیا مراد ہے؟

۲۔کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ " کتاب علؑی "سے کیا مراد ہے؟

" مصحف علؑی " سے قرآن کریم کا وہ نسخہ مراد ہے جسے آپ نے ترتیب نزول کے مطابق جمع کیا تھا۔ابن ندیم "فہرست " میں لکھتے ہیں کہ امیر المومنینؑ نے یہ محسوس کیا کہ لوگ وفات پیغمبر کو اپنے لئے فال بد تصور کر رہے ہیں اسی لئے آپ نے قسم کھائی کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلوں تب تک اپنے کندھے پر چادر نہیں ڈالوں گا۔آپ نے تین دنوں میں قرآن جمع کیا اور مسجد میں لے آئے۔(تاریخ القرآن ص۷۶ تالیف ابوعبداللہ زنجانی (المتوفی ۱۳۶۰ھ) طبع قاہرہ با مقدمہ احمد امین مصری) یعقوبی لکھتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالبؑ نے رسول خداؐ کے وصال کے بعد قرآن جمع کیا تھا اور اسے سات حصوں میں تقسیم کیا تھا۔اس وقت قرآن مجید کے ساتھ اجزا اور ان میں مرقوم سورتوں کو یاد کیا جاتا تھا۔(تاریخ یعقوبی (ابن واضح اخباری) جلد۲ ص۱۳۶) یعقوبی نے حضرت علؑی کے جمع کردہ قرآن کی جو خصوصیات بیان کی ہے اگر اس پر غور کیا جائے تو اس سے یہ بات معلوم ہوگی کہ اس کا موجودہ قرآن کے ساتھ سورتوں کے لحاظ سے کوئی اختلاف نہیں تھا البتہ اگر کوئی اختلاف تھا تو سورتوں کے جمع کرنے کی کیفیت کا تھا۔

اگر ایسا قرآن فی الواقع موجود ہوتا تو اس کی وجہ سے کسی تحریف کا خطرہ پیدا نہیں ہوسکتا تھا، علؑی کے مصحف ہی میں سورتوں کی ترتیب کا فرق نہیں تھا۔ ابن عباس کے مصحف میں بھی سورتوں کی ترتیب کا فرق پایا جاتا تھا۔ اب ہم دوسرے سوال کا جواب عرض کرتے ہیں: " کتاب علی" سے وہ چیز مراد ہے جسے امیر المومنینؑ نے حیات رسول میں لکھا تھا آپ رسول خدا سے جو بھی حلال وحرام کا مسئلہ سنتے یا دوسرے مطالب سنتے تھے ان سب کو لکھ لیتے تھے۔ رسول خدا کی بیان کردہ احادیث کو آپ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اور اس مجموعہ کو " کتاب علی" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کے بعد یہ کتاب نسلاً بعد نسلاً آپ کی اولاد میں منتقل ہوتی رہی اور امام محمد باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ اس کتاب سے استفادہ کرکے احکام بیان کرتے تھے۔

نجاشی مذہب شیعہ کے مشہور علم الرجال کے ماہر گزرے ہیں۔ انہوں نے محمد بن عذافر صیرفی سے روایت کی۔ اس نے اپنے والد سے روایت کی کہ میں حکم بن عتیبہ کے ساتھ امام محمد باقرؑ کی خدمت میں موجود تھا۔ حکم مسلسل سوال کرتے رہے اور امام مسلسل جواب دیتے رہے لیکن ایک مقام پر ان کا آپس میں اختلاف ہوگیا۔ امام محمد باقرؑ نے اپنے فرزند امام جعفر صادقؑ سے فرمایا: فرزند! جاؤ (گھر سے) کتاب علؑی لے آؤ۔ جعفر صادقؑ گھر گئے اور وہاں سے ایک لپٹے ہوئے طومار کی مانند ایک بڑی سی کتاب لے آئے۔ امامؑ نے اختلافی مسئلہ اس میں تلاش کیا اور حکم بن عتیبہ سے فرمایا: اسے رسول خداؐ نے لکھوایا اور مولا علؑی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ تم اور تمہارے دوست سلمہ بن کہیل اور ابوالمقدام جہاں بھی چلے جائیں تمہیں اس علم سے زیادہ مستحکم علم اور کہیں نہیں ملے گا کیونکہ جبرئیل ہمارے گھرانے میں نازل ہوتے تھے۔ (رجال نجاشی۔ شمارہ ترجمہ ۹۶۷) کچھ دوسری روایات میں یہ الفاظ مرقوم ہیں کہ اس کتاب کا طول ستر ہاتھ اور اس کی موٹائی اونٹ کی ران کے برابر تھی اور وہ ایک طومار کی طرح سے لپٹی ہوئی تھی۔

اس کتاب کے علاوہ امیر المومنینؑ کے پاس ایک اور کتاب بھی تھی جس کا نام "صحیفہ" تھا اس میں دیت کے احکام لکھے ہوئے تھے۔ اس صحیفہ سے کتب حدیث میں بہت سی روایات آئی ہیں۔ محقق فرزانہ مرحوم جناب میرزا علی میانجی نے صحیفہ سے کتب احادیث میں لی گئی تمام احادیث کو جمع کیا ہے۔ (مکاتیب الرسول جلد اول ص ۶۶۔۷۱) آخر میں ہم اپنے قارئین کرام کو یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ وفات رسولؐ کے بعد خلفاء نے کتابت حدیث پر پابندی عائد کر دی تھی لیکن حضرت علیؑ اور آپ کی اولاد اور آپ کے شیعوں نے حدیث رسولؐ کو لکھا اور اس کی ہر ممکن حفاظت کی اور انہوں نے ایک سو سال تک حدیث پر جاری رہنے والی پابندی کی پرواہ نہیں کی تھی۔ یہ ایک تفصیلی موضوع ہے جس پر ہم مناسب مقام پر گفتگو کریں گے۔

دعا کو قرآن سے زیادہ اہمیت دینا

اعتراض (90):۔ شیعہ حضرات قرآن کریم کی بہ نسبت دعاؤں کی کتابوں کو زیادہ اہمیت کیوں دیتے ہیں؟

جواب:۔ ائمہ اہل بیتؑ سے ہمیں جو تعلیمات حاصل ہوئی ہیں ان میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا کہ دعا کو تلاوت قرآن سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ قرآن ایک جاودانی معجزہ ہے اور کتب آسمانی کی آخری کڑی ہے جس کی روشنی ہر دور اور ہر زمانہ میں باقی رہے گی۔ بہت سی روایات میں قرآن پڑھنے اور حفظ کرنے اور خوش الحانی سے تلاوت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور اس کی اہمیت پر کئی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس بارے میں "قرآن در روایات اہل بیتؑ" نامی کتاب کا مطالعہ کافی ہے۔ یہ کتاب ایران اور مصر سے شائع ہوئی ہے اور اس میں ہادیان دین اور ائمہ طاہرین کی زبانی قرآن کریم کی عظمت بیان کی گئی ہے۔ زیارت بیت اللہ کا شرف نصیب ہوا۔ چنانچہ بندہ نے ایک رات مقام ابراہیمؑ کے پاس بیٹھ کر دعائے جوشن کبیر

پڑھی۔ میرے ساتھ ایک عرب جوان بیٹھا ہوا تھا وہ پوری توجہ سے دعا کو سنتا رہا اور روتا رہا۔ دوسری رات پھر اسی وقت میں نے وہاں بیٹھ کر دعائے کمیل پڑھی تو وہ جوان میرے قریب آ گیا اور دعا سن کر روتا رہا۔ دعا ختم ہونے کے بعد اس نے مجھ سے پوچھا کہ آپ شیعہ ہیں؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ جوان نے کہا کہ میں سعودیہ کا باشندہ ہوں آپ کے پاس ایسی پر درد اور پُر اثر دعائیں کیسے آ گئیں جب کہ ہمارے ہاں تو ایسی موثر دعائیں دکھائی نہیں دیتیں؟

میں نے عرض کیا کہ اپ لوگ حضرت علیؑ اور امام زین العابدینؑ سے دور ہیں۔ اگر آپ ان کے قریب ہوتے تو یہ جواہر ریزے آپ کے پاس بھی ہوتے۔ جوان نے کہا: بے شک جن کی دعائیں اس قدر بلند مرتبہ ہیں وہ واقعی حقیقی امام تھے۔ دعا اور مناجات کو عبادت کا بلند ترین درجہ قرار دیا گیا ہے اور اس کے متعلق یہ حدیث ہے "الدعاء مغز العبادۃ" (سفینۃ البحار اول مادہ دعا) (دعا اور خدا سے راز و نیاز عبادت کا مغز ہے)۔

اعتراض (91):۔ جب شیعہ قرآن کو تحریف سے پاک مانتے ہیں تو وہ ایسی روایات کو اپنی کتب حدیث سے حذف کیوں نہیں کر دیتے؟

جواب:۔ اسلامی ثقافت میں علمائے شریعت کی دو قسمیں ہیں:

الف۔ علمائے اسلام کا ایک گروہ وہ ہے جنہیں "محدث" کہا جاتا ہے۔ ان کا کام احادیث کو جمع کرنا ہے خواہ وہ مستند ہوں یا مرسل ہو۔ محدثین نے صحیح، سقیم، معتبر اور غیر معتبر احادیث کا خیال رکھے بغیر احادیث جمع کی ہیں۔ البتہ انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ جن الفاظ سے انہوں نے حدیث کو سنا ان ہی الفاظ سے اسے اپنے قارئین تک پہنچائیں۔

ب۔ علمائے اسلام کا ایک گروہ وہ ہے جسے علمائے عقیدہ وشریعت کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ لوگ علمائے محدثین کی احادیث کی سند اور مضمون کی چھان بین کرتے ہیں چنانچہ تحقیق کے مراحل سے گزر کر وہ کچھ روایات کو قبول کرتے اور کچھ روایات کو رد کرتے ہیں۔ یہ گروہ حفظ امامت کے تقاضوں سے مجبور رہے اسی لئے یہ محدثین کی کتابوں میں کوئی ردوبدل نہیں کرتا۔ البتہ انہوں نے بعض کتابوں کی تلخیص کی ہے اور بعض علماء نے کسی کتاب سے صحیح احادیث کو علیحدہ شکل میں شائع کرایا ہے۔ لیکن تاریخ میں یہ کام ہوتا رہا ہے کہ محققین کا گروہ محدثین کے کام کی چھان پھٹک کرتا رہا ہے۔ بالکل ایک زمانہ (کے معمولات) کی مانند کہ کچھ لوگ اس کیلئے خام مال فراہم کرتے ہیں اور انجینئر و ہم اس میں سے صحیح مواد چن کر اس سے فائدہ اٹھاتی ہے۔ لہذا ہم نے کتاب ہذا میں بارہا عرض کی ہے کہ کتب احادیث کو کتب عقائد نہیں سمجھنا چاہئے۔ اگر کافی جیسی کتاب میں بھی کوئی روایت دکھائی دے جو تحریف کو ثابت کرتی ہو تو وہ روایت ناقابل قبول شمار کی جائے اگرچہ الکافی بذات خود ایک قابل قدر کتاب ہے۔

احمد بن حنبل نے احادیث کو جمع کر کے مسند تشکیل دی تھی اس کتاب میں تیس ہزار احادیث موجود تھے۔ ان روایات میں ضعیف اور غیر صحیح احادیث اتنی زیادہ ہیں کہ ان کا انتخاب مشکل ہے۔ اس کے باوجود احمد کا کام رضائے خداوندی پر مبنی تھا اسی طرح علماء محققین کا کام بھی رضائے الٰہی جذبہ پر مبنی تھا۔ بنیادی طور پر علماء، نقد و تبصرہ اور مباحثوں نے ہر زمانے میں اسلام کو نئی زندگی دی ہے۔ اگر تحقیق کا یہ عمل ختم ہو جائے تو تھوڑے ہی عرصے میں دین کے چہرے پر غفلت و نسیان کا گرد و غبار چھا جائے گا۔

شیعہ اور آیات متشابہات کی تاویل

اعتراض (93): کیا شیعہ حضرات اپنے مذہب کی تائید کے لئے آیات قرآن

کی تاویل کرتے ہیں؟

جواب:۔ اس مئلہ کی وضاحت کیلئے کچھ کی تاویل کے متعلق کچھ معروضات پیش کرتے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ تمام علمائے اسلام تاویل کو جائز سمجھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے اور فرمایا ہے:

ھو الذی انزل علیک الکتب منه ایت محکمت ھن ام الکتب واخر متشبھت فاما الزین فی قلوبھم زیغ فیتبعون ماتشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاویله وما یعلم تاویله الا الله۔ والرسخون فالعلم یقولون امنابه کل من عندربھا وما یزکرالا اولوالالباب۔ (سورہ آل عمران/۷) (وہی ہے جس نے اپ پر کتاب (قرآن) نازل کی اس میں کچھ آیات محکم ہیں جو کتاب کی بنیاد اور اصل ہیں اور ایک حصہ متشابہ ہے۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں کجی اور انحراف ہے وہ فتنہ انگیزی اور "تاویل طلبی" کے لئے "متشابہ" کی پیروی کرتے ہیں جبکہ اس کی تاویل کو خدا اور راسخین فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ یہ یہ کہتے ہیں کہ ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ سب آیات ہمارے رب کی طرف سے ہیں اور اہل عقل کے علاوہ اور کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتا۔)

اس آیت مجیدہ نے قرآن آیات کو دو حصول میں تقسیم کیا ہے:

ا۔ محکم ۲۔متشابہ

"محکم" سے وہ آیات مراد ہیں جو بلحاظ دلالت واضح اور مستقل ہوں اور ان میں دو مفاہیم کا احتمال موجود نہ ہو۔ اس کے برعکس "متشابہ" وہ آیت ہے جس کا ظہور متزلزل ہو اور اسکی وضاحت کے

لئے خود اس آیت میں اور اس سے مربوط دوسری آیات پر توجہ کی ضرورت محسوس ہو کہ اس کے بعد اس کا مطلب و مفہوم واضح ہو اور مفہوم میں پایا جانے والا ستم ہو اور آیت کی صحیح تفسیر سامنے آئے۔ متشابہ آیات کے متعلق علماء میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے لیکن اس کی تاویل کی ضرورت پر سب متفق ہیں۔ کبھی متشابہ آیات کی تاویل فتنہ گرافراد کرتے ہیں اور وہ اس سے غلط مطالب کا استنباط کرتے ہیں اور کبھی متشابہ آیات کی تاویل ایسے "راسخین فی العلم" کے وساطت سے سامنے آتی ہے جو پوری توجہ اور بے غرضی کے ساتھ اس آیت اور اس جیسی دوسری آیات پر تحقیق کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں اور مقصود الٰہی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ متشابہ کی تاویل کیلئے کچھ حدود و ضوابط ہیں جو کہ ایک مفسر میں ہونے ضروری ہیں۔

﴿ذیل میں ہم تاویل مقبول کے چند نمونے بیان کرتے ہیں یہ تاویل در اصل تفسیر الآیات به آیت کے اصول پر مبنی ہے۔﴾

قرآن نے بلند و بالا معارف کو عام افراد کی ذہنی سطح تک لانے کی کوشش کی ہے تا کہ تمام افراد کسی استثنا کے بغیر ان معارف سے آگاہی حاصل کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان معاف کو تمام افراد تک پہنچانے کے لئے مسائل عقلی کو حسی لباس پہنایا جس کی وجہ سے احتمالات نے جنم لیا اور کچھ ایسے احتمالات بھی منظر عام پر آئے جو قرآن کے مسلمہ اصولوں سے سازگار نہیں تھے۔ مثلاً قرآن کہتا ہے کہ کوئی بھی ظالم و ستمگر خداوند عالم کے دست تصرف سے باہر نہیں ہے۔ خدا کو ان سب پر مکمل اقتدار حاصل ہے۔ اس کیلئے احاطہ قدرت سے کوئی بھی شخص باہر نہیں ہے۔ اس مفہوم کو اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان کیا:

ان ربک لبالمرصاد (سورہ فجر/۱۴)

(بے شک تیرا پروردگار گھات میں ہے)

اسی طرح سے اللہ تعالی نے قیامت کے دن اپنی ہیبت وعظمت کے اظہار کیلئے یہ کلمات ارشاد فرمائے:

وَّ جَآءَ رَبُّکَ وَ الْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا ہ (سورہ فجر/۲۲)

(قیامت کے دن جب ملائکہ صفیں باندھے کھڑے ہوں گے تو تیرا خدا آئے گا)

ان آیات کا مقصد خدا کی قدرت اوراس کی حکومت کو بیان کرنا ہے اور یہ بتانا مقصود ہے کہ خداوند عالم تمام کائنات پر محیط ہوگا۔لیکن اس مفہوم کومحسوس مسائل کے قالب میں ڈھال کر پیش کیا گیا ہے۔آیات متشابہات کے حقیقی مفہوم کو تلاش کرنے کے لئے اس سے پہلے کی آیات میں موجودہ قرآن اوراس جیسی دوسری آیات پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور جب کوئی قرآن کی شرائط کی پابندی کرتا ہے تو متشابہ آیات محکمات کے مساوی ہوجاتی ہیں۔

تاویل کی ایک اور قسم

قرآن کریم میں کچھ ایسی آیات بھی ہیں جوکہ محکم ہونے کے باوجود تاویل کے قابل ہوتی ہیں۔ممکن ہے کہ سائل کی مراد یہی تاویل ہو۔تاویل محکم کا مقصد کسی کامل واکمل مصداق کی نشان دہی ہوتا ہے۔مثلاً قرآن مجید کہتا ہے:

"اهدنا الصراط المستقيم"

مفسرین نے "صراط مستقیم" کی تفسیر میں مختلف احتمالات پیش کئے ہیں جب کہ ہماری تفاسیر

میں اس سے رسول خداؐ اور آپؐ کے جانشینوں کا راستہ مراد لیا گیا ہے۔ یقیناً اس طرح کی تاویل سے "صراط مستقیم" کا کامل و اکمل مصداق بیان کیا گیا ہے کیونکہ تمام انبیاء و اولیائے الٰہی صراط مستقیم پر تھے اور انہوں نے صحیح راستے پر ہی سفر کیا تھا لیکن رسول اکرمؐ اور آپؐ کا خاندان اس کا کامل نمونہ تھے اور انکی رفتار و گفتار "صراط مستقیم" کو واضح کرتی تھی۔

اس طرح کی تاویل میں کوئی مضائقہ نہیں ہے البتہ اس کے لئے شرائط ہیں کہ وہ روایت صحیح سے ثابت ہو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

۵۔ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (سورہ الرعد/۷)

(پیغمبر! آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر ملت کا ہادی ہوتا ہے)

ہماری روایات میں وارد ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

"یا علیؑ میں ڈرانے والا ہوں اور تو ھادی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام آئمہ اہلبیت اپنے زمانے میں ھادی منجانب اللہ ہیں"۔

کچھ خوف خدا رکھئے

ہمارے مخالفین ہمارا دل دکھانے کے لئے اپنے جرائم نقائص چھپانے کی خاطر اکثر ہم پر تحریف کا الزام لگاتے ہیں لیکن اگر بالفرض ان کا یہ الزام درست بھی ہو تو بھی ہمارا عقیدہ کم سے کم ایمان بالقرآن تو ثابت ہوتا ہے لیکن مذہب اہل سنت والجماعت کے اگر قرآنی عقائد کو دیکھا جائے تو اس مذہب میں قرآن کا نازل ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے ان کے مذہب کے مطابق ان کے پاس نہ ہی

اصلی قرآن کا وجود ثابت ہے نہ ہی نقلی قرآن کا۔ نہ ہی ان کے پاس حقیقی قرآن ہے اور نہ ہی فرضی یا جعلی۔ کیونکہ یہ قدامت قرآن پر عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے کسی بھی وقت میں ان کے مزعومہ قرآن کا وجود مستحقق نہیں ہوسکتا ہے مجیب کا نہ ہی عقیدہ ہے اور نہ ہی منکر قرآن ہے۔ ہمارے مسلک کے مطابق قرآن حادث ہے۔ خدا کا مخلوق ہے۔ اس کی صفت ذاتیہ نہیں ہے۔ نہ ہی قدیم ہے ہمارے پاس موجود ہے جس پر ہمارا ایمان ہے۔ مگر سنی مذہب قرآن کو صفت ذاتیہ بھی کہتا ہے اور پھر صفات خدا کو اس کی ذات کا غیر اور زائد بھی مانتا ہے۔

پھر قرآن کو قدیم بھی سمجھتا ہے۔ اب بتائے کہ آپ کے مذہب کے مطابق خدا کی صفت اس کی ذات سے جدا ہو کر آپ کے پاس کہاں سے اور کیسے آ گئی۔ قدیم چیز میں تغیر کس طرح واقع ہوا کہ اسے جبرئیل تھوڑا یعنی قدیم کو ٹکڑے کر کے کیسے لائے۔ پھر قدیم کو صحابہ کیسے کاغذوں پر لکھ لیا۔ پھر قدیم کی ترتیب آپ کے مذہب سے کیسے بدل گئی پھر قدیم کے ضائع ہونے کا اندیشہ کیوں ہوا کہ اس قدیم کے اجزا پراگندہ کو ایک جگہ بے ترتیب جمع کر لیا۔ پھر جناب عثمان نے اپنے منشا کے مطابق چھ زبانیں خارج کر کے صرف ایک زبان میں اس قدیم کو باقی رکھا۔ ان باتوں کو اپنے مذہب سے حل فرما دیجئے پھر اپنے مذہب کے مطابق قرآن کے وجود کا اور اس پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کیجئے۔

شیعہ مومنین قطعاً تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں لیکن آپ؟

ہم نے گزشتہ مباحث میں حضرات اہل السنتہ والجماعتہ کے مسلمات عقائد سے سنی خلفائے

راشدین امہات المسلمین، اصحاب النبی، اکابر محدثین اور آئمہ مفسرین کے اقوال و مسانید وشواہد سے اہل سنۃ والجماعۃ کا عقیدہ تحریف حروف الفاظ آیات اور سورہ ہائے قرآن میں کمی زیادتی قرآن میں غلطیوں کا رہ جانا اور تقدیم وتاخیر آیات پورے حوالہ جات سے پیش خدمت کردی ہیں۔ اب ہم **اعلانیہ واضح کرتے ہیں کہ شیعان اہل بیت موجودہ قرآن کو منزل من اللہ غیر محرف مانتے ہیں۔ جو شخص قرآن میں کمی زیادتی کا ہونا ہماری طرف نسبت کرتا ہے وہ کاذب اور مفتری ہے۔ تمام اثنا عشری شیعوں کا یہی عقیدہ ہے۔** شیعہ کتب میں جو ایسی روایات اہل سنۃ نشان دہی کرتے ہیں اپنی عادت کے مطابق ان میں بھی معنوی تحریف کرتے ہیں۔ تفسیری عبارتوں سے متعلقہ یا دیگر صحائف سے متعلقہ باتیں قرآن سے منسوب کر کے ہم پر افتراء باندھتے ہیں، جس کا معاملہ ہم اللہ تعالیٰ کی قہر و جبر کی عدالت میں ڈالتے ہیں۔

اصحاب و امہات المومنین
کا عقیدہ تحریف القرآن

اگر تحریف قرآن کا
قائل فرد مرتد ہے تو حضرت عمر

اگر تحریف قرآن کا قائل فرد مرتد ہے تو حضرت عمر کے اس فرزند ارجمند کا کیا بنے گا جو کھلے لفظوں میں اعتراف کرر ہا ہے کہ اکثر قرآن ضائع ہو گیا ہے۔ اگر شیعہ مولفین سے کوئی روایت ملے گی تو ایک سورۃ ایک آیت کی تحریف کے متعلق ہو گی جبکہ حضرت عمر کا لائق فرزند اور خال المومنین کہہ رہا ہے کہ اکثر قرآن ضائع ہو گیا ہے۔ کیا آنجناب محترم اخلاقی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت عمر کے اس فرزند عزیز کو بھی شیعوں کے ساتھ شامل کریں گے؟

تفسیر اتقان، جلد دوم، ص۳۵، عروہ ابن الزبیر عنا ائشة قالت کانت سورة الاحزاب تقرأنی زمن النبی ماتتی آیة فلما کتب عثمان المصحف لم نقدر منها الا ما هوالان ۔ ام المومنین عائشہ فرماتی ہیں کہ زمانہ سرورِ کونین میں سورہ احزاب کی دوسو آیات کی تلاوت کی جاتی تھی۔ جب عثمان نے قرآن جمع کیا تو ہمیں یہ سورہ صرف اتنی ہی مل سکی جو اس وقت موجود ہے۔

اب خدا کے لیے اٹھایئے قرآن اور سورۂ احزاب کی آیات شمار کیجئے۔ اب قرآن میں آپ کو

صرف اور صرف تہتر آیات مل سکیں گی۔ یہ ایک سو تیس آیات کہاں جائیں گی۔ کیا یہ روایت بیان کر کے اُم المومنین عائشہ تحریفِ قرآن کی قائل نہیں ہوگئیں۔ اگر ہوگئیں ہے تو کیا آنجناب شیعوں کے ساتھ ساتھ تحریفِ قرآن کے قائل ہونے کے جرم میں اُم المومنین عائشہ پر بھی کفر وارتداد کا فتویٰ صادر فرما سکیں گے۔ اگر ہو جائے تو بڑی اچھی بات ہوگی؟

بی بی کی تائید میں اسی صفحہ پر ذرا آگے ملاحظہ فرمائیں:

عن زرابن جیش قال قال لی ابی ابن کعب کاین تعد سورة الاحزاب قلت اثنتین وسبعین اية او ثلاثه وسبعين آية قال انكانت لتعدل سورة البقرة وان كنا لنقر فيها اية الرجم قال، اذا زنا الشيخ والشيخة فارجمعا هما البتة نكلا من الله والله عزيز حكيم "زرابن جیش کہتا تھا کہ مجھ سے ابن ابی کعب نے پوچھا: سورہ احزاب کی کتنی آیات شمار کرتے ہوں۔ میں نے کہا: یہ سورۃ بقرہ کے برابر تھی اور اسی میں ہم آیۃ الرجم بھی پڑھا کرتے تھے۔ میں نے کہا: وہ آئیہ رجم کیا ہے۔ اس نے کہا: **الشيخ والشيخه فارجموها نكالاً مين الله والله عزيز حكيم**"۔

اگر آنجناب آنکھیں کھول کر دیکھیں تو ان کے فتوے کفر وارتداد میں شیعوں سے پہلے ان کے اپنے ایسے ایسے افراد آئیں گے جنھیں دائرہ کفر میں دیکھ کر انھیں اپنا اسلام تلاش کرنا پڑے گا۔

حميده بنت ابی یونس قالت قرأ علی ابن ابی وهو ابن ثمانين ستة فی مصحف عائشة ان الله وما لا ئكته يصلون على النبی، يا يها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما وعلى الذين يصلون الصفوف الاول قالت قبل ان يغير عثمان المصاحف "حمیدہ بنت ابی یونس

کہتی ہے کہ ابی ابن کعب نے میرے سامنے اس وقت تلاوت قرآن کی جب وہ اسی برس کا تھا اور اس کے پاس مصحف عائشہ تھا۔ اس نے یہ آیت اس طرح پڑھی۔۔۔۔ان الله وملكته يصلون على النبي يا يها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً وعلى الذين يصلون الصفوت الاول۔ لیکن یہ آیت اس طرح اس وقت پڑھی جاتی تھی جب عثمان نے قرآن کو بدلا نہیں تھا"۔

اب آنجناب کا کیا خیال ہے صرف شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں یا یہ لوگ جو آیات پیش کرر ہے ہیں اور کھلے لفظوں میں اعلان کرر ہے ہیں کہ عثمان نے قرآن کو بدل ڈالا ہے۔

عن عطاء ابن يسار عن ابى واقه الليشى قال كان رسول الله اذا اوحى اليه ايتناه مغلمنا مما اوحى اليه قال نجئت ذات يوم فقال ان الله بقول انا انزلنا المال الاقام الصلوٰة وايتاء الزكوة ولو ان لابن ادم واديا لاحب ان يكون اليه الثانى ولو كان اليه الثانى لاحب ان يكون اليهما الثالث ولا يملاء جوف ابن ادم الا اتراب ويتوب الله على من تاب "عطاء ابن یسار ابو وقد لیثی سے روایت کرتا ہے کہ جب سرور کونینؐ پر وحی آتی تھی تو ہم آپ کے پاس آتے، آپ ہمیں وہ تعلیم دیتے۔ ایک دن میں آیا تو آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

انا انزلنا المال لاقام الصلوٰة وايتاء الزكوة ولو ان
لابن آدم واديا لاحب ان يكون اليه الثانى ولو كان
اليه الثانى لاحب ان يكون اليهما الثالث ولا يملا
جوف ابن ادم الا اتراب ويتوب الله على من تاب

کیا یہ لوگ تحریف قرآن کے قائل نہیں تھے؟ اگر تھے تو کیا ان کا شیعہ سے کوئی واسطہ ہے؟ اگر

ان کا شیعہ سے کوئی واسطہ نہیں تو کیا ان کا سواد اعظم کے حزبِ اقتدار سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ اگر نہیں تو آپ ان سے تبرا فرمائیں۔ اگر ان کا حزبِ اقتدار کی جڑوں سے رشتہ ہے تو پھر آنجناب شیعہ کے ساتھ انھیں بھی کافر و مرتد کہہ لیں، ہم خوش آمدید کہیں گے۔

ابن ابی ملیکه عن مسور ابن مخزه قال قال عمر لعبد الرحمن ابن عوف الم تجد فیما انزل علینا ان جاهداوا کما جاهدتم اول مره فانا لانجدها قال اسقطت مما إسقت من القرآن

"ابن ابی ملیکہ سے منقول ہے کہ عمر نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے پوچھا کہ یہ آیت جب پہلی مرتبہ نازل ہوئی تو کیا اس طرح نہ تھی ۔۔۔۔۔ **ان جاھدوا کما جاھدتم** لیکن اس طرح نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا: یہ بھی اسی طرح ساقط کردی گئی ہے جس طرح قرآن کی دوسری آیات ساقط کردی گئی ہیں۔

اب آپ ہی فرمائیں یہ سائل کون ہیں۔۔۔۔۔ کیا پوچھنے والا اور جواب دینے والا دونوں تحریف قرآن کے قائل نہیں ہیں؟ اگر تحریف قرآن کے قائل ہیں تو کیا کفر و ارتداد صرف شیعہ کے لیے ہے؟ آیئے اور اخلاقی جرات کا مظاہرہ کر کے انھیں بھی شیعہ کے ساتھ کافر و مرتد کہیے۔ پھر حضرت عثمان کے دست دولت میں اقتدار کی چابی دینے والے عبدالرحمٰن ابن عوف اور شوریٰ کی چھ رکنی کمیٹی بنانے والے حضرت عمر کو بھی شیعوں کی طرح کافر و مرتد کہیے اور ان دونوں خلفاء کو خلافت راشدہ کی گدی سے ہٹایئے تاکہ صرف حضرت ابو بکر کو مسند اقتدار سے علیحدہ کرنا ہم غریب شیعوں کے لیے ذرا آسان ہو جائے۔

عن ابی سفیان الکلاعی ان مسلمة ابن مخلد الانصاری قال لهم ذات أخبرنی بایتین فی القرآن لم یکتب فی المصحف فلم یخبروه وعندهم ابوالکنود سعد ابن مالک فقال ابن مسلمة۔ ان الذین امنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله باموالهم وانفسهم الا البشروا انتم المفلحون۔ والذین اووهم ونصرو وهم جادلوا عنهم القوم الذین غضب الله علیهم اولئک لاتعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون

"ابو سفیان کلاعی کہتا ہے کہ ایک دن مسلمہ ابن مخلد انصار نے ہمیں ابوالکنو دسعدؓ ابن مالک کی موجودگی میں کہا کہ مجھے ایسی دو آیتیں بتاؤ جو قرآن میں آئی تو ہیں مگر مصحف میں انہیں لکھا نہیں گیا۔ کسی نے اسے نہ بتایا۔ پھر اس نے خود کہا: وہ دو آیتیں یہ ہیں: ان الذین امنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله باموالهم وانفسهم الا البشروا انتم المفلحون۔ والذین اووهم و نصروهم جادلوا عنهم القوم الذین غضب الله علیهم اولئک لا تعلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما کانوا یعملون"۔

آنجناب بتائیں یہ لوگ کون ہیں؟ کیا یہ حضرت علیؑ کو خلیفہ اول ماننے والے شیعہ یا کہ

بزعمِ اقتدار میں آپ کے کلاس فیلو اور حضرت علیؑ کو خلیفہ چہارم ماننے والے ہیں۔ یہ کیسی آیات پیش کرر ہے ہیں کیا یہی تحریف نہیں؟ میرے محترم قارئین! اس مختصر سی تمہید کے بعد آیئے اب صحاح ستہ کی سیر کریں اور دیکھیں کہ حزبِ اقتدار کس طرح اپنا کوڑا کرکٹ شیعہ کے ہاں پھینکنے میں مکاری اور عیاری سے کام لیتے ہیں۔

اس وقت جو نسخہ میرے پاس ہے یہ مولانا وحیدی الزماں صاحب کا ترجمہ کردہ ہے۔ تاج کمپنی نے شائع کیا ہے بلکہ تا حال شائع ہو رہا ہے۔ اس وقت تک میرے پاس اس کی سات جلدیں پہنچی ہیں اور میرے سامنے چھٹی جلد ہے۔

صحیح بخاری، جلد ۶، پارہ ۲۰، ص ۴۳۹، حدیث ۴۴۳۶، کتاب التفسیر:

حدثنا یحییٰ قال سائلت ابا مسلمة ای القران انزل اول؟ فقال یایها المدثر فقلت انبئت انه اقرا باسم ربک الذی خلق فقال ابوسلمة سئالت جابر ابن عبداللہ ای القران انزل اول فقال یا یها المدثر فقلت انبئت انه اقراء باسم ربک الذی خلق فقال لا اخبر الابما قال رسول اللہ قال رسول اللہ جاورت فی حراء فلما قضیت جواری هبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت امالی و خلفی وعن یمینبی وعن شمالی فاذا هوا جالس علی عرش بین السماء والارض شمالی فاذا هوا جالس علی عرش بین السماء والارض فاتیت خدیجة

فقلت وثرونی وصبوا علی ماء یارداً وانزل خدیجة

فقلت وثرونی وصبوا علی ماءٔ یارداً وانزل علی

یایھا المدثر قم فانذرو ربک فکبر

"یحیٰ ابن کثیر نے کہا میں نے ابوسلمہ سے پوچھا قرآن شریف میں کون سی آیت پہلے اُتری ہے۔ انہوں نے کہا یاایھا المدثر، میں نے کہا: لوگ تو مجھ سے کہتے ہیں: اقرا باسم ربک الذی خلق پہلے اتری ہے۔ انہوں نے کہا: میں تجھ سے بیان کرتا ہوں جو آنحضرتؐ نے خود فرمایا ہے، آپؐ نے فرمایا میں حرا پہاڑ میں اعتکاف کررہا تھا۔ جب میرا اعتکاف ختم ہو چکا تو میں پہاڑ سے نیچے اُترا۔ نالہ کے اندر گیا۔ اس وقت ایک آواز آئی۔ میں نے آگے پیچھے دائیں اور بائیں سب طرف دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں وہی فرشتہ آسمان وزمین کے بیچ ایک تخت پر بیٹھا ہے۔ میں وہاں سے خدیجہؑ کے پاس آیا۔ میں نے کہا: ایک کپڑا مجھ پر اوڑھا دو اور ٹھنڈا پانی اُوپر سے ڈال دو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ق۱ **یَآ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ہ** ق۲ **قُمْ فَاَنْذِرْ ہ** ق۳ **وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ہ**۔

ہاں تو یہ ہے صحیح بخاری شریف جس میں ایک حدیث بھی غلط نہیں، (آپکے مطابق) ہمارے لیے کوئی فرق نہیں کہ پہلے اُترنے والی آیت ق۱ **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ہ**۔ یا یایھا المدثر ہو۔ اس وقت جو مصحف عثمان اُمت مسلمہ کے درمیان موجود ہے اس میں نہ پہلی آیت ق۱ **یَآ اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ہ** ہے اور نہ ہی ق۱ **اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ہ** ہے۔ اگر یہ تحریف نہیں تو کیا ہے؟ اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟۔۔۔۔ کیا جامعین قرآن میں کوئی شیعہ تھا؟ اگر

تحریف کا قائل ہونا کفر ارتداد ہے تو امام بخاری اوران محدثین کے لئے کیا فتویٰ ہوگا؟ (صحیح بخاری، ج۲، پارہ۲۰، کتاب التفسیر، ص۵۰۲، حدیث ۵۱۴) نوٹ :۔ یہی حدیث لفظی اور معنوی ہر لحاظ سے متحد انداز میں دیگر صحاح خمسہ میں بھی موجود ہے۔

عن عروة ابن الزبير ان المسور ابن مخزمه وعبدالرحمن ابن عبدالقادی حدثاه انهما سمعا عمر ابن الخطاب يقول سمعت هشامه ابن حكيم يقرأ سورة الفرقان حياة رسول الله فاستمعت لقرأة فاذا هو يقرأ على حروف كثيرة لم يقر لينها رسول الله فكدت اساوره فى الصلوة فتصبرت حتى سلم ليته بردانه فقلت من اقراك هذه السورة التى سمعت تقراء قال اقراء ينها رسول الله فقلت كذبت فان رسول الله قد اقراء ينها على غيره قرأت فانطلقت به اقوده الى رسول الله فقلت انى سمعت هذا يقرأ بسورة الفرقان على حروف لم تقرأيهنا فقال رسول الله ارسله اقراء ياهشام فقراء عليه القرأة التى سمعته يقراء فقال رسول الله كذلك انزلت ثم قال اقرأ ياعمر فقرأت القرأة التى اقرأنى فقال رسول الله كذلك انزلت ان هذا القران انزل على شيعة

احرف فاقرء واما تیسر منه۔

"عروہ ابن زبیر نے بیان کیا ان سے مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمن ابن عبدالقادی نے، ان دونوں نے حضرت عمر ابن خطاب سے سنا وہ کہتے تھے: میں نے ہشام ابن حکیم کو آنحضرتؐ کی زندگی میں سورۃ فرقان پڑھتے سنا، میں سنتا رہا، دیکھا تو وہ ایسے حروف کثرت کے ساتھ پڑھ رہے ہیں جو آنحضرتؐ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ میں تو عین نماز ہی میں اس پر حملہ کرتا مگر خیر میں نے نماز سے فراغت تک صبر کیا۔ جب انہوں نے سلام پھیرا، میں نے چادر ان کے گلے میں ڈالی، ان سے پوچھا: یہ سورۃ تم کو کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: آنحضرتؐ نے میں نے کہا: نہیں تم جھوٹے ہو، آنحضرتؐ نے تو خود مجھ کو یہ سورۃ اور طرز پر پڑھائی تم کو اس کے خلاف کیسے پڑھا سکتے ہیں؟ آخر میں ان کو کھینچتا ہوا آنحضرتؐ کے پاس لایا۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ سورۂ فرقان کو اور اس طرح سے پڑھتا ہے جس طرح آپؐ نے مجھ کو نہیں پڑھائی۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا: اچھا ہشام کو چھوڑ دو۔ پھر فرمایا کہ ہشام پڑھ۔ انہوں نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں نے ان کو پڑھتے سنا تھا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح اُتری ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا اب تو پڑھ۔ میں نے اس طرح پڑھی جس طرح آپؐ نے مجھے سکھائی تھی جب میں پڑھ چکا تو آپؐ نے فرمایا: ہاں اسی طرح اُتری ہے پھر فرمایا دیکھو یہ قرآن سات محاوروں پر اُترا ہے جو محاورہ تم پر آسان معلوم ہو اسے پڑھو"۔

مولانا وحیدالزمان کا تبصرہ

بعضوں نے اس حدیث سے یہ مطلب نکالا ہے کہ قرآن میں ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ اس کا ہم معنی پڑھ لے تو درست ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جو لفظ آنحضرتؐ سے ثابت ہے اس کے سوائے نیا لفظ پڑھنا درست نہیں اور بعد میں علماء کا اس پر اجماع ہو گیا۔

جائزہ: اس حدیث کا مطالعہ کئی پہلوؤں سے کیا جانا چاہئے کیونکہ اس میں صرف تحریف قرآن نہیں بلکہ بہت کچھ ہے۔☆ اخلاق حضرت عمر☆ تحریف قرآن ☆ سرور کونین کا تحریف قرآن کی حمایت کرنا۔ جہاں کہیں بھی ایسا مقام آیا کہ کسی فرد کے تعین کی ضرورت محسوس ہوئی تو اُم المومنین عائشہ نے اس شخص کا نام گول کر دیا اور ہم آج تک لٹکتے پھر رہے ہیں۔ بی بی کی طرح حضرت عمر نے بھی زیر نظر حدیث میں وہی انداز اختیار کیا ہے۔ یہ تو فرمایا کہ ہشام حروف کثیرہ سے پڑھ رہا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ حروف کثیرہ کے مقابلہ میں حروف قلیلہ ہوں گے تو گویا حضرت عمر سورۂ فرقان کو حروف قلیلہ سے پڑھتے تھے مقام افسوس تو یہ ہے کہ حضرت عمر نے ہشام کے حروف کثیرہ بتائے نہیں کہ وہ کون کون سے تھے جو قرأت ہشام میں زائد تھے۔

«اخلاق حضرت عمر یا رحماء بینھم کا مثالی نمونہ»

بخاری شریف کی حدیث اور اور مولانا وحید الزمان کا ترجمہ دونوں آپ کے سامنے ہیں۔
ہشام حضرت عمر کے خیال کے مطابق سورہ فرقان غلط پڑھ رہا ہے۔
☆ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہشام نماز پڑھ رہا تھا۔

☆ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نماز سے فارغ ہو چکے تھے یا نماز ابھی شروع نہیں کی تھی یا ویسے ہشام کی نگرانی کر رہے تھے۔

☆ حضرت عمر نے یہ نہیں بتایا کہ یہ نماز کون سے وقت کی تھی؟ اور سرورِ کونین کہاں تھے؟ کیونکہ یہ تو یقین ہے کہ آنحضرتؐ وہاں موجود نہ تھے۔ اگر ہوتے تو حضرت عمر ہشام کے گلے میں کپڑا ڈال کر کشاں کشاں کھینچ نہ لاتے۔

☆ حضرت عمر نے سورہ فرقان سنتے ہی اپنا موڈ بنالیا اور ارادہ کرلیا کہ اسے نماز ہی میں دبوچ لوں لیکن خدا معلوم کیوں ترس آ گیا کہ نماز تک انتظار میں بیٹھے رہے۔

☆ جب ہشام نے نماز ختم کر لی تو بس پھر کیا تھا۔ چادر بھی ہشام کی اپنی اور گلا بھی ہشام کا اپنا، حضرت عمر نے ہشام کے گلے میں چادر ڈالی اور پوچھا: یہ سورۃ تجھے کس نے پڑھائی ہے؟

☆ ہشام کا جواب سنا اور کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ پھر کشاں کشاں سرورِ کونینؐ کے پاس لے آیا اور جب تک آپ نے نہ فرمایا، اس وقت ہشام کی گلو خلاصی نہ ہوئی گویا یہ اختلاف فقط قرات کا نہ تھا۔ اختلاف بہت بڑا تھا۔ اگر صرف قرات کا اختلاف ہوتا تو حضرت عمر اتنے جذبات سے کام نہ لیتے اور ایک اچھے خاصے صحابی کو جھوٹا کہہ کر سرورِ کونینؐ کے پاس نہ پہنچاتے۔ راوی نے اگرچہ حضرت عمر کی وکالت کی خاطر اختلاف صرف قرات کا بتایا ہے لیکن حالات بتاتے ہیں کہ یہ اختلاف صرف قرات کا نہ تھا۔

«علمائے اُمت سے چند سوال»

☆ حضرت عمر نے ہشام سے ایسا سلوک کیوں کیا؟

☆ کیا اسلامی اخلاق ایسا سلوک کرنے کی اجازت دیتا ہے؟

☆ حضرت عمر نے اپنا یہ رعب اور دبدبہ کسی جنگ میں کیوں نہ استعمال کیا؟

☆ حضرت عمر کے اس فعل کو شجاعت کہا جائے گا یا کچھ اور؟

☆حضرت عمر نے سرور کونینؐ کے سامنے جا کر آپؐ کی عظمت کے پیش نظر ہشام کو از خود کیوں نہ چھوڑا؟

☆کیا حضرت عمر کے دل میں سرور کونینؐ کی عظمت تھی؟

☆اگر تھی تو کیا یہ اسی کا مظاہرہ تھا؟

☆رحمۃ للعالمینؐ کے زیر تربیت رہنے والے سے ایسے اخلاق کی اُمید کیسے کی جاسکتی ہے؟

☆کیا حضرت عمر اتنا آزاد منش تھا کہ اس کے ذہن میں کسی کی عزت نہ تھی۔

☆کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت عمر ایسے اخلاق سے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ خود سرور کونین کو بھی مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے؟

☆کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت عمر سرور کونینؐ اور اسلام کی نسبت خود سازی میں مصروف تھے؟

☆کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت عمر نے ثقیفہ بنی ساعدہ میں بھی اپنی اسی "حسن اخلاق" کی بناء پر خلافت کی بازی جیتی تھی؟

☆حضرت عمر کے اس کردار کے پیش نظر جو سرور کونینؐ کی بزم میں رونما ہوتا رہتا تھا کیا یہ حقیقت نہیں کہ دختر رسولؐ کے دروازہ کو آگ لگائی گئی تھی؟

«تحریف قرآن»

ہشام کی قرات اور حضرت عمر کی قرات میں فرق تھا۔ قرات ہشام میں حروف کی کثرت تھی اور قرات حضرت عمر میں حروف کی قلت تھی۔ اگر ہشام کی قرات درست تھی تو حضرت عمر کی قلیل حروف والی قرات کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اگر حضرت عمر کی آخری قلیل حروف والی قرات درست تھی تو ہشام کی کثرت حروف والی قرات کو کیسے درست کہا جا سکتا ہے؟ شیعہ کو تحریف قرآن کا قائل بتلا کر کافر و مرتد کہنے والے اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھتے۔ اگر تھوڑی سی گردن نیچی کر کے اپنے گریبان میں

جھانک لیں تو انہیں نظر آ جائے گا کہ تحریف قرآن کا راستہ صاف کرنے کی خاطر زمانہ رسالت تک ہاتھ دراز کیے جا چکے تھے اور ایسا کرنے والا کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ حضرت عمر خود تھے۔ مولانا وحید الزمان کا ذاتی تبصرہ دیکھئے اس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حضرت عمر اور ہشام کی قرات میں اختلاف زبر زیر یا قبائلی لغت کا اختلاف نہ تھا بلکہ اختلاف الفاظ کا تھا۔ ہشام کے پاس جو سورت تھی اس کے الفاظ زیادہ تھے اور حضرت عمر کے پاس جو سورۃ تھی اس کے الفاظ کم تھے۔ اب موجودہ مصحف عثمان میں خدا معلوم ہشام سے نقل کردہ سورۃ فرقان ہے یا حضرت عمر سے منقول سورہ فرقان ہو۔ جو بھی ہو تحریف ثابت ہے۔ اگر حضرت عمر کی نقل کردہ ہے تو یقیناً کمی ہے اور کمی بھی تحریف ہی کہلاتی ہے۔ اب میں درخواست کروں گا کہ تحریف قرآن کے قائل آنجناب کو کافر و مرتد کہتے ہوئے شیعوں کے ساتھ حضرت عمر کو کبھی نہ بھولیں۔

﴿سرور کونین کا تحریف قرآن کی حمایت کرنا﴾

کتنا تعجب ہے کہ بقول حضرت عمر سرور کونینؐ نے سورہ فرقان کی دونوں روایتوں کو درست تسلیم کر لیا۔ حضرت عمر کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ مجھے رسولؐ نے پڑھائی تھی اور ہشام کا دعویٰ بھی یہ ہے کہ مجھے آپ ہی نے تعلیم دی ہے۔ پھر دونوں سناتے بھی ہیں۔ آپ دونوں سے سن کر دونوں کو کہتے ہیں کہ اللہ نے اسی طرح نازل کی ہے گویا بالفاظ دیگر سرور کونینؐ خود اختلاف کی اجازت دے رہے ہیں اور کمی بیشی کی نسبت اللہ کی طرف جا رہی ہے۔ حدیث کا مفہوم اور سرور کونین کی تصدیق یہ بتاتی ہے کہ سورہ فرقان دو مرتبہ نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ کی نازل کردہ سورہ ہشام نے پڑھی جو کثیر الحروف تھی اور دوسری مرتبہ کی نازل کردہ حضرت عمر کو پڑھایا جو قلیل الحروف تھا۔ اگر ایک مرتبہ نازل ہوا ہوتا تو یقیناً سرور کونینؐ یا حضرت عمر کو کہتے کہ تیری قرات درست ہے اور ہشام کو کہتے کہ تو ویسے پڑھ رہا ہے جیسے نازل ہوا ہے لیکن یہاں حضرت دونوں سے فرماتے ہیں کہ تم دونوں درست پڑھ رہے ہو یعنی جس کی قرات میں حروف کم ہیں وہ بھی ٹھیک ہے اور جس کی قرات

میں حروف زیادہ ہیں وہ بھی ٹھیک ہے۔ کیا کہنے اس رسول اعظمؐ کے، کیا بات ہے اس خلیفہ راشد کی۔ اور کیا عقیدت ہے مولانا بخاری کی تضاد واضح ہے لیکن سب اچھا۔

صحیح بخاری، پارہ ۲۰، کتاب التفسیر، ج ۶، ص ۵۰۳، حدیث ۵۱۵:

یوسف ابن مالک قال انی عند عائشۃ اُمہ المومنین از جاء ھا عراقی فقال ای الکفن خیر قالت ویحک وما یضرک قال یا امیر المومنین اریني مصحفک قالت ولم قال لعلی اولف القران علیة فانه یقرأ غیر مؤلف قالت وما یضرک ایه قرأت قبل انما نزل اول ما نزل منه سورة من المفصل فیها ذکر الجنة والنار حتی ازا ثاب الناس الی الاسلام نزل الحلال و الحرام ولو نزل اول شیئی... لاتشربوا الخمر لقالوا الا ندع الخمر ابدًا ولو نزل لا تزنوا لقالوا الا ندع الزنا ابدًا لقد نزل بمکة علی محمد وانی جاریة العب... بلک الساعة موعدهم ادهی وامر وما نزلت البقرة والنساء الا وانا عنده۔قال فاخرجت له المصحف فاملت علیه ای السور

"یوسف ابن مالک نے کہا کہ میں حضرت عائشہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں عراق کا ایک شخص آیا۔ وہ پوچھنے لگا: کفن کیسا ہونا چاہیے۔ انہوں نے کہا افسوس! اس سے کیا مطلب کس طرح کا بھی کفن ہو۔ تجھے

کیا نقصان ہوگا پھر وہ کہنے لگا ام المومنین! ذرا اپنا مصحف تو مجھے دکھلایئے۔ انہوں نے کہا کیوں؟ اس نے کہا: میں آپ کا مصحف دیکھ کر سورتوں کی ترتیب پہچان لوں۔ بعض لوگ اس کو بے ترتیب پڑھتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: پھر اس میں کیا قباحت ہے جو سورۃ تو چاہے پہلے پڑھ جونسی سورۃ تو چاہے بعد میں پڑھ۔ اگر اُترنے کی ترتیب دیکھتا ہے تو پہلے تو مفصل کی ایک سورۃ اُتری اقراء باسم ربک جس میں بہشت کا ذکر ہے۔ جب لوگوں کا دل اسلام کی طرف رجوع ہوگیا۔ اس کے بعد حلال حرام کے احکام اُترے اگر کہیں شروع ہی میں یہ اُترتا کہ شراب نہ پینا تو لوگ کہتے ہم تو کبھی شراب پینا نہ چھوڑ دیں گے۔ اگر شروع ہی میں یہ اترتا کہ دیکھو زنا نہ کرنا تو لوگ کہتے ہم تو زنا نہ چھوڑیں گے۔ میں بالکل چھوٹی بچی کھیل رہی تھی اس وقت مکہ میں آنحضرتؐ پر یہ آیت اُتری **بل الساعة موعدهم** (جوسورۃ قمر میں ہے) اور سورہ بقرہ اور سورہ نساء اس وقت اُتریں جب میں آنحضرتؐ کے پاس تھی۔"

ذرا غور فرمائیں:۔ حدیث آپ کے سامنے ہے، کتنی عجیب حدیث ہے۔ سائل کفن کے متعلق پوچھتا ہے کہ کیسا ہونا چاہیے۔ بی بی فرماتی ہیں جیسا بھی ہو۔ تجھے کیا نقصان ہے یعنی حلال ہو یا حرام ہو، پاک ہو نجس ہو، مباح ہو، غصبی ہو، کوئی فرق نہیں۔ سائل فوراً اپنے پہلے سوال کا جواب چھوڑ کر عرض کرتا ہے مجھے اپنا مصحف دکھائیں۔ بی بی کہتی ہے وہ کیوں؟ سائل کہتا ہے کہ میں اپنے قرآن کی ترتیب کو آپ کے مصحف کی ترتیب کے مطابق کرنا چاہتا ہوں۔ بی بی کہتی ہے اگر ترتیب نہ ہو تو کیا فرق پڑتا ہے، یہ تیری مرضی ہے جو سورۃ پہلے پڑھ اور جو چاہے بعد میں پڑھ۔

دیکھ لیا ہے آپ نے بھی بی بی خود تحریف کی ترغیب دے رہی ہے۔ گویا بی بی کے اسلام میں قرآن کی کوئی ترتیب نہیں ہے۔ جیسے جس کا جی چاہے پڑھ لے۔ علمائے سواد اعظم تو اس بات کے روادار نہیں کہ ہم صرف اتنا کہ سکیں کہ مصحف عثمانی از روئے ترتیب تحریف شدہ ہے۔ جونہی ہم کہتے ہیں فوراً دھاڑیں مارنے لگتے ہیں کہ وہ دیکھو شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے لہذا یہ کافر ہیں۔ بھلا اب کفر کون کر رہا ہے۔ بی بی تو سرے سے ترتیب کی قائل ہی نہیں اور اپنے بچوں سے فرماتی ہیں کہ بیٹو! کوئی فرق نہیں پڑتا جیسے چاہو پڑھ لو۔۔۔ اگر یہ تحریف ہے تو ہمارے ساتھ بی بی بھی قائل تحریف اور فتوے کفر وارتداد میں برابر کی شریک ہیں۔۔۔ اور اگر یہ تحریف نہیں تو پھر شیعہ کی تحریف قرآن کہنا چھوڑ دیا جائے۔ اگر آپ ذرا عقیدت کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر سوچیں تو بی بی کے اس میں کہ جو چاہو پڑھو اور جیسے چاہو پڑھو، آپ کو بہت کچھ مل سکتا ہے اور اس کی تائید بی بی کی وہ تمام احادیث جمع کرتی ہیں۔

اگر بی بی کی احادیث کے پیش نظر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ

☆ جو زوجہ سرور کونین کو خودکشی کا مرتکب قرار دیتی ہیں!!

☆ جو بی بی سرور کونین کو دوسری ازدواج سے روکنے کی خاطر ہر قسم کے پلان بناتی ہیں!!

☆ جو بی بی خانہ رسولؐ میں گروہ بندی کی سرپرستی کرتی

☆ جو بی بی سرور کونینؐ کو جادو زدہ بتلاتی ہیں!!

☆ جو بی بی سرور کونینؐ کے قرآن بھول جانے کا پروپیگنڈہ کرتی ہیں!!

☆ جو بی بی سرور کونینؐ کے شب قدر کے بھول جانے کا ڈھنڈورا پیٹتی ہیں!!

☆ جو بی بی آیت تیمم کو اپنی طرف منسوب کرنے کی خاطر ہار کی گمشدگی کا فسانہ بناتی ہیں!!

☆ جو بی بی آیات افک کو اپنے ساتھ منسوب کرنے کی خاطر اتنے طویل قصے تراشتی ہیں!!

☆ جو بی بی دم مرگ وصیت کرتی کہ مجھے روضہ رسولؐ میں دفن نہ کیا جائے میں وہاں

پاک نہیں ہوسکوں گی!!

☆ جو بی بی سرورِ کونین کو ایک عام انسان سے بھی پست کر کے پیش کرتی ہیں!!

☆ جو بی بی آتش حسد میں جل کر خودکشی کی کوشش کرتی ہیں!!

جو اسلام، بانی اسلام، اور ضابطہ اسلام کو کیا سمجھتی ہے؟ اور اس کی نظروں میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ کیا ترتیب قرآن کی اہمیت گھٹانا، یہ نہیں بتاتا کہ بی بی دل و جان سے یہ چاہتی تھی کہ کسی نہ کی طرح بانی اسلام کی طرح آئین اسلام کی عظمت بھی پارہ پارہ ہوجائے۔

صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ ایوبیہ، ارٹلری میدان نمبر ۱، کراچی نمبر ۱

عن علقمه قال قدمنا الشام ابوالدراداء فقال فيكم احديقه على قرأة عبدالله فقلت نعم انا قال فكيف سمعت عبدالله يقرء والليل ازا يغشى والذكر والانثى قال وانا والله هكذا سمعت رسول الله يقرتها ولكن هؤلاء يديدون ان اقرأ وما خلق فلا اتابعهم

"علقمہ نے کہا: ہم شام کو گئے تو ابودرداء ہمارے پاس آئے اور کہا تم میں کوئی عبداللہ کی قرات پڑھنے والا ہے۔ میں نے کہا: ہاں میں ہی ہوں۔ انہوں نے کہا کیونکر سنا تم نے اس آیت کو عبداللہ کو پڑھتے ہوئے، **والليل ازايغشى والذكر والانثى** ۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں نے بھی رسولؐ اللہ سے یونہی پڑھتے سنا ہے اور یہاں تک کے لوگ چاہتے ہیں کہ میں پڑھوں: **ما خلق**

الذکر والانثی۔تو میں ان کی نہیں مانتا"

جائزہ: لیجیے یہ ہیں امام مسلم جو فرماتے ہیں کہ مصحف عثمان اور مصحف ابن مسعود میں کافی اختلاف تھا۔ مصحف عثمان میں کچھ اضافے کیے گئے اور مصحف ابن مسعود میں کچھ خامیاں رہ گئیں۔ جب زیادتی ثابت ہو جائے تو کمی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ ممکن ہے اس آیت میں مصحف عثمانی میں اضافہ ہو اور دوسرے کسی مقام پر مصحف عثمانی میں کمی ہو۔ اب مقام فکر یہ ہے کہ کیا علقمہ، ابوالدرداء اور امام مسلم وغیرہ بھی تحریف قرآن کے قائل ہو کر ہمارے ساتھ دائرہ کفر اعظم کو جواب دینا ہو گا کہ وہ کیوں ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔

صحیح ترمذی، جلد دوم، ص ۳۴۷، حدیث ۸۴۰

انس ابن مالک ان النبی قرأ ان النفس بالنفس والعین بالعین

"ان ابن مالک کہتا ہے کہ سرور کونینؐ نے اس آیت کو یوں پڑھا ہے: ان النفس بالنفس والعین بالعین۔"

جبکہ موجود مصحف عثمانی میں لفظ "ان" موجود نہیں ہے کیا یہ تحریف نہیں؟ اگر تحریف نہیں تو کیسے؟ جبکہ ایک پورا لفظ موجود نہیں ہے اور اگر تحریف ہے تو پھر تحریف قرآن کے قائل ہونے کے جرم میں شیعہ پر جو کفر وارتداد کا فتویٰ ہے اس میں انس ابن مالک اور امام ترمذی شامل ہوں گے یا نہیں؟

صحیح ترمذی، جلد دوم، ص ۳۵۰، حدیث ۸۵۰

عبدالرحمن ابن یزید عن عبداللہ ابن مسعود قال اقرانی رسول اللہ انی انا الرزاق ذوالقوۃ المتین

"عبدالرحمٰن ابن یزید، عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتا ہے کہ سرور کونینؐ نے مجھے یہ آیت اس طرح پڑھائی تھی:۔ **انی انا الرزاق ذوالقوۃ المتین۔**"

بھلا اب مصحف عثمانی میں ملاحظہ فرمائیے کیا آیت اسی طرح ہے؟ دو ہی صورتیں ہوں گی یا ماننا ہوگا عبداللہ ابن مسعود تحریف قرآن کا قائل تھا اور یا حضرت عثمان کی جامع کمیٹی تحریف قرآن کی قائل تھی کیونکہ اگر عبداللہ کی آیت درست ہے تو موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے۔ اور اگر موجودہ قرآن درست ہے تو عبداللہ کا قرآن تحریف شدہ ہے۔ علمائے سواد اعظم تحریف قرآن کے قائل پر جو فتویٰ بھی صادر کریں ہم خوش آمدید کہیں گے۔

حرف آخر

میرے محترم!۔۔۔ یہ مشتے نمونہ از خروارے کے بطور صحاستہ سے چند احادیث پیش کی گئی ہیں جہاں تک روایات کا تعلق ہے وہ دونوں طرف موجود ہیں۔ اگر یہی چیز موجب کفر وارتداد ہے تو پھر اس حمام میں سب ہی ننگے ہیں۔۔۔ میں نے آغاز بحث میں بھی عرض کیا تھا کہ ہماری داستان مظلومیت کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اندر ایسے افراد گھسا دیئے گئے جنہوں نے ہمارے مسلمات کو پامال کرنے اور ہمیں بدنام کرنے کی خاطر ایسی روایات اپنی طرف سے جمع کرتے گئے۔ لیکن چونکہ سواد اعظم وفات سرور کونینؐ سے تادم تحریر ہمیشہ مسند اقتدار پر براجمان رہا ہے اس لیے ان کے پاس ایسا کوئی عذر نہیں۔ پھر سواد اعظم کے جید علماء تحریف قرآن کے قائل نظر آتے ہیں اور جہاں تک ایمان و اعتقاد کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ تمام اُمت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ جو کچھ بھی موجود ہے یہ کلام خدا اور قرآن ہے۔ اس میں قطعی کوئی تحریف نہیں ہوئی۔

لہذا معقولیت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ فریقین اپنی روایات سے قطع نظر اپنے اصول وایمان کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ تحریف قرآن کو قطعی طور پر ختم کردیں اور ایک دوسرے کے خلاف اس سلسلہ میں نہ کوئی کیچڑ اُچھالیں اور نہ ہی سستے فتوے شائع کر کے سستی شہرت خریدنے کی کوشش کریں۔ اس میں اُمت کا بھلا ہے، اسلام کا بھلا ہے، ملک کا بھلا ہے اور ملت وقوم کی خیر خواہی ہے۔ بصورت دیگر ہم مجبور ہوں گے کہ آئندہ جواب ہمارا انہیں الفاظ وانداز میں جن الفاظ کی زبان سے خود واقف ہیں اور جس انداز کو کبھی بھول نہیں سکتے۔

کتاب فصل الخطاب کی شیعہ علماء کی نگاہ میں کوئی حیثیت نہیں ہے

بلکہ علماء نے اس کتاب سے برات کا اظہار فرمایا ہے

حضرات: ارباب انصاف مذکورہ کتاب کے بارے چند شیعہ علماء کے نظریات پیش کر کے ہم دیانت اور انصاف کا واسطہ دیکر ہر دانش ورکو دعوت فکر دیتے ہیں شیعہ عالم لطف اللہ الصافی اپنی کتاب الخطیب ص ۵۶ میں لکھتے ہیں کہ۔ **"لم نریٰ فی علماء الامامیه و مشایکم من یقتنی بکتاب فصل الخطب و یستند الیدالخ"** کہ علماء امامیہ میں کوئی بھی ایسا عالم نہیں ہے جو اس کتاب فصل الخطیب کو اہمیت دیتا ہو اور اس کتاب کی تالیف میں خطا، ہی باعث بنی ہے کہ اس کتاب کا مولف اعتراضات کے تیروں کا نشانہ بنا ہے اور موصوف پر بہت تنقید ہوئی ہے اور خود شیعہ عالم محمد حسین شہرستانی نے اسکی رد میں یہ کتاب لکھی ہے، حفظ الکتاب الشریف عن شبهه القول بالتحریف اور شیعہ عالم شیخ محمد طہرانی یہ کتاب کشف الارتیاب اس فصل الخطاب کے رد میں لکھی ہے اور آغا بزرگ طہرانی نے اپنی کتاب اس فصل الخطاب میں لکھا ہے کہ خود فصل الخطاب کے مصنف علامہ نوری کی زبان سے میں نے سنا تھا کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اس کتاب کا نام رکھنے میں خطاء کی ہے بہتر یہ تھا

کہ میں اس کا نام یہ رکھتا فصل الخطاب فی عدم تحریف الکتاب۔

فصل الخطاب ناقابل اعتبار ہے:

اہل تشیع کے مایہ ناز عالم علامہ محمد جواد البلاغی نے اپنی مایہ ناز کتاب آلا الرحمٰن ج اص ۲۶ میں فصل الخطاب کے بارے بڑی تفصیل سے صفائی پیش فرمائی ہے اور اس کا کچھ مقدار خلاصہ یہ ہے کہ فصل الخطاب مین ایسی روایات کو جمع کیا گیا ہے کہ جن پر اہل تشیع اپنے مذہب کی بنیاد نہیں رکھتے کیونکہ وہ ایسے لوگوں سے روایات کی گئی ہیں کہ جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ لوگ ضعیف الحدیث ہیں فاسد العقیدہ، مضطرب الحدیث ہیں، مجغو الروایہ اور غالی اور کذاب ہیں ختم عبارہ الرحمٰن ارباب انصاف کتاب فصل الخطاب کو شیعہ علماء کی بارگار میں اسی طرح شرف قبولیت حاصل نہیں ہوا۔ جس طرح کتاب الفرقان کو سُنی علماء نے شرف قبولیت نہیں بخشا، اور اگر فصل الخطاب جیسی کتاب چونکہ شیعوں میں تصنیف ہوئی ہے، پس اسی لئے شیعہ بے ایمان اور کافر ہیں، تو الفرقان کتاب اہلسنت میں بھی تصنیف ہوئی، تو کیا وہ بھی بے ایمان اور کافر ہیں، اور اگر شیعہ کتب میں روایات مشتبہ تحریف ہین اس لئے شیعہ دین سے خارج تو ایسی روایات کتب اہل سنت میں بھی موجود ہیں، پس وہ بھی دین سے خارج ہونگے۔

اہل تشیع کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن کامل ہے اور اسکی آیات میں نہ ہی کمی ہوئی ہے اور نہ ہی زیادتی ہوئی ہے

ثبوت کے لئے شیعہ کی معتبر کتابیں ملاحظہ ہوں،

(۱) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب اعتقادات صدوق ص ۹۲ محمد بن علی قمی۔

(۲) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب اوائل المقالات ص ۵۵ علامہ الشیخ مفید۔

(۳) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب تفسیر مجمع البیان ص ابو علی طبری۔

(۴) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب کشف الغطاء ص ج ۱۱ الشیخ جعفر کاشف الغطار۔

(۵) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب تفسیر الاء الرحمٰن ص محمد جواد البلاغی۔

(۶) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب تفسیر المیزان ج ۴ ص ۱۰۴ از محمد حسین طباطبائی۔

(۷) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب تفسیر البیان ص ۲۰ خوئی۔

(۸) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب تفسیر صافی ج ۲ ملا محسن فیض کاشانی۔

(۹) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب الاشارات علامہ محمد الکباسی۔

(۱۰) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب اصل الشیعہ واصولہا محمد حسین کاشف الغطا۔

(۱۱) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب الفصول المہمہ عبدالحسین شرف الدین۔

(۱۲) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب نفحات الرحمٰن م شیخ محمد النہاوندی۔

(۱۳) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب رسالہ فی حفظ الکتاب الشریف عن شبہۃ القول التحریف۔

(۱۴) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب علامہ محمد حسین الشیرستانی۔

(۱۵) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب مسائل طرابلسات۔

(۱۶) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب سعد السعود ص ۱۴۴ سید ابن طاؤس۔

(۱۷) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب فوائد الاصول سید مہدی طبرطبائی۔

(۱۸) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب کشف الارتیاب فی رد فصل الخطاب۔

(۱۹) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب بحر الفوائد۔

(۲۰) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب تنقیح المقال، شیخ مامقسانی۔

(۲۱) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب مقدمہ تفسیر قرآن، سید علی نقی۔

(۲۲) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب کشف الاسرار، امام خمینی۔

(۲۳) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب النقد اللطیف فی نفی التحریف۔

(۲۴) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب کشف، عبدالحسین۔

(۲۵) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب المدخل فی التفسیر، استاد فاضل۔

(۲۶) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب رد فصل الخطاب، شیخ محمود۔

(۲۷) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب تفسیر جامع ص ۲۷ مقدمہ۔

(۲۸) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب تفسیر القرآن لعبداللہ شبر۔

(۲۹) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب عقائد امامیہ ص ۸۵، شیخ محمد رضا مظفر۔

(۳۰) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب منہج الصادقین ص ۵ علامہ فتح اللہ کاشانی۔

(۳۱) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب تفسیر آیۃ الکرسی ص ۳۲ از صدرالدین شیرازی۔

(۳۲) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب مناقب اہل ابی طالب ج ۱ ص ۱۹۔

(۳۳) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب المجلی ص ۳۰۲ از ابن ابی جمہور احسائی۔

(۳۴) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب تفسیر الوامع التنزیل ص ۲۳ پارہ ۱ از علامہ حائری۔

(۳۵) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب شرح وافیہ ص ۵۴ ط لکھنو از علا عبداللہ خراسانی۔

(۳۶) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب بحرالفوائد ص ۹۹ از محمد حسین آشتیانی۔

(۳۷) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب قوانین الاصول ص ۳۱۵ از علامہ ابوالقاسم۔

(۳۸) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب مصائب النواصب، از نوراللہ شوشتری۔

(۳۹) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب انیس الاعلام ص ۱۲۸ از محمد مصاری طہرانی۔

(۴۰) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب کلم الطیب ص ۲۹۱ از عبدالحسین طیب۔

(۴۱) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب تفسیر نوین۔

(۴۲) اہل تشیع کی مایہ ناز کتاب تفسیر اصفی۔

(۴۳) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب میانی الاستنباط ص ۲۳۴۔

(۴۴) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب شرح باب حادی عشر ص ۴۰۔

(۴۵) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب کفایۃ الموحدین ص ۱۱۰، ۵۲۴۔

(۴۶) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب حق الیقین شبر ج ا ص ۱۴۹۔

(۴۷) اہل تشیع کی مائیہ ناز کتاب صراط مستقیم ج ا ص ۴۴۔

شیعوں کے آئمہ کا فرمان کہ ہر نماز کے بعد قرآن کی حقانیت کی گواہی دو

اہل تشیع کی کتاب اصول کافی ج ۲ ص ۵۴۸ کتاب الدعاء۔

اہل تشیع کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ج ا ص ۲۱۵۔

اہل تشیع کی کتاب تفسیر برہان ج ا ص ۵۴۵۔

اہل تشیع کی کتاب مفاتیح الجنان ص ۱۶ از کر تعقیبات نماز اصول کافی **اذا انصرفت من صلوۃ مکتوبتہ فقل، رضیت** کی عبارت، **ها الله ربا وها الاسلام دینا و بمحمدؐ نبیا و یالقران کتاباً** کہ جب تم نماز فریضہ سے فارغ ہو جاؤ تو اس دعاء کو پڑھو کہ میں اللہ پاک کے رب ہونے اور محمد مصطفےؐ کے نبیؐ ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر قرآن پاک کے کتاب خدا ہونے پر ایمان لایا ہوں صحابہ رسالتؐ قرآن کریم قول الحق کو ناقص سمجھتے تھے۔ لو دضیاوی صاحب توجہ فرمائیں کے آپ کے اپنے معتبر ترین مفسرین قرآن نے اصحاب رسالتؐ کا تحریف قرآن مقصد ہونے کو روایات کتب صحاح ستہ کی احادیث سے ثابت کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر لابن کثیر ج ۳ ص ۴۶۵ احزاب۔

(۲) اہلسنت کی معتبر کتاب در منشور ج ۵ ص ۱۸۰ احزاب۔

(۳) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر اتقان ج ۲ ص ۳۰ نوع ۴۷

(۴) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۲۱۳ احزاب

(۵) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر فتح القدیر ج ۵ ص ۲۵۱ احزاب

(۶) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر مظہری ج ۶ ص ۳۰۲ احزاب

(۷) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر روح المعانی ص ۱۴۱ پارہ نمبر ۲

(۸) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر کشاف ج ۲ ص ۲۰۴ احزاب

(۹) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر عراب القرآن ج ۷ ص ۵۷ پارہ نمبر ۲۱۔

(۱۰) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر مدارک التنزیل ج ۲ ص ۱۴۸ احزاب۔

(۱۱) اہلسنت کی معتبر کتاب المحاضرات ج ۴ ص ۴۳۴ الحد ۲۰ از راغب۔

حضرت عمر نے آیت رجم کے قرآن سے گم ہونے کا اعلان فرمایا:

برائے تفصیلات مندرجہ ذیل بنیادی کتب اہلسنت ملاحظہ فرمائیں

(۱) اہلسنت کی معتبر کتاب صحیح بخاری ج ۸ ص ۱۶۹ باب رجم الحبلی۔

(۲) اہلسنت کی معتبر کتاب صحیح بخاری ج ۹ ص ۶۹ باب شہادۃ عند الحاکم۔

(۳) اہلسنت کی معتبر کتاب صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۴ باب حد الزنا۔

(۴) اہلسنت کی معتبر کتاب سنن ابن ماجہ ص ۱۸۶ کتاب الحدود۔

(۵) اہلسنت کی معتبر کتاب سنن ابی داؤد ص ۱۴۵ کتاب الحدود۔

(۶) اہلسنت کی معتبر کتاب مسند احمد بن حنبل ج ا ص ۲۷۲ حدیث ۲۷۴۔

(۷) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۱ سورہ نور آیت ۲۔

(۸) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر در منشور ج ۵ ص ۱۸۰۔

(۹) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر اتقان ج ۲ ص ۱۳۱ نوع ۴۷۔

(۱۰) اہلسنت کی معتبر کتاب الحاضرات ج ۴ ص ۴۲۳ الحد ۲۰۔

قال عمر لو ان یقول الناس زاد عمر فی کتاب الله لکتبت آیة الرجم بیدی باب شهادہ عند الحاکم۔

حضرت عمر نے کہا کہ اگر لوگوں سے یہ خطرہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ عمر نے قرآن پاک میں زیادتی کی ہے تو آیت رجم کو میں اپنے ہاتھ سے قرآن میں لکھ دیتا۔

حضرت عمر سورہ جمعہ میں اپنی طرف سے (فاسعوا الی ذکر الله) کے بجائے (فامغوا الی ذکر الله) پڑھتے تھے، جو قرآن کریم میں عقیدہ تحریف کا ثبوت ہے

ملاحظہ فرمائیں مندرجہ ذیل کتب اہلسنت!

(۱) اہلسنت کی معتبر کتاب صحیح بخاری ج ۶ ص ۱۵۱ کتاب التفسیر۔

(۲) اہلسنت کی معتبر کتاب فتح الباری ج ۸ ص ۴۹۲۔

(۳) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر کبیر ج ۷ ص ۲۰۶۔

(۴) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر در منشور ج ۶ ص ۲۱۹۔

صحیح بخاری کی عبارت: " کتاب التفسیر سورہ جمعہ وقرا عمر فاصفوا الی ذکر اللہ " ترجمہ: جناب عمر سورہ جمعہ میں فاسعوا کے بجائے فامضوا پڑھتے تھے عثمان اور عمر کا الفاظ قرآن میں اختلاف شدید تھا۔ درمنثور کی عبارت: "**عن ابن عمر قال لقدتوفی عمرو مایقول هذه الایة التی فی سورة الجمعته الافامضوا الی ذکر الله** "۔ ترجمہ: عمر کا بیٹا کہتا ہے کہ عمر سورہ جمعہ میں فامضوا ہی پڑھتا رہا اور اس طرح وہ مر گیا، نوٹ: ابن عباس اور ابن زبیر کا فاسفوا پڑھنا بھی اسی روایت کے ساتھ لکھا ہے۔

درمنثور کی عبارت: **عن ابن مسعود انه کان یقرأ فامضوالی ذکر الله قال ولو کان فامضولسعیت حتیٰ لیسقط ردائی** "۔ ترجمہ: جناب ابن مسعود بھی فامضوا پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر فامضوا کا حکم ہوتا تو میں اتنی دوڑ لگاتا کہ میری چادر گر پڑتی۔ نوٹ: مذکورہ تبدیلی اصحاب کے قرآن میں کٹ مٹ اور تحریف کرنے کا روشن ثبوت ہے۔

امام اھلسنت حافظ ابن مردویه کی گواھی که قرآن پاک میں حضرت علی کا نام موجود تھا اور حضرت عثمان نے نکال دیا

بحوالہ وعقائد مستند علماء اہلسنت!

اہلسنت کی معتبر کتاب درمنثور ج ۲ ص ۲۹۸ آیت ۶۷ المائدہ۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر روح المعانی ج ۹ ص ۱۹۳ پ ۶۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر فتح القدیر ج ۲ ص ۵۷ السائدہ آیت ۶۷۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر مظہری ج ۳ ص ۱۵۳ از ثناء اللہ عثمانی۔

اہلسنت کی معتبر کتاب مفتاح النجاۃ، از مرزا مستھ خان

روح المعانی کی عبارت: اخرج ابن مرویه عن ابن مسعود قال کنا نقوا علی عهدی رسول الله یا ایها الرسول بلغ ما انزل الیک من دبک ان علیاً مول المومتین وان لم تفعل الخ۔

ترجمہ: حافظ احمد بن موسیٰ بن مرودیہ الاصفہانی نے اپنے استاد سے عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ ابن مسعود کہتا ہے کہ نبی کریمؐ کے زمانے میں ہم آیت بلغ کو اس طرح پڑھتے تھے کہ **ما انزل ایطف من ربک ان علیا مولیٰ المئومنین۔**

نوٹ: اس حدیث سے صاف ظاہر ہوا کہ علیؑ کا نام قرآن میں موجود تھا اور عثمان نے اپنے خفیہ کینہ کی وجہ سے اسکو قرآن سے نکال دیا تھا اور اگر حدیث قبول نہیں ہے تو ہم شیعہ خیر البریہ یہ کہتے ہیں کہ اہلسنت کے بانیان کو کیا مجبوری تھی کہ انہوں نے علیؑ کی فضیلت میں جھوٹی حدیث بنائی۔

امہات المئومنین میں سے حضرت عائشہ اور حفصہ اور ام سلمیٰ کا الزام کے حضرت عثمان نے تحریف قرآن کی

اہلسنت کی معتبر کتاب المصاحف ص ۹۴ تالیف۔

ابی بکر عبداللہ بن داؤد سلیمان بن الاشعث السجستانی۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر در منثور ص ۳۰۲ آیت حافظوا علی۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۴۸۔

اہلسنت کی معتبر کتاب فتح الباری شرح بخاری ج ۸ ص ۱۹۷ حدیث۔

اہلسنت کی معتبر کتاب صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۵ باب اوقات الصلوٰۃ۔

صحیح مسلم کی عبارت: عن ابی یونس مولیٰ عائشہ انہ قال امرتنی عائشہ ان اکتب لھا مصحفا وقالت اذابلغت ھذہ الایۃ فاذنی حافظوا علیٰ الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ قال بلغتھا اذنتھا فاملت علی حافظوا علی الصلوات والصلوۃ الوسطیٰ وصلوۃ العصرو قوموا للہ قانتین قالت عائشۃ سمعتھا من رسول اللہ۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے فرمایا کہ میں انکے لئے ایک مصحف لکھوں اور جب میں اس آیت حافظوا تک پہنچوں تو مجھے اطلاع دیں، پس حضرت عائشہ نے مجھے یہ آیت اس طرح لکھوائی صلواۃ الوسطیٰ کے بعد صلوٰۃ العصر اور فرمایا کہ اس آیت کو میں نے رسول اللہ سے اسی طرح سنا ہے۔

مُستند علماء اہلسنت کا دعویٰ کہ سورہ احزاب میں مولا علیؑ کا نام تھا

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر روح المعانی ص ۱۵۷ پ ۲۱ آیت ۲۵۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۱۹۲ الاحزاب آیت ۲۵۔

اہلسنت کی معتبر کتاب معارف النبوت، ذکر جنگ خندق۔

اہلسنت کی معتبر کتاب مفتاح النجاۃ، از مرزا محمد بدخشانی۔

روح المعانی کی عبارت: واخرج ابن مردویہ عن ابن مسعود انہ کان یقوا ھذا الحرف وکفی اللہ المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب کان اللہ قویا عزیزاً۔

مفتی بغداد شہاب الدین کا عقیدہ کہ قرآن پاک میں علیؑ کا نام تھا

یہ علامہ لوسی لکھتے ہیں کہ ابن مردویہ نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ وہ اس آیت کفی اللہ المومنین میں القتال کے بعد بعلی ابن ابی طالب کے الفاظ کو بھی پڑھتے تھے۔

سنی علامہ مرزا محمد بدخشانی کا عقیدہ کہ قرآن پاک میں علیؑ کا نام تھا

مفتاح النجاۃ کی عبارت: عن ابی مسعود رانہ کان یقرأو کفی اللہ المئومنین القتال بعلی بن ابی طالب کان اللہ قویا عزیزاً۔

ترجمہ: ابن مسعود سورہ الاحزاب کی مذکورہ آیت ۲۵ میں علیؑ کے نام پڑھتے تھے لفظ القتال کے بعد بعلی بن ابی طالبؑ پڑھتے تھے۔

حضرت عثمان نے الفاظ قرآن کو غلط قرار دیا۔

اہلسنت کے علماء ومفسرین قرآن کا الزام:

(۱) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر اتقان ج ۱ ص ۲۲۶ نوع ۴۱ از سیوطی

(۲) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر روح المعانی ج۱ص ۳۰ ازشہاب الدین۔

(۳) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر کبیر رازی ج۶ص ۴۸ آیت ان ہذان لساحران۔

(۴) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر قرطبی ج ۱۱ص ۲۱۶ طہ آیت ۶۱ ان ہذان۔

(۵) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر فتح القدیر ج۳ص ۳۶۱ از قاضی محمد شوکانی

(۶) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر معالم التنزیل ج۱ص ۵۱۷ النسا، آیت (۲) از الفرالبغوی۔

(۷) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر الدرالمنثور ج۲ص ۲۴۶ سورہ مائدہ، از سیوطی۔

(۸) اہلسنت کی معتبر کتاب المحاضرات ج۲ص ۴۳۴ الحد، از راغب اصفہانی۔

(۹) اہلسنت کی معتبر کتاب الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، از شاہ ولی اللہ۔

(۱۰) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، از ثعلبی۔

(۱۱) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر فقیہ ابواللیث سمرقندی۔

(۱۲) اہلسنت کی معتبر کتاب کتاب المصاحف، لابن اشتہ۔

(۱۳) اہلسنت کی معتبر کتاب کتاب الرد علی من خالف مصحف عثمان۔

(۱۴) اہلسنت کی معتبر کتاب کتاب شوکت عمریہ، از رشید خان۔

(۱۵) اہلسنت کی معتبر کتاب کتاب مشکل، از ابن قتیبہ۔

مذہب اصحاب میں قرآن کو آگ لگانا بھی خدمت اسلام ہے۔

تفصیلات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اہلسنت کی معتبر کتاب صحیح بخاری ج۶ص ۱۸۴ باب جمع القرآن۔

(۲) اہلسنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۲۱۷ ذکر عثمان۔

(۳) اہلسنت کی معتبر کتاب الصواعق المحرقہ ص ۶۸ خلافت عثمان۔

(۴) اہلسنت کی معتبر کتاب ریاض النضرہ ج ۳ ص ۱۲۷ خلافت عثمان۔

(۵) اہلسنت کی معتبر کتاب مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۵۷ افضائل قرآن۔

(۶) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۵۳۔

(۷) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر اتقان ص ۴۷ نوع ۱۸۔

(۸) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۲۴۔

(۹) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر غرائب القرآن ج ۱ ص ۲۷۔

(۱۰) اہلسنت کی معتبر کتاب المحاضرات ج ۳ ص ۴۲۳ الحد۔

(۱۱) اہلسنت کی معتبر کتاب تحفہ اثناعشریہ ص ۳۲۱ مطاعن عثمان طعن ۵۔

(۱۲) اہلسنت کی معتبر کتاب تیسیر الوصول ج ۴ ص ۴۰۳ ب، جمع القرآن۔

(۱۳) اہلسنت کی معتبر کتاب تاریخ خمیس ج ۲ ص ۲۷۳ ذ، خلافت عثمان۔

(۱۴) اہلسنت کی معتبر کتاب تاریخ اعثم کوفی ص ۱۴۷ ذ، خلافت۔

(۱۵) اہلسنت کی معتبر کتاب روضۃ الاحباب ج ۲ ص ۳۲۹۔

(۱۶) اہلسنت کی معتبر کتاب نجاۃ المومنین از ملا محسن کشمیری۔

(۱۷) اہلسنت کی معتبر کتاب تحفہ نذریہ ص ۱۵۵ از قاری عبدالرحمٰن پانی پتی۔

جناب عائشہ کی گواہی کہ حضرت

عثمان کے جمع کردہ اور لکھوائے گئے قرآنوں میں بعض الفاظ غلط ہیں اور یہ خطا قرآن لکھنے والے کاتبوں سے ہوئی ہے

(۱) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر اتقان ج۱ ص۲۲۵ الحد ۴۱۔

(۲) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر در منثور ج۲ ص۲۴۶ المائدہ۔

(۳) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر مظہری ج۶ ص۱۴۹۔

(۴) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر قرطبی ج۱۱ ص۲۱۶۔

(۵) اہلسنت کی معتبر کتاب اہل سنت کی معتبر کتاب تفسیر روح المعانی ج اص ۳۱۔

(۶) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر معالم التنزیل ج۴ ص۲۲۱۔

(۷) اہلسنت کی معتبر کتاب المحاضرات ج۳ ص۴۳۵ الحد ۴۰۔

(۸) اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر در مصون فی علوم الکتاب المکنون۔

(۹) اہلسنت کی معتبر کتاب رسالہ مقنع ج۲ از ابو عمرو دانی۔

اتقان اور روح المعانی کی عبارت ملاحظہ ہو: قال رسالہ مقنع عن لحن القرآن عن قوله ان هلان لسا حران، دعن قوله والمقمين الصلوة والمئوتون الزوكوة عن قوله ان الذين آمنوا والدين هادوا الصابين فقالت يا بن اخى هذا عمل الكتاب اخطئوا فى الكتاب هذا سناد صحيح على شر الشيخين۔

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ میں حضرت عائشہ سے مذکورہ آیات کی بابت پوچھا کہ ان ہذان کیوں

ہے جبکہ ان نصب دیتا ہے اور المقیمین کے بجائے المقیمون چاہے تھا علی ہذ القیاس،حضرت عائشہ نے کہا کہ پتہ یہ قرآن لکھنے والوں کی کارگزاری ہے انہوں نے کتابت میں خطا کی ہے۔

حضرت عثمان نے قرآن پاک کو آگ لگا کر اسکی توھین کی ھے

حضرت عائشہ نے اسی وجہ سے انکے کافر ہونے کا فتویٰ دے کر انکو قتل کروادیا

(۱) اہلسنت کی معتبر کتاب سیرت حلیہ ج۳ص۳۵۶باب معجزات النبیؐ۔

(۲) اہلسنت کی معتبر کتاب المناقب لعلئی ص۱۱۷ذکر قتال اہل جمل از محدث ہذا۔

(۳) اہلسنت کی معتبر کتاب تذکرہ خواص الامہ ص۳۸ذکر جمل از سبط بن جوزی۔

(۴) اہلسنت کی معتبر کتاب الامامت والسیاست، ذکر جمل۔

(۵) اہلسنت کی معتبر کتاب نہایہ لابن اثیر ص۸لغت نعثل۔

(۶) اہلسنت کی معتبر کتاب قاموس ص۵۰۰نعثل از فیروز آبادی۔

(۷) اہلسنت کی معتبر کتاب لسان العرب ج۱۱ص۶۷۰لغت نعثل۔

سیرت، مناقب اور تذکرہ کی عبارت. **وکتب الی عائشة امیر المومنین علیؑ ولقد کنت تقولین بالامس اقتلو انعثلا قتل الله نعثلا فقد کفر، وفی النهایه حدیث عائشه اقتلوا لعثلاً تعنی عثمان.**

ترجمہ: حضرت علی نے جنگ جمل کے موقع پر حضرت عائشہ کو ایک خط لکھا تھا جس میں یہ جملہ بھی تھا کہ کل تک تو عثمان کی بابت یہ کہتی تھی کہ اس نعثل کو قتل کرو، خدا نعثل کو قتل کرے یہ کافر ہوگیا، اور

نہایہ ابن اثیر میں یہ لکھا ہے کہ فتویٰ عائشہ کو نعثل کو قتل کر، مراد نعثل سے وہ عثمان کو لیتی تھیں۔

ابن مسعود صحابی کا معوذتین کے قرآن ہونے سے انکار

اہلسنت کی معتبر کتاب فتح الباری ج ۸ ص ۷۴۲ کتاب التفسیر۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر در منثور ج ۶ ص ۴۱۶ از علامہ سیوطی۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر لابن کثیر ج ۴ ص ۵۷۱۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر قرطبی ج ۲۹ ص ۲۵۱۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۲۷۹۔

اہلسنت کی معتبر کتاب شرح مواقف ص ۶۷۹۔

فتح الباری کی عبارت: **عن عبدالرحمن بن یدید النخعی قال کان عبدالله بن مسعود یحك المعوذتین من مصاحفه ویقول انهما لیستا من کتاب الله......... والطعن فی الردیات المحیحة تعیر مستند لایقبل.**

ترجمہ: صحابی رسولؐ عبداللہ بن مسعود، دو عدد سورۃ قرآن قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ان معوذتین کو اپنے مصاحف اور قرآنوں سے رگڑتے اور مٹاتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ قرآن سے نہیں ہیں۔

نوٹ: ابن مسعود کی طرف اس قول کی نسبت دینے کو جو لوگ غلط اور ضعیف سمجھتے ہیں، صاحب فتح الباری نے انکی زبان اس طرح بند کی ہے کہ ابن مسعودؓ کا انکار روایات صحیحہ سے ثابت ہے اور روایات صحیحہ میں طعن کرنا بغیر دلیل اور کسی مستند کے قبول نہ کیا جائے گا۔

امیر معاویہ بھی امام اعظم کی مانند بسم اللہ کے جزء قرآن ہونے کے منکر تھے

تفصیلات ملاحظہ فرمائیں بنیادی کتب اہلسنت

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر الکبیر ج ۱ ص ۱۰۵ تفسیر بسم اللہ۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر غرائب القرآن ج ۱ ص ۸۸۔

اہلسنت کی معتبر کتاب سنن الکبریٰ ج ۲ ص ۵۰ کتاب الصلوۃ۔

اہلسنت کی معتبر کتاب عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر ابن کثیر۔

اہلسنت کی معتبر کتاب المستدرک للحاکم ص ۲۳۳ کتاب الصلواۃ۔

اہلسنت کی معتبر کتاب کنز العمال ج ۴ ص ۲۱۰ کتاب الصلوۃ۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۸۔

اہلسنت کی معتبر کتاب نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۲۵ باب بھار فی بسم اللہ۔

اہلسنت کی معتبر کتاب سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۱۱۶ کتاب الصلواۃ۔

تفسیر کبیر کی عبارت: ماوواہ شافعی باسناده ان معاویة قدم المدينه فعلى بهم ولم يقرأ بسم الله الرحمن الرحيم ولم يكبر عنه الحفض الى الركوع والسجود فلما سلم ناداه المهاجرون والانصار يا معاية سرقت من الصلواة اين بسم الله الرحمن الرحيم و اين التكبير عندالركوع واسجود واما على ابن ابى طالب كان يجهو بالتفسمية فقد ثبت بالتواترومن اقتدى فى دينه بعلى ابن

ابی طالب فقد اهتدیٰ والدلیل علیه قوله اللهم ادارالحق مع علی حیث دار ان علیا کان بیالغ الجهر بالتسمیة فلما وصامت الدولة الیٰ بنی امید بالغوافی من الجهر......... الخ)

اور امام اعظم کے نزدیک بسم اللہ کو جزء قرآن ثابت نہیں کر سکتے

اہلسنت کی معتبر کتاب نورالانوار ص ۹۔

اہلسنت کی معتبر کتاب قمرالاقمار ص ۹۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر کبیر ج ا ص ۱۵۱۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر مدارک ج ا ص ۱۳۔

اہلسنت کی معتبر کتاب تفسیر کشاف ج ا ص ا۔

اہلسنت کی معتبر کتاب عمدۃ القاری ج ا ص ۱۲۔

تفسیر کبیر کی عبارت: واما ابوحنیفه فانه قال بسم الله لیس بایته و ستبینّ فی مسئلته مفردة ان قول ابی حنیفه مرجوع منضیفه۔

ترجمہ: امام ابوحنیفہ کے نزدیک بسم اللہ قرآن کی آیت نہیں ہے اور فخر الدین رازی کہتا ہے کہ ایک الگ مسئلہ میں بیان کریں گے، کہ امام اعظم اس مسئلہ میں چھوٹا ہے۔

نوٹ: اہلسنت کے امام شافعی کے نزدیک بسم اللہ آیہ قرآن ہے اور جو ایک آیت قرآن کا بھی منکر ہے وہ کافر ہے پس امام اعظم امام شافعی کے نزدیک کافر ہے۔

حمد خدا اور درود سلام بر محمد و ال محمد علیہم السلام کے بعد نعرہ "یا صاحب الزمان ادرکنی" کے ساتھ لدھنیاوی صاحب کے مرقومہ اعتراضات نامہ کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

اعتراض: جب قرآن کے نصوص قطعیہ سے عورت کا خاوند کے مال سے وارث ہونا ثابت ہے تو آپ کے مذہب میں عورت کیوں محروم کردی جاتی ہے۔ قرآنی آیت پیش کریں؟

جواب:۔ ہمارے مذہب میں بالکل قرآن مجید کی سورۃ النساء آیت ۱۲ کے مطابق بیوی کا شوہر کے ترکہ میں وارث ہونا ثابت ہے جب ہم عورت کا وارث ہونا مانتے ہیں تو اعتراض کیسا؟ حکم قرآن کے تحت الف، لام اور من تبعیض کی شرط ضرور ملحوظ رکھی جاتی ہے کہ بعض اشیاء میں عورت کا حصہ نہیں ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ شیعوں میں بیوی شوہر کے مال سے محروم کردی جاتی ہے بالکل غلط اور جھوٹا الزام ہے۔

اعتراض:۔ حضرت علیؑ کے بھائی حضرت جعفر طیار کی بیوہ کا نام اسماء بنت عمیس ہے اگر آپ کے نزدیک صدیق اکبر منافق مرتد، ظالم اور غاصب تھے تو حضرت علی نے اسماء کا نکاح صدیق اکبر سے کیوں کیا؟

جواب:۔ عتبہ اور عتیبہ دونوں صریحاً کافر تھے کیا بتا سکتے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی دونوں ربیبہ بیٹیاں رقیہ اور اُم کلثوم (جو بعد میں حضرت عثمان کے نکاح میں آئیں) ابولہب جیسے دشمن اسلام کے دونوں کافر بیٹوں سے کیوں بیاہ دی تھیں جو جواب ہوگا وہی اس اعتراض پر دھرا لیجئے نیز یہ کہ حضرت آسیہؑ کا زن فرعون ہونا معیوب نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت اسماء بنت عمیسؓ کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ حضرت ابوبکر مسلمان تو تھے۔

اعتراض:۔ "مراۃ العقول" میں ہے کہ حضرت علی کی والدہ کی تدفین کے لیے آقائے نامدار نے صدیق اکبر کو شریک کار کیا۔ اگر دشمن تھے تو آپ نے ایسا کیوں کیا؟

جواب:۔ حکم ہمیشہ ظاہر ہوا کرتا ہے جس طرح کے منافق پر کوئی حد قائم نہیں ہو سکتی جب تک نفاق ظاہر نہ ہو جائے بعد از رسولؐ جو لوگ مرتد ہو گئے ان میں کافی اکثریت منافقین کی تھی۔ لیکن موجودگی رسولؐ میں ان کو اسی طرح مراعات حاصل تھیں جس طرح ایک صحیح العقیدہ مسلمان صحابی کو تھیں۔ لہذا حضرت فاطمہؑ بنت اسد کی تجہیز و تکفین یا دفن میں شریک ہو جانا دلیل فضیلت نہیں ہو سکتا۔ اگر تدفین میں شرکت باعث فضیلت ہے تو پھر حضرت ابوبکر کی دفن رسولؐ و دختر رسولؐ سے محرومی کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ نیز مشہور منافق عبداللہ بن ابی کے جنازے میں حضورؐ کی شرکت بھی اسے کوئی فضیلت نہ دے سکی۔

اعتراض:۔ آپ کے مذہب میں اولاد کا سید ہونا ماں کی وجہ سے ہوتا ہے یا باپ کی وجہ سے؟

جواب:۔ دراصل نسب باپ سے ہوتا ہے۔ چونکہ حضورؐ کی حدیث ہے کہ میرا نسب وسلسلہ اولادِ علیؑ وفاطمہؑ سے جاری ہوگا۔ اس لیے سید اولادِ علیؑ وفاطمہؑ ہی کہلائے گی۔ آیت مباہلہ میں "ابنانا" سے اسی لیے حضورؐ نے صرف حسنین کریمین علیہما السلام کو اپنے فرزند مراد لیا ہے۔ پس حسنؑ وحسینؑ کی اولاد بھی سید ہے۔ اسی لیے ان کو فرزندان رسولؐ یعنی ابنائے رسول اللہؐ بھی کہا جاتا ہے۔ اور جنگ صفین کے موقع پر اس کا ایک واقعہ تاریخ ابوالفدا اور حبیب السیر میں اس طرح مرقوم ہے کہ جنگ صفین میں حضرت محمد حنفیہؒ بن علی علیہ السلام بار بار حملہ کر کے کچھ تھک گیے اور والد گرامی قدر کی خدمت میں عرض کی کہ اب حضرت امام حسنؑ کو حملہ کے لیے حکم فرمائیں تو حضرت امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ حسنؑ و حسینؑ رسولؐ کے فرزند ہیں اور تم میرے بیٹے ہو۔ لہذا ان دونوں شہزادوں کی اولاد سید ہے۔ کیونکہ وہ ذریت رسول ہے۔ دوم یہ کہ بتولؑ دباعفت مخدرات کو کچھ انعامات تخصیصی منجانب خدا حاصل ہیں۔ اور ان کا تذکرہ خدا نے بلند کیا ہے۔ جس کی مثال مادر حضرت عیسٰی علیہ السلام جناب بی بی مریم علیہا السلام سے سمجھی جاسکتی ہے کہ حضرت مسیح کو عیسٰی بن مریمؑ کہا جاتا ہے۔ لہذا دونوں صورتوں میں نسب ماں لینے میں کوئی امر مانع معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ عموماً نسب باپ ہی سے ہوتا ہے۔

اعتراض:۔ اگر باپ کی وجہ سے ہے تو حضرت علیؑ کی باقی اولاد سید کیوں نہیں۔ اگر ہے تو اپنی کسی کتاب کا حوالہ بیان کیجئے؟

جواب:۔ تمام اعزازات کی عطا بارگاہ رسالتؐ سے ہوتی ہے۔ لہذا جب تک حضورؐ سے سند حاصل نہ ہو جائے ہم کسی کو سردار نہیں مانتے۔ خواہ وہ حضرت علیؑ ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اصل منبع

عزوشرف آپؐ سرکار ہی ہیں۔لہذا حضرت علیؑ کی دوسری اولاد جو بی بی پاک کے بطن سے نہ تھی ان کو حضورؐ نے سید کا اعزاز نہیں بخشا نہ ہی حضورؐ کے بعد کسی معصوم ہستی نے حتیٰ کہ نہ ہی جناب امیر علیہ السلام نے اور نہ ہی اولاد مذکورہ نے خود کو اس اعزاز سے منسوب فرمایا ہے کوئی ایسا دعویٰ نہیں ملتا ہے۔لہذا اولاد فاطمہؑ یعنی حضرت حسنؑ اور حسینؑ کی اولاد ہی سید ہے جب خود اولاد ہی دعویدار نہیں تو دوسرے لوگوں کو اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

اعتراض:۔ اگر ماں کی وجہ سے ہے تو حضرت زین العابدینؑ سید نہ ہوئے جبکہ ان کی والدہ نہ سیدہ تھیں نہ قریشیہ؟

جواب:۔ ہم نے عرض کر دیا کہ جب حضورؐ نے حسنؑ اور حسینؑ کو سید کا لقب بخشا ہے اور اولاد کا نسب باپ سے ہے اس لیے ان کی اولاد سید ہوگی اور امام زین العابدین علیہ السلام ذریت رسول ﷺ ہیں۔

اعتراض:۔ حضرت علی مرتضیٰ آپ کے کے نزدیک سید ہیں یا نہ۔اگر ہیں تو ان کی ساری اولاد سید کیوں نہیں؟

جواب:۔ارشاد رسولؐ ہے کہ "**الحسن و الحسین سید الشباب اهل الجنته و ابوهما افضل منهما**" کہ حسنؑ اور حسینؑ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں اور ان کے باپ ان سے افضل ہیں، پس حضرت امیرؑ سید السادات ہیں۔کیونکہ سند رسول مقبولؐ سے حاصل ہے اور درحقیقت سید بنانے والے تو حضور نبی کریمؐ ہیں۔ہم کو یا آپ کو یہ اختیار نہیں۔اب

چونکہ سبطینؑ کو حضورؐ نے اپنے فرزند قرار دے لیا اور حضرت علیؑ کی دوسری اولاد کو یہ شرف قدرتی حاصل نہ ہوسکا۔ اس لیے فرزندان رسولؐ ہی کی اولاد کو سید کہا جائیگا کہ سید سے مراد اولاد رسولؐ ہے۔ اگر رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کی دوسری اولاد کو سید فرمایا ہوتا تو بلاشبہ وہ بھی سید ہوتی اور دوسری اولاد کا ایسا دعویٰ نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ شرف اختیاری نہیں ہے بلکہ عطائے خدا اور رسولؐ ہے۔

اعتراض:۔ اور اگر معاذ اللہ سید نہیں ہیں تو سیدہ کا نکاح غیر سید سے کیسے جائز ہوا؟

جواب:۔ چونکہ حضرت امیرؑ سیدوں سے بھی افضل ہیں۔ کہ نفس رسولؐ ہیں اس لیے ان کو بی بی پاکؑ سے شرف ازدواجیت حاصل ہوا کہ اگر آپ سیدہ ہیں تو وہ سیدوں سے افضل ہیں۔ اسی لیے حضور کی حدیث ہے کہ "اگر علیؑ نہ ہوتا تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا" پس علیؑ بی بی پاکؑ سے افضل ہیں۔ لہذا نکاح جائز ہوا۔

اعتراض:۔ قلم دوات اور کاغذ کے متعلق جب حضور اکرم صلعم نے سوال کیا تھا تو حضرت علی گھر میں موجود تھے یا نہ؟

جواب:۔ یہ بات تو آپ کو اپنے امام بخاری اور امام مسلم سے دریافت کرنا چاہیے۔ مگر خیر ہم بتائے دیتے ہیں کہ حضرت علیؑ مدینہ رسول ہی میں تھے۔ لیکن چند مشہور خواتین دوران مرض رسولؐ حضرت علیؑ اور رسالت مآبؐ کی ملاقات میں رکاوٹیں پیدا کرتی تھیں۔ لہذا ابو جعفر محمد بن جریر الطبری کی تاریخ الامم والملوک جز ۳، ۱۹۵ کا مطالعہ فرمالیجیے۔ نیز وقائع سنۃ الحاریہ عشرۃ وغیرہ بھی دیکھ لیجئے گا۔ شبہہ دور ہوجائے گا کہ حضرت امیر علیہ السلام اس مجلس میں موجود نہ تھے۔

اعتراض:۔ اگر نہیں تھے کہاں گئے تھے۔حوالہ تصریحی مطلوب ہے؟

جواب:۔ حضرت علی علیہ السلام مدینہ میں ہی تھے اور قریب ہی تھے۔ مگر باوجود حضورؐ کے طلب فرمان کے مشہور ہستیاں ملاقات میں رکاوٹ پیدا کرتی تھیں طبری ملاحظہ فرمالیجئے۔ حوالہ بالصراحت اور معقول ہے۔

اعتراض:۔ اور اگر موجود تھے تو آپ نے تعمیل حکم میں کیوں کوتاہی کی۔ جبکہ آقائے نامدار پانچ دن تک زندہ رہے۔اور کاتب الوحی بھی حضرت علیؑ تھے؟

جواب:۔ جب قضیہ قرطاس رونما ہوا اور حضورؐ نے قلم دوات طلب فرمائی۔ تو اس مجلس میں علیؑ موجود نہ تھے۔ یا کسی مستند شیعہ کتاب کے صحیح و مکمل حوالے سے ثابت کیجئے کہ اس وقت وہاں علیؑ موجود تھے۔ اگر بالفرض محال سیان لیا جائے کہ علیؑ موجود تھے تو پھر بھی مزاحمت شدید مانع تعمیل حکم ہوگی۔ حالانکہ حکم قرآن ہے کہ نبیؐ کے پاس بلند آواز میں گفتگو نہ کی جائے۔اور آپؐ سے اونچی آواز میں گفتگو نہ کی جائے لہذا بحث "ہذیان" میں تلخی کا ہونا ناگزیر امر تھا اور علیؑ اس وقت قرآن کے خلاف کوئی عمل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ "علیؑ قرآن کے ساتھ ہے" (حدیث رسولؐ) لہذا ایسا مفروضہ غلط ٹھہر جاتا ہے۔ نیز یہ کہ گمراہی سے بچانے والی وصیت کی ضرورت ان کو تھی جن کے گمراہ ہونے کا امکان تھا۔ حضرت علیؑ کے گمراہ ہونے کا امکان ہی نہ تھا کیونکہ وہ معصوم تھے۔

اعتراض:۔ آل سے مراد کون ہیں۔ کیا حضور اکرم کی اولاد ہیں یا اور بھی شامل ہو سکتے ہیں؟

جواب:۔ آل سے مراد وہ ہستیاں ہیں جن پر صدقات حرام ہوتے ہیں اور وہ صرف حضورؐ

کی اولاد اور آپ کی اولاد کے باپ علیؑ ہیں۔ جن پر درود واجب ہے کوئی دوسرا شامل نہیں ہے۔

اعتراض:۔ اگر آل کا لفظ صرف نبی اکرمؐ کی اولاد پر صادق آتا ہے تو حضرت علیؑ آل میں کیسے شامل ہیں جبکہ وہ آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔

جواب:۔ خود سرور کائناتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا چادر (مشکواۃ شریف) میں بلا کر آل میں شامل فرمایا۔ اسی لیے آل کو آل عبأ بھی کہتے ہیں۔ جب حضورؐ نے فرمایا کہ علیؑ آل میں ہیں تو نہ روئے قرآن کسی مومن کو یہ اختیار حاصل نہیں رہ جاتا کہ رسولؐ اگر کوئی فیصلہ فرمادیں تو اس کو دل سے تسلیم نہ کرے۔ دوم یہ کہ حضرت امیرؑ "نفس رسولؐ" ہیں جیسا کہ آئیہ مباہلہ سے ثابت ہے۔ آپؑ اولادِ رسولؐ کے باپ ہیں۔ اپنی بیویوں کے متعلق حضرت علیؑ کو اختیار دیا تھا کہ جسے چاہو طلاق دے دینا وہ میرے زوجیت سے خارج ہوجائے گی۔ جنگ جمل کے بعد اُم المومنین عائشہ کے کان میں امام حسنؑ کے ذریعہ حضرت علیؑ کا پیغام بی بی عائشہ ہی کی زبانی پڑھ لیجئے۔ حوالہ میں بتا دیتا ہوں۔ وضۃ الاحباب جلد۔۳، ص ۶۷۔۶۶ پس جب رسولؐ نے علیؑ کو آل میں شامل فرمایا تو اُمت کو کسی اعتراض کا اختیار نہیں ہے اور ایسا کرنا قرآنی نقطہ نگاہ سے قابل مذمت ہے۔ کیونکہ حضرت علیؑ نہ صرف آل ہیں۔ بلکہ اہل بیت طاہرینؑ میں بھی شامل ہیں۔

اعتراض:۔ اگر آل سے مراد اہلبیت ہیں تو آپ کی بیویاں اہلبیت سے کیوں خارج ہیں؟

جواب:۔ ہم یہاں مختصراً مگر پورا جواب حضرت اُم المومنین عائشہ کی زبان سے دیتے

ہیں۔ چنانچہ صحیح مسلم اور ترمذی شریف میں ہے کہ زوجہ رسول بی بی عائشہ نے کہا کہ حضورؐ نے پنجتن پاک کو آل واہل بیت قرار دیا۔ تب ہی تو آپ لوگ بھی "آل عبؑا" کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت اُم سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے مجھے چادر میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ ملاحظہ فرمائیں مشکوٰۃ شریف۔ پس یہ رسولؐ کی مرضی اور اللہ کا حکم ہے کہ ازواج کو یہ شرف حاصل نہ ہوسکا اور جس جس کو مناسب سمجھا منتخب کرلیا۔ حضورؐ کی بیویاں نہ آل میں شامل ہیں اور نہ اہل بیت میں۔ تمام اصحاب رسول آپ کے بقول "عادل" ہیں تو پھر بتایئے صرف دس اصحاب "عشرہ مبشرہ" میں کیوں شامل ہیں؟ باقی کس وجہ سے خارج ہوئے۔ سب صحابہ یاران رسولؐ تھے پھر چار یاروں کی تخصیص کیسی؟ باقی یار کیوں نہیں؟ جو جواب اس اخراج کا ہوگا وہی ازواج کے متعلق سمجھ لیجئے۔

اعتراض:۔ لا ایمان لمن لاتقیۃ لہ (اصولی کافی) جو تقیہ نہ کرے وہ بے ایمان ہے۔ یہ حدیث آپ کے نزدیک معتبر ہے یا نہ؟

جواب:۔ محولہ حدیث کا منقولہ ٹکڑا صحیح ہے اور یہ حدیث معتبر ہے البتہ معترض نے ترجمہ غلط کیا ہے بلکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جس کے لیے تقیہ نہیں اس کے لیے ایمان نہیں جس سے صاف ظاہر ہے کہ تقیہ حفاظت ایمان کے لیے ہے اور منکر تقیہ کا کوئی ایمان نہیں۔

اعتراض:۔ اگر معتبر نہیں تو جس کتاب میں یہ حدیث وارد ہے اس کو تا میں امام مہدی نے دستخط کیوں کیے؟

جواب:۔ حدیث معتبر ہے۔ امام مہدیؑ کی تصدیق و توثیق عندالتحقیق ہے اور مسلم نہیں ہے۔

اعتراض:۔ اگر وہ معتبر ہے تو امام حسینؑ پر آپ کا کیا فتویٰ ہے جبکہ انہوں نے تقیہ جیسے مقدس فعل کو ترک کر کے یزید کا مقابلہ کیا۔

جواب:۔ اس لیے کہ امام حسین علیہ السلام تقیہ کے معنی خوب جانتے تھے۔ یزید کے مقابلے میں "تقیہ" کس طرح ہو سکتا تھا پہلے آپ تقیہ کے معنی سیکھئے اور پھر سوال کیجئے۔ معاف کیجئے تقیہ کے معنی ایمان و دین فروخت کرنا نہیں ہے بلکہ حفاظت دین کو کہتے ہیں۔ آپ لوگوں نے گمراہ کن پروپیگنڈا ہمارے خلاف کر رکھا ہے کہ جھوٹ کو تقیہ کہتے ہیں۔ جبکہ تقیہ حفاظت دین و ناموس کے لئے روا ہوتا ہے۔ جب تقیہ کرنے کی صورت میں دین جاتا ہو تو پھر وہ تقیہ نہیں ہوگا۔ بلکہ بے دینی ہوگی۔ پس یزید کے خلاف تقیہ کر لینا دین اسلام کے لیے سخت نقصان دہ ہوتا لہٰذا امامؑ نے جہاد فرمایا۔

اعتراض:۔ حضرت سیدہؑ نے جب صدیق اکبر سے فدک کا مطالبہ کیا تا تو حضرت علیؑ اس وقت ان کے ساتھ تھے یا نہیں؟

جواب:۔ اس کا جواب اپنے علامہ ابن حجر مکی سے دریافت کر لیجئے جنہوں نے ہمارے خلاف تحریر کردہ کتاب "صواعق محرقہ" باب اول فصل الخامس ص ۲۲ پر تحریر کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بی بی پاک کی طرف سے گواہی دی۔

اعتراض:۔ اگر تشریف لے گئے تھے تو حضرت فاطمہؑ کے اس قول کا کیا جواب ہے۔ مثل خائناں ہمچو جنین در رحم پردہ نشین شدہ در خانہ خود گریختہ؟

جواب:۔ یہ تو آپ ہی کے ہاں معصومہ سے منسوب کیا جاتا ہے اور اس کا محل یہاں بموقع

طلب بیعت ابوبکر بیان کیا جاتا ہے۔ طبرسی کی اپنی عبارت نہیں ہے اور اگر کسی شیعہ نے کہیں اسے نقل کیا ہے تو وہ حجت نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ سیدہؑ **ملیکة الجنة** سے ایسے کلام کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

اعتراض:۔ اگر تشریف نہ لے گئے تھے تو کیوں۔ واضح فرمایئے؟

جواب:۔ واضح کر چکے ہیں کہ آپ بطور گواہ تشریف لے گئے۔

اعتراض:۔ احتجاج طبرسی مطبوعہ نجف اشرف میں ہے۔ **اشتملت شملة الجنین و قعدة حجرة الظنین** ظاہر ہے کہ سیدہ نے حضرت علیؑ پر ناراض ہو کر ایسے سخت الفاظ استعمال کیے فرمایئے۔ ان دونوں معصومین میں سے قصوروار کون ٹھہرا؟

جواب:۔ علامہ طبرسی کی احتجاج دوبارہ ملاحظہ کیجئے۔ کہ انہوں نے یہ جملہ اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ نقل کیا ہے۔ دختر رسولؐ اپنے شوہر نامدار کی اطاعت گزار تھیں۔ جب قصور سرزد ہونا ہی ثابت نہیں تو قصوروار کا فیصلہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ دونوں معصوم بے قصور ہیں۔

اعتراض:۔ قرآن مجید میں ہے۔ **"وازواجہ امھاتھم"** یعنی سرور کائنات کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں۔ فرمایئے حضرت عائشہ صدیقہؓ اس آیت کے پیش نظر حضرت علیؑ کی ماں ہوئیں یا نہ؟

جواب:۔ کسی بیوی کو طلاق دے سکتے ہو میری طرف سے اختیار ہے۔ البتہ بی بی عائشہ کے اُم المومنین ہونے سے کون انکار کرسکتا ہے۔

اعتراض:۔ اگر نہ ہوئی تو ثابت کرو۔ قرآنی آیت درکار ہے۔ بغیر قرآنی آیت کے جواب نا قابل قبول ہوگا۔

جواب:۔ "فقد صغت قلوبکما" کن دو ازواج رسول ﷺ کے لئے آیا باقی ہم اُم المومنین ہونے کا کبھی بھی انکار نہیں کرتے۔

اعتراض:۔ اگر ماں ثابت ہوئی تو فرمایئے۔ حضرت علیؑ نے ماں سے جنگ کیوں کی جبکہ قرآن شریف میں وارد ہے **"لا تقل لھما افٍ ولا تنھرھما وقل لھما قولاً کریما"** یعنی ماں کو نہ اُف کرنا جائز اور نہ جھڑکنا۔

جواب:۔ حضرت امیر المومنینؑ "کُل ایمان" اور حضرت عائشہ مومنوں کی ماں ہیں۔ اسی لیے حضور نے حضرت علیؑ کو اختیار طلاق بخشا تھا۔ معاف کیجئے حضرت علیؑ نے ماں سے جنگ نہیں کی بلکہ حکم قرآن وحدیث کے خلاف بی بی عائشہ نے حضرت علیؑ کے خلاف بغاوت کی اور میدان جنگ میں کود آئیں۔ لہذا جو ماں قاتلہ بن کر اولاد پر حملہ کردے۔ اس سے اپنی جان کا تحفظ کرنا یعنی دفاعی جنگ گناہ نہیں ہے جبکہ غالباً آپ بھول گئے کہ جہاد میں اگر باپ بھی سامنے آئے گا تو اس سے قتل کرنا پڑے گا۔ جس طرح کہ آپ کے ہاں مشہور ہے کہ حضرت ابوبکر اپنے باپ ابوقحافہ کو قتل کرنے پر آمادہ ہوگئے تھے دین کے معاملے میں تمام رشتے نظر انداز کردیئے جاتے ہیں۔ چونکہ بی بی عائشہ دینی حکم کے خلاف گھر سے نکل کر میدان میں اُتر آئیں تھیں لہذا خلیفہ راشد و برحق ہونے کی حیثیت سے بغاوت کو کچلنا حضرت علیؑ کا فرض منصبی تھا اور قانون کی گرفت بلاتمیز رشتہ داری سب یکساں ہوتی ہے۔

یہ وجہ ہے کہ علمائے اہل سنت نے بھی حضرت علیؑ ہی کو حق قرار دیا ہے۔ دوم یہ کہ جس طرح بی بی عائشہ اُم المومنین ہیں۔ اس طرح حضورؐ کا ارشاد ہے کہ "علیؑ تمام اُمت کے باپ ہیں" ملاحظہ فرمایئے مستدرک حاکم اور فردوس الاخبار دیلمی۔ پس ماں اور باپ کے معاملے میں ماں پر فرض ہے کہ باپ کی اطاعت کرے اور نافرمانی کی صورت میں باپ کو یہ حق حاصل ہے کہ ماں کی سرزنش کر سکے۔ تاہم بی بی عائشہ کو رسولؐ نے فرمایا تھا کہ میری بیویوں میں سے ایک بیوی علیؑ سے لڑنے جائے گی۔ وہ حق پر نہیں ہوگی۔ اس پر حواب کے کتے بھونکیں گے اے عائشہ! "دیکھنا تم نہ ہونا" مگر افسوس کہ حضرت عائشہ نے رسولؐ کی نافرمانی کی اور نبیؐ کے نافرمانی سے جنگ کرنا غلط نہیں خواہ وہ ماں ہو باپ۔ سوم۔ یہ کہ حقوق کی صورت میں بمطابق ارشاد خداوند متعال۔ تمام رشتہ دارانہ مراعات کالعدم قرار پاجاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے مثال قرآن مجید میں موجود ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مذکورہ آیت کا اطلاق اُم المومنین اور ابولامت کے بارے میں نہیں ہوسکتا۔

اعتراض:۔ اگر حضرت صدیق اکبر نے اپنے عہد خلافت میں فدک تقسیم نہ کرکے غلطی کا ارتکاب کیا تو حضرت علیؑ نے اپنے دور خلافت میں فدک کو تقسیم کیوں نہ کیا؟

جواب:۔ اس لیے خلیفہ ثالث نے رانده درگاه رسولؐ مروان بن حکم کو فدک دے دیا تھا۔ ملکی انتشار نے حضرت کو ایسا نہ کرنے دیا کیونکہ جب آپ حاکم المسلمین ہوئے تو فضا انتہائی مکدر تھی۔ بی بی عائشہ اور معاویہ کی شورشوں نے فرصت بھی نہ دی۔ ان حالات میں فدک کے مسئلہ کا موجب فساد ہو جانے کا اندیشہ تھا کیونکہ داخلہ طور پر استحکام نہ ہوا تھا ملاحظہ کیجئے۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۲، ص ۱۴۱ اگر فدک اولاد فاطمہؑ کا حق نہ ہوتا تو حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی واپس کرنے پر رضامند نہ ہوتے اور نہ ہی ہارون الرشید ایسا کرتا۔ تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے۔

اعتراض:۔ سنا ہے کہ فدک کے لیے سیدہ النساء صدیقؓ اکبر کے پاس گئی تھیں اور ابوبکر آپ کے نزدیک غاصب اور ظلم ہیں۔فرمایئے ظالم کے پاس بامید انصاف شریعت میں مقدمہ لے جانا جائز ہے یا نہ؟

جواب:۔ سنا ہے کہہ کر اخفا سے کام نہ لیجئے صاف کہئے کہ اپنی بخاری اور مسلم جیسی کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ سیدۃ النساء نے فدک کا دعوٰی کیا۔ ناجائز قابض نے صدیقہ عالمین کو جھٹلا دیا۔ لہذا سیدہ طاہرہؑ ظالم کے ظلم کو ثابت کرنے اور حجت تمام کرنے کی خاطر جواب طلب کرتے گئیں تھیں۔تم نے کس حق سے قبضہ کیا ہے۔ سیدہؑ نے قرآن مجید کی آیات پڑھ کر اپنا حق ثابت کیا اور ناجائز قابض کی بے انصافی پر اپنی غضبناکی کی مہر لگادی۔ اور اس خلافت کو باطل ثابت کردیا۔ کیونکہ ظالم مسند حکومت کا اہل نہیں ہوتا۔ لیکن اگر دینا نام نہاد طرز جمہوری سے کسی ظالم و بے انصاف کو زبردستی اس کرسی پر بٹھا دے یا وہ خود بزور طاقت و سازش کرسی پر قبضہ جمائے بیٹھے رہے تو پھر عوام کونسا دروازہ کھٹکھٹائیں گے؟ پس ظالم کے ظلم کو بے نقاب کرنے کے لئے بی بی پاک کا اپنا حق طلب کرنے جانا بالکل جائز بلکہ جہاد ہے واضح ہو کہ حضرت سیدہ کونینؑ بااُمید انصاف نہیں بلکہ حق طلبی کے لیے تشریف لے گئی تھیں۔ کیونکہ قابض بذات خود فریق تھا جس نے بلا جواز قبضہ کرلیا تھا اور فریق خود منصف نہیں ہوسکتا۔ بلکہ حضرت فاطمہؑ زہرا یہ وضاحت طلب کرتے تشریف لائیں تھیں کہ ان کی ملکیت پر غاصبانہ قبضہ کیوں کیا گیا؟

اعتراض:۔ مطالبہ فدک کے لیے حضرت سیدۃ النساء بااجازت حیدر کرار تشریف لے گئی تھیں یا بغیر اجازات اگر اجازت سے گئی تھیں تو کتاب معہ صفحہ سطر مطبع ذکر کیا جائے؟

جواب:۔ جناب امیر علیہ السلام کا بطور گواہ ساتھ جانا اور اس امر کی قوی دلیل ہے کہ سیدہ با اجازت تشریف لے گئیں۔ مگر حکومت نے صادق رسولؐ کے صادق دلی کی گواہی تسلیم نہ کی۔ ملاحظہ کیجئے "وفاء الوفا" سید نور الدین سمہوری شافعی الجزء الثانی باب ۶ ص ۱۵۷ ص ۱۶۱ سطرے اتا ۲۰ اور ص ۱۶۰ سطر ۱۴۔۱۵ مطبوعہ مصر شرح مواقف مطبوعہ نولکشور ص ۷۳۵ اور صواعق محرقہ ابن حجر مکی باب اول فصل الخامس ص ۱۲۲ مطبوعہ مصر وغیرہ وغیرہ۔

اعتراض:۔ اگر بغیر اجازت گئی تھیں تو کیا۔ یہ حضرت سیدہ کی عزت پر حملہ نہیں؟

جواب:۔ حضرت امیرؑ نے خود اجازت دی۔ آپ خود اور حسنینؑ کریمین بھی گواہی کے لیے ساتھ گئے۔ مگر ہستیوں کی صداقت پر غیر مسلم عیسائیوں نے اعتبار کر کے مباہلہ سے انکار کر دیا تھا۔ مسلمانوں کے خلفیہ نے انھیں جھوٹا کہہ کر واپس کر دیا۔

اعتراض:۔ آپ کی کتابوں میں متعہ کے بڑے بڑے فضائل مذکور ہیں فرمایئے عترت رسولؐ مقبول میں کون کون سے حضرات اس فضیلت سے مشرف ہوئے اور کتنا کتنا متعے کئے واضح فرمایئے۔

جواب:۔ قرآن مجید کے پانچویں پارے کی ابتدا میں حکم متعہ موجود ہے چونکہ یہ اللہ کا حکم ہے جو کبھی حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا لہذا ہماری کتب میں اس حکم کے فضائل ہیں۔ بلکہ آپ اس حکم کو مانتے ہی نہیں یعنی قرآن کی آیت کا انکار صریح کرتے ہیں۔ لیکن متعہ فرض نہیں ہے عترت رسول گو اگر

متعہ کی ضرورت پیش ہی نہ آئی اور اگر انھوں نے ایسا نہ بھی کیا ہو تو متعہ کو خلاف حکم خدا حرام بھی تو قرار نہیں دیا۔ حضرت عمر نے متعہ کو حرام قرار دیا یعنی امر شریعت میں بلا استحقاق مداخلت کی۔ الفاروق مولفہ شبلی نعمانی ملاحظہ فرمالیجیے۔ حضرت عمر کے متعہ کو حرام قرار دینے سے قبل یعنی زمانہ رسولؐ اور ابوبکر اور کچھ عرصہ عہد عمر میں متعہ حلال تھا۔ خدا اور رسولؐ کے حلال کو حضرت عمر نے کیوں حرام قرار دیا؟ اس کی وجہ معلوم کرنے کے لیے ملاحظہ فرمائیے۔ کتاب شواہد الصادقین حکیم سید احمد موسوی ص ۹۲ اور انوار النعمانیہ نور طہارت وصلوٰۃ ص ۲۳۔ جب آپ منقولہ بالا حوالہ جات کا مطالعہ فرمائیں گے۔ تو عترت رسولؐ کے سردار ہی کی گواہی بمع تصدیق حضرت عمر مل جائے گی۔

تسلی رکھیے۔ متعہ تو حضرت ابوبکر کی بیٹی یعنی اسماء بنت ابوبکر نے بھی کیا۔ ملاحظہ فرمائیں سنیوں کی کتاب تفسیر مظہری ص ۵۷۶ (بحوالہ سنن امام نسائی) اور یہ حکم طلاق جائز ہے۔ مگر حضورؐ نے کسی زوجہ کو بظاہر طلاق نہ دی اس کے یہ معنی نہیں ہوں گے کہ چونکہ حضورؐ نے طلاق نہیں دی لہذا حکم ہی منسوخ ہوگیا ہے اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ عترت میں کسی نے متعہ نہ کیا تو بھی حکم متعہ قرآن میں موجود ہے اور بوقت حاجت اس پر عمل کرنا درست اور عین ثواب ہے۔ جبکہ ہم نے عترت کا ثبوت مندرجہ بالا حوالوں کی نشان دہی میں دے دیا ہے ضرور ملاحظہ فرمالیجیے۔ ہم نے نقل اس لیے نہیں کیا شاید آپ کی دل آزاری ہو جائے۔

اعتراض: قرآن مجید میں ہے "**یوم ندعوا کل اناس با امامھم**" آپ لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت سے بارہ امام مراد ہیں۔ فرمالیے ہر امام اپنا اپنا گروہ لے جائے گا۔ یا باقی امام اپنے اپنے گروہ کے ساتھ ایک امام کے پیچھے جائیں گے

واضح فرمایئے لیکن حوالہ کتاب ساتھ دیجئے؟

جواب:۔ سب سے پہلے معترض کی مذہب شیعہ سے عدم واقفیت کا یہ ثبوت ہے ہم اس آیت سے بارہ امام بالکل مراد نہیں لیتے ہیں بلکہ اس آیت کو ہم عقیدئہ امامت کے لیے استدلال کے لیے لاتے ہیں کہ "امام" ماننا ضروری ہے۔اس آیت میں جھوٹے سچے گمراہ معصوم آئمہ شامل ہیں کہ ماموم اپنے اپنے غلط یا صحیح امام کے پیچھے جائیں گے۔لہذا جب بات ہی حسب مراد نہیں ہے تو حوالہ دینے کی کیا ضرورت۔سوچ سمجھ کر اعتراض کیا کریں لدھیانوی صاحب!

اعتراض:۔ اگر سب امام اپنا اپنا گروہ ساتھ لے جائیں گے تو فرمایئے ان سب کا عقیدہ ایک ہوگا یا مختلف اگر ایک ہوگا تو مختلف امام کیوں اور اگر عقیدے مختلف ہوں گے تو مذہب ایک نہ رہا۔توضیح فرمایئے؟

جواب:۔ دراصل یہ اعتراض گذشتہ جواب ہی سے رد ہو جاتا ہے۔تاہم مزید وضاحت یہ ہے کہ جو جو جس جس امام کا معتقد ہوگا۔اُس کے ساتھ جائے گا۔خواہ وہ امام کاذب ہو یا صادق پس اُن کا عقیدہ ایک نہ ہوگا بلکہ مختلف ہوں گے لہذا مذہب بھی جُدا جُدا ہوں گے۔بارہ آئمہ طہار کا گروہ ایک ہی ہوگا جو حضور ﷺ امام الائمہ کا گروہ ہوگا۔

اعتراض:۔ نیز جب امام سے مراد بارہ امام میں سے کوئی ایک ہے۔تو قیامت کے دن کیا حضور علیہ السلام اکیلے رہ جائیں گے جبکہ امام سے مراد نبی ہیں اور وہی مفروضہ امام ہیں۔اور کیا اس میں حضور علیہ السلام کی توہین نہیں ہے کہ سب اُمت کو قیامت

کے دن امام لے جائیں گے اور رئیس الانبیاء کوکوئی پوچھنے والا بھی نہ ہو۔

جواب:۔ امام سے مراد بارہ امام نہیں ہے۔ البتہ اُمت مسلم میں سچے امام بارہ ہیں۔ جو حضورؐ کے نائب ہیں۔ لہذا اُن کے گروہ حضور نبیؐ کے زیر سایہ ہوں گے۔ جیسا کہ فوج مختلف جرنیلوں کے ماتحت ہوتی ہوئی کمانڈران چیف کے ماتحت ہوا کرتی ہے حضورؐ تو اپنے مقام محمود پر جلوہ افروز ہوں گے اور ان کے مقرر کردہ امام اپنے منظم گروہ کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلامی پیش کریں گے۔ لہذا آپؐ کی شان وشوکت وجاہ وحشمت میں اضافہ ہوگا نہ کہ توہین ہوگی حضورؐ تمام ائمہ وانبیاؑ کے سردار ہیں پس مومنین کے سارے لشکر آپ ہی کے زیر کمان آپ کے مقررہ کردہ افسران کے ماتحت پیش ہوکر آپ کے تعلیم کردہ عمدہ نظم ونسق کا ثبوت پیش کریں گے۔ جس سے آپ کی حاکیت و بادشاہت حاضرین پر واضح ہوگی اور آپ یقیناً خوش ہوں گے کہ میری اُمت میرے حکم کے مطابق اطاعت گزار ہے۔

اعتراض:۔ احتجاج طبرسی ۵۹ مرۃ العقول ص ۳۸۸ وغزوات حیدری ص ۶۲۷ ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۴۱۵ میں ہے کہ صدیق اکبر کے پیچھے حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ فرمایئے آپ کے مذہب میں اہل تشیع اہل سنت کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہ۔

جواب:۔ ہماری کتاب میں یوں ہے کہ جس خالد بن ولید کو حضرت امیرؑ کے قتل پر مامور کیا گیا تو آپ کو اس مذموم سازش کا علم ہوا لہذا مدبرین کو شرمندہ کرنے کی خاطر نماز ادا کی اور دشمن آپ کی اس بے باک جراءت سے ہمت ہار کر بغلیں جھانکنے لگے۔

لدھیانوی صاحب!

اگر آپ پورا واقعہ لکھ دیتے تو ناظرین کو حقیقت سے آشنائی ہوجاتی خیر وہ خود ہی مطالعہ فرمالیں

گے (آپ کی کتابوں میں موجود ہے کہ آخری ایام میں حضورؐ نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور آپ خود بھی تشریف لائے اور ابوبکر کے ساتھ نماز ادا کی جیسا کہ ابوبکر مقام امامت پر بدستور ٹھہرے رہے اور ہٹائے نہ گئے۔ کیا یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ کیونکہ امامت ابوبکر نے کی اس لیے حضورؐ سے افضل ہیں؟) حالانکہ جمہور اہل سنت حضرت ابوبکر کو حضرت عمر سے افضل مانتے ہیں۔ لیکن روایت میں ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمر کو نماز پڑھانے کے لیے کہا تھا پس صرف نماز کی پیش نمازی کر دینا اس امر کی دلیل نہیں ہے کہ وہ شخص خلیفہ ہو گیا محولہ کتابوں میں نیت اقتداء کا ذکر نہیں۔ باقی شیعوں کے نزدیک بغیر نیت اقتدا اپنی نیت فرادی سے کسی اہل سنت کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لینا منع نہیں ہے۔ کسی شیعہ کتاب سے حضرت علیؑ کا نیت اقتدا کرنا پیش کیجئے "**انما الاعمال بالنیات**"

اعتراض:۔ جب صدیق اکبر کا مذہب ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا تھا تو حضرت علیؑ نے انکے پیچھے نماز پڑھ کر ان کی عملی تائید کیوں کی۔ کیا حضرت علیؑ کے مذہب میں ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا جائز تھا؟

جواب:۔ یہ تو آپ ہرگز ثابت نہیں کر سکتے کہ حضرت ابوبکر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے ورنہ کسی بھی ایک صحیح ومرفوع حدیث سے اپنی ہی کتب سے ایسا ثابت کر دیئے ہیں۔ مطالعہ فرما لیجئے۔ ابھی صرف علامہ اہلسنت مولانا وحید الزماں خان صاحب کا ہدیۃ المہدی جلد اص ۱۲۶ پر مندرجہ ذیل منقولہ بیان پڑھ لیجئے۔ "جو یہ کہتا ہے کہ ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا شیعوں کا شعار ہے تو وہ غلطی پر ہے اور اس رائے میں خطا کار صرف شیعوں کا ہی نہیں بلکہ تمام اہل اسلام کا بھی عمل رہا ہے۔ خصوصاً زمانہ نبیؐ کل اصحاب اسی پر عامل تھے اور ہاتھ باندھنے کا کہیں بھی نام نہ تھا" پس چونکہ دونوں حضرات ہاتھ کھول کر ہی نماز پڑھتے تھے اس لیے جائز و ناجائز کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اور جب نیت اقتدا ہی ثابت نہیں ہوا تو اعتراض کیسا؟

نیز حضرت عمر نے حکم دیا کہ اگر کوئی آئندہ اس طرح حاکم بنائے تو اُسے قتل کر دیا جائے (صواعق محرقہ ۳۶) حضرت علیؑ کی ولایت و امامت وخلافت بلافصل جس کا اللہ تعالیٰ نے عہد کیا تھا وہ اپنی جگہ قائم رہی حکومت پر قابض ہونے والے لوگ ہمیشہ علم و فضل میں حضرت علیؑ کے محتاج رہے اور ہدایت کے لیے گذارشات پیش کرتے رہے۔ اسی لیے تمام اولیاء کا سلسلہ آپ کے ہاں بھی حضرت علیؑ تک جاتا ہے۔ کہ آپ ہی منبع ولایت ہیں۔ یہ شان شیخین کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور وعدہ خداوندی اس شان سے پورا ہوا کہ تخت و تاج وسلطنت کے بغیر بھی علیؑ کا سلسلہ عرش و فرش پر چلا اور چل رہا ہے اور حریف بھی یہ بات کہنے پر مجبور ہوتے رہے کہ اگر علی نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے۔ نعرہ "یا علی مدد" اس وقت سے آج تک گونج رہا ہے۔

جو اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ اس نے علیؑ کو حاکم اولی بالتصرف بنایا علیؑ کی حکمرانی دائمی ہے اور ہر دور میں نعرہ حیدری اسکی شہادت دے رہا ہے لیکن حضرت ابوبکر کی حکومت عارضی تھی کبھی کسی نے نعرہ ابوبکر نہیں لگایا۔ کوئی نعرہ عمری بھی نہیں ہے اور نہ ہی نعرہ عثمانی۔ یاد رکھیے موسیٰ اللہ کے نبی تھے۔ خلافت الٰہیہ کے حامل تھے اور حکومت ان کا حق تھا۔ لیکن فرعون تخت سلطنت پر قابض رہا۔ بس سنت الٰہیہ معلوم ہوئی کہ عادل کی موجودگی میں ظالم و گمراہ بھی حاکم بن جایا کرتے ہیں اور خلیفہ برحق کی خلافت و امامت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔

اعتراض:۔ امامت وخلافت آپ کے نزدیک منصوص من اللہ ہے وہ آیت تلاوت فرمایئے جس میں صراحۃً حضرت علیؑ کے خلیفہ بلافصل ہونے کا ذکر ہے؟

جواب:۔ ملاحظہ فرمایئے **۵۵-۵** إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ ا

اعتراض:۔ جب علی مرتضیٰ کی خلافت کے متعلق آپ کے نزدیک خداوندی عہد اور نبوی اعلان تھا تو فرمایئے وہ خلیفہ بلافصل کیوں نہ بن سکے۔ کیا خدا اپنے وعدہ میں ناکامیاب رہا؟۔

جواب:۔ حضرت علیؑ خلافت حقیقی پر فائز تھے علم رسولؐ اور کتاب خدا کے وارث تھے اور اس منصب ولایت پر وہ بعد از رسولؐ منجانب خدا بلافصل خلیفہ ہیں۔ چونکہ ہمارے خلیفہ برحق کے لیے حکومت ظاہری شرط نہیں بلکہ حکومت خلیفہ کا حق ہے۔ اس لیے خدا اور رسولؐ دونوں کامیاب رہے۔ اسی لیے تو آپ غیر شیعہ ہوتے ہوئے بھی حضرت علیؑ کو تمام ولیوں کا سردار، سرچشمہ ولایت مانتے ہیں اور شیعوں کا ابتداء سے انتہا تک "**علی ولی اللہ وصی رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل**" کا اقرار خدا اور رسول کی کامیابی کی دلیل ہے۔ حکومت وہ ہوتی ہے جو دل پر ہو علیؑ کی حکومت شیعہ سنی دونوں دلوں پر غالب ہے پس خدا کا عہد پورا ہوا وہ کامیاب رہا۔

اعتراض:۔ جس خلافت ابوبکر متمکن ہوئے فرمایئے وہ خلافت اور حضرت علی کی خلافت جس کے متعلق خدا نے وعدہ کیا تھا ایک تھی یا دوسری تھی اور وہ دوسری اگر ایک تھی تو خداوندی پیشگوئی کیوں غلط نکلی اور مختلف تھیں تو ابوبکر غاصب اور ظالم کیسے ٹھہرے؟

جواب:۔ خلافت حقہ عہدہ خداوندی ہے جس پر آپ کے صدیق کبھی فائز نہ ہوئے۔ نہ ہی انھوں نے ایسا دعویٰ کیا۔ بلکہ خود اقرار کیا کہ میں خلیفہ نہیں ہوں (مجمع البحار محمد طاہر گجراتی) البتہ ان کو کارروائی سقیفہ کے تحت حکمران بنا دیا گیا۔ ان کی پارٹی نے ان کو خلیفہ کہنا شروع کر دیا۔ اس طریقہ تقرر کے بارے میں خلیفہ اگر حضرت عمر نے کہا کہ یہ ایک ناگہانی امر تھا اللہ نے اس کے شر سے بچا لیا۔

مَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ ہ (سورۃ المائدہ /۵۵)

تفسیر درمنثور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۹۳ تا ۲۹۴ اور کئی دیگر کتب اہلسنت میں ملاحظہ فرمائیے کہ یہ آیت شان مولا علی امیر المومنینؑ میں نازل ہوئی۔

انما کا مطلق و حقیقی خلافت بلافصل ثابت کرتا ہے۔

اعتراض:۔ امامت وخلافت میں جب ائمہ اور خلفاء کے مذہب تمکن (غالب ہونا) شرط ہے تو فرمائیے آپ کے بارہ اماموں کو ظاہری طور پر علیہ نصیب کیوں نہ ہوا۔ کیا وہ خلفاء اور ائمہ برحق نہیں تھے؟

جواب:۔ دارا وسکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ ہو جس کی فقیری میں بوئے اس اللہی قرآن مجید میں آیت ولایت سے اگلی آیت تلاوت فرمالیں۔ ہمارے آئمہ وخلفاء برحق کے ظاہری غلبے کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ بغیر دینوی تخت وتاج کے ہمارے ائمہ کی حکمرانی کو تمام صحیح العقیدہ مسلمان تسلیم کرتے ہیں حکومت وطاقت وتخت وتاج کے زور ظاہری کی حکومتیں چند روزہ ثابت ہوئیں غیر مسلموں نے ان کو تلواری فتوحات اور سفاکانہ حکمرانی کی اسناد جبر وظلم سے نوازا اور مسلمانوں میں کسی نے ان کے نام کی تین پیسے کی نیاز بھی تقسیم نہ کی۔ جبکہ ائمہ طاہرین کی حاکمیت آج بھی ظاہر وموجود ہے۔

اگر رائے شماری الگ الگ کی جائے تو ہمارے ائمہ کے حق میں شیعوں کے علاوہ تمام اہلسنت کی بھی یہی رائے ہوگی وہ ائمہ اولیاء اللہ ہیں جبکہ حضرت ثلاثہ کو ۱ فیصد تو ضروری کم ووٹ ملیں گے۔ تو پھر بتایئے ولایت آئمہ اطہارؑ کو حاصل ہے یا ان کے غیر کو؟

نگاہ فقیر میں شان سکندری کیا ہے؟
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے؟

کروڑوں شیعان اہلبیت اور غیر شیعہ مسلمان حضرات ہمارے ائمہ کے نام پر ہر شئے قربان کرنے کو تیار ہیں۔ ان کو حاکم اور مولا دل سے مانتے ہیں۔ ہر میدان میں ان کا سکہ رائج ہے۔ علم کے شہر کے دروازے وہ ہیں کہ "سلونی سلونی کی" آواز آرہی ہے۔ شجاعت کے میدان میں "نعرہ حیدری" "یاعلیؑ" گونج رہا ہے کیا ایسا غلبہ کسی دوسرے کو نصیب ہوسکتا ہے؟ اپنے بزرگوں کے ظاہری اقتدار پر مت اترایے۔ حکومت ظاہری آنی جانی شے ہے۔ ہمارے ائمہ کی ولایت دائمی ہے اور ہر وقت ظاہری و باطنی غلبہ ان کو حاصل ہے انکی تخت و تاج سے علیحدگی کے باوجود انکے غالب ہونے کا بین ثبوت یہ ہے کہ بلا وجبر و استبداد اپنے اخلاق و مواعظ حکیمانہ سے اپنی حکومت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بٹھایا ہے۔

اعتراض:۔ وہ حدیث پیش فرمائیں جہاں حضرت علیؑ مرتضیٰ نے اپنا مذہب شیعہ ظاہر کیا ہو؟

جواب:۔ آپکی ہی کتب سے کئی احادیث اس کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔ البتہ ایک انتہائی مشہور مقبول حدیث جسے حدیث "کساء" کہتے ہیں۔ آپ کو جواباً پیش کی جاتی ہے اور اس کا حوالہ دینے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے کہ حدیث عام ہے اور اس کی نشاندہی کرنے کا مقصد یہ ہے شاید اس کی تلاوت فرما کر معترض کا تزکیہ نفس ہو جائے۔ چنانچہ اس حدیث میں ارشاد امیر المومنینؑ یوں ہے کہ

"فقال علی اذا و اللہ فزنا و سعدنا و کذالک شیعتنا فازو اوسعد واورب الکعبة"

معنی اس کے یہ ہیں۔

" کہ فرمایہ علی علیہ السلام نے خدا کی قسم! اس وقت فائز اور سعید ہوئے ہم اور ہمارے شیعہ کعبہ کے رب کی قسم"

اعتراض:۔ وہ حدیث پیش فرمایئے جس میں حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے لفظ اہل سنت کی تردید کی ہو؟

جواب:۔ زمانہ مولا امیر المومنینؑ میں اہل سنت کا کوئی گروہ وجود ہی نہ رکھتا تھا۔ لدھیانوی صاحب! یہ تو بعد کی پیداوار ہے غالباً آپ نے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی کتاب "تحفہ اثنا عشریہ" بھی نہیں پڑھی جو شیعوں کی تردید میں لکھی گئی ہے پہلے اس کا مطالعہ فرمالیجئے تاکہ آپ کو اہلسنت کی تردید خود اپنے ہی ہاں مل جائے۔ البتہ ہم سے ایک حدیث ضرور سُن لیجئے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کہ "جس نے علیؑ کو چھوڑا اس نے مجھے چھوڑ دیا" یہ حدیث ابن عمر بن خطاب سے مروی ہے اور آپ کے ہاں اسے دیلمی وخوارزمی نے نقل کیا ہے اس کے علاوہ امام احمد حنبل نے اپنی مُسند میں اس روایت کو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا۔

﴿پس جب رسول ﷺ کا دامن ہاتھ میں نہ رہا تو پھر سنت کیسی اور اہل سنت ہونے کا دعویٰ کیسا؟﴾

اعتراض:۔ جب نسب اور رشتہ خون کی حیثیت سے حضرت سیدۃ النساء کا حضور علیہ السلام سے زیادہ قرب ہے تو حضرت سیدہ کا حضرت علی سے افضل ہونا کیوں نہ مان لیا جائے جبکہ سیدۃ النساء اس بی بی کے بطن سے ہیں جو زوجہ رسول مقبولؐ ہیں اور حضرت علیؑ اس بی بی کے وجود سے ہیں۔ جو زوجہ ابوطالب ہے نیز سیدۃ النساء امام الانبیاء کی صاحبزادی ہیں اور حضرت علی ابوطالب کے صاحبزادے ہیں جن کے ایمان اور عدم ایمان میں اُمت مسلمہ کا اختلاف ہے؟

جواب:۔ قرآن مجید میں حکم خدا ہے۔

"الرجال قوامون علی النساء"

"یعنی مرد حاکم ہیں عورتوں پر"

جب خود آنحضرتؐ نے بی بی پاکؑ کو حضرت علیؑ کی زوجیت میں دے کر حضرت علیؑ کو ان کا حاکم قرار دیا۔ تو کسی اُمتی کو اس میں قیاس آرائی کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ نبیؐ جو فیصلہ کر دے از روئے قرآن مجید اس کو دل سے تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ ایمان سے محرومی ثابت ہوگی۔ (سورۂ احزاب) حفاظت ایمان کا تقاضیہ یہ ہے کہ حکم رسولؐ بدل و ذہن قبول کیا جائے لہذا ایسی جرائت ناقدانہ ایمان کے خلاف ہے۔ اپنی زوجہ سے اپنی ماں کا مرتبہ ہمیشہ بلند ہوتا ہے۔ لہذا کتب کثیرہ سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہؑ بنت اسد والدہ امیر المومنینؑ کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ سلم اپنی ماں سمجھا کرتے تھے۔

ملاحظہ کیجئے۔ مدارج النبوہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔

اسی طرح حضرت ابوطالب کو حضورؐ نے اپنا سرپرست و والد سمجھا اور مسلمانوں کی کثیر

تعداد حضرت ابو طالبؑ کے ایمان کی قائل ہے ملاحظہ کیجئے مفتی احمد یار خاں بدایونی۔ اہلسنت جامعہ غوثیہ گجرات تفسیر نعیمی جلد۲ ص ۱۰۶ سطر ۷ میں تسلیم کرتے ہیں کہ "حضرت ابو طالب کے متعلق کفر پر مرنے کی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے "لہذا حضرت ابو طالب کے متعلق معاذ اللہ کلمہ نہ پڑھنے کی یا معاذ اللہ عذاب کی تمام روایت غیر یقینی ہیں جو دشمنان علیؑ کی وضع کردہ ہیں۔ حضرت ابو طالب یقیناً مومن کامل و مبلغ اسلام تھے۔ پس جب حضورؐ خود کسی کو افضل قرار دے دیں تو اس کو مفضول سمجھنے کا کوئی جواز ہی باقی نہیں رہ جاتا لہذا ابی بی پاکؑ کو حضرت علیؑ سے افضل ماننا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی ہوگا اس لیے معترض کا مفروضہ غلط ہے۔

اعتراض:۔ حضور علیہ السلام نے جب سیدہ کے سامنے حضرت علیؑ کے نکاح کا ذکر کیا تو حضرت سیدہ نے حضرت علی کی شکل پر اعتراضات کیے یا نہ؟

جواب:۔ خیالی پلاؤ نہ پکایئے۔ باثبوت بات کیجئے۔ کوئی روایت پیش کیجئے۔

اعتراض:۔ اگر کیے تو سیدہ کی عفت و عظمت کہاں گئی اور اگر نہیں کیے تو حسب ذیل کتابوں میں یہ تصریح کیوں ہے۔ میمہ ترجمہ مقبول ۵۲۹ سیدہ کو بطور راز آں حضرت نے اپنے ارادہ سے اطلاع دی۔ یہ سن کر جناب معصومہ نے گردن جھکا دی اور عرض کی بابا آپ کی رائے مقدم ہے آپ کو اختیار ہے مگر میں نے زنان قریش کی زبانی سنا ہے کہ علی ابن ابی طالب کا پیٹ بڑا ہے۔ ہاتھ لمبے لمبے ہیں۔ پنڈلیاں موٹی ہیں سر کے اگلے حصہ پر بال نہیں ہیں۔ کشادہ پیشانی ہیں۔ آنکھیں بڑی ہیں۔ آپ کا کندھا اتنا سخت ہے جیسا اونٹ کا کندھا؟

جواب:۔ حضرت سیدہ نے معاذ اللہ ایسا کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔ بلکہ ضمیمہ ترجمہ مقبول ۵۳۱ پر مرقوم ہے کہ حضرت سیدہؑ نے فرمایا۔ بابا! میں توان (علیؑ) کے سوا کو ہرگز اختیار نہ کروں گی ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۵۲۹ پر نہیں البتہ ص ۵۳۰ پر یہ باتیں خود حضورؐ کی زبان سے کی گئی ہیں۔ آپ سرکار نے وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت علیؑ کے فضائل کیا ہیں۔ ان کا پیٹ بڑا ہے۔ اس لیے کہ خدا نے اس کو علم سے بھر دیا ہے ان کو آدمؑ کی صورت وصفت کا پیدا کیا اور دونوں ہاتھوں کو دراز بنایا ہے کہ وہ دشمنان خدا اور رسول کو قتل کر دیں وغیرہ۔ یہ ساری گفتگو حضورؐ کی زبان مبارک سے ہے ہمیں افسوس ہے کہ ضمیمہ مذکورہ ضبط قرار دیا جا چکا ہے ورنہ ہم اس کا عکس بطور ثبوت پیش کر دیتے۔ تاہم یہ دعویٰ ہے کہ اس میں سر کے اگلے حصے کے بالوں اور اونٹ کے کندے کا قطعاً تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ باتیں وہاں بی بی پاک کی زبان اعتراضاً بیان ہوئی ہیں۔

آپ نے حسب ذیل کتابوں کا کوئی نام پتہ نہیں لکھا ہے اور ضمیمہ کا جو حوالہ لکھا ہے۔ وہ بھی محرفانہ ہے۔ لیکن ہم اس روایت کی موجودگی کا انکار بھی نہیں کرتے۔ البتہ جس انداز سے لدھیانوی صاحب نے تحریر فرمایا ہے اس طریقے سے کسی بھی جگہ یہ روایت موجود نہیں ہے۔ ہاں مگر یہ روایت کتاب " قران سعدین" ص ۱۳۱ پر اس طرح مرقوم ہے کہ چند قریش کی عورتوں نے حضرت امیرؑ کی شکل پر ایسے اعتراضات کر کے بی بی پاک کو اذیت پہنچائی (جو غالباً بنو امیہ کی ساٹھ سال پر محیط FAKE HADEES INDUSTRIES میں تیار کی گئی روایت ہوگی)۔ لہذا آپ نے یہ اعتراضات بحضور والد گرامی قدر دہرائے اور حضورؐ نے حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل بیان فرمائے لیکن یہ چیز قطعاً ثابت نہیں ہوتی کہ خود حضرت سیدہؑ نے ایسی رائے قائم یا زنان قریش سے اتفاق فرمایا۔ بلکہ زنان قریش کی مخالفانہ کوشش کا احوال سنایا۔ لیکن اس بات کو لدھیانوی صاحب نے غلط رنگ دیا۔ اگر لدھیانوی صاحب حضورؐ کے ارشاد کردہ فضائل بھی لکھ دیتے تو اچھا تھا۔ بہر حال ناظرین حوالہ بتا دیا ہے۔ خود مطالعہ فرمالیں گے۔

اعتراض:۔ حضرت علیؑ کا مرتبہ تمام انبیاء علیہم السلام پر بجز حضورؐ علیہ السلام کے اگر افضل ہے تو وہ آیت پڑھئے جس میں یہ ذکر ہو

جواب:۔ آیت ولایت جو جواب ۴۷ میں نقل کی گئی ہے دوبارہ تلاوت فرمالیجئے جس کے مطابق اللہ ولی ہے، رسولؐ ولی ہے اور علیؑ ولی ہے (سورہ مائدہ) چونکہ تمام انبیاؑ و مرسلینؑ آنحضرتؐ کی اُمت میں ہیں اور حضرت علیؑ رسول العالمینؐ کے نائب ہیں۔ پس وہ افضل ہیں اُسی لیے تو حضور نے فرمایا "جس کا مولا اُس علیؑ مولا"

اعتراض:۔ حضرت علیؑ کے متعلق سنا ہے کہ آپ کے نزدیک معراج پر گئے تھے کیا یہ صحیح ہے اور اس کا ثبوت کس آیت میں ہے؟

جواب:۔ وہ ساری آیات جو حضورؐ کے معراج کے متعلق ہیں اس بات کا ثبوت ہیں۔ کیونکہ حضورؐ کے فرامین "لحمک لحمی۔ دمک دمی روحک روحی نفسک نفسی، انت منی وانا منک، علی منی بمنزلته الراس من جسدی" وغیرہ پر غور کیجئے اور فرمایئے کہ حضور ﷺ گوشت، خون، روح نفس اور اس کے معاذ اللہ معراج پر تشریف لے گئے۔ اگر ان عوارض سمیت معراج ہوئی تو بقول رسول صادقؐ حضرت علیؑ بھی گئے تھے۔ مزید ثبوت کے لیے "مناقب مرتضوی" محمد صالح کشفی چشتی ملاحظہ فرمالیجئے۔

اعتراض:۔ آپ کے نزدیک حضرت علی مشکل کشا ہیں فرمایئے اپنی مشکل کشائی کیوں نہ کر سکے جبکہ ان سے خلافت و مُصلّٰی چھین لیا گیا؟

جواب:۔ جب مشکل کشاؤں کا مشکل کشا اللہ ہے اس نے شیطان کو کیوں ڈھیل دے رکھی ہے۔علی مشکل کشاؑ نے جو اللہ ہی کا ولی ہے سنت الٰہیہ پر عمل کیا، جانتے تھے اللہ میاں سے سب سے بڑا مشکل کشا ہے بلکہ مشکل کشا کو پیدا کرنے والا ہے اس نے باوجود قدرت کاملہ کے فرعون ونمرود وغیرہ کو ڈھیل دی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کئی ظالموں کو ڈھیل دیتا رہا دیکھتا رہا۔ اس کے اصل مقرر کردہ خلفا اور حاکموں پر ستم وظلم ڈھائے جاتے رہے پس علیؑ چونکہ اللہ کے ولی ہیں اس لیے انھوں نے سنت الٰہی کا بتاع کر کے مظہر صفات خدا ہونے ثبوت دیا۔ خلافت حقہ از امر کن فیکون حاصل تھے لیکن ظالموں کو ڈھیل دی۔ کیونکہ رسول خداؐ نے بھی صبر کا حکم دیا تھا (مدارج النبوۃ)۔

لہذا رسم زمانہ کی طرح لوگ عارضی طور پر حکومت کے چند روزہ مزا لوٹنے کے بعد گزر گئے۔ لیکن علیؑ کی حکومت وخلافت کا ڈنکا آج بھی بج رہا ہے اور ہر چوٹ سے یہ آواز آرہی ہے "الامام علی ابی ابی طالب" علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفہ بلافصل" کیا کسی اور دنیوی حاکم کو یہ اعزا حاصل ہوسکا ہے کہ علانیہ اس کا کلمہ پڑھا جائے؟ اگر کوئی اقرار نہیں کرتا تو دل سے ضرور مانتا ہے کہ علیؑ اللہ کے ولی اور رسولؐ کے خلیفہ ہیں۔ کیا آپ اس بات سے انکار کرتے ہیں؟ بغیر کسی استبدادی طاقت کے اپنے کلمے پڑھوالینا کیا کسی مشکل کشائی سے کم بات ہے۔ جبکہ یہ شرف سہری فتوحات سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ اب انصاف کریں کامیاب کوان ٹھہرا؟ علیؑ نے صبر کی کے اسلام کو مشکلکشائی کی اور تباہی سے بچایا۔ لہذا سکوت مشکل کشاؑ دراصل اسلام کی مشکل کشائی ہے۔

اعتراض:۔ اصول کافی ص ۴۸۵ مطبوعہ لکھنو میں ہے۔ امام جعفرؑ نے سلمان بن خالد سے فرمایا "**ان کم علی دین من کتمه اعزه الله من**

اذاثه اذله الله"

ترجمہ:۔ تم ایسے دین پر ہو جو شخص اس دین کو چھپائے گا اللہ اس کو عزت دے گا جو اس دین کو ظاہر کرے گا اللہ اس کو ذلت دے گا۔

جواب:۔ عوام کو گمراہ کرنے کے لیے لدھیانوی صاحب نے روایت غلط انداز میں پیش کی ہے اس لیے حوالہ مشکوک و نامکمل لکھا ہے یہ روایت اصول کافی جلد ۲ کتاب الایمان والکفر باب ۹۸ عنوان "راز چھپانا" روایت ۲ ص ۲۴۱ پر ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:" تم اس دین پر جس نے (راز) چھپایا خدا نے اس عزت دی اور جس نے ظاہر کیا اسے ذلیل کیا" پس راز چھپانا کسی بھی ضابطہ میں معیوب نہیں ہے اور چونکہ اس روایت کا تعلق تبلیغ دین سے نہیں ہے لہذا اعتراض لایعنی ہے۔

اعتراض:۔ فروغ کافی جلد ۳ کتاب الروضہ ص ۱۴۶ مطبوعہ نولکشور میں ہے **"ینـاد منادی آخر النهار الا ان عثمان و شیعته همه الفائزون"** یعنی

منادی آخر دن میں ندا دیتا ہے خبردار بے شک عثمان اور اس کی پارٹی کامیاب ہیں فرمایئے اس روایت کے مطابق آپ حضرت عثمان کو اس کی جماعت کو کامیاب مانتے ہیں؟

جواب:۔ معترض کی نقل کردہ عبارت نامکمل ہے۔ یہ الفاظ علامات قیامت کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں اور پیشنگوئی کی گئی ہے کہ (قریب) ظہور امام مہدیؑ کے وقت آسمان پر اول النہار منادی یہ ندا کرے گا کہ بیشک علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ کامران ہیں۔ لیکن دن کے آخری حصے میں ایک ندا کرنے والا یہ ندا کرے گا کہ عثمان اور اس کے شیعہ کامیاب ہیں۔

اگر اس روایت پر غور کیا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی کامیابی کا اعلان آسمان میں دن کے ابتدائی وقت میں منجانب خدا ہو گا لیکن لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر حامیان عثمان دن کے آخر حصے میں عثمان نے حق میں ایسے ہی ندا کروائیں گے یا لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے شیطان یہ آواز دے گا واضح ہو کہ حضرت علیؑ کے بارے میں موجود ہے کہ منادی صبح آسمان میں ایسی ندا بلند کرے گا۔ لیکن عثمان کے بارے میں ایسی بات موجود نہیں ہے۔ ہاں اگر عثمان کے بارے میں خدا یا فرشتہ یا حجت خدا کا ذکر ہوتا تو بات دوسری تھی۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ یہ منادی منجانب خدا نہ ہو گی بلکہ صرف لوگوں کو دھوکہ دینے کی خاطر خود سے ایسی منادی کرادی جائے گی۔ یا یہ آواز شیطانی ہو گی جو کامیابی کی دلیل نہیں ہے۔

اعتراض:۔ اصول کافی مطبوعہ لکھنو ص ۱۴۶ میں ہے "مصحف فاطمۃ قال مصحف فیہ مثل قرآنکم ھذا ثلاث مرات واللہ ما فیہ عن قرآنکم خوف واحد"

یعنی حضرت فاطمہ کا مصحف موجود قرآن سے تین گناہ تھا اور اس میں اللہ کی قسم قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں تھا۔

اور دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ مصحف کیا تھا اور کس زبان میں تھا اور وہ کب اور کس پر اترا کوئی دین کی بات بھی اس میں تھی یا نہ اور اب وہ مصحف کس کتب خانے سے ملتا ہے۔ آپ چونکہ شیعہ ہیں اس لیے ہمیں شوق سے سربراہ کرم اس کی ایک آیت پڑھ کر سنا دیجئے؟

نوٹ:۔ قیامت کی حتمی علامات میں جو امام مہدی کے ظہور کے موقع پر ہوں گی ایک یہ ہے کہ ایک مرد منحوس اولاد ابوسفیان بن حرب جس کا نام عثمان ہو گا خروج کریگا اور بتایا گیا ہے کہ یہ آٹھ مہینے تک صاحب اقتدار رہیگا ممکن ہے کہ ایسی منادی اُسی مردود عثمان کے بارے میں ہو۔ واللہ عالم۔

الختصر اس بات سے حضرت عثمان بن عفان کا قطعی کوئی تعلق نہیں ہے۔ (قیامت صغریٰ)

جواب:۔ لدھیاوی صاحب! آپ اپنے کو مسلمان کہلواتے ہیں اور پھر مولوی بھی ہیں بلکہ حضرت العلامہ بنتے ہیں مگر میں تو بس یہی کہہ سکتا ہوں کہ فی الواقع آپ بہت ہی بڑے حضرت ہیں۔ آپ نے جو اصول کافی کی عبارت درج کی ہے وہ ہمیں کہیں بھی نظر نہیں آئی۔ تاہم تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ نے یہ عبارت جلد اول کتاب الحجۃ باب ۱۳۹ ذکر صحیفہ کا جفر و جامعہ و مصحف فاطمہ علیہا السلام ص ۱۷۲ سے نقل نہیں کی۔ بلکہ کسی اور ہی کتاب کی نقل ماری ہے اور حوالہ کی تصدیق کیے بغیر تقلیداً لکھ دی ہے۔ یا پھر قصداً اس میں جھوٹ کی آمیزش کر کے عوام کو دھوکا دیا ہے خیر یہ معاملہ ہم اللہ کے سپرد کر کے صحیح عبارت لکھتے ہیں۔

"قال مصحف فیه مثل قرانکم هذا ثلاث مرات والله مافیه من قرانکم خرف واحد"

یعنی یہ کہ مصحف فاطمہؑ وہ ہے جو تمہارے اس قرآن سے (بلحاظ تفصیل و توضیح احکام) تین گنا ہے۔ واللہ تمہارے قرآن میں ایک خرف ہے یعنی اجمال ہے۔

لدھیاوی صاحب کی سب سے پہلی خیانت یہ ہے کہ انہوں نے خط کشیدہ لفظ "حرف" کو اپنی عبارت میں "خوف" لکھا ہے اور پھر غلط ترجمہ کیا ہے دوسری بددیانتی یہ ہے کہ انھوں نے تاثر دیا ہے کہ "مصحف" اور "قرآن" ایک ہی چیز ہے۔ حالانکہ دونوں الگ الگ ہیں۔ قرآن مجید یک ہی اللہ کی کتاب ہے جبکہ مصحف کئی ہیں۔

مثلاً مصحف عائشہ۔ مصحف عبداللہ بن مسعود۔ مصحف عثمان مصحف فاطمہؑ وغیرہ۔

حدیث منقولہ میں بھی قرآن اور مصحف کو الگ الگ بیان کیا گیا ہے پھر قرآن ایک حرف میں ہے "جیسا کہ مشہور ہے کہ قرآن سات حروف میں نازل ہوا ترجمہ کرنے کے بجائے معنوی تحریف کی ہے اور لکھا ہے کہ قرآن مجید کا ایک حرف بھی نہیں تھا؟" ناظرین کرام سے گذارش ہے کہ اصول کافی میں حدیث کا مطالعہ فرما کر خود ہی انصاف کرلیں۔ دریافت طلب امر جو ہے وہ یہ ہے کہ وہ مصحف عربی زبان میں تھا۔ قرآن مجید کی مکمل تفسیر وتوضیح اس میں موجود تھی۔ حضورؐ پر نازل ہوا تھا اور اسی ترتیب سے جمع کیا گیا تھا۔ جس طرح وحی کا نزول ہوا دین کی تفصیلی وتوضیحی ہدایت شرح میں موجود ہیں اور وہ مصحف آپ کو امام مہدی علیہ السلام سے مل سکتا ہے۔ انتظار فرمایئے۔ اس ہی مصحف کی آیت قرآن شریف میں ہیں۔ سارے قرآن تلاوت کیجئے ثبوت بھی مل جائے گا اور ثواب بھی حاصل ہوگا بشرطیکہ قرآن ناطق سے بغض نہ ہو پائے۔

اعتراض:۔ فروع کافی کتاب الذی والتجمل ج ۲ ص ۶۱ میں ہے کہ غیر مسلم کے ننگ پر نظر کرنا ایسا ہے جیسا گدھے کو دیکھنا۔ فرمایئے گدھے کو دیکھنا تو جائز ہے کیا غیر مسلم کے ننگ کو دیکھنا بھی جائز ہے،۔ کیا فتویٰ ہے؟

جواب:۔ آپ نے حسب عادت یہاں بھی خیانت سے کام لیا ہے۔ اصل بات اس طرح ہے کہ غیر مسلم ننگ کو دیکھنا اسی طرح ہے جیسا کہ گدھے کے ننگ کو دیکھنا۔ آپ نے یہاں بھی لفظی و مضوی تحریف کر کے لکھا کہ "جیسا گدھے کو دیکھنا" حالانکہ وہاں "عورۃ الحمار" ہے نیز روایت میں جائز دنا جائز کا تذکرہ موجود نہیں ہے۔ باقی اگر آپ عربی محاورات سے واقف ہوتے تو ہرگز ایسا اعتراض نہ

کرتے۔ مگر آپ اردو تو جانتے ہی ہوں گے۔ عام کہا جاتا ہے کہ "فلاں آدمی تو گدھا ہے" اس کے معنی ہوتے ہیں کہ وہ آدمی انتہائی بے وقوف ہے۔ حالانکہ گدھے کی چار ٹانگیں اور ایک دُم ہوتی ہے۔ جبکہ آدمی کی صرف ۲ ٹانگیں ہوتی ہیں۔

اسی طرح گدھے کی آواز قرآن مجید میں سب سے بُری آواز کہا گیا ہے۔ چنانچہ روایت کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرنا بہت بری بات ہے۔ نیز یہ کہ روایت کی اسناد نامکمل ہیں لہذا معتبر نہیں ہے۔ **علی بن ابراهیم من ابیه عن ابن عمیر عن غیر واحد عن ابی عبدالله علیه السلام قال النظرانی عورة من لیس بمسلم مثل نظرک الی عورة الحمار** پس اس روایت سے استدلال لے کر بلا مقصد اعتراض کرنا محض وقت کو ضائع کرنا ہے۔

اعتراض:۔ پھر یہ حکم مردوں تک بند ہے یا عورتوں کا بھی یہی حکم ہے کتاب میں تو اس کی تفصیل نہیں ہے۔ خدا کے لیے اس مسئلے کو ذرا وضاحت سے بیان کیجئے؟

جواب:۔ احکام ہدایت ونصیحت عام ہوتے ہیں۔ مرد عورت کی تخصیص نہیں ہے۔ یہ تو غیر مسلم کے ننگ کی عام بات ہے ہمارے ہاں تو نص معصوم ہے کہ میاں بیوی بھی ایک وقت پر ایک دوسرے کے خاص مقامات کو نہ دیکھیں۔ کیونکہ اندیشہ ہے کہ ایسی صورت میں اولاد اندھی پیدا ہو اور پھر یہ حکم مسلمانوں کے لیے بھی ہے کہ ایک دوسرے کے ننگ نہ دیکھیں۔

اعتراض:۔ اصول کافی ص ۱۵۸ مطبوعہ نول کشور لکھنو میں ہے کہ۔

(ای امام لا یعلمہ ما یصیب والیٰ مایصیر فلیس ذالک بحجة الله علی خلقه)

ترجمہ:۔ کہ جس امام کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کو کیا پہنچنے والا ہے اور اس کی حالت کیا ہے ہونے والی ہے۔ وہ مخلوق میں اللہ کی حجت نہیں ۱۲

فرمایئے حضرت حسینؑ جب اپنے اہل وعیال لے کر کربلا میں پہنچے تو آنے والی مشکلات کو آپ جانتے تھے تو بچوں کو بلا کے منہ میں خوامخواہ کیوں لیگئے اور اگر نہیں جانتے تھے تو روایت کا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ روایت درست ہے ہمارا ایمان ہے کہ امامؑ کو متعلقہ امور کی خبر ہوتی ہے اور رہا معاملہ حضرت امام حسینؑ کے علم کا۔ تو شہادت امام حسینؑ سے نہ صرف امامؑ مظلومؑ واقف تھے بلکہ سارا خانوادۂ رسولؐ ہی اس سانحہ کے وقوع پذیر ہونے کا منتظر تھا۔ جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں ولادت حسینؑ کے موقع پر جبرائیلؑ نے خبر شہادت دی اور حضورؐ کو خاک کربلا پیش کی جسے اُم المومنین بی بی اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے محفوظ رکھا۔ علم شہادت قبل از سانحہ ہی حضرت امامؑ کی امامت حقہ کی دلیل قطعہ ہے کیونکہ قرآن نے امام کی شان ایسی ہی بیان فرمائی ہے۔ اگر معترض نے کبھی تلاوت قرآن مجید کی سعادت حاصل کی ہوتی تو انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ امام مظلومؑ کے دادا، امام اور رسول خلیل اللہ ابراہیم نے بھی یہی اسوہ قائم کیا کہ جیسا کہ اقبال نے کہا

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

اگر امام ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام از خود آگ کو دیکھتے بھالتے بے خطر کود جاتے ہیں تو پھر

ذبح عظیم سید الشہدا علیہ السلام پر اعتراض کیسا؟ یہ تو اماموں کی قرآنی سنت ہے۔ وہ نمرود کی روشن کی ہوئی آگ تھی یہ آگ یزید نے جلائی تھی۔ دوم یہ کہ نبیؑ کا خواب سچا ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے خواب میں حضرت اسمٰعیلؑ کو ذبح کیا اور پھر صداقت رؤیا کے لیے ظاہراً حضرت ذبیحؑ کے گلے پر چھری چلائی۔ حالانکہ نتیجے کو جانتے تھے۔ پس اللہ نے قربانی قبول فرمائی اور اسمٰعیلؑ کو ذبیح کا اعزاز دیا گیا۔ پس جو جواب ان دونوں واقعات سے حضرات اسمٰعیلؑ و ابراہیمؑ کے بارے میں ہے وہی امام حسینؑ کے لیے ہوگا کہ امام وہ ہے جو باوجود علم کے محبت الٰہی میں دین کے لیے کسی قربانی سے بھی خوف نہ کھائے اور بظاہر ہر مصیبت و بلا کو نظر انداز کر کے حفاظت دین کا فریضہ پورا کر دے۔

غریب و سادہ و رنگین ہے داستان حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسمٰعیلؑ (اقبال)

اعتراض:۔ جن لوگوں نے کوفے میں حضرت حسینؑ کو بلایا تھا اور ہزاروں خطوط لکھے تھے انھوں نے اپنے دستخطوں میں کیا لکھا تھا کہ ہم کون ہیں جلاء العیون کی عبارتوں کو سامنے رکھ کر جواب دیجئے؟

جواب:۔ کوفہ کو حضرت عمر نے آباد کیا تھا۔ اہل کوفہ کی اکثریت حضرات ثلاثہ کو خلفاء برحق مانتی تھی جو عقیدہ شیعہ کے خلاف ہے ان کا مذہب وہی تھا جو عبداللہ بن عمر کا تھا کہ انھوں نے کہا "ہم نے یزید کی بیعت خدا اور رسولؐ کی بیعت پر کی ہے" اور جو یزید کی بیعت توڑے گا ہم میں سے نہیں۔ ملاحظہ کیجیے بخاری و مسلم وغیرہ۔

جلاء العیون میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ وہ امام حسینؑ کو بیعت کا یقین دلاتے رہے اور یزید اور اُس کے اعمال کے مظالم کا حال بیان کرتے رہے ان کی اکثریت کا شیعہ اہل بیت ہونا کسی طرح

ثابت نہیں ہے۔ اسی کوفہ میں حنفیوں کے امام اعظم نے رہائش رکھی۔ کیونکہ وہاں ثلاثہ کے ماننے والوں کی اکثریت تھی۔ کوفیوں نے خط میں یہ بھی لکھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے جو شیعہ عقیدہ کے خلاف ہے۔

اعتراض:۔ ترجمہ مقبول ص ۶۲۷ کے حاشیہ پر اصول کافی سے امام جعفر صادق کا قول ہے کہ انسان وہاں دفن کیا جاتا ہے جہاں سے اس کی مٹی لی گئی ہو فرمایئے صدیق و عمر جب روضہ اطہر میں مدفون ہیں تو کیا ان کی مٹی روضہ اقدس کی مٹی سے لے گئی ہے؟

جواب:۔ اگر ہم اس اعتراض کا جواب حسب منشاء دیتے ہیں تو آپ کی طرف رواداری قائم نہ رہے گی اور دوسری طرف رسالہ ہذا کے ضبط ہو جانے کا اندیشہ ہے بہر حال مختصراً عرض یہ ہے کہ حضرت شیخین کی مٹی روضہ اقدس سے لی گئی ہے تو پھر محض مٹی سے فضیلت بتانے کی سوچنا دوسروں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کی کوشش ہے کیونکہ اگر ہم صرف شہداء بدر ہی کی مثالیں لیں تو دیکھتے ہیں کہ شہداء و کفار کی مٹی ایک ہی جگہ سے لی گئی۔ دونوں میں کیا فرق رہ گیا۔ کفار مکہ نے اپنے کشتے وہیں دفن کیے اور شہید اصحاب رسول بھی وہاں دفن ہوئے۔

تو کافر شہید صحابی میں بلحاظ مٹی کا فرق رہ گیا؟ لہٰذا ایسی فضیلت کفار کو بھی دے دیں۔ جبکہ اگر قبل از اسلام اس جگہ کی تاریخ دیکھی جائے تو وہاں کچھ اور ہی نظر آئے گا۔ جسے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تاہم اس میں ایک بڑی عمدہ مصلحت پوشیدہ ہے کہ حضورؐ نے ان کو اپنے ہی قریب رکھا اور اپنی آل کو دنیا میں پھیلایا۔ کسی کو عراق میں کسی کو ایران میں اور کسی کو شام وغیرہ وغیرہ۔ اگر اس کی تفصیلی وضاحت چاہیں تو راقم الحروف کو خط لکھدیں انشاء اللہ تشفی کر دوں گا۔ بہر حال جواب اعتراض یہی ہے کہ ایک ہی جگہ کی مٹی میں مختلف قسم کے اثرات و خواص ہوتے ہیں جن کا اثر بلحاظ ظرف ہوتا ہے۔ ایک ہی زمین

سے گلاب بھی نکلتا ہے اور کچھوے بھی۔ فافہم۔

اعتراض:۔ معصوم کا مطلب حاشیہ ترجمہ مقبول کے ص ۵۶۳ سطر ۳ میں قرآن مجید کو مضبوط پکڑنے والا لکھا ہوا ہے کیا آئمہ کرام کی معصومیت اس قسم کی تھی یا وہ گناہوں سے پاک منزہ تھے۔ واضح فرمایئے؟

جواب:۔ آپ کو غالباً محاورات پر عبور حاصل نہیں ہے اور لفظی معنی زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ قرآن کو مضبوطی سے پکڑنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر بہت زور سے دبا کر تھام لیتے ہیں۔ بلکہ دراصل اس کے معنی یہ ہیں کہ ان کی زندگی تشریح قرآن ہے ان کا کوئی عمل خلاف قرآن نہیں ہے اور کوئی قول قرآن کے مخالف نہیں وہ سراپا موافق قرآن ہیں۔ بس یہی تو دلیل عصمت ہے ظاہر ہے کہ جب کوئی ہستی قرآن کو اسی طرح تھام لے گی تو وہ ہر گناہ سے محفوظ اور ہر سہو و خطا سے پاک ہوگی۔ کیونکہ گناہ و نسیان قرآن چھوڑنے کی حالت کا نتیجہ ہی تو ہیں۔ لہٰذا از خود ثابت ہوا کہ وہ ہر طرح کے گناہوں سے پاک و منزہ ہیں کیونکہ وہ قرآن کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں اور قرآن ان سے کبھی جدا نہ ہوگا حتیٰ کہ دونوں حوض کوثر پر اکھٹے وارد ہوں گے۔ جس طرح حبل اللہ کا مطلب یہ نہیں کہ بیچ میں کوئی رسہ لٹکا ہوا ہے۔

اعتراض:۔ اہل سنت جو کلمہ پڑھتے ہیں۔ وہ آپ کے نزدیک پورا ہے یا ادھورا؟

جواب:۔ اہلسنت کے لیے پورا شیعہ کے لیے پورا نہیں۔

اعتراض:۔ اگر پورا ہے تو اعلان فرما دیجئے تا کہ اہل سنت کے کلمہ کے متعلق شبہات دُور ہو جائیں۔

جواب:۔ اگر بغض علیؑ سے یہ کلمہ پڑھا جائے تو نہ پورا ہے نہ ہی ادھورا بلکہ کلمہ کفر ہے تفصیل کے لیے ایک سنی مسلمان کے لیے اہل سنت کا کلمہ پورا ہے مگر شیعہ ولایت علیؑ کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں یہ بھی ضروری ہے۔

اعتراض:۔ اگر ادھورا ہے تو حیات القلوب ج۲ میں ملا باقر مجلسی نے یہ لکھا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت پر اہل سنت والا کلمہ ہے؟

جواب:۔ کعبے کے بتوں کو توڑتے وقت مہر نبوت پر حضرت علی علیہ السلام کے قدموں کے روشن نشان ہی اس اعتراض کا جواب دے رہے ہیں۔ جب تک علیؑ کو شامل نہ کیا جائے بُت دفع نہیں ہوتے اور جب نبوت والے رسولؐ نے خود "علیؑ ولی اللہ" پڑھا ہے (دیکھیے سفینہ نوح محمد شفیع اوکاڑوی ص۶۰) تو اعتراز کیسا؟ سفینہ نوح کا پہلا ایڈیشن دیکھیے نئے ایڈیشن میں تحریف کر دی گئی ہے۔ نیز مہر نبوت اور مہر ولایت کا فرق بھی ملاحظہ رکھیں۔

اعتراض:۔ غزوات حیدری کے ص۲۹۰ سطر۱۸ میں ہے کہ جب حضرت خدیجہ الکبریٰ ایمان لائیں تو وہی کلمہ حضور علیہ السلام نے پڑھایا جو اہل سنت پڑھتے ہیں۔ فرمایئے، حضرت خدیجہ کے ایمان کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

جواب:۔ اگر شروع میں اتنا کلمہ پڑھا تو حرج نہیں۔ جب خود رسولؐ خدا نے علیؑ ولی اللہ

پڑھا ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ بی بی خدیجہؑ کے متعلق یہ تصور کرلیا جائے کہ انھوں نے اتباع رسولؐ نہ کی ہمارا ایمان ہے کہ محسنہ اسلام اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے "علیؑ ولی اللہ" ضرور پڑھا۔ غزوات حیدری میں ابتدائی دور کارذکر ہے۔

اعتراض:۔ اذان میں اشھد ان علیا ولی اللہ جو آپ کہا کرتے ہیں۔اس کے متعلق اپنی کتاب میں سے کسی امام کی صحیح حدیث پیش فرمایئے؟

جواب:۔ شہادت ولایت وخلافت اذان میں مستحب وضروری ہے ملاحظہ فرمائیں۔ بحارالانوار جلد ۱۸ص ۱۶۴ مطبوعہ ایران، احتجاج طبرسی ص۸۴ طبع ایران امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جب **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** کہو تو ولایت علیؑ کا اقرار بھی کرو نیز دیکھئے رسالہ اذانیہ۵ مطبوعہ لکھنو۔اب آپ نماز فجر میں **الصلوٰۃ خیر من النوم** کا ثبوت کسی صحیح ومرفوع حدیث رسولؐ سے دیجئے مہربانی ہوگی۔اگر کوئی حدیث نہ مل سکے تو کم سے کم حضرت ابوبکر کے زمانے میں اس کا رواج ثابت کردیجئے۔علامہ شبلی نے "الفاروق" میں تسلیم کیا کہ یہ حضرت عمر نے اضافہ کیا ہے۔

اعتراض:۔ جب قرآن مجید میں وسلمو تسلیما موجود ہے تو آپ وبارک وسلم درود کیوں نہیں پڑھتے؟

جواب:۔ جب آپ نماز میں دُرود پڑھتے اس میں وبارک وسلم دکھایئے۔

یاد رکھئے! ہم جاہل اماموں کے ماننے والے نہیں ہیں۔قرآن میں وسلمو تسلیما صرف پڑھنے کے لیے نہیں بلکہ تسلیم کرنے کے لیے کہا گیا ہے جیسا کہ "**ان اللہ وملائکتہ یصلون**

علی النبی یآایھا الذین امنو صلو علیه و سلمو تسلیما "یعنی بے شک۔ اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو درود بھیجو اور اسلام تسلیم پیش کرتے رہو "پس سلمو تسلیما" سے مراد فرمانبرداری واطاعت رسولؐ ہے۔ باقی ہم وبارک وسلم بھی کہتے ہیں۔ کہ ہمارے ہاں منع نہیں ہے۔ دیکھیئے ہماری کتاب تحفۃ العوام مقبول ص ۱۲۱ "اللھم صل علی محمد وال محمد و بارک علی محمد وال محمد کما صلبیت و بارک علی ابراھیم وال ابراھیم انک حمید مجید " مگر معاف کیجئے آپ تو درود بھی ہمیشہ ادھورا ہی لکھتے پڑھتے ہیں اور حدیث رسولؐ ہے کہ مجھ پر ادھورا درود نہ پڑھو۔

اعتراض:۔ جب سب کے نزدیک حضرت حیدر کرار اسد اللہ لغالب ہیں تو ان کے متعلق یہ مشہور کرنا کہ آپ سے صحابہ نے مصلےٰ چھین لیا تھا۔ خلافت غصب کر لی تھی۔ فدک نہیں دیا تھا کہ ان کو مغلوب بنانے کا منصوبہ نہیں؟

جواب:۔ پھر تو آپ لوگ اللہ پر بھی معترز ہو سکتے ہیں کہ اس نے شیطان کو کیوں ڈھیل دے رکھی ہے۔ کیا خدا شیطان سے مغلوب ہو گیا ہے؟

مسلمان عیسائی اور یہودی وغیر قوت وغلبہ پروردگار کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ بھی مانتے ہیں کہ نمرود وفرعون جیسے کافروں نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔ اور اللہ کی مخلوق کی ان گنت تعداد موت کے گھاٹ اتار دی گئی۔ خدا کے بے گناہ انبیا ظلم وستم سے شہید کر دیئے گئے۔ زبردستی اور تشدد سے اپنی جھوٹی خدائی منوائی گئی کیا یہ باتیں خدا کو معاذ اللہ مغلوب ثابت کرتی ہیں؟ اگر نہیں تو پھر ولی خدا کس طرح مغلوب ہو گئے؟ یاد رکھئے جس طرح خدا کو اپنے بارے میں امتحان خلق مقصود ہے بلکل اسی طرح حضرت حیدر

کرار کے معاملے میں امتحان مقصود تھا۔ تبھی تو سرورِ کائناتؐ نے اپنے وصی حقیقی کو صبر کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ ملاحظہ کیجئے۔ (مدارج النبوۃ)

اعتراض:۔ نماز میں مردوں کے لیے اگر ہاتھ باندھنے کا ثبوت قرآن میں نہیں۔ تو فرمایئے عورتوں کے لیے ہاتھ باندھنے کا ثبوت کس آیت میں ہے۔
ذرا پڑھ کر سنایئے؟

جواب:۔ قرآن مجید میں نہ ہی مردوں کے ہاتھ باندھنے کا ثبوت ہے نہ ہی عورتوں کا بلکہ بندھے ہاتھ ہونا یہودیوں کے لیے بددعا ہے۔ آپ کو یہ غلط فہمی ہے کہ شیعہ خواتین ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتی ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پہلے مکمل واقفیت حاصل کیجئے پھر اعتراض فرمایئے۔

اعتراض:۔ ترجمہ مقبول کے حاشیہ پر ہے کہ جب حضرت سیدہ کے وجود مقدس میں حضرت امام حسین تشریف لائے تو آپ نے اس حمل کو مکروہ سمجھا کیا واقعی ایسا ہے۔ ذرا تشریح مطلوب ہے؟

جواب:۔ معترض اپنی تحریف کی عادت سے مجبور ہیں۔ حالانکہ مولانا مقبول احمد نے وہاں کراہت یا نفرت کے بارے میں کچھ بھی نہیں لکھا بلکہ اصل واقعہ حاشیہ میں یوں درج ہے۔ "جناب امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ کے حمل میں جناب امام حسینؑ تھے۔ جبرائیل امینؑ جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ عنقریب فاطمہ زہراؑ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کو آپ کی اُمت آپؐ کے بعد قتل کرے گی۔"

پس یہ سن کر جناب فاطمہ زہرا کو اس حمل سے بھی رنج پہنچا اور وضع حمل کے وقت اس ولادت سے بھی۔ پھر حضرت نے فرمایا۔ کہ دُنیا میں کوئی ماں ایسی نظر نہ آئے گی جو بیٹے کو جن کر رنجیدہ ہوئی مگر جناب سیدہؑ ان کو رنج اس وجہ سے ہوا کہ ان کو علم ہو چکا تھا کہ ان کا یہ فرزند قتل کیا جائے گا۔ (سورۃ الاحقاف) حاشیہ ترجمہ مقبول ص ۲۵۳

آپ نے نامکمل حوالہ دیکر جو شرارت کی ہے اصل عبارت کے بعد اس کی حقیقت مکمل طور پر منکشف ہو جاتی ہے کہ سیدہ طاہرہ رنجیدہ کیوں ہوئیں۔

شاید لدھیانوی صاحب بھی اب رنجیدہ ہو کر ندامت محسوس کر لیں گے۔

اعتراض:۔ جب قرآن مجید بنا تک موجود ہے تو آپ حقیقی معنی کو کیوں ترک کرتے ہیں اور حضور اکرمؐ کی ایک سے زیادہ صاحبزادیوں کا کیوں انکار کرتے ہیں؟

جواب:۔ قرآن مجید رسول اللہؐ پر نازل ہوا ہے معنی حضورؐ فرمائیں گے وہی حقیقی ہوں گے۔ پس آیہ مباہلہ میں "نسانا" سے مراد اگر فاطمہؑ ہے تو (بنات) کی جمع بھی فاطمہؑ کے اکلوتی ہونے کی نفی نہیں کرتی۔ چونکہ یہ پردہ کے متعلق آیت ہے اور اس میں حضورؐ کو حکم دیا ہے کہ اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کو یہ کہہ دو۔ لہذا یہ حکم عام ہے کہ اُمت محمدیہ کی ہر عورت کے حضور روحانی باپ ہیں۔ اس لیے سورہ احزاب کی آیت ۵۹ میں حضور کو حکم ہوا ہے کہ اب وہ کوئی مزید شادی نہ فرمائیں۔ لہذا آپ کی ازواج کے علاوہ تمام اُمت کی بیٹیاں آپ کی روحانی بیٹیاں ہیں پس یہاں معنی عام "بنات" استعمال ہوا ہے اسی لیے تخصیصی حرف استعمال نہیں کیا گیا بلکہ عام ہدایت ہے (قرآن مجید میں حضرت لوطؑ کے بارے میں "بنات" کا لفظ آیا ہے جبکہ جمع تین سے کم پر نہیں استعمال ہوتی حالانکہ حضرت لوطؑ کی دو بیٹیاں تھیں)۔

مسئلہ بنات بنی اہل سنت کے نزدیک متنازعہ امر ہے اس لیے اس پر حجت قائم نہیں کی جاسکتی۔ جب تک اختلاف دور نہ ہو۔ جیسا کہ اہلِ سنت کی تفسیر نیشاپوری میں **ربائبکم** کی تفسیر میں تسلیم کیا گیا ہے کہ حضورؐ کی پالی ہوئی لڑکیوں کو بنات رسول ﷺ کہا ہے۔ ہم حضورؐ کی ایک ہی بیٹی تسلیم کرتے ہیں اور آپ کے صدیق اکبر نے حضرت سیدہؑ سے یوں کلام کیا۔ "اے رسول خداؐ کی دختر! یقیناً آپ کے پدر بزرگوار مومنین پر مہربان شفیق اور رحمت والے تھے اور کافروں کے لیے دردناک اور بڑی عقوبت تھے"

«پس اگر ہم ان کا ذکر کریں تو تمام دنیا کی عورتوں میں ان کو صرف ایک آپ کا باپ اور مردوں میں صرف آپ کے شوہر کا بھائی پائیں گے۔»

خط کشیدہ الفاظ سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکر جناب سیدہؑ کے علاوہ دنیا کی کسی عورت کو حضورؐ کی بیٹی نہیں مانتے تھے (بلاغات النساء مصنفہ ابوالفضل احمد بن طاہر بغدادی) پس جب "بنات" حقیقی بیٹیوں کے علاوہ بھی استعمال ہوسکتا ہے تو اس سے صرف سگی بیٹیاں مراد نہیں لی جاسکتی ہیں۔ اور اسی طرح حضرت ابوبکر کی گواہی کے بعد کوئی صورت باقی نہیں رہ جاتی۔ کہ حضرت سیدہؑ کو اکلوتی بیٹی نہ مانا جائے۔ اس لیے اعتراض رفع ہوجانا چاہیے۔

اعتراض:۔ میدان کربلا میں عترت رسول مقبول ﷺ سے جب صرف حضرت زین العابدینؑ کے علاوہ اور کوئی نہ بچ سکا اور ان کے علاوہ عترت رسولؐ میں سے کئی صاحبزادیاں اور متعدد بیوگان بچ گئی تھیں۔ فرمائیں ان کا نکاح کس سے ہوا؟

جواب:۔ امام زین العابدینؑ کے علاوہ امام محمد باقرؑ اور امام حسنؑ کی اولاد بھی سانحہ کربلا کے بعد پھلی پھولی۔ بیوگان کا اس المناک حادثے کے بعد شادیاں کرنا بعید از قیاس ہے۔ البتہ جو بچیاں بچ گئیں ان کے نکاح خاندان بنی ہاشم ہی میں ہوئے۔ تاریخ میں ان کل مخدرات کی تعداد ۲۵ سے زیادہ کہیں نہیں ملتی ہے اور ان ۲۵ میں یتیم بچیاں اور بزرگ خواتین شامل تھیں۔ لہذا بیوگان خاندان سادات کہنا خلاف تاریخ ہے۔

اعتراض:۔ اگر کسی سیدہ سے نکاح ہوا تو اس کا نام بیان فرمایئے؟

جواب:۔ یہ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ ان مخدرات نے اپنی بے کیف زندگی کے باقی ماندہ دن لذات دنیا سے نفرت اور بے رخی میں گذارے ایک عرصہ دراز تک بنی ہاشم میں کوئی خوشی کی تقریب منعقد نہ ہوئی۔ درحقیقت واقعہ کربلا نے اہل حرم کی زندگیوں کا جیتے جی ہی خاتمہ کر دیا تھا لہذا شادی بیان وغیرہ سے ان کو کب دلچسپی ہوگی۔

اعتراض:۔ اور اگر کسی سے ان کا نکاح نہیں ہوا تو انکحوا الا یامٰی منکم پر ان کا عمل نہ ہوا۔ کیا معاذ اللہ عترت رسولؐ نے قرآن پر عمل نہ کیا؟

جواب:۔ تاریخ میں مذکورہ ہے کہ بعد از جہاد کربلا اس دکھ بھری زندگی نے ان باعظمت بی بیوں کے اجسام کو اس قدر نحیف و کمزور بنا دیا تھا کہ اُن کی رنگت تبدیل ہو گئی تھی۔ ان کو آسانی سے پہچان لینا بھی مشکل کام تھا۔ ایسے میں نکاحوں کا سوچنا نہایت سنگدلی کا مظاہرہ ہوگا۔ جب صحت جسمانی قائم نہ ہو۔ مصائب و حوادث درپیش ہوں۔ ایسے حالات میں تو نماز، روزہ، زکوٰۃ۔ حج جہاد

جیسے احکام قرآن میں رعایت ہوا کرتی ہے۔ احکام نکاح تو دور کی بات ہیں۔ شادیاں بستے گھرانوں میں ہوا کرتی ہیں۔ اُجڑے خاندانوں کو شادی بیاہ سے کیا دلچسپی جبکہ نہ ہی صحت جسمانی بحال رہی ہو اور نہ ہی ذہن وقلوب سے صدمات و آلام محو ہو سکے ہوں۔ البتہ کافی عرصہ بعد رفتہ رفتہ اس خاندان کا صدمہ کچھ خفیف ہوا تو انہوں نے اپنے ہی خاندان میں رشتے داریاں کیں۔ تاریخ میں اس سے متعلقہ واضح تفصیلات مذکورہ نہیں ہیں۔ فلپس حتی مردود نے جو تاریخ تمدن عرب میں بی بی سکینہؑ کے بارے میں خرافات لکھی ہیں تو وہ دشمنان آل محمد کی خود ساختہ ہیں جن سے فلپس حتی نے محض تحقیر اسلام کا کام لیا ہے۔ حالانکہ بی بی سکینہ بنت الحسینؑ کا انتقال صغیر سنی میں زندان شام ہی میں ہو گیا تھا۔

اعتراض:۔ ضمیمہ ترجمہ مقبول ۵۵۲ سطر ۷ میں ہے کہ سیدہ فاطمہؑ نے شیطانی خواب دیکھا ہے۔ آپ کی اس کے متعلق کیا تحقیق ہے۔ کیا بی بی پاک کو آپ کے مذہب میں شیطانی خواب آسکتا ہے۔ تفصیل و تشریح درکار ہے۔

جواب:۔ ضمیمہ مذکورہ جو جواب جناب سیدہ کا مرقوم ہے اسے شیطانی خواب لکھنا آپ ہی کو زیب دیتا چونکہ آپ محاورات سے نابلد ہیں اس لیے ترکیب الفاظ شیطانی خواب کے معنی محاورہ میں تذلیلی و تحقیری ہوتے ہیں۔ جبکہ مولانا مقبول احمد صاحب نے ایسا قطعی بیان نہیں فرمایا۔ دراصل خواب مذکورہ میں دلیل عصمت سیدۂ طاہرہؑ ہے جیسا کہ بوقت مردودیت ابلیس نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اللہ کے بندوں کو بہکائیگا اور ورغلائے گا۔ مگر اللہ نے جواب دیا تو میرے برگزیدہ بندگان کو نہیں بہکا سکتا ہے۔ تعلیم اُمت کے لیے اس مسئلہ کی عملی تشریح کے سلسلے میں یہ خواب برہان واضح ہے کہ خدا کا وعدہ سچا ہے۔ مولانا مقبول احمد نے اس روایت کو اس طرح نقل کیا ہے۔ چنانچہ تفسیر قمی میں ہے کہ بروایت ابو بصیر جناب امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے آیہ۔

"انما النجوی من الشیطن" کا سبب نزول دریافت ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ایک رات جناب سیدہ صلوات اللہ وسلامہ علیہا نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے ہمراہ مجھے اور علیؑ اور حسنؑ کو لیے ہوئے کہیں جانے کا قصد کرتے ہیں۔ بس اسی ارادے سے وہ جنابؐ ہم سب کو ہمراہ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ جب مدینہ کے مکانوں سے نکل گئے تو ایک دوراہا ملا۔ جناب رسول کریمؐ داہنی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ایک باغ پر پہنچے جس میں چشمہ بھی جاری تھا۔ وہاں آنحضرتؐ نے ایک بکری مول لی جس کے ایک کان پر سفید نقطع تھا۔ اس کے ذبح کرنے کا آنحضرتؐ نے حکم دیا۔ گوشت تیار ہو گیا تو سب نے مل کر کھایا۔ اس کے کھاتے ہی سب کے سب مر گئے۔ یہ حال دیکھ کہ جناب سیدہؑ روتی ہوئی خوفزدہ خواب سے بیدار ہوئیں اور حضورؐ سے اپنا خواب بیان نہ کیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول خداؐ دراز گوش پر سوار ہو کر خانہ جناب سیدہؑ میں تشریف لائے اور جناب سیدہؑ کو سوار کر لیا۔ جناب امیر المومنین علیہ السلام اور حسنین علیہما السلام سے فرمایا تم بھی چلو۔ بس جب یہ سب حضرات مدینہ سے نکلے تو ویسا ہی دوراہا ملا۔ جیسا کہ جناب معصومہؑ نے خواب میں دیکھا تھا۔ جناب رسولؐ نے داہنا راستہ اختیار کیا۔

جیسا کہ حضرت فاطمہؑ زہرا دیکھ چکی تھیں۔ پھر آنحضرتؐ ایک مقام پر پہنچے جہاں خرمے کے درخت اور پانی کا چشمہ تھا۔ تو آنحضرتؐ نے ایک بکری جس کے کان پر سفید تل تھے خرید فرمائی یہ بھی خواب کے مطابق ہوا۔ پھر اس کے ذبح کا حکم دیا۔ پس وہ ذبح کی گئی اس کا گوشت بھونا گیا۔ جیسے ہی ان بزرگوں نے نوش فرمانے کا قصد کیا، جناب سیدہؑ اٹھیں اور ایک طرف جا کر رونے لگیں کہ اب یہ سب مر جائیں گے۔ پس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر اپنی پارہ جگر کے پاس وہاں تشریف لے گئے جہاں وہ رو رہی تھیں اور یہ حال دیکھ کر کہا اے لخت جگر تم کیوں روتی ہو۔ عرض کیا بابا! میں نے رات کو ایسا ایسا خواب دیکھا ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے

وہ سب کچھ ہو یہوآپ اس وقت تک کر چکے ہیں۔ پس میں اس لیے آپ کے پاس سے ہٹ گئی کہ میں آپ کو مرتے نہ دیکھوں۔ یہ سن کر حضورؐ اٹھے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی بعد اس کے درگاہ خدا میں مناجات کی جبرائیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی یارسولؐ اللہ ایک شیطان ہے نام اس کا "زہا" ہے اس نے فاطمہؑ کو خواب میں یہ واقعہ دکھایا ہے۔ وہی مومنین کو ان کے سوتے ہیں اذیت دیتا ہے جس سے وہ مغموم ومحزون ہو جاتے ہیں۔ جناب رسولﷺ نے فرمایا۔ اسے میرے پاس لاؤ جبرائیل گئے اور "زہا" کو پکڑ کر لائے آنحضرتؐ نے فرمایا تو نے ہی فاطمہؑ کو یہ خواب دکھایا ہے اس نے کہا جی ہاں۔

یہ سن کر آنحضرتؐ نے اس کے بدن پر تین بار تھوکا جس سے اس کے تین جگہ درد پیدا ہو گیا۔ پھر جبرائیلؑ نے عرض کی۔ یارسول اللہؐ فاطمہؑ سے کہہ دیجئے کہ اگر خواب میں کوئی خوفناک واقعہ دیکھا کریں یا مومنین میں سے کوئی شخص برا خواب دیکھے تو پڑھے **"اعوذ بما اعازت به ملئکة الله المقربون و انبیاء ہ المرسلون و عبادہ الصلحون من شر ما رایت من رویائی "**۔ بعد میں اس کے سورہ حمد و قل اعذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس۔ اور قل قل ہواللہ احد پڑھ کر اپنے بائیں جانب تھوک دے۔ پس وہ خواب اسے ضرر نہ پہنچائے گا۔ اس وقت خدا نے آیت نازل فرمائی۔ اب ہم نے پوری روایت ہی نقل کر دی ہے لہذا اس کی مزید تشریح کی ضرورت نہیں رہی۔ بی بی پاکؑ کو شیطان کا خواب نظر آنا امر محال نہیں ہے بلکہ معصوم تو ظاہر میں شیطان کو سامنے بلا کر سزا و تادیب کر سکتا ہے۔ جیسا کہ روایت سے ثابت ہوا۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ شیطان کا غلبہ معصومؑ پر نہیں ہو سکتا اور دوسری طرف یہ تعلیم حاصل ہوتی ہے کہ اگر امت شیطان سے محفوظ رہنا چاہے تو اس کا کیا طریقہ ہے یہ روایت اتنی صاف ہے کہ کسی مزید تحقیق و تفصیل و شرح کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

اعتراض:۔ ضمیمہ ترجمہ مقبول ۲۳ سطر ۲ میں برہان المجالس کے حوالے سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ بغرض مشورہ خلافت عثمان زبیر طلحہ اور عبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی وقاص کے ساتھ بیٹھے تھے اگر خلافت منصوص من اللہ تھی تو مشورہ کیسا۔ نیا ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۲۱۹ میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ ولیہ وسلم نے فرمایا "اے علیؑ خدا نے تجھے ایک اُمت قرار دیا ہے۔ فرمایئے آپ کا حضرت علیؑ کی اُمت ہونے کا کیا جواب ہے؟"

جواب:۔ مشاورت مسئولہ خلافت منصوص کے لیے قطعاً نہ تھی بلکہ مجلس شوریٰ برائے آمر حکومت (خلافت) ظاہری بمطابق وصیت حضرت عمر منعقد ہوئی تھی۔ اتمام حجت کی خاطر حضرت علی علیہ السلام نے اس میں شرکت فرمائی۔ تاکہ لوگ یہ اعتراض نہ کریں کہ علیؑ دعویٰ خلافت تو کرتے رہے لیکن اگر اس امر پر آپ کو بلایا گیا تو وہ گھر ہی بیٹھے رہے اور بوقت فیصلہ حکومت تشریف نہ لائے ورنہ اس شوریٰ کی حقیقت تو حضرت امیرؑ نے ان الفاظ میں بیان فرمائی۔ دیکھئے اپنی کتب تاریخ کامل اور تاریخ ابوالفداء وغیرہ۔

"یہ پہلا دن نہیں ہے کہ تم نے ہمارے حق سے ہمیں ہٹانے کیلئے زیادتی کی اور ہمیں ہمارے حق سے علیحدہ کیا" اقی رہا حضرت علیؑ کے اُمت ہونے کا جواب تو وہ بھی اپنی کتب میں ملاحظہ فرمالیجئے۔ جن میں قول سرکار رسالت مآبؐ اس طرح منقول ہے۔ "یا علیؑ جو ثواب تم کو میرے ساتھ چلنے میں ملتا ہے۔ اتنا ہی مدینہ میں رہنے سے ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں تنہا اُمت قرار دیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک اُمت قرار دیا تھا" (حاشیہ مقبول ص ۲۹۹)

لہٰذا اولاً تو یہ ہے جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ جیسے امام ایک اُمت ہیں اسی طرح امام

علیؑ ابن ابی طالب تنہا اُمت ہیں۔دوم یہ کہ حضرت امیرؑ کا مرتبہ پوری اُمت کے مرتبے سے بھی افضل ہے جیسا کہ آپ کے امام حاکم نے تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا"علیؑ کی روز خندق کی ایک ضربت عبادت ثقلین سے افضل ہے"(حاکم دیلمی وغیرہ)

نوٹ:۔امام حاکم کی روایت میں یہ الفاظ بصراحت ہیں"**افضل اعمال امتی الی یوم القیامته**"یعنی میری ساری اُمت کے قیامت تک کے اعمال سے علیؑ کی ایک ضربت افضل ہے۔

اب فرمائیں آپ نے تو علیؑ کے اُمت ہونے پر اعتراض کر رہے ہیں جبکہ آپ کے امام حاکم کے بقول علیؑ کی صرف ایک ضربت ہی ساری اُمت سے افضل ہے۔اور مراد حضورؐ کی یہ ہے کہ جو ثواب سب عبادات کا اُمت کو ہوگا اس سے زیادہ ثواب علیؑ کو روز خندق کی ایک ضربت سے حاصل ہوگا اب اگر کوئی بغض ہے تو حضورؐ سے دریافت فرمایئے۔

اعتراض:۔ ترجمہ مقبول ص ۵۱۷ کے حاشیہ سطر ۱۱ میں ہے جو شخص اہل بیتؑ سے محبت رکھے گا وہ اہل بیتؑ میں داخل ہوگا۔فرمایئے شیعہ حضرات کو ہم حضور علیہ السلام کی اہل بیت کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ محبت عترت رسولؐ کے واحد ٹھیکیدار کہلاتے ہیں؟

جواب:۔ یہ اہل بیت کی کرم نوازی،عزت افزائی۔ذرہ نوازی اور نظر عنایت ہے کہ جو ان سے محبت رکھے وہ ان کو اپنے میں داخل فرما لیتے ہیں۔اس کے درجات بلند کرتے ہیں۔اس لیے حدیث شریف ہے کہ جو محبت اہل بیت میں طبعی موت بھی مرا وہ شہید ہے لہذا یہ عطا و بخشش ہمیں ہی نصیب ہے۔کہ ہم شیعیانِ اہل بیت کہلاتے ہیں اور مولانا مقبول صاحب نے یہ نہیں لکھا

ہے کہ جُبد آر اہلبیت از خود اہلبیت ہوگا یا اہلبیت ہونے کا دعویٰ کرے گا۔ بلکہ کہا کہ وہ اہلبیت میں داخل ہوگا اور یہ جملہ از خود ثابت کرتا ہے کہ اہل بیت اور ہیں اور داخل ہونے والا معتقد دوسری چیز بفضل خدائے تعالیٰ بلاشبہ یہ ٹھیکہ ہم ہی کو حاصل ہے کہ ہم شیعیان اہلبیت کہلواتے ہیں جو "داخلہ" کا پکا ثبوت ہے کہ (اہل بیت) سے جدا نہیں ہے ان کے معتقد و غلام و پیروکار اور ماموم ہیں۔ جبکہ آپ کو تو یہ لقب ہی پسند نہ آیا۔ خود ہی ٹھیکے سے ہاتھ دھو بیٹھے جیسا کہ محدث عبدالعزیز دہلوی صاحب نے تحفہ اثناعشریہ میں تسلیم کیا ہے۔

اعتراض:۔ احتجاج طبرسی ص ۵۴ مطبوعہ نجف اشرف میں ہے۔ ثمہ تناول ید ابی بکر فبایعتہ

ترجمہ:۔ بعدہ حضرت علیؑ نے ابوبکر کا ہاتھ لیا اور اس کی بیعت فرمائی۔

فرمایئے یہ بیعت اصلی تھی یا خواہ مخواہ لوگوں کو دھوکہ میں رکھنا مقصود تھا۔ اگر اصلی تھی تو شیعہ سنی اختلاف ختم اور اگر دوسری بات تھی تو یہ ایک برحق امام کی پوزیشن کے خلاف ہے۔ واضح فرمایئے؟

جواب:۔ علمائے امامیہ نے روایت مذکورہ کو درست تسلیم نہیں کیا ہے۔ بحث میں مسلمات لائے جاتے ہیں نہ کہ مردود اقوال۔ اگر اس قول کو صحیح مانا گیا ہوتا تو پھر بقول آپ کے شیعہ سنی اختلاف ہی نہ رہتا۔ اور پھر حضرت علیؑ شوریٰ میں ان کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کر کے حکومت سے محروم رہنا کیوں گوارہ فرماتے؟

اعتراض: نہج البلاغہ مطبوعہ مصر ۸ میں ہے۔

انما الشوریٰ للمھا جرین والا نصار فان اجتمعوا علی رجل و سموہ اماماً کان ذلک للہ رضاً

ترجمہ: خبرایں نیست مشورے کا حق مہاجرین وانصار کو ہے پس اگر وہ کسی جوان پر اتفاق کر کے اُسے امام بنالیں تو خدا کے حکم سے ہوتا ہے۔ حالانکہ یہاں سے امامت کا انعقاد وشوریٰ سے معلوم ہوتا ہے۔ فرمایئے حضرت علیؑ کے اس فرمان سے اتفاق ہے یا نہ؟

جواب:۔ دلیل ہمیشہ مسلمات خصم سے پیش کی جاتی ہے اس لیے معاویہ کے خلاف حضرت امیرؑ نے گذشتہ حکومتوں کے حالات کا دلیل بنا کر حجت قائم فرمائی۔ جس طرح حضرت ابوبکر سے کہا تھا کہ تم نے قریش ہونے کی دلیل پر حکومت حاصل کی ہے کہ تم لوگ قرابت میں رسولؐ کے قریب ہو جبکہ میں بھی وہی بات تمہیں کہتا ہوں کہ میں تم سب سے قریب ترین ہوں۔ اگر کوئی مسلمان قاضی کسی مقدمے کا فیصلہ مروجہ انجیل کے مطابق کرے تو عیسائی کے لیے حجت ہوگا لیکن مسلمان کے لیے نہیں اسی طرح آپ نے معاویہ کو کہا کہ جس طرح تم لوگوں نے عثمان کو خلیفہ مانا کہ مہاجرین وانصار نے ان کی تائید کی اسی طرح مجھے بھی ان ہی لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ لہذا حسب دستور سابقہ تم میری اطاعت قبول کرلو۔ یہ ایسی دلیل تھی جس سے انکار نہ ہوسکتا تھا۔ اور حضرتؑ نے فریق مخالف ہی کے مسلمات سے استدلال کر کے اپنا موقف ثابت کیا نہ کہ آپ سرکارؑ نے اصول شوریٰ کو درست تسلیم فرمایا۔

اعتراض:۔ نیز جب حضرت علیؑ اجماعی خلافت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے قائل ہیں تو فرمایئے خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر آپ کا اعتراض کیوں ہے؟

جواب:۔ یہ حضرت علیؑ نے معاویہ کے عقیدے کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے اجماعی خلافت کو رضائے الٰہی سمجھ کر قبول کر لیا۔ پس چونکہ معاویہ کا عقیدہ یہی تھا لہذا اسے اب کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے کہ لوگوں نے اجماعی طور پر حضرتؑ کو مان لیا تو تم کیسے انکار کرتے ہو۔ رضائے الٰہی سمجھ کر کیوں تسلیم نہیں کرتے؟ چونکہ معاویہ اور اس کے ساتھیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ کے حکم و رضا سے ہوتا ہے ہم عرض کر چکے ہیں کہ فریق مخالف کو اس ہی کے عقائد و مسلمات سے قائل کرنا یہ کبھی دلیل نہیں ہوتا ہے کہ قائل کرنے والا خود بھی اس مسئلہ سے اتفاق رکھتا ہے۔ یہ بات صرف عقیدہ معاویہ کے مطابق اس کے اپنے ہی اصول پر حجت قائم کرتی ہے حضرت علیؑ خلافت کو اپنا حق سمجھتے رہے اور انھوں نے کبھی اجماع و شوریٰ کو درست خیال نہ فرمایا۔ اسی لیے پہلا خطبہ فرمایا تو حمد خدا اس طرح بیان فرمائی۔ اللہ کا شکر ہے اس کے اس احسان پر کہ حق اپنی جگہ پر لوٹ آیا۔ وضاحت تو فرمادیجئے کہ حضرت امیرؑ نے ایسا کیوں ارشاد فرمایا؟۔

اعتراض:۔ تعزیہ بنانا کس منصوص امام کا فعل ہے۔ معتبر کتاب کا حوالہ درکار ہے؟

جواب:۔ تعزیہ تعزیت سے ہے اور تعزیت کرنا کسی مسلک میں گناہ نہیں ہے۔ تعزیہ داری کے مروجہ معنی یہ ہیں کہ کسی سوگ کو منانے کی نشانی بنانا چنانچہ تعزیہ داری از خود سنت رسولؐ ہے فعل امام تو رہا ایک طرف ہم حضرت رسول کریمؐ کی سنت قولی و فعلی آپ ہی کی معتبر کتابوں سے ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ مختصراً عرض یہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف مطبع فاروقی دہلی ۶۸ پر روایت درج ہے۔ "اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ خاک کربلا کا تذکرہ کرنے کے بعد کہتی ہیں پس رسولؐ نے سونگھا کہ تکلیف و بلا کی بو آ رہی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا اے اُم سلمہؓ جب یہ خاک خون ہو جائے تو سمجھ لینا میرا فرزند حسینؑ شہید ہو گیا"

پس اُم سلمہؓ نے اس خاک کو ایک شیشی میں رکھ لیا۔اور روزانہ اس کی زیارت کرتی تھیں۔اور کہا کرتی تھیں جس دن تو خون ہو جائے گی بے شک وہ بڑی مصیبت کا دن ہوگا۔اور روایت یہ ہے کہ جب حسینؑ شہید ہوئے تو آسمان سات دن اور سات رات خون کی طرح سُرخ رہا۔پس خاک کربلا سامنے رکھ کر تعزیہ داری کا اجمالاً استحباب ثابت ہو گیا کہ قبل از شہادت حسینؑ دو ہی نشانیاں ہو سکتی تھیں۔ ایک خود امامؑ مظلوم اور دوسری خاک کربلا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے دونوں نشانیوں کو سامنے رکھ کر عزاداری کر کے اُمت کو بتا دیا کہ تعزیہ داری میرے سنت ہے اور حضرت اُم المومنین نے ہر روز اس کی زیارت شروع فرمائی۔اب جبکہ ہمیں واقعات کربلا کا پورا علم ہے تو علیحدہ نشانیاں بنا کر اتباع رسولؐ کرتے ہوئے تعزیہ داری کرتے ہیں ایسی ہی روایت مسند احمد حنبل اور کنز العمال وغیرہ میں موجود ہیں کہ خود حضورؐ نے امام حسینؑ کو گود میں لے کر اور مٹی کو دیکھ کر عزاداری فرمائی۔

سبیل سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

اعتراض:۔ اگر تعزیہ بنانا اس پر موجودہ طرز کی عزاداری کرنا حضور علیہ السلام یا حضرت علیؑ سے ثابت ہو تو براہ کرم ارشاد فرمائیں۔بحوالہ صحیح؟

جواب:۔ موجودہ طرز والی بات الٹی ہے۔اصولی طور پر ہم نے مشکوۃ سے ثابت کر دیا ہے کہ عزاداری حسینؑ سرکار رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت قولی بھی ہے اور سنت فعلی بھی ہے۔طرز کا سوال تو آپ نے ویسے ہی کیا جس طرح کسی مولوی صاحب نے کہا۔بتائیں کہ پتلون پہن کر بھی کسی صحابی رسول خداؐ نے نماز پڑھی تھی؟ جناب نماز پڑھنا ثابت ہے لباس وطرز معاشرت کی کوئی قید نہیں ہے عزاداری سنت نبویؐ بھی ہے اور سنت آئمہؑ بھی سنت قولی بھی ہے اور سنت فعلی بھی۔لہذا عزاداری کرنے کے لیے طرز موجودہ ہو یا طرز قدیم اس کا کوئی فرق نہ پڑیگا کہ ہر ملک کے رسم و رواج الگ الگ ہوتے ہیں۔جبکہ عزاداری حضور ﷺ سے لے آج تک جاری رہی ہے تو پھر اس سے انکا

محض ہٹ دھرمی ہے۔ اگر آپ کو توفیق ہو تو منتخب کنز العمال بر حاشیہ مُسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۱۲ مطبوعہ مصر ملاحظہ کر لیں۔ سارا مسئلہ حل ہو جائے گا نہیں تو مشکوۃ کی حدیث ۵۸۸۸ ہی پڑھ لیجئے کہ یہ کتاب عام مل جائے گی۔ اور آپکو پنجاب پبلک لائبریری جانے کی زحمت اُٹھانا نہ پڑے گی۔

اعتراض:۔ جب امام زین العابدین کے علاوہ سب کے سب عترت رسول مقبولؐ کے لال شہید ہو گئے اور حضرت زین العابدین بحالت مرض خیمہ کے اندر تھے اور مستورات کی نگاہوں پر برقعے تھے کسی کو حضرت حسینؑ کی طرف جھانکنے کی اجازت نہ تھی اور نہ باہر آنے کی تو فرمایئے۔ دسویں محرم کے حالات کس راوی نے ہم تک پہنچائے۔

جواب:۔ قطع نظر دیگر راویوں کے واقعات کربلا خود ملاعین لشکر یزید نے حصول انعام و منصب میں دربار ابن زیاد و یزید میں اپنی زبان سے بیان کیے اور اقبال جرم کیا۔ امام زین العابدینؑ اور امام محمد باقرؑ دونوں سانحہ کربلا کے موقع پر موجود تھے۔ اور اماموںؑ کی شہادتوں کو جھوٹی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ غیر مسلم راوی جیسے حمید بن مسلم وغیرہ بھی ہیں۔ راویوں کا بیان کتب مقاتل میں موجود ہے اور پھر مدعی خود گواہی پیش کر دیں تو وہ لاکھ پر بھاری ہوا کرتی ہے۔ اس لیے امیر مختار رحمتہ اللہ علیہ نے تمام اشقیا سے ان کے مظالم بر سر دربار سُنے اور ان کی سزائیں دیں۔

اعتراض:۔ کیا یہ سچ نہیں کہ جس نے یہ باتیں جا کر یزید کے دربار میں سنائیں وہ قاتل اہل بیت تھے اور وہاں سے سُن کر جس نے اِدھر اُدھر خبریں مشہور کیں وہاں کے سننے والے تھے جو یزید کے درباری تھے حقیقت حالات سے خبر بخشئے؟

جواب:۔ خدا تعالیٰ نے اس خون ناحق کو ظاہر کرنا تھا لہذا مجرمین نے خود ہی اقرار کیا اور شہادت کی خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر طرف پھیل گئی۔ یزید کے درباریوں میں زید بن ارقم جیسے صحابی رسول بھی تھے اور کئی حافظ و مفتی تھے جو یزید کو خلیفہ مانتے تھے۔ لہذا جب لوگوں کو اس ظلم عظیم کی خبر ملی تو ان کی رائے میں تبدیلی واقع ہوئی اکثر لوگوں نے یزید کو ملامت کیا۔

اعتراض:۔ وقت مصیبت گریبان چاک کرنا پیٹنا سیاہ کپڑے کرنا۔ ہائے ہائے کرنا۔ رونا جائزہ ہے یا نہ؟

جواب:۔ حجت خدا کے غم میں یہ سب کچھ کرنا جائزہ ہے کہ خلوص نیت سے ہو۔

اعتراض:۔ اگر جائز ہے تو اپنی کتابوں میں سے کوئی صحیح حدیث پیش فرمائیے؟

جواب:۔ مشہور معروف احادیث لیجئے جس کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

(ا) **من بکی علی الحسین او ابکی او تبا کی وجبت له الجنة**

(نہر المصائب مطبوعہ لکھنو)

یعنی جو شخص غم حسینؑ میں گریہ و بکا کرے یا کرائے غمگین صورت بنائے تو اس پر بہشت واجب ہے۔

(۲) **من لمه یحزن علی مصابنا فلیس منا** (نور ایمان)

فرمایا جو شخص ہمارے مصائب پر غمگین و محزون نہ ہو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

اگر آپ اپنی کتابوں سے ثبوت مانگتے تو بھی دیئے جاتے۔

اعتراض:۔ نیز حسب ذیل روایت کا کیا جواب ہے۔

"فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اپنے رخساروں پر طمانچے نہ مارنا اپنے منہ نہ نوچو اپنے بال نہ کھسوٹو اپنے گریبان چاک نہ کرو۔ اپنے کپڑے کالے نہ کرو اور ہائے وائے کر کے نہ رویا کرو؟" (حاشیہ ترجمہ مقبول ص ۱۱۹)

جواب:۔ یہ سب کچھ عام میت کے لیے ہے عزاداری امام مظلومؑ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

اعتراض:۔ اگر نا جائز ہے تو آپ لوگوں کو منع کیوں نہیں فرماتے؟

جواب:۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو پھر آپ نے نقل کیسے کر لیتے آپ کا نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے ہم لوگوں کو عام میت پر ایسا کرنے سے روکتے ہیں۔ دیکھ لیجئے۔ تحفۃ العوام۔

اعتراض:۔ من لا یحضر الفقیہ ص ۸۱ ج ۱ میں ہے **لا تلبسو السواد فانه لباس فرعون**۔ اس کا ترجمہ اور مطلب بیان فرمایئے؟

جواب:۔ ترجمہ و مطلب اس کا یہ ہے کہ کالا لباس نہ پہنو کہ یہ فرعون کا لباس ہے۔ چنانچہ ہم کب کہتے ہیں غم معصومؑ کے سوا کالا لباس پہنا جائے۔ دوم یہ کہ منقولہ روایت مجہول ہے دیکھئے کتاب مراۃ العقول جلد ۳ ص ۱۵۹ لیکن اتنا ضرور پوچھتے ہیں کہ کالی کملی والے کے بارے میں کیا خیال شریف ہے؟ نیز کنز الدقائق میں مروی ہے کہ خلفاء سیاہ لباس پہنتے رہے۔

اعتراض:۔ من لایغز الفقیہ کے ص ۸۱ میں ہے اگر استنجا کے لیے پانی نہ ملے تو تھوک سے استنجا جائز ہے اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب:۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہم من لایحضر الفقیہ کے ۸۱ پر یا اس کے قریب آگے پیچھے اس روایت کو تلاش نہیں کر سکے۔ تاہم ایسی روایت فروع کافی میں موجود ہے اس لیے حوالہ کی غلطی کو نظر انداز کرتے ہوئے جواباً عرض کرتے ہیں کہ آپ کے سارے گذشتہ اعتراضات میں سے یہ اعتراض خوب مزے کا کیا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ وہ لوگ بھی تھوک سے طہارت کرنے پر اعتراض کرتے ہیں جن کے ہاں پاکی کا یہ عالم ہے کہ مادہ منویہ جس کے نکلنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ایسی غلیظ چیز بدن و کپڑوں پر لگ جانے کی صورت میں نماز تک کے لیے بدن و کپڑوں کو دھونا ضروری نہیں سمجھتے۔ بلکہ کھرچ لینا ہی کافی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ فتاویٰ قاضی خاں، بخاری شریف اور ہدائیہ وغیرہ۔

پھر یہاں تک کہ اگر نجاست لگی ہو نہ دھونے کی ضرورت نہ کھرچنے کی نجاست میں لتھڑے ہوئے بھی نماز جائز ہے۔ (**ان لم یغسل النجاسته و صلی جاز**) یعنی اگر نجاست کو نہ دھوئے اور نماز ادا کرے تو جائز ہے۔ دیکھئے فتاویٰ قاضی خاں جلد ا ص ۱۶ مطبع نولکشور۔ اور اگر زیادہ احتیاط کرنا چاہئے تو اس غلاظت و نجاست کو اپنی زبان سے چاٹ لے کہ نجاست کا اثر جاتا رہے (**وکذا اذا اصابت الجناسته بعض اعضاءئة و لحسها بلسانه حتی ذهب اثرها**) یعنی اسی طرح جب کوئی نجاست اس کے بعض اعضا پر لگ جائے اور وہ اسے زبان سے چاٹے یہاں تک کہ اس کا اثر زائل ہو جائے تو عضو پاک ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ قاضی ج ا ص ۱۱) آپ پر افسوس ہے کہ آپ کو تو شیعوں کو داد دینا چاہئے کہ وہ اس قدر طہارت کے پابند ہے کہ اگر کسی وقت پانی بالکل میسر نہ ہو وہ مختصر مقام کو قلیل پانی سے پاک تو کر لیتے ہیں اور تھوک سے پاک

کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ مگر آپ کی طرح نہ ہی کھرچتے ہیں اور نہ ہی چاٹتے ہیں۔

اگر تھوک سے طہارت کا مزید ثبوت درکار ہو تو اپنی صحیح بخاری شریف جلد ا ص ۴۵ مطبع مجتبائی دہلی میں ذرا ام المومنین بی بی حضرت عائشہ کا بیان مطالعہ فرمالیجیے۔ جناب عائشہ کہتی ہیں کہ ہم ازواج نبیؐ کے پاس ایک ایک کپڑا ہوتا تھا جس میں ہمیں حیض بھی آجاتا تھا۔ پس جب اس پر خون حیض لگ جاتا تو ہم اس کو تھوک سے پاک کر لیتی تھیں اور اگر کچھ باقی رہ جاتا تو اسے ناخنوں سے کھرچ لیتی تھیں اب خود سوچ لیجیے پیشاب زیادہ نجس ہے حیض ہماری رائے تو اس شعر سے ظاہر ہے اپنی رائے سے مطلع فرمائیں

کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر   پردہ میں گُل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے

اعتراض: نہج البلاغہ ص ۳ ج ۲ میں ہے کہ جب حضرت عمر نے جنگ کو جانے کے لیے حضرت علیؑ سے مشورہ پوچھا تھا تو آپ نے کیا فرمایا۔

هودین الله الذی اظهره ۔ یہ خدا کا دین ہے جسے اس نے غالب کر دیا۔ فرمائیے کیا فاروق اعظم کے زمانہ میں دین خداوندی غالب تھا یا مغلوب۔ اگر غالب تھا تو خلافت فاروقی کی حمایت ثابت ہوتی ہے ورنہ جواب دیجیے؟

جواب:۔ خدا کا دین ہمیشہ غالب ہے کبھی مغلوب نہیں ہوا۔ البتہ ظاہرا دیندار غالب و مغلوب ہوتے رہتے ہیں۔ غلبہ دین سے حکومت و اقتدار کا کوئی تعلق براہ راست نہیں ہے۔ دین کا تحفظ خود خداوند تعالیٰ کرتا ہے۔ اگر فتوحات اور وسعت سلطنت کا واسطہ دین سے ہونا مان لیا جائے تو

ابتداء سے آج تک مسلمانوں کو غیر مسلموں پر مجموعی طور پر غلبہ حاصل نہ ہوسکا۔ اور اگر کسی جگہ غالب آئے بھی تو پھر کچھ عرصہ بعد مغلوب ہوئے اور اس وقت موجود میں بھی مسلمان غالب نہیں ہیں بلکہ ہر اعتبار سے مغلوب ہیں۔ تو کیا اس مغلوبی کو مدنظر رکھتے ہوئے اور غیر مسلموں کے غلبہ کو لمحوظ رکھتے ہوتے کہہ سکتے ہیں کہ غیر مسلموں کا دین غالب آ گیا ہے۔ غالباً کوئی بھی صاحب ادارک اس توضیح کو ماننے پر تیار نہ ہوگا۔

دین کا غلبہ علم وحکمت واخلاق ومواعظ حسنہ سے ہوتا ہے دین کے اصول غالب رہتے ہیں۔ لہذا جب کبھی بھی ہم غلبہ دین کی بات کرتے ہیں تو اس سے مراد ہماری یہی ہوتی ہے کہ اس کے ضابطے فطری وعقلی اعتبار سے ہر میدان میں غالب رہتے ہیں۔ اگر کوئی مسلمان اس خوش فہمی میں "غلبہ دین" کو استعمال کرتا ہے کہ اس سے مراد فتح یابی وکامیابی جنگ وجدل ہے تو وہ غلطی پر ہے کیونکہ اسلام میں ایک دن بھی ایسا نہیں آسکا ہے کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں پر کلی یا مجموعی طور پر غلبہ حاصل ہوا ہو۔ ہاالبتہ غلبہ زمانہ مہدی آخر زماں علیہ السلام میں حاصل ہوگا۔ معترض نے جو جملہ جناب امیرؑ کا نقل کیا ہے لفظی اعتبار سے صحیح نہیں ہے نہج البلاغہ کا ارشاد ۱۴۴ بعنوان "علی اور عمر" اصل کتاب میں ملاحظہ فرمالیں البتہ چونکہ مفہوم ملتا جلتا ہے اس لیے اصل عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔

اس جملہ سے معترض کی مراد حاصل نہیں ہوسکتی کیونکہ لفظ **"اظھرہ"** کے معنی "اسے ظاہر کیا" ہوتے ہیں گو کہ "غلبہ" کے معنی ضمنی ہوسکتے ہیں۔ لیکن دراصل حضرت امیرؑ نے اس جملہ میں بھی اپنی ولایت ہی کی شان بیان فرمائی ہے کہ ارشاد کیا ہے "یہ اللہ کا دین ہے جسے اس نے ظاہر کیا ہے" یعنی باوجود تصرف حکومت کے صاحب تخت وتاج واقتدار مجبور ہے کہ وہ ہادی برحق سے مشورہ لے۔ اگر حضرت علیؑ کا مقصود حضرت عمر کی خلافت وحکومت کی حقانیت کی تائید ہوتا تو آپ حکومت یا حکمران

کی شان وتعریف بیان کرتے نہ کہ اظہار دین کی ضرورت محسوس کرتے۔

دراصل ارشاد مولیٰ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے حق کو ظاہر کیا ہے دین حقہ کو غالب کیا ہے کہ غاصب حاکم مجبور ہو کر جاہ وحشمت کے باوجود حجت خدا جو کہ گوشہ نشین ہے۔ کی چوکھٹ پر سر نیاز تسلیم خم کر رہا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کا دین غالب ہے اور حکومت مذکورہ وارث دین کے سامنے مغلوب ہے (جو یہ کہتی نظر آتی ہے کہ علیؑ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا ہوتا...... وغیرہ وغیرہ)۔ اور لدھیانوی صاحب حضرت علیؑ کا یہ مشورہ بھول گئے کہ خود نہ جا بلکہ کسی تجربہ کار کو بھیج (یعنی تو نا تجربہ کار ہے!)

اعتراض:۔ ترجمہ مقبول کے حاشیہ ۴۶۴ میں ہے اصلی قرآن قائم آل محمدؑ (امام مہدیؑ) کے پاس ہے وہ تو لے کر آئیں گے۔ کیا یہ صحیح ہے اور موجودہ قرآن واقعی غیر اصلی ہے وضاحت سے اس مسئلے کا بیان فرمایئے؟

جواب:۔ اصلی قرآن سے مراد مولوی مقبول احمد صاحب اعلی اللہ مقامہ کی یہ ہے کہ وہ قرآن جو خود حضورؐ نے حضرت علیؑ کو تحریر کروایا تھا اور جسے خلفائے ثقیفہ نے قرآن تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا وہ امام مہدیؑ کے پاس محفوظ ہے اور جس کی ترتیب وہی اصلی ہے جس ترتیب سے نزول ہوا۔ اس سے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ موجودہ قرآن معاذ اللہ غیر اصلی وغیر الہامی ہے۔ یہی ہمارا ایمان ہے۔

اعتراض:۔ ترجمہ مقبول ص ۴۰۴ کے حاشیہ میں ہے۔

فیسری اللہ عملکم ورسولہ والمومنون نہیں ہے۔

والمامونون ھے ۔ کیا واقعی قرآن مجید میں یہ لفظ غلطی سے لکھا گیا ہے

آخر بات کیا ہے؟

جواب:۔ ترجمہ مقبول ۴۰۴ میں یہ بات بالکل موجود نہیں ہے اس صفحہ پر سورہ حج کی آیات ہیں جبکہ منقولہ آیت سورہ توبہ کی ہے جو ۲۴۳ پر ہے اور وہاں حاشیہ میں لفظ "مومنون" کی تاکید کی گئی ہے کسی جگہ "**والمامونون**" نہیں مل رہا ہے۔ دونوں صفحات کی عکسی انقال شائع کی جارہی ہیں۔ تاکہ لدھیانوی صاحب کی خیانت برسر عام ظاہر ہو جائے اگر مطبع وایڈیشن کا فرق بھی ہوتا تو بھی ڈیڑھ سو صفحے سے زائد کا فرق محال ہے۔ لہذا لدھیانوی صاحب نے قصداً عوام کو دھوکہ دیا ہے جو کہ نہ صرف قابل مذمت ہے بلکہ قابل تعزیر بھی ہے لیکن ممکن ہے کہ طباعت میں کتابت کی غلطی رہی گئی ہو یہ تو حاشیہ کی بات ہے کتابت کی غلطیاں تو متن میں رہ جاتی ہیں اب حکومت کی طرف سے تصحیح کے تحت احکام جاری ہوئے ہیں۔

اعتراض:۔ ترجمہ مقبول ۴۰ ہے **التائبون العابدون** غلط ہے اصل میں **التائبین العابدون** صحیح کیا یہ روایت صحیح ہے۔ آپ خدارا ہمیں صحیح قرآن سے واقف فرمائیے۔ کرم نوازی ہوگی؟

جواب:۔ ترجمہ مقبول ۴۰ پر یہ روایت قطعاً تحریر نہیں ہے وہاں دوسرا پارہ تحریر ہے۔ البتہ یہ سورہ توبہ ہی کی ایک آیت کے الفاظ ہیں جو ۲۴۴ پر مرقوم ہیں۔ وہاں یہ روایت حاشیہ میں موجود ہے اس کا جواب اگلے اعتراض کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض:۔ ترجمہ مقبول ۴۱۲ کے حاشیہ میں **لقد جاء کم** غلط ہے **لقد**

جاءنا صحیح ہے **رسول من انفسکم** غلط ہے **من انفسنا** صحیح ہے **ماعنتم** غلط ہے **ماغنتنا** صحیح ہے **حریص علیکم** غلط ہے **حریف علینا** صحیح ہے۔

اب دریافت یہ کرنا ہے کہ واقعی یہ آیت اگر اس طرح ہے تو قرآن مجید سے نکال کیوں نہ دی گئی؟

جواب: ۔ ترجمہ مقبول ۳۱۲ پر پارہ ۱۸ کی سورہ مومنون کی آیت ہیں جبکہ یہ آیت سورہ توبہ کی ہے جو پارہ ۱۱ کے ص ۲۴۷ پر ہے حاشیہ میں قرآت کا تذکرہ ہے اور یہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کی قرآت سات حروف پر ہے صفحہ مذکورہ پر صرف "**انفسکم**" کا مفتوح الف ہونے کا بیان موجود ہے "**لقد جائنا**" "**ماغنتا**" اور "**حریص علینا**" کے بارے میں کوئی بات تحریر نہیں ہے اس صفحہ کی فوٹو کاپی بھی شائع کی جارہی ہے تاکہ لدھیانوی صاحب کی بددیانتی معلوم ہوجائے اور شاید اپنے جھوٹ پر نادم ہوجائیں۔

اب غلط وصحیح کا دریافت کردہ جواب حاضر خدمت ہے چنانچہ اگر کبھی آپ کو تسیر دُرمنصور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی دیکھنے کا موقعہ نصیب ہوا ہو تو جلد ۲ ص ۲۴۶ نکال لیجئے اسی طرح اپنی معتبر ترین تفسیر اتقان کی پہلی جلد کا ص ۱۷۴ بھی سامنے رکھ لیجئے اور دیکھئے خلیفہ ثالث، جامع القرآن حضرت عثمان بن عفان کا یہ قول تین مرتبہ پڑھیے کہ "مصحف (قرآن) موجود میں کچھ غلطیاں بھی ہیں" اب آپ خود جواب دیجئے کہ حضرت غنی نے ان غلطیوں کو درست کیوں نہ فرمایا؟ جبکہ ان کے علم میں بھی تھا۔ اس سے زیادہ اس بارے میں ہم کچھ لکھنا نہیں چاہتے آپ کی کتابوں کی بات ہے آپ جانیں یا علامہ سیوطی اور حضرت عثمان البتہ اتنا ضرور کہیں گے کہ جب حضرت عثمان کی توجہ ان اغلاط کی جانب مبذول کرائی گئی تو آپ نے فرمایا ان کی درستی اہل عرب خود کرلیں گے۔

آپ لوگوں کا شروع ہی سے یہ وطیرہ رہا ہے کہ ہماری چھوٹی سے چھوٹی روایت لے کر تمسخر و استہزا اور اکاذیب کا پل باندھ دیتے ہیں۔ اور ہمارے علماء کے جراح پر کان تک نہیں دھرتے۔ لہذا ہم مجبور ہیں کہ آپ کے فریب کو طشت از بام کریں اور آپ کی مجرمانہ خیانت کے پردے چاک کریں تاکہ تحریف کا جو الزام آپ ہم پر تھوپتے ہیں اس کی صفائی پیش کر سکیں اور مبحث تحریف کا چہرہ داغدار آپ کے مذہب میں بالکل عیاں ہو جائے۔ چنانچہ اب ہم اتقان جلد اص ۱۸۴۔۱۸۳ سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ "ابو عبیدہ نے فضائل قرآن میں فرمایا ہم سے ابو معاویہ نے ہشام بن عروہ کی حدیث بیان کی عروہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عائشہ سے قرآن کی غلطیوں کے متعلق سوال کیا۔ یعنی قول خدائے تعالیٰ میں "المقمین" کیوں ہے (بلکہ المقیمون ہونا چاہئے) اور دوسرے قول میں "ان ھذان" کیوں ہے (بلکہ ان ھذین ہونا چاہئے) اور قول باری تعالیٰ میں "الصابئون" کیوں ہے (بلکہ الصابئین ہونا چاہئے) حضرت عائشہ نے فرمایا اے میرے بھانجے یہ عمل کاتبوں کا ہے جنہوں نے لکھنے میں غلطی کی ہے"۔ (علامہ سیوطی لکھتے ہیں یہ حدیث شیخان (بخاری و مسلم) کی شرط کے مطابق صحیح الاسناد ہے)

لدھیاوی صاحب! آپ کے مذہب میں قرآن میں غلطیاں تسلیم کرنے کے لیے صرف یہی ایک صحیح حدیث کافی ہے اور ہم خائن سے بیزار ہیں دین کا معاملہ ہے اس حرکت سے بہت ڈرتے ہیں۔ آپ کو جو حدیث نشان کرائی ہے انشاء اللہ اس کا جواب تا قیامت نہ دے سکیں گے اس حدیث نے آپ کے لیے دو صورتیں پیدا کر دی ہیں یا تو صدیقہ کو جھوٹا کہہ دیجئے یا پھر قرآن موجود میں بوجہ کتابت غلطیاں تسلیم کر لیجئے۔ جب آپ اتقان کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ علامہ سیوطی نے اس حدیث کی صحت میں کیسی عمدہ بحث کر کے تمام اعتراضات کو مردود قرار دیتے ہوئے یوں اپنا ناطق فیصلہ تحریر کیا ہے۔

"سب کے بعد میں کہتا ہوں کہ ان کل جوابوں میں سے ایک بھی حدیث اُم المومنین کے جواب کا جواب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے اس لیے اس حدیث کی سند کو ضعیف نہیں کر سکتے کہ سند اس کی صحیح ہے جب کہ تم دیکھتے ہو۔" لیکن رمز وغیرہ سے بھی جواب نہیں ہوسکتا کیونکہ عروہ کا سوال حرف مذکورہ کے متعلق تھا۔ جن میں رمز وغیرہ کو ربط نہیں ہے" **(اتقان جلد اص ۱۸۵)** ہم نے عثمان کے قول اور حضرت عائشہ کی شہادت سے آپ کے مذہب کے مطابق ثابت کیا کہ قرآن میں کتابت کی غلطیاں ہیں اور غالباً یہ وجہ بھی ہے کہ ساتھ حروف میں قرآن کی قرات درست ہے لیکن علامہ حافظ سیوطی اسی جگہ پر لکھتے ہیں کہ حضرت صدیقہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن لکھنے والوں نے حروف شیعہ میں سے بہتر حرف کو اُمت کے اتفاق کے لیے منتخب کرنے میں خطا کی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ آپ کے مزہب میں حضرت عثمان اور حضرت عائشہ کی گواہی کے ساتھ قرآن میں ایسی غلطیاں تسلیم شدہ ہیں اور ان کی درستگی ممنوع اور مجروح نہیں ہے۔ لدھیانوی صاحب! ہم حرف گیری سے اجتناب کرتے ہیں۔ لہذا آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ اپنے مذہب کے چہرہ "تحریف قرآن" کو نقاب کذب ہی میں چھپا رہنے دیجئے اور منہ نکال نکال کر مت جھانکئے ورنہ پھر ہم بھی مجبور ہو جائیں گے اور پھر آپ ناراض ہوں گے۔ چنانچہ ہمیں چھیڑنے کی بجائے براہ مہربانی صرف "اتقان" کا مطالعہ کریں۔ جو آپ کو مجبور کردیگا کہ مان جائیں شیشہ میں آیا ہوا بال نہیں نکلتا اگر ہمیں متحرک کریں گے۔ آپ کے اعتراض کا جواب آپ ہی کے گھر سے دیدیا گیا۔ ذمہ داری ختم ہوئی باتیں آپ کی ہیں قلم ہمارا ہے کتابیں آپ کی ہیں اور مطالعہ ہمارا ہے۔ ہم صرف یہ گذارش کرتے ہیں کہ اپنے مذہب سے رسول اللہ کی حدیث متواتر موجودہ قرآن مجید کے اصلی ہونے پر لائیے۔ تب آپ کا دعویٰ قرآن اصلی بے شک مان لیں گے (حالانکہ قرآن لاریب اصل ہی ہے) آپ آخر پھر کس بل پر دعویٰ حق کرتے ہیں جو مذہب اپنی الہامی کتاب کو شارع علیہ السلام کی زبان سے ثابت نہ کر سکے۔ وہ

اور کچھ اپنی حقانیت کا کیا جواز پیش کرسکتا ہے؟ یہ شرف بفضل تعالیٰ صرف غلامان علیؑ کو ہے کہ میدان میں یاعلیؑ کی مدد سے کامران ہوتے ہیں اب آپ مطلوبہ حدیث متواتر تلاش کیجئے۔ ورنہ غلط پر چار بند کردیجئے ہم اگلے اعتراض کا جواب لکھتے ہیں۔

اعتراض:۔ ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۲۹۰ سطر ۱۷ میں ہے کہ کعبہ میں بت توڑنے کے لیے جب آنحضرتؐ نے علیؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ میرے پشت پر سوار ہو جاؤ تا کہ ہبل کعبہ اللہ کے اوپر سے گرادیا جائے علی نے عرض کی یارسول اللہ یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ حضور میری پشت پر سوار ہو جائیں۔

پس جیسے ہی آنحضرت ﷺ نے علی مرتضیٰ کی پشت پر قدم رکھا تو وہ خود فرماتے ہیں کہ ثقل رسالت کے سبب میں آنحضرت کو نہ اٹھا سکا۔

فرمائیے اگر حضرت علی اسی نور سے پیدا ہوئے جس سے آنحضور علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ ثقل کیسا اور نہ اُٹھا سکنا کیسا بات کھول کر بیان فرمائیے؟

جواب:۔ نور محمدیہ کی حقیقت کا راز صرف خدائے تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے اگر کم فہم لوگوں کو بھی یہ معرفت حاصل ہو جائے تو کم فہم کیوں رہیں۔ اپنی عقل کے مطابق جواب اعتراض یہ ہے کہ مشاہدہ گواہ ہے۔ ہر شے کا وزن ہوتا ہے حتیٰ کہ امام زین العابدینؑ کی ایک دعا میں جملہ ہے کہ اللہ تو روشنی وظلمت کے وزن کو جانتا ہے جس سے ثابت ہوا کہ نور اور اندھیرے کا بھی وزن ہے اور یہ بات بھی مشاہدۃً ثابت ہے کہ کسی ایک شے کی بنی ہوئی دو چیزوں میں ہلکی بھاری کا امتیاز روا ہے۔ مثلاً ایک ہی مٹی سے بنے ہوئے دو پیالوں میں ایک گراں اور دوسرا ہلکا ہوسکتا ہے اسی طرح ایک ہی نور سے بنے

ہوئے دو معصوم ہلکے بھاری بڑے چھوٹے ہو سکتے ہیں۔ چونکہ حضورؐ حضرت علیؑ سے بڑے ہیں۔ اس لیے حضرت علیؑ سے بھاری ہیں۔ لہذا وزن پر بوجہ خلقت نوری اعتراض کرنا عقلاً درست نہیں ہے۔ لیکن ہم نقلاً بھی نور کا وزن ثابت کرتے ہیں چنانچہ آپ کے ہاں کی مشہور روایت ہے کہ جب روز جزا اللہ میاں کرسی عرش پر بیٹھے گا تو وہ کرسی نور وزن خدا سے چر چرائے گی۔

حالانکہ ہم دیدار خدا کے قائل نہیں لہذا یہ حدیث ہم صحیح نہیں سمجھتے تاہم آپ پر حجت قائم کرنے کی لیے کافی ہے کہ خدا بھی نور ہے اور اس کا بھی وزن ہے آپ کی روایت کے مطابق کرسی بھی نور ہے تو چر چرانا کیسا؟ پس خدا کے بعد حضورؐ نور مخلوق ہیں اور علیؑ آپ ہی کے نور کا ٹکڑا ہیں۔ لہذا آپ کا نور حضرت علیؑ کے نور سے بھاری ہے۔ اسی طرح قرآن مجید بھی نور ہے اور اس کا بھی وزن ہے تبھی تو ارشاد خداوندی ہے کہ اگر اسے پہاڑ پر اتارا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ چنانچہ ثقل رسول کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ قرآن مجید ایسا نوری ثقل آپؐ پر نازل ہوا اور ناطق قرآن جیسا نور بھی آپؐ کے کندھوں پر سوار ہوا اس واقعہ بت شکنی سے شان رسالت کی بلندی معلوم ہوتی ہے کہ علیؑ جیسی ہستی بھی سرکار کا نوری بوجھ نہ اُٹھا سکی۔ حالانکہ دونوں ایک نور سے پیدا ہوئے۔ ایک وزن میں زیادہ اور دوسرا اس سے کم اور یہ کمی بیشی خلقت نور واح کو مانع نہیں ہو سکتی پس حضورؐ کا نور بھاری ہے اراس کے بعد علیؑ جو نور محمدؐ سے ہیں سب سے بھاری ہیں۔

یہاں ایک وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ بڑا بلب چھوٹے بلب کی روشنی کو اپنے میں جذب کر لیا کرتا ہے جبکہ اندھیرا ہلکی اور ہر قسم کی روشنی کا بوجھ برداشت کر لیتا ہے۔ کیونکہ اندھیرے میں ذات نور نہیں ہوتا ہے لہذا نور علیحدہ ہوتا ہے تو ظلمت ہی ظلمت رہ جاتی ہے۔ اونٹنی۔ اونٹ اور خچر حضورؐ کا وزن اُٹھا لیتے تھے اس لیے کہ وہ نور کا وزن محسوس نہ کرتے تھے کیونکہ خود نور نہ تھے۔

اعتراض:۔ ضمیمہ ترجمہ مقبول ص ۳۸۴ سطر ۲۰ میں ہے کہ دابتہ الارض کا طول ساٹھ ہاتھ کا ہوگا نہ کوئی اس کو پکڑ سکے گا اور نہ کوئی اس سے بھاگ سکے گا۔

اس کے بعد ضمیمہ ص ۳۸۵ سطر ۱۸ میں امام جعفر صادق کی روایت سے نقل کیا گیا ہے علیؑ ابن علیؑ (ابی) طالب ہی وہ دابتہ الارض ہے جو آدمیوں سے کلام کرے گا واضح فرمایئے کہ کیوں دابتہ الارض سے مراد حضرت علی ہیں؟

جواب:۔ اس لیے کہ خود حضرت علی علیہ السلام نے خطبۃ البیان میں ارشاد فرمایا کہ میں ہی دابتہ الارض ہوں اور حضرت علیؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا ہے۔ ثبوت کے لئے ملاحظہ کریں (مناقب مرتضوی مولوی محمد صالح کشفی چشتی سنی)

اعتراض:۔ اگر بالفرض امام جعفر صادق کی اس روایت کو مان لیا جائے تو کیا حضرت علیؑ مرتضیٰ کا قد پہلے سے ساٹھ گز تھا یا اس وقت ساٹھ گز بن جائے گا۔ ایسی تشریح فرمایئے کہ مسئلہ سمجھ میں آجائے؟

جواب:۔ چونکہ امام جعفرؑ صادق اور امیر المؤمنین صدیق اکبر علی ابن ابی طالب علیہما السلام دونوں سچوں نے یہ کہا ہے اسلیے ہم یقین کرتے ہیں۔ قد پہلے ساٹھ گز تھا یا نہ تھا۔ اس بحث کی ضرورت ہی نہیں کہ کرامات و معجزات محیر العقول ہی ہوا کرتے ہیں۔ جب حضورؐ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا تو مولوی عبدالحق محدث دہلوی "مدارج النبوۃ" میں بیان کرتے ہیں کہ چاند کے دونوں ٹکڑے حضور کی دونوں بغلوں میں سے گزر گئے۔ کیا چاند کے محیط کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ بتا سکتے ہیں کہ حضورؐ کی بغل مبارک کا احاطہ و رقبہ شریف کیا تھا؟ اگر ایمان خالص ہے اور یقین کامل ہے تو اس تشریح سے

مسئلہ سمجھ میں آجانا چاہئے اگر اعجاز ذات ہی سے انکار ہے تو عقلاً بھی یہ بات ثابت ہوسکتی ہے کہ نوری ہاتھ قوی وحاوی ہوتے ہیں جیسا کہ دور سائنس میں بجلی کی ایسی مشینیں ایجاد ہیں کہ کئی میل سے محض بٹن دبا کر کام لیے جارہے ہیں۔

اعتراض: غزوات حیدری ص ۵۴۲ مطبوعہ لکھنو میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے بوقت وفات پر وصیت فرمائی تھی کہ گھروں سے باہر نا جانا۔ کاروبار جہاں سے کچھ کام نہ رکھیو اور نامحرم سے ہر دم اپنے آپ کو چھپائیو: فرمائیے مطالبہ فدک کے لیے جب سیدہ گھر سے باہر تشریف لے گئیں تو کیا سرور کائنات کی نافرمانی لازم نہ آئی ؟؟

جواب:۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس طرح نصائح اجمالاً ہوتے ہیں۔ گھر سے باہر جانے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ کسی کام کے سلسلے میں بھی گھر سے باہر نہ نکلا جائے بلکہ فضول و بے مقصد باہر آنا مراد لیا جاتا ہے اور کاروبار جہاں سے بھی وہی امور ہوں جو خلاف شریعت ہوں اور چونکہ بی بیؑ پاک اپنے حق کو طلب کرنے کی خاطر تشریف لائیں۔ اس لیے حق کے خلاف نہ تھا۔ پس نافرمانی لازم نہیں آسکتی۔ البتہ جو بی بی حکم قرآن کے خلاف میدان جنگ میں اتر آئی ہو۔ اس پر یہ الزام نافرمانی عائد کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ جنگ بھی اس کے خلاف ہو جسکے متعلق رسولؐ نے فرمایا ہو۔ کہ حق اس کے ساتھ ہے اور یہ حق کے ساتھ۔

اعتراض: ترجمہ مقبول کے حاشیہ ص ۸۵۳ سطر ۱۹ میں ہے جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقر سے بھی زیادہ طویل تھی۔ مگر چونکہ اس

میں عرب کے مردوں اور عورتوں کی عموماً اور قریش کی خصوصاً بداعمالیاں ظاہر کی گئی تھیں اس لیے کم کر دیا گیا اور اس میں تحریف کر دی گئی۔

جواب:۔ لدھیانوی صاحب! آپ ہی کے بھائی مولوی عبدالشکور لکھنوی اپنے رسالہ النجم میں اس بات کا جواب یوں تحریر کرتے ہیں۔ اگر مل سکے تو اس کا ص ۹۸ دیکھ لیجئے "سورہ احزاب کی دوسو آیتیں تھیں مگر حضرت عثمان اس سے (موجودہ ۷۳ آیتوں سے) زائد لکھنے پر قادر نہ ہوئے اس کی وجہ دوسری روایتوں میں بیان ہوئی ہے۔ چنانچہ حذیفہ سے درمنثور (علامہ جلال الدین سیوطی) میں منقول ہے وہ کہتے ہیں وہ آیتیں ہم بھول گئے۔ پھر کہیں نہ ملیں خدا نے ایسے نسیان عام کو نسخ کی علامت قرار دیا ہے۔ اسی وجہ سے اہل سنت نے اس روایت منسوخ کو مثال میں پیش کیا ہے۔ اس کو تحریف نہیں سمجھا۔

اب میرے جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں رہی مدعی لاکھ
پر بھاری ہے گواہی تیری

اعتراض:۔ فلک النجاۃ ص ۴۲۰ ج ۱ سطر ۱۳ میں ہے لہذا اہم کتاب امامیہ سے ہبہ ذکر کا نشان دیتے ہیں۔

ملاحظہ فرمایئے۔ تفسیر البرہان ج ۲ ص ۸۱۴ وجلد ص ۶۰۲ وتفسیر صافی ۲۶۱ تفسیر مجمع البیان جص ۵۷ اصول کافی ص ۳۸۴ امالی شیخ طوسی ص ۶۷ د ص ۱۰ وصحیفہ رضویہ صفحہ ۳۵۴ تفسیر علی بن ابراہیم قمی ص ۳۸۵، ص ۱۵۰۰ احتجاج طبرسی ص ۵۲ علی الشرائع ص ۴۷، ۵، ۷ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر فدک حضور علیہ السلام نے ہبہ کر دیا تھا تو سارے کا سارا یا بعض؟

جواب:۔ اہل فدک نے باغات اور نصف اراضی حضورؐ کو نذر کی جس پر کسی دوسرے کا حق

نہ تھا۔لہذا جب آیت وات ذالقربیٰ حقه نازل ہوئی حضورؐ نے یہ پوری جائیداد اپنی دختر جناب سیدہؑ کو ہبہ کردی اور اس کا باقاعدہ وثیقہ لکھا گیا۔ ملاحظہ کیجئے اپنی کتب تاریخ حبیب السیر جلد ا جزو سوم ص ۸۵، معارج النبوۃ ملامعین کاشفی رکن چہارم باب دہم در بیان وقائع سال ہفتم از ہجرت واقعہ سیزدہم تاریخ روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۳۲۷ مطبوعہ نولکشور وغیرہ۔

اعتراض:۔ اگر سارا فدک سیدہ پر ہبہ کردیا تھا تو لازم آئے گا کہ معاذ اللہ سرور کائنات نے ایسی چیز کا ہبہ کردیا تھا جس میں یتیموں اور مسکینوں کا حق تھا حالانکہ اہل بیت یتیموں کا حق کھانے کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ یتیم پروری کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔

جواب:۔ چونکہ اس پر صرف رسول خدا ہی کا حق تھا اور وہ اپنی مرضی سے غرباء و مساکین کو بخششیں فرماتے تھے لہذا کسی کی حق تلفی نہیں کی گئی۔ چنانچہ صحیح بخاری باب الخمس و باب المغازی، باب المیراث میں حضرت عمر کا قول موجود ہے کہ فدک رسول اللہ ﷺ کی ملکیت بلا شرکت غیر تھی **(فکانت خالصته الرسول الله ﷺ)**

اعتراض:۔ اگر سارا فدک یا اس کا کچھ حصہ ہبہ کردیا تھا تو اس کا حدود اربعہ بیان کرو۔ کہ کہاں سے کہاں تک نیز وراثت کا سوال غلط ہے؟

جواب:۔ فدک خیبر کے مضافات میں ایک زرخیز و شاداب بستی تھی۔ باغات اور لہلہاتے کھیتوں نے اسے جاذب نظر بنادیا تھا۔ مدینہ سے دو یا تین دن کی راہ پر تھی۔ پوری بستی کے باغات اور نصف اراضی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت تھی جو حضورؐ پاک نے بی بی پاک کا ہبہ فرمایا اور خمس خیبر و اقطاع حوائی مدینہ میں ان کا حصہ بطور وارث کے ہے لہذا وراثت کا سوال پیدا ہوا۔

اعتــــراض:۔ ترجمہ مقبول ص ۲۲۹ حاشیہ میں ہے **لاتتـــخــذو والیھـودوالنصٰرے اولیاء** اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی امداد پر بھروسہ نہ کرو اور ان کے ساتھ یارانہ نشست و برخاست رکھو۔ کیونکہ جو اُن سے دوستانہ مدد مانگے۔ وہ انہی جیسا کافر سمجھا جائے گا اور ظاہر ہے اہل تشیع کے نزدیک خلفائے ثلاثہ کافر تھے۔ فرمایئے حضرت علیؑ نے ان کے پیچھے نمازیں کیوں پڑھیں۔ انھیں مشورے کیوں دیئے۔ ان سے لونڈی لے کر اپنے صاحبزادے کی شادی کیوں کی یہ جائز ہے آپ کے ہاں اس کا کیا جواب ہے؟

جواب:۔ یہ افترا ہے کہ شیعہ خلفائے ثلاثہ کو کافر سمجھتے ہیں۔ محض نفرت و تعصب کی وجہ سے ہم پر یہ الزام من گھڑت عائد کیا جاتا ہے جہاں تک نماز پڑھنے کا سوال ہے تو ہمارے ہاں بغیر نیت اقتدا و طریقے سے ہر مسلمان کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ اور کسی کو نیک مشورہ دینا اخلاقی خوبی ہے۔ نیز ہمارے نزدیک غاصب حکومت کے مال پر ہر امام عادل و برحق کا پورا حق ہے لہذا لونڈی قبول کر کے شادی کر دینا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ نے بی بی حاجرہؑ کو ایک کافر بادشاہ سے قبول کر لیا تھا۔

حضرات ابوبکر و عمر و عثمان مسلمان تو تھے لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کو جو کہ کافر تھا مشورے دیئے۔ لہذا معلوم ہوا کہ حجت خدا ایسے شخص کو بھی فلاح انسان کے لئے مشورے دے سکتا ہے جو راہ حق پر نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس زمانے کے فرعون نے جناب حاجرہ دیں۔ اور امام خلیل جناب ابراہیمؑ نے کافر بادشاہ سے حضرت حاجرہؑ کو قبول کر لیا۔ اُنہی کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے پس جس طرح حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہ السلام کی شان کے لیے یہ چیز منافی نہیں۔ اسی طرح امام حسینؑ اور حضرت امام زین العابدین یا جناب امیر المومنینؑ کی شان بے عیب کے

منافی نہیں جبکہ فرعون مصر کافر تھا اور حضرت عمر مسلمان تھے لیکن روایات کی روشنی میں نہ تو فرعون کو حقانیت کی سند مل سکتی ہے اور نہ ہی حضرت عمر کو بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بی بی شہر بانو حضرت عمر کے عہد میں آ ہی نہ تھی جیسا کہ سنی کتاب تاریخ حبیب السیر میں باوضاحت مرقوم ہے۔ کہ آپ حضرت علیؑ کے عہد حکومت میں تشریف لائی تھیں۔ لہذا اعتراض بالکل غلط بے دلیل اور من گھڑت ہے۔

اعتراض:۔ نہج البلاغہ ص ۱۰۱ مطبوعہ الاستقامہ مصری سطر ۶ میں ہے۔ الا وانہ سئیامزرایسی والبراءۃ منی اماالسب فسبونی

ترجمہ:۔ خبردار بے شک قریب ہے تمہیں حکم کرے گا حاکم مرے سب وشتم کر لیا۔ کیا شیعہ مذہب میں حضرت علیؑ کو کسی کے امر سے سب وشتم کرنا جائز ہے واضح رہے اس عبارت میں حاکم کا لفظ ہے مجبوری کا لفظ نہیں ہے؟

جواب:۔ مزہب شیعہ وسنی دونوں میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جس نے علیؑ کو سب کیا اس نے مجھے (رسولؐ کو) سب کیا۔ (مسند احمد، مستدرک حاکم، نسائی دیلمی) یہ حکم جواز تقیہ کا واضح ثبوت ہے اسی طرح کا واقع حضرت عمارؓ بن یاسر کو پیش آیا تھا۔ جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیر دُر منثور میں بروایت ابن سعد وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ وحاکم بیہقی محمد ابن عمار سے مروی ہے کہ بعض مشرکین نے عمارؓ بن یاسر کو پکڑا اور جناب رسالتمآب کی برائی اور اپنے بتوں کی تعریف کے الفاظ جبراً کہلوا کر چھوڑا۔ عمارؓ نے رسولؐ مقبول کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا حال پُر ملال بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ بتاؤ تم اپنے دل کو کس حال پر پاتے ہو عمارؓ نے عرض کیا میں اپنے دل کو ایمان کے ساتھ کامل طور پر مطمئن پاتا ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تمہارے اطمینان قلب کی یہ حالت ہے تو اگر وہ لوگ پھر تم سے اسی طرح کے کلمات کہلوائیں تو کہہ دو۔

نوٹ:۔ حضرت عمارؓ کا یہ واقعہ قرآن کے پارہ ۱۴ سورۃ النحل کی آیت ۱۰۶ کی تفسیر میں اکثر کتابوں میں سنی علماء ہی نے نقل کیا ہے۔اس پر ہم معترض سے وہی سوال دہراتے ہیں جو اس نے ہم سے پوچھا ہے کہ کیا سنی مذہب میں کسی کے امر سے رسولؐ خدا کو برا کہنا جائز ہے؟ اگر ناجائز ہے تو رسولؐ خدا نے ایسا کرنے کی کیوں اجازت دی اور اگر جائز ہے تو شیعوں پر اعتراض کیوں؟ پس جس طرح حضرت رسالت آپؐ نے اجازت دی اسی طرح وصی رسولؐ حضرت علیؑ نے اجازت دی لہذا اعتراض باطل ہے۔

اعتراض:۔ اپنے مذہب کو حضور علیہ السلام کی زبان سے ثابت کیا جائے؟

جواب:۔ ملاحظہ فرمائیے "**قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یا علی انت و شیعتک هم الفائزون** "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے علی تو اور تیرے شیعہ جنتی ہیں۔دیکھئے کتب اہل سنت والجماعت (i) صواعق ابن حجر مکی ص ۹۶ (ii) تفسیر دُر منثور علامہ حافظ جلال الدین سیوطی جلد ۶ ص ۳۷۹ (iii) تفسیر فتح البیان مولف علامہ اہلحدیث نواب صدیق حسن خان بھوپالی قنوجی جلد ۱۰ ص ۲۲۳ وغیرہ۔الحمد اللہ کہ اعتراضات کے جوابات مکمل ہو گئے اب فیصلے کا انحصار قارئین کے انصاف پر ہے عرض مجیب یہ ہے کہ ہم نے لدھیانوی صاحب کے تمام اعتراضات کا انتہائی مختصر مگر مکمل جواب دیکر اُن کے اس دعوے کو گیدڑ بھبکی بنا دیا ہے کہ "معاند کو بجز خاموشی یا فرار کے اور کوئی چارہ نہ رہے گا" اب ہم حسب وعدہ سو اعتراضات کے مقابلے میں صرف ایک سوال آپ سے کریں گے اور یقین واثق ہے کہ انشاءاللہ وہ تاحیات اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔گویا

میرا دعوی ہے کہ جس طرح رسول خدا نے شیعوں کے کامیاب و کامران ہونے کی ضمانت دی ہے اگر صاحب زبان رسول سے ایک بھی صحیح حدیث اپنی ہی کتابوں سے اپنے متعلق دکھا دیں۔

آج تک ہونے والے اعتراضات کے جوابات

«آپ کے اعتراضات کا آپ ہی کی کتب سے، شیعہ جواب دیتے ہیں»

ایک مسلمان نے رسول ﷺ کے سامنے جب ماتم کیا

کتاب "موطا" امام مالک (اُردو ترجمہ از علامہ وحید الزماں شائع کردہ ولی محمد اینڈ سنز ملز اسٹریٹ آؤٹ رام روڈ پاکستان چوک کراچی) کتاب الصیام، باب "جان بوجھ کر روزہ توڑنے کا کفارہ، حدیث نمبر ۶۰۳ کی عبارت بعینہ حسب ذیل ہے "سعیدہ بن مسیّب نے کہا ایک دیہاتی حضورؐ کے پاس ماتم کرتا ہوا اور بال اُکھاڑتا ہوا آیا۔ کہہ رہا تھا نیکیوں سے دور رہنے والا ہلاک ہوگیا۔ آپؐ نے اُس سے پوچھا کیا ہوا کہنے لگا میں نے اپنی بیوی سے رمضان میں روزے میں جامع کیا ہے آنحضرت نے فرمایا کیا ایک غلام آزاد کر سکتے ہو کہنے لگا نہیں۔ فرمایا ایک اُونٹ یا ایک گائے قربانی کے لئے حرم بھیج سکتے ہو (یہ جُملہ عطاء والی روایت میں ہے جسے محدثین نے غلط کہا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھ سکتے ہو) کہنے لگا نہیں فرمایا بیٹھ جاؤ۔ اتنے میں آپ کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا آیا۔ فرمایا اسے لے لو اور صدقہ کرو۔ کہنے لگا۔ اے اللہ کے رسول مجھ سے زیادہ کوئی حاجت مند نہیں۔ فرمایا تم ہی کھالو اور روزے کی قضا کرلو"۔

«توجہ فرمائیں»

وہ دیہاتی مسلمان تھا اور اُس نے حضورؐ کی صحبت بھی پائی۔ لہذا صحابی ہوا۔ ظاہر ہے کہ دیہاتی صحابی نے حضورؐ

کے سامنے سینہ پیٹا اور بال بھی اُکھاڑے۔ لیکن حضورؐ نے اُسے سینہ پیٹنے سے منع نہیں فرمایا۔ اور محدثین اہل سنتہ والجماعتہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ قولی اور فعلی حدیث کے علاوہ حدیث کی ایک قسم تقریر رسُولؐ" کہلاتی ہے یعنی حضورؐ کے سامنے کوئی فعل کیا جائے یا کوئی بات کہی جائے اور حضورؐ کے سامنے کوئی فعل کیا جائے یا کوئی بات کہی جائے اور حضورؐ منع نہ فرمائیں تو اُس قول یا فعل کو جائز تسلیم کیا جائے گا اُسے "حدیث تقریری" یا "تقریر رسُولؐ" کہتے ہیں۔ لہذا ماتم کرنا یعنی پیٹنا حدیث تقریری سے جائز ثابت ہوا۔

«توجہ فرمائیں»

امام اہل سنتہ والجماعتہ مالک کی کتاب موطاء کے مندرجہ بالا حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ وہ صحابی محض ایک روزہ کے ٹوٹنے کی وجہ سے غمزدہ تھا اور اُسی غم کی وجہ سے سینہ پیٹ رہا تھا۔ لہذا غمِ حسینؑ میں پیٹنا کیوں ناجائز ہونے لگا؟ جبکہ ایک روزہ کے ٹوٹنے کی نسبت واقعہ کربلا زیادہ دردناک ہے بنی زادیوں کی بے ردائی زیادہ غمناک واقعہ ہے۔

«توجہ فرمائیں»

موطاء امام مالک سے ثابت ہوا کہ رسولؐ خدا نے سینہ پیٹنے پر اعتراض نہیں فرمایا۔ بلکہ سینہ پیٹنے والے سے ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ لہذا ماتم پر اعتراض کرنا سُنت رسُولؐ کے خلاف ہے اور ماتم کرنے والوں سے ہمدردی اور حُسنِ سلوک سے پیش آنا محمد مصطفٰےؐ کی سُنت ہے۔

حضرت بلالؓ نے بھی ماتم کیا

حضرت رسُول خدا کے مرضِ وفات کا احوال تحریر فرماتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث حنفی دہلوی

کتاب مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور کانپور جلد۲ ص ۵۴۴ سطر ۱۲ میں تحریر فرماتے ہیں :- "پس بیرون آمد بلالؓ دست بر سر زنالہ فریاد کنا" یعنی پس حضرت بلال سر پیٹتے اور فریاد کرتے ہوئے باہر تشریف لائے (یعنی اصحاب پیغمبر مسجد میں نماز کے لئے حضورؐ کا انتظار فرما رہے تھے اور حضرت بلال حضورؐ کے پاس نماز ہی کے لئے گئے تھے لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ حضورؐ تشریف نہیں لائیں گے تو محبت رسولؐ میں حضورؐ کی تکلیف کے احساس دغم میں حضرت بلال صحابی سر پیٹتے ہوئے حجرۂ حضرت عائشہ سے باہر آئے)۔

«توجہ فرمائیں»

یہ واقعہ اُس وقت ہوا جب کہ رسولؐ ظاہراً ابھی زندہ تھے لہٰذا حضرت بلالؓ نے زندہ رسولؐ کے لئے ماتم کیا اور فریاد بھی کی۔ مزید قابلِ غور بات یہ ہے کہ جب حضرتِ بلالؓ ماتم کرتے ہوئے مسجد میں آئے تو کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ (معاذ اللہ) ماتم کرنا تو ناجائز ہے اے بلال تم ماتم کیوں کرتے ہو؟

حضرت زہراؑ نے بھی ماتم کیا

جنگ اُحد کے احوال میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ مطبوعہ نولکشور کانپور جلد۲ ص ۱۶۳ سطر ۱۴۔۱۵ میں شہادت پیغمبر کی افواہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :- "فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ایں آواز شنید دست بر سر زناں از خانہ بیرون دوید"۔ ترجمہ:- اور فاطمہ زہراؑ نے یہ آواز سُنی (کہ حضورؐ شہید ہوگئے) سر پیٹتی ہوئی گھر سے باہر (خدا کی جانب) دوڑیں"۔

«توجہ فرمائیں»

اگر شہید کا ماتم حرام ہوتا تو رسُولؐ کی بیٹی حضرت فاطمہؑ خاتونِ جنت شہادت پیغمبر کی آواز

سن کر ہرگز ماتم نہ کرتیں کیونکہ سیدہ طاہرہؑ شریعت کی عالمہ تھیں اور جگر گوشہ رسول اعظم اور آنحضرت ﷺ کا ٹکڑا تھیں۔

مقام شیخ عبدالحق محدث عالم بزرگ اہلسنت ہیں

"مدارج النبوۃ" کے حوالے نہایت اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ مدارج النبوۃ کے مصنف شیخ عبدالحق محدث دہلوی اہل سنۃ والجماعۃ کے ایسے جلیل القدر عالم ومحدث تھے۔جن کو علماء احمد رضا خان بریلوی نے اپنی تصنیف "برکات الامداد لاہل الاستمداد" کے ص ۱۹ پر "شیخ الشیوخ علماء الہندا" اور اپنی کتاب حیات الموات کے ص ۸۵ پر "شیخ محقق، برکت رسول اللہ ﷺ فی الہند" تسلیم کیا ہے اور حیات الموات مصنفہ احمد رضا خان بریلوی کے ص ۸۵ پر مدارج النبوۃ کو شیخ عبدالحق محدث کی تصنیف بھی تسلیم کیا گیا ہے،

نوٹ:۔ علامہ احمد رضا خان بریلوی کی کتاب "حیات الموات" نوری کتب خانہ بازار اور داتا صاحب لاہور سے مل سکتی ہیں۔

حضرت عائشہ نے بھی ماتم کیا

مسند امام احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۲۷۴ میں حضرت عائشہ کے متعلق یوں مرقوم ہے:۔

قال ان رسول اللہ صلی علیہ وسلم قبض و هوفی حجری ثم وضعت راسه علی وسادۃ و قمت التدم مع النساء و اضرب وجھی "یعنی (حضرت عائشہ) نے بیان کیا کہ رسولِ خداؐ کی وفات ہوئی اور آپ کا سر میری گود

میں تھا۔ پھر میں نے آنحضرتؐ کا سر مبارک تکیہ پر رکھ دیا اور میں عورتوں کے ہمراہ ماتم کرتی ہوئی کھڑی ہوگئی اور میں نے اپنا منہ پیٹا۔

نوٹ:۔ یہ حوالہ اہل سنتہ والجماعتہ کے امام احمد حنبل کی مسند ہے۔ امام احمد حنبل اُن چار اماموں میں سے ایک تھے جن پر حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، اہل سنتہ والجماعتہ کی فقہ کا دارومدار ہے۔ اور امام احنبل ہی کی فقہ پر شیخ عبدالقادر بغدادی عمل کرتے تھے مُسند احمد حنبل کے علاوہ حضرت عائشہ کا ماتم کرنا تاریخ کامل ابن الاثیر مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص ۱۲۴ سطر ۳۴ تا ص ۱۲۳ سطر ۴، اور تاریخ الامم و الملوک ابن جریر طبری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۱۹۷ سطر ۱۰ تا سطر ۱۳۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

حضرت رسُول خدا کے کے اُمتی شہید زندہ ہیں تو اُن شہیدوں کے آقا مولا حضرت محمد مصطفےٰؐ بھی زندہ ہیں۔ لہذا حضرت عائشہ نے زندہ جاوید رسُول کا ماتم کیا۔

تکمیل شریعت کے بعد ماتم

شریعت اسلام عہد رسالتؐ میں مکمل ہوچکی تھی۔ لہذا حضرت عائشہ نے تکمل شریعت کے بعد ماتم کیا جب کہ رسُولؐ کی وفات ہوچکی تھی۔ ثابت ہوا کہ حضورؐ نے ماتم کو حرام قرار نہیں دیا تھا۔ بصورت دیگر حضرت عائشہ پر الزام آئے گا۔ اور یہ الزام درست نہ ہوگا۔ ثابت ہوا کہ زندہ جاوید کا ماتم جائز ہے۔ شریعت نے حرام نہیں کیا۔

قرآن مجید میں ثبوت ماتم

اسحٰقؑ (نبی) کی والدہ اور حضرت ابراہیم خلیل خدا کی زوجہ حضرت سارہؑ نے ابراہیم علیہ السلام

کے گھر میں ماتم کیا۔ جیسا کہ قرآن مجید پارہ ۲۶ رکوع ۱۹ سورۃ الذاریات میں حضرت سارہؑ کے متعلق اللہ فرماتا ہے "**فصکت وجھھا**"۔ یعنی اُس (معظمہ) نے اپنا مُنہ پیٹا قرآن مجید کی جس آیہ مقدس ومبارکہ میں یہ الفاظ موجود ہیں اُس کا ترجمہ حنفیوں کے شیخ الہند محمد الحسن دیوبندی نے یوں تحریر کیا ہے:۔ "پھر سامنے آئی اُس کی عورت بولتی ہوئی پھر پیٹا اپنا چہرہ اور کہنے لگی جانے میں بڑھیا بانجھ"۔ ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث اہل سنۃ والجماعۃ میں بھی لفظ "پیٹا" موجود ہے۔

نوٹ:۔ علامہ محمد الحسن دیوبندی اور عبدالقادر محدث دہلوی نے **فصکت** کا ترجمہ "پیٹا" تو صحیح تحریر کر دیا۔ لیکن "**وجھھا**" کا ترجمہ "اپنا ماتھا" تحریر کر گئے۔ حالانکہ "**وجہ**" کا معنی مُنہ یا چہرہ لکھنا چاہیئے تھا کیونکہ "**وُجُوہ**" جمع ہے اور "**وجہ**" اُس کا واحد ہے۔ اگر وجہ معنی یا ماتھا صحیح قرار دیا جائے "**وجُوہ**" کا ترجمہ "ماتھے" ہوگا۔ پھر قرآن مجید پارہ ۶ سورہ المائدہ کی آیت وضو میں "**فاغسلوا وجوھکم**" کا ترجمہ یوں کرنا پڑے گا "پس دھولو اپنے ماتھے"۔ لیکن محض "ماتھے" دھونے سے وضو ہوگا۔ بلکہ صحیح ترجمہ یوں ہے پس دھولو مُنہ اپنے "اسی طرح "**فصکت وجھا**" کا صحیح ترجمہ یہ ہے "پس اُس نے (عورت) نے پیٹا مُنہ اپنا" **صکت کا مسر صک** ہے اور **صک** کا معنی غیاث اللغات میں "کوفتن، زدن" اور فیروز اللغات (عربی) مطبوعہ دین محمد پریس لاہور میں "کوٹنا" لکھا ہے۔ لُغات القرآن غلام احمد پرویز جلد ۳ ص ۱۰۳۰ میں صک کا معنی یوں لکھتا ہے "کسی چیز یا بالخصوص چوڑی چیز کے ذریعے زور سے مارنا"۔

«توجہ فرمائیں»

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت سارہؑ کے بیٹے کا ذکر فرما کر کہیں بھی یہ نہیں فرمایا

کہ انہوں نے یہ فعل (معاذ اللہ) ناجائز کیا۔ نہ ہی یہ فرمایا کہ ماتم آئمہ کے لئے حرام ہے۔ بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے گھر میں زوجہ خلیل کا ماتم ثابت کر کے ملت ابراہیمؑ کے لئے نمونہ عمل مہیا فرما دیا۔ اور قرآن مجید پارہ ۱ سورۃ البقرہ رکوع ۱۵ میں یہ بھی فرما دیا۔ "آیۃ ۱۳۰ **وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ** "ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی:۔ "اور کون نہ رکھے دین ابراہیمؑ کا؟ مگر جو بیوقوف ہوا اپنے جی سے"۔

حضرت اُویس قرنیؓ نے نو شدید ترین ماتم کیا

یہ رسُولؐ خدا کے عاشق صادق تھے اسم گرامی اُویس بن عامر تھا۔ انہوں نے جب غزوہ اُحد میں دندانِ رسُولؐ شکستہ ہونے کی خبر سُنی تو اپنے تمام دانت توڑ لئے دیکھئے تذکرۃ الاولیاء شیخ فرید الدین عطار اور "انسان العیون" المعروف سیر (مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۹۵)

شہادت اویس قرنیؓ

حضرت علی مرتضیٰؑ کی حمایت میں لڑ کر، جنگ صفین میں حضرت اُویسؓ نے شہادت پائی۔ دیکھئے "تاریخ الخمیس" مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۳۰۹ سطر ۱۹۔ ۲۰ اور "میزان الاعتدال فی نقد الرجال" مصنفہ علامہ ذہبی الدمشقی مطبوعہ مصر ص ۱۳۰ احرف، الاف، ترجمہ اُویس بن عامر سطر ۲۳۔

«توجہ فرمائیں»

محض اپنے سینے پر ہاتھ مارنا یا اپنے جسم کو زخمی کرنا اُتنا شدید ماتم نہیں جتنا اویس قرنیؓ نے کیا کہ اپنے ایک عضو جسم کو ختم ہی کر لیا۔

توجہ فرمائیں

عام طور سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ "رسولؐ نے یا امام حسینؑ نے کب فرمایا تھا کہ تم ماتم نہ کرنا" اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے کب فرمایا تھا کہ اُویس تم اپنے دانت توڑ لینا؟ رسولؐ نے بی بی عائشہ سے کب فرمایا تھا کہ میری وفات پر مُنہ ضرور پیٹنا؟ حضرت بلالؓ سے کب فرمایا تھا کہ تم سر پیٹ لینا اور فریاد کرنا؟ حضرت فاطمہ زہراؑ سے کب فرمایا تھا کہ میری شہادت کی خبر سُن کر پیٹنا؟ آخر یہی کہا جائے گا کہ محبت وغم میں یہ سب کچھ ہوا۔ کیونکہ رسولؐ نے حرام نہیں کیا تھا۔ **اگر حکم دے کر ماتم کروایا جاتا تو محبت کا پتہ نہ لگتا** ۔ اور یہ معلوم ہوتا کہ درد حسینؑ کس کے دل میں ہے اور کس کے دل میں نہیں۔ چونکہ دلوں کا امتحان مقصود تھا اس لئے حکم دے کر فرض نہیں کیا۔ تا کہ مُحب وغیر محبّ ظاہر ہو جائیں۔

ماتم فعل اہلبیتؑ ہے

جیسا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ کا ماتم ثابت کیا گیا اور سُنی شیعہ دونوں فرقے تسلیم کرتے ہیں کہ جناب سیدہ طاہرہ اہلبیتؑ سے ہیں۔ اور فرمان رسولؐ (حدیث ثقلین) یہ ہے کہ:- "میں تم لوگوں میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں اللہ کی کتاب (۱) اور میرے عترت (۲) اہلبیتؑ اگر تم ان دونوں سے تمسک رکھو گے (یعنی دونوں کی پیروی کرو گے) تو تم لوگ میرے بعد ہر گز گمراہ نہ ہو گے"۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تسلیم کیا ہے کہ یہ حدیث سُنی شیعہ ہر دو فریق کے نزدیک صحیح ہے (دیکھئے تحفہ اثناء عشریہ (اُردو ترجمہ) مطبوعہ سعیدی کراچی ص ۲۰۱) لہٰذا اہلبیتؑ کی پیروی ہدایت ہی ہدایت ہے۔ پھر حضرت فاطمہؑ کی پیروی کرتے ہوئے ماتم کرنا ہدایت ہی قرار پایا۔

علاوہ ازیں آئیہ انما یُرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیتؑ ویطھر کم تطھیراً " کی رو سے حضرت فاطمہ زہراؑ کو ہر لحاظ سے طہارت کاملہ حاصل ہے۔ اس لئے یہ گمان ہی نہیں ہوسکتا کہ سیدہؑ طاہرہ سے (معاذ اللہ) شریعت کے خلاف فعل صادر ہو لہذا اصل حضرت فاطمہؑ زہرا ہونے کی وجہ سے ماتم جائز ہوا۔ جو غیر شیعہ حضرات ازواجِ رسولؐ کو بھی اہلبیت میں شمار کرتے ہیں ان کے لئے فعلِ عائشہ ہونے کی وجہ سے بھی ماتم جائز ہوگا۔ دوسری جانب قرآن کسے حضرت سارہؑ کا پیٹنا ثابت ہو چکا۔ لہذا ماتم قرآن اہلبیتؑ دونوں کی پیروی ہے۔

شبیہ کا جواز

تماثیل سُلیمانؑ کی شبیہ

قرآن مجید پارہ ۲۲ سورۃ السباء رکوع ۷ میں اللہ نے حضرت سلیمانؑ کا ذکر یوں فرمایا ہے:۔

۱۳-۵ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا یَشَآءُ مِنْ مَّحَارِیْبَ وَتَمَاثِیْلَ وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ ترجمہ از علامہ اشرف علی تھانوی:۔ "وہ جنات اُن کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے تھے جو اُن کو بنوانا منظور ہوتا۔ بڑی بڑی عمارتیں اور مُورتیاں اور لگن (ایسے بڑے) جیسے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں"۔

نوٹ:۔ قرآن مجید کے ترجمہ محمد الحسن دیوبندی میں "تماثیل" کا ترجمہ تصویریں لکھا ہوا ہے اور اُسی کے حاشیہ پر علامہ شبیر احمد عثمانی نے تسلیم کیا ہے کہ "مجسم تصویریں" بناتے تھے لیکن یہ تسلیم کرنے کے بعد ایک عذر لکھا ہے کہ اُس وقت جائز ہوگا۔ اس عذر کا جواب زیرِ عنوان "عقیدہ توحید اور تماثیل" دیکھیے۔ علاوہ ازیں حسب ذیل کُتب تفسیر میں تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ جناب سے تانبے، پیتل اور شیشے وغیرہ سے مجسمے بنواتے تھے اور بعض نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ انبیاءؑ، ملائکہؑ وصالحین کی تصویریں بناتے تھے دیکھئے۔

(۱) تفسیر کشاف زمخشری مطبوعہ مصر، جلد۲، تفسیر پارہ ۲۲ سورۃ السباء ص ۲۲۲ (۲) تفسیر فتح البیان، صدیق حسین قنوجی بھوپالی مطبوعہ صدیقی دہلی الجزالثالث ص ۶۷۳ (۳) تفسیر لباب التاویل (یعنی تفسیر خازن) مطبوعہ مصر جلد۴، الجزء الخامس تفسیر سورۃ السباء ص ۲۳۴ سطر ۱۷۔۱۸ (۴) اردو ترجمہ تفسیر ابن کثیر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی جلد۴ پارہ ۲۲ سورۃ سباء

«عقیدہ توحید اور تماثیل»

یہ اعتراض کہ "تماثیل" زمانہ سلیمانؑ میں جائز تھیں اب خلاف توحید ہیں" درست نہیں کیونکہ حضرت سلیمانؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ کا عقیدہ توحید ایک ہی تھا زمانہ سلیمانؑ میں بھی وہی خدا تھا جو اب ہے۔ اُس کے صفات وہی تھے جو اب ہیں۔ لہذا جو بات زمانہ سلیمانؑ میں توحید کے خلاف یعنی شرک نہ تھی اور اب کیونکر شرک ہوگئی؟ اگر مجسم تصویریں بنانا توحید کے خلاف یعنی شرک ہوتا۔ تو اللہ کی توحید کے معصوم مبلغ حضرت سلیمانؑ ہرگز تماثیل نہ بنواتے۔ اور اگر منشائے ایزدی یہ ہوتا کہ شریعت محمدیہ میں تماثیل کو ناجائز قرار دیا جائے تو اللہ ذکر تماثیل سلیمانؑ کے ساتھ ہی فرما دیتا کہ اب جائز نہیں۔ لیکن اللہ نے قرآن میں ایسا نہیں فرمایا۔ لہذا از روئے قرآن تماثیل جائز رہیں۔ شرعی اصطلاح میں بُت صرف اُس مجسمہ کو کہا جاتا ہے جسے کوئی معبود سمجھتا ہو۔ ہر شبیہ کو "بُت" کہنے سے حضرت سلیمانؑ پر الزام آئے گا۔ لہذا ہر شبیہ کو بُت کہنا دُرست نہیں۔

عہد رسالت میں شبیہ بنائی گئی

قرآن مجید کے ترجمہ محمود الحسن دیوبندی کے حاشیہ پر علامہ شبیر احمد عثمانی نے جو عذر تحریر کیا ہے کہ شریعت سلیمانؑ میں جائز ہوں گی یعنی شریعت محمدیہ میں جائز نہیں اُسی عذر کا جواب پیش کرنے کے

لئے، اب حدیث پیغمبرؐ سے ثابت کیا جاتا ہے کہ نہ صرف عہد رسالتؐ میں، بلکہ زوجہ رُسولؐ حضرت عائشہ کے گھر میں مجسمے و تصویریں موجود تھیں۔ اور حضرت رسُولؐ خدا نے وہ مجسمے دیکھے بھی تھے۔ لیکن بی بی عائشہ کو منع نہیں فرمایا۔ اور ناجائز قرار نہیں دیا جیسا کہ مشکوۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد۲ کتاب النکاح ص۱۱۸ حدیث نمبر ۳۱۲۵ کی عبارت یوں ہے:۔

"حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسُولؐ غزوہ تبوک یا غزوہ حنین سے واپس تشریف لائے تو اُن کے گھر کے بڑے طاق میں (آپ نے) پردہ پڑا دیکھا جس کا ایک کونہ ہوا سے کھل گیا اور حضرت عائشہؓ کے کھیلنے کی گڑیاں اُس میں نظر آئیں تو رسولؐ نے پوچھا "عائشہ یہ کیا ہے؟ عائشہ نے کہا یہ میری گڑیاں ہیں"۔ اُن گڑیوں میں نبی صلعم نے ایک گھوڑا بھی دیکھا جس کے دو پر تھے کاغذ کے یا کپڑے کے، آپؐ نے پوچھا "یہ اُن گڑیوں کے درمیان کیا چیز ہے؟" عائشہ نے کہا یہ " گھوڑا ہے"۔ آپؐ نے دریافت فرمایا۔ "اور اس کے یہ پر کیسے ہیں"؟ عائشہ نے کہا۔ " کیا آپ نے سُنا نہیں حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پر تھے"۔ عائشہ کا بیان ہے کہ رسُول اللہ صلعم یہ سُن کر ہنس پڑے کہ آپؐ کی کچلیاں نظر آنے لگیں۔ (ابوداؤد)

نوٹ:۔ یہ حدیث مشکوۃ میں "سُنن ابوداود" سے نقل ہوئی ہے جو اُن چھ کتابوں میں سے ہے جنہیں مذہب اہل سنۃ والجماعۃ میں صحاح ستہ چھ صحیح کتابیں تسلیم کیا جاتا ہے یہ حدیث سُنن ابوداؤد (عربی) مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر الجزء الرابع باب فی اللعب بالبنات ص۲۸۹ میں موجود ہے، حدیث، کا نمبر ۴۹۳۲ ہے۔ اسی حدیث کو مفتی عبدالحی فاروقی فرنگی محل لکھنوی نے "تنویر الایمان" میں اور شمس العلماء ڈپٹی نذیر احمد نے کتاب "اُمہات الامۃ" میں نقل کیا ہے۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

ظاہر ہے کہ گڑیا مجسمہ ہوتی ہے بی بی عائشہ کے گھر میں مجسمے موجود تھے اُن میں پردار گھوڑے کا

مجسمہ بھی تھا جب اُس گھوڑے کے پروں کے بارے میں پیغمبرؐ نے پوچھا تو بی بی عائشہ نے جواب دیا۔ کیا آپ نے سُنا نہیں حضرت سلیمانؑ کے گھوڑے کے پر تھے۔ حضرت عائشہ کی اس تشریح سے صاف ظاہر ہے کہ پردار گھوڑے کا وہ مجسمہ، حضرت سلیمانؑ کے پردار گھوڑے (پردار گھوڑا پیدا کرنا اللہ کی قدرت سے بعید نہیں۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ ناقہ صالح کو پتھر سے پیدا کر دیا تھا اور معراج شب حضورؐ پردار بُراق ہی پر سوار ہوئے۔ پردار گھوڑوں کا ثبوت ۲۸ پر دیکھئے) کے تصور پر بنایا گیا تھا۔ یعنی اسپ سلیمانؑ کی شبیہ تھا۔ پردار کو عربی میں ذوالجناح (حضرت سلیمانؑ کے پاس پردار گھوڑوں کا ذکر تفسیر ابی السعود بر حاشیہ تفسیر کبیر فخر الدین رازی الطبعہ ۱۳۰۸ ہجریہ مطبوعۃ الخیریہ صفر الجز السابع ۴۹۴ حاشیہ کی سطر ۲۳-۲۴۔ صورۃ ص کی تفسیر) کہتے ہیں۔

ثابت ہوا کہ ذوالجناح کی شبیہ حضرت عائشہ کے گھر میں موجود تھی۔ حضرت رسُولؐ خدا نے شبیہ دیکھی اور دیگر مجسمے بھی دیکھے لیکن منع فرمانے کی کوئی ضرورت محسوس نہ کی کیونکہ حضرت رسالتمابؐ بخوبی جانتے تھے کہ بی بی عائشہ اُس گھوڑے کو معبود نہیں سمجھتیں۔ پس جب کہ معصوم رسُولؐ نے نہ تو مجسمے رکھنے سے بی بی عائشہ کو منع کیا اور نہ ہی کسی ہاتھ کی بنائی ہوئی اسپ سلیمانؑ کی شبیہ کو ناجائز قرار دیا۔ نہ ہی بی بی عائشہ کو تشبیہ دینے سے منع فرمایا بلکہ تبسم فرما کر رضامندی کا اظہار فرمایا تو حدیث کی قسم "تقریر رسُولؐ" کے مطابق شریعت محمدیہؐ میں بھی شبیہ ثابت ہوگئی لیکن شبیہ کو معبود سمجھنا شرک ہے جبکہ غیر شیعہ کتب کی رو سے جاندار کی مجسم تصویر تک جائز ثابت ہوگئی تو خیال رہے کہ تعزیہ تو صرف عمارت کی تشبیہ ہے اور جاندار گھوڑے کو "بت" سمجھنا درست نہیں۔

«توجہ فرمائیں»

اسپ امام حسینؑ کی شبیہ کو "ذوالجناح" اسی لئے کہا جاتا ہے کہ لفظ "ذوالجناح" سُن کر سلیمانؑ

کے پروں والے گھوڑے کی شبیہ والی حدیث کی جانب توجہ ہو جائے تا کہ جواز کی دلیل ذہن میں تازہ ہو جائے اور یاد آ جائے کہ شبی ذوالجناح دیکھ کر حضورؑ ناراض نہیں ہوئے تھے۔

سواری حسینؑ کی نقل بنانا ثبوت ذوالجناح

معترضین "بدعت" قرار دینے سے پہلے اس بات پر غور فرمائیں حضرت رسول خدا نے خود سواری حُسینؑ کی نقل بنائی ہے۔ جیسا کہ کشف المحجوب (جو حجرت علی بن عثمان ہجویری اولمروف داتا گنج بخش کی تصنیف کہلاتی ہے) کے اُردو ترجمہ بیان المطلوب مطبوعہ فیروز سنز لمیٹڈ باب نمبر ۸ دوسری فصل ص ۱۱۸ و ۱۱۹ کی عبارت یوں ہے:۔ "چنانچہ حضرت عُمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے میں ایک روز پیغمبر کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضورﷺ نے حضرت امام حُسین رضی اللہ عنہ کو اپنی پُشت مبارک پر بٹھا کر ایک رسہ اپنے دہن مبارک میں پکڑا ہوا ہے۔ اُس کے دونوں سرے امام حُسین رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھما رکھے تھے اور وہ آنحضرت کو چلا رہے تھے اور خودﷺ اپنے گھٹنوں کے بل چل رہے تھے۔ جب میں نے یہ بات دیکھی تو میں نے کہا **نعم الجمل جملک یا ابا عبداللہ** "ترجمہ۔ اے حُسین آپ کا اُونٹ بہت ہی اچھا ہے۔ یہ سُن کر رسُول ﷺ نے فرمایا "**نعم الراکب هو یا عُمر** اے عمر! سوار بھی تو بہت ہی اچھا ہے۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

حضرت رسُولؐ خدا نے اپنے دہن مبارک میں رسہ پکڑ کر امام حُسینؑ کے ہاتھوں میں تھما کر حُسینؑ کو پُشت مبارک پر بٹھا کر سواری حُسینؑ کی نقل ہی بنائی تھی حضور کو (معاذ اللہ) حقیقی معنوں میں "اُونٹ" سمجھنا

کفر یا دیوانگی قرار پائے گا۔ حضرت عمر نے بھی حقیقی معنوں میں "اُونٹ" نہیں کہا تھا۔ بلکہ لحاظِ نقل ہی کہا تھا۔ لہٰذا سواریٔ حسینؑ کی نقل (یعنی شبیہ ذوالجناح) بدعت نہیں بلکہ سُنت رسُولؐ ہے۔

رضامندیٔ خدا اور رسولؐ حاصل ہوتی ہے

جب رسولؐ نے سواریٔ حسینؑ کی نقل بنائی تو حُسین کو راضی کرنا ہی مقصودِ پیغمبرؐ تھا اور سواری کی نقل سے حسینؑ راضی ہوئے تو حسینؑ کے نانا محمد مصطفےٰؐ بھی راضی ہوئے۔ اور جب رسول راضی ہوئے تو خدا بھی راضی ہوا۔ ثابت ہوا کہ سواریٔ حسینؑ کی نقل سے حسینؑ اور خدا اور رسول کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ پھر بدعت کہنا کیونکر درست ہوگا؟

﴿توجہ فرمائیں﴾

بعض متعصب لوگ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ (معاذ اللہ) سواری امام حسینؑ کی شبیہ دیکھنے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور ایسا کہتے ہوئے یہ بھی نہیں سوچتے کہ سواریٔ حسینؑ کی نقل حضرت عمر نے بھی دیکھی تھی اور رسولؐ نے حضرت عمر کو منع نہیں کیا کہ میں سواریٔ حسینؑ کی نقل بنا رکھی ہے۔ "تم آنکھیں بند کر لو واپس چلے جاؤ پھر کسی وقت آ جانا کیونکہ نقل دیکھنے سے نکاح کو خطرہ ہے!"

حضرت شرف الدین
بُو علی قلندر کے تین مزار کیوں؟؟

صُوفیاء کرام بخوبی واقف ہیں کہ حضرت شرف الدین بُو علی قلندرؒ کے تین مزار پانی پت،

کرنال اور بڈھا کھیڑہ میں موجود ہیں۔ یقیناً اُن میں سے ایک ہی اصل اور باقی دو اُس کی نقل یا شبیہ ہیں۔ کیونکہ جسم قلندرؒ ایک تھا۔

شبیہ کو بوسہ دینا عین عقیدت ہے اور دین محبت ہے

جو فعل شریعت میں صرف اللہ کے لئے مخصوص ہوئے وہی فعل اگر غیر اللہ کے لئے کیا جائے تو یقیناً شرک ہوگا۔ جیسے عبادت اللہ کے لئے مخصوص ہے اگر غیر اللہ کی عبادت کی جائے تو شرک ہوگا۔ لیکن بوسہ دینا اللہ کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اللہ کو بوسہ دینا ممکن ہی نہیں پھر کسی چیز کو بوسہ دینا اُس چیز کی عبادت یعنی شرک کیونکہ قرار پائے گا؟ حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کو بوسہ دینا ذریعہ اظہار عقیدت و محبت ہے نہ کہ اُس چیز کی عبادت۔ والدین اولاد کو بوسہ دے کر اولاد کی عبادت نہیں کرتے بلکہ یہ فعل محبت ہوتا ہے۔ ازواجی زندگی میں میاں بیوی ایک دُوسرے کی عبادت نہیں کرتے بلکہ وہاں بھی بوسہ مبنی بر محبت سمجھا جاتا ہے۔ قرآن مجید کی جلد اور کاغذ کو بوسہ دینا جلد اور کاغذ کی عبادت نہیں بلکہ اُس جلد اور کاغذ کی کلام الٰہی سے نسبت کی وجہ سے اظہار محبت و عقیدت کے لئے ہی بوسہ دیا جاتا ہے اسی طرح روضہ رسُول کی جالیوں کو چومنا تو جالیوں کی عبادت ہے اور نہ رسول کی بلکہ مزار رسولؐ سے نسبت ہونے کی وجہ سے عقیدت مندوں کو وہ جالیاں محبوب ہیں اور اظہار محبت و عقیدت کے لئے جالیوں کو بوسہ دیتے ہیں۔ اسی طرح بزرگان دین کے مزارات کو بوسہ دیا جاتا ہے۔

تعزیہ روضہ حسینؑ کی شبیہ اور "ذوالجناح" سواری حسینؑ کی شبیہ ہونے کی وجہ سے محبوب ہوتی ہے اور اظہار محبت کے لئے بوسہ دیا جاتا ہے۔ شبیہ کو معبود نہیں سمجھا جاتا لہذا شبیہ کو بوسہ دینا ہرگز عبادت شبیہ نہیں۔ اور نہ اس فعل کو شرک کہنا درست ہے۔

شبیہ پر پھول ڈالنا

یہ بھی عقیدت ہے

پھول یا پھولوں کے ہار ڈالنا بھی اللہ کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اللہ کو (معاذ اللہ) ہار پہنانا یا اُس پر پھول ڈالنا ممکن ہی نہیں ہے۔ پھر کسی چیز پر پھول ڈالنا "شرک" کیونکر ثابت ہوگا؟ مہمانوں پر پھول برسانا، ہار ڈال دینا مزاروں پر پھولوں کے چادریں چڑھانا شرک نہیں۔ تو شبیہ پر پھول ڈالنا بھی شرک نہیں۔

اپنے سر پر خاک ڈالنا یہ مودت اہلبیتؑ ہے

ترمذی (اُردو) مطبوعہ نور محمد اصح، المطابع کراچی جلد دوم ص۳۸۵ حدیث ۱۶۲۵ کی عبارت یوں ہے:۔

"حضرت سلمٰیؓ فرماتی ہیں کہ میں حضرت اُم سلمہؓ کے پاس آئی وہ رو رہی تھی۔ میں نے پوچھا آپ کیوں رو رہی ہیں؟ حضرت اُم سلمہؓ نے فرمایا میں میں نے رسُول اللہؐ کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے سر اور داڑھی پر گرد و غبار ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ! کیا بات ہے یہ گرد و غبار کیسا؟ آپ نے فرمایا ابھی ابھی حسینؑ کی شہادت میں حاضر اور شریک ہوا ہوں۔ (یہ حدیث غریب ہے)"

نوٹ:۔ حدیث غریب اُسے کہتے ہیں جو ایک ہی راوی سے مروی ہو۔ چونکہ یہ خواب حضرت اُم سلمہؓ ہی کا تھا لہذا دُوسرا راوی ممکن ہی نہیں تھا۔ اور حدیث غریب قابل قبول ہوتی ہے اسی لئے ترمذی نے نقل کی ہے۔ اس کی راوی حضرت اُم سلمہؓ اُم المومنین ہیں جو حضورؐ کی صورت مبارک سے بخوبی واقف تھیں۔ انہوں نے روز عاشورہ عین شہادت حسینؑ کے دن حضورؐ کے سر

مبارک اور ریش مقدس پر گرد و غبار دیکھا۔ لہذا شہادت حسینؑ کے روز سر پر (خاک ڈال کر) غبار آلود کرنا حضور کی متابعت اور سنت ہے۔

کالے کپڑے یہ مودت اہلبیتؑ اور سنت رسالتؐ ہے

حضورﷺ سیاہ عمامہ پہنتے تھے (نشر الطیب مطبوعہ تاج کمپنی ۲۲۶ سطر ۱۷ میں رسُول خدا کے لئے لکھا سیاہ کپڑا بھی پہنا ہے) دیکھئے نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" مصنفہ علامہ اشرف علی تھانوی صاحب مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹیڈ ص ۱۸۱ سطر ۱۱۔۱۲ ص ۱۸۳ سطر ۱۶۔ سلسلہ چشتیہ کے مشہور صوفی بزرگ بابا فرید یعنی محمد مسعود الدین گنج شکر پاک پٹن والے خود کالے کپڑے پہنتے تھے جیسا کہ "ارشادات فریدی معروف بہ شلوک فریدی" شائع کردہ ملک چنن الدین کشمیری بازار لاہور، بار چہارم ص ۵۹ شلوک نمبر ۶۸ میں بابا فرید صاحب خود فرماتے ہیں:۔

"فریدا کالے مینڈے کپڑے کالا مینڈا ویس"

خیال رہے کہ حضرت علی احمد صاحبؒ (کلیہ شریف والے) بابا فریدؒ ہی کے بھانجے ہیں۔ حضرت نظام الدینؒ اولیا "(دہلی والے) کو صوفی حضرات بابا فریدؒ کے مُرید بیان کرتے ہیں۔ اور بابا فرید صاحب کو خواجہ بختیار کاکیؒ (چشتی) کا مُرید کہتے ہیں۔ لہذا کالے کپڑوں پر اعتراض کرنا حضرت بابا فرید صاحبؒ ہی پر نہیں بلکہ چشتی، فریدی، نظامی، صابری سلسلوں پر حملہ تصور ہوگا۔ علاوہ ازیں کالے کپڑے پر اعتراض کرنے والوں کو یہ سوچنا چاہیئے کہ حضرت محمد مُصطفٰے رسُولِ خدا بھی کالا کپڑا استعمال فرماتے تھے کالی کملی کا لحاظ کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اور بیت اللہ شریف کا غلاف بھی

سیاہ ہے۔ اُسی طرف سجدہ کیا جاتا ہے۔ حجرِ اسود بھی کالا ہے۔ علاوہ ازیں خود اعتراض کرنے والے مولوی حضرات کالی شیروانیاں پہنتے ہیں۔ اور اکثر مولویوں کی بیویاں کالے بُرقعے پہنتی ہیں۔ وُکلاء حضرات کالے کوٹ اور جج صاحبان کالے گون پہنتے ہیں۔ فریدی سلسلہ کے اکثر صوفی اب بھی کالے کپڑے پہنتے ہیں۔ اب معترضین خود غور فرمائیں کہ کالے کپڑوں پر اعتراض کرنے سے کون کون ہستیاں نشانہ اعتراض بنتی ہیں۔

بر سرِ عام، مُخدّرات کے نام لینا کیا بے ادبی ہے؟

مذہب امامیہ کے پیروکاروں پر عام طور سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ "لائق احترام بیبیوں کے نام بر سرِ عام نوحوں میں کیوں پڑھے جاتا ہیں"؟ اس اعتراض کے سلسلہ میں یہ بات قابل غور ہے کہ "تراویح" میں جب لاوڈ اسپیکر پر قرآن پاک پڑھا جاتا ہے تو بی بی مریمؑ کا نام بھی آتا ہے۔ اور لاوڈ سپیکر کی بلند آواز کو غیر مسلم بھی سنتے ہیں۔ اور جلوس عید میلا النبیؐ میں نعتیں پڑھتے ہوئے رسُولؐ کی والدہ حضرت آمنہؑ کا نام لیا جاتا ہے۔ مثلاً اے آمنہؑ کے لال تم پہ لاکھوں سلام"۔ علاوہ ازیں عام جلسوں میں حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے غیر شیعہ علماء حضرت ہاجرہؑ کا نام لیتے ہیں۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ جناب ہاجرہؑ ایک نبیؑ کی زوجہ اور ایک نبیؑ کی والدہ تھیں۔ عام جلسوں میں تفسیر سُورہ یوسفؑ بیان کرتے ہوئے حضرت زُلیخا زوجئ یوسفؑ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور عام جلسوں میں اُم المومنین حضرت عائشہ کا نام لیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اہلسنت والجماعت کے امام اعظم "نعمان بن ثابت" کو عام جلسوں میں "ابوحنیفہ" یعنی حنیفہ کا باپ کہا جاتا ہے۔ اُس وقت امام اعظم کی صاحبزادی کا نام آتا ہے اور خود صوفی حضرات حضرت رابعہ بصری کا نام بھی عام جلسوں میں بیان کرتے ہیں اور

عام اجتماعات میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ لہٰذا اعتراض درست نہیں۔

کراچی مقصد دوم ص ۱۹۵ (۳) "زاد المعاد" حافظ حدیث ابن قیم مطبوعہ مطبعۃ المیمنیہ مصر جلد اول ص ۲۱۵ (۴) منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد حنبل مطبوعہ مصر الجزاء السادس ۶ ص ۴۰۴ (۵) "تفسیر مظہری" قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر سورۃ نساء ص ۴۷ (۶) "تاریخ الخلفاء" مصنفہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطی شافعی (اُردو ترجمہ) مطبوعہ صدیقی لاہور ص ۴۷۔۳۔

نوٹ:۔ تفسیر مظہری میں ایک نہایت مشہور شخص کی لڑکی کے متعہ کا ذکر موجود ہے۔ اور کشف المغطا (شرح موطا امام مالک) مطبوعہ صدیقی لاہور کے ص ۳۴۹ پر اہل حدیث کے مشہور عالم وحید الزماں حیدر آبادی نے اُسی عورت کے متعلق لکھا ہے کہ وہ متعہ کو جائز سمجھتی تھی۔ اور یہ بھی تحریر کیا ہے کہ مشہور صحابی رسولؐ حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی مُتعہ کو جائز سمجھتے تھے اور کشف الغطا شرح موطا میں اُسی جگہ یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ مُتعہ کرنے پر کوئی حد شرعی نہیں یعنی شریعت نے متعہ پر سزا نہیں رکھی۔ پھر متعہ کو زناء کیونکہ کہا جاسکتا ہے؟

قرآن میں ذکر مُتعہ

اگر متعہ بھی زنا ہوتا تو حد شرعی ضرور لازم آتی۔ اور خود رسولؐ خدا کسی بھی وقت متعہ کو ہرگز جائز قرار نہ دیتے حقیقت یہ ہے کہ مُتعہ کی آیت قرآن مجید میں موجود ہے دیکھئے پارہ ۵ سورۃ النساء رکوع ۴ میں قرآن مجید کے مقدس الفاظ یوں ہیں:۔ ۵:۲۴ **فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً** اسی آیت کی تفسیر میں امام اہل سنتہ والجماعتہ جلال الدین سیوطی شافعی یوں

تحریر فرماتے ہیں:۔

"اخرج عبدالرزاق وابودائو دنی نا سخته وابن جریر عن الحکم انه سئل عن هذه الایة امنسوختة قال لا".

یعنی عبدالرزاق نے اور ابوداؤد نے اپنی ناسخ میں اور ابن جریر نے حکم سے روایت نقل کی ہے کہ حکم سے پوچھا گیا کہ " کیا متعہ کی آیت منسوخ ہے؟" اس نے کہا ہرگز نہیں۔ (تفسیر درمنثور سیوطی تفسیر درمنثور تفسیر جلالین میں بھی ہے)۔

ضروری نوٹ:۔ پارہ ۵ سورۃ النساء رکوع ۴ کی آیت مندرجہ بالا متعہ ہی کے متعلق ہے۔ جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے تفسیر درمنثور میں اس آیۃ کی تفسیر میں حضرت علیؑ کا ارشاد مبارک یوں لکھا ہے:۔

فرمانِ مرتضویؑ بابت متعہ

"وقال علی لولان یہاں ایک اُمتی شخص کا نام ہے تفسیر درمنثور دیکھئے **نهی عن المتعة مازنی الاشقی"**

ترجمہ:۔ اور (حضرت) علیؑ نے فرمایا۔ "اگر حضرت عمر نے مُتعہ سے منع نہ کیا ہوتا تو سوائے شقی کے کوئی زنا کرتا۔ اسی طیب قول ابن عباسؓ مرقوم ہے (حاشیہ عاب ۲۱ صفحہ ۵۹ پر دیکھیے)" یعنی اگر وہ اُمتی متعہ سے نہ روکتا تو لوگ زنا سے بچے رہتے اور کوئی بد بخت ہی ہوتا جو زنا کرتا یعنی حضرت علیؑ کے نزدیک مُتعہ زنا سے بچانے والی چیز ہے اور مُتعہ سے منع کرنا درست نہیں تھا۔

ارشاد حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ بابت متعہ

رسولؐ خدا کے مشہور صحابی حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے فرمایا کہ ہم نے عہد رسولؐ میں متعہ کیا۔ اور اُس کے بعد عہد حضرت ابوبکر میں بھی کیا۔ پھر حضرت عمر نے منع کر دیا اور ہم نے متعہ کرنا چھوڑ دیا (دیکھئے مسند احمد حنبل مطبوعہ مصر الجز الثالث ص ۳۲۵ سطر ۱۔۲، ص ۳۵۶ سطر ۷۔۸ ص ۳۶۴ سطر ۲۴ تا ۲۶ اور ص ۳۸۰ سطر ۲۸ تا ۳۰)۔

صحابی عمران بن حصین کا بیان بابت متعہ

رسولؐ خدا کے صحابی عمران بن حصین نے بیان کیا کہ رسولؐ اکرم نے مُتعہ سے ہرگز منع نہیں فرمایا اور مُتعہ کے ممانعت کا کوئی حکم نازل نہیں ہوا"۔ (دیکھئے مسند احمد حنبل مطبوعہ مصر الجز الرابع ص ۴۳۸ سطر ۱۲ تا ۱۴ اور ص ۴۳۹ سطر ۱۲۔۱۳)

نوٹ:۔ ثابت ہوا کہ غیر شیعہ کی جن روایات میں خیبر وغیرہ میں حرمت متعہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہیں بلکہ متعہ سے منع کرنے والے اُس اُمتی کو مخالفت قرآن وسنت کے الزام سے بچانے کے لئے وضع کی گئی ہیں۔ کیونکہ مُتعہ کا جائز ہونا قرآن حدیث اور ارشادات حضرت علیؑ وعبداللہ بن عباسؓ اور اقوال جابرؓ وعمران بن حصین سے از روئے کُتب اہل سنۃ والجماعۃ ثابت ہے۔

نکاح دائمی اور متعہ میں فرق

مرد اور عورت کے جنسی تعلقات پر اسلام نے نکاح کی جو پابندی لگائی ہے۔ اُس کی ایک وجہ

یہ ہے کہ بلا کسی پابندی کے جنسی تعلقات قائم کرنے (یعنی زنا کی صورت میں معلوم نہیں ہوسکتا کہ اولاد کس کی ہے؟) اس طرح ایک طرف تو قانون وراثت ختم ہوجاتا ہے اور دوسری طرف کوئی شخص ایسی اولاد کو اپنی اولاد یقین نہیں کرسکتا اس طرح وہ بچے باپ کی شفقت اور جائداد سے محروم رہتے ہیں۔ نکاح کی پابندیوں سے قانونِ وراثت بھی محفوظ رہتا ہے، شناخت نسل بھی ہوجاتی ہے پابندیاں متعہ میں بھی موجود ہیں یعنی اولاد وارث ہوتی ہے۔ عدت ضروری ہے، مدت متعہ اور عدت میں عورت کو اجازت نہیں کہ وہ دوسرے مرد سے جنسی تعلقات قائم کرسکے۔

لہذا اُمتعہ کو نا جائز کہنا یا "زنا" قرار دینا تحفہ الٰہیہ کا انکار ہے۔

وضو میں پاؤں کا مسح

جر جوار کی تردید

جو لوگ وضو میں دونوں پاؤں کے مسح کے خلاف اور پاؤں دھونے کے قائل ہیں وہ قرآن مجید سورۃ المائدہ کی آیت وضو پر گرامر کی بحث کرتے ہوئے یہ عذر کرتے ہیں۔ کہ آیت وضو میں **بروسکم** میں سین کے نیچے زیر کیوجہ سے جر جوار کی ہے۔ جیسا کہ صاحب تفسیر حسینی نے لکھا ہے کہ جر جوار کی ہے لیکن امام اہل سنتہ والجماعتہ فخر الدین رازی نے اس عذر کو باطل قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۳۶۸ میں امام رازی لکھتے ہیں:۔

"**قلنا ھذا باطل من وجوہ** "یعنی ہم کہتے ہیں یہ کئی وجوہ سے باطل ہے۔ (پھر امام رازی نے وجوہ بیان کرتے ہوئے ایک وجہ یہ تحریر فرمائی ہے کہ **بروسکم** کی کسر با کی وجہ سے ہے) پھر اسی ص ۳۶۸ پر یوں لکھا ہے:۔

"ان الکسربالجوار انمایکون بدون حرف العطف وامامع حرف العطف فلم تتکلم به العوب وأما القرأة بالنصب فقالوا انها أیضا توجب المسح"

یعنی جوار کی جر بلاشبہ، حرف عطف چھوڑ کر ہوتی ہے اور حرف عطف کے ساتھ قوم عرب کے کلام میں ہرگز نہیں آتی۔ اور رہی قرأت بالنصب تو کہتے ہیں یہ بھی مسح ہی واجب کرتی ہے۔

نوٹ:۔ مزید اطمینان کے لئے تفسیر خازن (لباب التاویل) مطبعۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبری مصر الجزء الثانی ص ۱۶ بھی دیکھئے۔

شیخ محی الدین ابن عربی عالم کبیر اہلسنت لکھتے ہیں پاؤں کے مسح کا حکم ہے دھونے کا نہیں

فتوحات مکیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۴۴۸۔

ا۔ "یعنی قرآن مجید سورۃ المائدہ کی آیت وضو ۞ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ میں لفظ ارجلکم کے لام پر زبر پڑھنا۔

۲۔ یعنی علماء اہل سنۃ الجماعۃ کہتے ہیں جیسا کہ شیخ محمد الدین ابی عربی کا قول پیش کیا گیا۔

سطر ۲ میں ابن عربی خود لکھتے ہیں۔ فمذھبنا ان النصب فی اللام لایخرجه عن الممسوح فان ھذه الوائوقد تکون دائو مع وداوالمعیة تنصب تقول قامه زید و عمرا یعنی پس ہمارا مذہب ہے کہ (ارجلکم) کے لام پر زبر اُس کو حکم مسح سے خارج نہیں کرتی پس تحقیق یہ واؤ معیت کا قرار پائے گا اور معیت کا واؤ نصب دیتا ہے جیسا کہ بولتے ہیں "قام زید وعمرا" یعنی کھڑا ہوا زید ساتھ عمر کے یعنی اسی طرح ارجلکم

بروسکم کے ساتھ حکم مسح میں آیا ہے۔

امام اہل سنتہ والجماعتہ فخر الدین رازی اور امام اہل سنتہ شیخ محمد الدین ابن عربی کی تحریر کردہ عربی گرامر کی بحث کے بعد اس امر کی ہرگز گنجائش نہیں رہتی کہ قرآن کی آیت وضو میں پاؤں دھونے کا حکم نکل سکے۔ لہذا ثابت ہوا کہ قرآن مجید میں، پاؤں کا مسح کرنے کا ہی حکم ہے دھونے کا نہیں۔

امام حسنؑ اور امام حسینؑ سرداران جنت بھی ارجلکم پڑھتے تھے

محمد مصطفےٰؐ کے وہ محبوب نواسے جنہوں نے اپنے نانا رسولؐ سے قرآن سنا اور پڑھا۔ رسولؐ ہی سے وضو سیکھا۔ وہ قرآن کی آیت وضو میں "**ارجلکم**" پڑھتے تھے یعنی حسین کی قرأت میں لام پر زبر نہیں بلکہ زیر ہے دیکھئے تفسیر "جامع البیان" علامہ اہل سنتہ والجماعتہ ابن جریر مطبوعہ دار المعارف الجزالا عاشر ص ۵۵ سطر ۱،۲

قرات صحابی رسولؐ "انس" بھی ارجلکم ہے

دیکھئے تفسیر جامع البیان ابن جریر مطبوعہ دار المعارف مصر الجز العاشر ص ۵۹ سطر ۱۔۳ (نوٹ: تفسیر جامع البیان الجز العاشر ص ۶۰۔۶۱ میں دیگر حضرات کا بھی اس قرات کو تسلیم کرنا مرقوم ہے) یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ قرآن مجید کے اعراب لگاتے وقت "**ارجلکم**" کے لام پر زبر حجاج بن یوسف نے لگائی ہے۔

مشہور صحابی رسولؐ انس بن مالک اور دیگر حضرات کے علاوہ اہل بیت طاہرینؑ میں سے حسینؑ کی قراۃ "**ارجلکم**" ثابت ہونے کے بعد اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ اللہ نے قرآن کی آیہ وضو میں پاؤں کا مسح ہی واجب کیا ہے۔ دھونا نہیں۔

وجوب مسح کا مزید ثبوت

تفسیر "فتح البیان" علامہ اہلحدیث نواب صدیق حسن قنوجی بھوپالی مطبوعہ صدیقی بھوپال الجزالاول تفسیر سورۃ المائدہ ص۶۹۳ سطر۱۹ تا ۲۲ کی عبارت یوں ہے:۔

"قال القرطبیے قدروی عن ابن عباس انہ قال الوضوء غسلتان ومسحتان قال وکان عکرمۃ یمسح رجلیۃ وقال لیس فی الرجلین غسل انما نزل فیھما المسح وقال عامر الشبع نزل جبریل بالمسح قال وقال قتادہ افترض اللہ غلستین و مسحتین"

یعنی قرطبی نے کہا حضرت ابن عباسؓ (صحابی رسولؐ) سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا" وضو منہ دھونے اور دو مسح ہے اور عکرمہ اپنے دونوں پاؤں کا مسح کرتے تھے اور انہوں نے کہا کہ پاؤں کو دھونے کا حکم نہیں۔ محض اُن کے مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ اور عامر الشعبی نے کہا حضرت جبرئیلؑ مسح کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے اور قتادہ نے کہا اللہ نے منہ دھونے اور دو مسح فرض کئے ہیں۔"

(نوٹ:۔ اسی سلسلہ میں علامہ صدیق حسن بھوپالی کی اُردو تفسیر ترجمان القرآن مطبوعہ صدیقی لاہور جلد۳ ص۸۴۲ سطر۱۲ تا ۱۹۔ اور تفسیر جامع البیان ابن جریر طبری مطبوعہ دارالمعارف مصر الجزالعاشر ص۵۸ وص۵۹ اور ص۶۰ بھی ملاحظہ فرمائیے)

۲۔ تفسیر کبیر فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد۳ ص۳۶۸ سطر۱۷ اور ۱۸ میں تفسیر قفال سے منقول ہے کہ ابن عباسؓ وانس بن مالک وعکرمہ وشعبی اور حضرت (امام) ابوجعفر محمد بن علی الباقرؑ کے نزدیک دونوں پاؤں کا مسح ہی واجب ہے۔

حضرت رسول خدا نے پیروں پر مسح کا حکم دیا(شرح صحیح بخاری)

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری علامہ عینی حنفی مطبوعہ دارالطباعۃ العامرہ مصر جلد اول ص ۶۵۶ سطر ۲۸ تا ۳۱ کی عبارت ملاحظہ ہو:۔

"منها حديث رفاعه ابن رافع عن النبی عليه الصلوة والسلام انه قال لايتم صلاة لاحد حتی ليسبغ الوضوء كما امره الله تعالىٰ فيغسل وجهه ويديه الى المرفقين ويمسح برأسه ورجليه الى الكعبين حسنه ابو على الطوسی الحافظ و ابو عيسى الترمذی وابو بكر البزار وصححه الحافظ ابن حبان وابن حزم۔"

یعنی اس (وجوب مسح کی حدیثوں) میں سے حدیث رفاعا ابن رافع، نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کسی کی نماز تمام نہیں ہوگی جب تک وہ اللہ کے حکم کے مطابق وضو نہ کرے پس دھوئے اپنے منہ کو اور اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرے اپنے سر کا اور اپنے دونوں ٹخنوں تک۔ (علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں کہ) اس حدیث کو حافظ ابو علی طوسی، ابو عیسٰی ترمذی اور ابو بکر بزار نے حسن مانا اور حافظ ابن حبان اور ابن حزم نے اس حدیث کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ (نوٹ:۔ اسی سلسلہ میں شرح معانی آلاثار طحاوی مطبع الاسلامیہ لاہور جلد اول ص ۲۱ بھی دیکھئے)

رسول خدا پیروں پر مسح کرتے تھے

حسب ذیل کتب اہل سنۃ والجماعۃ میں لکھا ہوا ہے کہ وضو میں حضورؐ اپنے دونوں پاؤں کا مسح فرماتے تھے:۔

ا۔اصابہ فی تمییز الصحابہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۹۲ ترجمہ تمیم بن زید (اس کتاب میں یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ اس روایت کے تمام راویہ ثقہ ہیں)

۲۔تفسیر ابن جریر طبری مطبوعہ دار المعاف مصر جلد ۱۰ ص ۵۷ سطر ۷ تا ۹

۳۔شرح معانی آلا ثار طحاوی مطبع الاسلامیہ لاہور جلد اول ص ۲۱ سطر ۶۔۷

۴۔نیل الاوطار شوکانی جلد اول ص ۱۶۴

۵۔" کنز العمال " علامہ علی متقی بن حسام الدین مطبوعہ دائرہ المعارف حیدر آباد دکن جلد ۵ مسند تمیم بن زید المازنی، حدیث نمبر ۲۱۹۳ ص ۱۰۲

۶۔کنزل العمال مطبوعہ دائرہ المعارف حیدر آباد دکن جلد ۵، مسند علی کرم اللہ وجہہ ص ۱۴۷ حدیث ۲۴۰۴

حضرت علی مرتضی بھی مسح ہی کرتے تھے

دیکھئے شرح معانی آلا ثار طحاوی مطبوعہ مطبع الاسلامیہ لاہور جلد اول سطر ۳۔۴ ص ۲۱ اور مسند امام اہل سنتہ والجماعتہ احمد مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۱۶

امام محمد باقر بھی مسح کرتے تھے

تفسیر ترجمان القرآن صدیق حسن بھوپالی مطبوعہ صدیقی لاہور جلد ۳ ص ۸۴۲ میں لکھا ہے کہ ابن عمر علقمہ و امام محمد (باقر) وحسن بصری و جابر اور ابن زید وغیرہم سے پاؤں کا مسح مروی ہے (یہی

بات تفسیر کبیر فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد۳ ص ۳۶۸ سطر ۱۷ تا ۱۸ سے بھی ثابت ہے)

نوٹ:۔ مسح کا مزید ثبوت عمدۃ التفسیر حافظ ابن کثیر مطبوعہ دارلماعف مصر جلد ۴ ص ۷ ۹ اور تفسیر معالم التنزیل برحاشیہ تفسیر مطبعۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ مصر الجزء الثانی ص ۱۶ میں دیکھئے

حافظ ابن حجر عسقلانی کا عذر

فتح الباری شرح صحیح بخاری حافظ ابن احجر عسقلانی مطبوعہ مطبعۃ الجزیر مصر الجزء الاوّل ص ۱۸۷ میں حافظ ابن حجر نے تسلیم کیا کہ "صحابہ میں حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ اور انس پاؤں دھونے کے مخالف تھے۔" لیکن پھر ابن حجر نے یہ دعویٰ کر دیا کہ حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ نے رجوع کرلیا تھا۔" حافظ ابن حجر کے اس عذر کا مطلب یہ ہُوا کہ باب علم نبیؐ حضرت علیؑ اور عالم شریف صحابی ابن عباسؓ دونوں رسولؐ سے وضو سیکھ کر، ساتھ نمازیں پڑھنے کے بعد (معاذ اللہ) غلط وضو کرتے رہے پھر بعد میں رجوع کرلیا"۔ یعنی پہلے تو پاؤں دھونے کی مخالف غلط کرتے رہے (معاذ اللہ) پھر خود دھونے لگے (معاذ اللہ) حضت علیؑ کی خود رسولؐ نے اہلبیت طاہرینؑ میں شمار کیا ہے لہذا وہ سنت کی مخالفت کر ہی نہیں کستے۔ بلکہ حضرت علیؑ اور ابن عباسؓ کا پاؤں دھونے کی مخالفت کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ پاؤں دھونا سُنت رسُول نہیں بلکہ مسح کرنا واجب ہے۔ جیسا کہ قرائتِ حسنینؑ اور عمل امام محمد باقرؑ اور عمل رسُولؐ سے ثابت کیا گیا۔ لہذا حافظ ابن حجر کا دعویٰ درست نہیں۔

﴿ایک عجیب عذر کا جواب﴾

بعض لوگ یہ عذر کرتے ہیں کہ "پاؤں دھونا سُنت ہے"۔ تو جواباً عرض ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ قرآن مجید میں اللہ نے مسح ہی واجب کیا ہے۔ عکرمہ اور عامر شعبی نے تسلیم کیا کہ جبریلؑ مسح ہی

کا حکم لے کر نازل ہوئے حضرت ابن عباس صحابی رسولؐ اور قتادہ نے کہا کہ اللہ نے دو مسح فرض کئے ہیں اور "وضو و غسل اور دو مسح ہے" پھر یہ کہنا کہ پاؤں دھونا سنت ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ (معاذ اللہ) رسولؐ حکمِ خدا کے خلاف عمل کرتے تھے۔ حالانکہ رسولؐ کی شان اس سے بلند و بالا ہے کہ وہ قرآن کے خلاف عمل کریں۔ لہذا ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں دھونا ہرگز سنتِ رسولؐ نہیں ہے۔ بناء بریں جن روایات میں پاؤں دھونے کا حکم دینا یا دھونا حضورؐ سے منسوب کیا گیا ہو، وہ تمام روایات خلافِ قرآن ہونے کی وجہ سے ناموضوع تسلیم کی جائیں گی۔

ضروری گذارش:۔ رفیع الدین محدث دہلوی نے اپنے ترجمہ قرآن میں "دھوؤ یا" دھولو کا لفظ ہرگز نہیں لکھا لیکن اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ کم از کم چالیس برس پہلے کا چھپا ہوا ترجمہ رفیع الدین محدث دیکھا جائے۔ کیونکہ آج کل کے بعض ناشرین اُصول کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی جانب سے "دھولو" یا "دھوؤ" کا لفظ اضافہ کر کے ترجمہ رفیع الدین محدث شائع کر رہے ہیں، یہ ایک شرمناک حرکت ہے جو پیشہ نشر و اشاعت کے اصول دیانت و امانت داری کے خلاف ہے۔

خیال رہے اگر وضو صحیح نہ کیا جائے نماز نہیں ہوگی۔

طریقہ نماز رسولؐ اعظم صلی اللہ و علیہ و آلہ وسلم

نماز رسالت ماب کی ابتداء اور اختتام

رسولؐ خدا (سورۃ) الحمد سے نماز شروع کرتے تھے اور تکبیر پر ختم کرتے تھے ثبوت کے لئے دیکھئے صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد اول کتاب الصلوۃ ص ۱۰۰ (۲) صحیح مسلم مترجم مع شرح نووی مطبوعہ مکتبہ

سعودیہ کراچی جلد دوہم ص ۷۴۔۷۵ (۳) مشکوۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد اول ص ۱۸۳ خیال رہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورۂ فاتحہ (الحمد) کی پہلی آیت ہے یعنی جزو سورہ ہے ثبوت کے لئے دیکھئے شرح معانی الآثار طحاوی مطبوعہ مطبع الاسلامیہ لاہور جلد اول ص ۱۱۷، ص ۱۱۸ اور سنن کبریٰ مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۲ ص ۴۴، ۴۵۔

«بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا»

امام اہل سنت والجماعت جلال الدین سیوطی اپنی تفسیر دُر منثور مطبوعہ مصر جلد اول ص ۸ میں لکھتے ہیں۔ **"واخرج الدار قطنی والحاکم والبیہقی عن ابی ہریرہ قال کان رسول اللہ یجہر ببسم اللہ الرحمن الرحیم فی الصلوۃ"**۔ ترجمہ "اور دار قطنی وحاکم وبیہقی نے ابو ہریرہ سے حدیث نقل کی ہے کہ ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ رسولؐ خدا نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے تھے"۔

جہر بسم اللہ مذہب علیؑ ہے۔ تفسیر کبیر فخر الدین رازی مطبوعہ جلد اول ص ۱۵۹ کے الفاظ یہ ہیں:۔ **"ان علیا کان مذہبہ الجہر ببسم اللہ فی جمیع الصلوت"** ترجمہ:۔ بے شک علیؑ کا مذہب تمام مذہب میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا تھا۔ (مزید دیکھئے سنن کبریٰ بیہقی مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۲ ص ۴۸)

جہرِ بسم اللہ مذہب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

امام شوکانی اپنی کتاب نیل الاوطار (مطبوعہ مع حاشیہ عون الباری) جلد ۲ کے صفحہ ۹۱ میں تسلیم کرتے ہیں کہ "جہر بسم اللہ پر آل رسولؐ نے اجماع کیا ہے"۔ یعنی آل محمدؐ کے تمام افراد کا اس بات پر

مکمل اتفاق ہے کہ بسم اللہ بلند آواز سے پڑھی جائے۔

«توجہ فرمائیں»

آلِ محمدؐ پر نماز میں دُرود پڑھا جاتا ہے۔ اگر نہ پڑھا جائے تو نماز نہیں ہوتی۔ پھر نماز ہی کے مسئلہ میں آلِ محمدؐ کی مخالفت کیونکر درست ہوگئی؟ کم از کم نماز میں تو آلِ محمدؐ کی اتباع کرلی جائے ہم **شیعانِ علیؑ تو ہر معاملہ میں آلِ محمدؐ کی اتباع ضروری سمجھتے ہیں۔** "دراسات اللبیب" مصنفہ علامہ اہل سنتہ والجماعتہ شیخ محمد مُعین لاہوری مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ کراچی ص۹۵ میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حاکم شام، مدینہ آیا اور اس نے نماز میں بسم اللہ نہیں پڑھی تو مہاجرین اور انصار (اصحاب رسولؐ) نے اُس کے اس فعل سے ناواقفیت کا اظہار کیا اور صاف کہہ دیا۔ کہ اے معاویہ تو نے بسم اللہ پڑھنے کی چوری کرلی"۔ (متعلقہ حاشیہ ص۸۱ کے نیچے)

«توجہ فرمائیں»

چونکہ نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنا سُنت رسُولؐ ہے۔ اور اصحابِ رسُولؐ (مہاجرین و انصار) سُنت سمجھتے تھے۔ جب جب حاکم شام نے بلند آواز سے پڑھی۔ اور اصحاب نے بسم اللہ نہ سُنی تو چور کہہ دیا!! اگر بسم اللہ کو مخفی طور سے پڑھنا سُنت ہوتا تو مہاجرین و انصار یہ سمجھ لیتے کہ حاکم شام نے مخفی طور سے بسم اللہ پڑھ لی۔ پھر "چور" نہ کہتے۔ اسی لئے ہم شیعانِ علیؑ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے سُنا کر پڑھتے ہیں کہ کہیں مہاجرین و انصارِ مدینہ کے فتویٰ کی زد میں آکر "چور" نہ بن جائیں! اور تارکِ سُنت رسُولؐ ہونے سے بھی محفوظ رہیں۔

نوٹ:۔ نماز میں بسم اللہ بلند آواز سے پڑھنے کا مزید ثبوت حسب ذیل کتب اہل سُنتہ والجماعتہ میں دیکھئے۔

ا۔ دارقطنی مطبوعہ فاروقی دہلی ص ۱۱۴ اور ص ۱۱۶ (۲) ازالتہ الخفاء ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ سعیدی کراچی مقص دوم ص ۱۶۲، (۳) کنز العمال مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن جلد ۴ ص ۹۶ حدیث ص ۲۰۰۴، ص ۲۰۹ حدیث نمبر ۴۴۷۶ تا ۔۴۴۷۸ اور ص ۲۱۰۔

آل محمدؑ "تامین" کے مخالف ہیں

امام شوکانی "نیل الاوطار" **مطبوعہ مع حاشیہ عون الباری جلد ۲ ص ۱۱۲ میں لکھتے ہیں: "وحکی المہدی فی البحر من العترۃ جمیعاں ان التامین بدعۃ وقد استدل علی ابن التامین بدعۃ بحدیث معاویہ بن الحکم"** ۔یعنی لمہدی البحر میں عترت (آل محمدؐ) کا متفقہ بیان لکھا ہے۔کہ تامین (یعنی نماز میں سورۂ الحمد کے بعد آمین کہنا) نئی چیز ہے۔اور تامین کے نئی چیز ہونے پر حدیث معاویہ بن حکم سے استدلال کیا ہے"۔

«نماز میں قنوت»

مندرجہ ذیل کتب اہل سنتہ والجماعتہ میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نماز میں قنوت پڑھتے تھے۔(۱) صحیح مُسلم (عربی) مطبوعہ نولکشوری جلد اول ص ۲۳۷ سطر ۱۱ یا المعلم ترجمہ صحیح مُسلم علامہ وحید الزمان مطبوعہ صدیقی لاہور ص ۵۴۷، ص ۵۵۷ (۲) سُنن نسائی مترجم علامہ وحید الزمان مطبوعہ مکتبہ الیوبیہ کراچی جلد اول باب القنوت فی صلوۃ المغرب ص ۲۷۰ روایت براء بن عاذب

(صحابی) (۴) مشکوٰۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد اول کتاب الصلوٰۃ باب القنوت ص ۲۹۰، ۲۹۱۔
رفع یدین:۔ حضرت رسالت مآب تکبیر کے ساتھ ہاتھوں کو اٹھاتے تھے۔ دیکھئے صحیح مُسلم مترجم مع شرح نووی مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد ۲ ص ۱۰ (۲) سُنن ابوداؤد (عربی) مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر الجز الاول باب رفع الیدین ص ۲۶۹ سطر ۸ (۳) حجۃ اللہ البالغہ (عربی) ولی اللہ محدث مطبوعہ مطبعہ بولاق مصر ص ۱۰ سطر ۳ جمع بین الصلوٰتین

حضرت رسولِ خدا سفر یا بارش کے بغیر بھی دو نمازیں اکٹھی پڑھ لیتے تھے

ثبوت کے لئے دیکھئے:۔ (۱) صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد اول کتاب مواقیت الصلوٰۃ پارہ ص ۵ ص ۲۷۶ حدیث نمبر ۵۳۲ (۲) صحیح مسلم مترجم مع شرح نووی مطبوعہ سعودیہ کراچی جلد دوم ص ۲۵۸ یا المعلم ترجمی صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی لاہور ص ۷۵۴، ص ۷۵۵ (۳) سُنن ابوداؤد (عربی) مطبوعہ مطبعۃ السعادۃ مصر الجزء الثانی ص ۸ حدیث نمبر ۱۲۱۰، ۱۲۱۱ (۴) شرح معانی الآثار طحاوی مطبوعہ مطبع الاسلامیہ لاہور جلد اول ص ۹۵ سطر ۱۸ تا ۲۰ (۵) موطاء امام مالک (عربی) مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۲۶۔

علما اہلحدیث کا اعتراف

کتاب ہدیۃ المہدی مطبوعہ میور پریس دہلی جلد اول ص ۱۰۹ میں علامہ وحید الزمان حیدر

آبادی لکھتے ہیں:۔"**الجمع بین الصلوتین من غیر عذر ولا سفر ولا مطر جائز عند اهل الحدیث والتفریق افضل** "۔یعنی دو نمازیں اکٹھی پڑھ لینا، کسی عذر، سفر اور بارش کے بغیر اہل حدیث کے نزدیک جائز ہے اور الگ الگ پڑھنا افضل ہے۔ (نوٹ:۔ مذہب امامیہ بھی اسی طرح ہے)

خاک پر سجدہ کرنا

صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعید کراچی جلد اول کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی الخمرہ باب نمبر ۲۶۲ کے صفحہ ۲۲۰ پر حدیث نمبر ۳۷۱۰ یوں موجود ہے:۔

حدثنا ابوالولید قال نا شعبة قال نا سلیمان الشیبانی عن عبداللہ بن شداد عن میمونة قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یُصلی علی الخمرة.

ابوالولید، شعبہ سلیمان شیبانی، عبداللہ بن شداد، حضرت میمونہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول خدا ﷺ خمرہ پر (سجدہ گاہ خاک) پر نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

نوٹ:۔ مزید ثبوت کے لئے سنن کبریٰ بیہقی مطبوعہ حیدرآباد دکن جلد ۲ باب الصلوٰۃ علی الخمرہ ص ۴۲۱ دیکھئے۔

«خمرہ کیا چیز ہے؟»

۔کتاب مجمع بحارالانوار مصنفہ علامی محمد طاہر فتنی، مطبوعہ نولکشور جلد اول باب الخاء مع المیم ن ص ۳۷۷ سطر ۱۹ میں "خُمرہ" کے معنے یوں لکھے ہیں:۔

"ج ھی التی یسجد علیھا الآن الشیعه" یعنی یہ وہی خمرہ ہے جس پر اب شیعہ سجدہ کرتے ہیں"۔

نوٹ:۔اہل سنتہ والجماعتہ (بریلوی) کے رہنما علامہ احمد رضا خان بریلوی نے اپنی تصنیف "حیات الموات" شائع کردہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور کے ص ۸۵ پر علامہ محمد طاہر کا ذکر یوں کیا ہے:۔فاضلِ محدث مولانا محمد طاہر فتنی احمد آبادی صاحبِ مجمع بحار الانوار"۔

﴿ارسال الیدین یعنی ہاتھ کھلے چھوڑ کر نماز پڑھنا﴾

مشہور و معروف دیوبندی بزرگ علامہ محمد اسمٰعیل المعروف "شہید" دہلوی مصنف تقویۃ الایمان اپنی کتاب تنویر العینین مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور کے ص ۳۰ پر یوں لکھتے ہیں۔

"اما ماروی من الارسال عن بعض التابعین من نحوالحسن و ابراهیم و ابن المسیب و ابن سیرین کما اخرجه ابن ابی شیبه فان بلغ عندهم حدیث الوضع فمحمول علے اغم میخسبوه بسنة سنن الهدی بل حسبوه عادة من العادات فما لوالی الا رسال لاصالته مع جواز الوضع وان لم یبلغ عندهم حدیث الوضع فمحمول علی انه لم یثبت عندهم امروالوضع فعلمو ابالارسال بناءً علے الاصل اذالو ضع امرجدید یتاج الی الدلیل"۔

ترجمہ:۔ البتہ ارسال (یعنی نماز میں ہاتھوں کو کھلے چھوڑنا) جو حسن بصری و ابراہیم و ابن مسیّب و ابن سیرین جیسے بعض تابعین سے روایت کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اُس (ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے) کو ابن شیبہ نے نقل کیا ہے۔ تو اگر اُن (تابعین) کو ہاتھ باندھنے کی حدیث پہنچی تھی۔ تو اس پر محمول ہے کہ انہوں نے اس (ہاتھ باندھنے کو ہدایت کی سُنّتوں میں سے سُنّت ہرگز نہیں سمجھا بلکہ اُن (تابعین) نے اس (ہاتھ باندھنے) کو عادتوں میں سے ایک عادت شمار کیا۔ تو وہ ہاتھ کھولنے ہی کی جانب مائل رہے اُس کے اصل ہونے کی وجہ سے مع جوازِ وضع کے۔ اور اگر ہاتھ باندھنے کی حدیث اُن (تابعین) کے پاس پہنچی ہی نہیں۔ تو اس پر محمول ہے کہ ہاتھ باندھنے

(۱) اور اس کے باوجود وہ ہاتھ کھولتے رہے (۲) یعنی لوگوں کی عادت۔ رسولؐ کی عادت ہوتی تو سُنّت سمجھتے۔

(۳) "مع جواز واضع کے" لکھ تو دیا لیکن ثبوت ندارد واجب کو وضع "امر جدید" اور "محتاج دلیل" ہے پھر جوازِ وضع کے قائل کیسے ہوئے دیکھئے عربی عبارت میں "امر جدید" کے الفاظ ہیں۔

کا حکم ان کے نزدیک ہرگز ثابت نہیں ہوا۔ پس۔ انہوں نے ہاتھ کھولنے کی تعلیم دی اصل ہونے کی بناء پر جب کہ وضع (یعنی ہاتھ باندھنا) امر جدید ہے دلیل کا محتاج ہے۔

نوٹ:۔ اسی طرح روضۃ الندیہ کے ص ۹۵ پر مرقوم ہے۔

۲۔ "تنویر العینین" مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور ص ۲۱ سطر ۱۸ تا ۲۰ میں علامہ محمد اسمٰعیل دیوبندی دہلوی لکھتے ہیں:۔ "ویحکی انہ حکم بالارسال مع انہ کان مشھورا فی القرن الاول واتفق علیہ اکثر العلماء فی القرن الاخر وقالوا ایضا ان ھذا الفعٖ فی ھذہ البلاد تستبیہ بالروافض حیث ترک شیوع مذھب

الحنفیه فلم یبق فاعلوه غیر الشیعه"۔

ترجمہ۔ اور بیان کیا جاتا ہے کہ حکم ہاتھ کھولنے ہی کا ہے۔ ساتھ ہی کہ یہی حکم قرآن اول (یعنی زمانی رسولؐ) میں مشہور تھا اور اسی (ہاتھ کھولنے) پر قرنِ آخر کے علماء کی اکثریت نے اتفاق رکھا اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان شہروں میں فعل (یعنی ہاتھ کھولنا) رافض سے مشابہ ہونے کی وجہ سے، مذہب حنفیہ کے پروکاروں نے چھوڑ دیا۔ پس اس (ہاتھ کھولنے) کے فعل پر باقی نہ رہے سوائے شیعہ کے۔

نوٹ:۔ کسی کی ضد میں شیعوں نے اصل حکم کو نہیں چھوڑا لیکن علامہ محمد اسمعیل المعروف "شہید" دہلوی دیو بندی کا یہ دعویٰ کہ سوائے شیعہ کے ہاتھ کھولنے کے فعل پر کوئی باقی نہ رہا حقیقت کے خلاف ہے کیونکہ اہلسنت والجماعت میں سے مالکی حضرات ہاتھ کھول کر نماز پڑھتے ہیں۔ امام مالک کا فتویٰ نیچے ملاحظہ ہو۔

۳۔ امام مالک کا فتویٰ

شرح کنز الدقائق مطبوعہ نولکشور ص ۲۵ میں علامہ عینی حنفی تحریر فرماتے ہیں۔ **"قال مالک العزیمه فی الارسال والرخصته فی الوضع والاخذ"** یعنی امام مالک نے فرمایا پختہ حکم تو ہاتھ کھولنے کا ہے۔ اور ہاتھ باندھنے کی اجازت ہے"۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

مذہب اہل سنۃ والجماعۃ کی رُو سے آئمہ اربعہ (ابو حنیفہ۔ احمد حنبل شافعی۔ مالک) میں سے کسی کی فقہ پر عمل کرے۔ تو صحیح ہے۔ اس لحاظ سے امام مالک کا حکم ہونے کی وجہ سے ہاتھ کھول کر نماز

پڑھنا مذاہب اہل سنت والجماعت میں صحیح ثابت ہے۔ لہذا ہاتھ کھولنے پر اعتراض کرنا خود مذہب اہل سنت والجماعت کی مخالفت ہے۔

تاویل فرنگی محلی کا جواب

مفتی عبدالحئی فاروقی فرنگی محلی لکھنوی نے "فتاوی عبدالحئی" مطبوعہ یوسفی پریس لکھنو جلد اول ص ۱۸۶ میں تو تسلیم کر لیا کہ ارسال (یعنی ہاتھ کھولنے) کی روایات آتی ہیں لیکن پھر یہ تاویل کی ہے کہ ارسال سے مراد ہاتھوں کو باندھنے سے پہلے ذرا سی دیر لٹکانا ہے"۔ جواباً عرض ہے کہ امام مالک اور اُن کے اہل سنت والجماعت مقلدین نے تو ارسال کے یہ معنے نہیں سمجھے۔ اور مشہور تابعین حسن بصری، ابراہیم، ابن مسیب اور ابن سیرین وغیرہ نے بھی ہاتھ کھول کر ہی نمازیں پڑھیں۔ جیسا کہ تنویر العنین سے نقل ہوا۔ اور علامہ اسمعیل دہلوی کی تحریر سے ہاتھ باندھنا امر جدید اور دلیل ثابت ہو چکا۔ پھر اس تاویل کی گنجائش کہاں رہی؟ علاوہ ازیں "تنویر العینین" کی عبارت میں ارسال کے ذکر کے ساتھ "شیعہ" اور "روافض سے تشبیہ" کے الفاظ ثابت کر رہے ہیں کہ وہی ارسال مراد ہے جس پر شیعہ عمل کرتے ہیں۔ مفتی عبدالحئی صاحب کی تاویل والا ارسال ہرگز مراد نہیں۔ لہذا تاویل فرنگی محلی درست نہیں۔

ہاتھ باندھنے کے متعلق امام مالک کا حکم

موطا امام مالک (عربی) مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۱۴۲ کے حاشیہ کشف المغطاء میں مولانا اشفاق الرحمن کاندھلوی لکھتے ہیں: ۔**قال مالک فی وضع الیمنی علیٰ یسری قال لاعرف ذلک فی الفریضة و کان یکرهه ولکن فی النور افل اذا اطال القیام فلا با بذلک یعین به نفسه** "۔یعنی سیدھا ہاتھ بائیں پر رکھنے (ہاتھ باندھنے) کے بارے میں امام مالک نے فرمایا کہ فریضہ (یعنی فرض نماز) میں ہیں اس (ہاتھ

باندھنے) سے واقف تک نہیں ہوں۔(یعنی امام مالک فرض نماز میں ہاتھ نہیں باندھتے تھے) اور امام مالک اس کو مکروہ جانتے تھے۔ ہاں لیکن نوافل میں جب قیام طول پکڑ جائے تو حرج نہیں کی اپنی جان کی مدد کے لئے ہاتھ باندھ لئے جائیں"۔ہاتھ باندھنے کے متعلق حاشیہ موطاء کے اسی صفحہ پر یہ لکھا ہے۔ **اجازھامالک فی النفل ولم یجزھانی فی الفرض** یعنی امام مالک نے ہاتھ باندھنے کی اجازت نفل میں دی ہے اور فرض میں اس کی اجازت نہیں دی"۔

ان تمام توضیحات کے بعد مفتی عبدالحیٔ فرنگی محلی والی تاویل کی کہاں گنجائش ہے؟

نماز ہاتھ کھول کر پڑھنے کے ثبوت

دیکھئے شرح صحیح مسلم نوری مطبوعہ نولکشور جلد اول ص ۱۷۳ سطر ۶ (۲) کبریت احمر بر حاشیہ الیواقیت والجواہر ص ۵۱ (۳) نیل الاوطار امام شوکانی مطبوعہ مع حاشیہ عون الباری جلد ۲ ص ۷۶ (۴) تیسرا الوصول الیٰ جامع الاصول مطبوعہ نولکشورہ ص ۳۲۷ سطرہ ۱۵ تا ۱۸ (۵) جمع الفوائد من جامع الاصول ابن اثیر مطبوعہ مطبعتہ الخیریہ میرٹھ ص ۷۳ سطر ۳۰ تا ص ۷۴ سطر اول میں ملاحظہ فرمایئے۔

مسئلہ تراویح

چونکہ غیر شیعہ حضرات پوچھتے رہتے ہیں کہ شیعہ تراویح کیوں نہیں پڑھتے ؟ اس لئے وضاحت کی ضرورت ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ لفظ "تراویح" زبان رسولؐ سے ثابت نہیں یہ لفظ بھی بعد میں بنا۔ اور حضرت رسولِ خدا تو ماہِ رمضان کی راتوں میں نماز شب یعنی تہجد کے علاوہ "تراویح" نام کی کوئی نماز نہ پڑھتے تھے۔ جیسا کہ صحیح بخاری اُردو ترجمہ مطبوعہ نور محمد المطابع کراچی پارہ ۸ جلد اول

کتاب الصوم "نماز تراویح کا بیان" ص ۴۲۸، حدیث ۱۸۵۷ کی عبارت یوں ہے :۔"ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ رسولِ خدا ﷺ کی نماز رمضان میں کس طرح ہوتی تھی؟ انہوں نے کہا کہ آپؐ رمضان میں اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نافلہ نماز نہ پڑھتے تھے"۔

نوٹ:۔ ایسی ہی روایت صحیح مسلم مترجم مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد دوم ص ۲۲۷ میں موجود ہے۔

علامہ وحید الزمان کا اعتراف

کتاب "ہدیۃ المہدی" مطبوعہ میور پریس دہلی جلد اول کے ص ۱۰۹ پر علامہ اہلحدیث وحید الزمان حیدر آبادی لکھتے ہیں "**وکذلک صلٰوۃ التراویح فی رمضان سنتہ عنط عنداھل الحدید وھی التسجد**"۔ ترجمہ:۔ اور اسی طرح نماز تراویح رمضان میں سُنت ہے اہل حدیث کے نزدیک، اور یہ تہجد ہے۔

نوٹ:۔ جب علامہ اہل حدیث نے تسلیم کرلیا کہ تراویح تہجد ہے پھر رمضان کی قید کیوں لگائی؟ جبکہ "تہجد" غیر رمضان میں بھی سنت ہے۔ جیسا کہ بخاری کی روایت کی رُو سے بی بی عائشہ کا بیان ہے کہ رسُول خدا رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت ہی پڑھتے تھے یعنی حضورؐ غیر رمضان میں بھی تہجد پڑھتے تھے۔ لہذا تہجد کی نماز غیر رمضان میں بھی سُنت ہے۔ علامہ وحید الزمان اہلحدیث نے رمضان کی قید شاید اس وجہ سے لگائی ہے کہ اُن کے نزدیک تہجد کا نام رمضان میں تبدیل ہوکر "تراویح" ہوجاتا ہے۔ اور جونہی رمضان ختم ہوا پھر "تراویح" سے تبدیل ہوکر تہجد ہوجاتا ہے لیکن علامہ موصوف نے یہ نہیں لکھا کہ نام کو تبدیل کرنا کس حدیث کی رُو سے ضروری ہے؟

نمازِ تہجد اور جماعت

تمام مسلمان جانتے ہیں کہ نماز تہجد با جماعت نہیں پڑھی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اُس کی جماعت کا حکم دینے والے اُمتی شخص نے خود ہی اُس کی جماعت کو "اچھی نئی چیز" کہا جیسا کہ صحیح بخاری پارہ نمبر ۸ کتاب الصوم باب "فضل من قام رمضان" میں اور مشکوٰۃ (اُردو ترجمہ) مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی جلد اول ص ۲۳۹ حدیث نمبر ۱۲۱۶ میں مرقوم ہے۔

«توجہ فرمائیں»

جب اُس اُمتی شخص اپنی رائے سے ایک قاری کے پیچھے جمع ہونے (یعنی تہجد کو با جماعت پڑھنے) کا حکم دے کر اُس کو نئی چیز "تسلیم کر لیا تو ہم اُسے "سنت مؤکدہ" کیونکر تسلیم کر لیں؟ اگر رسولِ خدا نے تہجد کی جماعت کا حکم دیا ہوتا تو اُس اُمتی کو نئی چیز کہنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

مزید تفصیل

حسب ذیل کتب موجود ہے:۔ (۱) "الفاروق" مصنفہ شمس العلماء شبلی نعمانی مطبوعہ منصور پریس لاہور حصہ دوم باب اولیات ص ۲۲۳ (۲) اُردو ترجمہ تاریخ الخلفاء سیوطی مطبوعہ صدیقی لاہور ص ۲۷-۴۷ (۳) حیوۃ الحیوان علامہ دمیری جلد اول ص ۴۳۱ (کتاب سیرت "محمد رسول اللہ ﷺ" مصنفہ محمد رضا مصری مطبوعہ مصر طبعہ ثالث ص ۱۲۹ سطر ۱۲ (۵) تاریخ ابوالفداء مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۷۴ (۶) "انتقاد الرجیح" صدیق حسن بھوپالی ص ۶۲ و ص ۶۳۔

حکم قرآن سے روزہ افطار کرنے کا صحیح وقت

۱۔ قرآن مجید پارہ ۲ سورۃ البقرہ میں اللہ فرماتا ہے 187:5 **ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ** ترجمہ:۔ "پھر پورا کرو روزوں کو رات (ہونے) تک"۔ لہذا جب تک رات نہ ہو جائے افطار درست نہیں۔ خیال رہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے **"الی المغرب"** نہیں فرمایا **"الی اللیل"** فرمایا ہے۔

۲۔ کتاب **"فقہ عمر"** مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (شائع کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ ۲و۳ کتاب "فقہ عمر" میں اس مقام پر دو صحابیوں کے نام لکھے ہوئے ہیں وہیں دیکھ لئے جائیں) صفحہ ۱۱۰ روایت نمبر ۳۵۶ میں مرقوم ہے کہ حضرت۔۔۔۔۔۔اور حضرت۔۔۔۔۔۔نمازِ مغرب کے بعد روزہ افطار کرتے تھے۔ خیال رہے کہ یہ دو بڑے صحابیوں کا ذکر ہے معلوم ہوا کہ اُن دونوں صحابیوں نے **"الی اللیل"** کا مفہوم یہ سمجھا کہ نماز مغرب کے بعد روزہ افطار کیا جائے۔ اب یہ فیصلہ خود کر لیا جائے کہ نمازِ مغرب کے بعد روزہ افطار کرنے والوں کے روزے مکروہ ہوئے یا نہیں؟ اور وہ دونوں جو نماز مغرب کے بعد افطار کرتے تھے، اُن کا یہ فعل سُنت رسولؐ کے مُطابق تھا یا خلاف؟ حقیقت تو یہی ہے کہ وہ جانتے تھے کہ نمازِ مغرب کے بعد افطار کرنا ہی سُنت رسولؐ ہے اور مکروہ نہیں۔

تکبیرات جنازہ اور اذان کا مسئلہ

"حی علی خیر العمل"

الفاظ عہدِ رسالتؐ میں اذان میں پڑھے جاتے (لہذا جزوِ اذان ہیں) تھے لیکن بعد میں ایک اُمتی شخص (جو شارع نہیں تھا) نے منع کر دیا۔ ثبوت کے لئے دیکھئے (۱) نیل الاوطار امام شوکانی جلد اول ص ۳۳۹ (۲) صحیح مُسلم مترجم مطبوعہ سعودیہ کراچی جلد دوم ص ۱۰ سطر ۱۷ تا ۲۱ (۳) کنز العمال

مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۴ ص ۲۶۶ حدیث ۵۴۸۹

نوٹ:۔ ہم شیعیان علیؑ نے اُس اُمتی کے حکم پر عمل نہیں کیا۔

"الصلوٰۃ خیر من النوم"

یہ الفاظ صبح کی اذان میں کہنے کا حکم کس نے دیا؟ یہ بات حسبِ ذیل کتب دیکھنے سے معلوم ہو جاتی:۔

(۱) الفاروق "مصنفہ شمس العلماء شبلی نعمانی مطبوعہ منصور پریس لاہور حصہ دوم باب اولیات ۶۶۳ (۲) "روضۃ الاحباب" مصنفہ جمال الدین محدث مطبوعہ امین آباد لکھنؤ ص ۳۰۷ (۳) اُردو ترجمہ "ازالۃ الخفاء" ولی اللہ محدث دہلوی مطبوعہ سعیدی کراچی مقصد دوم ص ۱۵۸ (۴) "نیل الاوطار" امام شوکانی مطبوعہ مع حاشیہ "عون البار" جلد اول ص ۳۳۸ (۵) تحفیٰ عجیب مصنفہ مفتی عبدالحی فاروقی فرنگی محلی لکھنوی ص ۵ (۶) موطاء امام مالک (عربی) مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی بابُ الاذان ص ۵۷ سطر ۵ تا ۷۔

تکبیراتِ جنازہ

نمازِ جنازہ میں چار سے زیادہ تکبیریں کہنے سے کس نے منع کیا؟ یہ حسب ذیل کتب میں دیکھیے۔(۱) تاریخ الخلفاء سیوطی (اُردو) مطبوعہ صدیقی لاہور ص ۳۔۴۷ (۲) "الفاروق" شبلی نعمانی مطبوعہ منصور پریس لاہور باب اولیات ص ۶۶۳ (۳) تاریخ ابوالفداء (عربی) مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۷۴۔

قیاس کا مسئلہ

صحیح مسلم مترجم شرح نودی مطبوعہ مکتبہ سعود کراچی جلد دوم ص ۲۷۷ سطر ۱۰ تا ۱۲ میں علامہ

اہلحدیث وحید الزماں حیدر آبادی (مترجم صحیح مسلم) یوں لکھتے ہیں:۔شروع وہی ہے جو نبیؐ سے ثابت ہو، نہ رائے اور قیاس کسی کا، علی الخصوص جب مخالف نبی ہو اگرچہ سارا جہان اُس کا قائل کیوں نہ ہو"۔

اہلبیتؑ کا فیصلہ

کتاب "دارسات اللبیب" مصنفہ شیخ محمد معین لاہوری مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ کراچی ص ۴۵ میں لکھا ہے کہ آئمہ اثناء عشر (یعنی آئمہ اہلبیتؑ) قیاس کے قائل نہیں۔ اور حضرت امام جعفر صادقؑ نے امام ابوحنیفہ سے فرمایا کہ "مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ تو قیاس کرتا ہے پس قیاس مت کیا کر پس تحقیق سب سے پہلے جس نے قیاس کیا ابلیس ہے"۔

رہب اہلبیتؑ میں اختلاف نہیں

آئمہ اہلبیتؑ کے متعلق دارسات البیب کے ۴۵ ہی پر یوں مرقوم ہے۔ "**ومذهب بعضهم مذهم كل كمالا يخفي علىٰ من أحاط ببعض خصائص احوالهم**" (یعنی اُن میں اختلاف نہیں) جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جو اُن کے اہل کی بعض خصوصیات سے پوری واقفیت رکھتا ہے"۔

مسئلہ آمدِ حضرتِ شہربانوؑ

حضرتِ شہربانوؑ کی آمد کا جو قصہ مذہب امامیہ کی مخالفت کی غرض سے وضع کر کے مشہور کیا گیا ہے اُس کے متعلق اہل سنۃ والجماعۃ کے مشہور و معروف مورخ "شمس العلماء" شبلی نعمانی اپنی کتاب

"الفاروق" مطبوعہ نقوش پریس حصہ دوم ص ۱۴۰ میں یوں لکھتے ہیں:۔

اس غلط قصہ کی حقیقت یہ ہے کہ زمخشری نے جس کو فنِ تاریخ سے کچھ واسطہ نہیں ربیع الابرار میں اس کو لکھا اور ابن خلکان نے امام زین العابدین علیہ السلام کے حال میں یہ روایت اس کے حوالہ سے نقل کر دی لیکن یہ محض غلط ہے۔ اولاً نوزمخشی کے سوا طبری، ابن الاثیر، یعقوبی اور بلاوزی، ابن قتیبہ وغیرہ کسی نے اس واقعہ کو نہیں لکھا۔ اور زمخشیر کا فن تاریخ میں پایہ ہے وہ ظاہر ہے اس کے علاوہ تاریخی قرآن اس کے بالکل خلاف ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں یزدگرد اور خاندانِ شاہی پر مسلمانوں کو مطلق قابو نہیں حاصل ہوا۔ مدائن کے معرکہ میں یزدجزر مع تمام اہل وعیال دارالسلطنت سے نکلا اور حلوان پہنچا۔ جب مسلمان حلوان پر بڑھے تو وہ اصفہان بھاگ گیا اور پھر کرمان وغیرہ میں ٹکراتا پھرا۔ مرو میں پہنچ کر ۳۰ھ میں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ ہے مارا گیا اُس کی آل اولاد گر گرفتار ہوئے ہوں گے تو اُسی وقت گرفتار ہوئے ہوں گے۔ مجھ کو شبہ ہے کہ زمحشری کو یہ بھی معلوم تھا یا نہیں کہ یزدجزر کا قتل کس عہد میں واقعہ ہوا"۔

نوٹ:۔ "الفاروق" مصنفہ شبلی نعمانی کی مندرجہ بالا عبارت نے ثابت کر دیا کہ حضرت عمر کے عہد میں حضرت شہر بانو ہرگز تشریف نہیں لائی تھیں لیکن علامہ شبلی نعمانی نے جو عہد عثمانی کے متعلق لکھا کہ یزدجزر کی آل اولاد اگر گرفتار ہوئے ہوں گے تو اسی وقت گرفتار ہوئے ہوں گے یہ محض ایک بے ثبوت قیافہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ شبلی نعمانی اس کی تائید میں کوئی حوالہ تحریر نہ کر سکے۔ بلکہ علامہ کو خود اس کا یقین نہ تھا جیسا کہ انہی کے الفاظ "اگر گرفتار ہوئے ہونے" ظاہر کر رہے ہیں۔ لہذا علامہ شبلی کے اس بے ثبوت قیافہ کی کچھ اہمیت نہیں ہے۔ جبکہ اس کے خلاف تاریخی ثبوت بھی موجود ہے کہ حضرت شہر بانو عہد حکومت مولا علیؑ میں تشریف لائی تھیں۔

حضرت شہر بانوؑ کس طرح تشریف لائیں

"روضۃ الصفا" مصنفہ علامہ خاوند شاہ مطبوعہ بمبئی جلد سوم ص ۹ سطر ۴ میں "ذکر احوال علی بن الحسینؑ" میں یوں مرقوم ہے:۔ "امیر المومنین علیؑ حریث ابن جلبہ حنفی را حکومت بعضی از بلاد مشرق فرستاد و حریث دو دختر یزجرد را بدست آوردہ بخدمت آنحضرتؑ آورد و حضرت مقدس امیر المومنین علیؑ شہر بانو را بقرۃ العین حسینؑ داد و دیگر یرا کہ بسماۃ بیگہان بانو بود بہ محمد ابن ابی بکر ارزانی داشت" یعنی حضرت امیر المومنین علیؑ نے حریث ابن جابر حنفی کو بعض بلادِ مشرق کے انتظام کو بھیجا۔ اور حریث کو یزدجرد کی دو ۲ لڑکیاں مل گئیں۔ تو انہوں نے حضرت علیؑ کے پاس پہنچادیں۔ حضرت مقدس امیر المومنین علیؑ نے شہر بانو کو قرۃ العین امام حسینؑ کی زوجیت میں دے دیا۔ اور دوسری کو جن کا نام گیہان بانو تھا، حضرت محمدؒ ابی بکر کو عنائت فرمادیا۔

تحقیق افسانہ عقد اُم کلثوم

جس اُم کلثوم کا عقد حضرت عُمر سے ۱۷ھ میں ہوا۔ وہ حضرت علیؑ کی دُختر نہ تھی۔ اس امر کے دلائل حسب ذیل ہیں:۔

«دلیل ۱»

"الفاروق" شبلی نعمانی مطبوعہ نقوش پریس لاہور حصہ دوم ص ۵۳۹ اور تاریخ ابو الفداء مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۷۱ میں مرقوم ہے کہ زیر بحث عقد ۱۷ھ میں ہوا۔ اور "ہدایت السعداء" مصنفہ ملک العلما قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر الرزانی دولت آبادی ص ۲۵۵ میں مرقوم ہے کہ اُم کلثوم کی عُمر اُس وقت چار سال یا ۴ اور ۵ کے درمیان تھی۔ یعنی سنہ ۱۷ھ میں بوقت عقد اُم کلثوم پورے پانچ سال کی بھی نہ تھی۔ تو یقیناً سنہ ۱۲ھ میں پیدا ہوئی۔ جبکہ حضرت فاطمہ زہراؑ کی وفات سنہ ۱۱ھ میں

ہو چکی تھی۔ لہذا وہ اُم کلثوم حضرت فاطمہؑ کی دُختر نہیں تھی۔

«دلیل ۲»

شرح مواقف مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۷۳۰ میں لکھا ہے کہ حضرت اُم کلثوم (بنت علیؑ) نے ہبہ فدک کی گواہی دی۔ یہ واقعہ سنہ ۱۱ھ میں ہوا۔ لہذا ظاہر ہے کہ حضرت اُم کلثوم کی عمر سنہ ۱۱ھ میں کم از کم چھ سال تو ہوگی تاکہ گواہی دینا ممکن ہو۔ پھر سنہ ۱۷ھ میں بالغ تھیں لیکن وہ عقد والی اُم کلثوم سنہ ۱۷ھ میں چار پانچ سال کی کمسن اور نابالغ تھی لہذا وہ کوئی اور ام کلثوم تھی۔ دُختر علیؑ و زہراؑ ہرگز نہ تھی۔

«دلیل ۳»

"الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" مصنفہ علامہ ابن عبد البر مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۲ ص ۷۹۵ اور تاریخ الخمیس علامہ حسین بن محمد دیار بکری مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر جلد ۲ ص ۳۱۸ سطر ۲۵ تا ۳۰ میں لکھا ہے کہ "عقد کے بعد اُم کلثوم سے دو بچے زید اور رُقیہ پیدا ہوئے۔ زید جوان ہوئے اور ایک خانہ جنگی میں زخمی ہو گئے پھر زید اور اُن کی والدہ اُم کلثوم دونوں کا انتقال ایک ساتھ ہو گیا۔ اُن دونوں کی نماز جنازہ عبداللہ بن عمر، سعد بن ابی وقاص اور امام حسنؑ نے پڑھی"۔

لہذا ثابت ہوا کہ حضرت عمر کی (سنہ ۱۷ھ کے عقد والی) زوجہ اُم کلثوم، حضرت امام حسنؑ کی شہادت سے پہلے ہی انتقال کر چکی تھی جبکہ امام حسنؑ کی شہادت سنہ ۵۰ میں ہوئی۔ دیکھئے تاریخ الامم والملوک ابن جرزی طبری مطبعۃ الحسینیہ قاہرہ مصر جلد ۱۲ ص ۱۵۔ ثابت ہوا کہ اُم کلثوم زوجہ حضرت عمر سنہ ۵۰ کے بعد ہرگز موجود نہ تھی۔ لیکن "الاخبار الطوال" (مطبوعہ بریل لیدن) مصنفہ ابوحنیفہ احمد بن

داؤد دینوری ص ۲۴۲، روضۃ الاحباب جلد ۳ ص ۵۸۵ اور نہایہ ابن اثیر بیان لغۃ فرث ص ۲۶۸ سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ و فاطمہ زہراؑ کی دختر حضرت اُم کلثوم سنہ ۶۱ ھ میں کربلا میں موجود تھیں۔ بلکہ واقعہ کربلا کے کافی عرصہ بعد حضرت زینبؑ بنت علیؑ کی وفات ہوئی تو حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے حضرت اُم کلثوم کا عقد ہوا جیسا کہ تاریخ الخمیس مصنفہ علامہ حسین بن محمد یار کبری مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر الجزء الثانی ص ۳۱۸ سطر ۲۱ تا ۲۳ میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت عونؓ کے وفات کے بعد محمدؓ بن جعفرؓ سے اور ان کی وفات کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ میں تھیں۔ اور سنہ ۶۱ (واقعہ کربلا) تک حضرت زینبؑ یقیناً زندہ تھیں۔ لہذا حضرت اُم کلثوم بنت علیؑ کا عقد حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے یقیناً سنہ ۶۱ ھ کے بعد ہی ہوا۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت علیؑ و زہرا کی بیٹی حضرت اُم کلثوم سنہ ۶۱ ھ تک زندہ تھیں بلکہ اس کے بعد بھی کافی عرصہ زندہ رہیں۔ لیکن سنہ ۱۷ھ کے عقد والی اُم کلثوم زوجہ حضرت عمر کا انتقال سنہ ۵۰ سے پہلے ہو چکا تھا۔ تو یقیناً وہ حضرت علیؑ کی دختر نہ تھی بلکہ کوئی اور اُم کلثوم تھی۔

﴿دلیل ۲﴾

مورخین تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت اُم کلثومؑ کا عقد عونؓ بن جعفرؓ سے ہوا تھا۔ دیکھئے تاریخ الخمیس علامہ دیار بکری مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر الجزء الثانی ص ۳۱۸ سطر ۲۱ تا ۲۳۔ لیکن یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت عونؓ بن جعفرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر سے عقد ہوا۔ کیونکہ تاریخ الخمیس وغیرہ میں لکھا ہے کہ عونؓ بن جعفرؓ کے بعد محمدؓ بن جعفرؓ سے عقد ہوا اور اُن کے بعد عبداللہ بن جعفر سے۔ اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ حضرت عمر کی وفات کے بعد عونؓ بن جعفرؓ سے عقد ہوا تو یہ دعویٰ بھی غلط ہے کیونکہ وفات حضرت عمر کے بعد حضرت عونؓ بن جعفرؓ موجود ہی نہ تھے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "اصابہ فی تمیز الصحابہ" مطبوعہ مطبعۃ الشرفیہ مصر الجزء الخامس ص ۵، حرف العین ترجمہ

نمبر۶۱۰۲، ترجمہ عون "بن جعفر" ص ۳۵ سطر۲ میں یوں لکھا ہے۔ **"وقال ابو عمر استشهد عون بن جعفر فی تستر و ذلک فی خلافة عمر و ماله عقب"**

ترجمہ:۔ "اور ابو عمر نے کہا عونؑ بن جعفرؑ تستر (کی لڑائی) میں شہید ہوئے اور یہ واقعہ حضرت عمر کے عہد حکومت میں ہوا۔ اور عونؑ کوئی اولاد نہیں چھوڑ گئے"۔ لہذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت اُم کلثوم بنت علیؑ کا عقد حضرت عونؑ بن جعفرؑ سے تستر کی لڑائی سے پہلے ہی ہوا۔ ثابت ہوا کہ حضرت عمر بن خطاب کی زندگی اور اُن کے عہد حکومت میں ہی حضرت اُم کلثوم بنت علیؑ حضرت عونؑ بن جعفرؑ کے عقد میں تھیں۔ تو سنہ ۱۷ھ کے عقد والی اُم کلثوم زوجہ حضرت عُمر یقیناً کوئی اور اُم کلثوم تھی۔ حضرت علیؑ کی دُختر نہ تھی۔

زُبیر بن بکار کی روایت

جب کہ مضبوط دلائل سے ثابت ہو گیا کہ سنہ ۱۷ھ میں جس اُم کلثوم کا عقد چار سال کے سن میں حضرت عمر سے ہوا اور جس کا انتقال سنہ ۵۰ھ سے پہلے ہوا۔ وہ ہرگز دُختر علیؑ نہ تھی۔ پھر حضرت اُم کلثوم بنت علیؑ کے متعلق زُبیر بن بکار کی روایت کا موضوع ہونا یقینی امر ہے۔ خواہ وہ روایت کسی شیعہ کتاب میں یا سُنی کتاب میں ہو۔ یہی وجہ کہ مشہور شیعہ مجتہد شیخ مفید علیہ الرحمہ کا ارشاد شیعہ کتاب "مرآۃ العقول" میں یوں موجود ہے کہ "یہ روایت ہرگز ثابت نہیں بلکہ زبیر بن بکار نے بُغضِ علیؑ کی وجہ سے (وضع کر کے) بیان کی"۔

﴿وہ اُم کلثوم کون تھی﴾

حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد اُن کی ایک بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام اُم کلثوم رکھا گیا تھا۔ ثبوت کے لئے حسب ذیل کتب اہل سنۃ والجماعۃ ملاحظہ فرمایئے:۔

(۱) تاریخ الامم والملوک ابن جریطبری مطبعہ الحسینیہ قاہرہ مصر الجزء الثانی ص۵۰ (۲) تاریخ کامل علامہ ابن الاثیر مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص۱۶۱ سطر ۲۴ (۳) تاریخ الخمیس مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر جلد۲ ص۲۶۷ (۴) الاصابۃ فی تمیز الصحابہ مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعۃ الشفیہ مصر الجزء الثامن ص۲۸۶ سطر ۲۰، اور الجزء الثالث ص۲۷ ترجمہ زید بن خارجہ اور الجزء الثالث ص۲۱۱ سطر ۲۰ باب ش۔م ترجمہ الشماخ۔

چونکہ بی بی عائشہ، کلثوم بنت ابوبکر کی بڑی بہن تھیں۔ اس وجہ سے حضرت عمر نے بی بی عائشہ کے پاس اُم کلثوم کے لئے پیغام نکاح بھیجا تھا اور بی بی عائشہ رضامند ہوگئی تھیں۔ ثبوت کے لئے دیکھئے تاریخ الخمیس مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر جلد ص۲۶۷، تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر جلد۳ ص۲۱ اور "الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب" ابن عبدالبر مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد۲ ص۷۹۵۔ مزید یہ کہ اُم کلثوم بنت حضرت ابوبکر ہی کی عمر سنہ ۱۷ھ میں چار سال کے قریب ہوسکتی ہے۔ ان قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۷ھ میں جس اُم کلثوم کا عقد ہوا وہ بنت ابوبکر ہی تھی بہرحال حضرت اُم کلثوم بنت علیؑ کا عقد حضرت عمر سے ہرگز نہیں ہوا۔ اور یہ ممکن بھی نہیں تھا۔

کیا وہ رسول اللہ کی بنات تھیں؟؟

حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے علاوہ رسولِ خدا کی جو بیٹیاں بیان کی جاتی ہیں۔ اُن کے نام زینب اور، رُقیہ۲، اور اُم کلثوم۳، ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے علاوہ حضرت رُسولِ خدا کی کوئی حقیقی بیٹی نہ تھی۔ بلکہ حضور یتیموں کی پرورش فرمایا کرتے تھے اسی طرح ان تینوں (یعنی زینب و رقیہ و اُم کلثوم) کی بھی پرورش فرمائی۔ اور حضورؐ کے گھر میں پرورش پانے کی وجہ سے اُنہیں رسُول کی بیٹیاں سمجھ لیا گیا۔ یہ وجہ ہے کہ خود غیر شیعہ مورخین بھی اس امر پر متفق نہیں کہ وہ رسول اللہ کی بیٹیاں تھیں۔

جیسا کہ سیرۃ ہشام مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر میں "ذکر أزواجه صلى الله عليه وسلم" میں حضرت خدیجہؑ کے متعلق یوں مرقوم ہے۔

"وكانت قبله عند أبي هالة بن مالك، أحد بني أسيد بن عمرو بن تميم، حليف بني عبدالله ار فولدت له هند بن أبي هالة و زينب بنت أبي هالة" یعنی حضرت خدیجہ، حضورؐ سے پہلے ابو ہالہ بن مالک کے پاس تھیں جو نبی عبدالدار کے حلیف قبیلہ بنی أسید بن عمرو بن تمیم کا فرد تھا۔ پس حضرت خدیجہؑ سے اُس (ابو ہالہ کے دو بچے) پیدا ہوئے ہند بیٹا الو ہالہ کا اور زینب بیٹی ابو ہالہ کی"۔ (خیال رہے سیرۃ ابن ہشام مذہب امامیہ کی کتاب نہیں ہے)۔

نوٹ:۔ تاریخ الخمیس مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر الجزء الاول ص ۲۹۷ سطر ۳ میں زینب کو ابو ہالہ کی بیٹی لکھا ہے۔ اور الاصابہ فی تمیز الصحابہ مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعۃ الشرقیہ مصر ف الجز االسادس حرف النون باب ھ۔ن ترجمہ ۹۰۰۸ میں یوں مرقوم ہے۔

"وكانت قبله عند أبي هالة بن مالك، أحد بني أسيد بن عمرو بن تميم، حليف بني عبدالدار فولدت له هندبن أبي هالة وزينب بنت أبي هالة" یعنی حضرت خدیجہ، حضورؐ سے پہلے ابو ہالہ بن مالک کے پاس تھیں جو نبی عبدالدار کے حلیف قبیلہ بنی اُسید بن عمرو بن تمیم کا فرد تھا۔ پس حضرت خدیجہؑ سے اُس (ابو ہالہ کے دو بچے) پیدا ہوئے ہند بیٹا ابو ہالہ کا اور زینب بیٹی ابو ہالہ کی۔ (خیال رہے سیرۃ ابن ہشام مذہب امامیہ کی کتاب نہیں ہے)

نوٹ:۔ تاریخ الخمیس مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ العثمانیہ مصر الجزء الاول ص ۲۹۷ سطر ۳ میں بھی زینب کو ابو ہالہ ہی کی بیٹی لکھا ہے۔ اور الاصابہ فی تمیز الصحابہ مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعۃ الشرفیہ مصر الجزء السادس ۲ حرف النون باب ھ۔ن ترجمہ ۹۰۰۸ میں یوں مرقوم ہے۔

"هند بن أبى هالة التمي ربيب النبى صلى الله عليه وآله وسلم أمه خديجه زوج النبى صلى الله عليه واله وسلم "۔ یعنی ہند بیٹا ابو ہالہ تمیمی کا، نبیؐ کا پرورش کیا ہوا اُس کی ماں خدیجہ زوجہ پیغمبرؐ ہیں"۔ سیرت ابن ہشام اور اصابہ کی مندرجہ بالا عبارتوں سے ظاہر ہے کہ ہند بن ابو ہالہ اور زینب بنت ابو ہالہ دونوں یتیم بچے تھے۔ جن کو رسولؐ نے پالا تھا۔ حضورؐ کے گھر میں پرورش پانے کی وجہ سے زینب بنت ابو ہالہ کو رسولؐ کی بیٹی سمجھ لیا گیا۔ اسی طرح رُقیہ و اُم کلثوم بھی رسولِ خداؐ کی پالی ہوئی تھیں۔ حضورؐ کی بیٹیاں نہیں تھیں۔ جیسا کہ الاصابی فی تمییز الصحابہ مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعۃ الشرفیہ مصر جلد ۴ الجز الثامن ۸ ص ۲۷۳ سطر ۲۴ ترجمہ ۱۴۶۴ سے اُم کلثوم کا ربیبہ یعنی پالی ہوئی ہونا ثابت ہے۔ "(أم كلثوم) بنت ابى سلمة بن عبدالاسد بن عبدالعزى المخزومية ربيبه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم" یعنی اُم کلثوم ابی سلمہ بن عبدالعزیٰ کی بیٹی قبیلہ بنی مخزوم سے تھیں۔ رسولؐ کی پالی ہوئی تھیں۔

﴿قرآن میں لفظ بنات﴾

قرآن میں جو لفظ بنات آیا ہے اُسی طرح آئی مباہلہ بھی حضرت فاطمہ الزہراؑ کے لئے صیغہ جمع "بنانا" آیا ہے۔ اور حسنینؑ کے لئے ابناءنا بھی جمع ہے۔ حالانکہ عربی میں جمع تین سے شروع ہوتی ہے۔ لہٰذا صیغہ جمع کو دلیل بنانا درست نہیں علاوہ ازیں حسنینؑ جس طرح نواسے ہوکر "ابناءنا" کے

مصداق ہیں اسی طرح جناب سیدہؑ کی بیٹیاں زینبؑ واُم کلثوم بنات میں شامل ہیں۔

«"نُورین"»

رقیہ اوراُم کلثوم کو جولوگ "نُورین" (یعنی دو۲نور) کہتے ہیں اُنہیں اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ وہ دونوں مُبینہ نور کافی عرصہ ابولہب کے کافر بیٹیوں عتبہ اور عتیبہ کی ازواج کی حیثیت سے رہیں۔ جیسا کہ "مواہب لدُنیہ" قسطلانی مطبعتہ الشرفیہ مصر جلد اول ص ۱۹۷ سطر ۲ تا ۶ اور "مروج الذہب" مسعودی مطبوعہ مص الجزاء الثانی ص ۲۹۸ سطر ۳۔۴ کے علاوہ دیر کُتب میں تسلیم کیا گیا ہے۔ لیکن عتبہ عتیبہ، اُن "نُورین" کے شوہر رہنے کے باوجود ایمان والے نہیں ہوئے۔ نہ ہی اُن کافروں کی کوئی فضیلت ثابت ہوسکتی ہے۔ پھر بھلا محض رشتہ زوجیت کو دلیل فضیلت بنانا کیونکر درست ہوسکتا ہے؟ اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ فرعون آسیہ کا شوہر ہونے کے باوجود فرعون ہی رہا۔ اور حضرت لوطؑ کی بیوی نبیؑ کی بیوی ہونے کے باوجود گمراہ رہی اور عذاب میں مبتلا ہوئی۔

مزید یہ کہ ضروری نہیں کہ نبی کی ہر اولاد نور ہو۔ ورنہ آدمؑ کا بیٹا قابیل اپنے بھائی حضرت ہابیل کو شہید نہ کرتا۔ حضرت نُوحؑ کا بیٹا کنعان غرق نہ ہوتا۔ اور بنیامینؑ کو چھوڑ کر باقی برادرانِ یُوسفؑ، نبی کی اولاد ہونے کے باوجود یُوسفؑ کو کنوئیں میں نہ پھینکتے۔ لہذا ثابت ہوا کہ نبی کی ساری اولاد نور نہیں ہوتی۔ بلکہ صرف وہی اولاد نور ہوتی ہے جسے اللہ نے نور سے پیدا کیا ہو۔ تو جب تک قرآن وحدیث سے کسی کا نور ہونا ثابت نہ ہو اُسے نور کہنا کیونکر درست ہوگا حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ رسُولؐ خدا نے رُقیہ اوراُم کلثوم کو "نورین" فرمایا ہو۔ بلکہ اُن دونوں کے متعلق یہ بھی ثابت نہیں کہ وہ رسولؐ کی بیٹیاں تھیں۔

یا علیؑ آپ کو تین شرف ایسے دیئے گئے

کتاب اهل سنته والجماعته "ریاض النفرہ فی مناقب العشرہ" مصنفه محب طبری مطبوعه مصر جلد۲ ص۲۰۲میں یه حدیث رسُولؐ موجود هے:۔ "عن ابی الحمرا ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لعلی اوتیت ثلثالم یرتهن احد والا انا اوتیت صهراً مثلی ولم اوت انا مثلی واوتیت زوجه صدّیقیقه مثل ابنتی ولم اوت مثلها زوجته واوتیت الحسن و الحسین من صلبک ولم اوت من صلبی مجهله ولکنکم منی دانا منکم"۔ ترجمہ:۔ابوالحمراء(صحابی رسُولؐ) سے مروی ہے کہ رسُولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا" تجھے تین چیزیں ایسی دی گئی ہے جو کسی کو نہیں دی گئیں اور نہ ہی مجھے دی گئیں۔(۱) تجھے مجھ جیسا خسر دیا گیا اور مجھے ایسا نہیں دیا گیا۔(۲) تجھے صدیقہ زوجہ دی گئی میری بیٹی جیسی، اور مجھے ویسی زوجہ نہیں دی گئی۔(۳) تجھے حسنؑ اور حسینؑ دیئے گئے تیرے صلب سے اور مجھے اُن دونوں جیسے میرے صُلب سے نہیں دیئے گئے۔ ہاں مگر تم مجھ سے ہو۔ اور میں تم سے ہوں"۔(نوٹ:۔ یہ حدیث فردوس الاخبار دیلمی اور شریف النبوۃ ابوسعد میں بھی موجود ہے)

«توجه فرمائیں»

فرمان رسُولؐ سے ثابت ہوا کہ علیؑ کو تین چیزیں دی گئیں وہ کسی کو بھی نہیں دی گئیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ حضرت علیؑ کو رسُولؐ جیسا خسر ملا یعنی رسُولؐ اعظم سوائے حضرت علیؑ کے کسی کے خسر نہیں۔ لہذا حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے سوا رسُولؐ کی کوئی دُختر نہ تھی۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ صدیقہ حضرت فاطمہؑ ہیں۔

احوال مصاحف قرآن

ہم پیراکاران مذہب امامیہ، قرآن مجید میں کسی لفظی کمی بیشی کے قائل نہیں ہیں جیسا کہ ہمارے مشہور عالم دین شیخ صدیق علیہ الرحمہ نے "اعتقادیہ" وضاحت فرمادی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ کمی بیشی کی تمام روایات (خواہ کسی فرقہ کی کتابوں میں ہوں) قطعاً مرضی اور نا قابل اعتبار ہیں۔ لیکن آیات اور سورتوں کی مروجہ موجود ترتیب، نزول کی ترتیب کے مطابق نہیں ہے۔ جیسا کہ اہل علم اس امر سے واقف ہیں کہ غار حرا میں قرآن مجید کا نزول، سورہ اقراء سے شروع ہوا۔ لیکن موجودہ ترتیب میں قرآن مجید اس سورۃ سے شروع نہیں ہوتا۔ اسی طرح جو آیات آخر میں نازل ہوئی تھیں۔ موجودہ ترتیب میں قرآن مجید اُن پر ختم نہیں ہوتا لیکن قرآن مجید بالکل مکمل ہے کوئی لفظ کم یا زیادہ ہرگز نہیں ہے۔ البتہ اعراب حجاج بن یوسف نے لگائے ہیں۔ اور اس رُسوائے زمانہ ظالم سے کوئی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔

جس زمانہ میں موجودہ ترتیب کو رائج کیا گیا تھا اُس دور میں بعض اصحاب رسُولؐ کے پاس قرآن مجید کے ایسے مصاحف موجود تھے جن کی ترتیب بھی وہی تھی جس ترتیب سے نزول ہوا تھا۔ لیکن مجوزہ ترتیب کو رائج کرنے کے لئے، اُن موافق نزول ترتیب والے مصاحف کا کیا بندوبست کیا گیا۔ یہ بات معلوم کرنے کے لئے حسب ذیل کتب دیکھ لی جائیں۔

(۱) صحیح بُخاری مُترجم مطبوعہ سعدی کراچی جلد۲ کتاب فضائل القرآن ص۹۹۰ وص۹۹۱ حدیث، ۲۰۹۶ (۲) مشکوۃ (اُردو) مطبوعہ نور محمد اصح لمطا کراچی جلد اول ص۳۷۳ (۳) الاتقان فی علوم القرآن سیوطی (اُردو) مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی حصہ اول ص۱۴۹ (۴) صواعق محرقہ ابن حجر مکی مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۱۲ھ ص۸ (۵) تذکرۃ الکرام ص۲۳۷ (۶) اُردو ترجمہ تاریخ اعثم کوفی مطبعہ بمبئی ص۱۲۷ (۷) تحفہ نذریہ مطبوعہ رفاہ عام لاہور ص۵۵، ص۵۶ (۸) تاریخ الخمیس مطبوعہ مطبعۃ العامرۃ

العثمانیہ مصر الجزء الثانی ص ۳۰۴ سطر ۳۱ (۹) روضۃ الصفاء مطبوعہ بمبئی جلد ۲ ص ۲۲۸ سطر ۲۵-۲۶ (۱۰) روضۃ الاحباب مطبوعہ انور محمدی لکھنو، جلد ۲ ص ۲۲۹ سطر ۳-۲ (۱۱) سیرت حضرت عثمان مصنفہ آغا رفیق بلند شہری مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور ص ۵۳ آخری سطر تا ص ۹۴ پہلی سطر۔

حضرت عمر کا
دروازہ سیدہ کونینؑ کو آگ لگانا

رواداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے، اس واقعہ کے حالات لکھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اس لئے شائقین تحقیق حضرات کے لئے محض ایسے حوالے لکھنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جس سے حالات معلوم ہوسکیں۔ کہ دروازے کو آگ لگائی اور ملکیۃ الجنت کے بطن مطہر پر گرایا!!! کوڑا مارا طمانچہ مارا گیا اور گھر میں گھس کر مولائے کائنات کے گلے میں رسی ڈال کر مدینے کی گلیوں میں گھسیٹا گیا!!! اس کے نتیجے میں حضرت محسنؑ قبل از ولادت شہید ہوئے اور چالیس دن میں ملکیۃ الجنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹکڑا یہ کہتے ہوئے دنیا سے چلیں کے بابا سے شکایت کرونگی کہ آپ کی اُمت نے وہ مصائب توڑے کہ اگر دنوں پر پڑتے تو راتوں میں بدل جاتے پھر وصیت فرماتی ہے یا علی ان کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا اور رات میں جنازہ اٹھانا۔ واہ مسلمانوں یہودی و عیسائی تو حضرت موسیٰ و عیسیٰ کی نعلین بھی تبرکاً رکھیں اور تم نے تو اہلبیت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ سلوک کیا!!!

(۱) الملل والنحل مصنفہ ابوالفتح عبدالکریم شہرستانی مطبوعہ بمبئی جلد اول ص ۳۵ (۲) انساب الاشراف علامہ بلاذری مطبوعہ دارلامعارف مصر جلد اول ص ۵۸۶ سطر ۳-۴ (۳) "الامامۃ والسیاسۃ" ابن قتیبہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۰ (۴) "الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب" علامہ ابن عبدالبر مطبوعہ حیدر

آبادد کن جلد اول ص ۳۴۵ (۵) منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۷۴ پہلی سطر (۶) تاریخ ابو الفدا مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۵۶ (۷) شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی مطبوعہ عیسیٰ البابی الحلبی مصر الجزء الثانی ص ۴۵۔

ضروری توجہ فرمائیں

اگر مندرجہ بالا کتب دیکھنے کے بعد کوئی شخص شہادت محسنؑ کا انکار اس شبہ کی بنا پر کرے کہ حضرت محسن کا نام اُن کی ولادت سے پہلے ہی کیونکہ قرار پا گیا؟ تو شبہ کرنے والے کو غور کرنا چاہئے کہ امام مہدی علیہ السلام کا اسم گرامی اُن کی ولادت سے پہلے قرار پا گیا تھا اور پیغمبر اسلامؐ نے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ خود حضرت رسول نے بتا دیا تھا جیسا کہ بشارت عیسیٰؑ قرآن مجید میں موجود ہے اسی طرح حضرت یحییٰؑ کا اسم گرامی بھی ملائکہ نے حضرت ذکریا کو فرزند کی بشارت دیتے ہوئے پہلے ہی بتا دیا تھا۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ کے تینوں فرزندوں کے اسمائے مبارک، حضرت رسول خداؐ نے پسران ہارونؑ (شبر، شبیر، مشبر) کے اسماء کے مطابق عربی زبان میں حسنؑ، حسینؑ اور محسنؑ قرار دیئے تھے دیکھئے کنز العمال مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن جلد ۶ ص ۲۲۱ حدیث نمبر ۲۹۰۰۔

اصحاب کا جہاد سے فرار ہونا

ہر مومن یہ تسلیم کرتا ہے کہ میدان جہاد میں قتل ہونے والا مومن "شہید" اور اللہ کی راہ میں ثابت قدمی سے لڑ کر زندہ بچ رہنے والا غازی اور مستحق ثواب عظیم ہوتا ہے۔ جس شخص کے دل میں ایمان ہو وہ میدان جہاد سے ہرگز فرار نہ ہوگا۔ کیونکہ اُسے اپنی جان سے زیادہ خدا اور رسول کی محبت ہوتی ہے لیکن جس کے دل میں ایمان نہ ہو، اُسے خدا اور رسولؐ سے محبت نہیں ہوتی بلکہ اپنی زندگی محبوب ہوتی

ہے۔ وہی شخص میدان جنگ سے بھاگ سکتا ہے۔ میدان جہاد سے بھاگنا ایمان کے خلاف اور بزدلی کی علامت ہے۔ لہذا جہاد سے فرار ہر لحاظ سے مذموم ہے۔

غزوہ اُحد

زمانہ رسولؐ میں جنگ اُحد ہوئی تو اُس وقت حضرت رسول خداؐ نے اپنے پچاس تیرانداز صحابیوں کو اُحد پہاڑ کے درہ پر مقرر فرما کر، حکم دیا کہ جب تک میں حکم نہ دوں یہاں سے ہرگز نہ ہٹنا۔ لیکن حکم رسولؐ پر کیسا عمل ہوا؟ یہ بات حسب ذیل کتب دیکھنے سے معلوم ہوسکتی ہے:۔

(۱) "مدارج النبوۃ" شیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ نولکشور کانپور جلد۲ ص۱۶۱ اور ص۱۶۲ سطر ۱۹ تا ۲۳ (۲) تاریخ حبیب السیر مطبوعہ بمبئی جلد اول جز وسیول ص۳۷ سطر ۲۹ (۳) منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد حنبل جلد اول ص۲۲۹ سطر ۱۳ (۴) تفسیر ابن کثیر مطبوعہ مصر جلد پنجم ص۳۰۱ (۵) تفسیر کبیر فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد۲ ص۱۰۸ و ص۴۷ (۶) تفسیر در منثور سیوطی مطبوعہ مصر تفسیر سورۃ ال عمران جلد ۱ ص۸۹ (۷) تاریخ طبری مطبوعہ مطبعۃ الحسینیہ قاہرہ مصر جلد۳ ص۲۱ (۸) "الفاروق" شبلی نعمانی مطبوعہ انشاء پریس لاہور طبع پنجم ص۹۵ (۹) ازالۃ الخفاء ولی اللہ محدث دہلوی (اُردو ترجمہ) مطبوعہ سعیدی کراچی مقصد دوم ص۷۹ سطر ۴ اور مقصد دوم ص۲۸ (۱۰) نہایہ ابن اثیر مطبوعہ مطبعۃ العثمانیہ مصر الجز الثالث ص۲۲۹ سطر ۱۰ (باب الواؤ مع القاف) (۱۱) "ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ" محب طبری مطبوعہ مصر جلد۲ ص۲۰۲ (۱۲) تاریخ الخمیس مطبوعہ مصر جلد اول ص۴۸۵ سطر ۱۷۔ (۱۳) روضۃ الصفاء مطبوعہ بمبئی جلد۲ ص۹۱ سطر ۲۵ (۱۴) روضۃ الاحباب مطبوعہ انوار محمدی لکھنو جلد اول ص۲۶۱ (۱۵) صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد ۲ (کتاب المغازی) ص۴۲ ۵ روایت ۱۲۳۶۔

نوٹ:۔ اگر کسی پہلے جرم کی معافی دے کر عدالت ضمانت پر چھوڑ دے۔ اُس کے بعد وہی شخص پھر ارتکاب جرم کرے تو سزا زیادہ سخت دی جاتی ہے۔ اسی طرح میدان جہاد سے چلے جانے والوں کو اُحد میں معافی دے دی گئی تھی لیکن معافی کے بعد اللہ نے قرآن مجید میں یہ انتباہ شدید بھی نازل فرمادیا تھا۔

۱۵ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْ
ھُمُ الْاَدْبَارَ ۱۶ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ
مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَۃٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ ط وَبِئْسَ
الْمَصِیْرُ ہ قرآن مجید پارہ۹ سورۃ الانفال) ترجمہ اشرف علی تھانوی صاحب۔ "اے ایمان والو جب تم کافروں سے (جہاد میں) دوبدو مقابل ہو جاؤ تو اُن سے پشت مت پھیرنا۔ اور جو شخص اُن سے اس موقع پر (مقابلہ کے وقت) پشت پھیرے گا مگر ہاں جو لڑائی کے لئے پینترا بدلتا ہو یا اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنےٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ کے غضب میں آجاوے گا اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے"۔ قرآن مجید سورۃ الانفال کے مندرجہ بالا فرمان قدرت کی رُو سے جہاد سے بھاگنے والے مغضوب علیہم اور جہنمی قرار پائے لیکن اس قدر شدید انتباہ کے بعد خیبر اور حنین میں کیا ہوا؟ یہ بات حسب ذیل کتب سے معلوم ہو سکتی ہے۔

﴿خیبر﴾

"انوار اللغتہ" مصنفہ علامہ اہلحدیث وحید الزمان حیدر آبادی مطبوعہ فیض عام بنگلور پارہ۲۲ ص۳۶ (۲) "سیرۃ النبی" شبلی نعمانی مطبوعہ مکتبہ مصطفائی کشمیری بازار لاہور حصہ اول ص۴۸۶ (۳) ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ" محب طبری مطبوعہ مصر ص۱۸۷ (۴) "تاریخ الامم

والملوک" طبری مطبوعہ مطبعۃ الحسینیہ قاہرہ مصر جلد ۳ ص ۹۳ (۵) "روضۃ الصفاء" مطبوعہ بمبئی جلد ۲ ص ۱۳۹ (۶) "روضۃ الاحباب" مطبوعہ انوار محمدی لکھنو جلد اول ص ۳۸۵ (۷) منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند حنبل مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۴۵ سطر ۲ (۸) ازالۃ الخفاء ولی اللہ محدث مطبوعہ نولکشور مقصد دوم ص ۵۹۰ (۹) خصائص نساء مترجم مطبوعہ محمدی لاہور ص ۱۲۔

نوٹ:۔ حدیث پیغمبرؐ کے الفاظ" کرار غیر فرار" منتخب کنز العمال اور انوار اللغۃ وحید الزماں میں موجود ہیں۔ مزید دیکھئے روضۃ الاحباب جمال الدین محدث مطبوعہ تیغ بہادر امین آباد جلد اول ص ۳۸۵۔

غزوہ حنین

اس مقام پر یہ وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ بیعت رضوان" جنگ حنین سے پہلے ہو چکی تھی جس میں یہ عہد لیا گیا تھا کہ جہاد سے آئندہ کبھی نہ بھاگیں گے" جیسا کہ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب علامہ ابن عبدالبر مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد اول خطبۃ الکتاب ص ۳ سطر ۱۰۔۱۱ میں حضرت جابرؓ (صحابی رسولؐ) کی روایت موجود ہے کہ ہم اس بات پر بیعت کی تھی کہ ہم کبھی نہ بھاگیں گے۔ مزید دیکھئے:۔ مسند امام احمد حنبل مطبوعہ مصر الجزء الثالث ص ۳۸۱ سطر ۷۔۸ اور ص ۳۹۶ سطر ۹۔۱۰ (مسند جابر بن عبداللہ) قرآن بھی اس کی شہادت دیتا ہے جیسا کہ پارہ ۲۱ سورہ احزاب میں اللہ فرماتا ہے:۔

"۱۵ وَلَقَدْ كَانُوا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّونَ الْاَدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ٥ "ترجمہ۔ اشرف علی تھانوی صاحب" حالانکہ یہی لوگ پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹ نہ پھیریں گے اور اللہ سے جو عہد کیا جاتا ہے اُس کی بازپرس ہوگی"

چونکہ جہاد سے کبھی نہ بھاگنے کا عہد "بیعت رضوان" میں درخت کے نیچے ہوا تھا اسی لئے

اُس کو "بیعت الشجرہ" یعنی "درخت والی بیعت" کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے جنگ حنین میں حضرت عباسؑ نے "یا اصحاب الشجرہ" یعنی "آئے اُس درخت والے اصحاب" کہ کر آواز دی تھی یہ تفسیر حسینی خاتمہ واعظ کاشفی (یا اُردو ترجمہ حسینی یعنی تفسیر قادری) میں ملاحظہ فرمائیں اور جنگ حُنین کا پورا حال معلوم کرنے کے لئے حسب ذیل کتب دیکھئے۔

(۱) تفسیر حسینی (فارسی) مطبوعہ نولکشور جلد اول ص۲۳۴ یا تفسیر قادری (اُردو ترجمہ تفسیر حسینی) پارہ ۱۰ سورہ توبہ آیت "ویوم حُنین" کی تفسیر (۲) روضۃ الصفاء مطبوعہ بمبئی جلد۲ص۱۵۴ (۳) تاریخ حبیب السیر مطبوعہ بمبئی جلد سول ص۶۵ سطر۴ (۴) "تاریخ الخمیس" مطبوعہ مطبعتہ العامرہ العثمانیہ مصر الجزء الثانی ص۱۱۳ سطر۹ (۵) "روضۃ الاحباب" جمال الدین محدث مطبوعہ انوار محمدی لکھنو جلد اول ص۴۵۰ (۶) "معارج النبوۃ" معین کاشفی مطبوعہ نولکشور جلد ثانی رکن چہارم ص۲۵۶۔

جنگ حُنین کا حال قرآن مجید میں خود اللہ سُبحانہ وتعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے:۔

"ویوم حُنین ازاعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئاً وضاقت علیکم الارض بمارحبت ثم ولیتم مدبرین" ترجمہ اشرف علی تھانوی صاحب:۔

"اور حنین کے دن جب کہ تم کو اپنے مجمع کی کثرت سے غرہ ہو گیا تھا پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کارآمد نہ ہوئی اور تم پر زمین باوجود اپنی فراخی کے تنگی کرنے لگی۔ پھر آخر تم پیٹھ دے کر بھاگ کھڑے ہوئے" (دیکھئے قرآن مجید مترجم اشرف علی تھانوی صاحب پارہ ۱۰ سورۃ توبہ رکوع نمبر۹)۔

«توجہ فرمائیں»

قرآن مجید پارہ ۹ سورۃ الانفال میں اللہ تعالےٰ نے جہاد سے بھاگنے والوں کو مغضوب علیہم اور جہنمی قرار دیا ہے اور سورۃ فاتحہ (یعنی سورۃ الحمد) میں بتادیا ہے کہ مغضوب علیہم کا راستہ **غیر** صراً

ط الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ہ یعنی (صراط مستقیم) اُس کا راستہ جن پر اللہ کی (خاص) نعمت ہوئی، ان کا نہیں جن پر غضب ہوا اور گمراہوں کا" لہذا جہاد سے بھاگنے والے لوگ لائق اتباع دینی پیشوا ہر گز نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خود صراط مستقیم پر نہیں، اس لئے بیعت لینے کا استحقاق نہیں رکھتے۔ خیال رہے کہ بزدلی بری صفت ہے قابل غور امر یہ ہے کہ وہ صفات جو معیار استحقاق بیعت میں اُن میں بزدلی کو کسی نے بھی شمار نہیں کیا۔ لہذا بزدل کو بیعت لینے کا کوئی حق نہیں۔

لاو کاغذ کے میں لکھ دوں کے تم گمراہی سے بچ جاؤ (حدیث قرطاس)

حضرت نظام الدین "اولیاء" دہلی کی درگاہ کے سجادہ نشین شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی اپنی شہرہ آفاق تصنیف محرم نامہ گیارھوں ایڈیشن مطبوعہ محبوب المطابع برقی پریس دہلی کا ص ۱۱ دیکھیے کے ص ۱۱ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:۔ "اسی بیماری کے زمانہ میں ایک دن بہت سے لوگ حضرت صلعم کے پاس جمع تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "لاؤ کاغذ میں تم کو کچھ لکھ دوں تا کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ فرمایا تم جھگڑا نہ کرو۔ یہ سُن کر (محرم نامہ میں اس جگہ ایک شخص کا نام موجود ہے وہیں دیکھ لیں) بولے حضرت عمر رسول اللہ ﷺ پر بخار کی تکلیف کا غلبہ ہے اس کے سبب ایسا فرماتے ہیں وصیت نامے کی کچھ ضرورت نہیں ہم کو خدا کی کتاب کافی ہے۔

«توجہ فرمائیں»

حضرت محمد مصطفٰے فخر مسیحؑ ہیں۔ جب عیسیٰؑ اذن خدا سے اندھوں کو بینا اور کوڑھیوں کو تندرست کر سکتے تھے۔ تو حضرت عیسیٰؑ کے سردار حضرت محمد مصطفٰےؐ کی شان اس عیب سے پاک ہے کہ (معاذ

اللہ) بخار کی تکلیف سے مغلوب ہو جائیں۔

توجہ فرمائیں

رسول خداؐ معصوم ہیں۔ اُنؐ کے نزدیک نوشتہ کی ضرورت "محرم نامہ" کی عبارت میں اس جگہ ایک شخص کا نام موجود ہے وہیں دیکھ لیں۔ تو فرمایا۔ لیکن غیر معصوم اُمتی نے کہا " کچھ ضرورت نہیں " اُس کا یہ کہنا حکم رسولؐ کی مخالفت ہے یا نہیں؟ جبکہ رسول خداؐ بخار سے مغلوب ہو کر غلط حکم دینے سے قطعاً پاک اور معصوم ہیں۔

نوٹ:۔ محرم نامہ کے ص ۱۱ پر خواجہ حسن نظامی صاحب نے حدیث قرطاس بُخاری و مسلم سے نقل کی ہے۔ جیسا کہ خواجہ صاحب نے حاشیہ میں حوالہ دیا ہے لیکن اطمینان کیلئے حسب ذیل کتب اہل سنتہ والجماعتہ ملاحظہ فرمایئے:

(۱) صحیح بُخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد اول پارہ کتاب العلم باب کتابتہ العلم ص ۱۳۴ و ص ۱۳۵ حدیث ۱۱۴ (۲) صحیح بُخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد دوم پارہ ۱۸ کتاب المغازی باب مرض النبی صلعم ووفاتہ ص ۶۹۶ حدیث ۱۵۵۸ (۳) صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد سوم پارہ ۳۰ کتاب الاعتصام باب کراہیتہ الخلاف ص ۸۴۲ تا ۸۴۳، حدیث ۲۲۲۱ (۴) صحیح مسلم (عربی) مطبوعہ مطبعتہ محمد علی صبیح میدان الازہر مصر الجزالخامس کتاب الوصیۃ ص ۷۶ سطر ۵ تا ۱۵ (۵) فتح الباری شرح صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعتہ الخیریہ قاہرہ مصر ۱۳۱۹ھ الجز الاول باب کتابتہ العلم برحاشیہ ۱۴۹ اور الجز الثامن باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ ص ۱۰۱ (۶) مکتوبات شیخ احمد سرہندی المشہور

مجدد الف ثانی مطبوعہ احمد دہلی جلد ثانی مکتوب سی و ششم (۳۶) ص ۶۱، ص ۶۲ (۷) "الشفاء" قاضی عیاض مطبوعہ صدیقی بریلی ص ۳۰۸ سطر ۱۲ اور مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ لاہور الجزاء الثانی ص ۲۷۳ تا ۲۷۵ (۸) "نسیم الریاض" (شرح الشفاء قاضی عیاض مالکی) از علامہ خفاجی مطبوعہ مطبعۃ الازہریہ مصر الجزء الرابع ص ۲۷۸ سطر ۲۲ تا ۲۵ (۹) "شرح الشفاء" علی قاری مطبوعہ بر حاشیہ نسیم الریاض مطبوعہ مطبعۃ الازہریہ مصر الجز الرابع ص ۲۷۸ حاشیہ کی سطر ۲۴۔۲۵ (۱۰) مدارج النبوۃ "شیخ عبدالحق محدث دہولی مطبوعہ نولکشور کانپور" ص ۵۴۲ (۱۱) سر العالمین وکشف مافی الدارین "مصنف" امام غزالی مطبوعہ بمبئی مقالہ رابعہ ص ۹ (۱۲) "حبیب السیر" مطبوعہ بمبئی جلد اول ص ۷۹ (۱۳) "الفاروق" شبلی نعمانی مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ حصہ اول ص ۶۰۔

علامہ شبلی نعمانی کے عُذر

"الفاروق" میں علامہ شبلی نے رسول خداؐ کی حدیث قرطاس کو مع متعلقہ واقعات لکھنے اور "ھجر" کا معنی "ہذیان" تسلیم کرنے کے بعد صحیح بخاری کی روایت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں چند عُذر تحریر فرمائے اور پھر روایت کا سرے ہی سے انکار کر دیا ہے۔ حالانکہ علامہ موصوف کا کوئی بھی عُذر ایسا نہیں جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت حدیث قرطاس کو موضوع ثابت کر سکے۔ صحیح بخاری کی روایت ابن عباسؓ (صحابیِ رسولؐ) کے متعلق علامہ شبلی نعمانی نے جتنے عُذر رکھے ہیں اُن میں سے صرف یہ تین قابل غور ہیں:۔

۱۔ عبداللہ بن عباسؓ اُس وقت موجود ہی نہ تھے۔

۲۔ عبداللہ بن عباسؓ کی عمر اس وقت ۱۳۔۱۴ برس کی تھی۔

۳۔ اس واقعہ کے وقت کثرت سے صحابہ موجود تھے لیکن یہ حدیث باوجود اس کے کہ بہت سے طریقوں سے مروی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ۷ طریقوں سے مذکورہ ہے۔ بایں ہمہ بجز عبداللہ ابن عباسؓ اور کسی صحابی سے اس واقعہ کے متعلق ایک حرف بھی منقول نہیں۔

جواب عذر۔۱

علامہ شبلی کو ابن عباسؓ کی غیر موجودگی کا خود یقین نہ تھا ورنہ ابن عباسؓ کی عمر کا عذر پیش کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے اور کم از کم یہ لکھ دیتے کہ ابن عباسؓ اُس وقت آخر تھے کہاں؟ علامہ شبلی نعمانی نے حضرت ابن عباسؓ کی غیر موجودگی کا من گھڑت عذر تحریر کر کے فتح الباری باب کتابتہ العلم کا حوالہ لکھ دیا جو بالکل غلط نکلا کیونکہ فتح الباری کے باب کتاب العلم میں کسی بھی جگہ یہ لکھا ہوا نہیں ہے کہ واقعہ قرطاس کے وقت عبداللہ بن عباسؓ موجود نہیں تھے۔ بلکہ عبداللہ بن عباسؓ کے بیٹے عبداللہ کے متعلق یہ لکھا ہے:۔

"لان عبدالله تابعی من الطبقة الثانیه لم یدرک القصه فی وقتها لانه ولد بعدالنبی صلی الله علیه وسلم ثم سمعها من ابن عباس بعد ذلک بمده اخریٰ والله اعلم " (یہ عبارت فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مطبعۃ الخیریہ قاہرہ مصر ۱۳۱۹ھ الجزاء الاول کتاب العلم باب کتابتہ العلم ص ۱۵۰ سے نقل کی گئی ہے)

مفہوم عبارت فتح الباری:۔ "اس وجہ سے کہ عبید اللہ تابعی میں طبقہ ثانیہ سے۔ انہوں نے اس قصہ (قرطاس) کو اُس کے وقت (وقوع) پر نہیں دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ نبی ﷺ کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے اس (ولادت) کے (بھی) کافی عرصہ بعد اس (واقعہ قرطاس) کو ابن عباسؓ سے سُنا تھا واللہ

علم "۔اب غور فرمایئے کہ فتح الباری باب کتابتہ العلم میں تو عبید اللہ تابعی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ واقعہ قرطاس کے وقت موجود نہ تھے لیکن شمس العلماء شبلی نعمانی فتح الباری کا حوالہ دے کر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عبید اللہ تابعی کے والد حضرت عبداللہ بن عباسؓ (صحابی) اُس وقت موجود نہ تھے۔ چہ خُوب!

فتح الباری باب کتابتہ العلم ہی کی عبارت نے ثابت کر دیا کہ علامہ شبلی نعمانی کا پیش کردہ عذر قطعاً بے دلیل اور من گھڑت ہے۔ بنائے ثبوت دعویٰ یہ نہیں ثابت کر سکتا کہ عبداللہ بن عباسؓ واقعہ قرطاس کے وقت موجود نہ تھے۔ جب کہ روایت بخاری و مسلم ہی سے ثابت ہے کہ موجود تھے اور فتح الباری میں **"ثم سمعها من ابن عباس"**

جواب عذر۔۲

علامہ شبلی نعمانی کا یہ عذر کہ "ابن عباسؓ کی عمر اُس وقت ۱۳۔۱۴ برس کی تھی" محض کج بحثی کی دلیل اور غلط عذر ہے کیونکہ عرب میں لڑکی ۹ سال کی عمر میں اور لڑکے ۱۲ سال کی عمر میں بالغ ہو جاتے ہیں۔ جب علامہ شبلی نے خود ہی تسلیم کر لیا کہ حضرت ابن عباسؓ کی عمر اس وقت ۱۳۔۱۴ برس تھی تو ثابت ہو گیا کہ حضرت ابن عباسؓ اُس وقت بالغ، صاحب فہم و تمیز اور ذی شعور تھے۔ لہٰذا اُن کی عمر روایت کیلئے موزوں تھی۔ علاوہ ازیں محدثین نے حضرت امام حسنؑ کی روایات کو قبول کیا حالانکہ وفات پیغمبرؐ کے وقت امام حسنؑ کا سن مبارک ۷۔۸ سال تھا دیکھئے کتاب "شہید کربلا اور یزید" المصنفہ حافظ قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند ۳۹ اور اسی کتاب کے ص ۴۰ پر مہتمم دار العلوم دیوبند نے لکھا ہے کہ "حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی یہ روایات موثق مانی گئی ہیں" پھر اسی کتاب شہید کربلا اور یزید میں ص ۲۸ پر کفایت الخطیب کا حوالہ دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ "صغیر سن صحابہ روایات معتبر ہیں" پھر ص ۲۸ پر یوں

تحریر فرمایا ہے:۔ "یہ واضح ہوا کہ کمسن صحابہ کی روایت کا معتبر ہونا مسلمات اور بدیہیات فن میں سے ہے کہ وہ بحث ہی میں نہیں آسکتا" لیکن علامہ شبلی نعمانی بحث فرمارہے ہیں حالانکہ حضرت ابن عباسؓ واقعہ قرطاس کے وقت بالغ تھے۔لہذا علامہ شبلی کا عذر درست نہیں۔

جواب عذر ۳

علامہ شبلی نعمانی کا یہ عذر کہ بجز عبداللہ ابن عباسؓ اور کسی صحابی سے اس واقعہ کے متعلق ایک حرف بھی منقول نہیں۔ایسا عذر ہے۔جس سے روایت صحابی رسولؐ عبداللہ ابن عباسؓ کی نفی نہیں ہوتی یعنی کسی اور صحابی کی روایت ہو یا نہ ہو عبداللہ ابن عباسؓ کی صحیح روایت تو موجود ہے۔اُس کا کیا جواب ہے؟ جب کہ علامہ شبلی نعمانی نے اس حدیث کی اصول حدیث کی رو سے موضوع ثابت نہیں کیا اور محدثین اہل سنتہ والجماعتہ اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے آئے ہیں۔چنانچہ امام بخاری نے اس حدیث کو ایسی صحیح حدیث تسلیم کیا کہ اپنی " صحیح "میں ۷ طریقوں (یعنی راویوں کے ۷ سلسلوں) سے نقل کیا۔اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اسے نقل کیا۔اور بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہونے کی وجہ سے یہ حدیث اُصول حدیث اہل سنتہ والجماعتہ کی رو سے "متفق علیہ " ہے لہذا اصول حدیث کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت صحیح ہے۔جس سے واقعہ قرطاس قطعاً ثابت ہے۔

علاوہ ازیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس حدیث کی تائید ابن عباسؓ اور "حسبنا کتاب اللہ" کہنے والے شخص کے درمیان ہونے والے ان مکالموں سے بھی ہوتی ہے۔جو اہل سنتہ والجماعتہ کی کتاب تاریخ بغداد سے شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی میں نقل کیے گئے ہیں۔جن میں "حسبنا کتاب اللہ" کہنے والے نے واقعہ قرطاس کو یہ کہہ کر خود تسلیم کیا ہے کہ "رسول خداؐ نے لکھنے کا ارادہ کیا

تھا لیکن میں نے روک دیا" (دیکھئے شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی مطبوعہ مطبعۃ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ المجلد الثالث ص ۹۷ سطر ۲۰۔۲۱ اور ص ۱۱۴ سطر ۲۴ تا ۲۸)

نوٹ:۔ خیال رہے کہ علامہ ابن ابی الحدید بھی شیعہ نہیں تھے بلکہ "چار خلیفوں" کو ماننے والے معتزلی تھے۔

اور صحابی کی روایت

واقعہ قرطاس خود اُس کی روایت سے بھی ثابت ہے جس نے "حسبنا کتاب اللہ" کہا تھا۔ اُس شخص کی روایات حدیث قرطاس کنز العمال مطبوعہ دائرہ المعارف حیدر آباد دکن ۱۳۱۲ھ الجز الثالث حدیث نمبر ۲۳۲۲ ص ۱۳۸ اور الجز الرابع ۵۲ حدیث نمبر ۱۰۸۸ میں موجود ہے۔ لہذا علامہ شبلی نعمانی کا یہ عذر کہ "اور کسی صحابی نے اس واقعہ کے متعلق ایک حرف بھی منقول نہیں" ہرگز درست نہیں۔ بلکہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی صحیح روایت کی تائید کنز العمال کی روایت سے بھی ہوگئی۔ پھر واقعہ قرطاس میں کسی شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی یہی وجہ ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، امام غزالی، علامہ خفاجی، قاضی عیاض اور شیخ احمد سرہندی المعرف مجدد الف ثانی جیسے بزرگان اہل سنۃ و الجماعۃ بھی روایت عبداللہ بن عباسؓ کا انکار نہ کر سکے بلکہ واقعہ قرطاس کو تسلیم کرتے رہے۔ جیسا کہ اُن کی کتب کے حوالے پیچھے نقل کئے گئے پھر علامہ شبلی کا عذر کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔

وارثت فدک اور امت

وارثت انبیاء

قرآن مجید پارہ نمبر ۵ سورہ نساء میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہے:۔

ق۔۳۳ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْن

ترجمہ عبدالقادر محدث دہلوی:۔ "اور ٹھہرا دیئے ہم نے ہر کسی کے وارث اُس مال میں جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابتی"

«توجہ فرمائیں»

ا۔قرآن مجید کا حکم ہر کسی کے وارث حکم عام ہے۔انبیاؑ کو مستثنیٰ نہیں کیا۔

۲۔قرآن مجید پارہ نمبر۱۹ سورۃ النمل میں اللہ فرماتا ہے:۔ ق۔۱۵ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ہ ترجمہ:۔ "اور دونوں نے کہا تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایمان دار بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے" حضرت سلیمانؑ اور اُن کے والد حضرت داؤدؑ دونوں نبی ہیں۔لہذا انبیؑ کا وارث قرآن سے ثابت ہوا۔لیکن غیر شیعہ حضرات یہ عُذر کرتے ہیں کہ یہ وراثت علم ہے وراثت مال نہیں لیکن اُن کا یہ عُذر، تفسیر قرآن مجید کی اُنہی لوگوں کی کُتب سے غلط ثابت ہوجاتا ہے۔کیونکہ تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی مطبوعہ مصر جلد ششم ص ۵۵۷ اور تفسیر معالم التنزیل ابوالفراء لغوی مطبوعہ مصر ۵۶۵ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو ورثہ میں ایک ہزار گھوڑے ملے۔لہذا وراثت مال ثابت ہوگئی۔

۳۔قرآن مجید پارہ نمبر۱۶ سورۃ مریم میں اللہ ذکر فرماتا ہے کہ حضرت ذکریاؑ نے یوں دعا کی:۔

ق۔۵ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ہ ق۔۶ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ہ ترجمہ رفیع الدین محدث دہلوی "اور تحقیق میں ڈرتا ہوں وارثوں اپنے سے پیچھے

میرے اور ہے عورت میرے بانجھ پس بے شک دے تو واسطے میرے اپنے پاس ولی کہ وارث ہو اولاد یعقوبؑ کا اور کر دے اس کو اے رب میرا پسندیدہ"

﴿توجہ فرمائیں﴾

جب تک اللہ سبحانہ وتعالیٰ علم عطا نہ فرمائے اور خود منتخب نہ کرے اُس وقت تک کوئی علم نبوت کا وارث نہیں ہوسکتا اور جسے اللہ منتخب فرما کر علم نبوت عطا فرما دے اُس سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ذکریاؑ کو اپنے پیچھے جن "وارثوں" کا خوف تھا۔ وہ علم نبوت کے وارث تو ہو ہی نہیں سکتے تھے بلکہ محض مال کے وارث ہوتے لیکن حضرت ذکریاؑ نے اسے پسند نہ فرمایا کہ دوسرے رشتہ دار وارث ہو جائیں اور آپؑ اولاد سے محروم ہی رہ جائیں۔ اسی لئے مال کا وارث اللہ سے مانگ لیا اور حضرت ذکریاؑ کا یہ منشاء اور آرزو فطرت کے خلاف نہیں۔ وارث (اولاد) کی خواہش کرنا معیوب نہیں ہے۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

اگر صرف علم نبوت کا وارث مانگنا حضرت ذکریاؑ کا مقصود ہوتا تو یہی کہہ دینا کافی ہوتا کہ "میرا وارث ہو" کیونکہ یعقوبؑ کی ساری اولاد کے پاس تو علم نبوت نہیں تھا بلکہ (بنیامین کو مستثنیٰ تسلیم کرتے ہوئے) برادران یوسفؑ بھی تو یعقوبؑ کی اولاد تھے۔ جو نہ تو نبی تھے نہ اُن کے پاس علم نبوت تھا۔ ورنہ یوسفؑ کو کنویں میں کیوں پھینکتے؟ اور یعقوبؑ سے یہ جھوٹ کیوں بولتے کہ "یوسفؑ کو بھیڑیا کھا گیا" (معاذ اللہ) اگر علم نبوت اُن کے پاس ہوتا تو وہ اس بات سے ضرور واقف ہوتے کہ اللہ نے انبیاءؑ کے جسموں کو درندوں پر حرام قرار دیا ہے۔ وہ انبیاءؑ کو ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ لہٰذا حضرت ذکریاؑ کا بارگاہ ایزدی میں یہ عرض کرنا کہ "میرا وارث ہو اور اولاد یعقوبؑ کا وارث ہو" وارثت مال ہی کے لئے تھا۔

"علم نبوت". کی وراثت کے لئے نہیں۔

«توجہ فرمائیں»

حضرت ذکریاؑ کی منقولہ بالا دعا میں دو سوال کئے گئے ایک یہ کہ "میرا وارث ہو اور اولاد یعقوبؑ کا وارث ہو" اور دوسرا یہ ہے کہ اُس وارث کو پسندیدہ بھی کردے۔ ظاہر ہے کہ جسے اللہ علم نبوت کا وارث بنائے گا وہ تو ہوگا ہی پسندیدہ۔ اُس کے لئے یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں کہ "اُس کو پسندیدہ کردے" لہذا ثابت ہوا کہ حضرت ذکریاؑ نے وارث تو مال ہی کا مانگا تھا۔ لیکن "اُس کو پسندیدہ کردے" کہ کر اُس کے لئے بھی دُعا کی تاکہ حضرت ذکریاؑ کے اموال کو جائز جگہ خرچ کرے اور تبرکات انبیاءؑ کی حفاظت بھی کرے۔

«توجہ فرمائیں»

یہ دعا حضرت ذکریاؑ نے مال دنیا کی محبت میں نہیں کی بلکہ "وارثوں" کے خوف سے کی تاکہ اُن "وارثوں" کو نبی کے مال کو ناجائز مقاصد پر ضائع کرنے کا موقع نہ ملے۔ اور مال ذکریاؑ میں جو تبرکات انبیاءؑ تھے وہ بھی ضائع ہونے یا بے حرمتی سے محفوظ رہیں۔

۴۔ پیغمبر اسلامؐ خود وارث ہوئے

"فتح الباری شرح صحیح بخاری مصنفہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبعۃ الخیریہ قاہرہ مصر جلد۳ ص ۳۶۰ و ص ۳۶۱" اور سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۵۶ اور جلد۳ ص ۳۵۵ سے ثابت ہے کہ حضرت رسول خداؐ کو حضرت ہاشم کا امکان ورثہ میں ملا اور "ماثور" نامی تلوار، بکریاں اور پانچ اُونٹ بھی رسولؐ کو ورثہ

میں ملے مزید دیکھئے انساب الاشراف مصنفہ احمد بن یحیٰ المعروف بلاذری مطبوعہ دار المعارف مصر جلد اول ص ۹۶ سطر ۱۰۔۱۱۔

ایک عذر کا جواب

اگر یہ کہا جائے کہ رسول کو ورثہ ملا اُس وقت (معاذ اللہ) حضورؐ نبی نہ تھے تو یہ غلط ہے کیونکہ حدیث پیغمبرؐ ہے کہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدمؑ پیدا بھی نہ ہوئے تھے اور نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۱۴ تا ۱۸ میں اشرف علی تھانوی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ آدمؑ کی خلقت سے چودہ ہزار سال پہلے میرا نور پیدا ہوا۔

«توجہ فرمائیں»

جب قرآن مجید کی آیاتِ مقدسہ اور کتب تفسیر و حدیث سے ثابت ہو گیا کہ انبیاءؑ میں وراثت مال جاری رہی۔ پھر روایت "لانرث ولانورث" یعنی "نہ ہمارا کوئی وارث نہ ہم کسی کے وارث" قرآن مجید کے خلاف ہوئی۔ لہذا موضوع ثابت ہوا، کیا فرمان رسولؐ ہے کہ ایسا کوئی قوم و فعل جو قرآن کے خلاف ہوا اور مجھ سے منسوب نہ کیا جائے۔ اُسے دیوار سے دے مارو۔ وہ ہرگز میری حدیث نہیں ہوگی۔

«فدک رسولؐ کا ذاتی مال تھا»

قرآن مجید پارہ نمبر ۲۸ سورہ حشر میں اللہ ذوالفضل العظیم فرماتا ہے:۔ ٦.٥ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہ

ترجمہ اشرف علی تھانوی صاحب:۔ "اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو اُن سے دلوایا، سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اُونٹ لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے) کہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے"

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیہ مبارکہ کی رُو سے فدک اور دیگر اموال سے اللہ نے اپنی قدرت سے اپنے رسول کو دلوائے تھے۔ اور مسلمانوں کو فرما دیا کہ "تم نے اُس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اُونٹ" تا کہ فدک اور دیگر اموال نے کو عوام کا مال نہ سمجھا جائے اور مسلمان عوام فدک وغیرہ پر اپنا حق جتلانے سے باز رہیں لہذا ثابت ہوا کہ فدک رسول خداؐ کا ذاتی مملوک تھا۔ اس امر کا مزید ثبوت حسب ذیل کتب اہل سنت والجماعت میں دیکھئے:۔

۱۔صحیح بخاری کتاب المغازی باب الخمس اور باب السیر ا ث۲۔ سیرت ابن ہشام مطبوعہ مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ مصر ۱۳۵۵ھ جز الثالث ص ۳۶۸ (۳) وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰؐ علامہ نور الدین سمہودی شافعی مطبوعہ مصر ۱۵۹ آخری سطر اور ص ۳۵۵ سطر تا ۷ (۴) "فتوح البلدان" علامہ بلاذری مطبوعہ لیڈن فرانس (مع فرانسیسی ترجمہ) باب ۵ ص ۲۹ اور ص ۳۰ (۵) تاریخ طبری مطبوعہ مصر الجزاء الثالث ص ۹۵ (۶) تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر الجزاء الثانی ص ۸۵ سطر ۳۔

ہبہ نامہ فدک

اگر باغ فدک رسولؐ کا ذاتی مال نہ ہوتا اور عوام کا مال ہوتا حضرت رسول خداؐ، فدک

حضرت فاطمہ زہرا کو ہرگز ہبہ نہ فرماتے لیکن معصوم رسولؐ نے حضرت فاطمۃ الزہراؑ کو فدک ہبہ فرما دیا تھا اور وثیقہ ہبہ سیدہ طاہرہؑ کو دے دیا تھا۔ لہذا ثابت ہوا کہ فدک پیغمبرؐ کا مملوکہ ذاتی تھا۔ ہبہ اور وثیقہ ہبہ کا ثبوت حسب ذیل کتب اہل سنۃ والجماعۃ میں موجود ہے:۔

ا۔ تفسیر درمنثور "امام اجلال الدین سیوطی مطبوعہ مصر تفسیر سورہ بنی اسرائیل آیہ مبارکہ **وات ذاالقربی حقہ** کی تفسیر میں باسناد صحابی رسولؐ حضرت ابوسعید خدری۔ (۲) صواعق محرقہ امام ابن حجر مکی مطبوعہ مصر بات ۱۵ ص ۱۱۔۲۲ (۳) شرح مواقف مطبوعہ نولکشور ص ۳۵ ۷ (۴) "وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ" علامہ سمہودی شافعی مطبوعہ مصر الجز الثانی باب ۶ ص ۱۶۱ سطر ۱۷ تا ۲۰ اور ص ۱۶۰ سطر ۱۲۔۱۵ (۵) فتاویٰ عزیزی مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۴۲۳ (۶) روضۃ الصفاء مطبوعہ بمبئی جلد ۲ ص ۱۳۵ سطر ۱۹ تا ۲۲ (۷) حبیب السیر مطبوعہ بمبئی جلد اول ۸۵ (۸) "مقارج النبوۃ" معین کاشفی مطبوعہ نولکشور رکن چہارم ۲۲۱۔

نوٹ:۔ حضرت فاطمہؑ نے فدک پر اپنا حق ثابت کرنے کے لئے رسولؐ کا دیا ہوا وثیقہ ہبہ دکھایا تھا اور حضرت علیؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ اُم کلثومؑ بنت علی اور حضر اُم ایمنؓ نے یہ شہادت دی کہ واقعی ہبہ کا یہ وثیقہ رسولؐ نے دیا تھا۔ اور باغ فدک ہبہ کیا تھا لیکن ان ہستیوں کی شہادت اور وثیقہ رسول کو رد کر دیا گیا (افسوس) دیکھئے وفاء الوفاء سمہودی شافعی مطبوعہ مصر الجزاء الثانی ب ۶ ص ۱۶۱ اور دیگر کتب مندرجہ بالا۔

دعویٰ وراثت

بعد ازاں حضرت خاتون جنتؑ نے "وراثت" کا دعویٰ فرمایا دیکھئے فتح الباری ترجمہ صحیح بخاری مطبوعہ مطبع احمدی لاہور کتاب المغازی باب المس پارہ نمبر ۱۲ ص ۱۸۱۲ پارہ ۱۷ ص ۱۲ لیکن حضرت فاطمہ

زہراؑ کے دعویٰ وراثت کے جواب میں یہ نہیں کہا گیا "فدک تو رسولؐ کی ذاتی لمملکیت ہی نہیں تھا۔ عوام کا مال تھا پھر آپ کیوں دعویٰ کرتی ہیں "لہذا ثابت ہوا کہ وہ اہل حکومت بھی ملکیت پیغمبرؐ کا انکار نہ کرتے تھے۔ پھر جب قرآن مجید سے ثابت ہو چکا کہ قانون وراثت مال انبیاؑ میں بھی جاری رہا اور روایت "لانرث ولانورث" موضوع ثابت ہو کر لاوارث ہو گئی۔ تو اس امر میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ رسول خداؐ کی محبوب بیٹی، خاتون جنت سیدہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا حق پر تھیں اور مخدومہ کونین کا دعویٰ ہبہ بھی سچا تھا اور دعویٰ وراثت بھی مبنی برحق وصداقت تھا۔ خیال رہے کہ حضرت فاطمہؑ قرآن مجید کی آیۂ تطہیر کی رُو سے طاہرہ ہیں۔ لہذا اُن کے متعلق یہ وہم کرنا کہ معاذ اللہ انہوں نے جھوٹا دعویٰ کیا ایمان کے خلاف ہوگا۔

ایسی طاہرہ مقدس ہستی (کہ جس کی تعظیم میں خود رسول خداؐ کھڑے ہو جاتے تھے) کے متعلق یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ وہ حکم رسولؐ کو تسلیم نہ کریں (معاذ اللہ) حقیقیت یہ ہے کہ حضرت زہراؑ نے روایت "لانرث ولانورث" کو فرمودہ رسولؐ ہی تسلیم نہیں کیا اور اس بات پر غضب ناک ہوئیں کہ نہ تو وثیقہ رسولؐ کا احترام کیا گیا اور نہ ہی قرآن مجید کے قانون پر عمل ہوا۔ اور قرآن کے خلاف بات کو فرمودہ پیغمبرؐ کہہ دیا گیا (افسوس)۔

کیا حضرت سیدہ وقت وفات اصحاب سے راضی تھیں؟

ثبوت کے لئے حسب ذیل کتب اہل سنت والجماعت ملاحظہ فرمائیے:۔

۱۔ وفاالوفاء باخبار دارالمصطفیٰؐ مصنفہ علامہ نورالدین سمہودی شافعی مطبوعہ مصر ج۲ ص ۱۵۷ (۲)

شمکل آلا ثار طحاوی مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد اول ۴۸ (۳) تیسر الباری ترجمہ صحیح بخاری مطبوعہ احمدی لاہور کتاب المغازی باب الخمس پ ۱۲ ص ۱۱۲، ۱۸، پ ۱۷ ص ۱۱۲ (۴) ترجمہ صحیح مسلم مطبوعہ مکتبہ شعیب کراچی جلد پنجم کتاب الجہاد والسیر ص ۲۵ (۵) رویائے صادقہ شمس العماء نذیر احمد فصل نمبر ۱۴ (۶) روضۃ الاحباب جمال الدین محدث جلد ۴ ۳۳۴ (۷) "الامامۃ والسیاسۃ" مصنفہ ابن قتیبہ دینوری مطبوعہ مصر ص ۱۵ (۸) استیعاب ابن عبد البر مطبوعہ بر حاشیہ اصابہ ابن حجر جلد ۴ ص ۳۷۹ (۹) ازالۃ الخفاء ولی اللہ محدث (اُردو ترجمہ) مطبوعہ سعیدی کراچی مقصد دوم ص ۵۷ سطر ۱ تا ۱۶ اور سطر ۲۱ تا ۲۴ (۱۰) براہین قاطعہ فارسی ترجمہ صواعق محرقہ ابن حجر کی مطبوعہ نولکشور ص ۲۱ (۱۱) "اشعۃ اللمعات" شیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ نولکشور جلد ۳ ص ۴۸۰ باب الفئے (۱۲) "الزہراء" مصنفہ عمر ابوالنصر (اُردو ترجمہ محمد احمد پانی پتی) مطبوعہ مکتبہ جدید لاہور ص ۸۹ تا ص ۹۱۔

نوٹ:۔ مندرجہ بالا کتب دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا کہ حضرت سیدہ فاطمہ زہراؑ تا دوفات غضب ناک ہی رہیں۔ یہاں تک کہ وصیت فرما گئیں کہ ناراض کرنے والے میرے جنازہ پر نہ آنے پائیں۔

عذر رضامندکا جواب

صحیح بخاری میں "حتی ماتت" کی لفظیں اس امر کا ثبوت ہیں کہ تا وفات غضب ناک ہی رہیں۔ راضی نہیں ہوئیں جنازہ سے روکنا بھی یہی ثابت کرتا ہے۔ لہذا بیہقی کی روایت سے راضی ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ جب کہ روایت ناراضگی صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں موجود ہونے کی وجہ سے اہل سنتہ والجماعتہ حضرات کے اصول حدیث کے مطابق "متفق علیہ" قرار پائی۔ اور اہل سنتہ والجماعتہ کے اُصول حدیث کی کتاب "جامع الاصول" مصنفہ علامہ ابن الاثیر میں واضح طور

پر لکھا ہے کہ بخاری و مسلم کے مقابلہ پر دوسری کتاب کی روایت قابل قبول نہیں ۔لہذا بخاری و مسلم کی روایت غضب سیدہؑ کے خلاف بیہقی کی روایت رضامندی قابل قبول نہیں ۔ جب کہ بخاری میں "حتی ماتت" یعنی مرتے دم تک کے الفاظ اور جنازہ سے منع کرنے کی وصیت سے رضامندی کی تردید ہوتی ہے۔لہذا ثابت ہوا کہ حضرت فاطمہ زہراؑ اپنے آخیر سانس تک ہرگز راضی نہیں ہوئیں ۔اور رضامندی کی روایت موضوع اور من گھڑت ہے۔

﴿مقام حضرت سیدہ ملیکۃ الجنت سلام علیہا﴾

حضرت محمد مصطفےٰؐ حبیب خدا ہیں اور حضور **ماتشائون الا ان یشاء الله** (یہ لفظ قرآن مجید کے الفاظ ہیں۔ترجمہ یہ ہے "تم کچھ نہیں چاہتے سوائے اُس کے جو اللہ چاہتا ہے") کے مصداق اول ہیں۔لہذا حضورؐ کی خوشنودی اللہ کی خوشنودی اور آپؐ کا غضب، اللہ کا غضب ہے۔جس پر رسول خداؐ غضب ناک ہوں اُس شخص سے اللہ ہرگز راضی نہیں ہوسکتا۔اب غور طلب امر یہ ہے کہ صحیح بخاری کتاب فضائل صحابہ مناقب فاطمہؑ میں صحابی رسولؐ مسعود بن محرمہ کی روایت موجود ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ "فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے (یہ صحیح ترجمہ ہے "میرے جگر کا ٹکڑا" غلط ترجمہ ہے۔کیونکہ حدیث میں "کبدو" یعنی جگہ کا لفظ نہیں اور نہ ہی "تب" یعنی ڈلا کا لفظ ہے) پس جس نے اس کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضب ناک کرلیا"۔حضرت رسالتمآبؐ کے اس فرمانِ وحی بیان کی رُو سے غضب سیدہؑ غضب رسولؐ ہے۔لہذا حضرت فاطمہؑ کو غضب ناک کرنا اللہ کو غضب ناک کرنا قرار پائے گا"۔حضورؐ کی یہ حدیث کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۶ ص ۲۱۹ میں موجود ہے۔حدیث نمبر ۳۸۵۹۔اور ۳۸۶۰ ملاحظہ ہو۔ثابت ہوا کہ غضب فاطمہ زہراؑ، غضب خدا و رسولؐ ہے۔چونکہ پیغمبر خداؐ نے اپنی زبان وحی بیان سے غضب سیدہؑ کو اپنا اور خدا کا غضب قرار دیا ہے۔اس لیے حضرت سیدہؑ کا غضب غلط یا بلاوجہ نہیں ہوسکتا۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

حضرت رسُولِ خدا نے اہلِ بیتؑ سے تمسک رکھنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا بر بنائے تمسک ہمارا مذہب وہی ہے جو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کا تھا۔

تینوں کو مولا علیؑ نے کیسا سمجھا؟

جن لوگوں نے رسُولِ خدا کی پیاری بیٹی، خاتونِ جنت اور آیہ تطہیر کی رو سے طاہرہ بی بی حضرت فاطمہ زہراؑ کو غضب ناک کیا اُن کو حضرت امیر المومنین، امام المتقین مولائے کائنات علیؑ ابن ابی طالبؑ نے کیسا سمجھا؟ یہ بات حسب ذیل کُتب سے واضح ہوجاتی ہے:۔

(۱) صحیح مسلم مترجم (علامہ وحید الزمان) مع شرح نووی مطبوعہ مکتبہ شعیب کراچی جلد پنجم کتاب الجہاد والسیر بابِ حکم الفئے ص ۳۲، (۲) جمع الفوائد من جامع الاصول مطبوعہ میرٹھ جلد ثانی ص ۱۸ (۳) فیض الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مجلس علمی سورت جلد ۴ ص ۱۴۲ (۴) اُردو ترجمہ تاریخ ابن خلدون مطبوعہ قیصرِ ہند پریس الہ آباد کتاب ثانی جلد سوم ص ۲۷۲ (۵) "الامتہ والسیاستہ" ابن قتیبہ دینوری مطبعہ مصر ص ۱۵۔

﴿شوریٰ میں اُن کی سیرت سے انکار﴾

حضرت علیؑ نے اُن کی سیرت پر عمل کرنے یعنی اُن کی اتباع کرنے سے شوریٰ میں صاف انکار کردیا ثبوت کے لئے حسب ذیل کتب دیکھئے:۔

(۱) شرح فقہ اکبر علامہ علی قاری حنفی مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۸۰، (۲) "تاریخ الامم والملوک"

ابن جریر بری مطبوعۃ الحسینیہ قاہرہ مصر الجزاء الخامس ص ۳۷ (۳) تاریخ حبیب السیر مطبوعہ بمبئی جلد اول جلد چہارم ۲۷۔۲۸۔

عذر اجتہاد

علامہ حنفی علی قاری نے یہ عذر کیا کہ "حضرت علیؑ چونکہ خود مجتہد تھے اس وجہ سے اُن دو آدمیوں کی سیرت پر عمل کرنے سے انکار کیا"۔ جواباً عرض ہے کہ یہاں تو محض انکار علیؑ کی اہمیت کم کرنے کے لیئے حضرت علیؑ کو مجتہد مان لیا۔ لیکن شرح وقایہ حاشیہ چلپی حنفی مطوبہ لکشور ص ۲۳۲ میں لکھا ہے۔ "**ان علیا لم یکن من اھل الاجتھاد**" یعنی علیؑ مجتہد نہیں تھے۔ پہلے اس تضاد کو تو رفع کیجئے۔ پھر اجتہاد علیؑ کا عذر پیش کرنے کا حق ہوگا۔

مذہب اہل سنۃ والجماعۃ کی رُو سے تمام اصحاب رسُولؐ مجتہد تھے۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کسی اور کی شرط کیوں پیش نہیں کی انہی دونوں کی سیرت کی شرط کیوں پیش کی؟ محض اس لئے کہ عبدالرحمٰن بن عوف کی نظر میں وہ دونوں خلیفہ تھے۔ اگر مجتہد کو خلفاء کی اطاعت واتباع سے مستثنے قرار دیا جائے تو تمام اصحاب رسُولؐ مذاہب اہل سنۃ والجماعۃ کی رُو سے مستثنے ہوں گے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک تمام اصحاب پیغمبر مجتہد ہے۔ اس کے معنے ہوں گے کہ خلفاء کو اصحاب سے بیعت لینے کا حق ہی نہ رہا۔ کیونکہ محض مصافحہ کرنے کا نام بیعت نہیں ہے۔ صوفیا حضرات بھی بیعت حکومت کی وجہ سے نہیں بلکہ متابعت دینی و رُوحانی کے لئے کرتے ہیں۔ لہذا اطاعت کے عہد کو "بیعت" کہتے ہیں۔ بیعت کرنے والا مطیع و متبع ہوتا ہے اور بیعت لینے والا اُس کا مُطاع اور لائق اتباع پیشوا ہوتا ہے۔ اگر حضرت علیؑ نے وفاتِ رسُولؐ کے بعد بقول غیر شیعہ حضرات) اُن دونوں کی اتباع واطاعت کا عہد کیا یعنی اُن

دونوں کی بیعت کی تھی اور اجتہاد علیؑ مانع نہیں ہوا۔ پھر شوریٰ میں اُن کی اتباع سے انکار کا سبب اجتہاد علیؑ کو کیونکر قرار دیا جائے گا؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اُن کی سیرت کی اتباع سے انکار کر کے ثابت کر دیا کہ مولائے کائناتؑ نے پہلے بھی اُن کی اطاعت و اتباع کا عہد نہیں کیا تھا۔ یعنی کبھی اُن دونوں کی بیعت نہیں کی تھی۔ اور اُن دونوں کو کبھی لائق اتباع تسلیم نہیں کیا تھا۔ ورنہ شوریٰ میں بھی انکار نہ کرتے۔ مزید یہ کہ خصاص

قرآن میں اعلان ولایت علیؑ

قرآن مجید پارہ ۶ سورۃ المائدہ کی آئیہ ولایت "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الذین یُقیمون الصلوۃ ویوتون الزکوۃ راکعون"۔ مولائے کائنات حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ثبوت کے لئے حسب ذیل کُتبِ اہل سُنتہ والجماعتہ ملاخطہ فرمائیے:۔

(۱) تفسیر جامع البیان ابن جریر طبری مطبوعہ دار المعارف مصر جلد ص ۴۲۵ و ص ۴۲۶ (۲) تفسیر حافظ ابن کثیر دمشقی مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۳۲۹ (۳) تفسیر خازن مطبوعہ مصر جلد اول ص ۵۰۶ (۴) تفسیر دُر منثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۹۳ تا ص ۲۹۴ (۵) تفسیر حسینی (فارسی) مطبوعہ نولکشور لکھنؤ جلد اول ص ۱۵۰ سطر ۳ یا تفسیر قادری (اُردو ترجمہ تفسیر حسینی) مکتبہ مصطفائی کشمیری بازار لاہور جلد اول ص ۲۲۵ (۶) منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند حنبل مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۳۸۔

ترجمہ آیت ولایت

سوائے اس کے نہیں کہ تم لوگوں کا ولی اللہ ہے اور اُس کا رسولؐ اور وہ ایمان والے جو نماز

کو قائم کرتے ہیں اور بحالتِ رکوع زکوۃ دیتے ہیں"۔ لیکن غیر شیعہ حضرات "**وھم راکعون**" کا ترجمہ اور وہ رکوع کرنے والے میں بیان کرتے ہیں۔ قابل غور امر یہ ہے کہ جب یہ فرمادیا کہ نماز کو قائم کرتے ہیں "**یقیمون الصلوۃ**" تو یہ ثابت ہو گیا کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں۔ اُس کے بعد یہ کہنا کہ وہ رکوع کرنے والے ہیں غیر ضروری تکرار ہوگا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ غیر ضروری کلام فرمانے سے قطعاً پاک ہے لہذا وہ رکوع کرنے والے ہیں صحیح ترجمہ نہیں ہے۔ بلکہ "نماز قائم کرتے ہیں" فرما کر ذکرِ رکوع اس لئے فرمایا کہ مولا علیؑ نے حالتِ رکوع ہی میں زکوۃ دی تھی۔ لہذا ترجمہ بحالتِ رکوع زکوۃ دیتے ہیں صحیح ہے۔

Knowledge for All
...e-Sakina
Pakistan Sindh
Hyderabad

وصی رسول اللہؐ

جبکہ گزشتہ صفحات میں ثابت کیا گیا کہ دعوت ذوالعشیرہ اور دیگر مقامات پر خود حضرت محمد مصطفےٰ نے اپنی زبان حق بیان سے لفظ "وصی" حضرتِ علیؑ کے لئے ارشاد فرمایا ہے اس کے بعد یہ کہنا کہ "علی کو وصی رسول کہنا عبداللہ بن سباء نے ایجاد کیا"۔ ضد اور تعصب کے سوا کچھ نہیں۔ بلکہ ارشادات رسول کی مخالفت پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ شیعہ دشمن عناصر نے محض مخالفت مذہب امامیہ کے لئے عبداللہ بن سباء کا فرضی قصہ وضع کیا تھا جیسا کہ مصر کے مشہور و معروف مورخ ڈاکٹر طٰہٰ والا حسین اپنی کتاب "الفتنۃ الکبریٰ" میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"میرا خیال ہے کہ جو لوگ ابن سبا کے معاملے کو اس حد تک اہمیت دیتے ہیں وہ نہ صرف اپنے پر بلکہ تاریخ پر بھی شدید ظلم کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی غور طلب چیز یہ ہے کہ اُن تمام اہم ماخذ میں جو حضرت عثمان کے خلاف رُونما ہونے والی شورش پر روشنی ڈالتے ہیں ہمیں

ابن سباء کا ذکر ہی نہیں ملتا۔ مثلاً ابن سعد نے جہاں خلافت عثمان اور ان کے خلاف بغاوت کا حال رقم کیا ہے وہاں ابن سباء کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اسی طرح بلاذری نے بھی انساب الاشراف میں اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ حالانکہ میرے خیال میں حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کے واقعات معلوم کرنے کے لئے "انساب الاشراف اہم ترین مآخذ ہے"۔ (دیکھئے اُردو ترجمہ الفتنہ الکبریٰ"۔ شائع کردہ "ادارہ طلوع اسلام" ص ۲۸۴ آخری سطر تا ص ۲۸۵)۔ مُرتضوی امام نسائی اور دیگر معتبر کتب میں حضرت علی مرتضیٰ کے متعلق حضرت رسُول اللہ ﷺ کی یہ حدیث موجود ہے کہ اے علیؑ تیرا جسم میرا جسم ہے اور تیرا نفس میرا نفس ہے۔ لہذا حضرت علیؑ کا ہاتھ رسُول کا ہاتھ قرار پایا۔ پھر کوئی اُمتی شخص رسُولؐ کے ہاتھ سے بیعت کیونکر لے سکتا تھا؟

حکومت اور خلافت رسُولؐ کا فرق

ہم پیروکارانِ مذہب امامیہ، دُنیوی حکومت کو "خلافت رسُولؐ" نہیں سمجھتے یعنی ہمارے عقیدے میں خلیفہ کے معنے "مسلمان بادشاہ" نہیں ہیں۔ بلکہ مذہب اثناعشری کے عقیدے کے مطابق "خلافت" ایک رُحانی عہدہ ہے جو رسالت کے رُوحانی منصب کی جانشینی ہے۔ لہذا خلیفہ کے لئے وہی علم اور روحانی قوتوں کی ضرورت ہے جو عوام نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی عطا فرماتا ہے۔ اسی وجہ سے مذہب امامیہ کا عقیدہ ہے کہ عوام کسی کو خلیفہ نہیں بنا سکتے۔ جس طرح عوام کی بڑی سے بڑی اکثریت کسی کو "نبی" یا "رسُول" نہیں بنا سکتی۔ کیونکہ اگر عوام کی اکثریت کسی کو "نبی" یا "رسُول" کہنے لگے (اور اللہ نے اُسے نبی یا رسول نہ بنایا ہو) تو ہو ہرگز "نبی" یا "رسول" نہیں ہوگا۔ کیونکہ عوام نام تو نبی یا رسول رکھ لیں گے لیکن نبوت ورسالت کی رُوحانی قوتیں اور وہبی علم نہ دے سکیں گے۔ اسی طرح اگر عوام کی اکثریت کسی کو "خلیفہ" کہنے لگے (اور اللہ نے اُسے خلیفہ نہ بنایا ہو) تو وہ نام تو "خلیفہ" رکھ

سکتے ہیں لیکن خلافت کی رُوحانی قوتیں اور وہبی علم نہیں دے سکتے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام کا بنایا ہوا "خلیفہ" علم نہ ہونے کی وجہ سے دُوسروں سے پوچھتا پھرتا ہے۔ اور بعض اوقات یہ کہنے پر مجبور ہوتا ہے کہ اگر فلاں نہ ہوتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ رسُولؐ کے بعد، خلیفہ کا کام یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو ہدایت دے۔ لیکن خود ہی ہدایت کا محتاج ہو ایسے شخص کو "خلیفہ" تسلیم کرنے سے کیا فائدہ؟

«کیا خلیفہ اللہ و رسولؐ کا بنائیں گے چند لوگ؟؟؟؟»

مخفی نہیں کہ اعلانِ رسالتؐ کے بعد رسول خدا مکہ معظمہ میں ۱۳ سال رہے۔ اُس وقت بھی دُنیوی سلطنت نہ ہونے کے باوجود حضورؐ نبی اور رسُولؐ تھے۔ معلوم ہوا کہ نبوت کے لئے حکومت "شرط" نہیں۔ اسی طرح نبوت و رسالت کی جانشینی یعنی خلافت کے لئے بھی شرط نہیں۔ نبی اور رسُول حکومت کے بغیر بھی نبی اور رسُول ہوتے ہیں۔ اور اللہ کے بنائے خلیفہ رسُولؐ، حکومت کے بغیر بھی خلیفہ رسُولؐ ہوتے ہیں لیکن جسے اللہ نے نبی نہ بنایا ہو اُس کے پاس حکومت آجائے تو نبی نہیں بن سکتا۔ اور جسے اللہ نے خلیفہ نہ بنایا ہو اُسے حکومت مل جائے تو خلیفہ نہیں بن جاتا۔ خواہ عوام کی اکثریت اُسے خلیفہ کہتی، یہ خلافت کیسی ہے جو کوئی بھی ثروت مند ہاتھ بڑھا کر نائب رسولؐ اعظم بن جائے۔ جس طرح یزید بن معاویہ کے پاس حکومت تھی اور اکثریت نے اُس کو خلیفہ تسلیم کر کے بیعت کر لی تھی۔ پھر بھی خلیفہ رسُولؐ نہیں تھا۔ اور امام حسینؑ کے پاس حکومت نہیں تھی پھر بھی حسینؑ ہی اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ رسُولؐ تھے۔ اسی طرح امام حسنؑ رسولؐ کے خلیفہ برحق تھے۔ اور انہوں نے مسلمانوں میں خونریزی کو ناپسند فرماتے ہوئے دُنیوی حکومت معاویہ کے سپرد کر دی لیکن مذہب امامیہ کی رُو سے معاویہ خلیفہ نہیں۔ بلکہ حکومت کے بغیر بھی امام حسنؑ خلافتِ رسُولؐ کے رُوحانی منصب پر فائز وہبی علم اور رُوحانی قوتوں کے

مالک، اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ رہے۔ کیونکہ مذہب امامیہ میں "حکومت" کا نام خلافت نہیں۔ بلکہ حکومت منصوص خلیفہ رسولؐ (یعنی فرمودہ رسولؐ سے اللہ کے بنائے ہوئے خلیفہ) کا حق ہے جب کہ وہ رُوحانی پیشوا ظاہراً موجود ہوں۔

خلافت علیؑ منصوص ہے

دوسری جانب سے محض عوام کو بنائے ہوئے "خلیفوں" کو حق پر ثابت کرنے کے لئے یہ دعویٰ کیا جاتا رہا ہے کہ حضرت رسُولِ خداؐ یہ بتا کر ہی نہیں گئے کہ خلیفہ کون ہو۔ بلکہ عوام ہی پر چھوڑ گئے۔ لیکن ایسا کہنے والوں کی کتابوں سے ثابت ہے کہ رسُولِ خداؐ نے اعلان نبوت کے وقت سے اپنی وفات تک کئی بار حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ اور مولا علیؑ کے لئے ہر وہ لفظ ارشاد فرمایا جو مفہوم خلافت کیلئے مناسب تھا۔ یعنی وصی، ولی، مولیٰ، وارث اور خلیفہ۔ علاوہ ازیں اپنا ہارونؑ بھی قرار دیا۔ ثبوت حسب ذیل ہے۔

دعوت ذوالعشیرہ

تبلیغ رسالتؐ کے ابتدائی ایام میں، جب قرآن مجید، سورۃ الشعراء کہ آیہ مبارکہ ۲۱۴ وَ أَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ (ترجمہ آیہ مبارکہ یہ ہے:۔ اور ڈرایئے اپنے قریبی عزیزوں کو") نازل ہوئی تو رسُول خداؐ نے حاضرین دعوت کے سامنے خلافتِ علیؑ کا اعلان یوں فرمایا:۔ "ان هذا اخی و وصی و خلیفتی فیکم فاسمعوا له واطیعوا" یعنی تحقیق یہ (علیؑ) میرا بھائی، میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے تم لوگوں میں، پس اس کا حکم سُنو اور اس کی اطاعت کرو"۔ رسُولِ خداؐ کا یہ فرمانِ بیان حسب ذیل کُتب اہل سنتہ والجماعتہ میں موجود ہے۔ (ان کے علاوہ بہت سی دیگر کتب میں بھی ہے)۔

(۱) مسندِ امام احمد حنبل مطبوعہ مصر الجزء الاول ص ۳۳۱ (۲) کنز العمال مطبوعہ مصر جلد ۶ حدیث نمبر ۶۰۰۸۔ اور حدیث ۶۰۵۶ (۳) تاریخ حبیب السیر مطبوعہ بمبئی جلد اول الجزء الثالث ص ۱۲ (۴) تفسیر معالم التنزیل ابوالفراء بغوی مطبوعہ مصر (برحاشیہ تفسیر خازن) جلد پنجم ص ۱۰۵ (۵) تاریخ "المختصر فی احوالِ البشر" ابوالفدا مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۱۹۔

«توجہ فرمائیں»

بعض لوگ عذر کرتے ہیں کہ صرف "اقربین" میں خلیفہ مقرر فرمایا اس کے معنے یہ ہوں گے کہ وہ خلیفہ ہوا کریں۔ اقربین میں الگ اور باقی اُمت میں الگ، یعنی جو باقی اُمت میں خلیفہ ہو اُسے اقربین سے بیعت لینے کا حق نہیں لیکن یہ بات عذر کرنے والوں کو بھی قبول نہ ہوگی۔ لہذا یہ عذر کہ صرف قربین میں خلیفہ مقرر فرمایا درست عذر نہیں۔ علاوہ ازیں اُس وقت حاضرین دعوت "اقربین" میں کُفار کی اکثریت تھی۔ پھر کیا کافروں میں خلیفہ مقرر فرما رہے تھے؟ (معاذ اللہ) حقیقت یہی ہے کہ جس طرح اُن کے سامنے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا اُسی طرح خلافتِ علیؑ کا بھی اعلان فرمایا۔ نہ تو رسالتِ محمدؐ یہ اُن کے اقربین تک محدود تھی اور نہ ہی خلافت علیؑ۔ بلکہ محض ابتدائے تبلیغ "اقربین" سے ہوئی۔

یا علیؑ آپ کی منزلت مجھ سے ایسی ہی ہے جیسے موسیٰؑ کی ہارون سے

حضرت رسالتمآبؐ نے جب سفر تبوک پر روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت علیؑ کو "خلیفہ" مقرر فرمایا۔ بعضوں نے کہا "عورتوں اور بچوں میں" خلیفہ بنایا ہے (جس طرح کہا "اقربین" میں بنایا ہے") اُس پر حضرت علیؑ نے رسُولؐ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ لوگ یہ کہتے ہیں۔ (یعنی

میری خلافت کو بچوں اور عورتوں تک محدود قرار دے رہے ہیں) تو حضورؐ نے فرمایا "تیری منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں"۔ **اور حضرت علیؑ کی شان میں رسولؐ کا یہ فرمانِ وحی بیان اہل سنتہ و الجماعتہ حضرات کی حسب ذیل کتب میں موجود ہے:۔**

(۱) صواعق محرقہ امام ابن حجر مکی مطبوعہ مصر ص۸۴ (۲) ازالتہ الخفا ولی اللہ محدث دہلوی (اُردو ترجمہ) مطبوعہ سعیدی کراچی مقصدم دوم ص۵۰۵ (۳) فیض الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مجلس علمی سُورت، باب مناقب علی جلد۴ ص۶۸ (۴) صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد دوم باب فضائل اصحابُ النبی مناقب علی حدیث ۹۰۳ (۵) صحیح مسلم مطبوعہ مصر الجزء الثانی باب من فضائل علیؑ (۶) مُسند امام اہل سنتہ والجماعتہ احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد اول ص۱۷۹ سطر ۱۲ تا ۱۸۔ ص۱۸۲ کی آخری دو سطریں ص۱۸۴ سطر ۱۷۔۱۸ اور ص۱۸۰ (۷) "زاد المعاد" حافظ ابن قیم مطبوعہ مصر الجزء الثالث ص۳ سطر ۸ (۸) الاصابہ فی تمیز الصحابہ" حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۲۷۰، ص۲۷۱ (۹) جامع الترمذی مطبوعہ نولکشور باب مناقب علی (۱۰) شرح مواقف مطبوعہ نولکشور لکھنوص ۷۳۹ سطر اول (۱۱) منتخب کنز العمال بر حاشیہ مسند حنبل مطبوعہ مصر جلد۵ ص۳۱ سطر ۲ اور ص۵۳ پہلی سطر (۱۲) "ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ" محب طبری مطبوعہ مصر جلد ص۱۹۲، ص۱۵۳ (۱۳) تاریخ الخمیس مطبوعہ مصر الجزء الثانی ص۱۲۵ (۱۴) تاریخ الخلفاء سیوطی (اُردو ترجمہ) مطبوعہ صدیقی (مطبع زمیندار) لاہور ص۹۱ (۱۵) روضتہ الصفاء مطبوعہ بمبئی جلد ۲ ص۱۶۱ سطر ۲۵ تا ۲۷ (۱۶) روضتہ الاحباب جمال الدین محدث مطبوعہ انوار محمدی لکھنو (تیغ بہادر) جلد اول ص۲۸۷ (۱۷) معارج النبوۃ معین کاشفی مطبوعہ نولکشور رکن چہارم ص۲۸۱ (۱۸) مشکوۃ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد سوم باب مناقب علی ص۲۵۸ حدیث نمبر ۵۲۹ متفق علیہ۔

«توجه فرمائیں»

رسُول خدا نے اپنے فرمانِ وحی بیان میں صرف نبوت کو مستثنےٰ فرمایا جیسا کہ فرمایا "**الا انــه لانبی بعدی**" اور مسند احمد حنبل مطبوعہ مصر جلد اول (مسند ابی اسحٰق سعد بن ابی وقاص) ص ۱۷۰ سطر ۲۳ تا ۲۶، حدیث منزلت کی روایت بالمعنی موجود ہے "**الا النبوة**" کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا صرف نبوت کو مستثنٰی کیا گیا۔ تو نبوت کو چھوڑ کر حضرت ہارونؑ کی ہر منزلت (جو انہیں موسیٰؑ سے حاصل تھی) حضرت علیؑ کو رسولؐ سے حاصل ہوئی۔ قرآن مجید کی رُو سے حضرتِ ہارونؑ ہی حضرتِ موسیٰؑ کے خلیفہ اول (بلافصل) تھے۔ لہٰذا فرمانِ رسُولؐ کی رُو سے یہی منزلت حضرت علیؑ کو حاصل ہوئی اور حضرت رسول خداؐ کے خلیفہ اول (بلافصل) قرار پائے۔ کیونکہ رسُولِ خداؐ نے نبوت کو مستثنٰی فرمایا ہے اولیت خلافت کو نہیں اگر خدا و رسُولؐ کا منشاء اس کے خلاف کچھ اور ہوتا علیم و حکیم خدا، اپنے معصوم رسُولؐ کی زبان وحی بیان ہی سے اُس موقع پر خلافت کو بھی مستثنٰی کروا دیتا۔ لیکن اللہ نے ایسا نہیں کیا۔ اس بناء پر منشاء الٰہی یہی قرار پایا کہ ہارونِ محمدؐ ہونے کی وجہ سے حضرت علی مُرتضٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی رسُول خُدا کے خلیفہ اول ہیں۔ خواہ اُن کے پاس حکومت ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ دُنیوی حکومت کا نام خلافت نہیں بلکہ منصبِ رُوحانی جانشینی پیغمبرؐ کا نام خلافت ہے لیکن حکومت خلیفہ رسُولؐ کا حق ضرور ہے۔

«توجه فرمائیں»

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سفر تبوک پر تشریف لے جاتے ہوئے عارضی طور پر خلیفہ چھوڑ گئے تھے انہیں یہ غور کرنا چاہیے کہ وقتی طور پر خلیفہ بنا کر مدینہ میں چھوڑ جانا کوئی ضروری نہ تھا جب کہ کسی جنگ اور کسی سفر پر جاتے ہوئے پہلے کبھی مدینہ کسی کو خلیفہ نہیں چھوڑا تھا۔ بلکہ منشاء رسُولؐ یہی تھا کہ لوگوں کو آپؐ کے خلیفہ کا علم ہو جائے۔ علاوہ ازیں فرمانِ وحی بیان میں لفظ "**بعدی**" یعنی میرے بعد اس امر

کی واضح دلیل ہے کہ مولا علیؑ کی منزلت ہارونی وقتی یا عارضی نہ تھی بلکہ رسُولؐ کے بعد بھی مولا علیؑ اسی منزلت پر رہیں گے۔ یہ منزلت سلب نہ ہوگی۔ اس بات کی تائید مندرجہ ذیل حدیث بھی کرتی ہے:۔

تبلیغ سُورہ برات

کے موقع پر حضرت رسُول خدا نے حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان یوں فرمایا:۔

"علیٌّ منی وھواخی و وارثی و خلیفتی فی اھل بیتی وامتی بعدی "یعنی فرمایا علیؑ مجھ سے ہے اور وہ میرا بھائی، میرا وصی، میرا وارث اور میرا خلیفہ ہے میرے اہل بیتؑ اور میری اُمت میں میرے بعد"۔ (دیکھئے حبیب السیر مطبوعہ بمبئی جلد اول جزو سوم ص ۲ سطر ۲)۔

«توجہ فرمائیں»

حضرت سید الانبیاءؐ کے فرمان میں لفظ "بعدی" یعنی "میرے بعد" اس امر کا مقتضی ہے کہ حضرت علیؑ کو رسُولؐ ہی کے بعد خلیفہ تسلیم کیا جائے نہ کہ دُوسرے حضرات کے بعد۔ لفظ "وصی" اور "وارث" بھی اس امر کے موید ہیں۔

اعلانِ ولایت مولا علیؑ

غیر شیعہ حضرات کی معتبر کُتب سے ثابت ہے کہ سرکار دو جہان، رسُول خدا نے فرمایا:۔

"ان علیا منی وانا منہ وھوولی کل مومن بعدی "یعنی "علیؑ مجھ سے اور میں اس سے ہوں اور وہ ہر ایمان والے کا ولی ہے میرے بعد"۔ یہ فرمانِ رسُولؐ حسب ذیل کتابوں میں موجود ہے:۔

(۱) صابہ فی تمیز الصابہ حافظ ابن حجر عسقلانی مطبوعہ مطبعتہ الشرفیہ مصر (سنہ ۱۳۲۵ھ) الجزء الخامس ترجمہ وہب بن حمزہ ص ۳۲۵ اور الجزء الثالث ص ۲۷۰ تا ۲۷۱ (۲) جامع الترمذی طبوعہ نولکشور باب مناقب علی ابن ابی طالب ص ۶۱۲ (۳) خصائص امام نسائی مطبوعہ محمدی لاہور ص ۵۲ تا ص ۵۴ (۴) صواعق محرقہ امام بن حجر مکی مطبوعہ مصر ص ۴۷ (۵) کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ششم ص ۱۵۴ یا منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند حنبل مطبوعہ مصر جلد پنجم ص ۳۰ و ص ۵۲۔

مخفی نہیں کہ حضرت علیؑ عہد رسالتؐ میں بھی مومنوں کے دوست و مددگار ہی تھے دشمن تو نہیں تھے۔ اگر مقصود پیغمبرؐ "دوست" یا "مددگار" کہنا ہوتا تو حضورؐ لفظ "بعدی" یعنی میرے بعد ہرگز نہ فرماتے۔ یہ لفظ بتا رہا ہے کہ وہ ولایت مراد ہے جو حضرت علیؑ کو عہد رسالتؐ کے بعد حاصل ہونے والی تھی۔ لہذا لفظ "بعد" کے ہوتے ہوئے ولی کا معنیٰ "دوست" یا "مددگار" اس حدیث میں ہرگز نہیں ہوسکتا اس بنا پر ولی کا معنیٰ "حاکم" ہی صحیح ہے یعنی رسولؐ نے فرمایا۔ "علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے ہوں اور وہ ہر مومن کا حاکم ہے میرے بعد"۔ کیونکہ اس معنیٰ میں حضرت علیؑ عہد رسالتؐ میں ولی نہ تھے بلکہ رسولؐ حاکم تھے اور رسولؐ کے ظاہر بہ ظاہر موجود ہوتے ہوئے "علی ولی اللہ" کہہ کر علی کو حاکم قرار دینا عہد رسالتؐ میں مناسب نہ تھا۔ بلکہ عہد رسالتؐ کے بعد ہی مناسب ہے اور عہد رسالتؐ کے بعد "علی ولی اللہ" کہہ کر مولا علیؑ کی حاکمیت کا قرار کرنا فرمان رسولؐ "**هو ولی کل مومن بعد**" کو تسلیم کرنے کا اعلان اور اپنے ایمان کا اظہار ہے۔

علی" ولی اللہ کا اعلان

اہل سنتہ والجماعتہ حضرات نے خطبہ جمعہ میں حضرت علیؑ اور دیگر حضرات کے نام پڑھنا

عہدِ رسالتؐ کے بعد ہی شروع کیا۔ حالانکہ یہ کہیں سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ خطبہ جُمعہ میں یہ شمار نام عہدِ رسالتؐ میں پڑھے جاتے تھے۔ "علی ولی اللہ" کہنے کو (معاذ اللہ) "بدعت" کہنے سے پہلے اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ کسی بات کو بدعت اُسی وقت کہا جاسکتا ہے جب کہ وہ بات قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہو۔ لہذا "علی ولی اللہ" پڑھنا بدعت نہیں۔ بلکہ سنت ہے کیونکہ حضرت رسُول خدا نے "علی ولی اللہ" خود اپنی زبانی وحی بیان سے پڑھ کر سُنایا ہے جیسا کہ فردوس الاخبار دیلمی میں ہے کہ رسُولؐ نے۔

فرمایا کہ **میں نے شب معراج کے دروازہ پر سونے کے حروف سے یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا**

"لا اله الله محمد حبیب الله علی ولی الله"

اور **کلمہ لا الہ اللہ محمد رسول اللہ** کے ساتھ مولا علیؑ کا ذکر منتخب کنز العمال پر حاشیہ مسند حنبل مطبوعہ مصر جلد ۵ ص ۳۵ میں بھی موجود ہے۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

جنت کے دروازہ والے کلمہ کے مطابق "علی ولی اللہ" ہم اس لئے پڑھتے ہیں کہ جنت میں جانا چاہتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن بعض لوگ دروازہ جنت پر "علی ولی اللہ" لکھا ہوا دیکھ کر شاید یہی کہتے ہوئے واپس ہو جائیں کہ "یہ تو شیعوں کا امام باڑہ ہے ہم اس میں نہیں جائیں گے"۔ ڈاکٹر طہ حسین پھر اسی کتاب کے ص ۲۸۹ (سطر ۱۰ سے) یوں تحریر فرماتے ہیں:۔ اس طرح گمان غالب ہے کہ شیعہ دُشمن عناصر نے عہد اُمیہ عباسہ میں عبداللہ سباء کے معاملے کو اس لئے مبالغہ کا رنگ دے دیا کہ ایک طرف تو کچھ ایسے واقعات جو حضرت عثمان اور اُن کے والیوں سے منسوب ہیں وہ مشکوک

ہو جائیں اور دُوسری طرف حضرت علیؑ اور اُن کے ساتھیوں پر زد پڑے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ شیعہ ایک یہودی کے جھانسے میں آئے ہوئے تھے۔

جس جس کا میں مولا ہوں اُس اُس کا علی مولا ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع (سنہ ۱۰ھ) سے فارغ ہو کر مدینہ واپس تشریف لاتے ہوئے جب مقامِ غدیرِ خُم پر پہنچے تو قرآن مجید کی یہ آیہ مبارکہ و مقدسہ نازل ہوئی:۔

۶۷ يَآ اَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ط وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (قرآن مجید پارہ، سورۃ المائدہ کی آیت ہے۔

ترجمہ:۔ اے رسُولؐ (پیغام) کو پہنچا دیجئے جو آپ کی جانب آپؐ کے رب کی طرف سے نازل ہوا (۲) یہ حکم پہلے ہو چکا تھا جس کی جانب اشارہ فرمایا۔ اور حکم سورہ للانشراح کا ہے "**اذا فرغت فانصب**" یعنی جب آپؐ (حج سے) فارغ ہو جائیں تو مقرر کر دیجئے) اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا تو رسالت کو نہیں پہنچایا۔ اور (اُن) لوگوں کو (معلوم ہوا کہ کچھ لوگ ایسے موجود تھے جن سے (یہ پیغام پہنچاتے ہوئے) رسُول کو خطرہ تھا) ان سے آپ کو اللہ بچائے گا۔

قرآن مجید کے اس حکم خدا کی تعمیل کے لئے رسُولؐ خدا نے ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا (وہ صحابہ حج کر کے آئے تھے یعنی حاجی بھی تھے) جس میں حضرت علیؑ کو اُن تمام مخلوقات کا مولا قرار دیا جن کے خود آپؐ مولا ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: "**فمن کنت مولا فھذا**

مولاہُ " کو صحیح تسلیم کیا ہے اومشکل آلا ثار طحاوی مطبوعہ دائرہ المعارف حیدر آباد دکن طبعہ اولی جلد اول ص ۳۰۸ سطر ۱۸ میں حدیث غدیر کے متعلق یوں لکھا ہے:۔ **"فھذا الحدیث صحیح الاسناد لاطعن لاحد فی راتہ "** ترجمہ۔ پس یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اس کے راویوں میں کسی پر بھی کوئی طعن نہیں ہے۔

لفظ مولا کا معنی کیا ہے؟؟

رسُول خدا نے اپنے خطبہ میں حضرت علیؑ کو مولا قرار دینے سے پہلے خود ہی مولا کا مطلوب معنی بھی سمجھا دیا فرمایا "الست اولی بکم منکم انفسکم " یعنی کیا میں تم لوگوں کی جانوں پر تم سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟ ایک لاکھ بیس ہزار صحابہ نے کہا "بیشک " تو حضورؐ نے فرمایا: **"من کنتُ اولی بہ من نفسہ فعلی اولی** بہ من نفسہ (دیکھئے **"ینابیع المودۃ" مصنفہ مفتی اعظم قسطنطنیہ محمد سلیمان حنفی بلخی مطبوعہ اسلامبول جلد اول** ص ۱۱۵) "یعنی جس کی جان پر اُس سے زیادہ صاحب اختیار ہے۔ یہ معنی سمجھا کر فرمایا پس جس کا میں مولا ہوں اُس کے یہ علیؑ مولا ہیں "لہذا ثابت ہوا کہ مقصود پیغمبر علیؑ کو دوست " بتانا نہیں بلکہ جانوں پر اختیار رکھنے والا حاکم قرار دینا تھا۔ اس لئے حدیث غدیر میں لفظ مولا کا معنی دوست ہرگز درست نہیں۔

۲۔ خطبہ رسولؐ سُن کر مشہور صحابی رسولؐ حسان بن ثابت نے مولا علیؑ کی شان میں اُسی وقت حاضرین کے سامنے قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے:۔

فقال لہ قمہ یا علیُّ ذاننی رمیتک من بعدامامًا وھا دیا

ترجمہ:۔ پس (رسولؐ) نے حضرت علیؑ سے فرمایا " اے علیؑ کھڑا ہو جا پس تحقیق میں نے تجھے

علی مولا "۔ یعنی "پس جس کسی کا میں مولا ہوں تو علیؑ اُس کا مولا ہے" ۔رسُول کا یہ فرمان وحی بیان حسب ذیل کتب اہلسنت میں موجود ہے:۔

(۱) منہج الوصول الی اصطلاح احادیث الرسُول " نواب صدیق حسین بھوپالی (اہلحدیث) مطبوعہ شاہجانی ص ۱۳ سطر ۳ تا ۶ (۲) مشکوٰۃ (مترجم) مطبوعہ سعیدی کراچی جلد سوم باب مناقب علیؑ فصل دوم ص ۲۵۹ حدیث نمبر ۸۳۰ (۳) جامع الترمذی مطبوعہ نولکشور باب مناقب علیؑ ص ۶۱۲ (۴) "مطالب السئول" شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی ص ۵۶۵۵ (۵) ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ محب طبری مطبوعہ مصر جلد اول ص ۱۵۳ (۶) مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ نولکشور کانپور جلد ۲ ۵۲۱ (۷) تفسیر دُرمنثور سیوطی مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۲۵۹ (۸) کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن سنہ ۱۳۱۳ جلد ۶ ص ۳۹۷ (۹) تاریخ الخلفاء سیوطی (اُردو ترجمہ) مطبوعہ صدیقی (مطبع ذمیندر لاہور) ص ۱۲۱ (۱۰) روضۃ الصفاء مطبوعہ بمبئی جلد ۲ ص ۱۷۳ سطر ۱ تا ۵ (۱۱) تذکرہ خواص الامۃ ابن جوزی مطبوعہ مصر ص ۲۰ سطر ۴ (۱۲) شواہد النبوۃ مولانا جامی مطبوعہ مطبع چودری بمبئی ص ۲۰۸ (۱۳) "سر العالمین" امام غزالی مطبوعہ بمبئی مقالا رابع ص ۹ (۱۴) الشفاء قاضی عاض مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ لاہور الجز الثانی ص ۱۸۶ سطر ۵۔

نوٹ:۔ "سر العالمین" تصنیف امام غزالی ہی ہے ثبوت کے لئے میزان الاعتدال علامہ ذہبی مطبوعہ مصر جلد اول حرف الحاء ترجمہ حسن بن صباح ص ۲۴۳ ملاحظہ ہو۔

حدیث غدیر صحیح ہے

امام ابن حجر مکی نے "صواعق محرقہ" مطبوعہ مصر کے ص ۲۵ پر حدیث "مـن کـنـت

پسند کیا بعد کے لئے امام (پیشوا) اور ہادی"۔ اور اُسی قصیدہ کا ایک شعر یہ ہے:۔

فخص بهادون المبريته كلها   علياً وسماه الوزير المواخيا

(یہ دو شعر قصیدہ حسان کے، تذکرہ خواص الامتہ علامہ سبط الجوزی کے ص ۲۰ پر دیکھئے)

ترجمہ:۔ پس (رسولؐ نے) تمام مخلوقات کو چھوڑ کر اس (پیشوا اور ہادی کے منصب) کے لئے علیؑ کو مخصوص کیا اور اُنہی کا نام رکھا "وزیر" برادر۔

حدیث تین قسم کی ہوتی ہے (۱) قولی (۲) فعلی (۳) تقریری رسولؐ۔ تیسری قسم یعنی "تقریر رسولؐ" وہ کہلاتی ہے کہ رسولؐ کے سامنے کوئی بات کہی جائے یا کوئی فعل کیا جائے اور رسولؐ تردید نہ فرمائیں یعنی رسولؐ کی خاموشی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ قول یا فعل صحیح ہے۔ اور اُسے حدیث تسلیم کیا جاتا ہے جیسا کہ مقدمہ مشکوٰۃ میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اصول حدیث تحریر فرمائے اور اس تیسری قسم کا ذکر فرمایا ہے۔ لہذا حسان بن ثابت صحابی رسولؐ نے مولا کے معنے "امام" ہادی، "وزیر" پیغمبرؐ کے سامنے بیان کئے اور پیغمبرؐ نے تردید نہ فرمائی۔ اگر محض "دوست" کہنا مقصود ہوتا تو فوراً منع فرمادیتے کہ میں نے "مولا" امام، ہادی اور وزیر کے معنوں میں کہا محض "دوست" کہا ہے۔ لیکن پیغمبرؐ نے منع نہیں فرمایا اور خاموش رہ کر ثابت فرمادیا کہ "مولا"، "دوست" کے معنی میں نہیں فرمایا۔

☆۔ خطبہ رسولؐ کے بعد حضرت عمر بن خطاب نے حضرت علیؑ کو یوں مبارکباد دی: "مبارک! مبارک آپ کو اے فرزند ابو طالب! کہ آپ نے ایسی صبح کی اور ایسی شام کی (یعنی آج کا دن آپ کے لئے ایسا آیا) کہ آپ میرے مولا ہوئے اور تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کے مولا ہوگئے"۔ حضرت عمر کے یہ الفاظ مشکوٰۃ (عربی) مطبوعہ محمدی دہلی باب مناقب علیؑ اور سیر العالمین امام غزالی مطبوعہ بمبئی مقالہ رابعہ ص ۹ میں موجود ہیں حضرت عمر کے الفاظ کی رُو سے "مولا" کا مقام حضرت علیؑ کو اُسی روز حاصل ہوا تھا پہلے حاصل نہیں تھا جب کہ مومنین ومومنات کے دوست حضرت علیؑ پہلے بھی تھے۔ لہذا اس حدیث غدیر میں "مولا" کا معنی دوست نہیں بلکہ جانوں پر صاحب اختیار حاکم" ہے

یعنی رسولؐ کے بعد منصبِ ہدایت پر فائز، مخلوقات کا امام اور پیغمبرؐ کا وزیر۔

۴۔ علامہ سبط ابن جوزی نے "خواص الامتہ" کے ص ۲۰ پر "مولا" کے معنے دوست لکھنے کی بجائے یہ لکھے ہیں "**هذا نص صريح في اثبات امامته وقبول طاعته**" یعنی "یہ (حدیث پیغمبرؐ میں لفظ مولا) حضرت علیؑ کی امامت کے اثبات اور آپؑ کی اطاعت قبول کرنے کے بارے میں نص صریح ہے"۔

۵۔ امام غزالی نے **بخ بخ** کہہ کر مبارک باد دینے کو تسلیم و رضا و تحکیم تحریر فرمایا ہے۔ دیکھئے "سرّ العالمین و کشف ما فی الدارین" مطبوعہ بمبئی مقالہ رابعہ ص ۹۔

دستارِ ولیعہدی

اگر صرف "دوست" کہنا مقصود فرمانِ پیغمبرؐ ہوتا تو حضورؐ کو علیؑ کی دستار بندی کی کیا ضرورت تھی؟ حالانکہ غدیرِ خم کے مقام پر حضرت علیؑ کے سرِ مبارک پر خود رسولؐ نے دستار باندھی۔ ثبوت کے لئے دیکھئے "ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ" مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۱۷ اور کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن جلد ۸ ص ۶۰۔

منکرِ مولایت

حرث فہری کا واقعہ عذاب

تفسیر ثعلبی میں قرآن مجید کے پارہ ۲۹ کی سورۃ المعارج کی تفسیر میں بروایت امام محمد باقرؑ

اور تفسیر فتح البیان علامہ اہلحدیث نواب صدیق حسن قنوجی بھوپالی جلد عاشر (۱۰) مطبوعہ مصر ص ۴۸ سطر ۲۰ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ حدیث "**من کنت مولاہ**" جب تمام اطراف اور چھوٹے بڑے شہروں میں پہنچ گئی تو حرث بن نعمان فہری، خدمتِ رسولؐ میں حاضر ہوا۔ حضورؐ سے کہنے لگا۔ یا محمدؐ: آپؐ نے ہم لوگوں کو **لا الہ الا اللہ** کی شہادت دینے کا حکم دیا: ہم نے مان لیا: پھر آپ نے نماز پنجگانہ کا حکم دیا ہم نے مان لیا پھر آپ نے ماہِ رمضان کے روزے رکھنے کا حکم دیا وہ بھی ہم نے قبول کیا۔ پھر آپ نے حج اور اپنے اموال کی زکوٰۃ دینے کا حکم دیا وہ بھی ہم نے قبول کرلیا۔ اس پر بھی آپ راضی نہ ہوئے حتیٰ کہ آپ نے اپنے چچا کہ بیٹے (علیؑ) کے بازو کو بلند کر کے اُس (علیؑ) کو تمام انسانوں پر فضیلت دے دی۔ اور آپ نے کہہ دیا کہ جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ (بھی) مولا ہے"۔ یہ حکم آپ کی جانب سے ہے یا اللہ کی جانب سے"؟

حرث کی یہ گفتگو سُن کر حضرت رسولِ خداؐ کی آنکھیں غضب سے سُرخ ہوگئیں اور حضورؐ نے فرمایا"۔ قسم ہے اللہ کی، جس کے سوائے کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ حکم اللہ کی جانب سے ہے۔ میری جانب سے نہیں" حضورؐ نے تین مرتبہ یہی ارشاد فرمایا: تو حرث کھڑا ہوگیا اور یہ کہتا ہوا (اپنی اونٹنی کی جانب) چلا کہ جو کچھ محمدؐ کہتے ہیں۔ اگر یہ حق ہے تو اے اللہ ہم پر آسمان سے پتھر بھیج یا کوئی اور دردناک عذاب پہنچا"۔ راوی کا بیان ہے کہ "پس قسم خدا کی، حرث اپنی اُونٹنی تک نہیں پہنچا تھا کہ اللہ نے اُسے آسمان سے پتھر مارا جو اُس کے سر پر لگا اور دُبر سے نکل گیا۔ حرث وہیں مر گیا۔ تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:۔

سَاَلَ سَآئِلٌ م بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ہ ترجمہ آیت:۔ ایک مانگنے والے نے عذاب مانگا جو منکروں کے لئے واقع ہونے والا ہے کوئی شخص اُس کو روکنے والا نہیں (نوٹ:۔ یہ آیہ مقدسہ قرآن مجید پارہ ۲۹ رکوع ۶ سورۃ المعارج کی ہے)۔

«توجہ فرمائیں»

حرث بن نعمان فہری توحید و رسالت کا قائل، نماز پڑھنے والا، روزے رکھنے والا مسلمان تھا۔ جس نے رسولِ خدا کی صحبت بھی پائی۔ لہذا وہ صحابی تھا اور عرب کا رہنے والا تھا، عربی زبان سے واقف تھا۔ اُس نے مولا کا یعنی "دوست" نہیں سمجھا اسی لئے کہا کہ آپؐ نے علیؑ کو تمام انسانوں پر فضیلت دے دی"۔ اور حضرت رسولِ خداؐ نے بھی اُس کے سمجھے ہوئے معنوں کی تردید نہیں فرمائی بلکہ اللہ کی قسم کھا کر فرمادیا کہ "یہ حکم اللہ کی جانب سے ہے"۔ اور تین مرتبہ فرما کر تاکید فرمادی۔ اگر لفظ "مولا" سے مقصود پیغمبر محض "دوست" کہنا ہوتا۔ تو حضورؐ فرمادیتے کہ اے حرث! تو نے مولا کا مفہوم غلط سمجھا، میں نے تو صرف "دوست" کہا تھا۔ لیکن حضورؐ نے ایسا نہیں کیا۔ لہذا احدیث غدیر میں مولا کا معنی دوست ہرگز درست نہیں۔ بلکہ وہی معنی درست ہے، جس کے مطابق علیؑ کو مولا تسلیم کرنے پر حرث تیار نہ تھا۔ اور منکر ہو کر مبتلائے عذاب ہوا اور ہلاک ہوگیا۔ اللہ ہمیں اس بات سے محفوظ رکھے کہ ہم اُس معنی میں علیؑ کو اپنا مولا تسلیم کرنے سے انکار کریں ہم تو صدیق دل سے اپنے مولا علی کو رسولؐ کے بعد تمام مخلوقات سے افضل، رسولؐ کے وزیر اور خلیفہ اور اپنے امام و ہادی تسلیم کرتے ہیں۔

خطبہ غدیر میں الفاظ "وصی" اور "خلیفہ"

مفتی اعظم اہل سنت والجماعت علامہ محمد سلیمان حنفی نقشبندی قندوزی بلخی نے اپنی تصنیف "ینابیع المودۃ" مطبع استنبول جلد اول ص ۱۱۵ میں لکھا ہے کہ جب رسولِ خدا نے **"من کنت مولاہ فھذا علی مولا"** ارشاد فرمایا تو قرآن مجید کی آیہ مبارکہ (یہ آیت پارہ ۶ سورۃ المائدہ کی ہے) (**اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنَ**) نازل ہوئی۔ (ترجمہ آیہ مبارکہ "آج میں نے مکمل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین

اور تم پر پورا کر دیا اپنی نعمت کو اور میں راضی ہوا کہ اسلام تمہارا دین مانا جائے")۔ تب تکمیل دین اور اتمام نعمت پر (خوش ہو کر) رسولِ خدا نے "اللہ اکبر" فرمایا۔ تو حضرت سلمان فارسیؓ (صحابی رسولؐ) نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ "یا رسولؐ اللہ! کیا یہ آیت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے"؟ حضورؐ فرمایا۔ "بیشک علیؑ اور میرے روزِ قیامت تک کے اوصیاؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے"۔ (یعنی آیت ۵:۳ **اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ** کے مخاطب صرف حضورؐ اور آپ کے اوصیا ہیں۔ جن پر نعمت کو پورا کیا۔ تو معلوم ہو گیا کہ ۱:۷ **صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ** سے کون مراد ہیں) پس حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ آپ ہمارے لئے انہیں بیان فرما دیجئے (کہ وہ اوصیا کون ہیں؟) حضورؐ نے فرمایا کہ ان کا اول علیؑ ہے اور وہ میرا بھائی، میرا وصی، میرا وارث اور میرا خلیفہ ہے پھر حسنؑ، پھر حسینؑ کی اولاد میں سے نو (اوصیا) ہوں گے"۔

لفظ وصی کا مزید ثبوت مروج الذہب مسعودی بر حاشیہ تاریخ کامل مطبوعہ مصر جلد ۶ ص ۷۵ اور شواہد النبوۃ مولانا جامی مطبوعہ نولکشور ص ۱۶۴ پر ملاحظہ فرمائیے۔ مندرجہ بالا تمام حوالوں سے ثابت ہوا کہ مقام غدیر خم پر رسولؐ نے حضرت علیؑ کے دوست کے معنی میں نہیں بلکہ وصی و خلیفہ کے معنی میں مولا فرما کر دستار ولیعہدی باندھی تھی۔ اور حضرت علیؑ سے امام مہدیؑ تک بارہ اوصیاءؑ کی خبر دے دی تھی۔

اثناء عشر (یعنی ۱۲) خلفاء

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بارہ ۱۲ خلفاء کا ذکر کئی مرتبہ فرمایا اور اُن ہی کو "آئمہ"، "اُمراء"، "اوصیا" ارشاد فرمایا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید مع ترجمہ و تفسیر شاہ عبد القادر محدث دہلوی مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ پارہ ۶ سورۃ المائدہ میں ارشاد پروردگار ۵:۱۲ **وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا**

کی تفسیر حاشیہ پر یوں مرقوم ہے:۔ایک عہد اُس امت سے تھا کہ رسُولؐ جو بعد پیدا ہوں۔اُن کی مدد کرو۔اُس کے بدل ہم سے یہ ہے کہ خلفاء کی اطاعت کرو۔ یہ مذکورہ بارہ سرداروں کا یہاں فرمایا اسی اشارہ کو کہ حضرتؐ نے بتایا ہے کہ میری اُمت میں بارہ خلیفہ ہوں گے قوم قریش سے"۔عبدالقادر محدث دہلوی کی تفسر وضح القرآن کی مندرجہ بالا عبارت سے نہ صرف یہ ثابت ہوا کہ رسُولؐ نے خلفاء کی تعداد بارہ بتائی تھی بلکہ یہ بھی ثابت ہوگیا اُن بارہ خلفاء کی اطاعت فرض ہے۔

«بارہ خلفاء کے متعلق احادیث حسب ذیل کُتب میں ملاخطہ فرمائیے»

ا۔تاریخ الخلفا امام جلال الدین سیوطی (اُردو) مطبوعہ صدیقی (مطبع زمیندار) لاہور ص۵
(۲) صحیح بُخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی، جلد۳،تاب الاحکام ص۹۰۷حدیث نمبر۸۶۔۲باب ۱۱۸۶
(۳) صحیح مُسلم مع شرح نووی (عربی) مطبوعہ مصر الجزاء الثالث کتاب الامارۃ ص۱۴۵۲ (۴) مشکوٰہ مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد سوم باب مناقب قریش و ذکر القبائل ۱۲۹ حدیث نمبر۵۷۲۹
(۵) ترمذی (نور محمد اصح المطابع کراچی والی) مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی جلد دوم ص۱۹ حدیث ۹۰۔

اب فیصلہ طلب امر یہ ہے کہ وہ بارہ واجب الاطاعت خلفاء کونسے ہیں؟ مذہب امامیہ کے مطابق وہ بارہ واجب الاطاعت خلفائے رسولؐ یہ ہیں:۔

ا۔حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ (۲) حضرت امام حسنؑ (۳) حضرت امام حُسینؑ (۴) حضرت امام زین العابدین علیؑ (۵) حضرت امام محمد باقرؑ (۶) حضرت امام جعفر صادقؑ (۷) حضرت امام موسیٰ کاظمؑ (۸) حضرت امام علی رضاؑ (۹) حضرت امام محمد تقیؑ (۱۰) حضرت امام علی نقیؑ

(۱۱) حضرت امام حسن عسکریؑ (۱۲) حضرت امام مہدیؑ۔

مذہب اثناءعشری کا یہ عقیدہ ارشادات رسولؐ کے مطابق ہے جیسا کہ مفتی اعظم اہل سنۃ والجماعۃ علامہ محمد سلیمان حنفی کی کتاب ینابیع المودہ مطبوعہ استنبول جلد ۱ ص ۱۱۵ سے حدیث غدیر نقل ہوئی۔ لیکن شرح فقہ اکبر علامہ علی قاری حنفی مطبوعہ مجتبائی دہلی کے ص ۸۴ پر "بارہ خلفاء" کی دوسری فہرست لکھی ہوئی ہے۔ جس میں یزید بن معاویہ کو چھٹا "خلیفہ" شمار کیا گیا ہے۔ اسی سلسلہ میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری پارہ ۲۹ ص ۶۲۹ بھی ملاحظہ ہو۔ علاوہ ازیں صحیح بخاری مترجم مطبوعہ سعیدی کراچی جلد ۳ کتاب الفتن ۷۴۸، حدیث نمبر ۱۹۸ کی مندرجہ ذیل عبارت بھی قابل غور ہے:۔

"سلیمان بن حرب، حماد بن زید، ایوب، نافع سے روایت کرتے ہیں کہ جب اہل مدینہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت فسخ کر دی تو ابن عمر نے اپنے ساتھیوں اور بچوں کو اکٹھا کیا اور کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر عہد شکنی کرنے والے کے لئے قیامت کے دن ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ ہم اس شخص کی بیعت (یعنی یزید کی) خدا اور اس کے رسول کے (معاذ اللہ یعنی یزید کی اطاعت کو، خدا اور رسول کی اطاعت سمجھا) موافق کر چکے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اس بھی بڑھ کر کوئی بے وفائی ہو سکتی ہے کہ ایک شخص کی بیعت خدا اور اسکے رسول کے موافق کی جائے پھر اس سے جنگ کی جائے میں نہیں جانتا کہ تم میں جو شخص (یعنی یزید کو) اس کی تخت خلافت سے معزول کرے گا اور اس کی اطاعت سے روگردانی کرے گا تو ہمارے اور اس کے درمیان جدائی کا پردہ حائل ہوگا"۔

صحیح بخاری کی مندرجہ بالا عبارت اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ عبداللہ بن عمر نے یزید کی

بیعت کی تھی اور عبداللہ مذکور کی نظر میں یزید خلیفہ برحق تھا (معاذ اللہ) بلکہ وہ یزید کی بیعت کو خدا اور رسولؐ کی بیعت سمجھتے تھے (نعوذ باللہ)۔ مہتمم دارالعلوم دیوبند حافظ قاری محمد طیب صاحب اپنی کتاب "شہید کربلا اور یزید" مطبوعہ کراچی کے ص ۸۸ پر مقدمہ ابن خلدون کی عبارت کا ترجمہ یوں لکھتے ہیں:۔ "کہیں تم اس غلطی میں مت پڑ جانا کہ تم اُن لوگوں کو جو حضرت حسینؑ کی رائے کے مخالف تھے اور ان کی مدد کے لیئے (عملاً) کھڑے نہیں ہوئے گنہگار کہنے لگو اس لئے کہ وہ صحابہ کی اکثریت سے جو یزید کے ساتھ تھے اور اس پر خروج جائز نہیں سمجھتے تھے"۔

اور "شہید کربلا اور یزید" کے ص ۸۲ پر یوں لکھتے ہیں:۔

"حضرت حُسین کو باغی کہنے کا منصوبہ اس خیال پر مبنی ہے کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور اُس کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ظاہر کی گئی ہے کہ صحابہ کی اکثریت نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی"۔

لیکن شرح فقہ اکبر علامہ علی قاری حنفی کی فہرست میں سے، سوائے حضرت علیؑ کے کسی کو بھی مذہب امامیہ میں خلیفہ تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یزید کا تو ذکر ہی کیا؟ لیکن عام طور پر محض بغض و تعصب کی وجہ سے مذہب امامیہ کے پیروکاروں کو قاتلان حُسینؑ کہا جاتا ہے (نعوذ باللہ)۔

قاتلان حُسین کا مذہب

کوئی جاہل بھی اس کا انکار نہ کرے گا کہ امام حسینؑ اور اصحاب حسینؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی اور یزید کو ہرگز خلیفہ تسلیم نہیں کیا جب کہ اس کے بالکل برعکس قاتلان حُسینؑ یزید کو خلیفہ برحق تسلیم کرتے تھے اور اُس کی بیعت کر چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام حُسینؑ کے قاتلوں نے حضرت امام حُسین اور اُن کے اصحاب باوفا کو، بھوکا پیاسا رکھ کر نہایت ظالمانہ طریقوں سے شہید کیا۔ کیونکہ قاتلان حُسینؑ کی نظر

میں امام علیہ السلام اور ان کے اصحاب باوفا، معاذ اللہ، خلیفہ برحق کے باغی تھے لہذا قاتلان حسینؑ اُسی مذہب کے پیروکار تھے جس میں یزید کو خلیفہ اور امیر المومنین تسلیم کیا جاتا رہا۔ قاتلان حسین علیہ السلام کو مذہب امامیہ کے پیروکار کہنا بھی بر تعصب و جہالت ہے کیونکہ مذہب امامیہ میں یزید کو خلیفہ تو کجا، مومن ہی تسلیم نہیں کیا جاتا۔ البتہ علامہ علی قاری حنفی نے شرح فقہ اکبر مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۸۸ سطر ۲۲ میں یزید کو ایمان والا تحریر کیا ہے۔

۲۔ یزید کے والد کی فوج، حضرت علی مرتضیٰ کے خلاف جنگ صفین میں ایک مقتول کے قصاص کا مطالبہ کرتی ہوئی لڑی تھی۔ اُس فوج کا مذہب، مذہب امامیہ کے بالکل برعکس تھا کیونکہ وہ مقتول مذہب امامیہ کا پیشوا نہیں تھا۔ اور نہ ہی اُس "مطالبہ قصاص" سے مذہب امامیہ کا کوئی تعلق ہے۔ یزید کو تخت نشین ہونے کے بعد اپنے والد کی وہی صفین والی فوج ورثہ میں ملی کیونکہ کوئی عقل مند انسان یہ تسلیم نہیں کرے گا کہ یزید کے والد کی وفات کے ساتھ ہی ساری فوج بھی مرگئی تھی۔ لہذا یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ یزید اپنے والد کے اُسی لشکر صفین کا وارث ہوا جس کا مذہب "مطالبہ قصاص" تھا۔ اُسی فوج نے میدان کربلا میں نواسہ رسول کا خون بہایا۔ اُس فوج کا مذہب ظاہر ہے۔

۳۔ لشکر یزید کا مذہب "مطالبہ قصاص" کے عین مطابق تھا۔ جیسا کہ تاریخ الرسل والملوک ابن جریر طبری مع فرانسیسی ترجمہ (مطبوعہ ای۔جے برل) جلد ۲ (۱) ص ۳۴۲ سطر ۵ تا ۸ میں ہے کہ (اختصار کے پیش نظر طبری کی عربی عبارت چھوڑ کر مفہوم لکھا گیا) اصحاب حسینؑ میں سے نافع بن ہلالؒ میدان جنگ میں نکلے اور یہ رجز پڑھا (رجز کے الفاظ "**انا الجملی انا علی دین علیؑ**" ہیں) "میں جملی ہوں اور میں علیؑ کے دین پر ہوں۔" اُن کا مقابلہ کرنے کے لئے لشکر یزید سے مزاحم بن حریث نکلا۔ اُس نے کہا کہ میں (یہاں طبری کی عبارت میں ایک

ایسے شخص کا نام ہے جس کا عقیدت مند شخص مذہب امامیہ کا پرو کار ہرگز نہیں ہو سکتا۔ میں نام نہیں لکھ سکتا طبری دیکھئے کے دین پر ہوں" یہ سُن کر حضرت نافع بن ہلالؓ نے فرمایا۔ "تو شیطان کے دین پر ہے" پھر مزاحم پر حملہ کیا اور اُسے قتل کر دیا۔

نوٹ:۔ طبری کی اس عبارت سے بھی لشکر یزید مذہب نمایا ہو جاتا ہے بلکہ مزاحم بن حریث کے پیشوائے دین کے خلاف اصحاب حُسینؑ کا مذہب بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن زیاد کا مذہب

تاریخ الرسل والملوک ابن جریر طبری مع فرانسیسی ترجمہ جلد ۲ (۱) ص ۳۱۱ سطر ۱۸ تا ۳۱۲ سطر ۲ کی عبارت یوں ہے:۔ "**جاء من عبیدالله بن زیاد کتاب الی عمر بن سعد اما بعد نهل بین الحسین واصحابه و بین الماء ولا یذوقوا منه قطرة کما صنع بالتقی الزکی المظام امیر المومنین بن** "مطبوعہ ای جے برل ۲۔۳ یہاں طبری کی عبارت میں ایک شخص کا نام اور اُس کے والد کا نام صفین کے "مطالبہ قصاص" کے مطابق ہے طبری ہی میں دیکھئے۔ رواداری ملحوظ ہے اس لئے میں نہیں لکھ سکتا۔

ترجمہ:۔ "عبیداللہ بن زیاد کی جانب سے عمر بن سعد کے پاس تحریری حکم پہنچا کہ امابعد، حُسینؑ و اصحاب حُسینؑ اور پانی کے درمیان حائل ہو اور وہ اس میں سے ایک قطرہ بھی پینے نہ پائیں۔ جیسا کہ تقی، زکی، مظلوم امیر المومنین ۔۔۔ بن ۔۔۔ سے کیا گیا تھا"

نوٹ:۔ عبیداللہ بن زیاد اُس کا عقیدہ تمند تھا جس کو تقی، زکی، مظلوم، امیر المومنین کہا لیکن

مذہب امامیہ کی رُو سے وہ شخص تقی، زکی، مظلوم اور امیر المومنین ہر گز نہیں۔ بلکہ ایسا شخص تھا کہ اُس کا عقیدت مند مذہب امامیہ کا پیروکار ہر گز نہیں ہوسکتا۔ یہ بات طبری میں نام پڑھ کر معلوم ہوجاتی ہے۔

شمر کا مذہب

جب لشکر یزید سر امام حسینؑ لے کر دمشق پہنچا تو یزید کے سامنے شمر نے جو تقریر کی اُسے حیات المیوان جلد اول ص ۱۰۶ میں یوں لکھا ہے۔ "ثم تکلم شمر ابن ذی الجوشن فقال یا امیر المومنین ورد علینا ھذا یعنی الحسینؑ فی ثمانیہ عشر رجلا من اھلبیتہ وستین رجلا من شیعتہ فسرنا الیھم وسئلناھم النزول علی حکم امیرنا عبید اللہ بن زیاد او القتال فاختار والقتال"۔ یعنی پھر شمر بولا، پس کہنے لگا "اے امیر المومنین (شمر نے یزید کو امیر المومنین کہا (معاذ اللہ) یہ یعنی حسینؑ ہم پر وارد ہوا اس کے ہمراہ اٹھارہ مرد اس کے گھر والوں میں سے اور ساٹھ مرد اس کے شیعہ تھے پس ہم ان کی طرف پہنچے اور ہم نے اُن سے کہا کہ یا تو ہمارے امیر عبید اللہ بن زیاد کے حکم پر جھک جائیں یعنی بیعت کر لیں یا جنگ کر لیں پس انہوں نے جنگ کو اختیار کیا"

«توجہ فرمائیں»

مذہب امامیہ کی رُو سے حضرت علیؑ کے سوائے کوئی بھی امیر المومنین نہیں۔ یہاں تک کہ آئمہ اہلبیتؑ میں سے کوئی اور امام بھی امیر المومنین نہیں ہے۔ لیکن شمر تو یزید کو "امیر المومنین" تسلیم کرتا تھا۔ لہذا شمر کا مذہب امامیہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ اس مذہب کا پیروکار تھا، جس میں یزید کو خلیفہ اور امیر المومنین مانا جاتا رہا ہے۔ مذہب امامیہ سے رو سے تو یزید مومن ہی نہیں تھا۔ البتہ علامہ علی قاری حنفی کی کتاب شرح فقہ اکبر مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۸۸ سطر ۲۲ میں اُسے ایمان والا تسلیم کیا گیا ہے دیکھئے الفاظ "ولا تخفی ان ایمان یزید محقق" شرح فقہ اکبر میں موجود ہیں۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

شمر کی تقریر میں "ستین رجلاً من شیعته" کے الفاظ اس امر کی دلیل ہیں کہ اصحاب حسینؑ، امام مظلومؑ کے شیعہ تھے۔

عمر بن سعد کون تھا

غیر شیعہ حضرات کی روایت کے مطابق حضورؐ نے دس آدمیوں کو جنت کی بشارت دی تھی۔ اُن دس صحابیوں کو غیر شیعہ حضرت "عشرہ مبشرہ" کہتے ہیں۔ اس "عشرہ بشرہ" میں سے ایک صحابی سعد بن ابی وقاص تھے۔ اُنہی کا بیٹا عمر بن سعد تھا۔ جو واقعہ کربلا میں لشکر یزید کا کمانڈر ان چیف تھا۔ شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی نے "الفاروق" مطبوعہ تاج کمپنی لمٹیڈ حصہ دوم کے ص ۳۴۲-۳۴۳ پر گورنروں کی فہرست لکھی ہے۔ اُس میں حمص کا گورنر عمر بن سعد کو لکھا ہے۔ اور کیفیت کے خانے میں "الفاروق" شبلی نعمانی دیکھئے۔ اس بات کی وضاحت بھی کی ہے کہ حضرت "الفاروق" میں اس جگہ ایک نام لکھا ہوا ہے انکی بہت عزت کرتے تھے؟

(نوٹ:۔ علامہ شبلی نعمانی نے "لفظ غالباً" احتراماً ہی لکھا ہے)۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

عمر بن سعد جن کا مقرر کردہ گورنر تھا۔ اُنہیں خلیفہ بھی تسلیم کرتا تھا اور وہ بھی عمر بن سعد کی عزت کرتے تھے۔ لہذا عمر بن سعد کا مذہب ظاہر ہے۔ کیونکہ عمر بن سعد کے "خلیفہ" کا مذہب امامیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

شمر کس مذہب کا راوی ہے

ا۔علامہ عبدالغنی الجرانی الشافی کی کتاب "قرۃ العینین فی ضبط اسماء رجال الصحیحین" مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن ص ۲ میں مقصد کتاب یہ لکھا ہے کہ صحیح بخاری و مسلم کے راویوں کے ناموں کو توضیح کی جائے پھر ص ۳۵ پر ایک راوی کے نام کی توضیح یوں کی ہے:۔ **"شمر بکسر الشین وسکون المیم آخرہ راء وزنہ شبہ"** یعنی شمر (یوں پڑھا جائے گا) شین کے نیچے زیر اور میم ساکن اور آخر میں رے (ر) وزن اُس کا شبر ہے۔ شاید کوئی شخص شبہ کرے کہ "یہ قاتل امام نہیں بلکہ کوئی اور شمر ہے" اس لئے شبہ رفع کرنے کے لئے حسب ذیل ثبوت پیش کئے جاتے ہیں:۔

۲۔تجرید اسماء الصحابہ مصنفہ ابن الاثیر الجزری مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن جلد اول ص ۱۸۰ ترجمہ نمبر ۱۶۴۳ میں شمر کے باپ ذوالجوشن کے متعلق یوں لکھا ہے **"ولہ حدیث فی کتاب الحیل روی عنہ ابنہ شمر"** یعنی ذوالجوشن کی ایک حدیث کتاب الحیل کتاب الحیل، صحیح بخاری ہی میں ہے۔ جسے اُس کے بیٹے شمر نے روایت کیا ہے۔

۳۔"میزان الاعتدال فی نقد الرجال" علامہ ذہبی مطبوعہ مطبعۃ السعادہ مصر جلد اول حرف الشین ص ۴۴۹ ترجمہ نمبر ۳۶۸۶ میں یوں لکھا ہے:۔ "شمر بن ذی الجوشن ابو السابغۃ الضبابی عن ابیہ وعنہ ابو اسحاق السبیعی لیس باھل للروایۃ فانہ احد قتلۃ الحسین وقد قتلہ اعوان المختار" یعنی شمر بن ذوالجوشن ابو سابغہ (کنیت) ضبابی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے اور شمر سے ابو اسحاق کی روایت کرتا ہے (حالانکہ شمر) روایت کا اہل نہیں تھا پس تحقیق وہ قاتلان حسینؑ میں سے تھا اور اُس کو مختار کے مددگاروں نے قتل کیا۔

نوٹ:۔ اگر چہ علامہ ذہبی کے نزدیک شمر اس قابل نہیں تھا کہ روایت کرے لیکن غیر شیعہ

حضرات جس کتاب کو قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب سمجھتے ہیں۔ وہ صحیح بخاری ہے جس میں محمد بن اسمٰعیل بخاری نے شمر کی روایت کو صحیح تسلیم کر کے نقل کیا۔ بہر حال ان حوالوں کو تحریر کرنے کا مقصد محض یہ ہے کہ امام حسینؑ کے قاتل یزدیوں کا مذہب ہرگز امامیہ نہ تھا بلکہ قاتلان حسینؑ مذہب امامیہ کے برعکس "مطالبہ قصاص" کے موافق مذہب رکھتے ہوئے اُن لوگوں کو خلیفہ سمجھتے تھے جنہیں مذہب امامیہ میں ہرگز خلیفہ تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہاں تک قاتلان حسینؑ کی نظر میں یزید بھی خلیفہ اور امیرالمومنین تھا (معاذ اللہ)۔

مذہب اہل کوفہ

بعض لوگ اہل کوفہ کی اکثریت کو مذہب امامیہ کی پیروکار قرار دینے کے لئے محض یہ دلیل پیش کر دیتے ہیں کہ کوفہ کو حضرت علیؑ نے دارالسلطنت بنا کر وہاں کافی عرصہ قیام فرمایا لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضرت علیؑ کوفہ میں مذہب امامیہ کی تبلیغ فرماتے تھے؟ اگر کہا جائے "ہاں" تو مذہب امامیہ کی حقانیت ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کہا جائے نہیں "تو یہ بات کیونکہ تسلیم کی جاسکتی ہے کہ حضرت علیؑ کوفہ میں تبلیغ تو دوسرے مذہب کی فرمائیں، اور پھیلتا جائے مذہب امامیہ؟ آخر حضرت علیؑ کے قیام کوفہ کی وجہ سے اکثریت اہل کوفہ کا مذہب امامیہ کیسے قرار دیا جائے گا؟"

کوفہ کی بنیاد حضرت نے رکھی نام "الفاروق" میں دیکھئے۔ "الفاروق" شبلی نعمانی شائع کردہ سجاد پبلیکیشنز لاہور ص ۳۲۴ اور ثانی کوفہ حضرت وہی نام نے ہی کوفہ کی تعریف کی اور اسے "راس اسلام" (یعنی اسلام کا سر) کہا دیکھئے "الفاروق" (سجاد پبلیکیشنز والی) ص ۳۲۶ جس شہر کی بنیاد رکھنے والے کا مذہب امامیہ سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور اُس کی تعریف کرنے والے ایسے لوگ ہوں۔ اور پھر کوفہ

میں نہ تو خود بانی کوفہ نے مذہب امامیہ کی تبلیغ کروائی نہ ہی حضرت علیؑ سے پہلے والی حکومت نے کوفہ میں مذہب امامیہ کی تبلیغ کی۔ اور نہ ہی غیر شیعہ حضرات اس بات کو قبول کر سکتے ہیں کہ کوفہ میں حضرت علیؑ مذہب امامیہ ہی کی تبلیغ فرماتے تھے پھر یہ کہنا کہ شہادت حسینؑ کے وقت کوفہ میں مذہب شیعہ امامیہ کے پیروکاروں کی اکثریت تھی کیونکہ درست ہوگا؟۔

حقیقت یہ ہے کہ کوفہ میں مذہب امامیہ کے پیروکار عہد حکومت مولا علیؑ میں بھی بہت کم تھے۔ پھر جب امام حسنؑ نے خونریزی سے نفرت فرماتے ہوئے حکومت چھوڑ دی تو کوفہ پر شامی حکومت قابض ہوگئی اور شرائط صلح میں محبان علیؑ کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا تھا لیکن شامی حکومت کے گورنر کوفہ زیاد بن سمیہ نے شیعیان علیؑ کو چن چن کر قتل کیا۔ یہاں تک کہ کوفہ میں گنتی کے چند افراد مذہب امامیہ کے پیروکاروں میں سے باقی رہ گئے جیسا کہ تاریخ الرسل والملوک طبری مطبوعہ مع فرانسیسی ترجمہ (ای۔ جے برل) جلد ۲ (ا) ص ۳۴۵ میں ہے کہ جب عبیداللہ ابن زیاد کو حضرت مسلم ابن عقیلؑ کے متعلق یہ معلوم ہوا کہ حضرت ہانی بن عروہؓ کے گھر میں پناہ گزین ہیں تو ابن زیاد نے ہانیؓ کو بلا کر یوں گفتگو کی:۔

"فقال عبیداللہ یا ھانی اماتعلم ان ابی تدم ھذاالبلفلم یترک احدا من حذہ الشیعۃ الا قتلہ غیر ابیک و غیر حجر و کان من حجر ماقد علمت"

ترجمہ:۔ پس عبداللہ (ابن زیاد) نے کہا "اے ہانی کیا تو نہیں جانتا کہ میرا باپ اس شہر میں وارد ہوا تو اُس نے ان شیعوں میں سے کسی کو بھی قتل کئے بغیر نہیں چھوڑا تھا، سوائے تیرے باپ (یعنی عُروہ) اور حُجر (ابن عدی ابن حاتم طائی) کے اور حُجر کا جو حال ہوا وہ بھی تو جانتا ہے"۔

ظاہر ہے کہ زیاد بن سمیہ کے ان مظالم اور قتل و غارت کے بعد کوفہ میں مذہب شیعہ امامیہ کے پیروکار چند افراد ہی رہ گئے تھے اور اُس کے بعد واقعہ کربلا تک کوفہ پر بنوامیہ ہی کی سلطنت رہی لہذا یہ قطعاً ممکن ہی نہیں کہ واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں مذہب امامیہ کے پیروکاروں کی اکثریت ثابت ہو سکے۔

تین قسم کے شیعہ

آج کل تو صرف اُنہی لوگوں کو "شیعہ" کہا جاتا ہے جو حضرت علیؑ کو رسولؐ کے خلیفہ بلافصل تسلیم کرتے ہیں لیکن حضرت علیؑ کی حکومت کے زمانے میں تین قسم کے شیعہ تھے یعنی جب گورنر شام نے مرکز سے علیحدہ ہو کر شام میں الگ حکومت قائم کر لی۔ اور "مطالبہ قصاص" اُٹھایا۔ تو جنگ صفین ہوئی۔ پس جن لوگوں نے حکومت شام کی متابعت میں حضرت علیؑ کے خلاف جنگ صفین لڑی اور "مطالبہ قصاص" کیا۔ انہوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی ہی نہیں۔ یعنی خلیفہ تسلیم ہی نہیں کیا۔ وہ شامی گروہ کے لوگ ایک مقتول کے شیعہ کہلاتے تھے۔ جیسا کہ امام اہل سنت والجماعت ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنتہ مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۱۷۸ میں لکھتے ہیں:۔

"**وقد کان من شیعة** (منہاج السنتہ کی عبارت میں اس مقام پر ایک نام موجود ہے وہیں دیکھ لیا جائے) **من لیسب علیاو یجھر بذلک علی المنابروغیرھا**"

ترجمہ:۔ اور یہاں ترجمہ میں بھی وہی نام سمجھ لیا جائے کہ شیعہ تھے جو حضرت علیؑ کو (معاذ اللہ) گالی دیتے تھے اور یہ فعل منبروں پر اور اس کے علاوہ بھی علانیہ کرتے تھے"۔

یعنی ایک شیعہ تو وہ تھے جنہوں نے حضرت علیؑ کو خلیفہ بلافصل تو کجا، چوتھا خلیفہ بھی تسلیم نہیں کیا تھا وہ ایک مقتول کے شیعہ کہلاتے تھے اور حضرت علیؑ کو گالیاں دیتے تھے۔

دوسری طرف، حضرت علیؑ کو خلیفہ تسلیم کر کے شامی حکومت کے خلاف لڑنے والے لوگ تھے اُس مقتول کے شامی شیعوں کے مقابلہ پر شیعان علیؑ کہلاتے تھے۔ لیکن اُن میں دو مختلف عقیدوں کے لوگ تھے۔ ایک وہ تھے جو حضرت علیؑ کو چوتھے غیر معصوم خلیفہ سمجھتے تھے۔ دوسرے وہ تھے جو حضرت علیؑ کو رسولؐ کے معصوم خلیفہ اول تسلیم کرتے تھے۔ ان دونوں میں سے پہلی قسم کے لوگ اگر چہ شامی حکومت کے خلاف ہونے کی وجہ سے شیعان علیؑ کہلاتے تھے۔ لیکن اُن کا مذہب امامیہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ حضرت علیؑ کو غیر معصوم چوتھا خلیفہ تسلیم کرتے اور حضرت علیؑ سے (معاذ اللہ) غلطی صادر ہونے کو ممکن سمجھتے تھے اور یہی لوگ اکثریت میں تھے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ جب لشکر شام نے جنگ صفین میں خوفناک شکست سے بچنے کے لئے قرآن مجید کو بلند کیا اور حضرت علیؑ نے اپنے لشکر والوں کو حکم دیا کہ جنگ بند نہ کریں۔ تو حضرت علیؑ کو معصوم امام تسلیم کرنے والے کم تعداد کے لوگ لڑتے رہے لیکن حضرت علیؑ کو غیر معصوم سمجھنے والوں نے حکم امام علیہ السلام کو (معاذ اللہ) غیر صحیح سمجھا اور لڑائی بند کر کے حضرت علیؑ پر زور دیا کہ جو لوگ لڑ رہے ہیں اُنہیں واپس بلا لیا جائے۔ ظاہر ہے کہ اُن کا مذہب امامیہ ہرگز نہ تھا اور وہی اکثریت میں تھے ورنہ حضرت علیؑ لڑائی بند کرنے پر مجبور نہ ہوتے۔

مذہب شیعہ کی بعض کتابوں میں حضرت علیؑ اور امام حسنؑ نے انہی لوگوں کی نافرمانی پر اظہار افسوس کیا ہے۔ اگر چہ یہ لوگ شامیوں کے برخلاف امتیاز کے لئے شیعیان علیؑ تو کہلاتے تھے۔ لیکن اعتقاداً لوگ مقتول کے معتقدین تھے۔ جس کے شیعہ حکومت شام کی متابعت کرنے والے لوگ تھے۔ پھر جب امام حسنؑ نے حکومت چھوڑ دی۔ تو یہی حضرت علیؑ کو غیر معصوم خلیفہ سمجھنے والے کوفہ کے لوگ اور اہل شام ایک جماعت ہو گئے اسی لئے حاکم شام نے اُس برس کا نام "عام الجماعۃ" رکھا۔ دیکھئے تاریخ الخلفا جلال الدین سیوطی (عربی) مطبوعہ مطبع سرکاری لاہور ۱۸۷۰ ص ۱۹۴ سطر ۱۲ اور منہاج السنۃ النبویہ ابن تیمیہ مطبوعہ مطبعۃ الکبری الامیریہ بولاق مصر الجزء الثانی ص ۲۲۵ سطر ۲۴ اور اس کے بعد شیعیان علیؑ

کہلانے والے وہی لوگ رہ گئے جو مذہب امامیہ کے مطابق علیؑ کو رسولؐ کے خلیفہ بلافصل اور امام معصوم تسلیم کرتے تھے۔ اُن کو زیاد بن سمیہ نے قتل کر دیا۔ نتیجہ یہ کہ واقعہ کربلا سے پہلے ہی شیعیان علیؑ بہت کم رہ گئے تھے۔ پھر یہ کہنا کہ واقعہ کربلا کے وقت کوفہ میں شیعیان علیؑ کی اکثریت تھی۔ قطعاً غلط ہے۔

اللہ سبحانہ نے سب سے پہلے ہمارا نور خلق فرمایا

«ایمان حضرت ابو طالبؑ»

ہمارا دعویٰ ہے کہ کسی بھی معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے (معاذ اللہ) کبھی بت پرستی کی ہو کسی شخص نے کبھی ابو طالبؑ کو بت پوجتے ہوئے دیکھنے کی گواہی نہیں دی۔ بلکہ حضرت ابو طالبؑ نے کبھی کسی بت کی تعریف نہیں کی۔ پھر یہ خیال کرنا کہ رسولؐ کے اعلان نبوت سے پہلے حضرت ابو طالبؑ (معاذ اللہ) بت پرستی والے مذہب پر تھے، قطعاً غلط ہے۔ جب کہ حضرت ابو طالبؑ نے رسول خداؐ اور حضرت خدیجہؑ کے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اُس خطبہ نکاح میں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کا ذکر خیر نمایاں طور سے کیا ثبوت کیلئے سیرۃ حلبیہ مطبوعہ مطبعۃ الازہریہ مصر ۱۳۲۰ھ الجزء الاول ص ۱۵۴ ملاحظہ فرمائیے اگر معاذ اللہ بت پرست ہوتے تو بتوں کا ذکر کرتے۔

حضرت رسول خداؐ کے والد ماجد حضرت عبداللہ اور حضرت علیؑ کے والد حضرت ابو طالبؑ دونوں لائق صد احترام بزرگ نور محمدیؐ (نور محمدی کا ثبوت اہل حدیث کے علامہ وحید الزمان حیدر آبادی کی کتاب "مدینۃ المہدی مطبوعہ میور پریس دہلی ص ۵٦، اور دیوبندیوں کے علامہ اشرف علی تھانوی کی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیبؐ" ص ٦ میں دیکھئے) کے حامل تھے کیونکہ اللہ نے جو نور

محمدیؐ سب سے پہلے پیدا کیا تھا (حدیث "اول ما خلق اللہ نوری" مدارج النبوۃ مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے ص۲ پر موجود ہے)۔ حضرت علیؑ بھی اسی نور سے ہیں جیسا کہ "ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ" مصنفہ محب طبری مطبوعہ مطبعۃ الحسینیہ مصر الجز الثانی ص۱۶۴ میں حدیثِ رسولؐ ہے۔ کہ خلقت آدمؑ سے پہلے، میں اور علیؑ، اللہ کے حضور ایک نور تھے۔ پھر اللہ نے اس نور کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا۔ اُس نور کا ایک جز میں ہوں اور دُوسرا جز علیؑ ہے"۔ یہ حدیث "تذکرہ خواص الامۃ" مصنفہ علامہ سبط ابن الجوزی اور ینابیع المودۃ" محمد سلیمان حنفی میں بھی موجود ہے۔

ظاہر ہے کہ نورِ محمدیؐ کا ایک جز صُلبِ حضرت عبداللہ میں رہا۔ اور اُسی نُور کا دُوسرا جز صُلبِ حضرت ابو طالبؑ میں رہا۔ لہذا حضرت عبداللہؑ اور حضرات ابوطالبؑ دونوں کا حاملانِ نُورِ محمدیؐ ہونے کی وجہ سے، اللہ نے کفر و شرک وغیرہ سے پاک و منزہ رکھا۔ کیونکہ اللہ کی مخلوقات میں سے نُورِ محمدیؐ سب سے افضل اور سب سے زیادہ طاہر مخلوق ہے اس لئے اللہ نے اُس پاک نُور کو کبھی کسی مُشرک و کافر کے نجس صُلف میں منتقل نہیں کیا بلکہ ہمیشہ پاک صُلبوں اور ارحامِ طاہرہ میں منتقل فرماتا رہا۔ دیکھئے "شمُولِ اسلام" مصنفہ علامہ احمد رضا خان بریلوی شائع کردہ نُوری کُتب خانہ بازار وداتا صاحبؒ لاہور اور "مدارج النبوۃ" مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی مطبوعہ ناصری شاہدرہ (نزد دہلی) جلد دوم ص۶۲۔

لہذا جس طرح حضرت عبداللہؑ حاملِ نورِ محمدیؐ (والدِ رسُولؐ) ہونے کی وجہ سے کفر شرک وغیرہ سے قطعاً پاک و منزہ رہے اور دین ابراہیمؑ پر تھے، اُسی طرح حضرت ابُو طالبؑ حاملِ نُورِ محمدیؐ (والدِ علیؑ) ہونے کی وجہ سے نجاست کفر و شرک سے قطعاً محفوظ و منزہ رہے۔ یعنی رسُولؐ کے اعلانِ نبوت سے پہلے حضرت ابُو طالبؑ دینِ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ پر قائم، ابراہیمی مُسلمان اور موحد تھے یعنی شروع

سے ہی "لا اللہ الا اللہ" کے قائل تھے پھر جب اعلانِ رسالت ہوا تو حضرت ابو طالبؑ نے نبوت ورسالت مصطفےؐ کا قرار بھی کرلیا۔ لیکن غیر شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ انہوں نے (معاذ اللہ) مرتے وقت بھی کلمہ نہیں پڑھا۔ حالانکہ انہی کی کتابوں سے اس غلط دعویٰ کی تردید ہوتی ہے جیسا کہ "مدارج النبوۃ" مطبوعہ ناصری جلد دوم ص ۳۲ سطر ۱۹۔۲۰ میں شیخ عبدالحق محدث حنفی دہلوی یوں لکھتے ہیں:۔
"ونیز می آرند کہ عباس سر خود را نزد او برد و شنید از وی کلمہ شہادت بحضرت رسانید پس گفت اسلم عمک یارسول اللہ پس خوشحال شد آنحضرتؐ"۔ یعنی "یہ بھی روایت ہے کہ عباسؓ اپنے سر کو اُن (ابو طالبؑ) کے نزدیک لے گئے اور اُن سے کلمہ شہادت سُنا اور حضورؐ تک پہنچا دیا۔ پھر کہنے لگے" آپؐ کے چچا مسلمان ہوئے یارسول اللہؐ! تو حضورؐ خوش ہوئے"۔

۲۔ "مدارج النبوۃ" مطبوعہ مذکورہ جلد دوم ص ۶۲ سطر ۲ تا ۵ میں حضرت ابو طالبؑ کے متعلق یوں مرقوم ہے:۔ "درروایت ابن اسحق آمدہ کہ وی اسلام آورنزدیک بوقتِ موت وگفتہ کہ چوں قریب شد موت وی نظر کرد بسوی وی دید کہ می جنباند بہائے خود راپس گوش نہا (عباس بسوی او رگفت باٰنحضرتؐ یا ابن اخی واللہ تحقیق گفت برادر من کلمہ را کہ امر کردی تو اورا بدان کلمہ"۔

ترجمہ۔ روایت ابن اسحاق میں آیا ہے کہ وہ (یعنی حضرت ابو طالبؑ) وقتِ وفات کے نزدیک اسلام لائے، اور (ابن اسحق نے) کہا کہ جب اُن کی (یعنی ابو طالبؑ) موت قریب ہوئی تو عباسؓ نے ان کی طرف نظر کی اور دیکھا کہ اپنے ہونٹوں کو ہلاتے ہیں۔ پس عباسؓ نے اپنا کان حضرت ابو طالبؑ کے نزدیک کیا اور آنحضرتؐ سے کہنے لگے "اے بھتیجے! قسم خدا کی، تحقیق میرے بھائی نے وہی کلمہ کہا جس کلمہ کا آپؐ نے اُن کا حکم دیا تھا"۔
۳۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی مطبوعہ دار الکتب العربیۃ الکبریٰ مصر المجلد الثالث

ص ۳۱۲ سطر ۲۴ میں یوں مرقوم:۔"عن أبی بکر بن أبی ان أبا طالب مامات حتی قال لا اله الله محمد رسول الله" یعنی حضرت ابوبکر بن ابوقحافہ سے روایت ہے کہ ابوطالبؑ نے کلمہ "لا اله الا الله محمدٌ رسول الله" پڑھے بغیر وفات نہیں پائی۔

نوٹ:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اہل سنتہ والجماعتہ دہلوی اہل سنتہ والجماعتہ کے ایسے عالم و محدث تھے کہ اُن کو علامہ احمد رضا خان بریلوی نے "شیخ الشیوخ علماء الہند" شیخ محقق اور رسولِ خدا کی برکت "قرار دیا ہے (دیکھیے کتاب ہذا، ثبوتِ ماتم میں عنوان مقام شیخ عبدالحق محدث) باقی رہے علامہ ابن ابی الحدید معتزلی تو اُن کا عقیدہ خلاف وہی تھا جو حضرات اہل سنتہ والجماعتہ کا ہے۔علامہ معتزلی کا مذہب امامیہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔لہذا مذہب اہل سنتہ والجماعتہ کی رُو سے بھی حضرت ابُو طالبؑ مسلمان تھے۔

«توجہ فرمائیں»

سچے مسلمان کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مرتے وقت میری زبان پر کلمہء شہادت ہو۔اگر کوئی مسلمان بوقت وفات کلمہ شہات پڑھے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ اُسی وقت مسلمان ہوا ہے حضرت ابوطالبؑ پہلے ہی سے مسلم مومن تھے۔انہوں نے بھی وقتِ وفات اسی طرح کلمہء شہادت پڑھا جس طرح مومن مسلمان مرتے وقت پڑھتے ہیں۔وقتِ وفات حضرت ابُو طالبؑ نے کلمہ پہلی مرتبہ نہیں پڑھا تھا۔لیکن عباسؓ کو اسلام ابوطالبؑ کا علم اُسی وقت ہوا تھا اس لئے وہ سمجھے کہ اب اسلام لائے۔لیکن حضور کو بخوبی علم تھا کہ حضرت ابُو طالبؑ پہلے بھی مومن ہی تھے۔پھر حضورؐ نے کلمہ پڑھنے کو جو کہا تھا۔اس کا مقصد محض یہ تھا کہ آخری وقت کلمہ شہادت کا ذکر چاہیئے جس طرح ہم لوگ بھی اپنے قریب المرگ عزیزوں کو کلمہ پڑھنے کے لئے کہتے ہیں۔

حضرت ابو طالبؑ دین ابراہیمی پر ہونے کی وجہ سے اعلان نبوت رسالتمابؐ سے پہلے بھی لا اللـہ الا اللہ کے قائل یعنی موحد تو تھے ہی، پھر اعلان نبوت کے بعد قرار نبوت و رسالت بھی فرمالیا جس کو اشعار کے ذریعے بھی ظاہر کیا۔

۴۔ "السیرۃ النبویہ" (یعنی سیرۃ ابن ہشام) مطبوعہ مطبعتہ مصطفیٰ البابی الحلبی داود لاوہ مصر الجزاء الاوّل ص ۳۷۷ سطر ۵ میں ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نے قریش کو مخاطب کر کے یہ شعر پڑھا۔

ألم تعلموا أنا وجدنا محمدً بنيأ كموسى خط فى أول الكتب

ترجمہ:۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ہم نے محمدؐ کو موسیٰ کی مانند نبی پایا (آنحضرتؐ کا) ذکر پہلی کتابوں میں (بھی) موجود ہے"۔ حضرت ابو طالبؑ نے قریش کے سامنے یہ شعر پڑھ کر نبوت محمدیہؐ کا کھلم کھلا اعلان فرمایا اور بغرض تبلیغ اسلام قریش کے روبرو نبوت محمدیہؐ کی یہ دلیل بھی پیش کی کہ پہلی کتابوں میں بھی حضورؐ کا ذکر ہے۔ اس واضح اقرار نبوت سے ثابت ہے کہ ابو طالبؑ وقت وفات مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ پہلے ہی سے مومن تھے۔

۵۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی مطبوعہ مطبعتہ دار الکتب العربیتہ الکبریٰ مصری جلد ثالث ص ۳۱۵ میں ہے کہ حضرت ابو طالب نے رسولِ خدا کو مخاطب کر کے یہ نعتیہ شعر پڑھا۔

انت النبی محمدؐ قدم أعز مسود

ترجمہ: آپ تو نبی محمدؐ ہیں، روشن پیشانی والے بزرگ سردار"۔

﴿توجہ فرمائیں﴾

اگر ابو طالبؑ (معاذ اللہ) غیر مسلم ہوتے تو حضورؐ کو نبی کیونکر تسلیم کر سکتے تھے؟ اور (معاذ اللہ) اگر غیر مسلم ہوتے ہوئے یہ شعر کہا ہوتا تو حضورؐ ضرور دریافت فرماتے کہ آپ مجھے نبی تسلیم کرتے ہوئے بھی کلمہ کیوں نہیں پڑھتے؟ لیکن حضورؐ نے نہیں پوچھا کیونکہ حضرت رسولِ خدا بخوبی جانتے تھے کہ ابو طالبؑ محض مسلمان نہیں بلکہ مبلغ اسلام مومن ہیں۔

۶۔ شرح نہج البلاغہ المجلد الثالث ص ۳۱۴ میں حضرت ابو طالبؑ کے جو اشعار منقول ہیں اُن میں حضرت رسالتمآبؐ کے متعلق یہ مصرعہ، ایمان ابو طالبؑ کا واضح ثبوت ہے:۔ "**نبی اتاہ الوحی من عندہ ربہ**" یعنی (حضورؐ) نبی ہیں۔ آپ کے پاس آپ کے رب کی جانب سے وحی آتی ہے"۔ کیا یہ مصرعہ اقرار رسالت نہیں؟

۷۔ شرح نہج البلاغہ المجلد الثالث ص ۳۱۴ میں حضرت ابو طالبؑ کے وہ اشعار منقول ہیں جو آپ نے بادشاہ حبشہ نجاشی کے پاس لکھ کر بھیجے تھے۔ اُن اشعار میں سے ایک شعر یہ ہے:۔ **ألا لیت شعری کیف فی الناس جعفری و عمرو اعد النبی القارب** یعنی "اللہ جانے کہ جعفر و عمر کا اُن لوگوں میں کیا حال ہے۔ اور دشمنان نبی کس حال میں ہیں۔

نوٹ:۔ مسلمان ہجرت کر کے حبشہ گئے تو کفار قریش کے بعض آدمی اُن کے پیچھے حبشہ گئے تا کہ شاہ حبشہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر مسلمانوں کو حبشہ سے نکلوا دیں۔ حضرت ابو طالبؑ نے اُنہی کو نبیؐ کے دشمن کہا ہے لیکن قابلِ غور بات ہے کہ جملہ "اعدا النبی" میں حضورؐ کی نبوت کا اقرار ہے بلکہ بادشاہ نجاشی کو نبوتِ رسالتمآبؐ کی تبلیغ بھی۔ ظاہر ہے کہ حضرت ابو طالبؑ شروع ہی سے مومن تھے۔

۸۔شرح نہج البلاغہ جلد ثالث ص ۳۱۴ میں حضرت ابُو طالبؑ کے یہ اشعار ہیں:۔

نصرت الرسول الملیک ببیض تلاء لا کمع البروق

أذب واحمی رسول الا له حمایة حام علیه شفیق

ترجمہ:۔ "میں نے بجلیوں کی مانند چمکتی ہوئی شمشیروں کے ذریعہ رسُولِ خُدا کی مدد کی۔ میں جومعبود کے رسُول کی حمایت وحفاظت کرتا ہوں (یہ) ایک شفیق حمایت کرنے والے کی حمایت ہے۔کیا "الرسول"، "رسول الملیک" اور "رسول الا له" کے الفاظ اقرارِ رسالت نہیں؟ ثابت ہوا کہ حضرت ابُو طالبؑ، محمد مصطفیٰؐ کو نبی اور رسُولِ خُدا تسلیم کرتے تھے اور پہلے ہی مسلمان مومن تھے۔ایسی لئے محنت کے ساتھ اشعار تیار کر کے نبوت اور رسالتِ محمدیہ کی تبلیغ فرماتے تھے۔

۹۔شرح نہج البلاغہ الجلد الثالث ص ۳۱۵ سطر ۳ میں یُوں مرقوم ہے:۔"ومن شعر أبی طالب مخاطب أخاه حمزه وکان یکنی أبا یعلی"

فصیرا أبا یعلی علی دین احمد وکن مظهر اللدین وقفت صابرا

وحط من أتی بالحق من عندربه بصدق و عزم لاتکن حمزا کافرا

فقد سرنی اذقلت انک مومن فکن لرسول الله فی الله ناصرا

ویادتریشا بالذی قدأتیته جهارا وقل ما کان أحمد ساحرا

ترجمہ:۔اور یہ اشعار ابُو طالبؑ کے ہیں جو انہوں نے اپنے بھائی حمزہؑ کو مخاطب کر کے کہے تھے۔اور حمزہؑ کنیت ابو یعلی تھی:۔

ترجمہ:۔اے ابا یعلی (حمزہ) دینِ احمدؐ پر قائم رہ، اور ثابت قدمی کے ساتھ دین کا مددگار بن اور اے حمزہؑ کافر مت ہونا (بلکہ) صدق وعزم کے ساتھ، آنحضرتؐ کی حفاظت کر جو اپنے رب کی

طرف سے حق لے کر آئے ہیں۔ مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی جب تو نے کہا کہ تو مومن ہے پس اللہ کے رسُول کا ناصرین جا برائے خُدا، اور تو جو (اسلام) لایا ہے اُس کا کھلم کھلا اعلان قریش میں کر دے۔ اور (اُن کو) بتا دے کہ احمد کوئی جادوگر نہیں ہیں۔

نوٹ:۔ حضرت ابُو طالبؑ نے مندرجہ بالا اشعار میں حضرت محمد مصطفٰے کو واضح طور پر رسُول اللہ تسلیم کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت حمزہؑ کو رسُولؐ کی نُصرت کی تلقین و ترغیب دی، ان اشعار سے ثابت ہے کہ حضرت ابُو طالبؑ نے اپنے شعر کہنے کی قوت کو اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور محمد مُصطفٰے کی حمایت و نصرت و نعت کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ لہٰذا یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ ابو طالبؑ مسلمان نہ تھے (معاذ اللہ) اور اسی طرح یہ بات بھی صحیح نہیں کہ "وفات کے نزدیک مُسلمان ہوئے تھے" بلکہ حقیقت یہی ہے کہ شروع ہی سے مومن تھے۔

۱۰۔ جعفرؑ کو نماز کا حکم

"انسان العیون" یعنی سیرۃ حلبیہ مصنفہ علی بُرہان الدین حلبی شافعی مطبوعہ مطبعۃ الازھریہ مصر الجزء الاول ص ۲۹۴ سطر ۵ میں یوں مرقوم ہے:۔ "(وفی اسد الغابۃ) ان ابا طالب رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعلیا یصلیان وعلی علی یمینہ فقال لجعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صل جناح ابن عمک فصل عن یسارہ"

ترجمہ:۔ "(اور اسد الغابہ میں ہے) کہ ابُو طالبؑ نے نبی اور علیؑ دونوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور علیؑ آنحضرتؐ کے داہنے جانب تھے۔ (پس حضرت ابو طالب نے) جعفرؑ سے فرمایا "اپنے چچا کے بیٹے (یعنی رسُولؐ) کے (ہمراہ) ایک جانب تو (بھی) نماز پڑھ"۔ "پس جعفرؑ

نے آنحضرتؐ کے بائیں جانب نماز پڑھی"۔

نوٹ:۔ حضرت جعفرؑ کا یہ واقعہ، حافظِ حدیث اہل سنتہ والجماعتہ، ابن حجر عسقلانی نے اپنی تصنیف لاصابہ فی تمیز الصحابہ "مطبوعہ مطبعتہ الشرفیہ جلد۴، الجزاء السابع (۷) ص ۱۱۲ سطر ۲۲ میں لکھا ہے اور "السیرۃ النبویہ" مصنفہ احمد زینی شافعی (المشور "دحلان") مفتی شافعیہ، مکہ معظمہ، مطبوعہ مطبعتہ الازہریہ مصر (جو سیرۃ حلبیہ کے حاشیہ پر طبع شدہ ہے) الجزء الاول ص ۲۰۲ میں بھی موجود ہے۔

«توجہ فرمائیں»

حضرت عمرانؑ (یعنی ابوطالبؑ) کی جاں نثاریوں کو "محض بھتیجے کی محبت" پر مبنی قرار دے دیا جائے تو بھی حضرت ابوطالبؑ کا اپنے بیٹے کو خود نماز کی ترغیب دینا اور خود کہہ کر نماز پڑھوانا، ایسا امر بالمعروف ہے۔ جسے "محض بھتیجے کی محبت پر مبنی غیر مسلم کا فعل" تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اپنے بیٹے کو نماز پڑھنے کا حکم دینا، فی الحقیقت اسلام کی تعلیم دینا ہے۔ بھلا کسی غیر مُسلم سے یہ بات کہاں وقع میں آسکتی ہے۔ کہ وہ اپنے بھائیوں، اپنے عزیزوں اور اپنے بیٹوں کو اسلام پر ثابت قدم رہنے کی تبلیغ بھی کرے اور خود کہہ کر نماز پڑھوائے؟ حضرت ابُو طالبؑ کا اپنے بیٹے جعفرؑ کو خود کہہ کر نماز پڑھوانا، ایمان ابُو طالبؑ کی نا قابل تردید بُرہان ہے۔ جو اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ حضرت ابُو طالبؑ اسلام کے مبلغ تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت ابُو طالبؑ نے بستر وفات پر بھی اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ ثبوت حسب ذیل ہے:۔

ا:۔ "انسان العیون فی سیرۃ الامین والمامون" (یعنی سیرۃ حلبیہ) مطبوعہ مطبعتہ الازہریہ مصر الجزء الاول ص ۳۸۳ سطر ۲۵۔۲۶، اور "الطبقات الکبیرات" مصنفہ محمد بن سعد کاتب الواقدی (یعنی "طبقات ابن سعد") مطبوعہ بریل لیدن الجزء الاول ص ۷۸ میں ہے حضرت ابُو طالبؑ نے اپنی وفات کے وقت یہ وصیت فرمائی:۔

فقال ابن تر الوا خیر ماسمعتم من محمد اتبعتم امره فاتبعوه وأعینوه ترشدوا"۔ یعنی حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا"اتم لوگوں نے جو محمدؐ سے سُنا ہے اور جو کچھ تم نے آنحضرتؐ کی پیروی کی ہے۔اس خیر کو زائل نہ کیجیو، پس تم حضورؐ کی پیروی کرو اور حضورؐ کی مدد کرو، ہدایت پاؤ گے"۔حضرت ابوطالبؑ کی یہ وصیت ایمان ابو طالبؑ کی واضح دلیل ہے کیونکہ یہ بات غیر مسلم سے عمل میں نہیں آسکتی کہ وہ بستر مرگ پر بھی اتباع رسُولؐ کی تلقین کرے۔اور تعلیمات رسُولؐ کو خیر قرار دے کر ہدایت کو اتباع رسُولؐ پر خیر قرار دے۔ثابت ہوا کہ حضرت ابوطالبؑ اسلام کے مایہ ناز مبلغ اور مومن کامل تھے۔جنہوں نے اپنے آخری سانس تک اسلام کی تبلیغ فرمائی۔

۱۲۔سیرۃ حلبیہ مطبوعہ مطبعۃ الازہریہ مصر الجزء الاوّل ص ۳۸۱ سطر ۱۔۲ اور سیرۃ حلبیہ کے حاشیہ پر سیرۃ النبویہ دحلان شافعی الجزء الاول ص ۹۹ میں ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے اپنی وفات کے وقت بنی ہاشم کو یوں وصیت فرمائی:۔

"ان ابا طالب قال عند موته یا معشر بنی هاشم اطیعوا محمدا وصدقوه تفلحوا ترشدوا"۔ترجمہ:۔ابوطالبؑ نے اپنی وفات کے نزدیک فرمایا:"اے گروہ بنی ہاشم، محمدؐ کی اطاعت کرو، اور آنحضرتؐ کی تصدیق کرو، تم فلاح اور ہدایت پاؤ گے۔"

«توجه فرمائیں»

حضورؐ کی تصدیق و اطاعت ہی تو اسلام ہے جس کی تلقین ابوطالبؑ نے بنی ہاشم کو بستر وفات پر بھی فرمائی۔پھر بھلا یہ بات کیوں کر معقول سمجھی جائے کہ جو ابوطالبؑ بوقتِ وفات بھی اطاعتِ پیغمبرؐ اور تصدیق رسالتؐ کی راہ فلاح اور ہدایت قرار دے کر اسلام کی تبلیغ فرمائیں وہ خود ہی غیر مسلم تصور کیے جائیں؟(معاذ اللہ) یقیناً ابوطالبؑ مومن کامل اور مبلغ اسلام تھے جو اپنی اولاد

ہی کو نہیں بلکہ تمام بنو ہاشم کو مُسلمان دیکھنا چاہتے تھے۔

لیکن بنی اُمیہ کی شامی حکومت کے ہمنواؤں نے ایمان ابو طالبؑ کی عظیم الشان دلیل یعنی وصیت ابُو طالبؑ پر پردہ ڈالنے کے لئے روایت وصیت کے ساتھ یہ اضافہ کر دیا کہ "رسُولؐ نے کلمہ پڑھنے کو کہا لیکن (معاذ اللہ) حضرت ابو طالبؑ نے انکار کر دیا کہ "لوگ یہ کہیں گے کہ ابو طالبؑ نے موت کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ جو ابو طالبؑ اپنے بھائی حمزہؑ کو اعلانِ ایمان کی یوں ترغیب دیں کہ قریش کے سامنے کھلم کھلا اعلان کر دے، اور خود بھی قریش کے رُوبرو صاف لفظوں میں اعلان کریں کہ "ہم نے محمدؐ کو مُوسیٰؑ کی مانند نبی پایا"۔ اور وُہی ابُو طالبؑ قریش کے بار بار مطالبہ کرنے پر بھی حمایت رسُولؐ سے دست کش نہ ہوں، اور اسی حمایت اسلام کی وجہ سے شعب ابی طالبؑ میں محصور ہو کر فاقے کرنا گوارا کر لیں اور پھر بستر وفات پر بھی بنی ہاشمؑ کو تصدیقِ رسالتؐ اور اطاعت و اتباع پیغمبرؐ کی وصیت فرماتے ہوئے قریش کی پرواہ نہ کریں۔ پھر اُنہیں لوگوں کو خوف ہو، یہ ناممکن ہے لیکن افسوسناک امر تو یہ ہے کہ صحیح مُسلم میں حضرت عبداللہ (والدِ رسُولؐ) کے متعلق یہ روایت ہے:۔

عن انس ان رجُلاً قال یا رسُول اللہ این ابی قال فی النار قال فلما قفا الرجُلُ دعاہ فقال ان ابی وابا ک فی النار

ترجمہ:۔ انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے پُوچھا یا رسُول اللہ میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا دوزخ میں جب وہ پیٹھ موڑ کر چلا تو آپ نے اُس کو بلایا اور فرمایا کہ میرا باپ اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔

(نعوذ باللہ من ذالک) یہ روایت صحیح مسلم مترجم مع نووی مطبوعہ مکتبہ سعودیہ کراچی جلد اول

ص ۴۰۹ میں ہے۔باب کا عنوان یہ ہے "جو شخص کفر پر مرے وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور اس کی شفاعت نہ ہوگی۔اور بزرگوں کی عزیز داری کچھ کام نہ آوے گی"۔(نعوذ باللہ)

حق الحقائق

آئمہ اہلبیتؑ کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت آدمؑ سے حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالبؑ تک، رسولِ خداؐ اور مولا علیؑ کے تمام آبا و اجداد پاک ہیں۔اور حضرت عبداللہؑ ابو طالبؑ دونوں مومن اور جنتی ہیں۔خیال رہے کہ آزر حضرت خلیلؑ کا چچا تھا، والد نہیں۔حضرت ابراہیمؑ کے والد "تارخ" تھے۔دیکھیے شمولِ اسلام مصنفہ علامہ احمد رضاں خان بریلوی شائع کردہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب لاہور۔

یہ امر کس قدر افسوسناک ہے کہ حاملانِ نورِ محمدی (حضرت عبداللہ اور ابو طالبؑ) کو تو معاذ اللہ مومن تسلیم نہ کیا جائے اور یزید جیسے دشمنِ اہلبیتؑ کو کو شرح فقہ اکبر مُلا علی قاری حنفی مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۸۸ میں "ایمان والا" تحریر کیا جائے، بھلا اس رویے کو محبت اہلبیتؑ پر مبنی کیونکر سمجھا جائے؟ ہمارے غیر شیعہ مسلمان بھائیوں کو اس بات پر ہمدردی سے غور فرمانا چاہیے اور حضرت عبداللہ و ابو طالبؑ دونوں کو مومن اور جنتی تسلیم کرنا چاہیے تاکہ رسولِ خدا کو اذیت دینے سے بچے رہیں۔جب کہ مفتی احمد یار خان صاحب بدایونی مفتی اہل سنت والجماعت، جامعہ غوثیہ گجرات اپنی کتاب تفسیر نعیمی جلد دوم ص ۱۰۶ سطر ۷ میں تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب کے کفر پر مرنے کی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔لہذا حضرت ابو طالبؑ کے متعلق معاذ اللہ کلمہ نہ پڑھنے کی یا معاذ اللہ عذاب کی تمام روایات غیر یقینی ہیں جو دشمنانِ علیؑ کی وضع کردہ ہیں۔حضرت ابو طالبؑ یقیناً مومن کامل و مبلغ اسلام تھے۔الحمد اللہ

رسم عزاداری و ماتم حسینؑ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات اہلسنت و وہابی حضرات کی کتب سے:

موجودہ عزاداری کی شرعی حیثیت اور دلائل نقل کرنے سے پہلے شیعوں کے ماتم کرنے کی غرض اور سُنیوں کے روکنے کی غرض اور فلسفہ ماتم حُسینؑ باقوال علمائے اہل سُنت عرض کیے دیتا ہوں۔ تاکہ اصل حقیقت منصۂ شہود پر آجائے اور لوگ دُشمنانِ آل محمدؐ کے فریب سے بچ جائیں۔ کیونکہ وہ عزاداری کو مٹا کر آل محمد کا مذہب مٹانا چاہتے ہیں۔

فلسفہ ماتم حُسینؑ

بقول شاہ عبدالعزیز صاحب مُحدث دھلویؒ

شاہ صاحب جن کی ذات پر اہل سُنت کی چکی گھومتی ہے اپنی کتاب "سرالشہادتیں" میں فرماتے ہیں کہ سہادت حُسینؑ دراصل رسالتمابؐ کی شہادت ہے۔ حسنینؑ ہمامین اس شہادت میں نائب مناب سرکار دو عالمؐ ہیں۔ چونکہ شہادت دو قسم کی ہوتی ہے سری اور اعلانیہ لہذا ہر دو شہزادوں پر تقسیم ہو گی۔ شہزقبا کو سری شہادت کا حصہ ملا اور شہزادہ سُرخ پوش ذبح ینوا شہادت علانیہ سے مخصوص ہوئے اور شہادت اعلانیہ کی بُنیاد اعلان شُہرت پر ہے۔ پہلے اس کا اعلان جبریل اور دیگر ملائکہ کی زبان سے نازل کیا گیا ہے۔ دوم تعیین مکان شہادت و زمانِ شہادت ہوئی۔ پھر جنگ صفین کے موقعہ پر امیر المومنینؑ کی زبان سے اعلان کرایا گیا۔ پھر بعد شہادت آسمان سے خُون برسنا، مٹی کا خون ہونا، ہاتفِ غیبی کی آوازیں، جنات کی آہ و بکا، لاشوں پر شیروں اور درندوں کے پہرے قاتلوں کو ہولناک سزائیں، اُمور خالقِ عادت سب شُہرت شہادت کے اسباب بنائے گئے تھے۔ دیکھو تحریر الشہادتین شرح سر الشہادتین

از صفحہ ۱۶ تا ۱۸، اس کے بعد اصل عبارت درج ہے۔ تا کہ موجودہ عزاداری اور شور وشیون آہ وبکاء جملہ اسباب شہرت کی وجہ سمجھ میں آجائے۔

من اسباب الشھرہ لیطلع الحاضرون والغائبون علیٰ وقوعھا بابقاء البکاء والحزن المستمر و تذکر تلک الوقائع الھائلتہ فی امۃ الیٰ یوم القیامت بلغت نھائیۃ الشھرۃ فی الملاء الاعلیٰ والا سفل والغیب والشھادۃ والجن والانس والناطق والصامت۔ (تحریر الشہادتین) شرح اشہادتین مع حامل المتن فارسی ص ۲۰)

ترجمہ:۔ کہ یہ اسباب شہرت اس لئے قدرت نے پیدا کئے کہ حاضر اور غائب مطالع ہو جائیں۔ اس واقعہ کے وقع پر بلکہ آہ وبکاء دائمی حزن و ماتم ان ہولناک واقعات کا ذکر قیامت تک جاری وساری رکھنا اس کی صرف یہ وجہ ہے کہ عالم بالا عالم دُنیا جن وانس صامت وناطق سب اس واقعہ کی شہرت سے مطلع ہو جائیں۔

لیجئے حضرات! ذکرِ حسینؑ، ماتم حسینؑ اور جلوس عزا کی اصل وجہ یہ ہے۔ اب فرمایئے کہ اسباب شہرت کون اختیار کر رہے ہیں اور ان کو مٹانے کے لئے کون کوشاں ہیں تا کہ دوست دشمن کی تمیز ہو جائے۔ جلوس کو روکنے والوں کی نیت معلوم ہو جائے۔ کیوں! جناب شاہ صاحب غلط سمجھتے ہیں یا آپ ہی نواصب کا پارٹ ادا کر رہے ہیں۔ شاہ صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قدرت کی منشاء شہادتِ حسینؑ کو شہرت دینا اور اس کا اعلان کرنا ہے اور شہرت مستلزم عظمت واہمیت واقعہ ہے۔ ہر شخص اپنے محبوب کا نوحہ وندبہ کرتا ہے کہ لوگ اس واقعہ کی عظمت کے قائل ہو کر شریک غم ہو جائیں۔

مفہوم ماتم بقول مولوی جامی علیہ الرحمتہ

جیسا کہ مولوی جامی اپنی مشہور کتاب شرح جامی ص ۱۰۱ بحث حکم المندوب میں فرماتے ہیں:۔

المندوب فی اللغة میت یبکی علیه احدیعد محاسنه لیعلم الناس ان موته امر عظیم لیعذدوه فی البکآء ویشا رکوه فی التفجع۔

کہ مندوب جس کا ندبہ کیا جاتا ہے لغت میں اس مرحوم یا مقتول کو کہتے ہیں جس پر کوئی اس غرض سے روئے کہ لوگوں کو اس بات کا پتہ چل جائے کہ اس کی موت ایک امر عظیم ہے تاکہ رونے میں اس کو معذور سمجھیں بلکہ شریک غم ہو جائیں۔ یہ ہے اصل تعریف ندبہ۔ اب اگر یہ مطابق واقعہ ہو تو جائز اگر تکلف اور تصنع ہو تو حرام مثلاً میت کی موت امر عظیم نہ ہو۔ اس کے محاسن قابلِ اتباع اور حاملِ تقلید نہ ہو۔ اس کی ذات واجب المحبت نہ ہو۔ لوگوں کو شریک غم کرنا شرعاً منع ہو۔ ایسی جگہ یہ ندبہ منع ہوگا۔ مگر اب فرمایئے غریب الدیار کشتہ جور و جفا، مظلوم کربلا، فرزند رسولؐ، جگر گوشہ بتول کا بے رحمانہ قتل امر عظیم نہیں؟ کیا اس سانحہ جانکاہ اور عظمت حسینؑ کی لوگوں کو خبر دینا ضروری نہیں؟ تاکہ وہ شیعہ کو اس گریہ ماتم میں معذور سمجھیں بلکہ شریک غم ہو جائیں۔

اب فرمایئے شیعہ اپنے امام باڑوں میں روئیں یا جلوس بازاروں میں لائیں اور کوبکو پھرائیں تاکہ لوگوں کو اس امر عظیم کی عظمت معلوم ہو جائے آپ کے محاسن بذریعہ مراثی سنیں اور شیعہ کو ماتم و آہ و بکاء میں معذور رہیں۔ فلسفہ شہادت کو کو مٹانا چاہتے ہیں، عظمتِ حسینؑ کو گھٹانا چاہتے ہیں۔ مگر محبان شاہ تشنہ لب اس کو مٹنے نہ دیں گے۔ شیعو! تمہارا امام ھل من ناصر کا استغاثہ کرتا ہوا دنیا سے گیا ہے۔ اٹھو! اور عزاداری مظلوم کو عام کرو۔ لوگوں کو اس امر عظیم سے آگاہ کرو۔ خود رو دو اور لوگوں کو شریک غم ہونگی

دعوت دوتا کہ مظلوم کی شہرت شہادت عالمگیر ہو جائے۔ اثر شہادت سے حقیقی اسلام زندہ ہو۔ ظلم مٹ کو قرآن زندہ ہو تمہاری نجات اسی میں ہے۔

اب علامہ ابن کثیر کی زبانی سُنیئے کو شیعہ ماتم کیوں کرتے ہیں۔

غرض شیعہ از ماتم حسینؑ بقول علامہ ابن کثیر دمشقی شافعی سُنی

قد اسرف الروافض فی دولت نبی بویه وحدود الاربعمائة وماحولها وكانت الدبادب تضرب ببغداد و نحوهامن البلاد فی یوم عاشوراو یذر الرماد والتبن فی الطرقات والا سواق و تعلق المسوح علی الدكاكین ویظهر الناس الحزن والبكاء كثر منهم لایشرب المآء لیلتئذٍ موافقة للحسین لانه قتل عطمشاناً ثم تخرج النسآء حاسراتٍ عن وجوههن وینحن ویلطمن وجوههن وصدورهن حافیات فی الاسواق الی غیر ذالک من البدع الشنیعة والاهواء الفظیحة والهتائک المخترعة وانما یریدون بهذا واشباهه یشنعو اعلی دولة بنی امیه لانه قتل فی دولتهم۔ (البدایہ والنہایہ ص ۲۰۲ جلد ششم مطبوعہ مصر)۔

کہ روافض نے حکومت بنی بویہ میں چار سو میل اور اس کے ماحول میں بڑا اسراف کیا۔ یوم عاشور بغداد اور باقی شہروں میں طبل بجائے جاتے تھے اور خاک اڑائی جاتی تھی۔ راستوں اور بازاروں میں گھاس ڈالا جاتا تھا۔ دکانوں میں ٹاٹ لگائے جاتے تھے۔ حزن و بکاء ظاہر ہوتا تھا۔ بہت لوگ ان میں سے اس دن پانی نہیں پیتے تھے۔ تاکہ حسین علیہ السلام سے موافقت ہو جائے کیونکہ آپ پیاسے قتل

کیئے گئے تھے۔ پھر عورتیں برہنہ سر باہر آتی تھیں، نوحہ اور ماتم کرتیں اور سینہ پیٹتی تھیں، ننگے پاؤں بازاروں میں چلتی تھیں وغیرہ وغیرہ۔ اس قسم کے اور بھی بدعات شنیعہ اور خواہشات فضیحہ کرتے تھے۔ ان کی غرض اس دولت بنی اُمیہ پر طعن و تشنیع اور ان کے ظلم کا اظہار تھا۔ کیونکہ حسینؑ مظلوم ان کی دولت و حکومت میں بے گناہ مارے گئے تھے۔ آپ کو معلوم ہوگیا کہ شیعہ کا مقصد ماتم حسینؑ سے شہرت غم حسینؑ اور ظلم کے خلاف واویلا ہے۔ اب سوائے پرستاران یزید اس ماتم کو کون روک سکتا ہے۔ چنانچہ محبداران بنی اُمیہ ماتم سے قطع نظر ذکر حسینؑ سے روکتے آئے ہیں۔

غرض نواصب منع ذکر حسینؑ و ماتم علیہ السلام بقول غزالی ذکر حسینؑ حرام اور موجب بغض صحابہ ہے

قال الغزالی وغیرہ ویحرم علی الواعظ وغیرہ روایة مقتل الحسنؑ والحسینؑ وحکایاته و ماجری بین الصحابة من التشاجر والتخاصم فانه یهیج علی بغض الصحابة والطعن فیهم۔
(صواعق محرقہ ص ۲۲۳ مطبوعہ مصر)۔

امام غزالی اور آمدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ واعظ پر ذکر شہادت حسنؑ و حسینؑ حرام ہے اور اس کی حکایات کا بیان کرنا منع ہے اور جنگ صفین اور جنگ جمل وغیرہ کے جھگڑے جو مابین صحابہ ہوئے ان کا ذکر بھی منع ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں بغض صحابہ کو ہیجان میں لاتی ہیں۔ صواعق محرقہ کے اسی صفحہ پر اہل سنت کے امام ہمام ابن صلاح جو اکابر آئمہ اور محدثین اہل سنت ہیں۔ ان کا صاف فتویٰ درج ہے کہ:۔

اماسب یزید ولعنہ فلیس شان المومنین وان صح انہ قتلہ اوزامر تقتلہ۔ کہ یزید کو سب کرنا اور لعنت کرنا مومنین کی شان نہیں۔ اگر چہ یہ بھی صحیح ہو جائے کہ یزید خود قاتل حسینؑ ہے یا اس نے ان کے قتل کا حکم دیا انتہی۔ اصل سُنت تو یہ ہوئی۔

بقول مولوی رشید احمد گنگوہی صحیح ذکرِ حسینؑ بھی حرام ہے

بعض حضرات اس قول کی تاویل کیا کرتے ہیں کہ یہ ان روایات کی نسبت فتویٰ ہے جو غلط ہوں۔ اگر صحیح روایات سے پڑھا جائے تو ثواب ہے حرام نہیں۔ مگر دعوتیوں کے پیر و مُرشد حضرت مولانا رشید احمد گنگی ہی دیوبندیوں کے قطب الاقطاب نے اس تاویل کی جڑ نکال دی ہے۔ چنانچہ دیکھئے فتاویٰ رشیدیہ جلد۳ ص ۱۱۳، "محرم میں میں ذکر حسینؑ کونا اگر چہ بروایات صیحہ ہو تشبیہ روافض کی وجہ سے حرام ہے"۔ (فقط رشید احمد)

یوم عاشورہ عمل نواصب برعکس شیعہ بقول ابن کثیر دمشقی ملاحظہ فرمائیے

وقد عاكس الرافضة والشيعة يوم عاشورا والنواصب من اهل الشام فكانوا الى يوم عاشورا يطبخون الحبوب و يغتسلون ويتطيبون ويلبسون افخرثيا بهم ويتخذون ذالك اليوم عيداً يصنعون فيه انواع الا طعمة ويظهرون السرور و الفرح يريدون بزالك عناد الروافض۔ (البدایہ النہایہ ص ۲۰۲ جلد ہشتم)۔

کہ شیعہ کے برخلاف ناصبی لوگ اہل شام یوم عاشورہ خوشی کرتے تھے۔ کھاتے پکاتے، غلس کرتے، خوشبو استمال کرتے لباس فاخرہ پہنتے گویا اس دن کو عید مناتے، قسم قسم کے کھانے پکاتے، فرح وسُرور ظاہر کرتے، یہ سب کچھ شیعہ کی ضد میں کرتے تھے۔

حضرات! ہم نے فلسفہ ماتم غرض ماتم شیعہ اور نواصب کے اعمال آپ کے سامنے کُتب اہل سُنت سے جُدا جُدا لکھ دیئے ہیں۔

اب غور کریں کہ عزاداری کرنے والوں کی کیا غرض ہے اور مٹانے والوں کی کیا۔

قرآن خوانی کے بہانے ذکر حُسینؑ کو رکنا بھی مکر یزید ہے

فلما سمع یزید ذالک استعمل لهم اجزاء القرآن وفرقها فی المسجد فکانوا اذا فرعوا من الصلٰوۃ وضعوها بین ایدیهم یشتغلو ابها عن ذکر الحسین فلم یشغلهم عن ذکرهم۔ (مقتل ابی مخنف ص ۱۳۸)۔

جب یزید کو معلوم ہوا کہ مساجد میں بعد نماز لوگ تذکرہ حسینؑ کرتے ہیں تو اس نے قرآن پاک کے پارے بنوائے اور مساجد میں تقسیم کردیا کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوں تو ان کے سامنے فوراً یہ پارے رکھیں تا کہ لوگ ان میں مشغول ہو جائیں اور ذکر حسینؑ بھول جائیں۔ مگر ان کو ذکر حسین سے کوئی چیز نہ روک سکی۔ آخر یزید اہلبیتؑ کی رہائی کے لئے مجبور ہوا اور اپنی بریت کرنے لگا۔ آج بھی

دعوتی لوگ یہی تجویز سوچ رہے ہیں اور یہی حیلے بنا رہے ہیں تاکہ لوگ ذکرِ حسینؑ سے رُک جائیں اور حقیقت نہ کھلے۔ خلافِ عزاداری واویلا کی اصل حقیقت یہ ہے۔ اختلافِ مسائل تو ایک بہانہ ہے مگر اس بہانہ کی حقیقت بھی آپ کے سامنے رکھ دیں گے کہ یہ بھی کمزور اور تارِ عنکبوت ہے اور عزائے امام مظلوم ہزار ہا دلائل سے ثابت ہے جیسا کہ مشتے نمونہ از خروارے بھی عرض ہو رہا ہے۔ وجودہ عزاداری بہیت کذائیہ موجودہ عزاداری بہیت کذائیہ کا تعلق فقہ سے ہے نہ کلام سے اور فقہی احکام کے ارکانِ اربعہ کتاب وسُنت اجماع اور قیاس مستنبط ہیں۔ دیکھو (التوضیح والتلویح ص ۱۷، نورالابصار ص ۱۷، حسامی ص ۲، اصول الشاشی ص ۱)۔

پس ہمارا دعویٰ ہے کہ موجودہ عزاداری بہ ہیئت کذائیہ مجموعہ ہے چند اُمور کا جس میں بعض چیزیں اور بعض سُنت اور مستحب ہیں اور بعض مباح اور بعض جائز موجب ثواب کے درجہ میں داخل ہیں۔ کتاب وسُنت سے بعبارۃ النص اور دلالت النص، اقتضاء النص اجماع اور قیاس صحیحہ شرعیہ سے سب کا ثبوت موجود ہے یعنی ادلہ اربع شرعیہ سے مسئلہ عزاداری ثابت ہے جس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ آرہی ہے۔ اب نمبر دار جوابات سُنیئے:۔

سوال معترض

کہ کیا موجودطور پر اسم عزادار بہیت کذائیہ بایں طرز وطریق مذہبی حیثیت سے فرض ہے یا سُنت ہے یا مستحب ہے یا بدعت؟

الجواب

مجموعی طور پر من حیث الکل عزاداری کو فرض یا سُنت کہنا یا ثبوت مانگنا مسائل شرعیہ بلکہ اُصول

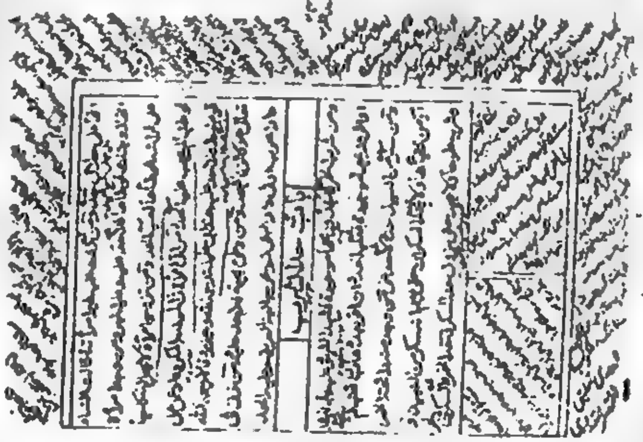

یہ بھی [illegible]

زنا میں [illegible]

مسئلہ اگر [illegible]

[illegible]

علی الزنا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] مسئلہ اگر [illegible]

[illegible]

مسئلہ اگر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] مسئلہ اگر [illegible]

[illegible]

[illegible] مسئلہ اگر [illegible]

والذی فطرنا قضیٰ بالحق [illegible]

[illegible]

فتاوی قاضی خان

[illegible]

١٥٧٣ أبو داود قال حدثنا شعبة عن مسلم القرشي قال ﴿ دخلنا على أسماء بنت أبي
بكر ﴾ فسألناها عن متعة النساء؟ فقالت فعلناها على عهد رسول الله ﷺ
حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبة عن عمرو بن دينار
١٥٧٤ قال سمعت الحسن بن محمد يحدث ﴿ عن جابر بن عبد الله وسلمة بن الأكوع ﴾
قالا خرج علينا منادي رسول الله ﷺ فنادى أن رسول الله ﷺ قد أذن
لكم فاستمتعوا يعني متعة النساء (ج ١٥ ص ٣) وأخرجه مسلم وأحمد حدثنا أبو
داود قال حدثنا سفيان بن عيينة وعبد العزيز بن أبي سلمة كلاهما عن الزهري
١٥٧٥ يقول حدثني الحسن وعبد الله ابنا محمد بن الحنفية عن أبيهما ﴿ أن عليا ﴾
رضي الله عنه قال لرجل يفتي في المتعة انظر ماذا تفتي فأشهد أن رسول الله
ﷺ نهى عن نكاح المتعة وعن لحوم الحمر الأهلية حدثنا أبو داود
١٥٧٦ قال حدثنا شعبة عن قتادة قال سمعت أبا نضرة يقول ﴿ قلت لجابر بن
عبد الله ﴾ إن ابن الزبير ينهى عن المتعة وإن ابن عباس يأمر بها، قال جابر على
يدي دار الحديث، تمتعنا على عهد رسول الله ﷺ فلما كان عمر بن الخطاب
قال إن الله عز وجل كان يحل لنبيه ما شاء وإن القرآن قد نزل منازله فافصلوا
حجكم من عمرتكم وابتدوا نكاح هذه النساء فلا أوتى برجل تزوج امرأة
إلى أجل إلا رجمته حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا يونس بن محمد قال ثنا عبد
١٥٧٧ الواحد بن زياد قال ثنا أبو عميس عن إياس ﴿ بن سلمة بن الأكوع عن
أبيه ﴾ قال رخص رسول الله ﷺ في متعة النساء عام أوطاس ثلاثة أيام
ثم نهى عنها (ص ٥٥ ج ٤) مسند أحمد (باب النهي عن نكاح المحرم
وخطبته وعن نكاح الشغار) حدثنا أبو داود قال حدثنا ابن أبي ذئب
١٥٧٨ عن نافع عن نبيه بن وهب ﴿ عن أبان بن عثمان عن أبيه ﴾ أن رسول الله
ﷺ قال لا ينكح المحرم ولا يخطب حدثنا أبو داود قال حدثنا شعبة عن أبي
١٥٧٩ قزعة عن الحسن وحماد بن سلمة عن حميد عن الحسن ﴿ عن عمران بن
حصين ﴾ قال أبو داود ولا أسنده عن سمرة ما أدري لا جلب ولا
جنب ولا شغار في الإسلام حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا يعقوب وسعد

التفسير المظهري

النساء

[illegible]

المكتبة

بلوچستان بكدپو

[illegible]

1200

[illegible]

1201

منحة المعبود

في ترتيب

مسند الطيالسي أبي داود

مذيلا

بالتعليق المحمود على منحة المعبود

كلاهما تأليف

[illegible]

الشهير بالساعاتي

[illegible]

الجزء الأول

[illegible]

الطبعة الأولى سنة [illegible] هجرية

الطبعة الثانية [illegible]

الناشر

المكتبة الإسلامية . بيروت

السلام عليك يا مهدي صاحب الزمان العجل العجل العجل

المحضر للقدوري
الكوكب الدري

[illegible]

(٣٦٩)

مُسْنَد
الإمام أحمد بن حنبل

وبهامشه

منتخب كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال

المجلد السادس

دار صادر

بيروت

السلام عليك يا مهدي صاحب الزمان العجل العجل العجل

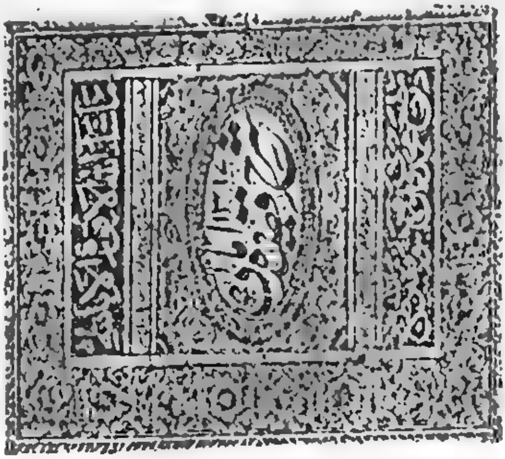

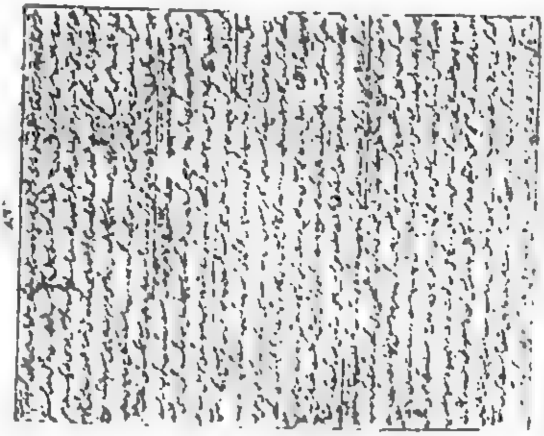

السلام علیک یا مھدی صاحب الزمان العجل العجل العجل

السلام علیک یا مہدی صاحب الزمان العجل العجل العجل

السلام علیک یا مهدی صاحب الزمان العجل العجل العجل

تاريخ الخلفاء

تأليف

الإمام الحافظ جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطي

المتوفى في عام ۹۱۱ من الهجرة

[وبهامشه ...]

الناشر

فصل في نبذ من أخبار الرشيد عفا الله عنه

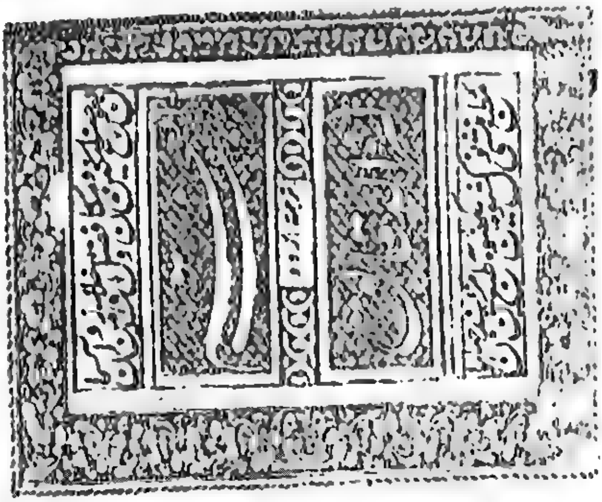

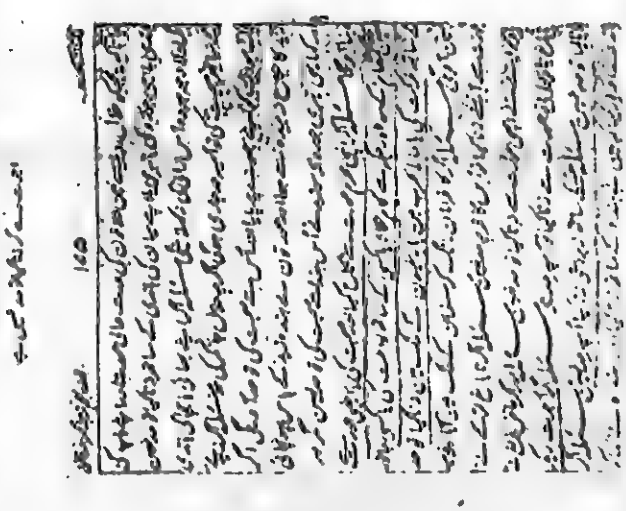

حضرت علی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تاریخ اور سیاست کی روشنی میں

مصر کے مشہور نقاد اور ناول نگار

ڈاکٹر طٰہٰ حسین

کے قلم سے

اردو ترجمہ

علامہ عبدالحمید نعمانی

نفیس اکیڈمی

[illegible]

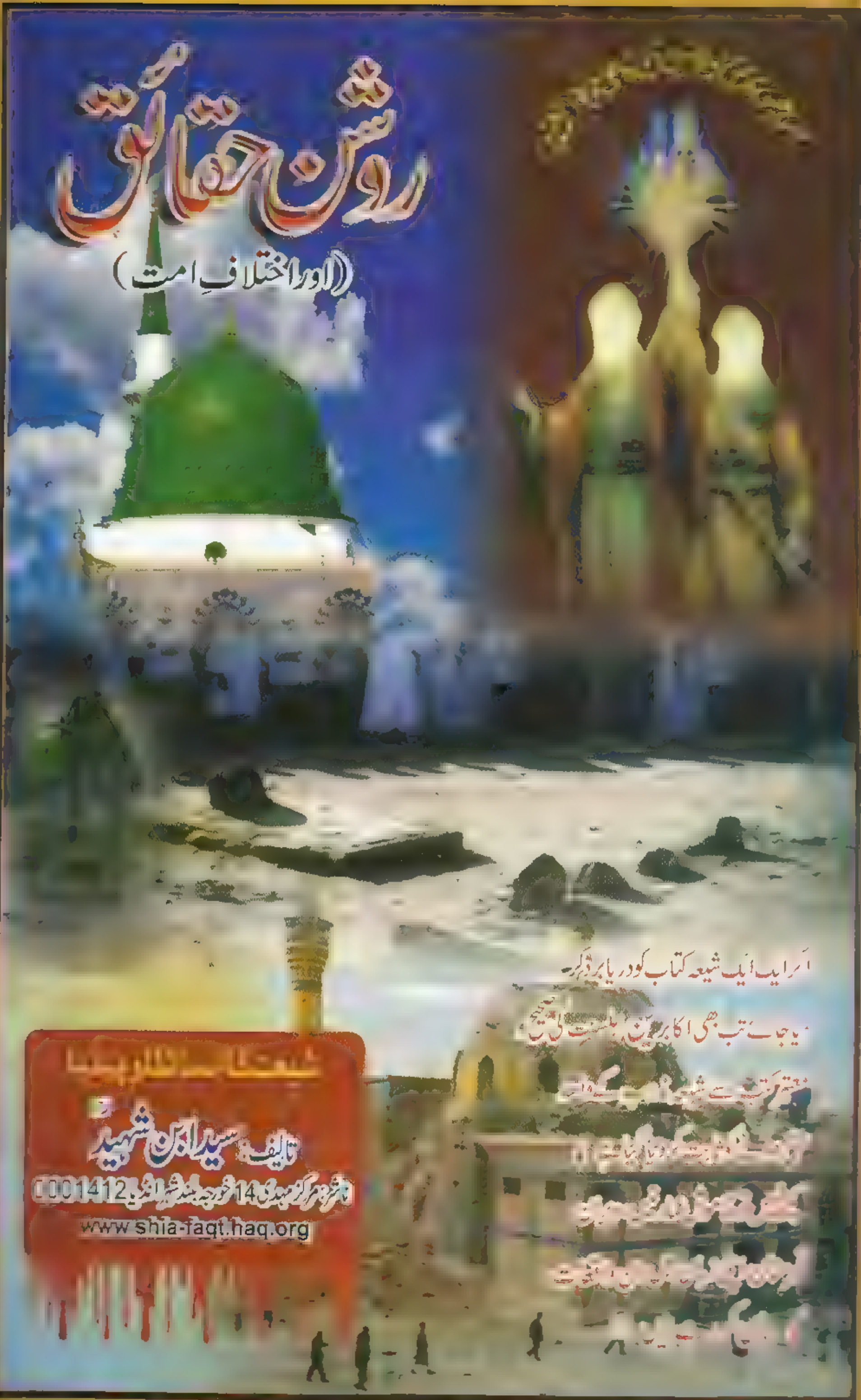
روشن حقائق
(اور اختلافِ امت)
اگر ایک ایک شیعہ کتاب کو دریا برد کر
تالیف: سید ابن شہید
www.shia-faqt.haq.org

روشن حقائق

(اور اختلافِ امت)

Knowledge for All
e-Sakina
Pakistan Sindh
Hyderabad

جلد 5

تالیف: سید ابنِ شہیدؒ

ناشر مرکز مہدی 14 خورجہ بلند شہر انڈیا 0001412
www.shia-faqt.haq.org

☆مثلاً علامہ محمد سائب کلبی نے اپنی تفسیر التسھیل فی علوم التنزیل ج۳ ص۲۹۹ پر

☆علامہ سوڈانی فودسی نے اپنی تفسیر کفایتہ الضعفاء ص۱۳۱ پر

☆علامہ مراغی نے تفسیر مراغی ج۲۲ ص۷ پر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آیۂ تطہیر کے نزول کے نوماہ تک درِ علیؑ پر آ کر آیۂ تطہیر کی تلاوت کرتے رہے۔

☆علامہ خوارزمی نے مقتل الحسین ج۱ ص۹۴ پر سعد ابن بشیر سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔

تا علی میں حوض کوثر کا انچارج۔ تو ساقی۔ حسنؑ نگران حسینؑ پلانے کا حکم دینے والا۔ سجادؑ صف اول میں محمد باقرؑ تقسیم کنندہ۔ جعفر صادقؑ سابق۔ موسیٰ ابن جعفر دوستوں کے قریب۔ دشمنوں کو دور اور منافقوں کو مٹانیوالا۔ علی رضاؑ زین المومنین محمد تقیؑ مومنین کو مراتب جنت دکھانیوالے۔ علی نقیؑ جنت کا خطیب۔ حسن عسکریؑ اہل جنت کا آفتاب اور امام مہدیؑ شفیع المذنبین ہوگا۔

☆الحسینؑ مقتل الحدیث ج۱ ص۹۴ پر علامہ خوارزمی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ میں آنحضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام حسینؑ آپ کے زانو پر بیٹھے تھے۔ آپ امام حسینؑ کا منہ اور آنکھیں چوم کر فرما رہے تھے۔

تو خود سردار ہے۔ سردار بھائی کا بھائی ہے۔ سردار باپ کا بیٹا ہے۔ سادات کا باپ ہے۔ تو خود امام ہے۔ امام کا بھائی امام کا بیٹا اور آئمہ کا باپ ہے تو حجت خدا ہے۔ حجت خدا کا بھائی ہے۔ حجت خدا کا بیٹا ہے اور تو حج خدا کا باپ ہے جن کا نواں قائم مہدی عج ہوگا۔

حصه اوّل

السلام علیک یا مهدی صاحب الزمان العجل العجل العجل

فہرست مطالب

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
فضائل ہارون در قرآن	۹	روایت حضرت عبداللہ بن عباس	۱۹
لَقَدْ مَنَّا عَلٰی مُوْسٰی وَ هَارُوْنَ	۹	عَلِیٌّ مِنِّی کَمَنْزِلَتِی مِن رَّبِّی	۲۰
وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هَارُوْنَ اخْلُفْنِی	۹	مثل کعبہ	۲۰
وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِی	۱۱	روایت حضرت عبداللہ بن عباس	۲۰
مثل والد	۱۲	روایت حضرت علیؑ	۲۱
روایت حضرت عمار بن یاسر	۱۳	جناب امیر کا بمنزلہ حضرت سے	
روایت حضرت ابوایوب انصاری	۱۳	حضرت کا بمنزلہ خدا سے ہونا	۲۱
روایت انس بن مالک	۱۳	کَانَتْ لِی مَنْزِلَةٌ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ	۲۱
روایت حضرت علیؑ	۱۳	مثل انبیاء	۲۲
مثل باپ	۱۴	مَنْزِلَةٌ مِنْ رَّسُوْلٍ	۲۲
مثل راس	۱۴	مثل عیسیٰؑ	۲۳
روایت حضرت براء بن عازب	۱۵	جناب امیر کا نظیر جناب مسیح ہونا	۲۳
روایت حضرت عبداللہ بن مسعود	۱۵	روایت شعبی	۲۵
روایت حضرت عائشہ	۱۸	روایت ابی السوار	۲۶
روایت حضرت سلیمان فارسیؓ	۱۸	روایت ابوالحمراء	۲۷
مثل عین (آنکھ)	۱۸	مثل اصحاب کہف	۳۲
روایت حضرت ابوذرؓ	۱۸	ابوتراب	۳۲
مثل قل ھو اللہ	۱۸	عمار بن یاسرؓ	۳۶
روایت نعمان بن بشیر	۱۹	غزوہ ذوالعشیرہ کے دن	۳۷
مثل روح	۱۹	ابوالحسن	۳۸

السلام علیک یا مہدی صاحب الزمان العجل العجل العجل

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
ابوالحسنین	۳۶	عالم قرآن	۶۰
ابومحمد	۳۸	الحق مع علی	۶۱
مامون کا دریافت کرنا	۴۱	روایت عبداللہ بن ابی لیلیٰ	۶۷
یوم مناشدہ	۴۴	ہم حق پر ہیں	۶۷
جنت ودوزخ کا مختار علی ہے	۴۴	اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَيْثُ دَارَ عَلِيٌّ	۶۸
اشعار امام شافعی	۴۵	مرسل	۶۸
کرسی نور پر بیٹھ کر تقسیم کرنا	۴۶	اَلنَّظَرُ اِلٰى وَجْهِ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ	۶۸
بہشتی انار اور تقسیم انار	۴۷	مرسل	۷۴
لواء الحمد	۴۸	کیا بات ہے اس جوان کی	۷۵
فی مقعد صدق	۴۸	اعمال قبول کرنے کا سبب	۷۶
پانچ خصائص	۴۹	عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَلنَّظَرُ اِلٰى عَلِيٍّ عِبَادَةٌ	۷۶
صاحب رائی	۵۰	جماعت صحابہ	۷۶
عن ابی سعید الخدری	۵۱	اَلنَّظَرُ اِلَيْهِ رَأْفَةٌ	۷۷
عن ابن عباس	۵۲	ذِكْرُ عَلِيٍّ عِبَادَةٌ	۷۸
احد میں علمبرداری	۵۲	مجلس کے بعد فرشتوں کا آنا	۷۹
القرآن مع علی۔ عن ام سلمہ	۵۷	زَيِّنُوْا مَجَالِسَكُمْ بِذِكْرِ عَلِيٍّ	۷۹
عن شهر بن حوشب عن ام سلمه	۵۷	عَلِيٌّ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْهُ	۷۹
قرآن ناطق	۵۸	قَالَ النَّبِيُّ لِعَلِيٍّ اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ	۸۶
ایک رکاب میں قرآن پڑھنا	۵۸	دعوت ذوالعشیرہ اور علی منی	۸۶
کلام مولانا ابوالکلام	۵۹	مواسات حضرت جبرائیل	۸۸
تاویل قرآن کے مطابق جنگ	۵۹	آنحضرت کا جناب امیر کو	
دروازے بند کر لئے	۶۰	برات کے ساتھ مکہ بھیجنا	۹۰

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ	۹۳	حضرت علی افضل الانبیاء ہیں	۱۱۷
هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْاَسْنَادِ	۹۳	ابناء رسولؐ	۱۱۹
وَاَذَانٌ مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ اِلَى النَّاسِ	۹۴	قرآن مجید کی ورق گردانی	۱۲۶
اپنی اہلبیت میں سے بھیجے	۹۶	والفضل ما شهدت به الاعداء	۱۳۰
رَجُلٌ مِنِّیْ	۹۷	استدلالات	۱۳۹
من جملہ ذکر	۹۹	علی شریک رسول ہے	۱۴۴
لَحْمُهٗ لَحْمِی	۱۰۰	جناب شہید ثالث فرماتے ہیں	۱۴۵
مرفوع روایت	۱۰۱	عَلِیٌّ مِنِّی	۱۴۸
دَمُهٗ دَمِیْ	۱۰۴	علی نفس رسول ہے صحابی نہیں	۱۴۸
قَلْبُکَ قَلْبِیْ	۱۰۴	استدلال زمخشری	۱۴۸
رُوْحُکَ رُوْحِی	۱۰۴	مباہلہ	۱۴۹
عَلِیٌّ کَرُوْحِیْ	۱۰۴	عمدہ لیکن مفصل ذکر	
نفس رسولؐ	۱۰۴	بزبان فارسی از مدارج النبوۃ	۱۵۱
آیہ مباہلہ	۱۰۸	يَا اَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ	۱۵۱
عبارات مرسل	۱۱۰	یوم شوریٰ کی احتجاج	۱۵۷
مناشدہ	۱۱۲	محمد بن علی	۱۵۹
اسقف نجرانی کا انتباہ	۱۱۳	براء بن عازب	۱۵۹
اجمالی ذکر	۱۱۴	عن عبداللہ بن عمر	۱۵۹
خطبہ امام حسن علیہ السلام	۱۱۵	عن علی	۱۶۰
خطبہ امام زین العابدین علیہ السلام	۱۱۵	مرتبہ صحت و حسن	۱۶۲
اقوال علماء اہل سنت	۱۱۵	سید الابواب	۱۶۳
حضرت علی افضل الخلق ہیں	۱۱۷	جنبی حالت	۱۷۷

عنوان	صفحہ
حضرت علیؑ کا احتجاج	۱۸۴
بیت علیؑ بیت رسولؐ ہے	۱۸۵
إنَّ الامّةَ ستَغدِرُ بِعَلِیٍّ	۱۸۹
الفتح الربانی	۲۰۲
حضرت علیؑ کیوں نہ اٹھا سکے	۲۰۳
بت شکنی کی وجہ سے اسم اعلیٰ	۲۰۴
ما سألتُ لِنفسِی اِلّا قد سألتُ لکَ	۲۰۵
اِذا سألتُ اعطانِی اِذا اسکتُ اِبتدانِی	۲۱۲
جناب امیرؑ کے سوا آنحضرتؐ کے نام پر نام رکھنا اور اس کے ساتھ حضرت کی کنیت کو شامل کرنا جائز نہیں	۲۱۵
حضرت طلحہ کا حضرت علیؑ سے احتجاج	۲۱۵

پیش لفظ

اَلسَّلامُ عَلَیْکُم یااَھلَ بَیْتِ النُّبُوَّۃ

سلام ھو آپ لوگوں پر اے نبوت کے گھر والوں

اھلبیتؑ کا لامتناھی بلند مرتبہ ازروے قرآن و حدیث من

تفاسیر و صحیح، معتبر اور بنیادی کتب اھلسنت

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيراً (الاحزاب (33)

ترجمہ

سوائے اس کے نہیں کہ اللہ یہی چاہتا ہے کہ اہل بیت!
تم سے ہر قسم کی پلیدی کو دور رکھے اور یوں پاک
وپاکیزہ رکھے جس طرح کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔

تاریخ تفسیر اور حدیث کی کوئی سی کتاب اٹھائیں اور احزاب ۳۳ کا شان نزول دیکھ لیں آپ کو یہی ملے گا کہ یہ آیت حضرت علیؑ۔ جناب فاطمہؑ، امام حسنؑ اور حسینؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے اس سلسلہ میں روایات حد تواتر سے آگے بڑھ کر مقام شمار سے بھی زیادہ ہیں۔

علامہ حسکانی نے شواھد التنزیل میں ایک سو اڑتیس احادیث نقل کی ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ احزاب ۳۳ کا مصداق صرف مذکورہ چار ہستیاں ہی ہیں۔

علامہ بحرانی نے غایۃ المرام میں اہلسنت ذرائع سند سے اکتالیس احادیث جمع مکمل سلسلہ

☆مثلاً علامہ محمد سائب کلبی نے اپنی تفسیر التسھیل فی علوم التنزیل ج۳ ص۲۹۹ پر

☆علامہ سوڈانی فودسی نے اپنی تفسیر کفایتہ الضعفاء ص۱۳۱ پر

☆علامہ مراغی نے تفسیر مراغی ج۲۲ ص۷ پر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آیۂ تطہیر کے نزول کے نوماہ تک در علیؑ پر آکر آیۂ تطہیر کی تلاوت کرتے رہے۔

☆علامہ خوارزمی نے مقتل الحسین ج۱ ص۹۴ پر سعد ابن بشیر سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا۔

تا علی میں حوض کوثر کا انچارج۔ تو ساقی۔ حسنؑ نگران حسینؑ پلانے کا حکم دینے والا۔ سجادؑ صف اول میں محمد باقرؑ تقسیم کنندہ۔ جعفر صادقؑ سابق۔ موسیٰ ابن جعفر دوستوں کے قریب۔ دشمنوں کو دور اور منافقوں کو مٹانیوالا۔ علی رضاؑ زین المومنین محمد تقیؑ مومنین کو مراتب جنت دکھانیوالے۔ علی نقیؑ جنت کا خطیب۔ حسن عسکریؑ اہل جنت کا آفتاب اور امام مہدیؑ شفیع المذنبین ہوگا۔

☆الحسینؑ مقتل الحدیث ج۱ ص۹۴ پر علامہ خوارزمی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ میں آنحضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام حسینؑ آپ کے زانو پر بیٹھے تھے۔ آپ امام حسینؑ کا منہ اور آنکھیں چوم کر فرمار ہے تھے۔

تو خود سردار ہے۔ سردار بھائی کا بھائی ہے۔ سردار باپ کا بیٹا ہے۔ سادات کا باپ ہے۔ تو خود امام ہے۔ امام کا بھائی امام کا بیٹا اور آئمہ کا باپ ہے تو حجت خدا ہے۔ حجت خدا کا بھائی ہے۔ حجت خدا کا بیٹا ہے اور نو حجج خدا کا باپ ہے جن کا نواں قائم مہدیؑ عجؑ ہوگا۔

تفسیر الحدیث ج۸ ص ۲۶۱ پر علامہ محمد دروزہ نے مسلم اور ترمذی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آیۃ تطہیر حضرت علیؑ۔ دختر رسولؐ اور حسنین شریفین کے حق میں اس وقت نازل ہوئی جب آنحضورؐ نے پنجتن پاک کو زیر کساء لے رکھا تھا ام المومنین ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے چادر کے قریب آکر عرض کیا۔ قبلہ کیا میں ابھی ان کے ساتھ اہلبیت میں ہوں؟ آپ نے فرمایا۔ نہیں ام سلمہ اپنی جگہ رہنا۔ تو نیکی پر ہے۔

نورالابصار کے حاشیہ پر محمد ابن حبان نے اسعاف الراغبین ص۱۰۷ پر امام حنبل۔ اور طبرانی کی معجم کے حوالہ سے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ آیۃ تطہیر یعنی احزاب ۳۳ پنجتن پاک کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل ج۳ ص۲۰۴ پر امام حسینؑ کا خطبہ نقل کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم وہ اہلبیتؑ نبی ہیں جو آیہ تطہیر کے مصداق ہیں۔

علامہ شربینی نے اپنی تفسیر السراج المنیر ج۳ ص۲۴۵ پر جناب ام سلمہ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی ہے اور اس کا مصداق پنجتن پاک ہیں۔

اہلبیتؑ عصمت وطہارت علیہم السلام کا مرتبہ ادراک انسان سے بالاتر ہے اور بزرگان بشر کی عقلیں آنحضرت کی کنہ ذات کی معرفت سے عاجز ہیں جب خدا کے علاوہ کوئی شخص ان کے فضائل کو نہ تو سمجھ سکتا ہے اور نہ ان کے کمالات و مناقب کا احصاء کر سکتا ہے تو بھلا ان کے مراتب کی حقیقی معرفت اور علمی احاطہ کیسے کر سکتا ہے؟ جیسا کہ عامہ کی کتابوں میں بھی یہ مسلم الثبوت واقعیت وحقیقت بیان کی گئی ہے (احقاق الحق، ج۴، ص۱۰۱، ۳۸۹، ج۱۵، ص۷۰۹) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"لو ان لا شجار اقلام والبحر مداد، والجن حساب
والانس کتاب، ما احصوا فضائل علی ابن ابی طالب"

اہلبیتؑ عصمت و طہارت علیہم السلام سے محبت اور روحانی ارتباط کی ایجاد کا وسیلہ ہے اور اس خاندان کی محبت ۔۔۔ آیت کمال وسعادت کا بڑا راز ہے لہذا ہر وہ انسان جو خوشبختی کا طالب اور معنوی کمالات کا جویا ہے جتنا بھی ممکن ہو اس وسیلہ ''معرفت اہلبیتؑ'' میں کوشش کرے اور اپنی معرفت میں اضافہ کرے تا کہ دودمان ولایت سے اس کی دوستی ومحبت وارتباط زیادہ سے زیادہ محکم ہو اور نتیجہ میں نفسانی بلندیاں اور روحانی کمالات جو کہ ابدی سعادت کے موجب ہیں حاصل کرے۔

ہم بھی انہیں دو مقاصد کے ساتھ اس کتاب کی تدوین ونشر کیلئے اٹھے ہیں، امید رکھتے ہیں کہ اس ناچیز اثر کو ہمارے عزیز مولا اور امام زمانہ حضرت بقیۃ اللہ حجۃ بن الحسن عجؑ سلام اللہ علیہ وارواحنا فداہ قبول فرمائیں گے اور اپنے لطف خاص اور فیض بیکراں سے ہمیں بہرہ مند فرمائیں گے!

اہل بیت کے بارے میں خدا کا لحاظ کرو

اخرج مسلم، والترمذی والنسائی، عن زید بن ارقم: ان رسول اللہ ﷺ قال: ((اذکر کرم اللہ فی اہل بیتی))

مسلم(۱)، ترمذی اور نسائی نے زید بن ارقم (۲) سے نقل کیا ہے کہ رسول اسلام نے ارشاد فرمایا: اے میرے امت والو! میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، (ان کا خیال رکھنا کیونکہ میں قیامت میں تم سے ان کے بارے میں سوال کروں گا اگر تم نے ان سے نیکی کی تو خدا کی رحمت تمہارے شامل حال ہوگی اور اگر تم نے انھیں ستایا تو ان کے عذاب سے ڈرو، اقتباس از احادیث)۔(۳)

شذرات الذهب ج ۲، ص ۱۲۰۔ تذکرۃ الحفاظ ج ۲، ص ۵۱۳۔ طبقات الحفاظ سیوطی ج ۲، ص ۱۶۔

(۲) ابوسید زید بن ثابت بن ضحاک انصاری خزرجی؛ موصوف کاتبین میں سے تھے، آپ کی ۴۵ھ میں وفات ہوئی، بقیہ حالات زندگی درج ذیل کتابوں میں دیکھئے:

الاصابۃ جلد ۱، ص ۵۶۱،۵۶۲۔ الاستیعاب جلد ۱، ص ۵۵۱،۵۵۴۔

تذکرۃ الحفاظ جلد ۳، ص ۲۳،۲۲۔

(۳) مذکورہ حدیث حسب ذیل کتابوں میں موجود ہے:

مسند عبد بن حمید (قلمی نسخہ، ظاہریہ لائبریری دمشق)۔ کنز العمال جلد ۱، ص ۱۶۶۔ العقد الفرید جلد ۲، ص ۱۱۱۔

(۴) **حافظ ابویعلی احمد بن علی بن مثنی بن یحیی بن عیسی بن ہلال تمیمی موصلی؛** آپ ہی محدث الجزیرہ اور کتاب المسند الکبیر کے مولف ہیں، آپ ۲۱۰ھ ہجری میں شہر موصل عراق میں پیدا ہوئے، اور ۳۰۷ھ میں وفات پائی، آپ نے احمد بن حاتم بن طویل، یحیی بن معین اور دوسرے لوگوں سے روایتیں سنی اور پھر انھیں نقل کیا ہے، آپ کی مشہور کتاب المسند الکبیر ہے، بقیہ حالات زندگی درج ذیل کتابوں میں دیکھئے:

معجم البلدان جلد ۵، ص ۲۲۵۔ شذرات الذہب جلد ۲، ص ۲۵۰۔

تذکرۃ الحفاظ جلد ۲، ص ۲۰۷،۲۰۹

(۵) ابوسعید بن مالک بن سنان بن عبید انصاری خزرجی مدنی خدری؛ آپ کی ہجرت کے تین سال قبل پیدائش ہوئی اور ۷۴ھ میں وفات ہوگئی، آپ رسول کے ان صحابہ میں سے تھے، جو آپ کے ساتھ اکثر ساتھ رہا کرتے تھے، آپ نے بیعت الشجرہ میں شرکت کی، اور ۱۲ غزووں میں رسول اسلام کے ہم رکاب جنگ کی، آپ کے باپ شہدائے احد سے تھے، آپ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تقریباً ۵۲

حدیثیں نقل کی گئی ہیں، بقیہ حالات زندگی درج ذیل کتابوں میں دیکھئے:

حلیة الاولیاء ج۱، ص۲۹۹، لاصابة ج۲، ص۵۸۵۔۵۸۶، الاستیعاب ج۲، ص۸۹، تذکرۃ الحفاظ ج۱، ص۱۴۔

(۲) مذکورہ حدیث حسب ذیل کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے:

مسند احمد بن حنبل ج۲، ص۷۱۔ مسند ابو یعلی ج۱ص۳۸۷۔

(یہ قلمی نسخہ ہے جو ظاہریہ لائبریری دمشق میں موجود ہے)۔

معجم طبرانی ج۱، ص۱۲۹۔ (قلمی نسخہ) کنز العمال ج۱، ص۱۸۶، ۱۶۷۔ طبقات ابن سعد ج۲، ص۱۹۴۔ ذخائر العقبی ص۱۶

اگر رسول کے دوستدار ہونا چاہتے ہو تو اہل بیت سے محبت کرو

اخرج الترمذی و حسنه والطبرانی، عن ابن عباس؛ قال: قال رسول اللهﷺ: ((احبو الله لما یغذوکم بن من نعمه، واحبونی لحب الله، واحبو اهل بیتی لحبی))

ترمذی (حسن سند کے ساتھ) اور طبرانی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسولؐ نے فرمایا: اے لوگو! خدا کو دوست رکھو کیونکہ وہ تمھیں اپنی نعمتوں سے شکم سیر اور آسودہ کرتا ہے، اور مجھے بھی خدا کیلئے دوست رکھو، اور میری محبت کے واسطے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔(۱)

اہل بیتؑ کی بارے میں رسولؐ کا خیال رکھو

اخرج البخاری، عن ابی بکر الصدیقؓ؛ قال: ((ارقبوا محمداً رسول اللهﷺ فی اهل بیته))

امام بخاری (۲) حضرت ابوبکر صدیقؓ (۳) سے نقل کرتے ہیں: رسول اسلام کا ان

کے اہل بیت (ع) کے بارے میں پورا پورا لحاظ اور پاس رکھو۔

(۱) مذکورہ حدیث حسب ذیل کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے:

الجماع الصحیح ج۲، ص۸۰۳، باب ""مناقب اھل بیت""

(ترمذی کہتے ہیں: یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن اور غریب ہے)۔

معجم الکبیر اللطبرانی ج۱، ص۱۲۵ ج۳، ص۹۳۔

سیوطی نے اس کتاب کے علاوہ تفسیر درمنثور میں ترمذی، طبرانی، حاکم اور بیہقی سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

مستدرک الحاکم ج۲، ص۱۲۹، کنز العمال ج۶، ص۲۱۶ منتخب کنز العمال ج۵، ص۹۳ جامع الاصول ابن اثیرج۹، ص۱۵۴۔ جلد ۱۰، ص ۱۱۰ تاریخ ج۴، ص۱۵۹ اسد الغابۃ ج۲، ص۱۲ ذخائر العقبی ص۱۸ مسترک الصحیحین ج۳ص۱۵۰ میزان الاعتدال ج۲، س۱۴۳۔ مشکاۃ المصابیح ص۵۷۳ نزل الابرار ص۲۴۔ ینابیع المودۃ ص۱۹۲ و۲۷۱

(۲) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بدرذبہ بخاری حنفی؛ موصوف ۱۹۴ھ مو متولد ہوئے، اور ۲۵۶ھ میں قریہ خرتنگ سمرقند میں وفات پائی، آپ کی مشہور کتاب الجامع الصحیح (صحیح بخاری) ہے، بقیہ حالات زندگی درج ذیل کتابوں میں دیکھئے:

تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص۵۵۷، ۵۵۵۔ تاریخ بغداد ج۲، ص۱۶۔ الجرح والتقدیل ج۳، ص۱۹۱۔ وفیات الاعیان ج۳، ص۵۷۶۔ شذرات الذھب ج۲، ص۱۳۴ جامع الاصول ج۱، ص۱۸۶، ۱۸۵۔

(۳) ابوبکر عبداللہ بن عثمان قریشی تمیمی صحابی؛ آپ رسول خداؐ کے یار غار اور بزرگ صحابی میں سے تھے،

آپ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبدالعزی یا عبداللات تھا، لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد عبداللہ رکھ دیا گیا، موصوف ہی نے رسول کی وفات کی بعد زمام خلافت کو سنبھالا، اور اپنی حکومت میں عراق اور فلسطین کے اطراف کو جو ابھی تک اسلامی حکومت کے بالکل کنٹرول نہیں تھے، ان کو فتح کیا، دو سال اور کچھ مدت حکومت کرنے کے بعد ۶۳ سال کی عمر میں ۱۳ھ میں وفات پائی، بقیہ حالات زندگی درج ذیل کتابوں میں دیکھئے:

تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۵۔۲۔ الاصابۃ ج۲ ص۳۴۱ و۳۴۲۔

(۴) مذکورہ حدیث حسب ذیل کتابوں میں بھی نقل کی گئی ہے:

صحیح بخاری ج۲ ص۳۰۱، باب "مناقب قرابۃ الرسول" طبری؛ ذخائر العقبی ص۱۸۔ کنز العمال ج۷ ص۱۰۶۔ الصواعق المحرقۃ ص۱۲۸۔

درمنثور ج۶ ص۷۔

کاش خلیفہ اول حضرت ابوبکر اس حدیث کے مضمون پر عمل کرتے جسے خود انہوں نے نقل کیا ہے!! حضرت ابوبکر کا اہل بیت کے ساتھ کیا رویہ تھا، اس سلسلے میں کتاب الخصاص والاجتہاد، مؤلفہ سید شریف الدین، فصل اول نمبر ۱۔۷۔۸۔۹ دیکھئے۔

دشمن اہل بیت جہنم کی ہوا کھائے گا

اخرج الطبرانی، والحاکم، عن ابن عباس؛ قال رسول اللہ ﷺ: ((یا بنی عبدالمطلب انی قد سالت اللہ لکم ثلاثاً، ان یثبت قلوبکم و ان یعلم جاھلکم، ویھدی ضالکم، وسالتہ ان یجعلکم جوداء نجداء رحماء، فلو ان رجلاً صفن بین الرکن والمقام فصلی و صام ثم مات وھو مبغض لاھل بیت محمد(ص) دخل النار))

طبرانی اور حاکم ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے ارشاد فرمایا: اے نبی

عبدالمطلب! میں نے خدا سے تمھارے لئے تین چیزیں طلب کی ہیں، (اول) یہ کہ وہ تمھارے دلوں کو ثابت قدم رکھے، (دوم) یہ کہ تمھارے جاہلو کو تحصیل علم کی توفیق عطا کرے، (سوم یہ کہ) تم میں سے جو راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں ان کی ہدائیت فرمائے، اور میں نے خدا سے چاہا ہے کہ وہ تم کو سخی، دلیر اور باہمی رحم و کرم کا خوگر بنائے، (کیونکہ یہ طے ہو چکا ہے کہ) جو شخص رکن و مقام (۱) کے درمیان نمازیں ادا کرے، اور روزے رکھے (اور اپنی ساری عمر اسی طرح گزار دے) لیکن اگر وہ بغض اہل بیت لے کر مرا تو وہ جہنم میں جائے گا۔(۲)

(۱) یہ مسجد الحرام میں دو مقدس مقام کے نام ہیں۔

(۲) مذکورہ حدیث حسب ذیل کتابوں میں بھی پائی جاتی ہے:

المعجم الکبیر ج۳، ص۱۲۱۔ حاکم، مستدرک الصحیحین ج۳، ۱۴۸۔

حاکم اس حدیث کو ابن عباس سے مرفوع سند کے ساتھ نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ حدیث بشرط مسلم صحیح ہے۔

مجمع الزوائد ج۹، ص۱۷۱۔ منتخب کنز العمال ج۵، ص۹۶، ۳۰۔ تاریخ بغداد ۳، ص۱۲۲۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۴۰، محب الدین طبری، ذخائر العقبیٰ ص۱۸۔

محب الدین طبری نے اس حدیث کو اپنی مذکورہ کتاب میں اختصار کے طور پر نقل کیا ہے، اور کہتے ہیں: یہ حدیث ملا قاری نے اپنی کتاب "السیرۃ" میں نقل کیا ہے۔

ملا قاری: کتاب السیرۃ۔ دیلمی، مسند الفردوس (قلمی نسخہ لالہ لی لائبریری)۔

دیلمی نے اس حدیث کو ابن عباس سے اس طرح نقل کیا ہے:

((لو ان رجلا صفن قدمیه بین الرکن والمقام و صام و صلی ثم لقی الله مبغضاً لآل محمد دخل النار))

پس جو شخص رکن ومقام کے درمیان کھڑے روزے اور نمازیں ادا کرے، (اور اپنی ساری عمر اسی طرح گزار دے) لیکن اگر بغض اہل بیت لے کر مرا تو وہ جہنم میں جائے گا۔

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ

سید ابن شہید

فضائل ہارون در قرآن

خدائے جلال نے سورۃ الصفٰت کی آیات ۱۱۴ تا ۱۲۲ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون کے فضائل بیان فرمائے ہیں اور یہ سارے کے سارے فضائل حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کے فضائل سے مطابقت رکھتے ہیں۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰی مُوسٰی وَ هٰرُوْنَ

اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارونؑ پر بہت سے احسانات کیے (خدا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و حضرت علی علیہ السلام پر بھی بہت سے احسانات فرمائے) اور خود ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑی سخت مصیبت سے نجات دلائی (خدا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی امت کو بھی مصائب سے نجات دلائی) اور فرعون کے مقابلے میں ہم نے ان کی مدد کی تو آخر یہی لوگ غالب رہے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی علیہ السلام کو کو خدا نے ابوجہل و ابولہب پر غالب فرمایا) اور ان دونوں کو ایک واضح المطالب کتاب تورات نازل کی (خدا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قرآن جیسی بے مثل کتاب عطا فرمائی) اور ہم ان دونوں کو سیدھی راہ کی ہدایت فرمائی (جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی علیہ السلام خود سیدھی راہ تھے) اور بعد کو آنے والوں میں ان کا خیر باقی رکھا (جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی علیہ السلام کا ذکر خیر ماضی میں بھی کتب میں آتا رہا اور تا یوم قیامت ہوتا رہے گا) موسیٰ علیہ السلام و ہارون پر سلام ہو (حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی علیہ السلام پر درود بھی ہے اور سلام بھی) ہم نیکی کرنے والوں کو یوں جزائے خیر عطا فرماتے ہیں۔ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی علیہ السلام کو خدا نہ صرف جزائے خیر عطا فرمائی بلکہ سورۃ دہر کے مطابق ان کا شکرگزار بھی ہوا) بے شک یہ دونوں ہمارے خاص ایماندار بندوں میں سے تھے (جبکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و علی علیہ السلام نہ صرف مومن تھے بلکہ وجہ ایمان اور امیرالمومنین تھے) سورۃ اعراف کی آیت ۱۴۲ میں ذکر ہے:

وَقَالَ مُوسٰی لِاَخِيهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِي

اسی طرح جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غزوہ تبوک تشریف لے جانے لگے تو خلافت علویہ کا اعلان فرمایا اور جب حضرت علی علیہ السلام نے استفسار کیا تو حضورﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون کی مثال پیش فرما کر مزید نص فرمادی۔

سورہ اعراف کی آیت ۱۴۸ میں ہے

واتخذتم قوم موسیٰ من بعدہ من حلیھم عجلا جسدالہ خوارا"

اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کوہ طور پر ان کے جانے کے بعد اپنے زیوروں کو گلا کر ایک بچھڑے کی صورت بنائی یعنی ایک جسم جس میں گائے کی سی آوازی تھی افسوس کیا ان لوگوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہ نہ تو ان سے بات ہی کر سکتا ہے اور نہ کسی طرح کی ہدایت ہی کر سکتا ہے۔

یعنی حضرت موسیٰؑ کی غیبت صغریٰ کے موقع پر ان کی امت نے ان کے صحیح جانشین سے منہ موڑ لیا اسی طرح وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فورا" بعد امت محمدؐ نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے صحیح جانشین سے منہ موڑ لیا۔

خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے اپنا معبود بنایا اور اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے اور جب وہ پچھتائے اور انہوں نے اپنے آپ کو یقینی گمراہ دیکھ لیا تب کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کرے گا اور ہمارا قصور معاف نہیں کرے گا تو ہم یقینی گھاٹا اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

بالکل اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی امت سے کہا کہ تم قلم دوات لے کر آؤ میں تمہیں ایسی چیز لکھ دوں گا کہ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے۔

لیکن امت محمدیہ نے چند لوگوں کی باتوں میں آکر اپنے رسولؐ کی باتوں کو نہ مانا اور بہتر فرقوں میں تقسیم ہوگئی اور ابھی پچھتائیں یا نہ پچھتائیں لیکن جب عداوت آل محمد علیہم السلام کے باعث انہیں جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا تو اس وقت ضرور پشیمان ہونگے کہ کاش ہم اپنے

کتاب خدااوراہل بیت سے تمسک ضروری ہے

اخراج الترمذی و حسنه، والحاکم، عن زید بن ارقم؛ قال: قال رسول للهﷺ: ((انی تارک فیکم ما ان تمسکتم به لن تضلوابعدی، کتاب اللہ، وعترتی اهل بیتی ولن یفترقاحتی یرداعلی الحوض، فانظرواکیف تخلفونی فیهما))

ترمذی (حسن سند کے ساتھ) اورحاکم نے زید بن ارقم سے نقل کیاہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمھارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہاہوں کہ اگرتم نے اس سے تمسک کیاتو میرے بعد ہرگزگمراہ نہ ہوگے، اوروہ کتاب خدااور میرے عترت ہے، جومیرے اہل بیت ہیں، اوردیکھو! یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز ہرگز جدانہ ہوں گے یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے، (لہذااچھی طرح اورخوب سمجھ بوجھ لو!) تم میرے بعدان کے بارے میں کیارویہ اختیارکرتے ہو،اور اُن کے ساتھ کیساسلوک کرتے ہو؟ (۴)

(۱) **امام مسلم:** آپ کاپورانام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری ہے آپ ۲۰۲ھ (یا۲۰۶) میں متولدہوئے، اور۲۶۱ھ میں (دیہات) نصرآباد، ضلع نیشاپورمیں وفات ہوئی، آپ نے بغدادکے کئی مرتبہ سفرکئے، آپ بہت بڑے محدث اورعالم دین تھے، آپ کے مشہورکتاب الجامع الصحیح (صحیح مسلم) ہے، اورآپ کی سوانح عمری درج ذیل کتابوں میں نقل کی گئی ہے:

تذکرہ الحفاظ ج۲، ص۱۵۰، طبقات الحنابلہ ص۳۳۶، مرآۃ الجنان ج۲ ص۱۷۴، وفیات الاعیان ج۲، ص۱۱۹، تاریخ بغداد ج۱۳، ص۱۰۰، بستان المحدثین ص۱۰۴

(۲) زیدبن ارقم بن زیدانصاری خزرجی؛ ذہبی نے آپ کو بیعت رضوان والوں میں شمارکیا ہے،

موصوف نے تقریباً ۱۷ غزووں (جنگوں) میں رسول اسلام کے ساتھ شرکت کی، اور جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی طرف سے شرکت فرمائی، اور ۶۶ھ میں جناب مختار کے دور حکومت کوفہ میں وفات پائی، آپ کی سوانح عمری درج ذیل کتابوں میں نقل کی گئی ہے:

تذکرہ الحفاظ ج۱، ص۱۶۵، الاصابہ ج۳، ص۱۷۱، الاستیعاب ج ۱ ص ۵۶۶، ۵۷۸۔

(۳) مذکورہ حدیث کو سیوطی نے اس جگہ اختصار کے ساتھ نقل کی ہے، لیکن امام مسلم نے اس حدیث کو تفصیل کے ساتھ اس طرح نقل کیا ہے:

حدثنی یزید بن حیان، انطلقت انا وحصین بن سبرة و عمر بن مسلم، الی زید بن ارقم، فلما جلسنا الیه، قال له حصین، یازید القدلقیب خیرا کثیرا، رایت رسول الله، وسمعت حدیثه، وغزوت معه، وصلیت خلفه، لقد لقیت یا زیدُ اِخیرا اکثیراً، حدثنا یا زید! ما سمعت من رسول الله، قال یابن اخی: والله لقد کبرت سنی، وقدم عهدی، ونسیت بعض الذی اعی من رسول الله، فما حدثتکم فاقبلوا، ومالا، فلا تکلفونیه، ثم قال: قام رسول الله یوما فینا خطیباً بماء بدعی خما بین مکة و المدینة، فحمد الله واثنی علیه ووعظ و ذکر، ثم قال: اما بعد: الایا ایها الناس! فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول ربی فاجیب، و اناتارک فیکم ثقلین اولهما کتاب الله، فیه الهدی والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به، فحث بکتاب الله ورغب فیه، ثم قال: بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی ثلاثا، فقال له حصین: ومن اهل بیته؟ یازید!

الیس نسائه من اهل بیته؟ قال: نسائه من اهل بیته، ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده، قال: ومن هم؟ هم آل علی، علی وال عقیل، وال جعفر، وال عباس، قال: کل هولاء حرم الصدقة، قال: نعم.....“

مسلم نے روایت کی ہے کی یزید بن حیان کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں حصین بن سبرہ اور عامر بن مسلم، زید بن ارقم کے پاس گئے، زید بن ارقم کی مجلس میں بیٹھ گئے اور حصین زید سے اس طرح گفتگو کرنے لگے: ”اے زید بن ارقم! تو نے خیر کثیر کو حاصل کیا ہے، کیونکہ تو رسول خداؐ کے دیدار سے مشرف ہو چکا ہے، اور حضرتؐ کی گفتگو سے فیض حاصل کر چکا ہے، اور تو نے رسول کے ساتھ جنگوں میں شرکت کی، اور حضرتؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس طرح تو نے خیر کثیر کو حاصل کیا ہے، لہذا جو تو نے رسولؐ سے سنا ہے اسے ہمارے لئے بھی نقل کر! زید بن ارقم کہتے ہیں: ایک روز رسول اسلام مکہ اور مدینہ کے درمیان میدان غدیر خم میں کھڑے ہوئے، اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا، اور بعد از حمد وثنا موعظہ ونصیت فرمایا: اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں لہذا ممکن ہے کہ موت کا فرشتہ میرے سراغ میں بھی آئے، اور مجھے موت سے ہم کنار ہونا پڑے، (لیکن یہ یاد رکھو) یہ دو گرانقدر امانتیں میں تمہارے درمیان چھوڑے جا رہا ہوں، ان میں پہلے کتاب خدا ہے جو ہدایت کرنے والی اور روشنی دینے والی ہے لہذا کتاب خدا کا دامن نہ چھوٹنے پائے اس سے متمسک رہو، اور اس سے بہرمند رہو، اس کے بعد آپ نے فرمایا:

اے لوگو! دوسری میرے گرانقدر امانت میرے اہل بیت ہیں، اور میرے اہل بیت کے بارے میں خدا سے خوف کرنا، اور ان کو فراموش نہ کرنا (یہ جملہ تین مرتبہ تکرار کیا)۔

زید نے جب تمام حدیث بیان کر دی، تو حصین نے پوچھا: اہل بیت رسول کون ہیں جن کے بارے میں اس قدر سفارش کی گئی ہے؟ کیا رسولؐ کی بیویاں اہل بیت میں داخل ہیں؟

زید ابن ارقم نے کہا: ہاں رسولؐ کی بیویاں بھی اہل بیت میں ہیں مگر ان اہل بیت میں نہیں جن

کی سفارش رسولؐ فرما رہے ہیں، بلکہ یہ وہ اہل بیت ہیں جن پر صدقہ حرام ہے؟

حسین نے پوچھا: وہ کون حضرات ہیں جن پر صدقہ حرام ہے؟

زید ارقم نے کہا: وہ اولاد علیؑ، فرزندان عقیل و جعفر و عباس ہیں!

حصین نے کہا: ان تمام لوگوں پر صدقہ حرام ہے؟ زید نے کہا: ہاں۔

عرض مترجم: اس حدیث کو مسلم نے متعدد اسناد کے ساتھ اپنی صحیح میں نقل کیا ہے لیکن افسوس کہ حدیث کا وہ جملہ جو غدیر خم سے متعلق تھا حذف کر دیا ہے، حالانکہ حدیث غدیر راویوں میں سے ایک زید بن ارقم ہیں جو یہ کہتے تھے: ''اس وقت رسولؐ نے فرمایا: خداوند متعال میرا اور تمام مومنین کا مولا ہے، اس کے بعد علیؑ کے ہاتھ کو پکڑا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں یہ علی اس کے مولا و آقا ہیں، خدایا! جو اس کو دوست رکھے تو اس کو دوست رکھ، اور جو اس کا دشمن رکھے تو اس کو دشمن رکھ''

البتہ زید بن ارقم نے عقیدہ کے لحاظ سے اہل بیت کے مصداق میں بھی فرق کر دیا ہے، حالانکہ خود رسولؐ نے اہل بیت سے مراد آیہ تطہیر اور آیہ مباہلہ کے ذیل میں بیان فرما دیا تھا۔

یہ روایت مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی نقل کی گئی ہے

مسند احمد بن حنبل ج۴، ص ۳۶۷،۳۶۶، کنز العمال ج۱، ص ۱۵۸،۱۵۹، سیوطی: درمنثور ج۶، ص ۷۔

(مذکورہ حدیث سیوطی نے اس کتاب میں ترمذی اور مسلم سے نقل کی ہے)۔

اکلیل ص ۱۹۰، القول الفصل ج۱، ص ۴۸۹، عین المیزان ص ۱۴

فتح البیان ج۷، ص ۲۷۷

(۴) مذکورہ حدیث کو ترمذی نے باب مناقب اہل بیت میں نقل کیا ہے، اور حدیث نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔

دیکھئے: الجامع الصحیح (ترمذی شریف) ج۵، ص ۳۰۸

البتہ حاکم نیشاپوری نے اس حدیث کو اس طرح نقل کیا ہے:
جب رسول خداﷺ حجتہ الوادع سے واپس ہوئے تو غدیرخم کے مقام پر ٹھہرنے کا حکم دیا اور کہا یہاں سائبان لگایا جائے، پھر فرمایا:

کانی قدوعیت فاجبت، انی تارک فیکم الثقلین احدهما اکبر من الاخر کتاب اللہ، وعترتی، فانظرواکیف تخلفونی فیهما، ولن یفترقاحتی یردا علی الحوض، ثم قالﷺ: ان اللہ عزوجل مولای وانا مولی کل مومن، ثم اخذ بید علیؑ فقال:ﷺ "من کتب مولاہ فهذاولیه، اللهم وال من والاہ وعادمن عاداہ"۔

گویا میرے لئے خدا کی طرف سے دعوت ہونے والی ہے جسے مجھے یقیناً قبول کرنا ہوگا، میں تمھارے درمیان دوگرانقدر چیزیں چھوڑ رہا ہوں، ان میں سے ایک؛ دوسرے سے اکبر ہے (یعنی ایک ثقل اکبر ہے اور دوسری ثقل اصغر) اور یہ کتاب خداہیاور میرے عترت، پس دیکھو کہ تم میرے بعد کیا ان کے ساتھ سلوک کرتے ہو، یعنی ان کا احترام کرتے ہو یا نہیں؟ وہ دونوں ایک دوسرے جدانہیں ہونگے، اور میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے، اس وقت فرمایا: بیشک میرا مولا اور سرپرست خدا ہے، اور میں تمام مومنین کا مولا ہوں، پھر علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: جس کا میں مولا ہوں، اس کا ولی اور آقا علی ہے اے میرے خدا!! تو دوست رکھ اسکو جو علی کو دوست رکھے، اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے۔
حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: مذکورہ حدیث شرط شیخین (بخاری اور مسلم) کی روشنی میں صحیح ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے اپنی کتابوں میں مخصوص شرائط کے ساتھ حدیثوں کو نقل کیا ہے ایک حدیث ان حضرات کے نزدیک صحت (اور صحیح ہونے) کے شرائط پر نہ اترے لیکن دوسرے محدثین کے نزدیک صحیح ہو، یا ان کے نزدیک کوئی حدیث صحیح ہو لیکن دوسروں کی نزدیک ضعیف ہو، اور نیز خودان

حضرات کے درمیان بھی حدیث کے شرائط صحت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ مسلم نے احادیث کو تین حصوں پر تقسیم کیا ہے:

ا۔ وہ احادیث جن کے راوی اعتقاد کے اعتبار سے درست اور نقل روایت میں متقن ہوں، اور ان کی روایتوں میں نہ کسی قسم کی فاحش غلطی اور نہ ہی ان روایتوں کے اندر کوئی شدید اختلاف پایا جاتا ہو۔

۲۔ وہ احادیث جن کے راوی حفظ اور اتقان میں پہلے درجہ تک نہ پہنچیں۔

۳۔ وہ احادیث جن کے راوی اکثر محدثین کے نزدیک کذب بیانی میں مہتم ہوں۔

مسلم نے اپنی کتاب میں مذکورہ تیسرے طبقے سے روایت نقل نہیں کی ہے۔*

امام بخاری کی شرط صحت کے بارے میں حافظ ابوالفضل بن طاہر کہتے ہیں: احادیث کے تمام راوی موثق ہوں، اور ان کی وثاقت تمام محدثین کے نزدیک متفق علیہ ہونے کے ساتھ ان کی سند بھی متصل ہو، نیز سند مشہور صحابہ میں سے کسی ایک تک منتہی ہوتی ہو۔

حافظ ابوبکر خوارزمی کہتے ہیں: شرط صحت بخاری کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کے تمام اسناد متصل ہوں، اور راوی مسلمان اور صادق ہو، اور ان میں کسی طرح خیانت اور غش نہ پائی جائے، اور عادل، حافظ قوی اور عقیدہ سالم ہو، نیز ہر قسم کے اشتباہات سے دور ہوں۔

مزید معلوم کیلئے حسب ذیل کتابیں دیکھئے:

صحیح مسلم ج۱ص۹۲ فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۱ ص ۷

مترجم

نسائی نے بھی مذکورہ حدیث کو الفاظ کے کچھ اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے، اور حدیث کے آخر میں یہ جملہ بھی نقل کیا ہے کہ زید سے جب کسی نے دریافت کیا کہ کیا تم نے اس حدیث کو خود اپنے کانوں سے سنا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ایسا کوئی فرد نہیں جو اس سائبان کے نیچے ہو اور اس نے اس حدیث کو نہ سنا ہو۔

قارئین کرام! مذکورہ کتابوں کے علاوہ درج ذیل کتابوں میں بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

کنزالعمال ج۱، ص۱۵۴، ذخائر العقبی باب فضائل اهل بیت، مسند احمد بن حنبل، ج۵، ص۱۷ و ج۴ ص۳۶۶ سنن بیهقی ج۲، ص۱۴۸، ج۷، ص۳۰ سنن دارمی ج۲، ص۴۳۱ منشکل الاثار ج۴، ص۳۶۸، اسد الغابة ج۲، ص۱۲ مستدرک الصحیحین ج۳، ص۱۰۹ و ص۱۴۸ مجمع الزوائد جلد۱، ص۱۶۳و جلد ۹، ص۱۶۳ طبقات ابن سعد جلد ۲، ص۲ جلد الاولیاء جلد۱، ص۳۵۵ تاریخ بغداد جلد۸، ص۴۴۲ الصواعق المحرقة ۷۵ الریاض النضرة جلد۲، ص۱۷۷ نزل الابرار ص۳۳ ینابیع المودة، ص۳۱ مصابیح السنة ص۲۰۵ جامع الاصول جلد۱، ص۱۸۷ المواهب اللدنیة جلد۷، ص۷

کتاب خدا اور اہل بیت تا بہ حوض کوثر ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے

اخرج عبدبن حمید، فی مسنده، عن زید بن ثابت، قال: قال رسول ﷺ: ((انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ بعدی لن تضلوا، کتاب الله وعترتی اهل بیتی، وانهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض))

عبدبن حمید(۱) اپنی مسند میں زید بن ثابت (۲) سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمھارے درمیان وہ چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اس سے تمسک کیا تو میرے بعد گمراہ نہ ہوگے، اور وہ کتاب خدا اور میری عترت ہے جو میرے اہل بیت ہیں، اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہونگے۔(۳)

حدیث ثقلین

اخرج احمد، وابو یعلی، عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ ﷺ قال: ((انی اوشک ان ادعی فاجیب، وانی تارک فیکم الثقلین، کتاب اللہ، وعترتی اهل بیتی و ان اللطیف الخبیر خبرنی انهما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض، فانظروا کیف تخلوفونی فیهما))

احمد اور ابو یعلی (٤) نے ابی سعید خدری (٥) سے نقل کیا ہے کہ حضرت رسالتمآب نے اپنے (اصحاب کو مخاطب قرار دیتے ہوئے) فرمایا: مجھے عنقریب بلایا جائے گا اور میں چلا جاؤں گا، چنانچہ میں تمھارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں: (ایک) کتاب خدا اور (دوسری) میری عترت، جو میرے اہل بیت ہیں، اور بیشک خدائے لطیف وخبیر نے مجھے آگاہ فرمایا ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ یہ میرے پاس حوض پر وارد ہوں گی، پس میں دیکھتا ہوں کہ میرے بعد تم ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرتے ہو، اور ان سے کیا سلوک کرتے ہو؟(٦)

---

(۱) ابو محمد بن عبدبن حمید بن نصر کشی: آپ سمرقند کے دیہات "کش" کے باشندہ ہیں، موصوف نے عبدالرزاق بن ہمام، ابوداؤد طیالسی ودیگر محدثین سے روایت نقل کرتے تھے، امام بخاری، مسلم اور ترمذی نے بھی آپ سے روایت نقل فرمائی ہیں، آپ کا شمار ثقہ اور ان علماء میں ہوتا ہے جنھوں نے حدیث، اور تفسیر میں کتابیں تالیف کیں، بہر کیف آپ کی وفات ۲۴۹ھ میں ہوئی، آپ کے حالات زندگی درج ذیل کتابوں میں دیکھئے:

تهذیب لتهذیب ج۶، ص ۴۵۵،۴۵۷۔ رجال قیسرانی ص ۳۳۷۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ قیمتی نسخہ ضرور لکھوالیتے۔

اور جب موسیٰ علیہ السلام پلٹ کر اپنی قوم کی طرف آئے تو یہ حالت دیکھ کر رنج و غصہ میں اپنی قوم سے کہنے لگے کہ تم لوگوں نے میرے بعد بری حرکت کی، تم لوگ اپنے پروردگار کے حکم میں کس قدر جلدی کر بیٹھے اور توارت کی تختیوں کو پھینک دیا۔

بالکل اسی طرح جب امت محمدیہ کا بروز محشر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حوض کوثر میں سامنا ہوگا تو فرشتے بعض لوگوں کو ڈنڈے مار کر بھگا رہے ہونگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے انہیں نہ مارو یہ تو میرے صحابی ہیں تو فرشتے کہیں گے اے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں نے آپؐ کے پردہ فرمانے کے بعد کیا کیا کام کیئے۔

اور اپنے بھائی ہارون کے سر کے بالوں کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے اس پر ہارون نے کہا اے میرے ماں جائے میں کیا کرتا قوم نے مجھے حقیر سمجھا اور میرا کہنا نہ مانا بلکہ قریب تھا کہ مجھے مار ڈالیں تو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسوایئے اور مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ نہ قرار دیجئے۔

اور ایک دوسرے مقام پر ہے کہ حضرت ہارون نے افتراق امت سے ڈرتے ہوئے تلوار نہ اٹھائی۔

حضرت علی علیہ السلام سے جب کوفے میں یہ سوال کیا گیا کہ جب خلافت آپؑ کا حق تھا تو آپ علیہ السلام نے تلوار کیوں نہ اٹھائی تو حضرت علی علیہ السلام نے حضرت ہارون کی مثال پیش فرمائی کہ جس طرح حضرت ہارون نے افتراق امت کی خاطر تلوار نہ اٹھائی تھی اسی طرح میں نے بھی افتراق امت کے خوف سے تلوار نہ اٹھائی۔

وَاجعَل لِّی وَزِیرًا مِّن اَھلِی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کے لئے دعا نہیں مانگی کیونکہ اس وقت حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور معصوم نہ تھا کیونکہ امر شریعت کے لئے معاون کی ضرورت تھی لہٰذا ایک معصوم و طاہر کی ضرورت تھی۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لئے دعا مانگ کر

آپ کی عصمت کا ثبوت دے دیا ہے کیونکہ حضرت علی علیہ السلام نے جب بھی کیا حق کا کام کیا جو بھی قرآن وسنت کے عین مطابق تھا کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اگر حضرت ہارون زندہ رہتے تو حضرت یوشع سے پہلے آپ کا نمبر ہوتا بلکہ خلیفہ و وزارت ہی آپ کی نسل میں چلتی لیکن آپ کا انتقال ہوگیا لیکن حضرت علی علیہ السلام زندہ رہے لہذا وزارت آپ اور آپ کی اولاد کے لیے ہوگی۔ حدیث منزلت میں تو آپ نے بچوں اور عورتوں کا بہانہ پیش کر دیا اس حدیث میں تو بچوں اور عورتوں کی بات نہیں بلکہ امر رسالت کی بات ہے۔

حدیث منزلت میں تو آپ نے کہا کہ یہ صرف حضورﷺ کی واپسی تک تھی لیکن یہاں تو زمانہ کی حد نہیں بلکہ جب تک وہ دین کے مکلف ہیں ان کی ڈیوٹی ہے کہ وہ اس کی نصرت کریں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کئی بار مدینے میں مختلف لوگوں کو چھوڑ گئے لیکن وزارت کے لئے تو کسی کو نہیں کہا حتیٰ کہ حدیثیں گھڑنے والی مشینوں کو بھی گھن لگ گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں خود وزیر بناتا ہوں بلکہ اللہ سے دعا کی **واجعل لی وزیرا**" تو جب نبی کو یہ حق حاصل نہیں تو امت کو کیسے ہوگا۔

جو لفظ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمائے وہ حضرت نے فرمایا جو حضرت موسیٰؑ نے مانگا وہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگا۔ چونکہ اس دعا کے بعد **انما ولیکم اللہ** نازل ہوئی لہذا ثابت ہوا کہ یہ دعا منظور ہوگئی۔

مثل والد

ارجح المطالب ص ۱۲۲ سطر ۳، کنوز الحقائق ص ۲۹، مناقب خوارزمی ص ۲۱۹ سطر ۹، ذیل اللئالی ص ۶۰، کوکب دری ص ۱۵۸، ینابیع المودۃ ص ۱۰۰ سطر آخر۔

روایت حضرت عمار بن یاسر

نزھتہ المجالس جلد ۲ ص ۲۲۲، ینابیع المودة ص ۱۰۱، ۱۰۰ سطر آخر، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۷۲، مناقب خوارزمی جلد ۲ ص ۲۳۰

روایت حضرت ابو ایوب انصاری

ارجح المطالب ص ۳۲۳ سطر ۱۶، مناقب خوارزمی ص ۲۳۰ جلد ۲، نزھتہ المجالس جلد ۲ ص ۲۱۲، ینابیع المودة ص ۱۰۰ سطر آخر، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۷۲

روایت انس بن مالک

ینابیع المودة ص ۱۰۱ سطر ۲، کنوز الحقائق ص ۷۹، فرائد السمطین، مناقب خوارزمی جلد ۲ ص ۲۳۰
جناب انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں نے مجھ پر اور علیؑ پر سات سال درود بھیجا۔ لا الہ الا اللہ کی شہادت میرے اور علیؑ کے سوا اور کسی شخص کی طرف سے آسمان کی طرف بلند نہیں ہوتی تھی۔

روایت حضرت علیؑ

حضرت علی علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی کا حق مسلمانوں پر ایسا ہے جیسے باپ کا حق اپنے فرزند پر۔
لسان المیزان جلد ۴ ص ۲۹۹ سطر ۲، مغازلی ص ۷۴ سطر آخر، میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۱۴

سطر؛ مناقب خوارزمی ص۲۳۰ سطر۲

مثل باپ

حضرت اصبغ بن نباتہ سے روایت ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مجمع کو دکھاتے ہوئے مجھے فرمایا: اے ابو الحسن! آگاہ ہو جاؤ میں اور تم اس امت کے باپ ہیں جسے ہم نے عاق کر دیا پس اس پر لعنت ہے۔ میں اور تم اس امت کے مولا ہیں جس نے انکار کیا اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

بصائر ذوی التمیز جلد ۲ ص ۱۱۳؛ بحر المناقب ص ۸۷؛ المفردات ص ۴؛ تاریخ آل محمد ص ۱۳۹؛ مراۃ المقاصد ص ۲۲

روایت دوم

باب انت اخی و وارثی

مثل راس

(۱) عن البراء بن عازب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منی بمنزلۃ الراس من جسدی (اخرجہ الخطیب) براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی مجھ سے ایسا ہے جیسے کہ سر میرے جسم سے۔

(۲) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منی مثل راسی من بدنی (اخرجہ الخطیب فی تاریخہ و ابوبکر بن مردویہ فی فوائدہ والدیلمی فی فردوس الاخبار) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے مثل میرے سر کے ہے بدن سے۔

ارجح المطالب ص ۵۸۳ سطر ۸' مصباح الظلام جلد ۲ ص ۵۶' شرح العزیزی جلد ۲ ص ۴۱۷' تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۱۲' نور الابصار ص ۷۳' مشارق الانوار ص ۹۱' کنوز الحقائق ص ۱۸' الصواعق المحرقہ ص ۱۲۵ سطر ۱۴' مناقب خوارزمی ص ۸۷ سطر ۲۱' مغازلی ص ۹۳ سطر ۶' ینابیع المودۃ ص ۴۴ سطر ۱۷' کوکب دری ص ۱۶۴' نزل السائرین ص ۲۰' الجامع الصغیر ص ۱۳۰' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰' اسعاف الراغبین ص ۱۷۸' انتھاء الافہام ص ۲۱۲' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹ ص ۱۵۳' مفتاح النجا ص ۲۰' فیض القدیر ص ۳۵۷' المرقات جلد ۱۱ ص ۳۴۷' الذرۃ الخریدہ جلد ۱ ص ۸۸' وسیلۃ النجات ص ۱۳۳

روایت دوم

جامع الصغیر' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۲' مغازلی جلد ۲ ص ۹۳' تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۱۲' ذخائر العقبیٰ ص ۹۳' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰

روایت حضرت براء بن عازب

ارجح المطالب ص ۸۵۳ سطر ۲۱' مشارق الانوار ص ۹۱' جامع الصغیر ص ۱۳۰ جلد ۲' ذخائر العقبیٰ ص ۹۳' تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۱۲' مناقب یحییٰ ص ۳۶' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۲' الصواعق المحرقہ' انتھاء الافہام ص ۲۱۳' کنز العمال جلد ۲ ص ۲۰۳' تاریخ دمشق جلد ۲ ص ۳۷۵' المرقات جلد ۱۱ ص ۳۴۷

روایت حضرت عبداللہ بن مسعود

ینابیع المودت ص ۲۳۴' فردوس الاخبار ص ۴۰' مودت القربیٰ ص ۶۷ سطر آخر۔

فلاسفر اہل اسلام سے دشمنی کے باوجود آپ کی تعظیم کرتے ہیں۔ شاہان افرنج اور روم نے

اپنی عبادت گاہوں میں آپ کی تصویر اسی شکل کی بنا رکھی تھی کہ آپ تلوار اٹھائے ہوئے معرکہ قتال کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ ترک اور دیلم کے بادشاہوں نے آپ کی شکل اپنی تلواروں پر منقش کر رکھی تھی۔ عضد الدولہ بن بویہ' رکن الدولہ بن عضد الدولہ' الپ ارسلان اور آپ کا بیٹا ملک شاہ ان سب حضرات نے اپنی اپنی تلواروں پر حضرت کی تصویر بنا رکھی تھی۔ یہ حضرات اس تصویر کو باعث برکت خیال کرتے تھے۔ اور اس سے نصرت و کامیابی کی شگون لیتے تھے۔ میں اس شخص کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں جس کو ہر شخص دوست رکھتا ہو۔ اپنے آپ کو حضرت کی طرف منسوب کرنے میں فخر اور عزت تصور کرتا ہو۔ جوانمردی اور بہادری آپ کی خاص صفت ہے اور مشہور و معروف شعر کے ذریعے جس میں آپ کی مدح کی گئی ہے' لوگوں نے جنگ احد کے موقعہ پر آسمان سے یہ آواز سنی تھی۔ **لَا سَیفَ اِلَّا ذُوالفِقَار وَ لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی** میرے امکان/ایسی ذات کی تصویر نہیں ہے جس کا باپ ابو طالب ہو جو سید البطحٰی' شیخ قریش اور رئیس مکہ ہوں۔ کندی کی حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ کندی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نبوت کے آغاز میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ اور آپ کے ایک ساتھ ایک لڑکا اور عورت بھی نماز ادا کر رہی تھی۔ کندی کا بیان ہے کہ میں نے عباس کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ کون آدمی ہے۔ اس نے کہا یہ میرے بھائی کا فرزند محمد ہے۔ جو اس بات کا مدعی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ اس کی پیروی اس لڑکے نے کی ہے جس کا نام علی اور یہ بھی میرے بھائی کے نور چشم ہیں یا اس عورت نے آپ کی پیروی کا دم مارا ہے جو آپ کی زوجہ محترمہ ہیں جن کا نام خدیجہ ہے۔ کندی نے کہا کہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ لوگ اس شخص کے بارے میں کیا نظریہ رکھتے ہیں۔ اس نے کہا کہ ہم لوگ اس انتظار میں ہیں کہ دیکھیں ہمارے سردار ابو طالب اس بارے میں کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی بچپن میں حضرت ابو طالب نے کفالت فرمائی تھی۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بڑے ہوئے تو آپ رسول اللہ کی حمایت' نصرت اور آپ کے دشمنوں کی تکالیف آپ سے دور کرتے رہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب حضرت ابو طالب کا (مکہ میں) انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حکم دیا کہ تم مکہ سے ہجرت کر

جاؤ۔ تمہاری نصرت و امداد کرنے والے کا اس دنیا سے انتقال ہو چکا ہے۔ حضرت کو یہ شرف اور بزرگی اپنے باپ کی جانب سے عطا ہوئی ہے کہ آپ کے چچا کے فرزند حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ محترمہ فاطمہ تمام کائنات کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ کے دونوں فرزند جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ آپ آباؤ اجداد کے سلسلہ نسب کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ متحد ہیں۔ نیز آپ اولاد کے بارے میں بھی رسول اللہ سے متحد ہیں۔ (آپ کے فرزند حسنین رسول اللہ کے فرزند ہیں) حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اصول اور فروع دونوں باتوں میں رسول اللہ سے ملے ہوئے ہیں۔ آپ کا گوشت اور خون رسول اللہؐ کے گوشت اور خون سے ملا ہوا ہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں حضرات کے نور کو پیدا کیا اس وقت سے یہ دونوں آپس میں ساتھ ساتھ رہے۔ حضرت عبداللہ اور حضرت ابو طالب ان دونوں بھائیوں میں آ کر وہ نور الگ الگ ہو گیا۔ رسول اللہؐ اور علی کی ماں ایک ہیں (جناب رسولؐ علی کی والدہ کو اپنی ماں کہا کرتے تھے) جناب عبداللہ کی صلب سے انبیاء کے سردار و جناب ابو طالب کی پشت سے اوصیاء کے سردار پیدا ہوئے۔ یہ رسول اول ہیں اور یہ علی ثانی ہیں۔ یہ (رسول) ڈرانے والے ہیں اور یہ (علی) ہادی ہیں۔ اکثر صاحبان حدیث کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت خدیجہ حضرت اللہ عنہا کے بعد حضرت علی سب لوگوں سے پہلے رسول اللہ پر ایمان لانے والے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ میں ہی صدیق اکبر ہوں اور میں ہی فاروق اعظم ہوں۔ لوگوں سے پہلے میں ہی اسلام لایا ہوں اور لوگوں سے پہلے میں نے نماز پڑھی ہے۔ جس شخص نے کتب حدیث کا مطالعہ کیا ہے وہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے۔ مورخ واقدی اور ابن جریر کا نظریہ یہ ہے کہ فاطمہ بنت اسد، حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور ام ہانی کی والدہ ماجدہ دس مسلمانوں کے بعد اسلام لائی تھیں اور اسلام لانے والوں میں آپ کا گیارہواں نمبر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کی تکریم اور تعظیم میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھتے تھے اور آپ کو اپنی ماں کہہ کر یاد فرماتے تھے۔ رسول اللہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ رسول اللہؐ جناب فاطمہ بنت اسد کی قبر کی لحد میں اتر کر جناب فاطمہ بنت اسد کے ساتھ لیٹ گئے تھے (اللہ اکبر) رسول اللہؐ نے فرمایا حضرت ابو طالب کے انتقال کے بعد فاطمہ بنت اسد کے سوا میرے ساتھ اور زیادہ نیکی کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

روایت حضرت عائشہ

مناقب عینی ص ۳۶

روایت حضرت سلمان فارسی

عن سلمان قال انزلوا آل محمد بمنزلته الرأس من الجسد و علی بمنزلته العین من الرأس فان الجسد لا یھتدی الا بالرأس و ان الرأس لا یھتدی الا بالعین (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر) سلمان سے روایت ہے جان لو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ سر کے ہیں بدن سے اور جناب علی بمنزلہ آنکھ کے ہیں سر سے پس تحقیق بدن نہیں راستہ پاتا مگر ساتھ سر اور سر نہیں راستہ دیکھتا مگر ساتھ آنکھ کے۔

ارجح المطالب ص ۳۰۳ سطر ۴

مثل عین (آنکھ)

عن سلمان قال انزلوا آل محمد بمنزلته الرأس من الجسد و علی بمنزلته العین من الرأس فان الجسد لا یھتدی الا بالرأس و ان الرأس لا یھتدی الا بالعین (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر) سلمان سے روایت ہے جان لو آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بمنزلہ سر کے ہیں بدن سے اور جناب علی بمنزلہ آنکھ کے ہیں سر سے پس تحقیق بدن نہیں۔ راستہ پاتا مگر ساتھ سر اور سر نہیں راستہ دیکھتا مگر ساتھ آنکھ کے۔

عن سلمان، عبارت ارجح المطالب ص ۳۰۳ سطر ۴، رشفتہ الصادی ص ۹۱، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۷۲ سطر ۲۰، اخبار اصفہان جلد ۱ ص ۳۴۳، معجم الکبیر ص ۱۳۱، مقتل خوارزمی ص ۱۱۰، مغازلی ص ۲۰

روایت حضرت ابوذر

الشرف المؤبد ص ۲۹

مثل قل ھو اللہ

ارجح المطالب ص۵۹۸' کنوز الحقائق ص۱۴۱' کوکب دری ص۱۵۶' ینابیع المودۃ ص۱۹۵ سطر۵

روایت نعمان بن بشیر

مناقب ابن مغازلی ص۷۰ سطر۱

مثل روح

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی مجھ سے ایسے ہے جیسے میرے جسم میں میری روح ہے۔ (کنز العمال جلد۶ ص۱۵۹ حدیث ۲۶۸۱)

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

ینابیع المودت ص۱۹۵ روایت ۱۱' مناقب خوارزمی ص۲۱۱

مونس ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ اے علی تمہاری مثال لوگوں میں ایسی ہے جیسے قرآن میں سورۃ قل ھو اللہ کی ہے۔ جس نے سورۃ قل ھو اللہ کو ایک مرتبہ پڑھا گویا اس نے قرآن کے تیسرے حصہ کو پڑھ لیا۔ جس نے قل ھو اللہ کو دو مرتبہ پڑھا ایسا ہے جیسے اس نے قرآن کے دو حصے پڑھ لئے۔ جس نے سورۃ قل ھو اللہ کو تین بار پڑھا گویا اس نے تمام قرآن کو پڑھ لیا۔ اے علی اس طرح تم ہو۔ جس شخص نے تمہیں دل کے ساتھ دوست رکھا۔ اس نے تیسرا حصہ ایمان کا حاصل کر لیا۔ جس شخص نے تمہیں دل و زبان کے ساتھ دوست رکھا۔ اس نے ایمان کے دو حصے کر لئے جس شخص نے تمہیں دل و زبان اور ہاتھ کے ساتھ دوست رکھا۔ اس نے تمام ایمان کو جمع کر لیا۔ قسم ہے اس ذات کی۔ جس نے حقائق کے ساتھ مجھے نبی بنا کر بھیجا۔ اگر تمہیں تمام زمین کے رہنے والے اس طرح دوست رکھتے۔ جس طرح تمام آسمان والے تمہیں دوست رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کسی ایک کو آگ کا عذاب نہ دیتا۔

مثل حطہ

ملاحظہ فرمایئے مناقب اہلِ بیت جلد ۵

عَلِیٌّ مِنِّی کَمَنْزِلَتِی مِنْ رَبِّی

حضرت علیؑ فرماتے ہیں مجھے حضورؐ سے وہ منزلت حاصل تھی کہ ایسی منزلت مخلوقات میں سے کسی کو حاصل نہ تھی۔ میں حضورؐ کی خدمت میں ہر صبح حاضر ہو کر عرض کرتا تھا۔ السلام علیک یا نبی اللہ اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو۔ اور رسول اللہ کھنکھارتے تھے۔ تو میں واپس اپنے اہل کی طرف چلا جاتا تھا۔ ورنہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا تھا۔ میں حضورؐ کی خدمت میں دو دفعہ جاتا تھا۔ ایک رات کے وقت دوسرے صبح کے وقت۔ یہ جانا اسرار و رموز کے بیان کے متعلق ہوتا تھا۔

مثل کعبہ

ارجح المطالب ص ۵۹۷ سطر ۱ مناقب ابن مغازلی ص ۱۰۷ سطر ۴ مناقب عبداللہ شافعی ص ۴۰ بحر المناقب ص ۴۷

عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل علی فی هذه الامة کمثل الکعبة النظر الیها عبادة و الحج الیها فریضة (اخرجه ابن المغازلی فی المناقب) ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا ہے کہ علی مثل کعبہ کے ہے کہ اس کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے اور اس کا حج فرض ہے۔

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت بمنزلة الکعبة تؤتی و لا تاتی فان اتاک هو لاء القوم فسلموک هذا الامر فاقبل منهم و ان لم یاتوک فلا تاتهم حتی یاتوک (اخرجه الدیلمی فی فردوس الاخبار و اخرجه ابن الاثیر عن علی فی اسد الغابه) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یا علی تو بمنزلہ کعبہ کے ہے چاہیے کہ لوگ تیرے پاس آئیں نہ کہ تو لوگوں کے پاس جائے۔ پس اگر یہ قوم تیرے پاس آکر امر خلافت کو تیرے سپرد کریں تو تو ان سے قبول کریو اور اگر نہ آئیں تو تو ان کو پاس مت جاؤ یہاں تک کہ وہ خود تیرے پاس آئیں۔

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

ارجح المطالب ص ۵۹۷ سطر ۲۰

روایت حضرت علیؑ

کنوز الحقائق ص ۲۰۳' اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۱' ینابیع المودۃ ص ۹۰' ذیل اللئالی ص ۴۲۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ کسی شخص نے حضورؐ کی خدمت میں کیلے کا خوشہ روانہ کیا۔ رسول اللہؐ نے اپنے دست مبارک سے کیلے کے چھلکے کو اتارنا شروع کیا۔ اور اسے میرے منہ میں ڈالتے جاتے تھے۔ ایک کہنے والے نے کہا۔ اے اللہ کے رسول آپؐ علیؑ کو دوست رکھتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔

جناب امیر کا بمنزلہ حضرت سے بمنزلہ حضرت کے خدا سے ہونا

عن الشعبی قال جاء ابوبکر و علی یزوران قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفاتہ بستۃ ایام قال علی تقدم یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکر رضی اللہ عنہ ما کنت اتقدم رجلاً سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علی منی کمنزلتی من ربی (نقلہ محب الطبری فی ریاض النضرہ فی فضائل العشرہ) شعبی رحمتہ اللہ علیہ ناقل ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور جناب علی علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ روز بعد حضرت کی قبر اطہر کی زیارت کے لیے تشریف لائے جناب علی علیہ السلام نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا یا خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آپ آگے بڑھیں حضرت ابوبکر نے کہا میں ہرگز ایسے شخص پر تقدم نہیں کر سکتا جس کی شان میں میں نے حضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کی منزلت مجھ سے ایسی ہے جیسے کہ میری خدا سے۔

ارجح المطالب ص ۵۸۳ سطر ۳' مناقب خوارزمی ص ۲۹ سطر آخر' سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۹۰' روض الازھر ص ۹۷' ذخائر العقبیٰ ص ۶۴' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۳' الصواعق المحرقہ ص ۱۷۷ سطر ۲۵

روایت حضرت ابن مسعود

كَانَتْ لِي مَنْزِلَةٌ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ

ینابیع المودت ص ۱۴۳ روایت ۲' سنن البیہقی جلد ۲ ص ۲۴۷' خصائص نسائی ص ۳۰' کشف

الغمہ جلد ۲ ص ۲۲۹' ذخائر المواریث جلد ۳ ص ۲۱' بلوغ الامانی جلد ۲ ص ۱۰۹' ینابیع المودۃ ص ۷۳ سطر آخر' سعد الشموس ص ۲۱۰' مشکوٰۃ جلد ۱۱ ص ۵۱۵۔

مثل انبیاء

مَنزِلَتُہٗ مِن رَسُول

جناب امیر کی منزلت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک

(۱) عن علی قال کنت اذا سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعطانی و اذا سکت ابتدانی (اخرجہ الترمذی و النسائی) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتا تو حضرت مجھے عطا فرماتے تھے اور جب میں چپ رہتا تو حضرت ابتداء فرماتے۔

(۲) عن علی قال کان لی من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدخلان مدخل باللیل و مدخل بالنھار فکنت اذا دخلت باللیل تنحنح لی (اخرجہ النسائی) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو دفعہ حاضر ہونے کے وقت مقرر تھے ایک دفعہ رات میں اور ایک دفعہ دن میں جب کبھی میں رات کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا حضرت کھانس دیتے۔

(۳) عن علی قال کانت لی منزلۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم تکن لاحد من الخلائق فکنت اتیہ کل سحر فاقول السلام علیک یا نبی اللہ فان تنحنح انصرفت الی اھلی و الا دخلت علیہ (اخرجہ النسائی) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسا مرتبہ تھا کہ تمام خلائق میں سے کسی کا نہ تھا میں ہر صبح حاضر خدمت ہو کر یا نبی صلی اللہ السلام علیکم کہا کرتا تھا اگر حضرت کھانس دیتے تو میں واپس چلا جاتا ورنہ میں حاضر خدمت ہو جاتا۔

(۴) عن الشعبی قال ان ابابکر نظر الی علی فقال من سرہ ان ینظر الی اقرب الناس قرابۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اعظمھم منزلۃ فلینظر الی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابن السمان) شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جناب علی علیہ السلام کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ جس شخص کی خوشی ہو کہ ایسے آدمی کو دیکھے کہ جو ہم سب سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رشتہ قرابت اور بلند مرتبہ رکھنے والا ہو تو وہ علی کو دیکھ لے۔

ارجح المطالب ص ۵۸۲ سطر ۱۸' ینابیع المودۃ ص ۷۳ سطر آخر' جامع الاصول جلد ۹ ص ۴۷۵' حدیث ۶۴۹۵' خصائص نسائی ص ۳۰' مشکوٰۃ ص ۵۶۵' مطالب السئول ص ۸

مثلِ عیسیٰؑ

ینابیع المودت ص۲۷۳ سطر آخر' البدایہ جلد۷ ص۳۵۵' مناقب خوارزمی ص۲۳۳ سطر۶' شواہد التنزیل جلد۲ ص۲۵۹' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۸' نور الابصار ص۷۳' الفرق المفترقہ ص۳۰' تاریخ الخلفاء ص۱۷۳' الریاض النضرہ جلد۲ ص۲۱۷' کفایت الطالب ص۱۹۶' مسند احمد بن حنبل جلد۱ ص۱۶۰' مشکواۃ ص۵۶۵ سطر۲' شرح ابن ابی الحدید جلد۱ ص۴۲۵' ذخائر العقبیٰ ص۹۲' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۳۳' الصواعق المحرقہ ص۱۲۳ سطر آخر' اسعاف الراغبین ص۱۷۷' الاتحاف ص۱۵۵' تاریخ خمیس جلد۱ ص۲۳' ازالۃ الخفاء جلد۱ ص۵۱۷' مستدرک للحاکم جلد۳ ص۱۲۳ سطر۶' مغازلی ص۷۱ سطر آخر' مناقب ثعلبی ص۴۰' عقد الفرید جلد۲ ص۱۹۴' استیعاب جلد۲ ص۴۷۲' کوکب دری ص۲۱۶۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ تم میں عیسیٰ بن مریم کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ سے اتنا کینہ رکھا کہ آپ کی ماں پر بہتان تراشی۔ اور نصاریٰ نے آپ کو اتنا دوست رکھا کہ آپ کو اس مقام پر پہنچا دیا جس کے آپ سزاوار نہ تھے۔ اور آپ کے حواری آپ پر ایمان لے آئے۔ پھر حضرت علی نے فرمایا۔ میرے بارے میں دو شخص ہلاک ہو جائیں گے۔ مجھے زیادہ دوست رکھنے والا۔ مجھے اس مقام پر لے جائے گا جو مجھ میں موجود نہیں ہو گا۔ اور میرے ساتھ کینہ رکھنے والا۔ میری دشمنی اس کو اس طرف لے جائے گی کہ وہ مجھ پر بہتان باندھے گا۔

جناب امیرؑ کا نظیر جناب مسیح ہونا

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و الذی نفسی بیدہ لو لا ان تقول فیک طوائف من امتی ما قالت النصاریٰ فی عیسی بن مریم لقلت فیک الیوم مقالا لا تمر باحد من المسلمین الا اخذ التراب من اثر قدمیک یطلبون فیہ البرکۃ (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار) جناب علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر میری امت کے لوگ تیرے حق میں ایسی بات نہ کہہ گذریں کہ جو نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کے حق میں کہہ رہے ہیں تو البتہ آج میں تیرے حق میں ایک بات کہتا کہ تو کسی مسلمان کے پاس سے ہو کر نہ گذرتا کہ وہ تیرے پاؤں کی مٹی لے کر اس میں اپنے لیے برکت طلب نہ کرتا۔

(۲) عن علی قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیک مثل عیسی ابغضتہ الیہود حتی بھتوا امہ و احبہ النصاری حتی انزلوہ بالمنزلۃ التی لیس لہ (اخرجہ احمد و النسائی) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یا علی تم عیسی کی مثل ہو کہ یہودیوں نے ان سے بغض رکھا یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ پر بہتان دھر دیا۔ اور نصاری نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کا رتبہ ایسا بڑھایا جو ان کے لیئے نہیں تھا۔

ارجح المطالب ص۵٦۷ سطر۱۳' شواہد التنزیل جلد ۲ ص۱۵۹' کوکب دری ص۱٦٦' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۴٦' البدایہ جلد ۷ ص۳۵۵' ینابیع المودۃ ص۹۰ سطر۱' المستدرک جلد ۳ ص۱۲۳' نظم دررالسمطین ص۱۰۳' مشکواۃ ص۵٦۵' تقویۃ الایمان ص۱۴۵ سطر۱۳' نسائی ص۳۹' مناقب خوارزمی ص ۲۳۳ سطر ۲۔

روایت دوم

ینابیع المودت ص۱۷۲ سطر۹' لسان المیزان جلد ۷ ص۴۵۵' الفرق المفترقہ ص۳۰' منتخب کنز العمال ص۴۴۰۔

حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھے فرمایا۔ اے علی تیری مثال عیسیٰ جیسی ہے۔ یہودیوں نے عیسیٰ سے بغض رکھا۔ حتیٰ کہ عیسیٰ کی ماں پر بہتان باندھا۔ اور نصاریٰ نے آپ کو دوست رکھا۔ یہاں تک کہ آپ کو اس مقام سے گرا دیا جو اللہ کی طرف سے آپ کی ذات کے واسطے مقرر تھا۔ حضرت علی نے فرمایا میرے معاملے میں دو شخص ہلاک ہوں گے۔ دوست جو مجھے اس حد سے بڑھا دے۔ جو مجھ میں نہیں ہوگی۔ دوسرا میرے ساتھ دشمنی رکھنے والا جسکی سرشت میں میری دشمنی ہوگی۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا" ——

عبارت ارجح المطالب ص۱۰۳' ذیل اللئالی ص۵۹' مناقب خوارزمی ص۲۳۳ سطر۸' شواہد التنزیل جلد ۲ ص۱۵۹' نظم دررالسمطین ص۹۲

(۶۳) و لما ضرب ابن مریم مثلا اذا قومک منہ یصدون (سورة الزخرف) ترجمہ: جب پیش کیا گیا مریم کے بیٹے کی مثال تب ہی تیری قوم چلانے لگی۔

عن علی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان لک مثلا من عیسی احبہ قوم فھلکوا فیہ و ابغضہ قوم فھلکوا فیہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم المنافقون اما یرضون ان لہ مثلا من عیسی فنزلت ھذہ الایۃ (اخرجہ البزاز و ابویعلی و الحاکم و النطیری) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ یا علی تجھ میں بعینہ عیسی علیہ السلام کی مثال موجود ہے کہ ایک قوم نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ اس میں ہلاک ہو گئی اور ایک قوم نے ان سے بغض کیا کہ وہ اس میں ہلاک ہو گئی پھر آپ نے فرمایا کیا منافق راضی نہیں کہ اس کے لیے عیسیٰ کی مثال موجود ہے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔

ینابیع المودت ص ۲۰۳ روایت ۶، کوکب دری ص ۱۳۰، مناقب خوارزمی ص ۲۲۰ سطر ۶، ینابیع المودۃ ص ۱۰۷ سطر ۲۳، شواہد التنزیل جلد ۲ ص ۲۵۹

امیر المومنین علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے آتے ہوئے دیکھا اور آپ کے اصحاب آپ کے اردگرد موجود تھے۔ فرمایا (اے علی) تیرے بارے میں عیسیٰ بن مریم کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ اگر میری امت کے لوگ تیرے بارے میں وہ بات نہ کہتے جو عیسیٰ بن مریم کے بارے میں نصاریٰ کہتے ہیں تو میں تیرے حق میں ایک ایسی بات کہتا اگر تم لوگوں کے کسی گروہ کے پاس سے گزرتے تو وہ تیرے دونوں قدموں کی مٹی کو اٹھا لیتے اور اس کو باعث برکت خیال کرتے اور اس کے ذریعہ شفا طلب کرتے۔ منافق کہنے لگے محمدؐ اس بات پر راضی نہیں ہوئے۔ آخرکار اپنے بھائی کو مثیل عیسیٰ بن مریم بنا دیا ہے (تب) اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا" اِذَا قَوْمُکَ مِنْہُ يَصِدُّوْنَ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِھَتُنَا خَيْرٌ اَمْ ھُوَ مَا ضَرَبُوْہُ لَکَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ ھُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ اِنْ (اے علی) ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْہِ وَجَعَلْنٰہُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ جب عیسیٰ بن مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو تمہاری قوم اس سے انکار کرتی ہے اور کہتے ہیں کہ ہمارے خدا اچھے ہیں یا وہ۔ اس کی مثال تم سے جھگڑے کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ جبکہ یہ جھگڑالو قوم ہے۔ نہیں ہے وہ یعنی علی مگر بندہ جس پر ہم نے انعام کیا ہے۔ اور ہم نے اس کو بنو اسرائیل کے لئے مثال بنایا ہے۔ حضرت سلمان سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

روایت شعبی

عقد الفرید جلد ۲ ص ۱۹۴، الاستیعاب جلد ۲ ص ۴۷۲

روایت ابی السوار

ذخائر العقبیٰ ص ۹۲، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۴۴۰

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علی! میری امت تیرے بارے میں اس طرح مفترق ہو جائے گی جس طرح حضرت عیسیٰ کے بارے میں بنی اسرائیل متفرق ہو گئی تھی۔

الاستیعاب جلد ۲ ص ۴۶۱، سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۲۰۸

روایت جابر

ملاحظہ فرمایئے اس سلسلے کی جلد ۷ ص ۷۶

روایت حضرت علی

روایت حضرت علی بن الحسین

ملاحظہ فرمایئے یہی کتاب باب فضائل شیعہ

جناب امیر کا فضائل میں انبیاء علیہم السلام کی مانند ہونا

روایت اول انس بن مالک

عن انس بن مالک۔ قال کنا فی بعض حجرات بکہ نتذاکر علیاً۔ فدخل رسول اللہ فقال ایھا الناس من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ و الی نوح فی فھمہ و الی ابراہیم فی حلمہ و الی موسٰی فی شدتہ و الی عیسٰی فی زھادتہ و الی محمد و بھائہ و الی جبریل و امانتہ و الی الکواکب الدری و الشمس و الضحٰی و القمر المضئی فلیتطاول و لینظر الی ھذہ الرجل و

اشاو الیٰ علی بن ابی طالب

انس سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم کے کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے اور علی کا ذکر کر رہے تھے کہ اتنے میں جناب رسول خدا تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو جو شخص چاہتا ہے کہ آدم کو اس کے علم میں، نوح کو اس کے فہم میں، ابراہیم کو ان کے حلم میں، موسیٰ کو ان کی شدت میں، عیسیٰ کو ان کے زہد میں، محمد کو اور ان کے صفات عالیہ کو جبرائیل کو اور ان کی امانت کے درخشندہ ستارے کو آفتاب تابندہ اور قمر روشن کو دیکھے تو وہ گردن اٹھا کر اس شخص کو دیکھے اور آپ نے حضرت علی کی طرف اشارہ فرمایا۔

مناقب علی مغازلی ص ۲۱۲ سطر ۳، تاریخ دمشق ص ۲۲۵ جلد ۲، مقتل الحسین، خوارزمی ص ۴۳، ریاض النضرہ ص ۲۱۷ جلد ۲، شرح حدیدی ص ۴۴۹ جلد ۲، ینابیع المودت ص ۱۲۱، البدایہ و النہایہ ص ۳۵۶، مناقب خوارزمی ص ۴۹، ذیل اللئالی ص ۵۴

روایت دوئم ... ابو الحمراء

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ و الی نوح فی فھمہ و الی ابراہیم فی حلمہ و الی یحییٰ بن زکریا فی زھدہ و الی موسیٰ بن عمران فی بطشہ فلینظر الی علی بن ابی طالب

حضرت ابو الحمراء سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو، فہم میں حضرت نوح کو، حلم میں جناب ابراہیم کو، زہد میں جناب یحییٰ ابن زکریا کو، جلالت میں حضرت موسیٰ بن عمران کو دیکھنا چاہے تو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

شواہد التنزیل ص ۷۸ جلد ۱، مناقب خوارزمی، مقتل خوارزمی ص ۴۳، الریاض النضرہ ص ۲۱۷ جلد ۲، ینابیع المودت ص ۹۹ سطر ۱۱، کوکب دری ص ۱۵۹ سطر ۱۴، المواقف ص ۲۷۶ جلد ۳، شرح عینیہ ص ۲۷، شرح مقاصد ص ۲۹۹ جلد ۲، نزھۃ المجالس ص ۲۴۰ ص ۲، ذخائر العقبیٰ ص ۹۳

عن ابن عباس قال بینما رسول اللہ جالس فی جماعت من اصحابہ اذ اقبل علی فلما بصر بہ رسول اللہ قال من اراد منکم ان ینظر الی آدم فی علمہ و الی نوح فی حکمتہ و الی

ابراہیم فی حلمہ فلینظر الیٰ علی بن ابی طالب ثم قال۔ قلت تشبیھتہ لعلی با آدم فی علمہ لانَ اللہ تعالیٰ علّم آدم صفتہ کل شئی کما قال عزوجل وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا فما من شئی ولا حادثتہ الا و عند علی فیھا علم و لہ فی استنباط معنا ھا فھم

و شبھہ بنوح فی حکمتہ و فی روایتہ فی حکمہ و کانہ اصح لان علیاً کان شدیدا علی الکافرین ، رؤفابا لمومنین کما وصفہ اللہ فی القران بقوم وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ و اخبراللہ عزوجل شدتہ نوح علی الکافرین بقولہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا

و شبہ فی العلم بابراہیم خلیل الرحمان کما و صفہ عزوجل بقولہ اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ فکان متخلقاً با خلاق الانبیاء متصفا لصفات الاصفیاء (کفایت الطالب ص۴۵)

روایت سوم حضرت جابر

عن جابر قال قال رسول اللہ من اراد ان ینظر الیٰ اسرافیل فی ھیبتہ و الی میکائیل فی رتبتہ و الی جبرائیل فی جلالتہ و الی اٰدم فی علمہ و الی نوح و فی خشیتہ و الی ابراہیم فی خلقہ و الی یعقوب فی حزنہ و الی یوسف فی جمالہ و الی موسیٰ فی مناجاتہ و شجاعتہ و ایوب فی صبرہ و الی یحیٰی فی زھدہ و الی عیسیٰ فی عبادتہ و الی یونس فی ورعہ و الی محمد فی کمال حسبہ و خلقہ فلینظر الی علی فان فیہ تسعین خصلتہ من خصال الانبیاء جمعھا اللہ لہ و لم یجمع فی احد غیرہ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا ہے جو کوئی اسرافیل کو اس کی ہیبت میں میکائیل کو اس کے رتبے میں اور جبرائیل کو اس کی جلالت میں، آدم کو اس کے علم میں، نوح کو اس کے خدا سے خوف کرنے میں، ابراہیم کو خلیل خدا ہونے میں، یعقوب کو حزن و ملال میں، موسیٰ کو اس کی مناجات پروردگار میں، ایوب کو صبر کرنے میں، یحییٰ کو اس کے زہد میں، عیسیٰ کو اس کی عبادت میں، یونس کو اس کی پرہیزگاری میں، محمد کو اس کے کمال حسب و خلق میں دیکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔ کیونکہ اس میں پیغمبروں کی نوے خصلتیں پائی جاتی ہیں جو کہ اللہ نے ان میں جمع کی ہیں

اور اس کے سوا اور کسی میں ان کو جمع نہیں کیا۔ (ینابیع المودت ص۲۵۵' کوکب دری ص۱۵۹ سطر آخر' مودت القربیٰ ص۶)

روایت چہارم ابن عباس

عن ابن عباس ان رسول اللہ قال من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ و الی ابراہیم فی حلمہ و الی نوح فی حکمہ و الی یوسف فی جمالہ فلینظر الی علی بن ابی طالب

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو اور حلم میں حضرت ابراہیم کو حکم میں حضرت نوح کو اور جمال میں حضرت یوسف کو دیکھنا چاہئے وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ارجح المطالب ص۵۶۸ سطر۹' لسان المیزان ص۲۴ جلد۱ سطر۱۱' ذخائر العقبیٰ ص۹۴' فتح الملک العلی' ص۳۴' الریاض النضرہ ص۲۱۸ جلد۲' آئمتہ الھدیٰ ص۳۷

روایت ششم حضرت ابو ہریرہ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ و هو فی محفل من اصحابہ ان تنظروا الی آدم فی علمہ و نوح فی فہمہ و ابراہیم فی خلقہ و موسیٰ فی مناجاتہ و عیسیٰ فی سنتہ و محمد فی ہدیہ و حلمہ فانظروا الی ھذا المقبل فتطاول الناس فاذا ھو علی بن ابی طالب

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے جبکہ آپ صحابہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اگر تم آدم کو اس کے کمال علم میں' نوح کو کمال فہم میں' ابراہیم کو ان کے کمال خلق میں' موسیٰ کو ان کی صفت کلیم اللہ میں' عیسیٰ کو ان کے طریق عبادت میں' محمد کو ان کے کمال طریقت و حلم میں دیکھنا چاہتے ہو تو اس آنے والے کو دیکھو' لوگوں نے جو گردن اٹھا کر دیکھا تو علی بن ابی طالب تھے۔ (مناقب عینی ص۵۰)

روایت ہفتم حضرت حارث

عن الحارث الاعور صاحب رایتہ علی قال بلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان فی جمع من اصحابہ فقال اریکم ادم فی علمہ و نوحا فی فہمہ و ابراہیم فی حکمتہ فلم یکن باسرع من ان طلع علی فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ یا رسول اللہ اقست رجلا بثلثہ من الرجل بخ بخ لہذا الرجل من ہو یا رسول اللہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا تعرفہ یا ابابکر قال اللہ و رسولہ اعلم قال ابو الحسن علی بن ابی طالب قال ابوبکر بخ بخ لک یا اباالحسن (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ) حارث الاعور جناب امیر علیہ السلام کے علم دار ناقل ہیں کہ ہم کو خبر ملی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کی جماعت میں رونق افروز تھے کہ ارشاد فرمایا میں تمہیں ایسا شخص دکھاؤں کہ اپنے علم میں وہ جناب آدم اور فہم میں جناب نوح اور حکمت میں جناب ابراہیم ہے۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ جناب علی علیہ السلام تشریف لائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور نے ایسا آدمی بیان فرمایا ہے کہ فضائل میں تینوں نبیوں کے مساوی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ وہ کون ہے۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر کیا تم اس کو نہیں جانتے حضرت ابوبکر نے عرض کیا خدا اور خدا کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ فرمایا وہ ابو الحسن علی بن ابی طالب ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے شاباش اے ابوالحسن تیرا مثل کہاں ہے۔

(تنبیہ) اس حدیث کی ذیل میں فخر الاسلام فخرالدین رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ہذا الحدیث یدل علی ان علیا کان مساویا لہو لاء الانبیاء فی ہذا الصفات و لا شک ان ہئو لاء الانبیاء کانوا افضل من سائر الصحابۃ و المساوی للافضل افضل لوجب ان یکون علی افضل منہم (اربعین فی اصول الدین) یعنی یہ حدیث دال ہے کہ جناب علی ان صفات میں انبیائے کرام علیہم السلام کے مساوی تھے اور کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا کہ یہ انبیاء تمام صحابہ کرام اور مساوی الافضل افضل ہوا کرتا ہے اسی لیے جناب بھی ان سے افضل ٹھہرے۔

ارجح المطالب ص ۵۱۸ سطر ۱۴ مناقب خوارزمی ص ۴۵ جلد ۱

روایت مرفوع

اخرج البیہقی باسنادہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان ینظر الی ادم فی علمہ والی نوح فی تقواہ و الی ابراہیم فی خلتہ و ال موسی فی ہیبتہ و الی عیسی فی عبادتہ فلینظر الی علی بن ابی طالب بیہقی اپنی اسناد کے ساتھ اس حدیث کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جو شخص حضرت آدم کو ان کے علم کے ساتھ اور حضرت نوح کو ان کے تقویٰ کے ساتھ اور حضرت ابراہیم کو ان کے خلیل ہونے کے ساتھ اور حضرت موسیٰ کو ان کی ہیبت کے ساتھ اور حضرت عیسیٰ کو ان کی عبادت کے ساتھ دیکھنے کی آرزو رکھتا ہو تو علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

ارجح المطالب ص۱۹۱ سطر۳' شرح القاصد ص۲۱۹' کوکب دری ص۱۴۹ سطر۲۰' اربعتہ الحمودیہ ص۲۱۱ جلد۱' المواقف ص۶۲۶' تقرب المرام ص۲۰۳ جلد۴' مطالب السئول ص۲۲

قسم دوئم

قال النبی من اراد ان ینظر الی اٰدم فی علم و الی نوح فی فہمہ و الی ابراہیم فی حلمہ' و الی موسٰی فی زہدہ و الی محمد فی لھانہ فلینظر الی علی بن ابی طالب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے ارادہ کیا کہ وہ آدم کو اس کے علم میں' نوح کو اس کے فہم میں' ابراہیم کو اس کے حلم میں' موسیٰ کو اس کے زہد میں' محمد کو اس کے جاہ وجلال میں دیکھے تو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔ (نزہتہ المجالس ص۲۰۷ جلد۲)

روایت دہم   قسم سوئم   طریق رازی

قال رسول اللہ من اراد ان یری اٰدم فی علمہ و نوحا فی طاعتہ و ابراہیم فی خلتہ و موسٰی فی قربتہ و عیسٰی فی صفوتہ فلینظر الی علی بن ابی طالب

رسول اکرم نے فرمایا جس کا ارادہ ہو کہ وہ آدم کو علم میں' نوح کو طاعت خدا میں' ابراہیم کو خلیل اللہ ہونے' موسیٰ کو قرب خدا میں' عیسیٰ کو خدا کی طرف سے برگزیدہ ہونے میں دیکھے تو وہ علی کی طرف نظر کرے۔ (نزہتہ المجالس ص۲۰۷ جلد۲' تفسیر نیشاپوری جلد۳ ص۲۰۷ سطر۲' تفسیر بحر المحیط جلد۲ ص۳۸۱ سطر۵)

روایت نمبر ۱۳

جناب امیرؑ کا نظیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ ہونا

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من نبی الا ولہ نظیر فی امتہ فعلی نظیری (المخرجہ الخلعی و الدیلمی) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی کی ایک نظیر اس کی امت میں ہوتی رہی ہے پس علی میری نظیر ہے۔

ارجح المطالب ص ۵۶۷ سطر ۹' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۴' مناقب عینی ص ۴۷' ذخائر العقبیٰ ص ۶۴' ینابیع المودۃ ص ۲۰۴' مقتل خوارزمی ص ۸۴' مناقب خوارزمی ص ۸۵ سطر ۱۳

مثل اصحاب کہف

ینابیع المودت ص ۱۷۴ سطر آخر

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ کی تفسیر

حضرت امام حسین جناب امیر المومنین علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ خبردار۔ وہ علم جس کو لے کر جناب آدم علیہ السلام زمین پر اترے تھے۔ اور جس کی بدولت خاتم الانبیاء تک تمام انبیاء کو فضیلت دی گئی۔ وہ تمام کا تمام علم خاتم الانبیاء کی اولاد میں موجود ہے۔ تم کہاں سرگرداں ہو رہے ہو۔ اور کہاں جا رہے ہو۔ اولاد محمدؐ تم میں ایسی ہے۔ جیسے اصحاب کہف اپنی قوم میں اور خاتم الانبیاء باب حطہ کی مانند ہیں۔ وہ لوگ سلامتی کا دروازہ ہیں۔ اور یہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں موجود ہیں۔ **یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ کَافَّۃً وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوَاتِ الشَّیْطٰنِ** اے وہ لوگ جو ایمان لے آئے ہو۔ تمام کے تمام سلامتی کے دروازے کے اندر داخل ہو جاؤ۔ شیطان کے نشانات کی پیروی نہ کرو۔

ابو تراب

کوکب دری ص ۳۳۵ ص ۱۱۰' المشعل ص ۳۱۳' الریاض ص ۲۷۰' محاضرۃ الادباء جلد ۲ ص ۷۷۴' کنوز الحقائق ص ۱۰۸' رغبتہ الامل شرح کامل جلد ۲ ص ۱۷۸' نور الابصار ص ۱۷۸' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰۶' کشف الغمہ جلد ۱ ص ۳۲۲' عمدۃ القاری جلد ۲۲ ص ۲۱۴' تاریخ خمیس جلد ۱ ص ۴۱۰' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۵۳' شرح ابن ابی الحدید جلد ۱ ص ۴' الکنی و الاسماء جلد ۱ ص ۸

صحیح بخاری، صحیح مسلم، صواعق محرقہ، روضتہ الاحباب، روضتہ الشہداء اور معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ غزوۂ ذوالعشیرہ میں جب سید کائنات صلح اور معاہدہ کرکے مدینہ سکینہ میں واپس تشریف لائے۔ اس سفر ظفر اثر میں آپ نے امیرالمومنین کی کنیت ابو تراب مقرر فرمائی۔ عمار یاسرؓ کہتے ہیں کہ میں اور امیرالمومنین ایک درخت خرما کے نیچے سو کر گرد میں آلودہ ہو رہے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سرہانے تشریف لائے اور امیر سے فرمایا **قُمْ يَا أَبَا تُرَاب** (اے ابو تراب اٹھ) اور فرمایا اے بھائی! میں تجھ کو اس شخص سے خبردار کروں جو سب آدمیوں سے زیادہ تر بدبخت اور شقی ہے۔ عرض کی۔ ہاں فرمایئے۔ فرمایا دو شخص ہیں۔ ایک وہ شخص جس نے ناقہ صالح کو پے کیا دوسرا وہ شخص جو تیری داڑھی کو خون سے رنگین کرے گا۔ حضرت یہ فرماتے تھے اور اپنا دست حق پرست امیرالمؤمنین کے سر اور منہ پر پھیرتے تھے۔ اور ملا عبدالرحمن جامی نے شواہد النبوۃ میں روایت کی ہے کہ ایک روز سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدۃ النساء علیہ التحیۃ والثناء کے دولت سرا میں تشریف لاکر پوچھا۔ کہ اے فاطمہ میرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ عرض کی مجھ میں اور اس میں کچھ بات چیت ہوئی تھی۔ اس پر اس بزرگوار نے گھر میں قیلولہ نہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور تلاش میں مصروف ہوئے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ امیرالمومنین فلاں جگہ سو رہے ہیں۔ سید المرسلینؐ وہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ ردائے مبارک آپ کے کندھے سے گر پڑی ہے۔ حضرتؐ اپنے دست مبارک سے مٹی بدن شریف امیرالمومنین سے چھڑاتے تھے اور فرماتے تھے **قُمْ يَا أَبَا تُرَاب** (اے ابو تراب اٹھ) کہتے ہیں کہ اس روز سے امیرالمومنین کی کوئی کنیت اور نام ابو تراب سے بڑھ کر بھلا معلوم نہ ہوتا تھا۔

۔ کنزالعمال جلد۶ ص۱۵۲، ادب المفرد ص۲۲۱، مناقب خوارزمی ص۲۲، الاذکار ص۲۷۴، تاریخ ذہبی جلد۲ ص۱۹۲، فتح الباری جلد۷ ص۵۸، ارشاد الساری جلد۹ ص۱۳۹، الصواعق المحرقہ ص۱۲۵ سطر۲۱، البیان جلد۲ ص۱۳۳، الفتح الکبیر جلد۱ ص۴۵، امتاع الاسماع ص۵۵، سیرت حلبیہ جلد۲ ص۱۲۶، تاریخ دمشق جلد۱ ص۲۲، شفاء الغرام جلد۲ ص۳۱۵، التاج الجامع جلد۳ ص۲۹۵، السنن والمبتدعات ص۴۳، مسند دمشق جلد۲ ص۴۳۳، مقاتل الطالب

ص۲۵' معرفۃ علوم الحدیث ص۲۱۱' احسن الانتخاب ص۲۵ سطر۱۳' سیرت علی ص۲ سطر۴' المرتضیٰ ص۴۰ سطر۲' اسد الغابہ ص۲۹ سطر۲' مشکل کشاء ص۱۱۸ سطر۵' کنز العمال جلد۱۲ ص۲۰۱' السیف الیمانی ص۷۰۴' المحفص ص۱۷۹ سطر۱۳' تفریح الاحباب ص۳۳۸' الفتوحات الربانیہ جلد۵ ص۱۴۰' الامتاع مقریزی ص۵۵' طبقات ابن سعد جلد۲ ص۱۰' ینابیع المودۃ ص۴۳ سطر۲' سعد الشموس و الاقمار ص۲۱۰' مناقب محبی ص۱۵' بذل القوۃ ص۱۲۹' منال الطالب ص۲۸' عیون الاثر جلد۱ ص۲۲۶' سیرت ابن ہشام جلد۲ ص۲۳۶

روایت سہیل بن سعد

ابو تراب :۔ (۱) عن سہل بن سعد قال استعمل علی المدینۃ رجل من ال مروان قال ندعا سہل بن سعد فامرہ ان یشتم علیا قال فابی سہل فقال اما اذا ابیت فقل لعن اللہ ابا تراب فقال سہل ما کان لعلی اسم احب و ان کان لیفرح اذا دعی فقال لہ اخبر نا عن قصتہ لم سمی با تراب قال جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت فاطمۃ فلم یجد علیا فقال این ابن عمک فقالت کان بینی و بینہ شئی تعاضبنی فخرج و لم یقل عندے فقال رسول اللہ صلی علیہ وسلم لا نسان انظر این ہو فقال رسول اللہ ہو فی المسجد راقد فجاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ہو مضطجع قد سقط رداء ہ عن شقہ فاصابہ تراب فجعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمسحہ عن یقول قم یا ابا تراب (اخرجہ البخاری و المسلم) سہل بن سعد کہتے ہیں ایک دفعہ آل مروان کا ایک آدمی مدینہ میں عامل ہو کر آیا اور سہل بن سعد کو بلا کر کہنے لگا تو جناب علی علیہ السلام کو گالیاں دے سہل نے انکار کیا عامل نے کہا اگر تو اس سے انکار کرتا ہے تو صرف اتنا ہی کہہ دے کہ نعوذ باللہ جناب ابو تراب پر ——— ہو سہل نے کہا جناب امیر کے نزدیک اس نام سے کوئی نام زیادہ پیارا نہ تھا جب آپ اس نام سے پکارے جاتے تو نہایت خوش ہوتے عامل نے کہا ہمیں یہ بتا کہ جناب امیر کا نام ابو تراب کیوں رکھا گیا۔ سہل نے کہا ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدہ کے گھر میں تشریف لے گئے۔ علی علیہ السلام کو موجود نہ پا کر جناب سیدہ سے پوچھا تیرا چچا زاد کہاں ہے۔ جناب سیدہ نے عرض کیا۔ ہم دونوں میں کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور آج گھر میں قیلولہ نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ارشاد فرمایا کہ جا کر دیکھو کہ وہ اس وقت کہاں پر تشریف رکھتے ہیں۔ اس شخص نے عرض کیا کہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور ان کو سوتا ہوا پایا ——— اور دیکھا کہ کندھے سے ردا اتری ہوئی ہے اور پہلو مٹی سے آلودہ ہو رہا ہے۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بدن سے مٹی پونچھنے لگے اور فرمانے لگے اے ابو تراب اٹھ اے ابو تراب۔

ارجح المطالب ص۱۲ سطر آخر' جامع الاصول جلد۹ ص۴۷۷' کنز العمال جلد۶ ص۳۹۰' تاریخ ذہبی جلد۲ ص۱۹۲' کوکب دری ص۲۲۰' لطائف المعارف ص۳۵' مقاتل الطالبین ص۲۵' مسلم الصحیح' معرفۃ علوم الحدیث ص۲۱۱' الاذکار ص۴۷۴' تاریخ دمشق جلد۱ ص۲۲' اہل البیت ص۱۹۶' سنن الکبریٰ بیہقی جلد۲ ص۴۴۶' مناقب خوارزمی ص۷ سطر۳' ینابیع المودت ص۴۳ سطر۱۰

روایت عبدالعزیز بن ابی حازم

مغازلی ص۹ سطر۱۴، الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۴، مقاتل الطالبین ص۲۵، طبری تاریخ جلد۲ ص۱۲۳، الاستیعاب جلد۲ ص۴۶۷، ذخائر العقبیٰ ص۵۶، شواہد النبوۃ (اردو) ص۲۷۸ سطر۱۳

مشہور کتب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کی کنیت ابو تراب رکھی۔

تہذیب التہذیب جلد۷ ص۳۳۴ سطر۹، طبقات ابن سعد جلد۲ ص۱۰، نہایت الارب جلد۳ ص۱۵۲، تہذیب الاسماء جلد۱ ص۳۴۴، قصہ کبیر ص۱۱۵، حیواۃ الحیوان جلد۱ ص۵۴، محاضرۃ الاوائل ص۱۱۳

علی ابن عباس

(۲) عن ابن عباس قال اخی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین المھاجرین و الانصار و ھو انہ صلی اللہ علیہ وسلم اخی بین ابی بکر و عمر رضی اللہ عنھما و بین عثمان و عبدالرحمن بن عوف و اخی بین طلحہ و الزبیر و اخی بین ابی ذر الغفاری و المقداد رضوان اللہ علیھم اجمعین و لم یواخ بین علی بن ابی طالب و بین احد منھم خرج علی مغضبا حتی اتی جدولا بزا الارض و توسد ذراعیہ و نام فیھما فسفی علیہ الریح التراب فطلبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجدہ علی تلک الصفۃ فوکزہ برجلہ و قال لہ لم سما صلحت الا تکون ابا تراب اغضبت حین اخیت بین المھاجرین و الانصار و لم اواخ بینک و بین احد منھم اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون و موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی۔ الا من احبک فقد حف بالامن و الایمان و من ابغضک اماتہ اللہ میتۃ جاہلیۃ (اخرجہ ابوبکر الخوارزمی)

ابن عباس کہتے ہیں جبکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے درمیان اخوت کا رشتہ قائم کیا اور اس کی یہ صورت قرار دی کہ جناب ابوبکر کو حضرت عمر کا اور حضرت عثمان کو عبدالرحمن ابن عوف کا اور طلحہ کو زبیر کا اور ابو ذر غفاری کو مقداد کا بھائی بنایا۔ اور علی ابن ابی طالب باقی رہ گئے ان سے کسی کا رشتہ اخوت نہ ملایا جناب امیر نہایت غصہ میں جا کر زمین پر لیٹ گئے اور اپنے بازو کا تکیہ بنا کر زمین پر سو گئے۔ ہوا نے مٹی اڑا کر ان کے بدن کو گرد آلود کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ڈھونڈنے لگے اور ان کو اس حالت میں پایا اور اپنے پاؤں سے ٹھکرا کر فرمایا۔ تو نے ابو تراب بننے میں اپنی لیے کیا اچھی مصلحت دیکھی ہے جب میں نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ جوڑا اور تجھے کسی کا بھائی نہ بنایا تو تو خفا ہو گیا تو راضی نہیں کہ تو مجھ سے ایسا ہو جیسا ہارون موسیٰ سے تھے۔ لیکن میرے بعد نبی نہیں ہو گا جو کوئی تجھ سے محبت کرے گا وہ امن اور ایمان میں چھپا رہے گا اور جو شخص تجھ سے بغض رکھے گا خدا اس کو کافروں کی موت سے مارے گا۔

عبارت ارجح المطالب ص۱۳ روایت۲' احسن الانتخاب ص۲۶ سطر۱۱' الفصول المہمہ ص۲۲' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۲۱' الاستیعاب جلد۲ ص۴۶۰' ینابیع المودت ص۴۷ سطر۱۳' اسد الغابہ ص۲۶ جلد۱۵' مسند احمد بن حنبل جلد۱ ص۲۳۰' فتح الباری جلد۷ ص۵۸' نفحات جلد۲ ص۱۶۴' مناقب خوارزمی ص۷ سطر۱۵

روایت ابن عمر

راموز الاحادیث ص۱۶۸' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۵' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۲۱ سطر۱۶' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۲

عمار بن یاسر

عبارت کوکب دری ص۲۲۰' الکاف الشاف ص۶۵' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۶۰' احسن الانتخاب ص۲۵ سطر آخر' دلائل النبوۃ ص۳۸۴' نسائی ص۳۹' سیرت حلبیہ جلد۲ ص۱۳۲' عیون الاثار جلد۱ ص۲۲۶' البدایہ جلد۳ ص۲۴۷' طبری جلد۲ ص۲۶۱' مسند احمد بن حنبل جلد۴ ص۲۶۳' طبقات ابن سعد جلد۲ ص۱۰' مغازلی ص۹ سطر۲' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۱ سطر۱۲' تاریخ دمشق جلد۱ ص۲۲' فتح الباری جلد۸ ص۲۳' المستدرک جلد۳ ص۱۴۰' سیرت ابن ہشام جلد۲ ص۲۳۶' عمدۃ القاری جلد۷ ص۶۳۰' الامتاع مقریزی ص۵۵' تاریخ خمیس جلد۲ ص۳۶۴' الکنٰی و الاسماء جلد۲ ص۱۶۳' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۴' رغیتہ الامل شرح کامل ص۱۸۰' کوکب دری ص۲۲۰۔

صحیح بخاری' صحیح مسلم' صواعق محرقہ' روضۃ الاحباب' روضۃ الشہداء اور معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ غزوۂ ذوالعشیرہ میں جب سید کائنات صلح اور معاہدہ کرکے مدینہ سکینہ میں واپس تشریف لائے اس سفر ظفر اثر میں آپ نے امیر المومنین کی کنیت ابو تراب مقرر فرمائی۔ عمار یاسرؓ کہتے ہیں کہ میں اور امیر المومنین ایک درخت خرما کے نیچے سو کر گرد میں آلودہ ہو رہے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سرہانے تشریف لائے اور

امیرؑ نے فرمایا قم یا ابا تراب (اے ابو تراب اٹھ) اور فرمایا اے بھائی! میں تجھ کو اس شخص سے خبردار کروں جو سب آدمیوں سے زیادہ تر بدبخت اور شقی ہے۔ عرض کی۔ ہاں فرمایئے۔ فرمایا دو شخص ہیں۔ ایک وہ شخص جس نے ناقہ صالح کو پے کیا دوسرا وہ شخص جو تیری داڑھی کو تیرے خون سے رنگین کرے گا۔ حضرت یہ فرماتے تھے اور اپنا دست حق پرست امیر المومنین کے سر اور منہ پر پھیرتے تھے۔ اور ملا عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ میں روایت کی ہے کہ ایک روز سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدۃ النساء علیہ التحیۃ و الثناء کے دولت سرا میں تشریف لا کر پوچھا۔ کہ اے فاطمہ میرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ عرض کی مجھ میں اور اس میں کچھ بات چیت ہوئی تھی۔ اس پر اس بزرگوار نے گھر میں قیلولہ نہ فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور تلاش میں مصروف ہوئے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ امیر المومنین فلاں جگہ سو رہے ہیں۔ سید المرسلینؐ وہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ ردائے مبارک آپ کے کندھے سے گر پڑی ہے۔ حضرتؐ اپنے دست مبارک سے مٹی بدن شریف امیر المومنین سے چھڑاتے تھے اور فرماتے تھے قم یا ابا تراب (اے ابو تراب اٹھ) کہتے ہیں کہ اس روز سے امیر المومنین کی کوئی کنیت اور نام ابو تراب سے بڑھ کر بھلا معلوم نہ ہوتا تھا۔

روایت حضرت ابو طفیل

مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۱، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۶، کنز العمال جلد۶ ص۴۰۹ حدیث ۲۶۷۹

غزوہ ذوالعشیرہ کے دن

المستطرف جلد۲ ص۳۳، تاریخ خمیس جلد۱ ص۴۰۱

روایت حضرت جابر

کفایت الطالب ص ۸۲

روایت منہال بن عمر

تاریخ دمشق جلد ا ص ۲۲

ابو الحسن

ملاحظہ فرمایئے انسائیکلو پیڈیا علویہ جلد ۷ ص ۶۵

ابو الحسنین

ابو الحسنین :۔ عن علی قال کان الحسن یدعونی فی حیوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابا حسین و الحسین یدعونی ابا حسن و لا یدعوان ابا لا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما مات دعونی بابھما (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب) جناب امیر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بابرکات میں حسن مجھ کو ابا حسین اور حسین ابا حسن کہا کرتے تھے۔ اور مجھ کو اپنا باپ نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ جناب رسول خدا کو اپنا باپ جانتے تھے۔ جب حضرت رحلت فرما گئے تو مجھے ان دونوں نے ابا حسن اور ابا حسین کہنا چھوڑ دیا۔

ارجح المطالب ص ۲ سطر ۷ مناقب خوارزمی ص ۸ سطر ۵ احسن الانتخاب ص ۲۴ اسد

اللہ جلد ۲ ص ۲۵.

ابو محمد

ارجح المطالب ص ۲، احسن الانتخاب ص ۲۵ سطر ۸

ابو محمد :۔ خوارزمی کہتا ہے کہ جناب امیر اس کنیت سے بھی پکارے جاتے تھے کیونکہ ابن حنفیہ کا نام محمد تھا جن کے پیدا ہونے کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر کو بیان فرمائی تھی۔

اَبُو السِّبطَین

ملاحظہ فرمائیے انسائیکلو پیڈیا علویہ جلد ۸ باب اخوت

اَبُو الاَئِمَّہ

ملاحظہ فرمائیے باب امامت

اَبُو ھٰذِہِ الاُمَّت

چند صفحات پہلے باب مثل و ند

اَبُو العِترَۃ

باب امامت عنوان امام البریہ

اَبُو الرَّیحَانَتَین

آئندہ مناقب حسنین میں ملاحظہ فرمائیے

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حسین مجھے یا ابا الحسن اور حسن مجھے یا ابا الحسین کہتے تھے۔ (مناقب خوارزمی ص۸ سطر۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم حضرت علی کو فرماتے تھے اے ابو الریحانتین تم پر سلام ہو میں تمہیں اپنے پھولوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ (منتخب کنز العمال جلد ۵ ص۳۵' اسد الغابہ ص۲۵ سطر۱۰)

اَبُو وُلدِی

پہلے باب اخوت میں ملاحظہ فرمائیے

قَسِیمُ النَّارِ وَ الجَنَّۃ

کوکب دری ص۱۹۷، منقبت ۱۱، کنز العمال جلد۶ ص۴۰۲، مناقب عینی ص۲۹، کنوز الحقائق ص۹۸، مناقب خوارزمی ص۲۰۹ سطر۴، مغازلی ص۴۰، مجمع بحار الانوار جلد۳ ص۱۴۴، شرح ابن ابی الحدید جلد۲ ص۴۴۸، کوکب دری ص۱۹۷

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اے علیؑ تو قیامت کے روز دوزخ اور بہشت کا تقسیم کرنے والا ہے۔ امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ قیامت کے روز دوزخ کہے گا یہ تیرا ہے یہ میرا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے دعویٰ فرمایا کہ میں دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں۔ اور میرے بارے میں لوگوں کے دو گروہ ہیں ایک ہدایت پانے والے دوسرے گمراہ ہونے والے۔

لسان المیزان جلد۳ ص۲۴۷ سطر۲، نہایت اللغت جلد۳ ص۲۸۴، الغریبین ص۳۰۷، کنز العمال جلد۶ ص۴۰۲

علی قسیم کیسے؟

محمد بن منصور کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت احمد بن حنبل کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا اے ابو عبداللہ یہ حدیث جو حضرت علیؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ قسیم النار و الجنتہ ہے یہ کیسے ہے۔ تو آپ نے فرمایا کیا تم لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث **لا یحبک الا مومن و لا یبغضک الا منافق** سنی ہے۔ حاضرین نے کہا سنی ہے۔ تو آپ نے فرمایا مومن کہاں ہو گا۔ جواب دیا جنت میں۔ منافق کہاں ہو گا جواب دیا گیا نار میں۔ تو آپ نے فرمایا ابھی بھی نہیں سمجھے کہ علی قسیم النار و الجنتہ کیسے ہے۔

طبقات حنابلہ جلد۱ ص۳۲۰

حضرت اعمش سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں قسیم النار ہوں۔ جب قیامت کا دن ہو گا تو میں جہنم سے کہوں گا یہ تیرا ہے اور یہ میرا ہے۔

تاریخ دمشق جلد ۲ ص۲۴۶' تاج العروس جلد ۲ ص۲۵' لسان المیزان جلد ۳ ص۲۴۷ سطر۲' جلد ۳ ص۲۴۸' جلد ۶ ص ۱۱۳ سطر۳' البدایہ جلد ۷ ص۳۵۵' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص۵۲' میزان الاعتدال جلد ۲ ص۲۰۰' ینابیع المودت ص۱۳۵ سطر آخر۔

وہ تفسیر جو آئمہ اہل بیت علیہم السلام کے ایک امام امام حسن عسکری کی طرف منسوب ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ تم جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔ اور تم دوزخ سے کہو گے کہ یہ میرا آدمی ہے اور یہ تمہارا ہے۔

مامون کا دریافت کرنا

ینابیع المودت ص۱۳۷ روایت ۱۱

کتاب عیون الرضا میں ابو الصلت ہروی سے روایت ہے کہ مامون نے امام علی رضا بن موسیٰ کاظم علیہما السلام سے دریافت کیا کہ مجھے اپنے جد امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق آگاہ فرمایئے کہ وہ کون سا سبب ہے جس کی بنا پر علی دوزخ اور جنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ امام نے فرمایا تم اپنے آباء سے روایت نہیں کرتے وہ سب لوگ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی کی محبت ایمان کی علامت ہے اور آپ سے بغض رکھنا کفر کی نشانی ہے۔ مامون نے کہا ہاں۔ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا جب جنت مومن کے لئے اور جنم کافر کے لئے مقرر ہے اور جنت اور جنم کی تقسیم آپ سے محبت اور بغض پر موقوف ہے تو آپ جنت اور جنم کے تقسیم کرنے والے ٹھہرے۔ مامون نے کہا کہ آپ کے بعد مجھے اللہ تعالیٰ باقی نہ رکھے۔ تم اپنے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہو۔ ابو الصلت ہروی کا بیان ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام واپس اپنے گھر تشریف لائے تو میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ اے فرزند رسول آپ نے کس قدر پیارا جواب امیر المومنین (مامون) کو دیا ہے۔ فرمایا اے ابو الصلت یہ جواب تو میں نے صرف اس نہج سے دیا جس کو وہ خود تسلیم کرتا تھا' ورنہ میں نے اپنے باپ کو حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے وہ اپنے آباء کرام سے روایت کرتے تھے۔ یہ سب حضرات حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

ارجح المطالب ص ۱۷ سطر ۱۲

(۱) عن ابن عباس قال دخل علی علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عندہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہما فجلس بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و بین عائشہ فقالت ما کان لک ان تجلس بین فخذی فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ظہرھا و قال مہ لا تو ذینی فی اخی فانہ امیر المومنین و سید المسلمین و قائد الغر المحجلین یوم القیامۃ یقعد علی الصراط فیدخل اولیاءہ فی الجنۃ و یدخل اعداءہ فی النار (اخرجہ ابن مردویہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف رکھتے تھے اتنے میں جناب امیر تشریف لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المومنین کے درمیان میں بیٹھ گئے۔ بی بی عائشہ جھنجلا کر بولیں کیا میری ران پر بیٹھنے کے سوا آپ کے لیے کوئی جگہ نہیں تھی۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بی بی عائشہ کی پشت پر ہاتھ مار کر کہا کہ چھوڑ میرے بھائی کے بارے میں تو نے مجھے ایذا دی۔ یہ مومنین کا امیر اور مسلمانوں کا سردار اور سفید ہاتھ اور سفید منہ والوں کا پیشوا ہے۔ قیامت کے روز یہ پل صراط پر بیٹھے گا اور اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرے گا۔

روایت حضرت حذیفہ

ارجح المطالب ص ۳۱۶ سطر ۱

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی تم قیامت کے روز بہشت اور دوزخ کو تقسیم کرنے والے ہو اور جہنم سے کہو گے یہ میرا اور یہ تمہارا ہے۔

روایت دوم

ینابیع المودت ص ۸۳ روایت ۲

امام رضا سے مامون نے پوچھا کیا وجہ ہے کہ تمہارے جد امجد علی جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ پھر آپ نے مذکورہ بالا حدیث کو یہ میرا ہے۔ یہ تمہارا ہے۔ تک بیان فرمایا۔

روایت حضرت ابو سعید خدری

مودت القربیٰ ص ۸۲ سطر آخر' ینابیع المودت ص ۷۰ سطر۹

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت اور دوزخ کی کنجیاں مجھے عطا کی ہیں۔ پھر فرمایا۔ اے سلمان علی سے کہہ دو۔ کہ جس کو تم چاہو گے ان میں سے اسے نکال لو گے۔ اور جس کو چاہو گے ان میں داخل کر دو گے۔

روایت حضرت عبداللہ بن مسعود

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علیؑ تم جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔ تم بہشت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ گے۔ اپنے دوستوں کو بلا حساب بہشت میں داخل کرو گے۔ (ینابیع المودت ص ۱۳۳ روایت ۲)

قسیم النار و الجنۃ :۔ عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت قسیم النار والجنۃ و انت تقرع باب الجنۃ و تدخلها احبائک بغیر حساب (اخرجه الدیلمی و ابن مغازلی و قاضی عیاض فی الشفاء) حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے علی تم جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو اور تم جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤ گے اور اس میں اپنے دوستوں کو بغیر حساب کے داخل کرو گے۔

(۲) عن ابی الطفیل عامر بن واثلۃ الکنانی ان علیا قال للستۃ جعل عمر رضی اللہ عنہ الامر شوری بینهم کلاما طویلا من جملتہ انشدکم اللہ هل لکم احد قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت قسیم النار و الجنۃ یوم القیامۃ غیری قالو اللهم لا (اخرجه الدار قطنی نقلت من صواعق محرقۃ و جواہر العقدین) ابو طفیل عامر بن واثلہ نقل کرتے ہیں کہ جناب امیر نے ان چھ صحابیوں سے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد مشورے کے لیے مقرر کیا تھا۔ ایک طویل گفتگو کی منجملہ اس کے یہ بھی کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا تم میرے سوا کوئی ایسا شخص جانتے ہو جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یا علی تم دوزخ اور جنت کے تقسیم کرنے والے ہو۔ سب نے متفق ہو کر کہا خدا گواہ ہے آپ کے سوا کوئی نہیں۔

یوم مناشدہ

ارجح المطالب ص۳۶ سطر۷، ینابیع المودۃ ص۶۹ سطر۷، وسیلۃ النجات ص۱۳۵

جناب امیر نے ان چھ صحابیوں سے جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد مشورے کے لیے مقرر کیا تھا ایک طویل گفتگو کی منجملہ اس کے یہ بھی کہا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا تم میرے سوا کوئی ایسا شخص جانتے ہو جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ یا علی تم دوزخ اور جنت کے تقسیم کرنے والے ہو۔ سب نے متفق ہو کر کہا خدا گواہ ہے آپ کے سوا کوئی نہیں۔

جنت و دوزخ کا مختار علی ہے

ارجح المطالب ص۲۲ روایت۳

عن ابی ذر قال کنت انا و جعفر بن ابی طالب مہاجرین الی بلاد حبشۃ فاھدی جعفر جاریۃ قیمتھا اربعۃ آلاف دراھم فلما قدمنا المدینۃ اھداھا الی علی لتخدمہ فجعل سکنھا فی بیت فاطمۃ فدخلت فاطمۃ یوما فنظرت الی راس علی فی حجر الجاریۃ فقالت لہ یا ابا الحسن فعلتھا قال لا واللہ یا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما فعلت شیئا قالت تاذن لی ان اسیر الی منزل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال قد اذنت لک فتجلبت بجلبابھا و تبرقعت ببرقعتھا و ارادت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھبط جبریل فقال ان اللہ یقرءک السلام و یقول لک ان فاطمۃ ابنتک تشکی الیک علیا فلا تقبل منھا فی علی شیئا۔ فدخلت فاطمۃ فقال لھا ابنت جئت تشکین علیا فقالت ای و رب الکعبۃ فقال ارجعی الیہ فقولی رغم انفی لرضاک ثلاثا فقال علی و اقواتاہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شکوتنی الی خلیلی و حبیبی اشھدی یا فاطمۃ ان الجاریۃ حرۃ و الاربعۃ الاف درھم التی حملت من عطائی علی فقراء المھاجرین ثم لبس رداہ و اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھبط جبریل فقال یا محمد ان اللہ یقرءک السلام و یقول لک قل لعلی انی قد اعطیک الجنۃ بعتق الجاریۃ و اعطیتک ان یخرج من النار من شئت بالا ربعۃ الاف الدرھم التی تصدقت بھا فادخل الجنۃ من شئت برحمتی و اخرج من النار من شئت بمغفرتی (اخرجہ ابن السبوع الاندلسی فی کتابہ الشفاء) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ میں اور جعفر بن ابی طالب جب بلاد حبشہ کو ہجرت کر کے گئے جعفر رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم کو ایک لونڈی خریدی جب ہم مدینہ میں واپس آئے ہم نے وہ لونڈی خدمت کے لیے جناب علی کو دے دی۔ جناب علی نے اسے جناب فاطمہ کے گھر میں رکھا ایک روز جناب فاطمہ باہر سے گھر میں تشریف لائیں دیکھا کہ جناب علی علیہ السلام اس لونڈی کی گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے ہیں جناب سیدہ نے کہا یا ابا الحسن تم نے تو اس سے صحبت کی ہے جناب علی نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی واللہ میں نے اس سے کچھ نہیں کیا جناب سیدہ نے کہا آپ مجھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر جانے کا اذن دیں آپ نے ان کو اذن عطا کیا حضرت سیدہ کپڑے پہن کر اور برقع اوڑھ کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل تشریف لائے اور کہا خدا نے آپ کو سلام بھیج کر کہا ہے کہ آپ کی بیٹی علی کی شکایت لے کر آپ کے پاس آئی ہیں آپ ان کا کہنا نہ مانیں۔ اتنے میں جناب سیدہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئیں آپ نے فرمایا اے بیٹی تم علی کی شکایت کرنے آئی ہو۔ جناب سیدہ نے عرض کیا یا رب کعبہ بے شک میں شکایت لے کر آئی ہوں۔ آپ نے فرمایا تم واپس جاؤ اور علی سے تین دفعہ جا کر کہو کہ

میرے علی الرغم آپ کو اپنی رضا کا اختیار حاصل ہے۔ جب جناب علی نے جناب سیدہ سے یہ کلام سنا کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری بڑی رسوائی ہوئی ہے۔ آپ نے میرے محبوب اور میرے خلیل کے پاس میری شکایت کی ہے یا فاطمہ آپ گواہ رہیں میں نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا ہے اور چار ہزار درہم جو مجھے عطا ہوئے تھے فقراء اور مہاجرین پر تقسیم کرنے کے لیے لے جاتا ہوں۔ پھر آپ اپنی چادر کو اوڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تشریف لائے اتنے میں جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ پروردگار عالم نے آپ کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ آپ علی سے کہہ دیں کہ میں نے تجھے لونڈی آزاد کرنے کے بدلے جنت عطا کی ہے اور ان چار ہزار درہم کے عوض کہ تو نے خیرات کیے ہیں تجھے اختیار دیا گیا ہے کہ جس کو تو چاہے دوزخ سے نجات دے اور میری رحمت کے ساتھ جس کو تو چاہے جنت میں داخل کرے اور میری مغفرت کے ساتھ جس کو تو چاہے دوزخ کی آگ سے نجات دے۔

روایت محمد بن حنفیہ

مودت القربیٰ ص۵۹ سطر ۱۷، کوکب دری ص۱۸۶

حضرت محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو جنت کی طرف مسلمانوں کا پیش رو مقرر کیا ہے۔ اسی سبب سے محب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اس کے سبب سے دشمن داخل دوزخ ہوں گے۔ اسی کے سبب بروز قیامت دشمنان دین کو عذاب دیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اس کی کیفیت ارشاد فرمایئے۔ فرمایا۔ اس کی محبت کے سبب اس کے محب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اس کی دشمنی کے سبب اس کے دشمن دوزخ میں جائیں گے۔ اور عذاب پائیں گے۔

اشعار امام شافعی

ینابیع المودت ص۷۰ ۱۳ سطر آخر

کتاب الشفاء کے باب معجزات میں درج ہے کہ جہاں تک میں غیب کی باتوں سے مطلع ہوا ہوں، ان میں ایک بات یہ بھی ہے کہ علی جنت اور جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ اپنے دوستوں کو بہشت میں داخل کریں گے اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں ڈالیں گے۔ اور یہ اشعار امام شافعی کی طرف منسوب ہیں:

علی حبہ جنۃ　　قسیم النار و الجنۃ

وصی المصطفی حقا　　امام انس و الجنۃ

ترجمہ: علی کی محبت ڈھال کا کام دیتی ہے۔ علی جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم آپ مصطفیٰ کے وصی ہیں۔ اور تمام انسانوں اور جنوں کے امام ہیں۔

کرسی نور پر بیٹھ کر تقسیم کرنا

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

روایت حضرت علیؑ

ینابیع المودت ص ۱۳۶ سطر ۱

جناب امیرالمومنین سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا اے علی اس وقت تمہاری کیا حالت ہو گی جب تم جہنم کے کنارے کھڑے ہو گے۔ اور جہنم پر پل بچھا ہوا ہو گا۔ اور تم لوگوں سے کہو گے پل کو عبور کرو۔ اور جہنم سے کہو گے یہ میرا ہے یہ تمہارا ہے۔

روایت حضرت جابر

کوکب دری ص ۱۸۴ سطر ۸

جناب جابر سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہو گا تو جبرائیل دو کنجیوں کے گچھے لے کر آئے گا۔ ان میں ایک گچھا جنت کی کنجیوں کا ہو گا۔ اور ایک دوزخ کی کنجیوں کا۔ جنت کی کنجیوں پر آل محمدؐ کے پیرو کے نام ہوں گے۔ اور دوزخ کی کنجیوں پر ان کے دشمنوں کے نام ثبت ہوں گے اور جبرئیل مجھ سے کہے گا۔ اے محمدؐ یہ گچھا آپ کے دوستوں کے لئے ہے اور یہ دستہ آپ کے دشمنوں کے واسطے۔ پس یہ دونوں گچھے

علی ابن ابی طالب کے سپرد کردو۔ تاکہ لوگوں کے درمیان جیسا چاہے حکم کرے۔ اس خدا کی قسم ہے جس نے رزقوں کو تقسیم کیا ہے۔ کہ علیؑ کے دشمن ہرگز بہشت میں داخل نہیں ہوں گے۔ اور اس کے دوست کبھی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔

بہشتی انار اور تقسیم انار

کوکب دری ص ۳۶۳ منقبت ۱۸

ایک روز جناب حسن نے امیر المومنین سے انار طلب کیا۔ اس وقت حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مسجد کے ستون کی طرف پھیلایا۔ ایک سبز شاخ ستون سے ظاہر ہوئی۔ اس پر سے چار انار توڑ کے امام حسن کو دیئے۔ اور فرمایا۔ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ حاضرین نے پوچھا یا امیر المومنین یہ انار کہاں کے ہیں۔ فرمایا بہشت کے۔ وہ بولے۔ کیا آپ اس پر قادر ہیں۔ فرمایا ہاں۔ میں بہشت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا ـــــــ اَجْرَهُم

اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ

ینابیع المودۃ ص ۱۳۶ سطر ۴

محمد بن حمران سے روایت ہے۔ آپ امام جعفر صادقؑ سے اس کی تفسیر کے بارے میں اَلْقِیَا فِیْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِیْدٍ روایت کرتے ہیں۔ اے دونوں آدمیو جہنم پر انکار کرنے والے سرکش کو ڈال دو۔ جب قیامت کا روز ہو گا تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علیؑ پل صراط پر قیام فرما ہوں گے۔ ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ تم دونوں جہنم میں ہر اس شخص کو ڈال دو۔ اے محمدؐ جس نے تمہاری نبوت کا انکار کیا ہے اور اے علیؑ جس نے تمہاری ولایت سے سرکشی کی ہے۔

روایت حضرت علی

ینابیع المودت ص۱۳۶ روایت۸

جناب علیؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جب لوگ ایک راستہ پر جمع ہوں گے۔ تو میں اور علی عرش کے دائیں جانب موجود ہوں گے۔ پھر اے علی میرا رب تمہیں اور مجھے کہے گا۔ تم دونوں اس شخص کو جہنم میں ڈال دو۔ جس نے تم دونوں سے بغض رکھا۔ اور تم دونوں کو جھٹلایا۔

روایت حضرت ابو سعید خدری

ینابیع المودت ص۱۳۶ روایت۸، شواہد التنزیل جلد۲ ص۱۸۹، جامع مسانید ابی حنفیہ جلد۲ ص۲۸۴، الجواہر المضیۃ جلد۲ ص۵۰

لواء الحمد

روایت مخدوج بن یزید الھذلی

ملاحظہ فرمایئے انسائیکلو پیڈیا علویہ جلد ۸ باب اخوت

روایت ابن عباس

ملاحظہ فرمایئے انسائیکلو پیڈیا علویہ جلد ۷ ص ۲۴۷

روایت ناقہ

ملاحظہ فرمایئے صدیق اکبر روایت حضرت علیؑ

فی مقعد صدق

ملاحظہ فرمایئے باب امامت

ابو سعید خدری

ملاحظہ فرمائیے باب ولایت

روایت عبداللہ بن سلام

مودت القربیٰ ص ۱۱ سطر ۴ کوکب دری ص ۲۴۳

عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسول اللہؐ مجھ کو علم حمد کی تعریف اور اس کی کیفیت سے آگاہ فرمائیے۔ فرمایا۔ اس کا طول ہزار برس کی راہ کے برابر ہو گا۔ اور اس کا ستون سرخ یاقوت کا اور اس کا قبضہ سفید موتی کا اور اس کا پھریرا سبز زمرد کا ہو گا۔ اور اس کے تین گیسو ہوں گے۔ ایک گیسو مشرق میں ہو گا اور دوسرا مغرب میں۔ اور تیسرا وسط دنیا میں۔ ان کے اوپر تین سطریں لکھی ہوں گی۔ پہلی سطر **بسم اللہ الرحمن الرحیم** اور دوسری سطر **الحمد للہ رب العالمین** اور تیسری سطر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ** ہو گی۔ ہر سطر کا طول ہزار دن کی راہ کے برابر ہو گا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا۔ اب یہ فرمائیے اس علم کو کون اٹھائے گا۔ فرمایا اس کو وہ شخص اٹھائے گا جو دنیا میں میرا علم اٹھاتا ہے۔ یعنی علی ابن ابی طالب کہ جس کا نام اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کی پیدائش سے پہلے لکھا ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا۔ اب یہ فرمائیے۔ آپ کے اس علم کے سایہ میں کون لوگ ہوں گے۔ فرمایا مومنین دوستان خدا۔ اور خدا کے شیعہ۔ اور میرے شیعہ اور میرے محب۔ اور علی کے شیعہ اور ان کے محب اور انصار یعنی یار و یاور اس علم کے سایہ میں ہوں گے۔ پس ان کا حال بہت اچھا ہے اور ان کی بازگشت یعنی ان کا انجام بہت نیک ہے اور عذاب ہے اس شخص کے لئے جو علی کے باب میں مجھ کو جھٹلائے۔ یا علی کو میرے باب میں جھٹلائے۔ یا اس مرتبہ میں اس سے جھگڑا کرے۔ جس میں خداوند متعال نے اس کو قائم کیا ہے۔

پانچ خصائص

ملاحظہ فرمائیے انسائیکلوپیڈیا علویہ جلد ۷ ص ۲۳۴

صَاحِبُ رَایَتِی

ملاحظہ فرمایئے خلقت نورانیہ

جناب امیر کا قیامت کے روز لواء الحمد اٹھانا

(۱) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت امامی یوم القیمۃ فیدفع الی لواء فادفعہ الیک و انت تزود الناس عن حوضی (اخرجہ المتقی فی کنز العمال) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یا علی تم قیامت کے روز ہمارے آگے ہو گے مجھ کو لواء الحمد دیا جائے گا اور ہم تمہیں دے دیں گے اور تم ہمارے حوض سے لوگوں کو ہٹاؤ گے۔

(۲) عن جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قالوا یا رسول اللہ من یحمل رایتک یوم القیامۃ قال من یحسن ان یحملھا الا من حملھا فی الدنیا علی بن ابی طالب (اخرجہ نظام الملک فی الامالیہ و الطبرانی فی الکبیر) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ قیامت کے روز آپ کا لواء کون اٹھائے گا آپ نے فرمایا کوئی نہیں اٹھائے گا مگر وہ شخص کہ دنیا میں اٹھاتا تھا۔

(۳) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت تغسل جثتی و تودی دینی و توارینی

روایت حضرت جابر بن سمرہ

ارجح المطالب ص۸۲۳ سطر۸' مناقب خوارزمی ص۲۸۵ سطر۱۵' عمدۃ القاری جلد۱۶ ص۲۱۶' کفایت الطالب ص۳۳۶' تاریخ دمشق جلد۱ ص۱۳۵' الریاض النضرہ ص۲۰۲' مغازلی' البدایہ جلد۷ ص۳۳۵' مناقب عینی ص۱۴' کنز العمال جلد۶ ص۳۹۸

روایت حضرت جابر بن عبداللہ

مناقب خوارزمی ص۲۴' عمدۃ القاری جلد۱۶ ص۲۱۵

روایت حضرت بریدہ

کنز العمال جلد۶ ص۳۹۸' حدیث ۶۰۶۴

روایت حضرت سعید بن جبیر

ینابیع المودت ص۲۰۶ سطر۲، عمدۃ القاری جلد۶ ص۲۱۵، مناقب خوارزمی ص۲۵۸ سطر آخر، المستدرک جلد۳ ص۱۳۷، ذخائر العقبیٰ ص۵۷

المناقب میں سعید بن جبیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی تم میرے حوض کے مالک ہو گے اور جھنڈے کو اٹھائے ہوئے ہو گے۔ میرے دل کے حبیب ہو۔ میرے وصی ہو اور میرے علم کے وارث ہو۔ مجھ سے پہلے تمہیں انبیاء کے متروکات سپرد کئے گئے ہوں گے۔ اللہ کی زمین میں اللہ کے امین اور مخلوقات میں اللہ کی حجت ہو۔ تم ایمان کے رکن اور اسلام کے ستون ہو۔ تم دین کا چراغ ہو۔ ہدایت کا روشن مینار ہو اور دنیا والوں کے لئے بلند نشان ہو۔ اے علی جس نے تیری اطاعت کی وہ نجات پا گیا۔ جس نے تمہیں چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا۔ تم واضح راستہ اور صراط مستقیم ہو۔ تم سفید پیشانیوں والوں کے رہنما ہو اور مومنین کے سردار ہو۔ جس کا میں مولا ہوں تم اس کے مولا ہو۔ تم ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کا مولا ہو۔ تمہیں وہ شخص دوست رکھے گا جس کی ولادت پاک و پاکیزہ طور پر ہوئی ہو گی۔ جب مجھے رب آسمان پر لے گیا تھا تو میرے رب نے مجھ سے گفتگو فرمائی تھی اور فرمایا تھا۔ اے محمدؐ علی کو میری طرف سے سلام کہہ دو اس کو اس بات سے آگاہ کر دو کہ وہ ان کے دوستوں کے امام ہیں۔ اور میری اطاعت کرنے والوں کے لئے نور ہیں (اے علی) تمہیں اس مقام کے حاصل ہونے کی وجہ سے مبارک ہو۔

عن ابی سعید الخدری

عبارت ارجح المطالب ص۳۹ سطر۱۰، مناقب عینی ص۶۳، مناقب خوارزمی ص۲۳۶ سطر۱، مفتاح النجات، کنز العمال جلد۶ ص۱۵۵

صاحب اللواء ـ (۱) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی انت تغسل جثتی و تؤدی دینی و تواردنی فی حضرتی و تفی بذمتی و انت صاحب لوائی فی الدنیا و الاخرۃ (المعجم التعلیمی) ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یا علی تم میرے جثہ کو غسل دو گے اور میرے قرض کو ادا کرو گے اور مجھ کو میری قبر میں دفن کرو گے۔ اور کچھ میرے ذمہ ہو گا پورا کرو گے اور تم دنیا و آخرت میں میرے صاحب علم ہو۔

روایت انس

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹' تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۱۳۶' مفتاح النجات

عن ابن عباس

عبارت ارجح المطالب ص ۸۲۳ سطر ۹' المستدرک جلد ۳ ص ۱۳۸' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱' ینابیع المودۃ' کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۲

احد میں علمبرداری

ارجح المطالب ص ۸۲۳ روایت ۲' وسیلۃ المآل ص ۱۴' ذخائر العقبیٰ ص ۵۷' ینابیع المودۃ ص ۲۳ ۱۷ سطر ۷' مناقب عینی ص ۳۱' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۱

(۴) عن علی قال کسرت یدی یوم احد فسقط اللواء من یدی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضعوہ فی یدہ الیسریٰ فانہ صاحب لوائی فی الدنیا و الآخرۃ (اخرجہ الحضرمی و الخوارزمی) جناب امیرؑ سے روایت ہے کہ جب احد کے روز میرا ہاتھ زخمی ہو گیا اور میرے ہاتھ سے علم گر گیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علم اس کے بائیں ہاتھ میں رکھ دو کیونکہ وہ دنیا و آخرت میں میرا علمدار ہے۔

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

تاریخ دمشق جلد ۲ ص ۳۲۱

روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

مناقب خوارزمی ص ۶۵' نہایۃ اللغت جلد ۳ ص ۸' مجمع بحار الانوار جلد ۲ ص ۲۶۸' میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۰۶' کفایۃ الطالب ص ۱۵۰' الفائق جلد ۲ ص ۲۷

روایت حضرت محمد بن حنفیہ

روایت ہے کہ جب امام حسن کا انتقال ہوا تو حضرت محمد بن حنفیہ آپ کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے ابو محمد خدا آپ پر رحم فرمائے پھر اس کے بعد کچھ کہنے کے بعد فرمایا اور تمہارا باپ کل کو حوض سے لوگوں کو بھگائے گا۔ (مقتل خوارزمی ص۱۴۰)

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

ارجح المطالب ص۸۲۳ روایت۳

روایت حضرت علی

مناقب خوارزمی ص۲۵۹ سطر۲

روایت حضرت جابر

مناقب خوارزمی ص۲۵، نہایۃ اللغت جلد۳ ص۸، مجمع بحار الانوار جلد۲ ص۲۹۸، الفائق جلد۲ ص۷۴، کفایۃ الطالب ص۱۵۰، میزان الاعتدال جلد۱ ص۳۰۶

روایت ابو کثیر

یہ روایت پہلے زیر عنوان بنو امیہ کا سب و شتم میں تحریر کر دی گئی ہے۔

روایت حضرت سعید بن جبیر

یہ روایت زیر عنوان حضرت علی کے فضائل بے شمار میں پہلے تحریر کر دی گئی ہے۔

روایت اجازہ بن قیس

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۳۵ سطر ۲۰، ذخائر العقبیٰ جلد ۲ ص ۲۱۱

روایت حضرت ثوبان

مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۳۶۶

روایت حضرت ابو رافع

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۳۱ سطر ۱۳

حوض پر علیؑ

(۸) عن ابی رافع قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت و شیعتک ترون علی الحوض رواء مرویین مبیضتہ وجوھم و ان اعداء ک یرون علی ظما مقمحین (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر فی مسانید ابی رافع ابراہیم) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیرؑ سے ارشاد کیا تو اور تیرے شیعہ حوض سے سیراب ہوں گے پورا سیراب ہونا تمہارے چہرے نورانی سفید ہوں گے اور تمہارے دشمن پیاس سے سر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

ارجح المطالب ص ۶۵۹ روایت ۸، صواعق محرقہ ص ۱۹۱ سطر ۱۲، ص ۱۷۴ سطر ۲۰، مناقب مرتضوی ص ۱۰۱، کنوز الحقائق ص ۲۰۳، ینابیع المودت ص ۱۸۲

اعطاء الحوض

یہ روایت پہلے زیر عنوان مختار اہل ارض گزر چکی ہے۔

صاحب حوض

یہ روایت بروایت سعید بن جبیر زیر عنوان حضرت علیؑ کے فضائل بے شمار میں پہلے تحریر کر دی گئی ہے۔

روایت حضرت ابو ہریرہ

ارجح المطالب ص۸۱۸ سطر۱۳' جمع الفوائد ص۲۱۲' کنوز الحقائق ص۹۸' مناقب عینی ص۳۰۸' ینابیع المودة ص۱۰۸ سطر۲۲' مجمع الزوائد جلد۱۰ ص۳۶۷ سطر۱۱' مناقب خوارزمی ص۲۱۹ سطر۱۶' تذکرة خواص الامہ ص۱۳' المستدرک جلد۳ ص۱۳۸

عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب صاحب حوضی یوم القیمة لہ اکواب کعدد نجوم السماء و سعتہ حوضی ما بین جابیتہ الی صنعاء (اخرجہ الدیلمی) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ علی بن ابی طالب قیامت کے روز میرے حوض کے صاحب ہوں گے اس پر پیالے آسمان کے ستاروں کی تعداد کے موافق ہوں گے میرے حوض کی وسعت جابیہ سے صنعاء تک ہوگی۔

روایت حضرت علیؑ

ینابیع المودت ص۶۳ روایت۲۰' ذخائر العقبیٰ ص۱۸' اسعاف الراغبین ص۱۳۶' الشرف المؤبد ص۸۵' صواعق محرقہ ص۱۵۳ سطر۷' مراة المومنین ص۴۰' الدرر المکنونہ ص۱۹' مطلع البدور ص۱۰' الاستیعاب ص۳۵' شرح حدیدی جلد۴ ص۱۶' رشفتہ الصادی ص۳۸' مقاتل الطالبین ص۶۷' کنز العمال جلد۶ ص۴۰۳ حدیث ۶۱۳۰' مناقب خوارزمی ص۲۱۹ سطر۱۹

روایت حضرت ابوذر

ارجح المطالب ص۱۵۵ سطر۳

(۲۹) عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرد علی الحوض رایتہ علی امیر المومنین و امام الغر المحجلین فاقوم و اخذ بیدہ فیبیض وجھہ و وجوہ اصحابہ فاقول ما خلفتمونی فی الثقلین من بعدی فیقولون صدقنا الاکبر و تبعنا الاصغر و نصرناہ و قاتلنا فاقول ردوا رواء مرویین لیشربون شربۃ لا یظماؤن بعدھا ابدا و وجہ امامھم کالشمس الطالعۃ و وجوھم کالقمر لیلۃ البدر او کاضواء نجم فی السماء (اخرجہ ابن یوسف الکنجی الشافعی فی کفایۃ الطالب) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب حوض کوثر پر امیر المومنین امام الغرا لمحجلین کا علم پہنچے گا میں اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو جاؤں گا اس کا چہرہ اور اس کے اصحاب کا چہرہ نور سے براق ہو گا میں ان سے پوچھوں گا تم نے میرے بعد ان دو بھاری چیزوں کے ساتھ کیا سلوک کیا وہ کہیں گے بڑی چیز کی ہم نے تصدیق کی ہے اور چھوٹی چیز کی پیروی کی اور اس کی مدد کی اور اس کے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔ میں ان سے کہوں گا جاؤ پیو اور پلاؤ وہ ایسا شربت پئیں گے کہ جس کے بعد ان کو زندگی بھر پیاس نہیں لگے گی۔ ان کے امام کا چہرہ مثل سورج کے چمکتا ہو گا اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح سے ہوں گے یا آسمان کے نورانی ستاروں جیسے ہوں گے۔

روایت عبد خیر حضرت علیؑ

کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۲ حدیث ۶۱۱۰

روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

مناقب خوارزمی ص ۶۵، کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۳ حدیث ۲۱۴۰

حوض پر آئمہ کی ڈیوٹیاں

یہ روایت مناقب اہل بیت جلد ۵ کے ص ۱۸۹ پر ملاحظہ فرمائیں۔

روایت معاویہ بن خدیج

کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۸ حدیث ۳۸۲۵، مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۲۷۸ سطر ۱۲، جلد ۹ ص ۱۷۲ سطر ۴، اسعاف الراغبین ص ۱۲۶، القول الفصل جلد ۱ ص ۴۳۸، رشفۃ الصادی ص ۴۸، احیاء المیت ص ۴۳ سطر ۱۰، صواعق محرقہ ص ۱۷۳ سطر ۳

القرآن مع علیؑ - عن ام سلمہ

(۱) عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علی مع القرآن و القرآن مع علی لا یتفرقان حتی یردا علی الحوض (اخرجہ الطبرانی و ابن مردویہ و الدیلمی) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ اور دونوں جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ حوض پر وارد نہ ہوں۔

ارجح المطالب ص ۲۴۲، ۷۷ روایت ا، فیض القدیر جلد ۴ ص ۳۵۸، الفتح الکبیر جلد ۲ ص ۲۴۲، اسعاف الراغبین ص ۱۳۶ سطر ۲۱، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۵ سطر ۳۵، تاریخ الخلفاء ص ۱۲۲ سطر ا، ینابیع المودۃ ص ۳۷ سطر ۱۱، منصب امامت ص ۸۳ سطر ۶، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۳۴ سطر آخر، الکواکب الدریہ ص ۳۹، نور الابصار ص ۷۱ سطر ۲۲، الجامع الصغیر ص ۲۵ جلد ۲ سطر ۷، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳، حدیث ۲۵۳۰، کفایت الطالب ص ۲۵۳، الصواعق المحرقہ ص ۱۲۴ سطر ا، اسنی المطالب ص ۱۳۶، المستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۱۲۴ سطر ۱۴، تلخیص المستدرک سطر ۷، المعجم الصغیر ص ۱۴۹ سطر ۸، تفریح الاحباب ص ۳۵۳ سطر ا

عن شہر بن حوشب عن ام سلمہؓ

(۲) عن شہر بن حوشب کنت عند ام سلمۃ فسلم رجل فقیل من انت قال انا ابو ثابت مولی ابی ذر قالت مرحبا بابی ثابت ادخل فدخل فرحبت بہ و قالت این طار قلبک حین طارت القلوب مطائرھا قال مع علی قالت اصبت و الذی نفس ام سلمۃ بیدہ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول علی مع القرآن و القرآن مع علی لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض و لقد بعثت ابنی عمرو بن اخی عبداللہ ابن امیۃ و امرتھما ان یقاتلا مع علی من قاتلہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرنا ان نقر فی حجالنا و فی بیوتنا و الاخرجت حتی اقف فی صف علی (اخرجہ ابن مردویہ) شہر بن حوشب سے منقول ہے کہ میں جناب ام سلمہ رضی اللہ تعالی کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے آ کر سلام کیا پوچھا گیا تم کون ہو اس نے جواب دیا میں ابوذر رضی اللہ عنہ کا غلام ابو ثابت ہوں جناب ام سلمہؓ نے اسے مرحبا فرما کر داخل ہونے کی اجازت دی اور اچھی طرح سے بٹھایا اور ارشاد فرمایا اے ابو ثابت جبکہ لوگوں کے دل اپنی اپنی ہواؤں میں پرواز کر رہے تھے تیرا دل کس کی طرف پرواز کر رہا تھا۔ اس نے عرض کیا جناب امیر کے ساتھ میرا دل اڑ رہا تھا۔ حضرت ام المومنین نے فرمایا تو صواب پا گیا۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں ام سلمہ کی جان ہے میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں جب تک کہ حوض پر وارد نہ ہوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے میں نے اپنے بیٹے عمر اور اپنے بھتیجے عبداللہ بن امیہ کو حکم دیا تھا کہ جناب امیر کے ہو کر ان کے لڑنے والوں سے لڑیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مستورات کو

پردوں میں اور گھروں میں بیٹھنے کے لیے حکم دیا ہوا ہے ورنہ میں خود نکل کر علی کی صف میں جا کھڑی ہوتی۔

(۲) عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مرضہ الذی قبض فیہ یقول و قد امتلأت الحجرۃ من اصحابہ ایہا الناس یوشک ان اقبض قبضا سریعا فینطلق و قد قدمت الیکم القول معذرۃ الیکم لا انی مخلف فیکم الثقلین کتاب اللہ عزوجل و عترتی اهل بیتی ثم اخذ بید علی فرفعہا فقال هذا مع القرآن و القرآن مع ذلک لا یتفرقان حتی یردا علی الحوض فاسئلہما ما خلفتم فیہما (اخرجہ ابن عقدۃ) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرض الموت میں ارشاد فرماتے تھے اور صحابہ کرام سے حجرہ بھرا ہوا تھا اے لوگو خیال کیا جاتا ہے کہ عنقریب میں اس دار فانی سے رحلت کر جاؤں میں پہلے تم کو کہہ چکا ہوں کہ میں دو بھاری چیزیں تم لوگوں کے لیے چھوڑے جاتا ہوں خدا کی کتاب اور میری عترت اہل بیت پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا یہ قرآن کے ساتھ ہے قرآن اس کے ساتھ ہے جب تک کہ حوض پر وارد نہ ہوں۔ یہ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ میں ان دونوں سے پوچھوں گا کہ تم نے ان کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا ہے۔

ارجح المطالب ص ۳۴۲، روایت ۲، فرائد السمطین باب ۳۷، مناقب خوارزمی ص ۱۱۰،
المستدرک جلد ۳ ص ۱۲۴ سطر ۱۰، ینابیع المودۃ ص ۳۷ سطر ۳

روایت حضرت ام سلمہ

ارجح المطالب ص ۳۴۲ سطر آخر، ینابیع المودۃ ص ۳۳ سطر ۲۲

قرآن ناطق

ینابیع المودت ص ۷۴ سطر ۲

مناقب میں نقل کیا گیا ہے کہ صفین کی لڑائی کے روز جب شام والوں نے قرآن کو حکم بنانے کا ارادہ کیا تو امام علیؑ نے ارشاد فرمایا انا القران الناطق میں خود بولنے والا قرآن ہوں۔

ایک رکاب میں قرآن پڑھنا

کوکب دری ص ۳۵۴ منقبت نمبر ۱، شواہد النبوت ص ۲۸۹ سطر ۲۱

شواہد النبوت میں مرقوم ہے کہ جس وقت امیر المومنینؑ رکاب میں پاؤں رکھتے تو قرآن کی تلاوت کو شروع کرتے۔ اور جب تک دوسرا پاؤں رکاب میں پہنچتا قرآن کو ختم کر دیتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سواری کے وقت اونٹ کے کھڑا ہونے تک ختم فرما دیتے۔

کلام مولانا ابو الکلام

اگر یہ سچ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خوارج و منکرین ؑکے مقابلے میں فرمایا تھا کہ میں قرآن ناطق ہوں تو میں اس کی تصدیق کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ حقیقت نا آشناس طبیعتیں سمجھتی ہیں کہ یہ بہت بڑا دعویٰ تھا۔ یقیناً یہ بڑا دعویٰ تھا جو کوئی انسان نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر حضرت امیر نے کیا تھا تو غلط نہ تھا اگر ان کی مقدس زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا ایک کامل عکس تھا اور ان کے اعمال کی روشنی سراج منیر رسالت ہی سے ماخوذ تھی۔ تو کیوں انہیں یہ حق نہ تھا کہ وہ اپنے تئیں قرآن ناطق کہیں جو کتاب الٰہی مابین الدفتین حروف و نقوش کی شکل میں تھی۔ اس کی ہستی ناطق تھی جو اعمال حضرت مرتضویؑ کے اندر سے پکارتی تھی کہ یہ علی ابن ابی طالب کی آواز نہیں ہے بلکہ قرآن الحکیم کی صدا الٰہی ہے اور چونکہ القرآن کی آواز ہے اس لئے یقیناً خود منزل القرآن کی آواز ہے "کنت سمعہ الذی یسمع بہ و لسانہ الذی یتکلم بہ (لمعات صداقت حصہ اول ص ۱۳ مجموعہ مضامین ابو الکلام آزاد)

تاویل قرآن کے مطابق جنگ

(۲) عن ابی ذر قال کنت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ھو فی (ا) البقیع الغرقد قال و الذی نفسی بیدہ ان فیکم رجلا یقاتل الناس بعدی علی تاویل القرآن کما قاتلت المشرکین علی تنزیلہ و ھم یشھدون لا الہ الا اللہ فیکبر قتلھم علی الناس حتی یطعنو علی ولی اللہ و یسخطوا عملہ کما سخط موسی امر سفینہ و قتل الغلام و امر الجدار و کان خرق السفینتہ و قتل الغلام و اقامتہ الجدار للہ رضی (اخرجہ الخوارزمی) ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بقیع الغرقد میں تشریف فرما تھے اور میں خدمت اقدس میں حاضر تھا کہ آپ نے ارشاد کیا قسم ہے اس

ذات کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم میں سے ایک ایسا شخص ہے کہ جو قرآن کی تاویل پر لوگوں سے لڑے گا جس طرح سے میں نے قرآن کی تنزیل پر مشرکوں سے جہاد کیا ہے وہ لوگ لا الہ الا اللہ کہنے والے ہوں گے اس لیے ان سے جہاد کرنا لوگوں پر شاق گذرے گا یہاں تک کہ لوگ اس خدا کے ولی پر طعنہ زن ہوں گے اور اس کے کام سے ناراض ہو جائیں گے۔ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کشتی کے امر میں اور لڑکے کے قتل کرنے میں اور دیوار کے بنانے میں (حضرت خضر علیہ السلام پر) ناراض ہوئے تھے۔ حالانکہ کشتی کا توڑنا اور لڑکے کا قتل کرنا اور دیوار کا بنانا محض خدا کی رضا کے لیے تھا۔

ارجح المطالب ص۴۴۳ سطر۱۰' تاریخ الخلفاء ص۱۳۱ سطر۲۲' المستدرک جلد۳ ص۱۲۴ سطر۱' تلخیص سطر۱' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۳۳ سطر۱۸' حلیتہ الاولیاء جلد۱ ص۶۷ سطر۱۴' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۵ حدیث ۲۵۸۶' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۳ سطر۱' ص۳۶ سطر۲۸' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۹۲ سطر۱۱' ذخائر العقبیٰ ص۷۶ سطر۱۷' مطالب السئول ص۷۸ سطر۱۷' خصائص نسائی ص۱۳۱ سطر۷' تفریح الاحباب ص۳۵۲ سطر آخر' البدایہ و النہایہ جلد۷ ص۳۶۰ سطر آخر' شرح حدیدی جلد۱ ص۲۰۵ سطر۲۵' خصائص کبریٰ جلد۲ ص۱۳۸ سطر۶' صواعق محرقہ ص۱۲۳ سطر۲۵' مفتاح کنوز السنہ ص۳۵۵ کالم ۳ سطر آخر' مسند احمد بن حنبل جلد۳ ص۳۳ سطر۲۱' مناقب ابن مغازلی ص۵۴ سطر۸' ص۲۹۸ سطر۴' مسند دمشق ص۳۸۴ سطر۵' ینابیع المودت ص۹۸

دروازے بند کر لئے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت فرمانے کے بعد حضرت علیؑ نے اپنے تمام کام چھوڑ کر قرآن کو محفوظ کرنے کے لئے تنزیل کے مطابق جمع کرنا شروع کر دیا۔'

کنز العمال جلد۶ ص۳۹۶ حدیث ۶۰۴۰' صواعق محرقہ ص۱۴۰ سطر۱۰

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علیؑ کو قرآن سے کتنا عشق تھا۔

عالم قرآن

آپ آئندہ کسی جلد میں علم علیؑ کے عنوان کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں گے کہ حضرت علیؑ قرآن کے سب سے زیادہ عالم تھے۔

اَلحقُّ مَعَ علیٍّ

ارجح المطالب ص ۳۴۷ سطر ۲۰، تاریخ بغداد جلد ۱۴ ص ۳۲۱ سطر ۷، تاریخ دمشق ص ۹۰، الشرف المؤبد ص ۱۱۳ سطر ۸، المستدرک جلد ۳ ص ۱۲۴ سطر ۴، تلخیصہ سطر ا

(۱) عن ابی سعیدؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الحق مع علی (اخرجہ ابو یعلی و الضیا) ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے۔

(۲) عن عبدالرحمان بن سعید قال کنا جلوسا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی نفر من المهاجرین و مر علی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحق مع ذا (اخرجہ بن مردویہ) عبدالرحمن بن ابی سعید سے روایت ہے کہ ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چند مہاجرین کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں جناب امیر گذرے حضرتؐ نے فرمایا حق اس کے ساتھ ہے۔

(۳) عن ابی ذر الغفاری عن ام سلمہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان علیا مع الحق و الحق معہ لن یزولا حتی یردا علی الحوض (اخرجہ بن مردویہ) ابو ذر غفاری جناب ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرماتی تھیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بہ تحقیق علی حق کے ساتھ ہے اور حق علی کے ساتھ ہے اور دونوں نہیں زائل ہوں گے جب تک کہ حوض پر وارد نہ ہوں۔

(۴) عن ام سلمہؓ قالت کان علی علی الحق من اتبعہ اتبع الحق و من ترکہ ترک الحق عهدا معهود اقبل یومہ هذا (اخرجہ بن مردویہ) جناب ام سلمہ سے منقول ہے کہ فرماتی تھیں کہ جناب امیر حق پر تھے جس نے کہ ان کی پیروی کی اس نے حق کا اتباع کیا اور جس نے ان کو چھوڑا اس نے حق کو چھوڑا۔ یہ آج کے دن سے پہلے عہد ہو چکا ہے۔

(۵) عن ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنها ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الحق مع علی یزول معہ حیث ما زال (اخرجہ بن مردویہ) جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق علی کے ساتھ ہے حق پھرتا ہے جہاں علی پھرتا ہے۔

(۶) عن علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی ان الحق معک و علی لسانک و فی قلبک و بین عینیک (اخرجہ الخوارزمی) جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا یا علی حق تیرے ساتھ ہے اور تیری زبان پر حق ہے اور تیرے دل میں ہے اور تیری دو آنکھوں میں ہے۔

(۷) عن ابی موسی الاشعری قال اشهد ان الحق مع علی ولکن مالت الدنیا الی اهلها و لقد سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول لہ یا علی انت مع الحق و الحق بعدی معک (اخرجہ بن مردویہ) ابو موسی الاشعری کہتے تھے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ حق علی کے ساتھ ہے لیکن دنیا اپنے لوگوں کی طرف پھر گئی ہے بے شک میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب امیر سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یا علی تو حق کے ساتھ ہے اور حق میرے بعد تیرے ساتھ ہے۔

(۹) عن ام المومنین عائشه صدیقه رضی الله تعالیٰ عنه لما عقر جملها و دخلت دار البصرة قال لها اخوها محمد انشدک الله اتذکرین یوم حدثتنی عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال الحق لن یزال مع علی و علی مع الحق لن یفترقا قالت نعم (اخرجه ابوبکر بن مردویه) جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اونٹ کے جب پاؤں کٹ چکے اور وہ بصرہ کے گھر میں تشریف لے گئیں ان کے بھائی محمد نے انہیں خدا کی قسم دے کر پوچھا کہ آپ مجھے اس دن کا ذکر سنائیں کہ آپ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہمیشہ حق علی کے ساتھ رہے گا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے۔ فرمانے لگیں ٹھیک ہے۔

(۱۰) عن مسروق قال سالتنی ام المومنین عائشه رضی الله عنها عن اصحاب النهر و عن ذی الثدیه فاخبرتها فقالت یا مسروق اتستطیع ان تاتینی بالناس ممن یشهد فاتیتها من کل سبع برجل فشهدوا و انهم راه و قالت یرحم الله علیا انه کان علی الحق ولکنی کنت امراة من الاحماء (اخرجه ابوبکر بن مردویه) مسروق ناقل ہیں کہ جناب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے نہروان والوں اور ذو الثدیہ کی بات پوچھی میں نے ان کو جو کچھ کہ خوشخبری تھی سنائی فرمانے لگیں اے مسروق ہو سکتا ہے کہ چند ایسے آدمی لے آئے جو اس کی گواہی دے سکیں میں ہر ایک قبیلہ کا ایک آدمی ان کی خدمت میں لے گیا انہوں نے گواہی بیان کی کہ ذی الثدیہ کو انہوں نے دیکھا ہے جناب ام المومنین فرمانے لگیں خدا علی پر رحم کرے وہ حق پر تھے میں ایک ایسی عورت تھی جو اپنے سسرال والوں کے بس میں تھی۔

(۱۱) قیل لما اصیب زید بن صوحان رضی الله عنه یوم الجمل اتاه علی و به رمق فوقف علیه امیر المومنین فقال رحمک الله یا زید فو الله ما عرفتک الا خفیف المعونة کثیر المؤنة فرفع الیه راسه فقال و انت فرحمک الله فوالله ما عرفتک الا بالله عالما و بآیاته عارفا و الله ما قاتلت معک من جهل ولکنی سمعت حذیفة بن الیمان یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول علی امام البررة قاتل الفجرة منصور من نصره مخذول من خذله الا و ان الحق معه و متبعه الا فمیلوا معه (اخرجه ابن مردویه) کہتے ہیں کہ جب جمل کے روز زید بن صوحان زخمی ہو گئے ابھی ان میں رمق باقی تھی کہ جناب امیر تاتی کے پر سر تشریف لے گئے اور فرمانے لگے اے زید خدا تجھ پر رحم کرے ہم نے تجھ کو نہیں دیکھا مگر مدد کرنے میں ہلکی اور جلدی کرنے والا اور اہل و عیال کے نفقہ میں کثرت سے رنج کی برداشت کرنے والا زید نے یہ سن کر سر اٹھایا اور جواب دیا آپ پر بھی رحم کرے ہم نے آپ کو نہیں دیکھا مگر اللہ کے ساتھ زیادہ علم والا اور خدا کی آیات کو زیادہ پہچاننے والا۔ میں نے آپ کی معیت میں ناواقفیت سے جنگ نہیں کی بلکہ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی نیکو کاروں کے سردار اور بدکاروں کے قاتل ہیں خدا سے مدد پائی اس نے جس نے کہ ان کی مدد کی اور خوار ہوا وہ شخص کہ جس نے ان کو چھوڑا بے شک حق ان کے ساتھ ہے اور ان کے اتباع میں ہے، تم نے انہیں کی طرف میل کرنا ہے۔

(۱۲) عن ابی رافع ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یا ابا رافع کیف انت و قوم یقاتلون و هو علی الحق و هم علی الباطل یکون حقا فی الله جهادهم فمن لم یستطع جهادهم بیده فلیجاهدهم بلسانه فمن لم یستطع بلسانه فلیجاهدهم بقلبه لیس وراء ذلک شئ قال ادع لی ان ادرکتهم ان یعیننی و یقوینی علی قتالهم فلما بایع الناس علی بن ابی طالب و خالفه معاویه قلت هئولاء القوم الذین قال فیهم رسول الله صلی الله علیه وسلم فباع ارضه بخیبر فخرج مع علی بجمیع اهله و ولده و کان معه حتی استشهد علی فرجع الی المدینة مع الحسن (اخرجه ابن مردویه) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد کیا کہ اے ابو رافع تیرا کیا حال ہوگا جبکہ قوم علی کے ساتھ جنگ کرے گی اور علی حق پر اور یہ لوگ باطل پر ہوں گے خدا کی راہ میں جہاد کرنا حق ہوگا جو شخص کہ ہاتھ سے جہاد کی استطاعت نہ رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ زبان سے ان کے ساتھ جہاد کرے اور جو شخص کہ زبان سے بھی

استطاعت نہ رکھتا ہو اسے چاہیئے کہ دل سے ہی جہاد کرے اور اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے اگر تو ان لوگوں کو پائے تو ان کو میری طرف سے دعوت کیجیو کہ وہ میری مدد کریں اور مجھے تقویت دیں۔ ابو رافع کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے جناب امیر سے بیعت کی اور معاویہ مخالف ہو گئے میں نے کہا یہ وہی لوگ ہیں جن کا کہ حضرت نے ذکر کیا تھا ابو رافع اپنی خیبر کی زمین بیچ کر اور اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر جناب امیر کے ہمراہ ہو لیے اور جناب امیر کی شہادت تک ان کے ساتھ رہے پھر جناب امام حسنؑ کے ساتھ مدینہ کو واپس ہوئے۔

(۴) عن عبداللہ بن الکندی قال حج معاویۃ فاتی المدینۃ و اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم متوافرون فجلس فی حلقۃ بین عبداللہ بن عباس و عبداللہ بن عمر الخلیفۃ المقتول فضرب بیدہ علی فخذ ابن عباس ثم قال اما کنت احق و اولی بالامر من ابن عمک قال و بم قال لانی ابن عم الخلیفۃ المقتول ظلما قال ھذا اذا یعنی ابن عمر اولی بالامر منک لان اباہ قد قتل قبل ابن عمک فاعرض عن ابن عباس و اقبل علی سعد بن ابی وقاص و قال و انت یا سعد الذی لم یعرف حقنا من باطل غیرنا فیکون معنا او علینا قال سعد انی لما رایت الظلمۃ قد غشیت الارض قلت لبعیری نخ فانخت حتی اذا انسفرت مضیت قال و اللہ لقد قرات المصحف یوما بین الدفتین و ما وجدت فیہ نخ فقال اما اذا ابیت فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت مع الحق و الحق معک قال لتجیئنی بمن سمعہ معک او لا فعلن قال ام سلمۃ قال فقام فقاموا معہ حتی دخل علی ام سلمۃ قال فبداء المعاویۃ فی الکلام فقال یا ام المومنین ان الکذابۃ قد کثرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلا یزال قائل یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لم یقل و ان سعد روی حدیثا زعم انک سمعتہ منہ قالت ما ھو قال زعم ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انت مع الحق و الحق معک قالت صدق فی بیتی قال فاقبل علی سعد فقال الان الیوم ما کنت علیہ و اللہ لو سمعت ھذا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما زلت خادما لعلی حتی اموت (اخرجہ ابن مردویہ)۔ عبداللہ بن عبداللہ الکندی سے منقول ہے کہ ایک دفعہ معاویہ حج کر کے مدینہ میں گیا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب وہاں پر بکثرت تھے وہ ایک مجلس میں گیا جہاں پر عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمر بیٹھے ہوئے تھے معاویہ ابن عباس کی ران پر ہاتھ مار کر کہنے لگا کیا میں آپ کے ابن عم (یعنی جناب امیر) سے خلافت میں زیادہ تر حقدار نہیں تھا ابن عباسؓ نے کہا۔ کیوں کہنے لگا۔ میں خلیفہ مقتول (یعنی عثمان رضی اللہ عنہ) کا ابن عم ہوں ابن عباسؓ نے جواب دیا شاید یہ شخص یعنی عبداللہ بن عمر تجھ سے زیادہ حقدار ہے کیونکہ اس کے والد تیرے ابن عم سے پہلے شہید ہوئے ہیں ابن عباس منہ پھیر کر سعد بن ابی وقاص کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا اے سعد تو وہی شخص ہے جس نے کہ ہمارے حق کو ہمارے غیر کے سامنے باطل سے نہیں پہچانا اور ہمارا ساتھ نہیں دیا سعد رضی اللہ عنہ نے کہا جب میں نے دیکھا کہ اندھیرا تمام زمین پر چھا گیا ہے میں نے اپنے اونٹ کو کہا بیٹھ جا اور میں نے اس کو بٹھا دیا۔ یہاں تک کہ مصیبت ٹھہر گئی۔ معاویہؓ نے کہا قسم ہے خدا کی میں نے دن بھر اول سے آخر تک قرآن شریف کو پڑھا ہے اور اس میں بے ہودہ بات نہیں پائی۔ سعد کہنے لگے جبکہ یہ بات ثابت بھی ہو جائے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جناب علی سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تو حق کے ساتھ ہے اور حق تیرے ساتھ ہے معاویہ کہنے لگا میرے ساتھ چل تو نے کس کے مواجہ میں اس حدیث کو سنا ہے۔ ورنہ میں تیرے ساتھ کچھ کر بیٹھوں گا سعد نے کہا میں نے جناب ام المومنین ام سلمہؓ کے سامنے اس حدیث کو سنا ہے۔ معاویہ اٹھ کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ اور لوگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور جناب ام سلمہؓ کی خدمت میں گئے معاویہؓ نے کلام شروع کیا کہ یا ام المومنین جھوٹی باتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بہت منسوب ہو گئی ہیں ہمیشہ کہنے والا یہی کہتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حالانکہ وہ بات حضرت نے نہیں فرمائی ہوتی سعد نے ایک حدیث روایت

کی ہے ان کا خیال ہے کہ آپ نے بھی اس حدیث کو سنا ہے۔ ام المومنین نے فرمایا وہ کیا ہے معاویہ کہنے لگا ان کا زعم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا تھا کہ تو حق کے ساتھ ہے ام المومنین فرمانے لگیں سچ کہتا ہے۔ حضرت نے اس حدیث کو میرے گھر میں ارشاد کیا تھا معاویہ سعد کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے اب میں ملامت کے قابل ہوں جس بات پر کہ میں اٹھا تھا واللہ اگر یہ حدیث میں نے حضرت سے سنی ہوتی تو اپنے مرنے تک ہمیشہ ہی جناب امیر علیہ السلام کا خادم بنا رہتا۔

روایت مالک بن جعونہ

الکنیٰ و الاسماء جلد ۲ ص ۸۹

روایت ام سلمہ

ارجح المطالب ص ۴۴۷ سطر آخر' الکنیٰ و الاسماء جلد ۲ ص ۸۹' مفتاح النجات ص ۴۰' فرائد السمطین ص ۵۰' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۳۴ سطر آخر' البدایہ و النہایہ جلد ۷ ص ۳۶۰ سطر ۲۱' مناقب ابن مغازلی ص ۲۴۴ سطر ۹

روایت ابی سعید الخدری

ارجح المطالب ص ۴۴۷ سطر ۱۳' راموز الاحادیث ص ۲۰۳' کنز العمال حدیث ۲۴۳۷ ص ۱۵۷' کنوز الحقائق ص ۱۲۰ سطر ۲' مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۲۳۴ سطر آخر' شرح حدیدی جلد ۴ ص ۲۲۱ سطر ۴' ترمذی شریف ص ۵۳۳ سطر ۱۹

روایت حضرت عائشہ

ارجح المطالب ص ۴۴۷ روایت ۵' الامامت و السیاست جلد ۱ ص ۶۸' الروض الازہر ص ۹۹' تحفات الاحوت ص ۳۲' الرسالۃ القوامیہ ص ۲۰' مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۷ سطر ۲۵' تاریخ خمیس ص ۵۸۹ سطر ۲۰

روایت عن عمار بن یاسر

اسعاف الراغبین ص۱۵۱ سطر۱۰، مظاہر حق جلد۴ ص۱۳ے سطر۱۳، مجمع الزوائد جلد۷ ص۲۴۲ سطر آخر، مناقب خوارزمی ص۵۷ سطر۱۷، مفتاح النجات ص۳۰، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۴

روایت عبداللہ بن عبدالکندی

ارجح المطالب ص۷۴۶ روایت ۱۳، مجمع الزوائد جلد۷ ص۲۳۵ سطر۱۸

روایت کعب بن عجرہ

منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۴ سطر۱۲، کنز العمال جلد۶ ص۱۵۷، مفتاح النجاہ ص۴۰

روایت عبدالرحمان بن سعید

ارجح المطالب ص۷۴۳ سطر۱۳، مجمع الزوائد ص۲۳۴ جلد۷، راموز الاحادیث ص۲۰۲

روایت حضرت عائشہ

ارجح المطالب ص۷۴۴ سطر۱، الامامت و السیاست ص۶۸ سطر۱، منتخبات الاحوث ص۴۲، الروض الازھر ص۹۹

روایت حضرت ابو موسیٰ اشعری

ارجح المطالب ص۷۴۴ روایت ۷، شرح حدیدی جلد۳ ص۲۲۱

روایت حضرت علیؑ

ارجح المطالب ص ۷۴۴ روایت ۶، کفایتہ الطالب ص ۱۳۵

روایت ابو یسیر انصاری

یہ روایت پہلے زیر عنوان خیر الامت تحریر کردی گئی ہے۔

روایت مسروق

ارجح المطالب ص ۷۴۴ سطر ۹ روایت ۱۰

روایت زید بن صوحان

ارجح المطالب ص ۷۴۵ روایت ۱۱، مجمع الزوائد ص ۲۳۵ جلد ۷ سطر ۹

روایت ابو رافع

ارجح المطالب ص ۷۴۵ سطر ۸، کوکب دری ص ۲۹۹ منقبت ۲۴، مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۲۳۵ سطر ۸

روایت عبداللہ بن مسعود

مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۲۴۳ سطر ۱۴

روایت عبداللہ بن ابی لیلیٰ

نیز اسی کتاب میں اسناد طویل کے ساتھ عبداللہ بن ابی لیلیٰ رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک روز ایک جن نے رسولِ خداؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ یا رسول اللہؐ اپنے کسی صحابی کو ہماری قوم میں بھیج دیجئے تاکہ ہم کو قرآن کی تعلیم دے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کو جانے کا حکم دیا اور شیخین؟ عثمان اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کو بھی آپ کے ہمراہ کیا۔ اور فرمایا کہ بات نہ کرنا کہ نقصان ہو گا۔ جب امام انس و جان رسول ذوالمنن کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ تو ایک ایسے مقام پر پہنچے جو کانٹوں اور کوڑے کرکٹ سے اس قدر بھرپور تھا کہ چڑیا کو بھی گزرنا ممکن نہ تھا۔ پس امیر المومنین کی اجازت سے اول تو ابوبکر نے آگے جا کر سلام کیا۔ بعد ازاں ابوذر غفاری اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ مگر کسی نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب امیر نے آگے کر بڑھ سلام کیا تو ہر طرف سے **علیکم السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ** کی صدائیں بلند ہوئیں اور کانٹے اور کوڑا کرکٹ بھی ایک دم صاف ہو کر ایک تخت نمودار ہوا۔ امیر المومنین نے اس تخت پر جلوس فرمایا۔ اور ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اصحاب آنجناب کی کثرت محبت کی وجہ سے محزون و غمگین ہوئے اور کہنے لگے۔ افسوس کہ جن علیؑ کو لے گئے۔ اسی اثناء میں امیر المومنین ان کو قرآن کی تعلیم دے کر باہر آئے۔ اور اصحاب کو ہمراہ لے کر جناب رسالت مآب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا۔ تم نے وہاں جا کر بات کی۔ حالانکہ میں نے منع کر دیا تھا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ جب علی ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ تو ہم ان کی جدائی میں مکدر و محزون ہو کر ڈر گئے تھے۔ فرمایا حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ جہاں کہ وہ ہو۔ اور وہ خدا و رسولؐ کے سوا اور کسی شخص سے خوف و ہراس نہیں رکھتا۔ (کوکب دری ص۲۹۹ منقبت ۲۲)

ہم حق پر ہیں

حضرت عبداللہ بن سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمار بن یاسر کو صفین کے

میدان میں بڑھاپے میں دیکھا۔ انہوں نے علم جنگ اپنے ہاتھ میں اٹھایا ہوا تھا۔ اور اس کے ہاتھ لرز رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے اس علم کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں تین جنگیں کیں۔ اور یہ چوتھی جنگ ہے اور خدا کی قسم ہم لوگ حق پر ہیں اور ہمارے مخالف گمراہی پر۔ (مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۲۸۲ سطر آخر، مناقب خوارزمی ص ۵۷ سطر ۱۷)

اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ حَیْثُ دَارَ عَلِیٌّ

(۸) عن ابن حبان التیمی عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رحم اللہ علیا اللھم ادر الحق معہ حیث دار (اخرجہ بن مردویہ) ابن حبان التیمی اپنے والد رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ بہ تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اللہ رحم کرے علی پر اے میرے پروردگار حق کو پھیر دے جہاں پر علی پھرے۔

ارجح المطالب ص ۴۳۷ روایت ۸، نزل الابرار ص ۲۴، تقویۃ الایمان ص ۱۴۹ سطر ۷، سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۰۸ سطر ۱۷، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۶۲، العزۃ المنیعہ ص ۵۱، فرائد السمطین ص ۵۰، جامع الاصول جلد ۹ ص ۴۲۰، الفردوس ص ۹۰، الانصاف ص ۵۸، مشکوٰۃ ص ۵۶۷ سطر ۲۵، ینابیع المودۃ ص ۹۷ سطر ۱۸، ترمذی ص ۵۴۳ سطر ۱۴، المحاسن و المساوی ص ۴۱، تلخیص و المستدرک سطر آخر، المستدرک جلد ۳ ص ۱۲۴ سطر ۱۸، مناقب خوارزمی ص ۵۶ سطر آخر، شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۵۹۲، تاریخ ذہبی جلد ۲ ص ۱۹۸، الرائق ص ۳۸۵، الفتح الکبیر جلد ۲ ص ۱۳۱، الشرف المؤبد ص ۱۲ سطر ۸، کنز العمال جلد ۶ ص ۷۲۴، حدیث ۳۳۷۲، الجامع الصغیر جلد ۲ ص ۲۴ سطر ۱، تحفۃ الاحوذی جلد ۴ ص ۳۲۷ سطر ۷، المرقات جلد ۱۱ ص ۳۶۹ سطر آخر

مرسل

شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۵۹۲، الانصاف ص ۵۸، الفرق المنیفہ ص ۵۱

اَلنَّظَرُ اِلٰی وَجْہِ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ

(تنبیہہ) اخرج الطبرانی و الحاکم و ابن المغازلی عن ابن مسعود و عمران بن حصین و ابن عساکر عن ابی بکر الصدیق و عثمان بن عفان و معاذ بن جبل و جابر بن عبداللہ و انس و ثوبان و ام المومنین عائشہ و الحاکم (عن ابی یعلی) و الدیلمی عن ابی ہریرۃ و الخجندی و ابن السمان عن ام المومنین عائشہ ان النبی قال النظر الی وجہ علی عبادۃ۔ نزل الابرار میں علامہ بدخشی لکھتے ہیں کہ طبرانی اور حاکم اور ابن المغازلی (ابن مسعود اور عمران بن حصین سے) اور ابن عساکر (ابوبکر صدیقؓ اور عثمان بن عفانؓ اور معاذؓ بن جبل اور جابرؓ بن عبداللہ اور انسؓ اور ثوبانؓ اور ام المومنین عائشہؓ سے) اور حاکم (ابن یعلی سے) اور دیلمی (ابو ہریرہ سے) اور خجندی اور ابن السمان (ام المومنین عائشہ صدیقہ سے) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔

ارجح المطالب ص ۶۳۲ سطر ۱۲' سیرت علویہ ص ۲۵۹ سطر ۴' احسن الانتخاب ص ۲۹ سطر ۱۳' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۹ سطر ۸' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۸ حدیث ۲۶۵۸' الشرف المؤبد ص ۱۱۴ سطر ۲' الروضۃ الندیہ ص ۱۵۴' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۶' نزل الابرار ص ۳۹' لسان المیزان جلد ۳ ص ۲۳۸ سطر ۱۵' مودۃ القربیٰ ص ۱۰۵ سطر ۱۹' میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۷۴ سطر آخر' جلد ۳ ص ۱۷۶ سطر ۲۲' النہایہ جلد ۴ ص ۱۶۴' جلد ۲ ص ۲۱۹' اخبار القضاۃ جلد ۲ ص ۱۲۳' ینابیع المودۃ ص ۴۷ سطر ۹' مغازلی ص ۲۰۸ سطر ۲' تلخیص المستدرک جلد ۳ ص ۱۴۱ سطر ۸' المستدرک جلد ۳ ص ۱۴۱ سطر ۱۶' مناقب خوارزمی ص ۲۵۱' لسان العرب جلد ۵ ص ۲۱۵ سطر ۱۲ کالم ۲' کنوز الحقائق جلد ۲ ص ۱۳۳ سطر ۱۶' تاریخ الخلفاء ص ۱۲۱ سطر ۷' عمدۃ القاری جلد ۱۶ ص ۲۱۵ سطر ۱۸

ارجح المطالب ص ۶۳۴ روایت ۵' ذخائر العقبیٰ ص ۹۵ سطر ۱۰' مناقب خوارزمی ص ۲۶۰ سطر ۱۴' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۹' ینابیع المودۃ ص ۴۷ سطر ۶' اخبار القضاۃ جلد ۲ ص ۱۳۳' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰ سطر ۳۱' اللئالی المصنوعہ ص ۱۷۷ سطر ۱۸' تفریح الاحباب ص ۲۱۳ سطر ۱۶' تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۵۱ سطر ۱۵

روایت ثوبان

ارجح المطالب ص ۶۳۲ سطر ۱۲' نزل الابرار ص ۳۹' البدایہ جلد ۷ ص ۳۵۷' تاریخ الخلفاء' التعقبیات ص ۵۷' فرائد السمطین۔

روایت عبداللہ بن مسعود

(۳) عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النظر الی وجہ علی عبادۃ (اخرجہ الطبرانی و ابو الحسن و حاکم قال اسنادہ حسن) عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(۴) عن معاذۃ الغفاریۃ قالت کان لی انس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرج معہ فی الاسفار و اقوم علی المرضی و اداوی الجرحی فدخلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت عائشۃ و علی خارج من عندہ فسمعتہ یقول یا عائشۃ ان ھذا احب الرجال الی و اکرمھم علی فاعرفی لہ حقہ و اکرمی مثواہ فلما ان جری بینھا و بین علی ما جرا رجعت عائشۃ الی المدینۃ فدخلت علیھا فقلت لھا یا ام المومنین کیف قلبک الیوم بعد ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لک ما قال قالت یا معاذۃ کیف یکون قلبی لرجل کان اذا دخل علینا و ابی عندی لا یمل من النظر الیہ فقلت یا ابت انک لتدیم النظر الی علی فقال یا بنتی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول النظر الی وجہ علی عبادۃ (اخرجہ الخجندی) معاذہ غفاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت انس تھی میں اکثر سفر میں حضرتؐ کے ساتھ رہا کرتی تھی اور مریضوں کی تیمارداری اور زخموں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئی آپ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں رونق افروز تھے علی حضرتؐ کے پاس اس وقت موجود نہیں تھے۔ میں نے سنا کہ حضرت بی بی عائشہؓ سے فرما رہے ہیں کہ یا عائشہ یہ شخص سب لوگوں سے مجھے پیارا ہے اور زیادہ تر مکرم ہے۔ اس کے حق کو پہچانو۔ اور اس کی عزت کیجیو۔ جب ماجرائے جمل میں جو کچھ جناب امیر اور ام المومنین کے درمیان گزرنا تھا گزر چکا اور وہ مدینہ میں واپس آ گئیں میں ان کی خدمت میں گئی اور میں نے ان سے کہا یا ام المومنین آج آپ کے دل کی کیا حالت ہے۔ بعد اس کے کہ آپ سن چکی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے جناب امیر کی نسبت کیا کچھ فرمایا تھا۔ ام المومنین فرمانے لگیں اے معاذہ میرے دل کی حالت ایسے شخص کے لیے کیا ہوتی جب کبھی وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور میرے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس ہوتے اور میرے والد ان کے چہرے سے نگاہ نہ پھیرتے میں نے ان سے کہا آپ ہمیشہ علی علیہ السلام کے چہرہ کو دیکھتے رہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمانے لگے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔

---

(۵) عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عد عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فانہ مریض فاتیت فاتاہ علی و عندہ معاذ و ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہما فاقبل عمران یحد النظر الی علی فقال لہ معاذ لم تحد النظر الیہا عمران قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول النظر الی وجہ علی عبادۃ قال معاذ انا سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قال ابو ہریرۃ انا سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اخرجہ محب الطبری فی الریاض) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ عمران بن حصین بیمار ہیں جاؤ ان کی بیمار پرسی کرو۔ میں ان کے پاس گیا پس ان کے پاس جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے۔ عمران کے پاس معاذ بن جبل اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران لوٹ کر جناب امیر کی طرف تیز نگاہ سے دیکھنے لگے معاذ نے ان سے کہا تم کیوں ان کی طرف تیز نگاہ سے دیکھتے ہو۔ عمران کہنے لگے میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔ معاذ نے کہا میں نے بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے ابو ہریرہ کہنے لگے میں نے بھی حضرتؐ سے سنا ہے۔

(۶) عن ابی بکر الصدیق انہ قیل لہ و قد ادام النظر الی وجہ علی مالک تقدم النظر الیہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول النظر الی وجہ علی عبادۃ (اخرجہ الحاکم) جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ جناب علی علیہ السلام کی طرف اکثر دیکھتے رہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے وہ کہنے لگے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(۷) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم النظر الی وجہ علی عبادۃ (اخرجہ الدیلمی) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے۔

ارجح المطالب ص ۶۳۳ روایت ۳' کفایت الطالب ص ۳۴' مناقب مغازلی ص ۲۰۹ سطر ۸' نزل الابرار ص ۳۹' الشرف المؤبد ص ۱۱۳' اسعاف الراغبین' الصواعق المحرقہ ص ۱۲۳ سطر ۱۸' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۹ سطر ۵' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۹' حلیتہ الاولیاء جلد ۵ ص ۵۸' ینابیع المودۃ ص ۴۷ سطر ۱۱' المستدرک جلد ۳ ص ۱۴۱ سطر ۲۰' مناقب خوارزمی ص ۲۶۰ سطر ۹' ذخائر العقبیٰ ص ۹۵' لسان المیزان جلد ۶ ص ۱۷۸ سطر ۵' تاریخ الخلفاء' نور الابصار ص ۷۳' کوکب دری ص ۱۶۱' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲' میزان الاعتدال جلد ۴ ص ۴۰۱

روایت حضرت معاذ بن جبل

ارجح المطالب ص ۶۳۲ سطر ۱۲' میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۵۰۷' نزل الابرار ص ۳۹' لسان المیزان جلد ۵ ص ۸۱ سطر ۴' تاریخ الخلفاء' مغازلی ص ۲۰۷ سطر ۳' تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۵۱' التعقیبات ص ۵۷

روایت حضرت جابر

ارجح المطالب ص ۶۳۴' نزل الابرار ص ۳۹' الریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۲۱۹' تاریخ الخلفاء' ذخائر العقبیٰ ص ۹۵' التعقیبات ص ۵۷' البدایہ جلد ۷ ص ۳۵۷' مغازلی ص ۲۰۹ سطر ۳' لسان المیزان جلد ۵ ص ۸۱

روایت حضرت عائشہ

کنز العمال جلد۶ ص۱۵۸، نزل الابرار ص۳۹، عمدۃ القاری جلد۱۶ ص۲۱۵، مغازلی ص۲۰۷ سطر۷، حلیۃ الاولیاء جلد۲ ص۱۸۲، لسان المیزان جلد۱ ص۲۴۳ سطر۲، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۰

روایت حضرت عائشہ

(۱) عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت رایت ابابکر یکثر النظر الی وجہ علی فقلت یا ابت انی رایتک تکثر النظر الی وجہ علی فقال یا بنت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول النظر الی وجہ علی عبادۃ (اخرجہ ابن السمان) جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جناب علی علیہ السلام کے چہرہ مبارک کی طرف کثرت سے دیکھا کرتے ہیں۔ فرمایا اے بیٹی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(۲) عن عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا قالت کان اذا دخل علینا و ابی عندنا لا یمل النظر الیہ فقلت یا ابت انی رائیت قد تکثر النظر انت الی علی فقال یا بنت سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول النظر الی علی عبادۃ (اخرجہ الخجندی) جناب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب جناب علی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لاتے اور ہمارے پاس ہمارے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی موجود ہوتے۔ تو وہ جناب علی کے چہرہ سے اپنی نگاہ نہ ہٹاتے۔ میں نے ان سے کہا اے ابا جان کیا وجہ ہے کہ میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ جناب علی کو کثرت سے دیکھا کرتے ہیں فرمایا اے میری بیٹی میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کی طرف نگاہ کرنا عبادت ہے۔

- ارجح المطالب ص۶۳۲ سطر آخر، روض الازہر ص۹۷، الریاض النضرہ جلد۲ ص۲۱۹، مناقب خوارزمی ص۲۶۱ سطر۸، کوکب دری ص۱۷۸ سطر آخر، مغازلی ص۲۱۰ سطر۹، ذخائر العقبیٰ ص۹۵، الصواعق المحرقہ ص۱۷۷ سطر۲۱، نزل الابرار ص۳۹

روایت حضرت معاذۃ الغفاریہ

(۳) عن معاذۃ الغفاریہ قالت کان لی انس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخرج معہ فی الاسفار و اقوم علی المرضی و اداوی الجرحی فدخلت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت عائشہ و علی خارج من عندہ فسمعتہ یقول یا عائشہ ان هذا احب الرجال الی و اکرمهم علی فاعرفی لہ حقہ و اکرمی مثواہ فلما ان جری بینہا و بین علی ماجرا رجعت عائشہ الی المدینۃ فدخلت علیہا فقلت لہا یا ام المومنین کیف قلبک الیوم بعد ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لک ما قال قالت یا معاذۃ کیف یکون قلبی لرجل کان اذا دخل علینا و ابی عندی لا یمل من النظر الیہ فقلت یا ابت انک لتدیم النظر الی علی فقال یا بنتی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول النظر الی وجہ علی عبادتہ (اخرجہ الخجندی) معاذہ غفاریہ رضی اللہ عنہا کرتی ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

نہایت انس تھی میں اکثر سفر میں حضرتؑ کے ساتھ رہا کرتی تھی اور مریضوں کی تیمار داری اور زخموں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں گئی آپ جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں رونق افروز تھے علی حضرتؑ کے پاس اس وقت موجود نہیں تھے۔ میں نے سنا کہ حضرت بی بی عائشہؓ سے فرما رہے ہیں کہ یا عائشہ یہ شخص سب لوگوں سے مجھے پیارا ہے اور زیادہ تر مکرم ہے۔ اس کے حق کو پہچانو۔ اور اس کی عزت کرو۔ جب ماجرائے جمل میں جو کچھ جناب امیر اور ام المومنین کے درمیان گذرنا تھا گذر چکا اور وہ مدینہ میں واپس آگئیں میں ان کی خدمت میں گئی اور میں نے ان سے کہا یا ام المومنین آج آپ کے دل کی کیا حالت ہے۔ بعد اس کے کہ آپ سن چکی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے جناب امیر کی نسبت کیا کچھ فرمایا تھا۔ ام المومنین فرمانے لگیں اے معاذہ میرے دل کی حالت ایسے شخص کے لیے کیا ہوتی جب کبھی وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور میرے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس ہوتے اور میرے والد ان کے چہرے سے نگاہ نہ پھیرتے میں نے ان سے کہا آپ ہمیشہ علی علیہ السلام کے چہرہ کو دیکھتے رہتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ فرمانے لگے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ علی کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت ہے۔

ارجح المطالب ص۴۳۳ روایت۴' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۶۱' اسد الغابہ جلد۵ ص۵۴۷' الاصابہ جلد۲ ص۳۸۹' ذخائر العقبیٰ ص۹۲' ینابیع المودۃ ص۶۸ سطر۱۲

روایت حضرت ابوبکر

فصل الخطاب میں ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علیؑ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔

کوکب دری ص۱۶۱ سطر۹' المتعقبات ص۵۷' نزل الابرار ص۳۹' تاریخ الخلفاء' البدایہ جلد۷ ص۳۵۷' ارجح المطالب ص۴۳۲

روایت عثمان

ارجح المطالب ص۴۳۲' تاریخ الخلفاء ص۶۶' البدایہ جا ۷ ص۳۵۷' المتعقبات ص۵۷' نزل الابرار ص۳۹

مرسل

مقاصد الطالب ص۱۱، مجمع بحار الانوار جلد ۳ ص۳۶۹، محاضرۃ الادباء جلد ۴ ص۴۷۷،
کنوز الحقائق ص۹۹، تنزیہ الشریعہ جلد اص ۳۸۳

روایت حضرت ابو ہریرہ

ارجح المطالب ص۱۳۴ سطر آخر، مناقب ابن مغازلی جلد ۳ ص۲۰۷، ینابیع المودۃ
ص ۴۷ سطر ۹، نزل الابرار ص۳۹

روایت عمرو بن عاص

ذخائر العقبیٰ ص۹۵

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

الریاض النضرہ ص۲۲۰ جلد ۳

روایت حضرت عمر

البدایہ و النہایہ جلد ۷ ص۳۵۷، تاریخ الخلفاء ص۶۶، التعقبات ص۵۷، نزل الابرار
ص۳۹، ارجح المطالب ص۱۳۲

روایت حضرت انس

البدایہ و النہایہ جلد ۷ ص۳۵۷، ارجح المطالب ص۱۳۴، نزل الابرار ص۳۹، میزان

الاعتدال جلد ۳ ص ۱۷۶ سطر ۲۲

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ بس اچانک حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور مدینے کی گلیوں میں حضرت علیؑ کو تلاش کرنے لگے۔ جب حضرت علی سے ملاقات ہوئی تو آپ اس کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگے۔ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر سے کہا خیر تو ہے آج تو نظر بھی نہیں ہٹاتے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور جو کوئی بھی پل صراط سے گزرے گا اس کے پاس علی کا ٹکٹ ہونا ضروری ہے۔ (نہایت العقول ص ۱۱۹)

روایت حضرت علیؑ

یہ روایت زیر عنوان حضرت علی کے فضائل بے شمار میں پہلے تحریر کردی گئی ہے۔

روایت حضرت ابوبکر

یہ روایت زیر عنوان افضلهم حالتنا پہلے تحریر کردی گئی ہے۔

کیا بات ہے اس جوان کی

احسن الانتخاب ص ۲۹ سطر ۱۵ پر تحریر ہے۔

منقول ہے کہ جناب امیر جب گھر سے نکلتے تو جن لوگوں کی نظران کے روئے مبارک پر پڑتی وہ کہتے **لا الہ الا اللہ ما اشرف ھذا الفتی۔ لا الہ الا اللہ ما اکرم ھذا الفتی۔ لا الہ الا اللہ ما اشجع ھذا الفتی۔** یعنی نہیں ہے کوئی سوائے اللہ کے معبود یہ جوان کیسا بزرگ ہے کیسا سخی ہے کیسا بہادر ہے گویا جناب امیر کی صورت کو دیکھنا کلمہ پڑھنے کا باعث ہوتا۔

اعمال قبول کرنے کا سبب

کوکب دری ص ۱۹۰' مودت القربیٰ ص ۶۲

حضرت ابوذر غفاری نے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی چاہے کہ خدا کے غضب کی آگ بجھائے اور خداوند عالم اس کے اعمال اور افعال کو قبول کرے اسے چاہیے کہ علی کی طرف دیکھے۔ کیونکہ اس کی طرف دیکھنا ایمان ہے۔

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ اَلنَّظَرُ اِلیٰ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ

نہایتہ العقول ص ۹۱

قال رسول اللہ النظر الی وجہک یا علی عبادہ

شرح حدیدی جلد ۲ ص ۴۵۰

جماعت صحابہ

اس روایت کو صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے روایت کیا ہے۔ البدایہ و النہایہ جلد ۷ ص ۳۵۷ پر تحریر ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت عمران بن حصینؓ حضرت انسؓ حضرت ثوبانؓ حضرت عائشہؓ حضرت ابوذر اور حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

تاریخ الخلفاء ص ۱۷۱ سطر ۷ پر تحریر ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عمران بن حصینؓ حضرت ابوبکرؓ حضرت عثمانؓ حضرت معاذ بن جبلؓ حضرت انسؓ حضرت ثوبانؓ حضرت جابر اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: کہ تحقیق

حضرت علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

التعقیبات ص۷۵' ارجح المطالب ص۳۲' نزل الابرار ص۳۹' ینابیع المودة ص۳۷ سطر۹ اور نہایتہ العقول کے ص۱۱۶ پر بھی ایسی روایات تحریر ہیں۔

ینابیع المودة عربی ص۲۷' اردو ۱۴۳

ابن مغازلی اپنی مسند میں عمران بن حصینؓ واثلہ بن اسقع اور ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت کا بیان ہے کہ ہم نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ علی کے چہرے کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

ینابیع المودة عربی ص۴۷ اردو ۱۴۳

موفق بن احمد نے اپنی سند میں مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ ابن مسعود سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

حموئی نے اپنی سند میں ثوبان' ابو سعید خدری اور عمران بن حصین سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

اَلنَّظَرُ اِلَیهِ رَأفَۃٌ

یہ روایت زیر عنوان حب ایمان پہلے تحریر کر دی گئی ہے۔

روایت دوم

یہ روایت زیر عنوان مودتہ عبادۃ پہلے تحریر کر دی گئی ہے۔

ذِکرُ علیٍّ عِبَادَۃٌ

کوکب دری ص ۲۱۱' مودت القربیٰ ص ۱۰۵ سطر آخر' الروضۃ الندیہ ص ۱۵۴' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲' حدیث ۲۵۱۳' تفریح الاحباب ص ۳۲۳' الفتح الکبیر ص ۱۱۰' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰ سطر ۳۹' البدایہ جلد ۷ ص ۳۵۷' کنوز الحقائق جلد ۱ ص ۳۳ سطر ۲۵' تفسیر مظہری جلد ۶ ص ۱۲۲ سطر ۱۲' مناقب ابن مغازلی ص ۲۰۶ سطر ۶' الجامع الصغیر جلد ۱ ص ۱۸ سطر ۲۸

حضرت عائشہ سے اور فصل الخطاب میں حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مرتضیٰ علی کا ذکر عبادت ہے۔

روایت حضرت ابو سعید خدری

(۱) عن ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر اخوتی علی و خیر اعمامی حمزۃ و ذکر علی عبادۃ (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار فی کنز العمال) جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے تمام بھائیوں میں سے بہتر علی ہیں اور تمام چچوں میں سے بہتر حمزہ ہیں۔ اور علی کا ذکر عبادت ہے۔

(۲) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر علی عبادۃ (اخرجہ الدیلمی) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی کا ذکر عبادت ہے۔

ارجح المطالب ص ۲۲ سطر ۱۱

روایت حضرت عائشہ

یہ روایت پہلے زیر عنوان خیر اخوتی تحریر کر دی گئی ہے۔

روایت حضرت ابن عباس

یہ روایت پہلے زیر عنوان خیر اخوانی تحریر کر دی گئی ہے۔

مجلس کے بعد فرشتوں کا آنا

مودت القربیٰ ص ۳۴ پر تحریر ہے۔

عائشہ دختر عبداللہ بن عاصی تمیمی جو مدینہ میں رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجاور تھی' بیان کرتی ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ ام سلمہ زوجۂ رسولؐ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ لوگ فضائل محمدؐ و آل محمدؐ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ تو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ اور اس ذکر میں ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ جب وہ لوگ فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں تو فرشتے آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ تب اور فرشتے ان فرشتوں سے کہتے ہیں۔ ہم تم سے ایسی خوشبو سونگھتے ہیں کہ اس سے پاکیزہ تر خوشبو ہم نے کبھی نہیں سونگھی۔ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم ایسے لوگوں کے پاس موجود تھے۔ جو فضائل محمدؐ و آل محمدؐ کا ذکر کرتے تھے۔ پس ان کی بوئے خوش سے ہم معطر ہو گئے۔ یہ بات سن کر وہ فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ ہم کو بھی وہاں لے چلو۔ وہ جواب دیتے ہیں۔ کہ وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ تب وہ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ ہم کو اس مکان ہی میں لے چلو۔ جہاں وہ موجود تھے۔ اور ذکر فضائل محمدؐ و آل محمدؐ کرتے تھے۔

زَيِّنُوا مَجَالِسَكُم بِذِكرِ عَلِيٍّ

مناقب ابن مغازلی ص ۲۱۱ سطر آخر

عَلِيٌّ مِنِّي وَ اَنَا مِنهُ

حدیث یا علی انت منی و انا منک

(۱) عن ابی رافع قال لما قتل علی صاحب لواء المشرکین یوم احد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال علی بنفسہ وحمل علی صاحب اللواء فقتلہ فنزل جبرائیل فقال یا محمد ان ھذہ لھی المواساۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منی و انا منہ فقال جبرائیل انا منکما (اخرجہ احمد و الطبرانی فی الکبیر) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

جب احد کے روز مشرکوں کے علمدار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کیا جناب امیرؑ نے حضرت پر اپنی جان فدا کرکے اس علمدار پر حملہ کیا اور اس کو مار ڈالا۔ جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا یا رسول اللہ اس کے لیے صلہ ہونا چاہیے آپ نے فرمایا علی میرا ہے اور میں علی کا ہوں جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا میں تم دونوں کا ہوں۔

(تنبیہ) قال الزهری رحمتہ اللہ علیہ قال جبرئیل ان هذا لهی المواساة لان الناس فروا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم احد (تذکرہ خواص الامۃ) یعنی زہری رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اس کے لیے صلہ چاہیئے یہ اس لیے تھا کہ احد کے دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے لوگ بھاگ گئے تھے۔

ارجح المطالب ص ۵۶۳' [illegible] ۱۱۱ [illegible] ص ۱۹۰ سطر ۱۵' آئمۃ الھدیٰ ص ۴۱' مقاصد المطالب ص [illegible]' [illegible] ص ۲۰۵' اسعاف الراغبین ص ۱۲۳ سطر ۲' الشذرات الذھبیہ ص ۵۵' کنوز الحقائق ص ۷۰ سطر ۱۹' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰ سطر ۱۱' الجامع الصغیر ص ۶۵ سطر ۸' القاصد الحسنہ ص ۹۸' تاریخ قائماز جلد ۲ ص ۱۹۵' جامع الاصول جلد ۹ ص ۴۷۱' حدیث ۶۴۸۰' مصابیح السنہ ص ۲۰۲' خصائص نسائی ص ۱۰۲ سطر ۷' ص ۸۷ سطر آخر' الصواعق المحرقہ ص ۱۲۲ سطر ۱۳' سنن ابن ماجہ ص ۱۲ سطر ۱۲' ینابیع المودۃ ص ۴۵ سطر ۶' ۱۲' مسند حنبل جلد ۱ ص ۱۲۴ سطر ۱' جلد ۵ ص ۱۶۵ سطر ۱۲' منتخب ذیل المذیل ص ۶۷' مناقب خوارزمی ص ۷۹ سطر ۱۴' تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۳۸' البدایہ جلد ۵ ص ۲۱۳' فصل الخطاب' تاریخ الخلفاء ص ۱۱۹ سطر ۲۵' نفحات اللاھوت ص ۱۹' اخبار الدول ص ۱۰۲' الکواکب الدریہ جلد ۱ ص ۳۹' ذخائر المواریث جلد ۱ ص ۱۹۶' [illegible]' [illegible] جلد ۲ ص ۲۲۳' انتقاء الافہام ص ۲۱۸' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳' حدیث ۲۵۰۱' ۲۴۹۸۔

بخاری شریف جلد ۲ ص ۱۹۳ سطر ۱۹' ترمذی شریف ص ۵۳۳ سطر ۹' مشکوٰۃ شریف ص [illegible] سطر [illegible]' [illegible]' عمدۃ القاری جلد ۱۶ ص ۲۶ سطر ۹' ارشاد الساری جلد ۶ ص ۹۳ سطر [illegible]' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۸ سطر ۳' جلد ۹ ص ۱۱۹ سطر ۱۸' حلیتہ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۸ سطر ۱۳' الاصابہ جلد ۴ ص ۵۰۳ سطر ۱۰' الاستیعاب جلد ۱ ص ۴۷۱ سطر ۹' المستدرک جلد ۳ ص ۱۱۰ سطر ۱۴' ص ۱۳۴ سطر ۱' تلخیص ص ۱۱۰ سطر آخر' اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۷ سطر ۱۳' تحفۃ الاحوذی جلد ۴ ص ۳۲۵ سطر ۱۵' ص ۳۲۱ سطر ۲' المرقات جلد ۱۱ ص ۳۴۰ سطر ۱۹' ص ۳۴۱ سطر ۱۴' ذخائر العقبیٰ ص ۶۸ سطر ۱۰' مطالب السئول ص ۵۹ سطر ۳' الشرف المئوبد ص ۵۸ سطر ۱' فیض القدیر جلد ۴ ص ۳۵۷ سطر ۱۷' مقتل خوارزمی ص ۳۶ سطر ۷' تفریح الاحباب ص ۳۲۹ سطر آخر' سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۰۹ سطر ۲۲' شرح حدیدی جلد ۲ ص ۲۲۱ سطر ۲' تاریخ بغدادی جلد ۴

ص۱۴۰ سطر۱۲، حیات الصحابہ جلد۳ ص۱۳۳ سطر آخر، نور الابصار ص۷۰ سطر۷، تاریخ کامل جلد۲ ص۱۰۷ سطر۱۱، ازالتہ الخفاء جلد۲ ص۳۶ سطر۱۷، الفصول المہمہ ص۲۴ سطر۴، تذکرۃ الخواص ص۳۸ سطر۸، مظاہر حق جلد۴ ص۴۹۴ سطر۹، الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۷۱ سطر۹، ذخائر العقبیٰ ص۶۸ سطر۱۰، مفتاح کنوز السنہ ص۳۵۲ کالم۲ سطر۵، اسد الغابہ جلد۴ ص۲۷ سطر۱۲، مناقب ابن مغازلی ص۲۲۲ سطر۳، ص۲۲۷ سطر۴، مودت القربیٰ ص۱۱۳، ینابیع المودت ص۴۴

روایت حضرت ابوذر

مطالب السئول ص۱۸

روایت حضرت بریدہ

(۱) عن عبداللہ بن بریدۃ عن ابیہ قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن بعثین علی احد ھما علی بن ابی طالب و علی الاخر خالد بن ولید فقال اذا لقیتم فعلی علی الناس و ان افترقتم فکل واحد منکم علی جندہ قال فلقینا بنی زبیدہ من اھل الیمن فاقتتلنا فظھر المسلمونَ علی المشرکین فقتلنا المقاتلہ و سبینا الذریۃ فاصطفے علی امراۃ من السبی لنفسہ فکتب خالد بن الولید الی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم و امرنی ان انال منہ قال فدفعت الکتاب الیہ و قلت الیہ من علی فتغیر وجھہ فقلت ھذا مکان العائذ بعثتنی مع رجل و امرتنی ان اطیعہ ففعلت ما ارسلت بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقع فی علی فانہ منی و انا منہ و ھو ولیکم من بعدی (اخرجہ احمد و النسائی و فی اسنادھما اجلح الکندی و ھو شیعی لکن و ثقہ ابن معین کما ذکر ابن حجر العسقلانی فی تقریب التھذیب) عبداللہ بن بریدہ اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف دو فوجیں روانہ فرمائیں۔ ایک فوج پر جناب علی علیہ السلام کو امیر فرمایا اور دوسرے پر خالد بن ولید کو۔ اور ارشاد کیا کہ اگر کہیں دونوں فوجیں جمع ہو جائیں تو دونوں میں علی ہی کو امیر سمجھا جائے اور اگر جدا جدا رہیں تو تم دونوں اپنے اپنے لشکر کے امیر سمجھے جاؤ۔ ہم اہل یمن کے قبیلہ بنی زبیدہ پر جا ملے مسلمانوں نے باہم مدد کر کے مشرکوں سے مقابلہ کیا اور بنی زبیدہ کے جورو بچے گرفتار کر لیے علی علیہ السلام نے ان میں سے ایک کنیز کو منتخب کر لیا۔ خالد بن ولید نے یہ قصہ حضرت کی خدمت میں لکھ بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ خط لے کر میں حضرت کے حضور میں جاؤں۔ میں نے خط حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور زبانی بھی جناب علی کی شکایت کی۔ حضرت کا چہرہ اقدس غصہ سے متغیر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا میں حضور کے غصہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ حضور نے مجھے ایک شخص کے ماتحت کر کے بھیجا۔ اور اس کی اطاعت کو مجھ پر لازم گردانا تھا جو کچھ اس نے کہا میں نے حضور میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا اے بریدہ علی کے پیچھے مت پڑو وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں وہ میرے بعد تمہارا ولی ہے۔

ارجح المطالب ص۶۷۷، میزان الاعتدال جلد۱ ص۱۹۰ سطر۱۵، ترمذی ص۵۳۳ حاشیہ ۳، تاریخ دمشق جلد۱ ص۳۶۸، ابن عساکر جلد۱ ص۳۶۸، کنز العمال جلد۶ ص۳۹۷، القول الفصل جلد۲ ص۱۵، مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۲۷، تاریخ قانماز جلد۲ ص۱۹۵، شرح ابن ابی الحدید جلد۲ ص۴۵۰، خصائص نسائی ص۲۳، مسند حنبل جلد۵ ص۳۵۶، مناقب ابن مغازلی ص۲۲۲ سطر۳، ذخائر العقبیٰ ص۶۸ سطر۱۰، البدایہ جلد۷ ص۳۴۲، عمدۃ القاری جلد۱۴ ص۲۱۳، کنوز الحقائق ص۷۰ سطر۱۹، مناقب عینی ص۳۸، مدارج النبوۃ جلد۲ ص۵۰۲ سطر۲۱، الصواعق المحرقہ ص۱۷۳ سطر۱، البرقتہ المحمودیتہ جلد۱ ص۲۱

روایت حضرت ام سلمہ

الجامع الصغیر جلد۲ ص۶۵ سطر۸، ینابیع المودت ص۲۵ سطر۲۱، اتحاف الانعام ص۲۰۸

روایت حضرت عمران بن حصین

ارجح المطالب ص۷۹، ۴، ترمذی ص۵۳۳ سطر۱۱، اتحاف الانعام ص۲۱۶، تاریخ دمشق جلد۱ ص۷۹، ۳، سعد الشموس ص۲۰۹، کنوز الحقائق ص۱۵ سطر۱، الصواعق المحرقہ ص۱۷۳ سطر۴، عمدۃ القاری جلد۱۶ ص۲۱۱ سطر۹، مشکوٰۃ ص۵۶۳ سطر۲، نظم درر السمطین ص۷۹، ذخائر العقبیٰ

(۸) عن عمران بن حصین قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیشا و استعمل علی بن ابی طالب فمضی فی السریۃ فاصاب جاریۃ فانکروا علیہ و تعاقد اربعۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا اذا لقینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبرناہ بما صنع و کان المسلمون اذا رجعوا من السفر بدءوا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام احد الاربعۃ فقال یا رسول اللہ الم تر ان علیا صنع کذا و کذا فاعرض عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم قام الثانی فقال مثل ذلک ثم قام الثالث فقال مثل مقالتہ ثم قام الرابع فقال مثل ما قالوا فاقبل علیہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الغضب یعرف فی وجہہ فقال ما تریدون من علی ما تریدون من علی ان علیا منی و انا منہ و ھو ولی کل مومن من بعدی (اخرجہ احمد و النسائی و الحاکم) عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر پر جناب علیؑ کو امیر بنا کر روانہ کیا جب جناب فوج کے ساتھ روانہ ہوئے ایک کنیز غنیمت میں ان کے ہاتھ لگی حضرت امیر نے اس میں اپنا تصرف کر لیا لوگوں کو یہ بات ناگوار ہوئی ان میں حضرتؑ کے چار صحابیوں نے باہم عہد کیا کہ جب ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچیں گے تو حضرتؑ سے اس

بات کی شکایت کریں گے۔ صحابہ کا طریق یہ تھا کہ جب سفر سے آتے تو حضرت کے سلام کے لئے پہلے حضرتؐ کے حضور میں حاضر ہوتے پھر اپنی اپنی فرودگاہ کی طرف رجوع کرتے حسب دستور وہ فوج کا دستہ بھی سلام کے لیے حاضر خدمت ہوا ان چاروں میں سے ایک نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ جناب علی نے ایسا ویسا کیا ہے۔ حضرت نے ان سے منہ پھیر لیا۔ پھر دوسرے نے اٹھ کر بھی یہی بیان کیا آپ نے اس سے بھی اعراض فرمایا پھر تیسرے نے بھی یہی بیان کیا چوتھے نے بھی ان تینوں کی سی کہی حضرت ان کی طرف لوٹ بیٹھے اور غضب کے آثار چہرہ اقدس سے نمایاں ہو رہے تھے۔ فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو بہ تحقیق علی میرا ہے اور میں علی کا ہوں اور وہ میرے بعد ہر ایک مومن کا ولی ہے۔

ص۶۸، تذکرۃ الخواص ص۳۲، جامع الاصول جلد۹ ص۴۷۰، مصابیح السنہ ص۲۰۲، المستدرک جلد۳ ص۱۱۰، ینابیع المودۃ ص۴۴ سطر۱۸، مسند احمد بن حنبل ص۱۱۱ حدیث ۸۲۹، خصائص نسائی ص۲۳، حلیۃ الاولیاء جلد۶ ص۲۹۴، مناقب خوارزمی ص۹۲، میزان الاعتدال جلد۱ ص۱۹۰ سطر۱۵، اسد الغابہ جلد۴ ص۲۷، شرح ابن ابی الحدید معتزلی جلد۱ ص۳۲۱، تاریخ ذہبی جلد۲ ص۱۹۶، البدایہ جلد۷ ص۳۴۴، الاصابہ جلد۲ ص۵۰۳، خصائص سیوطی ص، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۵۱، اسعاف الراغبین ص۱۲۳ سطر۲، کنز العمال جلد۶ ص۳۹۹، مطالب السئول ص۵۹ سطر۴، الشرف المؤبد ص۵۸ سطر۱

روایت دوم

ینابیع عربی ص۴۵ سطر۸، اردو ص۹۰ سطر۲۰، القول الفصل جلد۲ ص۵۱، اسعاف الراغبین ص۱۲۳ سطر۲، خصائص سیوطی ص۱۹، نظم درر السمطین ص۷۹، ذخائر العقبیٰ ص۶۹، مناقب خوارزمی ص۹۲، مغازلی ص۲۲۴ سطر۳، خصائص نسائی ص۲۶، مشکوٰۃ ص۵۶۴ سطر۴، المستدرک جلد۳ ص۱۱۰، مصابیح السنہ ص۲۰۲، شرح ابن ابی الحدید جلد۴ ص۳۲۱، تاریخ ذہبی جلد۲ ص۱۹۶، البدایہ جلد۷ ص۳۴۴، کنوز الحقائق ص۱۵ سطر۱، الفتح الکبیر جلد۳ ص۸۸، میزان الاعتدال جلد۱ ص۱۹۰ سطر۱۵

روایت حضرت علیؑ

(۵) عن علی قال صرنا من بمکہ انا بنت حمزۃ تنادی یاعم یاعم فتنا و لہا علی فقال لفاطمۃ دونک ابنۃ عمک فحملتہا فاختصم فیہا علی و جعفر و زید فقال علی انا اخذہا و ہی ابنۃ عمی قال جعفر ابنۃ عمی و خالتہا تحتی و قال زید ابنۃ اخی فقضی بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لخالتہا و قال الخالۃ بمنزلۃ الام و قال لعلی انت منی و

انا منک و قال لجعفر اشبهت خلقی و خلقک و قال لزید انت مولانا (اخرجه النسائی فی الخصائص) جناب علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب ہم مکہ سے چلے ناگاہ جناب سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اے چچا اے چچا پکارنے لگیں علیؑ نے ان کو لے کر جناب فاطمہ کے حوالے کیا کہ اپنے چچا کی بیٹی کو اپنے پاس بٹھاؤ۔ حضرت سیدہ نے اسے اپنے پاس اونٹ پر بٹھالیا۔ جناب علی اور جعفر اور زید رضی اللہ عنہم میں جھگڑا ہونے لگا جناب علی کہنے لگے میں نے اس کو پکڑا ہے وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ جعفر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرے چچا کی بیٹی ہے۔ اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے۔ زید کہنے لگے میرے بھائی کی بیٹی ہے حضرتؐ نے اس کا فیصلہ کیا اور اس کو اس کی خالہ کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اور جناب علی سے فرمایا تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں اور جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا تیری خلقت اور تیرا خلق میری مانند ہے اور زید رضی اللہ عنہ سے کہا تو ہمارا دوست ہے۔

ارجح المطالب ص۵۷۳' انتقاء الافہام ص۲۱۹' مقتل خوارزمی ص۳۶' نظم درر السمطین ص۷۹' مناقب خوارزمی ص۲۵ سطر آخر' ینابیع المودۃ ص۳۵ سطر۱۲

روایت حضرت عمر

السیف الیمانی ص۳۶

روایت حضرت زید

ارجح المطالب ص۵۶۴' مناقب خوارزمی ص۳۸' خصائص نسائی ص۳۶' رفع اللبس و الشبہات ص۴۰' مسند حنبل جلد۵ ص۲۰۴' الفتح الکبیر جلد۱ ص۲۵۱' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۱۲۹

عن محمد بن اسامۃ بن زید عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انت یا علی فختنی و ابو ولدی انت منی و انا منک (اخرجہ البغوی و احمد و الطبرانی و الحاکم) محمد بن اسامہ بن زید اپنے والد سے ناقل ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن یا علی تو پس میرا داماد اور میرے بچوں کا باپ ہے اور تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔

روایت حبیرہ بن مریم

ارجح المطالب ص۵۶۳' البدایہ جلد۴ ص۲۳۳' تاریخ بغداد جلد۴ ص۱۴۰' خصائص نسائی ص۱۹' مسند حنبل جلد۱ ص۹۸' المستدرک جلد۳ ص۱۲۰ سطر۱۱' نظم درر السمطین ص۹۸

روایت جناب حسن بن علیؑ

ینابیع عربی ص۴۵ سطر۱۷، اردو ص۹۱، انتھاء الافہام ص۲۱۹، تاریخ آل محمد ص۱۴۲

امام حسنؑ بن علیؑ نے اپنے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت علیؑ اور آپ کے بھائی جعفر اور اپنے غلام زید کے درمیان حضرت حمزہ کی لڑائی کے جھگڑے کے بارے میں فیصلہ کیا۔ تو حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ اور تم میرے بعد ہر مومن کے سردار ہو۔

روایت براء بن عاذب

مشکوٰۃ میں براء بن عاذب سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم مجھ سے ہو۔ اور میں تم سے ہوں۔

ینابیع المودۃ ص۹۱، انتھاء الافہام ص۲۱۹، حسن الاسوہ ص۳۷۵، سیرت حلبیہ جلد۳ ص۶۶، تیسیر الوصول جلد۲ ص۴۳، نزھتہ الناظر ص۳۹، البدایہ جلد۷ ص۲۲۴، منہاج السنہ جلد۳ ص۷، اقضیہ رسول اللہ ص۷۰، مصابیح السنہ ص۲۰۵، خصائص نسائی ص۳۰، ترمذی، ینابیع المودۃ ص۴۵ سطر۱۰، مشکوٰۃ ص۵۶۳ سطر۲، بخاری جلد۲ ص۱۹۳ سطر۲۹، سنن بیہقی جلد۸ ص۵، مطالب السئول ص۱۸، الاذکار ص۳۵۴، زاد المعاد جلد۴ ص۲۹۱، مبارک الازھار جلد۲ ص۲۹۹، المقاصد الحسنہ ص۹۸، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۰، البیان جلد۲ ص۳۵، منتخب الصحیحین ص۷۶، کنز العمال جلد۹ ص۱۵۴۔

ترمذی شریف ص۵۴۳ سطر۵، مشکوٰۃ ص۵۶۴ سطر۲، سنن ابن ماجہ ص۱۲ سطر۱۲، جامع الاصول جلد۹ ص۴۷۰، حدیث ۶۴۸۰، تحفتہ الاحوذی جلد۴ ص۳۲۱ سطر۲، تفریح الاحباب ص۳۴۹ سطر آخر، اسعاف الراغبین ص۱۲۳ سطر۲، صواعق محرقہ ص۱۲۲ سطر۲

استدلال

ان علیاً منی و انا منہ مشکوٰۃ ص ۵۶۴ حاشیہ ۲

روایت حضرت عمر

یہ روایت پہلے زیرِ عنوان انتہ حبالہ میں تحریر کر دی گئی ہے۔

قَالَ النَّبِیُّ لِعَلِیٍّ اَنتَ مِنِّی وَ اَنَامِنکَ

السیف الیمانی ص۴۶، بخاری

روایت حضرت ابن عباس

یہ روایت پہلے زیرِ عنوان "اے ام سلمیٰ یہ امیر المومنین ہے" تحریر کر دی گئی ہے۔

روایت حضرت ابن عباس

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ام سلمہ سے فرمایا۔ اے ام سلمہؓ علی مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ اس کا گوشت میرا گوشت اس کا خون میرا خون ہے۔ اس کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰ سے حاصل تھی۔ اے ام سلمہ سنو۔ اور گواہ رہو۔ یہ علی مسلمانوں کے سردار ہیں۔ (ینابیع المودت ص۲۵ سطر۲، انتصاء الافہام ص۲۰۸)

دعوت ذوالعشیرہ اور علیٌّ مِنِّی

ارجح المطالب ص ۵۶۳ سطر۴

(۲) عن حبشی بن جنادۃ کان شہد حجۃ الوداع قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ذلک الیوم علی منی و انا منہ و لا یقضی دینی سواہ (اخرجہ النسائی و الترمذی و ابن ماجۃ و البغوی و ابن عاصم و ابن قتیبۃ و الضیاء و ردی و الطبرانی) حبشی بن جنادہ سے کہ وہ حجۃ الوداع میں بھی حاضر تھے روایت ہے کہ میں نے اسی روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ علی میرا ہے اور میں علی کا ہوں اور سوا اس کے کوئی میرے قرض کو ادا نہیں کرے گا۔

(تنبیہ) اس حدیث کے شان ورود کی نسبت علامہ سبط ابن الجوزی تذکرہ خواص الامہ میں لکھتے ہیں و قیل انما قالہ یوم نزل علیہ و انذر عشیرتک الاقربین یعنی علی منی و انا منہ کی حدیث کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز ارشاد فرمایا تھا جس روز کہ آیت کریمہ و انذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تھی۔
لیکن کتب حدیث کی سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ نے اکثر مواقع میں اس حدیث کو جناب امیر کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ کبھی علی منی سے اور کبھی انت منی کے الفاظ سے۔

روایت حضرت سلمان فارسی

سلمان فارسی سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے کہ میں اور علی ایک نور تھے۔ اور وہ نور آدم کو پیدا کرنے سے چودہ ہزار سال پیشتر خدائے ذوالجلال کی درگاہ میں طاعت و تقدیس کرتا تھا۔ جب آدم کو پیدا کیا اس نور کو آدم کے صلب میں رکھا اور برابر ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو عبدالمطلب کے صلب میں قرار دیا۔ پھر اس نور کو دو حصوں میں منقسم کیا۔ میرے حصے کو عبداللہ کی پشت میں قائم کیا اور علی کے حصے کو ابو طالب کے صلب میں۔ پس علی مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں۔ (کوکب دری ص ۱۵۲ سطر ۳)

روایت حضرت علیؑ

(۱) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلقت انا و علی من نور واحد من قبل ان یخلق ابونا آدم بالفی عام فلما خلق آدم صرنا فی صلبہ ثم نقلنا من کرام الاصلاب الی مطہرات الارحام حتی صرنا فی صلب عبدالمطلب ثم انقسمنا نصفین فصرت فی صلب عبداللہ و صار علی فی صلب ابی طالب و اختار نی بالنبوۃ و اختار علیا بالشجاعۃ و العلم و الفصاحۃ و اشتق لنا اسمین من اسمائہ و اللہ محمود و انا محمد و اللہ الاعلی و ھذا علی (اخرجہ ابن السبوع الاندلسی فی کتابہ الشفا و الصالحانی و الکلابی و سید محمد جعفر مکی و ابراہیم و صلی)
جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ شافع روز جزا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ میں اور علی حضرت آدم سے دو ہزار برس پہلے ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ جب آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ نور ان کے صلب میں چلا گیا پھر وہ بزرگ

پشتوں سے پاک ارحام میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب کی صلب میں پہنچا پھر وہ نور دو ٹکڑے ہو گیا میرا نور عبداللہ کی صلب میں اور علی کا نور ابوطالب کی صلب میں چلا گیا۔ پس خدائے تعالیٰ نے مجھ کو نبوت کے ساتھ اور علی کو شجاعت اور علم اور فصاحت کے ساتھ انتخاب فرما کر اپنے اسماء مبارک میں سے ہمارے لیے دو نام مشتق کیے پس اللہ تعالیٰ محمود ہے اور میں محمد ہوں اور اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے اور یہ علی ہے۔

ارجح المطالب ص ۵۷۳' ثمر الطیب ص ۱۰ سطر ۲' مناقب خوارزمی ص ۸۸ سطر ۱۸' مقتل خوارزمی ص ۵۰' اسد اللہ ص ۱۲ سطر ۵' ینابیع المودۃ ص ۷۹

روایت حضرت سعید بن جبیر

سعید بن جبیر سے روایت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ میں علم کا شہر ہوں۔ تم اس کا دروازہ ہو۔ شہر میں دروازے سے داخل ہونا پڑتا ہے۔ وہ شخص بالکل جھوٹا ہے جس کا یہ خیال ہے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے اور حالانکہ تم سے دوستی رکھتا ہے۔ اے علیؑ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ تیرا خون میرا خون ہے۔ تیری روح میری روح ہے۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ تیری ظاہری بات میری ظاہری بات ہے۔ جس نے تیری اطاعت کی وہ سعید ہے جس نے تم سے بغض رکھا وہ شقی ہے۔ جس نے تمہیں دوست رکھا وہ فائدے میں رہے گا جس نے تم سے دشمنی کی وہ گھاٹے میں رہا۔ جو تیرا دامن پکڑے رہا کامیاب ہو گیا جس نے تم کو چھوڑ دیا ہلاک ہو گیا۔ میرے بعد تم اور تیری اولاد سے آئمہ پیدا ہوں گے۔ (ینابیع المودت ص ۱۰۶ سطر ۲۲' انتقاء الا فہام ص ۲۰۶)

مواسات حضرت جبرائیل

ارجح المطالب ص ۵۶۲' شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۲۳۶' مدارج النبوۃ ص ۲۶۸' مجمع الزوائد جلد ۶ ص ۱۳۳ سطر ۱۵' ص ۳۳ سطر ۲۶' ذخائر العقبیٰ ص ۶۸' تاریخ طبری جلد ۲ ص ۱۹۷' کوکب دری ص ۲۳۰' میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۳۱۷ سطر آخر' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۷۲' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۵۲' معارج النبوۃ ص ۲۰۷' کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۰

روایت حضرت جابر

اشعار وغیرہ۔ مجمع الزوائد جلد ۶ ص ۱۲۲ سطر ۱۳

روایت حضرت ابو سعید خدری

ینابیع المودت ص ۴۵ سطر ۱۹

مناقب میں ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ مجھ سے ہیں اور علیؑ سے ہوں۔ اور جبرائیل نے کہا میں تم دونوں سے ہوں۔

(۳) عن انس بن مالک قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم براۃ مع ابی بکر رضی اللہ عنہ ثم دعاہ فقال لا ینبغی لاحد ان یبلغ عنی الا رجل ھو منی و انا منہ فدعا علیا فاعطاہ ایاھا (اخرجہ الترمذی) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برات دے کر مکہ والوں کی طرف ارسال کیا پھر آپ نے بلا لیا اور فرمایا مجھ سے وہ اس سورت کو لے جا سکتا ہے جو میرا ہو پھر جناب علی کو سورہ برات دے کر روانہ کیا۔

(۴) عن عبد خیر عن علی قال اھدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قنو موز فجعل یقشر الموزۃ و یجعلھا فی فمی و قال لہ قائل یا رسول اللہ انک تحب علیا فقال او ما علمت ان علیا منی و انا منہ (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب) عبد خیر جناب امیر علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کیلے کا خوشہ تحفہ میں آیا۔ حضرت کیلے چھیل کر میرے منہ میں ڈالنے لگے ایک کہنے والے نے کہا یا رسول اللہ آپ علی کو دوست رکھتے ہیں حضرتؐ نے فرمایا شاید تو نہیں جانتا کہ علی میرا ہے اور میں علی کا ہوں۔

(۷) عن بریدۃ الاسلمی قال بعثنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی الیمن مع خالد بن الولید و بعث علیا علی جیش اخر و قال ان التقیتما فعلی و ان افترقتما فکل واحد منکما علیحدہ فلقینا بنی زبید من اھل الیمن و ظھر المسلمون علی المشرکین فقاتلنا المقاتلہ و سبینا الذریۃ فاصطفے علی جاریۃ لنفسہ منھن فکتب بذلک خالد بن الولید الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و امرنی ان اتاہ منہ فدفعت الکتاب ولیسو نلت من علی فتغیر وجہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقلت ھذا مکان العائذ بعثنی مع رجل و الزمنی بطاعتہ فبلغت ما ارسلت بہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقعن یا بریدۃ فی علی فان علیا منی و انا منہ و ھو ولیکم بعدی (اخرجہ احمد و النسائی) بریدہ اسلمی روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خالد بن ولید کے ساتھ یمن کی طرف روانہ کیا اور ایک دوسرے لشکر پر جناب امیر علیہ السلام کو امیر بنا کر ارسال کیا۔ اور فرمایا کہ اگر دونوں لشکر باہم مل جائیں تو علی امیر سمجھے جاویں اور اگر جدا جدا رہیں تو دونوں میں سے ہر ایک جدا جدا امیر ہوگا۔ پس ہمارے دونوں لشکر یمن کے قبیلہ بنی زبید کے قریب جا ملے اور مسلمانوں نے باہم مدد کر کے مشرکوں کے ساتھ لڑائی میں فتح حاصل کی ہم نے ان کے بال بچوں کو اسیر کر لیا۔ جناب امیر علیہ السلام نے اپنے لیے ان میں سے ایک لونڈی کو منتخب کیا خالد بن ولید نے اس حقیقت کو حضرتؐ کی طرف لکھ بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں اس خط کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر زبانی بھی اس بات کو عرض کروں میں نے وہ خط حضرتؐ کو دیا اور زبانی کہہ سنایا۔ حضرت کا چہرہ غصہ کی وجہ سے متغیر ہو گیا میں حضورؐ کے غصہ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں

حضور نے مجھے ایک شخص کے ساتھ روانہ فرمایا تھا اور اس کی اطاعت کو مجھ پر لازم کیا تھا۔ جو کچھ کہ اس نے کہا میں نے اس کو پہنچا دیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بریدہ تم علی کے پیچھے مت پڑو علی میرا ہے اور میں علی کا ہوں اور وہ میرے بعد تمہارا ولی ہے۔

(۹) عن عمرو بن العاص قال قدمت من غزوة ذات السلاسل و كنت اظن انه ليس احد احب وجب ان تكون افضل الخلق یعنی اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کہ آیت مباہلہ میں انفسنا سے جناب علی مراد ہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ نفس جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بعینہٖ نفس جناب علی نہیں ہو سکتا۔ پس بالضرور یہاں مساوات سے مراد ہے۔ اور اس بات سے یہ امر حاصل ہوتا ہے کہ جو فضائل و مناقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں تھے بجز شرف نبوت کے وہی فضائل جناب علی کو بھی حاصل تھے پس اس میں شک نہیں کہ بہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام فضائل میں تمام خلقت سے افضل تھے۔ جبکہ ان صفات میں جناب علی کے مساوی ٹھہرے تو یہ بات بھی ضرور ماننی پڑے گی کہ جناب علیؑ بعد رسول اللہ بھی افضل البشر ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب امیر کو سورہ برات کے ساتھ مکہ بھیجنا

(۱) عن سعد قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم ابابكر براءة حتى كان الا ببعض الطريق ارسل عليا فاخذها منه ثم سار بها فوجد ابوبكر في نفسه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يؤدي عني الا انا و رجل مني (اخرجه النسائي) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورہ برات کے ساتھ مکہ روانہ کیا ابھی وہ تھوڑی دور نہیں گئے تھے کہ جناب علی علیہ السلام کو ان کے پیچھے روانہ کیا وہ ان سے سورت برات لے کر مدینہ کو چلے گئے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل میں ملال گذرا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد کیا مجھ سے کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا میں یا وہ جو آدمی میرا ہو۔

ارجح المطالب ص ۱۳ مودت القربیٰ ص ۸۷ سطر ۱۸ بخاری شریف جلد ۳ ص ۸۹ سطر ۲ تفسیر طبری جلد ۱۰ ص ۴۱ سطر ۲ شواہد التنزیل جلد ۱ ص ۲۳۱ جامع الاصول جلد ۹ ص ۴۷۵ حدیث ۶۴۹۴ تفسیر نیشاپوری جلد ۱۰ ص ۳۹ سطر آخر تحفۃ الاحوذی جلد ۶ ص ۳۲۵ سطر ۵ الریاض جلد ۱ ص ۲۲۲ سطر ۲۲ استیعاب جلد ۲ ص ۴۷۰ سطر ۱۸ تفریح الاحباب ص ۲۳ سطر ۹ انساب الاشراف جلد ۱ ص ۳۳۸ سطر ۱۷ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۳۲ فتح القدیر جلد ۲ ص ۳۱۰ المختصر جلد ۲ ص ۵۵ سطر ۱۳ شرح حدیدی جلد ۴ ص ۱۸ سطر ۷ ترمذی ص ۳۳۰ جلد ۲۱ حاشیہ ذخائر العقبیٰ ص ۶۹ سطر ۹ مطالب السئول ص ۵۹ سطر آخر الریاض جلد ۳ ص ۱۷۳ سطر ۳ ینابیع المودۃ ص ۸۷ سطر ۲۳ مشکوۃ ص ۵۲۳ حاشیہ الشرف المؤبد ص ۵۷ سطر آخر مفتاح کنوز السنہ ص ۳۵۳ کالم ۲ ص ۲۳ الرصف ص ۴۷۰ البدایہ جلد ۷ ص ۳۳۴ سطر آخر الفصول المہمہ ص ۲۲ سطر ۲ خصائص النسائی ص ۳ سطر ۲ البدایہ جلد ۵ ص ۳۷ تذکرۃ الخواص ص ۳۷

سطر۸، مناقب خوارزمی ص۱۰۱ سطر۱۳، الجامع الصغیر جلد۲ ص۶۵ سطر۸، کنوز الحقائق جلد۲ ص۱۵ سطر۱۳، مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۱۹ سطر۱۷

روایت حضرت سعد

ارجح المطالب ص۶۱۲

روایت حضرت ابو صالح عن علیؑ

ارجح المطالب ص۶۱۲، تفسیر نیشاپوری جلد۱۰ ص۳۹ سطر۲۸، جامع الاصول جلد۲ ص۳۴۳، فتح الباری جلد۸ ص۲۵۶، بحر المحیط جلد۵ ص۶ سطر آخر۔

(۳) عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث براۃ الی اھل مکۃ مع ابی بکر ثم اتبعہ لعلی فقال لہ خذ ھذا الکتاب فامض بہ الی اھل مکۃ فلحقتہ و اخذت الکتاب منہ قال فانصرف ابوبکر و ھو کئیب قال یا رسول اللہ انزل فی شئی قال لا الا انی امرت ان ابلغہ انا و رجل من اھل بیتی (اخرجہ النسائی) جناب امیر علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورہ برات دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا۔ پھر علی کو ان کے پیچھے بھیجا اور فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کاغذ لے لیا وہ غمگین ہو کر لوٹ آئے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے۔ فرمایا نہیں مجھے حکم ہوا ہے کہ میں اس سورت کو خود پہنچاؤں یا میرے گھر کا کوئی آدمی پہنچائے۔

روایت حضرت علیؑ

ارجح المطالب ص۶۱۳، ترمذی شریف ص۳۴۱ سطر۴، در منثور جلد۳ ص۲۱۰، الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۷۴، شواہد التنزیل جلد۱ ص۲۳۱، قصہ کبیرہ ص۳۳۲، البدایہ جلد۵ ص۳۷، وسیلۃ النجاۃ ص۹۳، بصائر الدرجات ص۱۲۵، مسند احمد بن حنبل جلد۱ ص۱۵۰، تفسیر ابن کثیر جلد۲ ص۳۳۳، کنز العمال جلد۱ ص۲۴۷ حدیث ۳۳۱

(۶) عن علی قال لما نزلت عشر آیات من براۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا ابابکر فبعثہ بھا لیقرءھا علی اھل مکۃ ثم دعانی فقال لی ادرک ابابکر فحیث ما لقیتہ فخذ الکتاب فاذھب بہ الی اھل مکۃ فاقرءہ علیھم فلحقتہ بالجحفۃ فاخذت الکتاب منہ و رجع ابوبکر فقال یا رسول اللہ انزل فی شئی قال لا ولکن جبرئیل جاءنی فقال لا یؤدی

عنک الا انت او رجل منک (اخرجه احمد و النسائی) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب سورہ برات کی دس آیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو وہ آیتیں دے کر مکہ والوں کی طرف روانہ کیا۔ کہ وہ جا کر سورہ برات ان کو سنائیں۔ پھر حضرت نے مجھے بلوا کر اشارہ کیا جاؤ ابوبکر جہاں پر ہوں ان سے کاغذ لے لو مکہ والوں کو تم جا کر یہ سورت سناؤ میں ان سے جحفہ میں جا ملا اور ان سے خط لے لیا ابوبکر جب واپس آئے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ کیا میرے حق میں کوئی بات نازل ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں لیکن جبرائیل علیہ السلام نے آ کر مجھ سے کہا ہے کہ آپ کی جانب سے ہرگز کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا۔ مگر یا تو خود آپ یا کہ وہ آدمی جو آپ کا ہے۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

روایت دوم

ارجح المطالب ص ۶۱۳، عمدۃ القاری جلد ۸ ص ۶۳۷، مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۲۹، مناقب خوارزمی ص ۹۹، ذخائر العقبیٰ ص ۶۹، شرح مواهب زرقانی جلد ۳ ص ۹۱، المنار جلد ۱۰ ص ۱۵۷، کفایت الطالب ص ۱۲۶، مسند حنبل جلد ۱ ص ۱۵۱، البدایہ جلد ۵ ص ۳۷، در منثور جلد ۳ ص ۲۰۹، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۴۷، تفسیر نیشاپوری جلد ۱۰ ص ۳۹ سطر ۲۸، کنز العمال جلد ۱ ص ۲۴۷، فتح الباری جلد ۲ ص ۳۱۹، بیضاوی جلد ۲ ص ۲۷۵، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۲۲

(۷) عن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین بعثہ قال انی لست باللسن و لا بالخطیب قال ما بلی ان اذهب بها انا او یذهب بها انت قال فان کان و لابد فاذهب انا قال انطلق فان اللہ یسدد لسانک و یهدی قلبک قال ثم وضع یده علی فیہ (اخرجه احمد) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سورہ برات کے ساتھ روانہ کیا میں نے عرض کیا کہ تو میں زبان آور ہوں نہ خطیب مقرر فرمایا مگر اس کے چارہ نہیں اس سورت کو یا میں لے جاؤں یا تم لے جاؤ علی نے عرض کیا جبکہ چارہ نہیں تو میں ہی لے جاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ تمہاری زبان کو سیدھا کر دے گا اور تمہارے دل کو ہدایت کرے گا۔ پھر حضرتؐ نے اپنا ہاتھ ان کے یعنی میرے منہ پر رکھا۔

(تنبیہ) قال الزهری رحمۃ اللہ علیہ ان امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علیا ان یقرء براءۃ علی اهل مکۃ لان عادت العرب ان لا یتولا العهود و المواثیق الا سید القوم او زعیمه او رجل من اهل بیته یقوم مقامه کاخ او ابن عم فاجراهم علی عاداتهم (تذکرہ خواص الامہ و ریاض النضرہ) زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ برات دے کر اس لیے جناب امیر کو مکہ کی طرف بھیجا۔ کیونکہ عرب کی عادت ہے کہ عہد اور مواثیق قبیلہ کے سردار یا اس کے شریک یا اس کے گھر کے آدمی کے سوا جو اس کا قائم مقام ہو سکے مثل بھائی کے یا ابن عم کے نہیں کرتے پس حضرتؐ نے بھی انہیں کی عادت کے موافق اپنے ابن عم کو برات دے کر بھیجا۔

روایت حضرت ابو سعید خدری

ارجح المطالب ص ۶۱۳، بحر المحیط جلد ۵ ص ۷ سطر ۹، ذخائر العقبیٰ ص ۶۹، مودۃ القربیٰ

ص۷۶، ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۲۲، ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۹۹

(۵) عن ابی سعید الخدری و ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہما قالا بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر رضی اللہ عنہ ببراۃ فلما بلغ ضجنان سمع بغام ناقۃ علی فعرفہ فاتاہ فقال ما شانی قال خیر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثنی ببراۃ فلما رجعنا انطلق ابوبکر رضی اللہ عنہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ مالی قال خیر انت صاحبی فی الغار و انہ لا یبلغ غیری او رجل منی یعنی علیا (اخرجہ احمد و النسائی) ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورہ برات دے کر مکہ کی طرف روانہ فرمایا۔ جب ضجنان تک پہنچے تو جناب علی علیہ السلام کے ناقہ کی آواز کو سنا حضرت علی کو پہچان کر ان کے قریب گئے اور پوچھا مجھے کیا ارشاد ہوا ہے۔ جناب امیر نے ارشاد کیا خیر ہے۔ حضرت نے مجھے سورہ برات لے جانے کے واسطے حکم دیا ہے۔ پس جب ہم لوٹ کر سرکار کے حضور میں حاضر ہوئے ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لیے کیا کوئی حکم ہوا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا تم میرے رفیق غار ہو۔ سوا اس کے کوئی اور بات نہیں کہ میرے سوا یا میرے گھر کے آدمی کے سوا کوئی دوسرا نہیں پہنچا سکتا تھا۔

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ۔ ترمذی

هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الاَسنَادِ۔ حاکم

مستدرک جلد ۳ ص ۵۲، تلخیص سطر ۱۸

عن ابن عباس

(۶) عن ابن عباس قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابابکر بسورۃ و بعث علیا خلفہ فاخذھا منہ و قال لا یذھب بھا الا رجل من اہل بیتی ھو منی و انا منہ (اخرجہ احمد و النسائی) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورہ برات دے کر روانہ کیا ان کے پیچھے جناب علی کو روانہ کیا انہوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سورت کو لے لیا۔ حضرت نے فرمایا اس کو کوئی نہیں لے جا سکتا مگر وہ آدمی کہ میرے گھر کا ہو اور وہ میرا ہو اور میں اس کا ہوں۔

عبارت ارجح المطالب ص ۶۱۳، ترمذی شریف ص ۴۴۰ سطر ۲۳، سنن بیہقی جلد ۹ ص ۲۲۴، شواہد التنزیل جلد ۱ ص ۲۳۱، جامع الاصول جلد ۹ ص ۴۷۵، ینابیع المودۃ ص ۷، طبری ص ۴۱ جلد ۱۰ سطر ۱۱، مشکواۃ ص ۵۶۳ حاشیہ ۶، مناقب خوارزمی ص ۱۰۰ سطر ۸، فتح الباری جلد ۸ ص ۲۵۶، فتح القدیر جلد ۲ ص ۳۱۹، مطالب السئول ص ۱۷

جمع الفوائد میں حضرت جابر سے روایت ہے۔ عمر جعفرنہ سے واپس آکر رسول اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کو حج کے لئے روانہ کیا۔ ہم لوگ آپ کے ساتھ جا رہے تھے۔ مقام عرج پر صبح ہو گئی۔ حضرت ابوبکر تکبیر کہنے کے لئے سیدھے ہوئے۔ آپ نے اپنی پشت کی جانب سے اونٹ کے بلبلانے کی آواز سنی۔ تکبیر کہنے سے رک گئے۔ کہا یہ رسول اللہ کی جدعا اونٹنی کے بلبلانے کی آواز ہے۔ شاید رسول اللہ تشریف لا رہے ہیں۔ انہیں آنے دو' ہم آپ کی اقتدا میں نماز ادا کریں گے۔ ہم لوگ کیا دیکھتے ہیں کہ علی علیہ السلام اس اونٹنی پر سوار ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے علی امیر بن کر آئے ہو یا قاصد بن کر تشریف لائے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا نہیں مجھے تو رسول خدا نے سورۂ برات دے کر روانہ فرمایا ہے کہ میں ان آیات کو مواقف حج کے موقعہ پر لوگوں پر پڑھوں۔ ہم مکہ میں آ گئے۔ ترویہ سے ایک دن پہلے حضرت ابوبکر نے لوگوں کو خطبہ دیا۔ اور ان کو مناسک حج بتائے۔ جب آپ فارغ ہو گئے تو حضرت علیؑ قیام پذیر ہوئے۔ آپ نے لوگوں پر سورۂ برات پڑھ کر ختم کر دی۔ قربانی کے دن حضرت ابوبکر نے خطبہ ارشاد فرمایا اور حضرت علی نے لوگوں پر سورۂ برات پڑھی۔ جب منیٰ سے واپسی کا دن ہوا تو اس طرح حضرت ابوبکر نے خطبہ دیا اور حضرت علیؑ نے کھڑے ہو کر لوگوں پر سورۂ برات پڑھی۔

ینابیع المودۃ ص۱۳۱ سطر۵' مدارج النبوۃ جلد۲ ص۲۹۲ سطر۱۸ نولکشور' مختصر سیرت الرسول ص۳۱۲' معارج النبوۃ ص۳۱۵ جلد۱' جامع الاصول جلد۲ ص۲۳۳' ینابیع المودۃ ص۷۲ سطر آخر' ذخائر العقبیٰ ص۶۹' شواہد التنزیل جلد۱ ص۲۳۱

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اِلَی النَّاسِ

ارجح المطالب ص۱۰۵' البدایہ والنہایہ جلد۵ ص۳۷

مناقب ابن مردویہ سے منقول ہے کہ جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آگاہ کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ امیر المومنین نے چالیس آیات کے ذریعہ آگاہ کیا کہ جو

سورۂ برات سے اس جناب نے پڑھ کر سنائی ہیں' اور یہ واقعہ اسی طرح پر واقع ہوا ہے کہ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سورۂ مذکورہ کو ابوبکر کے حوالے کر کے مکہ معظمہ کی طرف بھیجا کہ کافروں کو پڑھ کر سنائیے۔ تین روز گزرنے کے بعد علیؑ مرتضیٰ کو اپنا اونٹ دے کر روانہ کیا تاکہ سورۂ مذکورہ کو ابوبکر سے لے کر کفار کے سامنے پڑھے۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس سورہ کے پہنچانے کی بابت یہ حکم مجھ کو دیا گیا ہے کہ یا تو میں خود پہنچاؤں یا وہ شخص پہنچائے جو مجھ سے ہو۔ (کوکب دری ص ۱۴۳ سطر ۵' شواہد التنزیل جلد ا ص ۲۳۱' ینابیع المودۃ ص ۸۴ سطر ۱' در منثور جلد ۳ ص ۲۱۱)

روایت زید بن یثیع

زید بن سبع سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ آپ ذوالحجہ کو کیا لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ فرمایا چار چیزیں لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا تھا۔

(۱) کوئی شخص ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گا۔

(۲) اگر کسی شخص اور رسول اللہ میں کوئی معاہدہ ہے تو وہ اپنی مدت تک قائم ہے۔

(۳) اگر کوئی معاہدہ نہیں ہے تو اس کی مدت چار ماہ ہے۔

(۴) جنت میں مومن داخل ہو گا۔ اس سال کے بعد مشرک اور مسلمان اکٹھے جمع نہ ہوں گے۔

یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔

تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۳۲' مناقب خوارزمی ص ۱۰۱ سطر ۱' نسائی خصائص ص ۲۸' طبری جلد ۱۰ ص ۴۱ سطر ۲' ص ۴۲ سطر ۱' ینابیع المودۃ ص ۷۳ سطر ۱۳

کوکب دری ص ۲۵۴ منقبت ۱۳۲ میں تحریر ہے۔

روضۃ الاحباب' روضۃ الصفا' حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ علمائے سیر و اخبار نے روایت کی ہے کہ ہجرت کے نویں سال آخر ماہ ذیقعدہ میں آنحضرتؐ نے حج کرنے کی خواہش کی۔ لیکن جب سنا کہ مشرکین رسم جاہلیت کے موافق موسم حج میں مکہ معظمہ میں آ کر ننگے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ ان کے ساتھ شریک ہونا مکروہ خیال کر کے اس ارادے کو فسخ کیا' اور ابوبکر کو تین سو نفر اصحاب کا سردار مقرر کر کے فرمایا

کہ مکہ میں جا کر لوگوں کو مناسک حج تعلیم کرے۔ اور سورۂ برات کی ابتدائی چالیس آیتیں سب کے سامنے پڑھ کر سنائے۔ جب ابوبکر مقام ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر روانہ ہو گئے۔ اسی اثناء میں جبرئیل علیہ السّلام نے حاضر خدمت ہو کر خدائے عزوجل کا یہ پیغام پہنچایا کہ کوئی شخص تبلیغ رسالت اور ادائے پیغام نہ کرے۔ لیکن تو خود یا علیؑ۔ اور ایک روایت میں ہے لیکن تو یا وہ شخص جو تجھ سے ہو' چونکہ امیرالمومنین تمام قوم میں **من کل الوجوہ قرب** و قرابت کی زیادتی کے سبب آنحضرتؐ سے شرف اختصاص و اتحاد رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ نے سارا حال ان کو سنا کر حکم دیا کہ ابوبکرؓ کے پیچھے جائیں اور سورۂ برات اس سے لے کر حج کے موقع پر لوگوں کو پڑھ کر سنائیں۔ اور یہ چار کلمے بھی خلقت کو پہنچا دے۔

اول: یہ کہ بہشت میں وہی شخص داخل ہو گا جو زیور اسلام سے مزین اور آراستہ ہو گا۔

دوم: کوئی شخص کعبہ کا طواف ننگا ہو کر نہ کرے۔

سوم: کوئی مشرک اور گمراہ اس سال کے بعد حج نہ کرے۔

چہارم: مشرکوں اور کفار میں سے جن لوگوں نے خدا اور رسول سے عہد موقت و معیادی عہد رکھا ہے' اگر وہ مدت مقررہ ختم تک مسلمان نہ ہوں گے تو ان کا خون اور مال ہدر اور مباح ہو گا۔

اپنی اہل بیت میں سے بھیجے

بحرالمحیط جلد۵ ص۶ سطر آخر' معالم التنزیل جلد۳ ص۴۹' طبری جلد۱۰ ص۳۹ سطر۲' تفسیر خازن جلد۳ ص۴۷

فتح القدیر جلد ۲ ص۳۱۹' تفسیر منشاوی جلد۵ ص۸۱' تفسیر نیشاپوری جلد۱۰ ص۳۹ سطر۲۸' تفسیر کبیر جلد۱۵ ص۲۱۸' جامع الاصول جلد۲ ص۲۲۳' بحرالمحیط جلد۵ ص۷' المنار ص۱۵۷ سطر۱۰' التمہید ص۲۲۸' خصائص نسائی ص۲۸

روایت زید بن یثیغ

ترمذی ص۱۴۴ سطر۱، الاموال ص۱۶۵، ابن کثیر جلد ۲ ص۳۲۲، مناقب خوارزمی ص۱۰۱ سطر۲، المستدرک جلد ۳ ص۵۲ سطر۹، خصائص نسائی ص۲۸، طبری جلد ۱۰ ص۴۱ سطر۱

روایت حضرت سدی

تفسیر طبری جلد۱۰ ص۴۱ سطر آخر، بحرالمحیط جلد ۵ ص۶ سطر آخر

روایت حضرت امام محمد باقرؑ

تفسیر طبری جلد۱۰ ص۴۱ سطر۱۹

روایت حضرت ابو صہبا بکری

تفسیر طبری جلد۱۰ ص۴۳ سطر۱۸

بوقت شوریٰ

حضرت علیؑ نے اہل شوریٰ کے سامنے اس آیت سے استدلال کیا۔ (شرح حدیدی جلد۲ ص۶۵)

رَجُلٌ مِنّی

حضرت ابوبکر سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے خدا نے حکم

فرمایا ہے کہ یا تو میں خود تبلیغ کروں یا اسے بھیجوں جو مجھ سے ہو۔

البدایہ جلد۷ ص۳۵۷، کنز العمال جلد۱ ص۲۴۶، حدیث ۴۴۰۰، البیان جلد۱ ص۴۸، مسند حنبل جلد۱ ص۳، کفایت الطالب ص۲۵

روایت محمد بن قرظی

تفسیر طبری جلد۱۰ ص۳۹ سطر۳

روایت حضرت قتادہ

تفسیر طبری جلد۱۰ ص۳۸ سطر۲۱

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

یہ روایت پہلے خصائص عشرہ کے ذیل میں تحریر کردی گئی ہے۔

روایت حضرت مجاہد

تفسیر طبری جلد۱۰ ص۳۹ سطر۱۰، بحر المحیط جلد۵ ص۷ سطر۴

روایت حضرت ابو ہریرہ

تفسیر طبری ص۴۰ جلد۱۰ سطر۱۴، ترمذی ص۴۴۱ سطر۵

روایت حضرت حارث اعور

تفسیر طبری جلد ۱۰ ص ۴۰ سطر ۳۴

روایت حضرت حرث بن علی

تفسیر طبری جلد ۱۰ ص ۴۱ سطر ۱۰

روایت حضرت عامر

تفسیر طبری جلد ۱۰ ص ۴۱ سطر ۱۵

(۴) عن انس قال بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم براۃ مع ابی بکر ثم دعاہ فقال لا ینبغی ان یبلغ ھذا الا رجل من اھلی فدعا علیا و اعطاہ ایھا (اخرجہ النسائی) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورہ برات دے کر مکہ کو بھیجا پھر ان کو بلا لیا اور فرمایا میرے گھر کے آدمی کے سوا یہ سورہ کوئی نہیں پہنچا سکتا۔

روایت حضرت ابن عطیہ

تفسیر بحر المحیط جلد ۵ ص ۷ سطر ۱۲

من جملہ ذکر

البلاغ المبین جلد ۱ ص ۱۹۰، وسیلۃ النجاۃ ص ۸۹، شرح ابن ابی الحدید ص ۱۸۰، معارج النبوۃ جلد ۴ ص ۲۲، ابن خلدون جلد ۲ ص ۲۲، ابن خلدون جلد ۳ ص ۲۲۲، البدایہ جلد ۷ ص ۳۳۷، تفریح الاحباب ص ۳۱۹، کامل جلد ۲ ص ۱۱۱، نزل الابرار ص ۱۶، عمدۃ القاری، حبیب السیر جلد ۱ ص ۴۷، ابو الفداء جلد ۱ ص ۱۵۰، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۴۷، مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۳-۱۵۱، جلد ۲ ص ۲۹۹، المستدرک ص ۳-۱۳۳، تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۱۵۶، فتح الباری جلد ۸ ص ۲۳۱، کنز العمال جلد ۱ ص ۲۴۶، درمنثور ص ۲۰۹، تاریخ طبری ص ۱۵۴، روض الانف

جلد ۲ ص ۳۲۸، قرۃ العینین ص ۱۱۸، تذکرۃ ص ۳۲، مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۴۹۲ سطر ۱۰ نو الکشور، سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۲۷۴، طبری جلد ۱۰ ص ۲۷ سطر ۱۵

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَھُمْ اَنْ لَّعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ

روایت حضرت محمد بن حنفیہ

حضرت محمد بن حنفیہ اپنے باپ حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اعلان کرنے والا میں ہوں گا۔ (ینابیع المودۃ ص ۱۴۰ سطر ۱۲)

(محذوف اسناد) ابن عباس حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کتاب خدا میں میرے نام موجود ہیں۔ لیکن لوگ ان کو نہیں جانتے۔ ان میں ایک یہ ہے **فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ بَیْنَھُمْ یَقُوْلُ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ** (قیامت کے روز) ایک مؤذن اعلان کرے گا اور کہے گا کہ یقین جانو کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر واقع ہے۔ (حضرت نے فرمایا) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے میری ولایت کو جھٹلایا۔ اور میرے حق کو چھپایا۔

لحمہ لحمی

(۴۴) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھذا علی بن ابی طالب لحمہ لحمی و دمہ دمی و ھو منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی و قال یا ام سلمۃ اشھدی و اسمع ھذا علی امیر المومنین و سید المسلمین و عیبۃ علمی و بابی الذی اوتی منہ و الوصی علی الاموات من اھل بیتی و ھو اخی فی الدنیا و قرینی فی الاخرۃ و معی فی السنام الاعلی (اخرجہ ابو نعیم فی منقبۃ المطھرین و الخوارزمی فی المناقب و الشیرازی فی الالقاب) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے یہ علی بن ابی طالب ہے۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے اور یہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے۔ مگر نبی میرے بعد نہیں ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا اے ام سلمہ گواہ رہیو اور سن کہ یہ علی مومنوں کا امیر اور مسلمانوں کا سردار اور میرے علم کا خزانہ ہے اور میرے علم کا ایسا دروازہ ہے کہ جس سے لوگ داخل ہو سکتے ہیں اور میرے اہل بیت کے مردوں کا وصی ہے اور دنیا میں میرا بھائی ہے اور آخرت میں میرے ہم صحبت ہے اور میرے ساتھ جنت کی اونچی جگہ میں ہو گا۔

ارجح المطالب ص ۷ ۱۳' انتقاء الافہام ص ۲۰۸' لسان المیزان جلد ۲ ص ۴۱۳ سطر آخر' مناقب خوارزمی ص ۸۵' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۱ سطر آخر' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۲ سطر ۹' میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۱۶' جلد ۲ ص ۳۵ سطر ۱۱' ینابیع المودۃ ص ۱۰۶ سطر ۱۳' ص ۴۵ سطر ۲۱' ذیل اللئالی ص ۶۵' کنوز الحقائق ص ۱۷۳' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۴ حدیث ۲۵۵۴' مقتل خوارزمی ص ۵۰ سطر ۱۳' الفصول المہمہ ص ۷ سطر ۹

مرفوع روایت

شرح حدیدی جلد ۴ ص ۱۰۸' المحاسن و المساوی جلد ۱ ص ۳۱' کفایت الطالب ص ۱۳۵' مناقب خوارزمی ص ۷۶

دستور الحقائق میں منقول ہے کہ اس حدیث کا باعث ورود یہ ہے کہ ایک روز سید المرسلینؐ نے امیر المومنینؑ کو اپنے پیراہن میں داخل کیا۔ کہ مصطفیؐ اور مرتضیٰ دونوں کا ایک تن ہو گیا۔

لیکن نبیؐ اور ولیؑ سر نظر آتا تھا۔ اس حالت میں حدیث مذکور بیان فرماتے تھے۔ اور ہدایت السعداء اور بعض کتابوں میں ایسا نظر سے گزرا ہے کہ ایک روز امامین حسنؑ و حسینؑ سید الثقلین کے پاس حاضر تھے۔ ایک اعرابی نے پوچھا۔ یا رسول اللہؐ یہ کس کے بیٹے ہیں۔ فرمایا یہ میرے بیٹے ہیں۔ اس نے عرض کی علیؑ کے بیٹے کہاں ہیں۔ فرمایا۔ یہی ہیں۔ پھر امیر کو آغوش میں لیا۔ اور حدیث مذکور فرمائی۔ یعنی حضرتؐ نے علی سے فرمایا۔ تیرا خون میرا خون ہے۔ تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ تیرا دل میرا دل ہے۔ تیرا نفس میرا نفس ہے۔ تیری روح میری روح ہے۔ (کوکب دری ص ۱۹۲ سطر ۴' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹ حدیث ۲۶۸۱)

روایت ابن عباسؓ

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔ یہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔ اس کا گوشت میرا گوشت ہے۔ اس کا خون میرا خون ہے۔ یہ مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰؑ سے۔ مگر میرے بعد نبی نہیں ہے اور حضور اکرمؐ ام سلمیٰ سے فرمایا

کرتے تھے اے ام سلمیٰ گواہ رہو اور سنو کہ یہ علی مومنوں کا امیر مسلمانوں کا سردار میرے علم کا خزانہ اور میرے علم کا ایسا دروازہ ہے کہ جس سے لوگ داخل ہو سکتے ہیں۔

ارجح المطالب ص۱۳۷' ینابیع المودت ص۴۵ سطر۱۱' مناقب خوارزمی ص۵۲' ذیل اللئالی ص۶۵' انتباہ الافہام ص۲۰۸' فرائد السمطین ص۴۰

روایت دوم

عن ابن عباس قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صعد المنبر فخطب الناس فحمد اللہ و اثنی علیہ نوعظ و خوف و حذر ثما بکا و قال ابن علی بن ابی طالب لوثب علی قائما علی قدمیہ فقال ھا انا یا رسول اللہ فقال ادن منی فدنی عنہ فضمہ الی صدرہ و قبل بین عینیہ و بکی حتی سالت دموعہ علی خدہ و قال یا علی صوتہ یا معشر المسلمین ھذا علی بن ابی طالب ھذا شیخ المھاجرین و الانصار ھذا اخی و ابن عمی و ختنی و لحمی و دمی ھذا ابو السبطین الحسن و الحسین سید اشباب اھل الجنۃ ھذا مفرج الکرب عنی ھذا سیف اللہ فی ارضہ و سیف المسلول علی اعدائہ فعلی مبغضیہم لعنۃ اللہ و لعنۃ اللاعنین و اللہ منہ بریٔ فمن احب ان یبرا من اللہ و منی فلیتبرا منہ فلیبلغ الشاھد منکم الغائب (اخرجہ ابو سعد فی شرف النبوۃ) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک روز جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا حمد و ثنا کے بعد وعظ بیان فرمایا اور خوف دلایا اور ڈرایا پھر اشکباری ہوئی اور کہا کہ علی بن ابی طالب کہاں ہیں جناب امیر جست کر کے اپنے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے یا رسول اللہ میں یہاں حاضر ہوں حضرت نے فرمایا میرے نزدیک آ جاؤ جناب امیر سرکار کے پاس گئے حضرت نے ان کو سینہ سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا اور رونے لگے یہاں تک کہ رخسار مبارک پر اشک جاری ہو گئے۔ پھر بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانوں یہ علی بن ابی طالب مہاجرین اور انصار کا شیخ یہ میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے اور میرا داماد اور میرا گوشت اور میرا خون ہے۔ یہ سبطین حسن اور حسین جو جوانان اہل جنت کے سردار ہیں ان کا باپ ہے۔ یہ مجھ سے تکلیف کو دور کرنے والا ہے۔ یہ خدا کی زمین پر اس کا شیر ہے۔ یہ خدا کے دشمنوں کے لیے خدا کی برہنہ شمشیر ہے۔ اس کے دشمنوں پر خدا اور اس کے فرشتوں کی پھٹکار ہو۔ اس کے دشمن سے خدا بے زار ہے۔ میں بھی اس سے بیزار ہوں۔ پس جو شخص کہ خدا اور اس کے رسول کی بیزاری کو چاہتا ہو وہ اس سے بے زار ہو۔ چاہیے کہ تم حاضرین غائبین کو یہ اطلاع دے دو۔

ارجح المطالب ص۳۳ سطر۱۵' کوکب دری ص۱۲۹' قصہ اسلام الطفیل ص۲۱۹

حضرت ابن عباس کی روایت

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ میں حکمت کا شہر ہوں اور تم اس کا دروازہ ہو۔ شہر میں صرف دروازے سے داخل ہونا پڑتا ہے۔ وہ شخص بالکل جھوٹا ہے

جو اس بات کا مدعی ہے کہ وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ حالانکہ وہ تم سے بغض رکھتا ہے۔ تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔ تیرا گوشت میرا گوشت' تیرا خون میرا خون' تیری روح میری روح' تیرا باطن میرا باطن' تیرا ظاہر میرا ظاہر' تم میری امت کے امام ہو اور میرے وصی ہو۔ جس نے تیری اطاعت کی وہ نیک بخت ہو گیا۔ جس نے تیری نافرمانی کی وہ بد بخت ہو گیا۔ جس نے تجھے دوست رکھا وہ فائدے میں رہا' جس نے تمہاری نافرمانی کی وہ گھاٹے میں رہا۔ جس نے تمہیں پکڑے رکھا وہ کامیاب ہو گیا۔ جس نے تمہیں چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا۔ تیری مثال اور تیرے ان فرزندوں کی مثال جو آئمہ ہیں' نوح کی کشتی کی مانند ہیں۔ جو شخص کشتی نوح پر سوار ہوا تھا۔ نجات پا گیا تھا اور جس نے اس کشتی کو چھوڑ دیا تھا وہ ہلاک ہو گیا تھا۔ قیامت تک ہم لوگوں کی مثال ستاروں کی مانند ہے۔ جب ایک ستارہ غائب ہو جاتا ہے تو دوسرا ستارہ طلوع ہوتا ہے۔

(ینابیع المودت ص۱۰۶ سطر۲۲' انتقاء الافہام ص۲۰۶)

روایت حضرت امام حسینؑ

(۲) عن الحسین بن علی عن ابیہ علیہما السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و لم کنت انا و علی نورا بین یدی اللہ تعالی من قبل ان یخلق ادم باربعتہ عشر الف عام فلما خلق اللہ تعالی ادم سلک ذلک النور فی صلبہ فلم یزل اللہ تعالی ینقلہ من صلب الی صلب حتی اقرہ فی صلب عبدالمطلب قسمہ نصفین قسما فی صلب عبداللہ و قسما فی صلب ابی طالب فعلی منی و انا منہ لحمہ لحمی و دمہ دمی فمن احبہ فبحبی احبہ فمن البغضہ غضی البغضہ (اخرجہ بن مردویتہ و الخوارزمی و شہاب الدین احمد و المطرزی و العاصمی) جناب امام حسین علیہ السلام اپنے والد ماجد جناب امیر علیہ السلام سے روایت فرماتے ہیں کہ جناب سرور دو جہان صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد کیا کہ جناب آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے میں اور علی خدا کے سامنے ایک نور تھے جب خدائے تعالی نے آدم کو خلق کیا تو وہ نور اس کی صلب اطہر میں چلا گیا پھر پروردگار عالم اس نور کو ہمیشہ ایک صلب سے دوسری صلب میں منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ عبدالمطلب کی صلب میں وہ نور جاگزین ہوا پھر خدا نے اس کے دو حصے کر دیے ایک حصہ عبداللہ کی صلب کو اور ایک ابو طالب کی صلب کو تقسیم کیا۔ پس علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت ہے اور اس کا خون میرا خون ہے جس نے اس سے محبت کی پس اس نے میری محبت کی وجہ سے اس سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا پس میرے بغض کی وجہ سے اس سے بغض رکھا۔

ارجح المطالب ص۴۷۳' ینابیع المودت ص۹ سطر۲۲' مقتل خوارزمی ص۵۰' نظم درر السمطین ص۷۹' اسد اللہ ص۱۳ سطر۵' انتقاء الافہام ص۲۲۳' مناقب خوارزمی ص۸۸ سطر۱۸' نشر الطیب ص۱۰ سطر۲' اسد اللہ ص۱۳ سطر۵

دَمُہٗ دَمِی

روایت حضرت ابن عباس پہلے زیر عنوان لحمہ لحمی تحریر کر دی گئی ہے۔

روایت حضرت امام حسینؑ

گزشتہ قریبی صفحات میں یہ روایت تحریر کر دی گئی ہے۔

قَلبُکَ قَلبِی

دستور الحقائق کی عبارت ابھی ابھی کوکب دری ص ۲۶۲ کے حوالے سے تحریر کر دی گئی ہے۔

رُوحُکَ رُوحِی

گزشتہ عبارت میں ملاحظہ فرمائیں۔
حضرت ابن عباس کی روایت ابھی گزشتہ صفحات میں زیر عنوان لَحمُہٗ لَحمِی میں تحریر کر دی گئی ہے۔

عَلِیٌّ کَرُوحِی

گزشتہ قریبی صفحات پر دستور الحقائق کے حوالے سے یہ طویل روایت تحریر کر دی گئی ہے۔

نفس رسول

احمد نے مسند میں حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد ولیعہ سے فرمایا۔ اے اولاد ولیعہ تمہیں یاد رہنا چاہیے۔ ورنہ میں تمہارے پاس ایسا انسان روانہ کروں گا جو میرے نفس کی مانند ہو گا۔ جو تم میں میرا حکم نافذ کرے گا۔ تم سے جہاد کرے گا۔ تمہاری اولاد کو غلام بنائے گا۔ حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ یہ وہ ہیں۔ رسول اللہ نے ایسا دو مرتبہ فرمایا۔

ینابیع المودت ص۴۹ سطر۶' المستدرک جلد۲ ص۲۹۸' صواعق محرقہ ص۱۲۶ سطر۱' نور الابصار ۱۰۰ سطر۱۰' مسند دمشق ص۳۲۸ سطر۳' تلخیص مستدرک ص۲۹۸ جلد۲' خصائص نسائی ص۷۹ سطر۷' مقتل خوارزمی ص۴۳ سطر۱۵

روایت حضرت ابوذر

(۳) عن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتنتہین بنو وکیعۃ او لیبعثن علیہم رجلا کنفسی ینفذ فیہم امری فیقتل المقاتلۃ و یسبی الذریۃ فما راعنی الا برد کف عمر فی حجزتی من خلفی قال لمن تعنی قال خاصف النعل و علی یخصف نعلا (اخرجہ احمد و النسائی) ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے بنی وکیعہ (بنی ولیعہ) متنبہ ہو جائیں ورنہ ان پر مجھ سا ایک آدمی بھیجا جائے گا وہ ان سے جنگ کرے گا اور ان کی اولاد کو لونڈی اور غلام بنا لے گا۔ ابوذر کہتے ہیں کہ ناگاہ میں نے اپنے پیچھے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی سردی اپنے ازار کے نیفے کے قریب محسوس کی وہ حضرت سے عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ کس سے مراد رکھتے ہیں۔ فرمایا جوتا سینے والے سے اور جناب امیرؑ جوتا سی رہے تھے۔

ارجح المطالب ص۵۰' تاریخ آل محمد ص۱۴۳' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۶۴' خصائص نسائی ص۱۹' تذکرہ ابن جوزی ص۴۵' شرح ابن ابی الحدید جلد۲ ص۴۴۹

روایت حضرت عبدالرحمان بن عوف

ارجح المطالب ص۴۴۴' ینابیع المودت' اسلامبول ص۳۲ سطر۲' الصواعق المحرقہ ص۷۵' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۶۳ سطر۹' ص۳۲ سطر۱۳' انتفاء الافہام ص۴۲' کنز العمال جلد۶ ص۴۰۵

(۸) عن عبدالرحمن بن عوف قال لما فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ انصرف الی الطائف فحاصرها سبع عشرۃ او تسع عشرۃ یوما ثم قام خطیبا فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال اوصیکم بعترتی خیرا قال موعدکم الحوض و الذی

کوکب دری ص ۱۴۹ سطر ۲۲' سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۵' اتحاف الافہام ص ۲۱۲' ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۴۳' الاستیعاب جلد ۲ ص ۳۴۳' ینابیع المودۃ ص ۴۴ سطر ۴ بمبئی' مناقب خوارزمی ص ۸۱ سطر ۱۲' ذخائر العقبیٰ ص ۶۴' شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ ص ۴۴۹

روایت حضرت عمرو بن عاص

(۹) عن عمرو بن العاص قال قدمت من غزوة ذات السلاسل و کنت اظن انه لیس احد احب وجب ان یکون الفضل المطلق یعنی اخبار صحیحہ سے ثابت ہے کہ آیت مباہلہ میں انفسنا سے جناب علی مراد ہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ نفس جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بعینہ نفس جناب علی نہیں ہو سکتا پس بالضرور یہاں مساواۃ سے مراد ہے۔ اور اس بات سے یہ امر حاصل ہوتا ہے کہ جو فضائل و مناقب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں تھے بجز شرف نبوت کے وہی فضائل جناب علی کو بھی حاصل تھے پس اس میں شک نہیں کہ بہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام فضائل میں تمام خلقت سے افضل تھے۔ جبکہ ان صفات میں جناب علی کے مساوی ٹھہرے تو یہ بات بھی ضرور ماننی پڑے گی کہ جناب علیؑ بعد رسول اللہ بھی افضل البشر ہیں۔

ارجح المطالب ص ۵۲۵' وسیلۃ النجاۃ ص ۶۹' کنز العمال جلد ۱۵ ص ۲۵

روایت حضرت عائشہ

ارجح المطالب ص ۵۲۹' مناقب خوارزمی ص ۹۰ سطر آخر' مناقب یمنی ص ۳۷' مقتل خوارزمی ص ۴۳

روایت امام علی رضاؑ

امام رضاؑ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اَنفُسَنَا سے نفس علیؑ کو مراد لیا ہے۔ اور اس بارے میں حضورؐ کا قول دلالت کرتا ہے۔ بنو ولیعہ کو باز رہنا چاہیے۔ ورنہ ان کے پاس ایسا آدمی روانہ کروں گا جو میرے نفس کی مثل ہو گا۔ یعنی علیؑ کو روانہ کروں گا۔ یہ علیؑ کی وہ خصوصیت ہے جس میں کوئی شخص آپ کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ (ینابیع المودۃ ص ۸۸)

روایت حضرت عمر بن شعیب

مناقب خوارزمی ص۹۰ سطر آخر۔

روایت حضرت علیؑ

روایت حضرت جابر

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے حضرت علیؑ کے بازوؤں کو پکڑ کر فرمایا۔ یہ نیکو کاروں کے امیر اور کفار کے قاتل ہیں۔ وہ شخص فتح مند ہے جس نے اس کی مدد کی۔ اس آدمی کو چھوڑ دیا گیا ہے جس نے اس کو چھوڑ دیا۔ حضرت نے ان الفاظ سے اپنی آواز کو بلند کیا۔ پھر فرمایا میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ جو شخص علم حاصل کرنا چاہے اس کو دروازے سے آنا چاہیے۔ (ینابیع المودت ص۱۱۱' انتھاء الافھام ص۲۱۲)

روایت حضرت عبداللہ بن اخطب

عبداللہ بن اخطب سے مروی ہے جب گروہ ثقیف جنگ حنین سے بھاگ کر بعض تو طائف کو چلے گئے اور بعض اوطاس میں۔ اور کچھ لوگ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ میں ایک شخص کو جو مجھ سے یا میری مانند ہو گا' تمہارے گروہ پر بھیجوں گا تاکہ تم سب کو قتل کر کے تمہاری اولاد کو اسیر کرے اور تمہارا مال غنیمت لے لے۔ عمر بن خطاب نے کہا خدا کی قسم میں نے کبھی امارت اور سرداری کی آرزو نہیں کی۔ مگر اس روز میں اپنے سینے کو ابھارتا تھا اس امید پر کہ شاید پیغمبرؐ فرمائیں کہ وہ مرد یہ ہے۔ اسی اثناء میں امیر المومنین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ هُوَ هٰذَا یعنی وہ یہ مرد ہے۔ جو مجھ سے ہے اور میری مانند ہے۔

آیۂ مباہلہ

فَمَنْ حَاجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ

پس بعد اس کے کہ تیرے پاس علم آچکا ہے کوئی شخص عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کرے تو کہہ دو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو پھر ہم خدا کی طرف رجوع کریں اور خدا کی لعنت جھوٹوں پر قرار دیں۔

(آل عمران ۶۱)

(۳) عن ابن عباس قال ان رهطا من نجران قدموا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالوا ما شانک تذکر صاحبنا قال من هو قالوا عیسی تزعم انه عبدالله قال اجل قالوا فهل رایت مثل عیسی و انبئت به ثم خرجوا من عنده فجاءه جبریل فقال له قل لهم اذا اتوک ان مثل عیسی عندالله کمثل ادم و فی روایته ان واحدا منهم قال له المسیح بن الله لا اب له و قال الاخر هو الله لا نه احیاء الموتی و اخبر عن الغیوب و ابراء الا کمه و الابرص و خلق من الطین طیرا و تزعم انه عبدالله فقال صلی الله علیه وسلم هو عبدالله و کلمته القاها الی مریم فغضبوا فقالوا انما لا نرضی ان تقول هوا الله و قالوا ان کنت صادقا فارنا عبد الله یحیی الموت و یشفی الا کمه و الابرص و یخلق من الطین طیرا فینفخ فیه فیطیر فسکت عنهم فنزل الوحی بقول الله تعالی لقد کفر الذین قالوا ان الله هو المسیح ابن مریم و قوله تعالی فمن حاجک من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنته الله علی الکاذبین ثم قال لهم ان الله امری ان لم تنقاد و الاسلام ان اهلکم انهم و عدوا الی الغد و لما اصبح رسول الله صلی الله علیه وسلم اقبل و معه علی و الحسن و الحسین و فاطمه و عند ذلک قال لهم اسقف انی لاری وجوها لو سئل الله ان یزیل لهم الجبل لا زاله فلا تباهلوا فتهلکوا و لا یبقی علی وجه الارض نصرانی فقال صلی الله علیه وسلم لا بنا هلک (اخرجه ابو حاتم) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نصاری نجران کے چند آدمی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کہنے لگے آپ ہمارے صاحب کے حق میں کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا وہ کون ہیں وہ بولے عیسیٰ کہ جن کی نسبت آپ یہ گمان کرتے کہ وہ خدا کا بندہ ہے حضرت نے ارشاد فرمایا میرا گمان بجا ہے۔ وہ کہنے لگے آپ عیسیٰ جیسا کوئی خدا کا بندہ دکھائیں یا آپ کو ان کے جیسے کی خبر لگی ہے تو آپ ہم کو بتائیں۔ یہ کہہ کر وہ لوگ حضرت کے پاس

سے چلے گئے۔ پس جبرائیل علیہ السلام حضرت کے پاس تشریف لا کر کہنے لگے جب وہ لوگ آئیں آپ ان سے کہہ دیں کہ خدا کے نزدیک عیسیٰ بعینہٖ حضرت آدم کی طرح سے ہیں (ایک روایت میں اس طرح پر ہے کہ) کہ نجران کے لوگوں میں سے ایک شخص نے حضرت کی جناب میں عرض کیا مسیح خدا کا بیٹا ہے ان کا کوئی باپ نہیں ہے اس کے ساتھ والے دوسرے نے کہا بلکہ وہ خود خدا تھے۔ مردے زندہ کیا کرتے تھے۔ اور غیب کی باتیں بیان کرتے تھے اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتے تھے۔ اور مٹی سے جانور بناتے تھے۔ آپ ان کو خدا کا بندہ کہتے ہیں حضرت نے فرمایا وہ خدا کا بندہ اور اس کا پاک کلمہ تھے جو مریم کی طرف سے القا کیا گیا تھا۔ وہ لوگ خفا ہو کر کہنے لگے ہم نہیں راضی ہوں گے جب تک آپ یہ نہ کہیں کہ وہ خدا تھے۔ اگر آپ صادق ہیں تو آپ ہمیں کوئی خدا کا بندہ ایسا دکھا دیں جو مردہ کو زندہ کرتے اور اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرے اور مٹی سے جانور بنائے اور پھر ان میں پھونکے اور وہ اڑ جائیں۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے پس وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ تحقیق کافر ہوئے ہیں وہ لوگ کہ جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم خدا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے پس جو شخص کہہ تجھ سے جھگڑے اس کے بعد کہ تجھے اس کا علم آگیا ہے پس کہہ دے آؤ بلا دیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان کو پھر دعا کریں اور اللہ کی لعنت ڈالیں جھوٹوں پر' پھر آپ نے نصاریٰ کے گروہ سے ارشاد کیا اگر تم اسلام کے منقاد نہیں ہو گے تو خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم سے مباہلہ کروں۔ پھر ان لوگوں نے دوسرے روز کا وعدہ کیا۔ جب صبح ہوئی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جناب علی اور حسنین اور جناب سیدہ علیہم السلام کو ساتھ لے کر تشریف لائے۔ اسقف نے ان سے کہا واللہ میں ایسے چہرے دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے یہ دعا مانگیں کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو خدا تعالیٰ اس کو اس کی جگہ سے ٹلا دے گا۔ تم ان سے مباہلہ مت کرو ورنہ زمین پر کوئی نصرانی زندہ نہیں رہے گا۔ پس ان کا اسقف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر عرض کرنے لگا ہم مباہلہ نہیں کرتے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۸ سطر ۲ تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص ۴۸۵ سطر ۱۳ وسیلۃ المآل ص ۷۶' محاضرۃ الادباء ج ۱ ص ۳۴۵' تفسیر کشاف جلد ۱ ص ۳۲۷ سطر ۱' تفسیر بیضاوی جلد ۲ ص ۲۲۵ سطر ۱۰ اہل البیت ص ۱۹۵' الرصف ص ۳۸۲' المرقات جلد ۱ ص ۳۷۹ سطر ۱۲' تیسیر الوصول جلد ۲ ص ۱۵۱ سطر ۲۲' مختصر ص ۳۰' السیف الیمانی ص ۹' ذخائر العقبیٰ ص ۲۵ سطر ۳' مطالب السئول ص ۱۵ سطر ۱۷' فتح البیان ج ۲ ص ۴۷ سطر ۵' الاتحاف ص ۱۵۴' نور الابصار ص ۹۹ سطر ۲ صواعق محرقہ ص ۳۹ سطر ۱۲' تیسیر الوصول ج ۲ ص ۱۴۰' ذخائر المواریث ج ۱ ص ۲۲۹' الصواعق المحرقہ ص ۴۲' مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۸۵' منہاج السنۃ ج ۴ ص ۳۴' سنن الکبریٰ ص ۶۳' کوکب دری ص ۲۹' مودۃ القربیٰ ص ۲۷' شفاء عیاض ج ۲ ص ۴۱' مقاصد الطالب ص ۱۸۱' المنتقیٰ ص ۱۸۸' تقویۃ الایمان ص ۱۴۰ سطر ۸' تاریخ الخلفاء ص ۶۵' اتحاف الافہام ص ۱۹۷' رفع اللبس ص ۴۰' علم الکتاب ص ۲۴۳' شواہد التنزیل ج ۱ ص ۲۴' مناقب عینی ص ۵۴' زاد المسیر ص ۳۹۹' العقیدہ الطحاویہ ص ۲۰۵' طبع دار التذکیر ص ۲۹' معترک الاقران ج ۲ ص ۵۲' اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۵'

مصابیح السنہ ج ۲ ص ۲۰۳' سراج المنیر ج ۱ ص ۱۸۲' در منثور ج ۴ ص ۳۸' حسن الاسوۃ ۳۲' کشاف ج ۱ ص ۳۰۷' ضوء الشمس ص ۹۹' قصہ کبیرہ ص ۳۳۷' المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰' جامع الاصول ج ۹ ص ۴۷۰' الاصابہ ج ۲ ص ۵۰۳' تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵' الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۸۸' تاج جامع الاصول ج ۳ ص ۳۲۹' بحر المحیط ج ۲ ص ۴۷۹ سطر ۲۲' الانوار القدسیہ ص ۲۲' غایۃ المرام ص ۷۱' عیون المسائل ص ۸۳' القول المقیم ص ۲۱' احسن القصص ج ۳ ص ۲۴۳' توضیح الدلائل ص ۳۲۲' العشرۃ المبشرون بالجنۃ ص ۲۰۶' زہر الحدیقہ ص ۱۷۳' الکوکب المعنی ص ۴۳' الابتھاج ص ۱۹۲' الحدائق ج ص ۳۹۹

عبارات مرسل

تاریخ احمدی ص ۱۰۴' الاختلاف ص ۴۳' الدرر المکنون ص ۱۲' تحفۃ الملوک ص ۴۷' احسن القصص ج ۳ ص ۲۱۰' آل بیت الرسول ص ۹' الرحیق المختوم ص ۴۳' ہدایت الحیاوی ص ۵۵'

روایت حضرت جابرؓ

(۲) عن جابر بن عبداللہ قال انفسنا محمد صلی اللہ علیہ ولہ وسلم و علی و ابناءنا الحسن و الحسین و نساءنا فاطمۃ (اخرجہ الحاکم) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انفسنا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب علی اور ابناءنا سے حسن اور حسین اور نساءنا سے جناب سیدہ مراد ہیں۔

ارجح المطالب ص ۴۳' ۴۴' احکام القرآن ابن عربی ج ۱ ص ۱۱۵' معالم التنزیل ج ۱ ص ۳۰۲' البدایہ ج ۵ ص ۵۲' تفسیر طبری ج ۳ ص ۱۹۲ سطر ۲۱' شواھد التنزیل ج ۱ ص ۱۲۶' زینی دحلان ج ۳ ص ۴' تفسیر منثاوی ج ۲ ص ۱۲۰' مدارج النبوۃ ص ۵۰۰' نیشاپوری ج ۳ ص ۲۰۶ سطر ۳۳' خازن ج ۱ ص ۳۰۲' الاتحاف ص ۵ (شبراوی)۔ مناقب خوارزمی ص ۹۹ سطر آخر' اکلیل سیوطی ص ۵۳' تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۹۹' خزانۃ الادب ص ۴۷۳' وسیلۃ النجاۃ ص ۶۷' الریاض النضرۃ ج ۲ ص ۱۸۸' المستدرک ج ۳ ص ۱۵۰' مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۹۸' روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۳۶۵' القول المستحسن ص ۲۴۹' روائح المصطفیٰ ص ۲۱' قرطبی ج ۳ ص ۱۰۴' احکام القرآن ج ۲ ص ۲۱' ذخائر العقبیٰ ص ۲۵' انتھاء الافہام ص ۱۹۸' المنار ج ۳ ص ۳۲۱' تفسیر الواضح ج ۳ ص ۵۸' روح المعانی ج ۳ ص ۱۶۷' سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۳۵۵' البحر المحیط ج ۲ ص ۴۷۹' تفسیر کبیر ج ۸ ص ۸۵' مطالب السئول ص ۷' مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۸۵' در منثور ج ۲ ص ۳۸' فتح البیان ص

۲۳ سطر ا' تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۴۷۰۔

روایت حضرت ابن عباسؓ

ارجح المطالب ص ۱۵' تبصیر الرحمان ج ۲ ص ۱۳۱' الصواعق المحرقہ ص ۱۳۵ سطر آخر' تفسیر نسفی ج ۱ ص ۳۶' کشاف ج ۱ ص ۱۹۳' تفسیر نیشاپوری ج ۳ ص ۲۰۶' سطر ۲۳' بیضاوی ج ۲ ص ۲۲' تذکرۃ ص ۱۷' الکاف الشاف ص ۲۶' تفسیر ثعلبی بحوالہ عمدۃ ابن بطریق ص ۹۰' معرفت علوم الحدیث حاکم ص ۵۰' مناقب ابن مغازلی ص ۱۵' شرح زرقانی ج ۳ ص ۲۳' دلائل النبوۃ ص ۳۹۸' تنزیل الآیات ص ۵' نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۷' شواھد التنزیل ج ۱ ص ۱۲' مبارک الازھار ج ۲ ص ۳۵۶' منھاج السنۃ ج ۳ ص ۹' الفصول المہمہ ص ۱۰۸' تفسیر المواھب ج ۱ ص ۷۱' کفایت الطالب ص ۱۳' معارج النبوۃ ج ۱ ص ۲۱۵' مناقب خوارزمی ص ۹۱ سطر آخر' در منثور ج ۲ ص ۳۸' تفسیر ابو مسعود ج ۲ ص ۳۲۳۔

روایت حضرت عائشہؓ

(۱) عن عائشۃ قالت خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غداۃ علیہ مرط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علی فادخلہ ثم جاء الحسین فدخل معہ ثم جاءت فاطمۃ فادخلھا ثم جاء علی فادخلہ ثم قال۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا (اخرجہ احمد و المسلم و الترمذی) و ابن ابی شیبہ و ابن جریر و ابن ابی حاتم و الحاکم و السیوطی فی الدر المنثور) جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتی ہیں ایک روز جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو ایک سیاہ بالوں کی گلیم منقش اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے پس جناب امام حسن بن علی آئے حضرت نے ان کو اس میں داخل کر لیا۔ پھر جناب امام حسین آئے ان کو بھی آپ نے داخل کر لیا۔ پھر جناب فاطمہ تشریف لائیں حضرت نے ان کو بھی لے لیا پھر جناب علی تشریف لائے آپ نے ان کو بھی اس میں لے لیا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ نہیں چاہتا ہے اللہ مگر یہ کہ دور لے جائے تم سے نجاست کو اے گھر والو اور پاک کرے تم کو خوب پاک کرنا۔

ارجح المطالب ص ۳۰۹' حسن الاسوہ ص ۱۵' فتح البیان ج ۷ ص ۳۶۵ سطر ۲' تیسیر الوصول ص ۱۹۰' الشرف المئوبد ص ۹' جواہر البحار ج ۳ ص ۸۲' القول الفصل ج ۲ ص ۲۱۰' رشفۃ الصادی ص ۱۵' السیف الیمانی ص ۹' رفع اللبس والشبہات ص ۱۵' التاج الجامع الاصول ج ۳ ص ۳۰۸' جمع الوسائل فی شرح الشمائل ج ۱ ص ۱۲۷' ینابیع المودۃ ص ۸۷ سطر ۱۷ ص ۱۹۰ سطر ۱۱' ذخائر المواریث ج ۴ ص ۲۷۷' نفحات اللاھوت ص ۵۳' الصواعق المحرقہ ص ۱۲۹ سطر ۱۲' المنتقیٰ من منھاج الاعتدال ص ۲۱۸' ۳۰۴' مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۶۸ سطر ۲' منھاج السنۃ ج ۳ ص ۴' ج ۴ ص ۲۰' تفسیر الخازن ج ۵ ص ۲۱۳ سطر ۹' السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۱۴۹ سطر ۵' جامع البیان طبری (تفسیر) ج

۲۲ ص ۶ سطر ۳، معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۱۳ سطر ۲۳، مسلم ا صحیح ج ۲ ص ۲۸۳ سطر ۲، تفسیر نیشاپوری ج ۳ ص ۲۰۶ سطر آخر، مسند احمد بن حنبل ص ۳۳۱، تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۲۷، الکاف الشاف ص ۲۶، مصابیح السنہ ج ۲ ص ۲۰۴، تفسیر الکبیر ج ۸ ص ۸۰، کفایت الطالب ص ۱۳، تقویتہ الایمان ص ۴۰، الحسن والحسین ص ۶، تفسیر البیضاوی ج ۲ ص ۲۲۵ سطر ۱۰، تفسیر مظہری ج ۷ ص ۳۷ سطر ۵، فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷ سطر ۳، الجواہر البحار ج ۲ ص ۲۸ سطر ۵، المستقی اللذ ہمی ج ۲ ص ۳۲۷ سطر ۱۸۔

روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ مباہلہ کے وقت یہ آیت نازل ہوئی **فَقُل تَعَالَو اندعُ اَبنَاءَ نَا وَاَبنَاءَ کُم** اور اس وقت آپ حضرت حسینؑ کو گود میں اٹھائے حضرت حسنؑ کا ہاتھ پکڑے لے چلے۔ حضرت فاطمہ آپ کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھیں اور حضرت علی ان کے پیچھے تھے۔ آپ اس کیفیت میں مباہلے میں آئے یہ لوگ چادر مباہلہ والے ہیں اور آیت مباہلہ میں یہی لوگ مراد ہیں۔

الصواعق المحرقہ ص ۱۴۵ سطر آخر، در منثور ج ۲ ص ۳۸، تذکرۃ ص ۱۷، زاد المسیر ج ۱ ص ۳۹۹، فتح البیان ج ۲ ص ۴۷ سطر ۱۸، مناقب خوارزمی ص ۹۶ سطر آخر، فتح القدیر ج ۱ ص ۳۴۹، اسباب النزول ص ۷۴، شواهد التنزیل ج ۱ ص ۲۲، لباب النقول ص ۷۵، دلائل النبوۃ ص ۲۹۷۔

مناشدہ

(۴) اخرج الدار قطنی ان علیا یوم الشوری احتج علی اهلها فقال لهم انشد کم باللہ هل فیکم احد اقرب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرحم منی و من جعله صلی اللہ علیہ وسلم و نفسه نفسه و ابناء ه ابناء ه غیری قالو اللهم لا دار قطنی جناب امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ مشورت کے روز اہل شوریٰ سے آپ نے تکرار کرتے وقت فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کوئی تم میں میرے سوا ایسا شخص موجود ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مجھ سے زیادہ قرابت رکھتا ہو اور کس کی جان کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان اور کس کے بیٹوں کو آپؐ نے اپنے بیٹے قرار دیا ہے۔ سب نے کہا خدا کی قسم ہے کوئی نہیں۔

ارجح المطالب ص ۳۴۳، نیشاپوری ج ۶ ص ۱۲۷ سطر ۱۱، الصواعق المحرقہ ص ۱۵۶ سطر ۱۳، انتقاء لا نعام ص ۱۹۸۔

اسقف نجرانی کا انتباہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب نجران کے میدان میں اس حال میں آئے کہ آپ نے جناب حسین کو بازوؤں پر اٹھایا تھا۔ جناب حسن کو دائیں انگلی سے پکڑا ہوا تھا۔ حضرت فاطمہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پیچھے اور حضرت علی فاطمہ کے پیچھے خرامہ خرامہ تشریف لا رہے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میدان نجران میں تشریف لائے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں دعوت ایمان دیتا ہوں لہٰذا تم ایمان لاؤ یہ سن کر اسقف نجرانی نے اپنی قوم سے کہا اے نصاری برادری یاد رکھ لو کہ میں وہ چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا کرتے ہوئے کہا کہ وہ پہاڑ کو اپنے مقام سے ہٹا دے تو اللہ ضرور کر دے گا۔ لہٰذا اچھی بات یہی ہے کہ ان کے ساتھ مباہلہ نہ کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک زمین پر کوئی نصرانی بھی باقی نہیں رہے گا۔

خدا کی قسم میں دیکھ رہا ہوں کہ ہلاکت اہل نجران پر منڈلا رہی ہے اور اگر انہوں نے بد دعا کر دی تو تم بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ ہو جاؤ گے اور تمہاری تمام وادی آگ سے جل کر راکھ ہو جائے گی۔

روایت نمبر ۱

خزانۃ الادب ص ۶۷، تفسیر الجواہر ج ۲ ص ۱۲۰، تبصیر الرحمان ج ۳ ص ۱۱۴، بیضاوی ج ۲ ص ۲۲، کشاف ج ۱ ص ۱۹۳، نسفی ج ۱ ص ۱۳۶، مبارک الازہار ج ۲ ص ۳۵۶، تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۹۶، وسیلہ النجاہ ص ۶۷۔

روایت دوم

تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۰۲، البحر المحیط ج ۲ ص ۴۷۹، رشفۃ الصادی ص ۳۵، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۸۵، تفسیر نیشاپوری ج ۳ ص ۲۰۶۔

روایت سوم

الاتحاف ص ۵' بحر المحیط ج ۲ ص ۴۸۰ سطر ۱۲' الصواعق المحرقہ ص ۱۵۵ سطر ۲۱' رشفتہ الصاوی ص ۳۵۔

اجمالی ذکر

سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۹۲' انتخاء الانعام ص ۱۹۹' زاد المعاد ابن قیم ج ۵ ص ۱۲۸' الموافق ج ۲ ص ۱۱۴' شرح مواهب اللدنیہ ج ۳ ص ۴۳' فتوح البلدان ص ۷۵' مراۃ الجنان ج ۱ ص ۱۰۹' تاریخ ذہبی ج ۳ ص ۱۹۲' سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۲۱۳' شرح مقاصد ص ۲۱۹' امتاع الاسماء ص ۵۰۲' شرح مقاصد ص ۲۱۹' امتاع الاسماء ص ۵۰۲' تاریخ حضر موت ج ۲ ص ۲۲۴' آئمہ الهدیٰ ص ۱۳۶' رشفتہ الصاوی ص ۲۵۔

روایت دوم سعد بن وقاص

(ا) عن سعد بن ابی وقاص قال لما نزلت هذه الآیہ قل تعالو ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم ثم نبتهل فنجعل لعنتہ اللہ علی الکاذبین دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا و فاطمہ و حسنا و حسینا فقال اللهم هئو لا اهل بیتی (اخرجہ احمد و المسلم و الترمذی و النسائی فی الخصائص) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت کہ (اے محمد کہ جھگڑنے والوں سے کہو کو بلا دیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان کو پھر دعا کریں اللہ کی۔ پس لعنت ڈالیں جھوٹوں پر) نازل ہوئی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور فاطمہ اور حسنین کو بلا کر کہا اے میرے پروردگار یہ میرے اہل بیت ہیں۔

مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۸۵' صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹' جامع ترمذی ج ۱۹ ص ۵۳۴' خصائص نسائی ص ۱۱' ۳۲' المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۰۸ سطر ۱۸' المناقب الخوارزمی ص ۵۹ سطر ۱۷' جامع الاصول ج ۹ ص ۴۶۹' اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۵' تذکرہ ص ۲۳۔۲۲' الریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۸۸' تلخیص المستدرک ج ۳ ص ۱۰۸ سطر ۲۳' نظم درر السمطین ص ۱۰۷' مراۃ الجنان ج ۱ ص ۱۰۹' الاصابہ ج ۲ ص ۵۰۳' البدایہ ج ۷ ص ۳۳۹' فتح الباری ج ۷ ص ۶۰' منتخب کنز العمال ج ۵

ص ۵۳' سعد الشموس ص ۲۰۹' القول الفصل ص ۲۲۱' کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۵' ینابیع المودة ص ۶۰۹' حیات الصحابہ ج ۲ ص ۴۷۲' بدائع المنن ج ۲ ص ۴۰۴' جمع الفوائد ص ۳۶۶ ج ۲' ذخائر العقبیٰ ص ۱۰۰' المستطرف ج ۱ ص ۲۷ ۱۲' الفصول المہمہ ص ۱۱' الکواکب الدریہ ج ۱ ص ۴۴' اخبار الاول ص ۷۳' الاتحاف ص ۷' الروض النضیر ص ۱۳' الشرف المؤبد ص ۵۹' نور الابصار ص ۱۰۰' الطبقات المالکیہ ج ۲ ص ۴۷' نزل الابرار ص ۱۵' کفایۃ الطالب ص ۲۸۔

خطبہ امام حسن علیہ السلام

میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مباہلہ کے دن اپنے نفس کی جگہ میرے باپ کو' اپنے بیٹوں کی جگہ مجھے اور میرے بھائی حسین کو اپنی عورتوں کی جگہ میری ماں فاطمہ سلام اللہ علیہا کو لے گئے تھے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اہل ہیں۔

ینابیع المودت ص ۱۹ سطر ۱۸۔

خطبہ امام زین العابدین علیہ السلام

آیہ مباہلہ کے وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم علی' حسن و حسین اور حضرت فاطمہ صلوات اللہ و سلامہ علیہا کو لے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انفسنا سے نفس علی مراد لیا اور اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا فرمان دلالت کرتا ہے جو اولاد ولیعہ کو فرمایا تھا جو کہ یہ تھا اولاد ولیعہ کو باز رہنا چاہیے ورنہ میں ان کے پاس ایسے جوان کو بھیجوں گا جو میری مانند ہو گا یعنی حضرت علی بن ابی طالب صلوات اللہ علیہ ہوں گے یہ وہ خصوصیت ہے جس میں علی کے ساتھ کوئی آدمی شریک نہیں ہو سکتا۔

ینابیع المودت ص ۷۵ سطر ۳ لاہور۔

اقوال علماء اہل سنت

جناب جصاص احکام القرآن کی جلد ۲ کے ص ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں:

آج تک کسی نے بھی اس بات میں اختلاف نہیں کیا کہ مباہلہ کے میدان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف حضرات حسنین اور حضرت علی و فاطمہ کو لے کر گئے۔

تفسیر معالم التنزیل جلد ۱ ص ۳۰۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ابناء نا سے حسنین' نساء نا سے حضرت فاطمہ اور انفسنا سے مراد حضرت علی ہیں۔

مفسر قرطبی اپنی تفسیر کی جلد ۳ ص ۱۰۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت حسن و حسین کے ساتھ میدان مباہلہ میں تشریف لائے اس حال میں کہ فاطمہ ان کے پیچھے چل رہی تھیں اور حضرت علی حضرت فاطمہ کے پیچھے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میدان میں آکر ان کو دعوت ایمان دی۔

ابن عربی احکام القرآن کی جلد ۱ ص ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مفسرین تحریر فرماتے ہیں کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اہل نجران سے مناظرہ کیا اور دلائل اور حجت سے ان پر غالب بھی آ گئے لیکن انہوں نے اطاعت کرنے اور اسلام لانے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فوراً حضرت علی و فاطمہ اور جناب حسنین شریفین کو بلایا اور پھر نصاریٰ کو مباہلہ کی دعوت دی۔

مطالب السئول کے ص ۷ پر تحریر ہے۔

کہ آیہ مباہلہ کو ثقہ راویوں نے روایت کیا ہے اور سب نے یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت علی' حضرت فاطمہ اور حسنین شریفین کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

تفسیر نیشاپوری جلد ۳ ص ۲۰۸ سطر ۱ پر ہے کہ اس آیت سے اصحاب کساء کی فضیلت روز روشن کی طرح واضح ہے۔ اس لیے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کے نفسوں کو اپنا نفس قرار دیا اور ان کے ذکر کو اپنے ذکر پر مقدم کیا۔

امام فخرالدین رازی الاربعین میں آیہ مباہلہ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

تفسیر نیشاپوری جلد ۳ ص ۲۰۷ سطر ۳ پر تحریر ہے مفسرین و محدثین نے روایت مباہلہ کی صحت پر اتفاق فرمایا ہے۔

تفسیر کشاف جلد ۱ ص ۳۰۷ سطر ۲۰ پر علامہ زمخشری تحریر فرماتے ہیں:

صاحب کشاف فرماتا ہے کہ آل عبا علیہم السلام کی فضیلت میں اس سے بڑھ کر اور کوئی آیت دلیل نہیں کیونکہ جس وقت یہ آیت اتری تو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان چار بزرگوں کو بلایا اور جناب امام حسین علیہ السلام کو بغل میں لیا جناب امام حسن علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور جناب فاطمہ زہرا علیہا السلام اور جناب علی علیہ السلام پیچھے پیچھے تشریف

لائے پھر آقائے نامدار نے فرمایا کہ جب میں دعا مانگوں تو تم آمین کہنا۔ اسقف لارڈ بشپ نے عیسائیوں سے کہا اے عیسائیو میں ایسے نورانی چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر خدا سے دعا مانگیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ تم ان سے مباہلہ مت کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور زمین پر کوئی بھی نصرانی باقی نہ بچے گا پس ان کے لارڈ پادری نے آ کر عرض کی کہ ہم مباہلہ نہیں کرنا چاہتے چنانچہ جزیہ قبول فرمایا۔ جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یہ نصاریٰ مباہلہ کرتے تو میمون اور بندر ہو جاتے اور اس وادی میں آگ لگ جاتی۔ تذکرہ خواص الامہ ص ۹، تفسیر کبیر رازی ج ۲ ص ۶۹۹ سطر ۱۴، تفسیر جامع البیان طبری پارہ ۳ ص ۱۹۲۔۱۹۳، تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۹۱ سطر ۲، تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۵۸ سطر ۱۳، تفسیر مدارک التنزیل ج ۱ ص ۲۵۸، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۶ سطر ۱۳، تفسیر فتح البیان ج ۲ ص ۵۵ سطر ۸، تفسیر حقانی ج ۳ ص ۱۵۳، تفسیر روح المعانی ج ۱ ص ۶۰۴ سطر ۸، تفسیر سراج المنیر ج ۱ ص ۲۲۳ سطر ۴، تفسیر معالم التنزیل بغوی ج ۱ ص ۱۴۳ سطر ۲۲۔

حضرت علی افضل الخلق ہیں

ارجح المطالب پر ص ۵۲۹ پر تحریر ہے۔
مودت القربیٰ ص ۲۷ سطر آخر پر ہے:

عن ابی ریاح مولی ام سلمة قال قال رسول الله لو علم الله تعالی فی الارض عبادا اکرم من علی و فاطمة والحسن والحسین لامرنی فی ان اباهل بهم ولکن امرنی بالمباهلة مع هؤلاء وهم افضل الخلق فغلبت بهم النصاریٰ۔

(ترجمہ) اور ابو ریاح غلام ابن ام سلمہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ روئے زمین پر ایسے بندوں کو جانتا جو علیؑ اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسینؑ سے افضل اور بہتر ہوں تو ضرور مجھ کو حکم دیتا کہ میں ان کو اپنے ہمراہ لے کر (نصاریٰ سے) مباہلہ کروں مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم دیا کہ انہی چاروں کو کہ یہی چاروں تمام مخلوق سے افضل ہیں اپنے ساتھ لے کر مباہلہ کروں پس میں ان کے سبب نصاریٰ پر غالب ہوا۔

حضرت علی افضل الانبیاء ہیں

تذ [illegible]

ہے:
کہ آیہ مباہلہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سوا حضرت علی تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ اور خدا نے آیت مباہلہ میں حضرت علیؑ کے نفس کو نفس رسول قرار دیا ہے لہٰذا اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں تو حضرت علیؑ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سواسب انبیاء سے افضل ہیں۔

اور اس کی مزید تاکید وہ حدیث فرماتی ہے جسے مخالف، موافق سبھی حضرات نے تحریر فرمایا ہے۔

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس کے علم میں حضرت نوح علیہ السلام کو اس کی اطاعت میں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی خلت میں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس کی قربت میں اور عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی صفوت میں دیکھنا ہو تو وہ حضرت علی علیہ السلام کو دیکھ لے۔

پس یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جو کمالات تمام انبیاء میں متفرقاً" پائے جاتے تھے وہ تمام اوصاف حضرت علی میں اجمالاً" موجود ہیں۔

اعتراض

ابن روزبہان فرماتے ہیں کہ رجال سے مراد خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

جواب

ابن روز بہان کا یہ اعتراض مردود ہے اس طرح پر کہ اس نے قصد کیا ہے حمل کرنے کا لفظ النفس کو بنا بر حقیقت جمع کے بعض علماء کے نزدیک اور ابن روز بہان نے یہ نہیں جانا کہ نبی اس طرح کے خطاب میں زیر حکم نہیں داخل ہو سکتے جیسا کہ علم اصول میں ثابت ہو چکا ہے۔ (احقاق الحق ص ۱۳۱)

اعتراض

ابن روز بہان نے یہ اعتراض فرمایا ہے کہ جو شخص حضرت علی کو حضور اکرم صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم کا مساوی قرار دے گا وہ دین سے خارج ہو جائے گا۔

جواب

یہ امر اس کے حق دین سے خروج کا باعث ہے اور بسبب اس کی بے پروائی کے ہے معرفت جناب امیر المومنین و سید الوصیین و برادر حضرت سید المرسلین سے اور یہ جو استبعاد اس نے کیا ہے کہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص مساوی ہو حضرت خاتم النبیین و افضل انبیاء اولوالعزم سے پس اس میں یہ اعتراض ہے کہ یعنی مساوات ایک کنایہ ہے منتہائے خصوصیت اور قرب و محبت سے اس لیے کہ جب دو شخصوں کے درمیان میں محبت کامل ہو جاتی ہے۔ تو کہا جاتا ہے کہ وہ دونوں متحد ہو گئے ہیں اگرچہ صورت میں علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں اور انتہائی بات جو لازم آتی ہے وہ مساوات ہے درجہ میں نہ امر جوت میں اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ امیر المومنین کو حضرت سے اگر اس حد پر مقارنت و اتحاد حاصل نہ ہوتا تو ہر آئینہ خدائے عالم ان کو نفس رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نہ فرماتا اور علی علیہ السلام اور ان کے دونوں صغیر السن فرزندان کے بھائی عقیل و جعفر سے کوئی نہ قرار پاتے کیونکہ وہ سب بھی قربت ہی میں مساوی ہے۔

ابناء رسولؐ

علماء اہل سنت تحریر فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ حسنین شریفین ابناء رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔

اکلیل ص ۵۳ پر ہے:

آیہ مباہلہ کے الفاظ ابناء نا سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹے حسنین ہیں۔

تفسیر نیشاپوری جلد ۳ ص ۲۰۷ سطر ۳۲۔

یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ حسنین حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پہلے فرمایا تم اپنے بیٹے لاؤ میں اپنے بیٹے لے کر آتا ہوں۔ اور پھر خود حسنین کو میدان میں لے جا کر ثابت فرما دیا کہ ابناء رسولؐ حسنین ہیں۔

جناب ابن حجر کی صواعق محرقہ ص ۱۵۵ سطر ۲۰ پر تحریر فرماتے ہیں کہ کشاف میں ہے کہ

اس سے بڑھ کر چادر والوں کی فضیلت پر کوئی قوی دلیل نہیں اور وہ حضرت علی حضرت فاطمہ اور حسنین ہیں کیونکہ یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انہیں بلایا اور حسین کو گود میں لیا حسن کا ہاتھ پکڑا آپ کے پیچھے حضرت فاطمہ چلیں اور علی آپ دونوں کے پیچھے چلے۔ پس معلوم ہو گیا کہ آیت سے مراد حضرت فاطمہ کی اولاد اور ان کی ذریت ہے۔ جنہیں وہ اپنے بیٹے کہتے ہیں اور آپ کی طرف دنیا و آخرت میں صحیح اور نافع صورت میں منسوب ہوتے ہیں۔

ہم فائدہ کی تکمیل کی خاطر احادیث کو مع ان کے متعلقات کے ذکر کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے منبر پر فرمایا: ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قوم کو آپ کی رشتہ داری قیامت کو سودمند نہ ہو گی۔ خدا کی قسم بیشک میں کوثر پر تمہارے لیے فرط ہوں گا۔

ایک ضعیف روایت میں ہے اگرچہ حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی کہ ایک آدمی نے حضرت بریدہ سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) تجھے اللہ کے مقابلے میں کچھ کام نہ آئیں گے۔ تو آپ نے خطبہ دیا پھر فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو کہتے ہیں کہ میرا رشتہ کچھ کام نہ آئے گا۔ حتیٰ کہ یمن کے دو قبیلوں جعا اور حکم کا بھی یہی خیال ہے۔ میں ضرور شفاعت کروں گا۔ یہاں تک کہ جس کی شفاعت میں کروں گا اس کی شفاعت منظور ہو گی اور میری شفاعت کے متعلق تو ابلیس بھی بڑا طمع رکھتا ہے۔

دار قطنی نے بیان کیا ہے کہ شوریٰ کے روز حضرت علی علیہ السلام نے اہل شوریٰ پر حجت کرتے ہوئے فرمایا: کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رشتہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مجھ سے مقدم ہو اور میرے سوا جس کے وجود کو اپنا وجود اور اس کے بیٹوں کو اپنے بیٹے اور اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں قرار دیا ہو۔ انہوں نے کہا بخدا نہیں۔

طبرانی نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس نے علی بن ابی طالب کی صلب میں رکھا ہے۔

ابوالخیر الحاکمی اور صاحب کنوز المطالب نے ابن ابی طالب کے بیٹوں کے بارے میں بیان کیا ہے حضرت علی علیہ السلام رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے تو آپ کے پاس حضرت عباس بیٹھے ہوئے تھے آپ نے سلام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سلام کا

جواب دیا اور اٹھ کر آپ سے معانقہ کیا اور آنکھوں کے درمیانی حصہ کو بوسہ دیا اور دائیں ہاتھ بٹھایا۔ حضرت عباس نے کہا کیا آپ کو اس سے محبت ہے فرمایا اے چچا خدا کی قسم اللہ مجھ سے بھی زیادہ اس سے محبت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے اور میری ذریت کو اس کی صلب میں رکھا ہے۔ دوسرے نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں کہ قیامت کے روز لوگوں کو پردہ داری کے واسطے اس کی ماؤں کے نام سے پکارا جائے گا مگر اسے اور اس کی اولاد کو صحت ولادت کی وجہ سے ان کے ناموں سے پکارا جائے گا۔

ابو یعلیٰ اور طبرانی نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام بنی ام سوائے حضرت فاطمہ کی اولاد کے عصبہ کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ میں ہی ان کا ولی اور عصبہ ہوں۔ یہ حدیث کئی طرق سے بیان ہوتی ہے۔ جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔

اعتراض

اس آیت مبارکہ کے ذیل میں "تفسیر المنار" والے لکھتے ہیں "روایات کے مطابق اس مقام پر علیؑ فاطمہؑ اور ان کے دونوں بیٹوں کو رسول اکرم کی طرف سے منتخب کرنا ایسا امر ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ ہم جس روایت کے پر نگاہ ڈالتے ہیں وہ انہی افراد کے انتخاب کی بات کرتی ہے۔ لیکن ان روایات کے تمام مصادر ہمارے ہاں شیعہ طریقے کے علاوہ میسر نہیں ہیں۔ یعنی (اگر یہ روایات ہمارے اپنے سلسلہ سند سے بھی منقول ہوئی ہوں تب بھی یہ شیعہ سے ماخوذ ہیں) یہ دیکھ کر ہمیں کہنا چاہئے کہ ان جھوٹے "جعلی روایات گھڑنے والے" شیعوں نے کوئی اچھا کام نہیں کیا۔ یہ لوگ اپنے جھوٹ کو ہماری آنکھوں سے چھپا لینے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کون عرب "**نساء نا**" کے لفظ کو "دختر نبی" پر منطبق کر سکتا ہے؟ جس کی وجہ یہ ہے کہ مباہلہ کے موقع پر نبی اکرم کئی ایک بیویاں رکھتے تھے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ صیغہ جمع فرد واحد پر منطبق ہو جائے اور وہ بھی صرف دختر نبی پر؟ اور پھر اس سے بھی بالا تر موجب تعجب ان کلیہ دعویٰ ہے کہ "**انفسنا**" کا کلمہ علی پر منطبق آتا ہے" جواب

آیتہ اللہ محمد فاضل موحدی لنکرانی اس اعتراض کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں:

ان کلمات میں صاحب "المنار" کے پر جوش قلب میں تعصب کی امواج پیچ و تاب کھاتی دکھائی دے رہی ہیں اور اس کی ان باتوں کا دقیق جواب تفسیر "نخن حق" اور تفسیر "المیزان" کے

مطالعے سے یوں پیش کیا جا سکتا ہے:

چونکہ اس پیش لفظ میں اس جواب کی طرف فقط ایک اشارہ ہی مناسب ہے اور زیادہ طویل بات نہیں کی جا سکتی' اس لئے ہم اتنا ہی کہیں گے کہ "المنار" کے یہ جملے صاحب المنار (استاد شاگرد ہر دو) کی تعصب سے آلودہ روح پر اس طرح روشن دلیل ہیں جس طرح ایک بلند مینار پر آگ کی روشنی واضح طور پر نظر آتی ہے۔ کیا شیعہ روایات میں کوئی بات اگر آئمہ اطہار کے طریق سے صحیح اسناد کے ساتھ نبی اکرم (ص) کی طرف مستند ہو تو اس کا حل سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اسے بھی "وضع" اور جھوٹ پر محمول کر دیا جائے؟ کیا صاحب "المنار" کی نگاہ میں امام محمد باقر علیہ السلام جو خود رسول اکرم (ص) کے بقول "باقر العلوم" ہیں' کی حیثیت ایک عام محدث سے بھی کمتر ہے؟ کیا ابو ہریرہ کی روایات تو قابل اسناد ہو سکتی ہیں اور امام محمد باقر علیہ السلام اور امام محمد جعفر صادق علیہ السلام جیسے بیت النبوۃ کے پروردہ آئمہ ھدیٰ کی روایت سند قرار نہیں دی جا سکتیں؟ کیا فقط ابو ہریرہ اور اس کے رفقاء ہی قرآن مجید سے آشنائی رکھتے ہیں؟ اور وہ فرزندان رسول (ص) جو قرآن کے اپنے ارشادات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے مصطفیٰ اور مخلص ترین بندے ہیں' قرآن سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے؟ کیا قرآن مجید نے نہیں فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ...... (پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا ......) اگر (بفرض غلط) تم وارثان کتاب صرف "علماء" ہی کو قرار دو اور ان کو مصطفیٰ بندے نہ جانو تو کیا رسول اللہ (ص) کی اولاد میں سے یہ علماء فقط عباد بھی نہیں سمجھے جائیں گے؟

مفسر "المنار" کا شیعہ روایات پر کیا گیا طعن کہ ان روایات میں اکثر آئمہ شیعہ کے طریق سے نبی اکرم (ص) کی طرف منسوب ہیں' اس کے سوا اور کیا معنی رکھتا ہے کہ وہ ہماری تمام روایات کو مستند نہیں جانتے۔ تو کیا اس طرز تفکر کو سوائے تعصب کے کوئی اور نام دیا جا سکتا ہے؟ ہم اس سے بھی قطع نظر کرتے ہیں کہ یہ روایات فقط ہمارے آئمہ ھدیٰ علیہم السلام تک منتہی ہوتی ہیں۔ تو کیا انہوں نے غیر شیعہ کتب کا مطالعہ نہیں کیا؟ یا مطالعہ کے باوجود ان کی آنکھوں پر غبار چھا گیا ہے اور اسناد ان کے سامنے مشتبہ ہو گئی ہیں۔ کیا بیہقی نے کتاب "دلائل النبوۃ" میں نجران کے وفد کا واقعہ نہیں لکھا اور وہاں اس نے علی و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کے علاوہ

کسی اور کا نام انتخاب کردہ افراد میں لیا ہے؟ بیہقی کے الفاظ یہ ہیں **حدثنا ابو عبدالله الحافظ ابو سعید و محمد بن موسی بن الفضل قالا حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب حدثنا احمد بن عبدالجبار حدثنا یونس بن بکیر عن سلمة بن عبد یسوع عن ابیه جده قال یونس......**

اسی طرح حاکم نے مستدرک میں علی بن عیسٰی سے روایت کی ہے۔ وہ احمد بن محمد ازہری سے' وہ علی بن حجر سے' وہ علی بن مسہر سے اور وہ داؤد بن ابی ہند سے نقل کرتے ہیں کہ **انفسنا** سے مراد علی بن ابی طالب (ع) اور **ابناء نا** سے مراد حسنین علیہما السلام اور **نساء نا** سے مراد فاطمہ (ع) ہیں۔

کیا ابو داؤد طیالسی نے شعبی سے بطور مرسل یہی بات نقل نہیں کی؟ اور اس طرح اس نے ابن عباس اور براء سے روایت نہیں کی؟ کتنا مناسب ہوتا اگر آپ اپنے امام ابو الفداء اسماعیل بن کثیر قرشی کی ہی تفسیر کا مطالعہ کر لیتے جس کو اپنے آپ اپنی اصطلاح میں "حافظ" کہتے ہیں اور جس کو "عماد الدین" کا لقب بھی آپ ہی نے دے رکھا ہے' تو آپ کو اہل سنت کی وہ تمام روایات بھی معلوم ہو جاتیں جو ان بھائیوں نے مباہلہ کی بحث میں نقل فرمائی ہیں۔ پھر آپ انہیں فراموش نہ کرتے۔ یا کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ اپنی معتبر تاریخ یعنی "تاریخ کامل علی بن اثیر" کی ورق گردانی کر لیتے۔ وہ بھی اپنی تاریخ کی جلد دوم کے صفحہ ۲۹۳ پر رقم طراز ہیں:

نجران کے نصاریٰ نے "عاقب" "سید" اور دیگر چند افراد کو مباہلہ کے لئے رسول خدا کے پاس روانہ کیا۔ پیغمبر اکرم (ص) مباہلہ کے قصد سے برآمد ہوئے تو آپ کے ہمراہ علیؑ' فاطمہ اور حسنین علیہم السلام تھے۔ جب عاقب و سید کی نگاہ نے اجتماع کی اس ہیئت کو دیکھا تو وہ کہنے لگے "جن ہستیوں کو ہم دیکھ رہے ہیں واللہ یہ چہرے ہیں کہ اگر پہاڑوں کو اپنی جڑوں سے اکھاڑنا چاہیں تو ایسا کرنے پر قادر ہیں۔ لہذا ان ملکوتی صورتوں کے مالک بزرگان کو دیکھتے ہی وہ لوگ مباہلے سے دستبردار ہو گئے۔"

البتہ ہمیں آپ کے ان انکار سے ہم آہنگ ایک مورخ اور بھی دکھائی دیتا ہے اور وہ ہے طبری۔ یہ صاحب' جو تاریخ کے چھوٹے چھوٹے واقعات کو بھی نظرانداز نہیں کرتے جب نجران کے وفد اور مباہلے کے واقعات پر آتے ہیں' تو فقط ایک سطر لکھ کر گزر جاتے ہیں اور آیت

مباہلہ کی طرف اشارہ تک بھی نہیں فرماتے' حالانکہ یہ واقعہ رسول اکرمؐ کی سوانح میں انتہائی اہم اور ولولہ انگیز حیثیت کا حامل ہے' جس میں اسلام اور مسیحیت اس طرح ایک دوسرے کے مقابلے میں آ گئے کہ یہ امکان پیدا ہو گیا کہ عالم مسیحیت اسلام کے ساتھ مزاحمت کو ترک کر دے گا اور عیسیٰ کے متعلق صحیح عقلی منطق کو قبول کر کے اسلام کو قبول کر لے گا۔

صاحب "المنار" نے یہ سوچ رکھا ہے کہ روایات شیعہ مباہلہ والی آیت کریمہ پر منطبق نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ کلمہ **نساء نا** سے کون سا عرب "دختر کا مفہوم لیتا ہے؟ تو ہم جواب میں کہیں گے کہ علماء شیعہ میں سے کس عالم نے کہا ہے کہ **نساء نا** کا مفہوم فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں؟

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آیت مباہلہ کے سلسلہ میں فرمایا ہم اپنی عورتوں اپنے فرزندوں اور اپنے نفوس کو مباہلہ لعنت طلبی کے لئے لائیں اور تم اپنی عورتوں' فرزندوں اور اپنے نفوس کو لے کر آ جاؤ۔ تو کیا اس سے یہی مراد نہیں لی جائے گی کہ اہل اسلام کی خواتین' فرزندان اور عوام میں سے ایسے افراد کو جن کی روح مجھ سے اور اسلام سے متحد ہو چکی ہے' ہم لائیں گے اور تم بھی اسی طرح اپنے ایسے افراد کو لے آؤ؟ اور اگر آپ ان لطیف نکات کو محسوس نہیں کر سکتے تو پھر اس قسم کے دیگر جملات یعنی **انا ابن مکتہ و منیٰ انا ابن زمزم و صفا** (میں فرزند مکہ و منیٰ ہوں۔ میں فرزند زمزم و صفا ہوں) کو کیسے سمجھ پاؤ گے؟ علیٰ ہذا رسول اکرمؐ کے ارشاد **انا و علی ابوا ھذا الامۃ** (میں اور علی اس امت کے باپ ہیں) کے کیا معنی لو گے؟

قرآن مجید اپنی ایک آیت میں تمام اہل اسلام کو ایک دوسرے کو سلام کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے **فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیۃ من عنداللہ** (پس جب تم اپنے گھروں میں آؤ تو اپنے نفوس پر سلام کرو' اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفے کے طور پر (نور ۶۱) اس صورت میں جب آپ گھر میں داخل ہوں اور گھر میں صرف ایک نفر ہو تو کیا آپ وہاں یہ فیصلہ فرما دیں گے کہ آیت قرآنی میں سلام کا حکم اس فرد کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ وہاں **انفسکم** یعنی جمع کا صیغہ ہے اور کون عرب زبان داں اس سے ایک فرد مراد لے سکتا ہے۔

اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا ہم خواتین کو لائیں گے لیکن روایات کے مطابق فقط حضرت فاطمہ کو لے گئے جو خاتون اسلام ہیں۔ ہمارا دعویٰ ہرگز یہ نہیں کہ **نساء نا**

سے مراد رسول کی بیویاں نہیں ہو سکتیں۔ لیکن چونکہ جو خاتون وہاں جانے کے لائق تھیں اور وہی خاتون اسلام تھیں' وہ فقط حضرت فاطمہؑ ہی تھیں۔ یعنی اس نسبت کا اعلیٰ ترین مصداق آپ ہی تھیں۔ پس ہم ہرگز یہ نہیں کہتے کہ نساء نا کا مفہوم صرف ایک بیٹی ہے۔ بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ اسلامی خواتین کا بلند ترین مصداق حضرت فاطمہؑ ہیں اور خواتین کے لئے ایک اعلیٰ ترین نمونہ انسانی صرف فاطمہؑ ہیں تو اس جملہ میں لفظ انسان سے' اس موضوع میں صرف اور صرف حضرت فاطمہؑ ہی مراد ہیں۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ انفس نفس کی جمع نہیں۔ لیکن اس لفظ کا مصداق وہ فرد ہو گا جس کا نفس رسول اللہ کی روح کی مثل ہو اور جس کی روح سراپا اسلام ہو۔ گویا وہ شخص نفس اسلام ہے لہٰذا تنہا علی علیہ السلام ہی وہ شخصیت تھے جنہیں اس میدان دعا میں لایا گیا۔ پس ہم اگر آیت مباہلہ پر افتخار کرتے ہیں اور ان حضرات اور عظیم شخصیات کے تذکرے سامنے لاتے ہیں جنہیں میدان میں لایا گیا' تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ (ہم واضح کرنا چاہتے ہیں) خاتون اسلام کا مصداق وہی خاتون ہو سکتی ہے جو رسول خدا کی طرف اس قسم کی نسبت رکھتی ہو' نفس رسول کا مصداق ایسا مرد ہو سکتا ہے جو پیغمبر کے ساتھ یک جان ہو' فرزند پیغمبر ہونے کا حقدار بھی وہی ہو سکتا ہے جو اس منزلت کا مالک ہو اور حق یہی ہے کہ مذکورہ بالا شخصیات کے علاوہ کوئی بھی ان مقامات کے لائق نہ تھا۔ اس لئے ان کے علاوہ کسی کو میدان مباہلہ میں نہ لایا گیا۔

(آیہ تطہیر میں اہل بیت کے درخشندہ چہرے ص ۴۱ سطر ۱)

اعتراض

صاحب تفسیر المنار آیہ و من الناس من یشری کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

امام فخر الدین رازی بستر رسول پر علی علیہ السلام کے ہونے کے بارے میں ایک بیش قیمت روایت لکھتے ہیں۔ لیکن باتوں باتوں میں شان نزول بیان کرنے والی اس روایت کو پس پشت ڈال دیتے ہیں اور حقیقت اور تطبیق آیت کے اثبات سے بھاگتے ہوئے "صہیب" والی سرگذشت کو سامنے لے آتے ہیں اور اس میں الجھ کر "شرا" کے معنی "اشتراء" کرتے ہیں۔ یعنی فروخت کرنا کو "خرید کرنا" بنا دیتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں کہ کفر و عصیان "نفس" کے ملکیت سے نکلنے کا موجب بنتا ہے۔ گویا جو عصیان کرتا ہے وہ خود کو آگ کے ہاتھ فروخت کر ڈالتا ہے اور عاصی کا نفس آگ کی ملکیت ہو جاتا ہے پھر جب وہ تائب ہو کر پروردگار عالم کا مطیع بن جاتا ہے تو گویا اس نے خود کو آگ سے خرید لیا ہے۔ اس قسم کے بیان کے ذریعہ وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ آیت **ومن الناس من یشری نفسه** میں شراء بمعنی اشتراء استعمال ہوا ہے۔ اور جو بھی پروردگار عالم کی خوشنودی کے لئے کوئی اقدام کرتا ہے وہ اپنی جان کو جہنم سے خرید لیتا ہے۔ پس لازماً "یہ نتیجہ" صہیب" کے عمل پر منطبق ہوتا ہے کیونکہ اس نے اہل مکہ کے چنگل سے نجات پانے' اہل اسلام اور نبی اکرم سے ملنے اور مدینہ پہنچنے کے لئے اپنے تمام اموال دے دیے تھے۔ پس اس نے مال دیا اور نبی اکرم سے ملاقات کو خرید لیا۔ یہ ہے "اشتراء"۔

جواب

جناب آیتہ اللہ فاضل لنکرانی اس اعتراض کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں:

اس خنک توجیہ کی رو سے یوں کیوں نہیں کہتے کہ "یشری نفسه" فروخت کرنے کے معنی میں ہی ہے۔ یہ جو تمہارا عقیدہ ہے کہ ایک عاصی و طاغی اپنے نفس کو آگ کے پاس بیچ دیتا ہے' تو یوں بھی کہہ دو کہ ایک مرد متقی بھی اپنے نفس کو جنت کے ہاتھ فروخت کر دیتا ہے۔ اس طرح گویا متقی کا نفس جنت کا حقدار بن جاتا ہے۔ پس جس طرح عصیان کی طرف نفس فروخت ہوتا ہے تو آگ خریدار بنتی ہے اسی طرح اطاعت کی جانب نفس خرید ہوتا ہے اور آگ اس کی فروخت کرنے والی ہوتی ہے۔

کیا قرآن کریم یا لغت و عرف میں کبھی "شراء" بمعنی "اشتراء" آتا ہے؟ "اشتراء" شراء کو قبول کرنے کو کہتے ہیں۔ اسی لئے خریدار کو مشتری کہتے ہیں۔ پس شراء کو قبول کرنا واضح کر رہا ہے کہ شراء کا معنی فروخت کرنا ہے۔

قرآن مجید کی ورق گردانی

کل چار آیات میں "شراء" کا کلمہ استعمال ہوا ہے اور ان چاروں میں اس سے "فروخت" مراد ہے۔

(۱) فلیقاتل فی سبیل الله الذین یشرون الحیوٰة الدنیا بالآخرة

(نساء ۷۴)

(جو لوگ زندگانی دنیا کو "فروخت کرتے" ہیں اور آخرت کو "خرید" لیتے ہیں' انھیں راہ خدا میں جنگ کرنا چاہیے) اس آیت میں "بالآخرۃ" میں باء استعمال ہوئی ہے اور یہ ہمیشہ عوض پر لگتی ہے نہ معوض پر۔ (یعنی قیمت پر لگتی ہے نہ بیچ پر) پس کیا اس سے صاف واضح نہیں کہ "شراء" کے صریحی معنی فروخت کرنا ہے۔

(۲) وشروه بثمن بخس دراہم معدودة ......

(یوسف ۲۰)

(اور انھوں نے "یوسف" کو معمولی دراہم کے عوض ارزاں قیمت پر فروخت کر دیا)

(۳) وبئس ما شروا به انفسهم......

(انھوں نے کس قدر بری بیچ کی کہ خود کو "جادو" کے عوض بیچ ڈالا)

یہ آیت ان لوگوں کی مذمت کر رہی ہے جو جادو کی خریداری میں لگ گئے اور خود کو اس کے عوض بیچ دیا۔ ان تینوں آیات سے مکمل طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ "شراء" کے معنی فروخت کرنا ہے۔

(۴) چوتھی آیت یہی مورد بحث آیت ہے اور جب تین آیات کے ذریعہ اس لفظ کے معنی متعین ہو گئے تو کیا اب بھی ہمیں اس آیت کے ظاہری معنی سے فرار کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے کی کوئی ضرورت ہے؟ جب کہ عرف اور لغت بھی اس معنی کے مراد ہونے کی تصدیق کر رہے ہیں۔

ہاں اس ظہور سے دستبردار ہونے کے لئے بس ایک ہی راستہ موجود ہے اور وہ ہے تعصب' اس لئے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے جو کارنامہ انجام دیا وہ فروخت کے معنی پر منطبق ہوتا ہے اور ایک مسلمان صہیب نے جو کام کیا تھا وہ خرید پر منطبق ہوتا ہے۔

سردار شجاعان حضرت امیر المومنین علیہ السلام شب ہجرت' جب کہ کفار قریش رسول اکرمؐ کی جان کے بارے میں بری نیت لے کر آئے تھے' اور غلط منصوبے بنائے ہوئے تھے' رسولؐ کے بستر پر سو گئے۔ آپ کا یہ عمل جو موت کے خطرے کو علیؑ کے نزدیک لا رہا تھا' فقط چاہا

زاد ہونے کی وجہ سے نہ تھا کیونکہ ہر شخص اپنی جان کے ساتھ دوسرے کی نسبت زیادہ محبت رکھتا ہے۔ پس یہ سب قربانی رضائے خدا کے لئے تھی۔ جو شخص اللہ کی خاطر فنا در حق ہو چکا ہوتا ہے وہ اپنی جان پر کھیل جاتا ہے اور شہادت کی موت کو زندگی سے زیادہ لذیذ سمجھتا ہے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام اپنی جان بیچ دینے کو حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرلی اور اسی مقصد کے لئے رسول اکرم کی جگہ پر سو گئے۔ لہٰذا اس آیت کریمہ کا شان نزول صرف علی علیہ السلام کا ہی کارنامہ ہے نہ کہ صہیب کا قصہ۔

اس حقیقت کو سید قطب، استاد عبدہ اور امام فخر الدین رازی جیسے لوگ بخوبی سمجھتے ہیں۔ ان ناقابل انکار حقائق کا ادراک ان کی رسائی عقل سے بعید نہیں۔ لیکن جب عقل اور تعصب کی آمیزش ہو جاتی ہے تو اس پیوند کے نتائج انتہائی نادرست ثابت ہوتے ہیں۔ اس قسم کی آمیختگی اور تعصب بازی کی مثالیں ہمارے عالم مسلمان برادران کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔ یہی مطبوعات اتحاد اسلامی کی جدوجہد کو مفلوج کر دیتی ہیں۔

(آیہ تطہیر میں اہل بیت کے درخشندہ ستارے ص ۲۷ سطر ۲)

اعتراض

جو شخص حضرت علی کو رسول اکرم کو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شریک ٹھہراتا ہے وہ غلطی پر ہے۔

جواب

ا۔ یہاں مساوات قرب کے لحاظ سے ہے یعنی جب کبھی دونوں کے درمیان محبت انتہا پر پہنچ جائے تو کہا جاتا ہے کہ وہ دونوں معنیً متحد ہو گئے ہیں حالانکہ وہ صورت و جسم میں الگ الگ ہوتے ہیں۔

۲ یہ مساوات نبوت و رسالت میں نہ تھی بلکہ درجے میں تھی اور یہ بالکل واضح ہے کہ اگر حضرت علی رسول اکرم صلی اللہ و آلہ وسلم کے نزدیک اتنے نہ ہوتے تو ان کو خدا نفس رسول نہ فرماتا۔

۳ آیت میں ثم نبتہل کے لفظ بھی اس بات پر دال ہیں کہ حضرت علیل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مباہلہ میں برابر کے شریک ہیں۔

۴ اور یہ مساوات مجازی ہے کہ جتنے کمال ممکن ہو سکیں ان میں حضرت علی باقی لوگوں سے زیادہ شریک ہیں اور مساوات مجازی پر تو اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جب حقیقی معنی مشکل ہوں تو مجازی تو لے سکتے ہیں اس سے تو کسی کو بھی انکار نہیں ہے۔

حضرت علی اور رسول خدا جسمانی لحاظ سے متحد نہیں تھے بلکہ صفات و کمالات میں متحد تھے۔

حضرت علی تمام صفات میں شرکت رسول تھے صرف رسول اکرم نے نبوت کی نفی کی ہے لہٰذا اس کے علاوہ سبھی اتحاد ہے۔

اس آیت میں نفس رسول آپ ہی ہیں کیونکہ اس آیت میں ابنائنا، نسائنا اور انفسنا کا ذکر ظاہر ہے کہ آپ ابناء کی فہرست میں کر سکتے ہیں نسائنا کی فہرست میں صرف انفسنا کے ذیل میں آسکتے ہیں لہٰذا آپ نفس رسول ہیں۔

ایک آدمی نے محمد بن عائشہ سے پوچھا کہ رسول کے اصحاب میں سے کون افضل ہے

آپ نے جواب دیا کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر سائل نے کہا حضرت علی کا نام کیوں نہیں لیا تو محمد بن عائشہ نے تعجب کرتے ہوئے فرمایا کہ تو نفس' رسول کے بارے میں پوچھ رہا ہے یا اصحاب کے بارے میں؟ تو اس وقت محمد بن عائشہ نے مباہلہ کی آیت پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ رسول کے اصحاب نفس رسول جیسے کیسے ہو سکتے ہیں۔ المحاسن والمساوی ص ۲۹

حضرات اب تو آپ بھی مان گئے اس آیت کے لحاظ سے حضرت علی اصحاب سے افضل ہیں۔

والفضل ما شھدت بہ الاعداء

اور اگر حضرت علی نفس رسول نہ ہوتے تو نصارٰی کہہ دیتے کہ حضور علی کس لفظ کی تفسیر بن کر آئے ہیں۔

میں تمہاری طرف ایسا آدمی بھیجوں گا جو میرے نفس کی طرح ہو گا بنی ولیعہ سے رسول اکرمؐ نے فرمایا

رسول اکرم علی کو اپنا نفس سمجھتے تھے اس لیے اپنے بستر پر سلا کر بڑے اطمینان کے ساتھ چلے گئے۔

اعتراض

آپ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت علیل شریک نبی ہیں تو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو گیا اور حضرت علی زندہ رہے تو اگر حضرت علی انتقال رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد نبی تھے تو نبوت جاری ماننا پڑے گی اگر نبی نہیں تھے تو مساوات و شرکت کیسی۔

جواب

ا۔ پہلے عرض کر چکے ہیں کہ جن جن امور میں حضرت علی کا شریک ماننا محال ہے ان میں شریک نہیں البتہ باقی کمالات وصفات میں حضرت علی باولیٰ شریک ہیں۔

۲۔ حضرت علی اگر نبوت میں شریک نہیں تو امر نبوت میں تو شریک ہیں کیونکہ اس کام کے لیے تو

حضرت موسٰی کی طرح آپ نے بھی دعا کی تھی کہ یا اللہ وَاَشرِکہُ فِی اَمرِی کہ علی کو تو میرے معاملے میں شریک فرما۔

۳۔ اور بعض مقام پر ایسا نہیں ہوتا ہے کہ ایک چیز کا وجود ایک شخص میں ہوتا ہے لیکن وہ فقط اس کے لیے استعمال نہیں کر سکتے جس طرح اللہ کا وجود ہے اس میں جو ہریت موجود ہے لیکن اس کے لیے جو ہر کا لفظ کہنا مشکل اور محال ہے اس طرح حضرت علی میں کمالات تھے جو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے لیکن آپ کو نبی نہیں کہہ سکتے۔

اعتراض

شیعہ بھی عجیب ہیں کہ مباہلہ کے روز لعنت کا سلسلہ چلنا تھا جو اس میں شریک ہو وہ تو صاحب فضیلت ہے اور جو شب ہجرت رسول اکرم کے ساتھ جائے وہ صاحب فضیلت کیوں نہیں

جواب

واقع ہجرت میں حضرت ابو بکر کی فضیلت ہے یا نہیں اس کا تذکرہ انشاء اللہ آئندہ وَمِنَ النَّاسِ مَن یَّشرِی کے ذیل میں تفصیل سے آئے گا۔

مباہلہ کا دن صرف لعنت ہی کے لیے نہیں تھا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعرمنیوں کے خلاف پہلی میدانی ٹکر تھی لہٰذا آج کی کامیابی ہمیشہ کی کامیابی ہے اور آج کی ناکامی ہمیشہ کی ناکامی ہے۔

شرکاء مباہلہ کو وحی کے ساتھ لے جایا گیا لیکن شب ہجرت ابو بکر کو نہ رسول نے بلایا نہ خدا نے ساتھ لے جانے کے لیے وحی کی۔

ان چار اشخاص کے مباہلہ میں جانے سے مخالفین نے شکست تسلیم کر لی اور اللہ اور اس کا رسول خوش ہو گیا لیکن ابو بکر کے ساتھ جانے سے الٹا رسول اکرم غمگین ہوئے لہٰذا خدا اور رسول کو بار بار تسلی دینا پڑی۔ اور جو کام حضرت ابو بکر کر رہے تھے اس سے روکنا پڑا۔

سوال اس آیت میں تو تین آ ئمہؑ کی امامت کا ذکر باقی تو آئمہ کے لیے کیا کہو گے۔

جواب

ابتدائی اختلاف اس میں ہے کہ پہلا امام کون ہے حضرت علی یا ابو بکر حضرت علی ہیں تو یہ سلسلہ صحیح اگر ابو بکر تو سلسلہ صحیح ہے اگر اس آیت کے لحاظ سے خلافت علی ثابت ہے تو صحت خلافت علی کی وجہ سے سارا سلسلہ صحیح ہو گیا۔

آئمہ اثنا عشر کی امامت کے لیے کافی آیات موجود ہیں۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علی اور حسنین صادق ہیں لٰہذا جس پر یہ نص کر دیں وہ بھی امام برحق ہو گا۔

اعتراض

اگر مباہلہ کے شرکاء کے لیے خلافت و امامت ضروری تھی تو حضرت فاطمہ امام کیوں نہ بنی۔

جواب

آپ سے کسی نے کہہ دیا کہ مباہلہ صرف اثبات خلافت علی کے لیے ہوا تھا بلکہ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کی کاذبیت پر ہوا تھا۔

چونکہ اس آیت میں چند خصوصیات حضرت علی کے لیے تھیں جو مخالفین میں نہیں تھیں لٰہذا افضلیت کی بناء پر آپ خلافت کے حق دار تھے۔

عورتیں نبی اور امام ہو ہی نہیں سکتیں

آپ کو یہ تھوڑا فخر حاصل ہے کہ آپ ام الائمہ ہیں۔

اعتراض

اصحاب ثلاثہ بھی بچے لے کر مباہلہ گئے تھے۔

جواب

۱۔ یہ خبر احاد سے ہے۔

۲۔ صاحب روح المعانی نے اسے خلاف جمہور تحریر فرمایا ہے۔

۳۔ اصحاب ثلاثہ کے کون کون سے لڑکے آئے تھے۔
۴۔ اگر آئے تھے تو کیا حضور انہیں لے کر بھی گئے تھے؟ کیونکہ امید کی خاطر تو ان کے بزرگ خیبر میں علم اور مدینے میں جناب زہرا کا رشتہ مانگتے رہے لیکن امید بر نہ آئیں
۵۔ اگر گئے بھی تھے تو آیت کے کس لفظ کے ذیل گئے تھے۔ بیٹے بن کر یا نفس رسول بن کر۔

اعتراض

کیا انفسنا سے مراد صرف رسول خدا نہیں ہیں۔

جواب

1۔ انفسنا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی ہیں اور حضرت علی بھی۔
2۔ اگر انفسنا سے مراد صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہوں تو داعی بھی خود مدعو بھی خود حالانکہ ان کے مابین مغایرت ضروری ہے۔
۳۔ اگر حضرت علی کو انفسنا کی تفسیر نہ مانا جائے تو بتایئے کہ حضرت علی کس کی تفسیر بن کر گئے کیونکہ آیت میں تذکرہ ہی تین کا۔ ابناء کا نساء کا اور انفسنا کا اب حضرت علی ابناء و نساء دونوں میں مراد نہیں ہو سکتے لہٰذا ماننا پڑے گا کہ حضرت علی انفسنا کی تفسیر بن کر گئے۔

اعتراض

آیت میں لفظ نساء ہے لیکن حضور بیٹی لے گئے۔

جواب

1۔ کیا حضور کو وہ نکتہ معلوم نہ تھا جو جناب کو ہے۔
2۔ کیا بیٹی عورت نہیں ہوتی۔
3۔ جناب قرآن میں زوجہ کا لفظ تو نہیں کہ جناب کو شک پڑ گیا بلکہ نساء ہے جو کہ عورت کے لئے بولا جا سکتا ہے چاہے بیٹی ہو چاہے ماں۔
4۔ جب بھی نساء ابناء کے مقابلے میں آئے تو اس سے مراد بیٹی ہوتی ہے جیسے یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَ

جواب

حضور میدان مباہلہ میں تلوار کی جنگ نہیں تھی جو عورتوں اور بچوں پر واجب نہ تھی بلکہ کردار کی جنگ تھی لہذا اس میں ہر صاحب عصمت شریک ہو سکتا تھا اسی لئے خدا نے فرمایا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے گئے شاید معترض صاحب خدا اور رسول خدا سے زیادہ عالم ہیں۔

اعتراض

ابو حارثہ نے کہا کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر والوں کو لے کر آئیں تو مباہلے سے باز آ جانا اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحاب کو لے کر آئیں تو بے شک کر لینا۔

کیا نصاریٰ پنجتن پاک کو جانتے تھے کیا حسنین و فاطمہ کو انہوں نے دیکھا ہوا تھا۔

جواب

1۔ وہ آسمانی کتب سے عظمت خمسہ مطہرین پڑھ چکے تھے۔

2۔ چونکہ مباہلہ میں خطرہ تھا تباہی کا' بربادی کا' موت کا' حیات کا' امراء نصاریٰ یہ سمجھتے تھے کہ شاید مصطفیٰ خوف کرتے ہوئے اصحاب کو لائیں گے اور اہل بیت کو بچائیں گے اور اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اور ساتھیوں پر خطرہ محسوس نہ کریں تو پھر وہ اہل بیت کو لائیں گے تو اگر ایسا ہو تو حضور سچے ہوں گے اس لئے مباہلہ نہ کرنا۔

اعتراض

نصرانی تو حضرت علی سے ڈر گئے اس لئے مباہلے سے دستبردار ہو گئے نہ صداقت رسول کی وجہ سے۔

جواب

یہ لوگ بھی عجیب ہیں کہ کسی وقت تو حضرت علی کی تمام فضیلتوں کا انکار کر دیتے ہیں اور کبھی ایسی بات کہہ دیتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رسالت خطرے میں ہو تو ہو لیکن ان کی بات واضح ہونا چاہیے۔

2۔ نصرانیوں کے بڑے راہب نے جو لفظ کہے ہیں ان میں صرف حضرت علی مراد نہیں تھے بلکہ تمام کے متعلق فرمایا کہ اگر یہ اشارہ کریں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔

3۔ اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کی جسمانی قوت نہیں بلکہ عصمت کی دلیل ہے اور کردار کی عظمت ہے۔

4۔ اس کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا اعجاز ہوگا۔

5۔ کم از کم معترض نے یہ تو تسلیم کیا کہ حضرت علی اتنے بہادر تھے کہ لوگ وقت سے پہلے شکست تسلیم کرنے کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

6۔ یہ جنگ تلوار کی نہیں تھی کہ وہ حضرت علی کے حملے سے ڈرے۔ نہ وہ لڑنے کے لئے آئے تھے۔

اعتراض

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بچوں اور عورتوں کو مباہلے میں کیوں لے گئے۔

جواب

1۔ یہ جانے والے صرف بچے ہی نہیں بلکہ گواہی میں بڑوں کے برابر کے شریک ہیں۔

2۔ یہ بچے بچپن میں لوح محفوظ کے مطالعہ کرنے والے ہیں۔

3۔ یہ بچے اگر نماز کی حالت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پشت پر سوار ہو جائیں تو نماز لمبی ہو سکتی ہے لیکن یہ ناراض نہیں ہو سکتے۔

4۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان کو مباہلے میں اس لئے لے گئے تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ ایسے مشکل اور خوفناک مقام پر حضور ان کو لے کر آئے جو آپ کے پارہ جگر تھے۔

اعتراض

ابن روز بہان فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے لئے اس آیت میں ایک فضیلت عظیمہ ہے اور وہ مسلم ہے لیکن یہ آیت حضرت علی کی امامت پر بطور نص دلیل نہ ہو گی۔

جواب

جناب شہید ثالث اس اعتراض کا جواب یوں تحریر فرماتے ہیں:

ابن روز بہان نے یہ جو بیان کیا ہے کہ یہ آیت امیر المومنین علیہ السلام کی نص امامت پر دلالت نہیں کرتی ہے پر یہ مردود ہے اس طرح پر کہ جناب مصنف علیہ الرحمہ نے اس باب کے مطالب کو نص خلافت علی علیہ السلام میں حصر نہیں فرمایا ہے بلکہ ان کا مدعا (جیسا کہ بحث امامت میں سابقاً اس کی صراحت فرما چکے ہیں) دلیل کا قائم کرنا ہے۔ امامت پر عام اس سے کہ وہ نفس امامت پر دلالت کرتی ہو یا شرائط امامت و لوازم امامت پر مثل عصمت و فضیلت و دیگر فضائل کے جمع ہونے پر دلالت کرتی ہو اس بنا پر کہ وہ فضائل ایسے ہوں کہ جن میں دوسرا کوئی شریک نہ ہو۔ اور بتحقیق کہ صاحب مواقف نے اس کو سمجھ لیا ہے جیسا کہ اس نے یہ بیان کیا ہے کہ شیعوں کے لئے بیان افضلیت علی میں دو مسلک ہیں۔ مسلک اول وہ فضائل ہیں جو آں حضرت کے افضل ہونے پر اجمالاً دلالت کرتے ہیں۔ اور وہ چند ہیں۔ پہلی آیہ مباہلہ۔ دوسری حدیث طیر وغیرہ اور مسلک ثانی وہ خصائص آنحضرت کے ہیں کہ جو ان جناب کے افضل ہونے پر تفصیلاً دلالت کرتے ہیں اور منجملہ ان کے ایک یہ امر ہے کہ فضیلت آدمی کی اس کے غیر پر بسبب کمالات کے تسلیم کی جاتی ہے۔ اور بتحقیق کہ ذات والا صفات جناب امیر المومنین علیہ السلام میں وہ فضائل جمع تھے جو دیگر اصحاب میں متفرق تھے اور وہ بہت سے امور ہیں پہلے ان میں سے علم ہے چنانچہ جناب امیر المومنین اعلم صحابہ تھے الخ آخر کلام بعد اس بیان کے صاحب مواقف نے مکابرہ کیا ہے اور ان دونوں مسلکوں کے جواب میں یہ کہا ہے کہ فاضل مذکورہ آنحضرت کی فضیلت پر دلالت کرتے ہیں لیکن افضلیت آنجناب کی ان سے ثابت نہیں ہوتی ہے اور کیونکر افضلیت ثابت ہو گی حالانکہ مرجع افضلیت کا کثرت ثواب اور کرامت و بزرگی ہے۔ خداوند عالم کے نزدیک اور یہ بات اکتساب طاعات اور اخلاص اعمال سے حاصل ہوتی ہے اور نیز اس چیز سے حاصل ہوتی ہے کہ جو نصرت اسلام کی طرف راجع ہو اور ان

فضائل سے ہوتی ہے کہ جو قوت دین کے متعلق ہیں۔

اور جاننا چاہئے کہ مسئلہ افضلیت ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں جزم و یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے لئے مستقلاً" کوئی عقلی دلیل قائم نہیں کی جاتی ہے بلکہ مستند اس کے لئے منقولات ہوتی ہیں۔ اور یہ مسئلہ ایسا نہیں ہے کہ جس سے کوئی عمل متعلق ہو تاکہ اس میں گمان کافی ہو بلکہ یہ مسئلہ افضلیت ایک مسئلہ علمیہ ہے کہ جس میں یقین مطلوب ہوتا ہے اور اس بارے میں جو نصوص ذکر کئے گئے ہیں وہ چونکہ دوسری روایات سے معارض ہیں اس وجہ سے وہ یقین افضلیت کے لئے مفید نہیں کیونکہ ہر انصاف کرنے والے پر ظاہر ہے کہ وہ کل روایات جو افضلیت کے بارے میں منقول ہیں یا وہ از قسم آحاد ہیں' یا ظنی الدلالۃ ہیں باوصف اس کے وہ دیگر روایات سے متعارض ہیں اور خصوصیت کثرت ثواب کی موجب زیادتی ثواب نہیں ہے۔ قطعاً" بلکہ گمان ہے کیونکہ حصول ثواب ایک تفضل ہے۔ من جانب اللہ جیسا کہ تو نے سابق میں معلوم کیا پس یہ امر خداوند عالم کے اختیار میں ہے کہ اگر چاہے تو مطیع کو ثواب نہ عنایت کرے اور غیر مطیع کو ثواب مرحمت فرمائے۔ رہا ثبوت امامت پس وہ اگرچہ قطعی ہو لیکن اس سے قطعیت افضلیت نہیں ثابت ہوتی ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ گمان افضلیت کا ثابت ہو گا اور کیونکر قطعیت کا ثبوت ہو حالانکہ یہ بات بھی قطعی ثابت نہیں کہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت صحیح ہو' لیکن چونکہ ہم نے سلف کو اسی طرح پایا ہے کہ وہ اس کے قائل ہوگئے ہیں کہ ابوبکر افضل ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی افضل ہیں' اور اسلاف کے ساتھ ہمارا حسن ظن یہ چاہتا ہے کہ اگر وہ اس افضلیت کے عارف نہ ہوتے تو کیوں اس پر اتفاق کرتے' لہذا اسی بنا پر ہم ان کے اتباع کو واجب جانتے ہیں اور اس بارے میں جو امر حق ہو گا وہ خدا کے سپرد کرتے ہیں وہی جانتا ہے کہ حق کس کے لئے تھا (مترجم کہتا ہے کہ اس تقریر سے خوب واضح ہو گیا کہ صاحب مواقف کے نزدیک اس وقت تک یہ بات بھی متحقق نہیں ہوئی کہ خلفاء ثلثہ میں افضل کون ہے صرف بنا بر اختیار اسلاف تا انصاف اتباع کرتے چلے آتے ہیں۔

یخربون بیوتھم با یدیھم و ایدی المومنین فاعتبرو و ایا اولی الابصار اور علامہ آمدی نے بیان کیا ہے کہ کبھی تفضیل سے ارادہ کیا جاتا ہے ایک شخص کی خصوصیت کا دوسرے سے عدول کرکے یا اصل فضیلت کی وجہ سے کہ جو دوسرے میں نہ پائی جاتی ہو جیسے عالم و جاہل کہ ایک میں صفت علم موجود ہے اور دوسرے میں اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ یا ایک دوسرے پر

خصوصیت افضلیت بسبب زیادتی صفت کے پائی جاتی ہے۔ جیسے ایک شخص دوسرے شخص سے اعلم ہو اور یہ بھی غیر قطعی ہے۔ درمیان صحابہ کے اس وجہ سے کہ ایسی کوئی فضیلت نہیں ہے کہ ایک شخص میں ہو اور دوسرے میں نہ ہو کیونکہ ہر فضیلت میں یہ کہہ سکتے ہیں ایک دوسرے کا شریک ہے اور عدم شرکت تسلیم کر لی جائے تو یہ بھی بیان کیا جانا ممکن ہے کہ دوسرا دوسری فضیلت کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اور کثرت فضائل سے ترجیح کا لازم آنا مسلم نہیں ہے کیونکہ اس کا بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ ایک ہی فضیلت ترجیح رکھتی ہو بہت سی فضیلتوں پر بسبب زیادتی شرف اسی فضیلت کے اس کی ذات میں یا بوجہ زیادت مقدار اسی فضیلت کے (یعنی شرف میں وہ فضیلت کم ہو لیکن مقدار میں زیادہ ہو) پس اس حیثیت سے افضلیت کا قطعی ہونا درست نہ ہو گا۔ اور شارح عقائد نسفی کہتے ہیں کہ ہم دونوں جانبوں کے دلائل افضلیت پر جو نظر کی تو ان کو آپس میں معارض پایا اور ہم اس مسئلہ کو اعمال سے متعلق نہیں پاتے ہیں۔ اور نہ اس امر میں توقف کرنے۔

کو علامات سنت و جماعت سے قرار دیا ہے اور انصاف یہ ہے کہ اگر ارادہ کیا جائے افضلیت سے کثرت ثواب کا تو اس میں توقف کرنے کا سبب ہے اور اگر اس سے کثرت ان خصائل کی مراد ہو جن کو صاحبان عقل نے فضائل میں شمار کیا ہے تو کوئی وجہ توقف کی نہ ہو گی۔ (یعنی کثرت ثواب تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ خلفاء میں کس کے لئے تھی لیکن فضائل میں زیادتی علی علیہ السلام قائل توقف نہیں ہے) جناب قاضی سید نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ ان تمام اقوال میں نظر اعتراض ہے۔

روایت حضرت علیؑ

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نجران کی طرف مباہلہ کی نیت سے نکلے تو مجھے اور فاطمہ اور حسنین کو ساتھ لیا۔

(توضیح الدلائل ص 156 تاریخ دمشق جلد ۳ ص 14)

روایت حضرت ارزق بن قیس

علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء جلد ۳ ص 286 تفسیر کشاف والی تمام عبارت تحریر کی

ہے جس میں خمسہ مطہرین کا نجران کے میدان میں جا کر فتح حاصل کرنا مذکور ہے۔

اور یہی روایت تفسیر طبری جلد ۳ ص 192 سطر 14 و ص 193 سطر 9 پر حضرت زید بن علی بن حسین سے بھی مروی ہے۔

یہی واقعہ البدایہ و النہایہ کی جلد 5 ص 52 اور شواہد التنزیل کی جلد 1 کے ص 126 پر جنا بحذیفہ سے بھی بیان کیا گیا ہے۔

اس واقعہ کو جناب عمرو بن سعید نے بھی بیان فرمایا ہے شواہد التنزیل جلد 1 ص 120 ابو البختری نے بھی اس روایت کو مروی فرمایا ہے ملاحظہ فرمائیے شواہد التنزیل جلد 1 ص 128۔

یہ واقعہ تفسیر طبری کی جلد ۳ ص 192 سطر 12 ص 193 سطر 3 پر قتادہ سے ص 192 سطر 16 سدی سے سطر 9 پر ابن وہب و ابن زید سے۔ تفسیر در منثور جلد ۳ ص 38 پر علیا بن احمر یشکری۔ ذخائر العقبیٰ ص 25 پر حضرت ابو سعید خدری البدایہ و النہایہ جلد 5 ص 52 پر مسلمہ بن یسوع سے تحریر ہے۔

استدلالات

اس روایت کے لحاظ سے حضرت علی نبوت و رسالت کے علاوہ تمام صفات کمال میں رسول اکرم کے شریک ہوئے اور جو شخص اکمل کے شریک ہو وہ اس کے بعد تمام سے افضل ہے۔

اس آیت سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو اپنا نفس فرمایا ہے کیا اور بھی کوئی انسان ہے جس کے نفس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا نفس کہا ہو۔

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حضرت علی میدان مباہلہ میں نہ جاتے تو دعویٰ رسول مکمل نہ ہوتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو خود نفس نہیں فرمایا بلکہ خود خدا نے حکم دیا کہ علی کو دعا کے قبول ہونے میں وسیلہ قرار دیں کیا یہ اعزاز کسی اور کو بھی ملا ہے؟

ابن روز بہان نے ابطال الباطل میں خود تسلیم کیا ہے کہ اس آیت میں حضرت علی کے

لئے فضیلت عظمہ اور وہ مسلم ہے لا مرو المومنین فی هذه الایت فضیلته عظمته و هی مسلمته

مردوں میں خطاب صرف حضرت علی سے ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نہیں کیونکہ کوئی اپنے آپ کو مخاطب نہیں کر سکتا۔

میدان مباہلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا صرف چار شخصیتوں کو لے جانا اس بات کی بین دلیل ہے کہ دوسری عورتیں حضرت فاطمہ دوسرے مرد حضرت علی اور دوسرے بچے حسنین کے معیار کے نہیں تھے وہ رشتے دار تھے لیکن ان کمالات سے محروم تھے جو پنجتن پاک میں تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان چار شخصوں کی استعانت کے محتاج تھے بلکہ آپ کی کامیابی نبوت کادار و مدار انہی پر تھا اگر یہ جاتے تو کامیابی ہوتی ورنہ نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جا کر میدان مباہلہ میں مخالفین کی ہلاکت کے لئے بد دعا اور اپنی کامیابی کے لئے دعا کرنا تھی لہٰذا ان حضرات کی ضرورت تھی جو خدا کے نزدیک فضیلت و منزلت میں بڑا درجہ رکھتے ہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یقین تھا کہ اگر پنجتن جائیں اور میرے ساتھ دعا میں شریک ہوں تو ضرور خدا ہماری دعا قبول کرے گا۔

تم بشمل جمع کا صیغہ اس بات پر دال ہے کہ چاروں اشخاص مباہلہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔

حضرت علی نے یوم شوریٰ فرمایا کہ تم میں کوئی ہے کہ جو رسول سے زیادہ قریب تر ہو کوئی ہے جس کے نفس کو رسول نے اپنا نفس فرمایا ہو اور اس کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیا اور اس کی عورتوں کو اپنی عورتیں فرمایا ہو تمام نے فرمایا ایسا کوئی نہیں۔

(صواعق محرقہ 75)

معلوم ہوا کہ حضرت علی اس میں اپنی فضیلت محسوس کرتے تھے۔

حاضرین کے کہنے سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے علاوہ یہ مفاخر کسی کو حاصل نہ تھے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم افضل الناس تھے اور ان کے بعد ان کے

فضائل کے شریک ہی افضل ہو سکتے ہیں۔

صاحب مواقف لکھتے ہیں کہ شیعیان حیدر کرار کے نزدیک افضلیت علی میں دو مسلک ہیں اول مسلک وہ فضائل ہیں جو حضرت علی کے فاضل ہونے پر اجمالاً" دلالت کرتے ہیں جیسے آیت مباہلہ اور حدیث ثقلین۔

جناب زمخشری کشاف میں لکھتے ہیں کہ آل عباء کی فضیلت کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ فی دلیل لا شئی اقویٰ منہ علی فضل اصحاب الکساء

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے اپنے اپنے حلقے اور طبقے میں صدیق اکبر میں یعنی بچوں میں حسنین صدیق اکبر عورتوں میں فاطمہ اور مردوں میں علی صدیق اکبر ہیں۔

اس سے صاحبان مباہلہ کی عصمت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ تلوار کی جنگ نہیں تھی بلکہ کردار کی جنگ تھی لہٰذا جھوٹوں پر لعنت کے لئے وہی جائے گا جو معصوم ہو۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ حسنین صرف بچے ہی نہیں تھے بلکہ مصدق رسالت تھے اگر یہ بچے نہ جاتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل کامیابی نہ ہوتی۔

مخالفین کی طرف سے خطرہ بھی تھا کہ اگر وہ سچے ثابت ہوں تو ان کی بد دعا سے ہم ختم ہو جائیں گے لیکن حضرت فاطمہ کو اپنے باپ کی نبوت اور اپنے شوہر و بچوں کے کردار پر یقین کامل تھا اسی لئے خود بھی باہر نکلیں اور بچوں کو بھی نکالا۔

دیکھا گیا ہے کہ خطرے کے وقت ہمیشہ مائیں بچوں کو بچاتی ہیں لیکن حضرت فاطمہ بچوں کو ساتھ لے جا کر ان کی عصمت و امت ثابت کر رہی ہیں۔

دیکھا گیا کہ خطرے کے وقت عموماً بچے گھروں میں چھپ جاتے ہیں لیکن حسنین گھر سے باہر نکل کر میدان کی طرف جا رہے تھے کیونکہ ان کے اپنے اور اپنے نانا کی صداقت پر پورا یقین تھا۔

حضور اکرم حسنین کو صرف بچپن کی وجہ سے نہیں لے گئے بلکہ اس لئے لے گئے کہ جس طرح علی و فاطمہ کی گواہی اس طرح ان کی گواہی ہے اگر ان بچوں کا جانا فضول ہوتا تو نصاریٰ مذاق کرتے کہ دیکھو حضور بچوں کو لے کر میدان مباہلہ میں آگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جان گئے تھے کہ یہ آنے والے وہی ہیں جن کی انجیل تصدیق کرتی ہے اور جن کے تذکرے گزری ہوئی

آسمانی کتابوں میں موجود ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ ہمیشہ حق پر ہیں اور ان کے مقابلے میں جو بھی آئے گا وہ جھوٹا اور ملعون ہو گا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چار اشخاص کے علاوہ کسی بھی صحابی کو نہ لے جا کر ثابت کر دیا کہ ان کے علاوہ کوئی صدیق اکبر نہیں ان کے علاوہ اور کوئی معصوم نہیں۔

اس آیت سے حضرت علی کی صداقت ثابت ہو گئی لہٰذا جب حضرت علی نے حق خلافت اور اپنی تفضیل کا دعویٰ کیا تو آپ سچے ثابت ہوئے اور مخالف اس آیت کے منکر قرار پائے۔

حضرت علی نے صدیق اکبر ہونے کا دعویٰ کیا لہٰذا آپ اس آیت کے لحاظ سے سچے ثابت ہوئے۔

رسول اکرم نے چار اشخاص کو مباہلہ لے جا کر ثابت کر دیا کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو ترجیح نہیں دی جاتی۔

عیسائیوں نے مباہلہ سے انکار کر کے پنجتن پاک کی حقانیت، صدیقیت، معصومیت اور افضلیت کا اقرار کر لیا۔

حضرت علی اور حضور اکرم جسمانی لحاظ سے متحد نہ تھے بلکہ کمالات و فضائل میں متحد تھے۔

حضرت علی تمام کمالات میں شریک رسول ہیں لیکن رسول اکرم نے صرف نبوت کی نفی فرمائی ہے۔

اس آیت سے صرف امت محمد مصطفیٰ سے افضلیت کی دلیل ہی نہیں ملتی بلکہ حضور اکرم کے سوا تمام نبیوں سے بھی افضل ہیں کیونکہ حضور اکرم سب نبیوں سے افضل ہیں اور جن سے حضور افضل ہیں ان سے علی افضل ہیں کیونکہ آپ حضور اکرم کے شریک جو ہوئے۔

حضور اکرم کا اپنے ساتھ صرف چار اشخاص کو لے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ دوسرے حضرات اس آیت میں شامل نہیں تھے اگر وہ جانے کے اہل ہوتے تو ضرور ان کو بھی ساتھ لے جاتے۔ بلکہ اگر اور لوگ جانے کے مستحق تھے اور حضور اکرمؐ ان کو جان بوجھ کر نہیں لے گئے تو حضور اکرمؐ نے حقدار کا حق مارا اور یہ منافی نبوت ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرات حسنین رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹے ہیں اور یہ فخر سوائے اولاد علی کے اور کسی کو حاصل نہیں لہذا تفضیل علی ثابت ہوئی۔

(حسنین ابناء رسول ہیں) اس سلسلے میں جناب امام رازی تفسیر کبیر جلد 2 ص 700 مطبوعہ مصر پر تحریر فرماتے ہیں۔

کہ آیت مباہلہ سے ثابت ہے کہ امام حسن و حسین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں کیونکہ حضور اکرم نے نصاریٰ نجران سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے ساتھ اپنے بیٹے لے آئیں گے اور حضور اکرم جبرف اور صرف اپنے ساتھ اپنے بیٹے لے گئے لہذا یہ بات واضح ہو گئی امام حسن و حسین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ہیں۔

اور اس پر سورہ انعام کی یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے وَمِن ذُرِّيَّتِهِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ۔

کہ حضرت داؤد و سلیمان... الخ اور زکریا و یحیٰ و عیسیٰ ابراہیم کی ذریت سے تھے اور حضرت عیسیٰ کا باپ تھا ہی نہیں لہذا نواسے کا بیٹا ہونا قرآن سے ثابت ہوا۔

رسول اکرم نے اپنی دعا کی قبولیت کے لیے ان حضرات کو شریک کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں مشکل میں پکارنا نہ اللہ کے نزدیک شرک ہے اور رسول کے نزدیک۔

اگر کوئی حضرت علی کے علاوہ کسی اور کو افضل امت مانے گا تو وہ فعل قبیح کرے گا کیونکہ نفس رسول کے مقابلے میں کسی اور کو افضل ماننا عقلاً خلاف ہے۔

ہمیشہ اعلیٰ کے بعد وہی اعلیٰ ہو گا جو پہلے اعلیٰ سے کچھ نسبت رکھتا ہو مثلاً ایم اے تعلیم والے کے لئے یا تو ایم اے والا چاہیے یا پی اے والا نہ کہ پرائمری فیل لہذا اعلیٰ کے بعد وہی ہو گا جو پہلے اعلیٰ کے معیار کا تو ہو اگر بعد میں آنے والا اعلیٰ کا مساوی ہو تو پھر نور علی نور ہے اس کے علاوہ کوئی متبادل نہیں ہو سکتا۔

بعض کتب میں موجود ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مباہلے کی طرف چلے تو آیت تطہیر نازل ہوئی اور رسول اکرم نے حضرت علی و فاطمہ و حسنین کو چادر میں بٹھا کر اللہم ھولاء اھل بیتی فرمایا۔

اس روایت سے بھی وفد مباہلہ کی عصمت واضح ہو گئی۔

اس آیت میں جمع کے صیغے تعظیم کے لئے ہیں یعنی ان کی عظمت قرآن کے نزدیک مسلم ہے۔

عیسائیوں نے شکست کیوں مانی اس لئے کہ وہ معصوم نہیں تھے اور ایک معصوم و سچے نبی کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

شرکاء مباہلہ کی زبان میں اتنی طاقت ہے کہ وہ ایک لفظ فقط آمین کہیں تو پہاڑ حرکت میں آسکتے ہیں۔

خدا نے کہا نہ رسول نے کہ **اصحابنا و اصحابکم و ازواجنا و ازواجکم** تو جب ان کا تذکرہ ہی نہیں تو افضل امت کیسے بن گئے۔

اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کے ساتھی مباہلہ میں نہ جاتے اور ان کے کردار کی وجہ سے وہ شکست نہ کھاتے تو نہ جانے یہ اختلاف شدت اختیار کر جاتا اور جنگ شروع ہو جاتی اور مسلمانوں کا جانی و مالی نقصان ہوتا تو پنجتن پاک کی وجہ سے دونوں اطراف کے لوگ خطرات سے محفوظ رہ گئے۔

ابناءنا اور نساءنا کو اسی لئے نفس پر مقدم رکھا کہ امت آگاہ ہو جائے کہ یہ لوگ جان پر بھی مقدم ہیں۔

اور حضور اکرم انہیں صرف رشتے داری کی وجہ سے نہ لے گئے تھے کیونکہ حضور اکرم کے ہاں دوستی و محبت کے لئے رشتہ داری معیار نہ تھی ورنہ اپنی برادری کے بعض حضرات سے ناراضگی اور غیر خاندانوں کے لوگوں سے محبت نہ کرتے بلکہ حضور کے نزدیک معیار دوستی معرفت دین و اسلام تھی۔

اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اصحاب کو ساتھ لے جاتے تو وہ کس لفظ کی تفسیر بن کر جاتے کیونکہ نہ تو وہ ابناءنا کی فہرست میں آتے تھے اور نہ نساءنا اور انفسنا کی تفسیر میں کیونکہ وہ سارے کے سارے رسول کی جان نہ تھے۔

علی شریک رسول ہے

یہ شرکت مجاز کی حیثیت رکھتا ہے نہ کہ حقیقتاً اور اس سے مراد روح و کمالات کی شرکت

مردانہ کہ جسم کی۔

علم اصول کے مطابق لفظ کو مجاز بعید کے مقابلے میں قریب تر مجاز پر حمل کرنا بہتر اور قریب تر مجاز تمام امور اور کمالات میں شرکت کا مقتضی ہے سوا اس کے جو دلیل سے خارج ہے اس لئے حضرت علی ان کمالات کے علاوہ جن کی رسول نے نفی کر دی ہے تمام امور میں شریک رسول ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نور سے تھے لہٰذا حضور اور علی ہر منزل پر ساتھ ساتھ تھے عرش پر ساتھ باب جنت پر ساتھ بیت المقدس میں ساتھ سدرۃ المنتہیٰ پر ساتھ۔

اعتراض

پنجتن پاک کا میدان مباہلہ میں جانا اس میں کوئی فضیلت نہیں کیونکہ ارباب مباہلہ حسب عادت اپنے اہل بیت اور رشتہ داروں کو مباہلہ میں لے جایا کرتے تھے۔

جواب

اگر حسب عادت تمام اہل بیت و رشتہ دار مباہلے میں جاتے تھے تو رسول اکرم نے اس بارے میں مخالفت کیوں کی یعنی حضور اکرم میدان مباہلہ میں تمام بنی ہاشم کو لے جاتے تمام عورتوں بچوں اور مردوں کو لے جاتے لیکن حضور عورتوں میں صرف حضرت فاطمہ اور بچوں میں صرف حسنین اور مردوں میں صرف حضرت علی کو لے کر گئے معلوم ہوا کہ باقی رشتہ دار اس معیار پر نہیں اترتے تھے جو میدان نجران کے مباہلے کے لئے خدا اور رسول کے نزدیک تھا۔

اگر مباہلہ میں تمام خاندان کا جانا مروج تھا تو مخالف حضرات نصاریٰ نے یہ اعتراض کیوں نہ کیا کہ اے محمد بن عبداللہ آپ تو صرف چند لوگ لے کر آئے ہیں سارا خاندان کیوں نہ لائے۔

جناب شہید ثالث فرماتے ہیں

بالجملہ حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ جناب رسالت مآب عارف جلال الٰہی تھے اور اپنے خالق سے کمال خوف رکھتے تھے لہٰذا اس مباہلہ میں (کہ جس میں ایک دوسرے کی ہلاکت کی دعا کی

جاتی ہے اور رحمت خدا سے دوری طلب کی جاتی ہے) اسی جماعت سے استعانت طلب فرمائے کہ جو خدا کے نزدیک فضیلت و منزلت میں اعلیٰ درجے کی حامل تھی چنانچہ اس جماعت کے افراد خاص کو دعائے مباہلہ میں شامل فرمایا کیونکہ کثرت فضل و کمالات (یعنی صفات حسنہ میں فضیلت رکھنے والے) کی وجہ سے استجابت دعا کی زیادہ امید کی جاتی ہے جیسا کہ سنت رسولؐ سے یہ امر معلوم ہوا ہے چنانچہ نبیؐ ایسے شخص کو کیونکر مباہلہ جیسے مقام میں لے کر جا سکتے ہیں جو کہ فضائل کے اعتبار سے کسی بھی طرح مشکوک سمجھا جا سکتا ہو؟ ظاہر ہے کہ مشکوک فضائل کی حامل شخصیت کا مباہلہ کی منزل کے ساتھ لے جانا اسلام میں خلل ڈالنے کے مترادف ہے جبکہ خدا کا رسول ایسے افعال یا باتوں سے منزہ ہے کیونکہ خلاف انصاف کوئی امر بجا لایا جانا رسالت کے منافی ہے خدا نے چونکہ اس آیت مباہلہ میں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے لہٰذا پیغمبر نے جن سے استعانت چاہی یقیناً کامل ہونا چاہئے کہ وہی افراد اس آیت کے مصداق تھے اگر کوئی اور ہوتا کہ جو ان

(٦) عن الشیخ عبدالقادر الجیلانی رحمته الله علیه مرفوعا عن ابی ہریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لما خلق الله تعالی ابا البشر و نفخ فیه من روحه التفت آدم بیمنة العرش فاذا نور خمسة اشباح سجدا وركعا قال آدم یا رب هل خلقت احدا من طین قبلی قال لا یا آدم قال فمن هؤلاء الخمسة الذین اراهم فی هیئتی و صورتی قال هؤلاء خمسة من ولدک و لا ہم ما خلقتک هؤلاء خمسة شققت لهم خمسة اسماء من اسمائی لو لا هم ما خلقت الجنة و لا النار و لا العرش و لا الكرسی و لا السماء و لا الارض و لا ملائكة و لا الانس و لا الجن فانا المحمود و هذا محمد و انا الاعلی و هذا علی و انا الفاطر و هذه فاطمة و انا الاحسان و هذا الحسن و انا المحسن و هذا الحسین الیت بعزتی انه لا یاتینی بمثقال حبة من خردل من بغض احدهم لا دخلته ناری و لا ابالی یا آدم هؤلاء صفوتی بهم انجیهم و بهم اهلكهم فاذا كان لک حاجة فبهؤلاء توسل فقال النبی صلی الله علیه وسلم نحن سفینة النجاة من تعلق بها نجی و من اعرض عنها هلک فمن كان له الی الله حاجة فلیسال بنا اهل البیت (اخرجه ابو القاسم عبدالكریم بن محمد بن عبدالكریم الرافعی و ابراہیم بن الحموینی) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کے اسناد کو ابو ہریرہؓ تک پہنچاتے ہیں کہ انہوں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب حق سبحانہ تعالیٰ نے حضرت ابو البشر علیہ السلام کو پیدا کیا اور اس کے جسم میں اپنی روح کو پھونکا جناب آدم نے عرش کے داہنے بازو کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ اس میں پانچ تن پاک کے جسموں کا نور رکوع اور سجود کر رہا ہے۔ آدم نے عرض کیا اے میرے پروردگار کیا تو نے کسی کو مجھ سے پہلے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ رب العزت نے فرمایا نہیں۔ آدم نے عرض کیا پس یہ کون اشخاص ہیں کہ جن کو میں اپنی ہیئت اور صورت میں دیکھ رہا ہوں۔ خدائے تعالیٰ نے فرمایا یہ تیری اولاد میں سے پانچ شخص ہیں اور جس چیز سے میں نے تجھے پیدا کیا ہے یہ اس سے نہیں ہیں ان کے لیے میں نے اپنے ناموں سے پانچ مشتق کیے ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتے تو میں جنت دوزخ عرش کرسی آسمان زمین فرشتے انسان جن وغیرہ اشیاء کو پیدا نہ کرتا پس میں محمود ہوں اور یہ محمد ہے اور میں اعلیٰ ہوں یہ علی ہے۔ میں فاطر ہوں یہ فاطمہ ہے۔ میں احسان ہوں یہ حسن ہے میں محسن ہوں یہ حسین ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ اگر کوئی ایک خردل کے دانہ کے برابر بھی ان کا بغض لے کر میرے پاس

آئے گا تو میں اسی شخص کو ضرور دوزخ میں دھکیلوں گا اور مجھے اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں ہو گی۔ اے آدم یہ میرے برگزیدہ ہیں۔ میں ان کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو نجات بخشوں گا اور ان کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہلاک کروں گا۔ جب تجھے کوئی حاجت پیش آیا کرے تو ان کی ذات کے ساتھ میری جناب میں وسیلہ پکڑا کر۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے کہ ہم نجات کی کشتی ہیں جس نے اس کشتی کے ساتھ اپنا تعلق اختیار کیا وہ نجات پا گیا اور جس نے اس سے اعراض کیا وہ ہلاک ہو گیا۔ پس جس کسی کو خدا کی جناب سے اپنی حاجت روائی منظور ہو اس کو چاہیے کہ ہم اہل بیت کو درگاہ الہیٰ میں وسیلہ لائے۔

روایت حضرت ابن عباس

ارجح المطالب ص 404 سطر آخر اسد الغابہ ص 97 سطر 2

فضائل کا حامل ہوتا تو ضرور رسول لے بھی اس موقع پر دعوت دیتے کیونکہ آیت کے صیغوں کے اعتبار سے بہر حال کئی ایک کو ہمراہ لے جانے کی گنجائش ہے مگر مقصود کثرت افراد کو جمع کرنا نہیں ہے استجابت دعا کے لئے فضیلت مآب ہاتھ درکار ہیں اور اس منزل میں پانچ افراد کے ہاتھوں کے علاوہ اس میں کسی چھٹے کا ہاتھ نہیں ہے ہاں اللہ کا ہاتھ البتہ ضرور ہے۔

مناقب میں علی بن حسن امام علی رضاؑ سے آپ اپنے باپ سے آپ نے اپنے آباء طاہرین سے وہ حضرات حضرت امیر المومنین علیہم التحیۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ "اے لوگو! اللہ کا مہینہ (ماہ صیام) برکت، رحمت اور مغفرت کا پیغام لے کر آ گیا ہے۔ آپ نے ماہ رمضان کی فضیلت بیان کی۔ پھر رو پڑے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا اے علیؑ! میں اس بات پر روتا ہوں کہ تم پر اس ماہ میں ایک مصیبت نازل ہو گی۔ میں تم پر وہ مصیبت نازل ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ تم (مسجد کوفہ میں) نماز کا ارادہ کر رہے ہو، اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ بدبخت ترین انسان حضرت صالح کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا (یعنی اس کی مانند) اٹھ کر تمہارے سر پر ضربت لگا رہا ہے۔ تمہارے سر کے خون سے تمہاری داڑھی کو خضاب کر رہا ہے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول، اس وقت میرا دین تو صحیح و سالم ہو گا۔ فرمایا تمہارا دین سالم ہو گا۔ میں نے عرض کیا یہ تو خوشخبری کی بات ہے اور شکریہ ادا کرنے کے قابل ہے۔"
پھر فرمایا اے علیؑ جس نے تم کو قتل کیا اس نے مجھے قتل کیا، جس نے تمہیں ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا، جس نے تم پر سب کیا، اس نے مجھ پر سب کیا، تم مجھ سے میرے نفس کی مانند

ہو، تمہاری روح میری روح ہے اور تمہاری مٹی میری مٹی سے پیدا کی گئی ہے۔ اللہ نے تمہیں اور مجھے اپنے نور سے خلق کیا ہے۔ مجھے چنا اور تمہیں منتخب کیا۔ میرا انتخاب نبوت کے لئے ہوا۔ تمہارا چناؤ امامت کے لئے۔ جس نے تمہاری امامت کا انکار کیا اس نے میری نبوت کا انکار کیا۔ اے علیؑ! تم میرے وصی، وارث اور میرے فرزندوں کے باپ ہو۔ میری بیٹی تمہاری بیوی ہے۔ تیرا حکم میرا حکم ہے اور تیری نہی میری نہی ہے۔ مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا اور مجھے مخلوق سے بہتر گردانا۔ آپ اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔ اللہ کے راز کے امین ہیں۔ اللہ کے بندوں پر اللہ کے خلیفہ ہیں۔ (ینابیع المودۃ ص۸۹ سطر۷)

عَلِیٌّ مِنِّی

پہلے علی منی و انا منہ کے ذیل میں مفصل تحریر کر دیا گیا ہے۔

علیؑ نفسِ رسولؐ ہے صحابی نہیں

استدلال زمخشری

صحیح مسلم مصابیح اور مشکوٰۃ میں سعد وقاص سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ جب آیہ مذکورہ نازل ہوئی۔ سید انبیاءؐ نے مرتضیٰ علیؑ فاطمہ اور حسنین کو طلب کر کے فرمایا ھوء لاء اھل بیتی۔ اور صواعق محرقہ اور کشاف زمخشری میں مرقوم ہے کہ اس آیت سے بڑھ کر آل عبا کے افضل ہونے پر اور کوئی قوی اور زبردست دلیل نہیں ہے۔ اور آل عبا سے مرتضیٰ علیؑ فاطمہؑ اور حسنینؑ مراد ہیں۔ کیونکہ رسولؐ نے اس آیت کے نزول کے بعد مباہلہ کے وقت ایک پہلو میں حسنؑ کو اور دوسرے پہلو میں حسینؑ کو اور منہ کے سامنے مرتضیٰ علیؑ کو اور پیٹھ کے پیچھے فاطمہؑ کو جگہ دی تھی۔ پس معلوم ہوا کہ حق سبحانہ نے مرتضیٰ علی کو نفس پیغمبر اور ان کی اولاد اور ذریت کو آنحضرت کے ابناء اور نساء فرمایا ہے۔ (کوکب دری ص۱۲۹ سطر۲۲، ارجح المطالب ص۱۱/۳۲/۳۳)

مباہلہ

مناقب اہل بیت جلد ۴ ص ۱۰۴ تا ۱۴۳

روایت حضرت زید

تفسیر طبری جلد ۳ ص ۱۹۲ سطر ۱۳

روایت حضرت حذیفہ

البدایہ و النہایہ جلد ۵ ص ۵۲' شواہد التنزیل جلد ا ص ۱۲۶

روایت حضرت عمر بن سعید

شواہد التنزیل جلد ا ص ۱۳۰

روایت ابو البختری

شواہد التنزیل جلد ا ص ۱۲۸

روایت حضرت سدی

تفسیر طبری جلد ۳ ص ۱۹۲ سطر ۱۶

روایت حضرت قتادہ

تفسیر طبری جلد ۳ ص ۱۹۲ سطر ۲۲، جلد ۳ ص ۱۹۳ سطر ۳

روایت حضرت ابن وھب و ابن زید

تفسیر طبری جلد ۳ ص ۱۹۲ سطر ۹

روایت علامہ بن احمد یشکری

تفسیر درمنثور جلد ۳ ص ۳۸، طبری جلد ۳ ص ۱۹۳

روایت حضرت امام جعفر صادقؑ

صاحب المناقب نے امام جعفر صادقؑ آپ اپنے باپ سے اور وہ آپ کے دادا علیؑ بن حسینؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ امام حسن علیہم السلام نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ جب کفار نجران نے میرے نانا سے جھگڑا کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے نانا کی خاطر کہا فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَ اَبْنَاءَ كُمْ وَ نِسَاءَ نَا وَ نِسَاءَ كُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (محمد ان سے کہہ دو کہ ہم اپنے فرزند بلا کر (میدان مباہلہ) میں لائیں تم اپنے فرزند، ہم اپنی عورتیں بلا کر لائیں تو تم اپنی عورتیں بلا کر لاؤ۔ ہم اپنے نفسوں کو لائیں۔ تم اپنے نفسوں کو لاؤ۔ پھر مباہلہ کریں۔ اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔ میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے نفس کے طور پر میرے باپ کو لے گئے تھے۔ اور اپنے فرزندوں کی جگہ مجھے اور میرے بھائی حسینؑ اور عورتوں کی بجائے میری ماں فاطمہ کو لے گئے تھے۔ ہم رسول اللہؐ کے اہل ہیں۔ ہم آپ کا گوشت، خون اور نفس ہیں۔ وہ ہم سے ہیں اور ہم ان سے ہیں۔

ینابیع المودۃ ص ۸۸ سطر ۱ (اردو)، ص ۴۳ سطر ۲۰ (عربی)، اسباب النزول ص ۷۴، انتقاء الافہام ص ۱۹۹

روایت حضرت ابو سعید خدری

ذخائر العقبیٰ ص ۲۵

روایت حضرت سلمه بن یسوع

البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۵۲

عمدہ لیکن مفصل ذکر بزبان فارسی از مدارج النبوۃ

البلاغ جلد ۱ ص ۱۹۲' مدارج النبوۃ ص ۲۹۸' حبیب السیر ص ۴۳ جلد سوم' نولکشور کانپور ۱۹۰۴ء' روضۃ الاحباب ص ۳۶۵ سطر ۱

یَاأَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ

اے نفس مطمئنہ (الفجر ۲۸)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ سورہ حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔ (شواہد التنزیل جلد ۲ ص ۴۳۰)

سَدُّ الْاَبْوَاب

(۱) عن زید بن ارقم و البراء بن عازب قال لنفر من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ابواب شارعة فی المسجد فقال یوما سدوا هذه الابواب الا باب علی قال فتکلم فی ذلک اناس قال فقام رسول الله صلی الله علیه وسلم فحمد الله و اثنی علیه قال اما بعد فانی قد امرت بسد هذه الابواب غیر باب علی فقال فیه قائلکم و الله ما سددت شیئا و لا فتحته ولکنی امرت بشئی فاتبعته (اخرجه احمد و النسائی و الحاکم) زید بن ارقم اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے چند نفر کی آمد و رفت کے لیے مسجد میں دروازے تھے۔ ایک روز حضرت محمدؐ نے حکم دیا کہ علیؑ کے دروازے کے سوا سب کے دروازے بند کر دو۔ بعض لوگ اس میں کچھ گفتگو کرنے لگے۔ حضرتؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا مجھے حکم ہوا کہ علی کے دروازے کے سوا سب کے دروازے بند کیے جائیں۔ اور اسی خطبہ میں حضرتؐ نے ارشاد کیا واللہ میں نے کسی کے دروازے کو بند نہیں کیا اور نہ کھولا ہے لیکن جو کچھ کہ ہوا ہے میں نے وہی کیا ہے۔

ارجح المطالب ص ۴۱۰، جامع ترمذی ص ۲۳۵ سطر ۱۵، مشکوٰۃ ص ۵۶۵ سطر ۱۰، الروضۃ الندیہ ص ۱۱۸، درمنثور جلد ۳ ص ۱۳۳، کنوز الحقائق ص ۱۳۲ سطر ۱، تحفۃ الاحوذی جلد ۴ ص ۳۳۱ سطر ۲۱، فتح الباری جلد ۷ ص ۱۳، المرقات جلد ۱۱ ص ۳۴۷ سطر ۱۹، ص ۳۵۰ سطر آخر، کفایت الطالب ص ۸۵، المناقب المعصومہ جلد ۱ ص ۴۷۹ سطر ۲۱، ذخائر العقبیٰ ص ۷۷ جلد ۲، مطالب السئول ص ۵۹ سطر ۱، تتمۃ الهدیٰ [illegible] ص ۴۰، وفاء الوفا جلد ۱ ص ۳۳۶ سطر آخر، البدایہ و النهایہ جلد ۷ ص ۳۳۸، سیرت حلبیہ ص ۳۴۶ جلد ۳، قول مسدود ص ۱۸، تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۲۰۵ سطر ۹، حبیب السیر جز ۲ جلد ۲ ص ۱۲ سطر ۳، الحاوی ص ۱۵ جلد ۲، ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص ۲۶۳ سطر ۱۰، تذکرۃ الخواص ص ۱۱۳ سطر ۲، المعتصر جلد ۲ ص ۳۳۲، خصائص نسائی ص ۱۳ سطر ۱، ص ۷۵ سطر ۳، مناقب حق جلد ۲ ص ۲۰۷ سطر ۳، مناقب ابن مغازلی ص ۲۵۸ سطر ۷، ینابیع المودۃ ص ۸۷ سطر ۱۹، مفتاح کنوز السنہ ص ۲۵۲ کالم ۲ سطر ۲، مسند حنبل جلد ۱ ص ۱۵۵ سطر ۷، ص ۳۶۹ سطر ۱، حلیۃ الاولیاء جلد ۴ ص ۱۵۳، جامع الاصول جلد ۹ ص ۴۷۵ حدیث ۶۴۹۳، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۲ سطر ۱۳، الاسند جلد ۳ ص ۵۰۲ سطر ۱۷، تاریخ مدینہ منورہ جلد ۱ ص ۲۳۷، فیض القدیر جلد ۱ ص ۴۹، ذخائر المواریث جلد ۲ ص ۲۰۷، فتح الملک العلی ص ۲۷، کوکب دری ص ۲۵۳، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۴ سطر ۲، زین الابرار جلد ۱ ص ۳۵، القول المستحسن جلد ۱ ص ۱۵۸، سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۷۳ ۳، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ حدیث ۲۴۹۵-۲۴۲۲، اسنی المطالب ص ۴، المستدرک جلد ۳ ص ۱۲۵ سطر ۴، تلخیص سطر ۲، الاستیعاب جلد ۲ ص ۴۶۰ سطر ۲۵، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۲۹ سطر آخر

روایت حضرت عبداللہ ابن عباس

(۲) عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لعلی ان موسیٰ سال ربہ ان یطھر مسجدہ بھارون و ذریتہ و انی سالت ان یطھر مسجدی لک و لذریتک من بعدی ثم ارسل الی ابی بکر ان سد بابک فاسترجع و قال سمعا و طاعتہ فسد بابہ ثم الی عمر کذلک ثم صعد المنبر فقال ما انا سددت ابوابکم و لا فتحت باب علی و لکن اللہ سد ابوابکم و فتح باب علی (اخرجہ ابو نعیم فی الفضائل و المخاطبۃ) ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت نے جناب امیر سے [illegible] نے خدا سے التجا کی تھی کہ اس کی مسجد کو ہارون اور اس کی ذریت کے ذریعہ سے پاک کرے اور میں نے بھی خدا سے درخواست کی ہے کہ وہ میری مسجد کو تیرے لیے اور تیری ذریت کے لیے پاک کر دے۔ پھر حضرت نے ابوبکر کو کہلا بھیجا [illegible] اپنا دروازہ بند کر لے انہوں نے انا للہ پڑھا اور [illegible] دروازہ بند کر لیا۔ پھر حضرت عمر کو بھی ایسا ہی کہلا بھیجا پھر حضرت منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا میں نے تمہارے دروازے نہیں بند کیے اور نہ علی کا دروازہ کھلا چھوڑا ہے بلکہ خدا نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

ص ۱۸

روایت سوم

ارجح المطالب ص ۵۱۹، خصائص نسائی ص ۱۳

روایت حضرت مصعب بن سعد

نظم درر السمطین ص ۱۰۸، لسان العرب جلد ۳ ص ۱۴ سطر ۱۰ کالم ۲

روایت حضرت عبداللہ بن عمر

(۱۱) عن علاء بن عزا قال سالت عبداللہ بن عمر عن علی و عثمان فقال اما علی فلا تسئل عنہ احدا و انظر الی منزلتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد سد ابوابنا فی المسجد و اقر بابہ و اما عثمان فانہ اذنب ذنبا عظیما یوم التقی الجمعان فعفی اللہ و اذنب فیکم ذنبا صغیرا فقتلتموہ (اخرجہ النسائی) علاء بن عزا کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے جناب علی علیہ السلام اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل کی نسبت پوچھا وہ کہنے لگے علی کی نسبت کسی سے مت پوچھو اور ان کی منزلت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھ لے کہ ہمارے سب کے دروازے مسجد میں بند کر دیئے اور ان کا دروازہ برقرار رکھا اور حضرت عثمان نے جس روز کہ دونوں گروہ اکٹھے ہوئے ایک بھاری گناہ کیا پھر خدا نے انہیں بخش دیا اور تمہارا ایک چھوٹا سا گناہ کیا اور تم نے ان کو مار ڈالا۔

ارجح المطالب ص ۵۱۷، خصائص نسائی ص ۷۵ سطر ۳، وفاء الوفا جلد ۱ ص ۳۳۷ سطر ۶

روایت حضرت ناصح بن عبداللہ

(۱۲) عن ناصح بن عبداللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بسد الابواب کلہا غیر باب علی فقال العباس یا رسول اللہ قدر ما ادخل انا وحدی فقال ما امرت بشئی من ذلک فسدھا (اخرجہ الطبرانی) ناصح بن عبداللہ کہتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی کے دروازے کے سوا سب کے دروازوں کو بند کرنے کا امر کیا۔ عباس نے کہا یا رسول اللہ آپ میرے لیے صرف اتنی جگہ چھوڑ دیں کہ جہاں سے میں اکیلا داخل ہو سکوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مجھ کو حکم نہیں ہے پس سب دروازے بند کر دیئے۔

ارجح المطالب ص ۵۱۷

یہ روایت پہلے خصائص ثلاثہ میں بھی تحریر کر دی گئی ہے۔

روایت حضرت عمر بن سہیل

(۱۷) عن عمر بن سهل قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم انطلق فمرهم ان يسد و ابوابهم فانطلقت فقلت لهم ففعلوا الا حمزة فقلت يا رسول الله قد فعلوا الا حمزة فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم قل لحمزة فليحول بابه فقلت لحمزه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم يامرک ان تحول بابک فحوله فرجعت اليه و هو قائم يصلی فقال ارجع الی بيتک (اخرجه البزار) عمر بن سہیل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ جا کر لوگوں کو کہدے تاکہ اپنے اپنے دروازے بند کر دیں۔ میں نے جا کر کہہ دیا انہوں نے بند کر دیئے مگر حمزہ رضی اللہ عنہ نے بند نہ کیا میں نے آ کر عرض کیا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے سوا سب نے بند کر دیے ہیں آپ نے فرمایا جا کر حمزہ کو کہو کہ البتہ اپنے دروازے کو پھیر دے۔ میں نے ان سے جا کر کہا انہوں نے بھی اپنا دروازہ پھیر لیا۔ میں حضرت کی خدمت میں لوٹ آیا۔ آپ نماز پڑھ رہے تھے بعد فراغت کے آپ نے فرمایا جا اپنے گھر واپس ہو جا۔

ارجح المطالب ص ۵۱۸

روایت حذیفہ بن اسید الغفاری

(۱۸) عن حذيفه بن اسيد الغفاری رضی الله عنه قال لما قدم اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم المدينة لم يكن لهم بيوت و كان يبيتون فی المسجد فقال لهم النبی صلی الله علیه وسلم لا تبيتوا فی المسجد فتحتلموا ثم ان القوم بنوا بيوتا حول المسجد و جعلو ابوابها الی المسجد ثم ان النبی صلی الله علیه وسلم بعث اليهم معاذ ابن جبل فنادی ابابكر فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم يامرک ان تسد بابک الذی فی المسجد و لتخرج منه فقال سمعا و طاعة ثم ارسل الی حمزة فسد بابه و قال سمعا و طاعة لله و الرسوله و علی متردد لا يدری اهو فيمن يقم او فيمن يخرج و كان النبی صلی الله علیه وسلم قد بنی له فی المسجد بيتا بين بيوته فقال له النبی صلی الله علیه وسلم اسكن طاهرا او مطهرا فبلغ حمزة قول النبی صلی الله علیه وسلم لعلی فقال يا محمد اخرجنا و تمسک غلمان بنی عبدالمطلب فقال له كان الامر لی ما جعلت دونكم من احد و الله ما اعطاه اياه الا الله و انک لعلی خير من الله و رسوله (اخرجه الفقيه ابو الحسن ابن المغازلی و ابوبكر بن مردويه) حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مدینہ میں آئے چونکہ رات کو سونے کے لیے ان کے گھر نہیں تھے اس لیے مسجد میں سو رہا کرتے تھے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تم مسجد میں مت سویا کرو کیونکہ تم جنب ہو جاتے ہو۔ پھر صحابہ نے مسجد کے ارد گرد اپنے گھر بنا لیے اور ان کے دروازے مسجد میں رکھے۔ حضرتؐ نے معاذ بن جبل کو ان کی طرف بھیجا انہوں نے ابوبکرؓ سے جا کر کہا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو فرمایا ہے کہ اپنا دروازہ مسجد میں سے بند کر لو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمعاً و طاعۃً کہہ کر حکم کی تعمیل کی۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس معاذ کو بھیجا انہوں نے بھی "سمعاً و طاعۃً" کہہ کر دروازہ بند کر لیا۔ جناب علی علیہ السلام

متردد تھے اور ان کو معلوم نہیں تھا کہ آیا میں بھی رہتا ہوں یا کہ نکالا جاتا ہوں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا گھر مسجد کے درمیان اپنے گھروں کے بیچ میں بنوایا ہوا تھا۔ فرمایا یا علی تم مسجد میں پاک اور پاک کرنے والے ہو کر رہو یا بات حمزہ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ ہم کو نکالتے ہیں اور بنی عبدالمطلب کے لونڈوں کو رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میں نے کیا ہے حکم کے مطابق کیا ہے جو تمہارے کسی کے لیے نہیں تھا۔ خدا کی قسم ہے کہ یہ مرتبہ خدا کے سوا کسی نے اس کو نہیں دیا اور اللہ اور اللہ کے رسول کی جانب نیکو ترین ہو۔

ارجح المطالب ص۵۱۹، ینابیع المودۃ ص ۸۷ سطر۲، مناقب ابن مغازلی ص ۲۵۳ سطر۴

روایت حضرت عدی بن ثابت

(۹) عن عدی بن ثابت قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد فقال ان اللہ اوحی الی نبیہ موسی ان ابن لی مسجدا طاھرا لا یسکنہ الا موسی و ہارون و ابنا ھارون وا اللہ اوحی الی ان ابن لی مسجدا طاہر الا یسکنہ الا انا و علی و ابنا علی (اخرجہ ابن المغازلی) عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل کر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیج کر ارشاد کیا تھا کہ میرے لیے پاک مسجد بنا جس میں موسیٰ اور ہارون اور ہارون کے بیٹوں کے سوا کوئی نہ رہے۔ اسی طرح سے خدائے تعالیٰ نے مجھے وحی بھیج کر فرمایا ہے کہ میرے لیے پاک مسجد بنا جس میں میرے اور علی اور علی کے بیٹوں کے سوا کوئی نہ رہے۔

روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

کنز العمال جلد۱۶ ص۳۹۸، حدیث ۱۰۲۹، تاریخ بغداد جلد۷ ص۲۰۵، کفایت الطالب ص۸۷

روایت حضرت عطلب بن عبداللہ

تاریخ مدینہ منورہ جلد۱ ص۳۳۸

یوم شوریٰ احتجاج

موفق بن احمد البزاز اور طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی نے اہل شوریٰ پر دروازوں کے بند کرنے والی حدیث کے ذریعے احتجاج فرمایا تھا۔

نیز حموینی نے ابن مسعود، بریدہ اسلمی، ابن عباس، ابن عمر اور ام سلمہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ نیز اس دروازے بند کرنے والی حدیث کو محمد بن اسحاق مطلبی صاحب المغازی نے سعد بن ابی وقاص اور عامر شعبی سے روایت کیا ہے۔ (مناقب خوارزمی ص۱۲۷، ینابیع المودت ص۱۳۰ سطر۱)

روایت حضرت مسلم ملائی

تاریخ مدینہ منورہ جلد۱ ص۳۳۸

روایت حضرت عمر بن خطاب

یہ روایت پہلے زیر عنوان خصائص ثلاثہ تحریر کر دی گئی ہے۔

روایت سعد بن مالک

یہ روایت پہلے زیر عنوان خصائص ثلاثہ تحریر کر دی گئی ہے۔
ارجح المطالب ص۵۱۵

روایت حضرت حبہ عرنی

(۱۷) عن حبۃ العرني قال لما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسد الابواب التی فی المسجد شق علیہم قال حبۃ کانی لا نظر الی حمزۃ بن عبدالمطلب و ھو تحت قطیفۃ حمراء و عیناہ تذرفان و یقول اخرجت عمک و ابا بکر و عمر و العباس و اسکنت ابن عمک فعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قد شق علیہم فنودی الصلوۃ جامعۃ فصعد المنبر فلم یسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبۃ کان ابلغ منہا تمجیدا منہا تحمیدا و توحیدا فلما فرغ قال ایہا الناس ما انا سددتہا و لا انا فتحتہا و لا انا اخرجتکم و اسکنتہ و لکن اللہ ھو امر بہ ثم قراء و النجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم و ما غوی و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی علمہ شدید القوی (اخرجہ ابوبکر ابن مردویۃ) حبہ عرنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد میں تھے لوگوں پر ان کا بند کیا جانا نہایت شاق گزرا۔ حبہ کہتے ہیں کہ اب تک میری آنکھوں میں ہے کہ

ہیں نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ سرخ لنگی اوڑھے ہوئے ہیں اور ان کی آنکھیں آنسو سے ڈبڈبا رہی ہیں اور حضرتؐ سے عرض کر رہے ہیں کہ آپ نے اپنے چچا اور ابوبکر اور عمر اور عباس کو مسجد سے نکال دیا ہے اور اپنے چچا زاد بھائی کو رہنے دیا ہے۔ حضرتؐ کو معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں پر دروازوں کا بند کیا جانا نہایت شاق گزرا ہے۔ حضرتؐ نے نماز جماعت کی منادی کرائی اور منبر پر چڑھ کر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا کہ تمجید و توحید میں ویسا خطبہ کبھی نہیں سنا گیا تھا۔ حمد و ثنائے باری کے بعد فرمایا اے لوگو میں نے ان دروازوں کو نہ بند کیا ہے اور نہ کھولا ہے اور نہ تم کو نکالا ہے۔ اور نہ اس کو یعنی علی کو رکھا ہے۔ پھر آپ نے سورۂ والنجم پڑھا۔ کہ قسم ہے ستارے کی جبکہ وہ گرا نہیں گمراہ ہوا تمہارا صاحب اور نہیں بھٹکا اور نہیں بولتا ہے اپنی خواہش سے مگر جبکہ اس کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے سخت قوتوں والا اس کو سکھاتا ہے۔

ارجح المطالب ص ۸۵ سطر آخر، تفسیر درمنثور جلد ۳ ص ۳۳، کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸، حدیث ۵۷۲

گ

محمد بن علی

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۵ سطر ۱۹

براء بن عازب

ارجح المطالب ص ۵۱۳، مناقب ابن مغازلی ص ۲۵۷ سطر ۲، البدایہ جلد ۷ ص ۳۴۱

مرفوع روایت

خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۲۴۳، کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸، ابن مغازلی ص ۲۹۹ سطر ۷، شرف النبی ص ۳۷۳

عن عبداللہ بن عمر

ارجح المطالب ص ۵۲۰، لسان المیزان جلد ۴ ص ۲۱۵ سطر ۳، المعتصر جلد ۲ ص ۳۳۳، الحاوی جلد ۲ ص ۱۵، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۵ سطر ۷

عن علیؑ

(۱۵) عن علی قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فقال ان موسی سال ربہ ان یطہر مسجدہ بہارون و انا سالت ربی ان یطہر مسجدی بک ثم ارسل الی ابی بکر ان تسد بابک قال سمعا و طاعۃ فسدبابہ ثم ارسل الی عمر بمثل ذلک ثم ارسل الی العباس بمثل ذلک ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انا سددت ابوابکم و فتحت باب علی ولکن اللہ فتح باب علی و سد ابوابکم (اخرجہ البزار فی مسندہ) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ وہ ان کی مسجد کو ہارون کے ساتھ پاک کرے میں نے بھی خدا سے طلب کیا ہے کہ میری مسجد کو تیرے ساتھ پاک کرے۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم دے بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر دیں انہوں نے "سمعاً و طاعۃً" کہہ کر حکم کی تعمیل کی پھر اسی طرح سے عمر رضی اللہ کو کہلا بھیجا۔ پھر اسی طرح عباس رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہارے دروازے بند نہیں کیے اور نہ علی کا دروازہ کھولا ہے۔ مگر خدا نے تمہارے دروازے بند کیے ہیں۔

ارجح المطالب ص ۵۱۸/۵۲۷، وفاء الوفا جلد ۱ ص ۳۳۹، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۵ سطر ۲، کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۸، سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۳۷۴

ایک روایت جس میں خمیرہ کا ذکر بھی ہے

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۵ سطر ۲

ایک عمدہ روایت از وفاء الوفا

جلد ۱ ص ۳۳۹، ابلاغ ص ۱۲۵

روایت حضرت ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص

ارجح المطالب ص ۵۲۵، خصائص نسائی ص ۱۳، تاریخ بغداد جلد ۵ ص ۲۹۳

روایت ینابیع المودت

عربی ص ۷۲ اردو ص ۱۴۵

ابن عمر وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کی طرف تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ اللہ نے اپنے نبی موسیٰؑ کی طرف وحی کی تھی کہ میری خاطر ایک پاکیزہ مسجد تیار کرو۔ جس میں حضرت موسیٰؑ اور ہارون قیام کریں۔ اللہ نے مجھے وحی کی ہے۔ کہ مسجد کو پاک و پاکیزہ کر دوں۔ اس میں میں اور میرا بھائی علیؑ قیام کریں۔ موفق بن احمد ابوذر اور طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اہل شوریٰ پر دروازوں کے بند کرانے والی حدیث کے ذریعے احتجاج فرمایا تھا۔ نیز حموینی نے ابن مسعود بریدہ بن اسلمی ابن عباس ابن عمر اور ام سلمہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ نیز اس دروازے بند کرنے والی حدیث کو محمد بن اسحاق مطلبی صاحب المغازی نے سعد بن ابی وقاص اور عامر شعبی سے روایت کیا ہے۔

روایت حضرت ابوذر

ینابیع المودۃ عربی ص ۷۲ سطر ۷

روایت حضرت ابن مسعود

ینابیع المودۃ عربی ص ۷۲ سطر ۸

روایت حضرت بریدہ اسلمی

ینابیع المودۃ ص ۷۲ سطر ۸

(۳) عن ام المومنین ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان مسجدی حرام علی کل حائض من النساء و جنب من الرجال الا علی محمد و اهل بیته علی و فاطمة و الحسن و الحسین (اخرجه البیهقی و الطبرانی فی الکبیر) جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ یہ میری مسجد ہر حائض عورت اور جنب مرد پر حرام ہے۔ مگر محمد اور اس کی اہل بیت علی اور فاطمہؑ اور حسنؑ اور حسین پر حلال ہے۔

(۳) عن عثمان بن عبداللہ القرشی من حدیث طویل قال خطبنا علی فی اول یوم بویع لہ عثمان فقال فیها انا شدکم اللہ هل تعلمون کان یدخل المسجد غیری جنبا قالوا اللهم لا (اخرجه ابن عساکر) عثمان بن عبداللہ قرشی ایک حدیث کے درمیان بیان کرتے ہیں کہ جس روز عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوئی اسی روز جناب علی علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اس میں قسم دے کر لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم میرے علاوہ کسی آدمی کو جانتے ہو۔ جو جنب کی حالت میں مسجد کے درمیان جا سکتا تھا سب نے کہا خدا گواہ ہے کوئی نہیں جا سکتا تھا۔

روایت حضرت ام سلمہ

ینابیع المودۃ ص ۲۷ سطر ۸

روایت حضرت ابی سعید خدری

اخبار القضا جلد ۵ ص ۱۳۹ عربی

مرتبہ صحت و حسن

شیخ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کافی طریقوں سے مروی کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض احادیث صحت کے مرتبے پر اور بعض حسن کے مرتبے پر پہنچتی ہیں۔ (حاشیہ ترمذی ص ۴۳۵ مطبع نور محمد کراچی)

حضرتؐ کا بعض صحابہ کو فرمانا کہ میں نے تم کو نہیں نکالا اور علی کو نہیں داخل کیا مگر خدا نے

(۱) عن ابراهیم بن سعد بن ابی وقاص قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم قوم جلوس فدخل علی فلما دخل خرجوا

تلاموا فقالوا و الله انما اخرجنا و ادخله فرجعو فقال صلی الله علیه وسلم ما انا ادخلته و اخرجتکم بل الله ادخله و اخرجکم (اخرجه النسائی) ابراہیم بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ ہم جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے اور چند لوگ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگاہ جناب علی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے ان کے آتے ہی وہ لوگ حضرتؐ کے پاس سے اٹھ گئے وہ باہم ملامت کرنے لگے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نکال دیا ہے۔ اور علی کو اپنے پاس رکھا ہے۔ جب وہ لوگ حضرتؐ کے پاس لوٹ کر آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تم نہیں نکالا اور علی کو داخل نہیں کیا بلکہ خدا نے ان کو داخل کیا ہے اور تم کو نکالا ہے۔

سد الابواب

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں واقعہ سد ابواب کی توثیق و تصدیق نہایت خوبی کے ساتھ کی ہے اور جتنی احادیث ہم نے اس مضمون پر اوپر نقل کی ہیں ان کی صحت اور ان کے رواۃ کے ثقہ کے معتبر ہونے کو نہایت اچھی طرح ثابت کیا ہے اگرچہ طوالت ہوگئی ہے لیکن جی نہیں چاہتا کہ اس کو چھوڑ دیں۔ لہذا ہم نیچے اس کو نقل کرتے ہیں۔

جو دروازے مسجد کے اردگرد تھے ان کے بند کرنے کے متعلق بہت سی روایات ہیں جو اسی قسم کی اس روایت کی مخالف ہیں جو حضرت ابوبکر کے حق میں (بخاری نے) نقل کی ہے۔ منجملہ ان کے سعد بن ابی وقاص کی حدیث ہے وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ وہ تمام دروازے جو مسجد میں کھلتے ہیں بند کردیے جائیں لیکن علی کا دروازہ کھلا رکھا۔ اس کو احمد ونسائی نے اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے اور اس کے اسناد سب قوی ہیں اور طبرانی کی روایت میں جو اوسط میں بیان کی گئی ہے کچھ الفاظ زیادہ ہیں۔ اس کے بھی سب راوی ثقہ ہیں اس کے الفاظ زیادہ یہ ہیں کہ اس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ ہمارے دروازے آپ نے بند کرا دیے اور علیؑ کا دروازہ کھلا رکھا تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ میں نے یہ نہیں کیا بلکہ خدا نے کیا ہے ایک روایت زید بن ارقم سے ہے وہ کہتے ہیں کہ اصحاب رسول میں سے چند کے دروازے مسجد میں کھلتے تھے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب دروازے بند کردو اور علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رہے گا تو لوگوں نے اس پر اعتراض کیا اس وقت جناب رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ بخدا میں نے خود بند نہ کیا اور نہ اپنی طرف سے کھلا رکھا۔ مجھے ایک بات کا حکم دیا گیا میں نے اس کی پیروی کی۔ اس حدیث کو احمد ونسائی و حاکم

نے نقل کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ ہیں۔ اسی طرح ابن عباس سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ سب دروازے جو مسجد میں کھلتے ہیں بند کر دیئے جائیں لیکن علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رہے گا۔ پس حضرت علی علیہ السلام حالت جنابت میں بھی مسجد سے گذرتے تھے ان کے مکان کا کوئی اور دروازہ نہ تھا۔ ان دونوں احادیث کو امام احمد حنبل و نسائی نے روایت کیا ہے اور دونوں کے راوی ثقہ ہیں۔ ایک حدیث جابر بن سمرا سے ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنے دروازے بند کرلیں سوائے دروازہ علی علیہ السلام کے پس اکثر حضرت علی علیہ السلام حالت جنابت میں مسجد میں سے گزرتے تھے۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور ان کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جو ایک دوسرے کی تقویت یعنی توثیق و توفیق کرتی ہیں اور ان سب کے اسناد ورواۃ صحیح و ثقہ ہیں ان کے مجموعے سے قطع نظر کر کے بھی ان کا ہر ایک طریق احتجاج کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ابن حجر عسقلانی کی اس عبارت کو عبیداللہ امرتسری نے اپنی ارجح المطالب میں بھی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو باب چہارم صفحہ ۵۰۸

ہم نے اپنی اس کتاب کے حصہ دوم کے باب اول میں ان تدبیروں اور ترکیبوں کا ذکر کیا ہے جن کے ذریعہ سے خاندان نبوت میں سے حکومت کو نکالا گیا۔ ان میں تدبیر پنجم وضع احادیث ہے۔ جناب علی مرتضی علیہ السلام کی شان میں جو احادیث تھیں ان کے مقابلہ میں جو احادیث وضع کی گئیں تاکہ لوگوں کو مغالطہ پڑ جائے اور حضرتؑ کے مسائل چھپ جائیں۔ وہاں ہم نے کئی ایسی احادیث کا ذکر کیا ہے ان میں سے ایک یہ حدیث باب سدالابواب بھی ہے چنانچہ حضرت بخاری علیہ الرحمتہ نے اپنی صحیح میں اس حدیث کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے "مسجد میں کوئی ایسا دروازہ نہ رہے جو بند نہ کیا جائے سوائے دروازہ ابی بکر کے۔

اس حدیث یا روایت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں اور بہت سی باتیں ادھر ادھر کی درج ہیں اور آخر میں ایک بے جوڑ سا فقرہ رکھ دیا گیا ہے اس کی زبان میں فصاحت و بلاغت ہی نہیں جو آنحضرتؐ کی احادیث میں ہوا کرتی ہے اس کے راویوں پر نظر ڈالنے سے عجیب امور کا انکشاف ہوتا ہے اس کے رواۃ یہ ہیں **حدثنا عبداللہ بن محمد ثنا ابو عامر ثنا فلیح ثنی سالم**

ہر عن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری یہی حدیث کتاب الصلوٰۃ باب الخوخہ
فعہ دہرائی گئی ہے ایک دفعہ لفظ باب کے ساتھ دوسری دفعہ لفظ خوخہ یعنی کھڑکی کے
ان کے رواۃ یہ ہیں () حدثنا محمد بن سنان قال نافلیح قال ابوالنضر عن
بن حنین وعن بسر بن سعید عن ابی سعید الخدری () اور حدثناعبداللہ بن
، الجعفی قال ناوھب بن جریر قال نا ابی سمعت یعلی بن حکیم عن
مہ عن ابن عباس۔ یہ خوخہ والی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض
کے دوران کی بیان کی جاتی ہے یہ تین روایتیں ہوئیں۔ دو میں تو عبداللہ بن محمد مشترک
ز تیسری میں ان کے والد محمد بن سنان ہیں اور ان بزرگوں کی تعریف وصفت ملاحظہ ہو۔
عبداللہ بن محمد بن سنان باطل احادیث روح بن القاسم کی نسبت سے بیان کرتا تھا اور یہ
ں چراتا تھا جیسا کہ ابن عدی نے کہا ہے دار قطنی وعبدالغنی الازدی کہتے ہیں کہ متروک ہے
نبان کہتے ہیں کہ جھوٹی احادیث وضع کیا کرتا تھا' حافظ ابو نعیم کہتے ہیں کہ جھوٹی احادیث گھڑا
تھا۔ (ذھبی میزان الاعتدال الجلد الثانی صفحہ ۷۰ ترجمہ نمبر ۵۰۲ عبداللہ بن محمد بن سنان) ان
والد بزرگوار ملاحظہ ہوں محمد بن سنان "داؤد کہتے ہیں کہ محمد بن سنان کاذب تھا اور خراش کہتے
لہ ثقہ نہ تھا"

ابن معین و ابوحاتم والنسائی کہتے ہیں کہ فلیح بن سلیمان قوی نہیں ہے ابوحاتم کہتے ہیں کہ
نے معاویہ بن صالح کو کہتے سنا کہ یحییٰ بن معین کہا کرتے تھے کہ فلیح بن سلیمان ثقہ نہیں
اور نہ اس کا لڑکا' عثمان بن سعید یحییٰ سے روایت کی ہے کہ فلیح ضعیف ہے' عباس روایت
تا ہے یحییٰ سے فلیح کی حدیث سے استدلال نہ کرنا چاہئے' عبداللہ ابن احمد کہتے ہیں میں نے
ن معین کو کہتے سنا ہے کہ تین آدمیوں کی بیان کردہ احادیث سے پرہیز کرنا چاہئے۔ وہ تین یہ
ں محمد بن طلحہ بن مصرف و ایوب بن عتبہ اور فلیح بن سلیمان۔ میں نے پوچھا کہ یہ تم نے کس
ے سنا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مظفر بن مدرک سے۔ معاویہ بن صالح نے یحییٰ سے روایت کی
ہے کہ فلیح ضعیف ہے (ذھبی میزان الاعتدال الجلد الثانی ترجمہ ۶۹۷ صفحہ ۳۳۶)

عکرمہ غلام کا تو کیا کہنا یہ ابن عباس کے غلام تھے اور جناب امیر علیہ السلام کے دلی دشمن
ن کی تعریف ملاحظہ ہو۔

"لوگ اس کے اعتقادات پر اعتراض کرتے تھے مالک نے اس سے پرہیز کیا ہے۔ وہب کہتا

ہے کہ میں یحییٰ بن سعید الانصاری وایوب کے پاس گیا۔ دونوں نے عکرمہ کا ذکر کیا پس یحییٰ نے کہا کہ عکرمہ (کذاب (بہت ہی جھوٹا) ہے۔ ایوب نے کہا کہ اتنا جھوٹا تو معلوم نہیں ہوتا۔ جریر روایت کرتا ہے یزید بن ابی زیاد سے اور اس نے سنا عبداللہ الحارث سے جو کہتا ہے کہ میں علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس گیا' کیا دیکھتا ہوں کہ عکرمہ دروزے کے پاس زنجیروں میں جکڑا ہوا بندھا ہوا تھا میں نے علی بن عبداللہ بن عباس سے کہ تم کو خدا کا خوف نہیں ہے اس نے جواب دیا کہ یہ خبیث میرے باپ سے جھوٹی حدیثیں بیان کرتا ہے۔ طاؤس کہتا ہے کہ اگر عکرمہ کو خدا کا ڈر ہوتا اور اتنی کثرت سے جھوٹی احادیث نہ بیان کیا کرتا تو لوگ اس کے پاس بہت آتے۔ محمد بن سیرین کہتے ہیں کچھ تعجب نہیں اگر عکرمہ اہل جنت ہو لیکن ہے تو وہ کذاب۔ ابن ابی ذئب کہتے ہیں کہ عکرمہ ثقہ نہ تھا۔ یحییٰ بن بکیر کہتے ہیں کہ عکرمہ مصر میں آیا اور وہ مغرب کی طرف واپس جارہا تھا پس مغرب کے خوارج نے اس کی پیروی اعتقاداً تو احادیث میں کی۔ مصعب الزبیری کہتے ہیں کہ عکرمہ بروئے اعتقاد خوارج میں سے تھا۔ علی ابن عباس بھی کہتے ہیں کہ عکرمہ خارجی تھا۔ خالد بن نزار نے عمر بن قیس سے اور انہوں نے عطا ابن ابی رباح سے روایت کی ہے کہ عکرمہ اباضیہ تھا' وہ صفریہ تھا۔ عکرمہ امراء کے پاس آیا کرتا تھا اور ان سے انعامات طلب کیا کرتا تھا۔ ابن المسیب نے اپنے غلام برد سے کہا کہ تو نہ مجھ سے جھوٹی حدیثیں روایت کیجیو جس طرح عکرمہ اپنے آقا عبداللہ ابن عباس سے کرتا ہے"

یہ ہیں حضرت ابوبکر کے دروازے کی حدیث کے راویان۔ جماعت حکومت کے علماء و محدثین نے اپنا یہ اصول بنالیا ہے کہ حضرت شیخین کے حق میں جتنی بھی روایات بیان کی جائیں ان کو بغیر چون وچرا کے اور بغیر راویوں کی جرح و تنقید کے مان لینا چاہئے اور صحیح سمجھنا چاہئے۔ جرح و تنقید فقط ان احادیث میں کی جائے جو جناب علی علیہ السلام کی فضیلت بیان کرتی ہیں اس اصول کی ایک اور شاخ نکلی ہے وہ یہ ہے کہ اگر علی علیہ السلام کے فضائل کی احادیث میں کوئی بھی راوی ایسا ہے کہ جس میں ذرا سا بھی تشیع پایا جاتا ہے تو اس کو یہ کہہ کر رد کرو کہ یہ شیعہ ہے لیکن اکثریت کے عدل کا نمونہ دیکھنے کے قابل ہے کہ اس قاعدہ کا اطلاق اور دوسری طرف نہیں کرتے مزا تو جب تھا کہ اگر حضرت ابوبکر کی فضیلت کی حدیث کے راویوں میں سے کسی میں تسنن پایا جاتا تو اس کو بھی رد کر دیتے جس طرح شیعہ علی وہ حدیث بیان کرنے کے ناقابل ہے اسی طرح شیعہ ابی بکر یہ حدیث بیان نہیں کر سکتا لیکن نہیں عدل "چہ کنی است کہ پیش اکثریت

بنیاد" اکثریت کے حقوق میں سے ایک یہ بھی حق ہے کہ ایسے قواعد مرتب کرے اور ان پر اس طرح عمل کرے۔ خیر غرض انہی اصول کو مدنظر کر کے علامہ ابن حجر عسقلانی نے حضرت (ع) کے دروازے والی حدیث پر جرح و قدح نہ کی۔ باوجود اس کے راویوں کے کذاب و واضعان حدیث و سارقان حدیث ہونے کے اس کو صحیح تسلیم کر کے اس معارضہ پر گفتگو کرتے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کے کھلا رکھنے کی حدیث سے واقع ہوتا ہے۔ چونکہ موخرالذکر حدیث کی صحت میں کلام نہیں ہوسکتا لہذا اس کو بھی مجبوراً" صحیح مان لینا پڑا ان دونوں کی مطابقت اس طرح کرتے ہیں۔ ابن الجوزی نے تو اپنی جماعت کے آسان اصول کی بنا پر کہہ دیا کہ چونکہ ایک ایسی ہی حدیث حضرت ابوبکر کے حق میں بیان ہوئی ہے لہذا ہم حضرت علی علیہ السلام والی حدیث سے انکار کرتے ہیں اس کی طرف اشارہ کر کے ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

ابن الجوزی نے حدیث سد ابواب باستثناء باب علیؑ کے رد کرنے میں سخت غلطی کی ہے کیونکہ اس طرح اس نے احادیث صحیحہ کو محض اپنے توہم کی بنا پر رد کرنے کا طریقہ اختیار کیا در آنحالیکہ دونوں روایتوں کا تطابق ممکن ہے۔ علامہ بزار نے اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے جب اس نے کہا ہے کہ اہل کوفہ کی صحیح و درست اسانید کی روایات حضرت علی علیہ السلام والے قصے کو درست ثابت کرتی ہیں اور اہل مدینہ کی روایات قصہ ابی بکر کے مطابق ہیں اور روایات اہل کوفہ بھی صحیح ہیں لہذا دونوں روایات میں مطابقت پیدا کرنی چاہیے ابو سعید الخدری کی یہ حدیث صحیح ہے جس کو ترمذی نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور تیرے سوائے علیؑ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ مسجد کے اس دروازے سے آئے در آنحالیکہ وہ حالت جنب میں ہو وجہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا دروازہ مسجد کی طرف تھا اور سوائے اس کے اور کوئی اور دروازہ ان کے مکان کا نہ ہوگا اس وجہ سے ان کو اس کے بند کرنے کا حکم نہیں دیا گیا اس کی تائید کرتی ہے وہ روایت جو قاضی اسماعیل نے احکام القرآن میں مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے نقل کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو سوائے حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے اجازت نہیں دی کہ وہ حالت جنب میں مسجد سے گزرے کیونکہ علی علیہ السلام کے گھر کا دروازہ مسجد میں تھا۔ یہ بھی

ممکن ہے کہ سد ابواب کا واقعہ دو دفعہ ہوا ہو۔ پہلی دفعہ علی علیہ السلام کو مستثنیٰ کر دیا اور دوسری دفعہ ابوبکر کو مستثنیٰ کر دیا لیکن یہ تاویل درست نہیں ہو سکتی جب تک یہ نہ مان لیا جائے کہ علیؑ کے واقعہ میں اگرچہ باب کا لفظ ہے دراصل اس سے خوخہ یعنی کھڑکی مقصد تھا چنانچہ بعض روایات میں خوخہ کا لفظ بھی آیا ہے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب لوگوں کو باستثنائے علیؑ کے اپنے اپنے دروازے بند کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے دروازے تو بند کر لئے لیکن مسجد میں داخل ہونے کے لئے اس کے بعد کھڑکیاں کھول لیں دوسری دفعہ کا حکم دے کر وہ کھڑکیاں بھی بند کرا دی گئی ہوں۔ دو احادیث میں اس طرح قیاس سے مطابقت پیدا کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اسی طرح ان دونوں مذکورہ احادیث میں ابو جعفر طحاوی نے اپنی مشکل آثار میں مطابقت پیدا کی ہے اور یہ بحث کتاب کے تہائی حصہ کے اول ثلث میں ہے۔ ابوبکر کلاباذی نے معانی الاخبار میں کہا ہے کہ ابوبکر کا دروازہ مسجد کے باہر تھا اور خوخہ مسجد کے اندر کھلتا تھا اور علیؑ کا دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا کوئی اور دروازہ نہ تھا اور بات تو یہ ہے کہ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اصلی معاملہ کیا ہے۔

- اگر ان اٹکل پچو ٹوٹیوں کا نام بحث رکھا جا سکتا ہے تو یہ ہے کہ ان بزرگ علماء کی عالمانہ ' منطقانہ ' فلسفیانہ ' بحث۔ اگر ہم عرب کے اس مقولہ پر عمل کرتے کہ (یہ نہ دیکھو کہ کہنے والا کون ہے بلکہ یہ دیکھو کہ وہ کیا کہتا ہے) تو ہم فوراً اس ضدی بحث کو نظر انداز کر دیتے لیکن اکثریت کے طریقے نرالے ہوتے ہیں ممکن ہے ان کے یہاں اس کے برعکس کوئی مقولہ ہو۔ لہذا محض اس وجہ سے کہ یہ بحث ابن حجر عسقلانی وابو جعفر طحاوی اور اسماعیل قاضی کے ساتھ منسوب ہے ہم اس کی طرف توجہ کرتے ہیں یہ بحث دو قیاسات پر مبنی ہے یا تو یہ ممکن ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے گھر کا محض ایک ہی دروازہ ہو اور وہ مسجد کے اندر کھلتا ہو دیگر صحابہ کے مکانوں کے دو دروازے ہوں ایک باہر کی طرف کھلتا ہو اور ایک مسجد کے اندر کھلنے والا۔ یا سد ابواب کا واقعہ دو دفعہ ہوا ہو' ایک دفعہ تو تمام صحابہ کے دروازے جن میں ابوبکر بھی شامل ہیں بند کرا دیئے گئے اور صرف علی علیہ السلام کو اس حکم سے مستثنیٰ کر کے ان کا دروازہ کھلا رکھا۔ ان صحابہ نے دروازہ بند کرنے کے بعد مسجد کی طرف کھڑکیاں کھول لیں اور دوسرے حکم سے وہ

بھی بند کروادیں لیکن اس دفعہ ابوبکر کا خوخہ کھلا رکھا۔ ان قیاسات کا کھوکھلا پن ظاہر ہے جب تک بطور امرواقعہ کے یہ ثابت کرلیں کہ دیگر صحابہ کے دو دروازے تھے اور علی علیہ السلام کا ایک اور یہ کہ واقعہ سدابواب دو دفعہ ہوا۔ ان قیاسات کا وزن ہی کیا ہو سکتا ہے اور یہ بات ثابت نہیں صرف اسی ایک وجہ سے یہ بحث گرجاتی ہے آگے چلئے۔ ہم پہلے قیاس اول کو لیتے ہیں اس کی بھی تو کچھ وجہ ہونی چاہئے کہ سوائے حضرت علی علیہ السلام کے اور باقی تمام صحابہ کے مکانوں کے دو دروازے رکھے گئے دوچار تو ایسے بھی ہوتے کہ جن کے مکانوں کا حضرت علی علیہ السلام کی طرح محض ایک دروازہ ہوتا اور مسجد کے اندر کھلتا اور اگر یہ بات تھی تو یہ بذات خود ایک فضیلت تھی۔ سوائے علی علیہ السلام کے باقی صحابہ شروع ہی سے مسجد سے نکال دئے گئے۔ حالت جنابت اور دیگر ضروریات کے لئے آنے جانے کے واسطے باہر کا دروازہ تھا۔ اندر کا دروازہ محض نماز کے لئے مسجد میں آنے جانے کے لئے رکھا گیا تھا جب لوگوں نے اس کا غلط استعمال شروع کر دیا تو وہ بند کر دیا گیا۔ علاوہ اس کے اگر یہ قیاس درست ہے تو لوگوں نے علی علیہ السلام کے دروازہ کو کھلا رکھنے پر اعتراض کیوں کیا اور اگر بیوقوفی سے کوئی اعتراض کر بیٹھا تھا تو جناب رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے اس کی حماقت کی طرف ہی کیوں توجہ نہ دلا دی کہ تم کو یہ بھی نظر نہیں آتا کہ علیؑ کا دوسرا دروازہ تو ہے ہی نہیں۔ موجودہ بھی بند ہوجائے تو پھر وہ مکان میں داخل کہاں سے ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اتنا غصہ کرنے کی کیا ضرورت تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منہ سرخ بھی ہوگیا اور پھر اس بدیہی بات کے لئے خدا کی مداخلت کی کیا ضرورت تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ میں نے نہ تمہارا دروازہ بند کیا نہ علیؑ کا کھلا رکھا۔ جو کیا خدا نے کیا جب علیؑ کے دروازہ کو کھلا رکھنے کی ایسی بدیہی اور اشد ضرورت تھی تو اس کے لئے خداوند تعالی کی وحی کی کیوں ضرورت ہوئی اگر یہ بات ہی کچھ نہ تھی تو حضرت حمزہؑ کو کیوں غصہ آیا یہ کیوں کہنا پڑا کہ آپ نے اپنے چچاؤں اور معمر صحابہ کو تو نکال دیا اس کمسن جوان کو مسجد کے اندر رکھا اور اگر حضرت علی علیہ السلام کو بھی مسجد سے نکالنا مطلوب تھا اور ان کے مکان کا ایک ہی دروازہ تھا تو یہ دروازہ بند ہو کر دوسرا کھلنے میں کیا دیر لگتی تھی وہ ناممکن بات تو نہ تھی۔

اور دوسرا قیاس اس سے زیادہ کمزور ہے اگر خوخہ اتنا بڑا تھا اور اس غرض کے لئے تھا کہ

اس بناء سے مسجد میں آمدورفت ہو سکے اور وہ کھلا رکھا تو پہلے ہی دروازہ کیوں بند کرادیا اس قیاس سے یہ نتیجہ لازم آتا ہے کہ صحابہ ایسے ضدی اور نافرمان تھے کہ رسول خدا ﷺ کے حکم کے اثر کو اس طرح زائل کرنے کی کوشش کی چونکہ جماعت حکومت صحابہ پر یہ الزام عائد کرنا پسند نہ کرے گی لہٰذا قیاس خوخہ کو رد کرنا ضروری ہوا بہر صورت حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت حضرت ابوبکر پر تو ثابت ہو گئی اول مرتبہ سب کے دروازے بند ہوگئے صرف علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رہا' دوبارہ جب حضرت ابوبکر نے بہت ضد کی تو خوخہ رہنے دیا دروازہ کو کھول لینے کا حکم تب بھی نہ ہوا۔ ہم حیران ہیں کہ جب خوخہ سے مسجد کے اندر آمدورفت جاری رہی تو پھر دروازہ ہی کیوں نہ کھلوا دیا اور ان قیاسات سے موسیٰؑ و ہارون کی مسجد کی تمثیل بے معنی ہوجاتی ہے یہ ثابت کرنا بہت آسان ہے کہ حضرت ابوبکر والی حدیث صحیح نہیں ہے واضعان حدیث کی صنعت کا نمونہ ہے اس نتیجہ کی طرف مندرجہ ذیل امور لے جاتے ہیں۔

۱۔ اس حدیث کے واضعان و راویان کذاب' غیر معتبر' غیر ثقہ تھے جیسا کہ اوپر ثابت کیا گیا ہے۔

۲۔ حضرت علی علیہ السلام والی حدیث کے سب راویان صحیح و صادق' معتبر اور ثقہ ہیں اور اس حدیث کی صحت میں کسی کو انکار نہیں۔

۳۔ اس حدیث کا تعارض حضرت علی علیہ السلام والی صحیح و مسلمہ حدیث رسول سے ہوتا ہے۔

۴۔ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کی احادیث کو شائع ہونے سے جبراً روکا جاتا تھا ان راویوں کو سزائیں دی جاتی تھیں جو حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کی احادیث بیان کرتے تھے اور ان کے مقابلہ میں حکومت کی مہربانیوں و انعامات کا لالچ دلا کر حضرات خلفاء ثلاثہ کے حق میں احادیث وضع کرائی جاتی تھیں۔

سد ابواب کا واقعہ فضیلت صریحہ کا اثبات تھا نہایت عظیم الشان معاملہ تھا اور یہ خاص خداوند تعالیٰ کے حکم سے ہوا۔ جناب رسول خدا کا انتظامی حکم نہ تھا۔ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ یہ وحی الٰہی محض حضرت علی علیہ السلام کے لئے نازل ہوئی ان

موضوعہ حدیثوں تک میں یہ ذکر نہیں کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کے لئے ایسی وحی بھیجی ہو۔

۶۔ اس واقعہ سے حضرت علی و حسنین و فاطمہ علیہم السلام کی طہارت کاملہ کا اثبات ہوتا ہے اور محض لوگوں پر اس طہارت کے ظاہر کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رکھا گیا چونکہ یہ واقعہ معرض بحث میں آگیا۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ دیکھیں کہ ایسی ہی طہارت کا ثبوت کہیں اور سے بھی ملتا ہے ظاہر ہے اس واقعہ کی تصدیق و توثیق آیہ تطہیر کا ثبوت کہیں اور سے بھی ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعہ کی تصدیق و توثیق آیہ تطہیر سے ہوتی ہے وہ بھی اسی طرح خدا کی طرف وحی کی گئی ہے اور اس سے بھی ان بزرگوں کی طہارت کاملہ کا ثبوت ملتا ہے آیہ تطہیر کی بحث باب نہم دیکھو حضرت ابوبکر کے لئے کوئی آیہ تطہیر نہیں ہے۔

۷۔ حضرت ابوبکر کو طہارت کامل حاصل ہی نہ تھی تو وہ مسجد رسول میں ہر حالت میں کیوں کر گزر سکتے تھے۔

۸۔ اگر حضرت ابوبکر گزر سکتے تھے تو حضرت حمزہ و حضرت جعفر ودیگر حضرات کیوں نہ گزر سکیں اور ان بزرگوں کے لئے تو آنحضرت ﷺ کی قرابت کا فضل بھی حاصل تھا حضرت علی علیہ السلام کے لئے تو ان کی طہارت کاملہ و وحی الٰہی موجب ہوئے حضرت ابوبکر کے لئے کیا تھا۔

اس واقعہ سے جو حضرت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ ظاہر ہے خود خداوند تعالیٰ نے لوگوں پر ظاہر کر دیا کہ علیؑ تم سب سے افضل ہے لہٰذا تم سب سے پہلے مستحق خلافت ہے۔ خلافت الٰہیہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے لہٰذا اس کے استحقاق کا اظہار بھی خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہوا۔ جماعت اہل حکومت کی رائے میں بھی اس واقعہ سے خلافت کی طرف کنایہ ہے۔ ابن حجر عسقلانی کی تحریر ملاحظہ ہو۔

خطابی و ابن بطال اور ان کے علاوہ دیگر علماء بھی کہتے ہیں کہ اس حدیث سے خاص فضیلت ابوبکر کی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں بھی خلافت کے استحقاق کی طرف اشارہ ہے اور بعض علماء کا

دعویٰ ہے کہ دروازے سے خلافت کی طرف کنایہ ہے اور اس کے بند کرنے کا حکم دینے سے یہ مطلب ہے کہ اس کو طلب نہ کرو گویا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیگر صحابہ سے فرمایا کہ تم خلافت کو طلب نہ کرنا اور ابوبکر طلب کرے تو کچھ حرج نہیں۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ ابوبکر خلیفہ ہیں بعد جناب رسول خدا ﷺ کے کیونکہ جناب رسولؐ نے یہ کہہ کر میری طرف سے ساری کھڑکیاں بند کرلو۔ لوگوں کو اپنے بعد خلافت طلب کرنے سے روک دیا۔ (ابن حجر عسقلانی' فتح الباری' شرح صحیح بخاری الجزء السابع صفحہ ۱۲)

آپ نے اس بحث کو ملاحظہ کیا یہ تو خود ابن حجر مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ والی احادیث صحیح ہیں یہ بھی مانتے ہیں کہ سب سے پہلی بار جو یہ حکم ہوا تو حضرت ابوبکر تک کا دروازہ بند کردیا صرف حضرت علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رہا' حضرت ابوبکر کی کھڑکی تو بعد میں خود کھولی گئی تھی تو جس شخص کے لئے پہلے حکم ہو اور کھڑکی کا نہیں بلکہ دروازے کا ہو تو اس کی خلافت کے کنایہ و اشارہ کا تو کچھ ذکر نہیں حضرت ابوبکر کی کھڑکی کی وجہ سے خلافت کا کنایہ ہوگیا۔ خیر اکثریت کا منطق ایسا ہی ہوتا ہے ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کے حق میں جو صاف و صریح حکم خلافت کا ہوگیا تھا یہ واقعہ اس کی تائید کرتا ہے یہ واقعہ تائیدی ہی ہوسکتا ہے اور صریح حکم اعلان خلافت کے ثبوت میں اور اظہار افضلیت کے واسطے پیش کیا جاسکتا ہے بذات خود اس کو خلیفہ کے تقرر یا اعلان کا حکم نہیں کہا جاسکتا۔ ہم حیران ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ کو اشاروں اور کنایوں کی کیا ضرورت تھی صاف اعلان کرنے سے کیوں گریز کیا۔ خوخہ کی نسبت حکم دیا جاتا ہے اور لوگوں سے امید کی جاتی ہے کہ اس کو خلافت کا حکم سمجھیں یہ منطق کچھ اکثریت ہی کی سمجھ میں آسکتی ہے۔

حضرت ابوبکر والی حدیث خوخہ کی نسبت جماعت اہل حکومت کے ایک عالم حافظ ابن حجر کی تطبیق متذکرہ بالا کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

"مگر بخاری کی روایت مجروح معلوم ہوتی ہے اول اس لئے کہ اس میں فی الجملہ اضطراب ہے' کہیں خوخہ کا لفظ آیا ہے' کہیں باب کا اور دونوں کے معنی میں فرق ہے دوسرے اس لئے

خاری کی ایک روایت ابوسعید خدری کی ہے جس میں تیسرے راوی فلیح ہیں جو سخت مجروح ہیں۔ یحیٰی ابن معین وابو حاتم وابو داؤد کا قول ہے کہ عاصم بن عبیداللہ وابن عقیل و فلیح حدیث میں احتجاج کے قابل نہیں۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں نسائی کا قول ہے کہ ضعیف ہیں۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ غرائب روایت کرتے ہیں' طبری کہتے ہیں کہ منصور نے ان کو صدقات پر والی کیا تھا انہوں نے بنی حسن کو قید کیا (تہذیب التہذیب جلد ۸ ص ۳۴۲) دوسری روایت بخاری کی ابن عباس کی ہے یہ بھی دیگر اکابر محدثین کے نزدیک پایہ صحت سے ساقط ہے اس لئے کہ اس میں عکرمہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام مالک وغیرہ کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ان پر دروغ گوئی و ناصبی و خارجی ہونے کی جرح ہے جیسا کہ عامہ کتب رجال ونیز تاریخ ابن خلکان میں اس کی تفصیل اس کے علاوہ مستدرک وغیرہ میں خود حضرت ابن عباس کی روایت اس کے خلاف ہے" (حافظ محمد علی حیدر بریلوی' سیرۃ العلویہ حصہ اول صفحہ ۷۷)

اس واقعہ کے کئی معنی خیز نتائج برآمد ہوتے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ عقد مواخات کی طرح اس واقعہ سے بھی حضرت علی علیہ السلام کا تمام اصحاب رسول اور تمام امت سے اعلیٰ و افضل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

۲۔ یہ افعال رسولؐ جن کو ہم نے اس باب میں استخلاف علی بن ابی طالب علیہ السلام کے ثبوت میں تحریر کیا ہے خداوند تعالیٰ کے خاص احکام کی تعمیل میں کئے گئے تھے اور اس کی ہی طرف سے تجویز ہوئے تھے مثال کے طور پر دعوت ذی العشیرہ' واقعہ لیلۃ المبیت' عقد مواخات' واقعہ سد ابواب' واقعہ مباہلہ' نجویٰ یعنی آنحضرت ﷺ کا حضرت علی علیہ السلام سے راز کی باتیں سب سے علیحدہ خلوت میں کرنا وغیرہم کے حالات پڑھو۔

۳۔ یہ سب واقعات ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرتے ہیں یہ واقعہ آیہ تطہیر کی تصدیق کرتا ہے اور آیہ تطہیر کا فقط جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و علی مرتضیٰ و فاطمہ و حسنین علیہم السلام کی شان میں نازل ہونا اور فقط ان تک محدود ہونا اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے دوسرے لوگوں کے دروازے اس لئے بند کرائے گئے کہ وہ

اکثر اوقات میں نجس ہوتے تھے اور نجس لوگوں کا مسجد میں آنا مسجد کی شان سے بعید اور اس کی طہارت کی منافی تھا برعکس اس کے یہ پنجتن پاکؑ اپنی زندگی کے کسی لمحہ و لحظہ میں ناپاک وغیر مطہر ہو ہی نہیں سکتے تھے طہارت ان کے خمیر میں داخل و پیوست کر کے انکی ذات کا ایک جزو بنادی گئی تھی' نجاست کو ان سے قطعی دور کر دیا گیا تھا لہٰذا حالت جنابت میں بھی یہ ناپاک نہیں ہو سکتے تھے۔ طہارت ان کی ذات میں اس طرح ملی اور بسی ہوئی تھی جس طرح سورج میں اس کی کرنیں اور حقیقی میں اس کی صلابت۔

۴۔ عقد مواخات کی طرح اس واقعہ سے بھی حضرت علی علیہ السلام کا بالکل آنحضرت ﷺ کا مثیل و نظیر ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہی خلیفہ و جانشین کی سب سے اعلیٰ صفت اور سب سے ضروری شرط ہے۔

۵۔ ارشاد خداوندی **ماینطق عن الهویٰ** محض قرآن شریف ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر ایک فعل وقول پر حاوی ہوتا ہے دیگر فضائل وارشادات نبویؐ جو آنحضرت ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے حق میں فرمائے ہیں اس ضمن میں آتے ہیں۔

۶۔ اس واقعہ سے حضرت علی علیہ السلام کی مشابہت جناب ہارون سے ثابت ہوئی اور یہ واقعہ حدیث منزلت کی بھی تصدیق کرتا ہے۔

۷۔ احادیث نبوی کے صحیح ہونے کی ایک یہ بھی جانچ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی تصدیق و موافقت کریں۔ یہ واقعہ سد ابواب' حدیث منزلت' حدیث نور' آیہ تطہیر' عقد مواخات' واقعہ مباہلہ سب ایک دوسرے کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔

۸۔ حضرت علی علیہ السلام کی افضلیت اور استحقاق خلافت بہت اچھی طرح ثابت ہوتے ہیں اور برخلاف دیگر صحابہ کے ثابت ہوتے ہیں طہارت میں جناب رسول خداؐ کے ساتھ سوائے علی علیہ السلام کے اور کوئی مشترک نہ تھا اور چونکہ طاہر مطلق کا جانشین بھی طاہر مطلق ہی ہونا چاہئے لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کے سوائے کوئی اور شخص جناب رسول خداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا جو شخص اس

بات کا بھی لحاظ نہ تھا کہ اس کے مکان کا دروازہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کی طرف کھلا ہے۔ وہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین کس طرح ہو سکتا تھا۔ علماء جماعت حکومت تسلیم کرتے ہیں کہ دروازہ سے اشارہ خلافت کی طرف ہے اور اس کے بند کرنے کا یہ مطلب ہے کہ سوائے علی علیہ السلام کے اور کوئی اس کو طلب نہ کرے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کے خوخہ یا روشندان والی حدیث موضوع ہے' بناوٹی ہے' جھوٹی ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کے دشمنوں کی ایجاد ہے حضرت علیؑ والی حدیث کے سب راوی ثقہ ہے۔ بائیس صحابہ سے مروی ہے اس کی صحت میں کسی کو کلام نہیں۔ ان روایات میں حضرت ابوبکر کے دروازہ کے بند ہونے کا خاص طور سے ذکر ہے۔ (البلاغ المبین جلد ۱ صفحہ ۲۱۵)

خدا نے حکم فرمایا کہ مسجد کو پاک کرو اور اندر ان کو رکھو جو پاک ہوں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سبھی کو نکال دیا معلوم ہوا وہ معصوم نہ تھے اور حضرت علی علیہ السلام معصوم تھے اس لئے ان کا دروازہ کھلا رکھا۔

اور رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کیا وحی خدا کے عین مطابق کیا ہے اگر کسی کو نکالا ہے تو امر کے خدا کے مطابق اگر کسی کو رکھا ہے تو حکم خدا کے مطابق۔

اس جملے سے نکلنے والوں کی مذمت اور رہنے والوں کی مدحت کی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جانے والے اور رسولؐ کے نزدیک کے غیر معصوم تھے اور جو مسجد میں رہے وہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک معصوم ہیں۔

روایتوں میں تو بالصراحت اصحاب ثلاثہ کے نام لے کر ان کے دروازے بند کروائے گئے لہٰذا یہ لوگ حضرت علی علیہ السلام سے کس طرح افضل ہو سکتے ہیں۔

اس روایت سے بھی یہ ظاہر ہوا کہ حضرت موسیٰ نے بھی یہی کچھ کیا اور وحی کے

مطابق کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جو کچھ کیا وحی کے عین مطابق کیا۔

حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کو اس لئے بند نہ کیا گیا کیونکہ حضرت علی علیہ السلام جنب کی حالت میں بھی وہاں ٹھہر سکتے تھے جبکہ باقی صحابی اس کے اہل نہیں تھے۔

(کفایتہ الطالب باب نمبر ۵۰ میں) کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو مخصوص کردیا کہ صرف آپؑ کا دروازہ کھلا رہے' آپؑ کے لئے اس لحاظ سے یہ خصوصیت ایک عظیم تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات کا قطعی علم رکھتے تھے کہ علی اور فاطمہ علیہما السلام اور ان کی اولاد نجاست سے دور اور پاک ہیں چنانچہ آیہ تطہیر اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ خانوادہ تمام رجس و نجاست سے مبرہ ہے۔

اعتراض

بعض روایات میں حضرت ابوبکر کے خوخے کو کھلا رکھنے کا بھی حکم ہے۔

جواب

(یہ روایت بالکل وضعی ہے)

حضرت ابوبکر کا مسجد میں کوئی مکان نہ تھا کہ جس کا خوخہ کھلا رہے۔

جذب القلوب میں شیخ عبدالحق لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر کا کوئی مکان بھی مسجد نبوی میں نہ تھا بلکہ مسجد نبوی سے بہت دور تھا۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت ابوبکر کا کوئی مکان مسجد میں نہ تھا تو خوخہ کہاں سے آگیا۔

اگر یہ روایت صحیح ہوتی اور دلیل خلافت ہوتی تو حضرت ابوبکر نے سقیفہ کے روز استحقاق خلافت کے لئے اسے کیوں نہ پیش کیا۔

شرح حدیدی جلد ۳ میں اس بات کی وضاحت ہے کہ من جملہ موضوع احادیث کے سدوالابواب الا بابی بکر بھی ہے۔

جنبی حالت

جناب امیرؑ کے سوا کوئی شخص جنب کی حالت میں مسجد میں نہیں آ سکتا تھا

(۱) عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیرے و غیرک (اخرجہ البزار) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سے فرماتے تھے کہ یا علی میرے اور تیرے سوا بحالت جنب اس مسجد میں کسی کو آنا جائز نہیں ہے۔

(۲) عن ابن عباس سد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابواب المسجد غیر باب علی و کان یدخل المسجد و ھو جنب و ھو طریقہ و لیس لہ طریق غیرہ (اخرجہ احمد و النسائی) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں سب صحابہ کے دروازے بند کر دیئے تھے بجز جناب امیرؑ کے دروازے کے اور وہ مسجد میں بحالت جنب داخل ہوا کرتے تھے اور وہ ان کا راستہ تھا سوا اس کے اور کوئی ان کا راستہ نہیں تھا۔

(۳) عن مطلب بن عبداللہ بن حنطب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یاذن لاحد ان یمر فی المسجد و ھو جنب الا لعلی ان بیتہ کان فی المسجد (اخرجہ اسمعیل القاضی فی احکام القرآن) مطلب بن عبداللہ بن حنطب راوی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو بحالت جنب مسجد میں سے ہو کر گزرنے کا اذن نہیں دیا تھا مگر علی کہ ان کا گھر مسجد ہی میں تھا۔

(۴) عن ام المومنین ام سلمۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان مسجدی ھذا حرام علی کل حائض من النساء و جنب من الرجال الا علی محمد و اہل بیتہ علی و فاطمۃ و الحسن و الحسین (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر) جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہے کہ یہ میری مسجد ہر حائض عورت اور جنبی مرد پر حرام ہے مگر محمدؐ اور اس کے اہل بیت علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین پر۔

(۵) عن ابی ہریرۃ قال قال عمر بن الخطاب لقد اعطی علی ثلاث خصال لان یکون واحدۃ منھن احب الی من ان اعطی احمر النعم فسئل ما ھی قال تزوجہ ابنتہ فاطمۃ و اسکانہ المسجد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یحل لہ مالا یحل لغیرہ و الرایۃ یوم خیبر (اخرجہ ابو یعلی و الحاکم فی المستدرک) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ناقل ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ علی علیہ السلام کو ایسی تین باتیں حاصل ہیں کہ اگر ان میں سے مجھے ایک بھی حاصل ہوتی تو میرے نزدیک وہ سرخ چشم والے اونٹ سے زیادہ تر محبوب ہوتی۔ کسی نے ان سے سوال کیا وہ کیا ہیں۔ کہنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی جناب فاطمہ سے ان کا نکاح کرنا اور مسجد میں اپنے ساتھ ان کو رکھنا اور جو بات کہ مسجد میں ان کے جائز تھی ان کے سوا دوسرے کسی کو جائز نہیں تھی۔ اور خیبر کے روز علم کا دیا جانا۔

ترمذی ص۴۳۵ سطر۴، ارجح المطالب ص۵۲۳، فتح الباری ص۱۲ جلد۷، مشکوٰۃ ص۵۶۴ سطر۱۹، مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۱۵ سطر آخر، مقتل خوارزمی ص۴۲ سطر۶، سنن بیہقی جلد۷ ص۶۵، جامع الاصول جلد۹ ص۴۷۳ حدیث ۶۴۹۰، اللئالی المصنوعہ ص۱۸۲ سطر آخر، وفاء الوفاء ص۳۴۷ سطر آخر، الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۹۳ سطر۶، البدایہ جلد۷ ص۳۳۸ سطر۱۱، تفریح الاحباب

ص۳۵۱ سطر۱۸' الخصائص الکبریٰ جلد۲ ص۲۴۳ سطر۱۷' الصواعق المحرقہ ص۱۲۳ سطر۱۴' کوکب دری ص۱۱۳' الحاوی للفتاوی جلد۲ ص۱۵ سطر آخر' ازالتہ الخفاء جلد۲ ص۲۶۵ سطر۶' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۲۹ سطر آخر' سیرت حلبیہ جلد۳ ص۳۴۷' مناقب ابن مغازلی ص۲۵۲ سطر۵' سعد الشموس ص۲۱۰' فتح الملیٰ ص۱۷' تاریخ الخلفاء ص۱۲۱ سطر۳' کنز العمال جلد۹ ص۱۵۹' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۲' حدیث ۲۵۰۳' مطالب السئول ص۵۹ سطر۷' اخبار القضاۃ ص۵۷۱' مصابیح السنہ ص۲۰۲' تذکرۃ الخواص ص۴۴ سطر۳' تذکرۃ الخواص ص۴۶' ذخائر العقبیٰ ص۷۷ سطر۹' مظاہر حق جلد۴ ص۱۹۹ سطر۱۰' تہذیب التہذیب جلد۹ ص۳۸۷ سطر آخر' التعقیبات ص۵۵' کنوز الحقائق ص۱۹۸' ذخائر المواریث جلد۳ ص۱۹۶' الفتح الکبیر جلد۳ ص۳۹۹' ینابیع المودۃ ص۱۷ سطر۱۹' نزل الابرار ص۳۷' تحفتہ الاحوذی جلد۴ ص۳۳۰ سطر۱۹' المرقات جلد۱۱ ص۳۴۷ سطر۳' ص۳۵۱ سطر۱

روایت حضرت سعد

صحیح ترمذی مصابیح مشکوٰۃ طیبی اور ہدایتہ السعداء میں ابو سعید خدری سے اور مسند بزاء اور صواعق محرقہ میں سعد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ کسی شخص کو جائز اور حلال نہیں ہے کہ اس مسجد میں جنب ہو۔ مگر مجھ کو اور کو تجھ کو جائز ہے

کوکب دری ص۱۴۳ منقبت نمبر۲۵' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۱۵ سطر آخر' التعقیبات ص۵۵

روایت دوم

(۴) عن سعد بن ابی وقاص و کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد قال انودی لینا لیخرج من فی المسجد الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی فخرجنا یا جمعنا فلما اصبحنا اتاہ عمہ فقال یا رسول اللہ اخرجت عمامتک و اصحابک و اسکنت ھذا الغلام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ عزوجل امر موسی ان یبنی مسجدا طاہرا لا یسکنہ الا ھو و ھارون و ابنا ہارون و ان اللہ قد امرنی ان ابنی مسجد الا یسکنہ الا انا و علی و الحسن و الحسین و اھذا الابواب الا باب علی قبل ان ینزل الغلاب فخرج الناس مبادرین و خرج حمزۃ قطیلتہ لہ حمراء تنز فلان و یبکی و یقول یا رسول اللہ اخرجت عمک و اسکنت ابن عمک فقال صلی اللہ علیہ وسلم ما انا

اخرجتک و لا انا اسکنتہ و لکن اللہ عزوجل اسکنہ (اخرجہ ابو سعد فی شرف النبوۃ) سعد بن ابی وقاص سے منقول ہے (کہ وہ بھی حضرتؑ کی معیت میں مسجد میں رہا کرتے تھے) ایک رات ہم کو پکار کر حکم دیا گیا۔ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی کے سوا سب لوگ مسجد سے نکل جائیں صبح کو حضرتؑ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ حضورؐ نے اپنے اصحاب اور اعمام کو نکال کر اس لڑکے (یعنی علی) کو رکھ لیا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا نے موسیٰ کو حکم دیا تھا کہ ایک پاک مسجد تعمیر کرے اس میں بجز موسیٰ اور ہارون اور ابنائے ہارون کے کوئی رہنے نہ پائے۔ اس طرح سے خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ ایک مسجد بناؤں جس میں میرے اور علی اور حسنین کے سوا کوئی نہ رہے۔ تم لوگ عذاب کے نازل ہونے سے پیشتر اپنے دروازے کو بند کریو۔ لوگ دوڑ کر دروازے بند کرنے میں مشغول ہو گئے حمزہ وہاں سے اپنا سرخ کمبل کھینچتے ہوئے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے باہر نکلے اور کہنے لگے یا رسول اللہ آپ نے اپنے چچا کو نکال کر اپنے بھائی کو رکھ لیا ہے۔ حضرت نے فرمایا نہ میں نے تم کو نکالا ہے اور نہ اس کو رکھا ہے بلکہ خدا نے اس کو رکھا ہے۔

ارجح المطالب ص۵۲۶' الریاض النضرہ جلد۲ ص۲۳۶' ذخائر العقبیٰ ص۱۰۲

روایت علی بن منذر

جامع الاصول جلد۹ ص۲۷۴ حدیث ۶۴۹۰

روایت ام المومنین ام سلمہ

ارجح المطالب ص۵۳۰/۲۲۱' علل الحدیث جلد۱ ص۹۹' سنن بیہقی جلد۷ ص۶۵' مقتل خوارزمی ص۴۳' مناقب خوارزمی ص۲۲۹' سیرت حلبیہ جلد۳ ص۳۴۷' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۹۳' کنز العمال جلد۶ ص۲۱۷' حدیث ۳۸۰۲' ۳۸۰۳' ۳۸۰۴' الکشف والبیان ص۶۸' آل محمد ص۲۳۰' تاریخ مدینہ جلد۲ ص۱۴' مسند فاطمہ ص۴۶

روایت ابن عباس

ارجح المطالب ص۵۲۳ ص۵۲۷

روایت مطلب بن عبداللہ

ارجح المطالب ص ۵۲۳' احکام القرآن جلد ۲ ص ۲۲۸' قول مسدد ص ۱۹۰' تفسیر کشاف جلد ۱ ص ۳۶۶' فتح الباری جلد ۷ ص ۱۲

روایت حضرت جابرؓ

(۴) عن جابر بن عبداللہ قال جاءنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و نحن مضطجعون فی المسجد و فی یدہ عسیب رطب قال اترقدون فی المسجد و قد اجفلنا و اجفل علی معنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا علی انہ یحل لک فی المسجد ما یحل لی الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا النبوۃ و الذی نفسی بیدہ انک لذائد اعن حوضی یوم القیامۃ تذود عنہ رجالا کما یذاد البعیر الضال عن الماء بعصاء لک من عوسج کانی انظر الی مکانک عن حوضی (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں سوئے ہوئے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے ہاتھ میں کھجور کی شہنی تھی فرمایا۔ کیا تم اونگھ رہے ہو۔ ہم دوڑنے لگے جناب علی بھی ہمارے ساتھ دوڑے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا علی ادھر آؤ تم کو جائز ہے مسجد میں جو کچھ مجھے جائز ہے کیا تو راضی نہیں ہوا کہ تیری منزلت مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے۔ بجز نبوت کے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے بے شک تو قیامت کے روز میرے حوض سے لوگوں کو ہانک دے گا جس طرح سے کہ بہکا ہوا اونٹ پانی سے ہانک دیا جاتا ہے۔ عوسج کا عصا تیرے ہاتھ میں ہو گا گویا کہ میں تیرے مقام کو اپنے حوض سے اس وقت دیکھ رہا ہوں۔

ارجح المطالب ص ۵۲۳' ینابیع المودۃ ص ۷۲ سطر ۱

روایت حضرت علیؑ

(۵) عن علی قال اخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدی فقال ان موسیٰ سأل ربہ ان یطہر مسجدہ بہارون و انا سألت ربی ان یطہر مسجدی بک ثم ارسل الی ابی بکر ان سد بابک فاسترجع ثم قال سمعا و طاعۃ فسد بابہ ثم ارسل الی عمر بمثل ذلک ثم ارسل الی عباس بمثل ذلک ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انا سددت ابوابکم و فتحت باب علی و لکن اللہ فتح باب علی و سد ابوابکم (اخرجہ البزار فی مسندہ الوصابی فی الاکتفاء بفضائل الاربعۃ الخلفاء) جناب سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ارشاد کیا کہ موسیٰ نے اپنے خدا سے درخواست کی تھی کہ وہ موسیٰ کی مسجد کو ہارون کے وسیلہ سے پاک کرے اور میں نے بھی اپنے رب سے التجا کی ہے کہ وہ میری مسجد کو تیرے ذریعے پاک کرے پھر حضرتؐ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر لے انہوں نے "سمعاً و طاعۃً" کہہ کر دروازہ بند کر لیا پھر حضرت عمرؓ اور عباس رضی اللہ عنہما کو بھی یہی کہلا بھیجا اس کے بعد حضرتؐ نے ارشاد کیا کہ میں نے تمہارے دروازے بند نہیں کیے ہیں اور نہ علی کا دروازہ کھلا چھوڑا ہے۔ مگر خدا نے علی کا دروازہ کھلا چھوڑا ہے اور تمہارے دروازے بند کیے ہیں۔

ارجح المطالب ص ۵۲۷

روایت حضرت حبہ عرنی

ارجح المطالب ص ۵۳۶

(۳) عن حبتہ العرنی قال لما امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسد الابواب التی فی المسجد شق علیہم قال حبتہ کانی لانظر الی حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تحت قطیفتہ حمراء و عیناہ تذرفان و یقول اخرجت عمک و ابابکر و عمر و العباس و اسکنت بن عمک فعلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد شق علیہم فنودی جامعتہ للصلوۃ فعلا المنبر فلم یسمع من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبتہ ابلغ منہا تمجیدا و توحیدا فلما فرغ قال ایہا الناس ما انا سددتہا و الا انا فتحتہا و الا انا اخرجتکم و اسکنتہ ثم قرء و النجم اذا ھوی ما ضل صاحبکم و ما غوی ان ھو الا وحی یوحی (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ) حبہ عرنی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا جو مسجد میں تھے لوگوں پر یہ بات نہایت شاق گذری۔ حبہ کہتے ہیں۔ بے شک میری آنکھوں میں ہے کہ جناب حمزہ سرخ لنگی اوڑھے ہوئے ہیں اور رو رہے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کر رہے ہیں کہ آپ نے اپنے چچا اور ابوبکر اور عمر اور عباس کو نکال دیا ہے۔ اور اپنے ابن عم کو رکھا ہے۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ یہ امر ان لوگوں پر شاق گذرا ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ کی منادی کرائی اور منبر پر چڑھ کر ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد کیا کہ تمجید و توحید میں اس سے بلیغ تر خطبہ کبھی نہیں سنا گیا تھا۔ حمد و ثناء باری تعالیٰ کے بعد فرمایا اے لوگو میں نے دروازے بند نہیں کیے اور نہ تم کو نکالا ہے اور نہ اس کو رکھا ہے پھر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ والنجم کی یہ آیتیں پڑھیں جن کا ترجمہ یہ ہے قسم ہے ستارے کی جبکہ وہ گرا نہیں گمراہ ہوا تھا تمہارا صاحب اور نہ بھٹکا اور نہیں بولتا ہے اپنی خواہش سے مگر جبکہ اس کی طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ سخت قوتوں والا اس کو سکھاتا ہے۔

روایت حضرت عدی بن ثابت

ارجح المطالب ص ۵۲۰، شرف النبی ص ۲۷

(۱۹) عن عدی بن ثابت قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی المسجد فقال ان اللہ اوحی الی نبیہ موسی ان ابن لی مسجدا طاھرا لا یسکنہ الا موسی و ھارون و ابنا ھارون و اللہ اوحی الی ان ابن لی مسجدا طاھرا لا یسکنہ الا انا و علی و ابنا علی (اخرجہ ابن المغازلی) عدی بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکل کر فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیج کر ارشاد کیا تھا کہ میرے لیے پاک مسجد بنا جس میں موسیٰ اور ہارون اور ہارون کے بیٹوں کے سوا کوئی نہ رہے اسی طرح سے خدائے تعالیٰ نے مجھے وحی بھیج کر فرمایا ہے کہ میرے لیے پاک مسجد بنا جس میں میرے اور علی اور علی کے بیٹوں کے سوا کوئی نہ رہے۔

(تنبیہہ) ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح میں سد ابواب کی نسبت ایک دلچسپ بحث لکھی ہے۔ تو ملخصاً درج ہے۔

جاء فی سد الا بواب التی حول المسجد احادیث منها حدیث سعد بن ابی وقاص اخرجه احمد و النسائی و اسناده قوی و روایة الطبرانی فی الا وسط و رجا لها ثقات و حدیث زید بن ارقم اخرجه احمد و النسائی و رجاله و حدیثی ابن عباس اخرجهما احمد و النسائی و رجالهما ثقات و حدیث جابر بن سمرة اخرجه الطبرانی و حدیث ابن عمر اخرجه احمد و اسناده حسن و اخرج النسائی من طریق العلاء بن عرار و رجاله رجال الصحیح الا العرار و قد و ثقه یحیی بن معین و غیره و هذا الا حادیث یقوی بعضها بعضا و کلا طریق صالح للاحتجاج فضلا عن مجموعها و قد اورد ابن الجوزی هذا الحدیث فی الموضوعات و اخرجه عن سعد بن ابی وقاص و زید بن ارقم و ابن عمر مقتصر اعلی بعض طرقه عنهم و اعله بعض من تکلمه فیه من رواته ولیس ذلک بقادح لما ذکرت من کثرة الطرق و اعله ایضا بانه مخالفة للاحادیث الصحیحة الثابتة فی باب ابی بکر و زعم انه من وضع الرافضة قابلوا الحدیث الصحیح فی باب ابی بکر رضی الله عنه و اخطاء فی ذلک خطاء قبیحا فانه سلک رد الاحادیث الصحیحة بتو همه المعارضة مع ان الجمع بین القصتین ممکن و قد اشار الی ذلک البزار فی مسنده فقال ورد من روایات اهل الکوفة الجمع بینهما ما دل علیه حدیث ابی سعید الخدری الذی اخرجه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لا یحل لاحد ان یطرق هذا المسجد جنبا غیری و غیرک و المعنی ان باب علی کان الی جهة المسجد ولم یکن لبیته باب غیره فلذلک لم یومر بسده و یوید ذلک ما اخرج اسمعیل القاضی فی احکام القرآن من طریق المطلب بن عبدالله بن حنطب ان النبی صلی الله علیه وسلم لم یاذن لا حد ان یمر فی المسجد و هو جنب الا لعلی کان بیته کان فی المسجد و محصل الجمع ان الامر بسد الابواب وقع مرتین فی الاولی استثنی علی و فی الاخری استثنی ابوبکر و لکن لا تتم ذلک الا بان یحمل ما فی قصة علی علی الباب الحقیقی و ما فی قصة ابی بکر علی الباب و المجازی و المراد به الخوخة کما صرح به فی بعض طرقه کانهم لما امروا بسد الابواب سدوها و احدثوا الخوخا یستقربون الدخول الی المسجد منها فامروا بعد ذلک بسدها فهذه طریقة لا باس بها فی الجمع بین الحدیثین و اشار بها ابو جعفر الطحاوی فی مشکل الاثار و ابوبکر الکلا باذی فی المعانی الا خبار و صرح بان بیت ابی بکر کان له باب من خارج المسجد و خوخة الی داخل المسجد و بیت علی لم یکن له باب الا من داخل المسجد انتہی کلمه ملخصاً۔ یعنی وہ دروازے مسجد کے ارد گرد تھے ان کی نسبت بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ان میں سے سعد بن ابی وقاص کی ایک حدیث ہے جس کو امام احمد بن حنبل اور امام نسائی نے روایت کیا ہے اس کی سندیں سب قوی ہیں۔ طبرانی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے جس کے سب رجال ثقہ ہیں۔ اور ایک حدیث زید بن ارقم کی ہے جس کو امام احمد اور نسائی رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے اس کے رجال بھی ثقہ ہے اور دو حدیثیں ابن عباسؓ کی ہیں جن کو امام احمد اور نسائی نے روایت کیا ہے ان کے بھی سب رجال ثقہ ہیں۔ اور ایک جابر بن سمرہ کی حدیث ہے جس کو طبرانی نے روایت ہے اور ایک ابن عمر کی حدیث ہے جس کو امام احمد نے روایت کیا ہے۔ ان دونوں کے راوی (حسن) یعنی اچھے ہیں۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو امام نسائی نے علاء عرار کے طریقہ سے روایت کیا ہے۔ عرار کے سوا اس کی رجال بھی ثقہ ہیں۔ اور عرار کو یحیی ابن معین نے ثقہ مانا ہے۔ یہ تمام حدیثیں ایک دوسری سے قوی ہیں۔ ان کے مجموع سے قطع نظر کرکے ان کا ہر ایک طریق احتجاج کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں لکھا ہے۔ اور سعد بن ابی وقاص اور زید بن ارقم اور ابن عمر سے اس کو لے کر اس کے بعض طریقوں پر اس کا اقتصار کیا ہے۔ اور ان لوگوں کی باتوں سے اس میں سقم پیدا کیا ہے۔ جن لوگوں نے اس حدیث

کے بعض راویوں میں کلام کیا ہے۔ لیکن ان امر سے ہماری بات میں رخنہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ جبکہ ہم نے اس حدیث کو بہت سے طریقوں سے ثابت کر دیا ہے۔ ابن جوزی نے ایک اور حجت بیان کی ہے کہ یہ حدیث اس صحیح حدیث کی مخالف ہے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نسبت وارد ہے۔ ابن جوزی کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اس حدیث کو بمقابلہ اس صحیح حدیث کے جو حضرت ابوبکرؓ کی شان میں وارد ہوئی ہے رافضیوں نے وضع کیا ہے۔ لیکن ابن جوزی نے بڑی بھاری غلطی کی ہے۔ اور اس نے تعارض کے وہم سے صحیح حدیثوں کے رد کرنے کا مسلک اختیار کیا ہے۔ باوجودیکہ جمع بین الفقیتین ممکن ہے۔ چنانچہ براز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہتا ہے کہ اہل کوفہ کی روایتوں میں ان کا جمع وارد ہے۔ اور ان دونوں کے جمع کرنے کے لیے وہ حدیث ہے جو ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے سوا اور یا علی تیرے سوا کسی کو جنب کی حالت میں مسجد سے عبور کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ علی علیہ السلام کا دروازہ مسجد میں تھا اور اسی دروازے کے سوا ان کے گھر کا اور کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اسی لیے حضرتؐ نے اس دروازے کو بند کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور اسی کی موید ہے وہ حدیث جس کو کہ قاضی اسمٰعیل نے کتاب احکام القرآن میں مطلب بن عبداللہ بن حنطب کے طریقے سے روایت کیا ہے کہ حضرتؐ نے کسی کو علی کے سوا جنب کی حالت میں مسجد سے گذرنے کی اجازت نہیں دی تھی اور دونوں حدیثوں کے جمع کا ماحصل یہ ہے کہ دروازوں کے بند کرنے کا دو دفعہ حکم ہوا تھا۔ پہلی دفعہ میں جناب علی علیہ السلام اور دوسری دفعہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مستثنیٰ کیے گئے۔ لیکن یہ بات اس وقت پوری ہو سکتی ہے کہ جنابؑ کے قصہ میں حقیقی دروازہ اور جناب ابوبکرؓ کے قصہ میں مجازی دروازہ یعنی خوخہ مراد لیا جائے۔ چنانچہ اس حدیث کے بعض طریقوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ جب پہلی دفعہ دروازوں کے بند کرنے کا حکم ہوا تو صحابہ نے دروازے بند کر دیئے اور خوخہ یعنی دریچے مسجد کی طرف بنا لیے تاکہ نماز کا وقت دیکھ کر مسجد میں آ جائیں۔ لیکن جناب علی کا دروازہ آمد و رفت کے لیے بدستور کھلا رہا۔ بعد میں ان دریچوں کے بند کرنے کا حکم ہو گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خوخہ یعنی دریچہ کے سوا سب صحابہ کے دریچے بند کیے گئے۔ پس یہی ایک طریقہ لا باس فیہ ان دونوں حدیثوں کے جمع میں ہے۔ اور اسی طریقہ کے ساتھ ان دونوں حدیثوں کو ابو جعفر الطحاوی نے مشکل الاثار میں اور ابوبکر کلاباذی نے معانی الاثار میں جمع کیا ہے کہ صاف اس کی تصریح کی ہے کہ مسجد میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کا خوخہ تھا اور دروازہ مسجد کی جانب سے علیحدہ تھا۔ اور جناب علی کا دروازہ مسجد کی طرف سے دوسری طرف نہیں تھا۔

روایت حضرت ابو رافع

ارجح المطالب ص ۵۲۵ سطر ۱ کفایت الطالب ص ۱۵۱

(۹) عن ابی رافع ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب قال ان اللہ عزوجل امر موسی و ہارون ان یتبوا لقومہما بیوتا و امرہما ان لا یبیت فی مسجدہما جنب و لا یقربوا فیہ النساء الا ہارون و ذریتہ و لا یحل لاحد ان یقرب النساء فی مسجدی و لا یبیت فیہ الا علی و ذریتہ (اخرجہ ابن عساکر و السیوطی فی الدر المنثور) ابو رافع سے منقول ہے کہ حضرتؐ نے خطبہ میں ارشاد کیا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور ہارون کو حکم دیا اپنی قوم کے لیے گھر بناؤ مسجد میں کوئی جنب نہ رہنے پائے اور اس میں عورتوں سے صحبت نہ کریں سوا ہارون اور اس کی ذریت کے اور کسی کو حلال نہیں کہ میری اس مسجد میں رہے اور عورتوں سے صحبت کرے سوا جناب علی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی ذریت کے۔

حضرت علی کا احتجاج

ارجح المطالب ص ۵۲۴

(۷) عن عثمان بن عبداللہ القرشی من حدیث طویل قال خطب علی یوم بویع لہ عثمان فقال فیہا انا اللہ کم ھل تعلمون معشر المھاجرین و الانصار ان احدا کان یدخل المسجد غیری جنبا قالو اللھم لا (اخرجہ ابن عساکر) عثمان بن عبداللہ قرشی ایک حدیث طویل میں ذکر کرتے ہیں کہ جس روز عثمان رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے بیعت کی جناب علی علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اس میں فرمایا اے مہاجرین اور انصار کے گروہ میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم میرے سوا کسی ایسے شخص کو جانتے ہو کہ حالت جنب میں وہ مسجد میں داخل ہوا کرتا تھا۔ سب نے کہا خدا گواہ ہے آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

(۸) عن جابر بن عبداللہ سمرۃ قال امرنا بسد ابواب المسجد کلھا غیر باب علی فربما مرفیہ و ھو جنب (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر) جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم کو مسجد کے تمام دروازوں کے بند کرنے کا حکم ہوا تھا سوا علی کے دروازے کے وہ وہاں سے گذرا کرتے تھے اور جنب میں ہوا کرتے تھے۔

ارجح المطالب ص ۵۲۴، مناقب خوارزمی ص ۶۰ سطر ۱۰

(۹) عن الحرب بن مالک قال اتیت مکۃ فلقیت سعد بن ابی وقاص فقلت ھل سمعت لعلی منقبۃ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فنودی فینا لیلۃ لیخرج من فی المسجد الا آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و آل علی فخرجنا فلما اصبح اتاہ عمہ فقال یا رسول اللہ صلی و خرجت اصحابک و اعمامک و اسکنت ھذا الغلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما انا امرت باخراجکم و الا با سکان ھذا الغلام و لکن اللہ ھو امر بہ (اخرجہ النسائی فی الخصائص) حرب بن مالک کہتے ہیں کہ میں مکہ میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ جناب علی کے بارے میں تم نے بھی کوئی منقبت سنی ہے۔ کہنے لگے ہم مسجد میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے ایک رات ہم میں منادی کی گئی کہ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آل علی کے سوا سب مسجد سے نکل جائیں۔ صبح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تشریف لائے اور عرض کرنے لگے یا رسول اللہ آپ نے اپنے اعمام اور اصحاب کو مسجد سے نکال دیا ہے اور اس لڑکے کو رکھ لیا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے تمہارے نکالنے اور اس کے رکھنے کے لیے نہیں حکم دیا بلکہ خدا نے حکم دیا ہے۔

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ مسجد پاک تھی لہٰذا مسجد میں پاک ہی رہ سکتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی اصحاب اور حضرت علی علیہ السلام میں مشرق و مغرب کا فرق ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام معصوم تھے اور دوسرے غیر معصوم۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا کیوں اور دوسروں کے بند ہوئے کیوں؟ کیونکہ حضرت علی علیہ السلام حالت جنب میں بھی مسجد میں رہ سکتے تھے جبکہ دوسروں میں اس درجے کی طہارت نہ تھی۔

حضرت موسیٰ کی امت میں فخر حضرت ہارون اور اس کی اولاد کو تھا تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں بھی یہ فخر حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد کو حاصل ہوگا۔

سد الابواب کے باب میں تو مخالفین نے ایک ٹوٹی پھوٹی روایت گھڑ لی ہے لیکن اس حدیث کے مقابلے میں اس کے پرزے بھی ڈھیلے ہوگئے اور تمام لوگ حضرت علی علیہ السلام کی اس فضیلت کے سامنے سرنگوں ہوگئے۔

حضرت علی علیہ السلام اور ان کے بچے جنب کی حالت میں کیوں اندر رہ سکتے تھے کیونکہ آیہ تطہیر ان کی طہارت کی گواہی دے رہی تھی۔

بیت علیؑ بیت رسولؐ ہے

ارجح المطالب ص ۵۱۳، ارشاد الساری جلد ۶ ص ۱۳۸، فتح الباری جلد ۷ ص ۵۹، تحقیق النصرۃ ص ۷۶، نظم درر السمطین ص ۱۰۳، خصائص نسائی ص ۲۸، المعتصر من المختصر جلد ۲ ص ۳۲۳، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۵، لسان المیزان جلد ۴ ص ۱۹۵

روایت حضرت عزار

ارجح المطالب ص ۵۱۳

(۱) عن عزار قال سألت عبداللہ بن عمر قلت لا تحدثنی عن علی و عثمان قال اما علی فهذا بيته من بيت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا احدثک عنه بغيره و اما عثمان فانه اذنب ذنبا عظيما يوم احد فعفی اللہ عنه و اذنب فيكم ذنبا صغيرا فقتلتموه (اخرجه النسائی فی الخصائص) عزار کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا تم علی اور عثمان کے مرتبہ سے مجھ کو خبردار نہیں کرتے وہ کہنے لگے پس علی ان کا گھر یہ دیکھ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے پاس ہے ان کے سوا کسی دوسرے کا گھر وہاں تجھے نہیں ملے گا۔ اور عثمان پس انہوں نے احد کے دن بھاری گناہ کیا۔ لیکن خدا نے انہیں بخش دیا۔ اور تمہارا ایک چھوٹا گناہ اور تم نے ان کو مار ڈالا۔

روایت حضرت نافع

(۳) عن نافع بن عمر رضی اللہ عنہ قال اسلم علی فانی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اشار بیدہ فقال ھذا بیتہ ترون (اخرجہ البخاری) نافع بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہنے لگے کہ علیؑ پس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم ہیں اور اپنے ہاتھ سے اشارہ کرکے کہا یہ انکا گھر ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔ یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے درمیان میں ہے۔

ارجح المطالب ص ۵۱۴

(۴) عن سعید بن ابی عبیدۃ قال جاء رجل الی ابن عمر فسالہ عن علی فقال لا تسل عن علی ولکن انظر الی بیتہ اوسط بیوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (اخرجہ البخاری و النسائی) و زاد البخاری ثم قال لعل ذاک یسئوک قال اجل قال فارغم اللہ انفک انطلق فاجھد علی جھدک (و زاد النسائی قال فانی ابغضہ قال ابن عمر ابغضک اللہ عزوجل) سعید بن عبیدہ سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے جناب علی کی نسبت سوال کیا ابن عمر نے کہا ان کی نسبت مت پوچھو ان کا گھر یہ ہے کہ حضرتؐ کے گھروں کے بیچ میں ہے۔ امام بخاری نے اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ روایت کیے ہیں کہ پھر ابن عمر اس شخص سے کہنے لگا شاید تجھے یہ بات بری معلوم ہوئی ہو گی۔ اس نے کہا ہاں ابن عمر بولے خدا تیری ناک پر مٹی ڈالے جا اپنے رنج میں مر جا۔ نسائی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث میں یہ الفاظ روایت کیے ہیں اس شخص نے عبداللہ بن عمر سے کہا میں ان سے یعنی جناب علیؑ سے بغض رکھتا ہوں ابن عمر نے کہا خدا تجھ سے بغض رکھے۔

روایت حضرت حذیفہ بن اسید غفاری

مناقب میں ابو طفیل حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ بعض لوگوں کے دلوں میں کچھ کدورت پائی جاتی ہے۔ کہ میں نے علیؑ کو مسجد میں ساکن کر دیا ہے۔ اور ان لوگوں کو نکال دیا ہے۔ خدا کی قسم نہ میں نے ان لوگوں کو نکالا ہے اور نہ میں نے علیؑ کو مسجد میں ٹھہرایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسجد سے نکال دیا ہے اور علیؑ کو ساکن کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ اور اس کے بھائی کی طرف وحی فرمائی تھی کہ تم مصر میں اپنی قوم کے لئے کچھ گھر تیار کرو۔ اور اپنے گھروں کو قبلہ قرار دے کر اللہ کی نماز قائم کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ مسجد میں کوئی شخص ہارون اور ان کی اولاد کے سوا قیام نہ کرے اور نہ اس میں کوئی نکاح کرے اور نہ اس میں کوئی جنب کرے۔ علیؑ کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰؑ سے حاصل تھی۔ علیؑ میرے بھائی ہیں۔ اس مسجد میں علیؑ اور اولاد علیؑ کے سوا کسی کو نکاح کرنے کا مجاز نہیں۔ جس کو برا

بات بری معلوم ہوئی تھی وہ وہاں ہے۔ آپ نے شام کی طرف اشارہ کیا۔ نیز صاحب مناقب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے غلام ابو رافع سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔
ینابیع المودة ص ۱۳۰ سطر ۵، مناقب ابن مغازلی ص ۲۵۲، خصائص سیوطی ص ۲۴۳

روایت حضرت مفضل

درمنثور جلد ۳ ص ۲۱۳، مناقب ابن مغازلی ص ۲۵۲، بر حاشیہ مغازی۔

روایت حضرت عمرؓ

ابن عمر وغیرہ سے روایت ہے کہ حضورؐ مسجد کی طرف تشریف لائے اور فرمایا۔ اللہ نے اپنے نبی موسیٰؑ کی طرف وحی کی تھی کہ میری خاطر ایک پاکیزہ مسجد تیار کرو۔ جس میں حضرت موسیٰؑ و ہارون قیام کریں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی ہے۔ کہ میں مسجد کو پاک و پاکیزہ کر دوں۔ اس میں میں اور میرا بھائی علیؑ قیام کریں۔ (ینابیع المودة ص ۱۳۹ سطر ۱، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۵ سطر آخر، التعقیبات ص ۵۵، کوکب دری ص ۱۴۳)

ذوالقرنین

روایت حضرت علیؑ

پہلے زیر عنوان کنز فی الجنۃ میں یہ روایت تحریر کردی گئی ہے۔

روایت حضرت ابو عبید

پہلے زیر عنوان بیت فی الجنۃ میں یہ روایت تحریر کردی گئی ہے۔

حدیث مرفوع

مجمع بحار الانوار ص۱۵۶، لسان العرب جلد ۱۳ ص ۳۳۳ کالم ۱ سطر ۷، ص ۵۳۲ کالم ۲ سطر ۱۳

عمدہ تشریح

لسان العرب جلد ۱۳ ص ۳۳۳ کالم ۲ سطر آخر، مناقب خوارزمی ص ۲۵۷ سطر ۶،
حضرت علی علیہ السلام کو ذوالقرنین اس لئے کہتے ہیں کہ ان کے سر کو تبلیغ حق کے بدلے میں دو بار زخمی کیا گیا۔ ایک دفعہ یوم خندق اور دوسری دفعہ ۱۹ رمضان کو مسجد کوفہ میں۔

صفوت اللہ

یہ روایت پہلے زیر عنوان جبرائیل کی امیر المومنین کی قصیدہ خوانی تحریر کر دی گئی ہے۔

المرتضیٰ

ارجح المطالب ص ۴۰، سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۳۹۴، میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۷۹، مناقب خوارزمی ص،

المرتضیٰ:۔ عن علی قال خرجت معی رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم نمشی فی طرقات المدینة اذ مر رنا بنخل من نخلها فصاحت نخلة باخری هذا النبی المصطفی و هذا علی المرتضی ثم جزنا ها فصاحت ثانیه بثالثة هذا موسی و اخوه هارون (اخرجه الخوارزمی و ابن یوسف الکنجی فی کفایة الطالب) جناب امیر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے بعض راستوں میں جا رہا تھا ناگاہ ہم ایک نخلستان میں سے ہو کر گزرے ایک نخل دوسرے سے پکار کر کہنے لگا یہ نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ علی المرتضیٰ ہیں پھر ہم آگے نکل گئے پھر ایک دوسرا نخل تیسرے سے کہنے لگا یہ موسیٰ اور ان کا بھائی ہارون ہیں۔

صبر کی تلقین

ینابیع المودۃ ص ۲۰۸، مناقب خوارزمی ص ۱۰۹ سطر آخر، المستدرک جلد ۳ ص ۱۳۰ سطر ۸،

تلخیص سطر۲۱' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۷' حدیث ۲۶۱۳

نور الابصار ص۷۱' الشرف المئوبد ص۴۸' الریاض النضرہ جلد۲ ص۲۱۰' کنز العمال جلد۶ ص۴۰۸' حدیث ۶۱۵۸

اِنَّ الاُمَّۃَ سَتَغدِرُ بِعَلِیٍّ

عن علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ان الامۃ ستغدر بک و انت تعیش علی ملتی و تقتل علی سنتی من احبک فاحبنی و من ابغضک ابغضنی تخضب عن ھذہ یعنی لحیتہ عن راسہ (اخرجہ الدار قطنی و الحاکم و الخطیب) جناب امیر علیہ السلام سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ بے تحقیق میری امت تم سے غدر کرے گی اور تم میری ملت پر زندہ رہو گے اور میری سنت پر مارے جاؤ گے جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور یہ اس سے سرخ ہو گی یعنی داڑھی سر کے خون سے۔

ارجح المطالب ص۴۹۷' نزل الابرار ص۲۹' ازالۃ الخفا جلد۱ ص۴۳۵' مجمع بحار الانوار جلد۲ ص۳۴۳' البدایہ جلد۱ ص۲۱۸' تاریخ بغداد جلد۱۱ ص۲۱۶' المستدرک جلد۳ ص۱۴۰ سطر۵' تاریخ کبیر جلد۲ ص۱۷۴' الکنی و الاسماء جلد۱ ص۱۴۳' شرح ابن ابی الحدید جلد۳ ص۲۶' خصائص الکبریٰ جلد۲ ص۱۲۸' نفحات الاھوت ص۸۵' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۷' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۳۷ سطر آخر۔

روایت حیان اسدی

المستدرک جلد۳ ص۱۴۲ سطر۱۷' تلخیص سطر آخر

روایت ابو ادریس اودی

المستدرک جلد۳ ص۱۴۰ سطر۵

روایت ...

کتاب الارشاد میں ام سلمہ' اسماء بنت عمیس' جابر بن عبداللہ' ابو سعید خدری ان کے علاوہ صحابہ کی ایک جماعت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ کو وحی نے ڈھانپ لیا۔ حضورؐ نے علی کی ران کا سہارا لیا۔ رسول اللہ نے اپنا سر نہ اٹھایا۔ اسی دوران میں سورج غروب ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے عصر کی نماز اشاروں سے ادا فرمائی۔ جب رسول اللہؐ کو ہوش آئی۔ تو فرمایا۔ اے میرے اللہ علی کی خاطر سورج کو واپس لوٹا دے۔ سورج واپس لوٹ آیا۔ آسمان پر وقت عصر ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے نماز ادا کی۔ سورج پھر غائب ہو گیا۔ (ینابیع المودۃ ص ۲۱۳ سطر ۱۹)

اعلام النبوۃ ص ۷۹' البدایہ جلد ۶ ص ۸۰' سیرت زینی دحلان جلد ۳ ص ۱۲۶' در منثورہ ص ۲۳۴' اسنیٰ المطالب ص ۱۱۴' الصواعق المحرقہ ص ۱۲۸ سطر ۶' وفاء الوفاء جلد ۲ ص ۳۵ سطر ۲۱' خصائص کبریٰ جلد ۲ ص ۱۸۳ سطر ۵' المقاصد الحسنہ ص ۲۲۶' تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۷۵' لسان المیزان جلد ۴ ص ۲۷۶ سطر ۳' میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۲۲ سطر ۲۳' نور الابصار ص ۲۸' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۸۰ سطر ۳' مناقب خوارزمی ص ۲۱۷ سطر ۹' مناقب ابن مغازلی ص ۹۶ سطر ۶' اسعاف الراغبین ص ۲۹ سطر ۱۷' رد مختار ص ۲۵۱' مشکل الآثار جلد ۲ ص ۸' شفاء عیاض ص ۲۴۰' تذکرہ ص ۵۵' نہایۃ الارب جلد ۱۸ ص ۳۱۰' مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۹۷' البدایہ جلد ۶ ص ۲۸۲' شرح قوشجی جلد ۲ ص ۳۳۰' التعقیبات ص ۳۸۰' الحاوی جلد ۲ ص ۴۰ سطر ۱۲' شرح المواہب اللدنیہ جلد ۵ ص ۱۳ سطر ۱۰' الفوائد المجموعہ ص ۱۸' سیرت حلبیہ جلد ۱ ص ۳۸۶' مدارج النبوۃ ص ۳۳۶' اللئالی المصنوعہ جلد ۲ ص ۱۷۳ سطر ۲۰' تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ ص ۳۶۸' فیض القدیر جلد ۵ ص ۴۴۰' المواہب اللدنیہ جلد ۱ ص ۳۵۸' عمدۃ القاری جلد ۷ ص ۱۴۶' معاہد التنصیص جلد ۲ ص ۱۹۰' طرح التثریب جلد ۶ ص ۲۴۷' فتح الباری جلد ۶ ص ۱۶۸' المرقات جلد ۴ ص ۲۸' تمیز الطیب ص ۸۱' نسیم الریاض جلد ۳ ص ۱۰' ام ص ۱۳' نزل الابرار ص ۴۰' ینابیع المودۃ ص ۱۳ سطر ۸' کوکب دری ص ۳۵۵' تاریخ دمشق جلد ۲ ص ۲۸۳' تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۵۸' ضوء الشمس ص ۱۲۶' مناقب عینی ص ۱۸

روایت حضرت اسماء بنت عمیس

جمع الفوائد میں اسماء بنت عمیس سے روایت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی طرف وحی فرمائی۔ وحی نے رسول اللہ کو ڈھانپ لیا۔ علیؑ نے اپنے کپڑے سے رسولؐ اللہ کو چھپا لیا۔ سورج غائب ہو گیا۔ جب وحی چلی گئی۔ تو رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ اے علیؑ تو نے عصر کی نماز ادا کی ہے۔ علیؑ نے عرض کیا۔ نہیں۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ اے اللہ علی کی طرف سورج لوٹا دے۔ اسماء کا بیان ہے سورج واپس آگیا۔ حتیٰ کہ میرے حجرے کے قریب آگیا۔

ینابیع المودۃ ص۲۴۳ سطر۷' مناقب خوارزمی ص۲۱۷ سطر۱۹' کوکب دری ص۳۵۵' مشکل الاثار جلد۲ ص۹' مجمع الزوائد جلد۹ ص۲۹ سطر۱' ینابیع المودۃ ص۱۱۳ سطر۳' مفتاح النجا ص۳۷' فرائد السمطین ص۴۰' شرح دیوان علی ص۱۸۶' مشارق الانوار ص۱۱۰

روایت دوم

ارجح المطالب ص۸۴۶

(ا) عن اسماء بن عمیس و جابر بن عبداللہ الانصاری و ابی سعید الخدری و الحسین بن علی رضی اللہ عنہم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان ذات یوم فی منزلہ و علی بین یدیہ اذا جاء جبریل یناجیہ عن اللہ عزوجل فلما تغشی الوحی توسد فخذ علی و لم یرفع حتی غابت الشمس فصلی العصر جالسا ایماء فلما افاق قال لعلی فاتتک العصر قال صلیتھا قاعدا ایماء فقال ادع اللہ یرد علیک الشمس حتی تصلیھا قائما فی وقتھا فانہ یجیبک لطاعتک للہ و لرسولہ فسال اللہ فی ردھا فردت علیہ حتی صارت فی موضعھا من السماء وقت العصر فصلھا ثم غربت و اللہ لقد سمعنا بھا عند غروبھا کصریر المنشار (اخرجہ الدولابی و ابن شاھین و ابن مندہ و ابن مردویہ)

روایت حضرت حسن بن علیؑ

اللئولوء المرصوع ص۳۹' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۷۹' لسان المیزان جلد۱ ص۴۷ سطر۱۹
ا ۱۰۱

روایت حضرت ابو رافع

مناقب ابن مغازلی ص۹۶ سطر۶' اسنی المطالب ص۱۹۶

روایت حضرت ابو ہریرہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں آئی ہے اس کا بیان اس طرح پر ہے کہ جب اختر اوج ولایت یعنی امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کا رخ کیا۔ راستے میں فرات سے عبور کرنا چاہا۔ کہ نماز عصر کا وقت آ پہنچا۔ آپ نے اپنے کچھ اصحاب سمیت نماز عصر ادا کرنے کی غرض سے قیام فرمایا۔ اور باقی صحابہ چونکہ چارپایوں کے گزارنے میں مشغول تھے' نماز عصر ان سے فوت ہو گئی۔ اور اس باب میں بعض پیروان امیر المومنین نے باہم تذکرہ کیا۔ جب امیر المومنین نے ان کی باتیں سنیں۔ تو قادر مطلق سے درخواست کی کہ آفتاب کو واپس کر دے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے امیر المومنین کی التماس کو قبول فرمایا۔ اور غروب شدہ آفتاب کو بلند کیا۔ یہاں تک کہ باقی اصحاب نے بھی نماز ادا کی۔ اور سورج کے دوبارہ چھپتے وقت ایسی خوفناک آواز سننے میں آئی کہ لوگوں نے نہایت خوفزدہ ہو کر تسبیح و تہلیل کرنی شروع کی۔ اور بہت سے اکابر سلف نے اس باب میں اشعار کہے ہیں۔ حکیم سنائی فرماتے ہیں۔

قوت حسر آتش ز بہر نماز　　واشتہ چرخ را ز گشتن باز
تا دگر بار برفشاند بہ زین　　خسرو چرخ را تہمتن دین

مناقب عینی ص ۴۲' کوکب دری ص ۳۵۵ سطر ۳' سیرت النبی دحلان جلد ۳ ص ۱۲۷' کفایت الطالب ص ۲۴۰

نہروان سے واپسی

ارجح المطالب ص ۶۲۱' تذکرہ ص ۵۸' کوکب دری ص ۳۵۵' ینابیع المودۃ ص ۱۱۲ سطر ۳' شواہد النبوۃ باب مناقب علی' صفین ابن مزاحم ص ۱۵۲' بحر المناقب ص ۱۱۷

حضرت علیؑ کے لئے دو دفعہ سورج پلٹنا

روایت ہے کہ خدا تعالیٰ نے امیر المومنین کی دعا سے دو دفعہ آفتاب عالم تاب کو غروب کے بعد واپس کیا ہے۔ ایک دفعہ آنحضرتؐ کی زندگی میں سنہ ۷ ہجری میں فتح خیبر کے بعد منزل صہبا میں۔ اور دوسری مرتبہ حضورؐ کی زندگی کے بعد۔ (کوکب دری ص ۳۵۴ سطر آخر' شواہد النبوۃ باب صابر علی)

ارض بابل پر رد شمس

کتاب صفین منقری ص ۱۵۲

روایت حضرت ابن عباسؓ

مجاہد سے روایت ہے کہ انہوں نے ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کہ آپ علی ابن ابی طالب کی شان میں کیا کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عباس نے کہا۔ خدا کی قسم وہ ثقلین کے ایک فرد ہیں۔ کلمہ شہادتین پڑھنے میں سبقت کی ہے۔ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے۔ دو دفعہ بیعت کی ہے۔ آپ دو فرزندوں حسنؑ اور حسینؑ کے باپ ہیں۔ آپ کی خاطر دو دفعہ سورج واپس پلٹا۔ آپ کی مثل آئمہ ہدیٰ میں ذوالقرنین کی مانند ہے۔ وہ میرے اور تمام جن و انس کے مولا ہیں۔
ینابیع المودۃ عربی ص ۱۳۷ سطر ۱۰' ینابیع المودۃ اردو ص ۲۲۹' مناقب خوارزمی ص ۲۴۰

تصدیق حدیث رد شمس

طحاوی نے مشکل الآثار میں' قاضی عیاض نے الشفاء میں اس حدیث کو صحیح اور شیخ الاسلام نے اسے حسن مانا ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۸ سطر ۹)
امام شافعی کے نزدیک یہ نبوت کا عظیم معجزہ ہے۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۸ حاشیہ ۷)

تصدیق ابن حجر مکی

علامہ ابن حجر مکی نے الصواعق المحرقہ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت علیؑ کی واضح کرامات میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ حضرت علی کی خاطر سورج واپس لوٹا تھا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا۔ اور حضرت علی نے عصر کی نماز ادا نہیں فرمائی تھی۔ اور سورج غروب ہو گیا تھا۔ جب وحی رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم سے چلی گئی تھی تو رسولؐ اللہ نے فرمایا اے میرے اللہ! علیؑ تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھے۔ اس پر سورج کو واپس لوٹا دے۔ غروب ہونے کے بعد سورج پھر نمودار ہوا۔ علامہ طحاوی نے اس حدیث کو صحیح مانا ہے اور قاضی عیاض نے اس کو اپنی کتاب الشفاء میں تحریر کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابو ذرعہ نے اس حدیث کو حسن تحریر کیا ہے۔ اور آپ کی اتباع اور لوگوں نے بھی کی ہے۔

کتاب الکبریت الاحمر میں تحریر ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے کہا۔ اے میرے اللہ تو نے اس کے لئے سورج کو لوٹایا اور اس کے لئے چاند دو ٹکڑے کئے۔ الکبریت الاحمر کے شارح نے مذکورہ حدیث کو رد شمس کے واقعہ میں بیان کیا ہے۔ (ینابیع المودۃ ص ۲۱۴ سطر ۱۳ صواعق محرقہ ص ۱۲۸ سطر ۶)

روایت مرسل

الموضوعات الکبیر ص ۴۰، المغنی ص ۲۲۰ جلد ۱۲، نزھتہ المجالس ص ۹۳ جلد ۲، عمدۃ الاخبار ص ۱۲۵، اسعاف الراغبین ص ۱۶۲

ابو منصور مظفر کے لئے رد شمس

حدیث رد الشمس کو امام طحاوی نے صحیح تسلیم کیا ہے اور قاضی عیاض نے اس کو کتاب الشفا میں بیان کیا ہے۔ شیخ الاسلام ابو ذرعہ وغیرہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ اور سبط ابن جوزی نے لکھا ہے کہ اس بات میں ایک عجیب و غریب حکایت ہے۔ مجھے اس کے متعلق ہماری عراق کے مشائخ کی ایک جماعت نے بیان کیا کہ انہوں نے ابو منصور مظفر بن اردشیر عبادی نے اپنے الفاظ کی سجاوٹ کے ساتھ عصر کے بعد اس حدیث کو بیان کیا اور فضائل اہل بیت کو بھی بیان کیا۔ سورج کو بادل نے ڈھانپ لیا تھا۔ لوگوں نے خیال کیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ اس نے منبر پر کھڑے ہو کر سورج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

لا تغربی یا شمس حتی تنتھی ۔۔۔ مدحی لآل المصطفی و نجلہ

واثنی عنانک ان اردت ثناءھم ۔۔۔ انسیت کان الموقوف لاجلہ

ان کان للمولیٰ وقوفک فلتکن هذا الوقوف لخیله ولحه جله

تھوڑی تفاوت کے ساتھ یہ اشعار ابھی ابھی گزر چکے ہیں اور ان کے ترجمہ کو بھی وہیں ملاحظہ کریں۔

انہوں نے کہا کہ بادل سورج سے ہٹ گیا اور سورج ظاہر ہو گیا۔

ینابیع المودت ص۲۳۹ سطر آخر' طبقات حنفیہ جلد۱ ص۳۲۲' سیرت حلبیہ جلد۱ ص۳۸۵' نور الابصار ص۱۰۳ سطر۱۰' کفایت الطالب ص۲۴۳' الاشراف ص۲۵' الصواعق المحرقہ ص۱۲۸ سطر۱۳' تذکرۃ الخواص ص۹۵

جناب امیرؑ کا حضرتؐ کے دوش اقدس پر سوار ہونا

عن علی قال انطلقت انا و النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی اتینا الکعبہ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجلس و صعد علی منکبی فنهضت لانهض به فرای منی ضعفا فنزل و جلس لی نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قال اصعد علی منکبی فصعدت علی منکبیه قال فنهض بی قال فیخیل الی ان لو شئت لنلت افق السماء حتی صعدت علی البیت و علیه تمثال صفر او نحاس فجعلت ازاوله عن یمینه و عن شماله و من بین یدیه و من خلفه حتی اذا استمکنت منه قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقذف به فقذفت به فتکسر کما تتکسر القواریر ثم نزلت فانطلقت انا و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نستبق حتی توارینا بالبیوت خشیت ان یلقانا احد من الناس (اخرجه احمد و النسائی و الحاکم) جناب امیر علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بمعیت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں گیا مجھ سے حضرتؐ نے فرمایا بیٹھ جا آپ میرے کندھے پر سوار ہوئے جب میں اٹھنے لگا حضرتؐ نے میرے ضعف کو دیکھا اور میرے کندھے سے اتر کر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے کندھے پر سوار کیا اور کھڑے ہو گئے اس وقت میری نسبت خیال کیا جا سکتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کنارے تک پہنچ جاوں۔ یہاں تک کہ میں بیت اللہ کی چھت پر چڑھ گیا اس پر تانبے یا پیتل کی ایک مورت تھی میں اس کو دائیں بائیں آگے پیچھے ہلانے لگا یہاں تک کہ میں نے اس پر قابو پا لیا۔ حضرتؐ نے مجھے فرمایا اسے پھینک دے۔ میں نے اسے پھینک دیا۔ وہ شیشہ کی طرح سے چور چور ہو گئی۔ میں چھت پر سے اتر آیا اور حضرتؐ کے ساتھ دوڑ کر گھر میں چھپ گیا تاکہ کوئی آدمی ہم کو نہ دیکھ لے۔

ارجح المطالب ص۵۹۰ سطر۱۳' ص۲۹ سطر آخر' ص۵۲ سطر۲' ص۵۰۸ سطر۹' شرح عینیہ ص۷۵' شرح مواہب جلد۲ ص۲۳۶' تاریخ خمیس جلد۲ ص۹۵' کنز العمال جلد۶ ص۴۰۷' حدیث ۶۱۵۱' خصائص کبریٰ جلد۱ ص۲۶۴' ازالۃ الخفاء جلد۳ ص۲۷۷' وسیلۃ النجاۃ ص۷۳' کفایت الطالب ص۱۲۸' عمدۃ القاری جلد۱۴ ص۲۲۵ سطر۱۷' مسند ابو یعلیٰ ص۳۰۷' منہاج السنہ ص۷' ذخائر العقبیٰ ص۸۵ سطر۱۴' سیرت علویہ ص۹۸' مودۃ القربیٰ ص۷۱ سطر۱۳' مفتاح کنوز السنہ ص۳۵۵ سطر۶' مجمع الزوائد جلد۶ ص۲۳ سطر۵' الروضۃ الندیہ ص۱۰' تفریح الاحباب ص۳۲۶'

تذکرۃ الخواص ص ۳۶' مسند دمشق ص ۲۲۰ سطر ۲' خصائص نسائی ص ۳۱' جوھرۃ الکلام ص ۵۵' مسند حنبل جلد ۱ ص ۸۴' ص ۱۵۱' صفتہ الصفوۃ جلد ۱ ص ۱۱۹' شرح حدیدی جلد ۳ ص ۴۳ سطر ۷' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۵۴' کوکب دری ص ۲۴۵' مطالب السئول ص ۴۳ سطر ۷' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۰۰ سطر ۲۲' مواھب اللدنیہ جلد ۱ ص ۲۰۴' سیرت حلبیہ جلد ۳ ص ۹۹ سطر آخر' سیرت زینی جلد ۲ ص ۲۹۳' تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۰۲ سطر ۱۳' مناقب ابن مغازلی ص ۲۰۲ سطر ۵' شرف النبی ص ۱۱۹' منتخب الصحیحین ص ۱۹۶' مفتاح النجاۃ ص ۲۷' الاربعین ہروی ص ۱۸' فرائد السمطین ص ۵۷' شرح دیوان امیر المومنین ص ۱۸۸

[illegible] جناب [illegible] فرماتے ہیں کہ ایک وقت میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا بیٹھ جا میں بیٹھ گیا اور میرے دوش پر سوار ہونے میں اٹھنے لگا جبکہ جناب نے میری ناتوانی کو دیکھا تو اتر پڑے اور خود بدولت بیٹھ گئے اور فرمایا میرے کندھے پر سوار ہو میں۔ جب دوش اقدس پر سوار ہوا تو خیال کیا جاتا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کنارے تک پہنچ جاؤں یہاں تک کہ میں خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا وہاں ایک صورت پیتل یا تانبے کی رکھی ہوئی تھی میں اس کو داہنے بائیں اور آگے پیچھے سے ہلانے لگا یہاں تک کہ وہ اکھڑ گئی جناب نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو پھینک دے میں نے اس کو اکھاڑ کر پھینک دیا وہ بت اس طرح سے ٹوٹ گیا جس طرح سے کہ کانچ ٹوٹ جاتا ہے۔ پھر میں اتر آیا اور جناب کی معیت میں دوڑنے لگا اور ہم دونوں گھر میں چھپ گئے تاکہ کوئی ہم کو نہ دیکھے۔ علامہ ابن حدید کہتے ہیں کہ اس بت کا نام ہبل تھا اور وزن میں اس قدر بھاری تھا کہ کئی آدمی اس کو نہیں اٹھا سکتے تھے جناب امیرؑ نے اس کو باآسانی اٹھا لیا۔ باوجودیکہ حضرت امیر اکثر صائم الدہر رہتے تھے اور کھانا بھی پیٹ بھر کر نہیں کھاتے تھے اور وہ بھی سوکھی ہوئی روٹی ہوا کرتی تھی اس پر قوت کا یہ حال تھا کہ ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ ما صارع احد الا صرعہ یعنی کسی پہلوان سے حضرت نے کشتی نہیں کی کہ اس کو پچھاڑا نہ ہو۔ حضرت کی قوت جسمانی کا حال بالتفصیل باب شجاعت میں بیان ہو چکا ہے صرف اسی قدر یہاں کافی ہے۔ غرضیکہ حضرت کی قوت مظہر قوت خدا تھی۔ چنانچہ خود حضرت کا مقولہ ہے ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسمانیۃ لا کن بقوۃ رحمانیۃ یعنی ہم نے خیبر کا دروازہ قوت جسمانی سے نہیں اکھاڑا تھا بلکہ قوت رحمانی سے اکھاڑا ہے۔

ارجح المطالب ص ۲۹۲ سطر ۱۲

النہایہ ابن اثیر (لفظ آیہ) الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۰۰ سطر ۲۲' سیرت زینی جلد ۲ ص ۲۸۵' مناقب خوارزمی ص ۷۱ سطر ۱۳' موضح اوھام الجمع جلد ۲ ص ۴۳۴' المستدرک جلد ۲ ص ۳۶۶' تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۳۰۲' نظم درر السمطین ص ۱۲۵' خصائص نسائی ص ۳۱ سطر ۱۰' کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۷' حدیث ۱۱۵۱' تلخیص المستدرک جلد ۲ ص ۵ سطر ۲۰

منقبت

معارج النبوت میں سید الانام علیہ الصلواۃ و السلام کے اہتمام سے بیت الحرام کو نجاست، اصنام اور آلائش ازلام سے پاک کرنے کا حال اس طرح پر مذکور ہے کہ تمام کتب سیر اس خبر سے بھری پڑی ہیں کہ مشرکوں نے تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ کے اطراف و نواحی میں نصب کر رکھے تھے اور ابلیس نے ان بتوں کے قدموں کو شیشے کے ساتھ زمین کے اندر مضبوط کر رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیزہ یا لکڑی سے جو آپ کے دست مبارک میں تھی۔ ان بتوں کی طرف اشارہ کرکے فرماتے تھے قل جاء الحق و ما یبدی الباطل و ما یعید (کہہ دیجئے اے محمدؐ کہ حق آگیا اور باطل نہ پیدا کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ زندہ کر سکتا ہے) وہ بت لکڑی لگتے ہی گر پڑتے تھے۔ حالانکہ ان کے پاؤں سیسے سے مضبوط جڑے ہوئے تھے اور اسی طرح جو بت مشرکوں کے گھروں میں تھے اس روز سب کے سب اوندھے گر پڑے اور سید المرسلینؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا۔ اور آنجناب نے اساف اور نائلہ کو توڑ ڈالا اور ایک روایت میں ہے کہ اساف صفا پر نصب کیا ہوا تھا۔ اور نائلہ مروہ پر۔ کہتے ہیں کہ ان دو بتوں کی اصل یہ ہے کہ اساف بن عمرو ایک مرد تھا۔ قبیلہ بنی جرہم سے۔ اور نائلہ بنت سہل ایک عورت تھی اسی قبیلے سے۔ دونوں نے خانہ کعبہ کے اندر زنا کیا۔ اور خدائے عزوجل نے ان کو مسخ کر دیا۔ اور وہ پتھر بن گئے۔ اور قریش نے اپنی کمال جہالت اور زیادتی حماقت و ضلالت کے سبب ان مسخ شدہ بتوں کی پوجا کرنی شروع کر دی۔ جب اس بت کو جس کا نام نائلہ تھا، توڑا گیا تو اس کے اندر سے ایک کالی اور ننگی عورت نکلی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ نائلہ ہے۔ اور عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ اس روز آنحضرتؐ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔ وہ پیٹھ کے بل گر پڑتا تھا۔ اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ چند بت ایک اونچی جگہ میں رکھے ہوئے تھے جہاں ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔ جب مصطفیؐ مرتضیٰؑ کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ امیر المومنینؑ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! آپ اپنا پائے مبارک میرے کندھے پر رکھ کر ان بتوں کو اپنی جگہ سے پھینک دیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! تم میرا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ تم ہی اپنا پاؤں میرے کندھے پر رکھو۔ اور اس کام میں مشغول ہو۔ امیر المومنینؑ نے حضورؐ کے حکم کی تعمیل کی۔ بیت

قدم بدوش سرافراز دیں نہاد بحکم شکست گردن بت ہچو فرق بت گراؤ

منقول ہے کہ جس وقت امیر المومنینؑ کا پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش متبرک پر تھا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے پوچھا۔ اے بھائی! تم اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہو۔ عرض کی یا رسول اللہ! میں ایسا دیکھتا ہوں کہ حجاب اٹھا دیئے گئے ہیں اور میرا ہر ساق عرش پر پہنچ گیا ہے۔ جس چیز کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہوں' اگرچہ وہ بھارا آسماں ہی کیوں نہ ہو' آسانی سے میرے قبضہ میں آ جاتی ہے۔ فرمایا۔ اے بھائی! خوشا بحال تو کہ حق کا کام کرتے ہو اور میری حالت بھی اچھی ہے۔ کہ میں حق کا بوجھ اٹھا رہا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! تم اپنے مقصود اور مطلوب کو پہنچ گئے۔ بیت

408 زہے نقش پائے کہ بردوش احمد ز مہر نبوت مقدم نشیند

کہتے ہیں کہ جب امیر المومنینؑ بتوں کو زمین پر پھینک کر دوش مبارک سے زمین پر کود پڑے تو مسکرائے۔ آنحضرتؐ نے مسکرانے کا سبب پوچھا۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ میرے مسکرانے اور تبسم کرنے کا سبب ہے کہ میں اتنی بلندی سے کود کر زمین پر آیا ہوں۔ اور کسی قسم کا صدمہ مجھ کو نہیں پہنچا۔ فرمایا۔ اے بھائی! تم کو صدمہ کیونکر پہنچتا۔ جبکہ محمدؐ نے تم کو اٹھایا۔ اور جبرئیل نے نیچے اتارا۔

لطیفہ: گویا حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندے! آج کے روز میں تیرا اٹھانے والا ہوں۔ چنانچہ قرآن میں فرماتا ہے۔ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (اور ہم نے خشکی اور تری میں ان کو اٹھایا) اور کل روز قیامت کو تجھ کو بہشت میں پہنچاؤں گا۔ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيمًا (اور ہم کو بزرگ مقام میں داخل کریں گے) اور جس جگہ کو اٹھانے والا محمدؐ تھا' اور اتارنے والا جبرئیل۔ وہاں کسی قسم کی تکلیف علیؑ کو نہیں پہنچی۔ اور جہاں پر کہ اٹھانے والا اور اتارنے والا خود میں ہی ہوں گا۔ امید رکھ کہ تجھ کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (ان ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں) اور اس باب میں اہل اشارت نے بہت سے نکتے پیدا کئے ہیں۔ اول امیر المومنینؑ کے دوش سید المرسلینؐ پر چڑھنے میں تین حکمتیں تھیں' پہلی حکمت یہ ہے کہ نبوت کی قوت ولایت سے بڑھ کر ہے۔ ولی نبی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن نبی ولی کا بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ اس مطلب کا ایک شمہ آنحضرتؐ نے خود بھی ارشاد فرمایا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (تم اور جن کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو' جہنم کے پتھر ہیں اس حکم خداوندی کے موافق

بت دوزخ کا ایندھن اور جہنم کی آگ بھڑکانے اور مشتعل کرنے والے ہیں۔) اور آنحضرت کی ایک ایک خاصیت یہ تھی کہ آپ کا دست حق پرست جس چیز کو لگ جاتا آگ اس پر اثر نہ کرتی تھی۔ چنانچہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ جناب فاطمہ زہراء کے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ اتفاقاً اس وقت جناب سیدہ تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں۔ اور آگ کی گرمی سے اس جگر گوشہ رسولؐ کا تن مبارک تپ والوں کی طرح تپ رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنے نور نظر کی رعایت کی غرض سے اس کے ساتھ ہی چند روٹیاں اپنے دست مبارک سے تنور میں لگائیں۔ جو روٹیاں جناب فاطمہ نے لگائی تھیں پختہ ہو کر نکلیں اور جو روٹیاں آنحضرت نے لگائی تھیں کچی رہیں۔ جناب فاطمہ حیرت زدہ ہو کر نہایت متعجب ہوئیں۔ کہ اس میں کیا حکمت ہے۔ جس جماعت کے حق میں هُنَّ نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ (عورت ناقص العقل ہوتی ہے) ارشاد ہوا ہے ان کے ہاتھ کی روٹیاں تو پختہ ہو کر نکلیں اور ان پختہ کاروں کی پکائی ہوئی روٹیاں کچی کی کچی رہیں۔ جن کے باب میں یہ ارشاد ہوا ہے اَیُّکُمْ مِثْلِی اَبِیتُ عِنْدَ رَبِّی (تم میں سے کوئی شخص میری مانند ہو سکتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے پاس رات بسر کرتا ہوں) عجب مشکل مقام ہے کہ پختہ کار کی پکائی ہوئی روٹی کچی ہو اور خام کاروں کی پکائی ہوئی روٹی پکی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا! اے نور دیدہ! تعجب نہ کر۔ کہ یہ بھی ہمارا کمال معجزہ ہے کہ اس روٹی کو میرے ہاتھ سے مس کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ جس چیز کو ہمارا ہاتھ لگ جاتا ہے۔ آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

اور اس مدعا کی صداقت پر ابو درداؓ کا دستر خوان بھی شاہد صادق ہے۔ کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک اس کو لگ گیا تھا۔ جب وہ دستر خوان میلا ہو جاتا۔ تو ابو درداءؓ آگ جلاتے اور اس کو آگ پر دھر دیتے۔ اس کا میل کچیل آگ میں جل جاتا اور دستر خوان سفید ہو کر آگ سے باہر نکل آتا۔ اسی طرح یہاں پر بھی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین کے دوش مبارک پر چڑھ کر اپنے دست مبارک سے بتوں کو گراتے تو وہ بے شک و شبہ آتش دوزخ سے محفوظ و سلامت رہتے۔ اور آیہ اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَهَنَّمَ کا حکم ان پر جاری اور نافذ نہ ہوتا۔ اور اس باب میں نکتہ یہ ہے کہ جس روٹی کو ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ ایک دفعہ لگ جائے۔ آگ اس پر اپنا اثر نہیں کر سکتی اور بندۂ مومن کا دل جو پچاس یا ساٹھ سال تک خدا کے قبضہ قدرت میں بموجب حدیث شریف قلب المومن بین اصبعین من اصابع الرحمن یقلبها کیف یشاء (مومن کا دل خدا کی دو انگلیوں میں ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اس کو الٹ پلٹ کرتا ہے) الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ اگر آتش دوزخ سے محفوظ رہے اور جدائی آگ سے بچا رہے تو کیا تعجب ہے۔

دوسرا اشارہ (نکتہ) یہ ہے کہ کافروں نے سب بت خانہ کعبہ میں رکھے۔ چونکہ وَاَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ کے فرمان واجب الاذعان سے شرف اضافت و نسبت رکھتا تھا۔ اس لئے بت خانہ نہ بنا۔ بندہ مومن کا دل چونکہ وَلٰكِن يَسَعُنِي قَلْبُ عَبْدِيَ الْمُؤْمِن (لیکن میرے بندہ مومن کا دل میری گنجائش رکھتا ہے) کے شرف سے مشرف اور ممتاز ہے۔ اگر چند گناہوں کی وجہ سے بیگانہ ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔

تیسرا اشارہ یہ ہے کہ کفار نے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے وہ اس گھر کی نسبت کو حق تعالیٰ سے ساقط نہ کر سکے۔ یہاں کی ہر رات اور دن میں تین سو ساٹھ نظر سے اپنے بندے کے دل کو تقویت بخشتا ہو۔ کیونکہ اس کی اضافت اور خصوصیت ساقط ہو سکتی ہے۔ ایک حکایت اس باب میں سنو۔

کہتے ہیں کہ جس روز حضرت موسیٰؑ کی قوم دریا پر سے گزر رہی تھی۔ حضرت موسیٰؑ آگے آگے جاتے تھے۔ اور حضرت ہارون قوم کے پیچھے۔ بنی اسرائیل دونوں کے بیچ میں تھے۔ مقدمہ اور ساقہ کی برکت نے پانی کو یہ مجال نہ تھی کہ کسی کا بال تک بھی تر کر سکے۔ اسی طرح یہاں اشارہ یہ ہے کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی۔ اے محمدؐ تو نے خود علیؑ سے یہ نہ کہا تھا کہ انت منی بمنزلة هارون من موسى الا انه لا نبي بعدي (تو مجھ سے اس درجہ پر ہے جیسے موسیٰؑ سے ہارونؑ تھے۔ مگر یہ فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا) آنحضرتؐ عرض کریں گے بے شک۔ پروردگار فرمائے گا جب امت کو آتش دوزخ کے دریا سے پر سے گزرنا ہو تو تم دونوں میں سے کوئی سا ایک مقدمہ یعنی آگے ہو جائے اور ایک ساقہ یعنی پیچھے ہو جائے اور امت کو اپنے درمیان جگہ دو تاکہ آتش دوزخ کی یہ مجال نہ ہو کہ وہ کسی کے بدن پر سے ایک بال بھی جلا سکے۔ (کوکب دری ص ۲۲۵ منقبت ۱۳)

روایت حضرت ابو ہریرہ

ابن مغازلی ص ۲۰۲ سطر ۵، مناقب عبداللہ شافعی ص ۳۸

روایت ابن مسعود

(۲) عن ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل مکۃ یوم الفتح وحولہ ثلثمائۃ و ستون صنما لقبائل العرب لکل قوم صنم فجعل یطعنها و یقول جاء الحق و زهق الباطل فینکب الصنم بوجهه حتی القاها جمیعا و بقی صنم خزاعة فوق الکعبة و کان من قوارير صفر فقال یا علی ارم به فحمله النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی صعد فرمی به فکسر (تفسیر النیسابوری فی قوله تعالی جاء الحق زهق الباطل) عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے روز

جب حضرت کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے گرداگرد تین سو ساٹھ بت قبائل عرب کے دھرے ہوئے تھے ہر ایک قبیلہ کا جداگانہ ہوتا تھا حضرت چھڑی کے ساتھ ان کو ٹھکراتے جاتے تھے اور یہ آیت پڑھتے جاتے کہ حق آگیا اور باطل بھاگ گیا۔ پس منہ کے بل وہ بت گرتے تھے یہاں تک کہ سب بت گرا دیے صرف کعبہ کی چھت پر بنی خزاعہ کا ایک بت باقی رہ گیا جو میخیں کیے ہوئے اور ڈھلی ہوئی پیتل سے بنا ہوا تھا جناب امیر کو کندھے پر اٹھا کر فرمایا علی اس کو پھینک دو وہ جناب امیرؑ نے چڑھ کر پھینک دیا اور ٹوٹ گیا۔

ارجح المطالب ص۵۰۹

روایت دوم

تفسیر نیشاپوری جلد۱۵ ص۸۷ سطر۲۲

روایت حضرت ابو الخیر

و اخرج الحاکمی و قال بعد قولہ فصعدت علی الکعبۃ فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الق صنمہم الاکبر و کان من نحاس موتد باو تاد من حدید الی الارض فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالجہ فلم ازل اعالجہ حتی استمکنت منہ فقال لی اقذفہ فقذفتہ۔ ثم ذکر باقی الحدیث ابو الخیر الحاکمی اس حدیث میں جناب امیرؑ کے اس قول کے بعد (کہ جب میں کعبہ پر چڑھ گیا) اس طرح سے روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے کہا کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد کیا کہ ان میں سے بڑے بت کو پھینک دے وہ تانبے کی میخوں سے جکڑا ہوا اور لوہے سے زمین میں گڑا ہوا تھا۔ مجھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے جنبش دو میں اس کو ہلاتا رہا یہاں تک کہ میں اس پر قابو پاگیا پھر حضرتؐ نے فرمایا اسے پھینک دو میں نے اسے پھینک دیا پھر جناب امیر نے باقی حدیث کو روایت کیا ہے۔

ارجح المطالب ص۵۰۹ سطر۳

مرسل روایات

سیرت حلبیہ جلد۳ ص۹۹ سطر آخر، روضۃ الاحباب ص۲۲۳، مناقب عبداللہ شافعی

الفتح الربانی

نزھۃ المجالس جلد۲ ص۲۸

ملاحظہ فرمایئے انسائیکلو پیڈیا علویہ جلد ۷ ص ۱۴۲

حضرت علی کیوں نہ اٹھا سکے

المناقب میں محمد بن حرب ہلالی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے آقا امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ وہ کونسی بات تھی جس کی وجہ سے حضرت علی خانہ کعبہ کی چھت پر سے بت کو گرانے کے وقت رسولؐ اللہ کو نہ اٹھا سکے۔ حالانکہ آپ اتنی طاقت کے مالک تھے کہ آپ نے خیبر کے دروازہ کو اکھاڑ کر خندق کے اوپر پھینک دیا تھا۔ یہ دروازہ اس قدر وزنی تھا کہ چالیس آدمی کو نہیں اٹھا سکتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف ہلنے یا دراز گوشش سواری کے وقت اٹھا لیتے تھے۔ حضرت علی رسول اللہ کو کسی طرح نہ اٹھا سکے۔ امام نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کی کمزوری علی کے لڑکپن کی وجہ سے محسوس کی تھی اور اپنے قدموں کو علی کے کندھے پر رکھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان دونوں کی خلقت ایک نور ہے۔ رسولؐ نے اپنے نور کے اس جز کو اٹھایا ہوا تھا۔ جو رسول سے بعد میں آنے والا اور موخر تھا۔ (جز اول کو پہلے اور جز دوم کو بعد میں ہونا چاہیے تھا) اس کے متعلق خود حضرت علی نے فرمایا۔ میں احمد سے اس طرح ہوں جس طرح ہتھیلی ہاتھ سے اور کلائی بازو سے ہوتی ہے۔ (امام نے فرمایا) یہ دونوں حضرات مخلوق کی خلقت سے پہلے ایک نور کی صورت میں موجود تھے۔ فرشتوں نے جب اس نور کو جگمگاتے دیکھا تو کہا اے ہمارے پروردگار یہ نور کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ نور میرے نور سے ہے۔ اگر یہ نور نہ ہوتا تو میں مخلوق کو پیدا نہ کرتا۔ پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم کے روز علی کے ہاتھ کو اتنا بلند کیا تھا کہ لوگوں نے حضرت علی کی دونوں بغلوں کی سفیدی کو دیکھ لیا تھا اور رسولؐ اللہ نے علی کو مسلمانوں کا مولا قرار دیا تھا۔ جس روز حسنؑ اور حسینؑ بنو نجار کے باغ میں سوئے ہوئے تھے تو رسول اللہ نے ان دونوں کو اٹھا لیا تھا اور رسولؐ اللہ نے فرمایا تھا یہ دونوں سوار خوب ہیں اور ان دونوں کا باپ ان دونوں سے افضل ہے۔ رسول اللہ نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ادا فرمائی تھی اور سجدہ کو لمبا کر دیا تھا فرمایا تھا کہ میرا فرزند (حسین) مجھ پر سوار ہو گیا تھا۔ میں نے اس بات کو ناپسند کیا تھا کہ میں اپنے سر کو (سجدہ سے) اٹھاؤں حتیٰ کہ حسین اپنی مرضی سے خود بخود اتر جائے۔ رسولؐ اللہ نے یہ

عمل اس لئے کیا تھا کہ ان حضرات کی بزرگی اور شرف اور قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی ہے۔ علی کو اپنی پشت پر اس لئے سوار کیا تھا کہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ علی آپ کے فرزندوں کے باپ ہیں اور آئمہ علی کے صلب سے پیدا ہوں گے۔ رسولؐ نے نماز استسقاء کے موقع پر جس طرح اپنی چادر کو الٹ دیا تھا یہ اس بات کی علامت تھی کہ آپؐ نے قحط سالی کو فراوانی میں تبدیل کر دیا تھا۔ رسولؐ کا علی کو اٹھانا اس بات کی علامت ہے کہ جس کو معصوم اٹھاتا ہے وہ بھی معصوم ہوتا ہے۔ فرمایا اے علی اللہ تعالیٰ نے تمہارے تابعداروں اور محبوں کے گناہ میرے اوپر ڈال دیئے تھے۔ پھر مجھے بخش دیا اور اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے گذشتہ اور آئندہ گناہ بخش دے (رسول اللہ کا یہ فرمان) اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کی جڑ ہیں علیؑ حسنؑ اور حسینؑ اس درخت کی شاخیں ہیں۔ پھر امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ربانہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی میرے نفس اور میرے بھائی ہیں۔ ان کی اطاعت کرو۔

امام شافعیؒ نے یہ اشعار بیان فرمائے ہیں:

(الف) مجھے کسی نے کہا کہ علیؑ کی مدح کرو علی کا ذکر جلانے والی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(ب) میں نے کہا کہ میں ایسے آدمی کی مدح نہیں کروں گا جس کے بارے میں عقل گمراہ ہو کر اس کی عبادت کرنے لگ گئی۔

(ج) شب معراج جب نبی مصطفیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اوپر اٹھایا تھا تو اللہ نے اپنا ہاتھ میری پشت پر رکھ کر فرمایا اے محمدؐ کیا تمہارا قلب کچھ ٹھنڈک محسوس کرتا ہے۔

(د) حضرت علیؑ نے اس جگہ اپنے قدم رکھے تھے جس جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

(ینابیع المودۃ ص ۲۱۷ تا ۲۱۸)

بت شکنی کی وجہ سے اسم اعلیٰ

جناب امیر کے علی نام ہونے کی وجہ تسمیہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ھو اسم سمتہ بہ امہ و لا لسبب (تذکرۃ خواص الامۃ) یعنی ان کی والدہ ماجدہ نے ان کی ولادت کے وقت ہی ان کا نام علی رکھا تھا۔ و قیل انما علی علی کتفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکسر الاصنام سمی علی من العلو او اعلو الشرف (تذکرہ خواص الامۃ) بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب جناب امیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش اقدس پر کعبہ کے بت توڑنے کے لیے چڑھے اس وقت سے شرف اور علو اور رفعت کی وجہ سے آپ کا نام علی پکارا گیا۔

ارجح المطالب ص ۱۰ سطر ۳

مَا سَأَلْتُ لِنَفْسِي اِلَّا قَدْ سَأَلْتُ لَکَ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب امیرؑ کو اپنی ہر ایک دعا میں شریک کرنا

(۱) عن عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ قال قلت لعلی بن ابی طالب اخبرنی بافضل منزلتک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا انا نائم عندہ و ھو یصلی فلما فرغ من صلوتہ قال یا علی ما سالت اللہ عزوجل من الخیر الا سالت لک مثلہ و ما استعذت اللہ من الشر لا استعذت لک مثلہ (اخرجہ المحاملی فی اعالیہ) عبداللہ بن الحارث سے منقول ہے کہ میں نے جناب امیر علیہ السلام سے کہا کہ آپ مجھے اپنی بہترین منزلت سے خبردار کریں جو آپ کی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھی فرمایا میں ایک دفعہ سویا ہوا تھا حضرت میرے پاس نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے مجھ سے فرمایا علی ہم نے کوئی ایسی نیکی خدا سے طلب نہیں کی کہ ویسی ہی تیرے لیے طلب نہ کی ہو اور کسی شر سے اپنے لیے خدا سے پناہ نہیں مانگی کہ ویسی ہی تیرے لیے نہ مانگی ہو۔

ارجح المطالب ص ۵۸۰ سطر ۳' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹' حدیث ۲۶۱۷' ص ۴۰۷ حدیث ۶۱۴۹' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۲۳ سطر آخر' مناقب خوارزمی ص ۶۱ سطر ۱۰' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۴۳ سطر ۱۳' ینابیع المودۃ ص ۲۰۳' ذخائر العقبیٰ ص ۶۱ سطر ۴' نظم درر السمطین ص ۱۱۹' خصائص نسائی ص ۳۶ سطر ۱۰' مفتاح کنوز السنہ ص ۳۵۳ کالم ۱ سطر آخر' مناقب ابن مغازلی ص ۱۳۵ سطر ۶' ص ۲۴۰ سطر ۱' مفتاح النجا ص ۴۰

روایت دوم

(۲) عن علی قال وجعت وجعا شدید فاتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقامنی فی مکانہ و قام یصلی و القی علی طرف ثوبہ ثم قال قم یا علی فقد برئت لا باس علیک و ما دعوت اللہ لنفسی شیئا الا دعوت لک بمثلہ و ما دعوت الا قد استجیب الی الا انہ قیل لا نبی بعدک (اخرجہ النسائی فی الخصائص و ابن عاصم و ابن جریر و صححہ ابن شاھین فی السنہ) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے درد شدید لاحق ہوا۔ میں حضرت کے حضور میں گیا۔ مجھے حضرت بٹھا کر نماز کو کھڑے ہو گئے اور فارغ ہو کر اپنے کپڑے کا کونا مجھ پر جھاڑ دیا اور فرمایا علی اٹھ کھڑا ہو۔ بہ تحقیق تو تندرست ہو گیا ہے۔ اب تجھے کسی قسم کا خوف باقی نہیں ہے۔ میں نے اپنے لیے کوئی دعا نہیں کی کہ ویسی ہی تیرے لیے نہ کی ہو اور میں نے کوئی دعا نہیں مانگی کہ وہ مقبول نہ ہوئی ہو۔ مگر یہ بات کہی گئی کہ تیرے بعد نبی نہیں ہو گا۔

ارجح المطالب ص ۵۸۰ سطر آخر' نظم درر السمطین ص ۱۱۹' کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۲ حدیث ۶۰۰۵' خصائص نسائی ص ۳۶ سطر ۱' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۰ سطر ۱۷' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۴۳ سطر ۱۳' مناقب خوارزمی ص ۸۶ سطر آخر' فرائد السمطین ص ۵۳' ینابیع المودۃ ص ۲۰۳

روایت حضرت علیؑ

ارجح المطالب ص۵۸۱ سطر۴، مناقب خوارزمی ص۱۸۶ سطر آخر، خصائص نسائی ص۱۲۶،
منتخب کنز العمال جلد۵ ص۴۳ سطر۴، کنز العمال ص۴۰۲ حدیث ۱۱۱

معراج امامت بردوش نبوت

زہے نقش پائے کہ بدوش احمدؐ
زعمر نبوت مقدم شنید

مکہ فتح ہو گیا ہے کعبہ سے بت نکالے جانے والے ہیں اب تک نبوت و امامت نے دوش بدوش اپنے اپنے فرائض ادا کئے ہیں آخر کار خدا نے یہ دن دکھایا کہ تطہیر کعبہ کا وقت آیا اس امر عظیم میں کہ غایت نبوت تھا نبوت و امامت دونوں کی شرکت ضروری تھی اور کسی ایرے غیرے کا دخل دینا جائز نہیں۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام طلب کئے گئے اور لوگ باہر نکال دیئے گئے اور رسول و جانشین رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کام شروع کیا۔ دونوں حضرات بتوں کو گراتے جاتے تھے اور تطہیر کعبہ کا کام ہوتا جاتا تھا آخر کار ایک عظیم الشان بت جو سقف کعبہ پر آویزاں تھا باقی رہا۔ ازراہ ادب حضرت علی علیہ السلام جھک گئے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے کندھے پر سوار کیا لیکن نبوت کا بوجھ تو وہی کندھے سنبھال سکتے ہیں جو اس کے لئے خلق ہوئے ہیں نہ سنبھلا گیا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے تشریف لائے۔ اب نبوت نے جھک کر امامت کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور امامت کو دوش نبوت پر معراج ملی۔ جانشین ایسے ہوتے ہیں نہ وہ کہ سقیفہ بنی ساعدہ سے پہلے کسی مہم میں نظر ہی نہیں آتے اور اگر نظر آتے ہیں تو بھاگتے ہوئے۔

ابوالخیر حاکمی حضرت علی علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کفار کے سب سے بڑے بت کو پھینک دو وہ تانبے کا تھا اور لوہے کی میخوں سے زمین میں گڑا ہوا تھا مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو جنبش دو، میں اس کو ہلاتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس پر قابو پالیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو پھینک دو میں نے پھینک دیا۔

عبداللہ ابن مسعود سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کعبہ میں داخل ہوئے تو کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت قبائل عرب کے دھرے ہوئے تھے۔ ہر ایک قبیلہ کا جداگانہ بت تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھڑی کے ساتھ اس کو مارتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے **جاء الحق وزھق الباطل الایہ** پس وہ بت منہ کے بل گر پڑتے تھے۔ یہاں تک کہ سب بت گرا دیئے صرف کعبہ کی چھت پر بنی خزاعہ کا ایک بت رہ گیا جو صیقل کیئے ہوئے اور ڈسے ہوئے پیتل سے بنا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنے کندھے پر چڑھا کر فرمایا کہ یا اس کو پھینک دو جناب امیر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر چڑھ کر وہ بت گرا دیا۔

حافظ محمد علی حیدر حنفی اپنی کتاب سیرۃ العلویہ حصہ اول صفحہ ۹۸ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بعد فتح مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے بتوں کو توڑتے رہے جب دیواروں کے بت باقی رہ گئے جہاں ہاتھ نہ پہنچ سکتا تھا تو ان کے توڑنے کے لئے جناب امیر علیہ السلام کو اپنے کندھے پر اٹھا کر حکم دیا کہ ان کو توڑو۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بحوالہ امام نسائی واقعہ کو یوں لکھتے ہیں کہ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کعبہ میں آئے تو بولا" حضرت" میرے کندھے پر چڑھے اور کھڑے ہوگئے پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری کمزوری دیکھی تو مجھ سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتر آئے اور مجھ سے فرمانے لگے کہ اب تم میرے کندھے پر بیٹھ جاؤ چنانچہ میں آپ کے کندھے پر بیٹھ گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اٹھا کر کھڑے ہوگئے۔ میں نے کعبہ پر چڑھ کر دیکھا تو تانبے یا پیتل کی مورتیں نظر آئیں میں ان کو اکھاڑنے کی کوشش کرتا رہا جب اکھاڑنے میں کامیاب ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ان کو گرا دو میں نے گرا کر ان کو چور چور کر دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر اتر آیا کہ ایک روایت میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام بلحاظ ادب میزاب کی طرف سے کود پڑے جب نیچے آگئے تو ہنسنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وجہ پوچھی عرض کیا کہ مجھے ہنسی اس بات پر آئی کہ اس قدر بلندی سے جست کی۔ مگر مجھے یہ صدمہ نہیں پہنچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوپر چڑھایا اور جبرئیل نے نیچے اتارا پھر تمہیں چوٹ اور صدمہ کیسے پہنچتا"۔

علامہ حاکم نے اس واقعہ بت شکنی کو تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں:۔

"جب سب بت گرانے کے بعد تانبے کا سب سے بڑا بت باقی رہ گیا جو لوہے کی سلاخ میں پیوست کیا ہوا زمین پر نصب تھا اور بہت بلند تھا۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام کے کندھوں پر چڑھ کر اس کے گرانے کی کوشش کی لیکن جسم اطہر کا بار برداشت نہ کر سکے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے شانہ اقدس پر چڑھایا کہ اس کے گرانے کا حکم دیا انہوں نے سلاخ سے اکھاڑ کر حسب ارشاد نبوی پاش پاش کر ڈالا جس سے کعبہ کی تطہیر کامل ہوگئی" (سیرت العلویہ حصہ اول صفحہ ۹۸' امام حاکم مستدرک علی الصحیحین الجزء الثانی کتاب التفسیر صفحہ ۳۶۷)

تاریخ روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۲۹۴' ۲۹۵ میں اس واقعہ کو بہت خوبصورتی سے لکھا ہم یہاں اس کی عبارت نقل کرتے ہیں۔

چند بت بزرگ را در موضع بلند نہادہ بودند چناں کہ دست باں نمی رسد علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ عرض رسانید کہ یا رسول اللہ پائے مبارک را بر کتف من نہ و ایں اصنام را فرود۔ آں سرور فرمود یا علی ترا طاقت ثقل نبوت نیست تو پائے خود را بر کتف من نہ و ایں کار بکن۔ حضرت علی علیہ السلام امتثالا" لا مہا پائے خود بر کتف مبارک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہاد و آنہار رفرو گرفت۔ دریں حالت حضرت از وے پرسید کہ خود را چگونہ می یابی۔ گفت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چناں مے بینم کہ حجب مکشوف شدہ وگویا سر من بساق عرش رسیدہ۔ بہرچہ دست درازی کنم بدست می آید حضرت فرمودائے علی علیہ السلام خوشا وقت تو کہ کار حق می کنی و حبذا حال من کہ بار حق میکشم درودلیتے آنکہ فرمود یا علی علیہ السلام رسیدی آں چہ می خواستی علی در جواب گفت آرے بخدائیکہ ترا براستی مبعوث فرمودہ کہ چناں می بینم خود را کہ اگر خواہم دست باسمان توانم رسانید پس تبان را بر زمین انداخت وقطعہ ساخت واز نزدیکی میزاب کعبہ خود را بیانداخت از جہت ادب و شفقت بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں بزمین رسید تبسمے فرمود۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از وے پرسید کہ چہ چیز ترا بخندہ آورد۔ گفت خود را از چنیں جائے بلند انداختم و ہیچ الم بمن نرسید۔ آں سرور فرمود چگونہ ہیچ علی الم بتو برسد حالانکہ ترا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برداشتہ بود جبرئیل ترا فرو آورد و گویند یکے از شعرائے عرب اشارت

باین قصہ کردہ دریں ابیات کہ

گفتی مراکہ مدح علیؑ گوئی اے زہے
کز آں نمیرد آتش آندل کہ بے ضیاست
اقدام چوں کنیم بمدح کسے گزد
در گراہی غلو گرد ہے کہ او خداست
کتف مصطفیٰ ید قدرت نہادہ دست
شام وصل ایں سخن از قول مصطفیٰ است
جائے کہ حق براں ید قدرت نہادہ بود
ازروئے احترام براں پائے مرتضیٰ است
گفتم حدیث راست وبے میرد از حسد
ہر خارجی کہ بشنود از من حدیث راست

قیل لی فی قل لعلی مدحا
ذکرہ یخمدنا دامو صبۃ
قلت لا اقدرفی مدح امرء
ضل ذواللب الی ان عبدہ
والنبی مصطفیٰ قال لنا
لیلتہ المعرا لما صعدہ
وضع اللہ یظہری یدہ
فاحس القلب ان بردہ
وعلی واضع قدامہ
فی محل وضع اللہ یدہ

یہ واقعات مع اس قصیدہ مدحیہ کے تاریخ حبیب السیر میں بھی درج ہیں اب ہم ان تمام حوالہ جات کو ایک جگہ پر جمع کر کے لکھتے ہیں:۔

تاریخ حبیب السیر جلد اول جز سوم صفحہ ۱۳٬ روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۲۹۲٬ ۲۹۵٬ ۱۸۲

احمد حنبل مسند الجزالاول صفحہ ۱۵۱ ۸۴
محب الدین طبری' ریاض النضرۃ' الجزء الثانی' باب الرابع' فصل السادس' صفحہ ۲۰۰' ۲۰۱ شیخ سلیمان' ینابیع المودۃ' الباب الثامن والاربعون صفحہ ۱۲۱' ۱۳۹
تفسیر النیشاپوری' فی تفسیر قولہ تعالیٰ جاء الحق وزھق الباطل' الآیہ
حسن علی محدث' تفریح الاحباب صفحہ ۲۲۱' ۳۱۷
محمد بن اسماعیل صلاح الامیر' روضتہ الندیہ شرح تحفہ علویہ صفحہ ۱۰
سبط ابن الجوزی' تذکرہ خواص الائمتہ الباب الثانی صفحہ ۱۷
حافظ محمد علی حیدر حنفی' سیرۃ العلویہ حصہ اول صفحہ ۹۸
عبیداللہ امرتسری' ارجح المطالب باب چہارم صفحہ ۴۹۷' منہاج السنہ ابن تیمیہ الجزء الثالث صفحہ ۷' سیرۃ الحلبیہ الجزء الثالث صفحہ ۹۹' ۱۰۰' وسیلتہ النجاۃ مولوی محمد مبین صفحہ ۴۳' ۴۷' کفایت الطالب ابن الکنجی صفحہ ۱۲۸' شاہ ولی اللہ' ازالتہ الخفاء اردو ترجمہ حصہ سوم صفحہ ۲۷۷

یہ واقعہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے بت پرستی کو معدوم کرنا اور عبادتگاہوں کو بتوں سے پاک و صاف کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مقصد اولی تھا۔ بلکہ یہ وہی کار رسالت تھا جب ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بوجھ حضرت علی علیہ السلام سے نہ سنبھالا گیا ورنہ یہ تو ظاہر ہوتا ہے کہ اگر محض انسانی بوجھ ہی ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا حضرت علی علیہ السلام کے لئے اپنے کندھوں پر اٹھالینا کون سا دشوار کام تھا اس کار رسالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سوائے اپنے جانشین کے اور کسی کو شامل نہ کیا یہ کام کوئی اور کر ہی نہ سکتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو یہ دکھانا مقصود تھا کہ کار رسالت میں میرا ہاتھ بٹانے والا علی ابن ابی طالب ہے۔ لہذا وہی میرا جانشین ہو سکتا ہے اور ہے۔ اگر لوگوں کے سامنے یہ اعلان بالفعل منظور نہ ہوتا تو آپ سیڑھی منگا کر تمام بتوں کو خود ہی گرا دیتے کعبہ کو بتوں سے صاف کرنے کے بعد اطراف و جوانب کے بت خانوں کو حضرت علی علیہ السلام سے صاف کروایا' بتوں کو منہدم کر دیا۔ (محمد علی حیدر حنفی' سیرۃ العلویہ حصہ اول صفحہ ۱۰۰' البلاغ المبین صفحہ ۱۸۲ جلد ۱)

استدلالات

کسی بھی انسان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے کاندھوں پر پاؤں رکھنے کا شرف حاصل نہیں ہوا یا حسنین علیہم السلام کو یا ان کے باپ کو کیونکہ یہ ایک نور سے تھے۔

اور جس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پوچھا کہ یا علی علیہ السلام اپ اپنے آپ کو کیا پاتے ہو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کی موجودہ معراج پر رسول اکرم ﷺ بھی بے حد خوش تھے۔

حضرت علی علیہ السلام بھی یہ بتاتے ہوئے فخر کر رہے تھے کہ امت محمدیہ میں یہ شرف اور کسی کو حاصل نہیں ہوا۔

جس رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد سے چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے اگر وہ چاہتا تو یہ بت بھی ہاتھ کے اشارے سے زمین بوس کر دیتا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے صرف حضرت علی علیہ السلام کو منتخب کر کے بتا دیا اور فیصلہ کر دیا کہ تمام اصحاب میں اگر کوئی بت شکن ہے تو وہ علی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دوسرے اصحاب کو اس فرض کے لئے منتخب نہ کیا کیونکہ وہ لوگ ماضی میں ان کو اپنا رب مان چکے تھے اور ہو سکتا تھا کہ ان کے ہاتھ کانپ جائیں اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان ہاتھوں سے تڑوائے جن ہاتھوں سے مشرک بھی قتل ہوئے اور ان کے رب بھی۔

اب فیصلہ تمہارے ہاتھوں میں ہے کہ بعض ہاتھ بتوں کو جوڑے گئے اور بعض ہاتھوں سے بت توڑے گئے بتاؤ افضل کون ہے اسی لئے تو یداللہ بھی علی علیہ السلام بنے کیونکہ ان ہاتھوں سے کبھی خطا نہیں ہوئی یہ جب بھی اٹھے گا حق کے لئے اٹھے گا۔

حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پوچھنے پر علی علیہ السلام نے جو کلمات کہے ہیں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ حجابات کھل گئے ہیں اور میرا سر ساق عرش پر محسوس ہوتا ہے اور جس چیز کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں میرے ہاتھ میں آجاتی ہے (یا اگر چاہوں تو عرش معلی کو مس کر سکتا ہوں)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت توڑے تھے لیکن قدم ختم المرسلین ﷺ کے کاندھوں پر نہ تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اے علی خوشی کا سامان ہے کہ تم کار حق میں مصروف ہو اور میں نے حق کا بوجھ اٹھا رکھا ہے۔

یعنی یہ حضرت علی علیہ السلام کا ایسا فعل ہے کہ جس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش بھی ہو رہے تھے اور اسے کار حق بھی فرما رہے تھے۔

اور حضرتؐ کا یہ کہنا کہ یا علی تکلیف کیسے پہنچے کیونکہ اٹھانے والا خدا کا رسولؐ اور اتارنے والا خدا کا جبرائیلؑ ہے۔

کیا فضائل علی علیہ السلام کی معراج نہیں ہے کہ کسی اور انسان کی غلامی کے لئے بھی جبرائیلؑ جیسے فرشتے آئے ہیں۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ وحی خدا کے مطابق ہوا اور حضرت علی علیہ السلام کو اس مقام پر منتخب فرمانا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی فعل نہ تھا بلکہ حکم خدا تھا۔

اور بعض روایات میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یا علی علیہ السلام تجھے خوشی ہے کہ تو حق کا کام کر رہا ہے اور مجھے خوشی ہے کہ میں حق کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں۔ اب فیصلہ فرمایئے کہ جو سراپا حق ہو اس سے دوسرے لوگ کس طرح برابر یا افضل ہو سکتے ہیں۔

إِذَا سَأَلْتُ أَعْطَانِي إِذَا سَكَتُّ اِبْتَدَانِي

اخرج ابن سعد عن علی انہ قیل لہ مالک اکثر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثا قال انی کنت اذا سألتہ انبانی فاذا سکت ابتدانی یعنی جناب امیر علیہ السلام سے لوگوں نے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ بہ نسبت دیگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ تر حدیث روایت کرتے ہیں جناب علی نے فرمایا کہ میرا یہ حال تھا کہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کرتا تھا تو مجھ سے بیان فرمایا کرتے تھے اور جب میں چپ رہتا تھا تو حضرت ابتداء فرماتے تھے۔

جناب امیر علیہ السلام سے صحابہ اور تابعین کی جماعت کثیر نے حدیث کو روایت کیا ہے چنانچہ علامہ بدخشی نزل الابرار میں اور سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں وروی عنہ من الصحابۃ عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن جعفر و عبداللہ بن الزبیر جابر بن عبداللہ و جابر بن سمرۃ و جریر بن عبداللہ البجلی و عبدالرحمن بن ابی لیلی و صہیب بن سنان و البراء بن عازب و زید بن ارقم و حذیفہ بن اسید و طارق بن اشیم و عمارۃ بن رویبۃ و جابر بن سحیم و عمرو بن حریث و سفینۃ و ابو رافع مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابو جحیفۃ و ابو ہریرۃ و ابو امامۃ و ابو لیلی و ابو سعید و ابو الطفیل و ابنا الحسن و الحسین و غیرھم۔

و من التابعین ابناہ محمد بن الحنفیہ و ابنتہ فاطمۃ و کاتبہ عبداللہ بن ابی رافع و قیس بن ابی حازم و مالک بن اوس و الاحنف بن قیس و زید بن وھب و زر بن حبیش و عبید بن عمیر و الحارث بن سوید و سعید بن المسیب و عبدالرحمن بن

ابی لیلی و عبداللہ بن شداد بن الہاد و مطرف بن عبداللہ بن الشخیر و کمیل بن زیاد و شریح بن ہانی و شریح القاضی و عبیدۃ السلمانی و الحارث الاعور و مسروق و الشعبی و الحسن البصری و ابو وائل و شقیق بن سلمتہ الاسدی و ابو عبدالرحمن السلمی القاری و ابو الاسود الدوئلی و ابو عمرو الشیبانی و ابو رجاء العطاری و غیرھم۔

ارجح المطالب ص۴۳۹ سطر۷' ص۵۸۲ سطر۹' جامع ترمذی ص۲ ۵۳۴ سطر۱' فتح العلی ص۲۰' سعد الشموس ص۲۱۰' الصواعق المحرقہ ص۱۲۳ سطر۱' جامع الاصول جلد۹ ص۴۷۳' حدیث۔ ۶۴۹۲' کنز العمال جلد۶ ص۳۹۳' حدیث ۶۰۲۲' ص۴۰۷ ص۳۹۹' ذخائر المواریث جلد۳ ص۴۱' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۰' ذخائر العقبی ص۹۳ سطر۲۰' مطالب السئول ص۶۰ سطر۱۲' تہذیب التہذیب جلد۵ ص۳۳۴' الریاض النضرہ ص۲۲۹ سطر۲۲' حلیتہ الاولیاء جلد۱ ص۶۸ سطر۲' خصائص نسائی ص۱۲ سطر۷' ینابیع المودۃ ص۱۷۸ سطر۹' مشکوٰۃ ص۵۹۴ سطر۱۳' تفسیر ابن کثیر جلد۵ ص۲۲۵' المستدرک جلد۳ ص۱۲۵ سطر۳' اسد الغابہ جلد۴ ص۲۹ سطر۲۲' تحفتہ الاحوذی جلد۴ ص۳۲۹ سطر۲' المرقات جلد۴ ص۳۴۴ سطر۹' تلخیص المستدرک ص۱۲۵ سطر۲۰' تفریح الاحباب ص۳۵۰ سطر۱۰' صواعق ص۲۳ سطر۱

روایت حضرت محمد بن عمر

کنز العمال جلد۶ ص۳۹۳ حدیث ۶۰۲۲' الجمع بین الصحاح ص۴۰' مفتاح النجا ص۲۸' اسنی المطالب ص۴۰' الفتح العلی ص۲۰

روایت زاذان

کنز العمال جلد۶ ص۴۰۳ حدیث ۶۲۲۸

روایت حضرت علیؑ

ارجح المطالب ص۴۳۹ سطر۷' طبقات ابن سعد جلد۲ ص۳۳۸' تاریخ الخلفاء ص۶۶' فتح العلی ص۲۰' الصواعق المحرقہ ص۱۲۳ سطر۱' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۶' مفتاح النجا ص۲۸' ینابیع المودت ص۲۸۲

روایت ہبیرہ۔ حذیفہ

کنز العمال جلد۶ ص۳۹۶ حدیث ۶۰۴۳

جناب امیرؑ کے سوا آنحضرتؐ کے نام پر نام رکھنا
اور اس کے ساتھ حضرت کی کنیت کو شامل کرنا جائز نہیں

(۱) عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یولد لک ابن قد نحلتہ اسمی و کنیتی (الخرجہ احمد) جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھ سے جناب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ تیرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہو گا جس کے لیے میرا نام اور میری کنیت جائز ہو گی (یعنی ابو القاسم محمد بن حنفیہ عجل ظہورہ).

ارجح المطالب ص۵۸۳ سطر آخر' الاسماء و الکنی جلد۱ ص۵ (دولابی) مناقب ابن مغازلی ص۲۹۳ سطر۵' سنن بیہقی جلد۹ ص۳۰۹' شرح ابن ابی الحدید ص۲۲۸' کوکب دری ص۱۴۲' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۷۹' ذخائر المواریث جلد۳ ص۲۴' تیسیر الوصول جلد۱ ص۲۷' تاریخ ابن عساکر جلد۱ ص۲۷۶' معرفۃ علوم الحدیث ص۱۸۹' تاریخ کبیر ص۱۸۲ جلد۱ قسم۱' مسند حنبل جلد۱ ص۹۵' انساب الاشراف ص۵۳۹' المستدرک جلد۳ ص۲۷۸' تاریخ اسلام ذہبی جلد۳ ص۲۹۵' بغیۃ الوعاۃ ص۳۵۵' الروض الازہر ص۱۹۵' ربیع الابرار ص۳۲۰' روضۃ الاحباب ص۵۳' مفتاح النجا ص۹۳

حضرت طلحہ کا حضرت علیؑ سے احتجاج

حضرت طلحہؓ نے حضرت علیؑ سے احتجاج کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو اصحاب نے گواہی دی کہ خود رسولؐ اکرم نے حضرت علیؑ کو اجازت دے رکھی تھی۔

معرفت علوم الحدیث ۱۹۰' اسد الغابہ جلد۵ ص۳۶۱' اصابہ جلد۲ ص۲۸۱' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۷۹' شرح ابن ابی الحدید جلد۱ ص۸۱

قسم ثانی

الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۷۹' شرح حدیدی جلد۳ ص۲۲۸' مفتاح النجا ص۹۳

روایت حضرت محمد بن حنفیہ

(۴) عن محمد بن الحنفیۃ عن ابیہ علی قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ولد لک غلام فسمہ باسمہ و کنہ بکنی و ھو لک رخصۃ دون غیرک (الحوجہ الدیلمی فی المخلص) محمد بن حنفیہ اپنے والد ماجد جناب امیر سے ناقل ہیں کہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تجھے لڑکا پیدا ہو تو میرے نام پر نام رکھنا اور میری کنیت پر کنیت رکھنا اور لوگوں کے سوا اس کی تجھیں رخصت ہے

حصه دوئم

السلام علیک یا مہدی صاحب الزمان العجل العجل العجل

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ
مناقب حضرت علیؑ	۴	خیر امتی، خیر اہل الارض	۹۳	اعظمہم عناء عند رسول اللہ	۱۳۳
کتب مناقب و سیرت	۸	خیرہم علی، خیر اخوتی	۹۷	اعظم الرجال	۱۳۴
تفضیل علیؑ اور علماء اہلسنت	۱۳	خیر اخوانی، خیرہم انا	۹۸	اعظم المسلمین حلما	۱۳۴
تحقیقی نکات	۱۵	خیر من اترک بعدی	۹۸	اعظمہم حلما	۱۳۴
جوانمردی اور بہادری	۱۸	تحقیقی نکات	۱۰۰	اعظم الناس حبا	۱۳۴
طرز استدلال	۲۲	مختار اہل الارض	۱۰۶	احسنہم خلقا	۱۳۵
معتزلی کا اعتراف	۲۴	انت خیر الوارثین	۱۱۳	احسنہم خلقا	۱۳۵
نکات	۳۴	خیر من طلعت علیہ الشمس	۱۱۳	اعدل الناس فی الرعیۃ	۱۳۵
سوانح حیات	۳۷	ابوہما خیر منہما	۱۱۵	اعدلہم بالسویۃ	۱۳۵
اقبال افضلیت علیؑ	۴۷	خیر من بعد النبی	۱۱۷	اطرح نفسہ فی متلف	۱۳۶
دعوئ افضلیت	۴۹	افضل خلائقی	۱۱۷	اقومہم بامر اللہ	۱۳۶
معرفت علیؑ مشکل ہے	۵۰	تحقیقی نکات	۱۱۸	اقضی امتی، اقضی الناس	۱۳۶
تحقیقی نکات	۶۰	افضل الانام	۱۱۹	اقضاکم علی، اقضاہم علی	۱۳۷
نکات	۶۳	افضل ابوہا	۱۲۱	اقضی اہل المدینۃ	۱۳۸
فضائل بے شمار ہیں	۶۵	افضلہم یقینا	۱۲۲	اقضانا علی، اعلم امتی	۱۳۹
فرشتے آتے ہیں	۷۰	افضل الناس سابقۃ	۱۲۲	اعلم الناس بالسنۃ	۱۴۰
کسی کی شان میں اتنی آیات نہیں	۷۱	افضل الامۃ کلہ	۱۲۲	اعلم من بقی السنۃ	۱۴۰
ذکر علیؑ ہمیشہ بخیر آیا	۷۲	افضل رجال العالمین	۱۲۳	اعلم القضایا، اعلم بالفرائض	۱۴۰
منقبت	۷۲	افضل الوصیین	۱۲۳	اعلم الاصحاب، اکثرہم علما	۱۴۱
تین سو آیات در مناقب علیؑ	۷۳	افضل البریۃ	۱۲۴	اعلم بما بین اللوحین	۱۴۱
چوتھائی قرآن در مناقب علیؑ	۷۳	اقدم الناس سلما	۱۲۴	اعلم الناس باللہ	۱۴۱
ستر آیات در مناقب علیؑ	۷۳	افضل رجال العالمین	۱۲۶	اعلمہم بربنا	۱۴۲
جتنا اکتساب فضائل علیؑ نے کیا	۷۴	افضل حالۃ، افضل عشیرۃ	۱۲۶	اعلمہم بما انزل اللہ	۱۴۲
کسی صحابی کے اتنے مناقب نہیں	۷۵	افضل الاوصیاء، اعلمہم علما	۱۲۷	اعلم المومنین علما	۱۴۳
کوئی ان سے بڑھا ہوا نہیں تھا	۷۶	افضلہا جہادا	۱۲۷	اعلم بالکتاب والسنۃ	۱۴۳
لوگ قدموں کی مٹی اٹھا لیتے	۷۶	اقدمہم ایمانا	۱۲۹	اعلم الناس کیارۃ	۱۴۳
تیس ہزار احادیث در مناقب علیؑ	۷۷	اکثر الامۃ علما	۱۳۰	اعلم الناس بایام اللہ	۱۴۳
تحقیقی نکات	۷۸	اکثرہم علما او فرہم حلما	۱۳۰	اعلمہم بآیات اللہ	۱۴۳
حضرت علیؑ خیر البریہ ہیں	۸۴	اجمعہم قلبا، اتمہم کفا	۱۳۱	اعلم الناس علما	۱۴۵
حضرت علیؑ خیر البشر ہیں	۸۵	اعظم الناس حلما	۱۳۱	اشعر الثلاثۃ	۱۴۵
خیر رجالکم، خیر الناس	۸۹	اعظم عند اللہ مزیۃ	۱۳۲	افرض اہل المدینۃ	۱۴۵
خیر الخلق، خیر الامۃ	۹۴	اعظمہم منزلۃ	۱۳۳	اعرفہم بالقضیۃ	۱۴۵

اَقرءُ الاَصحاب	۱۴۶
اَقویٰ قولاً فی الفرائض	۱۴۶
اَفقہُ فی دین اللہ	۱۴۶
اَحبُّ الرّجال، اَحبُّ القوم	۱۴۷
اَحبُّ النّاس	۱۵۰
اَحبُّکم الی اللہ	۱۵۰
اَحبُّ النّاس الیہ	۱۵۱
اَحبُّ اَھلی	۱۵۱
اَحبُّ الیہ من ذرّیتہ	۱۵۲
اَحبُّ الیّ منّی ان اَقدمھا علیٰ آخرتہٖ منھا	۱۵۲
اکرم علی النّاس، اکرم الخلق	۱۵۳
اکرمھم، اکرمھم منصباً	۱۵۴
اکرم اھل السماوات والارض	۱۵۵
اکرمُ رجالنا، ازرعُ البطین	۱۵۵
اَولی النّاس، افرسُ النّاس	۱۵۶
اشرفُ اہل بیت حسباً	۱۵۷
ار...حمھم بالرّعیت	۱۵۸
ارأفھم بالرعیتہ	۱۵۸
آخرُ النّاس عھداً	۱۵۸
اقربُ النّاس عھداً	۱۵۸
اقربُ النّاس رحماً	۱۵۹
اقربُ النّاس الی الجنّت	۱۵۹
اقربُ الخلق، اتقی النّاس	۱۵۹
اسخاھم کفاً، اشجعھم قلباً	۱۶۰
اجودُ ھم منہ منزلۃً	۱۶۱
اتقی النّاس، ازھدُ النّاس	۱۶۱
احسنھم خلقاً، اعظمھم حلماً	۱۶۲
انّ علیاً احقّ بالنّبی	۱۶۳
اشدّنا بہ لزوقاً	۱۶۳
اشدّکم فی اللہ غضباً	۱۶۳
صدیق اکبر، فاروق اعظم	۱۶۳
اسبق ... ین	۱۷۷
اَخشن فی ذات اللہ	۱۷۸
اَخشی النّاس	۱۸۰
اوّلُ من یرانی	۱۸۰
اوّلُ النّاس بی لقیاً	۱۸۰
اوّل لحوقاً	۱۸۱
اوّلُ ھاشمی تولّد من ھاشمیین	۱۸۱
اوّلُ من یدخل الجنّت	۱۸۱
اوّلُ من یقرع باب الجنّت	۱۸۲
اوّلُ من یکسیٰ	۱۸۳
اوّل یطلع علیکم	۱۸۴
اوّلُ من یدعیٰ بہ یوم القیامتہ	۱۸۴
اوّل من یرد علی الحوض	۱۸۶
اوّل من اشبع امتی	۱۸۷
اوّلُ النّاس شہادۃً	۱۸۷
اوّلُ من اسلم	۱۸۸
اوّلُ الرّجال اسلاماً	۱۹۱
اوّلُ المسلمین ایماناً	۱۹۱
اوّلُ النّاس اسلاماً	۱۹۲
اوّلھا اسلاماً	۲۰۰
اوّلُ القوم اسلاماً	۲۰۱
اوّلُ النّاس اسلاماً	۲۰۱
اوّلُ محالی سلماً	۲۰۲
اوّلُ المسلمین اسلاماً	۲۰۲
اوّلُ المومنین ایماناً	۲۰۲
اوّل ممّن آمن بی	۲۰۳
اوّلکم ایماناً باللہ	۲۰۴
اوّلُ المومنین ایماناً	۲۰۵
اوّل النّاس ایماناً	۲۰۵
اوّلُ من رکع	۲۰۸
انتَ اوّلُ المومنین ایماناً	۲۰۸
اوّلُ من شھدَ لا الٰہ الا اللہ	۲۰۹
اوّل یاجیہ	۲۰۹
اوّلُ من لبّی واجاب	۲۰۹
اوّلُ من صدّقنی	۲۰۹
اوّلُ من صلّی	۲۱۰
علی انبیاء سے افضل ہیں	۲۱۳
انبیاء کی تمام فضیلتیں ان میں ہیں	۲۱۸
مناظرہ جرہ وحجاج	۲۱۸
رسول اکرمؐ کا قرآن سے استدلال	۲۲۰
کمال امت جو انبیاء کو نہ ملا	۲۲۲
حضورؐ و علیؑ بائیس مقامات میں شریک	۲۲۲
حضورؐ اہلبیتؑ پانچ مقامات میں شریک	۲۲۵
خصائص علویہ	۲۲۵
حتر عہد، ای عہد	۲۴۳
نوے مرتبے، ایک سو مناقب	۲۴۳
باب امیر المومنین	۲۴۴
آدم سے امیر المومنین کا تعارف	۲۴۴
لوح محفوظ میں امیر المومنین	۲۴۵
سب سے پہلے امیر المومنین آئے گا	۲۴۶
تم امیر المومنین ہو	۲۴۶
ابھی امیر المومنین آئے گا	۲۴۷
کاش امیر المومنین آئے	۲۴۸
حقیقی امیر المومنین	۲۴۸
ابھی امیر المومنین آئے گا	۲۴۹
امیر المومنین سے تکلم شمس	۲۴۹
امیر المومنین یہ ہے	۲۵۱
امیر المومنین کے متعلق وحی	۲۵۲
راہب نے امیر المومنین کہا	۲۵۲
یہودی کا امیر المومنین کہنا	۲۵۳
ذکر امیر المومنین	۲۵۴
امیر المومنین کو سلام کرو	۲۵۵
شیخین بھی سلام کرتے تھے	۲۵۶
میں امیر المومنین ہوں	۲۵۶
یہ نبی نہیں امیر المومنین ہے	۲۵۶
مصادر	

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل علیاً للمصطفیٰ بمنزلۃ ہارون للموسیٰ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ نبیہ و رسولہ المجتبیٰ مولانا محمد ن النبی قال فی حقہ من کنت مولاہ فعلی لہ المولیٰ و علیٰ آلہ و من تمسک بالعروۃ الوثقیٰ الذی ہو مودۃ اہل بیت القربیٰ فقد فاز علیٰ منازل الاعلیٰ و من خالف عنہم فقد ضل و غویٰ صلوٰۃ و سلاما ما دامت الارض و السمٰوٰت العلیٰ

ادائے فرض و عبادات و اختیار تقویٰ و حسنات و اجتناب نواہی و سیئات کے بعد انسان کا مصرف زندگی اس سے بہتر اور کوئی نہیں کہ وہ اپنا وقت خاصان الٰہی کے حالات زندگی کے مطالعہ و انضباط میں صرف کرے اور اسی کو اپنا سرمایۂ حیات و زاد آخرت سمجھے اور اس صراط مستقیم پر چلنے کی تعلیم لوگوں کو دے۔ اس لئے کہ نفوس انسانیہ کے امکان میں صرف اراءۃ الطریق ہے۔ ایصال علی المطلوب کسی دوسری ہی قوت کا کام ہے۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو خاصان الٰہی میں انبیاء اللہ کے بعد حضرت امیر المومنین امام المتقین فاتح باب الولایت شیخ المہاجرین و الانصار۔ قسیم الجنۃ و النار۔ نفس الرسول۔ زوج البتول۔ سید فی الدنیا و الآخرۃ۔ کاسر اصنام الکعبۃ۔ رایۃ الہدیٰ۔ امام الاولیاء۔ المنصوص بنص من کنت مولاہ فعلی مولاہ و المنصوص بنص ما انتجیتہ و لکن اللہ انتجاہ باب مدینۃ العلوم و المعارف و الحکم۔ سید العرب صدیق الاکبر و فاروق الاعظم ابو الحسنین و ابو تراب وصی رسولہ و اخیہ مولانا مولیٰ کل علی المرتضیٰ حیدر الصمد و الانجاب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا مثل ملنا غیر ممکن ہے۔ آپ کی ذات سے حضرت سرور کائنات کے فیض نبوت اور فیض ولایت دونوں کا افاضہ اور استفاضہ بوجہ کمال ظہور میں آیا۔

انبیاء اللہ کے بعد دنیا میں اب تک جتنے مشاہیر گذرے ہیں ان میں بحیثیت جامعیت صفات کمالیہ حضرت علی مرتضیٰؑ ہی فرد الافراد نظر آتے ہیں۔ جو ہر طبقہ کے سرآمد مشاہیر میں شمار ہونے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ مجمع سلاطین میں آپ جلال خداوندی کا تاج سر پر رکھے ہوئے ایک عظیم الشان بادشاہ نظر آتے ہیں۔ جن کے دربار میں ایوان کسریٰ کے حاضر باش دست بستہ مودب کھڑے رہتے ہیں۔ معرکہ کار زار میں ایک بے مثل شجاع پائے جاتے ہیں جو اپنی خدا داد قوت و طاقت سے مرحب اور عمر ابن عبدود جیسے مشہور پہلوانوں اور دیو نژادوں کو مغلوب کرتے ہیں۔ ممبر پر ایک فصیح اللسان اور بلیغ البیان خطیب دکھائی دیتے ہیں۔ جن کے سامنے فصحائے عراق و بلغائے عرب کی زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں۔ علم و فضل کی درسگاہ میں ہمہ دانی کا وہ آفتاب

بن کر چمکتے ہیں۔ جو علم الہٰی کے نور بسیط کو یہود و نصاریٰ تک شریعت بنی اسرائیل کے غرفہ اور اہل فلسفہ تک حکمت یونانی کے روزن سے پہنچاتے ہیں۔ (سیرت علویہ ص ۱)

مناقب حضرت علی علیہ السلام

عام قاعدہ ہے کہ انسان جب کسی سے کسی بات پر خوش ہوتا ہے تو اس خوشی و مسرت میں خوش آئندہ الفاظ اظہار فرحت و سرور میں اس کی زبان سے نکلا کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کی خدمت و جاں نثاری اطاعت شعاری و وفاداری ایسی نہ تھی کہ جس کی وجہ سے ارشادات پر از لطف و بشارات صادر نہ ہوتے۔ صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ان ارشادات کو بھی دستاویزات سمجھ کر محفوظ رکھا۔

یہ امر مسلمہ ہے کہ جس شخص کو جس قدر زائد قربت خصوصیت و محبت ہوتی ہے اسی قدر اس کا ہر فعل اچھا معلوم ہوتا ہے اور قابل تحسین سمجھا جاتا ہے اور اسی قدر زائد اس کی تعریف و توصیف کی جاتی ہے۔ جو احادیث کہ فضائل صحابہ میں وارد ہیں اگر ان پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت دراصل جس کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے صاف واضح ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ہم کو صاف صاف پتہ چلتا ہے کہ جس قدر زائد خصوصیت اور قربت جس صحابی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں تھی اتنی ہی زائد حدیثیں اس صحابی کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔

صحابہ میں بہ لحاظ قربت و خصوصیت و محبت جو بات حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو حاصل تھی وہ کسی دوسرے کو حاصل نہ تھی۔ اسی بنا پر آپ کے مناقب و فضائل سب سے زائد وارد ہوئے ہیں۔ جس کا اعتراف شیخ المحدثین امام احمد بن حنبل و قاضی ابو علی نیشاپوری اور امام نسائی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

ما جاء لاحد من الفضائل بسند جيد الا بما جاء لعلی ابن ابی طالب

یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ جناب امیرؑ پانچ سال کی عمر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ہمراہ رہے اور آنحضرتؐ نے آپ کی تربیت و تعلیم پر اولاد کے مثل توجہ اور شفقت مبذول رکھی۔ بعد بعثت اسلام میں آپ نے سبقت حاصل کی۔ کفار کے مقابلہ میں سب سے اول رہے۔

صنا دید قریش کو تہ تیغ کیا۔ بدر و اُحد و احزاب و خیبر و حنین میں وہ داد شجاعت دی جو کسی اور سے ممکن نہ ہو سکی۔ آنحضرتؐ نے بکمال شفقت و بکرمت ان اعمال و افعال کی تاحد امکان قدر فرمائی اور اظہار حُب و خصوصیت کو اس درجہ پر پہنچا دیا کہ اپنی محبوب ترین اولاد حضرت فاطمہؑ کا عقد جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ کر دیا اور ان کی اولاد کو اپنی اولاد قرار دیا۔ منزلت ہارونی عطا کی۔ خلعت من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے مخلع اور منروی برداء تطہیر فرمایا۔ مباہلہ و بیوت و مسجد و سد ابواب مواخاۃ میں معیت سے سربلندی عطا فرمائی۔ آنحضرت کے حضور میں جناب علی مرتضیٰ کا خلوص ان کی جان نثاری و محبت اسی کی مقتضی بھی تھی کہ آنحضرتؐ ایسا رسول برحق عالم ماکان و مایکون بلحاظ قدر افزائی و شفقت خالصہ ایسے امور سے سرفرازی بخشا رہے۔ کہ جناب امیر کی محبت کو اپنی محبت اور ان کے بغض کو اپنا بغض قرار دے اور حب کو دلیل ایمان اور بغض کی دلیل نفاق و شقاق ٹھہرا دے اور ایسے شخص کو اپنے کمالات کا آئینہ کر دے کہ جس میں رائی کا انعکاس شئی مری میں علیٰ وجہ الکمال ہو جائے۔

بہ ادنیٰ تعمق و تفحص مطالعہ کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ ذات بابرکات مرتضوی کس درجہ جامع و حاوی کمالات و کرامات مصطفوی تھی۔ اعزا کی مخالفت اور ان سے جہاد صلح حدیبیہ و صلح صفین کا تقابل مباہلہ میں موافقت فقر و فاقہ کی زندگی علوم و اوصاف کا تماثل وغیرہ وغیرہ سب اسی قبیل سے تھے۔ اور یہی امور باعث حصول مرتبہ ولایت بعد اختتام مرتبہ نبوت بھی ہوئے۔ حدیث اثبت الاخبار واصح الاسانید و متفق علیہ اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ لکنہ لا نبی بعدی سے اسی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ نبوت کا اختتام ذات گرامی حضرت سید المرسلینؐ پر ہوا۔ جس کے بعد افتتاح مرتبہ ولایت ضروری تھا۔ لہٰذا ازل ہی سے فاتح باب ولایت محمدی موافق کشف و شہود حضرات صوفیہ جناب علی مرتضیٰ منتخب ہوئے۔ نبوت کا تعلق ظاہر سے ہوتا ہے اور ولایت کا باطن سے اور نبی ان دونوں جہتوں کا حامل ہوتا ہے۔ اس سے بوجہ غلبہ ظاہر امور ظاہری کا علیٰ وجہ الکمال ظہور ہوتا رہتا ہے اور امور باطن یعنی ولایت سے وہ خود متکیف ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کے اصحاب حسب استعداد کمتر مرتبہ ولایت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ چنانچہ امم سابقہ میں انبیائے ماسبق کی نبوت و رسالت کے زمانہ میں کمتر نظیر اس کی ملتی ہے بخلاف حضرت رسالت پناہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے کہ حضور اپنے دونوں مرتبوں میں کامل تھے اور چونکہ تاریخ ناسخ ادیان و ملل واقع ہوئے تھے۔ لہٰذا دونوں وجہوں کا پورے

طور پر ظہور ہوا۔ اشاعت اسلام و اوامر و نواہی اعلاء کلمتہ اللہ پورے طور پر ہوا اور فیضان ولایت نے اس قدر نشوونما پایا اور ایسی تعمیر باطن و صفائی قلوب کی کہ جس کی نظیر کوئی زمانہ نہ لا سکا اور اس کامیابی کا سہرا جناب امیرؑ ہی کے سر رہا کہ ان کی اتباع و محبت دلیل ایمان و بغض و عناد و دلیل نفاق ہوا اور لا یحبہ الا مومن و لا یبغضہ الا منافق دستور العمل قرار پا گیا۔

جو صنادید قریش اور دیگر کفار جناب امیر کے ہاتھ سے مختلف غزوات وغیرہ میں قتل ہوئے تھے۔ ان کے اعزہ بوقت غلبہ اسلام مسلمان ہوتے گئے۔ مگر باوجود اسلام لانے کے ایسی تمام ہستیاں عرب کے دیرینہ عادت قصاص سے متاثر رہیں اور ظاہر و باطن اسی جذبہ کے ماتحت حضرت علی مرتضیٰؑ کے خلاف کام کرتی رہیں۔ بعد انقضائے عہد رسالت زمانہ خلافت جناب امیرؑ میں وہ جذبہ جو بہت سے لوگوں میں اتنی مدت سے پردہ میں کام کر رہا تھا۔ ظاہر ہو گیا۔ کچھ لوگ بغاوت میں مبتلا ہوئے اکثر سے خطاء فحش و منکر سرزد ہوئی اور کچھ خارج از ایمان ہوئے۔ غرضیکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو گیا۔ (سیرت علویہ ص ۷)

کتب مناقب و سیرت

مناقب میں بھی اکثر آئمہ و اکابر قوم نے کتابیں تصنیف فرمائیں۔ ایک جماعت نے ان کتابوں کی اور ان کے مصنفین کی توثیق و توصیف بھی کی۔ متعصبین نے باوجود تعصب لائق استناد بھی قرار دیا۔ امام زہری کے تلامذہ میں سے دو شخصوں نے فن سیرت میں نہایت شہرت حاصل کی اور یہی دو شخص ہیں جن پر اس فن کا سلسلہ ختم ہوتا ہے۔ موسیٰ ابن عقبہ اور محمد ابن اسحاق۔ موسیٰ بن عقبہ خاندان زبیر کے غلام تھے۔ انہوں نے عبداللہ ابن عمر کو دیکھا تھا۔ فن حدیث میں امام مالک ان کے شاگرد ہیں۔ اور نہایت مداح ہیں۔ محمد ابن اسحاق نے اس فن میں سب سے زیادہ شہرت حاصل کی۔ ایسا کہ وہ امام فن کے نام سے مشہور ہیں۔ سیرت ابن ہشام اسی کا نقش ثانی ہے۔ یہ دونوں حضرات موسیٰ ابن عقبہ و محمد ابن اسحاق تابعین سے تھے۔ مخصوص سیرت اہل بیت پر حسب ذیل کتابیں ہوئیں۔

کتاب المناقب للامام احمد بن حنبل، خصائص للنسائی، منقبۃ المطہرین و ما نزل من القرآن فی علیؑ للحافظ ابو نعیم اصفہانی، مناقب موسہ زلمینہ فاطمہ للحافظ دارقطنی، مناقب لعطواز

المحدثین' ابوبکر ابن مردویہ جواہر العقدین فی فضل الشرفین شرف العلم و النسب للسید نور الدین ابو الحسن سمنہودی شافعی کتاب الآل لابن خالویہ' معالم العترۃ للحافظ ابی الحسن جنابذی' ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ العلامہ محب طبری' صاحب ریاض النضرۃ' فرائد السمطین فی فضائل مرتضیٰ و البتول و السبطین للعلامہ ابراہیم الحموینی' مناقب للاخطب الخطباء خوارزم شافعی' مطالب السئول فی مناقب آل الرسول المحمد ابن طلحہ شافعی' الفصول المہمہ فی احوال الائمہ لابن الصباغ المالکی' مودۃ القربیٰ للسید علی ہمدانی' مفتاح النجا و نزل الابرار المیرزا محمد معتمد خاں بدخشانی' کتاب المناقب لابن المغازلی مالکی' ینابیع المودۃ للشیخ سلیمان بلخی' جزء فضائل اہل بیت للحافظ البزار' مناقب الساوات للقاضی شہادت الدین دولت آبادی' شرف النبوۃ للعلامۃ ابو سعید' اسعاف الراغبین للعلامہ محمد ابن علی الصبان' تذکرۃ خواص للشیخ عبدالحق محدث دہلوی' اسنی المطالب فی مناقب' علی ابن ابی طالب للعلامہ شمس الدین محمد جزری صاحب حصن حصین' فضائل حضرت فاطمہ للحافظ عبداللہ الحاکم نیشاپوری صاحب المستدرک' نور العین فی مشہد الحسینؑ لابو اسحاق الاسفرائینی' نور الابصار' للشیخ شبلنجی شافعی' قول الحنبلی فی فضائل علی و ثغور الباسمہ فی مناقب الفاطمہ و احیاء المیت و عرف الوری للسیوطی' کفایۃ الطالب لمحمد ابن یوسف شافعی' معارج الوصول الی معرفۃ فضل آلؑ الرسول للعلامہ محمد ابن یوسف الزرندی المدنی' صراط السوی فی مناقب آل النبی للعلامہ محمود ابن محمد شیخانی قادری' معارج العلیٰ فی مناقب المرتضیٰ المحمد صدر عالم' توضیح الدلائل لمحمد شہاب الدین احمد' خصائص العلویہ لابی الفتح محمد ابن علی نطنزی' فتح المطالب للحافظ شمس الدین محمد ذہبی' سر الشہادتین مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی مراۃ المومنین' للمولوی ولی اللہ فرنگی محلی' وسیلۃ النجاۃ للمولوی محمد مبین فرنگی محلی' درر السمطین للجمال الدین محمد یوسف الزرندی' مناقب حیدریہ للشیخ احمد ابن علی انصاری یمنی' عقد اللآل فی فضائل الآل للشیخ عبداللہ العیدروس مناقب للحافظ الدین محمد ابن احمد عجمی' فضائل اہل بیت للسید عبدالرحمن جہوری شافعی' شرف المؤبد لآل محمد للشیخ یوسف ابن اسماعیل نبہانی' عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب للشیخ جمال الدین احمد معروف بہ ابن عقبہ' ریاض الفضل للشیخ محمد واعظ ہروی' وسیلۃ المآل فی عد مناقب الآل للشیخ احمد ابن الفضل باکثیر مکی شافعی' کتاب الصفوۃ بمناقب آل النبوۃ بعد الروف المناوی' فتح المبین فی فضائل اہل بیت سید المرسلین للعلامہ

رشید الدین خاں دہلوی' ذخیرۃ المال فی شرح عقد جواہر اللآل للشیخ احمد ابن عبدالقادر عجیلی شافعی' تفقید العقود و السنیتہ للشیخ رضی الدین محمد ابن علی' دعاۃ الہداۃ' الی اداء حق الموالات لعبید اللہ ابن عبداللہ حسکانی' اسنیٰ المطالب للشیخ ابراہیم ابن عبداللہ صالی یمنی شافعی' مشرح الروی فی مناقب سادات آل المولوی عاشق علی خان الکاکوروی' فقہ الاکبر عن علوم بالبیت الاطہر لمولوی حسن الزمان محمد ترکمانی حیدر آبادی' شہادت الکونین فی شہادت الحسنین مشہور بشہادت نامہ لمولانا حافظ شاہ علی نور الکاکوروی' ارجح المطالب لمولوی عبیداللہ بسمل امرتسری' المرتضیٰ للحافظ عبدالرحمٰن لاہوری۔

ان کتابوں کی اور ان کے مصنفین کی ایک جماعت علماء عالی مرتبت نے توثیق کی ہے۔ کتب اکابر قوم مثل تذکرۃ الحفاظ ذہبی و طبقات الشافعیہ للشیخ تقی الدین سبکی و تاریخ امام یافعی و ابن خلکان وغیرہ سے مصنفین کی وثاقت و اعتبار و جلالت شان ظاہر ہو سکتی ہے۔

ان کتابوں کے علاوہ قریب قریب تمام محدثین و مفسرین و مورخین نے حالات و مرویات اہل بیت خصوصاً" جناب علی مرتضیٰؑ و حضرات حسنین علیہما السلام اپنے تصانیف میں درج کئے ہیں۔ جن میں سے مشہور حضرات کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) ابن شہاب زہری استاد امام مالک جنہوں نے سب سے اول حدیث کو مدون کیا اور ۱۲۵ھ میں وفات پائی۔

(۲) ابن اسحاق صاحب السیرت متوفی ۱۵۱ھ جنہوں نے سیر و مغازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روایت کیا جن کے متعلق زہری کا قول ہے کہ من اراد المغازی فعلیہ با بن اسحق (۳) کلبی متوفی ۱۸۱ھ صاحب تفسیر و علم نسب استاد سفیان ثوری (۴) امام مالک صاحب موطاء متوفی ۱۷۶ھ (۵) عبداللہ ابن مبارک تلمیذ امام مالک متوفی ۱۸۱ھ (۶) وکیع ابن الجراح مفسر متوفی ۱۹۶ھ (۷) عبداللہ ابن وہب صاحب موطاء متوفی ۱۹۷ھ (۸) سفیان ابن عینیہ مفسر متوفی ۱۹۷ھ (۹) امام شافعی متوفی ۲۰۴ھ (۱۰) ابو داؤد طیالسی صاحب مسند متوفی ۲۰۴ھ (۱۱) واقدی صاحب المغازی متوفی ۲۰۷ھ (۱۲) عبدالرزاق استاد امام احمد بن حنبل صاحب التفسیر و المسند متوفی ۲۱۱ھ (۱۳) الفریابی صاحب تفسیر متوفی ۲۱۳ھ (۱۴) حمیدی صاحب مسند متوفی ۲۱۹ھ (۱۵) آدم ابن ایاس صاحب تفسیر متوفی ۲۲۴ھ (۱۶) ابو عبیدہ صاحب غریب الحدیث و شواہد متوفی ۲۲۴ھ (۱۷) سعید ابن منصور صاحب تفسیر متوفی ۲۲۷ھ (۱۸) ابن سعد صاحب طبقات کبیر متوفی ۲۳۲ھ (۱۹) ابن ابی

شیبہ استاد امام بخاری صاحب تفسیر و مسند و مصنف متوفی ۲۳۵ھ (۲۰) اسحاق ابن راہویہ صاحب تفسیر و مسند متوفی ۲۳۸ھ (۲۱) امام احمد بن حنبل صاحب مسند و زہد و مناقب متوفی ۲۴۱ھ (۲۲) ابن ابی عمر عدنی صاحب مسند متوفی ۲۴۳ھ (۲۳) ابن منیع صاحب مسند متوفی ۲۴۴ھ (۲۴) دارمی صاحب مسند متوفی ۲۵۵ھ (۲۵) امام المحدثین اسمٰعیل بخاری صاحب جامع الصحیح و التاریخ و الادب متوفی ۲۵۶ھ (۲۶) زبیر ابن بکار صاحب اخبار المدینہ و الموافقیات متوفی ۲۶۵ھ (۲۷) امام مسلم صاحب صحیح متوفی ۲۶۱ھ (۲۸) ابو داؤد صاحب السنن و الناسخ و المنسوخ متوفی ۲۷۵ھ (۲۹) ترمذی صاحب الجامع و الشمائل متوفی ۲۷۹ھ (۳۰) ابن ماجہ صاحب السنن متوفی ۲۷۹ھ (۳۱) ابن ابی الدین صاحب مصنف متوفی ۲۸۱ھ (۳۲) حارث ابن ابی اسامہ صاحب مسند متوفی ۲۸۲ (۳۳) قاضی اسمٰعیل صاحب کتاب فضل الصلوٰۃ علی النبی متوفی ۲۸۳ھ (۳۴) ابن ابی عاصم صاحب مسند متوفی ۲۸۷ھ (۳۵) حکیم ترمذی صاحب نوادر الاصول متوفی ۲۸۵ھ (۳۶) عبداللہ ابن امام احمد بن حنبل صاحب زوائد فی المسند متوفی ۲۸۵ھ (۳۷) بزار صاحب مسند تلمیذ بخاری متوفی ۲۹۲ھ (۳۸) نسائی صاحب سنن و خصائص متوفی ۳۰۲ھ (۳۹) ابو یعلیٰ صاحب مسند و معجم متوفی ۳۰۷ھ (۴۰) ابن جریر طبری صاحب تفسیر و تاریخ متوفی ۳۱۰ھ و بقولے ۳۰۱ھ (۴۱) ابو البشو دولابی کتاب الکنیٰ و الاسماء متوفی ۳۱۰ھ (۴۲) ابن خزیمہ صاحب الصحیح متوفی ۳۱۱ھ (۴۳) ابو القاسم بغوی صاحب معجم صحابہ متوفی ۳۲۲ھ (۴۴) ابن المنذر صاحب تفسیر و الاوسط متوفی ۳۱۷ھ (۴۵) طحاوی صاحب مشکل الاثار متوفی ۳۲۱ھ (۴۶) عقیلی صاحب کتاب الضعفا متوفی ۳۲۲ھ (۴۷) ابن ابی قتیبہ دینوری صاحب کتاب المعارف متوفی ۳۲۲ھ (۴۸) ابوبکر انباری متوفی ۳۲۸ھ (۴۹) ابن ابی حاتم صاحب تفسیر متوفی ۳۲۷ھ (۵۰) المحاملی صاحب الامالی متوفی ۳۳۵ھ (۵۱) ابن قانع صاحب معجم متوفی ۳۳۷ھ (۵۲) ابوبکر شافعی صاحب غیلانیات متوفی ۳۵۴ھ (۵۳) ابن حبان صاحب صحیح و ثقات و ضعفا متوفی ۳۵۴ھ (۵۴) ابن السکن صاحب معرفۃ الصحابہ متوفی ۳۵۴ھ (۵۵) طبرانی صاحب معاجم ثلاثہ متوفی ۳۶۰ھ (۵۶) آجری صاحب اربعین متوفی ۳۵۹ھ (۵۷) ابن السنی تلمیذ نسائی صاحب عمل الیوم و اللیلہ و طب نبوی متوفی ۳۶۴ھ (۵۸) ابن عدی صاحب کامل متوفی ۳۶۵ھ (۵۹) ابو الشیخ صاحب التفسیر و العظمۃ و الوصایات متوفی ۳۶۹ھ (۶۰) ابوبکر اسمٰعیلی صاحب صحیح و معجم متوفی ۳۷۱ھ (۶۱) ابن شاہین صاحب سنن و ترغیب ترہیب متوفی ۳۸۵ھ (۶۲) دارقطنی صاحب سنن وغیرہ متوفی ۳۸۵ھ

(۶۳) خطابی صاحب غریب الحدیث متوفی ۳۸۸ھ (۶۴) ابن مندہ صاحب معرفۃ الصحابی متوفی ۳۹۵ھ (۶۵) حاکم صاحب مستدرک و تاریخ متوفی ۴۰۵ھ (۶۶) ابن مردویہ صاحب تفسیر و مناقب و مستخرج علی البخاری متوفی ۴۱۵ھ (۶۷) تمام صاحب فوائد متوفی ۴۱۴ھ (۶۸) لالکائی صاحب السنتہ متوفی ۴۱۸ھ (۶۹) ابو نعیم استاد خطیب صاحب الحلیہ و معرفۃ الصحابہ وغیرہ متوفی ۴۳۰ھ (۷۰) ثعلبی صاحب تفسیر متوفی ۴۲۷ھ (۷۱) بیہقی صاحب سنن و شعب الایمان وغیرہ متوفی ۴۵۸ھ (۷۲) خطیب بغدادی صاحب تاریخ و جامع متوفی ۴۶۳ھ (۷۳) ابن عبدالبر صاحب استیعاب متوفی ۴۶۳ھ (۷۴) واحد تلمیذ ثعلبی صاحب تفسیر متوفی ۴۶۸ھ (۷۵) بغوی صاحب معالم التفسیر و شرح السنتہ متوفی ۵۱۲ھ (۷۶) دیلمی کبیر صاحب فردوس الاخبار متوفی ۵۰۹ھ (۷۷) دیلمی صغیر صاحب مسند الفردوس (۷۸) سلفی صاحب تاریخ متوفی ۵۷۶ھ (۷۹) ابن عساکر صاحب تاریخ متوفی ۵۷۱ھ (۸۰) ابن اثیر جزری صاحب کامل التاریخ اسد الغابہ متوفی ۶۳۱ھ (۸۱) خوارزمی ابن اخت ابو جعفر محمد ابن جریر طبری صاحب مناقب

ان مصنفین اور تصنیفات کی توصیف و توثیق بھی ایک جماعت علمائے کرام مثل ذہبی و عسقلانی و صفدی و ابن خلکان و ابن الوردی وغیرہم رحمتہ اللہ علیہم نے کی۔ ایسا کہ یہ کتابیں مستند اور لائق حجت قرار پا گئیں اور علوم و فضائل اہل بیت و ابو الائمتہ الاطہار سلام اللہ علیہ ما دام اللیل و النہار کا بیش بہا ذخیرہ ان سے اخذ ہوا۔ جس نے تمام جزئیات کا اپنے اندر احاطہ کر لیا۔

ان میں سے اکثر کتابیں تو شائع و مشہور ہیں۔ اور بیشتر ایسی بھی ہیں جن کے وجود کا پتہ بڑے بڑے کتب خانوں میں چلتا ہے۔ اور وہ بوجہ اپنی ندرت کے ہر ایک کے لئے نظر افروز نہیں ہو سکتیں۔

ان تمام کتابوں کی جامع و حاوی کتاب کنز العمال فی سنن الاقوال و افعال مصنف شیخ علی متقی برہان پوری ہے جو بوجہ اپنی بے انتہا خوبیوں کے اس درجہ متفرد و بے مثل ہے کہ جس کی مثال نہیں ملتی۔ گو دراصل سیوطی کی جمع الجوامع کی تہذیب و ترتیب ہے۔ اور بقول ابو الحسن بکری للسیوطی منہ علی العالمین و للمتقی منہ علیہ کا پورا پورا مصداق ہے۔ سیوطی کی جمع الجوامع تو النادر کالمعدوم کا مصداق ہے۔ کنز العمال البتہ اپنی گرانقدر خوبیوں سے ضیا بخش عالم ہو رہی ہے۔

اس بندۂ عاجز محرر سطور کو اس کتاب مسطور میں اس ذخیرہ سے بہت مدد ملی۔ مرویات و مناقب کا استخراج ارشادات و فضائل کا استقصا جس قدر اس کتاب سے ہو سکا ویسا اور کسی کتاب سے نہیں ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ احادیث و آثار و حالات صحابہ پر یہ ایک تنہا کتاب جمیع کتب احادیث کو حاوی اور جامع ہے۔

اس کے علاوہ کتب تفاسیر میں معالم و مدارک و کشاف و تفسیر کبیر و درمنثور و تفسیر حسینیؒ اور احادیث میں صحاح ستہ و مسند امام احمد ابن حنبل و مستدرک و مجمع الزوائد و جامع الاصول و تلخیص الجبیر و نوادر الاصول اور نفس مناقب اہل بیت میں خصائص امام نسائیؒ مطالب السئول' فصول المہمہ' اسعاف الراغبین' ینابیع المودۃ' نزل الابرار' شرف المؤید لآل محمدؐ ریاض النضرۃ' زرقانی علی شرح المواہب' روضتہ الاحباب' مناقب مرتضوی' مدارج النبوۃ روضتہ الصفا' حبیب السیر' خمس التواریخ' ارجح المطالب' المرتضیٰ' سیرت ابن ہشام' خلفائے راشدین' ازالتہ الخفا اور اسماء الرجال میں اسد الغابہ' تہذیب التہذیب' فصل الخطاب' میزان الاعتدال' لسان المیزان و طبقات ابن سعد میرے پیش نظر رہیں۔ تاریخی واقعات میں نے تاریخ طبری و ابن خلدون و ابن اثیر و تاریخ یافعی تاریخ الخمیس و تاریخ ابن خلکان و تاریخ ابو الفداء' مروج الذہب مسعودی و تاریخ اعثم کوفی و واقعہ صفین من کتاب نصر بن مزاحم و عیون الانباء فی طبقات الاطباء و مستطرف و عقد الفرید و حیوۃ الحیوان و تاریخ علی الایام و تحفہ اثنا عشریہ و صواعق محرقہ و النصائح الکافیہ سے اخذ کیے ہیں۔ (سیرت علویہ' احسن الانتخاب ص۱۰ سید علی حیدر)

تفضیل علیؑ اور علماء اہلسنت

جناب سلیمان قندوزی ینابیع المودت کے ص۱۵۵ سطر ۳ پر تحریر فرماتے ہیں۔

مسلم بن قتیبہ کی کتاب المعارف میں ہے۔ صحابہ میں سب سے آخر میں زندہ رہنے والے ابو طفیل نے کہا۔ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دوست رکھتے تھے۔ اور آپ کو باقی صحابہ پر فضیلت دیتے تھے۔ کتاب الاحتیاب میں منقول ہے۔ کہ ابو طفیل عامر بن واثلہ کنانی لیثی نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے آٹھ سال کو پایا۔ آپ حضرت ابوبکر

اور عمر کی فضیلت کے قائل تھے۔ لیکن حضرت علیؑ کو تقدم کا درجہ دیتے تھے۔ اور یہ بات بالاتفاق ثابت ہے کہ آپ نے تمام صحابہ میں آخیر میں انتقال فرمایا۔ جواہر العقدین میں منقول ہے کہ اہلسنّت اس شخص کو کافر نہیں کہتے جو حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر پر فضیلت دے۔ یہ وہ بات ہے جس کی طرف قاضی ابوبکر باقلانی جھک گئے ہیں اور اسی بات کو امام الحرمین نے کتاب الارشاد میں اختیار کیا ہے۔ ان دونوں حضرات کے درمیان فضیلت دینا ظنی بات ہے۔ یقینی بات نہیں ہے۔ اور اسی بات کا یقین صاحب المفہم نے شرح مسلم میں کیا ہے۔ امام شعری نے کہا ہے کہ یہ بات قطعی ہے۔

ابن عبدالبر نے اپنی کتاب استیعاب میں حضرت عمر کے حالات کے تحت بیان کیا ہے کہ عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے کہ آپ نے کہا کہ اگر کوئی شخص یہ بات کہے کہ عمر ابوبکر سے افضل ہیں تو میں اس بات کو برا نہیں تصور کروں گا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ بات بیان کرے کہ میرے نزدیک حضرت علیؑ ابوبکر اور عمر سے فاضل ہیں تو میں اس بات کو بھی برا نہیں سمجھوں گا۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات کی طرف وہ چیز بھی اشارہ کرتی ہے جس کو خطابی نے اپنے ایک شیخ سے حکایت کیا ہے۔ کہ آپ کے شیخ کہا کرتے تھے۔ ابوبکر اچھے ہیں اور علیؑ افضل ہیں۔ ابن عبدالبر نے بھی کہا کہ سلف نے ابوبکر اور علی کے افضل ہونے میں اختلاف کیا ہے۔ اور اس کو پہلے بھی حضرت علی کے حالات کے تحت بیان کیا ہے۔ حضرت سلیمان، ابوذر، مقداد، خباب بن ارث، جابر بن عبداللہ انصاری، ابو سعید خدری، اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ حضرت علی سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور ان لوگوں نے حضرت علیؑ کو آپ کے غیر سے افضل قرار دیا ہے۔ نیز اہلسنّت کے آئمہ سلف کی ایک جماعت کے متعلق کہا ہے کہ وہ علی اور عثمان کی ایک دوسرے کے متعلق فضیلت کے بارے میں توقف کرتے ہیں۔ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے۔ اس عقیدے کے لوگ یہ حضرات ہیں۔ مالک بن انس بن یحییٰ بن سعید قسطانی اور ابن معین حافظ ابو نعیم نے کتاب حلیتہ الاولیاء میں سفیان ثوری کے حالات میں زید بن حباب سے روایت کی ہے کہ سفیان ثوری نے کوفے والوں کو دیکھا کہ وہ حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتے تھے۔

نکات

(۱) مذکورہ عبارات سے واضح ہوا کہ حضرت ابو طفیل حضرت علی علیہ السلام کو تمام صحابہ کرام پر فضیلت دیتے تھے۔

(۲) کتاب الاحباب کی عبارت سے بھی روز روشن کی طرح عیاں ہوا کہ حضرت علیؑ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں سے افضل تھے۔

(۳) آج بعض لوگ ہمیں تفضیل علیؑ کی وجہ سے کافر کہتے ہیں۔ جبکہ جواہر العقدین کی عبارت کے نزدیک ایسا عقیدہ رکھنا کفر نہیں۔

(۴) الاستیعاب کی عبارت سے واضح ہوا کہ حضرت علیؑ کو حضرت ابوبکر و حضرت عمر سے افضل ماننا برا نہیں ہے۔

(۵) خطابی کے نزدیک حضرت ابوبکر اچھے ہیں۔ جبکہ حضرت علی علیہ السلام افضل ہیں۔

(٦) حضرت ابن عبدالبر کے نزدیک حضرت ابوبکر کا حضرت علیؑ سے افضل ہونا مسلم نہیں۔

(۷) ابن عبدالبر کے نزدیک صحابہ کرام کی ایک معتبر جماعت مثلاً حضرت سلمانؑ حضرت ابوذرؑ حضرت مقدادؑ حضرت خباب بن ارثؑ حضرت جابر بن عبداللہؑ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت زید بن ارقم کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام تمام صحابہ سے افضل تھے۔

(۸) اہلسنّت کے آئمہ کے نزدیک حضرت عثمان کا حضرت علی علیہ السلام سے افضل ہونا مسلم نہیں ہے۔

(۹) حضرت سفیان ثوری کے نزدیک اہل کوفہ حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتے تھے۔

جناب علامہ ابو عثمان عمر بن جاحظ بصری معتزلی البیان و التبیین میں تحریر فرماتے ہیں۔

اہل بیت کی غیروں پر فضیلت کے بارے میں خواہ مخواہ کے جھگڑوں اور تنازعات نے صحیح اور سلیم عقلوں میں نقص اور اخلاق حسنہ میں فساد پیدا کر دیا ہے۔ ہم پر حق کی تلاش اور حق کی اتباع اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) میں جو مقصد طلب کیا ہے وہ ہم پر واجب ہے۔ ہمیں تعصب اور خواہشات نفسانی کو چھوڑ دینا چاہیے۔ گزشتہ لوگوں' اساتذہ اور آباؤ اجداد کی فرسودہ تقلید سے کنارہ کشی کرنا چاہیے۔ تمہیں اس بات کا یقین ہونا چاہیے اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء یہ ہوتی کہ بنو ہاشم اور دیگر لوگوں میں مساوات واقع ہے تو اللہ تعالیٰ بنو ہاشم کو **سہم ذوی**

القربیٰ کے ساتھ مخصوص نہ کرتا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ سے کہا (اے محمدؐ) "اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤ۔" اور خداوند عالم نے فرمایا (اے محمدؐ) "یہ ذکر تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے ہے۔" عنقریب تم لوگوں سے اس بات کا سوال کیا جائے گا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قوم کو وہ خصوصیات حاصل ہیں۔ جو اور لوگوں کو حاصل نہیں ہیں۔ تو جو شخص جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ قریب ہو گا اس کی قدر و منزلت اس معیار اور اونچی ہو گی۔ اگر اللہ تعالیٰ اور لوگوں کو بنو ہاشم کے ساتھ مساوی قرار دیتا تو بنو ہاشم پر صدقہ کو حرام نہ کرتا۔ بنو ہاشم پر اللہ تعالیٰ کا صدقہ کو حرام قرار دینا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بنو ہاشم کی بزرگی اور طہارت اللہ کے نزدیک مسلم ہے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے بر سر منبر ایک جماعت کے سامنے ارشاد فرمایا تھا۔ ہم اہل بیت ہیں۔ قوم کے کسی فرد کا ہمارے ساتھ قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور بے حد پاکیزہ افراد حضرت علیؑ اور جناب فاطمہؑ دو فرزند حسنؑ اور حسینؑ دو شہید ایک اللہ کا شیر حمزہ دوسرے دو پروں والے جناب جعفرؑ مکہ کے سردار پرندوں کے خوراک بہم پہنچانے والے حضرت عبدالمطلبؑ حاجیوں کو پانی پلانے والے عباس اور رسول اللہ کے حامی و ناصر آپ سے زیادہ محبت کرنے والے آپ کے کفیل اور مربیؑ آپ کی نبوت کا اقرار کرنے والے اور آپ کی رسالت کے معترف اور رسول اللہ کی اپنے بہت سے اشعار میں تعریف کرنے والے اور قریش کے شیخ حضرت ابو طالب یہ لوگ سب کے سب بنو ہاشم سے تعلق رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ "میں تم لوگوں میں دو گران قدر چیزیں چھوڑنے والا ہوں۔ ایک ان میں سے دوسری سے بڑی ہے۔ ایک کتاب خدا ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک کھچی ہوئی ہے۔ دوسری میری اولاد ہے جو میرے اہل بیت ہیں۔ مجھے بے حد مہربان اور نہایت باریک بین (خدا) نے خبر دی کہ یہ اس وقت تک جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہر سبب اور نسب قیامت کے روز ختم ہو جائے گا۔ لیکن میرا سبب اور رشتہ قائم رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا شکر ہے جس نے ہمیں ان لوگوں میں قرار دیا ہے جو ہمارے نبی کے فرزندوں اور قرابت داروں کو دوست رکھتے ہیں۔ کیونکہ ہم لوگوں کو ان سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے مودت کرنا ہم پر اپنے اس فرمان کے ذریعہ فرض قرار دیا ہے۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي

الْقُرْبٰی (قیامت کے روز) ہم سے ان محبت کرنے کے بارے میں اللہ کے اس فرمان کے مطابق پوچھا جائے گا۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (اے فرشتو) ان لوگوں کو روکو ان سے کچھ دریافت کرنا ہے۔ یعنی ان سے اہل بیت سے محبت رکھنے کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ اگر ہم لوگ حضرت علی بن ابی طالب کے فضائل شریف، مقامات بزرگ، بلند درجات اور روشن فضائل کو شمار کرنا کردیں تو اس بارے میں بہت بڑی لمبی چوڑی مجلدات اور دفاتر ختم ہو جائیں گے۔ آپ آدم علیہ السلام کی صحیح جڑ ہیں۔ آپ کا نسب بے عیب ہے۔ آپ کی ولادت گاہ ایک بلند مقام (خانہ کعبہ) ہے۔ آپ کی نشوونما مبارک اور بزرگ ہاتھوں میں ہوئی ہے۔ آپ کی منزلت بلند اور عمل زیادہ ہے۔ اور آپ کے علم کی وسعت بہت زیادہ ہے۔ آپ کی مثال اور ہمسری کوئی آدمی نہیں کر سکتا۔ آپ بلند ہمت اور قوت کاملہ کے مالک تھے۔ آپ کا طرز تکلم معجزانہ اور زبان مبارک خطیبانہ تھی۔ آپ کا سینہ (علم کے لحاظ سے) بہت کشادہ اور فراخ تھا۔ آپ کے اخلاق حمیدہ آپ کی فطرت میں سموئے ہوئے تھے۔ آپ کی گفتگو آپ کی بزرگی پر گواہ ہے۔ آپ کے تمام فضائل کا احاطہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ جبکہ ہماری کتابیں آپ کے تمام ارشادات کی تفسیر کو اپنے دامن میں جگہ دینے سے قاصر ہیں۔ تو ہم کماحقہ آپ کی حقیقت کو بالتفصیل کیسے بیان کر سکتے ہیں۔ اس جملہ کو صرف اتمام حجت کے طور پر اس شخص کے لئے بیان کیا ہے جو حضرت کی فضیلت کی معرفت رکھنے کا ارادہ رکھتا ہو" حسنؑ اور حسینؑ ان دونوں حضرات کے متعلق ان کے نانا کا فرمان ہے کہ یہ دونوں شہزادے جوانان بہشت کے سردار ہیں۔

پسندیدہ اعمال اور پاکیزہ علوم میں ان دونوں کا حصہ ہر حصہ دار سے بڑھا ہوا ہے۔ محمد بن حنفیہ کے متعلق تمام دنیا کو اقرار ہے کہ آپ اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار اور اپنے زمانہ کے بہادر ترین انسان تھے۔ افضل اور بزرگی کے اقرار کرنے میں یکزبان ہیں۔ آپ کی بزرگی اور امامت کے بارے میں کسی ایک فرد نے شبہ و اشتباہ نہیں کیا۔ مدینہ کے لوگ کہا کرتے تھے کہ ہم نے ایک زمانہ میں ایسے تین افراد کو نہیں دیکھا جن کے نام علی ہوں اور ان میں ہر ایک فرد خلافت پر متمکن ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اور ان میں تمام ایک جیسے ایسے بہترین خصوصیات پائے جاتے ہوں۔ ان حضرات کی مراد ان تین حضرات کے متعلق ہوتی تھی۔ علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ، علی بن عبداللہ بن جعفر طیار، اور علی بن عبداللہ بن عباس۔ ان حضرات کا ایک ایک فرزند پیدا ہوا۔ اور انہوں نے اس کا نام محمد رکھا۔ نیز یہ حضرات بھی بزرگی، شرافت اور بھلائی کے لحاظ

سے اپنے آباء کا نمونہ تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک شخص خلافت کرنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ اور ان میں ایسی فضیلت اور بزرگی پائی جاتی تھی۔ اور ان حضرات کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ امام محمد باقر بن علی بن ابو عبداللہ حسین' محمد بن علی بن عبداللہ بن جعفر طیار اور محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ۔ اسلام میں اتفاقات میں سے ایک عجیب اتفاق ہے۔

جوانمردی اور بہادری

اصحاب اخبار اور حاملان حدیث جانتے ہیں کہ انہوں نے علی بن ابی طالب حضرت حمزہ اور جناب جعفر طیار رضوان اللہ علیہم جیسی بہادری اور جوانمردی کسی کی نہیں سنی۔ روئے زمین پر بنو ہاشم کے سوا ایسی قوم موجود نہیں جو میدان کارزار میں نہایت دلجمعی کے ساتھ ثابت قدم رہتی ہو۔ اور زیادہ تر تلواروں کی دھار کے نیچے قتل ہوتی ہو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا ہم لوگ بہادر ترین' بزرگ ترین' اور سخی ترین افراد ہیں اور بنو امیہ منکر ترین مکار ترین اور بے حد غدار لوگ ہیں۔ نیز فرمایا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں علی بن ابی طالب کی جان ہے۔ تلوار کے ہزار وار کھا کر مرنا علی کے لئے بستر کی موت مرنے سے زیادہ آسان ہے۔ جو اللہ کی اطاعت کے بغیر ہو۔ اور مجھے اس بات کا علم ہے کہ بنو ہاشم کا ایک آدمی بلا حساب بہشت میں داخل ہو گا۔ قبیلہ ربیعہ اور مضر کے افراد کی تعداد کے برابر اللہ کے ہاں لوگوں کی شفاعت کرے گا۔ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے بھی تم بنو ہاشم میں زیادہ عبادت کرنے کے لئے عبدالمطلب علی بن حسین' علی بن عبداللہ بن جعفر طیار اور علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم علم' حلم' غصہ کو ضبط رکھنے' بہترین درگزر کرنے اور بہت جدوجہد کرنے میں ایک جیسی خصوصیات رکھتے تھے اور یہ سب حضرات ہر رات ہزار رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ اگر ان حضرات کی ایک خصوصیت کسی اور آدمی کو لاحق ہو جائے تو وہ خود بھی ہلاک ہو جائے اور دوسرے کو بھی ہلاک کر دے۔ یہ حضرات جب بھی مصائب اور تکالیف کا شکار ہوئے الام کی شدت کے بڑھنے میں ان کی نیکی اور بھلائی اور بڑھتی جاتی تھی اور جب رنج و محن دور ہو جاتا تھا تو یہ لوگ اللہ کی عظمت کے اظہار کی خاطر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے تھے۔ تاکہ جنت کے بلند

درجات حاصل کر سکیں اور رب العزت کی ہمسائیگی میں کامیاب اور کامیاب ہو کر رہیں۔ ایک دوسری بات جو حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ' کی شرافت ذاتی پر دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے باپ حضرت ابو طالب اور آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب اور دادا کے والد حضرت ہاشم بن عبد مناف بن قصی اور والدہ ماجدہ فاطمہ بنت اسد ہاشم ہیں اور بھائی حضرت جعفر طیار ہیں جو دو پروں کے مالک ہیں اور بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے رہتے ہیں۔ (آپ کے بھائی) عقیل ہیں۔ جسے رسول اللہ نے فرمایا تھا اے عقیل میں تمہیں دو حیثیتوں سے دوست رکھتا ہوں۔ ایک تیری قرابت کی وجہ سے اور دوسرے اپنے چچا ابو طالب سے محبت کی وجہ سے۔ آپ کی ہمشیرہ معظمہ ام ہانی ہیں۔ آپ وہ مخدومہ ہیں جن کے دولت خانہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد اقصٰی کی طرف تشریف لے گئے تھے۔ وہاں سے بلند آسمانوں کی طرف' وہاں سے سدرۃ المنتہٰی اور وہاں سے قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی' کے مقامات کی طرف تشریف لے گئے۔ چچا حضرت حمزہ ہیں جو اللہ کے شیر اور شہیدوں کے سردار ہیں۔ وہ آپ کے چچا عباس ہیں جو حاجیوں کو پانی پلانے کی ڈیوٹی سرانجام دیا کرتے۔ عقبہ کی رات مدینہ والوں سے رسول اللہ کی جانب سے بات چیت کرنے والے تھے۔ عقبہ کی رات گفتگو کے دوران رسول اللہ پر ایمان لائے تھے۔ آپ کی پھوپھی صفیہ اور عاتکہ ہیں اور ان دونوں مستورات نے اسلام قبول کیا تھا اور مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ آپ رسول اللہ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ آپ کی زوجہ محترمہ جناب فاطمۃ الزہراء ہیں جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اور حضرت کی زوجہ کی والدہ ماجدہ جناب خدیجۃ الکبریٰ ہیں جو جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ آپ کے فرزند حسنؑ اور حسینؑ ہیں جو جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ رضوان اللہ علیہم حضرت علیؑ ہاشمی ہیں اور ماں اور باپ کی جانب سے ہاشمی پیدا ہوئے ہیں۔"

وہ اعمال جن کی بدولت انسان خیر کثیر اور بڑے ثواب کا مستحق ہوتا ہے وہ چار ہیں۔ اسلام لانے میں پہل کرنا' اللہ کے احکام میں سوجھ بوجھ رکھنا' رموز قرآن کا علم رکھنا اور دنیا سے لگاؤ نہ رکھنا۔ یہ تمام اوصاف علی بن ابی طالب علیہ السلام کی ذات میں بیک وقت جمع تھے اور لوگوں میں الگ الگ ایک صفت پائی جاتی تھی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ میں انبیاء کے ساتھ لوگوں کے ساتھ سب لوگوں سے پہلے رہا تھا اور یہ حضرات جس علم کو لے کر تشریف لائے تھے میں اس کو تمام لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ آپ کی مدح میں کہا گیا ہے کہ آپ نے سن

شباب میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو بڑے بڑے گھاگ لوگوں نے اس کا عشر عشیر بھی سرانجام نہیں دیا تھا۔

یہ فاطمہؑ کے فرزند ہیں جس نے تمہیں ذبح کرکے ختم کر دیا ہے۔ شام کے وقت امن و امان میں ہوتے ہیں اور آپ کے جسم پر کوئی زخم نہیں ہوتا۔ عقلمند کے فرزند ہیں اور اس کے فرزند ہیں جو (اپنی قوم کے لئے) مشکلات کے وقت ایک ستون کی مانند تھے۔ اور اس کے فرزند ہیں جو زمین (مکہ) کی زینت کا باعث تھے۔

اگر سخاوت کے تمام اجزاء کو حضرت کی سخاوت سے موازنہ کیا جائے تو اوروں کی سخاوت میں آپ کی سخاوت کے مقابل میں کنجوسی معلوم ہو گی۔ عبداللہ بن جعفر بن عباس کی سخاوت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ روئے زمین پر بنو ہاشم کے مقابلہ میں کوئی قوم بے نظیر خطیب اور بلند ترین فصاحت کے مالک نہیں ہے۔ جو بغیر بناوٹ اور اکتساب کے خطابت اور بلاغت کے مالک تھے۔

ابو سفیان بن حارث بن عبدالمطلب نے یہ اشعار فرمائے ہیں۔

بلا فخر یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ قریش کے لوگ جانتے ہیں کہ ہم ان کے مقابلہ میں سخاوت کے اعلیٰ مدارج پر فیض یاب تھے۔ ہماری لمبی زرہیں ان سے زیادہ تھیں۔ جب وہ نیزہ زنی کرتے تھے تو ہمارے نیزے ان سے زیادہ تیز ہوتے تھے۔

ان سے زیادہ تکالیف کو دور کرنے والے تھے۔ جب وہ لوگ گفتگو کرتے تھے تو ہماری زبان سے زیادہ فصیح و بلیغ ہوتی تھی۔

علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت اور بزرگی کے بارے میں جو بات شامل ہو سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اصحاب سے پہلے کی تھی اور اصحاب کے ساتھ کی اور اصحاب کے بعد کی۔ آپ کا امتحان ان امور میں لیا گیا جن میں مضبوط ارادوں کا آدمی نہیں ٹھہر سکتا۔ آپ ایسے مصائب اور آلام میں گرفتار ہوئے ہیں جن میں گرفتار ہو کر صبر والا آدمی بھی پورا نہیں اتر سکتا۔ انہیں وجوہ کی بنا پر آپ رب العزت کے جوار میں بزرگ ترین منازل اور مقامات رفیعہ پر فائز الحرام ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد کے متعلق فیصلہ کن بات یہ ہے کہ وہ تمام لوگوں کے نزدیک عزت اور بزرگی کی نگاہ سے بغیر کسی لیت و لعل کے دیکھی جاتی ہے۔ ان حضرات کی عزت اور ... کے بارے میں مومن لوگ پختہ یقین اور عزم رکھتے ہیں۔ یہ حضرات بزرگی کی بنیاد'

مرتبہ بلند' بے مثل عادات' پاکیزہ جڑ کھلی ہوئی بزرگی' سنجیدہ وقار' مکمل جڑ' بلند و بالا شاخ' قائم رکھنے والی جڑ اور بڑھنے والی شاخ کے مالک ہیں۔ ان اعزاز اور بزرگیوں پر ان حضرات نے اکتفا اور قناعت نہیں کی بلکہ اپنے آپ کو سخت تکالیف' بے پناہ آلام' جان لیوا عبادات اور کامل ریاضت میں مصروف رکھا۔ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کلام مبارک بیٹھے ہوئے ارشاد فرمانے کا اور انداز ہے۔ کھڑے ہوئے بیان فرمان کا اور اسلوب ہے اور مجمعوں میں طرز تکلم اور قسم کا ہے۔ آپ کی ذات شریعت کے مسائل بیان کرنے' فرامین کے جاری کرنے' حلال و حرام کے متعلق معلومات بہم پہنچانے' تخلیق کائنات کے بارے میں آگاہ کرنے' تشریحات قرآن' نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کردہ تعلیم سے گزشتہ اور آئندہ واقعات کی خبر دینے یا کشف جلی' علم جفر' موروثی علم یا علم لدنی کے ذریعہ واقعات کے متعلق آگاہ کرنے میں آپ کی ذات منفرد اور یگانہ خصوصیت کے حامل ہے۔

عبداللہ بن عباس کی وہ شخصیت ہے جسے دین کا رئیس اور علم کا سمندر کہا جاتا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ سے فرمایا کرتے تھے۔ "اے (سمندر علم کے) غوطہ لگانے والے اور غوطہ لگاؤ نیز حضرت عمر نے آپ کے حق میں فرمایا کہ عبداللہ بن عباس عقلمند دل اور بے حد فصیح زبان کے مالک ہیں۔ ابن مسعود وغیرہ نے کہا بہترین مفسر قرآن عبداللہ بن عباس ہیں۔ لوگوں میں حضرت زید بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم کی زبان فصاحت اور بلاغت کے لحاظ سے مستند مانی جاتی تھی۔ فصاحت و بلاغت کا دھنی آپ کی زبان کی پیروی کرتے ہوئے تمام خطیبوں پر غالب آ جاتا تھا۔ اور لوگوں کا یہ بھی نظریہ تھا کہ بنو ہاشم بے حد سخی' بے حد بزرگ' شاندار نجابت اور شرافت اور تیز دھار نیزوں کے مالک ہیں۔ میں نے آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر میں صرف آپ کے سامنے ایک جملہ بیان کیا ہے تاکہ یہ مختصر بات زیادہ حقائق کی طرف رہنمائی کرے اور فضائل آل رسول کا یہ قطرہ ایک بڑے چشمہ کی طرف دلالت کرے اور ایک حصہ تمام حقائق کی طرف نشاندہی کرے۔

بنو ہاشم کے مراتب' ان کی اطاعت کے منازل' ان کے اعمال کے درجات' ان کاموں کی حقیقتیں' ان کے بہترین اخلاق' ان کی شرافت کی خوبیاں' ان کی عمدہ رہنمائی' ان کے جلیل القدر احسانات' ان کی سخت تکلیف اور ہمیشہ رہنے والی نیکیوں اور دائمی رہنے والی برکات کے حصول کی خاطر ان کی بلند ہمتی اگر آپ کو معلوم ہو گئی تو تب تمہیں ان کا حق اور ان کی قرابت کا حق

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے عائد ہوتا ہے' معلوم ہو گا۔ اور وہ مختصر سی ذمہ داری جو ہم لوگوں اور آپ حضرات پر عائد ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم ان کے فضائل کو لوگوں کے سامنے بطور چیلنج پیش کریں اور ان تمام خرافات کو ٹھکرا دیں جو (ازروئے تعصب) ان کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ ہم نے اس سے قبل بھی بنو ہاشم کے بارے میں متفرق اور مجمل طور پر بیان کیا ہے۔ اور میرے بس کا یہ روگ نہیں ہے کہ ان کے تمام فضائل اس کتاب میں کماحقہ بیان کیے جا سکیں۔

نکات

جاحظ کی عبارت سے واضح ہوا کہ

(۱) کہ اگر بنو ہاشم اور دیگر لوگ ہم مرتبہ ہوتے تو خدا کبھی بھی بنو ہاشم کو سہم ذوی القربیٰ سے مخصوص نہ فرماتا۔

(۲) جو خصوصیات حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو حاصل ہیں' ظاہر ہے کہ جو بھی جس قدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قریبی ہو گا ان سے مستفید ہو گا اور جس طرح ان کو استفادہ ہو گا وہ دوسرے لوگوں سے ممتاز ہوں گے۔

(۳) اگر اللہ کے نزدیک بنو ہاشم اور دوسرے لوگ ہم مرتبہ تھے تو بنو ہاشم پر صدقہ حرام نہ کرتا۔

(۴) حضرت علی علیہ السلام کا یہ دعویٰ (ہم اہل بیت ہیں قوم کے کسی فرد کا ہم پر قیاس نہیں کیا جا سکتا) بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرات اہل بیت تمام لوگوں سے افضل ہیں۔

(۵) حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بے شمار ہیں۔

(۶) آپ حضرت آدم علیہ السلام کی صحیح جز ہیں۔ جبکہ یہ اعزاز دوسرے صحابہ کو حاصل نہیں ہے۔

(۷) آپ کا نسب بے عیب و طاہر ہے۔ جبکہ دوسرے صحابہ کی اکثریت مشرکین کی نسل سے تھی۔

(۸) آپ کی ولادت اللہ کے گھر میں ہوئی جبکہ دوسرے صحابہ کی ولادت مشرکین کے گھروں میں

ہوئی۔

(۹) آپ کی تربیت سید المرسلینؐ کی گود میں جبکہ دوسرے صحابہ کی تربیت مشرکین کی گود میں ہوئی۔

(۱۰) آپ علم کی ان بلندیوں پر فائز یاب ہیں کہ جہاں پر دیگر صحابہ کا پہنچنا ناممکن ہے۔

(۱۱) ان فضائل اور دیگر مناقب کی وجہ سے کوئی بھی صحابی آپ کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

(۱۲) آپ کے فرزندان جوانان جنت کے سردار ہیں۔ جبکہ یہ اعزاز کسی اور صحابی کی اولاد کو حاصل نہیں ہے۔

(۱۳) حضرت علیؑ کی طرح اور کوئی صحابی بہادر نہیں تھا۔

(۱۴) حضرت علیؑ جس طرح بہادری میں یکتا تھے، اسی طرح عبادت میں بھی منفرد تھے۔

(۱۵) اگر ان حضرات کی ایک خصوصیت کسی اور آدمی کو لاحق ہو جائے تو وہ خود بھی ہلاک ہو جائے اور دوسرے کو بھی ہلاک کر دے۔

(۱۶) دوسرے لوگوں پر جب مصیبتیں بڑھیں تو ان کی نیکیاں گھٹتی ہی جاتی ہیں۔ جبکہ ان حضرات پر مصیبتیں بڑھیں تو ان کی نیکیوں میں اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے۔

(۱۷) جیسے بزرگ حضرت علیؑ کو ملے (اگر ایک ایک کے مناقب و خصائص جمع کیے جائیں تو کئی کتب تیار ہو جائیں۔) ایسے بزرگ دوسرے صحابہ کو نہیں ملے۔

(۱۸) آپ کی زوجہ اور ساس دونوں زنان جنت کی سردار ہیں جبکہ یہ اعزاز دوسرے صحابہ کی نساء کو حاصل نہیں ہے۔

(۱۹) وہ اعمال جن کی بدولت انسان خیر کثیر اور بڑے ثواب کا مستحق ہوتا ہے وہ چار ہیں۔ (۱) سبقت اسلام (۲) جہاد بعدوان محمد و اسلام (۳) علم کثیر کا حامل ہونا (۴) احکام خدا میں سوجھ بوجھ ہونا یہ تمام اوصاف حضرت علی کی ذات میں بیک وقت جمع تھے۔

(۲۰) حضرت علی علیہ السلام انبیاء کے ساتھ لوگوں سے پہلے رہے تھے۔ لہٰذا جو بعد میں ہوئے حضرت علی علیہ السلام ان سے افضل ہیں۔

(۲۱) حضرت علی علیہ السلام نے عالم شباب میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے جس سے بڑے بڑے گھاگ لوگ ساری عمر محروم رہے۔

(۲۲) اگر سخاوت کے تمام اجزاء کو حضرت کی سخاوت سے موازنہ کیا جائے تو اوروں کی سخاوت

آپ کی سخاوت کے مقابلہ میں کنجوسی معلوم ہو گی۔

(۲۳) فصاحت و بلاغت کے میدان میں بھی حضرت علی علیہ السلام کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

(۲۴) حضرت علیؑ کی افضلیت کے لئے یہ کافی نہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ کی اطاعت صحابہ سے پہلے کی۔ صحابہ کے ساتھ کی اور صحابہ کے بعد کی۔

(۲۵) آپ کا مصائب شدید سے امتحان لیا گیا کہ جن میں بڑے بڑے صابروں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ انہیں وجوہ کی بنا پر آپ رب العزت کے جوار میں بزرگ ترین منازل اور مقامات رفیعہ پر فائز المرام ہوئے۔

(۲۶) آپ کی ذات شریعت کے مسائل بیان کرنے' حلال و حرام کے متعلق معلومات بہم پہنچانے' ماضی' حال اور مستقبل کے واقعات کی خبر دینے یا کشف جلی' علم جعفر موروثی یا علم لدنی کے ذریعے واقعات آگاہ کرنے میں آپ کی ذات منفرد اور یگانہ خصوصیات کی حامل ہیں۔

معتزلی کا اعتراف

ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ جلد ا ص ۷ پر حضرت علیؑ کی افضلیت اور حقیقت پر نہایت عمدہ مضمون لکھا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس کو یہاں نقل کریں۔ وہ کہتے ہیں۔

میں کیا کہوں ایسے شخص کی نسبت جس کے اعداء و رقیب اس کی افضلیت کے قائل تھے اور وہ اس کے مناقب سے انکار نہ کر سکے اور نہ اس کے فضائل کو چھپا سکے۔ تو جانتا ہے کہ بنو امیہ سلطنت اسلام پر مشرق سے مغرب تک غالب آ گئے اور جتنی بھی ان کی طاقت تھی اس طاقت کے زور سے کوشش کی کہ اس شخص کے نور کو بجھا دیں۔ اس غرض کے لئے انہوں نے احادیث میں تحریف کی اور اس کے معائب اور برائیاں اپنے دل سے گھڑ کر مشہور کیں اور تمام منبروں کے اوپر اس شخص کو لعنت کی۔ اس کے مدح کرنے والے کو دھمکایا' بلکہ اس کو قید کر دیا اور قتل کر دیا اور ان احادیث کی روایت کرنے سے لوگوں کو روکا۔ جن احادیث سے حضرت علیؑ کی فضیلت ثابت ہوتی تھی اور ان کا ذکر بلند ہوتا تھا۔ لوگ یہاں تک ڈر گئے تھے کہ اپنے بچوں کا نام علی نہیں رکھتے تھے۔ لیکن یہ تمام کوششیں بیکار رہیں اور ان باتوں کا نتیجہ سوائے اس کے

اور کچھ نہ ہوا کہ آپ کا ذکر اور زیادہ بلند ہوا۔ وہ مثل مشک کی خوشبو کے تھا' کہ جتنا اس کو چھپاتے تھے اتنا ہی زیادہ پھیلتا تھا۔ جتنا اس پر پردہ ڈالتے تھے' اتنا ہی زیادہ مشہور ہوتا تھا۔ بلکہ آپ کا ذکر مثل آفتاب کے تھا' وہ چھپایا نہیں جاسکتا تھا یا مثل دن کی روشنی کے تھا کہ اگر ایک آنکھ اس کی طرف سے بند بھی ہو جائے تو ہزارہا آنکھوں تک وہ پہنچتا تھا اور میں کیا کہوں' ایسے شخص کے متعلق کہ جس کی طرف تمام فضیلتیں جھکتی ہیں اور تمام فرقے اس کی طرف منتہی ہوتے ہیں' اور تمام گروہ اس پر ختم ہوتے ہیں' پس وہ تمام فضیلتوں کا سردار ہے اور تمام فضائل کا لباس زیب بدن کیئے ہوئے ہے۔ ہر ایک شخص نے جس نے آپ کے بعد کی فضیلت کو حاصل کرنا چاہا' آپ ہی سے اس کو حاصل کیا۔ اور آپ کی ہی پیروی کی اور آپ کے نقش قدم پر چلا اور تو جانتا ہے کہ اشرف علم علم الٰہیات ہے۔ کیونکہ علم کا شرف اس کے معلوم سے ہوتا ہے۔ اور علم الٰہیات کا معلوم یعنی خداوند تعالیٰ اشرف الموجودات ہے۔ لہٰذا وہ اشرف العلوم ہوا۔ حالت یہ ہے کہ اس مضمون پر حضرت علیؑ کے کلام سے انتخاب کیا جاتا ہے۔ آپ سے ہی نقل کیا جاتا ہے اور اس علم کی انتہا آپ پر ختم ہوتی ہے۔ اور آپ سے ہی یہ علم شروع ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ معتزلہ ہی اہل توحید و صاحب عدل اور ارباب نظر ہیں۔ اور ان میں سے جتنے لوگوں نے علم سیکھا وہ حضرت علیؑ کے شاگرد اور ان کے اصحاب تھے۔ ان میں کا سب سے بڑا واصل بن عطا شاگرد تھا' ابو ہاشم عبداللہ بن محمد بن حنفیہ کا اور ابو ہاشم شاگرد تھا۔ اپنے باپ محمد بن حنفیہ کا اور محمد بن حنفیہ شاگرد تھا حضرت علیؑ کا اور فرقہ اشعریہ کا یہ حال ہے کہ انہوں نے اپنا علم حاصل کیا۔ ابو الحسن علی بن ابی الحسن علی بن ابی بشر الاشعری سے اور وہ شاگرد تھا ابو علی الجبائی کا اور ابو علی معتزلہ کے مشائخ میں سے ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اشعریہ نے آخرکار معتزلہ کے استاد سے علم حاصل کیا اور وہ علی ابن ابی طالبؑ ہیں' امامیہ و زیدیہ کا حضرت علیؑ سے اخذ الٰہیات کرنا ظاہر ہی ہے۔ علوم میں سے علم فقہ اور حضرت علی علیہ السلام فقہ کی اصل و بنیاد ہیں۔ اسلام کا ہر ایک فقیہ حضرت علیؑ کا خوشہ چین ہے اور ابو حنیفہ نے مثل یوسف و محمد وغیرہما کے ابو حنیفہ سے اخذ فقہ کیا۔ امام شافعی نے علم فقہ محمد بن الحسن سے حاصل کیا۔ لہٰذا امام شافعی کا فقہ بھی ابو حنیفہ کی طرف راجع ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبل کا فقہ بھی ابو حنیفہ کی طرف راجع ہوتا ہے اور ابو حنیفہ نے علم فقہ حضرت جعفر بن محمد علیہ السلام سے حاصل کیا۔ اور انہوں نے اپنے باپ سے اور آخرکار یہ اخذ علم فقہ حضرت علیؑ پہ منتہی ہوتا ہے۔ مالک بن انس

نے ربیعہ الرائی سے علم فقہ حاصل کیا اور ربیعہ نے عکرمہ سے اور عکرمہ نے عبداللہ بن عباس سے حاصل کیا اور عبداللہ بن عباس نے حضرت علیؑ کے قدموں میں اس علم کو سیکھا۔ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ امام شافعی نے مالک بن انس سے فقہ سیکھا۔ لہٰذا ان کا علم اس طرح سے بھی حضرت علیؑ پر منتہی ہوتا ہے۔ پس یہ چاروں فقہائے اسلام علم فقہ میں حضرت علیؑ کے محتاج ہیں' اور ان کے شاگرد ہونے کا۔شیعہ لوگوں کا علم فقہ حضرت علی سے لینا تو ظاہر ہی ہے۔ اصحاب رسول میں سے سب سے زیادہ فقہ جاننے والے عبداللہ بن عباس و عمر بن الخطاب تھے اور ان دونوں کو علم فقہ حضرت علیؑ نے سکھایا۔ عبداللہ بن عباس کا حضرت علیؑ سے علم فقہ حاصل کرنا تو ظاہر ہی ہے۔ اور حضرت عمر کی نسبت یہ ہے کہ سب لوگ جانتے ہیں کہ بہت سے مسائل ہیں جو حضرت عمر اور دیگر صحابہ کے روبرو پیش ہوتے تھے اور وہ ان کے حل کرنے سے قاصر ہوتے تھے۔ تو حضرت عمر اور وہ لوگ حضرت علیؑ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر نے بار بار کہا کہ اگر اس مشکل کے لئے جس کے حل کرنے کے واسطے علی ابن ابی طالب نہ ہوں' مسجد میں اگر علیؑ موجود ہوں تو ان کی موجودگی میں کوئی اور شخص فتویٰ نہ دے۔ اس سے بھی ظاہر ہوا کہ حضرت عمر کا فقہ حضرت علیؑ پر منتہی ہوتا ہے۔ عوام و خواص نے جناب رسول خدا کا یہ قول نقل کیا ہے فرمایا آپ نے کہ تم سب میں سب سے زیادہ صحیح فیصلہ کرنے والے علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور تمام لوگوں نے جناب رسولؐ خدا کی یہ دعا نقل کی ہے جو آپ نے حضرت علی کے حق میں ان کو یمن پر قاضی مقرر کرنے کے وقت کی تھی کہ اے بار خدایا اس کے دل کو ہدایت دے اور اس کی زبان کو صحیح کر۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے کبھی دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کرتے وقت شک واقع نہیں ہوا۔ علوم میں سے علم تفسیر قرآن ہے۔ پس یہ علم حضرت علیؑ سے لیا گیا ہے۔ اور ان سے ہی پھیلا ہے۔ اگر تم کتب تفاسیر کی طرف رجوع کرو گے تو اس مقولہ کی صحت سے آگاہ ہو جاؤ گے۔ کیونکہ تمام تفاسیر یا حضرت علیؑ سے روایت کی گئی ہیں یا عبداللہ بن عباس سے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ عبداللہ بن عباس نے علم تفسیر حضرت علیؑ کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا تھا اور وہ آپ کے شاگرد تھے۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے علم کو حضرت علیؑ کے علم سے کیا نسبت ہے۔ تو عبداللہ ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ وہ نسبت ہے جو ایک قطرہ کو اس بارش عظیم سے ہوتی ہے جو بحر محیط پر برسے' اور علوم میں علم طریقت و حقیقت و تصوف ہے اور تم کو اس علم کا حال معلوم ہے کہ تمام

ممالک اسلامیہ میں اس علم کے عالموں کا علم حضرت علی پر ختم ہوتا ہے۔ اس کی تشریح اچھی طرح شبلی اور جنید و سری دالو یزید البسطامی و ابو محفوظ معروف الکرخی وغیرہم نے کی ہے۔ اور اس بات کے ثبوت کے لئے صرف یہی ایک امر کافی ہے کہ آج تک یہ لوگ حضرت علیؑ کے خرقہ کو شعار بنائے ہوئے ہیں اور تمام اسناد حضرت علیؑ کی طرف لے جاتے ہیں اور علوم میں سے علم النحو زبان عربی ہے اور تمام لوگ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ ہی نے اس علم کو شروع و ایجاد کیا اور آپ نے ابو الاسود کو اس علم کے اصول و قواعد سکھائے۔ چنانچہ آپ نے بتایا کہ ہر کلام میں تین چیزیں ہوتی ہیں' اسم فعل و حرف اور کلمہ کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ معرفہ و نکرہ اور آپ نے وہ وجوہات و اسباب بھی بتائے جو اعراب پر اثر ڈالتے ہیں اور ان کو رفع و نسب و جر و جزم کی طرف لے جاتے ہیں اور یہ ایک معجزہ تھا۔ کیونکہ اس قسم کا حصہ اور استنباط قوت بشریہ سے باہر ہے اور اگر تم خصائص خلقیہ اور فضائل نفسانیہ اور دینیہ پر غور کرو گے تو حضرت علیؑ کو ان صفات میں سب کا سردار اور سب سے آگے پاؤ گے' شجاعت کو لو شجاعت میں حضرت علیؑ نے ان بہادروں کے ذکر کو فراموش کرا دیا جو ان سے پہلے گذرے تھے اور ان کے ناموں کو محو کر دیا جو ان سے بعد آنے والے تھے اور آپ کا ورجہ جنگ میں مشہور ہے اور قیامت تک ضرب المثل رہے گا۔ آپ ایسے شجاع تھے کہ ایک دفعہ بھی جنگ سے نہیں بھاگے۔ کوئی شخص ان کے مقابلے کے لئے نہیں آیا۔ مگر یہ کہ آپ نے اسے قتل کر دیا۔ ایک ضرب مارنے کے بعد آپ کو کبھی دوسری ضرب مارنے کی ضرورت نہیں ہوئی۔ قوت جسمانی و بسالت کو لو تو وہ ضرب المثل ہیں۔ ان کی مثال دی جاتی ہے۔ ابن قتیبہ اپنی کتاب معارف میں کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے کسی سے کشتی نہیں کی۔ لیکن یہ کہ اسے گرا دیا۔ آپ وہ ہیں جنہوں نے در خیبر کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ لوگوں کی ایک جماعت نے مل کر کوشش کی کہ اس در کو جنبش دیں۔ لیکن جنبش نہ دے سکے۔ آپ وہ ہیں جنہوں نے کعبہ کی چھت سے سب سے بڑے بت ہبل کو ایک ہاتھ سے گرا کر نیچے پھینک دیا' یہ بہت بڑا بت پتھر کا تھا' آپ وہ ہیں جنہوں نے اپنے ایام خلافت میں عظیم الشان پتھر کو زمین سے اٹھا کر علیحدہ پھینک دیا۔ اس کے نیچے سے پانی نکلا اور اس پتھر کے ہلانے سے آپ کا تمام لشکر مل کر عاجز ہو گیا تھا۔ اگر سخاوت جود کو لو تو آپ کا حال اس میں ظاہر ہے' آپ روزہ رکھتے تھے اور پھر اپنے طعام کو راہ خدا میں دے دیتے تھے۔ اور خود گرسنہ رہتے تھے۔ آپ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ الآیہ اور

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ آپ کے پاس صرف چار درہم تھے' ایک درہم رات کو راہ خدا میں صدقہ کر دیا' ایک درہم دن میں دے دیا' ایک درہم چھپا کر دیا اور ایک درہم علانیہ دیا۔ اس پر آیت نازل ہوئی اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً' اپنے ہاتھوں سے آپ اجرت پر یہودیوں کے درختوں کو پانی دیا کرتے تھے' یہاں تک کہ آپ کے ہاتھوں پر آبلے پڑ جاتے تھے۔ اور اجرت جو ملتی تھی وہ راہ خدا میں صدقہ دے دیتے تھے۔ اور خود پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔ شعبی کہتے ہیں کہ حضرت علی تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ کی طینت و سرشت میں سخا کو خمیر کیا گیا تھا۔ اس سخا و جود کو جس کو خداوند تعالیٰ دوست رکھتا ہے' آپ نے کبھی کسی سائل کو نہیں' نہیں کہا۔ اگر حلم اور عفو کو لو تو حضرت علی تمام لوگوں سے زیادہ حلیم اور سب سے زیادہ گناہوں' غلطیوں کو معاف کرنے والے تھے۔ ہمارے اس قول کی صحت کی تصدیق جنگ جمل کے واقعات سے ہوتی ہے۔ آپ نے مروان بن الحکم پر فتح پائی اور یہ مردود آپ کا شدید ترین دشمن تھا۔ اور بہت زیادہ بغض آپ سے رکھتا تھا۔ مگر آپ نے اس کو معاف کر دیا اور عبداللہ ابن زبیر آپ کو تمام لوگوں کے سامنے سب و شتم کرتا تھا۔ دشنام دیتا تھا۔ بصرہ کی جنگ کے موقع پر ایک خطبہ میں اس نے کہا کہ یہ تحقیق تمہاری طرف (معاذ اللہ) ایک کمینہ و لئیم علی ابن ابی طالب آ رہا ہے اور جناب امیر فرمایا کرتے تھے کہ زبیر ہمیشہ ہمارا ایک آدمی ہم میں سے تھا' اس وقت تک کہ جب تک اس کا لڑکا عبداللہ جوان نہیں ہوا اس وقت وہ ہم سے منحرف ہو گیا۔ جنگ جمل میں علی نے عبداللہ ابن زبیر پر فتح پائی اور وہ قید ہو کر آیا۔ لیکن آپ نے اس کو معاف کر دیا۔ صرف اتنا کہہ دیا کہ چلا جا میں تجھے دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس سے زیادہ اور کچھ نہ کہا۔ اسی طرح سعید بن العاص پر روز جمل آپ نے فتح پائی۔ وہ آپ کا سخت دشمن تھا۔ مگر اس کو بھی معاف کر دیا۔ اور کچھ نہیں کہا اور جہاد راہ خدا کو لو تو آپ کے دوستوں اور دشمنوں سب کو معلوم ہے کہ آپ جہاد کرنے والوں کے سردار ہیں۔ جہاد سے سب لوگ سوائے حضرت علی کے ڈرتے تھے۔ اور جی چراتے تھے۔ تم جانتے ہو کہ جناب رسول خدا کے غزوات میں غزوہ بدر ایک عظیم ترین تھا۔ اس میں ستر مشرکین مارے گئے جن میں سے نصف کو حضرت علی مرتضیٰ نے قتل کیا اور تمام مسلمانوں اور ملائکہ نے مل کر باقی نصف کو قتل کیا۔ اور اگر تم مغازی محمد بن عمر الواقدی و تاریخ الاشراف یحییٰ بن جابر البلاذری وغیرہما کی طرف رجوع کرو گے تو تمہیں ہمارے قول کی صحت معلوم ہو گی۔ ان کو چھوڑ دو جو آپ نے دیگر غزوات مثلاً احد و

خندق وغیرہا میں قتل کئے۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس میں ذرا شک نہیں یہ ان معلومات حقیقیہ میں سے ہیں جیسے کہ علم موجود شے کا ہوتا ہے۔ یعنی جیسے یہ مسلم ہے کہ دنیا میں ایک شہر مکہ ہے یا مصر ہے اور اگر فصاحت کو لو تو آپ امام الفصحاء و سید البلغاء ہیں' اور آپ کے کلام کی نسبت کہا گیا ہے کہ خالق کے کلام سے کمتر اور تمام مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔ اور اس سے لوگ خطابت اور کتابت سیکھتے ہیں۔ عبدالحمید بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ستر مشہور خطبے حفظ کئے اور ان کے بعد میرے علم میں ترقی ہوتی گئی۔ ابن نباتہ کہتا ہے کہ میں نے خطبوں میں سے ایسا خزانہ حفظ کیا ہے کہ جس کو خرچ کرنے سے اور ترقی ہوتی ہے۔ میں نے حضرت علیؑ کے خطبوں میں سے سو فصلیں حفظ کی ہیں۔

یہ کتاب نہج البلاغہ کافی ہے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ فصاحت و بلاغت میں کوئی شخص آپ کی برابری نہیں کر سکتا۔ تمہیں قائل کرنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ فصیح صحابہ میں سے کسی کا کلام آپ کے کلام کے دسویں بلکہ بیسویں حصہ کے برابر بھی جمع نہیں کیا گیا۔ جو تعریف آپ کے کلام کی کتاب البیان و التبیین دیگر کتب میں ابو اعثمان جاحظ نے کی ہے وہ ہی اس امر کے ثبوت کے لئے کافی ہے اور اگر خوش اخلاقی و خوش مزاجی کشادہ روی و بہجت بشرہ کا ذکر کرو تو حضرت علی اس میں ضرب المثل ہیں۔ یہاں تک کہ آپ کے دشمنوں نے اس وجہ سے آپ کے اوپر نکتہ چینی کی ہے۔ چنانچہ عمرو بن العاص نے اہل شام سے کہا کہ علی تو صاحب مزاح ہیں۔ اور عمرو بن العاص نے یہ عیب جوئی حضرت عمر سے اخذ کی تھی۔ کیونکہ جب حضرت علیؑ کے استخلاف کا ذکر آیا تو حضرت عمر نے کہا کہ میں ضرور ان کو خلیفہ مقرر کر دیتا اگر ان میں مزاح نہ ہوتا۔ حضرت عمر نے تو اختصار سے یہ نکتہ چینی کی تھی۔ عمرو بن العاص نے بڑھ کر کہہ دیا ـــــــ اس جگہ ابن ابی الحدید نے بحث کی ہے۔ کہ خوش مزاجی و تبسم و مزاح اچھی چیز ہے' برخلاف اس کے سرکہ با برو رہنا بداخلاقی میں داخل ہے۔ جناب رسول خدا بھی مزاح کرتے تھے۔ مزاح و خوش مزاجی کے ساتھ حضرت علیؑ میں اور جناب رسول خدا میں حکمت وہیبت بھی تھی وغیرہ وغیرہ۔ ہم نے اس بحث کو نقل نہیں کیا اور اگر زہد کو لو تو حضرت علیؑ زاہدوں کے سردار اور بدل الابدال تھے۔ آپ نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔ تمام لوگوں سے زیادہ سخت کھانا کھاتے تھے اور سخت لباس پہنتے تھے۔ عبداللہ بن ابی رافع کہتا ہے کہ میں عید کے دن حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک سر بمہر تھیلہ تھا' اس میں سوکھی

ہوئی جو کی روٹی تھی۔ آپ آئے اور اسے کھول کر کھانے لگے۔ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ اس کو سر بمہر کیوں رکھتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اس لئے کہ کہیں میرے لڑکے ان کو روغن یا زیتون سے چرب نہ کر دیں۔ آپ کی پوشاک میں چمڑے اور پوست درخت خرما کے پیوند لگے ہوئے تھے اور جوتے پوست درخت خرما کے تھے۔ موٹے کپڑے کا لباس پہنتے تھے۔ اگر کبھی آستین بڑی ہوتی تھی تو اس کو چاقو سے کاٹ دیتے تھے۔ اور پھر اس کو سلواتے نہیں تھے۔ لہذا جب تک وہ باقی رہتی تھی شانے پر لٹکی رہتی تھی۔ سالن میں کبھی کبھی سرکہ یا نمک ڈال لیتے تھے۔ اگر کبھی ترقی کی تو کچھ سبزی ڈال لی اور اگر کبھی اس سے بھی آگے بڑھے تو تھوڑا سا شیر شتر استعمال فرما لیتے تھے۔ گوشت آپ بہت کم استعمال کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے' کہ اپنے شکم کو حیوانوں کی قبر نہ بناؤ' باوجود ان سب باتوں کے تم لوگوں سے زیادہ آپ میں قوت و طاقت تھی۔ بھوک آپ کی قوت کو کم نہیں کرتی تھی۔ آپ نے دنیا کو طلاق دے دی تھی۔ تمام بلاد اسلامیہ سے سوائے شام کے آپ کے پاس مال آتا تھا۔ آپ سب کو تقسیم کر دیتے تھے۔ اگر عبادت کو دیکھو تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔ اور سب سے زیادہ نماز پڑھتے تھے اور روزے رکھتے تھے اور لوگ آپ سے رات کی نماز و اوراد و قیام نافلہ سیکھا کرتے تھے۔ تمہارا کیا خیال ہے اس شخص کی نسبت جو اپنی حفاظت پر اپنی عبادت کو ترجیح دیتا تھا۔ لیلتہ الہریر کی لڑائی والے دن دونوں صفوں کے مابین آپ کا سجادہ بچھایا گیا پس آپ بے فکری کے ساتھ اس پر نماز پڑھتے تھے۔ درآنحالیکہ دشمنوں کے تیر آپ کے چاروں طرف پڑ رہے تھے اور اوپر سے گزر رہے تھے۔ آپ کو اس سے ذرا بھی خوف نہ تھا۔ اور وہاں سے نہ اٹھے جب تک کہ اپنا وظیفہ ختم نہ کر لیا۔ اور کیا خیال ہے تمہارا اس شخص کی نسبت جس کی پیشانی کثرت سجود کی وجہ سے اونٹ کے گھٹنے کی طرح ہو گئی ہو اور اگر تم ان کی دعاؤں اور مناجاتوں پر غور کرو اور واقف ہو کہ ان دعاؤں اور مناجاتوں میں کس قدر خداوند تعالیٰ کی عظمت و جلالت کا ذکر ہے؟ اور ان میں خداوند تعالیٰ کی ہیبت و عزت کے آگے کس قدر خضوع و خشوع بھرا ہوا ہے۔ تو پھر تم کو معلوم ہو گا کہ ان میں کتنا اخلاص ہے۔ اور کس قلب سے نکلی ہیں۔ اور کس زبان پر جاری ہوئی ہیں۔ امام زین العابدینؑ کی عبادت غایت درجہ کی تھی۔ ان سے سوال کیا گیا کہ آپ کی عبادت اور آپ کے دادا کی عبادت میں کیا نسبت ہے۔ فرمایا کہ میری عبادت اور میرے دادا کی عبادت میں وہ نسبت ہے جو میرے دادا کی عبادت کو رسول خداؐ کی عبادت سے نسبت تھی اور اگر

تفسیر علم قرآن کی طرف نظر کرو تو یہ حضرت علی کی خاص دلچسپی کا مضمون تھا۔ تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جناب علی مرتضیٰ نے رسول خدا ہی کی حیات میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ درآنحالیکہ اس وقت کسی اور نے حفظ نہیں کیا تھا۔ اور حضرت علی ہی اول وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے قرآن شریف کو جمع کیا تھا۔ تمام لوگوں نے روایت کی ہے کہ حضرت علی نے ابوبکر کی بیعت شروع شروع میں نہیں کی اور اس سے تاخیر کی وہ وجہ نہیں بتاتے جو شیعہ کہتے ہیں کہ آپ کو ابوبکر سے مخالفت تھی۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف کے جمع کرنے میں مشغول تھے۔ اس وجہ سے بیعت میں تاخیر کی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ جس نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا وہ علی مرتضیٰ تھے۔ کیونکہ اگر حیات جناب رسول خدا میں وہ جمع ہو گیا ہوتا تو پھر آنحضرت کی وفات کے بعد حضرت علی کو اس کے جمع کرنے میں مشغول ہونے کی ضرورت باقی نہ رہتی اور جب تم قرأت قرآن کی تمام کتابوں کی طرف رجوع کرو گے تو تم کو معلوم ہو گا کہ تمام آئمہ قرأت مثلاً عمرو بن العلاء، عاصم بن ابی النجود وغیرہما حضرت علی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ سب ابو عبدالرحمٰن السلمیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ابو عبدالرحمٰن السلمیٰ حضرت علی کے شاگرد تھے۔ اور آپ سے علم قرات و قرآن اخذ کیا تھا۔ پس یہ علم بھی مثل دیگر علوم کے جن کا ذکر پہلے کیا گیا حضرت علی پر منتہی ہوتا ہے۔ اور اگر رائے و تدبیر کو دیکھو تو حضرت علی تمام لوگوں میں سب سے بہتر رائے رکھنے والے اور سب سے زیادہ صحیح تدبیر کرنے والے تھے۔ آپ ہی تھے جنہوں نے حضرت عمر کو بذات خود لڑائیوں پر جانے سے روکا اور آپ ہی تھے جنہوں نے حضرت عثمان کو صحیح رائے دی۔ اگر وہ اس پر عمل کرتے تو ان کے اوپر وہ مصیبتیں نہ آتیں جو آئیں، آپ کے دشمن کہتے ہیں کہ آپ کی کوئی رائے نہیں تھی۔ کیونکہ آپ تو شریعت کے مقید تھے۔ اور اس کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتے تھے۔ اور کوئی ایسا کام نہیں کر سکتے تھے جو دین کے مطابق نہ ہو۔ یہ تحقیق کہ حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ اگر دین و تقویٰ کا خیال درمیان میں نہ ہو تو میں تمام عرب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہوتا اور آپ کے علاوہ دیگر خلفاء جو تھے وہ تو وہ کام کرتے تھے جو امور سیاسی کے متقاضی ہوتا تھا اور جس میں مصلحت دنیوی ہوتی تھی۔ وہ اس بات کا خیال نہیں کرتے تھے کہ یہ مطابق شرع کے لئے ہے یا نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جو شخص اپنی عقل و تدبیر کے مطابق کام کرے گا وہ ان قواعد و ضوابط کا مقید نہ ہو گا۔ جن کی وجہ سے ان امور سے باز رہنا پڑے، جن کو وہ مصلحت کے مطابق سمجھتا ہے تو اس کے

احوال دنیاویہ کا انتظام اچھا ہو گا۔ اس شخص کے احوال دنیاویہ منتشر ہوں گے۔ اپنے افعال میں کسی ضابطہ و قواعد کا پابند ہے۔ اور اگر سیاست کی طرف نظر ڈالو تو حضرت علیؑ امور سیاسیہ میں خدا سے ڈرتے ہوئے بہت زیادہ سخت تھے۔ اپنے ابن عم (عبداللہ ابن عباس) کو جو امور مملکت سپرد کئے تھے ان میں محاسبہ لینے میں آپ نے اپنے ابن عم کی کچھ رعایت نہ کی اور نہ اپنے بھائی عقیل کی کچھ پرواہ کی۔ ایک قوم کو آگ سے جلا دیا۔ مصقلہ بن ہبیرۃ و جریر بن عبداللہ البجلی کے گھر منہدم کرا دیئے۔ ایک گروہ کو قتل کر دیا۔ کئی آدمیوں کو پھانسی دی۔ آپ کی سیاست و حسن تدبیر جنگ ہائے جمل و صفین و نہروان سے ظاہر ہوتی ہے۔ ان لڑائیوں میں جو قوت و سختی و انتظام و خوبی تدبیر آپ سے عمل میں آئی اس کے دسویں حصے کو بھی دنیا کے سیاست دان نہیں سمجھتے۔

غرضیکہ یہ سب وہ بشری صفات ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا۔ اور جن میں حضرت علیؑ تمام لوگوں کے سردار تھے۔ اور سب کے امام تھے۔ اور میں کیا کہوں۔ اس شخص کی نسبت جس کو اہل الذمہ بھی دوست رکھتے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ نبوت کے منکر تھے۔ اور جس کی تعظیم فلاسفر بھی کرتے تھے۔ باوجود اس کے کہ وہ مسلمانوں کے دشمن تھے۔ ترک و دیلم کے بادشاہ اپنی اپنی تلواروں پر حضرت علیؑ کی تصویر نقش کرتے تھے۔ عضد الدولہ بن بویہ اور اس کے باپ رکن الدولہ و الپ ارسلان اور اس کے بیٹے ملک شاہ کی تلواروں پر آپ کی تصویریں ہیں گویا وہ اس سے فال لیتے تھے نصرت و ظفر کی۔ اور کیا کہوں میں ایسے شخص کی نسبت جس کے متعلق ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ اس کی نسبت ان سے کی جائے۔ کیونکہ مقولہ ہے کہ آنچہ بر خود مپسندی بہ دیگراں مپسند جب لوگوں نے اپنی ذات کی نسبت حضرت علیؑ کی طرف کر دی اور اس کے متعلق بہت سی کتابیں لکھیں، اور اس نسبت کے لئے انہوں نے شہادتیں پیدا کیں، اور آپ کو بہادروں کا سردار بیان کیا اور آپ اپنے بیان کی تصدیق انہوں نے اس کلام سے کی جو روز احد آسمان سے سنائی دیتا تھا کہ **لا سیف الا ذو الفقار و لا فتی الا علی**

نکات

اس عبارت سے واضح ہوا کہ

(۱) حضرت علی علیہ السلام کے مناقب کے معترف ان کے دشمن بھی تھے۔
(۲) آپ کے دشمنوں نے آپ کے مناقب چھپانے اور آپ کے مناقب بیان کرنے والوں پر مصائب کے طوفان ڈھائے اور منبروں پر آپ کے خلاف سب و شتم کرنے میں انتہا کر دی لیکن یہ ساری کوششیں بیکار گئیں اور جتنا آپ کے ذکر کو دبایا گیا اس سے کہیں زیادہ بلند ہوا۔
(۳) جتنے بھی فنون ہیں سب آپ کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔
(۴) آپ تمام فضائل کے سردار ہیں۔
(۵) جس کسی نے بھی آپ کے بعد کسی فضیلت کو حاصل کرنا چاہا اسے آپ ہی سے حاصل کیا۔
(۶) علم الٰہیات تمام علوم کا سردار ہے۔ اس کے ماہر واصل بن عطا اور ابو الحسن اشعری بالواسطہ آپ کے شاگرد تھے۔
(۷) دوسرا علم فقہ ہے۔ تو فقہ جعفریہ اور آئمہ اربعہ نے بالواسطہ یہ علم حضرت علی علیہ السلام سے حاصل کیا۔ اور حضرت عمر بن خطاب نے متعدد فقہی مسائل میں حضرت علی علیہ السلام سے رہنمائی حاصل کی۔
(۸) اور علوم میں سے علم تفسیر ہے اور اس کے استاد حضرت عبداللہ بن عباس حضرت علیؑ علیہ السلام کے شاگرد ہیں۔
(۹) اور علوم میں علم تصوف ہے اور جتنے بھی اس کے سلسلے ہیں وہ سب حضرت علی علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔
(۱۰) اور علوم میں سے علم نحو ہے اور یہ بات واضح ہے کہ اس کے استاد حضرت ابو الاسود آپ کے شاگرد تھے۔
(۱۱) اگر آپ دیگر خلفاء خلقیہ اور فضائل نفسانیہ اور دینیہ پر غور کریں گے تو حضرت علی علیہ السلام کو ان صفات میں سب کا سردار اور سب سے آگے پاؤ گے۔
(۱۲) شجاعت کے میدان میں آپ کا نام آج تک ضرب المثل ہے۔
(۱۳) سخاوت کے میدان میں کوئی آپ کا ثانی نہیں۔ متعدد آیات قرآن آپ کی سخاوت کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔
(۱۴) علم و عفو کے میدان میں ملاحظہ فرمایا جائے تو آپ نے اپنی جان کے دشمنوں کو معاف کر

دیا۔

(۱۵) جہاد فی سبیل اللہ کو لو تو حضرت علی کی شرکت جہاد میں کامیابی کی علامت تھی۔ بدر ہو کہ احد، خیبر ہو کہ خندق حضرت علی علیہ السلام کی ذاتی کوششوں کے نتیجے میں کامیابیاں مسلمانوں کا مقدر بنیں۔

(۱۶) فصاحت کے میدان میں آپ کے کلام کے بارے میں اپنے پرائے سبھی جانتے ہیں کہ آپ کا کلام خالق کے کلام سے کمتر اور مخلوق کے کلام سے بالاتر ہے۔

(۱۷) اگر آپ کے زہد کو لیں تو آپ زاہدوں کے سردار اور بدل الابدال تھے۔

(۱۸) اگر عبادت کو دیکھیں تو آپ تمام لوگوں سے زیادہ عبادت کرنے والے تھے۔

(۱۹) اگر قرأت کو دیکھیں تو عمرو بن علاء وغیرہ حضرت علی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

(۲۰) اگر رائے و تدبیر کو دیکھیں تو خلفائے وقت بھی اس میدان میں مشورے لینے کے لئے آپ کے در کی کنڈی ہلاتے تھے۔

(۲۱) سیاسی میدان میں آپ کسی کو بھی رعایت دینے کے لئے تیار نہیں تھے۔ حتیٰ کہ اپنے بھائی حضرت عقیل اور چچا زاد بھائی عبداللہ بن عباس کو بھی بغیر محاسبے کے نہ چھوڑا۔

(۲۲) غرضیکہ یہ سب وہ صفات ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا اور جن میں حضرت علی علیہ السلام تمام لوگوں کے سردار تھے اور سب کے امام تھے۔

زمانہ کی بدذوقی کہیے یا جہالت کی فراوانی کہ حضرت علی کی افضلیت ثابت کرنے کی بھی ضرورت پڑے گویا ان کا غیر بھی اس قابل سمجھا جانے لگا۔ کہ حضرت علی کے مقابلہ میں اس کا ذکر ہو سکے۔ اس میں بھی شیعہ و سنی کی تخصیص نہیں۔ امت محمدیہ کی اکثریت اس پر متفق ہے جیسا کہ شیخ سعدی نے اتنی عظیم الشان قسمیں کھا کر کہا ہے کہ:

بعد از مصطفیٰ در کل عالم نہ بد فاضل تر و بہتر حیدر

اب بھی بہت سے اہلسنت و الجماعت کا یہی عقیدہ ہے۔ زمانہ ماضی میں چونکہ علم حدیث و علم قرآن عام تھا۔ لہٰذا ان لوگوں میں اور غالی شیعوں میں صرف یہ فرق تھا کہ وہ حضرت علی کو بہتر ماننے کے ساتھ ہی خلفاء ثلاثہ کو آنحضرت کا جائز خلیفہ سمجھتے تھے اور غالی شیعہ ان کو غاصب جانتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں کہ جب خارجیت و وہابیت کا زور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اور علم حدیث و تاریخ لوگوں میں سے مفقود ہو گیا ہے۔ یہ عقیدہ اہلسنت و الجماعت سے کم ہوتا جاتا ہے۔ ورنہ

جو کچھ جناب گرامی مرحوم ہوشیار پوری نے حضرت علیؑ کی نسبت لکھا ہے اس سے زیادہ اور کیا کوئی شیعہ لکھے گا۔ اب ان لوگوں میں ایک نئی پود اٹھ رہی ہے جو کہتی ہے کہ کیوں حضرت ابوبکر و حضرت عمر کو حضرت علیؑ سے افضل نہ سمجھا جائے۔ لیکن یہ اب بھی نہیں بتا سکتے کہ حضرت علی ان بزرگواروں سے کیونکر اور کس صفت میں کمتر تھے۔ اس انقلاب کی یہ وجہ ہوئی کہ علم حدیث و فقہ تو جاتا رہا۔ اگر علم الرجال کا فقرہ کسی بی۔اے یا ایم۔اے کے سامنے کہا جائے تو وہ یہ نہیں سمجھ سکے گا کہ اس کے کیا معنی ہوئے۔ اگر اس نے اپنی کسی جماعت میں فارسی یا عربی کا کورس لیا ہے۔ تو رجال کے معنی آدمیوں کے سمجھ کر یہ کہے گا کہ غالباً" ETHNOLOGY ہوگی۔ اب کتب احادیث و سیر کے مطالعہ تعصب نے لے لی ہے۔ اور یہ بات پکڑ لی ہے کہ جس ترتیب سے خلیفہ ہوئے اس ہی ترتیب سے فضیلت کا درجہ ہونا چاہئے۔ اگر کہیں امیر معاویہ میں مکاری کے ساتھ جرأت کا مادہ بھی ہوتا اور وہ قتل عثمان کے دن مدینہ میں آن کر لوگوں کو ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے میں کیسہ زر دکھا کر ان سے اپنی بیعت لے لیتے تو پھر ان برخورداروں کی رائے میں حضرت علیؑ کی فضیلت کہیں بھی نہ رہتی۔ جو لوگ فضیلت دین کو ثروت دنیا کے ساتھ مشروط سمجھتے ہیں۔ ان بزرگواروں سے ہم کیا بحث کریں۔ سوائے اس کے کہ **لا اعبد و ما تعبدون لکم دینکم ولی دین** آج کل ساری دنیا میں انصاف کی جگہ تعصب نے لے لی ہے۔ اور مذہب کی وطنیت نے۔ مذہبی تخیل میں سے اصلی انصاف تو پہلے ہی مفقود تھا۔ اب جہالت کی زیادتی نے ظاہری انصاف کی شکل کو زائل کر دیا اور حق گوئی اور حق فہمی معدوم ہو گئی۔

افضلیت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص کو دوسرے پر باعتبار کسی خاص صفت کے یا بوجہ مجموعہ صفات مختلفہ کے ترجیح دی جائے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ عمر افضل ہے بکر سے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ عمر کو ہر طرح سے ہر صفت میں بکر کے اوپر ترجیح حاصل ہے۔ لہٰذا عام طور سے افضل کی یہ تعریف کی گئی ہے۔ **الاجمع لمزایا الفضل و الجلال الحمیدہ** یعنی افضل وہ ہے جس میں دوسروں کی نسبتہ صفات و کمالات ذاتی و نسبی زیادہ ہوں۔ اور جب کسی عالم و سردار کے انتخاب کا سوال پیدا ہوتا ہے تو وہاں یہ ہی فضیلت عام مراد ہوتی ہے اور ہونی چاہئے۔ یہ ممکن ہے کہ ایک شخص ایک صفت میں دوسرے سے افضل ہو اور دوسرا کسی اور صفت میں اس سے افضل ہو۔ مثلاً زید عمر سے زیادہ شجاع ہے مگر اس سے زیادہ سخی ہے۔ بکر بہت اچھا عالم

ہے۔ مگر اس میں شجاعت نہیں۔ جب ہم کسی خاص شخص کی جانشینی کے لئے کسی شخص کو منتخب کرتے ہیں تو یہ بات سب سے پہلے دیکھتے ہیں وہ شخص مستخلف کی صفات کس امیدوار میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ یہاں جناب محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا سوال ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے اور صحیح عقیدہ ہے' واقعات کے مطابق ہے کہ آپ میں ہر ایک عمدہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی۔ شجاعت بھی سخاوت بھی عبادت بھی ریاضت بھی عصمت بھی' غرضیکہ آپ انسانیت کے فضائل و خصائل حمیدہ کے اجتماع کے کامل ترین نمونہ تھے۔ لہٰذا آپ کے جانشین کے لئے ضروری ہوا کہ وہ آپ کے بعد بہترین اور کامل ترین انسان ہو اور کامل فضیلت وہی ہے جس میں ہر ایک خصلت حمیدہ اور صفات حسنہ اپنے آخری درجہ کمال میں پائی جائے۔ کسی ایک صفت میں بھی اس کے غیر کی نسبت یہ نہ کہا جائے کہ وہ اس سے بہتر ہے۔ حکام سقیفہ کے لئے یہ بڑی سخت منزل تھی۔ لہٰذا اول تو فضیلت کے سوال کو بحث کے درمیان میں آنے ہی نہ دیا۔ بحث کا رخ قبیلہ کی طرف کر دیا اور جب اس ہنگامہ کے بعد اس سوال نے خود بخود اپنے تئیں غور کرنے والے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو اس کو بھی دیگر امور مشکلہ کی طرح پریشان کرنے کی کوشش کی گئی۔ تاکہ لوگوں کی نظروں کے سامنے حقیقت کے اوپر پردہ پڑا ہے۔ کبھی فضیلت کی تعریف و حدود پر ایک منطقیانہ و فلسفیانہ بحث کی جاتی ہے اور کبھی فضیلت کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور جب کسی طریقے سے کام بنتا ہوا نظر نہیں آتا تو اقلیدس کے اصول موضوعہ کے نمونہ پر ایک اصل موضوعہ قائم کیا جاتا ہے کہ حاکم کے لئے افضل ہونا ضروری نہیں۔ افضل کی موجودگی میں مفضول حاکم ہو سکتا ہے۔ اول تو یہ اصل موضوعہ ہی غلط اور خلاف فطرت ہے اور صاف بتا رہا ہے کہ جس سرزمین کی وہ پیدائش ہے۔ وہاں حکومت استحقاق کی وجہ سے نہیں بلکہ ظلم و جور کی وجہ سے قائم ہوئی تھی۔ اور اس کے قیام کے ناجوازیت کو جوازیت کا جامہ پہنانے کے لئے یہ ناجائز اصل موضوعہ مقرر کیا گیا۔ اس اصل موضوعہ کی فطرت میں ظلم مرکوز ہے۔ جب بہتر اور افضل موجود ہے تو کیوں اس کے اوپر اس کا ادنیٰ حکومت کرے۔ یہ کسی ہندوستانی صوبہ کی وزارت تو نہیں ہے۔ یہ تو حکومت الٰہیہ ہے اور ختم المرسلین کی جانشینی کا سوال ہے۔ اس کے اندر تو ظلم کا شائبہ بھی نہ ہونا چاہئے۔ دوسرے یہ کہ اصول موضوعہ ایک مستثنیٰ کی صورت میں ہے۔ اصل اور مطابق فطرت قاعدہ تو یہ ہے کہ جو بہترین اور افضل ترین شخص ہو' وہی منتخب کیا جائے اور وہ حکومت کیونکہ اگر اس میں استثنا قائم کی جاتی ہے تو پھر یہ

بتانا چاہئے کہ کن صورتوں میں افضل کے اوپر مفضول حکومت کے لئے منتخب کیا جا سکتا ہے۔ وہ صورتیں اس اصول موضوعہ میں مذکور نہیں' لہٰذا یہ ناقص ہوا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کسی شخص سے کسی صفت میں کم نہ تھے۔ جو کسی فلسفیانہ منطق کی ضرورت ہو' ایسی کوئی صفت حمیدہ نہیں جس میں علیؑ پر ان کے غیر کو ترجیح دی جا سکے۔ مولانا روم کہتے ہیں:

کے بتار کی علی را دیدہ　　زیں سبب غیرے بر دیگر ید

جماعت مقلدان اہل حکومت کی یہ کج بحثی اس کلیہ کی تشریح ہے کہ پیران نمی پرند میدان می پرانند۔ ان بیچاروں نے کبھی یہ دعویٰ ہی نہیں کیا کہ ہم کسی قابل ہیں یا علیؑ کے برابر ہیں۔ ہمیشہ حضرت علیؑ کو اپنے سے بہتر اور افضل ہی بتاتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ **لو لا علی لھلک** اب چودھویں صدی کے ملاؤں کے لئے کہاں جائز ہے کہ اس کے خلاف کہیں۔ ہماری رائے میں تو افضلیت کا قضیہ بالکل مختصر ہے۔ خواہ مخواہ اس کو طول دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام کی فضیلت کے سوال کو طے کرنے والی یہ تین چیزیں ہو سکتی ہیں:

(۱) ان کی سوانح حیات
(۲) ان کے متعلق اقوال رسولؐ
(۳) آیات قرآنی

پھر ضمنی سوال یہ پیدا ہوں گے کہ حضرت علیؑ نے اپنے متعلق کیا دعویٰ کیا اور ان لوگوں نے اپنے قول و فعل سے کیا اقبال کیا۔ افضلیت کا سارا قضیہ ان پانچ باتوں سے ثابت ہو سکتا ہے۔ ہم ان پانچ امور پر ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے کچھ پیش کرتے ہیں۔

سوانح حیات

ان بزرگواروں کے واقعات زندگی پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یاددہانی کے لئے ایک سرسری نظر کافی ہو گی۔ ذیل میں ہم نے ایک نقشہ تیار کر دیا ہے۔ اس پر ایک نظر ڈالنے سے ان حضرت کے سوانح حیات آنکھوں کے سامنے جاتے ہیں۔ یہ نقشہ جام جم کا کام کرتا ہے۔

حضرت علیؑ

(۱) آپ خاندان بنی ہاشم میں سے تھے۔ جس کی فضیلت تمام قریش پر مسلم تھی۔
(۲) آپؑ کے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی دادا ایک تھے۔
(۳) آپؑ عین خانہ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔
(۴) پیدا ہوتے ہی چہرہ رسولؐ دیکھا اور لعاب رسول نوش کیا۔
(۵) آپؑ نے ایک لمحہ بھی بت پرستی نہیں کی۔
(۶) شروع سے آپ کی تعلیم و تربیت آغوش رسالت میں ہوئی۔
(۷) مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور اسلام کی پہلی نماز تمام لوگوں سے سات سال قبل آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھی۔
(۸) آپؑ شب ہجرت بستر رسول پر کفاروں کے نرغے میں اطمینان سے سوتے رہے۔ جس کی تعریف میں آیت قرآنی نازل ہوئی۔
(۹) آپؑ کے ساتھ بحکم خداوندی فاطمہؑ دختر رسول کا نکاح ہوا اور حسنین علیہما السلام آپ کے فرزندان ہیں۔
(۱۰) عقد مواخات کے موقع پر آنحضرتؐ نے یہ کہہ کر آپ کو اپنا بھائی بنایا کہ انت اخی فی الدنیا والاخرۃ
(۱۱) جنگ بدر کی فتح آپ کی کوشش کا نتیجہ تھی۔ کل جنگ کے کفار مقتولین میں سے نصف آپ نے مارے۔
(۱۲) جنگ احد میں سب مسلمان آنحضرتؐ کو تنہا چھوڑ کر بخوف جان بھاگ گئے۔ لیکن حضرت علیؑ بدستور ثابت رہے اور جنگ کرتے رہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ انہ منی انا منہ اور جبرئیل نے کہا انا منکما اور ہاتف غیبی نے کہا لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار
(۱۳) جنگ احزاب میں آپ نے عمرو بن عبدود کو قتل کرکے مسلمانوں کی جان بچائی جس پر جناب رسول خدا نے فرمایا روز خندق علیؑ کی ایک ضرب میری امت کے قیامت تک کے اعمالوں سے بہتر ہے۔
(۱۴) جنگ خیبر میں جب سب شکست کھا کر بھاگ آئے تو جناب رسول خدا نے فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو کرار غیر فرار ہے۔ خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا و

رسول اس کو دوست رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؑ کو علم ملا۔ مرحب و عنتر کو مارا۔ در خیبر اکھاڑا اور فتح کر کے واپس ہوئے۔

(۱۵) صلح حدیبیہ میں ایمان کامل کے ساتھ آپ نے صلح نامہ لکھا۔

(۱۶) فتح مکہ میں آپ نے جناب رسول خدا کے کندھوں پر سوار ہو کر بت توڑے۔

(۱۷) جنگ حنین میں جب تمام لوگ آنحضرتؐ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تو آپ ثابت قدم رہے اور کافروں سے لڑتے رہے۔

(۱۸) جناب رسول خدا کی طرح آپ کو ہر حالت میں مسجد میں جانے کی اجازت تھی۔ جن جن اصحاب کے دروازے مسجد کے اندر کھلتے تھے وہ سب بند کروا دیئے گئے حضرت علیؑ کا دروازہ کھلا رہا۔

(۱۹) اکثر جناب رسول خدا آپ سے راز کی باتیں کیا کرتے تھے اور لوگوں کو حسد ہوتا تھا۔

(۲۰) جناب رسول خدا کے ساتھ آپ اور آپ کی زوجہ محترمہ اور آپ کے دو فرزندان تطہیر میں شامل ہیں۔

(۲۱) آپ کی محبت امت پر فرض کی گئی اور آپ کے اوپر صلاۃ بھیجنے کے بغیر نماز جائز نہیں۔

(۲۲) آپ کے چہرے پر نظر کرنا عبادت ہے اور آپ کی محبت کے بغیر کوئی عبادت قبول نہیں۔

(۲۳) آپ ہم نفس رسول ہیں اور مباہلہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ اپنی زوجہ محترمہ و فرزندان شامل تھے۔

(۲۴) اپنی رحلت کے نزدیک آنحضرتؐ نے جیش اسامہ تیار کیا اور اسے فوراً روانہ ہونے کی ہدایت کی۔ اس لشکر میں حضرت علیؑ کے سوا تمام مہاجرین و انصار اسامہ کے ماتحت رکھے گئے۔

(۲۵) وقت رحلت جناب رسول خدا نے قرطاس و قلم و دوات طلب کیا تاکہ حضرت علیؑ کی جانشینی کی وصیت لکھ دیں۔

(۲۶) وقت وفات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر آپ کی آغوش میں تھا اور آپ سے راز کی باتیں کرتے کرتے رحلت فرمائی۔

(۲۷) آپ نے جناب رسول خدا کو غسل و کفن دیا اور قبر میں اتارا۔

(۲۸) آپ کو جناب رسول خدا نے بحکم خداوندی بمقام غدیر خم اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا۔

(۲۹) آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں بنو امیہ و دیگر منافقین سے آنحضرتؐ کی تکمیل امر نبوت

کے لئے جہاد کیا۔ کیونکہ خدا نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا کہ جاہد الکفار و المنافقین اور آنحضرتؐ منافقین سے جہاد نہ کر سکے۔

(۳۰) آپؑ کی سخاوت پر آیات یُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا" وَّ یَتِیْمًا" وَّ اَسِیْرًا" اور اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ رٰکِعُوْنَ شاہد ہیں۔

(۳۱) راہ خدا میں اتنا خرچ کیا کہ گھر میں کچھ نہ بچا۔

(۳۲) آپؑ کے خطبے ایسے ہوتے تھے جیسے ایک ہادی دین و دنیا کے ہونے چاہئیں۔ اپنی اعلمیت افضلیت قابلیت سے واقف' قوم کی کمزوریوں سے آگاہ' خلافت ظاہری ملنے پر پہلا خطبہ جو دیا اس کا پہلا جملہ یہ تھا۔ الحمد للہ علی احسانہ رجع الحق الیٰ مکانہ یعنی خدا کا شکر ہے حق اب اپنے مقام پر واپس آیا۔ دوسرے خطبہ میں فرمایا بنا اھتدیتم فی الظلماء و تسنمتم العلیا و بنا انفجرتم عن السرار

(۳۳) آپ کے بھائی عقیل نے قلیل رقم اپنے حصہ سے زیادہ بیت المال سے طلب کی۔ حضرت علیؑ نے انکار کر دیا وہ ناراض ہو گئے۔

(۳۴) جب مسجد میں سر اقدس پر مہلک ضرب لگی تو فرمایا کہ فزت برب الکعبۃ یعنی اب میں اپنے درجہ پر فائز ہوا۔

حضرت ابوبکر

(۱) آپ خاندان بنی تیم میں سے تھے۔ تیم کے معنی غلام کے ہیں۔ (منتہی الارب)

(۲) اگر داستانی نسب نامہ درست ہے تو آپ جناب رسول خدا سے آٹھویں پشت میں ملتے ہیں۔ لیکن یہ داستان تاریخی حدود سے باہر ہے۔

(۳) خاندانی بت خانہ میں پیدا ہوئے۔

(۴) خاندانی بت کے قدموں میں ڈال دیئے گئے۔

(۵) چالیس برس کی عمر تک بتوں کو خدا سمجھتے رہے اور ان کی عبادت کرتے رہے۔

(۶) مکہ کے بازاروں میں عمر کے چالیس سال گزارے۔

(۷) آپ کا ایمان لانے والوں میں ساتواں نمبر ہے۔ زید بن حارثہ کے بعد ایمان لائے۔

(۸) آپ آنحضرتؐ کے ساتھ غار میں چھپے رہے اور قرآن شاہد ہے کہ خوف جان سے خوب گریہ کیا۔ جس کی مذمت میں آیت قرآنی نازل ہوئی۔

(۹) بہت سی بیویاں اور بہت سے لڑکے ہوئے لیکن کجا فاطمہؑ و حسنینؑ اور کجا وہ۔

(۱۰) آپ کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا' آپ تو حضرت عمر کے بھائی بنائے گئے۔

(۱۱) آپ جنگ بدر میں عریش کے محفوظ مقام میں بیٹھے ہوئے تھے۔

(۱۲) جنگ احد میں آپ جناب رسول خدا کو تنہا چھوڑ کر بخوف جان بھاگ گئے۔

(۱۳) آپ نے اس جنگ میں کچھ بھی نہیں کیا۔ ایک کافر کو بھی نہیں مارا۔ آنحضرتؐ نے ایک رات کو کہا کہ کافروں کی خبر لے آؤ' آپ نے انکار کر دیا۔

(۱۴) آپ سے یہ قلعہ فتح نہ ہو سکا' دو دفعہ گئے شکست کھا کر بھاگے۔

(۱۵) ناراضی کے ساتھ خاموش رہے۔

(۱۶) مکہ میں سارا وقت اپنے پرانے دوستوں میں گزارا۔

(۱۷) آپ بھاگنے والوں میں تھے۔

(۱۸) آپ کے مکان کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا بند کیا گیا۔

(۱۹) آپ سے کبھی اس قسم کی باتیں نہیں ہوئیں۔

(۲۰) یہ درجہ کہاں۔

(۲۱) خاموشی ہی بہتر ہے۔

(۲۲) جماعت منافقین آپ کی بہت مداح تھی۔

(۲۳) کہاں مباہلہ اور کہاں آپ۔

(۲۴) آپ ماتحت اسامہ تھے لیکن جانے سے انکار کیا۔

(۲۵) آپ نے اس حکم کی اطاعت نہ کی۔

(۲۶) اس وقت آپ اپنی نئی بیوی کے ساتھ محلہ سخ میں تھے۔

(۲۷) آپ آنحضرتؐ کے جنازے کو بغیر غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ میں چلے گئے اور وہاں حصول خلافت کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔

(۲۸) آپ کو چند انصار کی غداری نے سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت حاصل کرنے میں مدد دی۔

(۲۹) آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں بنو امیہ کو بنو ہاشم کے مقابلہ میں تیار کیا اور شام میں اس

خاندان کی حکومت قائم کی۔ جس نے میدان ہائے صفین اور کربلا میں چراغ نبوت کو بجھانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

(۳۰) آپ نے اپنے والد تک کی مدد نہ کی۔ ان کی مفلسی کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن جدعان کے دستر خوان پر مکھیاں جھلتے تھے تو روٹی ملتی تھی۔ ان ارباب السیرۃ ذکر و انہ لم یکن ینفق علی ابیہ شیئا" و انہ کان اجیر الا بن جدعان علی مائدتہ یطر و عنھا الذباب ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجز الثالث ص ۲۷۴

(۳۱) آپ کے پاس کافی مال تھا۔ عن عائشہ انھا قالت ھا جر ابوبکر و عندہ عشرۃ الاف درھم ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ الجزاء الثالث ص ۲۷۴

(۳۲) آپ اپنی کمزوریوں سے آگاہ تھے۔ خلافت حاصل ہونے پر پہلا خطبہ جو دیا اس کا خوشامدانہ و عاجزانہ لہجہ ملاحظہ ہو لست بخیر کم و علیؑ فیکم ——— و ان زغت فقومونی و اعلموا ان لی شیطانا" یعتر بنی احیانا فاذا رایتمونی غضبت فاجتنبونی یعنی میں تم سے بہتر نہیں ہوں حالانکہ علیؑ تمہارے درمیان میں ہیں ——— اگر میں کجی کروں تو تم مجھ کو سیدھا کر دو اور جان لو کہ کبھی کبھی مجھ پر شیطان غالب ہو جاتا ہے۔ پس جب ایسا ہو تو میں آپ سے باہر ہوں جاؤں تو تم مجھ سے پرہیز کرو۔ ابن قتیبہ کتاب الامامتہ و السیاست مطبوعہ مصر ص ۱۶' ابن ابی الحدید' شرح نہج البلاغہ الجزء الثانی ص ۱۲۹' ابن سعد طبقات الکبریٰ ق ا ج ۳ ص ۱۲۹۔

(۳۳) آپ نے ہمیشہ بارسوخ و صاحب اثر لوگوں کو اپنی طرف کرنے کے لئے کوشش کی بلکہ اپنی خلافت سے راضی کرنے کے لئے لوگوں کو رشوت دی اور رشوت سے اپنی طرف کیا۔ فلما اجتمع الناس علی ابی بکر بین الناس قسما فبعث الی عجوز من بنی عدی بن النجار بقسمھا مع زید بن ثابت فقالت ما ھذا قال قسم قسمہ ابوبکر للنساء فقالت اترا شونی عن دینی ——— قالت لا اخذ منہ شیئا" ابدا" ابن سعد' طبقات الکبریٰ ق ا ج ۳ ص ۱۲۹۔ یعنی جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی تو ابوبکر نے لوگوں میں مال تقسیم کیا۔ پس زید بن ثابت کے ہاتھ ایک ضعیفہ بنی عدی بن النجار کے پاس مال بھیجا۔ عورت نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ جواب دیا کہ ابوبکر نے جو عورتوں میں مال تقسیم کیا اس میں کا یہ تیرا حصہ ہے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا تم مجھ کو رشوت دے کر اپنے دین سے ہٹاتے ہو' خدا میں اس میں سے کچھ نہ لوں گی۔

(۳۴) آپ نے مرتے وقت فرمایا کہ کاش میں نے حضرت فاطمہؑ کا گھر جبرا" نہ توڑا ہوتا۔ اور

کاش سقیفہ بنی ساعدہ کے دن میں خلافت کا جوا اپنی گردن میں نہ ڈالا ہوتا۔ علی المتقی۔ کنز العمال الجزاء الثالث ص ۱۳۵۔ حدیث ۲۳۰۲۔ اور پھر فرمایا و ددت انی خضرة تا کلنی الدواب یعنی کاش میں سبز چارہ ہوتا کہ چوپائے مجھے کھا جاتے۔ طبقات الکبریٰ ق ا جلد ۳ ص ۱۴۱۔ محدث حسین علی۔ تفریح الاحباب مترجم ص ۱۱۵۔

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

حضرت عمر

(۱) آپ خاندان عدی سے تھے۔ عدی تیم کے حقیقی چچا تھے۔

(۲) بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جناب رسول خدا سے نویں پشت میں ملتے ہیں لیکن یہ تاریخی حدود سے باہر ہے۔

(۳) خاندانی بت خانہ میں پیدا ہوئے۔

(۴) خاندانی بت کے قدموں میں ڈال دیئے گئے۔

(۵) ۳۵ برس تک پتھر کے بتوں کو اپنا معبود بنایا۔

(۶) اونٹ چرائے۔

(۷) ایمان لانے والوں میں آپ کا نمبر بہت نیچے ہے اور اسلام لانے سے پہلے اسلام اور پیغمبر کے سخت ترین دشمن تھے۔

(۸) آپ چھپ کر مدینہ میں چلے گئے۔

(۹) حضرت ابوبکر کی طرح

(۱۰) آپ کو حضرت ابوبکر کی اخوت کا شرف حاصل ہوا۔

(۱۱) آپ بھی ادھر ادھر ہو گئے۔ لڑائی میں نہیں گئے۔

(۱۲) آپ بے حواس ہو کر بھاگے اور پہاڑوں پر بکری کی طرح ایک جگہ سے دوسری جگہ اچھلتے پھرے۔

(۱۳) مسلمانوں کو عمرو بن عبدود کی شجاعت و دلیری کے کارنامے سنا کر مسلمانوں کو خوب ڈرایا۔ حضرت ابوبکر کی طرح آپ نے بھی خبر لانے سے انکار کر دیا۔

(۱۴) شکست کھا کر واپس ہوئے۔ آپ کے لشکریوں نے آپ پر نامردی و بزدلی کا الزام لگایا۔

(۱۵) صلح حدیبیہ کی مصلحت کو سمجھنے سے قاصر رہے اور نبوت میں شک کیا۔
(۱۶) آپ نے بھی یہی کیا۔
(۱۷) آپ بھاگنے والوں میں تھے۔
(۱۸) آپ کے مکان کا دروازہ مسجد کے اندر کھلتا تھا' بند کیا گیا۔
(۱۹) آپ نے حضرت علیؑ و آنحضرتؐ کے آپس میں راز گوئی پر اعتراض کیا' جواب ملا کہ خدا راز کی باتیں حضرت علیؑ سے کرتا ہے اور اس کے حکم سے یہ راز گوئی ہوتی ہے۔
(۲۰) یہ درجہ کہاں۔
(۲۱) حیران ہوں کیا لکھوں کہ امت کے اوپر آپ کے متعلق کیا فرائض عائد ہوتا ہے۔
(۲۲) آپ کے چہرے کو عبادت سے کیا تعلق۔
(۲۳) مباہلہ سے آپ کو کیا تعلق۔
(۲۴) آپ ماتحت اسامہ تھے لیکن جانے سے انکار کیا اور اسامہ کو بھی روکے رکھا۔
(۲۵) آپ نے اس حکم کی عمداً" نافرمانی کی اور کہا کہ اس شخص (رسول خدا) کو تو ہذیان ہو گیا ہے۔ حسبنا کتاب اللہ۔
(۲۶) آپ حالات کا مطالعہ کر رہے تھے اور خلافت پر نظر تھی۔
(۲۷) آپ آنحضرتؐ کے جنازے کو بے غسل و کفن چھوڑ کر سقیفہ بنی ساعدہ میں حصول خلافت کے لئے لوگوں سے دست و گریبان ہوئے۔
(۲۸) آپ کو حضرت ابوبکر نے خلیفہ مقرر کیا۔
(۲۹) آپ نے شام کی حکومت بنی امیہ کے خاندان میں منتقل کی اور اپنے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کو باہر بھیج کر ان کی توجہ دولت ثروت و حکمرانی کی طرف مبذول کرائی تاکہ وہ آپ پر نکتہ چینی نہ کر سکیں۔
(۳۰) مسلمانوں کے بیت المال سے تو ضرور بااثر لوگوں کو روپیہ دے کر ان کا منہ بند کرتے تھے۔ لیکن اپنی گرہ سے راہ خدا میں خرچ کرنے کی کوئی مثال نہیں ملتی۔
(۳۱) آپ کے پاس کافی مال تھا مگر سخاوت کی کوئی مثال نہیں ملتی۔
(۳۲) اکثر مشکلات کے حل کرنے سے عاجز رہتے تھے۔ پھر حضرت علی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ حلال مشکلات ایک آن واحد میں ان مشکل کو حل کر دیتا تھا تو آپ فرماتے تھے۔ لو لا

علی لهلک عمر ـــــ لا بقیت لمعضلة لیس لها ابو الحسن۔

(۳۳) آپ ہمیشہ بارسوخ اور صاحب اثر لوگوں کو اپنی طرف کرنے کی ہر ایک طریقہ سے کوشش کرتے تھے۔ مغیرہ ابن شعبہ کو حد زنا سے بچا لیا۔ جاگیریں اس طرح تقسیم کیں کہ بارسوخ حضرات جو چاہتے تھے' لے لیتے تھے۔ ازواج رسولؐ میں سے حضرت عائشہ کو سب سے زیادہ حصہ دیا۔ معلوم نہیں یہ تقسیم مال کا کونسا طریقہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چونکہ یہ محبوبہ زوجہ رسول تھیں۔ لہذا زیادہ کی مستحق ہیں۔ آنحضرتؐ تو اپنی ازواج سے مساویانہ و عادلانہ طریقہ برتتے تھے۔ حضرت عمر کے پاس یہ مقیاس الحب کہاں سے آیا۔ یہ عجیب قسم کا پیمانہ محبت تھا۔ جس میں اکلوتی بیٹی کی محبت کا درجہ تو کم دکھایا تھا۔ جوان لڑنے والی بیوی کا درجہ محبت بہت زیادہ رکھا تھا۔

(۳۴) مرتے وقت حضرت عمر نے کہا و اللہ لو ان لی ما طلعت علیہ الشمس لا فتدیت بہ من هول المطلع قال عبد اللہ بن عامر بن ربیعہ رایت عمر اخذ تبنة من الارض فقال یا لیتنی کنت هذا لتبنة و یا لیتنی لم اک شیئا" یا لیت امی لم تلد نی یا لیتنی کنت نسیا" منسیا" جزع و فزع ملاحظہ ہو۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ قسم بخدا اگر دنیا کی ساری چیزیں جن پر سورج چمکتا ہے میری ہوتیں تو اب جو میرے اوپر آنے والا ہے اس کے فدیہ میں ان سب چیزوں کو دے دیتا۔ عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے عمر کو دیکھا کہ ایک تنکا زمین سے اٹھا کر کہا کہ کاش میں یہ تنکا ہوتا کاش میں کچھ نہ ہوتا کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی۔ کاش میں نسیا" منسیا" ہوتا۔ ابن الاثیر تاریخ الکامل الجزاء الثالث ص۲۰۔۲۱' امام احمد حنبل مسند الجزاء الاول ص۴۹' صحیح البخاری الجزء الرابع ص۴۵' علی المتقی کنز العمال الجزء الثالث ص۱۵۶' حدیث ۲۲۳۳' ص۱۵۹' حدیث ۲۳۵۷۔

حضرت عثمان

(۱) آپ خاندان بنو امیہ سے تھے۔ جس کی دشمنی آنحضرتؐ سے مسلم ہے۔ ان کے بزرگ خاندان ابو سفیان جناب رسول خدا کے دشمن جانی تھے۔ اور ایمان لانے کے بعد ہمیشہ مولفۃ القلوب میں رہے۔

(۲) آپ کے دادا اور ابو سفیان عدوے رسولؐ کے والد حقیقی بھائی تھے۔

(۳) خاندانی بت خانہ میں پیدا ہوئے۔

(۴) خاندانی بت کے قدموں میں ڈال دیئے گئے۔

(۵) اپنی عمر کے بڑے حصہ تک بت پرستی کی۔

(۶) خاندان بنو امیہ میں تعلیم ہوئی۔

(۷) ایمان لانے والوں میں آپ کا نمبر بہت دور ہے۔

(۸) وہیں کہیں ہوں گے۔ شاید مدینہ میں تھے۔

(۹) حضرت خدیجہؓ کی یا ان کی بہن کی دو لڑکیاں جو کافر خاوند سے تھیں' آپ کے ساتھ منکوح ہوئیں۔ ان لڑکیوں میں کچھ فضیلت تھی نہ ان کے نکاح میں۔

(۱۰) کسی اپنے ہی جیسے کے بھائی بنے ہوں گے۔

(۱۱) جنگ بدر میں شریک ہی نہ ہوئے۔

(۱۲) ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ تیسرے دن واپس آئے۔

(۱۳) جنگ احزاب میں آپ کا ذکر تک نہیں آتا۔

(۱۴) آپ نے کچھ نہیں کیا شاید شامل ہی نہیں ہوئے۔

(۱۵) چونکہ ابو سفیان کے نور نظر تھے۔ مکہ میں بطور سفیر بھیجے گئے۔ حضرت ابوبکر و عمر نے انکار کر دیا تھا۔

(۱۶) بہت سے کافر دوستوں کی جان بخشی کرائی۔

(۱۷) آپ بھی بھاگنے والوں میں تھے۔

(۱۸) آپ کو بھی مسجد کے اندر دروازہ کھلا رکھنے کی اجازت نہیں ملی۔

(۱۹) کجا آپ اور کجا راز کی باتیں۔

(۲۰) یہ درجہ کہاں۔

(۲۱) بنو امیہ آپ کو خداوند نعمت سمجھتے تھے۔

(۲۲) بنو امیہ کو چاہئے تھا کہ آپ سے محبت کرتے لیکن محاصرہ کے دنوں میں تنہا چھوڑ دیا۔

(۲۳) آپ کو غالباً اس کا علم بھی نہ ہو۔

(۲۴) آپ بھی ماتحت اسامہ تھے اور شیخین کی تجاویز کے تابع۔

(۲۵) آپ تو کسی گنتی ہی میں نہ تھے۔ لیکن مطیع شیخین تھے۔

(۲۶) آپ کسی گنتی ہی میں نہ تھے۔

(۲۷) آپ اپنے تیئں امیدواری کے قابل نہ سمجھتے تھے لہٰذا خاموش رہے۔

(۲۸) آپ کو حضرت عمر کی ساختہ شوریٰ کی اکثریت کی مدد سے عبدالرحمٰن بن عوف نے خلیفہ کیا۔

(۲۹) آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں مروان و دیگر بنو امیہ کو مسلمانوں کا حق دے کر امیر کبیر بنایا اور خلافت میں حصہ دار ٹھہرایا۔

(۳۰) آپ کی سخاوت محض بنو امیہ میں منحصر تھی۔ اور وہ بھی بیت المال سے۔

(۳۱) آپ امیر الامراء میں سے تھے۔

(۳۲) آپ کا شمار کہیں نہیں۔

(۳۳) آپ کی بنو امیہ کی نوازی اتنی مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

(۳۴) پچھتائے ہوں گے کہ بنی امیہ پر بے جا سخاوتوں کی بارش کیوں کی۔

اقبال افضلیت علیؑ

خلافت ملنے کے بعد پہلا خطبہ جو حضرت ابوبکر نے دیا اس میں تسلیم کیا ہے لست بخیر کم و علی فیکم میں تم کا بہتر شخص نہیں ہوں۔ کیونکہ علیؑ تم میں موجود ہیں۔ دیکھو سر العالمین، امام غزالی، تذکرہ خواص الامتہ سبط ابن الجوزی ص۳۶، حضرت عمر کے بہت سے اقوال و واقعات اس ضمن میں بیان کئے جا سکتے ہیں۔ ریاض النضرہ میں درج ہے۔

مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر نے عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا تھا۔ جس کا صرف یہ قصور تھا کہ اس کے یہاں بچہ حمل کے چھ مہینہ کے بعد پیدا ہوا تھا اس پر حضرت علیؑ نے عمر سے کہا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ بچے کے حمل اور دودھ چھٹنے کی مدت تیس مہینہ ہے۔ اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ دودھ چھٹنے کی مدت دو سال ہے لہٰذا حمل کی مدت چھ مہینے ہوئی۔ اس پر عمر نے اس کو سنگسار نہیں کیا اور کہا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

عقیلی نے اخراج کیا ہے اور نیز اس کو ابن السمان نے ابو حرم بن ابی الاسود سے بھی

اخراج کیا ہے۔ سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر پناہ مانگتے تھے۔ اس مصیبت سے جس کے حل کرنے کے لئے علیؑ موجود نہ ہوں۔ امام احمد بن حنبل اور ابو عمر نے اس روایت کا اخراج کیا ہے۔ بسند صحیح۔ محمد بن زبیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد دمشق میں داخل ہوا۔ وہاں میں نے ایک بہت ضعیف العمر آدمی کو دیکھا جس کے دونوں شانے بوجہ کبر سنی کے جھک گئے تھے۔ میں نے سوال کیا کہ اے شیخ تم نے کس کا زمانہ پایا ہے۔ کہا کہ عمر کا' میں نے کہا کہ کوئی روایت سناؤ' اس نے جواب دیا کہ ایک دن ہم نے قتیبہ کے ساتھ حج کیا اور بحالت احرام ہم نے شتر مرغ کے انڈے کھا لئے۔ جب ہم نے تمام رسومات حج ادا کر لئے تو اس کا ذکر ہم نے عمر سے کیا۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ میرے ساتھ آؤ۔ اور وہ ہم کو جناب رسول خدا کے حجروں تک لے گئے۔ ان میں سے ایک حجرہ کا دروازہ انہوں نے کھٹکھٹایا۔ ایک عورت نے جواب دیا۔ حضرت عمر نے پوچھا کہ ابو الحسن یہاں ہیں۔ عورت نے نے کہا کہ نہیں۔ پس وہاں سے عمر آگے بڑھے اور ہم سے کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ۔ پس وہ علیؑ تک پہنچے' جہاں وہ اپنے ہاتھ سے مٹی برابر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مرحبا اے امیر المومنین۔ حضرت عمر نے کہا کہ ان لوگوں نے بحالت احرام شتر مرغ کے انڈے کھائے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ تم نے مجھے ہی کیوں نہ بلا لیا۔ حضرت عمر نے کہا کہ نہیں میرے اوپر ہی واجب تھا کہ میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت علیؑ نے کہا جتنے انڈے ان لوگوں نے کھائے ہیں' اتنی تعداد کی نئی اونٹنیوں کو جوان اونٹوں سے گیابھن کرائیں۔ اور پھر جتنے بچے پیدا ہوں' وہ ہدیہ کر دیں۔ عمر نے کہا کہ بعض دفعہ اونٹوں کے حمل ساقط ہو جاتے ہیں۔ علیؑ نے جواب دیا کہ انڈے بھی گندے ہو جایا کرتے ہیں۔ پس عمر وہاں سے واپس آئے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ خداوندا میرے اوپر کوئی مصیبت نہ ڈال' لیکن یہ کہ اس کے حل کرنے کو ابو الحسن میرے پاس ہوں۔ ابن البختری نے بسند صحیح اس روایت کا اخراج کیا ہے۔ (الریاض جلد ۲ ص ۱۹۴)

علامہ ابن عبد البر الاستیعاب میں لکھتے ہیں۔

سعید ابن المسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمر خدا سے پناہ مانگتے تھے۔ اس مصیبت سے جس کے حل کرنے کے لئے علی ان کے پاس نہ ہوں —— لہذا حضرت عمر اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

ابن عبد البر الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی ص ۴۷۴' ابن سعد' طبقات الکبریٰ جلد ۲

ص۱۰۲' محب الدین الطبری' ریاض النضرہ' الجزء الثانی' باب الرابع الفصل السادس ص۱۹۴' ۱۹۷۔ سید مومن شبلنجی' نور الابصار ص۷۱ '۷۳' محمد بن طلحتہ الشافعی' مطالب السئول الفصل السادس ص۲۹' سبط ابن الجوزی' تذکرہ خواص الامت فصل فی قول عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اعوذ باللہ من معضلۃ لیس لہا ابو الحسن ص۵۸ لغایت ۸۸۔

دعویٰ افضلیت

چونکہ حضرت علیؑ کی معرفت و محبت جزو دین و ایمان قرار دی گئی تھی۔ لہٰذا مسلمانوں کی ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام امت کو اپنی شان سے آگاہ کریں تاکہ ان کو لاعلمی کی حجت باقی نہ رہے۔ آپ منبر پر دنیائے اسلام کو صدائے عام دیتے تھے' کہ پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو' میرے بعد تم کو ایسا موقع نہیں ملے گا۔

(اسمائے رواۃ عربی میں) سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ میں سوائے علی ابن ابی طالبؑ کے اور کوئی ایسا نہ تھا جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ پوچھ لو مجھ سے جو تم پوچھنا چاہتے ہو۔ ابو الطفیل سے مروی ہے' وہ کہتا ہے کہ میں نے ایک دن علیؑ کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے کہ پوچھ لو مجھ سے جو تمہارا جی چاہے۔ قسم بخدا کسی شے کی بابت تم مجھ سے نہیں پوچھو گے' لیکن یہ کہ میں تمہیں اس بات کی خبر دوں گا۔ مجھ سے کتاب اللہ کی بابت دریافت کرو۔ قسم بخدا کوئی آیت قرآن کی نہیں لیکن میں اس کی نسبت جانتا ہوں۔ کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

ابن عبد البر' الاستیعاب الجزء الثانی ترجمہ علی بن ابی طالب ص۴۷۵ و ۴۷۶' محب الدین طبری' الریاض النضرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل السادس ص۱۹۸' فصل التاسع ص۲۲۱' حسن ابراہیم حسن' تاریخ الاسلام السیاسی الجزء الاول ص۳۹۲' ابن سعد' طبقات الکبریٰ ج۲ ق۲ ص۱۰۱' ابن ابی الحدید' شرح نہج البلاغہ الجزء الاول ص۲۰۸' ابن حجر مکی' صواعق محرقہ باب المودۃ باب الثالث ص۷۶' فصل الرابع ص۷۷' شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ' ینابیع المودۃ باب الثالث عشر ص۵۳ باب الرابع عشر ص۴۰' علی المتقی' کنز العمال الجزء السادس ص۳۹۷' حدیث ۶۰۵۲' ص۴۰۵' حدیث ۶۱۳۸' محمد بن اسمٰعیل' روضتہ الندیہ شرح تحفتہ العلویہ ص۸۳' محدث

حسن علی، تفریح للاحباب ص ۳۵۰، سبط ابن الجوزی، تذکرہ خواص الامت ص ۷۱۔

دیکھا آپ نے تمام علماء و اہل سیر کا اتفاق ہے کہ سوائے علی مرتضیٰ کے اصحاب رسولؐ میں سے کسی اور کو یہ کہنے کی ہمت نہ ہوئی کہ پوچھ لو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ یہ شان باب علم نبی کی ہی ہو سکتی تھی۔ اصحاب رسول میں سے دعویٰ سلونی کرنے والا تو کون ہوتا سوال کرنے کی بھی لیاقت نہ تھی۔ ایک دفعہ اس سارے مجمع میں سے جو سوال کیا گیا وہ یہ تھا کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر پوچھا کہ میرے سر اور داڑھی میں کتنے بال ہیں۔ اس حماقت کی بھی انتہا ہے۔ اور پھر دعویٰ برابری کا۔

معرفت علیؑ مشکل ہے

حضرت علیؑ کی شخصیت کی معرفت حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ وہ کیسا انسان ہو گا جس کی ناقص معرفت رکھنے والوں نے اسے خدا سمجھا اور جس کی کامل صحیح معرفت امت محمدیہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ جناب رسول خدا نے خود معرفت علیؑ اور اپنی امت کی عدم معرفت کو ان فصیح و بلیغ الفاظ میں ارشاد فرمایا ہے۔

خیبر کے فتح والے دن جناب رسول خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اگر میری امت کے لوگ تمہارے حق میں وہ باتیں نہ کہنے لگتے جو نصاریٰ عیسیٰؑ کے حق میں کہتے ہیں۔ تو آج میں تمہارے متعلق وہ حقائق آمیز کلمات کہتا کہ پھر تم جس جماعت مسلمین کی طرف سے گزر جاتے تو تمہارے پیروں کے تلے کی مٹی اور غسل کا پانی لیتے تاکہ اس سے اندرونی اور بیرونی امراض سے صحت حاصل کریں۔ اے علی تو میری ذمہ داریوں کو پورا کرے گا اور میری سنت کے لئے جنگ کرے گا۔

شیخ سلیمان مفتی اعظم قسطنطنیہ ینابیع المودۃ مطبوعہ اسلامبول ۱۳۰۱ھ الباب الثالث عشر ص ۱۳۰ و باب الرابع و الاربعون فی حدیث لحمک لحمی و حلمت لو لا ان تقول لیک الخ۔ مسند امام احمد حنبل علیؑ ما نقل فی ینابیع المودۃ، ابو المؤید موفق ابن احمد الخوارزمی، کتاب مناقب عن جابر ابن عبداللہ۔

لہٰذا حضرت علیؑ کی شخصیت پر مکمل بحث کرنا میری طاقت سے باہر ہے۔ وہاں آپ کے چند

خصائص و عادات و سوانح حیات کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ جن سے حضرت علیؑ کی شخصیت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

پیدا ہوتے ہی جو آنکھ کھلی تو آغوش رسولؐ میں پایا' دنیا کی پہلی چیز جو آپ کے اندر گئی وہ آنحضرتؐ کا لعاب دہن تھا' پانچ برس کی عمر تھی جو رسول خدا ان کو اپنے یہاں لے آئے اور تب سے آنحضرت کی آغوش میں تربیت پائی۔

ایک لحہ کے لئے کفر نہیں کیا۔

امت محمدیہ میں سب سے پہلے ایمان لائے اور تصدیق رسالت کی۔

اسلام اور بانی اسلام کی محافظت کو اپنی حیات کا مقصد بنایا' اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر انہیں دشمنوں سے بچایا' کبھی میدان جنگ سے بھاگنے کا خیال تک نہیں آیا۔

آپ کے انہماک فی الدین کو دیکھ کر رسول خدا نے فرمایا کہ علی انتہائی ایمان کا مجسمہ ہے۔

خداوند تعالی نے فرمایا کہ علی نے اپنے نفس کو راہ خدا میں فروخت کر دیا ہے۔

جو شخص اپنے نفس کو راہ خدا میں فروخت کر دے اس میں نفسانیت کا شائبہ نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ حضرت علیؑ کے سوانح حیات بتا رہے ہیں کہ آپ نے اپنے نفس کو کبھی امور دین پر ترجیح نہیں دی' اس کافر کا واقعہ بھی اس امر کی شہادت ہے جس نے مغلوب ہو کر آپ کے منہ پر لعاب دہن پھینکا' اب چونکہ نفس بدلہ لینے کے لئے حرکت میں آسکتا تھا' آپ نے فوراً اس کو چھوڑ دیا' مولانا روم نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔ ان کا ایک شعر ہے۔

او خیو انداخت بروئے علی   افتخار ہر نبی و ہر ولی

جناب رسول خداؐ نے آپ کو وصیت بھی یہی کی تھی کہ کبھی دنیا کے لئے دین کو نہ چھوڑنا۔

"اے علیؑ اول کسے کہ بر لب حوض کوثر بمن رسد تو خواہی بود بعد از فوت من مکروہ بسیار بتو خواہد رسید باید کہ دل تنگ نہ کردی۔ دوست در عروۃ وثقی تحمل زدہ در طریق مصابرت سلوک نمائی و چوں مردم بجانب دنیا رغبت کنند تو آخرت اختیار فرمائی۔ (حبیب السیر جلد اول جزو سوم ص ۱۸)

بچپن میں انسان اپنے ماحول سے تاثرات حاصل کرتا رہتا ہے۔ اور جوانی و بڑھاپے میں ان پر عمل کرتا ہے۔ حضرت علیؑ کے پہلے دونوں زمانے اس وقت گزرے تھے جب دنیائے اسلام

میں حکومت الٰہیہ قائم تھی۔ حضرت علی نے اس حکومت کی دونوں حالتیں دیکھی تھیں۔ یعنی مغلوبیت کی بھی اور غالبیت کی بھی' آپ کے سامنے جناب رسول خدا کے طرز عمل کا وہ بھی نمونہ تھا' کہ جب کفر غالب تھا اور آنحضرت کے اس رسول خدا کے طرز عمل کا وہ بھی نمونہ تھا' کہ جب ظاہری حکومت مل چکی تھی اور کفر مغلوب تھا' اسلام کی خاطر صبر کرنا بھی سیکھ لیا تھا۔ اور اسلام کی بہبودی کے لئے لوگوں میں احکام صادر کرنے کا طریقہ بھی معلوم ہو گیا تھا۔ غرضیکہ حکومت الٰہیہ کا قیام حضرت علی کی سیاست کا مدعا اور اسلام حقیقی کا تحفظ حضرت علی کی حیات کا مقصد تھا۔

ابن حجر مکی

ابن حجر مکی صواعق محرقہ ص ۵۷ سطر ۱۹ طبع قاہرہ پر تحریر فرماتے ہیں۔
کوفیوں نے جن میں حضرت سفیان ثوری بھی شامل ہیں' بڑے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حضرت عثمان سے افضل ہیں۔
ص ۵۷ سطر آخر پر تحریر فرماتے ہیں۔
کہ حضرت امام مالک' یحییٰ بن القطان اور یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں بات کرے اور حضرت علی علیہ السلام کو سابق اور صاحب فضل قرار دے وہ سنت پر چلنے والا ہے۔
ص ۵۸ سطر ۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔
کہ قاضی ابوبکر باقلانی کے نزدیک حضرت ابوبکر کی افضلیت قطعی نہیں ہے۔ اور ارشاد میں امام حرمین نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔
ص ۵۸ سطر ۸ پر تحریر فرماتے ہیں۔
استیعاب میں عبدالرزاق نے معمر سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میرے نزدیک حضرت علی علیہ السلام حضرت ابوبکر و حضرت عمر سے افضل ہیں تو یہ شخص میرے نزدیک قابل زجر و توبیخ نہیں ہے۔
میں نے اس بات کا ذکر وکیع سے کیا تو آپ کو یہ بات اچھی لگی اور آپ نے اسے پسند

کیا۔

ص۵۸ سطر۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

خطابی کہتے ہیں کہ مشائخ کے نزدیک حضرت ابوبکر بہتر اور حضرت علی افضل ہیں۔

ص۵۸ سطر۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت سلمان فارسی' حضرت ابوذر' حضرت مقداد' حضرت خباب' حضرت جابر' حضرت ابو سعید خدری اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں اور ان بزرگوں نے انہیں دوسروں پر فضیلت دی ہے۔

ص۵۸ سطر آخر پر تحریر فرماتے ہیں۔

ابن سبکی کی طبقات الکبریٰ میں آیا ہے کہ حسین رسول اکرم کے ٹکڑے ہونے کی وجہ سے صحابہ سے افضل ہیں۔

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو وہ شرف حاصل ہے جو خود شیخین کی ذات میں موجود نہیں۔

ص۵۹ سطر۵ پر تحریر فرماتے ہیں۔

ابن عبدالبر نے استیعاب میں بیان کیا ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ابوبکر سے افضل سمجھتے ہیں۔ اس قول کی بنیاد ان کے مقدم فی الاسلام ہونے پر ہے۔

مولانا عبید اللہ امرتسری ارجح المطالب کے ص۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

فضیلت کے معنی ہیں ترجیح ایک شخص کی دوسرے پر باعتبار کسی خاص صفت کے یا بوجہ مجموعہ صفات مختلفہ کے کیونکہ جب یہ سمجھا جاتا ہے کہ زید افضل ہے عمرو سے تو اس سے کبھی یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ زید کو ہر طرح سے ہر قسم کے صفات میں عمر پر رجحان حاصل ہے۔ یعنی جس صفت میں کہ زید عمرو کا موازنہ کیا گیا ہے زید ہی کا پلہ بھاری نکلا ہے۔ اس لیے بعض نے افضل کی یہ تعریف کی ہے۔ الاجمع لمزایا الفضل و الخلال الحمیدۃ یعنی افضل وہ ہے جو ہر طرح کی فضیلت اور ہر قسم کے اوصاف حمیدہ کی مرکزیت کا جامع ہے تمام قسم کے علوم سے اس کی جان آراستہ اور ہر طرح کی عبادات اور اخلاق فاضلہ اور شرافت حسب و نسب سے اس کا وجود پیراستہ ہو۔
اور کبھی کل صفات کے باہم موازنہ کا خیال پیدا نہیں ہوتا بلکہ کسی خاص صفت میں افضل ہونا مراد ہوتا ہے یعنی اگرچہ اور صفات میں عمر کو ترجیح ہو لیکن ایک خاص صفت میں زید ہی کو رجحان حاصل ہے۔ اس لئے بعض نے افضل کی تعریف اکثر ثوابا من عند اللہ بما کسب من خیر کے لفظوں سے کی ہے یعنی زیادہ ثواب حاصل کرنے والا خدا کے نزدیک بذریعہ حاصل کرنے نیکی کے۔ یعنی جس کو خدا کے نزدیک زیادہ ثواب حاصل ہو وہی افضل ہے اگرچہ دوسرے امور میں وہ دوسروں سے گھٹ کر ہو۔

(۱) اب جاننا چاہیے کہ فضیلت دو قسم پر ہے ایک اختصاصی دوسری جزئی فضیلت اختصاصی وہ ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ محض اپنے کرم عمیم سے کسی شخص یا کسی چیز کو بغیر سابقہ کسی عمل یا کسی عبادت کے عطا فرمائے اور اس کو اس کے ہم جنسوں پر ترجیح بخشے جیسے کہ ناقہ صالح کو تمام اونٹنیوں پر اور کعبۃ اللہ کو تمام روئے زمین کی مساجد پر فضیلت عطا کی ہے۔

کبھی اس فضیلت کی وجہ انسان کی عقل میں آسکتی ہے اور کبھی نہیں آتی۔ چنانچہ دوسرے مقامات پر مسجد کی زمین کی وجہ فضیلت اس کا محل عبادت ہونا خیال کیا جاتا ہے اور کبھی اس کی وجہ محض عنایت الٰہی ہی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ حجر الاسود کی فضیلت دوسرے احجار پر اس کی وجہ دریافت کرنے سے عقل انسانی قاصر ہے اس فضیلت اختصاصی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک اصلی جیسے حجر الاسود کی فضیلت۔ دوسری طفیلی چنانچہ وہ مینڈھا جو اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ ہوا ہے حضرت اسمٰعیل کے فدیہ ہونے کے طفیل سے اور مینڈھوں سے افضل ہے۔

لیکن اس خصوصیت کی وجہ کہ وہ مینڈھا بہ نسبت اور مینڈھوں کے کیوں اس فضل سے مخصوص ہوا ہے محض عنایت الٰہی کے سوا اور کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ اس فضیلت میں بحث کی گنجائش نہیں اس کے ثبوت کے واسطے محض نص شارع ہی کافی ہے۔

(۲) فضیلت جزئی وہ ہے کہ عمل کے مقابلہ میں کسی کو خدا کی جانب سے عطا ہو۔

ان کی کئی قسمیں ہیں۔ اور یہ فضیلت ہمیشہ محل متنازعہ ہوا کرتی ہے لیکن کسی کو فضیلت دینے میں اس کے تمام اقسام پر نظر غائر ڈالنا چاہیے۔ اور جو جانب کہ متنازعین میں احق اور اولیٰ ہو اس کو افضل سمجھنا چاہیے۔

(تنبیہ) نہایت غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو اس کے عمل کی وجہ سے اس کے ہم جنسوں پر سات وجہ سے فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔ اور یہی سات وجہیں معیار فضیلت کہی جاتی ہیں۔

(الف) ماہیت عمل یعنی ایک شخص کے عمل کی ذات دوسرے شخص کے عمل کی ذات سے افضل ہو جیسے فرائض ادا کرنے والے کے عمل کو نوافل کے ادا کرنے والے کے عمل پر فضیلت ہے۔

(ب) لمیت عمل یعنی دو شخصوں کا عمل ایک ہی ہو لیکن دونوں کے باہم اغراض مختلف ہوں چنانچہ ایک شخص محض بغرض رضائے الٰہی عبادت کرتا ہو اور دوسرا لوگوں کے دکھانے کے لیے۔

(ج) کیفیت عمل یعنی ایک شخص ایک عمل کو اس کے پورے آداب کے ساتھ بجا لائے اور دوسرا شخص اس کے بجا لانے میں کسی قدر لاپرواہی کرے گو یہ دونوں شخص ایک ہی عمل میں شریک ہیں لیکن پہلے شخص کو فضیلت حاصل ہے۔

(د) کمیت عمل یعنی ایک ہی عمل کی کمی بیشی۔ چنانچہ ایک شخص نے بہت سے حج کیے ہوں اور دوسرے نے صرف ایک حج کیا ہو۔

(ہ) کبھی فضیلت بباعث تقدیم و تاخیر زمان کے ہوتی ہے چنانچہ ایک شخص نے ابتدائے اسلام میں یا ایام قحط سالی میں مسلمانوں کی دستگیری کی ہو بہرحال اس شخص سے افضل سمجھا جاتا ہے جس نے بعد حاصل ہونے قوت اسلام کے یا بعد گذرنے قحط کے کوئی ویسا ہی عمل کیا ہو۔ کلام مجید میں خود پروردگار نے اس کا فیصلہ کیا لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا

اس وجہ سے سابقین اسلام کو تمام امت پر فضیلت حاصل ہے۔ وَالسَّابِقُونَ

(و) کبھی مکان عمل کی وجہ سے فضیلت ہوا کرتی ہے چنانچہ ایک نماز حرم کعبہ یا مسجد نبوی میں پڑھنا بہتر ہے ہزار رکعت اکیلے نماز پڑھنے سے۔ اسی وجہ سے جو عمل نیک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو حضرات صحابہ سے وقوع میں آیا ہے اور وہ دوسری اوقات کے اعمال سے بدرجہا افضل اور بہتر ہے۔

(۳) خواہ فضیلت اختصاصی ہو یا فضیلت جزئی نتیجہ ان دونوں کا دو حال سے خالی نہیں۔

(الف) فاضل کی تعظیم کا مفضول پر واجب ہونا۔
(ب) فاضل کے درجہ کا دنیا و آخرت میں بہ نسبت مفضول کے درجہ کے بلند ہونا۔
(تنبیہہ) اگر فضیلت سے یہ دونوں نتائج نہ پیدا ہوں تو فضل محض لفظ بے معنی ہو گا جس کے کچھ معنی نہ ہوں۔
(اعتراض) یہاں پر ایک اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ جب افضل کی تعظیم مفضول پر واجب ہوگی تو ہر واجب التعظیم افضل ہو گا۔ اور کفار والدین بھی واجب التعظیم ہیں اس وجہ سے وہ بھی افضل سمجھے جانے چاہئیں۔ اور یہ بر خلاف شریعت ہے کہ کافر کو افضل سمجھا جائے۔
(جواب) کفار والدین کی تعظیم عرف شرع میں تعظیم نہیں کہلاتی ایسی تعظیم کو شرع کی اصطلاح میں بر اور احسان کہا جاتا ہے اور کفار والدین کی تعظیم شرع میں جائز نہیں بلکہ ان سے برات واجب ہے تعظیم شرعاً وہ ہے کہ محبت فی اللہ پر مبنی ہو۔
(۴) چونکہ فضیلت کے معنی ہیں ایک شخص کی خصوصیت دوسرے سے باعتبار کثرت ثواب کے پس یہ دو قسم پر ہے۔
(الف) فضیلت اصلی۔ یعنی ایک شخص میں وجہ فضیلت پائی جائے اور دوسرا اس سے بے بہرہ ہو جیسے کہ ایک عالم اور ایک جاہل۔
(ب) فضیلت زائدہ یعنی ایک شخص بہ نسبت دوسرے کے وجہ فضیلت زائد رکھتا ہو۔ مثلاً ایک عالم ہو اور دوسرا اعلم۔ اس دوسری قسم کی فضیلت کو مفاضلہ بھی کہتے ہیں۔
(۵) مفاضلہ اس وقت متحقق ہوتا ہے جب دو چیزیں ایک ہی امر میں ایک ہی وجہ سے شریک ہوں اور اگر وجہ میں مختلف ہوں تو مفاضلہ بھی متحقق نہیں ہوتا ہے۔ غرضیکہ مفاضلہ میں شرکت وجہ ضروری ہے کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ اَیُّ ہٰذَیْنِ اَفْضَلُ (یعنی دونوں میں سے کون افضل ہے) تو اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ اَیُّ ہٰذَیْنِ اَکْثَرُ ثَوَابًا فِیْمَا اشْتَرَکَا (یعنی جس وصف میں کہ یہ دونوں شریک ہوں ان میں سے کون فضیلت سوا رکھتا ہے) پس جہاں وجہیں مختلف ہوں وہاں مفاضلہ متحقق نہیں ہو گا اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ناقہ صالح افضل ہے یا رمضان۔ کیونکہ وجہ مفاضلہ متحد نہیں۔
بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ حضرت علیؑ افضل ہیں یا حضرت ابی بکر کیونکہ وجہ مفاضلہ میں دونوں شریک ہیں اگر وجہ مفاضلہ میں شریک نہ ہوتے تو اتنا جھگڑا کیوں ہوتا۔
(۶) جب بوجوہ مختلفہ مفاضلت میں تعارض واقع ہو تو ازروئے آیات قرآنی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احق اور اولیٰ باعتبار کے فضیلت پر یقین رکھنا چاہیے۔
یہ امر شریعت سے ثابت ہے کہ عمل کی کمیت کا کیفیت کے مقابلہ میں چنداں اعتبار نہیں اور زمان عمل کے سامنے ان دونوں کی وقعت نہیں۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا اور یہ امر بھی قرآن شریف سے ثابت ہے کہ صحابہ نے جو عمل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں کیا تھا وہ بوجہ حضور کی معیت کے نہایت افضل اور اعلیٰ ہے ان اعمال سے جو انہوں نے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے کیے ہیں اسی وجہ سے انس بن مالک اور ابو امامہ باہلی۔ عبداللہ بن بشر۔ عبداللہ بن الحارث۔ سہل بن سعد الساعدی۔ جابر بن عبداللہ انصاری جیسے صحابہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عمر طویل پانے کے باعث مدت مدید تک زندہ رہ کر اعمال صالح میں مشغول رہے لیکن خلفاء راشدین کے اعمال کے ہم پلہ نہیں ہو سکے۔
اسی وجہ سے یہ امر بھی قطعاً ثابت نہیں ہے کہ جو ذات مقدسہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کے وقت افضل و اعلیٰ تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد بھی ویسے ہی افضل اور اعلیٰ تھی۔
صحابہ کرام کے درمیان مشرف باسلام ہونے کی تقدیم و تاخیر کی وجہ سے فضیلت سمجھی جاتی ہے۔ چنانچہ اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ اور اَلسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ اس پر شاہد ہے پس اس اعتبار سے جو

۴۷

بزرگوار سب سے پہلے اسلام لائے ہیں۔ وہ سب افضل اور اعلیٰ ہیں وہ چار نفوس متبرکہ ہیں۔ حضرت ام المومنین خدیجہ الکبریٰ۔ حضرت علی مرتضیٰ۔ حضرت ابوبکر ۔ حضرت زید بن الحارث۔ رضی اللہ عنہم ان کے بعد وہ جلیل القدر اصحاب جو ہجرت سے پہلے اسلام لائے ہیں ان کے بعد اہل عقبہ ان کے بعد اہل بدر۔ ان کے بعد مشاہد احد سے صلح حدیبیہ تک کے لوگ جن کے لیے انزال سکینہ ہوا ہے۔ ان کے بعد بالقطع کوئی مشہد نہیں جو مدار فضل سمجھا جائے کیونکہ پھر اکثر منافق اور مولفۃ القلوب بھی شریک اسلام ہوگئے تھے چنانچہ قرآن مجید اس امر پر ناطق ہے وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ☆

تنبیہہ ان پچھلے لوگوں کی فضیلت قابل بحث نہیں۔ اگر گفتگو ہے تو خلفاء اربعہ کی باہمی فضیلت میں ہے کیونکہ یہ لوگ بالاتفاق سابق الاسلام تھے۔

(۲) فضیلت کا ثبوت دو قسم سے ہو سکتا ہے عقل سے یا نقل سے۔ لیکن فضیلت کا عقلی کوئی کافی ثبوت نہیں جو قطع جمع کر سکے اور جس سے خصم کو مجال تکلم نہ رہے۔ اب رہی فضیلت تو اس کے جانچنے کے دو طریق ہیں اول نص شارع۔ دوم تتبع احوال۔

(الف) اس امر میں کہ فضیلت منصوص ہے یا نہیں باہم علماء اہل سنت و جماعت کا اتفاق ہے کہ انہ ثبت بالاجماع و لم یعین الا الفعل و لم یوجد النص بعض کہتے ہیں کہ تفضیل قطعی ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ظنی ہے امام ابوالحسین اشعری اس کے قائل ہیں کہ قطعی ہے۔ اور ابوبکر باقلانی اور امام الحرمین کہتے ہیں کہ ظنی ہے۔ (دیکھو شرح جواہر اللقانی) سعد الدین تفتازانی شرح مقاصد میں لکھتے ہیں التفضیل من الاجتهادیات لا قطع فیها یعنی تفضیل ایک امر اجتہادی ہے کوئی قطعی دلیل اس کے لیے موجود نہیں امام غزالی بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ حقیقۃ الفضل ما هو عند الله و ذلک مما لا یطلع علیه الا رسول الله صلی الله علیه وسلم یعنی فضل کی حقیقت خدا کو معلوم ہے اور سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس پر کوئی مطلع نہیں۔

شارح مواقف لکھتا ہے۔ و اعلم ان مسئلة الافضلية لا مطمع فيها في الجزم و اليقين اذ لا دلالة للعقل بطريق الاستدلال على الافضلية بمعنى الاكثرية في الثواب بل مستندها النقل و ليست هذه المسئلة مسئلة متعلق بها عمل فيكتفى بها بالظن هو كاف في الاحكام العملية بل هي مسئلة علمية يطلب فيها اليقين۔ و النصوص المذكورة من الطرفين بعد تعارضها لا يفيد القطع على ما لا يخفى على منصف لانها امام احاد و ظنية الدلالة مع كونها متعارضة ايضا و ليس الاختصاص بكثرة اسباب الثواب موجبا لزيادته قطعا بل ظنا لان الثواب تفضل من الله تعالى كما عرفته فيما سلف فله ان لا يثيب المطيع و يثيب غيره و ثبوت الامامة و ان كان قطعيا لا يفيد القطع بالافضلية بل غايته الظن كيف ولا قطع بان امامة المفضول لا تصح مع وجود الفاضل لكنا وجدنا السلف قالوا بان الافضل ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي و حسن ظننا بهم لو لم يعرفوا ذالک لما اطبقوا عليه لوجب علينا اتباعهم في ذالک القول تفويض ما هو الحق فيه الى الله تعالى۔ قال الآمدي و قد يراد بالتفضيل اختصاص احد الشخصين من الآخر غير مقطوع فيما بين الصحابة اذ ما من فضيلة تبين لختصاصها بواحد منهم الا و يمكن بيان مشاركة غيره له فيها و بتقدير عدم المشاركة فالله يمكن بيان اختصاص الآخر بفضيلة اخرى و لا سبيل الى الترجيح بكثرة الفضائل لاحتمال ان يكون الفضيلة الواحدة ارجح من فضائل كثيرة یعنی فضیلت کا مسئلہ ایسا نہیں کہ اس سے جزم اور یقین کا طمع کیا جائے۔ عقل کو افضلیت (بمعنی کثرت ثواب) پر طریق استدلال حاصل نہیں۔ بلکہ یہ مسئلہ نقل سے مستند ہے اور یہ مسئلہ وہ مسئلہ نہیں کہ جس کے ساتھ عمل کا لگاؤ ہو تاکہ محض ظن ہی ہے اس کے لیے کافی سمجھا جائے کیونکہ احکام عملیہ کے لیے ظن ہی کفایت کرتا ہے۔ بلکہ یہ مسئلہ علمی ہے (یعنی اعتقادی ہے) جس میں جزم اور یقین مطلوب ہے۔ طرفین کے نصوص باہم متعارض ہونے کی وجہ سے تسلیہ کا فائدہ نہیں بخشتی قطع نظر متعارض ہونے کے وہ نصوص احاد اور ظنی الدلالۃ ہیں۔

نہایت امر یہ ہے کہ وہ نصوص اسباب کثرت ثواب کی اختصاص پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن کثرت ثواب کے اسباب کا مرتب ہونا قطعاً کثرت ثواب کا موجب نہیں ہو سکتا۔ صرف ظن کا فائدہ دیتا ہے۔ کیونکہ اجر و ثواب خدا کی مہربانی پر موقوف ہے کسی خاص سبب پر منحصر نہیں خدا چاہے تو ایک غیر مطیع کو ثواب عطا فرمائے اور مطیع کو محروم رکھے اور امامت کا ثبوت اگرچہ قطعی ہے لیکن وہ قطعی ثبوت افضلیت کا نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ امامت مفضول کی افضل ہوتی ہے۔ ہمارے اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے۔ اور ناجائز ہونا اس کا قطعی نہیں۔ ہم نے سلف کو یہی کہتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت ابوبکر افضل ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علیؑ ہمارا سلف کے حق میں گمان نیک ہے اور اس امر کا مقتضی ہے کہ اگر ان کے پاس دلیل نہیں ہوتی تو اس اعتقاد کا حکم نہ دیتے ہم ان کے پیرو ہیں ہم پر اس امر میں ان کا اتباع واجب ہے اور ہم اس کی اصل حقیقت کو خدا کے سپرد کرتے ہیں۔

آمدی کہتا ہے کہ تفضیل سے مراد ایک شخص کی خصوصیت ہے دوسرے سے کسی خاص صفت میں خواہ وہ اصلی فضیلت ہو (یعنی ایک میں تو وہ صفت موجود ہو اور دوسرے میں مطلق پائی نہ جائے) جیسے کہ صفت علم کی وجہ سے عالم جاہل سے افضل ہے کیونکہ صفت علم تو عالم میں موجود ہے اور جاہل میں موجود نہیں یا بہ سبب زیادہ ہونے کے کسی خاص سبب کے فضیلت ہو (یعنی ایک ہی صفت میں دونوں شریک ہوں لیکن ایک میں وہ صفت زائد ہو اور دوسرے میں کم ہو) جیسے اعلم افضل ہے عالم سے بہ سبب زیادہ ہونے صفت علم کے پس اس وجہ سے صحابہ کرام کے درمیان کسی کی فضیلت کے بارہ میں قطعی حکم نہیں لگایا جاتا کیونکہ جو فضیلت کہ کسی صحابی کے واسطے ثابت کی جاتی ہے اکثر ایسا ہی ان میں دوسرا بھی شریک پایا جاتا ہے اور اگر بالفرض شریک نہیں پایا جاتا تو کسی اور فضیلت سے ممتاز نظر آتا ہے کہ یہ اس کی فضیلت اس دوسرے کی فضیلت کے مقابل ٹھہرتی ہے۔

اور کثرت فضائل سے ترجیح نہیں دی جا سکتی کہ ایک ہی فضیلت بباعث شرف کے بہت سی فضیلتوں پر راجح ہو۔ اور ایک فضیلت والے کو بہت سی فضیلتوں والے سے منجانب اللہ ثواب زیادہ حاصل ہوا ہو۔ پس افضلیت پر قطعیت کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اس لیے سلف میں خلفاء اربعہ کی افضلیت کی نسبت متقدمین اہل سنت و جماعت میں مختلف مذاہب تھے۔

(۱) اکثر لوگ **افضلهم علی ترتیب الخلافت** کے قائل تھے اور ترتیب خلافت کے مطابق سب سے حضرت ابوبکر کو افضل سمجھتے ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر اور ان کے بعد حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت مرتضیٰ علی کو۔

(۲) بعض لوگ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو تو افضل سمجھتے تھے اور حضرت علیؑ اور حضرت عثمان کو برابر جانتے تھے امام مالک کا بھی یہی عقیدہ تھا محقق دوانی شرح عقائد میں لکھتا ہے **الافضلیۃ بهذا الترتیب عند الجمهور و نقل من مالک التوقف بین عثمان و علی و قال امام الحرمین الغالب علی الظن ان ابا بکر افضل من عمر ثم تتعارض الظنون فی عثمان و علی** یعنی جمہور کے نزدیک افضلیت ترتیب خلافت پر ہے اور امام مالک سے نقل کیا گیا ہے توقف درمیان علی اور عثمان کے اور امام الحرمین کہتا ہے کہ ظن غالب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر افضل ہیں حضرت عمر سے اور پھر حضرت عمر افضل ہیں اور پھر ظنون باہم متعارض ہیں درمیان میں حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کے فخر السلام بزدوی کہتے ہیں کہ بعض اہل سنت و الجماعت ان دونوں صاحبوں کو برابر سمجھتے تھے اور حضرت عثمان کو حضرت علی پر فضیلت نہیں دیتے تھے چنانچہ امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ **انه ما فضل عثمان علی علی** یعنی وہ حضرت عثمان کو حضرت علیؑ پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ علامہ ابن عبداللہ عبد البر استیعاب میں لکھتے ہیں **قال ابو عمر و قف من اهل السنة فی علی و عثمان الم یفضلوا احداً منهما علی صاحبه منهم مالک بن انس و یحیی بن سعید القطان۔**

(۳) کوفہ کے اہل سنت و جماعت مثل سفیان ثوری رحمتہ اللہ علیہ کے حضرت علیؑ کو حضرت عثمان پر فضیلت دیتے تھے چنانچہ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی میں سیوطی لکھتے ہیں و جزم الکوفیون و منہم سفیان الثوری بتفضیل علی علی عثمان یعنی کوفے کے لوگ کہ ان میں سے سفیان ثوری بھی ہیں بالجزم یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت علیؑ حضرت عثمان سے افضل ہیں اور شرح عقائد جلالی میں لکھا ہے کہ ابوبکر خزیمہ بھی حضرت علیؑ ہی کی فضیلت کے قائل تھے۔ عن ابی بکر خزیمتہ تفضیل علی علی عثمان شرح کبیر جوہر القانی سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً امام مالک کا بھی یہی عقیدہ تھا بعد میں توقف کی طرف مائل ہو گئے تھے۔ و قال بعض اھل السنۃ بتقدیم علی علی عثمان و بہ قال مالک او لا ثم وقف امام عبداللہ یافعی رحمتہ اللہ علیہ قصیدہ مجاوی الا تعان فی تفضیل علی علی عثمان میں لکھتے ہیں من بعد تفضیلنا الشیخین معتقدی + تفضیلہ قبل ذی النورین لی ہانی (مرۃ الجنان للیافعی) اکثر محدثین مثل حاکم وغیرہ بھی اسی کے قائل تھے۔ (بستان المحدثین للمحدث الدہلوی) اس سے بھی زیادہ ایک اور ثبوت ملتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا بھی یہی مسلک تھا۔ چنانچہ الخصائص میں امام نسائی لکھتے ہیں عن علاء بن عرار قال سئلت بن عمر رضی اللہ عنہما و ھو فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن علی و عثمان فقال اما علی فلا تسالنی عنہ فانظر الی قرب منزلہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لی المسجد غیر بیتہ فاما عثمان فانہ اذنب ذنبا عظیما تولی یوم التقا الجمعان فعفی اللہ عنہ و غفر و اذنب لکم دون ذالک فقتلتموہ۔

(۴) علامہ عبدالبر استیعاب میں لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ اور حضرت ابوبکر کی فضیلت میں بھی سلف کا مذہب مختلف تھا چنانچہ انکا قول ہے و اختلف السلف ایضا فی تفضیل و علی و ابوبکر پھر اس کے ذیل میں لکھتے ہیں عن سلمان و ابی ذر و المقداد و عمار و خباب و جابر و حذیفہ علی غیرہ یعنی سلمان فارسی اور ابی ذر غفاری اور مقداد و عمار بن یاسر جناب حذیفہ و ابی سعید خدری و زید بن ارقم رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب وہ شخص ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور یہ اصحاب حضرت علیؑ کو ان کے غیر پر فضیلت دیتے ہیں۔

علامہ عبدالبر استیعاب میں عبدالرزاق سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص عمر کو ابوبکر پر فضیلت دے تو میں اس کو منع نہیں کرتا اور اگر علی کو ابوبکر سے افضل سمجھے تو بھی میں اس کو منع نہیں کرتا اگر وہ ان دونوں سے محبت رکھے پس عبدالرزاق کہتا ہے کہ میں نے اس بات کو وکیع سے بیان کیا اس کو یہ بات نہایت پسند آئی۔

(۵) امام تاج الدین سبکی کہ ہمارے علماء شافعیہ میں بڑے مستند شمار کیے جاتے ہیں طبقات الکبریٰ میں نقل کرتے ہیں کہ بعض متاخرین کا یہ مسلک تھا کہ حضرت حسنین علیہم السلام کو بباعث جزئیت بضعۃ الرسول کے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر فضیلت دیتے تھے چنانچہ جلال الدین سیوطی الخصائص میں امام علم الدین عراقی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ اور ان کے بھائی ابراہیم باتفاق سب صحابہ سے افضل ہیں امام مالک کا قول ہے ما تفضل علی بضعتہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم احدا۔

(۶) تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی میں علامہ جلال السیوطی تحریر فرماتے ہیں۔ حکی الخطابی عن بعض مشائخہ انہ قال ابوبکر خیر۔ وعلی افضل غرضیکہ ان سب تقریروں کا ماحصل یہ ہے کہ تفضیل ظنی ہے اور اس کے ظنی ہونے پر سلف نے اتفاق کیا ہے تفضیلہم علی ترتیب الخلافۃ قطعی نہیں ہے اور ہمارے اہل سنت و جماعت اس کے برخلاف عقیدہ رکھنے والے کو بدعتی وغیرہ سے تعبیر نہیں کر سکتے ورنہ سلف صالحین تک اس کا اثر پہنچ سکتا ہے۔

بعض لوگوں نے اس جگہ ایک اعتراض کیا ہے کہ فضیلت کے ظنی سمجھنے سے مخالفت اجماع کی لازم آتی ہے یہ روایات جو فضیلت کے ظنی ہونے کے بارہ میں نقل ہوئے ہیں شاذ ہیں۔ ان کی طرف چنداں التفات نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حضرت

ابوبکر کی فضیلت پر اجماع ہو چکا ہے اور اجماع دلائل قطعیہ میں سے ہے۔ پس افضلیت کو بھی قطعی سمجھنا چاہیے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سچ ہے کہ اجماع دلیل قطعی ہے لیکن اجماع کی تمام اقسام قطعی نہیں چنانچہ کتب اصول فقہ میں اس کا جواب مفصل بحث موجود ہے قطعی اس کو کہا جاتا ہے کہ جس میں اصلاً اختلاف نہ ہو اور جس میں اختلاف ہو (اگرچہ وہ اختلاف شاذ ہی ہو) ظنی ہے اور قطعیت کی حد سے نکل جاتا ہے۔ اگرچہ شاذ ہونے کی وجہ سے وہ خلاف چنداں قابل اعتماد بھی نہ ہو لیکن اس کا اجماع درجہ قطعیت سے کنارہ رہتا ہے۔
علاوہ بریں اگر اجماع ہوا بھی ہے تو اسی فضیلت پر ظنی ہوا ہے۔ اور صاحبان اجماع نے اس کی قطعیت پر حکم نہیں لگایا۔ چنانچہ ہم سابقاء ائمہ کلام مثل ابوبکر باقلانی۔ اور امام الحرمین اور حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ کے اقوال نقل کر چکے ہیں ان کے بیانوں سے واضح ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں فضیلت ان کے نزدیک صفت ثبیت سے محکوم بہ ہے نہ عارض حکم بعد از اجماع نہایت الامر یہ ہے کہ اجماع سے ترتیب خلافت کا ثبوت ملتا ہے۔ تفضیلھم علی ترتیب الخلافۃ کا چنانچہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ سلف کا حضرت عثمان کے احق بالخلافت ہونے پر اجماع اور افضل ہونے پر اختلاف ہے۔ پس ثابت ہوا کہ قطعیت سے افضلیت ہرگز لازم نہیں آتی۔ طالوت ایک مومن بادشاہ اور خلیفہ وقت تھا اور دیگر انبیاء اکرام علیہم السلام اس کے عہد میں موجود تھے اور اس کے حکم کے تابع تھے۔
کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ طالوت ان انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل تھا۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ محققین اہل سنت و جماعت کے نزدیک فضیلت کی اصلیت خدا کو معلوم ہے کسی کو اس پر پوری اطلاع نہیں۔
خلفاء اربعہ کی مدح و ثنا میں حدیثیں وارد ہیں۔ اور باہم متعارض ہیں اور سلف کا افضلیت کے بارہ میں اختلاف ہے۔ اور ایک بات پر اجماع قطعی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون افضل اور اعلیٰ ہے۔
چونکہ افضلیت سے اکثریت ثواب مراد ہے۔ اکثریت ثواب کا ثبوت صرف مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث میں مل سکتا ہے اور احادیث میں تعارض واقع ہے پس جبکہ تعارض واقع ہو تو جانب اولیٰ کو ترجیح دینا چاہیے اور احادیث قوی اور ضعیف کا خیال رکھنا چاہیے۔
جناب امیر علیہ السلام کے فضائل میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کی نسبت علامہ ابن عبدالبر الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب میں بذیل ترجمہ جناب امیر علیہ السلام لکھتے ہیں۔ قال احمد بن حنبل و اسمٰعیل بن اسحاق القاضی، احمد بن علی بن شعیب النسائی و ابو علی النیشا بوری لم یرد فی فضائل احد من الصحابۃ بالاسانید الجیاد ماروی فی فضائل علی بن ابی طالب یعنی امام احمد بن حنبل اور قاضی اسمٰعیل بن اسحاق اور امام احمد بن علی بن شعیب النسائی اور ابو علی نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہم کہتے ہیں کہ جس قدر جید سندوں کے ساتھ حدیثیں جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حق میں روایت ہوئی ہیں ویسے کسی ایک صحابی کے حق میں نہیں ہوئیں۔
اس کے ماسوا اگر جناب امیر کی خصوصیات کو دیکھا جائے اور آپ کے امور کثرت ثواب کے اسباب پر غور کیا جائے تو جناب امیر ہی افضل الناس بعد خیر البشر نظر آتے ہیں۔
لیکن اگر یہ خیال کیا جائے کہ کثرت ثواب کی وجہ سے افضل ہونا تو امر ظنی ہے تو اس خیال کے دور کرنے کے لیے ہم آپ کے اتاریخ تحریا الفضل و الفعال الحمیدہ کی طرف ایک نظر ڈالتے ہیں جس سے ہمارا ظن بالکل رفع ہو جاتا ہے اور آپ کی افضلیت کا آفتاب یقین کی آنکھوں میں چمکتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

(ب) اب تتبع احوال جناب امیر سے پیشتر ہم افضلیت کی اقسام بیان کرتے ہیں ظاہر ہے کہ افضلیت باعتبار اپنے اقسام کے تین قسموں میں منحصر ہے۔ فضیلت نفسانی۔ اور فضیلت جسمانی اور فضیلت خارجی۔
ہم اس تیسرے باب میں اقسام ثلثہ فضیلت میں جناب امیر کی افضلیت لوگوں کو دکھائیں گے۔ پھر چوتھے باب میں ہم آپ کی خصوصیات اور اسباب کثرت ثواب کو لوگوں کی تشفی کے لیے نقل کریں گے۔
اس باب میں ہم چند امور یعنی جناب امیر کا ذکر داخل عبادت ہونا۔ اور ان کی شان میں جس قدر حدیثیں وارد ہوئی ہیں ان کی نسبت محدثین کی رائے اور جناب امیر کی مثل کسی نے اکتساب فضائل نہیں کیا۔ اور جناب امیر کے فضائل و مناقب کا لا تحصٰے ہونا۔ اور جناب امیر کا روحانی علیہ۔ اور جناب امیر کا جمع مدارج فضل ہونا بطور تمہید کے لکھ کر پھر ہم آپ کے فضائل نفسانی اور جسمانی اور خارجی کو تفصیل وار لکھیں گے۔

نکات

ارجح المطالب کی اس طویل ترین عبارت سے مندرجہ ذیل نکات واضح ہوئے۔

(۱) پہلے تو جناب علامہ عبیداللہ امرتسری نے افضلیت کا معیار مقرر کیا ہے اور اس میں ایک یہ معیار متعین فرمایا ہے کہ افضل وہ ہوتا ہے جو کہ جمیع صفات میں سب سے افضل ہے۔ حضرت علی علیہ السلام بے شک اس معیار کے مطابق بھی سب صحابہ سے افضل تھے۔ کیونکہ کسی بھی امر خیر میں کوئی بھی حضرت علی علیہ السلام سے افضل نہیں تھا۔

(۲) دوسرا معیار عمل واحدہ ہے یعنی کسی ایک کو ایک ایسا اعزاز حاصل ہو جائے کہ جس کا دوسرے لوگ مقابلہ نہ کر سکیں تو حضرت علی علیہ السلام کو ولادت در کعبہ' ضربت در غزوہ احزاب جیسے ایک نہیں کئی اعزازات حاصل تھے۔ جن میں کوئی بھی آپ کا مد مقابل نہیں ہو سکتا۔ آئندہ باب خصائص علی میں مفصل ذکر ہو گا۔ انشاء اللہ۔

(۳) پھر آپ نے فضیلت کا ایک معیار عطیہ خداوندی تحریر فرمایا ہے تو بے شک خدا کی طرف سے حضرت علی کی ولادت در کعبہ' علم لدنی' عصمت وغیرہ جیسے کائی اعزازات ہیں جو خود خدا نے حضرت علی کو عطا فرمائے ہیں۔ جن سے دوسرے صحابہ کرام محروم رہے۔

(۴) پھر مولف نے فضیلت جزئی کے سات مقامات تحریر فرمائے ہیں۔ بے شک حضرت علی علیہ السلام کو دیگر صحابہ کے مقابلے میں ان ساتوں مقامات پر افضلیت حاصل ہے۔

(۵) آگے چل کر لکھتے ہیں کیا کریں ہمارے اسلاف کے نزدیک پہلے درجے پر حضرت ابوبکر دوسرے پر حضرت عمر تیسرے پر حضرت عثمان اور چوتھے پر حضرت علی تھے۔ کیا کریں ہم مجبور

ہیں۔ ہم ان کی مخالفت کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہ تو مشرکین مکہ والی بات ہوئی۔ کیا کریں محمد ہو تو تم سچے لیکن ہم اپنے بزرگوں کی مخالفت نہیں کر سکتے۔

شارح مولف جی! آپ ڈرتے کیوں ہیں چھوڑیئے بزرگوں کو تقلید اسلاف مشرکین کی دلیل تھی۔ آپ فرمایئے آپ کا تفضیل کے بارے میں کیا عقیدہ ہے؟ اگر آپ کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام غیروں سے افضل ہیں تو بلا ٹوک اور واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایئے۔

(۶) جناب آمدی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے درمیان کسی کی فضیلت کے بارے میں قطعی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

بے چارے اہلسنّت کیا کریں' توحید پر ان کو شک 'نبوت میں ان کو شک' خلافت کا پتہ تک نہیں کہ اصول میں ہے یا نہیں' اطاعت خلیفہ واجب ہے یا مستحب' تفضیل پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس مذہب کا بغور مطالعہ کیا جائے تو اس کی بنیاد شکوک و شبہات ہی پر نظر آتی ہے۔ اور یہ ضروری بات ہے کیونکہ ان کے رہبر خود ہمیشہ شکوک و شبہات میں گھرے رہے۔

ہم ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سوا حضرت علی علیہ السلام تمام مخلوق سے افضل تھے۔

(۷) پھر تحریر فرماتے ہیں کہ خلفاء اربعہ کی افضلیت کی نسبت متقدمین اہلسنّت و جماعت میں

مختلف مذاہب تھے۔ معلوم ہوا کہ خلفاء ثلاثہ کا حضرت علیؑ سے افضل ہونا اہلسنّت کے نزدیک مسلم نہیں ہے۔ جبکہ حضرت علی علیہ السلام کا اصحاب ثلاثہ سے افضل ہونا ہمارے نزدیک مسلم ہے۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام اصحاب ثلاثہ سے افضل ہیں۔

(۸) پھر فرماتے ہیں کہ بعض ترتیب خلافت کے مطابق تفضیل کے قائل تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد سے مذہب اہلسنّت صاحبان اقتدار کا مرہون منت رہا۔ لہذا اہلسنّت کا وطیرہ رہا کہ جو بھی کرسی پر آیا اسی کو سلام چاہے یزید ہو اور جو کرسی سے دور رہا اس کی طرف توجہ نہ کی چاہے حسینؑ ہو۔ حالانکہ ضروری نہیں کہ جو کرسی پر براجمان ہو گیا وہ اس کا حقدار بھی ہو۔ وہ نیک خصال بھی ہو' وہ افضل بھی ہو' حالانکہ قرآن نے معیار افضلیت تقویٰ کو دیا ہے نہ کہ اقتدار کو۔

اہلسنّت صرف اصحاب ثلاثہ کے گن گاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ صاحبان اقتدار تھے اور

حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابوذر غفاری جیسے درویش صفت انسانوں کا نام تک نہیں لیتے کیونکہ یہ لوگ صاحبان اقتدار نہیں تھے۔

اگر اصحاب ثلاثہ صاحبان اقتدار نہ ہوتے تو پھر اہلسنّت کے نزدیک یہ حضرات گنتی ہی میں نہ ہوتے۔ اب چونکہ یہ اقتدار میں آ گئے لہٰذا اہمیت ان کی طرف منسوب کر دیں۔ ہزاروں احادیث وضع کر کے ان کی طرف منسوب کر دیں۔

ایک طرف تو بعض لوگ حضرت علیؑ کو خدا تک کہہ گئے (جو کہ ہمارے نزدیک بالکل غلط عقیدہ ہے) دوسری طرف یہ کتنا ظلم ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کا حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان سے مقابلہ کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک کے انبیاء کرام کا مشکل کشا رہا ہو اس کا یہ لوگ کیسے مقابلہ کر سکتے ہیں۔

(۹) پھر فرماتے ہیں البتہ حضرت عثمان کے حضرت علی علیہ السلام سے افضل ہونے پر بعض لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔ بھائی پہلے کون سا اتفاق تھا جو یہاں آ کر اختلاف ہو گیا۔ بھائی ریت کی دیوار کب تک قائم رہ سکتی ہے۔ چونکہ اہلسنّت کی بنیاد فضائل و مناقب کے بجائے اقتدار پر ہے جیسے اقتدار کو دوام نہیں ویسے ان کے عقائد کو استقلال نہیں۔

(۱۰) عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حضرت علی علیہ السلام کو حضرت ابوبکر سے افضل سمجھے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔

(۱۱) امام تاج الدین سبکی کے نزدیک بعض متاخرین کا یہ مسلک تھا کہ وہ حضرات حسنین علیہما السلام کو بباعث جزئیت بضعۃ الرسول کے خلفاء پر فضیلت دیتے تھے۔

(۱۲) سیوطی الخصائص میں امام علم الدین عراقی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم علیہ السلام باتفاق سب صحابہ سے افضل ہیں۔

اہلسنّت کی بھی سمجھ نہیں آتی یا تو حضرات ثلاثہ کو حضرت علی علیہ السلام سے افضل کہہ رہے تھے یا حضرت علی کے فرزندان اور ان کی زوجہ کو ان سے افضل کہہ دیا۔ بھائی جب یہ ان سے افضل ہے تو ان کے مولا چوتھے نمبر پر کیسے آ گئے۔ یار آپ سے تو وہ ملنگ ہی اچھا ہے جو قریہ قریہ بستی بستی صبح و شام اعلان کرتا پھر رہا ہے کہ

دمادم مست قلندر　　علی کا پہلا نمبر

(۱۳) آخر میں نتیجہ یہ نکالتے ہیں۔ ان سب تقریروں کا حاصل یہ ہے کہ تفضیل ظنی ہے اور

اس کے ظنی ہونے پر سلف نے اتفاق کیا ہے کہ ترتیب خلافت کے حساب سے تفضیل قطعی نہیں۔

جب تفضیل پر کوئی قطعی فیصلہ نہیں تو اس کمزور عقیدہ کی وجہ سے قطعی عقیدے والوں کو کافر کس بنیاد پر کہا جا رہا ہے۔

(۱۴) پھر ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ایک عمدہ بات تحریر فرماتے ہیں کہ طالوت ایک مومن بادشاہ اور خلیفہ وقت تھا اور دیگر انبیاء علیہم السلام اس کے عہد میں موجود تھے اور اس کے حکم کے تابع تھے۔ کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت طالوت ان انبیاء کرام سے افضل تھے۔ معلوم ہوا اقتدار تفضیل کی دلیل نہیں۔

(۱۵) خلفاء اربعہ کی مدح و ثناء میں حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور وہ باہم متعارض ہیں۔ اور سلف کا افضلیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور اس بات پر اجماع نہیں ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد کون افضل اور اعلیٰ ہے۔

(۱۶) آخر میں جناب عبیداللہ امرتسری تفضیل علی علی اصحاب ثلاثہ پر کھل کر تحریر فرماتے ہیں۔

مسعودی کا فیصلہ

وہ امور جن کی فضیلت سے جناب رسول خدا کے اصحاب کی فضیلت کے مستحق ہوتے تھے یہ تھے سبقت ایمانی، ہجرت و رسول خدا کی نصرت، آپ سے قرابت، قناعت، اپنی جان کو رسول خدا کے اوپر نثار کرنا، قرآن اور اس کی تنزیل کا علم، جہاد فی سبیل اللہ، زہد و ورع مقدمات فیصل کرنے کی قابلیت، حکمت عفت اور حلم علی ابن ابی طالبؑ کو ان سب امور میں سے تمام صحابہ سے زیادہ حصہ ملا ہوا تھا۔

اور تمام دیگر صحابہ سے وہ ان امور میں افضل تھے۔ جیسا کہ جناب رسول خداؐ کے ان اقوال سے ظاہر ہوتا ہے۔ جب جناب رسول خدا نے مسلمانوں سے فرمایا کہ تم میرے امتی ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جناب رسول خدا کا نظیر ومثیل سوائے علیؑ کے اور کوئی شخص نہ تھا۔ اسی طرح یہ قول کہ تم میرے ساتھ وہی منزلت رکھتے ہو جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ سوائے اس کے

میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور نیز آپ کا یہ قول کہ جس کا میں مولا ہوں۔ اس کا علی مولا ہے خداوندا دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو علی کو دشمن رکھے اور نیز آپ کی دعا کہ جب آپ کی خدمت میں بھنا ہوا طائر پیش کیا گیا کہ خداوندا اس وقت اس شخص کو میرے پاس بھیج جو تیری تمام مخلوق میں تجھ کو سب سے زیادہ محبوب ہو تاکہ وہ میرے ساتھ یہ طائر کھائے' پس علی علیہ السلام آئے آخر حدیث تک پس یہ اور ایسے ہی دیگر فضائل ہیں جو کسی اور صحابی میں جمع نہیں ہوئے اور علیؑ میں بدرجہ اتم سب موجود تھے۔ (مروج الذہب ص۴۰۱)

نکات

(۱) مشہور مورخ مسعودی نے بھی فیصلہ فرما دیا کہ اوصاف حمیدہ میں کوئی بھی صحابی حضرت علیؑ کا ہم پلہ نہیں تھا اور حضرت علیؑ تمام صحابہ سے ان امور میں افضل تھے۔

(۲) اس کے بعد موصوف حضرت علی علیہ السلام کی عظمت پر دلالت کرنے والی چند احادیث تحریر فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

کہ یہ ایسے فضائل ہیں جو کسی اور صحابی میں جمع نہیں ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام میں یہ بدرجہ اتم سب موجود تھے۔

اسد اللہ کے ص۳۵ پر منشی نذیر احمد سیماب مبلغ امریکہ تحریر فرماتے ہیں۔ آپ کی شان نہایت اعلیٰ و ارفع ہے۔ حضرات شیعہ تو جناب امیر علیہ السلام کو بعد از سید انس و جان' باعث کون و مکان جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' جملہ مخلوق سے افضل و اعلیٰ گردانتے ہیں۔ لیکن علماء اہلسنت والجماعت کا اس امر میں اختلاف ہے کہ بعد سید المرسلین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کون افضل ہے اکثر لوگ تو ترتیب خلافت کے لحاظ سے افضلیت گردانتے ہیں۔ بعض لوگ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو افضل سمجھتے ہیں اور حضرت عثمان اور حضرت علیؑ کو برابر سمجھتے ہیں۔ بعض لوگ حضرت عثمانؓ پر حضرت علیؑ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ترتیب خلافت کے لحاظ سے فضیلت دینا لازم نہیں ہے۔ کیونکہ تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر نبی اپنے اپنے بادشاہان وقت کے ماتحت تھے۔ لیکن کوئی

محض ان بادشاہوں کو اللہ کے نبیوں پر فضیلت نہیں دے سکتا۔ مثال کے طور پر طالوت بادشاہ کو ہی لیجئے جو ایک مومن اور دیندار بادشاہ وقت تھا لیکن حضرت داؤد علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام اس کے زیر فرمان تھے۔

حضرت علیؑ کے فضائل بے شمار ہیں

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو کان البحر مدادا و لا شجار اقلا ما و الانس کتابا و الجن حسابا ما احصو و فضائلک یا ابا الحسن (اخرجہ الدیلمی) ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام دریا سیاہی اور درخت قلم اور انسان کاتب اور جن محاسب بن جائیں تاہم اے ابو الحسن تیرے فضائل کو شمار نہ کر سکیں گے۔

ارجح المطالب ص ۱۲ سطر ۴

مناقب خطیب خوارزمی ص ۲ سطر ۱ ص ۲۳۵ سطر ۱ کفایت الطالب ص ۱۲۳ لسان المیزان جلد ۵ ص ۶۲ سطر ۵ ینابیع المودت ص ۹۹ سطر ۲۱ ص ۲۰۰ سطر ۷ احسن الانتخاب ص ۲۴ سطر ۴ الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۳ سطر ۹ شرح حدیدی جلد ۱ ص ۵ سطر آخر اسعاف الراغبین ص ۱۳۹ سطر ۵ صواعق محرقہ ص ۱۲۳ سطر ۲

روایت حضرت عمر

عن عمر بن خطاب قال قال رسول اللہ لعلی لو کان البحر مدادا و الریاض اقلاما و الانس کتابا و الجن حسابا ما احصوا فضائلک یا ابا الحسن

حضرت عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا اے علیؑ کہ اگر تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور تمام باغ قلم بن جائیں اور تمام انسان کاتب بن جائیں اور تمام جن حساب کریں تو بھی اے ابو الحسنؑ تمہارے فضائل کو شمار نہ کر سکیں گے۔ (مودۃ القربیٰ ص ۵ سطر ۱۲)

روایت حضرت عبداللہ

عن سعید بن جبیر قال قلت لا بن عباس و اسئلک عن اختلاف الناس فی علی قال یا جبیر تسالنی عن رجل کانت لہ ثلاثۃ الاف منقبۃ فی لیلۃ واحدۃ وھی لیلۃ القربۃ فی

قلیب بدر سلم علیہ ثلاثتہ الاف من الملائکتہ من عند ربھم و تسالونی عن وصی رسول اللہ و صاحب حوضہ و صاحب لوائہ فی المحشر و الذی نفس عبداللہ بن عباس بیدہ لو کانت البحار مدادا و اشجارھا اقلاما و اھلھا کتابا لکتبوا مناقب علی بن ابی طالب و فضائلہ ما احصوھا

سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ علیؑ کے بارے میں اختلاف کیوں رکھتے ہیں۔ کہا اے جبیر کے بیٹے تم نے مجھ سے ایسے شخص کے متعلق دریافت کیا (یعنی علی) جس کے لئے ایک رات میں تین ہزار فضائل ہیں۔ یہ چاہ بدر کی قربت کی رات تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین ہزار فرشتے آئے اور علیؑ پر سلام کیا۔ تم مجھ سے رسول اللہ کے وصی' آپ کے حوض کے نگران اور محشر میں آپ کے علم کو اٹھانے والے کے متعلق دریافت کرتے ہو' قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں عبداللہ بن عباس کی جان ہے اگر تمام دنیا کے سمندر سیاہی میں تبدیل ہو جائیں اور تمام دنیا کے درخت قلموں کی صورت اختیار کر لیں اور اس کے رہنے والے لکھنے پڑھنے لگ جائیں اور وہ علی بن ابی طالب کے فضائل لکھنا شروع کر دیں تو بھی علیؑ کے فضائل اور مناقب کا احاطہ نہ کر سکیں گے۔

اردو ص۱۹۰ سطر۲۰' کوکب دری ص۴۹۸ سطر۲۰

کوکب دری ص۴۹۸ سطر۲۰ پر تحریر ہے۔

احسن الکبار میں منقول ہے کہ بدر کی رات میں تین ہزار فضیلتیں امیر المومنین کرم اللہ وجہ کو حاصل ہوئیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔ کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سو پانچ اصحاب کو ہمراہ لے کر بدر میں فروکش ہوئے۔ اور کفار قریش بھی حضرت کے ساتھ لڑنے کے لئے وہاں اترے۔ جب رات ہوئی تو حضرت کے لشکر گاہ میں پانی موجود نہ تھا۔ اصحاب کو پانی کی ضرورت ہوئی۔ آنحضرتؐ نے تین دفعہ فرمایا کوئی مرد ایسا ہے جو پانی لائے اور تینوں دفعہ امیر المومنینؑ کے سوا کسی نے جواب نہ دیا۔ آخرکار رسولؐ کی اجازت کے بعد مشک اٹھائی۔ اور اس نواح میں ایک کنواں تھا۔ جو بہت دور اور سخت تاریک تھا اور دن میں بھی اس سے پانی لینا محال معلوم ہوا تھا۔ آپ اس کنویں میں اترے۔ اور مشک بھر کر جب اوپر آئے تو ایک تند ہوا چلی۔ اور سارا پانی گر گیا۔ جب دوبارہ پانی بھر کر لائے تو بھی ہوائے تند نے گرا دیا۔ اور تین دفعہ ایسا ہی واقع ہوا۔ جب چوتھی دفعہ پانی لے کر باہر آئے تو ہوا نہ تھی۔ آخر رسول

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ بیان کیا۔ فرمایا اے بھائی! پہلی ہوا تو جبرئیل علیہ السلام تھے کہ ہزار فرشتہ ہمراہ لے کر تم کو سلام کیا۔ اور دوسری میکائیل تھے جس نے ہزار فرشتوں کے ہمراہ تمہیں سلام کیا۔ اور تیسری دفعہ اسرافیل نے ہزار فرشتوں کے ہمراہ تمہیں سلام کیا۔ اور تمہاری تین ہزار منقبتیں بیان کیں۔ اور پانی تین دفعہ اس لئے گرایا گیا کہ تمہاری شجاعت کو آزمائیں کہ کس درجہ کی ہے۔

مولف عرض کرتا ہے کہ اس قصہ کو ابو سفیان ثوری نے اسانید صحیحہ سے روایت کیا ہے۔

منقبت

نیز اسی کتاب میں اسناد طویل کے ساتھ عبداللہ بن ابی لیلیٰ رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک روز ایک جن نے رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ اپنے کسی صحابی کو ہماری قوم میں بھیج دیجئے تاکہ ہم کو قرآن کی تعلیم دے۔ سید المرسلینؐ نے امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کو جانے کا حکم دیا اور شیخین عثمان اور ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہم کو بھی آپ کے ہمراہ کیا۔ اور فرمایا کہ بات نہ کرنا کہ نقصان ہو گا۔ جب امام انس و جان رسول ذوالمنن کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے تو ایک ایسے مقام پر پہنچے جو کانٹوں اور کوڑے کرکٹ سے اس قدر بھرپور تھا کہ چڑیا کو بھی گزرنا ممکن نہ تھا۔ پس امیر المومنین کی اجازت سے اول تو ابوبکرؓ نے آگے جا کر سلام کیا۔ بعد ازاں ابوذر غفاری اور عمرؓ بن خطاب رضی اللہ عنہم نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ مگر کسی نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب امیرؑ نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو ہر طرف سے علیک السلام و رحمتہ اللہ و برکاتہ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور کانٹے اور کوڑا کرکٹ بھی ایک دم صاف ہو کر ایک تخت نمودار ہوا۔ امیر المومنینؑ نے اس تخت پر جلوس فرمایا اور ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اصحاب آنجنابؑ کی کثرت محبت کی وجہ سے محزون و غمگین ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ افسوس کہ جن علی کو لے گئے۔ اسی اثناء میں امیر المومنینؑ ان کو قرآن کی تعلیم دے کر باہر آئے۔ اور اصحاب کو ہمراہ لے کر جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرتؐ نے تمام صحابہ سے فرمایا۔ تم نے وہاں جا کر بات کی۔ حالانکہ میں نے منع کر دیا

تھا۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ جب علی ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ تو ہم ان کی جدائی میں مکدر و محزون ہو کر رہ گئے تھے۔ فرمایا حق علی کے ساتھ ہے۔ جہاں کہ وہ ہو۔ اور وہ خدا و رسول کے سوا اور کسی شخص سے خوف و ہراس نہیں رکھتا۔

منقبت: نیز کتاب مذکور میں باسناد طویل امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔

روایت ابن عباس

عن مجاہد سال رجل من ابن عباس سبحان اللہ ما اکثر فضائل علی و انی ظنہا ثلثۃ الاف فقال لہ ابن عباس ہی ثلاثین الف اقرب من ثلاثۃ الاف ثم قال ابن عباس لو کان الشجر اقلام و البحور مداد و الانس کتاب و الجن حساب ما احصوا الفضائل علی بن ابی طالب (اخرجہ سبط ابن الجوزی) مجاہد کہتے ہیں ابن عباس سے ایک شخص نے کہا۔ سبحان اللہ جناب امیر کے فضائل کتنے بہت ہیں میرا خیال ہے کہ تین ہزار ہوں گے ابن عباس نے کہا تین ہزار تو کیا تیس ہزار کے قریب ہوں گے پھر ابن عباس کہنے لگے اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور انسان لکھنے والے اور جن حساب کرنے والے ہوں تو بھی علی کے فضائل کو احصی نہیں کر سکیں گے۔

ارجح المطالب ص ۲۳ سطر ۹ کفایۃ الطالب ص ۲۵ میزان الاعتدال جلد ا ص ۲۸۴ ینابیع المودت ص ۹۹ سطر ۱۵

روایت حضرت علیؑ

عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ امیر المومنین علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ تعالی جعل لاخی فضائل لا تحصی کثرۃ فمن ذکر فضیلۃ من فضائلہ مقرا بہا غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ و ما تاخر من کتب فضیلۃ من فضائلہ لم تزل الملائکۃ تستغفر لہ ما بقی لتلک الکتابۃ رسم و من استمع الی فضیلۃ من فضائلہ غفر اللہ لہ الذنوب التی اکتسبہا بالاستماع و من نظر الی فضیلۃ من فضائلہ غفر اللہ لہ الذنوب التی اکتسبہا بالنظر الی علی بن ابی طالب عبادۃ و ذکرہا عبادۃ و لا یقبل اللہ ایمان عبد الا بولایتہ علی و البراءۃ عن اعدائہ (اخرجہ الخوارزمی و محمد بن یوسف الکنجی الشافعی و الحافظ الہمدانی فی مناقب) جناب زین العابدین اپنے والد ماجد جناب امام حسینؑ سے اور وہ ان کے جد امجد امیر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا کہ پروردگار عالم نے میرے بھائی علی کے فضائل اس قدر بنائے ہیں جن کی کثرت کا احصی نہیں ہو سکتا پس جو شخص اس کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو اقراری ہو کر لکھے اللہ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے گا۔ اور جو شخص اس کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو لکھتا ہے جب تک کہ وہ لکھتا رہتا ہے فرشتے اس کے گناہوں کے لیے خدا سے مغفرت مانگتے رہتے ہیں اور جو شخص کہ اس کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کو سنتا ہے خدا تعالی اس کے وہ گناہ جو کہ اس نے اپنے کانوں سے بذریعہ ناجائز کلام سننے کے کیے ہیں بخش دیتا ہے۔ اور جو شخص کہ اس کے فضائل میں سے کسی ایک فضیلت کی طرف نگاہ کرتا ہے

تو خدا تعالیٰ اس کے وہ گناہ جو کہ اس نے اپنی آنکھوں سے بذریعہ ناجائز نگاہ کرنے کے کیے ہیں بخش دیتا ہے پھر ارشاد کیا کہ علی ابن ابی طالب کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اس کا ذکر خدا کی بندگی ہے۔ خدا تعالیٰ کسی مومن کے ایمان کو قبول نہیں کرتا مگر علی کی دوستی اور اس کے دشمنوں کے بے زار ہونے کی وجہ تنبیہہ علی العموم فضائل تین قسم پر ہیں۔ فضائل نفسانی۔ جسمانی اور فضائل خارجی۔ فضائل نفسانی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق نفس ناطقہ انسانی سے ہوتا ہے جن کو اخلاق حسنہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اصل اصول فضائل وہی ہیں انہیں کی وجہ سے انسان رتبہ بہیمی سے درجہ ملکوتی حاصل کرتا ہے فضائل جسمانی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کے جسم کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جسم کا سڈول ہونا جس کو حسن اور خوبصورتی سے تعبیر کیا جاتا ہے اور قوت بدن وغیرہ۔

فضائل خارجی سے وہ فضائل مراد ہیں جن کا تعلق انسان کی روح سے ہوتا ہے اور نہ جسم سے بلکہ انسان کے جسم و جان سے الگ ایسے اسباب انسان کے لیے فراہم ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے وہ اپنے ہم جنسوں سے افضل سمجھا جاتا ہے جیسے حسب و نسب کا کھرا پن۔ قرابت کا اچھا ہونا۔ اولاد کا صالح ہونا۔ بیوی کا نیک ملنا۔ قبل اس کے کہ ہم جناب علیہ السلام کے فضائل نفسانیہ کے لکھنے کو شروع کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم آپ کی روحانی تصویر جس کو روحانی حلیہ بھی کہا جا سکتا ہے لوگوں کی نگاہوں میں جلوہ کریں آپ کا جسمانی حلیہ فضائل جسمانیہ میں لکھا جائے گا۔

ارجح المطالب ص ۱۲۳ سطر آخر' ینابیع المودت ص ۱۹۰ سطر ۱۰' مناقب خوارزمی ص ۲۵ سطر ۱۶'
کفایت الطالب ص ۱۲۳' لسان المیزان ص ۱۲ جلد ۵ سطر ۱۰

عن ابی الطفیل۔ قال قال بعض الصحابۃ لقد کان لعلی من السوابق ما لو قسمت سابقۃ منها بین الناس لوسعتهم خیرا"

ابو طفیل سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ بعض صحابہ نے کہا کہ حضرت علیؑ کے فضائل اتنے ہیں اگر انہیں ایک ایک لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے تو لوگوں کو کافی حد تک بھلائی پہنچ جائے۔ (ینابیع اردو ص ۱۹۱' ینابیع عربی ص ۹۰ سطر ۲۱)

شواہد التنزیل ص ۲۱ سطر ۱' صواعق محرقہ ص ۱۳۳ سطر ۴' اصابہ ص ۱۲۹ سطر ۲۔

ان المنصور الدوانقی العباسی حال خلافتہ قال یا سلمان اخبر نی کم من حدیث ترویتہ فی فضائل علی ابن ابی طالب قلت یسیرا" قال و یحک لم تحفظ قلت عشرۃ الاف حدیث او الف حدیث فلما قلت او الف حدیث استقلها فقال و یحک یا سلمان بل عشرۃ الاف حدیث کما قلت اولاً

منصور دوانقی نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کہا اے سلمان مجھے اس بات سے آگاہ کرو کہ علی ابن ابی طالبؑ کے فضائل میں کتنی احادیث بیان ہوئی ہیں۔ منصور نے کہا تم پر افسوس ہے تم نے کتنی احادیث یاد کی ہیں۔ میں نے عرض کیا دس ہزار احادیث یا ایک ہزار حدیث۔ جب میں نے ایک ہزار احادیث کہا تو منصور نے ان احادیث کو کم تصور کرتے ہوئے کہا اے سلمان

تمہارے لئے ہلاکت ہو پہلے تو تم نے کہا تھا علی کے فضائل میں دس ہزار احادیث بیان ہوئی ہیں۔ (ینابیع المودت اردو ص ۱۹۰' ینابیع المودت ص ۹۹ سطر ۱۸)

روایت ابو عبدالرحمان

حضرت ابو عبدالرحمان کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہ سے درخواست کی کہ وہ ہمارے لئے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بیان فرمائیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں کیا بیان کروں حضرت علی علیہ السلام کے فضائل تو لاتعداد ہیں۔ (الاصابہ جلد ۲ ص ۳۹' شواہد التنزیل جلد ا ص ۲۱)

عن احمد بن حنبل قال رایت رسول اللہ فی النوم فقال لی یا احمد ہلکت قول الشافعی محمد بن ادریس عن حدیثی من حفظ من امتی اربعین حدیثا من السنۃ کنت لہ شفیعا یوم القیامۃ ما عرفت ان فضائل اہل بیتی من السنۃ

امام احمد بن حنبل سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا کو خواب میں دیکھا۔ حضرت نے فرمایا اے احمد تو محمد بن ادریس شافعی کے اس قول میں ہلاک ہو گیا کہ اس نے میری اس حدیث کو بیان کیا جو کوئی میری امت میں سے میری سنت کی چالیس حدیثیں حفظ کرے گا قیامت کے دن میں اس شخص کی شفاعت کروں گا۔ تو یہ نہ سمجھا کہ میری اہل بیت کے فضائل میری سنت میں داخل ہیں۔ (مودت القربیٰ ص ۳۴ سطر ۲)

فرشتے آتے ہیں

مودت القربیٰ ص ۳۴ سطر ۱۰ پر تحریر ہے۔

عن عائشہ بنت عبداللہ بن عاصی التیمی بسلمۃ رسول اللہ و کانت مجاورۃ بہا قالت حدثنی ابی عن وائل عن نافع عن ام سلمۃ انہا قالت سمعت رسول اللہ یقول ما من قوم اجتمعوا یذکرون فضائل محمد و آل محمد الاہبطت الملئکۃ من السماء حتی الحقوابہم بحدثہم فلما تفرقوا عرجت الملئکۃ الی السماء فیقول لہم الملئکۃ الاخرانا نشم رائحۃ"

منکم ما شممنا رائحته" اطیب منها فیقولون انا کنا عند قوم یذ کرون فضل محمد وآل محمد فیقطرون من ریحهم فیقولون اهبطوا بنا الیهم فیقولون انهم قد تفرقوا فیقولون اهبطونا الی المکان الذی کانوا فیہ عائشہ دختر عبداللہ بن عاصمی تمیمی جو مدینہ رسول خدا میں مجاور تھی' بیان کرتی ہے۔ کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا۔ اور اس نے اوائل سے اور اوائل نے نافع سے اور نافع نے ام سلمہ زوجہ رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں نے رسول خدا سے سنا ہے۔ کہ جب لوگ فضائل محمدؐ و آل محمدؐ کا ذکر کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ تو فرشتے آسمان سے اترتے ہیں۔ اور اس ذکر میں ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں۔ جب وہ لوگ فارغ ہو کر چلے جاتے ہیں تو وہ فرشتے آسمان کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ تب اور فرشتے ان فرشتوں سے کہتے ہیں۔ ہم تم سے ایسی خوشبو سونگھتے ہیں کہ اس سے پاکیزہ خوشبو ہم نے کبھی نہیں سونگھی۔ وہ فرشتے جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم ایسے لوگوں کے پاس موجود تھے جو فضائل محمدؐ و آل محمدؐ کا ذکر کرتے تھے۔ پس ان کی بوئے خوش سے ہم معطر ہو گئے۔ یہ بات سن کر وہ فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ ہم کو بھی وہاں لے چلو۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ تب وہ فرشتے کہتے ہیں۔ کہ ہم کو اس مکان ہی میں لے چلو جہاں وہ موجود تھے۔ (اور ذکر فضائل محمدؐ و آل محمدؐ کرتے تھے۔)

کسی کی شان میں اتنا قرآن نازل نہیں ہوا

عن ابن عباس ما نزل فی احد من کتاب اللہ ما نزل فی علی (اخرجہ ابن عساکر و ابن مردویہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی کتاب میں جس قدر آیتیں جناب علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں اس قدر کسی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔

ارجح المطالب ص۵۹ سطر۷' صواعق محرقہ ص۷۶ سطر۱' تاریخ الخلفاء ص۱۲۱ سطر۱' اصابہ جلد۲ ص۵۰۱' صواعق محرقہ ص۷۶ سطر۱' تاریخ الخلفاء ص۱۲۱ سطر۱' الکواکب الدریہ ص۳۹' مطالب السئول ص۱۰۶ سطر۲' مناقب عینی ص۲۸' فتح الباری جلد۷ ص۶۱ سطر۳' المستدرک جلد۳ ص۱۰۷ سطر۱۴' الشرف المؤبد ص۵۷ سطر۷' وسیلتہ النجات ص۶۷' سیرت دحلانیہ جلد۲ ص۲۰۷' شواہد التنزیل جلد۱ ص۳۱' فیض القدیر جلد۴ ص۳۵۵ سطر۳' کوکب دری ص۱۱۹ سطر۹' تفریح الاحباب ص۳۵۱ سطر۱۵' البدایہ و النہایہ جلد۷ ص۳۵۸ سطر۵' تاریخ کامل جلد۳ ص۲۰۰ سطر۳۲' الریاض جلد۲ ص۲۱۳ سطر۹' نور الابصار ص۷۲ سطر۷' اسعاف الراغبین ص۱۲۸ سطر۳۲۔

زیادہ آیات ان کی شان میں ہیں

ارجح المطالب ص۵۹ سطر آخر' شواہد التنزیل جلد۱ ص۴۳' ینابیع المودت ص۱۲۶' کوکب دری ص۱۱۸' حبیب السیر جلد۲ ص۱۲۔

ذکر علیؑ ہمیشہ بخیر آیا ہے

عن ابن عباس قال ما انزل یا ایہا الذین امنوا الا علی امیرھا و شریفہا و لقد عاتب اللہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم و ما ذکر علیا الا بخیر (اخرجہ احمد و الطبرانی و ابن حاتم و ابن عبد البرقی الاستیعاب و علامہ ابن حجر فی الصواعق) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو یا ایہا الذین امنو کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہے علی اس خطاب کے امیر اور شریف ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب پر بعض مقام میں عتاب کیا ہے مگر علی کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا ہے۔

ارجح المطالب ص۵۹ سطر۱' الریاض النضرہ جلد۲ ص۲۰۷' الصواعق المحرقہ ص۱۲۷ سطر۹' شواہد التنزیل جلد۱ ص۲۱' تاریخ دمشق جلد۲ ص۴۲۸' منال الطالب ص۹۱' تفریح الاحباب ص۳۵' مناقب خوارزمی ص۱۹۸ سطر۳' ص۱۸۸ سطر۶' نہایت العقول ص۱۲۶' مطالب السئول ص۴۷' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۳' حدیث ۲۵۳۸' وسیلۃ النجات ص۲۶' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۶۔۳۸' حلیۃ الاولیاء جلد۱ ص۶۴' ذخائر العقبیٰ ص۸۹' کفایۃ الطالب ص۵۴' تذکرۃ الخواص ص۱۹' مجمع الزوائد ص۱۲ جلد۹ سطر۹' تاریخ الخلفاء ص۶۲' حبیب السیر جلد۲ ص۱۳' کوکب دری ص۱۱۹۔

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ قرآن میں کوئی آیت خطاب یا ایہا الذین امنوا نازل نہیں ہوئی کہ امیر المومنین اس آیت کے امیر نہ ہوں۔ یعنی امیر اس خطاب کے افضل اصحاب میں سے ہیں۔ (کوکب ص۱۲۹ سطر۵)

روایت حضرت حذیفہ

عن حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ما نزلت یا ایہا الذین امنو الا کان علی لبہا و لبابہا (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ) حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یا ایہا الذین امنو نازل نہیں ہوا مگر علی اس کے لب لباب تھے۔

ارجح المطالب ص۵۹ سطر۶' حبیب السیر جلد۲ ص۱۳' شواہد التنزیل جلد۱ ص۴۸' کوکب دری ص۱۱۹ سطر ۲ ہے۔

تین سو آیات در شان علیؑ

(۸) عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال نزلت فی علی ثلثمائة اٰیة (اخرجہ ابن عساکر) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

ارجح المطالب ص۶۰ سطر۴' مناقب عینی ص۵۳' مقاصد الطالب ص۱۰' وسیلتہ النجات ص۶۷' سیرت دحلانیہ جلد۲ ص۲۰۷' مراۃ المومنین ص۴' تفریح الاحباب ص۳۵' صواعق محرقہ ص۷۶ سطر۱۲' کفایتہ الطالب ص۲۵۱ سطر۱۹' حبیب السیر جلد۲ ص۱۳' ینابیع المودت ص۱۰۳ سطر۱' تاریخ الخلفاء ص۱۲۱ سطر۲' البدایہ جلد۷ ص۳۵۸ سطر۱' نور الابصار ص۷۲ سطر۸' اسعاف الراغبین ص۱۲۸ سطر آخر۔

چوتھائی قرآن

(۳) عن علی قال نزل القرآن ارباعا۔ فربع فینا فربع فی عدو نا۔ و ربع سیر و امثال۔ وربع فرائض و احکام و لنا کرائم القرآن (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ) جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ قرآن مجید چار حصوں میں نازل ہوا ہے پس اس کا ایک ربع ہماری شان میں ہے اور اس کا ایک ربع ہمارے دشمنوں کے حق میں ہے اور ایک ربع میں قصص اور امثال ہیں۔ اور ایک ربع میں فرائض اور احکام ہیں اور ہماری شان میں قرآن مجید کی بزرگ آیتیں ہیں۔

ارجح المطالب ص۵۹ سطر آخر' مناقب ابن مغازلی ص۳۲۸ سطر آخر' شواہد التنزیل جلد۱ ص۴۳' ینابیع المودت ص۱۰۳ سطر۲' کوکب دری ص۱۱۸' حبیب السیر ص۱۲ جلد۲۔

آیات در شان علیؑ

حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ تحقیق حضرت علیؑ کی شان میں ایسی ایسی آیات نازل ہوئیں جس میں کوئی بھی امتی آپ کا شریک نہیں۔ (شواہد التنزیل جلد۱ ص۴۳)

ستر آیات

حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی شان میں ستر آیات نازل ہوئی ہیں۔ (ارجح المطالب ص۶۰ سطر۸' شواہد التنزیل جلد۱ ص۳۰)

عن مجاہد رحمتہ اللہ علیہ قال نزل فی علی سبعون آیۃ (اخرجہ ابوبکر مردویہ) مجاہد رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جناب امیر علیہ السلام کے حق میں ستر آیتیں اتری ہیں۔

جتنا اکتساب فضائل علیؑ نے کیا ہے

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما اکتسب مکتسب مثل فضائل علی یھدی صاحبہ الی الھدی و یردہ عن الردی (اخرجہ الطبرانی) عمر بن خطاب [redacted] سے کہتے ہیں کہ جناب سرور انبیاء علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ کسی شخص نے علی کی مثل فضل کا اکتساب نہیں کیا وہ اپنے دوست کو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے اور برائی سے پھیرتا ہے۔

ارجح المطالب ص ۴۳ سطر ا' ذخائر العقبیٰ ص ۱۱ سطر ۵' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۴۔

جتنے فضائل حضرت علیؑ کے لئے وارد ہوئے ہیں

اخرج الحاکم عن احمد بن حنبل قال ما ورد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الفضائل ما ورد لعلی و کذلک قال اسمعیل بن اسحاق القاضی و ابو علی النیسا پوری و احمد بن شعیب النسائی لم یرد فی حق احد من الصحابۃ بالاسانید الجیاد اکثر مما جاء فی علی (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب للعلامۃ ابن عبدالبر و صواعق محرقہ للعلام ابن حجر و الخوارزمی و محمد بن یوسف الکنجی الشافعی فی کفایۃ الطالب و الثعلبی فی تفسیرہ و ابن طلحہ الشافعی فی مطالب السئول) حاکم امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کے لیے اس قدر فضائل نہیں وارد ہوئے جس قدر کہ جناب امیر علیہ السلام کے لیے وارد ہوئے ہیں۔ اسمٰعیل بن اسحاق القاضی اور ابو علی نیشا پوری بھی یہی لکھتے ہیں اور امام احمد بن شعیب النسائی رحمتہ اللہ کا قول ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں جناب امیر کی شان سے زیادہ حدیثیں جید اسانید کے ساتھ روایت نہیں ہوئیں۔

ارجح المطالب ص ۴۲ سطر ۴' ینابیع المودت ص ۹۸ سطر ۱۵' المستدرک جلد ۳ ص ۱۰۷ سطر ۱۵' استیعاب جلد ۲ ص ۴۷۹' مناقب خوارزمی ص ۳ سطر آخر' البرہتہ الجحودیہ جلد ۱ ص ۲۱۳' تفریح الاحباب ص ۳۴۹' طبقات حنابلہ جلد ۱ ص ۳۱۹' تاریخ کامل ص ۲۰۰' کفایتہ الطالب ص ۱۲۵' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۳' تلخیص المستدرک جلد ۲ ص ۱۰۷ سطر آخر' نظم درر السمطین ص ۸۰' تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۳۹ سطر ۸' شواہد التنزیل ص ۱۸' تاریخ دمشق جلد ۳ ص ۶۳' مناقب احمد ص ۱۴۳' اتحاف ص ۴۳' طبقات الکبیہ جلد ۲ ص ۷۱' صواعق محرقہ ص ۱۲۰ سطر آخر۔

جتنی احادیث جید علیؑ کی شان میں ہیں

اخرج الحاکم عن احمد بن حنبل قال ما ورد من اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم من الفضائل ما ورد لعلی و کذلک قال اسمعیل بن اسحاق القاضی و ابو علی النیسا بوری و احمد بن شعیب النسائی لم یرد فی حق احد من الصحابة بالا سانید الجیاد اکثر مما جاء فی علی (الا ستیعاب فی معرفة الا صحاب للعلامة ابن عبدالبر و صواعق محرقه للعلام ابن حجر و الخوارزمی و محمد بن یوسف الکنجی الشافعی فی کفایة الطالب و الثعلبی فی تفسیره و ابن طلحه الشافعی فی مطالب السئول) حاکم امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کے لیے اس قدر فضائل نہیں وارد ہوئے جس قدر کہ جناب امیر علیہ السلام کے لیے وارد ہوئے ہیں۔ اسمٰعیل بن اسحاق القاضی اور ابو علی نیشا پوری بھی یہی لکھتے ہیں اور امام احمد بن شعیب النسائی رحمتہ اللہ کا قول ہے کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں جناب امیر کی شان سے زیادہ حدیثیں جید اسانید کے ساتھ روایت نہیں ہوئیں۔

ارجح المطالب ص۱۲۲ سطر۴، مشکوٰۃ شریف ص۵۶۳ حاشیہ۸، فتح الباری جلد۷ ص۵۷،

الاصابہ جلد۲ ص۲۶۹ سطر۱۲، تاریخ الخلفاء ص۶۵، سیرت حلبیہ جلد۲ ص۲۰۷، الروض الازہر ص۹۶، ینابیع المودت ص۲۲۹ سطر۱۶، سیرت دحلانیہ جلد۲ ص۱۱، مقاصد الطالب ص۱۰، فتح العلیٰ ص۲، مناقب احمد ص۱۶۳، طبقات حنابلہ جلد۱ ص۳۱۹، المرقات جلد۱۱ ص۳۳۵ سطر۹، ظلمات ابی ریہ ص۲۲۹، المدخل قیروانی ص۲۵، شرح رسالہ حلبی ص۹۳، وسیلتہ النجات ص۲۶، استیعاب جلد۲ ص۲۷۹ سطر۴، الریاض النضرہ جلد۲ ص۲۱۳ سطر۱۰، مسند احمد بن حنبل ص۲۰۱، الامامت و السیاست ص۹۳، نزل الابرار ص۸، صواعق محرقہ ص۲۰ سطر آخر، تحفتہ الاحوذی جلد۴ ص۳۲۵ سطر۳، نور الابصار ص۷۲ سطر۲۲، اسعاف الراغبین ص۱۸ سطر۲۳۔

کسی صحابی کے اتنے مناقب نہیں

ارجح المطالب ص۱۲۲ سطر۱۲، الامامت والسیاست ص۹۳

قال عبدالله بن مسلم بن قتیبه فی کتاب الامامة و السیاسة ان رجلا من همدان یقال له برد قدم علی معاویه فسمع عمرو بن العاص یقع فی علی فقال له یا عمرو ان اشیاء خنا سمعوا رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من کنت مولاه فعلی مولاه الحق ذالک ام باطل قال عمرو حق و انا ازیدک انه لیس احد من صحابة رسول الله صلی الله علیه وسلم له مناقب مثل مناقب علی الا انه شارک فی قتل عثمان رضی الله عنه عبداللہ بن قتیبہ الامامتہ السیاستہ میں لکھتے ہیں کہ ہمدان کا ایک باشندہ جس کا نام برد تھا معاویہ کے پاس کسی کام کو گیا اس نے سنا کہ عمرو بن العاص جناب امیر السلام کو برا بھلا کہہ رہا ہے برد کہنے لگا اے عمر ہمارے بزرگوں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کا میں مولا اس کا علی مولا ہے۔ یہ بات سچ ہے یا جھوٹ ہے عمرو بن العاص کہنے لگا میں تجھے اس سے بھی بڑھ کر سناؤں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کے مناقب اتنے زیادہ نہیں ہیں جس قدر امیر کے مناقب ہیں۔ مگر کیا کریں وہ حضرت عثمان کے قتل میں شریک ہوئے ہیں۔

کوئی ان سے بڑھا ہوا نہیں تھا

عن مجاہد سال رجل من ابن عباس سبحان اللہ ما اکثر فضائل علی و انی ظہنا ثلثتہ الاف فقال لہ ابن عباس ہی ثلاثین الف اقرب من ثلاثتہ الاف ثم قال ابن عباس لو کان الشجر اقلام و البحور مدادو الانس کتاب و الجن حساب ما احصوا فضائل علی بن ابی طالب (اخرجہ سبط ابن الجوزی) مجاہد کہتے ہیں ابن عباس سے ایک شخص نے کہا۔ سبحان اللہ جناب امیر کے فضائل کتنے بہت ہیں میرا خیال ہے کہ تین ہزار ہوں گے ابن عباس نے کہا تین ہزار تو کیا تیس ہزار کے قریب ہوں گے پھر ابن عباس کہنے لگے اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں اور انسان لکھنے والے اور جن حساب کرنے والے ہوں تو بھی علی کے فضائل کو احصی نہیں کر سکیں گے۔

ارجح المطالب ص ۲۲ سطر ۱۹' طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۳۸' مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۱۹۹' خصائص نسائی ص ۸' عقد الفرید ص ۶' حلیتہ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۵' اخبار اصفہان جلد ۱ ص ۴۵' صفتہ الصفوہ جلد ۱ ص ۱۲۱' طبقات حنابلہ جلد ۲ ص ۲۳۸' تاریخ کامل ص ۲۰۱' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۰' ذخائر العقبیٰ ص ۴۳' البدایہ و النہایہ جلد ۷ ص ۳۳۲' نور القبس ص ۱۰۸' المعجم الکبیر ص ۱۳۹' التذکرہ ابن جوزی ص ۲۴۸' القول الفصل جلد ۲ ص ۲۳۱' تاریخ دمشق جلد ۳ ص ۳۲۰' ینابیع المودت ص ۲۲۴' شرح حدیدی جلد ۲ ص ۲۳۶' مقاتل الطالبین ص ۵۱' المستدرک جلد ۳ ص ۱۷۲' تلخیص جلد ۳ ص ۱۷۲' نظم درر السمطین ص ۱۴۷' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۴۶ سطر ۷' الفصول المہمہ ص ۱۳۲' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۱۶' الاتحاف ص ۵۔

لوگ تیرے قدموں کی مٹی اٹھا لیتے ہیں

عن جابر بن عبداللہ قال قدم علی بن ابی طالب بفتح خیبر قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو لا ان تقول فیک طائفہ من امتی ما قالت النصاری فی عیسی ابن مریم لقلت فیک مقالا لاتمر علی ملا من المسلمین الا اخذو التراب من تحت رجلیک و فضل طہورک یستشفون بہما و لکن حسبک ان تکون منی بمنزلتہ ہارون من موسی غیرہ انہ لا نبی بعدی و انت تبری ذمتی و تستر عورتی و تقاتل علی سنتی و انت غدا فی الاخرۃ اقرب الخلق منی و انت علی الحوض خلیفتی و ان شیعتک علی منابر من نور مبیضتہ وجو ھہم حولی اشفع لہم و یکونو فی الجنتہ جیرانی لان حربک حربی وسلمک سلمی و سریر تک سریرتی و ان ولدک ولدی و انت تقضی دینی و انت تنجز عدتی و ان الحق علی لسانک و فی قلبک و ممک و بین عینیک و نصب عینیک الایمان مخالط لحمک و دمک کما خالط لحمی و دمی لا یرد علی الحوض مبغض لک و یغیب عنہ محب لک فخر علی ساجدا و قال الحمد للہ الذی من علی بالاسلام و علمنی القران و حببنی الی خیر البریتہ و اعز الخلیقتہ و اکرم اہل السموات و الارض علی ربہ و خاتم النبیین و سید المرسلین و صفوۃ اللہ فی جمیع الاولین و الآخرین و احسانا من اللہ و تفضلا منہ علی فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لو انت یا علی ما عرف المومنون من بعدی لقد جعل اللہ عزوجل نسل کل نبی من صلبہ و جعل

نسلی من صلبک یا علی انت اعزا الخلق و اکرمھم علی و اعزھم عندی و محبک اکرم من یرد علی الحوض من امتی (اخرجہ بن المغازلی فی المناقب و الخوارزمی عن علی و الملائی و سیلتہ المتعبدین ومحمد بن یوسف الکنجی فی کفایتہ الطالب و ابراہیم بن عبداللہ الیمنی الوصابی الشافعی فی الا کتفاء فی فضائل الا ربعتہ الخلفاء و ابن اسبوع الا اندلسی فی کتاب الشفاء و ابو سعد فی شرف النبوۃ) جابر بن عبداللہ رضی عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب علی خیبر کی فتح سے واپس تشریف لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد کیا کہ اگر میری امت تیرے حق میں وہی بات نہ کہنے لگ جائیں جو عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں انصاری کہہ رہے ہیں تو میں تیری نسبت ایسی بات بیان کرتا کہ نہ گزرتا تو مسلمانوں کے کسی مجمع پر مگر کہ تیرے پاؤں کی مٹی اٹھا لیتے اور تیرے وضو کے پانی کو لے کے اس سے شفا چاہتے۔ لیکن تیرے حق میں اتنی بات ہی کافی ہے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے سوا اس کے کہ نبی میرے بعد نہیں ہے۔ تو میری ذمہ داری کو پورا کرے گا اور میرے ننگا پن کو ڈھانپے گا۔ اور میری سنت پر لوگوں سے لڑے گا۔ اور تو کل قیامت میں سب خلقت سے میرے نزدیک ہو گا اور تو حوض پر میرا خلیفہ ہو گا۔ اور تیرے شیعہ نور کے منبروں پر سفید منہ والے مجھے گھیرے ہوئے ہوں گے میں ان کی شفاعت کروں گا وہ جنت میں میرے ہمسایہ ہوں گے۔ کیونکہ تیرے ساتھ لڑنا میرے ساتھ لڑنا ہے اور تیرے ساتھ صلح کرنا میرے ساتھ صلح کرنا ہے۔ اور تیرا راز میرا راز ہے۔ اور تیری اولاد میری اولاد ہے۔ تو میرے قرض کو ادا کرے گا اور میرے وعدوں کو پورا کرے گا۔ حق تیری زبان اور تیرے دل میں اور تیرے ساتھ اور تیرے سامنے اور تیری آنکھوں کے آگے ہے۔ ایمان تیرے گوشت اور خون میں ایسا ملا ہوا ہے۔ جیسے کہ میرے گوشت اور خون میں ملا ہوا ہے۔ حوض پر تیرا دشمن وارد نہیں ہو گا۔ اور تیرا محب اس سے غائب نہیں ہو گا۔ جناب امیر سجدہ میں گر گئے اور کہنے لگے شکر ہے۔ اس ذات کا جس نے مجھ پر اسلام سے احسان رکھا ہے۔ اور قرآن مجھ کو سکھایا ہے اور مجھ کو تمام خلائق سے بہتر اور تمام مخلوق سے زیادہ عزت والے اور سب باشندگان آسمان و زمین سے خدا کے نزدیک زیادہ بزرگی والے خاتم پیغمبران اور سید مرسلان برگزیدہ اولین اور آخرین کا دوست بنایا ہے۔ خدا کا نہایت احسان اور فضل ہے مجھ پر پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر یا علی تو نہ ہوتا تو مومنوں کی شناخت نہ ہو سکتی بہ تحقیق خدا تعالیٰ نے ہر ایک نبی کی نسل اسی کی صلب سے بڑھائی ہے۔ اور میری نسل تیری صلب سے بڑھائی ہے۔ پس تو میرے پاس سب خلقت سے بزرگ تر اور عزیز تر ہے۔ تیرا محب سب امت سے جو حوض پر میرے پاس آنے والے ہیں بزرگ تر ہے۔

ارجح المطالب ص ۵۵۲ سطر ۸، مقتل خوارزمی ص ۴۵، مناقب خوارزمی ص ۷۵ سطر آخر، ینابیع المودت ص ۵۲ سطر ۱۰، انتباء الافہام ص ۲۰۸، علل الحدیث جلد ۱ ص ۴۱۳، شرح حدیدی جلد ۲ ص ۴۴۹، مسند احمد حنبل جلد ۱ ص ۲۹۱، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۳۱ سطر ۳۰، کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۵ حدیث ۶۰۳۶۔

تیس ہزار احادیث

واقدی بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز ہارون رشید کے پاس گیا۔ شافعی محمد یوسف اور محمد

اسحاق بھی وہاں موجود تھے۔ ہارون نے شافعی سے کہا۔ تم کو فضائل علیؑ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں' اس نے جواب دیا کہ پانچ سو تک۔ پھر یوسف سے دریافت کیا کہ تجھے کتنی حدیثیں یاد ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ہزار تک بلکہ زیادہ۔ پھر اسحاق سے کہا تو کتنی حدیث روایت کرتا ہے اس نے جواب دیا کہ اس جناب کے بے شمار فضائل متواتر احادیث کے ذریعے ہم تک پہنچے ہیں۔ اگر خوف مانع نہ ہوتا تو بیان کرتا۔ ہارون نے کہا کس طرح کا ڈر۔ وہ بولا تیرا اور تیرے عاملوں کا۔ ہارون نے کہا بیان کر اور دل میں کچھ اندیشہ نہ کر۔ اسحاق نے جواب دیا کہ پندرہ ہزار حدیث مستند اور پندرہ ہزار حدیث مرسل مجھ کو یاد ہیں۔ (کوکب دری ص ۱۴۲ سطر آخر)

نکات

مذکورہ احادیث سے مندرجہ ذیل نکات واضح ہوئے۔

(۱) حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی روایات سے واضح ہوا کہ اگر تمام انس و جن حضرت علی علیہ السلام کے فضائل کا شمار کرنا چاہیں تو نہیں کر سکیں گے۔ جس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام تمام انس و جن سے افضل ہیں۔

(۲) سعید ابن جبیر کی روایت سے واضح ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے ایک رات میں تین ہزار فضائل ہیں۔ دوسرے صحابہ کرام اس اعزاز سے محروم ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں۔

(۳) کوکب دری کی عبارت سے واضح ہوا کہ چاہ بدر میں تین ہزار ملائکہ نے حضرت علی علیہ السلام کو سلام کیا۔ یہ اعزاز بھی دوسرے صحابہ کرام کو حاصل نہیں۔

(۴) حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل تین ہزار تو کیا شمار میں بھی نہیں۔

(۵) حضرت علی علیہ السلام کی روایت سے واضح ہوا کہ جس نے حضرت علی کے فضائل ہاتھ سے لکھے' آنکھ سے پڑھے اور کان سے سنے تو ان اعضاء کے کیئے ہوئے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

(۶) حضرت ابو طفیل کی روایت سے واضح ہوا کہ حضرت علیؑ کے فضائل اگر لوگوں میں تقسیم

کر دیئے جائیں تو وہ بخشے جائیں۔

(۷) منصور دوانیقی کی روایت سے واضح ہوا کہ حضرت علی کی شان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی دس ہزار احادیث ہیں۔ جبکہ دوسرے کسی بھی صحابی کی شان میں اتنی احادیث نہیں ہیں۔

(۸) حضرت عائشہ کا یہ کہنا کہ حضرت علی علیہ السلام کے فضائل لا تعداد ہیں۔ یہ حضرت علیؑ کے لئے اس لئے اعزاز ہے کہ حضرت عائشہ حضرت علیؑ کے نام سے بے پناہ حسد کرتی تھیں۔ بلکہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آخری دنوں میں عالم مرض میں حضرت علیؑ و حضرت عباس کا سہارا لے کر نماز کے لئے مسجد آنے لگے تو پوچھنے والے کو حضرت عائشہ نے حضرت علی کا نام بتانا گوارا نہ کیا (بخاری و مسلم) تو یہ اگر ایسی محترمہ اگر حضرت علیؑ کے بارے میں ایسا جملہ کہے تو یقیناً قابل توجہ ہے اور خاص کر جس نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ بھی کی ہو اور لوگوں کو حضرت علی علیہ السلام کے خلاف بغاوت کے لئے اکسایا بھی ہو۔

(۹) حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت امام احمد کو خواب میں فضائل اہل بیت کی تلقین فرما کر واضح کر دیا کہ ان جیسا کوئی نہیں۔ اور یہ بات تمام فرقوں کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کسی کو خواب میں آئیں تو صحیح ہوتا ہے کیونکہ شیطان انبیاء کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ (ترمذی)

(۱۰) حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قابل احترام زوجہ جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اِنّکِ عَلیٰ خَیر کا اعزاز حاصل کیا اور آل محمد سے محبت رکھنے والی حرم رسول کی روایت سے واضح ہوا کہ فرشتے تسبیح و تقدیس خدا چھوڑ کر مجلس آل محمد میں تشریف لاتے ہیں اور ان میں قابل رشک خوشبو پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مقام ملائکہ کے لئے قابل زیارت ہو جاتا ہے۔

(۱۱) حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے واضح ہوا کہ جتنی قرآنی آیات حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں کسی اور صحابی کی شان میں نازل نہیں ہوئیں۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام تمام صحابیوں سے افضل ثابت ہوئے۔

لوگ آیہ غار سے حضرت ابوبکر اور آیہ غلبہ روم سے حضرت عمر اور آیت بیعت رضوان سے حضرت عثمان کی شان میں اتنا زور لگاتے ہیں کہ لوگوں کا سونا حرام کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس

میں اختلاف ہے۔ کہ ان کی شان میں یہ آیات نازل بھی ہوئی ہیں یا نہیں۔ یا ان آیات سے ان کے فضائل ثابت ہوتے ہیں یا مطاعن' پھر بھی منہ پھاڑ پھاڑ کر کہتے ہیں کہ اصحاب ثلاثہ کے فضائل دیکھو کہ ان کی شان میں یہ ایک آیت نازل ہوئی ہے۔ تو جس علیؑ کی شان میں ان گنت آیات یا قرآن کا چوتھائی حصہ یا تین سو سے زائد آیات نازل ہوئی ہوں' اس علی کی برابری کون کر سکتا ہے۔

(۱۲) حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے واضح ہوا کہ جس آیت میں بھی یا ایہا الذین آمنوا کے لفظ ہیں حضرت علی علیہ السلام اس کے امیر ہیں۔ اس سے واضح ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام امیر المومنین ہیں۔ اور جن کو لوگ امیر المومنین کہتے ہیں انہیں یہ اعزاز حاصل نہیں ہے۔

پچاس سے زیادہ آیات میں یا ایہا الذین آمنو کا ذکر ہے اور لفظ ایمان اور اس کے افعال اور اسماء تو متعدد مقامات پر قرآن مجید میں استعمال کیے گئے ہیں۔ یہ تمام آیات حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ کیونکہ کوئی بھی شخص بغیر محبت علی کے مومن نہیں ہو سکتا۔

(۱۳) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ خدا نے اصحاب محمدؐ پر عتاب فرمایا ہے لیکن علی کا ذکر جب بھی کیا اچھائی سے کیا۔ اس سے واضح ہوا کہ اصحاب محمد غیر معصوم جبکہ حضرت علی علیہ السلام معصوم تھے۔ اور معصوم غیر معصوم سے افضل ہوتا ہے۔

اس روایت کے لحاظ سے حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ تمام اصحاب محمدؐ پر عتاب ہوا۔ لہٰذا تمام اصحاب سے حضرت علی علیہ السلام افضل ہیں۔ کیونکہ حضرت علیؑ پر کبھی بھی خدا ناراض نہیں ہوا۔

(۱۴) عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ کی روایت سے واضح ہوا کہ قرآن مجید کی ستر آیات ایسی ہیں کہ جن میں کوئی بھی صحابی آپ کا شریک نہیں لہٰذا کوئی بھی صحابی حضرت علی علیہ السلام سے افضل نہیں۔

(۱۵) حضرت عمر بن خطاب کی روایت سے واضح ہوا کہ فضائل کا اکتساب جتنا حضرت علی علیہ السلام نے کیا ہے کسی نے نہیں کیا۔ لہٰذا حضرت علی علیہ السلام سب سے افضل ہیں۔ نہ کسی کے پاس حضرت علی علیہ السلام جتنے فضائل ہیں نہ کوئی حضرت علی علیہ السلام کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

(۱۶) امام احمد بن حنبل نے دعویٰ فرمایا ہے کہ جتنے فضائل حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئے

ہیں کسی کی شان میں۔ لہٰذا کوئی بھی صحابی حضرت علی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔
(۱۷) امام نسائی فرماتے ہیں کہ صحابہ میں سے کسی کی شان میں جناب امیر علیہ السلام کی شان سے زیادہ حدیثیں جید اسانید کے ساتھ روایت نہیں ہوئیں۔ لیکن ابن حجر مکی ذہبی اور ابن کثیر دمشقی کو کیا ہو گیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کی شان والی اکثر احادیث اصحاب ثلاثہ کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ اور جب وہ احادیث مناقب حضرت علی علیہ السلام میں تحریر کیں تو انہیں ضعیف تحریر فرما دیا۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم تو سب کو مانتے ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ جو مستحق نہیں ادھر تو آپ خواہ مخواہ کنکشن ملا رہے ہیں اور جس ہستی کی شان میں یہ احادیث واقعاً" فرمائی گئی ہیں وہاں تو آپ حیلے بہانے کرتے رہتے ہیں۔ کبھی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اگر صحیح مان بھی لیں تو پھر استدلال میں متعدد تاویلیں فرمائیں گے۔
(۱۸) عمرو بن عاص نے کہا لیکن کیا کریں وہ حضرت عثمان کے قتل میں شریک ہوئے۔ یہ اہلسنت کے رہنماؤں کا پرانا وطیرہ ہے سقیفہ کی واپسی پر حضرت عمر نے کہا' حضرت علی علیہ السلام مناقب اور قرابت رسول کی وجہ سے مستحق خلافت تو ہیں لیکن کیا کریں لوگوں نے سقیفہ میں حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی ہے۔ یہ تو الگ بحث ہے کہ سقیفہ میں کیا ہوا اور پھر مدینہ آ کر کیا ہوا۔ لیکن یہ بات طے ہے کہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کے مناقب تو تسلیم کرتے تھے لیکن حضرت کا حق انہیں نہیں دیتے تھے۔

قاتلان حضرت عثمان پر سیر بحث تفصیل تو آئندہ کسی جلد میں آئے گی۔ البتہ اہلسنت کو اپنے خلفاء راشدین میں سے چوتھے خلیفہ کی زبان پر بھی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت علی علیہ السلام نے بار بار وضاحت فرمائی کہ میرا قتل حضرت عثمان سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن اہلسنت حضرت علیؑ کو خلیفہ رسول بھی مانتے ہیں۔ لیکن ان کی بات پر یقین بھی نہیں کرتے۔
(۱۹) حالات نے ثابت کر دیا کہ جب امیر شام کو اقتدار ملا تو پھر اس نے قتل عثمان کا ذکر تک نہ کیا۔ جس سے ثابت ہوا کہ قاتلان حضرت عثمان کا حصول امیر شام کا سیاسی نعرہ تھا۔
(۲۰) حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی روایت سے واضح ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھی حضرت علی علیہ السلام کے تمام فضائل نہیں بیان فرمائے ان کی بھی تاب نہ لا کر بعض لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کو خدا مان لیا۔ (ہمارے نزدیک حضرت علی علیہ السلام خدا نہیں بلکہ عبد خدا ہیں۔)

جو فضائل حضرت علی علیہ السلام کے بیان کئے گئے ان کے مقابلے میں کسی اور صحابی کو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ملا۔ لیکن بدنصیب اور غیر منصف ہیں وہ لوگ جو حضرت علی علیہ السلام چوتھے درجے پر مانتے ہیں۔ حالانکہ حضور اکرم کے نزدیک حضرت علی علیہ السلام کے اتنے فضائل تھے کہ ان پر لوگوں کو خدا ہونے کا شبہ ہونے کا خدشہ تھا۔

یہ ٹھیک ہے کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہنے کی وجہ سے غلطی پر ہیں۔ اور تثلیث کے بارے میں بھی ان کا عقیدہ درست نہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں کوئی ان سے افضل تو نہیں تھا لیکن امت محمدیہ کیسی ہے جس نے حضرت علی علیہ السلام سے تین ایسے حضرات کو افضل قرار دیا ہے جن کی پیدائش مشرکوں کے گھروں میں اور تربیت مشرکوں کی گود میں ہوئی اور اگر بڑھاپے میں اسلام بھی لائے تو کبھی توحید میں شرک اور کبھی نبوت میں شک فرماتے رہے۔

(۲۱) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام سے شفا چاہی جائے تو شرک نہیں۔ قول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تائید ہے۔

(۲۲) جناب جسٹس محمد سلطان مرزا صاحب اس حدیث کے آغاز میں فرماتے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کی معرفت حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔ وہ کیسا انسان ہو گا جس کی ناقص معرفت رکھنے والوں نے اسے خدا سمجھا اور جس کی کامل اور صحیح معرفت امت محمدیہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ جناب رسول خدا نے خود اپنی معرفت علیؑ اور اپنی امت کی عدم معرفت کو اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے۔

حضرت اسحاق نے ہارون رشید کے دربار میں اعتراف کیا کہ جتنی متواتر احادیث حضرت علی علیہ السلام کی شان میں وارد ہوئی ہیں کسی اور کی شان میں نہیں۔

(۲۴) آپ نے فرمایا کہ مجھے حضرت علی کی شان میں پندرہ ہزار احادیث مستند اور پندرہ ہزار احادیث مرسل یاد ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام سے جن حضرات کا مقابلہ کیا جاتا ہے یا جن حضرات کو حضرت علی علیہ السلام سے افضل مانا جاتا ہے کیا ان کی شان میں اتنی احادیث وارد ہوئی ہیں؟

حضرت علیؑ خیر البریہ ہیں

(۱) عن جابر بن عبداللہ قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اتاکم اخی ثم التفت الی الکعبۃ فضربھا بیدہ ثم قال و الذی نفسی بیدہ ان ھذا و شیعتہ ھم الفائزون یوم القیامۃ ثم قال انہ اولکم ایمانا معی و اوفاکم بعھد اللہ و اقومکم بامر اللہ و اعدلکم فی الرعیۃ و اعظمکم عند اللہ مزیۃ و اقسمکم بالسویۃ قال و نزلت ھذہ الآیۃ ان الذین آمنو و عملو الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ قال فکان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل علی قالوا قد جاء خیر البریۃ (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب و ابن عساکر و السیوطی فی الدر المنثور) جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے حضرت نے ہم سے ارشاد کیا تمہارے پاس میرا بھائی آ رہا ہے پھر آپ نے کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر اس پر ہاتھ مارا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں اور یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے روز بس یہی لوگ جنت تک پہنچے والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ یہ تحقیق یہ تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اور تم سب سے زیادہ اللہ کے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ اور خدا کے حکم پر تم سب سے زیادہ رعیت کے حق میں عدل کرنے والا ہے۔ اور تم سب سے اللہ کے نزدیک زیادتی والا ہے۔ اور تم سب سے زیادہ پورا تقسیم کرنے والا ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں وہی لوگ سب خلقت سے بہتر ہیں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر جبکہ جناب امیرؑ تشریف لاتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہتے کہ جو سب خلقت سے بہتر ہیں وہ تشریف لا رہے ہیں۔

ارجح المطالب ص۸۱ سطر۸' ینابیع المودت ص۱۰۲ حدیث ۳۱' انتحاالافہام ص۱۵' شواہد التنزیل جلد۲ ص۳٦۱' کفایۃ الطالب ص۱۱۸' درمنثور جلد٦ ص۳۷۹ سطر۱۲' فتح القدیر جلد۵ ص۴٦۴ سطر۳۰' مناقب خوارزمی ص۶۲ سطر۸' فتح البیان جلد۱۰ ص۳۲۲ سطر۱۰' روح المعانی جلد۳۰ ص۲۰۷ سطر۶' تفسیر طبری جلد۳۰ ص۱۴٦ سطر۱۳' الفصول المہمہ ص۱۰۷ سطر۱۷' اللئالی المصنوعہ ص۲۰۷' سطر۲' نور الابصار ص۶۹ سطر۱۹' صواعق محرقہ ص۱۲۱ سطر۱۲' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۱۷۰ سطر۹' مودت القربیٰ ص۱۲ سطر۱' ینابیع المودت ص۳۷۰۔

روایت زید بن شراحیل انصاری

عن زید بن شراحیل الانصاری کاتب علی قال سمعت علیا یقول حدثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و انا مسندہ الی صدری فقال ای علی الم تسمع قول اللہ تعالی الذین امنو و عملو الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ انت و شیعتک و موعدی و موعدک الحوض اذا جئت الامم للحساب یدعون غر المحجلین (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب و ابوبکر ابن مردویہ و السیوطی فی الدر المنثور) زید بن شراحیل الانصاری جناب امیر علیہ السلام کے کاتب ناقل ہیں کہ میں نے جناب امیرؑ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ میرے سینے سے تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے آپ نے مجھ سے ارشاد کیا یا علیؑ تو نے خدا تعالیٰ کے فرمانہ کو نہیں سنا ہے کہ بے شک وہ لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں وہ لوگ سب خلقت سے بہتر ہیں۔ پس وہ میں اور تو اور تیرا گروہ ہیں۔ میرے اور تیرے وعدہ کی جگہ حوض ہے۔ جبکہ قیامت کو امتیں حساب دینے کے لیے آئیں گی تو وہ لوگ سفید منہ اور سفید ہاتھ پاؤں والے پکارے جائیں گے۔

ارجح المطالب ص۸۲ سطر۸، شواہد التنزیل جلد۲ ص۳۵۶، انتھاءالافہام ص۱۵، تفسیر ابن جریر طبری ص۳۳۶، جلد۳۰ سطر۱۵، تفسیر درمنثور جلد۶ ص۳۷۹ سطر۱۹، روح المعانی جلد۳۰ ص۲۰۷ سطر۱۶، کوکب دری ص۱۳۲۔

روایت حضرت ابن عباس

عن ابن عباس قال لما نزلت ھذہ ان الذین آمنو و عملو الصالحات اولئک ھم خیر البریہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت و شیعتک تاتی یوم القیامۃ و ھم راضین و مرضیین و یاتی اعدائوک غضابا مقمحین (اخرجہ الحافظ ابو نعیم فی حلیۃ الاولیاء و الدیلمی فی فردوس الاخبار) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے ہیں وہی لوگ خلقت سے بہترین ہیں۔ نازل ہوئی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد کیا تو اور تیرا گروہ قیامت میں آئیں گے خوش اور خوش کیے گئے اور تیرے دشمن آئیں گے خفگی میں گردن اٹھائے ہوئے۔

ارجح المطالب ص۸۲ سطر۱، نظم درر السمطین ص۹۲، شواہد التنزیل جلد۲ ص۳۵۷، اہل البیت ص۹۲، مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۳۱، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۵۲، لسان العرب جلد۲ ص۵۲۶ سطر۲۴، درمنثور جلد۶ ص۳۷۹، الفصول المہمہ ص۲۰۷ سطر۱۷، روح المعانی ص۲۰۷ جلد۳۰، فتح القدیر جلد۵ ص۴۶۴ سطر۳۰، مناقب یمنی ص۲۲، فتح البیان جلد۱۰ ص۳۲۶ سطر۱۳، ینابیع المودت ص۲۲۲ سطر۲۲، نور الابصار ص۷۰ سطر۳۔

روایت حضرت ابو سعید خدری

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی خیر البریہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت علی خیر البریہ ہیں۔

ارجح المطالب ص۸۲ سطر۱۹، شواہد التنزیل ص۳۶۴، مناقب خوارزمی ص۶۲ سطر۲، انتھاء الافہام ص۱۷، لسان المیزان جلد۱ ص۱۷۵ سطر۱۸، فتح البیان ص۳۲۶ سطر۱۷، درمنثور جلد۶ ص۳۷۹ سطر۱۵، فتح القدیر جلد۵ ص۴۶۴ سطر۳۲، ذیل اللئال ص۱۷۰ سطر۹

روایت ابو الجارود

حضرت ابو جارود محمد بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اولئک هم خیر البریہ سے مراد اے علی تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔ (درمنثور جلد۶ ص۳۷۹، فتح القدیر جلد۵ ص۴۶۴ سطر۳۰، تفسیر طبری جلد۳۰ ص۱۴۶ سطر۱۵، فتح البیان جلد۱۰ ص۳۲۶)

روایت حضرت ام ہانی

مودت القربیٰ ص۳۱ سطر۱۲ پر تحریر ہے۔

و عن ام ہانی بنت عبدالمطلب قال قال رسول اللہ افضل البریہ عند اللہ من نام فی قبرہ و لم یشک فی علی و ذریتہ انہم خیر البریہ اور ام ہانی دختر ابو طالب سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل مخلوقات وہ شخص ہے جو اپنی قبر میں سوئے۔ درآنحالیکہ وہ علیؑ اور اس کی ذریت طاہرہ کی بابت اس بات میں شک نہ رکھتا ہو کہ وہ خیر البریہ ہیں۔ یعنی تمام مخلوقات سے بہتر اور برتر ہیں۔

خیر البشر

روایت عطاء

مودت القربیٰ ص۳۹ سطر۱۴، اعراب ثلاثین سورہ ص۱۴۸، تاریخ دمشق جلد۲ ص۴۴۸، ارجح المطالب ص۳۶، ینابیع المودت ص۲۴۶، کوکب دری ص۱۴۴ ص۱۷۷، مفتاح کنوز السنہ جلد۲ ص۱۵ سطر۱۳، ص۱۶ سطر۳، کنز العمال جلد۶ ص۵۹ حدیث ۲۲۹۴، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۵ سطر۳۳، اربعین رازی ص۷۴ سطر۱۰، ذخائر العقبیٰ ص۹۶ سطر۲، اللئالی المصنوعہ ص۱۶۹ سطر۲۷، تاریخ بغداد جلد۷ ص۴۲۷ سطر۱۔

عن عطاء قال سئلت عائشۃ عن علی قالت ذلک خیر البشر لاشک الا کافر عطاء بیان کرتا ہے کہ میں نے عائشہ بی بی سے علی علیہ السلام کی بابت سوال کیا۔ جواب دیا کہ وہ (علی) خیر البشر یعنی تمام آدمیوں سے بہتر ہیں۔ کافر کے سوا اور کوئی اس امر میں شک نہ کرے گا۔

روایت حضرت جابر

ارجح المطالب ص ۳۹ سطر ۱۹، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹، حدیث ۲۴۶۴، مناقب عینی ص ۳۹، لسان المیزان جلد ۲ ص ۲۵۲، قرۃ العینین ص ۲۳۴، موضح اوہام الجمع و التفریق جلد ۱ ص ۳۹۴، ینابیع المودت ص ۲۱۵، تاریخ بغداد جلد ۷ ص ۴۲۱ سطر ۱۰، تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱۹ سطر ۷، کنوز الحقائق جلد ۲ ص ۲۱ سطر ۳ پر ہے۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا حضرت علیؑ تمام بشروں سے بہتر ہیں۔ جس نے بھی انکار کیا وہ کافر ہے۔

روایت دوم حضرت جابر

عن عقبہ بن سعد العوفی قال دخلنا علی جابر بن عبداللہ و قد سقط حاجباہ علی عینیہ فسالنا عن علی فرفع حاجبیہ فقال ذاک من خیر البشر (الخوجہ احمد فی مناقبہ) عقبہ بن سعد سے روایت ہے کہ ہم جابر بن عبداللہ کے پاس گئے اور ان کے ابرو کے بال ان کی آنکھوں سے نیچے ڈھلکے ہوئے تھے ہم نے جناب امیرؑ کی نسبت دریافت کیا وہ اپنی آنکھوں سے ابرو کے بال اٹھا کر کہنے لگے وہ تو خیر البشر ہے۔

ارجح المطالب ص ۴۶ سطر ۱۹، ذخائر العقبیٰ ص ۹۶ سطر ۲، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۲۰

روایت سوم

عن عطیہ قال قلت لجابر کیف کان منزلتہ علی فیکم قال کان خیر البشر عطیہ جابر سے پوچھتے ہیں تمہارے درمیان حضرت علیؑ کی منزلت کیا تھی۔ فرمایا وہ سب انسانوں سے اچھے تھے۔

لسان المیزان جلد۶ ص۴۷۸، میزان الاعتدال جلد۱ ص۴۵۴ سطر۳ جلد۱ ص۲۴۲ سطر۱۰۔

روایت چہارم

کوکب دری ص۲۵۸ منقبت ۳۲ پر ہے۔

نیز مودات میں ابو سالم سے مروی ہے کہ میں نے جابرؓ انصاری سے پوچھا کہ تم کو رسول خدا سے جو علی مرتضیٰ کے فضائل معلوم ہوئے ہیں مجھ سے بیان کرو۔ جابرؓ نے کہا امیر المومنین جناب علی کے بعد نصوص قرآنی اور احادیث حبیب سبحانی کے موافق خیر البشر ہیں۔ پس میں نے کہا تم ان لوگوں کے حق میں کیا کہتے ہو جو اس بزرگوار کی بغض و عداوت دل میں رکھتے تھے۔ جابر نے جواب دیا کہ وہ بے شک کافر ہو گئے اور علی کو دشمن نہیں رکھتا مگر کافر۔

روایت حضرت حذیفہ

عن حذیفۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خیر البشر من ابی فقد کفر (اخرجہ ابن مردویہ) حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے علی علیہ السلام خیر البشر ہیں جس نے کہ انکار کیا وہ کافر ہوا۔

ارجح المطالب ص۴۶۹ سطر آخر۔ ینابیع المودت ص۲۴۶، مودت القربیٰ ص۳۶

روایت حضرت علیؑ

مودت القربیٰ ص۳۶ سطر۱۷، ینابیع المودت ص۲۴۳، کوکب دری ص۱۷۷

و عن علی قال قال رسول اللہ لی انت خیر البشر ما شک فیہ الا کافر اور جناب امیر المومنین سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے مجھ سے فرمایا اے علیؑ تم خیر البشر ہو۔ اس امر میں کافر کے سوا اور کوئی شک نہ کرے گا۔

مرفوع

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی خیر البشر من شک فیہ کفر

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی تم سب انسانوں سے بہتر ہو جو بھی اس میں شک کرے گا وہ کافر ہے۔ (کنوز الحقائق ص۱۶ سطر۳ جلد۲' میزان الاعتدال جلد۱ ص۲۴۲ سطر۱۰)

روایت ششم ابن عباس

عن ابن عباس انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم علی خیر البشر من شک فیہ کفر حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت علی سب بشروں سے اچھے ہیں اور جو بھی اس میں شک کرے گا وہ کافر ہے۔

کنز العمال ص۱۵۹ جلد۶' منتخب کنز العمال ص۳۵ جلد۵ سطر۳۳

روایت ابن عباس

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا حضرت علی سب بشروں سے اچھے ہیں اور جو بھی اس میں شک کرے گا وہ کافر ہے۔

کنز العمال جلد۶ ص۱۵۹' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۵ سطر۳۳

روایت عبداللہ بن مسعود

عن عبداللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی خیر البشر من ابی فقد کفر (اخرجہ الرازی فی الاربعین) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا ہے کہ علی سب لوگوں سے بہتر ہے جس نے انکار کیا وہ کافر ہے۔

ارجح المطالب ص۴۲۷ سطر۲

روایت دوئم

عن ابن عمر قال قال النبیؐ خیر رجالکم علی بن ابی طالب و خیر شبابکم الحسن و الحسین و خیر نسائکم فاطمۃ بنت محمد

روایت حضرت جابر

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ایک دن مسجد نبوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک نوری جھنڈا ہو گا جس کی عصا زبرجد سے بنی ہو گی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے خلقت ارض و سماء سے دو ہزار سال پہلے خلق فرمایا تھا۔ اس لواء الحمد پر یہ عبارت تحریر ہے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ آل محمد خیر البشر۔ اے علی تم قوم کے امام ہو گے اور یہ جھنڈا تمہارے ہاتھ میں ہو گا۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں ہدایت دی اور آپ کے ذریعے ہمیں مکرم و مشرف فرمایا۔ (بحر المناقب ص ۱۲۰)

خَیْرُ رِجَالِکُمْ

عن بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر رجالکم علی و خیر شبابکم الحسن والحسین و خیر نسائکم فاطمۃ (اخرجہ الخطیب و ابن عساکر فی تاریخھما) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارے سب آدمیوں میں بہتر علی ہیں۔ اور تمہارے نوجوانوں میں بہتر حسن اور حسین اور تمہاری عورتوں میں بہتر فاطمہ ہیں۔

ارجح المطالب ص ۳۹۳ سطر ۱' تاریخ بغداد جلد ۴ ص ۳۹۱' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۹۳' ینابیع المودت ص ۲۴۷' رامون الاحادیث ص ۲۸۱' کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۷' حدیث ۳۸۱۲' مودت القربیٰ ص ۴۳' مناقب عینی ص ۱۴' تاریخ دمشق ص ۱۲۲' کوکب دری ص ۱۸۵

روایت حضرت ابن عمر

مودت القربیٰ ص ۳۸ سطر آخر' ینابیع المودت ص ۲۴۷' کوکب دری ص ۱۵۸۔

و عن ابن عمر قال قال رسول اللہ خیر رجالکم علی بن ابی طالب و خیر اشبابکم الحسن و الحسین و خیر نسائکم فاطمۃ بنت محمد علیہم الصلوۃ و السلام اور ابن عمر سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے۔ کہ تمہارے تمام مردوں سے بہتر علی ابن ابی

طالب ہے۔ اور تمہارے تمام جوانوں سے بہتر حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ اور تمہاری تمام عورتوں سے بہتر فاطمہ بنت محمدؐ ہے۔

خیر النّاس

مودت القربیٰ ص ۳۸ سطر ۹

و عن الامام الباقر محمد بن علی عن ابائہ علیہم السلام انہ سئل رسول اللہ عن خیر الناس فقال خیر و اتقاها و افضلها و اقربها من الجنۃ اقربها منی و لا فیکم اتقا و لا اقرب الی من علی ابن ابی طالب علیہ السلام امام محمد علیہ السلام اپنے آبائے کرام کی زبانی روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے خیر الناس یعنی بہترین مردم کی بابت پوچھا گیا۔ یعنی یہ دریافت کیا گیا کہ سب آدمیوں سے بہتر آدمی کون ہے۔ حضرت نے جواب میں فرمایا۔ کہ تمام لوگوں سے بہتر اور سب سے زیادہ متقی اور سب سے افضل اور سب سے زیادہ جنت کے قریب وہ شخص ہے جو مجھ سے زیادہ قریب ہونے والا ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص بھی علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے زیادہ متقی اور اس سے بڑھ کر میرا قریبی نہیں ہے۔ (یعنی علی ابن ابی طالبؑ سب آدمیوں سے بہتر اور افضل ہے۔)

روایت حضرت ابو سعید خدری

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم خیر الناس حمزۃ و جعفر و علی

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ خیر الناس حضرت حمزہ، جعفر و علی ہیں۔

مقاتل الطالبین ص ۱۹، تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۱۹۲، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹، حدیث ۲۶۶۵، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۵ سطر ۳۶، اللسان المصنوعہ ص ۱۹۹ سطر ۱۲۔

روایت سوم عبداللہ بن مسعود

قسم اول

عن ابن مسعود عن علی عن النبی صلی من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر ابن مسعود حضرت علیؑ اور وہ رسول اکرمؐ سے بیان کرتے ہیں کہ جو علی کو سب لوگوں سے اچھا نہیں کہتا وہ کافر ہے۔ کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹

روایت حضرت عبداللہ بن مسعود

حضرت ابن مسعود اور حضرت علیؑ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو علی کو سب لوگوں سے اچھا نہیں کہتا وہ کافر ہے۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹، حدیث ۲۴۹۵، قرۃ العینین ص ۲۳۳، مناقب عینی ص ۴۹، تاریخ بغداد جلد ۳ ص ۱۹۲، تہذیب التہذیب جلد ۹ ص ۴۱۹ سطر ۷، رموز الاحادیث ص ۳۴۲۔

روایت دوم

عن زاذان عن عبداللہ بن مسعود قال قرأت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سبعین سورۃ و ختمت القرآن علی خیر الناس علی بن ابی طالب (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب و الطبرانی فی الکبیر فی مسند عبداللہ بن مسعود) زاذان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ستر سورتیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھیں اور پورا قرآن شریف تمام آدمیوں کے بہترین جناب علی علیہ السلام سے ختم کیا۔

ارجح المطالب ص ۳۹۰ سطر ۱۲، مناقب خوارزمی ص ۴۸ سطر ۱۹، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۶ سطر ۴، کوکب دری ص ۲۵۸ سطر ۱۵

روایت حضرت جابر

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو علی کو خیر الناس نہیں کہتا وہ کافر ہے۔ (منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۵)

روایت چہارم جابر

عن جابر قال قال رسول اللہ من لم یقل علی خیر الناس فقد کفر

حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا جو شخص بھی علیؑ کو سب لوگوں سے اچھا نہیں کہتا وہ کافر ہے۔ (منتخب کنز العمال ص ۳۵ جلد ۵)

روایت پنجم

ابن عمر کے غلام نافع سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز ابن عمر سے پوچھا کہ سرور کائنات کے بعد خیر الناس کون ہے۔ اس نے جواب دیا وہ شخص ہے جس پر وہ حلال ہے جو دوسروں پر حرام ہے اور وہ حرام ہے جو لوگوں پر حلال ہے۔ میں نے کہا وہ کون ہے وہ بولا کہ تو کہاں اور یہ سوال کہاں۔ بعد ازاں استغفار پڑھ کر کہا وہ شخص علی ابن ابی طالبؑ ہے کہ پیغمبر نے مسجد میں سب کے دروازے بند کر دیئے مگر آپ کے دروازے کو بند نہ کیا اور فرمایا یا علی میرے اور تیرے سوا دوسرے شخص کو جائز نہیں کہ حالت جنابت میں اس مسجد میں آئے اور جو کچھ مجھ پر واجب ہے وہی تم پر واجب ہے۔ اور تم میرے وصی اور وارث ہو۔ اور تم میرے قرض کو ادا کرو گے اور میرے وعدوں کو پورا کرو گے اور میری سنت پر شہید ہو گے۔ (کوکب دری ص ۲۴۰ سطر ۲)

خیر الخلق

عن المسروق قال دخلت علی ام المومنین عائشہ فقالت لی من قتل الخوارج فقلت قتلھم علی قال فسکتت قال فقالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھم شر الخلیقۃ یقتلھم خیر الخلق عند اللہ تعالی یوم القیامۃ وسیلۃ (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ) مسروق سے نقل ہے کہ میں جناب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا وہ مجھ سے پوچھنے لگیں کہ خوارج کو کس نے قتل کیا ہے میں نے عرض کیا امیر علیہ السلام نے وہ خاموش ہو گئیں اور پھر فرمانے لگیں میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ لوگ بد ترین خلائق ہیں۔ ان کو افضل خلائق قتل کرے گا۔ اور ان کا قتل قیامت کے روز خدا کے نزدیک بڑا بھاری وسیلہ ہو گا۔

ارجح المطالب ص۷۴۳ سطر۱۰' مناقب ابن مغازلی ص۵۴ سطر۱۱' الہیتہ الجمودیہ جلد۱ ص۲۱۱' المواقف جلد۲ ص۶۱۵

خیر الامت

عن ابی رافع قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت خیر امتی فی الدنیا و الاخرۃ (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیرؑ سے ارشاد فرماتے تھے کہ تم دنیا و آخرت میں میری تمام امت سے بہتر ہو۔

ارجح المطالب ص۴۸ سطر۸' مناقب عینی ص۴۳' حضرت علی از ارمان سرحدی ص۴۸ سطر۲

روایت حضرت حذیفہ

عن حذیفہ رضی اللہ عنہ فقد سئل منہ عن علی فقال خیر ھذہ الامۃ بعد نبیہا علی و لا یشک فیہ الا منافق (اخرجہ بن مردویہ) حذیفہ رضی اللہ عنہ سے جناب امیر کی نسبت پوچھا گیا وہ کہنے لگے کہ علی بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امت کے سب لوگوں سے بہتر تھے منافق کے سوا کوئی اس میں شک نہیں لا سکتا۔

ارجح المطالب ص۷۳۱ سطر۱۶ پر تحریر ہے۔

روایت حضرت محمد باقر علیہ السلام

حضرت امام باقر علیہ السلام اپنے بزرگوں سے ایک طویل روایت بیان فرماتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ علی میری امت میں سب سے بہتر ہے۔ (مناقب ابن مغازلی)

خیر امتی

عن بریدۃ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمۃ ان زوجک خیر امتی اقدمہم سلما و اکثرھم حلما (اخرجہ بن مردویہ) بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب سیدہ علیہا السلام سے فرماتے تھے کہ بہ تحقیق تیرا خاوند میری سب امت کے لوگوں سے بہتر ہے صلح میں ان سے مقدم اور حلم سے سب سے زیادہ ہے۔

ارجح المطالب ص۱۳۷ سطر۲۰' مناقب عینی ص۲۸

مرفوع

رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہؑ سے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ میں نے تمہاری شادی ایسے مرد سے کی ہے جو میری امت میں سب سے بہتر ہے۔

ارجح المطالب ص۴۹۴' البریقتہ المحمودیہ جلد۱ ص۲۱۱' مواقف جلد۲ ص۶۱۵

روایت حسن بصری

ابان بن عیاش کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری سے حضرت علیؑ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کے بارے میں کیا کہوں جو کہ سبقت' فضل' علم' حکمت' فقہ' صحبت' زہد' قضاء اور قرابت میں سب پر سبقت اور اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو کہ میری امت میں سب سے بہتر ہے۔ اگر اس کے علاوہ ایسا ہوتا تو میں اس کا استثناء ضرور کرتا۔

اے ابان حضرت علیؑ وہی شخص ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اصحاب کے درمیان اخوت قائم کی تو حضرت علیؑ کو اپنا بھائی بنایا۔ پس حضرت علی نفس کے لحاظ سے سب سے بہتر ہیں اور حضرت علیؑ بھائی کے لحاظ سے سب سے افضل ہیں۔ (شرح حدیدی جلد۱ ص۳۶۹)

روایت حضرت عائشہ

عن ابی الیسر الانصاری قال دخلت علی ام المومنین عائشہ فقالت من قتل الخارجیۃ قال قلت قتلهم علی قالت ما یمنعنی الذی فی نفسی علی علی ان اقول الحق سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول یقتلهم خیر امتی من بعدی و سمعتہ یقول الحق مع علی و علی الحق (اخرجہ ابوبکر بن مردویہ) ابن یسر الانصاری ناقل ہیں کہ ایک دفعہ میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا وہ فرمانے لگیں خارجیوں کو کس نے قتل کیا ہے۔ میں نے عرض کیا امیر علیہ السلام نے فرمانے لگیں مجھے علی کے حق میں سچ کہنے سے کون روک سکتا ہے میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری سب امت میں بہتر شخص ان کو قتل کرے گا اور میں نے فرماتے ہوئے بھی سنا ہے کہ علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ ہے۔

ارجح المطالب ص۴۳۲ سطر۲۱، شرح حدیدی جلد۱ ص۲۰۲، المواقف جلد۲ ص۶۱۵، مجمع الزوائد جلد۶ ص۲۳۷ سطر۳

روایت حضرت بریدہ

عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قم بنا یا بریدۃ نعود فاطمۃ فلما ان دخلنا علیہا ابصرت ابانا دمعت عینا ھا قال ما یبکیک یا بنتی قالت قلۃ الطعم و کثرۃ الھم و شدۃ السقم قال لہا اما و اللہ ما عنداللہ خیر مما ترغبین الیہ یا فاطمۃ اما ترضین انی زوجتک خیر امتی اقدمھم سلما و اکثرھم علما و افضلھم حلما و اللہ ان ابنیک سیدا شباب اھل الجنۃ (اخرجہ الخوارزمی) بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خواجہ بزدو سرا صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ارشاد فرمانے لگے اے بریدہ اٹھ ہمارے ساتھ چل کہ جناب سیدہ علیہا السلام کی بیمار پرسی کریں جب ہم ان کے پاس گئے اور انہوں نے ہم کو دیکھا تو بے اختیار رونے لگیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میری بیٹی تم کو کس بات نے رلایا ہے عرض کرنے لگیں کھانے کے نہ ہونے نے اور غم کی کثرت نے اور بیماریوں کی شدت نے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا واللہ جو خدا کے پاس ہے کیا وہ بہتر نہیں اس چیز سے کہ جس کی تم یا فاطمہ رغبت کرتی ہو۔ تم راضی نہیں ہوتیں کہ ہم نے تم کو ایسے شخص کی زوجہ بنایا ہے جو میری تمام امت سے بہتر ہے اور اسلام لانے میں ان سب سے مقدم ہے اور ان سب سے زیادہ عالم ہے اور از روئے حلم سے افضل ہے واللہ بے شک تیرے دونوں بیٹے اہل جنت کے سردار ہیں۔

ارجح المطالب ص۳۵ سطر آخر، تاریخ دمشق جلد۱ ص۲۴۲، فتح ملک العلی ص۳۹، مناقب خوارزمی ص۵۸ سطر۵، کنز العمال جلد۶ ص۱۵۳

روایت ابی سلیمان

عن ابی سلیمان راعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیلۃ اسری بی الی السماء و قال لی الجلیل جل جلالہ یا محمد من خلفت فی امتک قلت خیرھا قال اعلی بن ابی طالب قلت نعم یا رب قال یا محمد انی اطلعت الی اھل الارض اطلاعۃ فاخترتک منھا فشققت لک اسما من اسمائی فانا الاعلی و ھو علی یا محمد انی خلقتک و علیا من سنخ نور من و عرفتہ ولا تکما علی اھل السموات و الارض فمن قبلھا کان عندک من المومنین و من جحدھا کان من الکفرین (اخرجہ الخوارزمی) جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گلہ بان ابی سلیمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ شب معراج پروردگار جل جلالہ نے مجھ سے ارشاد کیا یا محمد تم اپنی امت میں اپنی جگہ کس کو چھوڑ آئے ہو۔ میں نے عرض کیا ان کے بہتر اور برتر کو۔ فرمایا کہ علیؑ بن ابی طالب کو میں نے عرض کیا ہاں اسی کو پروردگار نے فرمایا محمدؐ میں نے زمین والوں کو اچھی طرح سے دیکھ کر تم کو برگزیدہ کیا اور ناموں میں سے ایک نام تمہارے لیے مشتق کیا پس میں محمود ہوں اور آپ محمدؐ ہیں۔ پھر میں نے دوبارہ زمین کے لوگوں کو دیکھا اور علی بن ابی طالب کو انتخاب کیا اور اس کے لیے بھی ایک نام اپنے ناموں سے اپنے ناموں سے مشتق کیا پس میں اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے یا محمد میں نے تم کو اور علیؑ کو اپنے اصلی نور سے خلق کیا ہے اور تم دونوں کی ولایت کو آسمان اور زمین والوں کے سامنے پیش کیا پس جس نے اس کو قبول کیا وہ میرے نزدیک مومن ٹھہرا۔ اور جس نے اس سے انکار کیا کفار کے گروہ میں سے بن گیا۔

روضۃ الشہداء میں ملا حسین واعظ کاشفی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ جب جناب امیر تولد ہوئے ابو طالب مہد کے پاس دیکھنے کو تشریف لائے جناب امیر نے ہاتھ بڑھا کر ان کے چہرہ کو خراشیدہ کیا۔ انہوں نے بی بی صاحبہ سے پوچھا تم نے ان کا نام کیا رکھا ہے انہوں نے جواب دیا میں نے ان کا نام اپنے والد کے نام پر اسد رکھا ہے۔ ابو طالب نے کہا ان کا نام ہمارے جد اعلیٰ جامع قبائل عرب قصی کے نام پر زید رکھنا چاہیے۔ اسی اثناء میں سرور دین پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا ہے عرض کیا گیا والدہ نے اسد اور والد نے زید کہا ہے آپ نے ارشاد کیا علی نام رکھنا چاہیے۔ جناب امیر کی والدہ ماجدہ نے عرض کیا بخدا میں نے ایک روز ہاتف سے یہی نام سنا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ جناب امیر کے نام رکھنے کی نسبت جناب ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد میں باہم تکرار ہونے لگی۔ آخر کار دونوں فیصلہ کے لیے کعبہ میں گئے جناب فاطمہ بنت اسد نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ شعر کہا۔

بین لنا بحکمک المرضی ما ذا تری من اسم ذی الصبح

یعنی اے پروردگار اس لڑکے کے نام کی نسبت جو کچھ کہ تیرے رضا ہو مجھے اس سے آگاہ کر۔ اتنے میں غیب سے ندا آئی۔ فاسمہ من شامخ العلی علی اشتق من العلی یعنی اس کا نام علی ہے۔ علی مشتق ہے العلی سے جو خدائے پاک کے اسماء الحسنی میں سے ہے۔

قیل لما قربت و لادۃ علی حضرا بوہ ابو طالب الکعبۃ و تعلق باستادھا۔ ادعوک یا ذو الغسق الدجی و الفلق المنبلج ملضی۔ بین لنا عن حکمک المرضی۔ ما ذا تری من اسم ذالصبی۔ لھتف بہ ھاتف۔ خاطبتنا بالوالد السوی۔ الطیب المھذی المرضی۔ ان اسمہ لی شامخ العلی۔ علی اشتق من العلی (ذکرہ نجم الدین فخر الاسلام ابو بکر بن محمد بن الحسن السمنا المرزلتی فی مناقب الصحابہ) روایت ہے کہ جب جناب امیر تولد ہوئے تو ابوطالب نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر یہ شعر پڑھا۔ میں تجھے پکارتا ہوں۔ اے صاحب اندھیری رات اور مالک صبح روشن کے ہم سے اپنی رضا کا حکم کر جو نام کہ تو اس لڑکے کا مناسب سمجھے۔ ناگاہ ہاتف نے پکارا۔ تو نے ہم سے اس پاک اور مہذب اور ستودہ لڑکے کی نسبت پوچھا ہے اس کا نام آسمان کی بلندیوں میں علی ہے اور وہ مشتق ہے العلی سے خدائے پاک کی اسماء الحسنی میں سے ہے۔

ارجح المطالب ص ۱۰ سطر آخر' ینابیع المودۃ ص ۷ ' اسد اللہ ص ۳ سطر ۱۲

خیر اہل الارض

عن عکرمۃ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ بعبد الرحمان ابن عوف یا عبدالرحمان انتم اصحابی و علی بن ابی طالب اخی و منی و انا من علی فھو باب علمی و وصی و ھو و فاطمۃ و الحسن و الحسین ھم خیر الارض عنصرا و شرفا و کرما عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جناب رسول خدا نے عبدالرحمان بن عوف سے فرمایا اے عبدالرحمان تم لوگ میرے اصحاب ہو اور علی بن ابی طالب میرا بھائی ہے۔ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ وہ میرے علم کا دروازہ ہے اور میرا وصی ہے اور وہ فاطمہ اور حسنین ہی ایسے لوگ ہیں جو وجود

عنصری، شرافت اور کرامت میں تمام اہل ارض سے بہتر ہیں۔ (المودۃ القربیٰ ص ۱۳۳ سطر ۶، ینابیع المودت عربی ص ۲۴۳)

خَیرُ اَھلِی

ایک طویل حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا اے فاطمہ تم کیوں روتی ہو۔ میں نے تیرے لئے ایسے شخص کو منتخب کیا ہے جو مجھے اپنی تمام اھل سے بہتر نظر آیا ہے۔

لسان العرب جلد ۱۲ ص ۴۰ کالم ۱ سطر ۳، طبقات ابن سعد جلد ۸ ص ۲۳، خصائص نسائی ص ۳۲، تاریخ ابن عساکر جلد ا ص ۲۳۱، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۴۳، النہایہ جلد ا ص ۶۳، الصفور الباسمہ ص ۷، ینابیع المودت ص ۱۷۶، نظم درر السمطین ص ۱۵۸

خَیرُ اِخوَتِی

روایت حضرت عائشہ

(ا) عن ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالی عنہما قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر اخونی علی و خیر اعمامی حمزۃ و ذکر علی عبادتہ (الخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار فی کنز العمال) جناب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے تمام بھائیوں میں سے بہتر علیؑ ہیں اور تمام چچوں میں سے بہتر حمزہ ہیں۔ اور علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔

صواعق محرقہ ص ۱۲۳ سطر آخر، الفتح الکبیر جلد ۲ ص ۹۳، سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۲۷، اصابہ جلد ۲ ص ۲۲۳، الشرف المئوبد ص ۱۱، ثمرۃ الاوراق جلد ۲ ص ۱۸۷، ارجح المطالب ص ۱۲۱ سطر آخر، ینابیع المودت ص ۲۸۳، بدائع المنن جلد ۵ ص ۵۰۳، الروض الازھر ص ۱۰۰، تیسیر الوصول جلد ۲ ص ۲۷۴، منتخب کنز العمال ص ۲۰۱، وسیلۃ النجات ص ۱۳۳، مناقب عینی ص ۳۳، تاریخ دمشق جلد ا ص ۱۲۳، اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۵، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ حدیث ۲۵۱۱

روایت عبد الرحمان

حضرت عبد الرحمان بن عابس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بھائیوں میں سب سے بہتر علی ہیں۔

اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۷، اصابہ جلد ۲ ص ۲۳۴

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی ایسی ہی روایت بیان فرماتے ہیں۔

منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰، الفتح الکبیر جلد ۲ ص ۹۶، تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۱۲۳

خَیرُ اِخوانِی

ارجح المطالب ص ۵۳۴ سطر آخر، مناقب ابن مغازلی ص ۳۸ سطر ۱، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰، الفتح الکبیر جلد ۲ ص ۹۶

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہے کہ میرے سب بھائیوں میں بہتر علی ہیں اور سب چچوں میں بہتر حمزہ ہیں اور علی کا ذکر عبادت ہے۔

خَیرُهُم اَخاً

ابان بن عیاش سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تم میرے سب سے اچھے بھائی ہو۔ (شرح حدیدی جلد ۱ ص ۳۶۹)

خَیرُ مَن اَترُکُ بَعدِی

عن انس قال بینما انا عند رسول الله صلی الله علیہ وسلم اذ قال الآن یدخل سید المسلمین و امیر المومنین و خیر الوصیین اذا طلع علی فقال صلی الله علیہ وسلم و الی و الی فجلس بین یدی رسول الله صلی الله علیہ وسلم یمسح العرق من جبهته و وجهه یمسح به وجه علی و یمسح العرق من وجه علی و یمسح به وجهه فقال له علی یا رسول الله انزل فی شئ قال اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبی بعدی انت اخی و وزیری و خیر من اخلف بعدی تقضی دینی و تنجز وعدی و تبین لهم ما اختلفوا من بعدی و تعلمهم تاویل القرآن ما لم یعلموا و تجاهدهم علی التاویل کما جاهدتهم علی التنزیل (اخرجه الثعلبی و ابن مردویه) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی اسی وقت مسلمانوں کا سردار اور مومنوں کا امیر اور اوصیاء کا بہتر یہاں آئے گا۔ ناگہاں جناب امیر تشریف لائے۔ حضرت نے فرمایا اے میرے پروردگار تیرے قربان۔ انس کہتے ہیں کہ جناب امیر حضرت کے سامنے بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چہرہ مبارک اور جبین مبین کا عرق ان کے چہرہ پر اور ان کے چہرے کا عرق اپنے چہرہ اقدس پر ملنے لگے۔ جناب امیرؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ آیا میرے حق میں کوئی آیت نازل ہوئی ہے۔ آپ نے ارشاد کیا کیا تو راضی نہیں کہ تیری منزلت مجھ سے ایسی ہے جیسے کہ موسیٰؑ سے ہارونؑ کی

لیکن نبی میرے بعد نہیں ہونے والا۔ تو میرا بھائی اور وزیر ہے جن کو میں اپنے بعد میں چھوڑ جاؤں گا۔ ان سب سے تو افضل ہے میرے قرض کا ادا کرنے والا اور میرے وعدے کو پورا کرنے والا جن امور میں کہ لوگ میرے بعد اختلاف کریں گے تو اس کو رفع کرنے والا ہے۔ تو ان سے قرآن کے معنی بیان کرے گا۔ اور لوگوں کے ساتھ قرآن کی تاویل پر جہاد کرے گا۔

ارجح المطالب ص ۱۸ سطر ۱۰، تاریخ دمشق جلد ص ۱۱۵، قرۃ العینین ص ۲۳۴، شواہد التنزیل جلد ۱ ص ۷۳-۳، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۴، حدیث ۲۵۷۵، اربعین رازی ص ۴۷-۴ سطر ۹

روایت حضرت سلمان فارسی

عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخی و وزیری و خیر من اخلفہ بعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب) سلمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بہ تحقیق میرا بھائی اور میرا وزیر جن کو کہ میں اپنے پیچھے چھوڑتا ہوں ان سب سے بہتر علی بن ابی طالب ہے۔

ارجح المطالب ص ۳۵ سطر ۶، تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۱۱۵، شرح حدیدی جلد ۳ ص ۲۵۸، البریقۃ المحمودیہ جلد ۱ ص ۲۱۱، کنز العمال جلد ۳ ص ۱۵۴، حدیث ۲۵۷۰، مناقب خوارزمی ص ۶۲ سطر ۱۹

حضرت علی علیہ السلام خود بھی ایسی ہی روایت بیان فرماتے ہیں۔ (تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۱۱۴)

روایت انس بن مالک

کوکب دری ص ۱۸۵ سطر آخر، تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۱۹، محاضرات الادباء جلد ۴ ص ۴۷۸، مناقب خوارزمی ص ۲۷ سطر آخر، میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۳۵۰ سطر آخر، مودت ص ۶۵، شرح مقاصد جلد ۲ ص ۲۱۳، شواہد التنزیل ص ۲۵۔

روایت حضرت ابو سعید خدری

عن ابی سعید الخدری عن سلمان الفارسی قال قلت یا رسول اللہ لکل نبی وصی فمن وصیک فقال هل تعلم من وصی موسی قلت نعم یوشع بن نون قال لم قلت لانہ کان اعلمهم قال فان وصیی و موضع سری و خیر من اترک بعدی و ینجز عدتی و یقضی دینی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابو بکر ابن مردویہ) و الطبرانی فی الکبیر فی مسند سلمان الفارسی ابو سعید خدری سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کیا یا رسول اللہ ہر ایک نبی کے لیے وصی ہوتا ہے حضورؐ کا وصی کون ہے فرمایا تو جانتا ہے کہ موسیٰ کا وصی کون تھا میں نے عرض کیا یوشع بن نون۔ حضرت نے فرمایا کیوں۔ میں نے گذارش کیا اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت عرب کے ساتھ نیکی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔

ارجح المطالب ص۳۶ سطر۲۳' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۴' حدیث ۲۵۷۰' میزان الاعتدال جلد۱ ص۱۳۵' ینابیع المودت ص۷۸' مناقب عینی ص۲۰' قرۃ العینین ص۲۳۴' تفریح الاحباب ص۳۲۰' شواہد التنزیل جلد۱ ص۷۶' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۷۳ سطر آخر' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۲' مناقب خوارزمی ص۶۷' نظم درر السمطین ص۹۸' مواقف جلد۲ ص۶۱۵

نکات

اس باب کی آیات قرآن اور احادیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درج ذیل نکات واضح ہوتے ہیں۔

(۱) سورۃ البینہ کی آیت سے واضح ہوا کہ خیر البریہ مومن اور نیک اعمال کرنے والے ہیں۔ تو امت محمدیہ میں اس آیت کے سب سے زیادہ مستحق حضرت علی علیہ السلام ہیں جو کہ نہ صرف مومن ہیں بلکہ امیر المؤمنین ہیں اور ان کے اعمال صالحہ کا حال یہ ہے کہ ان کی ایک ضربت ثقلین کی بندگی سے افضل اور ان کی ساری زندگی عصمت کا آئینہ ہے۔

یہ آیت بھی حضرت علی کی تفضیل پر دلالت کرتی ہے جب آپ خدا کی ساری مخلوق سے بہتر ہیں تو حضور اکرم جناب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا آپ خدا کی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔

(۲) حضرت جابر کی تفسیر کے بقیہ حصوں کی اپنے اپنے مقام پر تشریح کی جائے گی۔ انشاء اللہ

(۳) یہاں تو صرف حدیث کے آخری جملے کے متعلق صرف اتنا کہنا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے لفظ خیر البریہ اس طرح مشہور ہو گیا تھا کہ آپ جب بھی تشریف لاتے تو صحابہ کرام فرماتے کہ جو سب خلقت سے بہتر ہیں وہ تشریف لا رہے ہیں۔ تو پھر وہ صحابہ کرام حضرت علی علیہ السلام کا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہیں۔

(۴) حضرت زید بن شراحیل انصاری کا حضرت علی علیہ السلام کی روایت سے زیادہ تفصیل ملتی

ہے کہ خیر البریہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام اور ان کے شیعہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور حضرت علی علیہما السلام کے خیر البریہ ہونے میں تو کسی قسم کا شک و شبہ نہ ہے۔ شیعان علیؑ تو اس حدیث کے مطابق یہ بھی خیر البریہ ہیں، کیونکہ ایمان کی بنیاد آیات قرآن اور اقوال و اعمال معصومین علیہم السلام پر ہے۔ اور ان کے اعمال فرامین و اعمال معصومین علیہم السلام کے مطابق ہیں۔ اور یہ آل محمد علیہم السلام کے صراط مستقیم پر چلتے رہے ہیں۔ لہٰذا یہی خیر البریہ ہیں۔

دوسرے مذاہب کے عقائد درست ہیں نہ اعمال کیونکہ یہ لوگ معصومین علیہم السلام کا در چھوڑ کر غیر معصوم حضرات کے پاس چلے گئے جن کے پاس اقتدار کے سوا کوئی وصف نہ تھا۔ عقائد کا یہ حال کہ کبھی توحید میں شرک اور کبھی نبوت میں شک اور اعمال کا یہ حال کہ اسلام لانے سے پہلے بت پرستی کرتے رہے اور دوسرے مشرکوں کی طرح نہ جانے کیا کرتے رہے اور جب مصلحتوں کے ساتھ اسلام کا اعلان کر بھی دیا تو ایسے اعمال کیے کہ کبھی خدا کو روکنا پڑا اور کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنے دربار رحمت سے تو مواعنی کہہ کر نکالنا پڑا اور بوقت وفات کہا کاش ہم یہ کام نہ کرتے وہ کام نہ کرتے۔

حدیث کے باقی اجزاء پر مناسب مقامات پر بحث کی جائے گی۔

حضرت ابن عباس حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو جارود محمد بن علی کی روایات سے بھی ثابت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام خیر البریہ ہیں۔

(۵) حضرت ام ہانی کی روایت سے ثابت ہوا کہ افضل البریہ وہی ہے جو حضرت علیؑ اور اس کی اولاد کو خیر البریہ مانتے ہوں۔ یہ افضل البریہ شیعان علی کے سوا کوئی اور نہیں ہیں کیونکہ یہی لوگ حضرت علی علیہ السلام اور اس کی اولاد سے معصوم ہستیوں کو خیر البریہ مانتے ہیں۔ دوسرے لوگ تو کبھی چوتھے درجے پر بٹھاتے ہیں اور کبھی امیر شام سے مقابلہ کراتے ہیں۔

(۶) خیر البشر کے ذیل میں احادیث میں سے حضرت عائشہ کی روایت سے واضح ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام خیر البشر ہیں اور جو اس میں شک کرے گا وہ کافر ہو گا۔

اول تو یہ روایت حضرت عائشہ سے مروی ہے جو حضرت علی علیہ السلام کا نام سننا بھی پسند نہ کرتی تھیں۔

ثانیاً" حضرت عائشہ نے ثابت کر دیا کہ تفضیل علیؑ کا جو قائل نہیں ہے وہ کافر ہے لیکن

یہاں الٹی گنگا بہتی ہے کہ لوگ تفضیل علی کے قائل لوگوں کو کافر کہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم صرف کہنے کی بات نہیں بلکہ شک کرنے کی بات کی ہے جس سے اس حدیث کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ کہ خبردار یہ بات اتنی واضح ہے کہ اس بارے میں شک کبھی نہ کرنا۔ لیکن جو نبی کے بارے میں شک کرتے رہے بھلا وہ حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں شک کیوں نہ کرتے۔ پھر جن کے مذہب کی بنیاد شک پر ہو وہ توحید و نبوت کے بعد تفضیل علی میں شک کیوں نہ کریں۔ لیکن یہ لوگ سمجھتے نہیں کہ حضرت عائشہ کے نزدیک ایسا شک کرنا مسلمان کو کافر بنا دیتا ہے۔

(۷) حضرت حذیفہ کی روایت سے واضح ہوا کہ جس نے حضرت علی علیہ السلام کے خیر البشر ہونے کا انکار کیا وہ کافر ہوا۔ اسی طرح دوسرے اصحاب نبیؐ روایات کی ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام خیر البشر ہیں اور جو خیر البشر ہے وہ افضل البشر ہے۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام افضل البشر ہیں۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت سے واضح ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام امت مصطفیٰ کے تمام مردوں سے افضل ہیں' اور ان مردوں میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی شامل ہیں۔ جن سے حضرت علی علیہ السلام افضل ہیں۔

(۹) حضرت جابر کی روایت سے ثابت ہوا کہ جس لواء الحمد کے زیر سایہ یوم محشر مومنین آرام کریں گے اس پر یہ تین کلمے تحریر ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ' محمد رسول اللہ' آل محمد خیر البشر

(۱۰) اس سے ثابت ہوا کہ خیر البشر آل محمد علیہم السلام ہیں۔

(۱۱) اس سے ثابت ہوا کہ یہ لواء الحمد خلقت ارضی سے دو ہزار سال پہلے خدا نے خلق فرمایا۔ گویا کہ ابھی بشر خلق ہی نہ ہوا تھا کہ آل محمد پہلے سے خیر البشر تھے۔

(۱۲) اس لواء الحمد کے اٹھانے والے حضرت علی ہوں گے۔

(۱۳) اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام امام امت مصطفیٰ ہیں۔ لہذا لواء الحمد کے زیر سایہ جگہ انہیں کو ملے گی جو کہ دنیا میں حضرت علی علیہ السلام کو امام اول مانتے ہوں گے۔

(۱۴) حضرت ابن عمر اور حضرت ابو موسیٰ کی روایات سے ثابت ہوا کہ مردوں سے بہتر حضرت علی' جوانوں سے بہتر حسنین اور عورتوں سے بہتر حضرت فاطمہ ہیں۔ لہذا کوئی مرد حضرت علی کا'

کوئی جوان حسنین شریفین کا اور کوئی خاتون' خاتون جنت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہ حضرات اپنے اپنے طبقات سے افضل ہیں۔

(۱۵) حضرت امام محمد باقر کی روایت سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق تمام لوگوں سے افضل وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ ترمتقی' سب سے زیادہ جنت کے قریب ہونے والا ہے' جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ قریبی ہے اور وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

(۱۶) حضرت ابو سعید خدری کی روایت سے واضح ہوا کہ سب لوگوں سے بہتر حضرت حمزہ' حضرت جعفر اور حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اور واضح ہے کہ حضرت علی علیہ السلام حضرت حمزہ اور حضرت جعفر سے افضل ہیں۔

(۱۷) حضرت ابن مسعود کی روایت سے واضح ہوا کہ جو حضرت علی علیہ السلام کو خیر الناس نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

(۱۸) حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے واضح ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام کا خیر الناس ہونا اس وقت مشہور تھا۔ اتنا مشہور کہ نام لئے بغیر صرف خیر الناس کہنے سے صحابہ کرام سمجھ لیتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام خیر الناس ہیں۔

(۱۹) حضرت ابن عمر کے غلام حضرت نافع کی روایت سے واضح ہوا کہ خیر الناس وہ ہے جس پر وہ حلال ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حلال ہے اور وہ حرام ہے جو رسول پر حرام ہے (صدقہ) اس کسوٹی سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان حضرت علی سے افضل نہیں تھے۔ کیونکہ ان پر صدقہ حلال ہے جو کہ رسول اکرم و حضرت علی علیہما السلام پر حرام ہے۔

روایت کے بقیہ حصوں کا ذکر اپنے اپنے مقام پر ہو گا۔

(۲۰) حضرت عائشہ کی روایت سے واضح ہوا کہ حضرت علی خیر الخلق ہیں اور یہ بھی واضح ہوا کہ عمرو بن عاص نے حضرت عائشہ کو دھوکہ میں رکھا کہ اس نے اس خارجی کو نیل کے کنارے قتل کر دیا ہے۔ ایسے ہی صحابیوں نے دھوکہ دے کر حضرت عائشہ کو جنگ جمل میں گھسیٹ لائے۔ اور جب حواب کے کتے بھونکے تو عشرہ مبشرہ کے حصے دار صحابیوں نے جھوٹ بولا کہ یہ حواب کا مقام نہیں ہے حالانکہ وہ حواب کا مقام تھا۔ صحابہ کرام کے ان دھوکوں کا یاد کر کے نبیؐ

کی زوجہ ساری عمر روتی رہیں لیکن کل ایمان سے جنگ کرنے کے بعد رونا دھونا کس کام کا۔

(۲۱) حضرت سلمان فارسی کی روایت سے واضح ہوا کہ اس امت میں سب سے اچھے وہ ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے اور خود ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

اس روایت سے دو باتیں واضح ہوئیں (۱) یہ کہ اس امت کے افضل حضرت علیؑ ہیں (۲) یہ کہ مسلم اول حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

(۲۲) حضرت حذیفہ نے ایک اور کسوٹی بتلائی کہ سوائے منافق کے کوئی بھی حضرت علیؑ کے خیر الامت ہونے میں شک نہیں کرے گا۔ یعنی جو حضرت علی علیہ السلام کو افضل الامت نہیں مانتا وہ منافق ہے۔

(۲۳) حضرت ابو رافع کی روایت سے مزید واضح ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام امت مصطفیٰؐ میں دنیا و آخرت میں افضل ہیں۔ یعنی یہ افضلیت زندگی تک ہی محدود نہیں۔ آخرت میں بھی اس کا اطلاق ہو گا اور اس امت میں حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر اور حضرت عثمان بھی شامل ہیں۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام ان سے بھی افضل ہیں۔

(۲۴) رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے فاطمہؑ کی شادی علیؑ سے اس لئے کی کہ حضرت علی تمام امت سے افضل تھے۔ یہی راز تھا کہ جب حضرت ابوبکر و عمر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے حضرت فاطمہ کا رشتہ مانگا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انکار کر دیا تھا کیونکہ یہ لوگ خیر الامت نہیں تھے۔

(۲۵) حضرت حسن بصری کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خود وضاحت فرما دی کہ اگر علی کے علاوہ کوئی اور خیر الامت ہوتا تو میں اس کا استثنا ضرور کرتا۔ لہذا حضرت علی علیہ السلام خیر الامت ہیں۔

(۲۶) بعض روایات میں ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شکایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہمارے پاس نہ کھانے کو ہے نہ پینے اور ہمارے پاس غم بہت اور بیماریاں زیادہ ہیں۔ روایات کے یہ جملے قابل اعتراض ہیں۔ بھلا جو پکا پکایا کھانا مساکین اسیر اور یتیموں کو دے دیں اور اف تک نہ کریں وہ غربت کی کیوں کر شکایت کریں گے۔

جن کے در سے کبھی کوئی سائل خالی نہ گیا ہو وہ خود تنگدست کیسے ہو گئے ہوں گے اور

اگر تنگدستی کی روایات کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ کیا ضروری ہے کہ ان پریشانیوں کی شکایت بی بی پاک نے اپنے بابا سے بھی کی ہو۔

معصومہ کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی ایسی بات کا مطالبہ کرے جو خدا اور اس کے رسول کو ناپسند ہو۔ معصوم کی تو شان ہی یہی ہے کہ وہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے وہ جیتے ہیں تو خدا کی مرضی کے مطابق' وہ پردہ پوش ہوتے ہیں تو خدا کی مرضی کے مطابق' تو پھر شکوہ کس بات کا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے ملکہ عصمت کی طرف یہ باتیں غلط منسوب کی ہیں۔

روایت کے باقی اجزاء کی اپنے اپنے مقام پر تشریح آئے گی۔ انشاء اللہ

(۲۷) حضرت ام سلیمان کی روایت سے واضح ہوا کہ شب معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرش معلٰی پر اعلان فرمایا کہ اے خدائے ذوالجلال میں زمین پر خیر الامت علی کو خلیفہ بنا کر آیا ہوں۔

حضورؐ نے فرش پر بھی اعلان فرمایا اور عرش پر بھی کہ خیر الامت علی بن ابی طالب ہیں۔

(۲۸) خدائے ذوالجلال نے فرمایا کہ میں نے زمین کے تمام لوگوں کو دیکھا اور سب سے علی کو منتخب کیا۔ تو معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک بھی حضرت علی علیہ السلام تمام زمین والوں سے افضل ہیں۔

اسم علی کا ذکر اس سلسلے کی چوتھی جلد میں ہو چکا ہے اور ولایت کا ذکر آئندہ ہو گا۔ انشاء اللہ

(۲۹) حضرت عکرمہ کی روایت سے واضح ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک وجود عنصری' شرافت اور کرامت کے لحاظ سے تمام اہل ارض سے بہتر ہیں۔

(۳۰) تمام دنیا سے اہل بیت افضل ہیں اور اہل بیت سے حضرت علی علیہ السلام افضل ہیں۔

(۳۱) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضور کے نسبی بھائیوں سے حضرت علی علیہ السلام افضل ہیں۔ تو جب حضرت علی علیہ السلام کے بھائی ان کے ہمسر نہیں تو غیر کیسے ہو جائیں گے۔

(۳۲) حضرت انس کی طویل روایت کے آخری جملے سے واضح ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن حضرات کو چھوڑا ان سب سے حضرت علی علیہ السلام افضل ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب ثلاثہ کو بھی چھوڑا۔ لہٰذا حضرت علی علیہ

السلام ان سے بھی افضل ہیں۔

(۳۴) حضرت ابن عباس کی روایت سے واضح ہوا کہ خدا نے زمین میں سے صرف دو لوگوں کو منتخب فرمایا۔ ایک محمد مصطفیؐ اور دوسرے علی مرتضیٰؑ ہے۔ لہٰذا تمام زمین والوں سے یہ حضرات افضل ہیں۔

مختار اہل الارض

روایت اول حضرت ابن عباسؓ

عن ابن عباس لما زوج النبی علیاً فاطمۃ قالت یا رسول اللہ تزوجتنی من عائل لا مال له فقال النبی او ما ترضین ان یکون اطلع علی اهل الارض فاختار منهم رجلین فجعل احدهما اباک و الاخر بعلک

حضرت عبداللہ بن عباس کا کہنا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فاطمہؑ کی شادی کی تو حضرت فاطمہؑ نے عرض کی یا رسول اللہ آپ نے میری شادی ایک ایسے شخص سے کردی ہے جو محتاج ہے جس کے پاس مال نہیں ہے۔ تو حضور اکرمؐ نے فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ خدائے ذوالجلال نے تمام اہل زمین کو دیکھا اور ان میں سے دو شخصوں کا انتخاب کیا۔ ایک تیرا باپ ہے اور دوسرا تیرا شوہر ہے۔

مختار اہل الارض

مودت القربیٰ ص ۲۷ سطر ۷، تاریخ بغداد جلد ۴ ص ۱۹۶، تذکرۃ الخواص ص ۳۱۸، میزان الاعتدال ص ۲۶۸ جلد ۳ ص ۱۳ سطر ۱۳، مواقف جلد ۲ ص ۶۱۵، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۲ سطر ۵، نزھتہ المجالس جلد ۲ ص ۲۳۶، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۹ سطر ۲، المستدرک جلد ۲ ص ۱۲۹ سطر ۱۱، جمع الجوامع ص ۳۹۱، تلخیص المستدرک جلد ۳ ص ۱۲۹ سطر ۸، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳ حدیث ۲۵۴۳، ص ۹۱ حدیث ۹۲۹۴، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۸۲ سطر آخر، اربعین رازی ص ۷۴ ۴

سطر ۳' صواعق محرقہ ص ۱۵۹ سطر ۱۹' جامع الاصول جلد ۹ ص ۱۴۹ سطر ۱۲' مناقب ابن مغازلی ص ۱۰۱ سطر ۱۲' ص ۱۰۵' مودت القربیٰ ص ۲۷ سطر ۷' ینابیع المودت ص ۲۳۰

قسم دوئم روایت حضرت ابن عباس

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ اما ترضین انی زوجتک اول المسلمین اسلاما و اعلمھم فانک سیدۃ نساء امتی کما سادت مریم قومھا اما ترضین یا فاطمۃ ان اللہ اطلع علی اھل الارض فاختار منھم رجلین فجعل احدھما اباک و الاخر بعلک

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اکرمؐ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا۔ اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔ اور تو میری امت کی عورتوں کی سردار ہے۔ جیسے مریم اپنی قوم کی عورتوں کی سردار ہے۔ اور کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ارض میں سے دو اشخاص کا انتخاب کیا ان میں سے ایک تیرا باپ اور دوسرا تیرا شوہر ہے۔ (کنز العمال ص ۳۹۱ جلد ۶' کوکب دری ص ۱۷۰)

روایت دوئم حضرت ابو ہریرہ

عن ابی ہریرہ قال قالت فاطمۃ یا رسول اللہ زوجتنی من علی بن ابی طالب و ھو فقیر لا مال لہ فقال یا فاطمۃ اما ترضین ان اللہ عزوجل اطلع الی اھل الارض فاختار رجلین احدھما ابوک و الاخر بعلک

حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے اپنے باپ رسول خدا سے درخواست کی کہ اے میرے ابا آپ نے میری شادی حضرت علی سے کی ہے جو فقیر ہے جن کے پاس مال نہیں۔ تو حضورؐ نے فرمایا اے فاطمہ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ خداوند عالم نے اہل ارض کی طرف دیکھا اور دو شخصوں کو پسند کر لیا ان میں سے ایک تیرا باپ ہے اور دوسرا تیرا شوہر ہے۔ (المستدرک ص ۱۲۹ جلد ۳ سطر ۱' تلخیص جلد ۳ ص ۱۲۹ سطر ۲۲)

روایت حضرت علی بن ہلالی

عن علی ابن الهلالی المکی قال دخلت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم فی شکایته التی قبض فیها فاذا فاطمة عند راسه فبکت حتی ارتفع صوتها فرفع رسول الله صلی الله علیه وسلم طرفه الیها فقال حبیبی فاطمة ما الذی یبکیک فقالت اخشی الضیعة من بعدک فقال حبیبی اما علمت ان الله عزوجل اطلع الی اهل الارض اطلاعة فاختار منها اباک فبعثه بالرسالة ثم اطلع اطلاعة فاختار منها بعلک فاوحی الی انکحک ایاه یا فاطمة نحنُ اهل البیت قد اعطانا الله سبع خصال لم یعط احد قبلنا و لا یعطی احد بعدنا انا خاتم النبین و اکرمهم علی الله و احب المخلوقین الی الله و انا ابوک ووصی خیر الاوصیاء و احبهم الی الله عزوجل و هو بعلک و شهیدنا خیر الشهداء و احبهم الی الله و هو حمزة بن عبدالمطلب و هو عم ابیک و عم بعلک و منا من له جناحان اخضرانِ یطیر فی الجنة مع الملٰئکة حیث یشاء و هو ابن عم ابیک و اخو بعلک و منا سِبطا هذه الامة و هما ابناک الحسن والحسین و هما سید اشباب اهل الجنة و ابو هما خیر منهما و یا فاطمة والذی بعثنی بالحق ان منهما مهدی هذه الامة اذا صارت الدنیا هرجا و مرجا و تظاهرت الفتن و تقطعت السبل و اغار بعضهم علی بعض فلا کبیر یرحم صغیرا و لا صغیر توقر کبیرا فیبعث الله عند ذٰلک منهما من یفتح حصون الضلالة و قلوبا غلفا یقوم بالدین فی اخر الزمان کما قمت به فی اول الزمان یملا الدنیا عدلا کما ملئت جورا یا فاطمة لا تحزنی و لا تبکی فانّ الله عزوجل ارحم بک و اروف علیک منی و ذٰلک بمکانک منی و موضعک فی قلبی و زوجک هو اشرف اهل بیتی حسبا و اکرمهم منصبا و ارحمهم بالرعیة و اعدلهم بالسویة و ابصر هم بالقضیة و قد سالت ربی عزوجل ان تکون اول من یلحقنی قال علی فلما قبض النبی صلی الله علیه وسلم لم تبق فاطمة الا خمسة و سبعین یوما حتی الحقها الله تعالی به (اخرجه الطبرانی فی الکبیر و ابو نعیم و السیوطی فی عرف الوردی) علی بن الہلالی المکی سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الموت

میں حضورؐ کے پاس گیا جناب فاطمہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں حضرت کی حالت کو دیکھ کر روتے روتے جناب فاطمہ کی ہچکی بندھ ہو گئی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آنکھ اٹھا کر ان کی طرف دیکھا اور فرمایا میری پیاری فاطمہؑ تم کیوں روتی ہو۔ جناب فاطمہؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کے بعد ضائع ہونے سے ڈرتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا میری پیاری کیا تمہیں معلوم نہیں کہ پروردگار نے اہل زمین کو اچھی طرح سے دیکھ کر ان میں سے تمہارے والد کو انتخاب کیا اور ان کو مبعوث بالرسالت کر کے بھیجا پھر دوبارہ اہل زمین کو دیکھ کر تمہارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے حکم دیا اور میں نے تمہارا نکاح ان سے کیا یا فاطمہؑ ہم اہل بیت کو خدا نے سات ایسی باتیں عطا کی ہیں کہ نہ ہم سے پہلے کسی کو دی گئی ہیں اور نہ ہمارے بعد کسی کو دی جائیں گے۔ میں خاتم النبیینؐ اور خدا کے نزدیک سب مخلوق سے محبوب اور مکرم ہوں اور میں تمہارا والد ہوں۔ اور ہمارا وصی سب وصیوں سے بہتر اور خدا کے نزدیک ان سب سے محبوب تر ہے اور وہ تمہارا شوہر ہے۔ اور ہمارا شہید سب شہیدوں سے افضل اور ان سب سے خدا کے نزدیک محبوب تر ہے وہ حمزہ بن عبدالمطلب تمہارے والد ماجد اور تمہارے شوہر کا چچا ہے۔ اور ہم اہل بیت میں سے ایک وہ ہے جس کے دو سبز پر ہیں اور فرشتوں کے ساتھ جہاں چاہتا ہے جنت میں اڑتا پھرتا ہے اور وہ تمہارے والد کا ابن عم اور تمہارے شوہر کا بھائی اور اس امت کے اسباط بھی ہم میں سے ہیں اور وہ دونوں تمہارے بیٹے حسنؑ اور حسینؑ ہیں جو جوانان اہل جنت کے سردار ہیں۔ اور قسم ہے اس خدا کی جس نے کہ مجھے سچائی کے ساتھ بھیجا ہے ان کے والدین ان سے بہتر ہیں اور اسی خدا کی قسم ہے جس نے مجھے سچائی کے ساتھ بھیجا ہے کہ اس امت کا مہدیؑ بھی ان دونوں سے پیدا ہو گا۔ جبکہ دنیا بھر میں جھگڑے بکھیڑے پیدا اور فتنے نمودار ہو جائیں گے آمدورفت کے راستے رک جائیں گے ایک دوسرے کو لوگ لوٹنے لگیں

گے۔ نہ بڑا چھوٹے پر رحم کھائے گا اور نہ چھوٹا بڑے کی توقیر کرے گا۔ پس ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ اس کو برا گیختہ کرے گا اور وہ گمراہی کے تمام مضبوط قلعوں کو فتح کرے گا۔ اور پردہ جہالت میں لپٹتے ہوئے دلوں کو کھولے گا۔ جیسے کہ میں نے ابتداء امر میں دین کو قائم کیا ہے اور وہ آخر زمانہ میں اس کو قائم کرے گا۔ جس طرح کہ دنیا ظلم سے بھری ہوئی ہوگی وہ عدل سے بھر دے گا۔ یا فاطمہ تم غم مت کرو مت رؤو۔ خدا تم پر بہت مہربان ہے تمہارا درجہ میرے نزدیک بلند ہے تم نے میرے دل میں جگہ پائی ہے تمہارا شوہر حسب میں میرے سب اہل بیت سے افضل ہے اور اس کا منصب ان سب کے منصب سے مکرم ہے۔ اور وہ رعیت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اور سب سے زیادہ جھگڑوں کی تہہ کو پہنچنے والا ہے۔ میں نے خدا سے التجا کی ہے کہ وہ سب سے پہلے تمہیں مجھ سے ملائے گا علی ابن الہلالی ناقل ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد جناب فاطمہ علیہا السلام کچھ تر دن سے زیادہ زندہ نہیں رہیں۔ خدا نے بہت جلدی ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دیا۔

ارجح المطالب ص۸۷ ۴ سطر۱۹، مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۶۵ سطر۵، اسد الغابہ جلد۲ ص۴۲، ذخائر العقبیٰ ص۱۳۵، ذیل اللئالی ص۵۶، المعجم الکبیر ص۱۳۵، ینابیع المودت ص۲۲۳، المواقف ص۸

روایت حضرت ابو ایوب انصاری

عن ابی ایوب الانصاری قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرض مرضۃ فاتتہ فاطمۃ تعودہ فلما رات ما برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الجھد و الضعف استعبرت فبکت حتی سال الدمع علی خدیھا فقال لھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فاطمۃ ان لکرامۃ اللہ ایاک زوجتک من اقدمھم سلما و اکثر ھم علما و اعظمھم حلما ان اللہ تعالی اطلع علی اھل الارض اطلاعۃ فاختارنی منھم فبعثنی نبیا مرسلا ثم اطلع اطلاعۃ فاختار بعلک فاوحی اللہ الی ان زوجک ایاک و اتخذہ وصیا (اخرجہ الدار قطنی) ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت مریض ہو گئے حضرت فاطمہؑ عیادت کے لیے تشریف لائیں حضرت پر ضعف اور تکلیف کی شدت کو دیکھ کر رونے لگیں یہاں تک کہ ان کے رخسار مبارک پر قطرات اشک جاری ہو گئے یہ دیکھ کر حضرتؐ نے ارشاد کیا یا فاطمہ تم نہیں جانتی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے خاص تمہارے حق میں کیا مہربانی کی کہ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے کہ اسلام لانے میں وہ سب سے مقدم ہے اور سب سے زیادہ علم والا ہے۔ اور سب سے زیادہ حلیم ہے۔ خدائے تعالیٰ نے زمین کے رہنے والوں کو خوب بھا دیکھ کر مجھے انتخاب کیا ہے اور نبی مرسل بنایا پھر دوبارہ دیکھ کر تیرے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے وحی بھیجی میں نے اس کے ساتھ تیرا نکاح کر کے اسے اپنا وصی بنایا۔

ارجح المطالب ص۴۹۵ سطر۲، ینابیع المودت ص۱۲۹، کنز العمال جلد ۶ ص۱۵۳، حدیث ۲۵۴۱، مناقب ابن مغازلی ص۱۰۱، مناقب خوارزمی ص۶۳ سطر۲، مجمع الزوائد جلد۸ ص۲۵۳ سطر۱۸، جلد۹ ص۱۶۶ سطر۳، ینابیع المودت ص۶۹ سطر۱۹، مناقب عینی ص۳۱، مقتل خوارزمی ص۶۶، احسن الانتخاب ص۳۷ سطر۱۳، صواعق محرقہ ص۱۴۵ سطر۹، منتخب کنز العمال ص۳۱ سطر۵، ذخائر العقبیٰ ص۱۲۵

روایت حضرت ابو سعید خدری

عن ابی ہارون العبدی قال اتیت ابا سعید الخدری قلت لہ هل شهدت بدرا قال نعم و قلت الا تحدثنی بشئی مما سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علی فقال یا بنی اخبرک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض مرضتہ و نقہ قد خلت علیہ فاطمۃ تعودہ و انا جالس عن یمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما رات ما برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الضعف خنقتها العبرة حتی الضیمتہ یا رسول اللہ فقال یا فاطمۃ ان اللہ اطلع علی اہل الارض اطلاعۃ فاختار منہا اباک ثم اطلع ثانیۃ فاختار منہم بعلک فاوحی الی فانکحتہ بک و اتخذتہ وصیا اما علمت انک بکرامۃ اللہ ایک زوجک اعلمہم علما و اکبر ہم حلما و اقدمہم سلما فضحکت و استبشرت فاراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یزیدها مزید الخیر کلہ الذی قسمہ اللہ بمحمد و ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال لها یا فاطمۃ لعلی ثمانیۃ اضراس یعنی مناقب ایمان باللہ و رسولہ و حکمتہ و زوجتہ و سبطاہ الحسن و الحسین و امرہ بالمعروف و نهیہ عن المنکر یا فاطمۃ انا اہل البیت اعطینا ست خصال لم یعطها احد من الاولین و لا یدرکها احد من الاخرین غیرنا نبینا خیر الانبیاء و هو ابوک و وصینا خیر الاوصیاء و هو بعلک و شہیدنا خیر الشہداء و هو حمزة عم ابیک و منا سبطاہ هذه الامۃ و هما ابناک و منا مہدی الامۃ الذی یصلی خلفہ عیسی ثم ضرب علی منکب الحسین فقال من هذا مہدی الامۃ (اخرجہ الدار قطنی) ابو ہارون العبدی کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر کہا کیا بدر کی جنگ میں حاضر تھے کہنے لگے ہاں میں نے ان سے کہا کیا تم مجھے نہیں بتا سکتے جو کہ کچھ تم نے علی کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ جواب دیا۔ اے میرے بیٹے میں تجھے سناتا ہوں کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو کر بنہایت ضعیف ہو گئے جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے تشریف لائیں میں حضرتؐ کے داہنی جانب بیٹھا ہوا تھا۔ وہ حضرتؐ پر ضعف کا غلبہ دیکھ کر رونے لگیں رونے سے ان کی ہچکی بندھ گئی یہاں تک کہ ان کے رخسار پر آنسو جاری ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہ آپ کیوں روتی ہیں عرض کیا کہ میں آپ کے بعد اپنے ضائع ہونے سے ڈرتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ بے تحقیق پروردگار نے زمین کے باشندوں کو اچھی طرح دیکھ کر تیرے باپ کو ان میں سے منتخب کیا ہے پھر دوبارہ دیکھ کر تیرے شوہر کا انتخاب کیا پھر میری طرف وحی بھیجی اور میں نے تیرا نکاح کر کے اسے اپنا وصی بنایا۔ کیا تم نہیں جانتی کہ خدائے تعالیٰ نے خاص تمہارے لیے کیا مہربانی کی ہے۔ تیرا خاوند سب سے زیادہ علم والا ہے اور سب سے زیادہ حلم والا ہے۔ اور اسلام میں سب سے پیش قدم ہے۔ پس جناب فاطمہ مسکرائیں اور خوش ہو گئیں۔ حضرتؐ نے چاہا کہ ان کو اور زیادہ اس خیر سے حصہ دیں کہ پروردگار نے محمد اور آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حصہ عطا فرمایا ہے۔ پس آپ نے فرمایا یا فاطمہ علی کے آٹھ تیز دانت ہیں یعنی مناقب ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ اور اس کی دانائی اور اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا فاطمہ ہم اہل بیت کو چھ باتیں ایسی عطا ہوئیں کہ ہمارے سوا ہم سے پہلے لوگوں کو نہیں دی گئیں اور ہم سے پیچھے آنے والے بھی نہیں حاصل کر سکتے ہمارا نبی تمام نبیوں سے بہتر ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا وصی سب اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تیرا شوہر ہے۔ ہمارا شہید سب شہیدوں سے برتر ہے وہ حمزہ ہے جو تیرے باپ کا چچا ہے اور امت کے سبطین وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں اور ہم میں سے اس امت کا مہدی بھی ہے جس کے پیچھے حضرت عیسیٰ نماز پڑھیں گے۔ پھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امام حسینؑ کے دوش مبارک پر ہاتھ مار کر فرمایا مہدی اس سے ہو گا۔

ارجح المطالب ص۴۹۳ سطر ۲، کنز العمال جلد ۱۲ ص۲۰۴، مناقب عینی ص۳۱، الفصول المہمہ ص۲۷۷، البیان گنجی شافعی ص۸۱، صواعق محرقہ ص۱۶۵ سطر۱۹، احسن الانتخاب ص۳۶ سطر۱۵

روایت حضرت علیؑ

عن علی قال النبیؐ یا علی ان اللہ تعالیٰ اشرف علی الدنیا فاختارنی علی رجال العالمین ثم اطلع الثانیتہ فاختارک علی رجال العالمین ثم اطلع الثالثتہ فلختار الائمتہ من ولدک علی رجال العالمین ثم اطلع الرابعہ فاختار فاطمتہ علی نساء العالمین

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ خداوند تعالیٰ نے دنیا کی طرف توجہ کی مجھے تمام عالم کے مردوں میں سے برگزیدہ کیا۔ پھر دوسری دفعہ ان میں نظر کی اور تجھے تمام جہاں کے مردوں سے انتخاب کیا۔ بعد ازاں تیسری دفعہ دیکھا اور تیری اولاد میں سے آئمہ معصومین کو تمام مردان عالم پر فوقیت دی اور پھر چوتھی دیکھا تو فاطمہؑ کو تمام زنان عالم پر ترجیح دی۔ (مودت القربیٰ ص۷۳ سطر۸، مقتل خوارزمی ص۶۶، کوکب دری ص۱۷۷)

روایت ہفتم

ایک سرکش اونٹ والے کو علیؑ نے دعا لکھ کر دی جس میں یہ جملہ بھی تھا و اهل البیت الذی اخترتهم علی العالمین (کوکب دری ص۲۲۶)

روایت ہفتم اسماء بنت عمیس

عن اسماء بنت عمیس قال رسول اللہ اما علمت ان اللہ عزوجل اطلع علی اهل الارض فاختار منهم اباک فبعثہ نبیا ثم اطلع الثانیتہ فاختار بعلک فاوحی الی فانکحتہ و اتخذ تہ وصیا قالہ لفاطمہ

اسماء بنت عمیس کہتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے

فرمایا کہ میری بیٹی کیا تجھے اس بات کا علم نہیں کہ اللہ تعالی نے اہل ارض کی طرف دیکھا تو تمام اہل ارض سے تیرے باپ کو چن لیا اور اسے نبی بنا دیا۔ دوسری بار دیکھا تو تیرے شوہر کو چن لیا اور مجھے وحی کہ میں اس کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں اور اسے وصی بنا دوں۔ (منتخب کنز العمال ص۳۱ جلد۵)

روایت ہشتم

عن ابی ذر الغفاری قال سمعت النبی یقول ان اللہ تعالی اطلع الارض اطلاعتہ من عرشہ بلا کیف و لا زوال فلختار نی و جعلنی سید الاولین و الاخرین من البنین و المرسلین و اعطانی مالم یعط لا حد و ھو الرکن و المقام و الحوض و الزمزم و المشعر الا علی و الجمرات العظام یمینہ الصفا و یسارہ المروۃ و اعطانی اللہ مالم یعط احدا من النبین و الملائکتہ المقربین قلنا و ما ذا یا رسول اللہ قال اعطا نی علیاً و اعطاہ اللہ العذ راء البتول ترجع کل لیلتہ بکرا و لم یعط ذالک من النبین و الحسن و الحسین و لم یعط احد مثلھا و اعطاہ صھرا مثلی و لیس لا حد مثل و اعطاہ الحوض و جعل الیہ قسمتہ الجنتہ و النار و لم یعط ذالک الاملائکتہ و جعل شیعتہ فی الجنت و اعطاہ اخا و لیس لا حد اخ مثل ایھا الناس من اراد ان یطفی غضب اللہ و ان یقبل اللہ عملہ فلینظر الی علی فان النظر الیہ یزید فی الایمان و ان حبہ یزیب السیأت کما تذیب النار الوصاص (عیارت کوکب ص ۱۹۰)

حضرت ابوذر غفاری سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ خدا نے اپنے عرش سے زمین کی طرف بلا کیف و بے زوال غور سے نگاہ کی اور مجھے برگزیدہ کیا۔ اور اگلے و پچھلے پیغمبروں اور رسولوں کا سردار اور بزرگ بنایا اور مجھے وہ چیزیں عطا فرمائیں جو جملہ اہل عوالم میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائیں اور وہ رکن مقام ابراہیمؑ حوض کوثر، چاہ زمزم مشعر اور بڑے مینار جس کے دائیں طرف صفا اور بائیں طرف مروہ ہے اور مجھے ایک وہ چیز عطا فرمائی ہے جو پیغمبروں اور مقرب فرشتوں میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائی ہم نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کیا چیز ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے علیؑ عطا فرمایا ہے اور اسے فاطمہؑ دوشیزہ دی ہے اور عورتوں کی ماہواری کی عادت ہے وہ اس سے بری ہے اور ہر رات کو دوشیزگی اور کنوارپن کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور ایسی زوجہ کسی پیغمبر کو نہیں ملی اور اسے دو فرزند حسنینؑ عطا ہوئے ہیں۔ کہ ایسے دو فرزند کسی پیغمبر کو

عطا نہیں ہوئے اور اسے مجھ جیسا خسر دیا ہے اور مجھ جیسا خسر اور کسی کو نہیں ملا اور اسے حوض کوثر عطا فرمایا ہے اور بہشت و دوزخ کی تقسیم اس کے حوالے کی ہے اور یہ مرتبہ فرشتوں کو بھی عطا نہیں ہوا۔ اور اس کے شیعوں کو بہشت عطا فرمایا ہے اور اسے مجھ جیسا بھائی دیا ہے۔ اور کسی کا بھائی مجھ جیسا نہیں ہے۔ جو کوئی چاہے کہ خدا کے غضب کی آگ بجھائے اور خداوند عالم اس کے اعمال و افعال کو قبول کرے اسے چاہئے کہ علی کی طرف دیکھے کیونکہ اس کی طرف دیکھنا ایمان ہے اور اس کی دوستی گناہوں اور بدیوں کو اس طرح پگھلا دیتی ہے۔ جس طرح آگ سیسے کو گلا دیتی ہے۔ (کوکب دری ص ۱۹۰' مودت القربیٰ ص ۴۷ سطر ۱۳)

روایت عبداللہ بن عامر

ینابیع المودت ص ۲۴۹ سطر ۸

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب فاطمہ سے فرمایا۔ اے فاطمہ تم اس بات پر راضی نہیں کہ اللہ عزوجل نے اہل زمین پر نگاہ انتخاب ڈالی تو تیرے باپ اور تیرے شوہر کو منتخب کیا۔

خیر الاوصیاء

حضرت علی بن ہلالی اور حضرت ابو ایوب انصاری کی روایات پہلے تحریر کر دی گئی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا اے فاطمہ ان وصی خیر الاوصیاء کہ تحقیق ہمارا وصی سب وصیوں سے بہتر ہے۔

مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۵۳' جلد ۹ ص ۱۶۵ سطر ۵' اسد الغابہ جلد ۴ ص ۴۲' صواعق محرقہ ص ۱۶۵ سطر ۱۹' ذخائر العقبیٰ ص ۱۳۵' ذیل اللئالی ص ۵۶' المعجم الکبیر ص ۱۳۵' ینابیع المودت ص ۲۲۳

خیر الوصیین

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت ام حبیبۃ بنت ابی سفیان یا ام حبیبۃ اعتزلینی فانا علی حاجۃ ثم دعا بوضوء فاحسن الوضوء ثم قال ان اول من یدخل ھذا الباب امیر المومنین و سید العرب خیر الوصیین و اولی الناس بالناس قال انس فجعلت اقول اللھم اجعلہ رجلا من الانصار فاذا ھوا علی ابن ابی طالب (اخرجہ ابو بکر بن مردویہ) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے گھر میں رونق افروز تھے۔ ام حبیبہ سے ارشاد کیا اے ام حبیبہ تم ہم سے تھوڑی دیر کے لیے علیحدہ ہو جاؤ کیونکہ ہمیں ایک ضروری امر درپیش ہے۔ پھر آپ نے خوب طرح سے وضو کیا اور فرمایا جو شخص کہ سب سے اول اس دروازہ سے گھسے گا مومنوں کا امیر اور عرب کا سردار اور تمام اوصیاء سے بہتر اور سب لوگوں سے برتر ہو گا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اپنے دل میں فرمانے لگا الٰہی وہ شخص جس کے لیے حضرت نے یہ کچھ فرمایا ہے وہ انصار میں سے ہو۔ ناگہاں جناب امیر علیہ السلام دروازے سے گھس آئے۔

ارجح المطالب ص۱۸ سطر۱' شرح وصایا ص۱۷۶' نزھتہ المجالس جلد۲ ص۲۰۸' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۳۱ سطر آخر' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۴۷' حلیتہ الاولیاء جلد۱ ص۶۳' کنز العمال جلد۴ ص۴۰۰ حدیث ۶۰۸۵

اَنتَ خَیرُ الوَارِثِین

عن علی بن الحسین عن ابیہ عن جدہ علی بن ابی طالب علیہ و علی ابنائہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خندق اللھم انک اخذت منی عبیدۃ بن الحارث یوم بدر و حمزۃ بن عبد المطلب یوم احد و ھذا علی فلا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین (اخرجہ الخوارزمی) جناب علی ابن الحسین جناب حسین سے اور وہ اپنے والد ماجد جناب امیر علیہ و علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ خندق کے روز جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پروردگار سے التجا کی کہ اے میرے پروردگار تو نے بدر کے روز عبیدہ بن الحارث کو مجھ سے لے لیا اور احد کے روز حمزہ ابن عبدالمطلب کو لیا اب یہ علی باقی رہ گیا ہے پس تو مجھے اب اکیلا مت چھوڑ۔ تو سب وارثوں میں سے بہتر ہے۔

ارجح المطالب ص۳۹ سطر۱۸' مناقب خوارزمی ص۸۳' مقتل خوارزمی ص۵۰' شرح حدیدی جلد۳ ص۳۳۳' سیرت حلبیہ جلد۲ ص۳۱۹

خَیرُ مَن طَلَعَت عَلَیہِ الشَّمسُ

عن ابی الاسود الدؤلی سمعت ابا بکرؓ یقول ایھا الناس علیکم بعلی بن ابی طالب فانی سمعت رسول اللہ یقول علی خیر من طلعت علیہ الشمس و غربت بعدی. ابو الاسود دؤلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے لوگو! تم پر علیؑ کی اطاعت واجب ہے۔ کیونکہ میں نے خود رسول اکرمؐ سے سنا ہے کہ میرے بعد علیؑ ان تمام لوگوں سے اچھا ہے جن پر

سورج طلوع اور غروب ہوتا ہے۔ (لسان المیزان جلد۶ ص۸۷ سطر۷)
کنز العمال جلد۶ ص۳۹۱ حدیث ۵۹۹۷ پر اسی مضمون کی روایت موجود ہے۔

اَبُوھُمَا خَیرٌ مِنھُمَا

روایت اول — مالک

عن مالک بن الحسن ابن مالک بن حویرث عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ الحسن و الحسین سید اشباب اھل الجنت و ابو ھما خیر منھما

مالک بن حسین وہ ابن مالک بن حویرث سے وہ اپنے باپ سے اور دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا حسنؑ اور حسینؑ جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔

تاریخ الجرجان ص۳۵۳، مجمع الزوائد ص۱۸۳ جلد۹ سطر۱۵، الجامع الصغیر ص۵۱۸، اصابہ ص۴۸۰ جلد۳

روایت دوم — قرۃ بن ایاس

عن قرۃ بن ایاس قال ۔ قال رسول اللہ الحسن و الحسین سید اشباب اھل الجنت و ابو ھما خیر منھما

قرۃ بن ایاس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا حضرت حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان دونوں کا باپ ان دونوں سے اچھا ہے۔

المعجم الکبیر ص۲۹، مجمع الزوائد ص۱۸۳ جلد۹، الجامع الصغیر ص۵۱۸ جلد۱

حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے الفتح الکبیر ص۸۰ اور تہذیب التہذیب کی جلد۲ ص۲۹۷ سطر۱۰ پر تحریر ہے۔

روایت حضرت عبداللہ

المستدرک جلد ۳ ص ۱۶۷، الجامع الصغیر جلد ۱ ص ۵۱۸، تلخیص المستدرک جلد ۳ ص ۱۶۷ پر تحریر ہے۔

روایت حضرت ابن عمر

سنن ابن ماجہ جلد ۱ ص ۵۶، کفایۃ الطالب ص ۱۹۸، تاریخ دمشق جلد ۶ ص ۲۰۶، المستدرک جلد ۳ ص ۱۶۷، تلخیص المستدرک جلد ۳ ص ۱۶۷، ذخائر العقبیٰ ص ۱۲۹ الجامع الصغیر جلد ۱ ص ۵۱۸، راموز الاحادیث ص ۲۰۲، ذخائر المواریث جلد ۲ ص ۱۳۱ پر تحریر ہے۔

روایت نمبر ۴ علیؑ

عن علی قال قال رسول اللہ الحسن و الحسین سید اشباب اهل الجنۃ و ابو هما خیر منهما حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ جوانان اہل جنت کے سردار ہیں اور ان کا باپ ان سے بہتر ہے۔

روایت حضرت علیؑ

تاریخ بغداد جلد ۱ ص ۱۴۰، صواعق محرقہ ص ۲۸۹، الفتح الکبیر جلد ۱ ص ۱۹، تاریخ دمشق جلد ۷ ص ۳۶۵ پر تحریر ہے۔

حضرت انس بن مالک کی روایت منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۲۰۷ پر تحریر ہے۔

حضرت ابو سعید خدری اور حضرت بریدہ کی روایت البدایہ والنہایہ کی جلد ۸ کے ص ۳۵ پر تحریر ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت الروض الازهر کے ص ۱۰۴ پر تحریر ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرفوع حدیث مناقب خوارزمی ص ۳۴، الفاضل

ص ۱۰۳' القول الفصل جلد۱ ص ۱۱' عقد الفرید جلد ۲ ص ۱۹۴' اسنیٰ المطالب ص ۹۲' الفرق المفترقہ ص ۱۱' طبقات معتزلہ ص ۴' تاریخ ابو الفدا جلد۱ ص ۱۸۳' الفرق المفترقہ ص ۱۲ پر تحریر ہے۔

خَیرُنا بعدِ النَّبیؐ

عن الباقر قال اِیانا عنی و علی افضلنا و اولنا و خیرنا بعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت و من عندہ علم الکتاب سے ہمیں مراد لیا ہے اور علی علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ہم سے افضل' اولیٰ اور بہتر ہیں۔ (ینابیع المودت ص ۸۴ سطر ۹)

اَفضَلُ خَلَائِقِی

حضرت علی رسول اکرم سے سنتے ہیں کہ رسول اکرم نے فرمایا اے اللہ کے بندو آدمؑ نے اپنی صلب میں ایک نور کو شعلے مارتا ہوا دیکھا جب اللہ تعالیٰ نے دامن عرش سے ہماری شکلیں حضرت آدم کی پشت میں منتقل کیں۔ حضرت آدم نے نور کو دیکھا اور ان شکلوں کی شناخت نہ کر سکے۔ آدم نے کہا اے میرے رب یہ کیا نور ہیں۔ فرمایا شکلوں کے نور ہیں۔ میں نے عرش کی بہترین حصے سے منتقل کر کے ان کو تیری پشت کے اندر ودیعت کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہیں سجدہ کریں۔ تم ان صورتوں کے لئے بطور ظرف کے ہو۔ آدمؑ نے سوال کیا اے میرے پالنے والے ان صورتوں کو مجھ سے بیان فرما دے۔ اللہ نے فرمایا اے آدم دامن عرش کی طرف دیکھ۔ آدم نے دیکھا ہمارے نور کی صورتیں دامن عرش پر قائم ہو گئی۔ عرش پر ہماری نورانی شکلیں چھپ گئیں۔ آدم نے عرض کیا اے میرے پالنے والے یہ کیا صورتیں ہیں۔ اللہ نے کہا اے آدمؑ یہ وہ صورتیں ہیں جو میری تمام مخلوق اور میری تمام خلقت سے افضل ہیں۔ یہ محمدؐ ہیں میں اپنے افعال میں محمود ہوں۔ میں نے اس کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ یہ علی ہیں میں علی عظیم ہوں۔ میں نے اپنے نام سے اس کے نام کو مشتق کیا ہے۔ یہ فاطمہ ہیں میں فاطر السموات والارض ہوں آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا

ہوں۔ فیصلہ کے دن اپنے دشمنوں کو اپنی رحمت سے روک دوں گا۔ میں اپنے دوستوں کو ان لوگوں سے دور رکھوں گا جو ان سے بیزاری کرتے ہیں اور ان پر عیب لگاتے ہیں۔ میں نے اپنے نام سے آپ کے نام کو مشتق کیا ہے یہ حسن ہیں یہ حسین ہیں۔ میں محسن اور نیکی کرنے والا ہوں۔ اور مجھ سے احسان صادر ہوتا ہے۔ میں نے ان دونوں کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ یہ میری مخلوق کے بہترین لوگ ہیں۔ اور میری خلقت کے بزرگ افراد ہیں۔ ان حضرات کی وجہ سے میں لوگوں کو پکڑوں گا اور انہیں کی وجہ سے میں لوگوں کو ہر چیز عنایت کروں گا۔ انہیں لوگوں کی وجہ سے عذاب دوں گا اور انہیں کی وجہ سے لوگوں کا ثواب دوں گا۔ اے آدم اگر تمہیں کوئی مصیبت لاحق ہو جائے تو انہیں کے ذریعہ میرا وسیلہ تلاش کرنا۔ ان کو اپنی شفاعت کرنے والا میں نے اپنی ذات پر قسم کھا رکھی ہے کہ جو شخص ان کے طفیل میرے پاس امید لے کر آئے گا میں اس کو کبھی ناامید نہیں کروں گا۔ ان کی وجہ سے میں کسی سائل کو خالی واپس نہ کروں گا۔ یہی سبب تھا کہ جب آدمؑ سے ترک اولیٰ صادر ہوا تھا۔ تو انہیں کے ذریعے آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اور اللہ نے آدمؑ کی توبہ قبول کر کے آپ سے درگذر کیا تھا۔
(ینابیع المودت ص ۱۵۳ سطر ۱۳' کوکب دری ص ۱۹۳' مودت القربیٰ ص ۱۲۲ سطر آخر)

نکات

(۱) حضرت علی علیہ السلام کی روایت سے واضح ہوا کہ خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو خمسہ مطہرین کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ یہ میری مخلوق کے بہترین لوگ ہیں۔ ظاہر ہے کہ اصحاب ثلاثہ مخلوق خدا ہیں اور مخلوق خدا سے خمسہ مطہرین افضل ہیں۔ لہٰذا اصحاب ثلاثہ سے حضرت علی علیہ السلام افضل ہیں۔
(۲) اس حدیث کے بقیہ جملوں کے متعلق تحقیقی نکات مناقب حضرت علی علیہ السلام کے سلسلے کی دوسری جلد وسیلہ انبیاء میں تحریر کر دیئے گئے ہیں۔
(۳) حضرت امام باقر علیہ السلام کی روایت سے واضح ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام افضل امت محمد مصطفیٰ ہیں۔

عن الباقر قال ابانا عنی و علی افضلنا و اولنا و خیرنا بعد النبی

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت (من عندہ علم الکتاب) سے ہمیں لیا ہے اور علی رسول اکرمؐ کے بعد ہم سے افضل، اولیٰ اور بہتر ہیں۔ (ینابیع المودت عربی ص ۸۲، اردو ص ۱۴۲)

اَفضَلُ الاَنَامِ

کوکب دری ص ۲۱۸ سطر ۳

زہرۃ الریاض اور احسن الکبار میں میثم تمار سے مروی ہے کہ ایک روز میں شہر کوفہ میں جناب امیر کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور اصحاب کبار کی بھی ایک جماعت موجود تھی۔ یکایک ایک شخص قبائے خز پہنے اور زرد عمامہ سر پر باندھے اور ایک تلوار زیب کمر کئے آیا۔ اور بولا تم میں کونسا شخص ہے جس نے اپنی عمر میں میدان جنگ سے کبھی فرار نہیں کیا اور کمال اور ناموری میں سب سے فائق ہے۔ اور اس کی ولادت بیت اللہ میں ہوئی ہے۔ اور اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ میں درجہ اعلیٰ کو پہنچا ہوا ہے۔ اور تمام غزوات میں محمد مصطفیؐ کا ناصر و مددگار رہا ہے۔ اور عمرو عنتو کو قتل کیا ہے۔ اور در خیبر کو ایک حملے میں اکھاڑا ہے۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے سعید بن الفضل بن الربیع وہ شخص میں ہوں۔ پوچھ لو جو کچھ پوچھنا چاہے۔ میں ہوں غم زدوں اور یتیموں کا ملجا و ماویٰ۔ اور اسیروں اور خستہ دلوں کا مرہم۔ میں ہوں وہ شخص کہ مجھ پر بلا ہائے عظیم وارد ہوں۔ اور بموجب حکم آیہ مجیدہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الصّٰبِرِیۡنَ (خدا صابروں کو دوست رکھتا ہے) میں ان بلاؤں پر صبر کروں۔ میں ہوں وہ شخص جس کے اوصاف توریت، انجیل، زبور اور فرقان میں مرقوم ہیں۔ میں ہوں قٓ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ میں ہوں صِرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ اعرابی نے کہا۔ ہم کو ایسا معلوم ہوا ہے کہ تو رسول خدا کا وصی اور اولیاء اللہ کا پیشوا ہے۔ اور سید المرسلینؐ کے بعد زمین اور آسمان کی حکومت تیرے واسطے ہے۔ فرمایا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ سوال کر۔ جو کچھ تیرا جی چاہے۔ اعرابی نے کہا۔ میں ساٹھ ہزار مردوں کی طرف سے جن کو عقیمہ کہتے ہیں۔ ایلچی بن کر آیا ہوں۔ اور ایک مردہ لایا ہوں۔ جس کے قاتل میں اختلاف ہے۔ اگر آپ اس کو زندہ کر دیں تو ہم کو تحقیقی طور پر معلوم ہو جائے کہ رسول خدا کے وصی اور اپنے دعوے میں بے ریا ہو۔ ابن میثم بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا کہ ایک

اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ کی گلی کوچوں میں منادی کردے کہ جو کوئی ان کرامات کا جو حق تعالیٰ نے علی بن ابی طالب کو عطا فرمائی ہیں، مشاہدہ کرنا چاہے کل نجف میں جا کر حاضر ہو۔ میں نے حسب الارشاد تمام کوفے میں منادی کر دی۔ دوسرے روز صبح کی نماز سے فارغ ہو کر جنگل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اہل کوفہ آپ کی رکاب میں تھے۔ جب مقام مقررہ پر پہنچے۔ تو فرمایا اس اعرابی اور جنازے کو حاضر کرو۔ جب وہاں لا کر جنازے کا سر کھولا تو دیکھا کہ ایک جوان ہے۔ جو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا ہے۔ سر کہیں ہے اور پاؤں کہیں۔ فرمایا اے اعرابی۔ اس کو قتل ہوئے کتنے دن گزرے ہیں۔ اس نے عرض کی۔ اکتالیس روز ہو چکے ہیں۔ فرمایا۔ اس کے خون کا طالب کون ہے۔ عرض کی قوم کے پچاس آدمی اس کے خون کے طالب ہیں۔ فرمایا۔ اس کو اس کے چچا نے قتل کیا ہے جس کا نام حریث بن حسان ہے۔ اس نے اپنی لڑکی اس سے بیاہی تھی۔ اس نے اس کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ اس وجہ سے قتل کیا گیا۔ اعرابی نے عرض کی۔ یا امیر المومنین! واقعہ قرابت کی صورت تو یہی ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ لیکن میں اس پر راضی نہ ہونگا۔ جب تک آپ اس کو زندہ نہ کر دیں گے۔ اس وقت آپ نے اہل کوفہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ اے اہل کوفہ بنی اسرائیل کی گائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم الانبیاء کے وصی سے بڑھ کر معظم اور مکرم نہیں ہے۔ کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے اس گائے کا ایک عضو اس مقتول پر لگایا۔ جس کو قتل ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا۔ میں بھی اپنا ایک عضو اس مردے پر لگاتا ہوں۔ جو اس چیز سے جس کو بنی اسرائیل نے اس مقتول پر لگایا تھا۔ معزز اور مکرم ہے۔ یہ فرما کر اپنا دایاں پاؤں اس مقتول پر لگایا۔ قُم بِاِذنِ اللّٰہ یا مدرکہ بن حنظلہ بن غسان اے مدرکہ بن حنظلہ بن غسان اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ وہ جوان زندہ ہو گیا اور پکارا لبیک لبیک یا حجتہ اللہ فی الایام و المنصور بالفضل فی الانام بعد رسول اللہ علیہ السلام (حاضر ہوں حاضر ہوں۔ اے زمانہ کی حجت، اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مخلوقات میں افضل و اعلیٰ) امیر المومنین نے فرمایا۔ تجھ کو کس نے قتل کیا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میرے چچا حریث بن حسان نے۔ جب لوگوں نے یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھا۔ تو باآواز بلند امیر المومنین کی مدح و ثنا کرنے لگے۔ بعد ازاں حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے اعرابی اور اے جوان اب تم جاؤ اور اپنی قوم کو اس چشم دید واقعہ کی خبر دو۔ انہوں نے عرض کی۔ یا امیر المومنین! ہم نے خدا سے عہد کیا

ہے کہ جناب کی خدمت سے جدا نہ ہوں گے۔ دونوں شخص خدمت اقدس میں رہے اور کسب فیوضات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔

مولف عرض کرتا ہے۔ وہ دونوں شخص امیرالمومنین کی خدمت میں سرفراز اور ممتاز رہے۔ اور بزبان نیاز اور بر لسان ایجاز اخلاص کا اعتقاد کا اظہار کرتے رہے۔ جیسا کہ ذیل کی غزل بے بدل میں اس کی تصویر دکھائی گئی ہے۔ جو قدوۃ المحققین شاہ طیب قدس سرہ (جو والدہ کی طرف سے چوتھی پشت میں اس فقیر کے جد ہوتے ہیں) کی تصنیف ہے۔

غزل

یا علی حب تست در دل ما — غیر ازیں نیست حاصل ما
حق تعالیٰ چو خلق ما میکرد — تخم مہر تو کاشت در دل ما
جلوہ‌ان خاک آستانہ تست — مسکن و مستقر و منزل ما
دست از دامنت رہا نہ کنیم — حل نگرد و غیر مشکل ما
گرچہ ما نا فہیم یا حیدر — لطف تو کامل و مکمل ما
است طیب ز نسل آل علی — کئے بود ہر خبیث قائل ما

اَفضَلُ اَبُوهُمَا

حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسکراتے ہوئے دیکھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا میرے پاس ابھی ابھی جبرئیل آئے ہیں اور انہوں نے مجھے بشارت دی ہے کہ بے شک حسنینؑ اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان دونوں کے باپ ان سے افضل ہیں۔

تاریخ بغداد جلد ۱۰ ص ۲۳۰، المعجم الکبیر ص ۱۲۹، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۸۳، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۱۰۷، ذخائر العقبیٰ ص ۱۲۹

اَفضَلُھُم یَقِیناً

ینابیع المودت ص ۱۰۵ سطر آخر

مناقب میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں زیادہ صلح جو زیادہ علم والا' زیادہ صحیح دین والا' زیادہ یقین والا' مکمل صبر والا' زیادہ سخی اور زیادہ بہادر دل والے علی ہیں اور وہ میری امت میں امام ہیں۔

اَفضَلُ النَّاسِ سَابِقَتہٗ

ہاشم بن عتبہ نے کہا اے امیر المومنین آپ رحم کے لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریبی اور سب سے پہلے اسلام کا اعلان کرنے میں افضل ہیں۔ (کتاب الصفین ص ۱۲۵' جمهرة الخطب جلد ۱ ص ۱۵۱)

عدی بن حاتم نے ایک دفعہ معاویہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم تمہیں اس عظیم ہستی کی طرف دعوت دیتے ہیں جو کہ سبقت در اسلام میں افضل اور آثار کے لحاظ سے اسلام میں احسن ہیں۔

کتاب الصفین ص ۲۲۱' تاریخ طبری جلد ۶ ص ۲' شرح حدیدی جلد ۱ ص ۳۴۴' تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۲۴۔

اَفضَلُ الاَصدِقَاءِ

عن ابن عباس و ابی لیلی قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الصدیقون ثلاثتہ حبیب النجار مو من آل یاسین الذی قال یا قوم اتبعو المرسلین و حزقیل مومن آل فرعون الذی قال اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ و علی بن ابی طالب ھو افضلھم (اخرجہ النجاری عن ابن عباس و احمد عن ابی لیلی) ابن عباس اور ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے صدیق تین ہیں۔ اول حبیب النجار الیاسین (یعنی جناب عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین) پر ایمان لانے والے جس نے کہ یہ کہا تھا اے میرے قوم کے لوگو نبیوں کے متابعت کرو۔ اور فرعون کے گروہ سے ایمان لانے والا حزقیل جس نے یہ کہا تھا کہ اے لوگو تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے میرا پالنے والا خدا ہے۔ اور علی بن ابی طالب کہ ان سے افضل ہے۔

ارجح المطالب ص۲۴ سطر۱۰' تفسیر کبیر جلد۲۷ ص۵۷ سطر۱۰' ذخائر العقبیٰ ص۵۶ سطر۱۵' صواعق محرقہ ص۱۲۵ سطر۵' مشارق الانوار ص۱۰' السیف الیمانی ص۴۹' اتحاف زبیدی ص۱۵۶' مناقب عینی ص۱۶' روضتہ الندیہ ص۴' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۳ سطر آخر' مناقب خوارزمی ص۲۱۹ سطر۱۲' درمنثور جلد۵ ص۲۶۲ سطر۱۸' کفایتہ الطالب ص۴۷' شواہد التنزیل جلد۲ ص۲۲۳' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۲' حدیث ۲۵۱۶' تاریخ خمیس جلد۲ ص۲۸۵' شمس التواریخ جلد۴ ص۶۹۷ سطر آخر' تذکرہ الخواص ص۳۱' جمع الجوامع ص۱۵۲' ینابیع المودت ص۱۰۱' شرح حدیدی جلد۲ ص۴۵۱' الجامع الصغیر جلد۲ ص۴۹ سطر۸' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۱ سطر۱' الفتح الکبیر ص۲۰۲

اَفضَلُ رِجَالِ العَالَمِین

کوکب دری ص۱۸۲ سطر آخر

جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ میرے زمانہ میں جملہ عوالم کے مردوں سے بہتر افضل علی ہیں۔ اور اولین و آخرین کی عورتوں سے جملہ عوالم کی عورتوں میں سے بہتر اور افضل فاطمہؑ ہیں۔

اَفضَلُ الوَصِیّین

کوکب دری ص۱۴۳ سطر۱۸' مقتل خوارزمی ص۹۶' ینابیع المودت ص۷۹ سطر۱۷

عمر ابن خطاب سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ سلمان کا ہم سے گزر ہوا وہ کسی بیمار کی عیادت کو جا رہے تھے اور ہم ایک حلقہ میں بیٹھے تھے اور ہم میں ایک شخص موجود تھا۔ اس نے کہا اگر تم چاہو تو میں تم کو ایک ایسے شخص کا پتہ بتا دوں جو امت کے پیغمبر کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ہے اور ان دو مردوں عمر اور ابوبکر سے افضل ہے۔ پس سلمان نے اٹھ کر کہا خدا کی قسم اگر میں چاہوں تو میں اس شخص کی خبر دوں جو نبی کے بعد اس امت میں سب سے بہتر اور عمر و ابوبکر سے افضل ہے۔ بعد ازاں چل دیئے۔ پس کسی شخص نے ان سے کہا اے عبداللہ تم نے کیا کہا اور کہاں سے کہا۔ جواب دیا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ جناب سکرات موت میں مبتلا تھے۔ میں نے عرض کی یا رسول

باللہ کیا آپ نے کسی کو اپنا وصی مقرر فرمایا ہے۔ فرمایا۔ سلمان کیا تجھ کو معلوم ہے کہ انبیاء کے وصی کون کون ہیں؟ میں نے عرض کی خدا اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا آدم نے شیث کو اپنا وصی بنایا۔ اور شیث ان سب سے بہتر تھا جو آدمؑ کے بعد اس کی اولاد سے باقی

اَفضَلُ المَدِینَہ

الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۰۹ سطر ۲، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۶ سطر ۲ پر تحریر ہے۔

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم یہ بیان کرتے تھے کہ تمام اہل مدینہ سے حضرت علی علیہ السلام افضل ہیں۔

اَقدَمُ النَّاسِ سِلماً" روایت معقل بن یسار

عن معقل بن یسار وضئت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم فقال هل لک فی فاطمۃ تعودها فقلت نعم فقام متوكا علی حتی دخلنا علیهما فقال کیف تجد تک قالت و الله اشتد حزنی و اشتد فاقتی فقال اما ترضین انی زوجتک اقدم امتی سلما و اکثرهم علما و اعظمهم حلما (اخرجه احمد فی المناقب) معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرایا آپ نے مجھے ارشاد کیا تیرا ارادہ ہے کہ ہم فاطمہ کی عیادت کے لیے چلیں میں نے عرض کیا بہتر ہے۔ حضرت مجھ پر تکیہ لگا کر اٹھے اور جناب فاطمہ کے پاس گئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا فاطمہ تمہاری یہ کیا حالت ہے۔ عرض کیا واللہ مجھ پر غم کا غلبہ ہے اور فاقوں نے ستایا ہے حضرتؐ نے ارشاد کیا۔ کیا تم راضی نہ ہوتے ہو کہ میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے کہ میری تمام امت میں اسلام لانے میں مقدم ہے اور سب سے زیادہ علم اور سب سے زیادہ حلم والا ہے۔

ارجح المطالب ص ۴۶۹ سطر ۱۲، تاریخ دمشق جلد ا ص ۲۳۲، شرح حدیدی جلد ۳ ص ۲۵۷، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۱، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳، حدیث ۲۵۲۲، اتحاف زبیدی جلد ۸ ص ۲۲۷، فتح الملک العلی ص ۳۸، مسند حنبل جلد ۵ ص ۲۶، العثمانیہ للجاحظ ص ۲۸۹، ذخائر العقبیٰ ص ۷۸، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۳، نظم درر السمطین ص ۱۸۸، استیعاب جلد ۳ ص ۳۶، المرقات جلد ۵ ص ۵۶۹، سیرت حلبیہ جلد ا ص ۲۵۸، سیرت دحلانیہ جلد ا ص ۱۸۸، مناقب خوارزمی ص ۵۸ سطر ۵، اسد الغابہ ص ۵۲ جلد ۵ تاریخ ذہبی جلد ۲ ص ۱۹۵، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۱، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۸، احسن الانتخاب ص ۳۸ سطر ۵

روایت انس بن مالک

عن انس قال لمازوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لفاطمۃ امرهم ان یجهز و ها فجعل لها سریر اوو سادۃ من ادم حشوها لیف و قال زنی ابنتی الی علی و امرہ ان لا یجعل علیها حتی اتیها فجاء ت مع ام ایمن حتی قعدت فی جانب البیت فلما صلی العشاء اقبل برکوۃ فیها ماء فتفل فیها فقال لفاطمۃ تقدمی فتقدمت و نضح بین ثدیها و علی راسها و قال اللهم انی اعیذک و ذریتها من الشیطان الرجیم ثم قال ها ادبری فادبرت فصب بین کتفیها و قال اللهم انی اعیذ بک و ذریتها من الشیطان الرجیم ثم قال تقدم یا علی و صب علی راسہ و بین حدیہ ثم قال اللهم انی اعیذ بک و ذریتہ من الشیطان الرجیم ثم قال ادبر فادبر فصبہ بین کتفیہ و قال اللهم انی اعیذ بک و ذریتہ من الشیطن الرجیم فقال لعلی ادخل باهلک بسم اللہ الرحمن الرحیم فبکت فاطمۃ فقال ما یبکیک و قد زوجتک اقدمهم سلما و احسنهم خلقا فخرج و غلق علیهما الباب بیدہ (اخرجہ احمد و ابو حاتم و النسائی و ابو الخیر الحاکمی) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کا عقد کر دیا لوگوں کو ان کے جہیز کی تیاری کا حکم دیا ان کے لیے ایک تخت اور ایک بچھونا چمڑے کا لیف خرما سے بھرا ہوا بنایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میری بیٹی کو علی کے لیے زینت دو اور جناب علی کو کہلا بھیجا کہ جب جناب فاطمہ پہنچیں تو تعجیل نہ کرے۔ پس جناب سیدہ ام ایمن کے ساتھ جناب علی کے گھر میں تشریف لے گئیں اور گھر میں ایک طرف بیٹھ گئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو پانی کا ایک لوٹا لے کر تشریف لائے اور اس میں اپنا لعاب دہن مبارک سے ڈالا اور جناب فاطمہ سے کہا آگے آؤ وہ آگے گئیں حضرت نے ان کی چھاتی پر سر مبارک پر اس پانی کی چھینٹے دیے اور دعا کی کہ اے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے لیے اور اس کی ذریت کے لیے شیطان رجیم سے پھر ان سے کہا لوٹو وہ لوٹیں اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان پانی کے چھینٹے دے کر دعا کی اے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے لیے اور اس کی ذریت کے لیے شیطان رجیم سے پھر جناب علی سے کہا یا علی آگے آؤ وہ آگے گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چھاتی اور سر اقدس پر اس پانی کے چھینٹے دیے اور دعا کی اے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے لیے اور اس کی ذریت کے لیے شیطان رجیم سے پھر ان سے کہا لوٹو وہ لوٹے اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان میں پانی کے چھینٹے دے کر فرمایا اے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے لیے اور اس کی ذریت کے لیے شیطان رجیم سے پھر جناب علی سے کہا اب آپ اپنے اہل کے پاس تشریف لے جائیں ساتھ نام اللہ مہربان اور رحم کرنے والے کے پس جناب فاطمہ رونے لگیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا فاطمہ تم کیوں روتی ہو میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے اور سب سے اچھے خلق والا ہے۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ باہر تشریف لے آئے اور اپنے ہاتھ سے ان کا دروازہ بند کر دیا۔

اَفضلُ النّاسِ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ ایک روز جناب رسالت مآبؐ نے مہاجرین و انصار کے روبرو حضرت علیؑ سے متوجہ ہو کر فرمایا: اے علی! اگر ایک شخص خدا کی اتنی عبادت کرے جتنا کہ اس کا حق ہو پھر تمہارے اور تمہارے اہل بیت کے تمام لوگوں سے افضل ہونے

میں شک کرے تو وہ جہنم میں جائے گا۔
مودت القربیٰ ص ۶۵' کوکب دری ص ۱۸۳'

روایت حضرت امام محمد باقرؑ

افضل رجال العالمین

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام مردوں سے افضل میرے زمانے میں علیؑ ہیں اور تمام عالم کی زنان اولین و آخرین سے بہتر فاطمہؑ ہیں۔

مودت القربیٰ ص ۶۵' ینابیع المودت ص ۲۵۳' کوکب دری ص ۱۸۲' قضات قرطبہ ص ۲۵۸ جلد ۳

افضلتهم حالته

افضل عشیرته

حضرت علی علیہ السلام کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی نبی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس نبی کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں میں افضل ترین فرد کے متعلق وصیت کرے۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اپنے چچا زاد بھائی علیؑ کے متعلق وصیت کرو۔ میں نے اس بات کو گزشتہ کتب سماویہ میں لکھ دیا ہے اور میں نے ان کتب میں تحریر کر دیا ہے کہ علیؑ تمہارے وصی ہیں۔ میں نے اس بات کا خلوق سے اپنے انبیاء اور رسولوں سے میثاق لیا ہے۔ اے محمدؐ میں نے ان تمام لوگوں سے اپنی ربوبیت' تمہاری نبوت اور علیؑ کی ولایت اور وصایت کا میثاق و عہد لیا ہے۔

ینابیع المودت ص ۶۸ سطر ۲

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت و من عنده علم

الکتاب سے ہمیں مراد لیا ہے اور حضرت علی علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم سے افضل، اولیٰ اور بہتر ہے۔

ینابیع المودت ص ۸۴ سطر ۹

اَفضَلُ الاَوصِیَاءِ

خالد بن معدان سے مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ جو کوئی چاہے کہ رحمت خدا میں شام کرے اور رحمت خدا میں صبح کرے (یعنی صبح و شام رحمت خدا اس کے شامل حال رہے) پس اس امر کی بابت ان کے دل میں کسی طرح کا شک ہرگز داخل نہ ہو۔ کہ ذریت طاہرہ سب ذریتوں سے افضل ہے۔ اور میرا وصی تمام اوصیاء سے بہتر اور برتر ہے۔

مودت القربیٰ ص ۲۹ سطر ۷

اَفضَلُهُم حِلماً

اَفضَلُهَا جِهَاداً

حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ کو ایک خط میں واضح کیا کہ امور امت کا ہمیشہ سب سے زیادہ حق دار میں ہوں۔ کیونکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ قریبی ہوں۔ کتاب خدا کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں۔ دین کا سب سے زیادہ فقیہ ہوں۔ سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں اور جہاد کے لحاظ سے سب سے افضل ہوں۔

کتاب الصفین ص ۱۴۸

روایت بریدہ

عن بریدة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قم بنا یابریدة نعود فاطمة ان دخلنا علیها ابصرت ابانا سحت عینا ما قالا ما یبکیک یا بنتی قالت قلة الطعم و کثرة الهم و شدة السقم قال لها اما و اللہ ما عنداللہ خیر مما ترغبین الیه یا فاطمة اما ترضین انی زوجتک خیر امتی مهم سلما و اکثرهم علما و افضلهم حلما و اللہ ان ابنیک سیدا شباب اهل الجنة (اخرجه الخوارزمی) بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خواجہ ہردو سرا صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ارشاد فرمانے لگے اے بریدہ اٹھ ہمارے ساتھ چل کر جناب سیدہ علیہا السلام کی بیمار پرسی کریں جب ہم ان کے پاس گئے اور انہوں نے ہم کو دیکھا تو بے اختیار رونے لگیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میری بیٹی تم کو کس بات نے رلایا ہے عرض

رنے لگیں کھانے کے نہ ہونے نے اور غم کی کثرت نے اور بیماریوں کی شدت نے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد یا واللہ جو خدا کے پاس ہے کیا وہ بہتر نہیں اس چیز سے کہ جس کی تم یا فاطمہ رغبت کرتی ہو۔ تم راضی نہیں ہوتیں کہ ہم نے تم کو ایسے شخص کی زوجہ بنایا ہے جو میری تمام امت سے بہتر ہے اور اسلام لانے میں ان سب سے مقدم ہے اور ان سب سے زیادہ عالم ہے اور ازروئے علم سے افضل ہے واللہ بے شک تیرے دونوں بیٹے جوانان جنت کے سردار ہیں۔

ارجح المطالب ص۱۳۵ سطر آخر' تاریخ دمشق ص۲۴۲' فتح الملک العلی ص۳۹' مناقب خوارزمی ص۵۸ سطر۵' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۳' احسن الانتخاب ص۲۷ سطر آخر

روایت عبداللہ بن مسعود

شواہد التنزیل جلد۲ ص۵۶۷

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ تم سب میں سب سے پہلے علی نے اسلام کا اعلان کیا۔ تم سب میں وافر ایمان والے ہیں۔ تم سب میں زیادہ علم والے' تم سب میں حلم کی طرف راجح اور اللہ کی ذات کے بارے میں تم سب میں سخت علی ہیں۔ انہیں میں نے خود علم کی تعلیم کی۔ انہیں میں نے اپنے راز سپرد کئے۔ یہ علی میرے اہل ہیں۔ میرے خلیفہ اور میری امت میں میرے امین ہیں۔ بے شک علی کو میرے بارے میں آزمایا گیا تو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ فستبصرون یبصرون بایکم المفتون (شواہد التنزیل جلد۲ ص۲۶۷)

حضرت عائشہ کی روایت تاریخ دمشق کی جلد۱ ص۲۴۴ پر ہے۔

اسماء بنت عمیس کی روایت تاریخ دمشق کی جلد۱ ص۲۴۵' استیعاب کے ص۴۶۰ پر ہے۔

ابو اسحاق کی روایت کنز العمال جلد۱۲ ص۲۰۵' المصنف صنعانی جلد۵ ص۴۹۰' اسد الغابہ جلد۵ ص۵۲' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۱ سطر آخر' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۸ پر ہے۔

سدی کی روایت العثمانیہ کے ص۲۹۰ اور شرح حدیدی کی جلد۳ ص۲۵۷ پر ہے۔

ابن عباس' ابو سعید خدری اور ابو ایوب انصاری کی روایات پہلے باب مختار اہل الارض میں تحریر کی جا چکی ہیں۔

ابو سعید خدری کی روایت باب مختار اہل الارض میں گزر چکی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب کی روایت آئندہ خصائص ثلاثہ میں آئے گی۔

روایت حضرت علیؑ مقاتل بن سلیمان

ینابیع المودت ص۱۳۸ سطر۱۱، مناقب خوارزمی ص۲۳۹ سطر۱۰ پر ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی مرتبہ حاصل ہے جو حضرت شیثؑ کو حضرت آدمؑ سے حاصل تھا اور سام کو حضرت نوحؑ سے، اسحاقؑ کو ابراہیمؑ سے، اور ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے اور حضرت شمعونؑ کو حضرت عیسیٰؑ سے حاصل تھا۔ اے علیؑ تم میرے وصی ہو۔ تم میرے وارث ہو، تم سب لوگوں میں صلح میں بڑھے ہوئے ہو۔ علم کے لحاظ سے زیادہ ہو۔ صبر کے لحاظ سے سب سے زیادہ صبر کرنے والے ہو۔ دل کے زیادہ بہادر ہو۔ ہاتھ کے لحاظ سے زیادہ سخی ہو۔ تم میری امت کے امام ہو۔ تم جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔ تیری محبت کی وجہ سے نیک لوگ بدکار لوگوں سے جدا ہوتے ہیں۔ اور تمہاری محبت مومنین، منافقین اور کفار کے درمیان تمیز کا باعث ہے۔

"اَقدَمُهُم ایمانا"

ینابیع المودت ص۲۴۵ سطر۵ پر ہے۔

مالک اشتر نے شامیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کا کہ جس نے ہمارے درمیان اپنے نبی کے ابن عم کو موجود کر دیا۔ جس نے سب لوگوں سے ایمان لانے میں سبقت کی اور اسلام قبول کرنے میں پہل کی۔ آپ اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دشمنوں پر مسلط کر دیا ہے۔ میری طرف دیکھو اور میری پیروی کرو۔ ان (شامیوں) کے قدموں جا پہنچو۔

پھر جناب اشتر نے شامیوں پر حملہ کر دیا۔ آپ نے ان سے سخت لڑائی کی۔ راوی کا بیان ہے کہ شامیوں کے ایک آدمی نے نکل کر آواز دی۔ اے ابو الحسنؑ اے علی میرے سامنے

تشریف لائیے۔ حضرت علی اس کے سامنے آئے اور اس شخص نے عرض کیا اے علی آپ کو اسلام لانے اور ہجرت کرنے میں سبقت کا درجہ حاصل ہے۔ آپ واپس عراق نہیں تشریف لے جاتے اور ہم لوگ واپس شام کی طرف چلے جاتے ہیں تاکہ جنگ و قتال ٹھنڈا ہو جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میرے لئے جنگ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے اور میں جنگ کے چھوڑنے کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی رو سے جس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا تھا' کفر خیال کرتا ہوں۔ جو اپنے اولیاء سے اس بات پر راضی نہیں کہ صفحہ زمین پر ایک قوم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتی رہے۔

روایت عبداللہ بن عیاش

بیان الامراء میں ہے۔ عبداللہ ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے اندر علم کی پوری پختگی اور مضبوطی تھی اور آپ تمام عشرہ مبشرہ میں تقدم تقدم اسلام اور دامادی رسول خدا اور متعہ فی السنت اور جرأت جنگ اور سخاوت فی المال کی وجہ سے افضل ہیں۔

اَکثَرُ الاُمّتِ عِلما"

پہلے باب اقدم الناس سلما" میں حضرت معقل بن یسار' حضرت انس بن مالک بن جریدہ' حضرت عائشہ' حضرت اسماء بنت عمیس' حضرت ابو اسحاق' حضرت سدی' حضرت ابو ایوب انصاری' حضرت ابو سعید خدری اور حضرت عمر بن خطاب کی روایات مع حوالہ جات گذر چکی ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو تمام صحابہ میں زیادہ علم والے تھے۔

اَکثَرُھُم حِلما"

ارجح المطالب ص ۹۹ پر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ وہ تمام لوگوں میں زیادہ حلم والے ہیں۔

اَوفَرُهُمْ حِلماً

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے علی تم تمام صحابہ میں مصیبتوں پر سب سے زیادہ صبر کرنے والے ہو۔ (ینابیع المودت ص ۴۸ مناقب خوارزمی ص ۲۳۹ سطر ۱۰)

اَشجَعُهُم قَلباً

حضرت علی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ اے علی تم تمام صحابہ میں مضبوط اور بہادر دل والے ہو۔ (مناقب خوارزمی ص ۲۳۹، ینابیع المودت ص ۱۳۸)

اَسخَاهُم کَفاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا اے علی تم ہاتھ کے لحاظ سے سب سے زیادہ سخی ہو یعنی کھلے ہاتھ والے ہو۔ (مناقب خوارزمی ص ۲۳۹ سطر ۱۰، ینابیع المودت ص ۱۳۸)

اَعظَمُ النَّاسِ حِلماً

حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی کے متعلق فرمایا کہ وہ حلم کے لحاظ سے عظیم ہیں۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳، حدیث ۲۵۴۱، مناقب ابن مغازلی ص ۱۰۱، مناقب خوارزمی ص ۶۳ سطر ۲، صواعق محرقہ ص ۱۱۵ سطر ۱۶

اَعظَمُ عِندَ اللّٰہِ مَرتَبَۃً

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی تخصم الناس بسبع و لا یحاجک احد من قریش انت اولهم ایمانا باللہ و اوفاهم بعهد اللہ اقومهم بامر اللہ و اقسمهم بالسویۃ و اعدلهم فی الرعیۃ و ابصر هم بالقضیۃ و اعظمهم عند اللہ (اخرجہ الحاکم و الدیلمی) معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ جناب علی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم سات باتوں میں لوگوں سے جھگڑو گے اور قریش سے کوئی ایک تجھ سے نہیں مخاصمت کر سکے گا تم ان میں سے اللہ پر پہلے ایمان لانے والے ہو۔ اور ان سب سے خدا تعالیٰ کے عہد کو زیادہ تر پورا کرنے والے ہو اور ان سب سے خدا تعالیٰ کے حکم کے ساتھ قیام کرنے والے ہو۔ اور ان سب سے زیادہ پوری تقسیم کرنے والے ہو۔ اور ان سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ عدل کرنے والے ہو اور ان سب سے زیادہ فیصلہ کو جاننے والے ہو اور تم ان سب سے اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے ہو۔

ارجح المطالب ص ۱۵۱ سطر ۱۸، حلیۃ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۵ سطر آخر، مناقب خوارزمی ص ۶۱ سطر ۱۵، ص ۹۸ سطر آخر، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۸ سطر ۱۳، ذخائر العقبیٰ ص ۸۳ سطر ۱۹، لسان المیزان جلد ۲ ص ۱۹ سطر ۱۳، مقاصد حسنہ ص ۷۲، تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۷۷، اہل البیت ابو علم ص ۲۲۶، ینابیع المودت ص ۱۷۵ سطر ۶، فضائل چہار یار ص ۱۱ سطر ۱، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۶، حدیث ۲۶۱۳، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۴ سطر ۲، مناقب ابن مغازلی ص ۱۰۲ سطر ۶، ص ۲۹۵ سطر ۳

روایت حضرت جابر

(۱) عن جابر بن عبداللہ قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل علی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اتاکم اخی ثم التفت الی الکعبۃ فضربها بیدہ ثم قال و الذی نفسی بیدہ انا و هذا و شیعتہ هم الفائزون یوم القیامۃ ثم قال انہ اولکم ایمانا معی و اوفاکم بعهد اللہ و اقومکم بامر اللہ و اعدلکم فی الرعیۃ و اعظمکم عند اللہ مزیۃ و اقسمکم بالسویۃ قال و نزلت هذہ الایۃ ان الذین امنو و عملو الصالحات اولئک هم خیر البریۃ قال فکان اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقبل علی قالوا قد جاء خیر البریۃ (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب و ابن عساکر و السیوطی فی الدر المنثور) جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب امیر علیہ السلام تشریف لائے حضرت نے ہم سے ارشاد کیا تمہارے پاس میرا بھائی آ رہا ہے پھر آپ نے کعبہ کی طرف متوجہ ہو کر اس پر ہاتھ مارا اور کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں اور یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے روز بس یہی لوگ جنت تک پہنچنے والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ بہ تحقیق یہ تم سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اور تم سب سے زیادہ اللہ کے عہد کو پورا کرنے والا ہے۔ اور خدا کے حکم پر تم سب سے زیادہ رعیت کے حق میں عدل کرنے والا ہے۔ اور تم سب سے اللہ کے نزدیک زیادتی والا ہے۔ اور تم سب سے زیادہ پورا تقسیم کرنے والا ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی کہ بے شک جو لوگ ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں وہی لوگ سب خلقت سے بہتر ہیں۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پھر جبکہ جناب امیر تشریف لاتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کہتے کہ جو سب خلقت سے بہتر ہیں وہ تشریف لا رہے ہیں۔

ارجح المطالب ص۸۱ سطر۹، فتح البیان جلد۱۰ ص۳۲۳، مناقب خوارزمی ص۹۸ سطر آخر، فتح القدیر ص۳۴۳ جلد۵، درمنثور جلد۶ ص۳۷۹، کفایۃ الطالب ص۱۱۸، شواہد التنزیل جلد۲ ص۳۶۱، ینابیع المودۃ ص۵۱ سطر۱۱، انتہاء الافہام ص۱۷، احسن الانتخاب ص۳۴ سطر۱۹

روایت حضرت عمر بن خطاب

عن عمر بن الخطاب قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک اول المومنین معی ایمانا و اعلمهم بایات اللہ واوفاهم بعهد اللہ بالرعیۃ و اقسمهم بالسویۃ و اعظمهم عند اللہ منزلۃ (المخرجہ احمد) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جناب علی سے فرماتے تھے کہ تم سب مومنوں سے پہلے میرے ساتھ ایمان لانے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کی آیتوں کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کے عہد کو زیادہ تر پورا کرنے والے ہو اور ان سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ مہربانی کرنے والے ہو اور ان سب سے اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے ہو۔

ارجح المطالب ص۳۹ سطر۲۱، کنز العمال جلد۶ ص۳۹۳ حدیث ۶۰۱۵، النقض علی العثمانیہ جلد۱ ص۲۹۴، تاریخ دمشق جلد۱ ص۸۷، شرح حدیدی جلد۳ ص۲۵۸

اَعظَمُهُم مَنزِلَۃً

عن الشعبی قال بینما ابوبکر جالس اذ طلع علی للعارہ قال من سرہ ان ینظر الی اقرب الناس قرابتہ و اعظمهم منزلہ و افضلهم حالتہ و اعظمهم عنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلینظر الی هذا الطالع و اشار الی علی بن ابی طالب (اخرجہ ابن السمان و الدار قطنی) شعبی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب علی علیہ السلام تشریف لائے جب انہوں نے جناب علی کو دیکھا تو کہنے لگے جو شخص کہ خوش ہوتا ہو کہ ایسے شخص کو دیکھے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ قرابت والے اور سب سے بڑے منزلت والے اور سب افضل حالت والے اور سب لوگوں سے بڑے رتبہ والے کو دیکھنا چاہتا ہو تو اس آنے والے کو دیکھے اور جناب علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کیا۔

ارجح المطالب ص۳۰۳، مناقب خوارزمی ص۹۷، کنز العمال جلد۶ ص۳۹۳ حدیث ۶۰۱۲، ینابیع المودۃ ص۲۴۷، وسیلۃ النجات ص۳۴، نظم درر السمطین ص۱۲۹، کوکب دری ص۲۶۰، صواعق محرقہ ص۱۷۷ سطر۲۶، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۴ سطر۱

اَعظَمُهُم عَنَاً عِندَ رَسُولِ اللّٰہِ

شعبی کی مذکورہ روایت میں یہ جملہ موجود ہے۔

اَعظَمُ الرِّجَالِ

بابِ افضل البشر میں حضرت شعبی کی روایت میں یہ جملہ موجود ہے۔

اَعظَمُ المُسلِمِینَ حِلماً

حضرت نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ میں نے تمہاری شادی ایسے مرد سے کی ہے جو کہ حلم کے میدان میں سب سے عظیم ہے۔ (ینابیع المودت ص ۱۲۵ سطر ۲)

اَعظَمُهُم حِلماً

حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ میں نے تیری شادی ایسی عظیم ہستی سے کی ہے جو کہ تمام صحابہ میں حلم کے لحاظ سے عظیم ہے۔

ینابیع المودت ص ۷۹، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳، حدیث ۲۵۴۱، مناقب ابن مغازلی ص ۱۰۱، مناقب خوارزمی ص ۱۳ سطر ۲، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۲۶ سطر ۳، مقتل خوارزمی ص ۶۶، صواعق محرقہ ص ۱۲۵ سطر ۱۹، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۱، ذخائر العقبیٰ ص ۱۲۵

اَعظَمُ النَّاسِ حُبّاً

عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب اعلم الناس باللہ و اعظم الناس حبا و تعظیما لا هل لا الہ الا اللہ (اخرجه ابو نعیم فی فضائل الصحابہ) جناب حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ خواجہ ہر دو سرا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہے کہ علی بن ابی طالب تمام لوگوں سے خدا کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہیں اور سب لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے زیادہ تعظیم اور محبت کے لائق ہیں۔

ارجح المطالب ص ۱۳۲ سطر ۱۷، کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۲، مناقب عینی ص ۲۰

اَعظمُ النَّاسِ حُبّاً

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تم تمام لوگوں سے خدا کو زیادہ جاننے والے ہو اور سب لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں میں زیادہ تعظیم و محبت کے لائق ہو۔

مناقب عینی ص۶۰، کنز العمال جلد ۲ ص ۲۰۲

اَحسَنُهُم خُلقاً

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ سے فرمایا کہ میں نے تمہاری شادی اس سے کی ہے جو اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے۔ (الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۸۲)

اَعدَلُ النَّاسِ فِی الرَّعِیَّۃِ

حضرت معاذ بن جبل اور حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے الگ الگ روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تمام صحابہ میں رعیت کے ساتھ عدل کرنے والے علی ہیں۔

حلیۃ الاولیاء جلد ا ص ۶۵، مناقب خوارزمی ص ۶۶، الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۸، ذخائر العقبیٰ ص ۵۹، لسان المیزان جلد ۲ ص ۱۹ سطر ۳

اَقسَمُهُم بِالسَّوِیَّۃِ

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت جابر اور حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ پوری تقسیم کرنے والے حضرت علی ہیں۔

ینابیع المودت ص ۱۷۵ سطر ۶' اہل بیت ابو علم ص ۲۲۱' تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۱۷' مقاصد حسنہ ص ۷۲' لسان المیزان جلد ۲ ص ۱۹ سطر ۱۳' ذخائر العقبیٰ ص ۵۹' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۸' حلیتہ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۵

اَطْرَحُ نَفْسَہٗ فِیْ مُتْلَفٍ

عن ابن عباس و قد سالہ رجل اکان علی یباشر القتال بنفسہ یوم صفین فقال ما رایت رجلا اطرح لنفسہ فی متلف من علی و للہ کنت اراہ یخرج حاسر الراس بیدہ عصلتہ و بیدہ السیف (الریاض النضرہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کیا جناب امیر حرب صفین میں بذات خود بھی لڑتے تھے ابن عباس کہنے لگے میں نے ان کی مانند کسی کو اپنی جان کو ہلاکت میں ڈالتے ہوئے نہیں دیکھا۔ میں ان کو دیکھا کرتا تھا کہ لڑائی میں ننگے سر نکلا کرتے تھے ایک ہاتھ میں عمامہ ہوا کرتا تھا ایک ہاتھ میں شمشیر۔

جناب امیر کی تلوار کی کاٹ کی نسبت صاحب حیوۃ الحیوان نقاوۃ الخواص میں لکھتا ہے و کانت ضربات علی ابکارا اذا اعتلا قدو اذا عترض قط یعنی جناب امیر کی ضربیں ایک بار ہی پورا کاٹ ڈالنے والی تھیں اگر سر پر پڑتی تھیں تو نیچے تک تسمہ لگا باقی نہ چھوڑتی تھیں اور اگر کروٹ پر پڑتی تھیں تو دوسرے کروٹ تک صاف کٹ جاتی تھیں۔

ارجح المطالب ص ۲۲۶ سطر ۷ پر تحریر ہے۔

اَقْوَمُھُمْ بِاَمْرِ اللّٰہِ

حضرت معاذ بن جبل حضرت جابر بن عبداللہ انصاری اور حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام صحابہ کرام میں خدا کے حکم کے ساتھ قیام کرنے والے علی ہیں۔

لسان المیزان جلد ۲ ص ۱۱ سطر ۳' المستدرک جلد ۳ ص ۱۳۶' استیعاب جلد ۲ ص ۴۷۰' کنز العمال جلد ۲ ص ۱۵۶' حدیث ۲۴۰۹' حلیتہ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۵' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۸

اَقْضٰی اُمَّتِیْ

عن انس بن مالک عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اقضی امتی علی بن ابی طالب (المصابیح) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے میری امت میں زیادہ قضا والا علی بن ابی طالب ہے۔

ارجح المطالب ص۱۵۱ سطر۴' ینابیع المودت ص۱۷۵ سطر۱' کوکب دری ص۱۵۸' مناقب عینی ص۳۹' الریاض النفوس جلد۱ ص۱۲۲' مقاصد حسنہ ص۷۲' ذخائر العقبیٰ ص۸۳ سطر۱۶' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۹۸ سطر۸' مظاہر حق جلد۴ ص۶۹۵ سطر۱۹' منصب امامت ص۹۳ سطر۳' المعجم الصغیر ص۱۱۵ سطر۵' صواعق محرقہ ص۷۹ سطر۱۰' الشرف المئوبد ص۱۱۳ سطر۳' اربعین رازی ص۲۴۳ سطر۱۰' مفتاح کنوز السنۃ ص۳۳ سطر۱۹' شرح حدیدی ص۶ سطر۲۵ جلد۱

روایت حضرت ابو سعید خدری

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقضی بعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ الخوارزمی فی المناقب) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے میرے بعد میری امت میں علی بن ابی طالب زیادہ قضا والا ہے۔

ارجح المطالب ص۱۵۱ سطر۷' مناقب خوارزمی ص۴۱ سطر۱۲' کوکب دری ۱۵۸ سطر۱۹

اَقضَی النَّاسِ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب لوگوں سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے علی ہیں۔ (المستصطفیٰ ص۳۷)

اَقضَاکُم عَلِیٌّ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے علیؑ ہیں۔

المحاضرات جلد۲ ص۴۷۹' تاریخ خمیس جلد۱ ص۲۳' شرح حدیدی جلد۱ ص۶ سطر۲۵' مرات الجنان جلد۱ ص۱۱۰' احسن التفاسیر ص۱۲۷' مدارج النبوت ص۵۰۲' الجواہر المضیہ جلد۲ ص۵۲۴' مناقب عینی ص۲۶' الشرف المئوبد ص۱۱۲ سطر۴' تاریخ ابن وردی جلد۱ ص۲۲۲' التبصرہ ص۱۲۱' استیعاب جلد۳ ص۳۸' مواقف جلد۳ ص۲۷۶' مطالب السئول ص۲۳' تمیز الطیب ص۲۵' کفایت الشنقیطی ص۴۶' صواعق محرقہ ص۱۲۳ سطر۴' شرح مقاصد حسنہ ص۲۱۹' المستقصی

ص۷۷ ۱۳٬ وسیلۃ النجات ص۹۲٬ المقاصد الحسنہ ص۲۷٬ اربعین رازی ص۴۶۶ سطر۱۰٬ الفصول المہمہ ص۱۷ سطر۹٬ حبیب السیر جلد۲ جز۱ ص۹ سطر۱۸٬ معارج النبوت جلد۴ ص۳۱۹ سطر۲۲٬ نور الابصار ص۷۰ سطر۱۳٬ اسعاف الراغبین ص۱۲۴ سطر۱۲٬ صواعق محرقہ ص۱۲۳ سطر۴۔

اَقضَاهُم عَلِیٌّ

حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ ان سب میں بڑا قاضی علی ہے۔

منصب امامت ص۹۳ سطر۳٬ صواعق ص۷۹ سطر۱۴٬ کنز العمال جلد۶ ص۱۴۱ حدیث ۲۷۱۱٬ مصابیح السنہ ص۲۰۳٬ بطاؤس الفقراء ص۱۲۰٬ فتح الباری جلد۸ ص۱۳۶٬ اللمع ص۱۲۰٬ استیعاب جلد۲ ص۴۷۳ ۴٬ مشکوٰۃ ص۵۲۴ سطر۱۹٬ الدرر المنتثرہ ص۱۷ سطر۴٬ مطالب السئول ص۷۵ سطر آخر

اَقضی اَهلِ المَدِینَۃ

قال عبداللہ بن مسعود: اقضی اهل المدینۃ علی بن ابی طالب

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ تمام مدینے والوں میں سب سے زیادہ صحیح فیصلے کرنے والے علی ہیں۔

اخبار القضاۃ ص۸۹ جلد۱٬ المستدرک جلد۳ ص۱۳۵ سطر۱ سطر۶٬ استیعاب جلد۲ ص۴۷۴ سطر آخر٬ اسد الغابہ جلد۴ ص۲۲٬ الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۹۸ سطر۱۵٬ تاریخ ذہبی جلد۱ ص۱۹۹٬ تلخیص المستدرک جلد۳ ص۱۳۵ سطر۱٬ تاریخ الخلفاء ص۱۲۰ سطر۱۴٬ تمیز الطیب ص۳۱٬ صواعق محرقہ ص۱۲۷ سطر۱٬ الشذرات الذہبیہ ص۵۰٬ اسنی المطالب ص۴۷٬ ینابیع المودت اسعاف الراغبین ص۱۲۸٬ ازالۃ الخفاء جلد۲ ص۲۸۶ سطر۱۱٬ فتح الملک العلی ص۳۵٬ مناقب خوارزمی ص۵۰٬ فتح الباری جلد۸ ص۱۳۶٬ بغیۃ الوعات ص۲۲۷٬ عمدۃ القاری جلد۱۶ ص۲۱۵ سطر۱۵٬ اسد الغابہ جلد۴ ص۲۲ سطر۱۹٬ طبقات ابن سعد جلد۲ ص۳۳۸ سطر آخر٬ طبقات الفقہاء

ص۱۰ سطر۷، نور الابصار ص۷۲ سطر۴،

حضرت ابو ہریرہ کی روایت اخبار القضات کے ص۹۰ پر ہے۔

مقاصد الطالب ص۱۱ پر تحریر ہے۔

اکابر صحابہ نے اعتراف کیا ہے۔ حکمت، فرائض اور مشکل مسائل حل کرنے اور صحیح فیصلہ کرنے میں کوئی حضرت علیؑ کا ثانی نہیں۔

اَقضَانَا عَلِیٌّ

حضرت عمر نے کہا کہ ہم میں سب سے بڑے قاضی علیؑ ہیں۔

صحیح بخاری جلد۳ ص۲۹ سطر۲، اخبار القضات جلد۱ ص۸۰، المستدرک جلد۳ ص۳۰۵ سطر۷، تلخیص المستدرک سطر۲۵، مفتاح کنوز السنہ جلد۲ ص۴ سطر۲، تاریخ الخلفاء ص۱۲۰ سطر۱۳، فتح الباری جلد۷ ص۶۰ سطر۳۸، حلیتہ الاولیاء جلد۱ ص۶۵ سطر۲۳، استیعاب جلد۲ ص۴۷۴ سطر۱۷، طبقات ابن سعد جلد۲ ص۳۳۹ سطر۵، ذخائر العقبیٰ ص۸۳ سطر۱۷۔

طبقات الفقہاء ص۹ سطر آخر، تفریح الاحباب ص۳۵۰ سطر۱۳، صواعق محرقہ ص۲۶ سطر آخر، البدایہ والنہایہ جلد۷ ص۳۳۹ سطر۱۹، شرح قسطلانی جلد۷ ص۱۱ سطر۱، ازالتہ الخفاء جلد۲ ص۲۶۸ سطر۱۲، مظاہر حق جلد۴ ص۷۰۶ سطر۷، مشکواۃ ص۵۶۶ سطر۱۹، الریاض النضرہ ص۱۹۸ سطر۹، ارجح المطالب ص۱۵۵ سطر۶، حلیتہ الاولیاء جلد۱ ص۶۵، الابانہ ص۵۷، تاریخ ابن عساکر جلد۲ ص۳۱، مناقب خوارزمی ص۴۷ سطر۲۸۱، طبقات مالکیہ جلد۲ ص۱۷، سیر اعلام النبلاء جلد۱ ص۲۸۱، تاریخ ذہبی جلد۲ ص۲۸، تذکرۃ الحفاظ جلد۳ ص۳۸، تہذیب التہذیب جلد۷ ص۳۳۷ سطر۱۲، کنوز الحقائق ص۹۸، ذخائر المواریث جلد۱ ص۴، مقاصد حسنہ ص۴۷، الروض الازہر ص۳۶۵، فتح الملک العلی ص۳۵، محاضرۃ الاوائل ص۶۲، اسنیٰ المطالب ص۱۳، البدایہ جلد۷ ص۳۵۹، مطالب السئول ص۳۰

اَعلَمُ اُمَّتِی

عن سلمان فارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلم امتی بعدی علی بن ابی طالب (اخرجہ الدیلمی)

سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں میرے بعد سب سے زیادہ علم والا علی بن ابی طالب ہے۔

ارجح المطالب ص۳۲ سطر۷، فرائد السمطین ص۸۲، کنز العمال ص۲۳۶ جلد۶ حدیث ۲۵۹۵، منتخب کنز العمال ص۳۳ جلد۵، ینابیع المودت عربی ص۵۷ سطر۲۱، مودۃ القربیٰ ص۵۱ سطر۱۷، فتح الملک العلیٰ ص۴۱، مناقب عینی حنفی ص۱۴، کفایتہ الطالب ص۱۹۰، کنوز الحقائق ص۱۹، مناقب خوارزمی ص۴۰ جلد۴، مقتل خوارزمی ص۴۳ جلد۱

اَعلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّتِ

استیعاب ص۴۶۲ جلد۲، المناقب خوارزمی ص۴۶ سطر آخر، ذخائر العقبیٰ ص۷۸، صواعق محرقہ ص۱۲۷ سطر۵، الریاض النضرہ ص۱۹۳ جلد۳، نظم درر السمطین ص۱۳۳، تاریخ الخلفاء ص۶۶، اسعاف الراغبین، محاضرۃ الاوائل ص۱۲، فتح الملک العلیٰ ص۴۶، ارجح المطالب ص۱۵۴ سطر۶، کفایتہ الطالب ص۱۹۰، ینابیع المودت ص۱۷۴ سطر۱۲

اَعلَمُ مَن بَقِیَ السُّنَّتِہِ

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ سنت کے باقی کو حضرت علیؑ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔
(صواعق محرقہ ص۱۲۷ سطر۵)

اَعلَمُ القَضَایَا

عن ابی امامہ قال قال رسول اللہ اعلم امتی بالقضایا بعدی علی بن ابی طالب ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا میرے بعد میری تمام امت میں سے قضایا کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے علی بن ابی طالبؑ ہیں۔
کفایت الطالب ص۱۹۰، حلیتہ الاولیاء ص۶۶، کنز العمال ص۱۵۶ جلد۶

اَعلَمُ الفَرائِضِ

عن عبداللہ بن مسعود قال اعلم اھل المدینۃ بالفرائض علی بن ابی طالب
عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے لوگوں میں علی بن ابی طالب سب سے زیادہ علم فرائض جاننے والے ہیں۔
تاریخ الخلفاء ص۶۶، ینابیع المودۃ ص۳۸۶، اسعاف الراغبین، الریاض النضرۃ ص۱۹۴ جلد۲

اَعلَمُ الاَصحَاب

عن عبدالملک بن ابی سلیمان قال قلت لعطاء اکان فی اصحاب محمد اعلم من علی بن ابی طالب قال و اللہ ما اعلم (استیعاب) عبدالملک بن ابی سلیمان کہتا ہے کہ میں نے عطا سے پوچھا کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں کیا کوئی شخص علی بن ابی طالب سے زیادہ علم والا تھا عطا نے جواب دیا خدا کی قسم میں نہیں جانتا۔

ارجح المطالب ص۱۳۳ سطر۴، الکنیٰ و الاسماء ص۱۹۷ جلد۱، فتح الملک العلیٰ ص۴۰

اَعلَمُھُم عِلماً

داؤد بن المسیب قال ما کان احد بعد رسول اللہ اعلم من علی ابن ابی طالب داؤد بن مسیب سے روایت ہے کہ رسول اکرم کے بعد حضرت علیؑ سے کوئی بڑا عالم نہ تھا۔
الکنیٰ والاسماء ص۱۹۷ جلد۱، فتح الملک العلیٰ ص۴۰

اَعلَمُ بِمَا بَینَ اللَّوحَین

شعبی کہتے ہیں کہ دو لوحوں کے درمیان تمام چیزوں کا علم اور جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر نازل ہوا ان سب کا علم جتنا حضرت علیؑ کے پاس ہے کسی صحابی کے پاس نہیں۔ (نظم درر السمطین ص۱۲۸)

اَعلَمُ النَّاسِ بِاللّٰہِ

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ کی حضرت علی سے شادی کی تو میری ماں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا کہ وہ فاطمہ کو علی کے لئے دلہن بنائے۔ جب نماز عشاء ہو چکی تو حضرت علی علیہ السلام کو بلایا اور پانی منگوا کر اس پر کچھ پڑھا اور علی سے کہا کہ اس میں سے جلد کچھ پی لو اور پھر وضو کر لو۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ کی طرف تشریف لائے اور ان سے فرمایا کہ بے شک میں نے تیری شادی اس شخص سے کی ہے جس نے ان سب سے بہت پہلے اسلام لانے کا اعلان کیا' ان سب سے زیادہ حلم والا ہے' ان سب سے اچھے اخلاق والا ہے اور وحی خدا کو سب سے زیادہ جاننے والا ہے اور خدا کی ذات کو سب سے زیادہ جاننے اور پہچاننے والا ہے۔ (نظم درر السمطین ص ۱۸۷)

أَعْلَمُنَا بِرَبِّنَا

عبداللہ بن جحل نے اپنے خطبے میں فرمایا: اے علی! تم سب سے زیادہ ہمارے رب کو جانتے ہو' سب سے زیادہ ہماری نبی کے قریبی ہو' اور ہمارے دین میں سب سے زیادہ اچھے ہو۔
(جمہرۃ الخطب جلد ۱ ص ۲۰۳' فتح الباری جلد ۸ ص ۱۳۶)

روایت حضرت علی

الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب اعلم الناس باللہ و اعظم الناس حبا و تعظیما لاھل لا الہ الا اللہ (اخرجہ ابو نعیم فی فضائل الصحابہ) جناب حسن علیہ السلام سے منقول ہے کہ خواجہ ہر دو سرا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہے کہ علی بن ابی طالب تمام لوگوں سے خدا کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہیں اور سب لا الہ الا اللہ کہنے والوں سے زیادہ تعظیم اور محبت کے لائق ہیں۔

ارجح المطالب ص ۳۳ سطر ۱۲' کنز العمال ص ۱۵۶ جلد ۶' مناقب عینی ص ۲۰

أَعْلَمُهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ

عن انس عن النبی قال اعلمھم بما انزل اللہ علی بن ابی طالب

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوا اسے ان سب سے زیادہ علی جانتے ہیں۔ (مناقب سیدنا علی ص۱۱)

اَعلَمُ المُؤمِنِینَ عِلماً

عن عائشة قالت حدثتني فاطمة بنت محمد ان النبي قال لها زوجتک اعلم المومنين علما و اقدمهم سلما و افضلهم حلما

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ مجھے حضرت فاطمہ بنت محمدؐ نے بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاطمہ سے فرمایا۔ اے میری بیٹی میں نے تیری شادی ایسے مرد سے کی ہے جو علم کے لحاظ سے تمام مومنوں سے زیادہ عالم ہے اور اسلام لانے میں پہل رکھتا ہے اور حلم کے لحاظ سے سب سے افضل ہے۔ (تاریخ دمشق ص ۲۲۲ جلد۱)

اَعلَمُ الکِتَابِ وَ السُّنَّۃ

عدی بن حاتم نے اپنے ایک خطبے میں فرمایا کہ بے شک حضرت علی علیہ السلام کو تم پر حضرت علی کو ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے تمہیں حاصل نہیں۔ بہتر ہے تم تسلیم کر لو ورنہ تم اس پر جھگڑا کرو۔

اگر تم کتاب خدا و سنت رسولؐ کے علم کی بات کرتے ہو تو جتنا وہ ان دونوں کو جانتا ہے تم میں کوئی بھی نہیں جانتا۔ اور اگر تم اسلام کی بات کرتے ہو تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی اور اسلام کی بنیاد ہے۔ (الامامت و السیاست جلد۱ ص ۱۰۳ جمهرة الخطب جلد۱ ص ۲۰۳)

اَعلَمُ النَّاسِ کِبَاراً

حضرت الزھراء نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام بچپنے میں سب سے زیادہ حلیم تھے اور

بڑھاپے میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔ (کنز العمال جلد۶ ص ۳۹۴' حدیث ۶۰۵۰)

أَعلَمُ القَضِيَّة

ینابیع المودت ص ۲۱۱' مناقب عینی ص ۲۲۹' کنز العمال جلد ۲ ص ۲۱۴' منال الطالب ص ۱۳۷'
حلیتہ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۶

حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ اے علی آپ کو سات ایسے خصائص حاصل ہیں جن میں آپ سے کوئی بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (۱) آپ خدا پر سب سے پہلے ایمان لائے (۲) آپ اللہ کے عہد کو سب سے زیادہ پورا کرنے والے ہیں (۳) آپ خدا کے امر پر سب سے زیادہ قائم رہتے ہیں (۴) آپ سب سے زیادہ رعیت پر مہربان ہیں (۵) آپ سب سے زیادہ تقسیم میں انصاف کرنے والے ہیں (۶) آپ سب سے زیادہ قضایا کو جاننے والے ہیں (۷) اور اللہ کے نزدیک آپ کی سب سے زیادہ منزلت ہے۔

ابصرھم بالقضیتہ

معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی سات باتوں میں قریش تیرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تم ان سے پہلے اللہ کے ساتھ ایمان لائے' اللہ کے عہد کو سب سے زیادہ پورا کیا' اور امر خدا پر زیادہ قائم رہتے ہیں۔ ان سے زیادہ ٹھیک تقسیم کرتے ہو' ان سے رعیت سے زیادہ انصاف کرنے والے ہو' مقدمہ میں زیادہ سوجھ بوجھ رکھتے ہو۔ اور اللہ کے نزدیک ان سے تمہاری منزلت زیادہ ہے۔

اَعلَمُ النَّاسِ بِاَیَّامِ اللّٰہِ

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے فرمایا کہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ ایام خدا کو حضرت علی علیہ السلام جاننے والے تھے۔

ارجح المطالب ص۱۳۹ سطر۱۸، کنز العمال جلد۶ ص۳۹۳، النقض علی العثمانیہ جلد۱ ص۲۹۲، تاریخ دمشق جلد۱ ص۱۶۷، شرح حدیدی جلد۳ ص۲۵۸

اَعلَمُهُم بِاٰیٰتِ اللّٰہِ

ارجح المطالب ص۱۳۹ سطر۲۱

عن عمر بن الخطاب قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک اول المومنین معی ایمانا و اعلمھم بایات اللہ اوفاھم بعھد اللہ بالرعیتہ و اقسمھم بالسویتہ و اعظمھم عند اللہ منزلتہ (اخرجہ احمد) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ تحقیق جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جناب علی سے فرماتے تھے کہ تم سب مومنوں سے پہلے میرے ساتھ ایمان لانے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کی آیتوں کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کے عہد کو زیادہ تر پورا کرنے والے ہو اور ان سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ مہربانی کرنے والے ہو اور ان سب سے اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے ہو۔

اَعلَمُ النَّاسِ عِلماً

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے علی ہیں۔ (ارجح المطالب ص۴۹۴)

اَشعَرُ الثَّلاثَۃِ

علامہ جلال الدین السیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں اخرج الشعبی قال کان ابوبکر یقول الشعر و کان عمر یقول الشعر و کان عثمان یقول الشعر و کان علی اشعر یعنی شعبی روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شعر کہا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی شعر کہتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی شعر کہتے تھے اور جناب حضرت علی علیہ السلام سب سے زیادہ شعر کہنے والے تھے۔ چنانچہ جناب کا دیوان بدیع مشہور خاص و عام ہے۔

ارجح المطالب ص۱۷۳ سطر۷

اَفرَضُ اَھلِ المَدِینَۃِ

قال الرض اهل المدینه و اقضانا علی کہا کہ مدینہ میں میراث کے مسائل حضرت علی سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اور ہم سب سے بڑے قاضی ہیں۔ (الریاض النضرہ ص۱۹۸ جلد۲)

اقرء الاصحاب

و عن ابی عبدالرحمن اسلمی قال ما رأینا احدا قرا من علی صلینا خلفه اقرا برزخا فاسقط حرفا فرجع فقراه ثم عاد الی مقامه فسر اهل اللغه البرزخ ههنا بانه کان بین الموقع الذی یقرا فیه و بین الموضع الذی کان اسقط منه الحرف و رجع الیه قران کثر قال و البرزخ بین الشک و الیقین و البرزخ ما بین الشیئین (استیعاب) قاری ابو عبدالرحمٰن السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سب قراء کے استاد مانے گئے ہیں کہتے ہیں کہ ہم نے جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کوئی قاری نہیں دیکھا ہم نے ان کے پیچھے ایک دفعہ نماز پڑھی ان کو تشابہ پڑ گیا اور ایک حرف چھوڑ گئے جب قرآن شریف پڑھتے پڑھتے دور نکل گئے تو وہاں سے پھر اس تشابہ پر لوٹے اور اس کو پڑھا اور پھر اپنے مقام پر لوٹ گئے اور سلسلہ قرآت کا نہ ٹوٹا۔ اہل لغت نے برزخ کے معنی میں لکھا ہے کہ یہاں برزخ سے یہ مراد ہے کہ وہ جو مقام کہ پڑھ رہے تھے اور اس مقام سے کہ جہاں ان کو حرف کے ساقط ہونے کا تشابہ پڑا تھا اور انہوں نے رجوع کیا تھا قرآن شریف کا ایک بڑا حصہ تھا اور برزخ شک اور یقین کے درمیان کو کہا جاتا ہے کیونکہ برزخ دراصل دو شے کے درمیان کے معنوں میں آیا ہے۔

ارجح المطالب ص۱۳۳ سطر۸' استیعاب ص۳۳۳' غایتہ النہایہ ص۵۴۳ جلد۱' الریاض النضرہ ص۱۹۴ جلد۲' فتوحات اسلامیہ ص۳۳۷ جلد۲

اَقوىٰ قَولاً فِي الفَرائِض

استیعاب ص۴۶۲ جلد۲' ارجح المطالب ص۱۴۷ سطر۲

اَفقَهُ فِي دِينِ اللّٰهِ

ہشام بن عتبہ نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ اللہ کے دین کو سب سے زیادہ سمجھنے والے حضرت علی علیہ السلام ہیں۔

کتاب الصفین ص۴۰۳' تاریخ طبری جلد۶ ص۲۴' تاریخ کامل جلد۳ ص۱۳۵

حضرت علی علیہ السلام نے معاویہ بن ابی سفیان کو ایک خط میں تحریر فرمایا۔

کہ امت کے اس حق کا مجھ سے زیادہ کوئی حق دار نہیں تھا اور نہ ہے کیونکہ میں سب سے زیادہ رسول اکرمؐ کا قریبی ہوں۔ میں سب سے زیادہ کتاب خدا کو جاننے والا ہوں۔ میں سب سے

زیادہ دین خدا کو سمجھنے والا ہوں، میں سب سے پہلے اسلام کا اعلان کرنے والا ہوں اور میں سب سے زیادہ جہاد کرنے والا ہوں۔ (کتاب الصفین ص ۱۷۸)

اَحَبُّ الرِّجَالِ

جناب امیر کا محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونا

(۱) عن جمیع بن عمیر التیمی قال دخلت مع عمتی علی ام المومنین عائشۃ رضی اللہ عنہا تعالی فسالت ای الناس کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت من النساء فاطمۃ و من الرجال زوجھا (اخرجہ الترمذی) جمیع بن عمیر التیمی کہتے ہیں کہ میں اپنی پھپھی کے ساتھ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا میں نے ان سے پوچھا لوگوں میں سے کون زیادہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھا کہنے لگیں عورتوں میں سے فاطمہ اور مردوں میں ان کا شوہر۔

(۲) عن عروۃ قال قلت لعائشۃ رضی اللہ عنہا من کان احب الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت علی فقلت ای شئی کان سبب خروجک علیہ قالت لم تزوج ابوک امک قلت ذلک من قدر اللہ قالت و کان ذلک من قدر اللہ (اخرجہ المتقی فی کنز العمال) عروہ کہتے ہیں کہ میں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ سب لوگوں سے کون حضرت کا پیارا تھا فرمایا علیؑ میں نے کہا پھر ان پر آپ کی چڑھائی کا سبب کیا تھا فرمانے لگیں تیرے باپ نے تیری ماں سے کیوں شادی کی تھی میں نے کہا خدا کی تقدیر یہی تھی۔ کہنے لگیں وہ بھی خدا کی تقدیر تھی۔

(۳) عن مجمع قال دخلت مع امی علی ام المومنین عائشۃ رضی اللہ عنہا عن مسیرھا یوم الجمل فقالت کان قدرا من اللہ و سالتھا عن علی قالت سالت عن احب الناس الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اخرجہ الطبرانی فی الریاض النضرہ) مجمع رضی اللہ عنہ ناقل ہے کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا اور جنگ جمل کی وجہ پوچھی فرمانے لگیں یہ خدا کی تقدیر تھی۔ پھر میں نے جناب امیرؑ کی نسبت پوچھا فرمانے لگیں تو نے ایسے شخص کی نسبت پوچھا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب لوگوں سے زیادہ پیارا تھا۔

(۴) عن النعمان بن بشیر قال استاذن ابوبکر رضی اللہ عنہ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فسمع صوت عائشۃ رضی اللہ عنہا عالیا وھی تقول واللہ لقد علمت ان علیا احب الیک من ابی فاھوی ابوبکر رضی اللہ عنہ لیلطمھا و قال یا بنت فلانۃ اراک ترفعین صوتک علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامسک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خرج ابوبکر رضی اللہ عنہ مغضبا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف رایتنی انقذتک من الرجل ثم استاذن ابوبکر رضی اللہ عنہ بعد ذلک و قد اصطلح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و عائشۃ فقال ادخلانی فی السلم کما ادخلتما فی الحرب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد فعلنا (اخرجہ النسائی فی الخصائص) نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو چلاتے ہوئے سنا کہ حضرت سے کہہ رہی تھیں کہ خدا کی قسم ہے میں جانتی ہوں میرے باپ سے آپ کو علیؑ زیادہ عزیز ہیں۔ حضرت ابوبکر نے بڑھ کر قصد کیا کہ ان کو طمانچہ لگائیں اور کہنے

لگے اے فلانے کی بیٹی حضرت پر چلاتی ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کو پکڑ لیا ابوبکر خفا ہو کر باہر نکل گئے۔ حضرتؐ نے ام المومنین عائشہ سے فرمایا کیوں ہم نے اس آدمی سے تجھے کیسا بچایا۔ پھر اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ تے حاضر ہو کر اجازت مانگی اور حضرت کی ام المومنینؓ سے صلح ہو چکی تھی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اب آپ مجھ کو صلح میں بھی شامل کریں جس طرح سے کہ میں آپ کے جھگڑے میں دخیل ہوا تھا۔ حضرتؐ نے فرمایا ہم نے آپ کو بھی صلح میں شامل کر لیا ہے۔

(۲) عن بریدہ قال کان احب نسائی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ و من الرجال علی (اخرجہ الترمذی) ترمذی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب عورتوں سے جناب فاطمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری تھیں اور سب مردوں سے جناب علی۔

ارجح المطالب ص۲۳۵ سطر۱۸' المستدرک نیشاپوری ص۱۸۷ سطر۱۱' نظم درر السمطین ص۱۷۷' مشکوٰۃ ص۵۷۰ جلد۲' تاریخ آل محمدؐ ص۱۵۲' اعلام النبلاء ص۱۲۱۷ جلد۳' المختار ص۵۶' جمع الفوائد ص۲۳۳ جلد۲' وسیلۃ المآل ص۷۸' البدایۃ ص۳۵۴ جلد۷' اشعۃ اللمعات ص۶۹۱ جلد۴' تفریح الاحباب ص۳۱۳' مناقب علی حیدر آبادی ص۴۲' وسیلۃ النجاۃ ص۱۱' انوار محمدیہ ص۴۳۶' ینابیع المودت ص۱۳۲ سطر۱۵' جامع ترمذی' خصائص نسائی ص۲۹' العقد الفرید ص۱۹۴ جلد۲' ص۲۷۵ جلد۲' استیعاب ص۷۵۱ جلد۲' تاریخ بغداد ص۴۳۰ جلد۱۱' المختصر ص۳۵۴ جلد۲' مناقب خوارزمی ص۴۷' ارجح المطالب ص۲۳۵' اسد الغابہ ص۵۲۲ جلد۵' جامع الاصول ص۸۱ جلد۱۰' ذخائر العقبیٰ ص۳۵' الریاض النضرہ ص۱۶۱ جلد۲' تاریخ اسلام ذہبی ص۱۹۸ جلد۲' لسان المیزان ص۱۵۴ جلد۵ سطر آخر' المستطرف ص۱۲۷ جلد۱' تیسیر الوصول ص۱۵۹' صواعق المحرقہ ص۱۴۲' ذخائر المواریث ص۱۹۸ جلد۳' اتحاف ص۹' اسعاف الراغبین ص۱۶۹' کنز العمال ص۴۰۰ جلد۶' میزان الاعتدال ص۲۸۲ جلد۱' مناقب خوارزمی ص۳۷ سطر آخر۔

روایت حضرت بریدہ

عن بریدہ قال کان احب النساء الی رسول اللہ فاطمہ و من الرجال علی
بریدہ سے روایت ہے کہ سب عورتوں سے آنحضرت کو فاطمہؑ پیاری تھی۔ اور سب مردوں میں سے حضرت علیؑ۔

تہذیب التہذیب ص۴۴۳' ذخائر المواریث ص۱۱۱ جلد۱' وسیلۃ المآل ص۷۸' تحفۃ

الاشراف ص۸۶ جلد۲، مودۃ القربیٰ ص۹۲، ینابیع المودت عربی ص۱۳۲ سطر۱۲، خصائص نسائی ص۲۹، تاریخ اسلام ذہبی ص۹۵ جلد۲، نظم درر السمطین ص۱۰۰، اتحاف ص۹، المنتخب الصحیحین ص۲۱۹، وسیلتہ النجاۃ ص۱۱، جامع الاصول ص۸۲ جلد۱۰، استیعاب ص۷۵۱، ذخائر العقبیٰ ص۳۵

روایت معاذیہ غفاریہ

ینابیع المودت ص۱۳۲ سطر آخر، اسد الغابہ ص۵۲۷ جلد۵، الریاض النضرہ ص۱۶۱، ذخائر العقبیٰ، الاصابہ ص۳۸۹ جلد۴ سطر آخر

روایت حضرت اسامہ

اسامہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام حضرت جعفر اور حضرت زید بن حارثہ ایک مقام پر جمع تھے۔ حضرت جعفر نے کہا میں تم سب میں زیادہ محبوب رسول ہوں۔ زید نے کہا اور حضرت علی نے کہا نہیں میں ہوں۔ ان سب نے کہا لڑنے جھگڑنے کی بات نہیں۔ ہم سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس جاتے ہیں اور وہ خود فیصلہ فرمادیں گے۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات در رسول پر تشریف لے گئے۔ اذن دخول مانگا۔ اندر تشریف لے گئے اور درخواست کی کہ یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ فرمایا حضرت فاطمہ۔ ان حضرات نے کہا مردوں میں کون۔ فرمایا علی بن ابی طالب۔ (منتخب کنز العمال جلد۵ ص۲۹، مناقب خوارزمی ص۳۶ سطر۱)

أَحَبُّ القَوم

عن اسامته بن زید عن ابیه قال اجتمع علی و جعفر و زید بن حارثه فقال جعفر انا احبکم الی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال علی انا احبکم الی رسول الله صلی الله علیه وسلم و قال زید انا احبکم الی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال فانطلقو اینا الی رسول الله صلی الله علیه وسلم فنساله قال و استاذنوا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم و انا عنده قال اخرج فانظر من هٰولاء فخرجت ثم جئت فقلت هذا جعفر و علی و زید بن حارثه یستاذنون قال ائذن لهم فدخلوا فقالوا یا رسول جئناک نسالک من احب الناس الیک قال فاطمته قالوا انما نسالک عن الرجال قال اما انت یا جعفر فیشبه خلقک خلقی و خلقک خلقی و اما انت یا زید منی شجرتی و اما انت علی فختنی و ابو ولدی و احب القوم الیّ (اخرجه الخوارزمی فی المناقب) اسامہ بن زید اپنے والد ماجد سے رضی اللہ عنہ سے ناقل ہیں کہ ایک مقام پر

جناب علی اور زید بن حارثہ اور جعفر بن ابی طالب اور علی علیہ السلام مجتمع تھے۔ جعفر رضی اللہ عنہ کہنے لگے میں تم سب سے حضرت کو پیارا ہوں زید بن حارثہ کہنے لگے تم سب سے حضرت کو پیارا ہوں۔ علی علیہ السلام کہنے لگے میں زیادہ عزیز ہوں۔ تاہم یہ مشورہ ٹھہرا کہ چلو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں۔ دروازہ پر آکر اذن طلب کیا میں اس وقت حاضر خدمت تھا مجھ سے ارشاد ہوا باہر دیکھو کہ کون لوگ ہیں۔ میں نے عرض کیا جعفر اور زید اور علی ہیں۔ اجازت چاہتے ہیں حضرتؐ نے فرمایا آنے دو جب وہ حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو کون زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا فاطمہ انہوں نے عرض کیا ہم عورتوں کی نسبت نہیں پوچھتے بلکہ مردوں کی نسبت عرض کرتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا اے جعفر تیرا خلق اور خلقت میری مشابہ ہے اور تو اے زید تو میرے مجھ میں سے ہے اور اے علی تو میرا داماد اور میرے بچوں کا باپ اور سب سے زیادہ مجھے پیارا ہے۔

ارجح المطالب ص ۴۲۸ مناقب خوارزمی ص ۳۸ منتخب کنز العمال ص ۲۹ جلد ۵ ص ۱۲۵

اَحَبُّ النَّاسِ

○ ینابیع المودت ص ۲۳۸ سطرہ مناقب خوارزمی ص ۲۹ سطر آخر

معاویہ ابن ثعلبہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ابو ذر کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ مسجد مدینہ میں تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ مجھے اس شخص کے متعلق مطلع فرمایئے جو آپ کے نزدیک زیادہ پیارا ہو۔ وہ رسول اللہ کے نزدیک زیادہ پیارا ہوگا۔ فرمایا کعبہ کے رب کی قسم وہ بزرگ ہیں۔ آپ نے علی ابن ابی طالب کی اشارہ کیا۔

روایت حضرت عائشہ

حضرت عائشہ کے پاس حضرت علی کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے رسول اکرم کی نظر میں اس سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں دیکھا۔

ذخائر العقبیٰ ص ۶۲ مناقب عینی ص ۲۷ مناقب خوارزمی ص ۳۷ سطر آخر

اَحَبَّهُمْ اِلَى اللّٰهِ

علی بن ہلال نے روایت کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کے متعلق فرمایا کہ علی خدا کی ساری خلق میں سب سے زیادہ محبوب خدا ہے۔

ارجح المطالب ص ۷۸ ، ۴ ' ینابیع المودت ص ۱۵۸ سطر ۱۰ ' مجمع الزوائد ص ۱۶۵ جلد ۹ سطر ۵

أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْهِ

دمیری حیات الحیوان جلد ۱ ص ۵۴ پر ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سب سے زیادہ محبوب رسول خدا تھے۔

روایت دوئم

ریاض النضرہ ص ۱۸۲ جلد ۲ ' منتخب کنز العمال ص ۳۱ جلد ۵ ' مجمع الزوائد ص ۲۱۰ جلد ۹ ' ینابیع المودت ص ۱۶۲ سطر آخر ' الفائق ص ۲۶۸ جلد ۱ ' الفتح المبین ص ۱۵۶ جلد ۱ ' تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۲۲۵ ' کنز العمال ص ۲۰۴ جلد ۱۲

روایت حضرت عکرمہ

ارجح المطالب ص ۴۲۸ سطر ۸ پر تحریر ہے۔

عن عکرمۃ لما زوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا فاطمۃ قال لھا امرت ان لا انکحک بما حب اھلی الی (اخرجہ عبدالرزاق فی جامعہ) عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام سے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا نکاح کیا تو ان سے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا تھا تیرا نکاح اس سے کروں جو سب میرے اہل سے مجھے محبوب ہے۔

أَحَبُّ أَهْلِي

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ میں نے تمہاری شادی اس شخص سے کی ہے جو میری اہل میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے۔

تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۲۵۰ ' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۸۲

یہی روایت حضرت اسماء بنت عمیس سے بھی مروی ہے۔

روایت اسامہ بن زید

عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ مجھے اسامہ بن زید نے خبر دی کہ ایک دن حضرت عباس و حضرت علی حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے، اذن دخول مانگا، اجازت ملی اور پوچھا یا رسول خدا آپ کو اپنے اہل میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے۔ تو آپ نے فرمایا، فاطمہ، انہوں نے کہا مردوں میں سے فرمایا علیؑ۔

ترمذی ص۴۲۵ جلد۷، مشکوٰۃ ص۵۷۲ جلد۲، مقتل خوارزمی ص۵۶، ذخائر العقبیٰ ص۳۵، کنز العمال ص۹۳ جلد۱۳، الفتح الکبیر ص۲۴۹ جلد۱، علم الکتاب ص۲۵۴، منتخب کنز العمال ص۹۷ جلد۵، اشرف المتوید ص۵۳، جالیۃ الکدر ص۱۹۵، شواہد التنزیل ص۵۶ جلد۱، تنبیہ الغافلین ص۲۲

مناقب ابن مغازلی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اپنے بھائیوں میں سب سے محبوب ترین شخص علی ہے۔

اَحَبُّ اِلَیہِ مِن ذُرِّیَّتِہٖ

رشفتہ الصادی ص۵۰ پر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو اپنی ذریت میں محبوب ترین حضرت علی تھے۔

اَحَبُّ اِلَیَّ مِن اَن اَقدِمَهَا

قال ابوبکر بن عیاش لو اتانی ابوبکر و عمر و علی لبدات بحاجتہ علی قبلهما القرابته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و لان اخر من السماء احب الی من ان اقدمهما علیہ (صواعق محرقہ) ابوبکر عیاش کہتے ہیں کہ اگر میرے پاس ابوبکر اور عمر اور علی تشریف لائیں تو میں حضرت علی کی ضرورت کو پہلے پورا کروں گا ان دونوں صاحبوں کی ضرورت پر بوجہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے آسمان سے زمین پر گرنا میرے نزدیک بہتر ہے اس سے کہ میں ان دونوں صاحبوں کی ضرورت کو جناب امیر کی ضرورت پر مقدم سمجھوں۔

ارجح المطالب ص۴۴۳ سطر۴

...بی اعز منہا

عن ابی ہریرہ قال قال علی یا رسول اللہ ایما احب الیک انا ام فاطمۃ قال فاطمۃ احب الی منک و انت اعز علی منھا و کانی بک و انت علی حوض تذود عنہ الناس و ان علیہ لا باریق بمثل عدد نجوم السماء و انت و الحسن و الحسین و فاطمۃ و عقیل و جعفرا اخوانا علی سرر متقابلین (اخرجہ ابن مردویہ) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب امیر نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم دونوں میں سے کون حضورؐ کو زیادہ پیارا ہے۔ میں یا فاطمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا فاطمہ تم سے زیادہ پیاری ہیں اور تم ان سے زیادہ عزیز ہو میں اور تم حوض پر اکٹھے ہوں گے تم لوگوں کو اس سے ہٹاؤ گے اور اس پر آسمان کے ستارے کی تعداد کے موافق پیالے ہوں گے اور تو اور حسن اور حسین اور فاطمہ اور عقیل اور جعفر بھائی برابر کے تختوں پر آمنے سامنے ہوں گے۔

ارجح المطالب ص۸۸ سطر۶، مجمع الزوائد ص۲۰۲ جلد۹ سطر۹، نزھتہ المجالس ص۲۲۶ جلد۲، الصواعق المحرقہ ص۱۹۱ جلد۲، منتخب کنز العمال ص۹۷ جلد۵، کنوز الحقائق ص۱۰۳، مشارق الانوار ص۱۰۹، اسعاف الراغبین، اشرف المؤبد ص۵۳، کنز العمال ص۲۱۹ جلد۶، ذخائر العقبیٰ ص۲۹، جامع الصغیر ص۱۱۹، نظم درر السمطین ص۱۳۶، البدایہ ص۳۴۱ جلد۷۔

روایت دوئم علیؑ

قال علی فی حدیث: قلت: یا رسول اللہ ھی احب الیک

قال: ھی احب منک و انت اعز علیؑ

آپ نے فرمایا وہ آپ سے پیاری ہیں اور آپ ان سے پیارے ہیں۔

خصائص نسائی ص۳۷، الفائق ص۳۶۹ جلد۱، اسد الغابہ ص۵۲۲، التذکرہ ص۳۲۶، کفایتہ الطالب ص۱۷۳، ذخائر العقبیٰ ص۲۹، نظم درر السمطین ص۱۸۳، البدایہ ص۳۴۱ جلد۷، کشف الغمہ ص۷۵ جلد۲، منتخب کنز العمال ص۹۷ جلد۵، المحاسن المجتمعہ ص۱۸۹، کنز العمال ص۲۱۹ جلد۶

حضرت ابو ہریرہ سے بھی اسی مضمون کی روایت ہے۔ (مجمع الزوائد ص۱۷۳ جلد۹ سطر۷، ص۲۰۲ سطر۱۰، مقتل الحسین ص۶۸

حضرت ابن عباس سے بھی اسی مضمون کی روایت ہے۔

منتخب کنز العمال ص۳۵ جلد۵، کنز العمال ص۱۵۹ جلد۶، مجمع الزوائد ص۲۰۲ جلد۹، کنوز الحقائق ص۲۰۱

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری

اور فاطمہ کی شادی کے موقع پر یہ حدیث فرمائی۔

منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۹' ذخائر العقبیٰ ص۲۹' نظم درر السمطین ص۱۸۳' البدایہ جلد۷ ص۳۴۴' التذکرہ ص۳۲۱' الفائق جلد۱ ص۳۲۹' ینابیع المودت ص۱۴۲ سطر آخر' کنز العمال جلد۶ ص۲۹۳ حدیث ۲۰۲۱

اَکْرَمُ النَّاسِ

ارجح المطالب ص۲۱۷ سطر۱۸ پر تحریر ہے۔

عن ابی اسحاق السبیعی قال سالت اکثر من اربعین رجلا من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کان اکرم الناس علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالوا علی بن ابی طالب (اخرجہ الفضائل) ابو اسحاق السبیعی سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس صحابیوں سے زیادہ کو پوچھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں کون بزرگ زیادہ تر صاحب کرم تھا۔ سب نے یہی کہا کہ جناب علی بن ابی طالب سب سے زیادہ صاحب کرم تھے۔

اَکْرَمُ الخَلق

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی ایک طویل روایت میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علی انت اکرم الخلق اے علیؑ تم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ صاحب کرم ہو۔ (مناقب خوارزمی ص۷۶' انجاء الافہام ص۲۰۸' مناقب ابن مغازلی ص۷۲۳)

اَکرمہم

حضرت معاذہ غفاریہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا کہ علیؑ تمام صحابہ میں قابل عزت ہیں۔

اسد الغابہ جلد ۵ ص ۴۵۷، الریاض النضرہ ص ۱۶۱ جلد ۲، ذخائر العقبیٰ ص ۶۲، اصابہ جلد ۴ ص ۳۸۹، ینابیع المودۃ ص ۶۸ سطر ۱۱

اَکرَمُهُم مَنصَباً

علی بن ہلالی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے بارے میں فرمایا کہ علیؑ منصب کے لحاظ سے سب صحابہ میں مکرم ہیں۔

ارجح المطالب ص ۴۷۸، ینابیع المودۃ ص ۱۵۸ سطر ۱۰، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۶۵ سطر ۵

اَکرَمُ اَهلِ السَّماوٰاتِ وَ الاَرضِ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کی طویل روایت میں یہ بھی جملہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علی انت اکرم اهل السماوات و الارض کہ تمام زمین و آسمان والوں میں سے زیادہ صاحب کرم تم ہو۔

مناقب خوارزمی ص ۶۷، ینابیع المودۃ ص ۵۲ سطر ۱۲، مناقب ابن مغازلی ص ۲۳۷، انتهاء الالهام ص ۲۰۸

اَکرَمُ رِجالِنا

کوکب دری ص ۲۵۸ سطر ۷

مودات میں جمیع ابن عمیر سے روایت ہے کہ میں نے ام المومنین سے پوچھا کہ امیر المومنین علیؑ کی منزلت سید المرسلین کے نزدیک کس درجے پر تھی۔ فرمایا اکرم رجالنا علی رسول اللہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تمام مردوں سے زیادہ اکرم و عظیم تھے۔

اَنزَعُ البَطِین

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی ان اللہ قد غفر لک و لذریتک و لولدک و لاھلک و لشیعتک و لمحبی شیعتک فابشر و انک الانزع البطین (اخرجہ الدیلمی فی فردوس الاخبار) جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کہ یا علی بہ تحقیق خدا تعالیٰ نے تجھے اور تیری ذریت اور تیرے اہل اور تیرے شیعوں کو اور تیرے شیعوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے پس تو خوش ہو کہ تو انزع اور بطین ہے۔

ارجح المطالب ص۶۵۸ سطر۱۶' کنوز الحقائق ص۲۰۲' رشفتہ الصادی ص۸۱' ینابیع المودت ص۲۲۴ سطر۱۸' کوکب دری ص۱۷۳' مناقب خوارزمی ص۲۳۴' ینابیع المودت ص۳۷ سطر۷

اَولیٰ النّاس

عن وھب بن حمزۃ قال قدم بریدۃ من الیمن و کان خرج مع علی ابن ابی طالب فرای منہ جفوۃ فاخذ یذکر علیا و ینتقص من حقہ فبلغ ذلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ لا تقل ھذا فھو اولی الناس بکم بعدی (اخرجہ الطبرانی فی الکبیر و ابن منیعہ و ابو نعیم و ابن مردویہ و ابن الاثیر فی اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ و السیوطی فی جمع الجوامع و المتقی فی کنز العمال) وہب بن حمزہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ جناب امیر علیہ السلام کی معیت میں یمن کو گئے ہوئے تھے۔ وہاں جناب امیر سے ان کی شکر رنجی ہو گئی۔ جب وہ واپس آئے تو جناب ان کی شکایت کرنے لگے۔ یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گئی حضرتؐ نے ان سے ارشاد کیا یہ بات مت کہو میرے بعد تم سب سے اولیٰ ہے۔

ارجح المطالب ص۱۸۱ سطر آخر' کنز العمال جلد ۶' ص۱۵۴' اسد الغابہ جلد۵ ص۱۰۱' ینابیع المودت ص۵۴' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۹ سطر۴

حضرت علی نے معاویہ کو ایک خط میں تحریر فرمایا کہ میں امت کے معاملے کا سب سے پرانا حق دار ہوں۔ (کتاب الصفین ص۱۲۸)

روایت حضرت انس بن مالک

عن انس قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بیت ام حبیبہ بنت ابی سفیان یا ام حبیبہ اعتزلینی فانا علی حاجتہ ثم دعا بوضوء فاحسن الوضوء ثم قال ان اول من یدخل ھذا الباب امیر المومنین و سید العرب خیر الوصیین و اولی الناس بالناس قال انس فجعلت اقول اللھم اجعلہ رجلا من الانصار فاذا ہو علی ابن ابی طالب (اخرجہ ابو بکر بن مردویہ) انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ام حبیبہ بنت ابی سفیان کے گھر میں

رونق افروز تھے۔ ام حبیبہ سے ارشاد کیا اے ام حبیبہ تم ہم سے تھوڑی دیر کے لیے علیحدہ ہو جاؤ۔ کیونکہ ہمیں ایک ضروری امر درپیش ہے۔ پھر آپ نے خوب طرح سے وضو کیا اور فرمایا جو شخص کہ سب سے اول اس دروازہ سے گھسے گا مومنوں کا امیر اور عرب کا سردار اور تمام اوصیاء سے بہتر اور سب لوگوں سے برتر ہو گا۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اپنے دل میں فرمانے لگا الٰہی وہ شخص جس کے لیے حضرت نے یہ کچھ فرمایا ہے وہ انصار میں سے ہو۔ ناگہاں جناب امیر علیہ السلام دروازے سے گھس آئے۔

ارجح المطالب ص ۱۸ سطر ۱

اَفْرَسُ النَّاس

ارجح المطالب ص ۲۲۹ سطر ۱

لما قدم عدی بن حاتم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و حادثہ فقال یا رسول اللہ ان فینا اشعر الناس و اسخی الناس و افرس الناس فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اشعر الناس فامرء القیس بن حجر و اما اسخی الناس فحاتم بن سعد یعنی اباہ و اما افرس الناس فعمرو بن معدی کرب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ لیس کما قلت یا عدی اما اشعر الناس فالخنساء بنت عمرو و اما اسخی الناس فمحمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی بنفسہ و اما افرس الناس فعلی بن ابی طالب (خزانتہ الادب) یعنی جب عدی بن حاتم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں شرف یاب ہوا اور باتیں کرنے لگا کہنے لگا یا رسول اللہ ہم لوگوں میں ایک بڑا شاعر اور ایک بڑا سخی اور ایک بڑا شاہسوار گزرا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے نام بیان کرو وہ بولا کہ ہمارا اشعر الناس امرا القیس بن حجر ہے اور بڑا سخی حاتم بن سعد یعنی اس کا باپ ہے اور بڑا شہسوار عمرو بن معدی کرب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جیسے کہ تو کہتا ہے اس طرح سے نہیں اشعر الناس خنساء عرب عمرو کی بیٹی ہے اور اسخی الناس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور بڑا شہسوار علیؑ بن ابی طالب ہیں۔

قتیبہ لکھتا ہے کہ جب صفین کا جھگڑا بہت بڑھ گیا تو حضرت علیؑ نے معاویہ کو اپنی مبارزت کے لیے طلب کیا تاکہ دونوں میں سے ایک کے قتل کی وجہ سے مسلمان آرام پا جائیں۔ عمرو بن عاص نے کہا فقد انصف علیؑ۔ علیؑ نے انصاف کیا معاویہ نے کہا اتا مرنی بمبارزۃ ابی الحسن و انت تعلم انہ الشجاع المطرق اراک طمعت فی امارۃ الشام بعدی یعنی تو مجھے ابو حسنؑ کے ساتھ مبارزت کرنے کے لیے کہتا ہے حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ دھوکے والا بہادر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو میرے بعد شام کا امیر ہونا چاہتا ہے۔

اَشْرَفُ اَهلِ بیتٍ حَسَباً

حضرت علی بن ہلال سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسب کے لحاظ سے اہل بیت میں سب سے مشرف علیؑ ہیں۔

ارجح المطالب ص ۲۷۸، ینابیع المودۃ ص ۱۵۸ سطر ۱۰، مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۵۸ سطر ۱۰

اَرحَمُهُم بِالرَّعِيَّتِه

مذکورہ روایت میں ہے کہ رعیت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے علیؑ ہیں۔

حوالہ جات مذکورہ روایت

اَرافُهُم بِالرَّعِيَّتِ

حضرت عمر بن خطاب سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم سب سے زیادہ رعیت پر مہربان ہو۔

ارجح المطالب ص۳۸۹ سطر۴' کنز العمال جلد۱ ص۳۹۳' النقض علی العثمانیہ جلد۱ ص۲۹۲' تاریخ دمشق جلد۱ ص۱۷' شرح حدیدی جلد ۳ ص۲۵۸

اٰخِرُ النَّاسِ عَهداً

ارجح المطالب ص۳۹۱ سطر۷' اصابہ جلد۱ ص۳۸۹' ذیل اللئالی ص۵۹' تاریخ دمشق جلد۱ ص۸۲' احسن الانتخاب ص۱۳۲ سطر آخر' مناقب عینی ص۳۱' اعلام النساء جلد ۳ ص۳۹۸' لسان المیزان جلد۶ ص۱۲۷ سطر۴

اَقرَبُ النَّاسِ عَهداً

عن ام المومنین ام سلمة رضی اللہ عنہا قالت و الذی یحلف بہ انہ کان علی اقرب الناس عهدا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قالت عدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غداة یقول جاء علی مرارا و اظنہ بعثہ لحاجتہ فجاء بعد فظننت ان لہ حاجتہ فخرجنا من البیت فقعد اعند الباب فکنت من ادناهم الی الباب فاکب علیہ علی فجعل یساره و یناجیه ثم قبض من یوم ذلک صلی اللہ علیہ وسلم فکان من اقرب الناس بہ عهدا (اخرجہ احمد) ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے کہ جناب علی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے قریب العہد ہیں۔ جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ہم حضرت کی بیماری میں حضرت کی عیادت کے لیے

جایا کرتی تھیں حضرتؑ نے کئی بار فرمایا علی آئے ہیں حضرت کا خیال تھا کہ حضرتؑ ان کو کسی ضرورت کے لیے بھیجا ہوا تھا وہ اب آ گئے ہیں ہم نے خیال کیا کہ حضرت کو ان سے کوئی ضروری بات فرمانا ہے۔ ہم حجرے سے نکل کر باہر بیٹھ گئیں میں ان سب میں سے دروازہ کے قریب تھی پس علی حضرت پر جھک گئے اور سرگوشی کرنے لگے پھر حضرت اسی روز رحلت فرما گئے۔ پس وہ سب لوگوں سے حضرتؑ کے ساتھ قریب العہد تھے۔

ارجح المطالب ص۴۳۸ سطر آخر' تذکرۃ الخواص ص۴۷' مسند احمد بن حنبل جلد۶ ص۳۰۰' المستدرک جلد۳ ص۱۳۸ سطر۱۵' تلخیص المستدرک صفحہ مذکورہ سطر آخر' ذخائر العقبیٰ ص۷۲' کنز العمل جلد۶ ص۴۰۰' حدیث ۶۰۹۶' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۱۲ سطر۱۷' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۸۰' خصائص نسائی ص۴۰' وسیلۃ النجات ص۱۱۰

اَقْرَبُ النَّاسِ رِحمًا

ہاشم بن عتبہ نے کہا اے امیر المومنین آپ رحم کے لحاظ سے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریبی ہو۔

کتاب الصفین ص۲۵' جمہرت الخطب جلد۱ ص۱۵۱

اَقْرَبُ النَّاسِ اِلَی الجَنّتِ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ جنت کے قریب ہونے والے علیؑ ہیں۔ (مودت القربیٰ ص۳۸)

اَقْرَبُ الخَلقِ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ اے علیؑ تم تمام مخلوق میں مجھ سے سب سے زیادہ قریبی ہو۔ (مناقب عینی ص۴۹' ارجح المطالب ص۵۳۰)

اقرب الناس قرابۃ

روایت شعبی

ارجح المطالب ص۳۰۳ سطر۲۲' مناقب خوارزمی ص۹۸ سطر آخر' نظم درر السمطین ص۱۲۹' کنز العمال جلد۶ ص۳۹۳' حدیث ۲۰۱۲

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی روایت پہلے گذر چکی ہے جس میں یہ الفاظ موجود ہیں۔

اقربها من الجنت' اقربها منی' اقرب الی من علی بن ابی طالب (مودت القربیٰ ص۳۸)

اَتقَی النَّاس

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی علی ہیں۔ (مودت القربیٰ ص۳۸)

اَسخَاھُم کَفّاً

ینابیع المودت ص۱۳۸ سطر۱' مناقب خوارزمی ص۲۳۹ سطر۱۰

حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی تم کو مجھ سے وہی مرتبہ ہے جو حضرت شیثؑ کو حضرت آدمؑ سے حاصل تھا اور سامؑ کو حضرت نوحؑ سے' اور اسحاقؑ کو حضرت ابراہیمؑ سے اور ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے اور شمعون کو حضرت عیسیٰؑ سے حاصل تھا۔ اے علی تم میرے وصی ہو۔ تم میرے وارث ہو۔ تم سب لوگوں میں صلح میں زیادہ بڑھے ہوئے ہو۔ علم کے لحاظ سے زیادہ ہو۔ صبر کے لحاظ سے سب سے زیادہ صبر والے ہو' دل کے زیادہ بہادر ہو' ہاتھ کے لحاظ سے زیادہ سخی ہو' تم میری امت کے امام ہو' تم جنت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو' تیری محبت کی وجہ سے نیک لوگ بدکار لوگوں سے جدا ہوتے ہیں اور تمہاری محبت مومنین' منافقین اور کفار کے درمیان تمیز کا باعث ہے۔

اَشجَعُهُم قَلبا"

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی تم دل کے لحاظ سے سب سے زیادہ بہادر ہو۔ (مناقب خوارزمی ص ۲۳۹ سطر ۱۰ ینابیع المودت ص ۷۱ سطر ۱۱)

اَجوَدُهُم مِنهُ مَنزِلَتَهُ

عن الشعبی قال بینما ابوبکر جالس اذ طلع علی فلما راہ قال من سرہ ان ینظر الی اقرب الناس قرابته و اعظمهم منزله و افضلهم حاله و اعظمهم غنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فلینظر الی هذا الطالع و اشار الی علی بن ابی طالب (اخرجه ابن السمان و الدار قطنی) شعبی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے کہ جناب علی علیہ السلام تشریف لائے۔ جب انہوں نے جناب علی کو دیکھا تو کہنے لگے جو شخص کہ خوش ہوتا ہو کہ ایسے آدمی کو کہ جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ قرابت والے اور سب سے بڑے منزلت والے اور سب افضل حالت والے اور سب لوگوں سے بڑے رتبہ والے کو دیکھنا چاہتا ہو تو اس آنے والے کو دیکھے اور جناب علی بن ابی طالب کی طرف اشارہ کیا۔

ارجح المطالب ص ۳۰۳ سطر ۲۲' مناقب خوارزمی ص ۹۷' نظم درر السمطین ص ۱۲۹' کنز العمال ص ۳۹۳

اَزهَدُ النّاسِ

عن قبیصة قال ما رایت ازهد الناس من علی بن ابی طالب (مجمع الاحباب لمناقب الاصحاب) قبیصہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کوئی شخص لوگوں میں زاہد نہیں دیکھا۔

ارجح المطالب ص ۵۲ سطر ۱' مناقب خوارزمی ص ۱۷ سطر ۵

قول عمر بن عبدالعزیز

عن حسن بن صالح قال تذاکروا الزهاد عند عمر و بن عبدالعزیز رحمة اللہ علیه قال عمر ازهد الناس فی الدنیا علی بن ابی طالب (اخرجه ابن عساکر و ابن اثیر فی تاریخهما) حسن بن صالح کہتے ہیں کہ لوگ عمرو بن عبدالعزیز کے پاس زاہدوں کا تذکرہ کر رہے تھے وہ کہنے لگے دنیا کے لوگوں میں علی بن ابی طالبؑ سب سے زیادہ زاہد تھے۔

ارجح المطالب ص ۱۷۸ سطر ۱۹

روایت ابن شہاب

عن ابن شہاب قال کان عمرو بن عبدالعزیز یقول ما علمنا احدا من ھذہ الامۃ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا من علی بن ابی طالب ما وضع لبنۃ علی لبنۃ و لا قصبۃ علی قصبۃ (أخرجہ احمد) ابن شہاب زہری نقل کرتے ہیں کہ عمرو بن عبدالعزیز کہا کرتے تھے ہم اس امت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد علی بن ابی طالب سے زائد کسی شخص کو زاہد نہیں پاتے کہ انہوں نے نہ کبھی اینٹ پر اینٹ رکھی اور نہ بانس پر بانس دھرا۔

ارجح المطالب ص ۱۸۰ سطر ۲۱

أسخی النّاس

قال الشعبی و قد ذکر علیہ السلام کان اسخی الناس علی الخلق الذی یحبہ اللہ السخاء والجود ما قال لا لسائل قط وانہ کان یسقی بیدہ لنخل قوم من یہود المدینۃ حتی مجلت یدہ و یتصدق بالاجرۃ و لیشد علی بطنہ حجرا (مطالب السئول) شعبی رحمۃ اللہ علیہ جناب امیر علیہ السلام کی سخاوت کا ذکر کرتے ہیں اور سخاوت اور جود کو محبوب رکھتے تھے کہ آپ نے کبھی کسی سائل کے لیے اپنی زبان مبارک سے لا یعنی نہیں نہیں کہا تھا اور اپنے ہاتھ سے مدینہ کے یہودیوں کے نخلستان کو سیراب کرتے تھے یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں میں آبلے پڑ جاتے تھے اور اجرت کے پیسے خیرات کرتے اور اپنی پیٹ پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھ لیتے تھے۔

ارجح المطالب ص ۲۱۵ سطر آخر

احسنهم خُلقاً

ارجح المطالب ص ۳۲۲ سطر ۵

عن انس قال لما زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ أمرھم ان یجھز و ھا فجعل لھا سریر ازو وسادۃ من ادم حشوھا لیف و قال زنی ابنتی الی علی و امرہ ان لا یعجل علیھا حتی اتیھا فجاءت مع ام ایمن حتی قعدت فی جانب البیت فلما صلی العشاء اقبل برکوۃ فیھا ماء فقال لفاطمۃ تقدمی فتقدمت و نضح بین ثدییھا و علی رأسھا و قال اللھم انی اعیذک و ذریتھا من الشیطان الرجیم ثم قال ھا ادبری فادبرت فصب بین کتفیھا و قال اللھم انی اعیذ بک و ذریتھا من الشیطان الرجیم ثم قال تقدم یا علی و صب علی راسہ و بین حاجبیہ ثم قال اللھم انی اعیذ بک و ذریتہ من الشیطان الرجیم ثم قال ادبر فادبر فصب بین کتفیہ و قال اللھم انی اعیذ بک و ذریتہ من الشیطن الرجیم فقال لعلی ادخل باھلک بسم اللہ الرحمن الرحیم فبکت فاطمۃ فقال ما یبکیک و قد زوجتک اقدمھم سلما و احسنھم

خلقا فخرج و علق علیهما الباب بیده (اخرجه احمد و ابو حاتم و النسائی و ابو الخیر الحاکمی) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کا عقد کر دیا لوگوں کو ان کے جہیز کی تیاری کا حکم دیا ان کے لیے ایک تخت اور ایک بچھونا چمڑے کا لیف خرما سے بھرا ہوا بنایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میری بیٹی کو علی کے لیے زینت دو اور جناب علی کو کہلا بھیجا کہ جب جناب فاطمہ پہنچیں تو تعجیل نہ کرے۔ پس جناب سیدہ ام ایمن کے ساتھ جناب علی کے گھر میں تشریف لے گئیں اور گھر میں ایک طرف بیٹھ گئیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو پانی کا ایک لوٹا لے کر تشریف لائے اور اس میں اپنا لعاب دہن مبارک سے ڈالا اور جناب فاطمہ سے کہا آگے آؤ وہ آگے گئیں حضرت نے ان کی چھاتی پر سر مبارک پر اس پانی کی چھینٹے دیے اور دعا کی کہ اے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے لیے اور اس کی ذریت کے لیے شیطان رجیم سے پھر ان سے کہا لوٹو وہ لوٹیں اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان پانی کے چھینٹے دے کر دعا کی اے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے لیے اور اس کی ذریت کے لیے شیطان رجیم سے پھر جناب علی سے کہا یا علی آگے آؤ وہ آگے گئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی چھاتی اور سر اقدس پر اس پانی کے چھینٹے دیے اور دعا کی اے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے لیے اور اس کی ذریت کے لیے شیطان رجیم سے پھر ان سے کہا لوٹو وہ لوٹے اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان میں پانی کے چھینٹے دے کر فرمایا اے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں اپنے لیے اور اس کی ذریت کے لیے شیطان رجیم سے پھر جناب علی سے کہا اب آپ اپنے اہل کے پاس تشریف لے جائیں ساتھ نام اللہ مہربان اور رحم کرنے والے کے پس جناب فاطمہ رونے لگیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یا فاطمہ تم کیوں روتی ہو میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے اور سب سے اچھے خلق والا ہے۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ باہر تشریف لے آئے اور اپنے ہاتھ سے ان کا دروازہ بند کر دیا۔

اَرْجَحُكُم حِلماً"

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب میں سب سے زیادہ حلم والے علیؑ ہیں۔ (شواہد التنزیل جلد ۲ ص ۲۱۷)

اِنَّ عَلِيًّا اَحَقُّ بِالنَّبِيِّ مِن جِبرَائِيل

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ کے مقابلے میں علیؑ کا مجھ پر زیادہ حق ہے۔

مناقب خوارزمی ص ۸۳ سطر ۱۶' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۹' ذخائر العقبیٰ ص ۹۲

بشیر بن معصن کی روایت کتاب الصفین کے ص ۲۱۰ پر ہے۔

ابو اسحاق ثعلبی کی روایت شرح حدیدی کی جلد ۲ کے صفحہ ۴۵۱ پر ہے۔

حضرت سلمان فارسی کی روایت شرح حدیدی کے ص ۵۹ پر ہے۔

حضرت حذیفہ کی روایت ذخائر العقبیٰ کے ص۹۵ پر ہے۔

اَشَدُّنَا بِہٖ لُزُوقاً

عن ابی اسحاق قال سالت قثم ابن عباس کیف ورث علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو نکم قال لانہ کان اولنا بہ لحوقا و اشدنا بہ لزوقا (اخرجہ الحاکم) ابن اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے قثم عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم لوگوں کے سوا علی کیونکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث قرار دیئے گئے ہیں قثم نے جواب دیا اس لیے کہ وہ ہم سے پہلے جناب رسول خدا سے ملے اور ہم سے زیادہ حضرت کی ملاقات میں رہے۔

٭ ارجح المطالب ص۳۶ سطر۱۳، خصائص نسائی ص۲۸، الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۶۸، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۲، کنز العمال جلد۶ ص۴۰۰، حدیث ۶۰۸۶، المستدرک جلد۳ ص۱۲۵ سطر۱۷، تلخیصہ صفحہ مذکورہ سطر آخر

اَشَدُّکُم فِی اللہِ غَضَباً

حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے بارے میں تم تمام لوگوں سے زیادہ سخت علیؑ ہیں۔ (شواہد التنزیل جلد۲ ص۲۶۷)

صدیق اکبر روایت حضرت علیؑ

قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس فی القیمۃ غیر نا اربعۃ فقام رجل من الانصار فقال فداک ابی و امی من ہم یا رسول اللہ قال انا علی البراق و اخی صالح علی ناقۃ اللہ التی عقرت و عمی حمزۃ علی ناقتہ العضباء و اخی علی علی ناقۃ من نوق الجنۃ بیدہ لواء الحمد ینادی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فیقول الادمیون ما ہذا الا ملکا مقربا او نبیا مرسلا او حامل العرش فیجیبہم ملک من بطنان العرش یا معشر الادمیین لیس ہذا ملکا مقربا و لا نبیا مرسلا و لا حامل عرش ہذا الصدیق الاکبر علی ابن ابی طالب (اخرجہ ابو جعفر العقیلی) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے ارشاد کیا کہ قیامت میں ہم چار شخصوں کے سوا پانچواں شخص سوار نہ ہو گا۔ انصار میں سے ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں وہ چار شخص کون ہیں حضرت نے فرمایا ایک تو میں ہوں کہ براق پر سوار ہوں گا اور میرا بھائی صالحؑ بھی اس ناقہ اللہ پر سوار ہو گا جس کے پاؤں کاٹے گئے تھے۔ اور میرا چچا حمزہؑ ناقہ غضبا پر سوار ہو گا اور بھائی علیؑ جنت کی اونٹیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار ہو گا اور ان کے ہاتھ میں لواءِ الحمد ہو گا اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پکارتا ہو تمام آدمی کہیں گے یہ کوئی مقرب فرشتہ یا نبی مرسل یا حامل عرش ہے عرش کے اندر سے ایک فرشتہ جواب دے گا اے لوگو نہ یہ مقرب فرشتہ ہے اور نہ نبی مرسل اور نہ حامل عرش یہ صدیق اکبر علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

ارجح المطالب ص۲۵ سطر۴' مودت القربیٰ ص۳۲' مناقب عینی ص۵۶' شمس التواریخ جلد۴ ص۴۹ سطر آخر

روایت انس بن مالک

عن انس بن مالک قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و قد رایتہ فی النوم یا انس ما حملک علی ان لا تودی ما سمعت منی فی علی حتی ادرکتک العقوبۃ و لو لا استغفار علی لک ما شممت رائحۃ الجنۃ ابدا و لکن ابشر فی بقیۃ عمرک ان اولیاء علی و محبیہم السابقون الاولون الی الجنۃ و ہم جیران اللہ و اولیاء اللہ حمزۃ و جعفر و الحسن و الحسین و اما علی فہو الصدیق الاکبر لا یخشی یوم القیامۃ من احبہ (اخرجہ الخوارزمی) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے مجھے ارشاد کیا اے انس تجھے کس بات نے برا نیجہ کیا ہے کہ تو نے جو مجھ سے علی کی نسبت سنا لوگوں کو نہیں سنانا تاوقتیکہ تجھے عذاب الٰہی پہنچے اگر علی تیرے لیے مغفرت نہ کرتے تو کبھی جنت کی بو نہ سونگھتا۔ لیکن اب اپنی باقی عمر میں لوگوں کو بشارت بیان کرتا رہ۔ کہ علی کے محب سب سے پہلے جنت میں جانے والے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی ہمسائیگی میں رہیں گے۔ اور خدا کے ولی حمزہ اور جعفر اور حسن اور حسین ہیں علی تو صدیق اکبر ہیں جو شخص کہ ان سے محبت رکھے گا وہ قیامت کے روز نہیں خائف ہوگا۔

ارجح المطالب ص۴۵۳ سطر۱۹' کوکب دری ص۲۷۷' منقبت ص۱۲۳' مناقب خوارزمی ص۴۲

روایت متعدد صحابہ

صحابہ کرام نے روایت کیا ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج مجھ سے خدائے ذوالجلال نے پوچھا اے محمد تم اپنی امت کے لئے کسے خلیفہ بنا کر آئے ہو۔ میں نے کہا میرا اللہ خود بہتر جانتا ہے۔ اللہ نے مجھے فرمایا اے محمدؐ میں نے تجھے اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا اور تمہیں اپنے نفس کے لئے مختار کیا۔ تم میرے نبی ہو اور میری تمام مخلوق میں سب سے افضل ہو۔

تمہارے بعد صدیق اکبرؑ طاہر اور مطہر وہ ہے جسے میں نے تمہاری طینت سے خلق کیا ہے اور اسے میں نے تمہارا وزیر بنایا ہے۔ اور تمہارے ان نواسوں کا باپ بنایا ہے جو کہ دونوں سردار' شہید' طاہر اور مطہر اور جوانان جنت کے سردار ہیں۔

اس کی زوجہ تمام عالمین کی عورتوں سے افضل ہے۔ اے محمد تم ایک درخت ہو علی اس کی ٹہنیاں ہیں اور فاطمہ اس کے ورق اور حسنین اس کے پتے ہیں۔ میں نے حسنین کو اعلیٰ ترین طینت سے خلق کیا ہے۔ میں نے تمہارے شیعوں کو تم سے خلق کیا۔

میں نے پوچھا اے اللہ صدیق اکبر کون ہے۔ اللہ نے کہا تیرا بھائی۔ (شمس الاخبار ص ۲۳)

روایت زید بن حارثہ

مودت القربیٰ ص ۹۲ سطر ۲، ینابیع المودت ص ۲۵۸، کوکب دری ص ۱۹۳ سطر ۶

عن زید بن حارثہ مولیٰ رسول اللہ قال لما کان اللیلۃ التی اخذ فیھا رسول اللہ علی الانصار بیعۃ الاولیٰ فقال اخذت علیکم بما اخذ اللہ النبیین من قبلی ان تحفظو نی و تمنعو نی عما تمنعوا انفسکم و تمنعوا علی ابن ابی طالب عما تمنعون انفسکم عنہ و تحفظو نہ فانہ الصدیق الاکبر یزید اللہ دینکم بہ و ان اللہ اعطیٰ موسیٰ العصاؑ و ابراہیم برد النار و عیسیٰ الکلمات التی کان یحیی بھا الموتیٰ و اعطا نی ھذا و اشار الی علی و لکل نبی آیۃ و ھذا آیۃ ربی و الائمۃ الطاہرین من ولدہ آیات ربی لن تخلو الارض من اھل الایمان ما ابقی اللہ احدا" من ذریتہ و علیھم تقوم القیامۃ اور زید بن حارث غلام رسول خدا سے روایت ہے کہ جس رات آنحضرتؐ نے انصار سے پہلی بیعت لی تو فرمایا کہ میں نے تم سے اس عہد پر بیعت لی ہے جس عہد پر کہ پہلے پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ نے بیعت لی تھی۔ کہ جن چیزوں سے تم اپنے نفسوں کی حفاظت اور نگہداشت کرو۔ ان سے میری بھی حفاظت اور نگہداشت کرنا۔ اور جن چیزوں سے تم اپنے نفسوں کی حفاظت اور نگہداشت کرو ان سے علی ابن ابی طالبؑ کی حفاظت اور پاسداری کرنا۔ کیونکہ وہ صدیق اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سبب تمہارے دین کو زیادہ کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ عصا عطا فرمایا۔ اور ابراہیم علیہ السلام پر آگ کو ٹھنڈا کیا۔ اور عیسیٰؑ کو وہ کلمات عطا فرمائے جن کے ذریعہ سے وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور مجھ کو یہ یعنی علیؑ عطا فرمایا۔ اور علی علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور ہر پیغمبر کے واسطے ایک نشانی (خدا کی طرف سے) ہوتی ہے۔ اور یہ (یعنی علیؑ) میرے پروردگار کی نشانی ہے۔ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام جو اس کی اولاد سے ہوں گے۔ میرے پروردگار کی نشانیاں ہیں۔

روایت یاسر غلام امام رضاؑ

ینابیع المودت ص ۲۶۷ سطر ۹

یاسر نوکر امام رضا علیہ السلام سے آپ اپنے باپ سے وہ اپنے آباء سے وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی۔ تم اللہ کی حجت ہو' تم اللہ کا دروازہ ہو' تم اللہ کی طرف راستہ ہو' تم نباء عظیم بڑی خبر ہو' تم سیدھا راستہ ہو' تم مثل اعلیٰ ہو' تم امام المسلمین ہو' امیر المومنین ہو' خیر الوصین ہو' اور سید الصدیقین ہو' اے علیؑ تم فاروق اعظم ہو۔ تم صدیق اکبر ہو' تیرا گروہ میرا گروہ ہے' میرا گروہ اللہ کا گروہ ہے' اور تیرے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔

یحییٰ بن سعید امام علی رضاؑ سے آپ اپنے باپ سے وہ حضرات علی بن ابی طالبؑ سلام اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ایک راستے پر چل رہا تھا۔ اسی دوران میں ایک لمبا شیخ ملا' گھنی داڑھی والا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر سلام اور آپ کو مرحبا کہا' پھر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چوتھے خلیفہ تم پر سلام ہو' اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں' اس نے کہا یا رسول اللہ کیا ایسا ہونے والا نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! پھر آپ چلنے لگے' میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس شیخ کی بات کا کیا مطلب ہے اور آپ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے' فرمایا تم ان سے ہو اور اللہ تعالیٰ کا حم ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کہا اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اور کہا یَا دَاؤُدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ اور جب موسیٰؑ کی حکایت کرتے ہوئے کہا جب کہ ہارونؑ کے لئے کہا تھا اخلفنی فی قومی و اصلح یہ اس وقت کی بات ہے جب موسیٰؑ نے ہارونؑ کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا و اذان من اللہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر (اے علیؑ) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے مبلغ تھے' تم میرے وصی ہو اور تم کو مجھ سے وہ منزل حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ تم سے شیخ نے اس طرح کہا جس طرح میں نے کہا' میں نے عرض کیا یہ کون صاحب تھے۔ فرمایا وہ ہمارے بھائی حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور میں ان کو جانتا ہوں۔

روایت جماعت صحابہ

حضرت ابوذر غفاری، حضرت سلمان فارسی اور حضرت مقداد سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی حق کے ساتھ ہے۔ اور حق علی کے ساتھ ہے۔ جدھر علی جائے گا ادھر ادھر حق جائے گا۔ وہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا، وہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا، اور علی صدیق اکبر ہے، یہ فاروق ہے یعنی حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ یہ علی میرا وصی، میرا وزیر اور میری امت میں میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے اور یہ میری سنت پر قتال کرے گا۔

ان سے ایک شخص نے کہا کہ لوگ تو حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر اور حضرت عمر کو فاروق کہتے ہیں۔ صحابہ کرام کی اس جماعت نے کہا کہ لوگ جاہل ہیں۔ نہ تو یہ خلافت رسول کو جانتے ہیں اور نہ حق علی کو۔ خدا کی قسم بے شک حضرت علی ہی صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں۔ بے شک یہ خلیفہ رسول اور امیر المومنین ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا تھا کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں۔ چنانچہ ہم اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کو امیر المومنین کہتے ہیں۔ (بحر المناقب ص۹۹)

روایت حضرت سلمان فارسی

عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی ھذا اول من امن بی و ھذا اول من یصافحنی یوم القیمۃ ھذا صدیق الاکبر و ھذا فاروق الاعظم یفرق بین الحق و الباطل و ھذا یعسوب المومنین و المال یعسوب المنافقین اخرجہ الدیلمی) و الطبرانی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امیر کی نسبت فرماتے تھے یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہے۔ اور یہ وہ ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے روز مجھ سے ملے گا اور یہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور مومنوں کا یعسوب (یعنی امیر ہے) اور مال منافقوں کا امیر ہوتا ہے۔

ارجح المطالب ص۲۵ سطر آخر، مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۲ سطر۳، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۳، قرت العینین ص۲۳۴، تعلیقات سیوطی ص۲۰۱، کفایۃ الطالب ص۷۹، حضرت علیؑ ص۳۸ سطر۵، احسن الانتخاب ص۳۳ سطر۱۳، کنز العمال جلد۶ ص۱۵۶، حدیث ۲۶۰۸

شمس التواریخ جلد۳ ص۱۹۷ سطر آخر پر تحریر ہے کہ آنحضرتؐ نے آپ کو صدیق اکبر فرمایا تھا۔

روایت حضرت عباد بن عبداللہ

عَن عبادة بن عبدالله قال علي انا عبدالله و اخو رسول الله صلى الله علیہ وسلم و انا صدیق الاکبر لا یقولها ذالک غیری الا کاذب صلیت قبل الناس سبع سنین (اخرجه احمد فی المناقب و النسائی فی الخصائص والحاکم فی المستدرک و حافظ ابو زید عثمان ابن ابی شیبه فی سننه و ابن عاصم فی السنته و حافظ ابو نعیم فی الحلیته و العقیلی) عباد بن عبداللہ کہتے ہیں کہ جناب امیر فرماتے تھے میں خدا کا بندہ ہوں اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی ہوں اور میں صدیق اکبر ہوں یہ بات میرے سوا کوئی نہیں کہہ سکتا مگر جھوٹ بولنے والا میں نے سات برس سب سے پہلے نماز پڑھی۔

ارجح المطالب ص ۴۴۳ سطر آخر' فیض القدیر جلد ۱ ص ۵۷' کنز العمال جلد ۱۵ ص ۱۰۷' جلد ۶ ص ۳۹۴' قرۃ العینین جلد ۱۵ ص ۱۳۰' وسیلۃ النجات ص ۱۳۳' خصائص نسائی ص ۳' شریف التواریخ ص ۴۱۰ جلد ۱ سطر ۷' حلیتہ الاولیاء' التذکرہ خواص الامتہ ص ۲۷

جمع الفوائد جلد ۲ ص ۳۶۸ حدیث ۷۸۰۶' رفع العجاجہ جلد ۱ ص ۱۸ سطر ۱' کنز العمال جلد ۲ ص ۲۹۴' حدیث ۹۰۲۴' ینابیع المودت ص ۴۹ سطر ۱۷' شریف التواریخ ص ۴۰۱ سطر ۷' ذخائر العقبیٰ ص ۲۱۳' البدایتہ جلد ۳ ص ۲۶' جلد ۷ ص ۳۳۵' التعقیبات سیوطی جلد ۲ ص ۵۶' نزھتہ المجالس ص ۲۰۵' التاریخ الکامل لابن اثیر جلد ۲ ص ۲۲' الجمع الجوامع ص ۳۹۴' فرائد السمطین باب ۴۹' جمع الفوائد جلد ۲ ص ۳۶۸' مطالب السئول ص ۱۹' عقد الفرید جلد ۲ ص ۲۷۵' الطبقات للشعرانی جلد ۲ ص ۵۵' التاریخ للطبری جلد ۲ ص ۲۱۳' میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۱۲ سطر ۱۲ ص ۱۱ سطر ۹' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۹' تلخیص المستدرک جلد ۳ ص ۱۱۱ سطر آخر' الریاض النضرہ ص ۲۱۳' الاستیعاب جلد ۲ ص ۴۶۰' المستدرک جلد ۳ ص ۱۱۲ سطر ۱' سنن لابن ماجہ جلد ۱ ص ۵۷' المناقب للعینی ص ۲۷' سیرت النبی لابن کثیر جلد ۱ ص ۴۴۶' شرح ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۳ ص ۲۵۷' الدرۃ الخریدۃ (ابن عبدالواحد) جلد ۱ ص ۸۲۔

روایت معازہ عدویہ

عن معاذة عن العدویته قالت سمعت علیا یقول علی المنبر منبر البصرة انا صدیق الاکبر امنت قبل ان یو من ابو بکر و اسلمت قبل ان یسلم ابو بکر (نقله ابن قتیبه فی المعارف) معازۃ العدویہ کہتے ہیں میں نے بصرہ کے منبر پر جناب امیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں قبل اس کے کہ ابوبکر صدیق ایمان لاتے میں ایمان لایا ہوں اور ابوبکر کے اسلام لانے سے پہلے اسلام لایا ہوں۔

ارجح المطالب ص ۴۴ سطر ۱۴' میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۴۱۷ سطر ۱۵' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۰' المعارف ص ۵۶' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۵۵' ۱۵۷' شرح قوشجی ص ۳۸۹' قوت

المستحسن ص۱۹' شرح ابن ابی الحدید جلد ۳ ص۲۵۷' احسن الانتخاب ص۳۲ سطر۱۴' کنز العمال جلد۶ ص۴۰۵' حدیث ۶۱۳۳' جمع الجوامع ص۴۰۵' ذخائر العقبیٰ ص۵۹' ینابیع المودت ص۱۲۷ سطر۲۲' القول المستحسن ص۱۹' شرح قوشجی ص۳۸۹

روایت معاذۃ عدویہ

عن معاذۃ العدویۃ قالت سمعت علیا علی المنبر منبر البصرۃ یقول انا صدیق الاکبر (الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ لمحب الطبری) معاذہ عدویہ سے روایت ہے کہ میں نے بصرہ کے منبر پر جناب امیر کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں صدیق اکبر ہوں۔

ارجح المطالب ص۲۳ سطر۱۲' العثمانیہ ص۲۹۰' مناقب عینی ص۲۷' ذخائر العقبیٰ ص۵۹' الکنیٰ و الاسماء جلد۲ ص۸۱' البدایہ جلد۷ ص۳۳۳' جمع الجوامع ص۴۰۵' کنز العمال جلد۶ ص۴۰۵' حدیث ۶۱۴۴' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۴۰' میزان الاعتدال جلد۱ ص۴۱۷ سطر۱۵' المعارف ص۵۶' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۵' شرح حدیدی جلد۳ ص۲۵۷' القول المستحسن ص۱۹' شرح قوشجی ص۳۸۹' ینابیع المودت ص۱۲۷ سطر۲۲

روایت ابی لیلیٰ الغفاریہ

ینابیع المودت ص۱۳۲ سطر۱۲' استیعاب جلد۴ ص۱۶۹' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۵' حدیث ۲۵۸۴' تاریخ خمیس ص۳۴۶' صواعق محرقہ ص۴۵ حاشیہ ۲' کفایت الطالب ص۷۹' مجمع الزوائد جلد۲ ص۳۱۳' روضہ ندیہ ص۴' زلی الابرار ص۳۱' مناہج الفاضلین ص۳۱۹' میزان الاعتدال جلد۱ ص۸۸ سطر۱۸' مناقب خوارزمی ص۱۲' تاریخ دمشق جلد۳ ص۱۲۲

روایت حضرت ابوذر

عن ابی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت صدیق الاکبر و الفاروق الاعظم الذی یفرق بین الحق و الباطل (الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ لمحب الطبری) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ جناب امیرؑ سے فرماتے تھے کہ تم صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہو کہ تم حق اور باطل میں فرق کرو گے۔

ارجح المطالب ص۲۵ سطر۱۷' استیعاب جلد ۴ ص۴۹' البیان و التعریف جلد ۲ ص۱۰' نزہۃ المجالس ص۲۰۵' قرۃ العینین ص۲۳۴' تاریخ دمشق جلد۱ ص۸۴' ینابیع المودت ص۵۱ سطر۷' روضہ ندیہ ص۴' شرح حدیدی جلد ۳ ص۲۵۷' مجمع الزوائد جلد۶ ص۱۰۲ سطر۳' تاریخ خمیس ص۳۰۶' فرائد السمطین ص۲۱' مناقب عینی ص۲۸' راموز الاحادیث ص۳۰۴' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۵' اسد الغابہ جلد۵ ص۲۸۷' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۴۳' احسن الانتخاب ص۳۳ سطر۱۷

روایت حضرت ابو رافع

ینابیع المودت ص۱۰۲ سطر۵' تاریخ دمشق جلد۱ ص۷۹' شرح حدیدی جلد ۳ ص۲۵۷' نزہتہ المجالس جلد۲ ص۲۰۵' المواقف ص۲۷۶ جلد۳' ینابیع المودت ص۵۱ سطر۷' النقض علی العثمانیہ ص۲۹۰

روایت حضرت حسنؑ

حضرت حسنؑ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ میرے بعد سید العرب حضرت علیؑ کو بلا لاؤ۔ جب حضرت علیؑ آئے تو آپ نے انصار کی طرف بھیجا اور فرمایا اے گروہ انصار کیا میں تمہیں ایسے مرد کے متعلق نہ بتا دوں کہ جس کا تمسک کرو گے تو اس کے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ تو تمام نے کہا ہاں یا رسول اللہ فرمایا یہ علیؑ ہے تم اس سے میری محبت کی وجہ سے محبت رکھو اور تم اس کی عزت میری عزت کی وجہ سے کرو۔ اور جو کچھ میں نے تم سے کہا یہ سب کچھ جبرئیل اللہ کی طرف سے لائے اور اس کی تبلیغ کا مجھے حکم دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر ابو بردہ سے فرمایا کہ بے شک رب العالمین نے علیؑ کے بارے میں مجھ سے عہد لیا ہے کہ علیؑ ہدایت کے علم' ایمان کے منار' اولین و آخرین کے امام اور جس نے بھی میری اطاعت کی اس کے لئے نور ہیں۔

اے ابو بردہ علیؑ قیامت کے دن میرے امین اور صاحب علم ہوں گے اور اس کے پاس

میرے رب کی حمایت کے خزانوں کی کنجیاں ہوں گی۔ (نزھتہ المجالس جلد ۲ ص ۴۵۸ سطر ۱)

روایت عبداللہ بن عباس

عن ابی عباس فی قولہ تعالی من یطع اللہ و الرسول فاو لئک مع الذین انعم اللہ علیھم قال علی یا رسول اللہ بینہم تقدر علی ان نزورک فی الجنتہ قال یا علی ان لکل نبی رفیقا اول من اسلم امتہ فنزلت ھذہ الایتہ او لئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین و حسن اولئک رفیقا فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا وقال ان اللہ تعالی قد انزل بیان ما سئلت فجعلک رفیق لانک اول من اسلم و انت صدیق الاکبر (تفسیر ابن الحجام) ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں جس کا ترجمہ یہ ہے (جن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسولؐ کی اطاعت کی ہے پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت اتاری ہے) روایت کرتے ہیں کہ جناب امیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آیا ہم حضور کو جنت میں بھی دیکھ سکیں گے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا رہا ہے وہ اس پر سب سے پہلے اسلام لاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی (کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ لوگ ان کے اچھے رفیق ہوں گے۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر کو بلایا اور فرمایا علی خدا تعالی نے تیرے سوال کا بیان نازل فرمایا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے۔ کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

ارجح المطالب ص ۲۲ سطر آخر' احسن الانتخاب ص ۳۵ سطر آخر' تفسیر ابن الحجام ص ۲۳'
حضرت علی ص ۳۳۵ سطر ۱۸

روایت دوئم

~~کوکب دری ص ۱۲۳ سطر آخر~~

روایت چہارم

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ حضرت علی سے فرما رہے تھے کہ اے علی تم صدیق اکبر اور وہ فاروق ہو جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتا ہے۔ (نزھتہ المجالس ص ۲۵ سطر ۱۲)

روایت پنجم

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ عنقریب فتنہ اٹھے گا جو اس زمانے کو پائے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ دو چیزوں کو پکڑے۔ ایک کتاب خدا اور دوسرے علیؑ ہیں۔

میں نے خود رسول اکرمؐ سے سنا وہ علیؑ کے ہاتھ کو پکڑ کر فرما رہے تھے۔ دیکھو یہ وہ علیؑ ہیں جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے۔ یہ سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے۔ یہ علیؑ اس امت کے فاروق ہیں۔ جو کہ حق و باطل کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ یہ علیؑ مومنوں کے یعسوب ہیں اور مال ظالموں کا یعسوب ہے۔ اور یہ علی صدیق اکبر ہیں۔ اور یہ وہ دروازہ ہیں جس کے اندر آیا جاتا ہے اور یہ میرے بعد خلیفہ ہیں۔

تاریخ دمشق جلد۱ ص۷۷، وسیلۃ النجات ص۲۲۹ سطر۳، لسان المیزان جلد۳ ص۲۸۳ سطر۲، شمس الاخبار ص۳۵، الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۵، میزان الاعتدال جلد۱ ص۴۱۶ سطر۶

فاروق اعظم

روایت یاسر خادم امام رضاؑ

یاسر نوکر امام رضا علیہ السلام سے آپ اپنے باپ سے وہ اپنے آباء سے وہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ۔ تم اللہ کی حجت ہو، تم اللہ کا دروازہ ہو، تم اللہ کی طرف راستہ ہو، تم نباء عظیم بڑی خبر ہو، تم سیدھا راستہ ہو، تم مثل اعلیٰ ہو، تم امام المسلمین ہو، امیر المومنین ہو، خیر الوصیین ہو، اور سید الصدیقین ہو، اے علیؑ تم فاروق اعظم ہو۔ تم صدیق اکبر ہو، تیرا گروہ میرا گروہ ہے، میرا گروہ اللہ کا گروہ ہے، اور تیرے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔

یحییٰ بن سعید امام علی رضاؑ سے آپ اپنے باپ سے وہ حضرات علی بن ابی طالب سلام اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک راستے پر چل رہا تھا۔ اسی دوران میں ایک لمبا شیخ ملا، گھنی داڑھی والا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام اور آپ کو مرحبا کہا، پھر میری طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چوتھے خلیفہ تم پر سلام ہو، اللہ کی رحمت اور برکتیں نازل ہوں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ کیا ایسا ہونے والا نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں! پھر آپ چلنے لگے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس شیخ کی بات کا کیا مطلب ہے اور آپ نے بھی اس کی تصدیق کی ہے، فرمایا تم ان سے ہو اور اللہ تعالیٰ کا حمد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کہا اِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَة اور کہا یَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ اور جب موسیٰ کی حکایت کرتے ہوئے کہا جب کہ ہارون کے لئے کہا تھا اخلفنی فی قومی و اصلح یہ اس وقت کی بات ہے جب موسیٰ نے ہارون کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا و اذان من اللہ و رسولہ الی الناس یوم الحج الاکبر (اے علی) تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے مبلغ تھے' تم میرے وصی ہو اور تم کو مجھ سے وہ منزل حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ تم سے شیخ نے اس طرح کہا جس طرح میں نے کہا' میں نے عرض کیا یہ کون صاحب تھے۔ فرمایا وہ ہمارے بھائی حضرت خضر علیہ السلام ہیں اور میں ان کو جانتا ہوں۔

عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی ھذا اول من امن بی و ھذا اول من یصا یوم القیمۃ و ھذا صدیق الاکبر و ھذا فاروق الاعظم یفرق بین الحق و الباطل و ھذا یعسوب المو منین و المال یعسوب المنافقین (اخرجہ الدیلمی) و الطبرانی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر کی نسبت فرماتے تھے یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہے اور یہ وہ ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے روز مجھ سے ملے گا اور یہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور مومنوں کا یعسوب (یعنی امیر ہے) اور مال منافقوں کا امیر ہوتا ہے۔

ارجح المطالب ص ۴۵ سطر آخر' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۲ سطر ۳' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۳' قرت العینین ص ۲۳۴' تعلیقات سیوطی ص ۴۰۱' کفایتہ الطالب ص ۷۹' حضرت علی ص ۳۸ سطر ۵' احسن الانتخاب ص ۳۳ سطر ۱۱' کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۶' حدیث ۲۶۰۸

شمس التواریخ جلد ۲ ص ۴۹۷ سطر آخر پر تحریر ہے کہ آنحضرتؐ نے آپ کو صدیق اکبر فرمایا تھا۔

روایت جماعت صحابہ

حضرت ابو ذر غفاری' حضرت سلمان فارسی اور حضرت مقداد سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ حق کے ساتھ ہے۔ اور حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ جدھر علی جائے گا ادھر ادھر حق جائے گا۔ وہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا' وہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرے گا' اور علیؑ صدیق اکبر ہے' یہ فاروق ہے یعنی حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔ یہ علیؑ میرا وصی' میرا وزیر اور میری امت میں میرے بعد میرے خلیفہ ہوں گے اور یہ میری سنت پر قتال کرے گا۔

ان سے ایک شخص نے کہا کہ لوگ تو حضرت ابوبکر کو صدیق اکبر اور حضرت عمر کو فاروق کہتے ہیں۔ صحابہ کرام کی اس جماعت نے کہا کہ لوگ جاہل ہیں۔ نہ تو یہ خلافت رسول کو جانتے ہیں اور نہ حق علی کو۔ خدا کی قسم بے شک حضرت علیؑ ہی صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں۔ بے شک یہ خلیفہ رسول اور امیر المومنین ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ہمیں حکم فرمایا تھا کہ ہم حضرت علی علیہ السلام کو امیر المومنین کہہ کر سلام کریں۔ چنانچہ ہم اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کو امیر المومنین کہتے ہیں۔ (بحر المناقب ص۹۹)

روایت عبداللہ بن عباس

ارجح المطالب ص ۲۲ سطر آخر، احسن الانتخاب ص۳۵ سطر آخر، تفسیر ابن الحجام ص ۲۳، حضرت علی ص۲۳۵ سطر ۱۸

عن ابی عباس فی قولہ تعالی من یطع اللہ و الرسول فاو لئک مع الذین انعم اللہ علیھم قال علی یا رسول اللہ ھل نقدر علی ان نزورک فی الجنتہ قال یا علی ان لکل نبی رفیقا اول من اسلم امتہ فنزلت ھذہ الایتہ او لئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشہداء و الصالحین و حسن اولئک رفیقا فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا فقال ان اللہ تعالی قد انزل بیان ما سئلت فجعلک رفیق لانک اول من اسلم و انت صدیق الاکبر (تفسیر ابن الحجام) ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں جس کا ترجمہ یہ ہے (جن لوگوں نے خدا اور خدا کے رسولؐ کی اطاعت کی ہے پس وہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت اتاری ہے) روایت کرتے ہیں کہ جناب امیرؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آیا ہم حضورؐ کو جنت میں بھی دیکھ سکیں گے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد کیا ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا رہا ہے وہ اس پر سب سے پہلے اسلام لاتا ہے پس یہ آیت نازل ہوئی (کہ وہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ ہوں گے اور یہ لوگ ان کے اچھے رفیق ہوں گے۔ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر کو بلایا اور فرمایا علیؑ خدا تعالیٰ نے تیرے سوال کا بیان نازل فرمایا ہے اور تجھے میرا رفیق بنایا ہے۔ کیونکہ تو سب سے پہلے مجھ پر اسلام لایا ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

ص۱۹، شرح قوشجی ص۳۸۹، ینابیع المودت ص۱۴۷ سطر ۲۲

روایت ابی لیلیٰ الغفاریہ

عن ابی لیلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون من بعدی فتنہ فاذا کان ذالک فالزموا علیا فانہ الفاروق بیان الحق و الباطل (اخرجہ الخوارزمی والدیلمی) و ابن عبد البرنی الاستیعاب ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہوگا جب ایسا ہو تو تم ملازمت علیؑ کی اختیار کرو بہ تحقیق وہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

ینابیع المودت ص۱۳۲ سطر۱۴' استیعاب جلد۳ ص۳۹' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۵' حدیث ۲۵۸۲' تاریخ خمیس ص۲۰۶' صواعق محرقہ ص۲۵ حاشیہ ۲' کفایت الطالب ص۷۹' مجمع الزوائد جلد۲ ص۳۱۳' روضہ ندیہ ص۴' نزل الابرار ص۳۱' مناهج الفاضلین ص۳۱۹' میزان الاعتدال جلد۱ ص۸۸ سطر۱۸' مناقب خوارزمی ص۶۲' تاریخ دمشق جلد۳ ص۳۲

روایت حضرت سلمان فارسی

عن سلمان الفارسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی هذا اول من امن بی و هذا اول من یصافحنی یوم القیمۃ و هذا صدیق الاکبر و هذا فاروق الاعظم یفرق بین الحق و الباطل و هذا یعسوب المومنین و المال یعسوب المنافقین (اخرجه الدیلمی) و الطبرانی سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر کی نسبت فرماتے تھے یہ وہ شخص ہے جو مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا ہے۔ اور یہ وہ ہے کہ سب سے پہلے قیامت کے روز مجھ سے ملے گا اور یہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم اور مومنوں کا یعسوب (یعنی امیر ہے) اور مال منافقوں کا امیر ہوتا ہے۔

ارجح المطالب ص۲۵ سطر آخر' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۲ سطر۳' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۳' قرت العینین ص۲۳۳' تعلیقات سیوطی ص۱۰۴' کفایۃ الطالب ص۷۹' حضرت علی ص۳۸ سطر۵' احسن الانتخاب ص۳۳ سطر۱۳' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۶' حدیث ۲۶۰۸

مجمع التواریخ جلد۳ ص۷۹۷ سطر آخر پر تحریر ہے کہ آنحضرتؐ نے آپ کو صدیق اکبر فرمایا تھا۔

روایت حضرت ابوذر

عن أبی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت صدیق الاکبر و الفاروق الاعظم الذی یفرق بین الحق و الباطل (الریاض النضرہ فی فضائل العشرہ لمحب الطبری) ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جناب امیر سے فرماتے تھے کہ تم صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہو کہ تم حق اور باطل میں فرق کرو گے۔

ارجح المطالب ص۲۵ سطر۱۷' استیعاب جلد۳ ص۳۹' البیان و التعریف جلد۲ ص۱۰' نزهۃ المجالس ص۲۰۵' قرۃ العینین ص۲۳۴' تاریخ دمشق جلد۱ ص۸۴' ینابیع المودت ص۱۵ سطر۷' روضہ ندیہ ص۴' شرح حدیدی جلد۳ ص۲۵۷' مجمع الزوائد جلد۶ ص۱۰۲ سطر۳' تاریخ خمیس ص۲۰۶' فرائد السمطین ص۱۲۱' مناقب یحییٰ ص۲۸' راموز الاحادیث ص۳۰۴' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۵' اسد الغابہ جلد۵ ص۲۸۷' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۴' احسن الانتخاب ص۳۳ سطر۱۷

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں فاروق اعظم ہوں۔ میرے بعد جھوٹے کے سوا کوئی یہ دعویٰ نہ کرے گا۔ (مناقب عینی ص۲۷)

معاذہ سے بھی ایسی ہی روایت آئی ہے۔ (شرح حدیدی جلد ۳ ص ۲۵۷)

شریف التواریخ جلد ۱ ص ۴۱۰ سطر ۱۰ پر تحریر ہے کہ فاروق اعظم حضرت علی کا خطاب تھا۔ (شرح حدیدی جلد ۱ ص ۲۵۷)

روایت ابی لیلیٰ

(۳) عن ابی لیلی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیکون من بعدی فتنہ فاذا کان ذالک فالزموا علیا فانہ الفاروق بین الحق و الباطل (اخرجہ الخوارزمی والدیلمی) و ابن عبد البر فی الاستیعاب ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے عنقریب میری امت میں فتنہ برپا ہو گا جب ایسا ہو تو تم ملازمت علی کی اختیار کرو بہ تحقیق وہ حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔

ارجح المطالب ص ۳۶ سطر ۲، تاریخ ابن عساکر ص ۱۲۲، ینابیع المودت ص ۳۹۸ سطر ۶، میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۸۸، کنز العمال جلد ۱۲ ص ۲۱۰، کوکب دری ص ۱۴۸ سطر ۲، مودت القربیٰ ص ۵۶، مناقب عینی ص ۲۶، مناقب خوارزمی ص ۵۷ سطر ۱

آپ کا لقب

آیات محکمات ص ۲۵

خطاب

فاروق اعظم آپ کا خطاب تھا۔ (شرف التواریخ ص ۲۲۸ سطر ۱۰)

اَسبَقُ السَّابِقِین

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اسلام میں سبقت کرنے والے تین شخص ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے حضرت یوشع، حضرت عیسیٰ کی طرف

صاحب یٰسین اور حضرت محمدؐ کی طرف سبقت کرنے والے حضرت علیؑ ہیں۔

سیرت ابن ہشام جلد ا ص ۲۶۷' مناقب خوارزمی ص ۳۲' ذخائر العقبیٰ ص ۵۸' تفسیر ابن کثیر جلد ۹ ص ۳۶۷' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۳' تفسیر درمنثور جلد ۶ ص ۱۵۴' فتح البیان جلد ۹ ص ۲۵ سطر ۱۸' صواعق محرقہ ص ۳۲۳ سطر ۷' میزان الاعتدال جلد ا ص ۲۵۱ سطر ۹

اَخشَنُ فِی ذَاتِ اللّٰہِ

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال اشتکی الناس علیا فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فقال لا تشکوا علیا فواللہ الاخیشن فی ذات اللہ عزوجل (اخرجہ احمد و الحاکم و الضیا و الدیلمی) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند آدمی جناب علی علیہ السلام کی شکایت کرنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اٹھ کر خطبہ میں بیان فرمایا حضرت علیؑ کی شکایت مت کرو واللہ وہ خدا کی ذات میں نہایت سخت ہے۔

(تنبیہ) الاخیشن تصغیر اخشن افعل التفضیل من خشن لخشونۃ و فی الاساس فلان خشن فی دینہ اذا کان متشددا فیہ و المعنی انہ شدید التصلب و التشدد التصلب و التشدد فی امور الدینہ و التصغیر ھنا للتعظیم) اخیشن اخشن کی تصغیر ہے جو بات خشن خشونت کی افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اساس البلاغہ میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں فلاں شخص اپنے دین میں خشونت والا ہے۔ یہ بات اس وقت کہی جاتی ہے جبکہ وہ دین میں نہایت تشدد والا ہو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ امور دین میں نہایت سخت اور مضبوط ہے۔ اور وہ تصغیر کا صیغہ اس مقام میں تعظیم کے لیے مستعمل ہوا ہے۔

ارجح المطالب ص ۵۹۳ سطر ۱۸' مجمع الزوائد ص ۱۲۹ سطر ۶' مقاصد الطالب ص ۱۱' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۶' نظم درر السمطین ص ۱۱۸' تلخیص المستدرک جلد ۳ ص ۱۳۴ سطر آخر' البدایہ جلد ۵ ص ۲۰۹' جلد ۷ ص ۳۳۵ سطر ۷' تفریح الاحباب ص ۳۵۳' ازالۃ الخفاء جلد ۲ ص ۲۲۹' الصواعق المحرقہ ص ۱۲۳ سطر ۱۵' فرائد السمطین ص ۴۰' حالات و مقالات صحابہ ص ۷۷' تاریخ الخلفاء' کنوز الحقائق جلد ۲ ص ۱۵۶ سطر ۲۳' تاریخ الاسلام الذہبی ص ۱۹۶' لسان العرب جلد ۳ ص ۳۰' حلیۃ الاولیاء جلد ا ص ۶۸' المناقب عینی ص ۴۰' کنز العمال جلد ۳ ص ۲۱۷' تاریخ دمشق ص ۳۸۶

اَخشَنُ فِی ذَاتِ اللّٰہ

عن ابی سعید خدری قال اشتکی الناس علیا فقام رسول اللہ خطیبا فقال لا تشکو علیا فو اللہ انہ لاخشن فی ذات اللہ

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے حضرت علیؑ کی شکایت کی تو رسول اکرمؐ کھڑے

ہو گئے اور فرمانے لگے کہ تم لوگ علی کی شکایت نہ کرو خدا کی قسم وہ خدا کی ذات میں بہت سخت ہے۔ (وسیلتہ النجات ص۹۵' البدایہ جلد۵ ص۱۰۴' المستدرک جلد۳ ص۱۳۴' الریاض جلد۲ ص۲۲۵' ذخائر العقبیٰ' تاریخ الاسلام ذہبی ص۱۹۶ جلد۲' نظم درر السمطین ص۱۱۸' ینابیع المودت ص۱۷۹ سطر۵)

روایت ابو سعید خدری

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال اشتکی الناس علیا فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطیبا فقال لا تشکوا علیا فواللہ الاخیشن فی ذات اللہ عزوجل (اخرجہ احمد و الحاکم و الضیا و الدیلمی) ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند آدمی جناب علی علیہ السلام کی شکایت کرنے لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر خطبہ میں بیان فرمایا حضرت علی کی شکایت مت کرو واللہ وہ خدا کی ذات میں نہایت سخت ہے۔
(تنبیہہ) الاخیشن تصغیر اخشن افعل التفضیل من خشن لخشونتہ و فی الاساس فلان خشن فی دینہ اذا کان متشددا فیہ و المعنی انہ شدید التصلب و التشدد التصلب و التشدد فی امور الدینہ و التصغیر ھنا للتعظیم) اخیشن اخشن کی تصغیر ہے جو باب خشن خشونت کی افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اساس البلاغہ میں علامہ زمخشری لکھتے ہیں فلاں شخص اپنے دین میں خشونت والا ہے۔ یہ بات اس وقت کہی جاتی ہے جبکہ وہ دین میں نہایت تشدد والا ہو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ امور دین میں نہایت سخت اور مضبوط ہے۔ اور وہ تصغیر کا صیغہ اس مقام میں تعظیم کے لیے مستعمل ہوا ہے۔

ارجح المطالب ص۵۹۳ سطر۱۸' وسیلتہ النجات ص۹۵' مسند حنبل جلد۳ ص۸۶' المستدرک جلد۳ ص۱۳۴' ذخائر العقبیٰ ص۹۹' نظم درر السمطین ص۱۱۸' ینابیع المودت ص۱۷۹ سطر۵' تاریخ ذہبی جلد۲ ص۱۹۶' الریاض النضرہ جلد۲ ص۲۲۵' تاریخ طبری جلد۲ ص۲۰۴' البدایہ جلد۵ ص۱۰۴

روایت یزید بن طلحہ

عن یزید بن طلحتہ بن یزید بن رکانتہ قال لما اقبل علی من الیمن لیلقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمکتہ تعجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و استخلف علی جندہ الذین معہ رجلا من اصحابہ فعمد ذلک الرجل فکسی کل رجل من القوم حلتہ من البز الذی کان مع علی فلما دنی جیشہ خرج لیلقاھم فاذا علیھم الحلل قال ویلک ما ھذا قال کسوت القوم لیتجملوا بہ اذا قدموا فی الناس قال ویلک انزع قبل ان تنتھی بہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فانتزع الحلل من الناس فردھا فی البز قال و اظھر الجیش شکواہ بما صنع بھم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایھا الناس لا تشکوا علیا فواللہ انہ لاخشن فی ذات اللہ و فی سبیل اللہ (سیرۃ ابن اسحاق) یزید بن طلحہ بن یزید بن رکانہ سے مروی ہے کہ جب جناب امیرؑ یمن سے فوج کے ساتھ واپس ہو کر مکہ میں حضرت کے حضور میں آ رہے تھے تو جناب امیرؑ نے فوج میں سے ایک شخص کو افسر مقرر فرما کر آپ پہل سے حضرت کے حضور میں تشریف لے گئے جناب امیرؑ کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص نے جناب امیرؑ کے توشہ خانہ میں سے فوج کے ہر

ایک آدی کو کپڑے نکال دیے جب فوج مکہ کے قریب پہنچی جناب امیران کے ملنے کو تشریف لائے لوگوں کو توشہ خانہ کے کپڑے پہنے ہوئے دیکھ کر اس سے پوچھا ان لوگوں نے یہ کپڑے کہاں سے پہنے ہیں اس نے کہا میں نے فوج کو کپڑے اس لیے پہنائے ہیں کہ مکہ میں لوگوں سے عزت کے ساتھ ملے جناب امیر نے کہا افسوس ہے حضرت کے حضور میں پہنچنے سے پہلے ان لوگوں سے کپڑے واپس کرکے اس شخص نے ویسا ہی کیا اور سب لوگوں سے کپڑے چھین کر توشہ خانہ میں واپس کر دیے فوج کے لوگوں نے حضرت کے سامنے اس بات کی شکایت بیان کی۔ حضرتؐ نے فرمایا اے لوگو علی کا شکوہ مت کرو وہ خدا کی ذات میں اور خدا کے راہ میں بہت سخت ہے۔

ارجح المطالب ص ۵۹۳ سطر ۲

أَخشَى النَّاسِ

ابو سعید خدری کا فرمان ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ **لا تشکوا علیا فو اللہ انہ لا خشی الناس فی ذات اللہ او فی سبیل اللہ**

علیؑ کا شکوہ نہ کرو خدا کی قسم وہ ذات خدا اور اس کی راہ میں بہت ڈرنے والا ہے۔

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۲۹ سطر ۶، کوکب دری ص ۱۴۰، قرۃ العینین ص ۱۴۲ سطر ۱۲

أَوَّلُ مَن يَرَانِي

حضرت ابو لیلیٰ غفاریہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے علیؑ دیکھے گا۔

استیعاب جلد ۴ ص ۱۶۹، اسد الغابہ جلد ۵ ص ۲۸۷، کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۵ ص ۲۵۸۲، مناقب خوارزمی ص ۱۲، ینابیع المودت ص ۶۸ سطر ۱

أَوَّلُ النَّاسِ بِي لِقَياً

لیلیٰ غفاریہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھ سے ملاقات علیؑ کرے گا۔

لسان المیزان جلد ۶ ص ۷ ۴ سطر ۴، اعلام النساء جلد ۳ ص ۳۶۸، تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۸۲،

اصابہ جلد ۴ ص ۳۸۹

اَوَّلُ ہَاشِمِیٌّ تَوَلَّدَ مِنْ ہَاشِمِیِّیْنِ

الروضہ ندیہ ص ۱۳ پر ہے۔ علامہ شیخ مصطفیٰ رشدی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ پہلے ہاشمی ہیں جن کے ماں باپ دونوں ہاشمی تھے۔

الفصول المہمہ ص ۱۲، نزہتہ المجالس جلد ۲ ص ۲۰۴، مشکل کشا ص ۷۷ سطر ۹

اَوَّلُ لحُوقًا

عن ابی اسحاق قال سالت قثم ابن عباس کیف ورث علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونکم قال لانہ کان اولنا بہ لحوقا و اشدنا بہ لزوقا (اخرجہ الحاکم) ابن اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے قثم عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم لوگوں کے سوا علی کیونکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث قرار دیئے گئے ہیں قثم نے جواب دیا اس لیے کہ وہ ہم سے پہلے جناب رسول خدا سے ملے اور ہم سے زیادہ حضرت کی ملاقات میں رہے۔

ارجح المطالب ص ۳۶ سطر ۱۳، خصائص نسائی ص ۲۸، الریاض النضرہ ص ۱۶۸، منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۲، کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۰، حدیث ۶۰۸۴، المستدرک جلد ۵ ص ۱۲۵ سطر ۱۷، تلخیص صفحہ مذکورہ سطر آخر

اَوَّلُ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ

ارجح المطالب ص ۶۵۸، مناقب خوارزمی ص ۹۵، مناقب عینی ص ۳۰

حضرت جابر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا کہ سب سے پہلے جنت میں حضرت علی داخل ہوں گے۔

روایت ابو رافع

عن ابی رافع قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی انت و شیعتک تردون علی الحوض رواء مرویین مبیضۃ وجوہم و ان اعداءک یردون علی ظما مقمحین (اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر فی مسانید ابی رافع ابراہیم) ابو رافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیرؑ سے ارشاد کیا تو اور تیرے

یعنہ حوض سے سیراب ہوں گے پورا سیراب ہونا تمہارے چہرے نورانی سفید ہوں گے اور تمہارے دشمن پیاس سے سر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

ارجح المطالب ص۶۵۹ سطر۱۱ معجم کبیر ص۵۲ کفایۃ الطالب ص۱۸۴ منتخب کنز العمال جلد۵ ص۹۴ نور الابصار ص۱۳۳ مقتل خوارزمی ص۱۰۸ مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۷۴

روایت حضرت علیؑ

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اول من یدخل الجنۃ انا و انت و فاطمۃ و الحسن و الحسین قلت فمحبونا قال من وراء کم (الخرجہ ابن سعد و الحکم) جناب امیر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اول جنت میں میں داخل ہوں گا پھر یا علی تم اور پھر فاطمہ اور حسن اور حسین میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے محب آپ نے فرمایا تمہارے پیچھے۔

ارجح المطالب ص۲۹۰ سطر۹ المستدرک جلد۳ ص۱۵۱ منتخب کنز العمال جلد۵ ص۹۴ القول الفصل جلد۲ ص۳۰ الشرف المئوبد ص۸۵ مشارق الانوار ص۹۱ ذخائر العقبٰی ص۱۲۳

عن علی قال شکوت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احد الناس فقال لی اما ترضی ان تکون رابع اربعۃ اول من یدخل الجنۃ انا و انت و الحسن و الحسین و ازواجنا عن ایماننا (الخرجہ الثعلبی و احمد فی المناقب) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ایک آدمی کی شکایت کی کہ آپ نے مجھے فرمایا کہ تو نہیں راضی ہوتا کہ ان چاروں میں سے تو چوتھا ہو جو جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے وہ میں اور تو اور حسن اور حسین علیہما السلام اور ہماری بیبیاں ہمارے سیدھے ہاتھ ہوں گی۔

ارجح المطالب ص۲۱۷ سطر۱۲ الکشاف جلد۳ ص۲۳ اسعاف الراغبین ص۱۳۴ رفع اللبس و الشبہات ص۵۳ کنز العمال جلد۶ ص۲۴ مناقب خوارزمی ص۲۲۷ سطر۵

روایت ابن عمر

عن بن عمر قال بینا انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و جمیع المھاجرین و الانصار الا من کان فی السریۃ اذا قبل علی یمشی و ھو متغضب فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اغضبہ فقد اغضبنی فلما جلس قال مالک یا علی قال اذانی بنو اعمک قال یا علی اما ترضی ان تکون رابع اربعۃ اول من یدخل الجنۃ انا و انت و الحسن و الحسین و ذراریناو ازواجنا عن ایماننا و شمائلنا (الخرجہ احمد فی المناقب و ابو سعید عبدالملک فی شرف النبوۃ) عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا اور تمام مہاجر اور انصار بھی موجود تھے مگر وہ لوگ کہ لشکر میں تھے کہ ناگہاں جناب علی بن ابی طالب پیادہ تشریف لائے اور روٹھے ہوئے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے اس کو خفا کیا مجھے خفا کیا۔ جب جناب علیؑ بیٹھ گئے آپ نے فرمایا اے علی تجھے کیا ہوا ہے انہوں نے عرض کیا حضورؐ کے بنی عم نے مجھے ستایا ہے حضرت نے فرمایا تو راضی نہیں کہ تو

چوتھا شخص ان چاروں کا ہو جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ میں اور تو اور حسن اور حسین اور ہماری اولاد اور دوست اور ہمارے داہنے بائیں ہوں گے۔

ارجح المطالب ص۸۱۳ سطر۲

اَوّلُ مَن یَقرَعُ بَابَ الجَنّۃِ

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا علی ان اول من یقرع باب الجنۃ فتدخل فیھا بغیر حساب (اخرجہ الامام علی بن موسی الرضا التحیۃ و الثنائی مسند اھل البیت) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے فرماتے تھے کہ یا علی تو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا اور بغیر حساب کے اس میں داخل ہوگا۔

ارجح المطالب ص۸۱۹ سطر۲' ذخائر العقبیٰ ص۶۱' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۶۰' نزھتہ المجالس جلد۲ ص۲۰۵' مناقب عینی ص۵۹

اَوّلُ مَن یَکسٰی

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یکسی یوم القیامۃ ابراہیم لخلتہ ثم انا لصفوتی ثم علی (اخرجہ الدیلمی) ابن عباس رضی اللہ عنہ ناقل ہیں کہ جناب سرور دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد کیا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو بباعث ان کے خلیل ہونے کے لباس پہنایا جائے گا پھر مجھے میری برگزیدگی کی وجہ سے پھر علی کو۔

ارجح المطالب ص۸۲۲ سطر آخر' ینابیع المودۃ ص۲۴۷ سطر۱۸' مناقب خوارزمی ص۲۳۴' محاضرۃ الاوائل ص۸۷' الانس الجلیل ص۵۱' مجمع بحار الانوار جلد۲ ص۹۳

روایت حضرت عبداللہ بن عباس

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یکسی من حلل الجنۃ ابراہیم لخلتہ من اللہ عزوجل ثم محمد لانہ صفوۃ اللہ ثم علی یزف بینھما الی الجنان ثم قراء یوم لا یخزی اللہ النبی و الذین امنو معہ (اخرجہ ابن مردویہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ قیامت کے روز سب سے اول جناب ابراہیم علیہ السلام بباعث خلیل اللہ ہونے کے جنت کے لباس میں ملبوس ہوں گے پھر جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکہ وہ برگزیدہ درگاہ الٰہی ہیں پھر علیؑ اور وہ ان دونوں کے درمیان جنت میں ٹہلتے ہوں گے پھر حضرت نے اس آیت کو پڑھا۔

ارجح المطالب ص ۹۰ سطر ۱۳

اَوَّلَ یَطلَعُ عَلَیکُم

ینابیع المودت ص ۱۳۲ سطر ۲

طلحہ بن زید امام جعفر صادق سے آپ اپنے آبا طاہرینؑ سے یہ حضرات حضرت امیر المومنین علی علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کسی نبی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ اس نبی کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں میں افضل ترین فرد کے متعلق وصیت کرے۔ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم اپنے چچا زاد بھائی علیؑ کے متعلق وصیت کرو۔ میں نے اس بات کو گزشتہ کتب (سماویہ) میں لکھ دیا ہے اور میں نے ان کتب میں تحریر کر دیا ہے کہ علیؑ تمہارے وصی ہیں۔ میں نے اس بات کا مخلوق سے اپنے انبیاء اور رسولوں سے میثاق لیا ہے۔ اے محمدؐ میں نے ان تمام لوگوں سے اپنی ربوبیت، تمہاری نبوت اور علی بن ابی طالبؑ کی ولایت اور وصایت کا میثاق و عہد لیا ہے۔

اَوَّلَ مَن یُدعٰی بِہٖ یَومَ القِیامَت

ارجح المطالب ص ۸۲۳ سطر ۱۸، تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۱۰۹، ینابیع المودت ص ۱۷ سطر ۷

روایت مخدوج بن زید ہلالی

عن مخلوج بن زاهد الذهلي ان النبي صلى الله عليه وسلم قال لعلي اما علمت يا علي انه اول من يدعى به يوم القيمة بي فاقوم عن يمين العرش في ظله فاكسى حلة خضراء من حلل الجنة ثم يدعا بالنبيين بعضهم على اثر بعض فيقومون سماطين على يمين العرش فتكسون حللا خضراء من حلل الجنة الا و اني اخبرك يا علي ان امتي اول الامم يحاسبون يوم القيامة ثم ابشر اول من يدعا بك لقرابتك مني فيدفع اليك لوائي و هو لواء الحمد تسير به بين السماطين ادم و جميع خلق الله يستظلون بظل لوائي يوم القيامة و طول مسيرة الف سنة سنانه ياقوتة حمراء و قضيبه بيضاء زجه دره خضراء له ثلاث ذوائب من نور ذوابة في المشرق و ذوابة في المغرب و الثالثة في وسط الدنيا مكتوب عليه ثلاثة اسطر الاول بسم الله الرحمن الرحيم و الثاني الحمد لله رب العلمين الثالث لا اله الا الله محمد رسول الله كل سطر الف سنة و عرض مسيرة الف سنة فتسير باللواء و الحسن عن يمينك و الحسين عن يسارك حتى

تقف بین یدی و بین ابراہیم فی ظلال العرش ثم تکسی حلۃ من حلل الجنۃ ثم ینادی منادی نعم الاب ابوک ابراہیم و نعم الاخ اخوک علی (اخرجہ احمد فی المناقب) و فی روایۃ نقلہ الملا فی سیرتہ قیل یا رسول اللہ علی ان یحمل لواء الحمد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف لا یستطیع ذلک قد اعطی خصالا شتی صبرا کصبری و حسنا کحسن یوسف و قوۃ جبرئیل مخدوج بن زید الذہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا کہ یا علیؑ تم نہیں جانتے کہ قیامت میں سب سے اول مجھ کو بلایا جائے گا اور میں عرش کے سایہ میں داہنی طرف کھڑا ہوں گا اور مجھے جنت کا سبز حلہ پہنایا جائے گا پھر دوسرے نبی ایک کے بعد دوسرا بلایا جائے گا پھر دوسرے نبی کے بعد دوسرا بلایا جائے گا اور وہ دو صفوں میں عرش کی داہنی طرف کھڑے ہوں گے اور ان کو بھی جنت کے سبز لباس پہنائے جائیں گے۔ اور یا علی میں تم کو خبر دیتا ہوں کہ قیامت کے روز سب امتوں سے پہلے میری امت کا حساب ہو گا۔ پھر بشارت دیتا ہوں کہ سب سے پہلے تم باعث میری قرابت کے بلائے جاؤ گے اور میں تم کو اپنا لواء الحمد دوں گا تم اس کو اٹھا کر دونوں صفوں کے درمیان میں سیر کرتے ہو گے۔ اور قیامت کے روز آدم اور تمام خلق اللہ میرے علم کے سایہ میں ہو گی اس کے سیر کی جگہ کا طول ہزار برس کی راہ ہو گا اس کی بھال سرخ یاقوت کی ہو گی اور قبضہ سفید چاندی کا ہو گا۔ اور سبز موتیوں کا ہو گا۔ اس کے تین گیسو ہوں گے ایک مشرق میں اور ایک مغرب اور ایک دنیا کے وسط میں۔ اس پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوں گے پہلی سطر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور دوسری میں الحمد للہ رب العالمین اور تیسری میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہو گا۔ یہ سطر ہزار سالہ راہ کے طول میں ہو گی۔ تم اس علم کو اٹھائے ہوئے سیر کرو گے حسن تمہارے داہنے طرف ہوں گے اور حسین تمہارے بائیں طرف ہوں گے یہاں تک کہ تم میرے اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان میں آ کر کھڑے ہو جاؤ گے۔ پھر تم کو جنت کا لباس پہنایا جائے گا اور پکارنے والا پکارے گا واہ کیا باپ ہے تیرا ابراہیم اور وہ کیا بھائی ہے تیرا علی۔

اور ملا نے اپنی سیرت میں اس حدیث کو امام احمد بن حنبل سے اس طرح پر روایت کیا ہے کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ لواء الحمد کو کیونکر اٹھا سکیں گے فرمایا ان کو متفرق باتیں عطا ہوئی ہیں میرے صبر جیسا صبر اور یوسف کے حسن جیسا حسن اور جبرئیل کی قوت جیسی قوت۔

ینابیع المودت ص۹۵ سطر۲۳' مناقب خوارزمی ص۸۳' تذکرۃ الخواص ص۲۳' ذخائر العقبی ص۷۵' الرقائق ص۳۰۳' مناقب یمنی ص۵۳' ذیل اللئالی ص۶۰' الریاض النضرہ ج۲ ص۲۰۱' شرح حدیدی جلد۲ ص۴۵۰' مقتل خوارزمی ص۴۸

عبداللہ بن احمد نے اپنے زوائد المسند میں مخدوج بن زائد ہذلی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے اپنے اصحاب کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا۔ حضرت علیؑ سے فرمایا تم میرے بھائی ہو۔ تمہیں مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے حاصل تھی۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو گا۔ تمہیں میرا لواء الحمد دیا جائے گا۔ اے علیؑ تمہیں خوشخبری ہو (روز قیامت) سب سے پہلے میں اور آپ بلائے جائیں گے۔ جب مجھے کپڑے پہنائیں جائیں گے اس وقت تمہیں کپڑے پہنائیں جائیں گے۔ جب مجھے بلایا جائے گا اس وقت تمہیں بلایا جائے گا۔ جب

مجھے زندہ کیا جائے گا اس وقت تمہیں زندہ کیا جائے گا۔ حسن اور حسین تمہارے ساتھ ہوں گے۔ حتیٰ کہ تم حضرت ابراہیم اور میرے درمیان عرش کے سایہ میں قیام فرما ہو گے۔ پھر ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔ تمہارا اچھا باپ ابراہیم ہے۔ تمہارا اچھا بھائی علی ہیں۔

اَوَّلُ مَن یَرِدُ عَلَیَّ الحَوضَ

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من یرد علی الحوض اھل بیتی (اخرجہ الدیلمی) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ حوض پر سب سے اول میرے اہل بیت وارد ہوں گے۔

ارجح المطالب ص ۸۱۸ سطر ۵' صواعق محرقہ ص ۲۳۵ سطر ۱۹' احیاء المیت ص ۵۸ سطر آخر' الفتاوی الحدیثیہ ص ۱۸' ینابیع المودت ص ۲۲۳ سطر ۱۳' تفسیر آیہ المودت ص ۵۰' آل محمد ص ۱۸۵' الاوائل ص ۶۴' کنز العمال جلد ۶ ص ۲۱۷' حدیث ۳۷۹۹' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۹۳' الاستجلاب ص ۳۰۰

روایت سلمان فارسی

عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی ھذا اول من امن بی و ھذا اول من یصافحنی یوم القیامۃ علی الحوض (اخرجہ الطبرانی و الدیلمی) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؑ کے لیے فرمایا کہ یہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور سب سے پہلے مجھ سے حوض پر قیامت کے روز مصافحہ کرے گا۔

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ نبی اکرمؐ پر اس امت میں سب سے پہلے وارد ہونے والا سب سے پہلے اسلام لانے والا علیؑ ہے۔ (مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۲ سطر ۱۳)

جناب سلمانؓ سے روایت رسول اکرمؐ فرماتے ہیں کہ تم سب سے پہلے حوض پر وارد ہونے والا تم سب سے پہلے اسلام لانے والا علیؑ ہے۔ (کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۰ حدیث ۶۵۸۹' مسند دمشق ص ۱۳۱ سطر ۷' مناقب ص ۱۵ سطر ۹)

تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۸۱ سطر ۱۰' تہذیب الاسلام و اللغات جلد ۱ ص ۳۴۵ سطر ۳' تلخیص المستدرک جلد ۱ ص ۳۶ سطر ۱' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۳۳ سطر آخر' ازالۃ الخفا جلد ۳ ص ۲۶۳ سطر ۲' اربعین ص ۴۱۹ سطر آخر' المشوع الروی ص ۱۳ سطر ۱۰' سیرت النبی جلد ۱ ص ۲۰۱

سطر۳' ابن عساکر جلدا ص۱۷ سطر۵' ذخائر العقبیٰ ص۵۸ سطر۱۹' شرح نہج البلاغہ جلد۳ ص۲۶۲ سطر۱۳ جلدا ص۳۷۶ سطر۲' استیعاب جلد۲ ص۴۵۷' النقض علی العثمانیہ ص۲۹۱ سطر۲۰' اسد الغابہ جلد۴ ص۱۷ سطر۲' حلی الایام ص۳۹' کنز العمال جلد۱۵ ص۱۲۶' خیر البشر ص۲۱ سطر۱۶' شذرات ذہبیہ ص۴۸ سطر۱۹' نظم درر السمطین ص۸۲' کنوز الحقائق ص۴۲' مفتاح النجاۃ ص۲۱' المختار ص۳۱' تعلیمات تدریب الراوی ص۳۱۰' شرح تقریب جلدا ص۸۵' مواہب لدنیہ جلدا ص۳۵' مودۃ القربیٰ ص۶۵ سطر۱۳' ینابیع المودۃ ص۵۰ سطر۱۰' مناقب مرتضوی ص۲۲۹ سطر۲۰' ص۱۵۵ سطر۱۴' ارجح المطالب ص۴۸۸ سطر۴' ص۸۱۸ سطر۸' احسن الانتخاب ص۳۳ سطر۸' علی ابن ابی طالب ص۳۷ سطر آخر' علی اور ان کی خلافت ص۲۸ سطر۹' اسد اللہ ص۷۶ سطر۱۸' ہادی کونین ص۱۵۷ سطر آخر' سیرت حلبیہ جلدا ص۲۵۵ سطر۲۶

اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ اُمَّتِی

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول من اشفع امتی یوم القیمۃ اہل بیتی ثم الا قرب من القریش ثم الانصار ثم من امن بی من الیمن ثم سائر العرب ثم الاعاجم و من اشفع لہ اولا ہو الفضل (اخرجہ الدیلمی) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے اول جس کی میں شفاعت کروں گا وہ میرے اہل بیت ہیں۔ پھر قریش میں سے قریبی رشتہ دار پھر انصار پھر یمن والے جو مجھ پر ایمان لائے ہیں پھر تمام عرب کے باشندے پھر عجمی اور جس کی میں پہلے شفاعت کروں گا وہی افضل ہو گا۔

ارجح المطالب ص۴۱۷ سطر۶' صواعق محرقہ ص۱۸۴' اسعاف الراغبین ص۱۲۳' الشرف المؤبد ص۳۸' القول الفصل جلد۲ ص۳۰' ینابیع المودت ص۲۲۳ سطر۱۹' احیاء المیت ص۵۶ سطر آخر' مودت القربیٰ ص۳۱ سطر۴' جواہر البحار جلد۴ ص۳۱۵' کشف الغمہ ص۲۹۰' مسالک الحنفاء ص۱۴

اَوَّلُ النَّاسِ شَافِعًا

مودت القربیٰ ص۲۸ سطر آخر

قرابتی ثم محبوبنا یدخلون الجنۃ بغیر حساب لا یسئلون عن ذنبہم بعد المعرفۃ و المحبۃ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں سب سے پہلے اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ پھر علیؑ پھر میری اولاد علیہم

السلام پھر ہمارے محب وہ بے حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ہماری معرفت اور محبت کے بعد ان سے ان کے گناہوں کی پرستش نہ ہوگی۔

اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ

روایت حضرت زید بن ارقم

عن زید بن ارقم قال اول من اسلم علی

حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام نے اسلام کا اعلان فرمایا۔

جامع ص۵۳۵ سطر۲۳' عارضتہ الاحوذی جلد ۱۳ ص۱۷۷ سطر۲۰' خصائص ص ۲ سطر۱۰' سعد الشموس والاقمار ص۲۰۹ سطر۲' جامع الاصول جلد۹ ص۴۶۸' حدیث ۶۴۷۳' تہذیب التہذیب جلد۷ ص۳۳۶ سطر۱' حیاۃ الحیوان جلد۱ ص۵۵ سطر۲' مسند جلد ۴ ص۳۷۱ سطر۲' جلد ۴ ص۳۶۸ سطر۲۲' سیرۃ نبویہ جلد۱ ص۴۳۱ سطر۱۳' خصائص ص۲ سطر۱۰' المستدرک جلد ۳ ص۱۳۶ سطر۱۶' تلخیص المستدرک جلد ۳ ص۱۳۶ سطر آخر' ازالتہ الخفا جلد ۳ ص۴۹۳ سطر۳' ترجمہ حضرت علی جلد۱ ص۶۴ سطر۹' جلد۱ ص۴۶ سطر۵' جلد۱ ص۶۶ سطر آخر' جلد۱ ص۶۷ سطر۷' ذخائر العقبیٰ ص۵۸ سطر۱۲' ذخائر المواریث ص۲۱۳ جلد۱ سطر۲۰' طبقات الکبریٰ جلد۳ ص۱۲ سطر آخر' السیر الکبیر جلد۱ ص۱۳۵' اسد الغابہ جلد۴ ص۱۷ سطر۱۵' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۷' انباہ الرواۃ جلد۱ ص۱۱ سطر۶' ینابیع المودۃ ص۲۰۲ سطر۱۳' مجمع الفوائد جلد۲ ص۳۶۶' حدیث ۸۶۸۱' بیان الامراء ص۱۲۶ سطر۹' کوکب دری ص۲۳۱ سطر۱۵' تاریخ کامل جلد۲ ص۳۷ سطر۹' البدایہ جلد ۳ ص۲۶ سطر۱۱' جلد ۳ ص۲۷ سطر۲۵' جلد۷ ص۳۳۵ سطر۹' خلافت و امامت ص۱۵۸ سطر۸' شذرات الذہبیہ ص۷۸ سطر۱۷' تفسیر جلد۸ ص۲۳۶ سطر۲' تاریخ اسلام جلد۱ ص۲۲۸ سطر۸' طبقات جلد ۳ ص۲۰۵ سطر۱۹' تاریخ طبری اردو جلد اول حصہ ۳' ص۶۹ سطر۱۵' شرح مواہب لدنیہ ص۲۴۲ جلد۱ ص۵' براہین قاطعہ ص۲۰۸ سطر۸' النقض علی العثمانیہ ص۲۹۱ سطر۱۶' الاستیعاب جلد۲ ص۱۰۹۰ سطر۴' الصواعق المحرقہ ص۱۲۰ سطر۲' وسیلتہ النجات ص۷۰ سطر۴' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۷ سطر۱۹' مناقب

ص ۲۰ سطر آخر' کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۰ حدیث ۶۰۸۸' تحفتہ الاحوذی ص ۹۴ سطر ۱۵ جلد ۱۰' اسد الغابہ ص ۹۰ سطر ۴' ارجح المطالب ص ۴۸۸ سطر آخر' شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۶۷۶ سطر ۲۵' جلد ۳ ص ۲۶۲ سطر ۱' الفصول المہمہ ص ۱۵ سطر ۱۰' تہذیب الاسماء و اللغات جلد ۱ ص ۳۴۵ سطر ۲' خیر البشر ص ۲۱ سطر ۲۲

حدیث حضرت علی علیہ السلام

عن علی علیہ السلام قال قال انا اول من اسلم

حضرت علی علیہ السلام نے دعویٰ فرمایا کہ میں نے سب سے پہلے اسلام لانے کا دعویٰ کیا۔

مناقب ابن مغازلی ص ۱۴ سطر آخر' تاریخ بغداد جلد ۴ ص ۲۳۳ سطر ۱۵' مسند ص ۲۴۷ سطر ۱۴' مسند امام اعظم ص ۳۲۰ سطر ۴' ابن شیبہ کتاب المصنف جلد ۵ ص ۴۸۶ سطر ۱۳' ابن عساکر ترجمہ حضرت علی جلد ۱ ص ۴۷ سطر ۶' شرح حدیدی جلد ۳ ص ۱۳۶ سطر ۱' خلافت و امامت ص ۱۵۹ سطر ۱۷' العثمانیہ ص ۲۹۰ سطر ۲' مناقب خوارزمی' ابو المؤید ص ۲۱ سطر ۳' البدایہ جلد ۷ ص ۳۳۹ سطر ۳' ص ۳۳۴ سطر ۲' ینابیع المودۃ ص ۱۵۱ سطر ۴' ارجح المطالب ص ۴۸۸ سطر آخر' جامع ترمذی ص ۵۳۵ سطر ۱۹' اسد الغابہ ص ۹۰ سطر ۷' روضتہ الصفا ص ۲۷۷ سطر ۲' ابو الفداء المختصر جلد ۱ ص ۱۱۶' استیعاب جلد ۲ ص ۴۷۲' نزھتہ المجالس ص ۴۵۴ سطر ۲۲' ذخائر العقبیٰ ص ۵۸ سطر ۱۲' محاضرۃ الاوائل ص ۱۳۱' ہادی کونین ص ۱۵۷ سطر آخر' علی اور ان کی خلافت ص ۲۸ سطر آخر' طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۳۳ سطر ۱۱' قول المستحسن ص ۱۹' سنن کبریٰ ص ۱۲' تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۱۲' میزان الاعتدال ص ۲۱۳' سیرت علی ص ۲ سطر آخر' تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۳۶ سطر ۱۷' خیر البشر ص ۲۳ سطر ۶

روایت حضرت ابن عباس بذریعہ عمرو بن میمون

عن ابن عباس قال: اول من اسلم مع رسول اللہ بعد خدیجتہ علی بن ابی طالب

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حضرت علی اسلام لائے۔

البدایہ جلد ۷ ص ۳۳۴ سطر ۲' جامع ترمذی ص ۵۳۵ سطر ۱۹' اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۷ سطر ۲۱' شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۳۷۶' مجمع الزوائد ص ۱۰۳' جلد ۹ سطر ۱۳' منہاج السنہ جلد ۳ ص ۸ سطر ۲۲' خصائص نسائی ص ۲۷ سطر ۱۵' المعتصر جلد ۳ ص ۳۴۲ سطر ۱۴' تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۳۶ سطر ۷' ازالۃ الخفا جلد ۳ ص ۳۰۰ سطر ۱۲' مسند جلد ۱ ص ۳۳۰ سطر ۹' المستدرک جلد ۳ ص ۱۳۳ سطر ۶' ابن عساکر ترجمہ حضرت علی جلد ۱ ص ۶۳ سطر ۵' نزل الابرار ص ۱۰ سطر ۱۶' ذخائر العقبیٰ ص ۸۶ سطر ۸' استیعاب جلد ۲ ص ۴۵۷' مناقب ص ۲۲ سطر ۸' الاوائل ص ۹۱' محاضرۃ الاوائل ص ۱۳۱' انتشاع الافہام ص ۶۹' محمد سرور دو عالم ص ۲۲۸ سطر ۵' روضتہ الصفا جلد ۲ ص ۲۷۷' ہادی کونین ص ۱۵۷ سطر آخر' نزہتہ المجالس ص ۴۵۵ سطر ۳' تاریخ ص ۱۱۶ سطر ۱' تاریخ جلد ۲ ص ۲۱۵' علی اور ان کی خلافت ص ۲۸ سطر آخر' شرح مواہب لدنیہ جلد ۱ ص ۲۴۲ سطر ۵' شمس التواریخ جلد ۴ ص ۱۸۷ سطر ۴' شذرات الذہبیہ ص ۷۸ سطر ۱۷' براہین قاطعہ ص ۲۰۸ سطر ۸' ارجح المطالب ص ۴۹۱' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۵۷ سطر ۲۰' الفصول المہمہ ص ۱۵ سطر ۱۰' احمد بن حنبل مناقب جلد ۲ ص ۲۴۰' اصابہ جلد ۲ ص ۵۰۲' القول الفصل ص ۱۳۰' مناقب عشرہ ص ۲۷' مراۃ المومنین ص ۸۵' کفایت الطالب ص ۱۱۵' فتح الباری جلد ۷ ص ۱۲' ارشاد الساری جلد ۶ ص ۱۲' ارجح المطالب ص ۸۵۱ سطر ۶' ینابیع المودۃ ص ۵۸۱ سطر ۶' ینابیع المودۃ ص ۲۹ سطر ۶' تاریخ دمشق ترجمہ امام علی جلد ۱ ص ۶۳ سطر ۱' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۱۹ سطر ۲۰' تہذیب الاسماء و اللغات جلد ۱ ص ۳۴۵ سطر ۲' اسد اللہ ص ۹۰ سطر ۷' وسیلتہ النجات ص ۷۰ سطر ۴' الصواعق المحرقہ ص ۱۲۰ سطر ۲' خیر البشر ص ۲۱ سطر ۲۲' خصائص نسائی ص ۸ سطر آخر

روایت حضرت ابن عباس بذریعہ مقسم

عن مقسم عن ابن عباس قال: علی اول من اسلم

مقسم سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام اسلام لائے۔

عبدالرزاق المصنف جلد ۵ ص ۳۲۵ سطر ۳' شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۳۶۷ سطر ۱۷' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۲ سطر ۱۲' ابن عساکر جلد ۱ ص ۳۸ سطر ۱' ذخائر العقبیٰ ص ۵۸ سطر ۱۳' المستدرک جلد ۳ ص ۴۶۵' اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۷ سطر ۱۱' تاریخ اسلام جلد ۲ ص ۱۹۳ سطر ۵' خلافت و امامت ۱۵۸ سطر ۱۱' انتقاء الافہام ص ۶۹' استیعاب جلد ۲ ص ۴۵۷' ینابیع المودۃ ص ۲۰۲ سطر ۱۳

روایت مالک بن حویرث

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۰۰ سطر ۱' تاریخ دمشق ترجمہ حضرت علیؑ جلد ۱ ص ۶۵ سطر ۱

اَوَّلُ الرِّجَالِ اِسلَاما"

عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مردوں میں سے حضرت علی اسلام لائے۔ اس کے بعد تین مردوں کا گروہ اسلام لایا۔ یعنی حضرت ابوذر' حضرت بریدہ اور ابوذر کے چچا زاد بھائی۔

اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۸ سطر ۱۳' مجمع الزوائد ص ۲۲۰ جلد ۹ سطر ۳' شذرات الذہبیہ ص ۴۸ سطر آخر' کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۸' حدیث ۶۰۶۰' تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۳۳۵ سطر ۳' تہذیب الاسماء و اللغات جلد ۱ ص ۳۴۵ سطر ۳' خیر البشر ص ۲۳ سطر ۱۰

روایت یعلیٰ بن مرہ

تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۸۰ سطر ۱۲

روایت حضرت ابو رافع

مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۲۰ سطر ۵' تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۳۶ سطر ۳' شرح حدیدی جلد ۱ ص ۳۷۶ سطر ۱۳' الاستیعاب جلد ۳ ص ۲۹ سطر ۲۹' خیر البشر ص ۳۳ سطر ۱۰

اَوَّلُ المُسلِمِینَ اِیمَانا"

جناب عبداللہ بن خباب فرماتے ہیں کہ سب مسلمانوں میں سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہیں۔

الامامتہ و السیاستہ جلد ا ص ۱۴۶' مشکل کشا ص ۱۹۷ سطر ۲' مواہب لدنیہ ص ۴۵ جلد ا' خلافت و امامت عینی ص ۱۵۸ سطر ۱۲' اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۸ سطر ۱۴' تہذیب الاسماء و اللغات جلد ا ص ۳۴۵ سطر ا' استیعاب جلد ۳ ص ۲۷ سطر ۲۷' شرح مواہب لدنیہ جلد ا ص ۲۴۲ سطر ۵' اسد اللہ ص ۱۰۹ سطر آخر' شمس التواریخ جلد ۴ ص ۳۱۸ سطر ۳

روایت حضرت خالد بن قثم

خصائص نسائی ص ۲۸ المستدرک جلد ۳ ص ۲۵ سطر ۱۸' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۹۸' منتخب کنز العمال جلد ۵ ص ۴۲' تلخیص المستدرک جلد ۳ ص ۱۲۵ سطر ۲۷

روایت حضرت جنید بن عبد الرحمان

تاریخ دمشق جلد ۳ ص ۴۰۷

اَوَّلُ النَّاسِ اِسلَاماً

عن لیلی الغفاریۃ قالت کنت امراۃ اخرج مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و اداوی الجرحی فلما کان یوم الجمل اقبلت مع علی فلما فرغ دخلت علی زینب عشیۃ فقلت حدثینی ہل سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذا الرجل شیئا قالت نعم دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ھو و عائشۃ علی فراش و علیھما قطیفۃ قالت فاقمی علی کسجلسۃ الا عرابی فقال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا اول الناس ایمانا و اول الناس لقاء بی و اخر الناس بی عھد اعند الموت (المواقیت لابی عمر الزاھدی) لیلیٰ غفاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں ایک عورت تھی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوات میں جایا کرتی تھی اور زخمیوں کے علاج کیا کرتی تھی جب جمل کا دن ہوا تو میں بھی جناب علیؑ کے ساتھ جنگ کو نکلی آپ جب اس جھگڑے سے فارغ ہوئے تو میں رات کو زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گئی میں نے ان سے کہا جو کچھ کہ تم نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے حق میں سنا ہو مجھ سے بیان کرو۔ کہنے لگیں میں ایک روز جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں گئی دیکھا کہ حضرت اور بی بی عائشہ ایک بستر پر لیٹے ہوئے ہیں اور دونوں پر ایک کھیس پڑا ہوا ہے مجھ پر ابھی جلسہ اعرابی کی برابر دیر گذری ہو گی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تحقیق یہ شخص (یعنی علی) ایمان لانے کی وجہ سے سب لوگوں سے اول ہے۔ اور سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے ملنے والا ہے۔ اور میری موت کے وقت سب سے آخر مجھ سے بات کرنے والا ہے۔

ارجح المطالب ص۴۹۱ سطر۱۲' الاصابہ جلد۴ ص۳۸۹' اعلام النساء جلد۳ ص۱۳۹۸ سطر۱۵' لسان المیزان جلد۶ ص۱۲۷ سطر۱۰' ذیل اللئالی ص۵۹' ابن عساکر ترجمہ حضرت علی جلد۱ ص۸۲' احسن الانتخاب ص۳۴ سطر آخر' مناقب یمنی ص۳۱' اللئالی المصنوعہ ص۱۸۷ سطر۷' ارجح المطالب ص۴۹۱ سطر۱۲' ینابیع المودت ص۸۲ سطر آخر' ابن عساکر ترجمہ حضرت علی جلد۱ ص۸۰

روایت محمد بن کعب قرظی

(سئل محمد کعب القرظی عن اول من اسلم علی او ابوبکر قال سبحان الله علی اولهما اسلاما و انما شبہ علی الناس لان علیا اخفی اسلامہ من ابی طالب) یعنی محمد بن کعب القرظی سے کسی نے سوال کیا کہ اول علی اسلام لائے ہیں یا ابوبکر انہوں نے جواب دیا سبحان اللہ دونوں میں سے علیؑ پہلے اسلام لائے ہیں لیکن لوگوں کو شبہ ہو گیا۔ کیونکہ جناب علی نے ابوطالبؑ کے خوف سے اپنا اسلام ظاہر نہیں کیا تھا۔

ارجح المطالب ص۴۹۷ سطر آخر' شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۷۶ سطر۴' دلائل النبوۃ ص۴۱۶ سطر۹' تہذیب الاسماء و اللغات جلد۱ ص۳۴۵ سطر۳' سیرت نبویہ جلد۱ ص۴۳۱ سطر۷' ابن عساکر ترجمہ حضرت علی جلد۱ ص۸۱ سطر۴' ص۸۲ سطر۷' تاریخ اسلام ذہبی جلد۱ ص۷۸ سطر۱۵' استیعاب جلد۳ ص۲۹ سطر۳۱' نظم درر السمطین ص۸۲' امتاع الاسماع جلد۱ ص۱۷ سطر۱۱' البدایہ و النہایہ جلد۳ ص۲۶ سطر۴' خیر البشر ص۲۱ سطر۲۳' اسد الغابہ جلد۴ ص۲۳' اسد الغابہ جلد۴ ص۱۸ سطر۱۷' الذکر الحسین ص۲۰۱ سطر آخر جلد۱' شذرات الذہبیہ ص۳۸ سطر۱۹' محمد سرور دو عالم ص۲۲۸ سطر۱۸' شمس التواریخ ص۱۳۷ جلد۴ سطر۱' ارجح المطالب ص۴۹۷ سطر آخر' مشکل کشاء جلد۱ ص۲۱۴ سطر۱۰' تاریخ اسلام جلد۱ ص۲۲۹ سطر۱

روایت حضرت حسن بن زید

سیر العلام النبلاء جلد۱ ص۱۵۷' کنز العمل جلد۱۲ ص۲۰۵

روایت حضرت حسن بصری

ابو العادل الحسن بن عبداللہ ص۶۵' عقد الفرید جلد۲ ص سطر۲۱' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۲ سطر آخر' البدایہ و النہایہ جلد۷ ص۲۲۲' احیاء الاقوام ص۹۹' شذرات الذہبیہ ص۷۹ سطر۱'

تہذیب الاسماء و اللغات جلد ۱ ص ۳۴۵ سطر ۱ شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۴۰

روایت ابن اسحاق

کان ابن اسحاق ~~یقول~~ اول ذکر اسلم علی ثم زید بن حارثہ ثم ابوبکر

ابوبکر اسحاق کہا کرتے تھے کہ سب سے پہلے مرد جو اسلام لائے وہ حضرت علیؑ تھے ان کے بعد زید بن حارثہ اور ان کے بعد حضرت ابوبکر۔

تاریخ کامل جلد ۲ ص ۳۷ سطر ۱۸ تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۳۶ سطر ۷ تلقیح فہوم اہل الاثر ص ۵۳ سطر ۸ البدء و التاریخ جلد ۴ ص ۱۴۵ سطر ۱۲ المشروع الروی ص ۶۳ سطر ۱۷ بر حاشیہ مناقب کاشی ص ۳۲ استیعاب جلد ۲ ص ۴۵۷ شرح نہج البلاغہ ص ۴۹ سطر ۲۶ الاکتفاء جلد ۱ ص ۳۳۸ البدایہ و النہایہ جلد ۳ ص ۲۶ مشکل کشا جلد ۱ ص ۱۹۷ سطر ۱۰ ارجح المطالب ص ۴۹۶ سطر آخر انباہ الرواۃ ص ۱۱ سطر ۷ جلد ۱

روایت حضرت سعد بن وقاص

المستدرک جلد ۳ ص ۴۹۹ علی بن ابی طالب ص ۱ سطر ۲ استیعاب جلد ۳ ص ۲۷ سطر ۲ اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۸ سطر ۱۴ شرح مواہب لدنیہ جلد ۱ ص ۲۴۲ سطر ۵ شذرات ذہبیہ ص ۷۹ سطر ۱ تفسیر جلد ۸ ص ۲۳۹ سطر ۲۰ تہذیب الاسماء و اللغات جلد ۱ ص ۳۴۵ سطر ۳ تعلیقات علی تدریب الراوی ص ۴۰۱ اسد اللہ ص ۱۰۹ سطر آخر ارجح المطالب ص ۴۹۷ سطر ۱۳ شمس التواریخ جلد ۴ ص ۷۱۸ سطر ۴ مشکل کشا جلد ۱ ص ۱۹۷ سطر ۲ تقریب تہذیب جلد ۱ ص ۸۵ مواہب لدنیہ جلد ۱ ص ۴۵

روایت ابراہیم نخعی

تفسیر قرطبی جلد ۸ ص ۲۳۶ سطر ۲۰

روایت حضرت قتادہ

شرح حدیدی جلد۱ ص۳۷۶ سطر۱۲' استیعاب جلد۳ ص۲۹ سطر۲۶' تہذیب التہذیب جلد۷ ص۳۳۶ سطر۶' خلافت و امامت ص۱۵۸ سطر۱۲' ارجح المطالب ص۴۹۷ سطر۱۷' مواہب لدنیہ جلد۱ ص۴۵' شرح مواہب لدنیہ جلد۱ ص۲۳۲

روایت حضرت جابر بن عبداللہ انصاری

شرح مواہب لدنیہ جلد۱ ص۲۳۲ سطر۵' تہذیب الاسماء و اللغات جلد۱ ص۳۴۵ سطر۱' شرح نہج البلاغہ جلد۳ ص۲۶۲ سطر۱' النقض علی العثمانیہ ص۲۹۱ سطر۱۲' اسد الغابہ جلد۴ ص۱۸ سطر۱۴' الفصول المہمہ ص۱۱۵ سطر۶' خلافت و امامت ص۱۵۸ سطر۹' شذرات الذہبیہ ص۷۹ سطر۱' اعلام النبوۃ ص۲۲۰ سطر۱۸' استیعاب جلد۳ ص۲۷ سطر۲۷' شمس التواریخ جلد۴ ص۷۱۸ سطر۴' ارجح المطالب ص۴۹۷ سطر۱۳' اسد اللہ ص۱۰۹ سطر آخر' مشکل کشا جلد۱ ص۸۷ سطر۲

روایت حضرت مقداد بن اسود

استیعاب جلد۳ ص۲۷ سطر۲۷' اسد الغابہ جلد۴ ص۱۸ سطر۱۴' شذرات الذہبیہ ص۷۹ سطر۱' تفسیر جلد۸ ص۲۳۶ سطر۲۰' تہذیب الاسماء و اللغات جلد۱ ص۳۴۵ سطر۱' اسد اللہ ص۱۰۹ سطر آخر' ارجح المطالب ص۴۹۷ سطر۱۳' شمس التواریخ جلد۴ ص۷۱۸ سطر۴' مشکل کشا جلد۱ ص۱۹۷ سطر۲' تقریب التہذیب جلد۱ ص۸۵' مواہب لدنیہ لد۱ ص۴۵

روایت حضرت انس بن مالک

النقض علی العثمانیہ ص۲۹۱' صواعق محرقہ ص۱۲۰ سطر۲' اسعاف الراغبین ص۱۱۹ سطر۲۳'

تہذیب الاسماء و اللغات جلد ا ص ۳۵۴ سطر ا' شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۶۲ سطر ا' ارجح المطالب ص ۴۹۷ سطر ۹' شمس التواریخ جلد ۴ ص ۱۸۷ سطر ۴' بیان الامراء ص ۱۶۶ سطر ۴' براہین قاطعہ ص ۲۰۸ سطر ۸

روایت حضرت ابو سعید خدری

شرح مواہب لدنیہ جلد ا ص ۳۴۳ سطر ۵' تہذیب الاسماء و اللغات جلد ا ص ۳۴۵ سطر ا' شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۶۲ سطر ا' استیعاب جلد ۲ ص ۲۷ سطر ۲۷' خلافت و امامت ص ۱۵۸ سطر ۹' اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۸ سطر ۱۴' اسد اللہ ص ۱۰۹ سطر آخر' شرح نہج البلاغہ ص ۴۹۷ سطر ۱۳' مشکل کشاء ص ۱۹۷ جلد ا سطر ۲' شرح تقریب جلد ا ص ۵۸' مواہب لدنیہ جلد ا ص ۴۵

روایت حضرت ابن مسعود

خلافت و امامت ص ۱۵۸ سطر ۱۳

روایت حضرت ابو موسیٰ اشعری

خلافت و امامت ص ۱۵۸ سطر ۳

حضرت عمار بن یاسر

ارجح المطالب ص ۴۹۷ سطر ۱۳

روایت حضرت ابن شہاب

شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۶۷ سطر۱۲' شذرات الذہبیہ ص۷۸ سطر۱۷' استیعاب جلد۳ ص۲۹ سطر۲۶' ارجح المطالب ص۴۹۷ سطر۱۷' مواہب لدنیہ جلد۱ ص۴۵' شرح مواہب لدنیہ جلد۱ ص۲۴۲

روایت حضرت عبداللہ بن محمد بن عقیل

شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۷۶ سطر۱۲' استیعاب جلد۳ ص۲۹ سطر۲۶

روایت حضرت حبان

شذرات الذہبیہ ص۷۹ سطر۱

روایت حضرت زید بن اسلم

اعلام النبوۃ ص۲۲۰ سطر۱۸

روایت حضرت محمد بن منکدر

تاریخ طبری جلد۲ ص۳۱۲ سطر۱' الفصول المہمہ ص۱۵ سطر۹' سیرت نبویہ جلد۱ ص۴۳۰ سطر آخر' البدایہ و النہایہ جلد۳ ص۶۵ سطر آخر' ارجح المطالب ص۴۹۶ سطر۲۱' احسن الانتخاب ص۴۰ سطر۴' کامل جلد۲ ص۲۲

روایت حضرت ربیعہ بن عبدالرحمٰن

الفصول المہمہ ص۱۵ سطر۹' سیرت نبویہ جلد۱ ص۵۲۰ سطر آخر' البدایہ و النہایہ جلد۳

ص ۶۵ سطر آخر' تاریخ جلد ۲ ص ۳۱۲ سطر۱' ارجح المطالب ص ۴۹۶ سطر۲۱' احسن الانتخاب ص ۴۰ سطر۴' کامل جلد ۲ ص ۲۲

روایت حضرت حازمؓ

البدایہ و النہایہ جلد ۳ ص ۶۵ سطر آخر' تاریخ اسلام جلد۱ ص ۲۲۸ سطر۱۵' سیرت نبویہ جلد۱ ص ۳۰۴ سطر آخر' تاریخ جلد ۲ ص ۳۱۲ سطر۱' کامل جلد ۲ ص ۲۲' احسن الانتخاب ص ۴۰ سطر۴' ارجح المطالب ص ۴۹۶ سطر۲۱

روایت حضرت حذیفہ بن ثابت

شمس التواریخ جلد ۳ ص ۱۸۷ سطر۴' شرح تقریب جلد۱ ص ۸۵' شرح مواہب لدنیہ جلد۱ ص ۲۴۲' ارجح المطالب ص ۴۹۷ سطر۱۳

روایت حضرت ابو عمرۃ

کتاب الصفین ص ۴۱۰

روایت حضرت عمرو بن حمق

کتاب الصفین ص ۱۱۵' جمہرۃ الخطب جلد۱ ص ۱۳۹

روایت حضرت مجاہد

تاریخ اسلام جلد۱ ص ۲۲۸ سطر۱۷

روایت حضرت ابن شہاب

مشکل کشاؑ جلد ا ص ۱۹۷ سطر ۸

روایت کلبی

سیرت نبویہ جلد ا ص ۴۳۰ سطر آخر، تاریخ اسلام جلد ا ص ۲۲۸ سطر ۱۵، البدایہ جلد ۳ ص ۶۵ سطر آخر، تاریخ جلد ۲ ص ۳۱۲ سطر ا، ارجح المطالب ص ۴۹۹ سطر ۲۱، احسن الانتخاب ص ۴۰ سطر ۴، کامل جلد ۲ ص ۲۲۔

روایت حضرت عمر

علی اور ان کی خلافت ص ۲۸ سطر ۲۱

روایت حضرت ابو ایوب انصاری

شرح مواہب لدنیہ جلد ا ص ۲۴۲، شرح تقریب جلد ا ص ۸۵

روایت حضرت علیؑ

کتاب الصفین ص ۱۱۸، المحاسن و المساوی جلد ا ص ۳۶، تاریخ برحاشیہ تاریخ کامل جلد ا ص ۲۱۸، کتاب الصفین ص ۱۰۰

روایت امام حسنؑ

شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۹۴ سطر ۲۷

جماعت اصحاب

صحابہ کرام کی ایک بہت بڑی جماعت نے تسلیم کیا ہے کہ سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر حضرت علی اسلام لائے۔

اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۸ سطر ۱۴' اسعاف الراغبین ص ۴۹ سطر ۲۳' تاریخ الخلفاء ص ۱۱۷ سطر ۲۱' شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۳۷۶ سطر ۱۱' سطر ۱۳' سطر ۱۴' شذرات الذہبیہ ص ۷۸ سطر ۱۷' الفصول المہمہ ص ۱۵ سطر ۶' تفسیر جلد ۸ ص ۲۳۶ سطر ۲' تہذیب الاسماء و اللغات جلد ۱ ص ۳۴۵ سطر ۱' اعلام النبوۃ ص ۲۲۰ سطر ۱۸' سیرت نبویہ جلد ۱ ص ۳۳۰ سطر آخر' وسیلۃ النجات ص ۷۰ سطر ۳' حاشیہ ص ۷۱ سطر آخر' شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۶۲ سطر ۱' تعلیقات تدریب الراوی ص ۲۱۰' النقض علی العثمانیہ ص ۲۹۱ سطر ۹' استیعاب جلد ۳ ص ۲۷ سطر ۲' جلد ۳ ص ۲۹ سطر ۲۶' اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۴۲' تفسیر الجامع الاحکام القرآن جلد ۸ ص ۲۳۶' عیون الاثر جلد ۱ ص ۹۲' اصابہ جلد ۲ ص ۳۴۹' تجہیز الجیش ص ۳۰۶' اتعاظ الانام ص ۷۶' خیر البشر ص ۲ سطر ۱۸' احسن الانتخاب ص ۳۴ سطر آخر لکھنؤ' محمد سرور دو عالم ص ۲۲۸ سطر ۱۵' تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۵۷ سطر ۱۰' الذکر الحسین جلد ۱ ص ۲۰۳ سطر ۱۵' البدایہ جلد ۳ ص ۶۵ سطر آخر' شرح مواہب لدنیہ جلد ۱ ص ۲۴۲ سطر ۵' صواعق محرقہ ص ۲۰۱ سطر ۶' تاریخ الرسل و الملوک جلد ۲ ص ۳۱۲ سطر ۱' اسد اللہ ص ۱۰۹ سطر آخر' ارجح المطالب ص ۲۹۱ سطر ۲۱' ص ۲۹۷ سطر ۹' ۱۳' ۱۷' شمس التواریخ جلد ۲ ص ۱۸۷ سطر ۴' تاریخ الخلفاء ص ۱۲۶ سطر ۱۹' صواعق محرقہ ص ۲۰۸ سطر ۸' خلافت و امامت ص ۱۵۸ سطر آخر' تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۲۸ سطر ۱۵' مشکل کشاء جلد ۱ ص ۱۹۷ سطر ۲' احسن الانتخاب ص ۴۰ سطر ۴' مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۳۷ سطر ۳' مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۸۵ سطر ۱۷' تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۳۶ سطر ۱' مولائے کائنات ص ۱۲ سطر ۶' خیر البشر ص ۲ سطر ۱۸' استیعاب ص ۲۳ سطر ۱۰

اولھا اسلاما

(۱) عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اول الناس من ھذہ الامۃ ورودا علی الحوض اولھا اسلاما علی بن ابی طالب (اخرجہ ابن عبدالبر فی الاستیعاب) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب ختم المرسلین علیہ الصلوۃ سے سنا ہے کہ اس امت کا حوض پر پہلے وارد ہونے والا اس امت کا سب سے پہلے ایمان لانے والا علی بن ابی طالبؑ ہے۔

ارجح المطالب ص۴۸۸ سطر۴' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۲ سطر۱۳' کنز العمال جلد۶ ص۴۰۰ حدیث ۶۰۸۹' مناقب ص۱۵ سطر۹' مسند دمشق ص۴۳۱ سطر۷' تاریخ بغداد جلد۲ ص۸۱ سطر۱۰' تہذیب الاسماء و اللغات جلدا ص۳۴۵ سطر۳' المستدرک جلد۳ ص۱۳۶ سطر۱۲' تلخیص المستدرک جلدا ص۱۳۶ سطر۸' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۳ سطر آخر' ازالتہ الخفا جلد۲ ص۲۶۳ سطر۲' اربعین ص۴۶۹ سطر آخر' المشروع الروی ص۹۳ سطر۱۰' سیرت زینی جلدا ص۲۰۱ سطر۳' ابن عساکر ترجمہ حضرت علی جلدا ص۱۷ سطر۵' ص۴۲ سطر۱۲' ص۴۷ سطر۵' ذخائر العقبیٰ ص۵۸ سطر۱۹' شرح نہج البلاغہ جلد۳ ص۲۶۲ سطر۱۳' استیعاب جلد۲ ص۴۵۷' النقض علی العثمانیہ ص۲۹۱ سطر۲۰' اسد الغابہ جلد۴ ص۱۷ سطر۲' علی الایام ص۳۹' کنز العمال جلد۱۵ ص۱۳۶' خیر البشر ص۲۱ سطر۲۱' شذرات ذہبیہ ص۴۸ سطر۱۹' نظم درر السمطین ص۸۲' کنوز لحقائق ص۴۲' مفتاح النجاہ ص۲۱' المختار ص۲' مناقب ص۳۱' مناقب عشرہ' تعلیقات تدریب الراوی ص۴۰۱' شرح تقریب جلدا ص۸۵' مواہب لدنیہ جلدا ص۴۵' مودۃ القربیٰ ص۶۵ سطر۱۳' ینابیع المودۃ ص۵۰ سطر۱۰' مناقب مرتضوی ص۲۲۹ سطر۲۰' ص۱۵۵ سطر۱۴' ارجح المطالب ص۴۸۸ سطر۴' ص۸۱۸ سطر۷' ص۴۸۸ سطر۹' احسن الانتخاب ص۳۳ سطر۸' علی بن ابی طالب ص۳۷ سطر آخر' علی اور ان کی خلافت ص۲۸ سطر۹' اسد اللہ ص۷۶ سطر۱۸' ہادی کونین ص۱۵۷ سطر آخر' سیرت حلبیہ جلدا ص۲۵۵ سطر۲۶' شرح نہج البلاغہ جلدا ص۳۷۶' استیعاب جلدا ص۳۷۶ سطر۵' محاضرۃ الاوائل ص۵۴' علی الایام ص۳۹' مولائے کائنات ص۲۱' سطر۱۷' الطبقات المالکیہ ص۱۷' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۷ سطر آخر' ص۱۵۸ سطر۲' مناقب ص۱۷ سطر۱۶

اَوَّلُ القَومِ اِسلَاماً"

ینابیع المودت ص۵۳ سطر۲۱ طبع بمبئی

اَوَّلُ النَّاسِ اِسلَاماً"

اصابہ جلد۴ ص۲۸۹' لسان المیزان جلد۶ ص۲۷ سطر۲' تاریخ دمشق ترجمۃ الامام علی جلدا ص۸۲ سطر۱۴

اَوَّلُ صَحَابِیْ سَلْماً

حضرت ابو اسحاق کہتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بوقت شادی حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے میری بیٹی حضرت علیؑ میرے تمام صحابیوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔

کنز العمال جلد ۱۲ ص ۲۰۵ حدیث ۱۱۲۷ اتحاف سنعانی' عبد الرزاق المصنف جلد ۵ ص ۴۹۰ سطر ۱' شواہد التنزیل ص ۳۰ جلد ۲' تاریخ دمشق جلد ۱ ص ۲۴۳' فتح الملک العلیؑ ص ۳۸' اسد الغابہ جلد ۵ ص ۵۲' مجمع الزوائد ص ۱۰۱ جلد ۹ سطر آخر' استیعاب ص ۴۹۰

اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ اِسْلَاماً

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۳' حدیث ۲۵۴۳' جلد ۶ ص ۳۹۱' حدیث ۵۹۹۲' مناقب عشرہ ص ۲۱' رسالۃ الحلبی ص ۱۲' مناقب مرتضوی ص ۲۷۰ سطر ۲

اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیٌّ اِیْمَاناً

عن عمر بن الخطاب قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک اول المومنین معی ایماناً و اعلمہم بآیات اللہ اوفاھم بعہد اللہ بالرعیتہ و اقسمھم بالسویتہ و اعظمھم عند اللہ منزلتہ (اخرجہ احمد) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علیؑ سے فرماتے تھے کہ تم سب مومنوں سے پہلے میرے ساتھ ایمان لانے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کی آیتوں کے ساتھ زیادہ تر علم رکھنے والے ہو اور تم ان سب سے خدا کے عہد کو زیادہ تر پورا کرنے والے ہو اور ان سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ مہربانی کرنے والے ہو اور ان سب سے اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والے ہو۔

ارجح المطالب ص ۱۳۹ سطر ۱۸' ابن عساکر ترجمہ الامام علی جلد ۱ ص ۱۱۷ سطر ۱۰' جلد ۳ ص ۳۳۱' کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۵' حدیث ۶۰۲۹' ۶۰۳۲' ۶۰۱۵' جلد ۱۵ ص ۱۰۹' مناہج الفاضلین ص ۱۸۰' وسیلۃ المآل ص ۱۰۹' ینابیع المودت ص ۲۰۲ سطر ۱۵' مناقب عشرہ ص ۱۱' مناقب ص ۱۹ سطر ۱۵' مولائے کائنات ص ۲۱ سطر ۳' احسن الانتخاب ص ۳۳ سطر آخر' ص ۳۴ سطر ۱۰' ارجح المطالب ص ۴۹۰ سطر ۱'

ص۵۵۶ سطر۲۴' ص۱۳۹ سطر۱۸' المشرع الروی ص۶۳ سطر۸' فردوس الاخبار' باب الیاء' نزل السائرین' اربعین' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۷ سطر۱۶' ذخائر العقبیٰ ص۵۸ سطر۱۳' النقض علی العثمانیہ ص۲۹۱ سطر آخر

اول من اٰمن بی

(عن) ابی ذر الغفاری قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لعلی انت اول من امن بی و صدق و انت صدیق الاکبر (اخرجہ الحاکم نقلت من الریاض النضرہ) ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے جناب رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ علیؑ کو فرما رہے تھے تو وہ شخص ہے جو سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے اور میری تصدیق کی ہے اور تو صدیق اکبر ہے۔

ارجح المطالب ص۲۳ سطر۱۵' تعلیقات تدریب الراوی ص۴۰۱' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۲ سطر۳' لسان المیزان جلد۲ ص۴۱۳ سطر آخر' البیان و التعریف جلد۲ ص۱۰' الاربعین ص۴۹' النقض علی العثمانیہ ص۲۹۰ سطر۹' فرائد السمطین ص۲۱' مفتاح النجا ص۲۱' انتھاء الافہام ص۴۷' بحر المناقب ص۹۹' میزان الاعتدال جلد۱ ص۴۱۶ سطر۱' جلد۲ ص۳۵ سطر۹' العثمانیہ ص۲۷۸' ذخائر العقبیٰ ص۵۸ سطر۱۶' نظم درر السمطین ص۸۱' شرح مواہب لدنیہ جلد۱ ص۲۴۲' شرح نہج البلاغہ جلد۳ ص۲۵۶' جلد۳ ص۲۵۷' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۶ حدیث ۲۶۰۸' ینابیع المودۃ ص۸۲ سطر۲۴' ص۱۲۹ سطر۱۴' مناقب عشرہ ص۶' وسیلۃ المآل ص۱۰۹' مناقب ص۲۰۸' قرۃ العینین ص۲۳۴' تاریخ دمشق ترجمہ الامام علی جلد۱ ص۷۷ سطر۷' ص۷۸ سطر۸' استیعاب جلد۴ ص۱۶۹' کنز العمال جلد۶ ص۳۹۴ حدیث ۶۰۲۹' ص۴۰۵ حدیث ۱۳۳۴' ص۴۰۲ حدیث ۶۱۱۵' احسن الانتخاب ص۳۳ سطر۱۳-۱۷' حضرت علی ص۳۸ سطر۵' کفایۃ الطالب ص۷۹' نزہۃ المجالس ص۲۰۵ جلد۲' مواقف ص۲۷۶ جلد۳' کنز العمال جلد۱۲ ص۲۴۳' حدیث ۱۳۳۰' علی اور ان کی خلافت ص۲۸ سطر۹' شرح مواہب لدنیہ ص۲۴۲ جلد۱ سطر۷' ارجح المطالب ص۲۳ سطر۱۵' ص۲۳ سطر۲۰' ص۲۵ سطر آخر' فیض القدیر جلد۴ ص۳۵۸ سطر آخر' میزان الاعتدال جلد۲ ص۲۵ سطر۹' تفسیر عزیزی پارہ۲ ص۲۵۸ سطر۱' ابن عساکر ترجمہ علی بن ابی طالب جلد۱ ص۸۴' جلد۱ ص۷۶ سطر۲' شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۷۹ سطر۹' جلد۳ ص۲۹۳ سطر۱' تہذیب التہذیب جلد۷ ص۳۳۶ سطر۷' المستدرک جلد۳ ص۱۳۳ سطر۶' الاستیعاب جلد۲ ص۴۵۷' ابن عساکر ترجمہ

علی بن ابی طالب جلد۱ ص۶۳ سطر۱۱ شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۷۶ سطر۱۳' تہذیب التہذیب جلد۷ ص۳۳۶ سطر۷' البدء و التاریخ جلد۴ ص۱۴۵ سطر۱۲' استیعاب جلد۲ ص۴۵۷' شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۷۶ سطر۱۲' الاکتفاء جلد۱ ص۳۳۸' البدایہ و النہایہ جلد۳ ص۲۹' انباہ الرواۃ جلد۱ ص۱۱' مشکل کشا جلد۱ ص۱۹۷ سطر۱۰' ارجح المطالب ص۴۹۴ سطر آخر' المستدرک جلد۳ ص۴۹۹' المعارف ص۵۶' ابن عساکر ترجمہ علی بن ابی طالب ص۱۴۰ سطر۱۲' ابن عساکر ترجمہ علی بن ابی طالب ص۶۳ سطر۱' شرح نہج البلاغہ جلد۳ ص۲۶۰ سطر۲۳' سیرت نبویہ جلد۱ ص۴۳۱ سطر۱' کتاب الاکتفاء ص۳۳۸ سطر آخر' ابن عساکر ترجمہ علی بن ابی طالب جلد۱ ص۱۴۰ سطر۱۲' کنز العمال جلد۱۲ ص۲۱۴ حدیث ۱۱۲۳۰' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۳ سطر آخر' ترجمہ علی بن ابی طالب جلد۱ ص۶۳ سطر۸' جلد۱ ص۴۷ سطر۱۱' جلد۱ ص۷۶ سطر۱۳' ازالتہ الخفا جلد۳ ص۳۰۵ سطر۲۱' الروضتہ الندیہ ص۱۳' حضرت علی ص۳۴ سطر۴' اسوۂ علی ص۲۵ سطر۹' المرتضیٰ ص۲ سطر۴' سنن کبریٰ ص۲۰۶ سطر۶' فرائد السمطین جلد۱ ص۳۹ سطر۱۹' جلد۱ ص۱۴۰ سطر۵' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۳ سطر آخر' منہاج السنہ ص۱۳۰ سطر۸' فرائد السمطین جلد۱ ص۱۳۰ سطر۱۰' استیعاب جلد۲ ص۴۵۷' تہذیب التہذیب جلد۷ ص۳۳۶ سطر۷' استیعاب جلد۳ ص۴۲ سطر۳۰' احسن الانتخاب ص۳۳ سطر آخر' کتاب الصفین ص۱۰۰' شرح نہج البلاغہ جلد۲ ص۱۰۱' شرح ابن ابی الحدید جلد۳ ص۲۶۰' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۷ سطر۲۱' الاوائل ص۹۳' سنن کبریٰ جلد۶ ص۲۰۶' مجمع الزوائد ص۲۲۰ جلد۱ سطر۳' ارجح المطالب ص۴۹۱ سطر آخر' طلوع اسلام حصہ۴ ص۷ سطر آخر' تاریخ اسلام ص۹۰ سطر۷' مظہری جلد۴ ص۲۵۸ سطر آخر' ازالتہ الخفا جلد۳ ص۳۰۵ سطر۲۱' مجمع الزوائد جلد۹ ص۱۰۲ سطر۷' ص۱۰۲ سطر آخر' خیر البشر ص۲۱ سطر۱۲

اَوَّلُهُم اِيمَانًا بِاللّٰهِ

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی تخصم الناس بسبع و لا یحاجک احد من قریش انت اولهم ایمانا باللہ و اوفاهم بعهد اللہ اقومهم بامر اللہ و اقسمهم بالسویۃ و اعدلهم فی الرعیۃ و ابصرهم بالقضیۃ و اعظمهم عند اللہ (اخرجہ الحاکمی و الدیلمی) معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ جناب علیؑ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے تھے کہ تم سات باتوں میں لوگوں سے جھگڑو گے اور قریش سے کوئی ایک تجھ سے نہیں مخاصمت کر سکے گا تم ان میں سے اللہ پر پہلے ایمان لانے والے ہو۔ اور ان سب سے خدا تعالیٰ کے عہد کو زیادہ تر پورا کرنے والے ہو اور ان سب سے خدا تعالیٰ کے حکم کے ساتھ قیام کرنے والے ہو۔ اور ان سب سے زیادہ پوری تقسیم کرنے والے ہو۔ اور ان سب سے رعیت کے ساتھ زیادہ عدل کرنے والے ہو اور ان سب سے زیادہ فیصلہ کو جاننے والے ہو اور تم ان سب سے اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے ہو۔

عبارت ارجح المطالب ص۱۵۱ سطر آخر' حلیتہ الاولیاء جلد۱ ص۶۵' مناقب خوارزمی ص۶۲' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۹۸' لسان المیزان جلد۲ ص۱۹ سطر۱۳' مفتاح النجاہ ص۲۲' راموز الاحادیث ص۴۹۸' فرائد السمطین جلد۱ ص۲۲۳ سطر۱۴' لوامع العقول ص۲۲۵ سطر۴' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۴ سطر۲' منہاج السنہ جلد۴ ص۱۲۰ سطر۱' کنز العمال جلد۱۲ ص۲۱۴ حدیث ۱۲۳۴' ابن عساکر ترجمہ علی جلد۱ ص۱۷ سطر۴' ذخائر العقبیٰ ص۸۳ سطر۱۷' کنز العمال جلد۶ ص۱۵۶ حدیث ۲۶۱۲' روائح المصطفیٰ ص۱۱' استیعاب جلد۲ ص۴۷۰' القول المستحسن ص۲۲۹' مستدرک جلد۳ ص۱۳۶' مقاصد حسنہ ص۴۲' اہل بیت ص۲۲۶' ینابیع المودت ص۱۷۵ سطر۶' ارجح المطالب ص۱۵۱ سطر آخر' ص۴۸۹ سطر۱۵' فضائل چہار یار ص۲۶ سطر۱۱

اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاللّٰہِ اِیْمَانًا"

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ تم تمام مومنوں سے پہلے اللہ پر ایمان لائے۔

کنز العمال جلد۶ ص۱۵۶' حدیث ۲۶۱۳' جلد۱۲ ص۲۱۴' حدیث ۱۲۳۵' مناقب علی ص۲۸' منال الطالب ص۴۷' اسنیٰ المطالب ص۱۴' کفایتہ الطالب ص۱۳۹' مطالب السئول ص۳۴' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۹۸' احسن الانتخاب ص۳۴ سطر۴' اہل بیت ص۲۲۶' حلیتہ الاولیاء جلد۱ ص۶۶ سطر۳

اَوَّلُ النَّاسِ اِیْمَانًا"

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انک اول المسلمین اسلاما و اول المومنین ایمانا و اعلمھم بایات اللہ و اوفا ھم بعھد اللہ و ارء فھم بالرعیتہ و اقسمھم بالسویتہ و اعظمھم عند اللہ مزیتہ (اخرجہ احمد) جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب علی سے فرماتے تھے کہ تم اسلام لانے میں سب مسلمانوں سے پیش قدم اور مجھ پر ایمان لانے کی وجہ سے سب سے مقدم ہو۔ تم ان سب سے زیادہ خدا کے عہد کو پورا کرنے والے ہو اور رعیت پر ان سب سے زیادہ مہربان ہو اور ان سب سے برابر پورا تقسیم کرنے والے اور ان سب سے خدا کے نزدیک بڑی منزلت والے ہو۔

عن ابی سعید و معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لک یا علی سبع خصال لا یحاجک فیھن احد یوم القیامتہ انت اول المومنین باللہ ایمانا و اوفاھم بعھد اللہ و ارء فھم بالرعیتہ و اقسمھم بالسویتہ

و اعلمهم بالقضیة و اعظمهم منزلة عند الله یوم القیمة (اخرجه الدیلمی عن ابی سعید الخدری و الحاکم عن معاذ بن جبل) دیلمی فردوس الاخبار میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حکم مستدرک میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے یا علیؑ تجھ میں سات خصلتیں ایسی ہیں کہ قیامت کے روز ان میں کوئی تجھ سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو خدا پر ایمان لانے میں سب مومنوں سے پہلا ہے۔ اور خدا کے عہد کو پورا کرنے میں ان سے برتر۔ اور رعیت پر مہربانی کرنے میں ان سب سے مہربان اور برابر بانٹنے میں ان سب سے پورا تقسیم کرنے والا اور ان سب سے جھگڑوں کے فیصل کرنے میں زیادہ علم والا۔ اور قیامت کے روز خدا کے پاس سب سے اونچے مرتبے والا ہے۔

ارجح المطالب ص۴۹۱ سطر۱۲' تاریخ دمشق ترجمہ الامام علی جلد۱ ص۸۰ سطر آخر' ینابیع المودت ص۸۲ سطر آخر' اسد الغابہ جلد۵ ص۵۲۳' اصابہ جلد۳ ص۳۸۹' شرح نہج البلاغہ جلد۲ ص۱۰۱

اَوّلُ الْمُؤمِنِیْنَ اِیْمَانًا

عن جابر عبد الله رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم [illegible] اول المسلمین اسلاما و انت اول المومنین ایمانا (اخرجه ابن مردویه) جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ [illegible] ماب رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اے علیؑ تو سب مسلمانوں سے اسلام لانے کی رو سے [illegible] ہے [illegible] مومنین سے ایمان لانے کی رو سے مقدم ہے۔

ارجح المطالب ص۵۱ سطر۱' ینابیع المودت ص۱۵۱ سطر۱۲' ارجح المطالب ص۸۱ سطر۹' شواہد التنزیل جلد۲ ص۳۱۱' فتح البیان جلد۱۰ ص۳۲۱ سطر۱۰' فتح القدیر جلد۵ ص۴۶۴' درمنثور جلد۶ ص۳۷۹ سطر۱۲' احسن الانتخاب ص۳۴ سطر۱۹' فرائد السمطین جلد۱ ص۱۵۶ سطر۵' کنز العمال جلد۱۲ ص۲۱۴ حدیث ۳۵۳۵' ابن عساکر ترجمہ علی بن ابی طالب جلد۱ ص۷۷ سطر۱' ارجح المطالب ص۵۱ سطر۶

اَوّلُ ذَکَرٍ اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ

عن ابی ہارون العبدی قال اتیت ابا سعید الخدری فقلت له هل شهدت بدر افقال نعم و فقلت الا تحدثنی بشئی مما سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم فی علی فقال یا بنی اخبرک ان رسول الله صلی الله علیه وسلم مرض مرضته و نقه قد خلت علیه فاطمة تعوده و انا جالس عن یمین رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما رات ما برسول الله صلی الله علیه وسلم من الضعف خنقتها العبرة حتی الضیعة یا رسول الله فقال یا فاطمة ان الله اطلع علی اهل الارض اطاعة فاختار منها اباک ثم اطلع ثانیة فاختار منهم بعلک فاوحی الی فانکحته بک و اتخذته و صیا اما علمت انک

بکرامتہ اللہ ایک زوجک اعلمہم علما و اکبرھم حلما و اقدمہم سلما فضحکت و استبشرت فاراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یزیدھا مزید الخیر کلہ الذی قسمہ اللہ بمحمد و ال محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہا یا فاطمۃ لعلی ثمانیۃ اضراس یعنی مناقب ایمان باللہ و رسولہ و حکمتہ و زوجتہ و سبطاہ الحسن و الحسین و امرہ بالمعروف و نہیہ عن المنکر یا فاطمۃ انا اہل البیت اعطینا ست خصال لم یعطھا احد من الاولین و لا یدرکہا احد من الاخرین غیرنا نبینا خیر الانبیاء و ھو ابوک و وصینا خیر الاوصیاء و ھو بعلک و شہیدنا خیر الشہداء و ھو حمزۃ عم ابیک و منا سبطاہ ھذہ الامۃ و ھما ابناک و منا مہدی الامۃ الذی یصلی خلفہ عیسی ثم ضرب علی منکب الحسین فقال من ھذا مہدی الامۃ (اخرجہ الدار قطنی) ابو ہارون العبدی کہتے ہیں کہ میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر کہا کیا بدر کی جنگ میں حاضر تھے کہنے لگے ہاں میں نے ان سے کہا کیا تم مجھے نہیں بتا سکتے جو کہ کچھ تم نے علیؑ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ جواب دیا۔ اے میرے بیٹے میں تجھے سناتا ہوں کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہو کر نہایت ضعیف ہو گئے جناب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت کے لیے تشریف لائیں میں حضرتؐ کے داہنی جانب بیٹھا ہوا تھا۔ وہ حضرتؐ پر ضعف کا غلبہ دیکھ کر رونے لگیں رونے سے ان کی ہچکی بندھ گئی یہاں تک کہ ان کے رخسار پر آنسو جاری ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاطمہؑ آپ کیوں روتی ہیں عرض کیا کہ میں آپ کے بعد اپنے ضائع ہونے سے ڈرتی ہوں۔ حضرت نے فرمایا۔ بہ تحقیق پروردگار نے زمین کے باشندوں کو اچھی طرح دیکھ کر تیرے باپ کو ان میں سے منتخب کیا ہے پھر دوبارہ دیکھ کر تیرے شوہر کا انتخاب کیا پھر میری طرف وحی بھیجی اور میں نے تیرا نکاح کر کے اسے اپنا وصی بنایا۔ آیا تم نہیں جانتی کہ خدائے تعالیٰ نے خاص تمہارے لیے کیا مہربانی کی ہے۔ تیرا خاوند سب سے زیادہ علم والا ہے اور سب سے زیادہ حلم والا ہے۔ اور اسلام میں سب سے پیش قدم ہے۔ پس جنابِ فاطمہؑ مسکرائیں اور خوش ہو گئیں۔ حضرتؐ نے چاہا کہ ان کو اور زیادہ اس خیر سے حصہ دیں کہ پروردگار نے محمدؐ اور آل محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو حصہ عطا فرمایا ہے۔ پس آپ نے فرمایا یا فاطمہؑ علیؑ کے آٹھ تیز دانت ہیں یعنی مناقب ہیں اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا۔ اور اس کی دانائی اور اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا فاطمہ ہم اہل بیت کو چھ باتیں ایسی عطا ہوئیں کہ ہمارے سوا ہم سے پہلے لوگوں کو نہیں دی گئیں اور ہم سے پیچھے آنے والے بھی نہیں حاصل کر سکتے ہمارا نبی تمام نبیوں سے بہتر ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا وصی سب اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تیرا شوہر ہے۔ ہمارا شہید سب شہیدوں سے برتر ہے وہ حمزہ ہے جو تیرے باپ کا چچا ہے اور امت کے سبطین وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں اور ہم میں سے اس امت کا مہدیؑ بھی ہے جس کے پیچھے حضرت عیسیٰ نماز پڑھیں گے۔ پھر حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امام حسینؑ کے دوش مبارک پر ہاتھ مار کر فرمایا مہدیؑ اس سے ہو گا

ارجح المطالب ص۴۹۴ سطر آخر' تہذیب التہذیب جلد۷ ص۳۳۷ سطر۷' شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۷۶ سطر۱۳' استیعاب جلد۳ ص۲۹ سطر۲۹' استیعاب جلد۳ ص۲۹ سطر۲۶' الاکتفاء جلد۱ ص۳۳۸' ارجح المطالب ص۴۹۶ سطر آخر' سیرت نبویہ برحاشیہ مناقب کاشی ص۳۲' البداء و التاریخ جلد۴ ص۱۴۷ سطر۱۲' کتاب الصفین ص۱۵' کتاب الصفین ص۱۰۰' مناقب خوارزمی ص۱۷ سطر۱' کامل جلد۲ ص۳۲' البدایہ والنہایہ جلد۳ ص۲۹' احسن الانتخاب ص۳۵ سطر۶' سیرت نبویہ جلد۱ ص۲۲۵' تاریخ دمشق ترجمہ الامام علی جلد۱ ص۳۰ سطر۱۲' سیرت نبویہ جلد۱ ص۲۴۵'

شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۷۷ سطر۱۳' مناقب ص۳۰' اسد اللہ ص۹۲ سطر۶' محمد سرور دو عالم ص۲۲۳ سطر۸' ارجح المطالب ص۴۹۹ سطر آخر' الروضۃ الندیہ ص۱۳' الروضۃ الندیہ ص۱۳' حضرت علی ص۳۴ سطر۴' اسوۂ علی ص۲۵ سطر۹' المرتضیٰ ص۲ سطر۲' سنن کبریٰ جلد۶ ص۲۰۶' ارجح المطالب ص۴۹۰ سطر آخر' استیعاب جلد۳ ص۳۲ سطر۳۰' احسن الانتخاب ص۳۳ سطر آخر' کتاب الصفین ص۱۰۰' شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۷۵ سطر۳۰' اربعین ص۴۷۰ سطر۳' ابن عساکر ترجمہ علی جلد۱ ص۴۱ سطر۱' نہایت الارب جلد۱۲ ص۱۸۰ سطر۱

اَنتَ اَوّلُ المُؤمِنِینَ اِیمَاناً"

عن العباس بن عبدالمطلب قال سمعت عمر بن الخطاب و هو یقول کفوا عن ذکر علی بن ابی طالب فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی علی ثلاث خصال وددت لو ان لی واحدۃ منهن کل واحدۃ منهن احب الی مما طلعت علیہ الشمس کنت انا و ابوبکر و ابو عبیدۃ بن الجراح و نفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی کتف علی فقال یا علی انت اول المسلمین اسلاما و انت اول المومنین ایمانا و انت منی بمنزلۃ هارون من موسی کذب یا علی من زعم انہ یحبنی و یبغضک(اخرجہ الطبری و ابن السمان)
عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ جناب علی کی غیبت کرنے سے باز رہو میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ علی میں تین خصلتیں ہیں (اگر ان تینوں میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو میرے نزدیک ان سب چیزوں سے بہتر تھی کہ جس پر آفتاب کا پرتو پڑتا ہے) میں اور ابوبکر اور ابو عبیدہ بن الجراح چند اصحاب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے علیؑ تو اسلام لانے میں سب

ارجح المطالب ص۴۹۰ سطر۱' کنز العمال جلد۱ ص۳۹۳ حدیث ۶۰۱۵' ۶۰۳۴' کنز العمال جلد۱۵ ص۱۰۹' ابن عساکر ترجمہ علی بن ابی طالب جلد۱ ص۱۱۷ سطر۱۰' جلد۳ ص۱۳۱' ینابیع المودت ص۲۰۲ سطر۱۵' مناقب عشرہ ص۱۱' مناقب ص۱۹ سطر۱۵' ذخائر العقبیٰ ص۵۸' مولائے کائنات ص۲۱ سطر۱۳' احسن الانتخاب ص۳۳ سطر آخر' ص۳۴ سطر۲۰' ارجح المطالب ص۴۹۰ سطر' ص۵۵۶ سطر۲۴' ص۱۳۹ سطر۱۸' المشروع الروی ص۹۳ سطر۸' الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۷ سطر۱۸' ذخائر العقبیٰ ص۵۸ سطر۱۳' خیر البشر ص۲۲ سطر۲

اَوّلُ مَن رَکَعَ

عن مجاهد عن ابن عباس قال نزلت هذه الایۃ و اقیموا الصلوۃ و اتو الزکوۃ و ارکعوا مع الراکعین فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی خاصۃ و هما اول من صلی و رکع اخرجہ الطبرانی فی الخصائص واقیہ بن المغازلی فی

المناقب و حافظ ابو نعیم فی الحلیتہ) مجاہد رحمتہ اللہ علیہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ کہ (قائم کرو تم نماز کو اور دو تم زکوۃ اور جھکو تم جھکنے والوں کے ساتھ) خاص کر جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب علی کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ انہیں دونوں صاحبوں نے پہلے نماز پڑھی ہے۔

ارجح المطالب ص ۵۰۴ سطر ۱۳' مناقب خوارزمی ص ۱۸۹' تذکرۃ الخواص ص ۸' اسد اللہ ص ۵۰ سطر آخر

اَوَّلُ مَنْ شَهِدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی وہ شخص ہے کہ جس نے میرے ساتھ سب سے پہلے اللہ کو اکیلا کہا۔ المنتقی ص ۲۹۴ سطر ۴' فرائد السمطین ص ۳۲۱ جلد ۱' تاریخ دمشق جلد ۳ ص ۸۹ سطر ۴' ینابیع المودت ص ۱۲ سطر آخر

اَوَّلُ بَایَعَہٗ

حضرت اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کی۔ سیرت نبویہ کازرونی ص ۳۲

اَوَّلُ مَنْ اَنَابَ وَ اَجَابَ

کتاب الصفین ص ۳۴۲' علی بن ابی ابو النصر ص ۲۳' سطر ۸' مروج الذہب جلد ۲ ص ۵۹

اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَنِی

عن الشعبی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی ھذا اول من آمن بی و صدقنی و صلی

شعبی نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا

کہ یہ مجھ پر سب سے پہلے ایمان لایا۔ اس نے سب سے پہلے میری تصدیق کی اور سب سے پہلے میرے ساتھ نماز پڑھی۔

العثمانیہ ص۲۷۸، ذخائر العقبٰی ص۵۸ سطر۱۹، الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۸ سطر۲۰، اثبات الوصیتہ ص۱۳۵ سطر۸، تاریخ بغداد جلد۱ ص۲۳۱ سطر۱، ابن عساکر ترجمہ علی جلد۱ ص۴۰ سطر۲، وقعہ صفین ص۱۰۰ سطر۵، نہایت الارب جلد۱۹ ص۱۸۰ سطر۱، ینابیع المودت ص۹۲ سطر آخر، شرح نہج البلاغہ جلد۳ ص۲۵۶، مناقب خوارزمی ص۵۸، ابن عساکر ترجمہ علی جلد۱ ص۶۳ سطر۸، المحاسن و المساوی جلد۱ ص۳۶، تاریخ برحاشیہ کامل جلد۱ ص۲۱۸، تقریب سیرت ابن ہشام ص۸۶ سطر۱۰، خیر البشر ص۲۱ سطر۱۲

اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی

عن زید بن ارقم قال اول من صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی (اخرجہ النسائی) زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب امیرؑ نے سب سے پہلے حضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔

ارجح المطالب ص۲۰۵ سطر آخر، فردوس الاخبار ص۴۰ جلد۱، فرائد السمطین جلد۱ ص۲۳۵ سطر۱۳، منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۳ سطر آخر، کنوز الحقائق ص۱۵، مسند ص۳۶۰ سطر۴، مناقب ص۱۸۹، الاستیعاب جلد۳ ص۲۸ سطر۳۰، البدایہ و النہایہ جلد۷ ص۲۶، جلد۳ ص۲۶، جامع ترمذی ص۵۳۵ سطر۲۰، جامع الاصول جلد۹ ص۴۶۸، حدیث ۶۴۲۳، ذخائر العقبٰی ص۵۹ سطر۴، الریاض النضرہ جلد۲ ص۱۵۸ سطر۸، شرح نہج البلاغہ جلد۳ ص۳۵۶، ینابیع المودت ص۵۱ سطر۱۵، کنز العمال جلد۱ ص۱۵۶ حدیث ۴۱۰، تاریخ کامل جلد۲ ص۲۲، محمد سرور عالم ص۲۲۸ سطر۵، نظم درر السمطین ص۱۸۷ و ص۱۳۳، الخیار ص۲، شرح وصایا ابو حنیفہ ص۱۷۵، مرأۃ المومنین ص۲۸، شمس التواریخ جلد۳ ص۷۵۹ سطر آخر، ارجح المطالب ص۲۴۷ سطر آخر، ص۸۵۳ سطر۱۲، مناقب مرتضوی ص۲۳۱ سطر۱۳، سطر۲۹، اسد اللہ ص۹۱ سطر۱، شرح نہج البلاغہ سطر۱، شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۳۷۵ سطر۲۳، تحفتہ الاحوذی جلد۴ ص۳۳۲ سطر۱۵، کتاب الصفین ص۳۵، شرح نہج البلاغہ جلد۱ ص۵۰۴، جمهرۃ الخطب جلد۱ ص۱۷۵، المحاسن و المساوی جلد۱ ص۳۰، کنز العمال جلد۱۲ ص۲۱۴ حدیث ۱۳۳۲، تذکرۃ الخواص ص۱۷ سطر۳، تذکرۃ الخواص ص۴۲ سطر آخر، سعد الشموس و الاقمار ص۲۰۹ سطر۲، سنن کبرٰی جلد۶ ص۲۰۶ سطر۳، تفسیر پارہ نمبر۲ ص۲۵۸ سطر۱، حیاۃ الحیوان جلد۱ ص۵۵ سطر۲، مسند جلد۱ ص۳۷۳ سطر۲۹، المستدرک جلد۳ ص۱۱۱ سطر۱، تلخیص

المستدرک جلد ۳ ص ۱۱۱ سطر ۵' سیرت نبویہ جلد ۱ ص ۲۳۱ سطر ۱' ازالتہ الخفاء جلد ۳ ص ۲۶۱' زعماء اسلام ص ۵۵ سطر ۲' تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۲۲۸ سطر ۵' المنتقیٰ ص ۲۶۳ سطر ۱۵' منہاج السنہ جلد ۳ ص ۱۴ سطر ۲' وسیلتہ النجات ص ۱۱۳ سطر ۱' وسیلتہ النجات ص ۱۰۷ سطر ۱۰' ابن عساکر ترجمہ علی جلد ۱ ص ۶۱ سطر ۲' ذخائر العقبیٰ ص ۸۶ سطر ۷' ص ۵۹ سطر ۴' ص ۵۹ سطر ۴' شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۲۶۰ سطر ۱۹' جمھرۃ الخطب العرب جلد ۱ ص ۱۷۵ سطر ۸' استیعاب جلد ۳ ص ۲۷ سطر ۳۱' خطیب ابو المنوید مناقب ص ۲۱ سطر آخر' کفایت الطالب ص ۱۹۳' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۰۲ و ص ۱۱۸' ذخائر العقبیٰ ص ۸۶ سطر ۷' ص ۵۹ سطر ۴' تاریخ طبری جلد ۱ حصہ ۲ ص ۶۹ سطر ۱۳' خیر البشر ص ۲۴ سطر ۶' شمع رسالت کے پروانے ص ۸۷ سطر آخر

روایت زید بن ارقم

مسند ص ۹۳ سطر ۲۵' مناقب احمد بن حنبل ص ۵۰' انساب الاشراف ص ۱۱۲' سنن کبریٰ جلد ۶ ص ۲۰۶' استیعاب جلد ۳ ص ۴۵۹' ینابیع المودت ص ۵۰ سطر ۴' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۳ سطر ۱۹' مناقب ص ۱۴ سطر ۱۰' شرح نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۲۷ ۳ سطر ۲۵' سنن کبریٰ جلد ۶ ص ۲۰۶ سطر ۱۳' فرائد السمطین ص ۳۱۳ ۳ جلد ۱' اعلام النبوۃ ص ۲۲۰ سطر ۱۸' خصائص نسائی ص ۱۱ سطر ۴' ص ۱۲ سطر ۷' احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۳۶۸ سطر ۲۷' ص ۳۷۰ سطر ۲۹' خصائص نسائی ص ۲ سطر ۳' ص ۲ سطر آخر' تاریخ دمشق ترجمہ الامام علی جلد ۱ ص ۲۶ سطر ۱۳' ص ۶۷ سطر ۱۰' ص ۶۷ سطر آخر' جلد ۱ ص ۶۸ سطر ۲' جلد ۱ ص ۶۸ سطر ۸' تقریب سیرت ابن ہشام ص ۸۶ سطر ۱۰' اثبات الوصیتہ ص ۱۱۴ سطر ۲۱' ص ۱۳۵ سطر ۸' تاریخ طبری جلد ۱ حصہ ۳ ص ۶۹ سطر ۱۳' خیر البشر ص ۲۴ سطر ۶

روایت حضرت علی

طبقات کبریٰ جلد ۳ ص ۱۳ سطر ۱' طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۰۶ سطر ۴' مسند احمد جلد ۱ ص ۱۳۱' استیعاب جلد ۲ ص ۳۱ سطر آخر' المعارف ص ۵۶' اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۷ سطر ۲۳' الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۵۸ سطر ۱۷' مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۳ سطر ۱۷' تہذیب التہذیب جلد ۷ ص ۳۳۷ سطر ۱۸' البدایہ و النہایہ جلد ۷ ص ۳۳۴ سطر ۲۱' اتمام الافہام ص ۶۹' مفتاح النجا ص ۲۱' سعد الشموس و الاقمار ص ۲۸' مشکل کشا جلد ۱ ص ۱۹۹ سطر ۶' مسند احمد بن حنبل جلد ۱ ص ۲۰۰ سطر ۴' خصائص نسائی ص ۱۱ سطر ۴' سنن کبریٰ جلد ۶ ص ۲۰۶ سطر ۷' مسند امام اعظم ص ۲۷۴ سطر ۱۹' سیرت

نبویہ جلد ا ص ۲۳۴ سطر ۱۱ خصائص نسائی ص ۲ سطر ۳ ابن عساکر ترجمہ علی از تاریخ دمشق جلد ا ص ۷۴ سطر ۱ الاربعین ص ۴۷۰ سطر ۲ ترجمہ الامام علی جلد ۳ ص ۸۹ سطر ۵ شرح نہج البلاغہ جلد ا ص ۲۷۶ سطر ۲۰ کنز العمال جلد ۶ ص ۳۹۵ حدیث ۶۰۳۳ الکوکب الدری شرح ترمذی جلد ۲ ص سطر ۳ خیر البشر ص ۶۳ سطر ۶

حکم بن عینیتہ

الریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۵۸ سطر ۱۳ ذخائر العقبیٰ ص ۵۹ سطر ۸ شرح مواہب لدنیہ جلد ا ص ۲۴۲ شذرات الذہب جلد ا ص ۳۰۸

سعد بن ابی وقاص

المستدرک جلد ۳ ص ۴۹۹

روایت عفان بن مسلم

طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۱۳ سطر ۲ اردو ترجمہ جلد ۳ ص ۲۰۵ سطر ۲۱

حضرت مجاہد

طبقات ابن سعد کبریٰ ص ۲۱ جلد ۳ اردو ترجمہ طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۰۵ سطر ۲۲

ہاشم بن عیتبتہ

کتاب الصفین ص ۳۰۳ تاریخ الامم والملوک جلد ۶ ص ۲۴ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۳۵

حضرت علی انبیاء سے افضل ہیں

روایت اول انس بن مالک

عن انس بن مالک۔ قال کنا فی بعض بحرات مکہ نتذاکر علیا" فدخل رسول اللہ فقال ایھا الناس من اراد ان ینظر الیٰ آدم فی علمہ و الیٰ نوح فی فھمہ و الیٰ ابراہیم فی حلمہ و الیٰ موسیٰ فی شدتہ و الیٰ عیسیٰ فی زھادتہ و الیٰ محمد و بھائہ و الیٰ جبرئیل و امانتہ و الی الکواکب الدری و الشمس و الضحیٰ و القمر المضئی فلیتطاول و لینظر الی ھذہ الرجل و اشار الیٰ علی بن ابی طالب

انس سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم کے کے ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے اور علی کا ذکر کر رہے تھے کہ اتنے میں جناب رسول خدا تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو جو شخص چاہتا ہے کہ آدم کو ان کے علم میں، نوح کو اس کے فہم میں، ابراہیم کو اس کے حلم میں، موسیٰ کو ان کی شدت میں، عیسیٰ کو ان کے زہد میں، محمد کو اور ان کے صفات عالیہ کو جبرائیل کو اور ان کی امانت کے درخشندہ ستارے کو آفتاب تابندہ اور قمر روشن کو دیکھے تو وہ گردن اٹھا کر اس شخص کو دیکھے اور آپ نے حضرت علی کی طرف اشارہ فرمایا۔

مناقب علی مغازلی ص۲۱۲ سطر۴، تاریخ دمشق ص۲۲۵ جلد۲، مقتل الحسین خوارزمی ص۳۳، ریاض النضرہ ص۲۱۷ جلد۲، شرح حدیدی ص۴۴۹ جلد۲، ینابیع المودت ص۱۲۱، البدایہ و النہایہ ص۳۵۶، مناقب خوارزمی ص۴۹، ذیل اللئال ص۵۴

روایت دوئم ابو الحمراء

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللہ من اراد ان ینظر الی آدم فی علمہ و الیٰ نوح فی فھمہ و الیٰ ابراہیم فی حلمہ و الی یحییٰ بن زکریا فی زھدہ و الیٰ موسیٰ بن عمران فی بطشہ فلینظر الیٰ علی بن ابی طالب

حضرت ابو الحمراء سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدم کو، فہم میں حضرت نوح کو، حلم میں جناب ابراہیم کو، زہد میں جناب یحیٰی ابن زکریا کو، حملے میں حضرت موسیٰ بن عمران کو دیکھنا چاہے تو وہ علی بن ابی طالب کو دیکھ لے۔

شواہد التنزیل ص۷۸ جلد۱، مناقب خوارزمی، مقتل خوارزمی ص۴۳، الریاض النضرہ ص۲۱۷ جلد۲، ینابیع المودت ص۹۹ سطر۱۱، کوکب دری ص۱۵۹ سطر۱۳، المواقف ص۲۷۶ جلد۳، شرح عینیہ ص۷، ۲، شرح مقاصد ص۲۹۹ جلد۲، نزھتہ المجالس ص۲۴۰ ص۲، ذخائر العقبیٰ ص۹۳

عن ابن عباس قال بینما رسول اللہ جالس فی جماعت من اصحابہ اذ اقبل علی فلما بصر بہ رسول اللہ قال من اراد منکم ان ینظر الی اٰدم فی علمہ و الی نوح فی حکمتہ و الی ابراہیم فی حلمہ فلینظر الی علی بن ابی طالب ثم قال۔ قلت تشبیھتہ لعلی با اٰدم فی علمہ لان اللہ تعالٰی علّم اٰدم صفتہ کل شئی کما قال عزوجل وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا فما من شئی ولا حادثتہ الا و عند علی فیھا علم و لہ فی استنباط معنا ھا فھم

و شبھہ نبوح فی حکمتہ و فی روایتہ فی حکمہ و کانہ اصح لان علیا" کان شدید ا علی الکافرین ۔ رؤفابا لموءمنین کما وصفہ اٰدم فی القراٰن بقوم وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ و اخبر اللہ عزوجل شد تہ نوح علی الکافرین بقولہ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا

و شبہ فی الحلم بابراہیم خلیل الرحمان کما و صفہ عزوجل بقولہ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ فکان متخلقا" با خلاق الانبیاء متصفا لصفات الاصفیاء (کفایت الطالب ص۴۵)

روایت سوم   حضرت جابر

عن جابر قال قال رسول اللہ من اراد ان ینظر الی اسرافیل فی ھیبتہ و الی میکائیل فی رتبتہ و الی جبرائیل فی جلالتہ و الی اٰدم فی علمہ و الی نوح و فی خشیتہ و الی ابراہیم فی خلتہ و الی یعقوب فی حزنہ و الی یوسف فی جمالہ و الی موسٰی فی مناجاتہ و شجاعتہ و ایوب فی صبرہ و الی یحیٰی فی زھدہ و الی عیسٰی فی عباد تہ و الی یونس فی ورعہ و الی محمد فی کمال حسبہ و خلقہ فلینظر الی علی فان فیہ تسعین خصلتہ من خصال الانبیاء

جمعها اللّٰه و لم یجمع فی احد غیره

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے جو کوئی اسرائیل کو اس کی ہیبت میں میکائیل کو اس کے رتبے میں اور جبرائیل کو اس کی خلافت میں' آدم کو اس کے علم میں' نوحؑ کو اس کے خدا سے خوف کرنے میں' ابراہیم کو خلیل خدا ہونے میں' یعقوبؑ کو حزن و ملال میں' موسیٰؑ کو ان کی مناجات پروردگار میں' ایوب کو صبر کرنے میں' یحییٰ کو اس کے زہد میں' عیسیٰؑ کو اس کی عبادت میں' یونسؑ کو اس کی پرہیز گاری میں' محمد کو اس کے کمال حسب و خلق میں دیکھنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ علی بن ابی طالب کی طرف نظر کرے۔ کیونکہ اس میں پیغمبروں کی نوے خصلتیں پائی جاتی ہیں جو کہ اللہ نے ان میں جمع کی ہیں اور اس کے سوا اور کسی میں ان کو جمع نہیں کیا۔ (ینابیع المودت ص۲۵۵' کوکب دری ص۱۵۹ سطر آخر' مودت القربیٰ ص۶)

روایت چہارم ابن عباس

عن ابن عباس ان رسول اللّٰه قال من اراد ان ینظر الی ادم فی علمه و الی ابراہیم فی حلمه و الی نوح فی حکمه و الی یوسف فی جماله فلینظر الی علی بن ابی طالب

حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم میں حضرت آدمؑ کو اور حلم میں حضرت ابراہیمؑ کو حکم میں حضرت نوحؑ کو اور جمال میں حضرت یوسف کو دیکھنا چاہئے وہ علی بن ابی طالبؑ کو دیکھ لے۔

ارجح المطالب ص۵٦٨ سطر۹' لسان المیزان ص ٢٣ جلد۹ سطر۱' ذخائر العقبیٰ ص۹۳' فتح الملک العلی ص ۳۴' الریاض النضرہ ص۲۱۸ جلد۲' آئمتہ الهدیٰ ص۳۷

روایت ششم حضرت ابو ہریرہ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللّٰه و هو فی محفل من اصحابه ان تنظروا الی اٰدم فی علمه و نوح فی فهمه و ابراہیم فی خلقه و موسیٰ فی مناجاته و عیسیٰ فی سنته و محمد فی

بحلمه و علمه فانظروا الی هذا المقبل فتطاول الناس فاذا هو علی بن ابی طالب

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا جناب رسول خدا نے جبکہ آپ صحابہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اگر تم آدم کو اس کے کمال علم میں' نوح کو کمال فہم میں' ابراہیم کو ان کے کمال خلق میں' موسیٰ کو ان کی صفت کلیم اللہ میں' عیسیٰ کو ان کے طریق عبادت میں' محمدؐ کو ان کے کمال طریقت و علم میں دیکھنا چاہتے ہو تو اس آنے والے کو دیکھو' لوگوں نے جو گردن اٹھا کر دیکھا تو علی بن ابی طالب تھے۔ (مناقب بیہقی ص ۵۰)

روایت ہشتم — حضرت حارث

عن الحارث الاعور صاحب رایته علی قال بلغنا ان النبی صلی اللہ علیه وسلم کان فی جمع من اصحابه فقال اریکم ادم فی علمه و نوحا فی فهمه و ابراهیم فی حکمته فلم یکن باسرع من ان طلع علی فقال ابوبکر رضی اللہ عنه یا رسول اللہ اقست رجلا بثلثه من الرجل بخ بخ لهذا الرجل من هو یا رسول اللہ قال النبی صلی اللہ علیه وسلم الا تعرفه یا ابابکر قال اللہ و رسوله اعلم قال ابو الحسن علی بن ابی طالب قال ابوبکر بخ بخ لک یا اباالحسن (اخرجه ابوبکر بن مردویه) حارث الاعور جناب امیر علیہ السلام کے علمدار ناقل ہیں کہ ہم کو خبر ملی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کی جماعت میں رونق افروز تھے کہ ارشاد فرمایا میں تمہیں ایسا شخص دکھاؤں کہ اپنے علم میں وہ جناب آدم اور فہم میں جناب نوح اور حکمت میں جناب ابراہیم ہے۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ جناب علی علیہ السلام تشریف لائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ حضور نے ایسا آدمی بیان فرمایا ہے کہ فضائل میں تینوں نبیوں کے مساوی قیاس کیا جا سکتا ہے۔ وہ کون ہے۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر کیا تم اس کو نہیں جانتے حضرت ابوبکر نے عرض کیا خدا اور خدا کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں۔ فرمایا وہ ابو الحسن علی بن ابی طالب ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہنے لگے شاباش اے ابوالحسن تیرا مثل کہاں ہے۔

(تنبیہ) اس حدیث کی ذیل میں فخر الاسلام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں هذا الحدیث یدل علی ان علیا کان مساویا لهو لاء الانبیاء فی هذا الصفات و لا شک ان هو لاء الانبیاء کانوا افضل من سائر الصحابه و المساوی للافضل افضل لوجب ان یکون علی افضل منهم (اربعین فی اصول الدین) یعنی یہ حدیث دال ہے کہ جناب علی ان صفات میں انبیائے کرام علیہم السلام کے مساوی تھے اور کسی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا کہ یہ انبیاء تمام صحابہ کرام اور مساوی للافضل افضل ہوا کرتا ہے اس لیے جناب بھی ان سے افضل ٹھہرے۔

ارجح المطالب ص ۵۱۸ سطر ۳' مناقب خوارزمی ص ۴۵ جلد ۲

روایت مرفوع

ابی طالب فی طھارت

رسول اکرم نے فرمایا کہ جو حضرت یحییٰ بن زکریا کو اپنی طہارت میں دیکھنا پسند کرے پس اسے چاہیے کہ وہ علی بن ابی طالب کو ان کی طہارت میں دیکھ لے۔ (کنز العمال ص ۱۶۱ جلد ۶، تاریخ دمشق ص ۲۵۱ جلد ۲)

روایت نمبر ۱۴

شکایت بریدہ کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا ان علیا منی و انا منہ خلق من طینی و خلقت من طینتہ ابراہیم و انا افضل من ابراہیم

تحقیق علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔ حضرت علیؑ میری طینت سے اور میں ابراہیم کی طینت سے خلق کیا گیا ہوں اور میں ابراہیم سے افضل ہوں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۷۳ سطر ۶)

انبیاء کی تمام فضیلتیں آل محمدؐ میں ہیں

عن جعفر صادق قال قال امیر المومنین الا ان العلم الذی هبط به آدم من السماء الی الارض و جمیع ما فضلت به النبیون الی خاتم النبین فی عترة خاتم النبین

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین نے ارشاد فرمایا خبردار وہ تمام علم جسے حضرت آدمؑ آسمان سے زمین پر لائے تھے وہ تمام فضیلتیں جو خاتم النبیینؐ تک انبیاء میں موجود تھیں یہ تمام چیزیں خاتم النبیینؐ کی اولاد میں موجود ہیں۔ (ینابیع المودت ص ۱۶۴ عربی ص ۸۴ سطر ۱۰)

مناظرہ حرہ حجاج

اس موقع پر ہم اس مناظرہ کی بھی نقل ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو حرہ بنت حلیمہ سعدیہ اور حجاج بن یوسف ثقفی سے دربارہ افضلیت حضرات خلفاء ثلثہ اور جناب علی مرتضیٰ علیہ السلام ہوا تھا اور وہ یہ ہے۔

صدوق علیہ الرحمہ ایک جماعت ثقات سے نقل کرتے ہیں کہ جب حرہ بنت حلیمہ سعدیہ حجاج بن یوسف ثقفی کے پاس آئیں اور اس کے سامنے بیٹھیں تو حجاج نے کہا اے حرہ تیری نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ تو علیؑ کو ابوبکر و عمر و عثمان پر فضیلت دیتی ہے۔ اس نے کہا کہ وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ کہتا ہے میں تو فضیلت دیتی ہوں علیؑ کو آدمؑ و نوحؑ و لوطؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و داؤدؑ و سلیمانؑ عیسیٰؑ بن مریمؑ پر حجاج نے کہا کہ تجھ پر وائے ہو میں تجھ سے صحابہ پر فضیلت دینے کی وجہ سے باز پرس کرتا ہوں۔ تو ان پر آٹھ انبیاء کو اور زیادہ کرتی ہے۔ اگر تو نے اپنی حجت نہ بیان کی تو میں تیری گردن اڑا دوں گا۔ حرہ نے کہا کہ میں نے انہیں ان انبیاء پر فضیلت نہیں دی بلکہ خدا نے قرآن میں ان پر فضیلت دی ہے خداوند عالم آدم کے حق میں فرماتا ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ پس آدم نے خدا کے خلاف کیا اور نقصان اٹھایا اور علیؑ کے حق میں فرماتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان کی کوشش و سعی قابل شکریہ ہے۔ حجاج نے کہا اَحسَنتِ مگر نوحؑ اور لوطؑ پر کس طرح فضیلت دیتی ہے جیسا کہ فرماتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کفار کے لئے زوجہ نوحؑ و لوطؑ کی مثال بیان کرتا ہے کہ جو ہمارے دو نیک بندوں کی ماتحت تھیں اور انہوں نے ان سے خیانت کی اور علی ابن ابی طالب کی زوجہ فاطمہ زہرا ہیں جن کی رضامندی سے خدا رضامند اور غضب سے خدا غضبناک ہوتا ہے۔ حجاج نے کہا اَحسَنتِ۔ اب ابو الانبیاء ابراہیم پر کس طرح فضیلت دیتی ہو۔ اس نے کہا ان کے بارے میں ارشاد خدائے تعالیٰ ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ ابراہیم نے کہا اے پروردگار مجھے دکھا دے تو کیونکر مردہ کو زندہ کرتا ہے۔ ارشاد ہوا کیا تو ایمان نہیں لایا۔ عرض کیا کہ ہاں ایمان تو لایا ہوں لیکن اطمینان قلب چاہتا ہوں۔ اور امیرالمومنین کا یہ ارشاد ہے جس میں کسی مسلمان نے اختلاف نہیں کیا کہ اگر پردے اٹھا دیئے جائیں پھر بھی میرے یقین میں زیادتی نہیں ہو سکتی۔ اور یہ کلمہ وہ ہے کہ ان سے پہلے کسی نے کہا نہ ان کے بعد حجاج نے کہا اَحسَنتِ۔ مگر موسیٰؑ کلیم اللہ پر کس طرح فضیلت دیتی ہو۔ اس نے کہا خداوند عالم موسیٰؑ کے بارے میں بیان کرتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ اپنے شہر سے خوف کھا کر نکلے تھے۔ اور پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے جاتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ خداوندا مجھے ظالمین سے نجات دے اور علی بن ابی طالب رسول اللہ کے فرش پر سوئے اور خدا نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے۔ لوگوں میں سے وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو خدا کی خوشنودی کے لئے بیچتا ہے۔ حجاج نے کہا اَحسَنتِ یا حرہ اب داؤدؑ پر کس طرح

فضیلت دیتی ہو اس نے کہا خدا نے فضیلت دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اے داؤدؑ کہ " تجھے زمین پر خلیفہ مقرر کیا ہے۔ لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کر اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کر۔ حجاج نے کہا ان کا فیصلہ کیا تھا۔ حرہ نے جواب دیا کہ دو شخص تھے۔ ایک کے پاس انگوروں کا باغ تھا اور دوسرے کے پاس بکریاں' رات کو بکریاں آ کر انگور کی بیلیں کھا گئیں۔ یہ دونوں داؤد کے پاس فیصلہ کے لئے آئے۔ انہوں نے کہا کہ بکریاں بیچ کر ان کی قیمت انگوروں پر خرچ کی جائیں تاکہ وہ اپنی پہلی حالت پر آ جائیں۔ اس وقت ان کے بیٹے سلیمان نے کہا اے پدر بزرگوار بلکہ ان کے دودھ اور اون کی قیمت خرچ کی جائے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے سلیمان کو اس فیصلہ کو سمجھا دیا۔ اور مولانا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تم لوگ پوچھو مجھ سے عرش کے اوپر کی چیزیں سوال کرو۔ مجھ سے زمین کے نیچے کی چیزوں کا سوال کرو۔ عرش و کرسی کا اور حضرت علی کے بارے میں حضور اکرم نے یوم فتح خیبر فرمایا کہ اے صحابیو تم سے افضل و اعلم علی بن ابی طالب ہے۔ حجاج نے کہا اَحسَنتِ یا حرہ۔ اب بتاؤ کہ حضرت سلیمان سے حضرت علی کیونکر افضل ہیں۔ حضرت حرہ نے کہا واضح کہ حضرت سلیمان نے خدا سے حکومت مانگی جبکہ حضرت علی نے دنیا کو تین طلاقیں دیں۔ حجاج نے کہا اَحسَنتِ یا حرہ۔ اب بتاؤ حضرت عیسیٰ سے کیسے افضل' جواب دیا۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش خدا کے گھر میں نہ ہوئی جبکہ حضرت علی علیہ السلام خدا کے گھر میں تشریف لائے۔
(آیات محکمات ص ۳۳)

رسول اکرمؐ کا قرآن سے استدلال

کوکب دری ص ۳۱۲ سطر ۲۱

ہدایتہ السعدا میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک روز سرور انبیاء محمد مصطفیٰؐ مسجد مدینہ میں ایک جماعت صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ شاہ اولیا علی مرتضیٰ وہاں آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ آدمؑ کو اس کی صفوت کے ساتھ' اور نوحؑ کو اس کی برکت کے ساتھ' اور سلیمانؑ کو اس کی مملکت سلطنت کے ساتھ' اور ابراہیمؑ کو اس کی خلت کے ساتھ' اور ایوبؑ کو اس کے صبر کے ساتھ' اور یوسفؑ

کو اس کے حسن کے ساتھ' اور داؤدؑ کو اس کی خلافت کے ساتھ' اور موسیٰؑ کو اس کی مناجات کے ساتھ' اور عیسیٰؑ کو اس کے زہد کے ساتھ اور محمد کو اس کی اطاعت کے ساتھ دیکھے اس کو چاہئے کہ وہ میرے بھائی علی کو دیکھ لے۔ حق تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں علیؑ کو بارہ پیغمبروں کے ساتھ برابر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کے لئے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ اصطفٰی اٰدَمَ (اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو برگزیدہ کیا) اور علیؑ کے باب میں فرمایا ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا۔ جن کو ہم نے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا ہے) اور نوحؑ کے لئے ارشاد فرمایا اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا (وہ شکر گزار بندہ تھا) اور علیؑ کے بارے میں فرمایا اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا (اور ہم نے اس کو راہ خدا کی طرف ہدایت کی۔ یا شکر گذار ہو جائے۔ یا کفران نعمت اختیار کرے۔ اور سلیمانؑ کے لئے فرمایا وَ اٰتَیْنٰہُ مُلْکًا عَظِیْمًا (اور ہم نے اس کو ملک عظیم دیا) اور علیؑ کے باب میں ارشاد فرمایا اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا (جب تو دیکھے گا تو وہاں نعمت ابدی اور ملک کبیر دیکھے گا) اور ابراہیمؑ کے واسطے فرمایا۔ وَ اِبْرٰہِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی (وہ ابراہیمؑ جس نے وعدہ کو وفا کیا) اور علیؑ کے لئے ارشاد کیا۔ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا (وہ نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے خوف کرتے ہیں جس کی برائی ظاہر اور فاش ہے) اور اسمٰعیلؑ کے لئے فرمایا فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ (جب وہ دونوں رضامند ہوئے اور ابراہیم نے اسمٰعیل کی پیشانی کے بل لٹایا) اور علی کے واسطے ارشاد فرمایا وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ (اور آدمیوں میں سے بعض وہ ہیں جو اپنے نفس کو خدا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے فروخت کرتے ہیں) اور ایوبؑ کے لئے فرمایا اِنَّا وَجَدْنٰہُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوَّابٌ (ہم نے اس کو صابر پایا۔ اور وہ اچھا بندہ ہے۔ کیونکہ وہ ہماری طرف بہت رجوع کرنے والا ہے) اور علی کے بارے میں فرمایا وَ جَزٰھُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّۃً وَّ حَرِیْرًا (اور ان کو صبر کرنے کی وجہ سے جنت اور حریر بدلے میں عطا فرمایا) اور موسیٰؑ کے لئے فرمایا اِنَّہٗ کَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا (کیونکہ وہ رسول اور نبی تھا) اور علی کے لئے ارشاد فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا (بے شک نیک بندے اس سے پئیں گے جس میں کافور ملا ہوا ہے۔) اور ادریسؑ کے لئے فرمایا وَ رَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا (اور ہم نے اس کو مکان علی اور بلند پر بلند کیا) اور علیؑ کے باب میں فرمایا وَ سُنْدُسٌ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ وَّ حُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّۃٍ وَ سَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا (اور سندس سبز اور استبرق کے لباس ملیں

گے اور چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار ان کو شراب طہور سے سیراب کرے گا۔) اور عیسیٰ کے لئے فرمایا اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ (خدا نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی وصیت فرمائی ہے۔)

غیر نبی کی نبی پر فضیلت

ایک دفعہ حضرت مجدد الف ثانی ایک ایسے رنگین مقام پر تشریف لے گئے جو حضرت ابوبکر سے بھی بلند تر تھا۔

پھر آپ نے اپنے بیان کے خلاف شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا علماء کرام نے اس کا ایک حل بھی تجویز کیا ہے۔ کہ جزئیات میں ایک جزئی میں غیر نبی کو اگر نبی پر افضلیت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں۔ مکتوب ۱۹۲

اور پھر اس مکتوب شریف کے آخر میں فرمایا

تو جب غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت جائز ہے تو غیر پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں۔ (مشکل کشا جلد ا ص ۲۸۷)

کمال امت جو انبیاء کو نہ ملا

سوال

وہ کون سا کمال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت سے وابستہ ہے اور وہ انبیاء علیہم السلام کو باوجود نبی ہونے کے حاصل نہ ہوا۔

جواب:

وہ کمال حقیقتہ الحقائق سے وصول اور اتحاد ہے جو کہ تبعیت اور وراثت سے وابستہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی امت میں

بعض الخواص کا حصہ ہے اور جب تک امت میں سے نہ ہو اس دولت تک نہیں پہنچ سکتا اور توسط کا حجاب نہیں اٹھ سکتا۔ جو کہ اتحاد کے وسیلے سے میسر ہوتا ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ (مکتوبات حصہ دوم دفتر سوم ص ۱۴۸ مکتوب ۱۲۲)
کوکب دری ص ۳۶۴ سطر ۱۴

نیز مصابیح القلوب میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز مشرکان عرب میں سے تین شخصوں نے آکر کہا۔ اے محمدؐ تو دعویٰ کرتا ہے کہ میں ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے افضل ہوں۔ حالانکہ ابراہیمؑ خلیل اللہ تھے۔ اور موسیٰؑ کلیم اللہ اور عیسیٰؑ روح اللہ۔ اور تو نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ابراہیمؑ خلیل اللہ تھے۔ تو میں حبیب اللہ ہوں۔ اور حبیب خلیل سے بہتر ہوتا ہے۔ اور اگر موسیٰؑ نے کوہ طور پر حق تعالیٰ سے کلام کیا۔ تو میں نے شب معراج عرش اعظم پر حق تعالیٰ سے باتیں کیں۔ اور شریعت طریقت اور حقیقت کے اسرار سے نوے ہزار باتیں سیکھیں۔ بعد ازاں ہاتھ پر ہاتھ مار کر زبان معجزبیان سے فرمایا۔ یا علیؑ میری خبر لو۔ امیر المومنین فوراً حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت بشاشت اور کمال سرور سے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور پوچھا اے بھائی تم کہاں تھے۔ عرض کی فلاں نخلستان میں۔ فرمایا۔ میرا پیراہن پہن کر ان تین شخصوں کے ہمراہ یوسف بن کعبہ کی قبر پر جاؤ۔ دعا کرو۔ تاکہ تمہاری دعا کی برکت سے حق تعالیٰ اس کو زندہ کرے۔ امیر المومنین جناب سید المرسلین کا پیراہن زیب تن فرما کر ان تینوں شخصوں کے ہمراہ باہر تشریف لے گئے۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ میں بھی آنحضرتؐ کی اجازت سے وہاں گئی۔ دیکھا کہ امیر المومنین ابن کعب کی ٹوٹی پھوٹی قبر پر جا کر کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ اے قبر والے! اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ۔ قبر حرکت میں آکر پھٹ گئی۔ اور اس میں سے ایک بوڑھے نے اٹھ کر کہا **السلام علیک یا وصی خیر المرسلین**۔ امیر نے فرمایا تو کون ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں یوسف بن کعب صاحب الاخدود ہوں۔ تین سو سال ہوئے کہ میں نے دنیا سے رحلت کی ہے۔ اس وقت ایک آواز میرے کان میں آئی۔ کہ کوئی شخص کہتا ہے۔ اے یوسف! خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کے لئے اٹھ، وہ مشرک ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگے۔ ایسا نہ ہو کہ قریش کو معلوم ہو جائے کہ ہماری خواہش کے سبب محمدؐ سے ایسا معجزہ ظاہر ہوا ہے۔ پھر کہا۔ یا علی اس شخص سے کہہ دیجئے کہ اپنے مقام پر واپس چلا جائے۔ امیر نے فرمایا اے یوسف سو رہو۔ کہ قیامت قریب ہے۔ وہ قبر میں چلا گیا اور قبر خود بخود برابر ہو گئی۔

حضور اکرمؐ اور علی بائیس مقامات میں شریک ہیں

اہلسنت کے مشہور عالم زین الفتیٰ اصمعی فرماتے ہیں کہ رسول خدا اور علی بائیس مقامات میں شریک ہیں۔

(۱) خلقت و طینت میں	(۲) اخوت میں
(۳) عمر و مدت زندگی میں	(۴) بارش کے لئے دعا کرنے میں
(۵) اسم عبودیت میں	(۶) عفو و مغفرت میں
(۷) اذن واعیہ میں	(۸) عصمت میں
(۹) اطاعت میں	(۱۰) ایذا میں
(۱۱) محبت میں	(۱۲) بغض میں
(۱۳) مفارقت میں	(۱۴) سب و شتم میں
(۱۵) سردار میں	(۱۶) اولویت میں
(۱۷) مولا اور ولی میں	(۱۸) حامل لوا ہونے میں
(۱۹) سابق فی کل الامور ہونے میں	(۲۰) صاحب کے لفظ سے مخاطب ہونے میں
(۲۱) شجرہ واحدہ ہونے میں	(۲۲) دونوں کا نام وصی کے ذریعے لکھا گیا

حضور اکرمؐ اور اہل بیت پانچ مقامات میں شریک ہیں

ان اللہ تعالٰی جعل اھل بیت نبیہ مطابقا لہ فی اشیاء کثیرۃ عد فخر الدین رازی منھا خمسۃ اشیاء احدھا فی السلام قال السلام علیک ایھا النبی و رحمتہ اللہ و برکاتہ و قال لاھل بیتہ سلام علی آل یٰسین۔ و الثانیۃ فی الصلواۃ عن النبی و علی الآل کما فی التشھد و غیرہ حیث لا تکون للصلواۃ علیہ الصلواۃ البترا و الثالثہ فی الطھارت قال اللہ عزوجل طٰہٰ ای یا طاہر ما انزلنا علیک القران لتشقی الا تذکرۃ لمن یخشی و قال لاھل بیت نبیہ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا و الرابعۃ تحریم الصدقۃ قال لا تحل الصدقۃ لمحمد و لا لآل محمد و الخامسۃ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و قال لاھل بیتہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ

اللہ تعالیٰ نے نبی کے ساتھ ان کے اہل بیت کو بہت سی چیزوں میں شریک کیا ہے۔
امام فخرالدین رازی نے ان کو شمار کیا ہے۔

(۱) اسلام میں شریک کیا ہے۔ شجاعت کے متعلق کہا ہے اے نبی تم پر سلام۔ اللہ کی رحمت اور اللہ کی برکتیں نازل ہوں اور اہل بیت کے متعلق ارشاد فرمایا۔ سلام ہو یٰسین کی آل پر۔ (یٰسین سے مراد رسول اللہ ہیں)

(۲) جس طرح تشہد میں رسول اللہ پر درود بھیجنا ضروری ہے اسی طرح آپ کی آل پر درود بھیجنا ضروری ہے۔ محمد پر درود ادھورا نہ ہو۔

(۳) آل محمد رسول اللہ کے ساتھ طہارت میں بھی شریک ہیں۔ رسول اللہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے **طٰہٰ ما انزلنا علیک القراٰن لتشقیٰ الا تذکرۃ لمن یخشیٰ** اے طاہر ہم نے قرآن اس لئے تم پر نازل نہیں کیا کہ تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔ بلکہ یہ قرآن ڈرنے والوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ (طٰہٰ سے مراد محمد ہیں) اہل بیت کے لئے فرمایا **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا**

(۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے محمد ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری متابعت کرو۔ تب تمہیں اللہ دوست رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اہل بیت کے متعلق فرمایا۔ محمد ان سے کہہ دو کہ میں اجر رسالت صرف یہ چاہتا ہوں کہ میرے قربیٰ سے محبت کرو۔ (ینابیع المودت اردو ص ۷۲ عربی ص ۲۳۵ سطر ۲۰)

سم خصائص

(۴) عن العباس بن عبدالمطلب قال سمعت عمر بن الخطاب و هو یقول کفوا عن ذکر علی بن ابی طالب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لی علی ثلاث خصال وددت لو ان لی واحدۃ منھن کل واحدۃ منھن احب الی مما طلعت علیہ الشمس کنت انا و ابوبکر و ابو عبیدۃ بن الجراح و نفر من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ ضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی کتف علی فقال یا علی انت اول المسلمین اسلاما و انت اول المومنین ایمانا و انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ کذب یا علی من زعم انہ یحبنی و یبغضک (اخرجہ الطبری و ابن السمان)
عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ جناب علیؑ کی غیبت کرنے سے باز رہو میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ علیؑ میں تین خصلتیں ہیں (اگر ان تینوں میں سے ایک بھی مجھے حاصل ہوتی تو میرے نزدیک ان سب چیزوں سے بہتر تھی کہ جس پر

آفتاب کا پرتو پڑتا ہے) میں اور ابوبکر اور ابو عبیدہ بن الجراح چند اصحاب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا اے علی تو اسلام لانے میں سب مسلمانوں کا پیش قدم اور ایمان لانے میں سب مومنوں کا پیش رو اور تیرا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسے کہ ہارون کا موسیٰ سے۔ وہ بالکل جھوٹا ہے جو یہ زعم کرتا ہو کہ مجھے دوست رکھتا ہے اور تجھ سے عداوت رکھے۔

عن سہل بن صالح عن ابیہ عمر بن الخطاب قال لقد اوتی علی بن ابی طالب ثلاثا لان اکون اوتیہا احب من ان اعطی حمرا النعم جوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد و الرایۃ یوم خیبر و الثالثۃ زوجہ ابنتہ (اخرجہ احمد) سہل بن صالح اپنے والد سے ناقل ہیں کہ جناب عمر بن الخطابؓ کہتے تھے کہ جناب علی علیہ السلام کو ایسی تین باتیں دی گئی ہیں کہ اگر وہ مجھے دی جاتیں تو میرے نزدیک سرخ پشم والے اونٹ کے ملنے سے بہتر تھیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمسائگی مسجد میں۔ خیبر کے روز علم کا دیا جانا۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی سے ان کا نکاح کرنا۔

ارجح المطالب ص۶۰۱ سطر آخر' مناقب خوارزمی ص۳۳۸ سطر۱۴

روایت حضرت ابی ہریرہ

عن ابی ہریرۃ ان عمر بن الخطاب قال لقد اعطی علی ثلاث خصال لان یکون لی واحدۃ منہن احب الی من حمر النعم فسئل ما ہی قال زوجہ ابنتہ فاطمۃ و سکناہ فی المسجد یحل لہ ما لا یحل لی و الرایۃ یوم خیبر (اخرجہ بن السمان) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے جناب علی علیہ السلام کو

ارجح المطالب ص۵۳۳ سطر آخر' المستدرک حاکم ص۱۲۵ جلد۳ سطر۱۴' مجمع الزوائد ص۱۲۰ جلد۹ سطر آخر' تاریخ الخلفاء ص۶۶' ازالۃ الخلفاء ص۲۸۹ جلد۱' وسیلۃ النجات ص۱۰۶' کنز العمال ص۳۹۳ جلد۶' منتخب کنز العمال ص۳۹ جلد۵' المعتصر من المختصر ص۲۳۳ جلد۲' المناقب ص۲۳۱' خوارزمی' ریاض النضرۃ ص۱۹۲ جلد۲' نظم درر السمطین ص۱۲۹' البدایہ و النہایہ ص۳۴۱ جلد۷' مرآۃ المومنین ص۸۶' جواہر البحار ص۳۳۹ جلد۱' اسنی المطالب ص۱۲' خصائص الکبریٰ جلد۲ ص۲۴۳' صواعق محرقہ ص۱۲۷ سطر۱۳' اسد اللہ ص۹۲ سطر۱۰

روایت حضرت ابن عمر

عن ابن عمر قال کنا نقول خیر الناس ابوبکر ثم عمر و لقد اعطی علی بن ابی طالب ثلاث خصال لان یکون لی واحدۃ منہن احب الی من حمر النعم زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابنتہ و ولدت لہ و سد الا بواب الا بابہ فی المسجد اعطاہ الرایۃ یوم خیبر (اخرجہ احمد) ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ سب لوگوں سے بہتر ابوبکر اور عمر ہیں اور جناب علی کو ایسی تین باتیں دی گئی کہ اگر ان میں سے مجھے ایک بھی حاصل ہوتی تو میرے نزدیک

سرخ پشم والے اونٹ سے زیادہ محبوب تھی۔ حضرت کی بیٹی کا زوج ہونا اور ان سے اولاد کا ہونا از مسجد سے ان کے دروازے کے سوا سب کے دروازوں کا بند ہونا اور خیبر کے روز علمدار ہونا۔

ارجح المطالب ص۵۱۵ سطر۵، مسند احمد بن حنبل ص۲۶ جلد۲، اخبار اصفہان ص۲۸۰ جلد۲، ذخائر العقبیٰ ص۷۶، الریاض النضرہ ص۱۹۲ جلد۲، البدایۃ ص۳۴۱ جلد۷، مجمع الزوائد ص۱۲۰ جلد ۹ سطر۱۹، تاریخ المدینہ ص۳۳۷ جلد۱، تاریخ الخلفاء ص۶۶، الحاوی للفتاوٰی ص۱۴ جلد۲، منتخب کنز العمال ص۳۹ جلد۵، المناقب خوارزمی ص۱۸۷، مطالب السئول ص۳۱، اضواء علی السنت المحمدیہ ص۲۰۴، فرائد السمطین باب ۲۱، فتح الباری جلد۷ ص۱۲، القول المسدد ص۲۰، کنز العمال جلد۶ ص۳۹۵، حدیث ۵۹۹۶، نزل الابرار ص۳۵، تفسیر نیشاپوری جلد۲۸ ص۱۹ سطر۵

روایت حضرت علیؑ

عن علی بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا علی اعطیت ثلاث خصال فقلت فداک ابی و امی ما اعطیت قال اعطیت صہرا" مثلی و زوجۃ مثل فاطمہ و اعطیت و لدین مثل الحسن و الحسین صلوات اللہ اجمعین

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا اے علی تمہیں تین خصائل عطا کی گئی ہیں۔ میں نے درخواست کی میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ کون سی ہیں تو جناب نے ارشاد فرمایا تمہیں مجھ جیسا سسر دیا گیا ہے اور فاطمہ جیسی بیوی دی گئی ہے۔ اور حسنین جیسے بیٹے دیے گئے ہیں۔

مقتل الحسین خوارزمی ص۱۰۹، نظم درر السمطین ص۱۱۳، مناقب خوارزمی ص۲۰۹ جلد۱۳، کوکب دری ص۱۵۹

روایت حضرت ابو الحمراء

ارجح المطالب ص۸۵۳، مقتل الحسین خوارزمی ص۱۰۹، نظم درر السمطین سطر۲ ص۱۱۳

عن ابی الحمراء ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی اتیت ثلاثا لم یوتہن احد و لا انا اوتیت صہرا مثلی و لم اوت انا مثلی و اوتیت زوجۃ صدیقۃ مثل ابنتی و لم اوت مثلہا زوجۃ و اوتیت الحسن و الحسین من صلبک و لم اوت من صلبی مثلہما کما و لکنکم منی و انا منکم (اخرجہ ابو سعد فی شرف النبوۃ و الدیلمی فی فردوس الاخبار و الامام علی الرضا فی مسندہ) ابو الحمراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے فرمایا کہ تجھے ایسی تین باتیں دی گئی ہیں کہ کسی ایک کو نہیں دی گئیں اور مجھے بھی نہیں دی گئیں۔ تجھے مجھ جیسا خسر دیا گیا اور مجھے مجھ سا خسر نہیں دیا گیا۔ تجھے میری بیٹی جیسی صدیقہ زوجہ ملی ہے اور مجھے ویسی زوجہ نہیں ملی۔ اور حسنؑ اور حسینؑ جیسے بیٹے تیری پشت سے تجھے ملے ہیں کہ میری پشت سے مجھے ویسے نہیں دیے گئے۔ لیکن تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔

روایت سعد بن ابی وقاص

ارجح المطالب ص۴۵۵ سطر آخر' مسند حنبل ص۱۸۵ جلد۱' صحیح مسلم ص۱۹ جلد۲' جامع ترمذی ص۵۳۴ جلد۱۹' خصائص نسائی ص۳۲' مستدرک حاکم ص۱۰۸ جلد۳ سطر۱۸' مناقب خوارزمی ص۵۹' جامع الاصول ص۴۶۹ جلد۹' اسد الغابہ ص۲۵ جلد۴' تذکرہ ص۲۲۰' ریاض النضرہ ص۱۸۸ جلد۲' تلخیص مستدرک ص۱۰۸ جلد۳ سطر۲۳' نظم درر السمطین ص۱۰۷' مرآۃ الجنان ص۱۰۹ جلد۱' الاصابہ ص۵۰۳ جلد۲' البدایہ ص۳۳۹ جلد۷' فتح الباری ص۶۰ جلد۷' منتخب کنز العمال ص۵۳ جلد۵' سعد الشموس ص۲۰۹' القول الفصل ص۲۱۱' ینابیع المودۃ ص۶۵۹' حیات الصحابہ ص۷۷۲ جلد۲' بدائع المنن ص۵۰۳ جلد۲' جمع الفوائد ۳۶۶' ذخائر العقبیٰ ص۱۰۰' المستطرف ص۲۷۴ جلد۱' الفصول المہمہ ص۱۱' الکواکب الدریہ ص۴۳ جلد۱' اخبار الاول ۳۷' الاتحاف ص۷' الشرف المؤبد ص۵۹ نور الابصار ص۱۰۰' الطبقات المالکیہ ص۷۲ جلد۲' ینابیع المودت ص۳۳۶' نزل الابرار ص۱۵

روایت دوم

(۱) عن سعد بن مالک قال خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بن ابی طالب غزوۃ تبوک فقال یا رسول اللہ اتخلفنی فی النساء و الصبیان فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبوۃ بعدی (اخرجہ احمد فی المسند و البخاری و مسلم و الترمذی و ابو داؤد و الطیالسی فی مسندہ و النسائی فی الخصائص و ابن عرفہ و محمد بن سعد کاتب الواقدی فی طبقات الکبیر و ابو نعیم فی فضائل الصحابۃ و الطبرانی فی المعجم الصغیر و البغوی فی مصابیح السنۃ و ابن المغازلی فی المناقب و ابن الاثیر الجزری فی جامع الاصول و النووی فی تہذیب الاسماء) سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک

میں جناب امیر کو اپنے پیچھے چھوڑنا چاہا جناب امیرؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں میں چھوڑنا چاہتے ہیں حضرتؐ نے ارشاد کیا کیا تو راضی نہیں کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے لیکن نبوت میرے بعد نہیں ہے۔

(۲) عن سعد بن ابی وقاص ان معاویۃ امرہ فقال لہ ما یمنعک ان تسب ابا تراب فقال اما ذکرت ثلثا قالھن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلن اسبہ لان یکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمراء النعم سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفہ فی بعض مغازیہ فقال لہ علی یا رسول اللہ خلفتنی مع ا[illegible]ء و الصبیان فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی و سمعتہ یقول خیبر لاعطین الرایۃ غدا رجلا یحب اللہ و رسولہ فتطا ولنا فقال ادعوا علیا فاتی بہ ارمد فبصق فی عینہ و دفع الرایۃ الیہ ففتح اللہ علیہ ولما نزلت ھذہ الآیۃ ندع ابنائنا و ابنائکم و نسائنا و نسائکم و انفسنا و انفسکم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیا و فاطمۃ و حسنا و حسینا فقال اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی (اخرجہ احمد و مسلم و الترمذی و النسائی) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ سے روایت ہے کہ معاویہؓ نے ان سے کہا کہ آپ ابوتراب پر سب کیوں نہیں کرتے۔ سعد نے کہا کیا میں نے تم سے ان تین باتوں کا ذکر کیا ہے کہ جن کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں ہرگز ان پر سب نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان میں سے اگر ایک بات بھی مجھے حاصل ہوتی تو میرے نزدیک سرخ چشم والے اونٹ سے بہتر تھے۔ میں نے جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے درآنحالیکہ آپ نے ان کو بعض غزوات میں اپنے پیچھے چھوڑا تھا۔ حضرتؐ سے جناب علی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارونؑ کے ہو مجھ سے۔ لیکن نبی میرے بعد نہیں ہے۔ دنیز میں نے خیبر کے روز حضرت کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کل ہم اپنا علم ایسے شخص کو دیں گے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول اسے پیار کرتے ہیں۔ سعد کہنے لگے پس ہم نے گردن اٹھا کر دیکھا اور حضرتؐ نے فرمایا علیؑ کہاں ہیں ان کو میرے پاس لے آؤ۔ جب حاضر ہوئے ان کو آشوب تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آنکھوں میں اپنا لعاب دہن

مسلمانوں کا پیش قدم اور ایمان لانے میں سب مومنوں کا پیش رو اور تیرا مرتبہ میرے نزدیک ایسا ہے جیسے کہ ہارون کا موسیٰ سے۔ وہ بالکل جھوٹا ہے جو یہ زعم کرتا ہو۔ کہ مجھے دوست رکھتا ہے اور تجھ سے عداوت رکھے۔

عن ابی الطفیل ان علیا قام فحمد اللہ ثم قال انشد باللہ من شھد یوم غدیر خم الا قام و لا یقم رجل یقول نبئت او بلغنی الا رجل سمعت اذناہ و وعاہ قلبہ فقام سبعۃ عشر رجلا منھم خزیمۃ بن ثابت و سھل بن سعد و عدی بن حاتم و عقبہ بن عمر و ابو ایوب الانصاری و ابو لیلی و الھیثم بن التیہان و ابو سعید الخدری و شریح الخزاعی و ابو قدامۃ الانصاری و رجال من قریش فقال علی ھاتوا ما سمعتم فقالو نشھد انا اقبلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع حتی اذا کان الظھر خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامر بشجرات فشذبن و القا علیھن ثوبہ ثم نادی بالصلوۃ فخرجنا فصلینا ثم قال فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال یاایھا الناس ما انتم قائلون قالوا قد بلغت قال اللھم اشھد ثلاث مرات فقال انی اوشک ان ادعی فاجیب و انی مسئول و انتم مسئولون ثم قال الا ان دمائکم و اموالکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا و حرمۃ شھر کم ھذا اوصیکم بالنساء و اوصیکم بالجار و اوصیکم بالمملوک و اوصیکم بالعدل و الاحسان ثم قال ایھا الناس انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی اھل بیتی فانھما لن یفترق

فلعتی یوما علی الحوض نبلی بذالک اللطیف الخبیر ثم اخذ بید علی فقال من کنت مولاہ فعلی مولاہ فقال علی صدقتم و انا علی ذلک من الشاھدین (اخرجہ ابن عقدۃ و ابو حاتم محمد بن حبان البستی و محب الدین الطبری فی ریاض النضرہ و ابن عساکر و السمھودی فی جواھر العقدین) ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے خطبہ میں خدا کی حمد کے بعد فرمایا میں خدا کی قسم دے کر اس شخص کو جو غدیر خم کے روز حاضر ہوا ہے کھڑا ہونے کے لیے کہتا ہوں اور وہ شخص ہرگز نہ اٹھے جو یہ کہے کہ مجھے خبر لگی ہے یا مجھے خبر دی گئی ہے بلکہ وہ شخص بیان کرے کہ جس کے کانوں نے سنا ہو اور دل نے یاد رکھا ہو۔ پس سترہ آدمی کھڑے ہو گئے ان میں خزیمہ بن ثابت اور سہل بن سعد اور عدی بن حاتم اور عقبہ بن عامر اور ابو ایوب الانصاری اور لیلی اور ابو الہیثم اور ابو سعید خدری اور شریح اور ابو قدامہ الانصاری رضی اللہ و نیز قریش کے اور آدمی بھی موجود تھے جناب امیر نے فرمایا بیان کرو تم نے کیا سنا ہے وہ کہنے لگے ہم حجۃ الوداع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رکاب سعادت میں مکہ سے واپس آ رہے تھے کہ ظہر کے وقت حضرت باہر تشریف لائے اور درختوں کے کاٹ چھانٹ کرنے کا حکم دیا اور ان پر کپڑا ڈال دیا گیا۔ پھر نماز کے لیے منادی کرائی گئی ہم سب لوگ اپنے اپنے خیموں میں سے نماز کے لیے باہر نکلے حضرتؐ نے کھڑے ہو کر خطبہ میں خدا کی صفت و ثنا کے بعد بیان کیا اے لوگو تم کیا کہتے ہو حاضرین نے عرض کیا آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا ہے اس بات کو تین دفعہ فرما کر کہا اے خدا گواہ رہیو۔ پھر ارشاد کیا میرا گمان ہے کہ میں بلایا جاؤں اور میں جانے پر راضی ہو جاؤں گا میں بھی پوچھا جاؤں گا اور تم بھی پوچھے جاؤ گے بے شبہ تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر حرام ہو گیا ہے جیسے کہ تمہارا آج کا دن اور یہ تمہارا مہینہ حرمت والا ہے۔ میں تم کو عورتوں کی نسبت اور ہمسایوں کی نسبت اور غلاموں کی نسبت عدل اور احسان کی وصیت کرتا ہوں پھر ارشاد کیا اے لوگو میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں خدا کی کتاب اور میرے قریبی اہل بیت یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے جب تک کہ میرے پاس حوض پر وارد نہ ہوں مجھے خدائے مہربان خبر دینے والے نے اس کی خبر دی ہے پھر جناب علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس کا کہ میں مولا ہوں پس اس کا علی مولا ہے۔ جناب امیر علیہ السلام فرمانے لگے تم نے سچ بیان کیا ہے میں اس پر گواہ ہوں۔

ارجح المطالب ص ۲۰۱ سطر ۷' تاریخ دمشق ص ۲۵۲' الخصائص ص ۲' ابن ماجہ ص ۵۸ جلد ا' کنز العمال ص ۲۰۵ جلد ۱' حدیث ۱۱۳۱ ینابیع المودت عربی ص ۳۲' اردو ص ۸۶' البدایہ و النہایہ جلد ۷ ص ۳۴۰ خصائص نسائی ص ۴

روایت سوم

سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ علیؑ میں تین خصائص ہیں ایک خیبر میں علم ملنا' دوسرے پرندے کے وقت آپ کا آنا اور تیسرا خیبر میں آپ کو مولا فرمانا۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۴ ص ۳۵۶)

اضواء علی السنتہ ص ۲۰۴)

البدایہ کی جلد ۷ ص ۳۴۰ اور سنن ابن ماجہ ص ۳۰ پر عبداللہ بن ابی نجیح کی روایت میں بھی خصائص ثلاثہ کا ذکر ہے۔

روایت سعد بن مالک

عن خیثمہ بن عبدالرحمان قال سمعت سعد بن مالک و قال لہ رجل ان علیا یقع فیک انک تخلف عنہ فقال سعد واللہ انہ لرای رایتہ و اخطا رای ان علیا اعطی ثلاثا لان اکون اعطیت احداہن احب الی من الدنیا و ما فیہا لقد قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم غدیر خم بعد حمد اللہ و الثناء علیہ ھل تعلمون انی اولی بالمومنین من انفسہم قلنا بلی قال اللہم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللہم وال من والاہ و عاد من عاداہ و جیء بہ یوم خیبر و ھو ارمد ما یبصر فقال یا رسول اللہ انی ارمد فتفل فی عینیہ و دعا لہ فلم یرمد حتی قتل و فتح علیہ خیبر و اخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمہ العباس و غیرہ من المسجد فقال لہ العباس تخرجنا و نحن عصبتک و عمومتک و تسکن علیا فقال ما انا اخرجکم و اسکنہ ولکن اللہ اخرجکم و اسکنہ (اخرجہ الحاکم فی المستدرک) خیثمہ بن عبدالرحمن کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کہنے لگا کہ جناب امیر علیہ السلام تمہاری شکایت کرتے تھے کیونکہ تم نے ان کی بیعت سے تخلف کیا ہے سعد کہنے لگے وہ بھی ایک رائے تھی جو میں نے سوچی تھی لیکن میری رائے خطا پر تھی۔ علی کو تین ایسی باتیں عطا ہوئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک مجھے بھی دی گئی ہوتی تو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے بہتر تھی۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے روز خدا کی صفت و ثناء کے بعد ارشاد کیا کیا تم جانتے ہو کہ میں سب مومنوں کی جان سے اولیٰ ہوں ہم نے عرض کیا بے شک آپ اولیٰ ہیں حضرتؐ نے فرمایا اے میرے پروردگار جس کا میں مولا ہوں پس علی اس کا مولا ہے اے میرے پروردگار دوست رکھ اسے جو اسے دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو اسے دشمن رکھے دوسرے یہ کہ خیبر کے روز وہ ہاتھ پکڑے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر کیے گئے ان کو آشوب چشم تھا جس کی وجہ وہ نہیں دیکھ سکتے تھے پس وہ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ میں آشوب چشم رکھتا ہوں حضرت نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور ان کے لیے دعا کی وہ اچھے ہو گئے اور ان کا آشوب چشم جاتا رہا یہاں تک کہ لڑائی پر گئے اور خیبر ان کے ہاتھ سے فتح ہو گیا تیسری بات یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس کو مع دیگر اصحاب کے مسجد سے نکال دیا۔ پس عباس عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ہمیں مسجد سے نکالتے ہیں باوجودیکہ ہم آپ کے ساتھ رشتہ میں نسبت پدری رکھتے ہیں اور آپ کے چچا ہیں اور آپ نے علی کو مسجد میں رہنے کا حکم دیا ہے حضرتؐ نے ارشاد کیا نہ میں نے تم کو نکالا ہے اور نہ اس کو رکھا ہے بلکہ خدا نے تم کو نکالا ہے اور اس کو رکھا ہے۔

ارجح المطالب ص ۲۰۳ سطر ۷، المستدرک ص ۱۱۶ جلد ۳ سطر ۱۲، تلخیص ص ۱۱۶ سطر آخر، کفایت الطالب ص ۱۵۱، الکاف الشاف ص ۲۹ جلد ۱ سطر ۳۶، المعتصر ص ۳۳۲ جلد ۲، خصائص نسائی ص ۲۲

قول خالد بن یعمر

ارجح المطالب ص ۱۹۳ سطر ۱ صواعق محرقہ ص ۱۳۲ جلد ۲۴

سال معاویة خالد بن یعمر فقال له علی احببت علیا فقال علی ثلث خصال علی حلمه اذا غضب و علی صدقه اذا قال و علی عدله اذا حکم (المناقب المحمد بن یوسف الکنجی الشافعی) امیر معاویہ نے خالد بن معمر سے کہا تم کس بات پر جناب علیؑ کو محبوب رکھتے تھے وہ کہنے لگے ان کی تین باتوں پر ان کے حلم پر جبکہ وہ خفا ہوتے تھے اور ان کے سچ پر جبکہ وہ کوئی بات کہتے تھے اور ان کے عدل پر جبکہ وہ حکم کرتے تھے۔

روایت جماعت اصحاب

حضرت سعد بن ابی وقاص، سہل بن سعد، ابو ہریرہ، بریدہ اسلمی، ابو سعید خدری، عبداللہ بن عمر، عمران بن حصین اور سلمہ بن اکوع نے مشترک طور پر روایت کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ علی کو تین خصائص حاصل ہیں۔

(۱) خیبر کے دن علم ملا

(۲) یمن کی طرف قاضی بنایا گیا اور آپ کی قضاوت کے بارے میں دعا کی گئی

(۳) آیۂ تطہیر میں داخل ہوئے

استیعاب ص ۴۶۰ جلد ۲، وسیلۃ النجات ص ۱۰۹، منال الطالب ص ۷۰، تفریح الاحباب ص ۳۷۱، تاریخ دمشق ص ۲۰۶ جلد ۱، تاریخ طبری ص ۴۳ جلد ۲

روایت ابن عباس

عن ابن عباس قال قال النبی یا علی انت اول المسلمین سلاما و انت اول المومنین ایمانا و انت منی بمنزلته هارون من موسیٰ

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے فرمایا اے علیؑ تم ازروئے اسلام پہلے مسلمان اور ازروئے ایمان پہلے مومن ... اور آپ مجھ سے ایسے ہیں جیسے ہارونؑ موسیٰؑ سے۔ (کوکب دری ص ۱۵۴ سطر ۱۱)

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال لعلی اربع خصال لیست لاحد غیرہ ھو اول عربی و عجمی صلی اللہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ھو الذی کان لواء معہ فی کل زحف و ھو الذی صبر معہ یوم فرعنہ غیرہ و ھو الذی غسلہ و ادخلہ فی قبرہ (اخرجہ احمد و ابو عمر) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جناب امیر کی چار خصلتیں ایسی ہیں کہ کسی کی نہیں ہیں وہ سب عربی و عجمی لوگوں سے پہلے ہیں جنہوں نے حضرت کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ اور وہ ہیں کہ حضرت کے تمام جہادوں میں حضرت کا علم انہیں کے ہاتھ میں رہا ہے اور وہ ہیں کہ جو اس روز کہ حضرت کے پاس سے لوگ بھاگ گئے۔ اور وہ حضرت کے ساتھ صبر کیے ہوئے احد کے مقام پر ڈٹے رہے۔ اور وہ ہیں کہ جنہوں نے حضرت صلی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور قبر میں اتارا۔

ارجح المطالب ص۸۵۳ سطر۱۲' اسد الغابہ ص۹ جلد۱' الاستیعاب ص۲۷ جلد۳ سطر۱۳' المناقب خوارزمی ص۲۱ سطر آخر' کفایت الطالب ص۱۹۳' الریاض النضرہ ص۲۰۲ جلد۲' ذخائر العقبیٰ ص۸۶۔۵۹' کوکب دری ص۱۲۱ ۳۲۱ سطر۱۷' تلخیص المستدرک ص۱۱۱ جلد۳ سطر۲۲' نظم درر السمطین ص۱۳۳' شواہد التنزیل ص۹۰ جلد۱' تاریخ دمشق ص۱۴۳ جلد۱' شرح وصایا ص۱۷۵' مرأۃ المومنین ص۲۰۹' وسیلتہ النال ص۲۹' المستدرک جلد۳ ص۱۱۱ سطر۱۱' تلخیص سطر۲۲

روایت حضرت علیؑ

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالت اللہ یاعلی فیک خمسا فمنعنی واحدۃ و اعطانی اربعتہ سالت اللہ ان یجمع علیک امتی فابی علی و اعطانی فیک ان اول من تنشق عنہ الارض یوم القیامتہ انا و انت مع لواء الحمد و انت تحملہ بین یدی تسبق بہ الاولین و الاخرین و اعطانی انک اخی فی الدنیا و الاخرۃ و اعطانی ان بیتی مقابلتہ بیتک فی الجنتہ و اعطانی فی ترجمہ عبدالکریم بن ھو اخذ التفسیر انک ولی المومنین من بعدی (اخرجہ الرافعی فی ترجمہ ابراہیم بن محمد بن عبداللہ ابو اسحاق الرازی فی کتابہ تاریخ قزوین المسمی بالتدوین و الخطیب فی تاریخ بغداد بسند صحیح و المتقی فی کنز العمال و محمد صالح عالم فی المعارج العلی) جناب امیر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اے علی میں نے تیرے لیے خدا سے پانچ باتوں کا سوال کیا تھا پروردگار نے ایک بات کو نامنظور کیا ہے اور چار باتیں قبول کی ہیں۔ میں نے خدا سے سوال کیا تھا کہ میری امت کو تیری امامت پر مجتمع کر دے۔ پس خدا نے اس کو نامنظور فرمایا۔ پھر خدا سے میں نے تیرے لیے دعا کی قیامت کو مجھے اور تجھے سب سے پہلے قبر سے اٹھائے۔ میرے پاس لواء حمد ہوگا اور تو اسے میرے سامنے اٹھائے گا۔ اور تو سب سے پہلے اور پچھلے لوگوں کو ساتھ لے کر جنت کی طرف بڑھے گا خدا نے یہ بات مجھے عطا فرمائی۔ پھر میں نے خدا سے یہ عرض کیا کہ علی دنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے۔ خدا نے میری اس عرض کو بھی قبول کیا۔ پھر میں نے دعا کی جنت میں تیرا گھر میرے گھر کے سامنے ہو۔ خدا نے اس کو بھی منظور کیا پھر خدا سے میں نے مانگا کہ تو میرے بعد سب نبیوں کا ولی ہو خدا نے اسے بھی منظور کیا۔

درج المطالب ص۱۸۶ سطر۷' تاریخ بغداد جلد۴ ص۳۳۹' منتخب کنز العمال جلد۵ ص۳۵' راموز الاحادیث ص۲۹۳' کنز العمال جلد۱۵ ص۱۱۳' مناقب عینی ص۶۲' مناقب خوارزمی ص۲۳۳' لسان المیزان جلد۲ ص۳۰۴ سطر۱۲' فرائد السمطین ص۸۹' کنز العمال جلد۱۵ ص۱۳۲

۵ — خصائص روایت سعد بن ابی وقاص

حارث بن مالک کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مکہ آیا تو میری ملاقات سعد بن وقاص سے ہوئی۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا تم نے حضرت علی کے لئے کوئی منقبت سماعت فرمائی ہے۔

کفایت الطالب ص۱۵۱' المعتصر ص۳۳۲ جلد۲' تاریخ دمشق ص۲۰۶ جلد۱' مجمع الزوائد ص۱۰۷ جلد۹

روایت ابی سعید الخدری

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعطیت فی علی خمسا هو احب الی من الدنیا و ما فیها اما واحدة فهو تکائی بین یدی اللہ عزوجل حتی الفرغ من الحساب و اما ثانیة فلواء الحمد بیده و آدم من ولده تحته و اما الثالثة فواقف علی عقر حوضی یسقی من اعرف من امتی۔ فاما الرابعة فساتر عورتی و مسلمی الی ربی عزوجل۔ و اما الخامسة فلست اخشی ان یرجع زانیا بعد احصان و لا کافرا بعد ایمان (اخرجه احمد)
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ علی وہ پانچ باتیں عطا ہوئی ہیں کہ وہ دنیا و مافیہا سے مجھے پیارے ہیں اول خدا کے سامنے جب میں حساب دینے کے لئے کھڑا ہوں گا تو وہ میرا تکیہ ہوں گے جب تک کہ میں حساب سے فارغ ہو جاؤں دوم لواء الحمد ان کے ہاتھ میں ہوگا آدم علیہ السلام اور ان کی سب اولاد اسی علم کے نیچے ہوگی۔ سوم وہ میرے حوض کے کنارے کھڑے ہوں گے اور جس کو میری امت سے شناخت کریں گے اسے پلائیں گے۔ چہارم وہ مجھے کفن پہنا کر مجھے میرے رب کے سپرد کرنے والے ہیں۔ پنجم مجھے اس کا خوف نہیں کہ وہ پارسا ہونے کے بعد پھر زنا کی طرف رجوع کریں یا مسلم ہونے کے بعد پھر کافر ہو جائیں۔

ارجح المطالب ص۱۴۷ سطر۱۲' ذخائر العقبی ص۸۶' الریاض النضرہ ص۲۰۳ جلد۲' ذیل اللئال ص۶۳' ینابیع المودت ص۱۰۹ عربی سطر۶' شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص۴۵۱ جلد۲' وسیلتہ المال ص۲۹' کنز العمال ص۱۵۵ جلد۶' ریاض النضرہ' روضتہ الندیہ ص۱۵۱' صواعق محرقہ ص۱۷۳ جلد۱۸

روایت حضرت علیؑ

امام احمد نے مناقب میں اس حدیث کا ایک حصہ یوں بیان فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی

شوہر کو انتخاب فرمایا۔ پس مجھے الہام کیا اور میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا اور اس کو اپنا وصی بنایا تم نہیں جانتی ہو کہ خدا تعالٰی نے خاص تمہارے حق میں کیا مہربانی کی ہے کہ تیرا شوہر سب سے زیادہ علم والا اور سب سے حلم والا اور اسلام لانے میں سب سے زیادہ پیش قدم ہے۔ جناب سیدہ یہ سنکر تبسم فرمانے لگیں اور خوش ہو گئیں جناب سرورؐ نے چاہا کہ ان کو اور زیادہ خیر حصہ دیا جائے جس کا کہ پروردگار نے محمدؐ اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حصہ دیا پس حضرت نے فرمایا۔ فاطمہؑ علی کے آٹھ تیز دانت ہیں یعنی آٹھ مناقب ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ اور اس کی حکمت۔ اور اس کی زوجہ مطہرہ اور اس کی اولاد یعنی حسنؑ اور حسینؑ کہ وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں۔ اور اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی اچھی باتوں کا کرنا اور بری باتوں سے بچنا) یا فاطمہ ہم اہل بیت کو چھ باتیں ایسی عطا ہوئیں ہیں کہ ہمارے سوا ہم پر پہلے لوگوں کو بھی نہیں دی گئیں اور ہم سے پیچھے آنے والے بھی نہیں حاصل کر سکیں گے۔ ہمارا نبی تمام نبیوں سے بہتر ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا وصی سب اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تیرا شوہر ہے ہمارا شہید سب شہیدوں سے برتر ہے یعنی حمزہ وہ تیرے باپ کا چچا ہے اور اس امت کے سبطین وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں اور اس امت کا مہدی بھی ہم سے ہے کہ جس کے پیچھے حضرت عیسٰی علیہ السلام نماز پڑھیں گے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب حسین علیہ السلام کے دوش مبارک پر ہاتھ مار کر فرمایا مہدی امت ان سے پیدا ہوں گے۔

ارجح المطالب ص۲۹، الفصول المھمہ ص۲۷۷، البیان ص۲۴۴، مناقب علی ص۳۱، عینی حیدر آبادی کنز العمال ص ۲۶۴ جلد ۲

۷۔ خصائص

عن انس قال قال رسول الله اذا کان یوم القیامت من ینادون علی بن ابی طالب لسبعتہ اسماء یا صدیق یا دال یا عابد یا هادی یا مهدی یا فتی یا علی یا مرانت و شیعتک الی الجنته بغیر حساب

انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہو گا تو حضرت علیؑ کو سات اسماء سے پکارا جائے گا اور وہ یہ ہیں۔ یا صدیق یا دال یا عابد یا ہادی یا مہدی یا فتیٰ یا علیؑ تم اور تمہارے شیعہ بغیر حساب کے جنت میں جاؤ گے۔ (مناقب خوارزمی ص ۲۵۳)

روایت ابی سعید خدری

عن ابی سعید و معاذ بن جبل رضی الله عنهما قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لک یا علی سبع خصال لا یحاجک فیهن احد یوم القیامته انت اول المومنین بالله ایمانا و اوفاهم بعهد الله و ارء فهم بالرعیته و اقسمهم بالسویته و اعلمهم بالقضیته و اعظمهم منزلته عند الله یوم القیمت (اخرجه الدیلمی عن ابی سعید الخدری و الحاکم عن معاذ بن جبل) دیلمی فردوس الاخبار میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حاکم مستدرک میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے

روایت کرتے ہیں کہ جناب پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے یا علی تجھ میں سات خصلتیں ایسی ہیں کہ قیامت کے روز ان میں کوئی تجھ سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ تو خدا پر ایمان لانے میں سب مومنوں سے پہلا ہے۔ اور خدا کے عہد کو پورا کرنے میں ان سے برتر۔ اور رعیت پر مہربانی کرنے میں ان سب سے مہربان اور برابر بانٹنے میں ان سب سے پورا تقسیم کرنے والا اور ان سب سے جھگڑوں کے فیصل کرنے میں زیادہ علم والا۔ اور قیامت کے روز خدا کے پاس سب سے اونچے مرتبے والا ہے۔

ارجح المطالب ص۴۸۹ سطر آخر' مناقب علی عینی حنفی ص۲۸' اہل بیت ص۲۲۱' کنز العمال ص۱۵۳ جلد۶' منال الطالب ص۱۳۷' احسن الانتخاب ص۳۴ جلد۴' حلیتہ الاولیاء ص۶۶ جلد۱' اسنی المطالب ص۱۴' الریاض النضرہ ص۱۹۸ جلد۲' مطالب السئول ص۳۴' کفایت الطالب ص۱۳۹' مناقب خوارزمی ص۲۵۳

روایت عمر بن خطاب

ارجح المطالب ص۴۸۹' کنز العمال ص۳۹۳ جلد۶' النقض علی العثمانیہ ص۲۹۲ جلد۱' تاریخ دمشق ص۱۷ جلد۱' کنز العمال ص۱۰۸ جلد۱۵' شرح نہج البلاغۃ ابی الحدید ص۲۵۸ جلد۳

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لعلی انک اول المسلمین اسلاما و اول المومنین بمعی ایمانا و اعلمهم بایات اللہ و اوفاهم بعهد اللہ و ارءفهم بالرعیۃ و اقسمهم بالسویۃ و اعظمهم عنداللہ منزلته (اخرجه احمد) جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جناب علیؑ سے فرماتے تھے کہ تم اسلام لانے میں سب مسلمانوں سے پیش قدم اور مجھ پر ایمان لانے کی وجہ سے سب سے مقدم ہو اور تم ان سب سے زیادہ خدا کے عہد کو پورا کرنے والے ہو اور رعیت پر ان سب سے زیادہ مہربان ہو اور ان سب سے پورا پورا تقسیم کرنے والے اور ان سب سے خدا کے نزدیک بڑی منزلت والے ہو۔

روایت معاذ بن جبل

ارجح المطالب ص۴۸۹ سطر آخر' حلیتہ الاولیاء ص۶۵ جلد۱' المناقب ص۶۶' الریاض النضرہ ص۱۹۴ جلد۲' ذخائر العقبیٰ ص۵۹' لسان المیزان ص۱۹ جلد۲ سطر۱۳' المقاصد الحسنہ ص۴۲' تاریخ دمشق ص۱۷ جلد۱' اہل بیت ص۲۲۹' ینابیع المودۃ ص۱۷۵ سطر۶

روایات مختار زمین میں سے ایک روایت کے آخر میں یہ ہے۔

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ یا فاطمۃ انا اھل البیت اعطینا سبع خصال

لم یعطها احد من الاولین و الآخرین فقلت او قال و لایدرکها احد من الآخرین غیرنا۔ نبینا افضل الانبیاء و هو ابوک و وصینا خیر الاوصیاء و هو بعلک و شهیدنا خیر الشهداء و هو عم ابیک و منا من له جناحان یطیر بهما فی الجنت حیث یشاء و هو جعفر ابن عمک و منا سبطا هذه الامته ابناک و منا و الذی نفسی بیده مهدی ہذه الامت

ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے آخری بار فرمایا کہ اے میری بیٹی! بے شک ہم اہل بیت کو سات ایسی خصائص ملی ہیں جو ہمارے سوا اولین و آخرین میں سے کسی کو نہیں ملیں۔ ہمارا نبی سب نبیوں میں سے افضل اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا وصی سب اوصیاء سے بہتر ہے اور وہ تیرا شوہر ہے۔ ہمارا شہید سب شہیدوں سے افضل اور وہ تیرا چچا حمزہ ہے۔ اور ہم ہی میں سے وہ ہے جس کے لئے وہ دو پر ہیں جن کے ذریعے سے وہ جنت میں جہاں چاہیں پرواز کر سکتے ہیں۔ اور وہ تیرے چچا کا بیٹا جعفر ہے اور ہم ہی میں سے اس امت کے سبطین ہیں۔ اور وہ تیرے دو بیٹے ہیں اور ہم ہی میں سے اس امت کا مہدی ہے۔

مناقب ابن مغازلی ص۱۲۵' ینابیع المودت ص۸۰' مناقب عینی حنفی ص۱۶۷' مناقب خوارزمی ص۲۷' مجمع الزوائد ص۲۵۳ جلد۸

روایت علی بن ہلالی

ینابیع المودت ص۳۵۷ سطر آخر' مجمع الزوائد ص۱۶۵ جلد۹' اسد الغابہ ص۴۲ جلد۴' ذخائر العقبیٰ ص۱۳۵' المناقب مغازلی' ذیل اللئالی ص۶۵' ینابیع المودت ص۸۰' المعجم الکبیر ص۱۳۵' وسیلتہ المال ص۷۹

ہم لوگ اہل بیت ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں سات فضیلتوں سے نوازا ہے۔ یہ فضیلتیں ہم سے پہلے آنے والوں کو عطا کی ہیں۔ اور نہ ہم سے بعد میں آنے والوں کو عطا کرے گا میں خاتم الانبیاء ہوں۔ تمام انبیاء سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک تمہارا باپ ہے۔ میرا وصی تمام اوصیاء سے بہتر ہے۔ تمام اوصیاء سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمہارا شوہر زیادہ محبوب ہے۔ ہمارا شہید شہداء سے افضل ہے۔ تمام شہداء سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک تیرے باپ کا چچا حمزہ اور تیرے شوہر کا چچا زیادہ محبوب ہے۔ ہم میں سے وہ شخص ہے جس کے دو پر ہیں جن کے

ذریعے وہ فرشتوں کے ساتھ بہشت میں جہاں بھی چاہتا ہے اڑتا رہتا ہے۔ وہ تیرے باپ کے چچا کے بیٹے اور تمہارے شوہر کے بھائی (جعفر) ہیں۔ ہم میں سے اس امت کے دو سبط ہیں وہ دونوں حسنؑ اور حسینؑ ہیں۔ جو جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ یہ دونوں تیرے فرزند ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا مہدی (عجل اللہ فرجہ) تیرے فرزندوں میں سے ہو گا۔ جس طرح زمین ظلم و ستم سے پُر ہو گی اسی طرح اس کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

۸— خصائص روایت ابو سعید خدری

عن ابی ہارون العبدی قال اتیت ابا سعید الخدری فقلت اهل شهدت بدرا فقال نعم فقلت الا تحدثنی بشئ مما سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی علی فقال یا ابی اخبرک ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مرض مرضة و دخلت علیه فاطمة تعوده و انا جالس عن یمین رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فلما رات ما برسول صلی اللہ علیه وسلم من الضعف خنقتها العبرة حتی بدت دموعها علی خدها فقال لها رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما یبکیک یا فاطمة قالت اخشی الضیعة یا رسول اللہ فقال یا فاطمة ان اللہ اطلع الی اهل الارض اطلاعة فاختار منهم اباک ثم اطلع ثانیة فاختار منهم بعلک فاوحی الی فانکحته و اتخذته وصیا و ما علمت ان بکر امت اللہ ابک زوجک اعلمهم علما و اکرمهم حلما و اقدمهم سلما فضحکت و استبشرت فاراد رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان یزیدها مزید الخیر کلمة الذی قسمه اللہ تعالی بمحمد و ال محمد صلی اللہ علیه وسلم فقال لها یا فاطمة لعلی ثمانیة اضراس یعنی مناقب ایمان باللہ و رسوله و حکمته و زوجته و سبطاه الحسن و الحسین و امره بالمعروف و نهیه عن المنکر یا فاطمة انا اهل البیت اعطینا ست خصال لم یعطها احد من الاولین ولا یدرکها احد من الاخرین نبینا خیر الانبیاء و هو ابوک و وصینا خیر الاوصیاء و هو بعلک و شهیدنا خیر الشهداء و هو حمزة عم ابیک و منا سبطا هذه الامة و هما ابناک و منا مهدی هذه الامة الذی یصلی عیسی خلفه ثم ضرب علی منکب الحسین فقال من هذا مهدی امة (اخرجه الدار قطنی)

ابی ہارون العبدی کہتے ہیں میں نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے جا کر پوچھا تم جنگ بدر میں حاضر تھے کہا کہ ہاں۔ میں نے کہا کیا تم مجھے نہیں بتا سکتے جو کچھ کہ تم نے علی کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہنے لگے اے میرے بیٹے میں تجھے سناتا ہوں کہ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ بیمار ہو کر ضعیف ہو گئے جناب فاطمہ علیہا السلام عیادت کے لیے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ میں سرکار کی داہنی طرف بیٹھا ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ضعف اور ناتوانی کا غلبہ دیکھ کر رونے لگیں یہاں تک کہ رونے سے ان کا دم گھٹ گیا اور رخساروں پر آنسو نکل آئے۔ سرکار نے فرمایا فاطمہ تم کیوں روتی ہو۔ گذارش کیا حضورؐ کے بعد میں اپنے ہلاک ہونے سے ڈرتی ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا با تحقیق پروردگار عالم نے زمین کے باشندوں کو اچھی طرح سے دیکھا اور تیرے باپ کو ان میں سے منتخب کیا پھر دوبارہ دیکھا اور تیرے شوہر کو انتخاب فرمایا پس مجھے الہام کیا اور میں نے تیرا نکاح ان سے کر دیا اور اس کو اپنا وصی بنایا تم نہیں جانتی ہو کہ خدا تعالی نے خاص تمہارے حق میں کیا مہربانی کی ہے کہ تیرا شوہر سب سے زیادہ علم والا اور سب سے حلم والا اور اسلام لانے میں سب سے زیادہ پیش قدم ہے۔ جناب سیدہ یہ سنکر تبسم فرمانے لگیں اور خوش ہو گئیں جناب سرورؐ نے چاہا کہ ان کو اور زیادہ خیر حصہ دیا جائے جس کا کہ پروردگار نے محمدؐ اور آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حصہ دیا پس حضرت نے فرمایا۔ فاطمہؑ علیؑ

کے آٹھ ... ات ہیں ... مناقب ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا۔ اور اس کی حکمت۔ اور اس کی زوجہ مطہرہ۔ اور ... اولاد ... اور حسین کہ وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں۔ اور اس کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی اچھی باتوں کا آ ... ربری باتوں سے بچنا) یا فاطمہ ہم اہل بیت کو چھ باتیں ایسی عطا ہوئیں ہیں کہ ہمارے سوا ہم پر پہلے لوگوں کو بھی نہیں دی ... یں اور ہم سے پیچھے آنے والے بھی نہیں حاصل کر سکیں گے۔ ہمارا نبی تمام نبیوں سے بہتر ہے اور وہ تیرا باپ ہے اور ہمارا وصی سب اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تیرا شوہر ہے ہمارا شہید سب شہیدوں سے برتر ہے یعنی حمزہ وہ تیرے باپ کا چچا ہے اور اس امت کے سبطین وہ دونوں تیرے بیٹے ہیں اور اس امت کا مہدی بھی ہم سے ہے کہ جس کے پیچھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نماز پڑھیں گے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب حسین علیہ السلام کے دوش مبارک پر ہاتھ مار کر فرمایا مہدی امت ان سے پیدا ہوں گے۔

ارجح المطالب ص۲۹ سطر۹' الفصول المہمہ ص۲۷۷' البیان ص۸۱' مناقب عینی حیدر آبادی ص۳۱

روایت حضرت ابو ایوب انصاری

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ یا فاطمۃ لعلی ثمانیۃ اضراس ثواقب ایمان باللہ و برسولہ و حکمتہ و تزویجہ فاطمۃ و سبطاہ الحسن و الحسین و امرہ بالمعروف و نہیہ عن المنکر و قضاہ بکتاب اللہ عزوجل

حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول خدا نے حضرت فاطمہؑ سے فرمایا کہ حضرت علی کے لئے آٹھ مناقب ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا' علیؑ کی حکمت' تیرا اس کی زوجہ ہونا' حسنینؑ کا اس کا بطین ہونا' اس کا نیکی کا حکم کرنا۔ اس کا برائی سے روکنا' اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کرنا۔

مناقب مغازلی ص۱۰۱' ینابیع المودت ص۸۰' مناقب علی عینی حنفی ص۳۱' المناقب خوارزمی ص۶۷' مقتل الحسین خوارزمی ص۴۹

نو خصائص

حضرت عبدالرحمان المزنی سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے علیؑ کے بارے میں ۹ خصائص عطا کئے گئے ہیں۔ تین دنیا میں اور تین آخرت میں اور تین کی میں نے اس کے لئے امید کی ہے اور ان میں سے ایک ایسی خصوصیت ہے جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۳۲)

دس خصائص

عن عمر بن میمون قال انی لجالس الی ابن عباس فاتاہ تسعۃ رھط فقالوا اما ان تقوم معنا و اما ان تخلون بھٰؤلاء و هو یومئذ صحیح قبل ان یعمی قال انا اقوم معکم فتحدثوا فلا ادری ما قالوا فجاء ‌وهو ینفض ثوبه و یقول اف و تف یقعون فی الرجل له عشر و قعوا فی رجل قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا بعثن رجلا یحب الله و رسوله و یحبه الله و رسوله لا یخزیه الله ابدا فاشرف من استشرف فقال این علی قیل هو فی الرحله یطحن قال و ما کان احد کم لیطحن من قبله فدعاہ و هو ارمد ما کان یبصر فنفث فی عینیه ثم هز الرایۃ ثلثا فدفعها الیه فجاء بصفیۃ بنت حیی و بعث ابابکر بسورۃ التوبۃ و بعث علیا خلفه فاخذ منه و قال لا یذهب بها الا رجل من اهل بیتی هو منی و انا منه و دعا رسول الله صلی الله علیه وسلم علیه وسلم الحسن و الحسین و علیا و فاطمۃ فمد علیهم ثوبا فقال اللهم هؤلاء اهل بیتی و خاصتی اذهب عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا و کان اول من اسلم ... س بعد خدیجۃ و لبس ثوب النبی صلی الله علیه وسلم و هم یحسبون انه نبی الله فجاء ابوبکر فقال یا نبی الله ... ان النبی صلی الله علیه وسلم قد ذهب نحو بئر میمون فاتبعه فدخل معه الغار فکان المشرکون یرمون علیا حتی اصبح و خرج بالناس فی غزوۃ تبوک فقال علی اخرج معک فقال لا فبکی فقال اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ هارون من موسی الا انک لست بنبی ثم قال انت ولیی فی کل مومن من بعدی قال و سدا ابواب المسجد غیر باب علی ... و کان یدخل المسجد و هو جنب و هو طریقه و لیس له طریق و غیرہ و قال من کنت ولیه فعلی ولیه (اخرجه احمد و النسائی و محب الطبری فی الریاض النضرہ و السیوطی فی الجمع الجوامع) یحیی بن عوف اور عمرو بن میمون سے مروی ہے کہ میں ایک روز ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ نو آدمی آئے اور ابن عباس سے کہنے لگے تمہارا جی چاہے ہمارے ساتھ چلو اور ان لوگوں سے خلوت میں بات سنو ان دنوں ابن عباس تندرست تھے ان کی آنکھیں نہیں گئی تھیں انہوں نے کہا میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں بعد اس کے ان کے ساتھ جا کر کچھ علیحدہ باتیں کیں میں نہیں جانتا کہ ان لوگوں نے کیا کہا جب ابن عباس پھر کے آئے تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنے کپڑے جھاڑتے ہیں اور اف اور تف ان لوگوں پر کرتے ہیں اور کہنے لگے۔ یہ لوگ ایسے شخص کے پیچھے پڑے ہیں کہ جن کو اللہ تعالٰی نے دس باتیں دی ہیں اور ایسے شخص برا کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے باب میں فرمایا ہے کہ میں ایسے شخص کو بھیجوں گا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اللہ کا رسول اس کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اس کو رسوا نہیں کرے گا پس لوگوں نے اس کی طرف (یعنی علم کی طرف) جھانکا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا علیؑ کہاں ہیں عرض کیا گیا وہ چکی پیس رہے ہیں اور کوئی شخص ان سے پیشتر چکی نہیں پیستا تھا۔ پس حضرت نے ان کو بلوایا اور ان کی آنکھوں میں آشوب چشم تھا کہ وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ حضرتؐ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا اور تین مرتبہ علم کو جنبش دے کر علی کو دے دیا۔ پس انہوں نے خیبر کو فتح کیا۔ اور صفیہ بنت حیی بن اخطب کو لے آئے اور ایک مرتبہ حضرت نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سورہ توبہ دے کر بھیجا اور اس کے بعد علیؑ کو ان کے پیچھے روانہ فرمایا پس انہوں نے سورت توبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لے لی اور حضرت نے فرمایا اس سورت کو کوئی نہیں لے جا سکتا۔ سوا اس شخص کے جو میرے اہل بیت میں سے ہو اور وہ میرا ہو اور میں اس کا ہوں اور ایک مرتبہ حضرت نے حسنینؑ اور علیؑ اور فاطمہ کو بلا کر ان کے اوپر کپڑا اوڑھا دیا اور فرمایا یا خدا یہ میرے اہل بیت اور میرے خاص ہیں تو ان سے نجاست دور کر اور ان کو پاک کر جو حق پاک کرنے کا ہے۔ اور حضرت علیؑ جناب خدیجہؑ کے بعد سب سے اول اسلام لائے ہیں اور ہجرت کی رات کو حضرت کے کپڑے پہن کر ان کے بچھونے پر سو رہے اور کفار یہ جانتے رہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ

وسلم سو رہے ہیں بعد ازاں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت کو پکارا جناب امیر نے جواب دیا نبی اللہ بیر میمون کی طرف گئے ہیں تم بھی آپؐ کے پیچھے چلے جاؤ۔ پس وہ حضرت کے ساتھ غار میں داخل ہو گئے اور مشرکین حضرت علی کو صبح تک پتھر مارتے رہے اور آنحضرتؐ جب غزوہ تبوک میں لشکر لے چلے علی نے عرض کیا میں بھی رکاب سعادت میں چلوں آپ نے فرمایا نہیں علی رونے لگے۔ حضرت نے فرمایا کیا تم راضی نہیں ہو کہ میری طرف سے تم ایسے مرتبہ پر ہو کہ جس مرتبہ پر ہارون موسیٰ کی طرف سے تھے فقط اتنا فرق ہے کہ تم نبی نہیں ہو پھر فرمایا تم سب مومنین کے میرے بعد میرے خلیفہ ہو۔ اور حضرت کے حکم سے علی کے دروازہ کے سوا مسجد کے سب دروازے بند کیے گئے اور علی بحالت جنب مسجد میں داخل ہوتے تھے وہی ان کا راستہ تھا اس کے سوا ان کا دوسرا راستہ نہیں تھا اور فرمایا حضرت نے جس کا میں ولی ہوں اس کا علی ولی ہے۔

ارجح المطالب ص ۱۵۸ سطر ۵، ینابیع المودت عربی ص ۲۹، الخصائص ۸، المستدرک حاکم ۱۳۲ جلد ۳ سطر ۱۲، سطر ۲، المناقب خوارزمی ص ۷۳ سطر ا، ذخائر العقبیٰ ص ۸۶، تلخیص ص ۱۳۲ جلد ۳ سطر آخر، البدایہ ص ۳۳۷ جلد ۷، مجمع الزوائد ص ۱۱۸ جلد ۹ سطر ۱۲، اصابہ ص ۵۰۲ جلد ۲، القول الفصل ص ۲۱۸ جلد ۲، تاریخ دمشق ص ۱۸۳ جلد ا، المعتصر ص ۳۴۲ جلد ۲، الریاض النضرہ ص ۲۰۳ جلد ۲، ارشاد الباری ص ۸۱ جلد ۶، نزل الابرار ص ۳۵، ینابیع المودت ص ۲۹ سطر ۶، فتح الباری جلد ۷ ص ۱۲، ہذا حدیث صحیح الاسناد المستدرک جلد ۳ ص ۱۳۲

تیرہ خصائص

قال عمر کانت لا صحاب محمد ثمانی عشرہ سابقۃ فخص علی منہا بثلاثۃ عشرۃ و شرکنا فی خمس

حضرت عمر کہتے ہیں کہ اصحاب محمد کے لئے سبقت کے ۱۸ مقامات تھے۔ ان میں سے ۱۳ مقامات حضرت علی کے لئے مخصوص تھے اور مولا علی ہمارے پانچ مقامات میں بھی شریک تھے۔

مقتل خوارزمی ص ۴۵، مناقب خوارزمی ص ۱۱۹، نظم درر السمطین ص ۱۲۹، تاریخ الخلفاء ص ۱۷۲، صواعق المحرقہ ص ۷۶، شواہد التنزیل ص ۱۵

۱۸ خصائص عن ابن عباس

عن ابن عباس قال کانت لعلی ثمانی عشر منقبۃ ما کانت لاحد من ہذہ الامۃ (اخرجہ الطبرانی و ابن حجر فی الصواعق المحرقہ) ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب امیر کی اٹھارہ منقبتیں ایسی ہیں جو اس امت کے کسی ایک کی نہیں ہیں۔

ارجح المطالب ص ۸۵۴ سطر آخر، مجمع الزوائد ص ۱۲۰ جلد ۹، سطر ۱۸، تاریخ الخلفاء ص ۶۶، الکواکب الدریہ ص ۳۹ جلد ۱، اسعاف الراغبین ص ۱۸۰، ینابیع المودت ص ۲۶۱ سطر ۱۲، ارجح المطالب ص ۸۵۴، تفریح الاحباب ص ۱۵۱، ۳۵۱، شواہد التنزیل ص ۱۵

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اصحاب محمد ۱۸ مقامات پر سبقت رکھتے ہیں جن میں سے ۱۳ مقامات صرف حضرت علی علیہ السلام کے لئے مخصوص ہیں اور بقایا پانچ مقامات میں بھی حضرت علی علیہ السلام دوسرے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ساتھ شریک ہیں۔ (مناقب خوارزمی ص ۵۲ سطر آخر)

۷۰ عہد عن ابن عباس

عن ابن عباس قال كنا نتحدث ان النبي صلى الله عليه وسلم عهد الى علي سبعين عهداً لم يعهد الى غيره (اخرجه ابو نعيم في الحلية) ابن عباس کہتے ہیں کہ ہم اکثر کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر سے ستر عہد ایسے کیے ہیں جو ان کے سوا دوسرے سے نہیں کیے۔

ارجح المطالب ص ۴، ۸۵۴، حلیۃ الاولیاء ص ۶۸ جلد ۱، موضع، اوہام الجمع و التفریق ص ۱۳۹ جلد ۲، مجمع الزوائد ص ۱۱۳ جلد ۹ سطر ۲، ینابیع المودت ص ۷۸

۸۰ عہد

ینابیع المودت ص ۱۲۶ سطر ۴

ابن عباس سے روایت ہے کہ ہم گروہ اصحاب رسول اس بات کا تذکرہ کیا کرتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علیؑ کے لئے اسی عہد لئے تھے۔ اور کسی کے لئے کوئی عہد نہیں لیا تھا۔

انبیاء کی خصلتیں

عن جابر بن عبداللہ انصاری قال قال رسول اللہ من اراد ان ينظر الى اسرافيل في هيبته و الى ميكائيل في رتبته و الى جبرئيل في جلالته و الى آدم في علمه و الى نوح في خشيته و الى ابراهيم في خلته و الى يعقوب في حزنه و الى يوسف في جماله و الى موسى في مناجاته و

الی ایوب فی صبرہ و الی یحییٰ فی زھدہ و الی عیسیٰ فی عبادتہ و الی یونس فی ورعہ و الی محمد فی کمال حسب و خلقہ فلینظر الی علی فان فیہ لتسعین خصلتہ من خصال الانبیاء جمعھا اللہ فیہ و لم یجمع فی احد غیرہ

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو کوئی اسرافیل کو اس کی مصیبت میں اور میکائیل کو اس کے رتبے میں اور جبرائیل کو اس کی جلالت میں اور آدمؑ کو اس کے علم میں اور نوحؑ کو اس کے خدا سے خوف کرنے میں اور ابراہیم کو اس کے خلیل خدا ہونے میں اور یعقوبؑ کو اس کے حزن و ملال میں اور موسیٰؑ کو اس کی مناجات پروردگار میں اور ایوب کو اس کے صبر میں اور یحییٰؑ کو اس کے زہد میں اور عیسیٰؑ کو اس کی عبادت میں اور یونس کو اس کی پرہیزگاری میں اور محمدؐ کو اس کے کمال حسب و خلق میں دیکھنا چاہے اسے چاہئے کہ وہ علی بن ابی طالبؑ کی طرف نظر کرے کیونکہ اس میں نوے خصلتیں پیغمبروں کی پائی جاتی ہیں جو کہ اللہ نے ان میں جمع کر دی ہیں اور وہ خصائل ان کے سوا کسی میں نہیں۔ (مودت القربیٰ ص ۷۶ سطر ۱۲، کوکب دری ص ۱۶۰)

۹۰ مرتبے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ ۹۰ مرتبوں کے ساتھ تمام صحابہ پر افضلیت رکھتے ہیں۔ (کوکب دری ص ۹۸)

۱۰۰ مناقب

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ تمام صحابہ پر ۱۰۰ مناقب کی وجہ سے افضلیت رکھتے ہیں۔ (البدایہ و النہایہ جلد ۸ ص ۱۲)

امیر المومنینؑ

حضرت آدمؑ سے امیر المومنینؑ کا تعارف